فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد
الحمد للہ والمنۃ کہ ربع ثانی فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علمائے عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار یعنی
جلد دوسری غایۃ الاوطار
ترجمہ اردو در المختار
جس کا ترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے طحطاوی اور حاشیہ مدنی و اقوال سابقہ کے ساتھ کیا تصحیح و تکمیل احقر العباد محمد احسن صدیقی نانوتوی
مطبع صدیقی واقع بریلی میں باہتمام مولوی محمد منیر مطبوع ہوا
بقلم حسن لعل بریلوی عفی عنہ

فہرست جلد دوم غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در مختار

مضمون

مضمون	صفحہ

الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین وشفیع المذنبین سیدنا ومولنا محمد وآله وصحبه اجمعین

کتاب النکاح

لیس لنا عبادة شرعت من عهد آدم علیه السلام الی الآن تستمر فی الجنة الا النکاح والایمان یہہ کتاب ہے مسائل نکاح مین نہین کوئی ایسی عبادت ہم مسلمانون کے واسطے جو شروع رہی ہو زمان آدم علیہ السلام سے ابتک پہر بہشت مین دائمی رہے بجز نکاح اور ایمان کے یعنی نکاح اور ایمان دائمی عبادت ہین انمین نسخ کو گنجایش نہین نکاح کو بعد حج کے اسواسطے بیان کیا کہ دونو مین مال کی حاجت ہے هو عند الفقهاء عقد یفید ملک المتعة ای حل استمتاع الرجل من امراة لم یمنع من نکاحها مانع شرعی فخرج الذکر والخنثی المشکل لجواز ذکوریته والوثنیة والمحارم والجنیة وانسان الماء لاختلاف الجنس وجاز الحسن نکاح الجنیة بشهود قنیه نکاح نزدیک فقہاء کے عقد مخصوص کا نام ہے یعنی ایسی بندش ایجاب اور قبول کی جو مفید ہو ملک تمتع کی یعنی حلال ہو نفع لینا مرد کا اوس عورت سے کہ نہین روکتا اوسکے نکاح کو مانع شرعی جیسے ذی رحم محرم ہونا یا مشرک ہونا یا ناجنس ہونا تو عورت کی قید سے مرد اور خنثی مشکل جسکا مرد یا عورت ہونا ہنوز ثابت نہین نکل گیا کہ شاید وہ مرد ہو اور مانع شرعی کی قید سے مشرکہ بت پرست اور محارم عورتین نکل گئین اور جنی عورت اور دریائی انسان بھی نکل گیا کہ جنس کا اختلاف ہے اور جائز رکہا ہے حسن بصری رح نے نکاح جنیہ کا گواہون سے کذا فی القنیہ قصدا لخرج ما یفیده الحل ضمنا کشراء امة للتسری یعنی بالقصد تمتع کا فائدہ بخشے اوسکا نام نکاح ہے نکل گیا اس قید سے جو مفید ہو حلت کا ضمنا جیسے خرید کرنا لونڈی کا حرم بنانیکے واسطے یعنی وطی کے لئے تو یہان اگرچہ بہ نیت وطی کے خرید ہوئی لیکن خرید سے مقصود اصلی ملکیت ہے اور قربت کرنا ضمنا ثابت ہے تو اس حلت ضمنی کا شرع مین نکاح نام نہین وعند اهل الاصول واللغة حقیقة فی الوطی مجاز فی العقد فحیث جاء فی الکتاب او السنة مجردا عن القرائن یراد الوطی کما فی ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم فتحرم مزنیة الاب علی الابن بخلاف حتی تنکح زوجا غیره لاسناده الیها والمقصود منها العقد لا الوطی الا مجازا اور نکاح نزدیک علماء اصول اور لغت عربی کے حقیقت ہے یعنی جماع مین اور مجاز ہے عقد مین تو جہان آوے لفظ نکاح کا قرآن اور حدیث مین خالی قرائن سے تو وہان جماع مراد ہو گا یعنی اسواسطے کہ حقیقت مقدم ہے مجاز پر جیسا کہ اس آیت شریف مین ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم یعنی نہ جماع کرو جنکو تمہارے باپون نے جماع کیا جماع عام ہے حلال ہو یا حرام تو جس سے باپ نے زنا کیا وہ بیٹے پر

حال واقع ہوئی استفہامی یعنی گویا مسایا ومنت کو اور اگر مجلس وعدہ کرنیکی ہے تو اس کلام سے وعدہ نکاح کا ہوگا تو اس صورتمین نکاح منعقد نہوگا ولو
قال لها یا عرسی فقالت لبیک انعقد علی المذہب اگر مرد نے کہا عورت سے کہ ای میری جورو سو اوسنے جواب دیا کہ لبیک نکاح منعقد
ہوگیا بنا بر مذہب مختار کے اسواسطے کہ یا عرسی قائم مقام انا متزوجک کے ہے اور لبیک یعنی اجبتک اجابۃ بعد اجابۃ کے تو ایجاب بمعنی حال ہوا اور قبول صیغہ
ماضی سمجھا اسواسطے نکاح منعقد ہوگیا کذا فی حاشیۃ المدنی فلا ینعقد بقبول بالفعل کقبض مہر جبکہ ایجاب اور قبول لفظی شرط ہوا تو نکاح منعقد نہوگا قبول فعلی
جیسے مہر پر قبضہ کرنا بدون لفظ قبلت کے ولا بتعاطی اور نہ منعقد ہوگا نکاح تعاطی سے تعاطی یہہ کہ مثلا باپ نے اپنی بیٹی کسی مرد کو دی اور اسنے
مہر اوسکو حوالہ کیا شاہدون کے روبرو بدون تلفظ کے ولا بکتابۃ حاضر بل غائب بشرط اعلام الشہود بما فی الکتاب اور نہین منعقد ہوتا
نکاح شخص حاضر کے لکھنے سے بلکہ غائب کے لکھنے سے نکاح منعقد ہوتا ہے بشرطیکہ شاہدونکو مضمون خط سے آگاہ کر دیا ہو خواہ خط پڑھکر خواہ زبانی ما لم یکن
بلفظ الامر فیتولی الطرفین فیہ غائب کی تحریر پر اعلام شاہدونکا اوسوقت ضرور ہے جب خط مین صیغہ امر کا نہو یعنی لکھا ہو کہ مین نے تجہسے نکاح کیا
اور اگر امر کا صیغہ اسطرح ہو کہ زوجنی نفسک یعنی میرا نکاح اپنی ذات سے کر دی تو اس صورت توکیل مین عورت دونو طرف کی متولی اور متصرف
ہوگی کذا فی فتح القدیر تو اس صورتمین عورتکا یون کہنا کہ زوجت نفسی منہ یعنی مین نے اپنا نکاح اوسکے ساتھہ کر دیا قائم مقام ایجاب اور قبول کے
ہوگا اوسوقت مین خط کا مضمون شاہدون کو سنانا ضرور نہین فقط لفظ قبول سنانا کافی ہے بالاقرار علی المختار خلاصۃ کقولہ ہی امرأتی لان
الاقرار اظہار لما ہو ثابت ولیس بانشاء اور نہ منعقد ہوگا نکاح اقرار سے بنا بر مذہب مختار کے کذا فی الخلاصۃ مثل قول مرد کے کہ یہہ میری جورو ہے
اسواسطے اقرار سے نکاح نہوگا کہ اقرار ثابت چیز کے اظہار کا نام ہے اقرار انشا نہین حالانکہ نکاح مین انشا چاہیے وقیل ان کان بمحضر من الشہود
صح کما یصح بلفظ الجعل اور بعضون نے کہا کہ اگر اقرار نکاح کا شاہدون کے حضور مین ہوا تو نکاح صحیح ہوگا یعنی اس صورتمین اقرار کو انشا نکاح قرار دیا گویا
اب نکاح ہوا جیسے نکاح صحیح ہوتا ہے جعل کے لفظ سے ہم منح الغفار مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر زوج نے اقرار کیا شاہدون کے روبرو نکاح کا اور
حالانکہ نکاح بدون گواہون کے ہوا تہا تو اسمین اختلاف ہے اصح یہہ ہے کہ اگر زوج اور زوجہ نے مہر کا نام لیا تو نکاح جدید منعقد ہوا اور اگر عورت
مرد نے بدون نکاح ہوئے نکاح کا اقرار کیا تو نکاح منعقد نہوگا مگر اوسوقت نکاح منعقد ہوگا جب شاہدون نے یون کہا کہ جعلتما ہذا نکاحا یعنی ہمنے اس
اقرار کو نکاح بنایا پہر دونون نے قبول کیا تو یہان بلفظ جعل نکاح صحیح ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی وجعل الاقرار انشاء وہو الاصح ذخیرۃ اور اقرار انشا
قرار دیا گیا اور یہی اصح ہے کذا فی الذخیرۃ یعنی اقرار جملہ خبریہ ہے اور نکاح جملہ انشائیہ سے منعقد ہوتا ہے اسواسطے اوسکو انشا قرار دیا ولا ینعقد
بنصف وجنت نصفک فی الاصح احتیاطا خانیہ بل لا بد ان یضیفہ الی کلہا او ما یعبر بہ عن الکل ومنہ الظہر والبطن علی الاشبہ ذخیرۃ ورجحوا
فی الطلاق خلافہ فیحتاج للفرق اور نہین منعقد ہوتا نکاح اس کلام سے کہ کوئی کہے کہ مین نے تیرے نصف بدن سے نکاح کیا مذہب اصح مین بنا بر احتیاط
کے کذا فی الخانیۃ اسواسطے کہ حلت اور حرمت ایک ذات مین جمع ہوئی تو احتیاطا حرمت کو غلبہ دیا بلکہ ضرور ہے صحت نکاح کی واسطے کہ نسبت کری
نکاح کو عورت کے تمام بدن کی طرف یا اوس عضو کیطرف جو بجای کل بدن بولا جاتا ہے جیسے پشت اور شکم بنا بر اشبہ مذہب کے کذا فی الذخیرۃ اور
ترجیح دی ہے فقہا نے طلاق مین برخلاف اسکے یعنی یون کہا ہے کہ اگر کوئی مرد کہے کہ مین نے اپنی عورتکی پشت یا شکم کو طلاق دی تو بروایت
اصح طلاق نہین واقع ہوتی تو احتیاج پڑی اظہار فرق کی کہ کیا وجہ کہ اضافت پشت اور شکم سے نکاح تو صحیح ہوا اور طلاق نہ پڑی واذا وصل
الایجاب بالتسمیۃ للمہر کان من تمامہ ای الایجاب فلو قبل الاخر قبلہ لم یصح لتوقف اول الکلام علی اخرہ لو فیہ ما یغیر اولہ اور جب
ملایا ایجاب کو تسمیہ مہر کے ساتھہ تو ہوگا مہر تمامی ایجاب سے سو اگر قبول کیا دوسرے نے تسمیہ مہر سے پہلے تو نکاح صحیح نہوگا واسطے موقوف ہونے
اول کلام کے اپنی آخر پر اگر آخر کلام مین وہ مضمون ہو جو مخالف ہو اول کلام کے مثلا عورت نے مرد سے کہا کہ مین نے نکاح کیا تیرے ساتھہ ہزار روپیہ
پر اور مرد نے قبول کر لیا مہر کے نام لینے سے پہلے تو نکاح صحیح نہوگا ومن شرائط الایجاب والقبول اتحاد المجلس لو حاضرین وان طال کمخیرۃ اور

شرائط ایجاب اور قبول سے مجلس کا متحد ہونا ہے اگر دونون حاضر ہون اگرچہ مجلس دراز ہو تو اگر عورت نے ایجاب کیا اور مرد نے دوسری مجلس مین قبول کیا تو نکاح نہوگا یونہی اگر مجلس بدل جائے یا ایک نہ رہی اور اگر کوئی غائب ہے اور اوسنے خط مین ایجاب لکھا تو اتحاد مجلس شرط نہین ایجاب اور قبول مین اتحاد مجلس لیا شرط ہو جیسے عورت مخیرہ مین شرط ہے مخیرہ سے وہ عورت مراد ہے جسکے شوہر نے اوسے کہا کہ تو اپنی ذات کو اختیار کر یعنی اگر تیرا جی چاہے تو تو طلاق لے تو یہہ اختیار مجلس تک مقید ہے مجلس بدلی اختیار گیا وَاَنْ لَا یُخَالِفَ الْاِیْجَابُ الْقَبُوْلَ کَقَبِلْتُ النِّکَاحَ لَا الْمَہْرَ اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہہ ہو کہ ایجاب قبول کے مخالف نہو جیسے کہ مرد نے کہا کہ مین نے نکاح کو قبول کیا نہ مہر کو مثلا مرد نے کہا کہ مین نے تیرے ساتھہ ہزار درم پر نکاح کیا عورت نے جواب دیا کہ مین نے نکاح قبول کیا نہ مہر تو نکاح خالی ہوا مہر مسمی سے تو مہر مثل ہوگا حالانکہ مہر مثل اور مہر مسمی باہم مغایر ہین تو ایجاب مخالف ہوا قبول کے لہذا عقد صحیح نہوا کذا فی حاشیۃ المدنی تعم یصحّ الحط یعنی ہان صحیح ہے مہر کا کم کرنا عورت کی طرف سے مثلا مرد نے کہا کہ مین نے ہزار درم مہر پر تجہسے نکاح کیا عورت نے کہا کہ مین نے پانچ سو درم مہر پر نکاح قبول کیا تو یہہ مطلب ہوا کہ ہزار درم کا مہر قبول کیا اور اوسمین سے پانچ سو کم کر ڈالے اس صورت مین مرد کو کمی مہر قبول کرنا شرط نہین اسواسطے کہ یہہ اسقاط اور ابراء ہے کزیادۃ قبلتہا فی المجلس مہر کا کم کرنا ایسا صحیح ہے جیسے وہ زیادتی مہر کی صحیح ہے جبکو عورت نے اوسی مجلس مین قبول کرلیا مثلا عورت نے کہا کہ مین نے ہزار درم مہر پر نکاح کیا مرد نے کہا مین نے دو ہزار درم مہر کو قبول کیا تو صحیح ہے بشرطیکہ عورت نے دو ہزار کو اوسی مجلس مین قبول کرلیا ہو وَاَنْ لَا یَکُوْنَ مُضَافًا وَلَا مُعَلَّقًا کَمَا سَیَجِیْءُ اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہہ ہے کہ نکاح مضاف نہو زمان مستقبل کیطرف جیسے کوئی کہے کہ مین نے تیرے ساتھہ نکاح کیا کل کے دن یا کہا مین قبول کر دن گا کل اور شرط یہہ ہو کہ نکاح معلق شرط پر نہو جیسے کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ساتھہ نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہوگا چنانچہ اسکا ذکر آویگا وَلَا الْمَنْکُوْحَۃُ مَجْہُوْلَۃً اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہہ ہے کہ منکوحہ نامعلوم نہو جیسے ایک شخص کی دو بیٹیاں ہین اور اوسنے ایک بیٹی کا نکاح بے نام لئے کر دیا تو نکاح صحیح نہوگا بسبب جہالت کے وَلَا یُشْتَرَطُ الْعِلْمُ بِمَعْنَی الْاِیْجَابِ وَالْقَبُوْلِ فِیْمَا یَسْتَوِیْ فِیْہِ الْجِدُّ وَالْہَزْلُ اِذْ لَمْ یَحْتَجْ اِلَی نِیَّۃٍ بِہٖ یُفْتٰی اور نہین شرط ہے دانست ایجاب اور قبول کے معنی کی اوس عقد مین جسمین قصد کرنا اور نکرنا یکسان ہے اسواسطے کہ اوس عقد مین نیت کی احتیاج نہین اسی پر فتوی ہے ہم اسمین فقہا کو اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ عاقدین کو ایجاب اور قبول کے معنون کا علم ضرور ہے کذا فی الدرر اور بعضون نے کہا قضاءً ضرور نہین دیانۃً علم ضرور ہے کذا فی الخانیہ اور عمادیہ مین روایت ہو کہ کوئی عقد بدون علم معنی کے صحیح نہین اور بعضون نے کہا سب صحیح ہین علم ہو یا نہو اور بعضون نے کہا جو عقد ایسا ہو کہ جسمین قصد کرنا اور نکرنا دونون برابر ہون جیسے طلاق اور نکاح اور عتاق تو اوسمین علم ضرور نہین اسواسطے کہ علم سے غرض قصد کرنا ہے اور حالانکہ اوسمین قصد اور غیر قصد دونو برابر ہین مثلا اگر کوئی ہزل سے نکاح کرے یا طلاق دے تو صحیح ہوگا اگرچہ اوسکا قصد متعلق نہین اسی قول کو شارح نے پسند کیا اور ترجیح دی بخلاف بیع کے کہ بدون علم کے صحیح نہین کذا فی حاشیۃ المدنی واللہ اعلم وَاِنَّمَا یَصِحُّ بِلَفْظِ تَزْوِیْجٍ وَنِکَاحٍ لِاَنَّہُمَا صَرِیْحٌ وَمَا عَدَاہُمَا کِنَایَۃٌ وَہُوَ کُلُّ لَفْظٍ وُضِعَ لِتَمْلِیْکِ الْعَیْنِ کَامِلَۃً فَلَا یَصِحُّ بِالشَّرِکَۃِ اور البتہ نکاح صحیح ہو تزویج اور نکاح کے لفظ سے اسواسطے کہ دونو لفظ صریح ہین اسیکے واسطے موضوع ہین اور جو لفظ ان دو کے سوا ہین سو کنایہ ہے یعنی غیر صریح ہو اور نکاح کا کنایہ وہ لفظ ہو جو موضوع ہو واسطے تملیک ذات کے بطور تملیک کامل تو نہ صحیح ہوگا نکاح شرکت کے لفظ سے اسواسطے کہ شرکت مین پوری تملیک نہین فِی الْحَالِ خَرَجَ الْوَصِیَّۃُ غَیْرُ الْمُقَیَّدَۃِ بِالْحَالِ یعنی تملیک ذات کی بالفعل ہو تو اس سے نکل گئی وصیت جسمین بالفعل کی قید نہین جیسے کسی نے کہا کہ مین نے وصیت کی اپنی لونڈی کی قربت کی ہزار درم کے بدلے اپنی موت کے بعد اور دوسرے شخص نے قبول کیا تو نکاح صحیح نہوگا اسواسطے کہ تملیک فی الحال نہوئی اور وصیت بالفعل مین نکاح صحیح ہوگا کَہِبَۃٍ وَتَمْلِیْکٍ وَصَدَقَۃٍ وَعَطِیَّۃٍ تملیک بالفعل جیسے ہبہ اور تملیک اور صدقہ اور عطا مثلا اگر عورت کہے کہ مین نے اپنی ذات کو ہبہ کیا یا تجھکو مالک کیا یا صدقہ دیا یا دیدالا وغیرہ اور دوسرے نے قبول کیا تو نکاح صحیح ہوگا وَسَلَمٍ وَاسْتِیْجَارٍ اور نکاح صحیح ہی بلفظ بیع سلم اور استیجار کے سو اگر عورتکو اجرت قرار دیا تو نکاح صحیح ہی جیسے یون کہے کہ مین نے اپنا گھر ایک برس کو اجارہ دیا تیری بیٹی کے بدلے اور اگر یون کہے کہ مین نے

اجارہ دیا اپنی بیٹی کو ہزار درم کے بدلے تو صحیح یہہ ہے کہ نکاح نہوگا کہ اسمین تملیک دائمی نہین بخلاف صورت اول کے کذا فی حاشیۃ المدنی وَقَرضٍ وَصُلحٍ وَصَرفٍ وکلما تُملك به الرقاب بشرط نیّۃ او قرینۃ وفهم الشهود المقصود اور نکاح صحیح ہوتا ہے بلفظ قرض اور صلح اور صرف کے اور جو لفظ کہ گردنونکی ملکیت کا فائدہ بخشے بشرط نیت متکلم کے یا قرینہ مقام کے اور سمجھنی شہود کے مقصود کو یعنی بلفظ ہبہ وغیرہ کے نکاح جب منعقد ہوتا ہے کہ نکاح کی نیت ہو یا قرینہ ہو اور گواہ بھی اس مطلب کو سمجھ گئے ہون ہبہ وغیرہ مین نیت کی حاجت اسواسطے ہوئی کہ یہہ الفاظ کنایہ ہین نکاح کے صریح نکاح کے واسطے موضوع نہین جو محتاج نیت کے نہون لا یصح بلفظ اِجارۃ برواءٍ یعنی نہ صحیح ہوگا نکاح اجارہ کے لفظ سے اجارہ ورا رہملہ ہو یا براء معجمہ یعنی لفظ اجارہ سے نکاح صحیح نہوا اسواسطے کہ اوسمین تملیک دائمی نہین بلکہ تملیک منفعت کی موقت ہی اور نکاح مین دوام شروط ہے بخلاف لفظ استیجار کے چنانچہ سابق مذکور ہوچکا اور اجازت سی اسواسطے نکاح نہین منعقد ہوتا کہ لفظ اجازت کا تملیک عین کیواسطے موضوع نہین وإعارۃ و وَصیّۃ ورهنٍ ووَدیعۃ ونحوها مما لا یفید الملك لکن یثبت به الشبهۃ فلا یُحدّ ولها الأقل من المسمّى ومهر المثل اور نہین صحیح ہے نکاح بلفظ اعارہ اور وصیت اور رہن اور ودیعت اور مانند ان الفاظ کے جو ملک کے مفید نہین لیکن ایسے الفاظ سی شبہہ نکاح کا ثابت ہوتا ہی تو حد نماری جاویگی اوسکو جسنے ان الفاظ سے نکاح کیا اسواسطے کہ حد شبہہ پڑنے سے ٹل جاتی ہی اور اس صورت مین عورتکو مہر ملیگا جو کمتر ہو مہر مسمی سے جسپر دونو راضی ہوگئے اور مہر مثل سے یعنی اگر مہر مسمّی کم ہی مہر مثل سے تو مسمّی ملیگا اور اگر مہر مثل کم ہی مسمّی سے تو مہر مثل ملیگا وكذا تثبت بکل لفظ لا ینعقد به النکاح فلیحفظ اور اسیطرح شبہہ نکاح کا ثابت ہوتا ہی ہر ایک اوس لفظ سے جس سے نکاح منعقد نہین ہوتا سو اسکو یاد رکھنا چاہئے ظاہرا یہہ مضمون مکرر ہوگیا وبألفاظٍ مصحّفۃ کتجوّزت لصدوره لا عن قصدٍ صحیحٍ بل عن تحریف وتصحیف فلم یکن حقیقۃ ولا مجازًا لعدم العلاقۃ بل غلطًا فلا اعتبار به اصلًا تلویح اور نہین منعقد ہوتا نکاح اون الفاظ سی جنمین تصحیف واقع ہوئی ہے جیسے تجوزت بجائے تزوّجت کے تصحیف لغت مین خطا فی الصحیفہ کو کہتے ہین اور یہان مطلق خطا مراد ہے تصحیف ہو یا تحریف نقطون کی غلطی تصحیف ہے جیسے زوج ہمعنی جفت کو روح بمعنی جان کہنا اور تحریف صورتکی غلطی کو کہتے ہین جیسے سلیم بروزن کریم کو سُلیم بروزن حُسین بولنا تصحیف اور تحریف سے اسواسطے نکاح منعقد نہین ہوتا کہ اوسکا صدور قصد صحیح سے نہین بلکہ تبدیل اور تغییر سے تو نہ حقیقت ٹھہرا نہ مجاز اسواسطے کہ تحریف اور تصحیف مین اصل لفظ سے کچھ علاقہ نہین ہوتا اور حالانکہ مجازی معنی مین حقیقی معنی سے علاقہ ہونا لازم ہے بلکہ ایسے الفاظ محض غلط ہین تو انکا کچھ اعتبار نہین کذا فی التلویح نعم لو اتّفق قوم علی النطق بهذه الغلطۃ وصدرت عن قصدٍ کان ذلك وضعًا جدیدًا فیصحّ به أفتى ابو السعود ہان اگر اتفاق کرلیوے کوئی قوم ایسے غلط الفاظ کے بولنی پر اور صادر انکا بالقصد ہو تو ہوگا یہہ اونکی طرف سے وضع جدید تو اوسوقت مین غلط الفاظ سی نکاح منعقد ہوگا اسی پر فتوی دیا شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے وأمّا الطلاق فیقع بها قضاءً کما فی أوائل الأشباه اور طلاق تو صحیح ہوگی ایسے غلط الفاظ سی قاضی کے روبرو نہ بنا بر دیانت کے چنانچہ کتاب اشباہ و نظائر کے اوائل مین اسکی تصریح ہی جب کوئی طلاق کو تلاق یا طلاک کہے تو طلاق واقع ہوگی بخلاف نکاح کے ولا بتعاطٍ احترازًا للفروج اور نہ منعقد ہوگا نکاح تعاطی سے واسطے حفاظت اور تکریم فروج کے یعنی حلت فروج اور اجناس کی طرح ذلیل نہین کہ ایجاب اور قبول لفظی اوسمین شرط نہو تعاطی کے معنی سابق ہوچکی وشرط سماع کلٍّ من العاقدین لفظ الآخر لیتحقّق رضاهما اور صحت نکاح مین شرط ہی سننا ہر ایک عاقدین سے دوسرے کے لفظ کو واسطے ثبوت رضامندی طرفین کے وشرط حضور شاهدین اور شرط ہی صحت نکاح مین موجود ہونا دو شاہدونکا اسواسطے کہ جامع ترمذی مین حدیث ہی کہ زانی عورتین وہ ہین کہ اپنی نکاح بدون شاہدون کے کرلیتی ہین اور محمد بن حسن نے مرفوعا روایت کیا کہ لا نکاح إلا بشهود یعنی نکاح صحیح نہین بدون شاہدون کے اور جب دو شاہدون کے روبرو نکاح ہوا تو ادنی رتبہ اعلان کا ثابت ہوا نکاح سِرّ اور نکاح مخفی اوسکو نہین کہینگے اسواسطے کہ دو شاہدون سی زیادہ اعلان شرط نہین اور اگر شاہدون سے کہا کہ تم اظہار نکرنا تو بھی نکاح فاسد نہین ہوا اگرچہ ترک مستحب ہوا کہ شہرت کامل نہوئی اور ضرور ہے امتیاز منکوحہ کی شاہدون کے

نزدیک تاکہ جہالت رفع ہو سو اگر منکوحہ مجلس عقد مین حاضر ہو تو اشارہ اوسکی طرف کفایت کرتا ہی اور چہرہ کہولکر دیکہنا زیادہ تر احتیاط ہی پہر اگر جسم منکوحہ نظر
نہ آوی اور وہ اندر مکان سے ایجاب اور قبول کرے سو اگر وہان وہ اکیلی ہو تو نکاح جائز ہی اور اگر اوسکے ساتھ اور عورت بھی ہو تو درست نہین کہ
جہالت مرتفع نہوئی اور اسیطرح اگر منکوحہ نے کسیکو اپنی نکاح کا وکیل کیا تو یہی تفصیل وہان بھی ضرور ہی اور اگر منکوحہ مجلس عقد سی غائب ہو اور وکیل
نکاح باندہی تو اگر شاہد عورتکا ارادہ جانتی ہون اور اوسکو پہچانتے ہون تو فقط اوسکا نام لینا کفایت کرتا ہی اور اگر عورتکو نہ پہچانتے ہون تو اوسکا
نام اور اوسکے باپ دادا کا نام لینا ضرور ہے کذا فی البحر کہا سید احمد طحطاوی محشی نے کہ یہہ جو بعضی لوگون مین معمول ہے کہ شاہد دروازی یا پردیکی آڑ
سے توکیل عورتکی زبانی سن لیتے ہین اور حالانکہ وہان عورتونکی کثرت ہوتی ہے تو جائز نہین اسواسطی کہ امتیاز منکوحہ کی نہین ہوتی تو ایسی مقام
مین کوئی مخلص اور صورت جواز کی نہین سوای اسکے کہ اسکو نکاح فضولی قرار دیجئے کہ عورتکی اجازت قولی یا فعلی سے تمام ہو کذا فی حاشیۃ الہدایۃ
حُرَّیْنِ اَوْ حُرٍّ وَحُرَّتَیْنِ گواہ دو حر ہون یا ایک مرد حر اور دو حرہ عورتین ہون تو غلامون اور فقط عورتونکی گواہی سے نکاح نہوگا مُکَلَّفَیْنِ دونو
عاقل اور بالغ ہون تو لڑکون اور دیوانونکی گواہی سے نکاح نہوگا سَامِعَیْنِ مَعًا قَوْلَهُمَا عَلَی الْاَصَحِّ دونو ساتھ ہی سامع ہون عاقدین کے قول
کو بنا بر مذہب اصح کے سو اگر عاقدین نے ایجاب اور قبول ایک گواہ کو سُنایا پہر دوسری مجلس مین دوسرے گواہ کو سُنایا تو نکاح درست نہوگا اور
اسیطرح حضور نائمین اور اَصَمّین سی نکاح صحیح نہین فَاهِمَیْنِ اَنَّهُ نِکَاحٌ عَلَی الْمَذْهَبِ بحر دونو گواہ سمجہتی ہون کہ کلام عاقدین کا نکاح ہے بنا بر مذہب
مختار کے کذا فی البحر تو اگر ہندی گواہون کے روبرو عربی یا فارسی مین ایجاب اور قبول ہوا اور انکو نکاح ہونیکا فہم نہو تو نکاح صحیح نہوگا اور اگر فہم ہو گیا گو
الفاظ کے معنی نہ سمجہی تو نکاح صحیح ہوگا مُسْلِمَیْنِ فِیْ نِکَاحِ مُسْلِمَۃٍ وَلَوْ فَاسِقَیْنِ دونو گواہونکا مسلمان ہونا شرط ہی عورت مسلمان کے نکاح
مین اگرچہ فاسق ہون اسواسطی کہ گواہی کافر کی مسلمان پر درست نہین اَوْ مَحْدُوْدَیْنِ فِیْ قَذْفٍ اَوْ اَعْمَیَیْنِ یا دونو گواہون پر تہمت زنا لگانے سی
مار پڑی یا دونو اندہی ہون تو بھی گواہی درست ہے اَوِ ابْنَیِ الزَّوْجَیْنِ یا گواہ دو بیٹی زوج اور زوجہ کے ہون جیسے عورتکا بیٹا دوسرے
شوہر سے ہو اور مرد کا بیٹا دوسری عورت سی یا انہین زوج اور زوجہ سی دو بیٹی ہون سو یہہ دوسری صورت اوسوقت واقع ہوگی جب زوجین
مین کسی وجہ سی نکاح ٹوٹ گیا ہو اور پہر دونو نکاح ثانی کا ارادہ کرین اَوِ ابْنَیْ اَحَدِهِمَا وَاِنْ لَمْ یَثْبُتِ النِّکَاحُ بِهِمَا اَیْ بِالْاِبْنَیْنِ اِنِ ادَّعَی الْقَرِیْبُ
یا زوجین مین فقط ایک ہی کے دو بیٹی گواہ ہون اگرچہ نکاح نہین ثابت ہوگا دونون بیٹونکی گواہی سے اگر بیٹون والا مدعی ہوگا یعنی فقط عورت
کے دو بیٹی ہون یا فقط مرد کے دو بیٹی ہون تو انکی بھی گواہی سے نکاح صحیح ہو جائیگا لیکن اگر عورت کی دو بیٹونکی گواہی سے نکاح ہوا تہا اور
مرد نکاح کا منکر ہوا اور عورت نکاح کی مدعی ہوئی تو اوسکے بیٹونکی گواہی سے قاضی کے روبرو اوسکا دعوی ثابت نہوگا اور اسی صورت مین اگر مرد
مدعی ہوگا تو عورت کے بیٹونکی گواہی سے اوسکا دعوی ثابت ہو جائیگا اور اسیطرح اگر مرد کے بیٹونکی گواہی سے نکاح ہوا تہا تو مرد کا دعوی
ثابت نہوگا اور عورتکا دعوی ثابت ہو جائیگا اسواسطی کہ فرع کی گواہی سے اصل کا نفع ثابت نہین ہوتا البتہ ضرر ثابت ہوتا ہی کَمَا صَحَّ نِکَاحُ
مُسْلِمٍ ذِمِّیَّۃً عِنْدَ ذِمِّیَّیْنِ وَلَوْ مُخَالِفَیْنِ لِدِیْنِهَا وَاِنْ لَمْ یَثْبُتِ النِّکَاحُ بِهِمَا مَعَ اِنْکَارِهٖ جیسے کہ صحیح ہے نکاح مسلمان مرد کا ذمی عورت
سے دو ذمیون کے نزدیک گو دونو ذمی عورت کے دین کے مخالف ہون یعنی اگر عورت نصرانیہ ہو تو گواہ یہودی ہون یا بالعکس اگرچہ ثابت
ہوگا نکاح ذمیونکی گواہی سے مسلمان کے منکر ہونیکے وقت یعنی اگر مسلمان ذمیہ کے نکاح کا انکار کریگا اور عورت مدعی ہوگی تو ذمیونکی
گواہی سے دعوی اوسکا ثابت نہوگا اسواسطی کہ کافر کی گواہی مسلمان کے ضرر پر درست نہین وَالْاَصْلُ عِنْدَنَا اَنَّ کُلَّ مَنْ مَلَکَ قَبُوْلَ النِّکَاحِ
بِوِلَایَۃِ نَفْسِهٖ اِنْعَقَدَ بِحَضْرَتِهٖ اور قاعدہ کلیہ ہم حنفیون کے نزدیک صحت شہادتین یہہ ہے کہ جو شخص مالک ہو سکتا ہی قبول نکاح
کا اپنی ذاتکی ولایت سی اوسکے روبرو نکاح بھی منعقد ہوگا مثلاً فاسق اور ذمی کو قبول نکاح کا اختیار ہے تو اونکا گواہ ہونا بھی درست ہے
بخلاف صبی اور عبد اور مجنون کے کہ انکو اپنی ذاتونکا اختیار نہین تو انکی گواہی بھی درست نہین اَمَرَ الْاَبُ رَجُلًا اَنْ یُّزَوِّجَ صَغِیْرَتَهٗ فَزَوَّجَهَا

عند رجلٍ او امرأتينِ والحالُ انّ الاب حاضرٌ صحّ لانه يُجعل عاقدًا حكمًا اور کیا باپ نے کسی مرد کو کہ نکاح کر دے اوسکی صغیرہ کا پھر نکاح کر دیا اوس
وکیل نے روبرو ایک مرد کے یا دو عورتون کے اور حالانکہ باپ موجود ہے تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ باپ کو اس صورت مین عاقد قرار دیا جائیگا حکما یعنی جب
باپ موجود ہوا اوسی مجلس مین تو اوس مرد کی وکالت کی کچھہ حاجت نرہی تو اس صورت مین باپ تو گویا خود عاقد ہوا اور وکیل اور دوسرا مرد یا دو عورتین
شاہد نکاح کی ہوگئین تو بلا تامل نکاح صحیح ہوگیا والّا لا اور اگر باپ مجلس نکاح مین حاضر نہین اور وکیل نے ایک مرد یا دو عورتون کے روبرو نکاح باندہا تو
نکاح صحیح نہوگا اسواسطے کہ وکیل تو عاقد ٹھہرا تو گواہ ہوا ایک مرد یا دو عورتین حالانکہ ایک مرد یا دو عورتون کی گواہی سے نکاح نہین ہوتا ولو زوّج
ابنته البالغةَ العاقلةَ بمحضر شاهدٍ واحدٍ جاز ان كانت ابنته حاضرةً لانها تُجعل عاقدةً والّا لا اور اگر نکاح کر دیا باپ نے اپنی جوان عاقل بیٹی کا
ایک شاہد کے سامنے تو نکاح جائز ہوگا اگر اوسکی بیٹی مجلس عقد مین موجود ہو اسواسطے کہ بیٹی عاقد قرار دیجائیگی اور باپ اور دوسرا مرد شاہد ہوجاوینگے
اور اگر اوسکی بیٹی مجلس عقد مین حاضر نہوگی تو نکاح درست نہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین باپ عاقد ہی شاہد نہین تو ایک شاہد سے نکاح نہوگا والاصل
انّ الآمرَ متیٰ حضرَ جُعل مباشرًا اور اصل قاعدہ مسائل امر مین یہہ ہے کہ امر کرنیوالا جب موجود ہوگا تو وہی مباشر اور عاقد قرار دیا جاویگا اور
شخص مامور سفیر محض ہوجائیگا پھر جب مامور عاقد ٹھہرا تو شاہد ہوسکیگا ثم انما تُقبل شهادة المأمور اذا لم یذكر انه عقده لئلا یشهد على
فعلِ نفسه پھر شہادت مامور کی اوسی صورت مین مقبول ہوگی جب تک وہ اپکو عاقد نہ کہے تاکہ نہ لازم آوے گواہی دینا اپنی ذات کے فعل پر یعنی جب
مامور نے اپکو عاقد کہا تو اوسوقت مین اوسکی گواہی نہ درست ہوگی اسواسطے کہ خود اپنے فعل کی گواہی دینا جائز نہین ولو زوّج المولیٰ عبده
البالغَ بمحضرٍ من واحدٍ لم یَجُز على الظاهر اور اگر نکاح کر دیا مالک نے اپنے بالغ غلام کا اوسی غلام اور ایک شاہد کے سامنے تو نکاح نہ جائز ہوگا
بنا بر قول ظاہر کے اسواسطے کہ بدون اجازت مالک کے غلام کو عاقد ہونیکی لیاقت نہین کہ مالک کو دوسرا شاہد قرار دیجے ولو اذِن له فعقد بحضرة
المولیٰ ورجلٍ صحّ والفرق لا یخفیٰ اور اگر اجازت دی مالک نے اپنے غلام کو نکاح کر لینے کی پھر غلام نے عقد کیا مالک اور ایک مرد کے حضور مین
تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ غلام مالک کے حکم سے اس صورت مین عاقد ہوا اور مالک اور دوسرا مرد شاہد ہوگئے تو نکاح صحیح ہوگیا اور فرق دونو
صورتون مین ظاہر ہے چنانچہ بیان فرق مفصل ہوچکا ولو قال رجلٌ لآخر زوّجتنی بنتک فقال الآخر زوّجتُ او قال نعم مُجیبًا له لم یکن نکاحًا
ما لم یقل الموجِب بعده قبلتُ لانّ زوّجتنی استخبارٌ ولیس بعقدٍ اور اگر کہا ایک مرد نے دوسرے سے کہ تو نے میرا نکاح کر دیا اپنی بیٹی سے
سو دوسرے نے کہا مین نے نکاح کر دیا یا جواب مین فقط ہان کہا تو یہہ نکاح نہوگا جب تک ایجاب کرنیوالا اوسکے بعد یون نہ کہے کہ مین نے قبول کیا
اسواسطے کہ لفظ زوّجتنی کا استخبار اور استفہام ہے اور عقد نہین سابق مین ہوچکا کہ بل اعطیتنیہا اور اعطیت سے مجلس نکاح مین نکاح صحیح ہوتا ہے
قبلتُ کہنے کی حاجت نہین تو یہان کیون نہ صحیح ہوا اور حالانکہ استفہام دونو صورتون مین ہے اوسکا جواب یہہ ہے کہ وہان مجلس نکاح کے قرینہ
سے استفہام باقی نرہا بخلاف یہان کے کذا فی حاشیة الدرر بخلاف زوّجنی فانه توکیلٌ برخلاف اوسکے اگر مرد نے دوسرے سے کہا کہ تو
اپنی بیٹی کا مجھسے نکاح کر دے اور اوسنے کہا کہ مین نے نکاح کر دیا تو بعد اسکے قبلتُ کہنے کی حاجت نہین عقد کامل ہوگیا اسواسطے کہ لفظ زوّجنی
کا توکیل ہے یعنی جب مرد نے بیٹی کے باپ سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کر دے تو اوسنے اوسکو اپنے نکاح کا وکیل کر دیا تو اب زوّجتُ
کہنا قائم مقام ایجاب اور قبول کے ہوگیا اسواسطے کہ نکاح مین ایک شخص متولی طرفین کا ہوسکتا ہی بخلاف بیع کے چنانچہ سابق مذکور ہوچکا ہی
غلط وکیلُها بالنکاح فی اسم ابیها بغیر حضورها لم یصحّ للجهالة عورت کے نکاح کا وکیل چوک گیا عورت کے باپ کے نام مین بدون
حاضر ہونے عورت کے تو نکاح صحیح نہوگا بسبب عدم امتیاز کے یعنی زید کی بیٹی کو بہولکر خالد کی بیٹی کہہ گیا اور عورت وہان موجود نہین تو
نکاح نہوگا اور اگر عورت وہان موجود ہے تو وکیل کا چوکنا ضرر نکاح مین نہین کرتا کہ اوسکے موجود ہونے اور اوسیکی طرف اشارہ
کرنے سے امتیاز حاصل ہے وکذا لو غلط فی اسم ابنته الّا اذا کانت حاضرةً واشار الیها فیصحّ اور اسیطرح اگر چوک گیا مرد اپنی بیٹی

نام مین نکاح کرنے کے وقت تو نکاح صحیح ہوگا لیکن جب بیٹی مجلس عقد مین حاضر ہو اور اوسکی طرف اشارہ کرے کہ اسکا مین نے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوگا نام
کی غلطی اس صورت مین مضر نہین اسواسطے کہ اشارہ تو تیر ہے نام سے ولو لَه بنتان واراد تزویج الکبریٰ فغلط فسمّاها باسم الصغریٰ صح للصغریٰ خانیہ
اور اگر ایکمرد کی دو بیٹیان ہون اور اوسنے بڑی بیٹی کے نکاح کر دینے کا ارادہ کیا اور غلطی سے چھوٹی بیٹی کا نام لیگیا تو چھوٹی بیٹی کا نکاح صحیح ہو جائیگا
کذا فی الخانیہ بشرطیکہ کوئی مانع نکاح نہو اور اگر چھوٹی بیٹی کسیکی منکوحہ ہو یا زوج کی محرم ہو تو اس صورت مین نہ چھوٹی کا نکاح صحیح ہوگا نہ بڑی کا چھوٹی کا اسواسطے صحیح
نہ ہوگا کہ محل نکاح نہین اور بڑی کا اسواسطے نہین کہ اوسکا نام مذکور نہوا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو بعث مریدُ النکاح اقواماً للخطبۃ فزوجها الاب
او الولی بحضرتهم صح فیجعل المتکلم فقط خاطباً والباقی شهوداً به یفتی فتح اور اگر بیجا نکاح کا ارادہ کرنیوالے نے چند قوم کو منگنی کے واسطے سو
نکاح کر دیا باپ نے یا اور ولی نے اونکے حضور مین تو نکاح صحیح ہوگا تو فقط ایک بولنے والا خاطب قرار دیا جائیگا اور باقی لوگ شاہد ہو جاوین گے اسی روایت پر
فتوی ہے کذا فی فتح القدیر **فروع** مسائل لمۃ شارح کے قال زوّجنی ابنتك علی ان امرها بیدك لم یکن له الامر لانه تفویض قبل النکاح
ایکمرد نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کر دی اس شرط پر کہ اوسکی طلاق تیرے ہاتھہ مین رہے تو اس صورت مین باپ کو طلاق کا اختیار نہوگا اور نکاح
صحیح ہوگا اسواسطے کہ اسمین طلاق کی تفویض ہے نکاح سے پہلے اور حالانکہ یہہ صحیح نہین وکّله بان یزوّجه فلانة بكذا فزاد الوکیل فی المهر لم ینفذ
وکیل کیا ایکمرد نے دوسرے کو کہ اوسکا نکاح فلانی عورت سے کر دے اتنے درم پر مثلاً ہزار درم پر سو زیادہ کر دیا مہر وکیل نے مثلاً دو ہزار کا مہر مقرر کر دیا تو یہہ
نکاح نافذ نہوگا موکل چاہے تو زیادتی مہر کی قبول کرے اور نکاح کو صحیح کر دے اور چاہے تو نکاح باطل ہو جاوے ولو لم یعلم حتی دخل بها بقی الخیار بین اجازة
وفسخه ولها الاقل من المسمّٰی ومهر المثل لان الموقوف کالفاسد پھر اگر موکل کو زیادتی مہر کا علم نہوا یہانتک کہ عورت کی قربت کی تو بھی باقی رہیگا
اختیار زوج کو نکاح کے صحیح رکھنے میں اور باطل کر دینے مین سو اگر صحیح رکھیگا تو مہر مسمی قبول کریگا اور اگر فسخ کریگا تو عورت کو کمتر مہر مسمی اور مہر مثل سے
ملیگا یعنی مہر مسمی زوج پر واجب ہوگا اگر مہر مسمی مہر مثل سے کم ہوگا اور مہر مثل واجب ہوگا اگر مہر مثل مسمّٰی سے کم ہوگا اسواسطے کہ نکاح غیر نافذ جسکو نکاح
موقوف کہتے ہین نکاح فاسد کی برابر ہے تو نکاح فاسد کا حکم نکاح موقوف مین جاری ہوگا اور نکاح فاسد کا یہی حکم ہے کہ اوسمین کمتر مہر ملتا ہے تزوّج
بشهادة الله ورسوله لم یجز بل قیل یکفره نکاح کیا کسی شخص نے خدا اور رسول کی گواہی سے تو نکاح درست نہوگا بلکہ بعضون نے یعنی ابو القاسم
صفار نے اوسکے کفر کا فتوی دیا ہے کفر اوسکا دو دلیلون سے منقول ہے اول یہہ کہ اوسنے حرام کو حلال جانا اسواسطے کہ اللہ اور اوسکے رسول نے نکاح
کی گواہی آدمیون پر مخصوص کی ہے اسکے سوا اونکی گواہی کا حکم نہین دیا اور دوسری دلیل یہہ ہے کہ جب اوسنے رسول کو گواہ قرار دیا تو رسول کو
علم غیب ثابت کیا اور حالانکہ علم غیب حق تعالی کو خاص ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی **فصل فی المحرمات** اس فصل مین بیان ہے محرمات
کا یعنی وہ عورتین جنکا نکاح مرد کو شرع مین درست نہین اسباب التحریم انواع اسباب تحریم کے چند قسم ہین یعنی نو ہین قرابة پہلا سبب حرمت کا
قرابت ہے یعنی نسبی سات عورتین حرام ہین ما بیٹی بہن عمہ خالا بھتیجی بھانجی مصاهرة دوسری حرمت سسرالی رشتہ سے جیسے خوشدامن
اور مدخولہ کی لڑکیاں اور بہو رضاع تیسری حرمت شیر خوارگی کی چنانچہ دایہ اور اوسکی لڑکیاں جمع چوتھی حرمت اجتماع کرنے سے جیسے بہنون
کو یا عورت اور اوسکی عمہ یا خالہ کو نکاح مین جمع کرنا ملك پانچوین حرمت ملکیت کے سبب سے جیسے مالک کا نکاح اپنی لونڈی سے یا بی بی کا
نکاح اپنے غلام سے شرك چھٹی حرمت مشرک ہونیسے جیسے مجوسیہ اور بت پرست سے نکاح کرنا ادخال امة علی حرة ساتوین حرمت بی بی پر لونڈی
لانا یعنی زوجہ حرہ کے ہوتے لونڈی سے نکاح کرنا فهی سبعة ذکرها المصنف بهذا الترتیب یہہ سات سبب حرمت کے مصنف نے اسی ترتیب سے ذکر کئے وبقیت التطلیق ثلثاً وتعلق
حق الغیر بنکاح او عدة ذکرها فی الرجعة باقی رہا تین بار کی طلاق دینا اور حرمت بسبب تعلق ہونے حق غیر کے نکاح سے یا عدت سے یعنی مطلقہ
ثلثہ بھی حرام ہے اور غیر کی منکوحہ اور معتدہ بھی حرام ہے ان دو سببون کو مصنف نے فصل رجعت مین مذکور کیا تو نو سبب حرمت کے ہوگئے
اور محشیون نے اکیس سبب حرمت کے شمار کئے مین جیسے لعان اور خنثی مشکل اور جنیہ اور دریائی انسان مترجم نے خوف تطویل سے سبکا

فصل فی المحرمات

شمار کرنا ضرور نہ تھا اسواسطے کہ اگر عاقل آدمی کتاب النکاح مین غور کرے تو جا بجا سے معلوم ہو سکتی ہین حَرُمَ علی المتزوّج ذکرًا کان او اُنثی نکاحُ اصلہ و فرعِہ علا او نزل حرام ہے نکاح کرنیوالے پر مرد ہو یا عورت نکاح کرنا اپنی جڑ کا اور شاخ کا اگرچہ جڑ نہایت اونچی ہو جیسے ماں اور باپ اور دادا دادی پرداد پردادی سرداد اسرد ادی اور نانا نانی پرنانا پرنانی سرنانا سرنانی اور شاخ بھی حرام ہے اگرچہ نہایت نیچی ہو جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پروتا پروتی اور ناتی ناتی پرناتی پرناتی وعلی ہذا القیاس و بنتِ اَخِیہ اور حرام ہے اپنی بھتیجی سگی بھائی کی بیٹی ہو یا سوتیلی کی وَاُختِہ اور حرام ہے اپنی بہن سگی ہو یا سوتیلی یا اخیافی و بنتِہا اور حرام ہے اپنی بھانجی سگی بہن کی بیٹی ہو یا سوتیلی کی وَلو مِن زِنا اگرچہ یہہ سب رشتے زنا سے ہون تو بھی حرام ہین یعنی اصل اور فرع اور بھتیجی اور بہن اور بھانجی ہر طرح سے حرام ہین یہہ رشتے نکاح سے ہون یا زنا سے وَعمّتِہ اور اپنی پھوپی حرام ہے نکاح سے ہو یا زنا سے وخالتِہ اور اپنی خالہ حرام ہے نکاح سے ہو یا زنا سے شارح اگر قید زنا کی محرمات نسبیہ کے آخر مین لگاتا تو نہایت مناسب ہوتا کہ سبکو حکم شامل ہو جاتا فہذہ السّبعۃُ مذکورۃٌ فی اٰیۃِ حُرِّمت علیکم اُمّہاتُکم سو یہہ ساتون رشتے محرمات کے حُرِّمَت علیکم اُمّہاتُکم کی آیت مین مذکور ہین ویدخل عمۃ جدّہٖ وجدّتہٖ وخالتُہما الاشقّاءُ وغیرُہنّ اور داخل ہے عمہ اور خالہ کی حرمت مین دادا اور دادی کی عمہ اور ان دونو کی خالہ سوای اصل اور فرع کے باقی رشتے برابر ہین حرمت مین سگی ہون یا سوتیلی یا اخیافی چنانچہ اوسکا بیان ترجمہ مین مفصل ہو چکا و امّا عمّۃُ عمّۃِ اُمّہٖ وخالۃُ خالۃِ ابیہ فحلالٌ اور مادری عمہ کی عمہ اور سوتیلی خالہ کی خالہ حلال ہے اسواسطے کہ مادری عمہ کا باپ دادی کا زوج ہے تو مادری عمہ کی عمہ دادی کے زوج کی بہن ہوئی اور چونکہ زوج الام کی بہن حرام نہین تو زوج الجدہ کی بہن بطریق اولے نہ حرام ہوگی اور اگر عمہ سگی یا سوتیلی ہے تو عمہ کی عمہ حرام ہے اسواسطے کہ عمہ بیان عبارت ہے باپ کی بہن سے تو عمہ کی عمہ دادا کی بہن ہوئی تو جیسے باپکی بہن حرام ہے ویسی ہی دادا کی بہن حرام ہے اور سوتیلی خالہ کی خالہ اسواسطے حلال ہوئی کہ سوتیلی خالہ کی ماں سگی نانی نہین بلکہ نانا کی زوجہ ہے تو اوسکی بہن سالی ہوئی نانا کی اور نانا کی ایسی سالی ناتی پر حرام نہین اور اگر سگی خالہ یا مادری خالہ ہے تو اس صورتمین خالہ کی خالہ حلال نہین کذا فی حاشیۃ الکنز عن البحر عن المحیط طحطاوی نے کہا کہ شارح کا یون کہنا مناسب تہا و امّا عمّۃُ العمّۃِ لانّہ تاکہ جار مجرور مضاف الیہ کا صفت ہوتا اور مدعا واضح ہو جاتا کبنتِ عمّہٖ وعمّتہٖ وخالہٖ وخالتِہٖ لقولہ تعالٰی وَاُحِلَّ لکم مّا وراءَ ذٰلکم چنانچہ چچا اور عمہ کی بیٹی اور ماموں اور خالہ کی بیٹی بھی حلال ہے بموجب اس قول حق تعالے کے کہ حلال کردیا گیا تمپر سوای اسکے اول حق تعالے نے محرمات کو ذکر فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ سوای ان محرمات کے سب عورتین حلال ہین اور چونکہ عمہ اور خالہ کی بیٹیان اور مادری عمہ کے عمہ اور سوتیلی خالہ کی خالہ محرمات مذکورہ مین داخل نہین تو اونکی حلت صاف ثابت ہو گئی وحَرُمَ بالمصاہرۃِ بنتُ زوجتِہ الموطوءۃِ اور حرام ہے بسبب سسرالی رشتے کے اپنی زوجہ مدخولہ کی بیٹی یعنی ربیبہ اور اگر عورت سے نکاح کیا اور بدون جماع اوسکو طلاق دی تو اوسکی بیٹی سے نکاح درست ہے وَاُمُّ زوجتِہ وجدّاتُہا مطلقًا بمجرّد العقدِ الصحیحِ وان لم تُوطأ الزوجۃُ اور حرام ہے اپنی زوجہ کی ماں اور دادیان نانیاں ہر طرح سے سگی ہون یا سوتیلی حرمت ثابت ہوتی ہے بمجرد نکاح صحیح کے اگرچہ زوجہ سے جماع نکیا ہو نکاح صحیح کی اسواسطے قید دی کہ مجرد نکاح فاسد سے خوشدامن حرام نہین ہوتی جبتک جماع یا مساس وغیرہ نہوا ہو لما تقرّر انّ وطیَ الامّہاتِ یُحرِّمُ البناتِ ونکاحُ البناتِ یُحرِّمُ الامّہاتِ حرمت ربیبہ کا مقید ہونا جماع زوجہ پر اور خوشدامن کی حرمت بلاقید اسواسطے ہے کہ ثابت ہو چکا ہے شرع مین کہ ماؤن کا جماع بیٹیون کو حرام کر دیتا ہے اور فقط بیٹیون کا نکاح بدون جماع کے حرام کر دیتا ہے ماؤن کو چنانچہ کلام مجید مین یہہ دونو صورتین صاف مصرح ہین ویدخل بناتُ الربیبۃِ والربیبِ اور داخل ہے ربیبہ کی حرمت مین ربیبہ اور ربیب کی بیٹیونکی حرمت وفی الکشّافِ واللمسُ ونحوُہ کالدخول عند ابی حنیفۃَ واقرّہ المصنّفُ اور تفسیر کشاف مین ہے کہ مساس وغیرہ شہوت سے قائم مقام دخول کے ہے نزدیک ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے تو فقط مساس سے بھی حرمت ربیبہ کی امام اعظم کے نزدیک ثابت ہوگی اور اوسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین مسلم رکھا ہے وزوجۃُ اصلِہ اور حرام ہے اپنی اصل کی زوجہ یعنی جن عورتون سے باپ دادا نے نکاح صحیح کیا وہ حرام ہین جماع اونسے کیا ہو یا نکیا ہو وفرعِہ مطلقًا ولو بعیدًا دخلا بہا اولا اور حرام ہے مطلقا اپنی شاخ کی زوجہ یعنی اولاد کی اگرچہ شاخ بعید ہو جیسے پوتا اور ناتی اولاد نے اپنی زوجات سے صحبت کی ہو یا نکی ہو یعنی بیٹے اور پوتے کی زوجہ باپ اور دادے پر حرام ہے جماع یہان بہی مشروط نہین فقط نکاح صحیح چاہیئے وامّا بنتُ زوجۃِ

اَبِيه اَو اِبنه فحلال اور اپنی اور اپنے باپ کی زوجہ کی بیٹی یعنی سوتیلی ما کی لڑکی جو باپ کے نطفہ سے نہین اور اپنے فرزند کی زوجہ کی بیٹی جو فرزند کے نطفہ سے نہین سو
حلال ہے اسواسطے کہ دو نو مین خون کا میل نہین وحرم الکل مما مر تحریمه نسبا و مصاهرة رضاعا الا ما استثنی فی بابه اور حرام ہین سب جنکی تحریم
نسبا اور مصاہرۃ مذکور ہو چکی شیرخوارگی سے مگر جنکی حلت رضاعت سے مستثنے ہے چنانچہ اوسکی تفصیل آگے آویگی رضاعی ما اور بہن اور رضاعی دادی نانی اور
رضاعی بھتیجی بھانجی حرام ہین خلاصہ یہہ کہ دایہ کی سب قرابت والی شیرخوار پر حرام ہین اور شیرخوار کیطرف سے زوجین اور فروع دایہ وغیرہ پر حرام ہین چنانچہ قاعدہ
حرمت کا اس بیت مین موجود ہے **بیت** از جانب شیردہ ہمہ خویش شوند ۔ و از جانب شیرخوار زوجان و فروع **فروع** نقم مُغلّطة چند فروع متعلق بمحرمات
شارح مذکور کرتا ہی جنکی جواب دینے مین خطا کا احتمال ہے طلق امرأته تطليقتين ولها منه لبن فاعتدت فنكحت صغيرا فارضعته فحرمت عليه
فنكحت اخر فدخل بها فابانها فهل تعود للاول بواحدة ام بثلث الجواب لا تعود اليه ابدا لصيرورتها حليلة ابنه رضاعا ایک مرد ہے جسنے
اپنی زوجہ کو دو بار طلاق دی اور زوجہ شیر دار ہے اس مرد کے نطفہ سے پھر عدت کے بعد اوسنے نکاح کیا کسی شیرخوار لڑکے سے سو اوسنے اوسکو دودہ پلایا تو
حرام ہوگئی اوس پر پھر اوسنے اور مرد سے نکاح کیا تو اوسنے عورت سے جماع کیا پھر اوسنے اوسکو طلاق بائن دی سو یہہ عورت کیا پھر نکاح کرسکتی ہے پہلے شوہر سے ایک
طلاق سے یا تین طلاقون سے یعنی شوہر اول دو بار طلاق دیچکا تھا سو دوسرے نکاح مین شوہر اول کو ایک باقیماندہ طلاق کا اختیار ہوگا یا تینون طلاق کا مالک
ہوگا جواب اس سوال کا یہہ ہے کہ یہہ عورت کبھی نہین پھر سکتی شوہر اول کی طرف اسواسطے کہ وہ زوجہ ہوگئی مرد کے رضاعی بیٹے کی اور بہو کبھی حلال نہین
ہوسکتی شری امة ابيه لا تحل له ان علم انه وطيها خرید کی اپنی باپ کی لونڈی تو ولد کو اوسکی وطی حلال نہین اگر اوسکو معلوم ہو کہ باپ نے اوس سے
وطی کی تزوج بكرا فوجدها ثيبا وقالت ابوك فضني ان صدقها بانت بلا مهر والا لا اسنے نکاح کیا ایک دوشیزہ باکرہ عورت سے تو اوسکو باکرہ نپایا
پھر اوسنے پوچھا کہ کسنے تیرا ازالۂ بکارت کیا اوسنے جواب دیا کہ تیرے باپنے میری بکارت کا ازالہ کیا سو اگر زوج نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکا نکاح ٹوٹ گیا بدون
مہر کے یعنی مہر دینا شوہر پر واجب نہوا قصور عورت کا تھا کہ اوسنے اول کیون نہ ظاہر کیا اور اگر شوہر نے عورت کی تصدیق نہ کی تو نکاح نہ ٹوٹا چاہے اوسکو رکھے چاہے
چھوڑ دے وحرم ایضا بالصهرية اصل مزنيته اور بھی حرام ہو سسرالی رشتے سے عورت مزنیہ کی اصل یعنی جس عورت سے زنا کیا تو اوسکی ما اور دادی
اور نانی مرد پر حرام ہین اراد بالزنا الوطی الحرام مصنف نے زنا سے حرام جماع مراد رکھا اسواسطے کہ نکاح فاسد کی منکوحہ اور جاریہ مشترکہ اور زوجہ حائضہ اور نفساکے
جماع سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہے تو اعتبار جماع کا ٹھہرا حلال ہو یا حرام یہہ حرمت فقط زنا پر مخصوص نہوئی و اصل ممسوسته بشهوة ولو لشعر
على الرأس بحائل لا يمنع الحرارة اور حرام ہے اصل اوس عورت کی جسکو شہوت سے مساس کیا اگرچہ سر کے لٹکے ہوئے بالون کو مساس کیا ہو اور اگرچہ ایسا باریک
کپڑا درمیان مین حائل ہو کہ گرمی بدن کی وصول کا مانع نہو تو معلوم ہوا کہ لٹکتے بالون کا مساس حرمت کا سبب نہین اور اسیطرح گاڑہے کپڑے کا حائل ہونا جو بدن کی
گرمی معلوم ہونیکا مانع ہے ممسوسہ کی اصول کو حرام نہین کرتا و اصل ماسته وناظرة الى ذكره والمنظور الى فرجها المدور الداخل ولو نظره من زجاج
او من ماء هي فيه اور حرام ہے اصل اوس عورتکی جسنے مرد کو شہوت سے چھو لیا یا مرد کے آلہ تناسل کو شہوت سے دیکھ لیا اور اوس عورت کی اصل حرام ہے
جسکی گول شرمگاہ اندر والیکو مرد نے شہوت سے دیکھا گو شیشے سے دیکھا ہو یا اوس پانی سے دیکھا ہو جسکے اندر عورت داخل ہے سو اگر عورت کی شرمگاہ آئینہ مین
دیکھی یا عورت حوض پر بیٹھی ہو اور اوسکی شرمگاہ پانی سے نظر پڑی یا ظاہری شرمگاہ دیکھی یا باطنی نہ دیکھی تو اوسکی اصول اور فروع کی حرمت ثابت نہین ہوتی
و فروعهن مطلقا اور فروع ان محرمات مذکورہ کے حرام ہین مطلقا یعنی جیسے عورت مزنیہ اور ممسوسہ اور ماسہ اور ناظرہ اور منظورہ کی اصول حرام ہین ویسی
فروع بھی حرام ہین اصول پدری اور مادری اگرچہ عالی ہون اور فروع پسری اور دختری اگرچہ سافل ہون والعبرة للشهوة عند المس والنظر لا
بعدهما اور اعتبار شہوت کا مساس کرنے اور نظر کرنے کے وقت کا ہے نہ بعد کا یعنی مساس اور نظر کے وقت اگر شہوت ہوگی تو حرمت مذکورہ ثابت ہوگی اور
اگر بعد مساس کرنے اور بعد نظر پڑنیکے شہوت ہوئی تو اوسکا کچھ اعتبار نہین وحدها فيهما تحرك آلته او زيادته به يفتى اور مقدار شہوت کی مساس
اور نظر مین یہہ ہے کہ آلہ تناسل جنبش مین آوے یا نظر اور مساس کرنے سے جنبش سابق سے زیادہ ہوجاوے اگر سابق سے کچھ شہوت تھی اسی روایت پر فتوی ہے

کذا فی بحر الرائق و فی امرأۃ و خنثی مشتہی تحرک القلب وزیادتہ اور مقدار شہوت کی عورت اور خنثی مشتہی مین یہہ ہے کہ دل مین جنبش اور خواہش ہو یا دل کی
خواہش سابق سے زیادہ ہو جائے شیخ کی مانند مین عنین اور مریض اور مقطوع الذکر داخل ہو گئے و فی الجوہرۃ لا یشترط فی النظر للفرج تحرک الآلۃ بہ یفتی
اور جوہرہ مین یہہ روایت ہی کہ عورتکی شرمگاہ کے نظر کرنے مین جنبش آلہ تناسل کی شرط نہین اسی پر فتوی ہے ہذا اذا لم ینزل فلو انزل مع مس
او نظر فلا حرمۃ بہ یفتی ابن کمال وغیرہ یہہ حرمت مساس اور نظر کی اوسوقت تک ہی جبتک انزال نہین ہوا اور اگر انزال ہو گیا مساس او نظر کرنیکے
ساتھہ تو حرمت ثابت نہین اسی پر فتوی دیا ہے ابن کمال وغیرہ نے عدم انزال سبب حرمت کا اسواسطے ہوا کہ جبتک انزال نہین ہوا تو جماع کی خواہش ہے اسواسطے
اوسکو قائممقام جماع کے کر دیا بخلاف انزال کے کہ اوسوقت مطلق خواہش جماع کی نہین ہوتی پہر کیونکر جماع کے قائممقام ہو کذا فی حاشیۃ الدر فی ناقلا عن الاشباہ
و فی الخلاصۃ وطی اخت امرأتہ لا یحرم علیہ امرأتہ اور خلاصہ مین یہہ ہی جماع اپنی زوجہ کی بہن کا اوسکی زوجہ کو اوسپر حرام نہین کر دیتا یعنی مصاہرت
کی حرمت سوائے فروع اور اصول کے اور کہین ثابت نہین ہوتی چنانچہ زوجہ کی بہن کے جماع سے زوجہ حرام نہو گئی لیکن اگر وطی بالشبہہ ہوئی تو زوجہ کی
بہن پر عدت بیٹھنا واجب ہے اور عدت تک زوجہ کے جماع سے پرہیز لازم ہی کذا فی حاشیۃ الدر لا تحرم المنظور الی فرجہا الداخل من مرآۃ او ماء
لان المرئی مثالہ بالانعکاس لا ہی حرام نہین اصول اور فروع اوس عورت کی جسکی شرمگاہ نہانی پر نظر پڑی آینہ سے یا پانی سے اسواسطے کہ شرمگاہ
کی مثال نظر پڑی انعکاس سے نہ خود شرمگاہ اور اسیطرح تصور اور خیال کرنے سے حرمت ثابت نہین ہوتی ہذا اذا کانت حیۃ او مشتہاۃ و لو ماضیا اما
غیرہا یعنی المیتۃ و صغیرۃ لم تشتہ فلا تثبت الحرمۃ بہا اصلا کوطی دبر مطلقا یہہ حرمت مصاہرۃ کی زنا او مساس او نظر سے جب ہے کہ عورت
زندہ لائق شہوت کے ہو اگرچہ زمانہ ماضی مین لائق شہوت کے تھی اور اب نہو جیسے بڑہی بدشکل اور اگر سوائے اسکے ہو یعنی عورت مردہ ہو یا نو برس سے چھوٹی
ہو تو اوسکے جماع اور مساس او نظر شرمگاہ سے ہرگز حرمت ثابت نہین ہوتی چنانچہ عورت یا مرد کے اغلام سے مطلق حرمت مصاہرت نہین اگر کوئی سوال کرے
کہ یہہ عجیب بات ہے کہ فقط مساس سے اصول اور فروع کی حرمت تو ثابت ہوا اور عورت کے اغلام سے نہو حالانکہ اسمین بھی مساس کامل موجود ہے اوسکا
جواب بحر الرائق مین یون دیا ہے کہ واقع مین علت حرمت کی وہ جماع ہی جس سے لڑکا پیدا ہو اور مساس وغیرہ سے اسواسطے حرمت ثابت ہوئی کہ اس جماع کا
سبب ہے اور اغلام مین یہہ احتمال نہین کذا فی حاشیۃ الدر و کذا لو افضاہا لعدم تیقن کونہ فی الفرج ما لم تحبل منہ اور اسیطرح اگر مرد نے اوس
عورت سے جماع کیا جسکے قبل اور دبر پردہ پھٹ کر ایک ہو گئی حرمت مصاہرت کی ثابت نہین ہوتی اسواسطے کہ تیقن نہین اسبات کا کہ جماع قبل مین واقع ہوا یعنی
جب دونو مقام ملگئے تو کیونکر یقین کامل ہو کہ دخول فقط قبل مین ہوا او دبر مین نہوا اس صورت مین حرمت اوسوقت ہوگی جب عورت اوس سے حاملہ ہو جاوے
اسواسطے کہ حمل قبل سے ہوتا ہے نہ دبر سے بلا فرق بین زنا و نکاح یعنی میت اور صغیرہ کے جماع سے حرمت ثابت نہین اسمین زنا اور نکاح کا کچہ فرق
نہین فلو تزوج صغیرۃ لا تشتہی فدخل بہا فطلقہا و انقضت عدتہا و تزوجت باخر جاز لہ ای للاول التزوج ببنتہا لعدم الاشتہاء
سو اگر نکاح کیا ایک مرد نے صغیرہ سے جو لائق شہوت کے نہین پہر اوس سے صحبت کی پہر اوسکو طلاق دی اور اوسکی عدت گذر گئی اور اوس عورت نے بعد مشتہاۃ
ہونیکے نکاح کیا اور شخص سے تو جائز ہے پہلے شوہر کو کہ اوس عورتکی بیٹی سے نکاح کر لے اسواسطے کہ شوہر اول کے پاس لائق شہوت کے نتہی اور حرمت مصاہرت
کے بدون اشتہا کے ثابت نہین ہوتی لیکن اس عورت کی ماں شوہر اول پر بلا شبہہ حرام ہے اسواسطے کہ نکاح بنات محرم ہے امہات کا و کذا تشترط
الشہوۃ فی الذکر فلو جامع غیر مراہق زوجۃ ابیہ لم تحرم فتح اور اسیطرح حرمت مصاہرت مین شرط ہی کہ شہوت ہو مردمین بھی سو اگر جماع کیا
باپ کی زوجہ سے لڑکے نے جو قریب البلوغ نہین تو باپ کی زوجہ باپ پر حرام نہو گی کذا فی فتح القدیر یعنی بسبب عدم شہوت کے یہہ نہ ٹھہریگی کہ باپ پر
حرام ہو جاوے و لا فرق فیما ذکر بین اللمس و النظر بشہوۃ بین عمد و نسیان و خطاء و اکراہ اور مسائل مذکورہ مین کچہ فرق نہین مساس اور
شہوت کی نظر سے درمیان قصد کرنے اور بہول جانے اور چوک جانے اور زبردستی کے یعنی ہر صورت سے مصاہرت کی حرمت ثابت ہو جاتی ہے اور نسیان اور
خطا اور اکراہ یہان سب برابر ہین فلو ایقظ زوجتہ او ایقظتہ ہو لجماعہا فمست یدہ بنتا لہ منہا المشتہاۃ او یدہا ابنہ حرمت الام ابدا فتح سو اگر جگایا

اپنی زوجہ کو یا جگایا یا زوجہ نے شوہر کو قربت کے لئے پس لگ گیا مرد کا ہاتھ زوجہ کی جوان بیٹی کو بیٹی اس مرد سے ہو یا غیر سے یا لگ گیا زوجہ کا ہاتھ شوہر کی بیٹے سے اوسی عورت سے بیٹا
ہویا اور سے تو ہمیشہ کو حرام باپ پر ہوجائیگی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ جب شہوت سے مساس ہوا تو عمداً اور خطاء دونو برابر ہین قبّل اُمّ امرأتہ فی اَیّ موضع
کان علی الصحیح جوہرہ حَرُمَتْ علیہ امرأتہ ما لم یظہر عدم الشہوۃ ولو علی الفم کما فہمہ فی الذخیرۃ بوسہ لیا اپنی زوجہ کی ماکا کسی جگہ
کا بوسہ ہوبنا پر مذہب صحیح کی کذا فی الجوہرۃ حرام ہوجائیگی اوسپر زوجہ اوسکی جب تک شہوت نہونا ظاہر نہو گو بوسہ منہ پر لیا ہو چنانچہ ذخیرہ مین اوسکا
مصنف یون ہی سمجھا ہے اور اگر خوشدامن کے بوسہ لینے کے وقت شہوت ظاہر نہو گی تو زوجہ حرام نہو گی اگرچہ منہ پر بوسہ لیا ہو محشیون نے لکھا ہے کہ یہہ جو
عموم تقبیل کا شارح نے جوہرہ سے نقل کیا اسمین شارح چوک گیا اسواسطے کہ جوہرہ مین عموم مذکور نہین اگرچہ عموم اور معتبر کتابون مثل بحر الرائق وغیرہ کے موجود
ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی المس لا تحرم ما لم تعلم الشہوۃ لان الاصل فی التقبیل الشہوۃ بخلاف المس اور خوشدامن کے مساس کرنے مین مرد پر
زوجہ حرام نہین ہوتی جبتک نہ یقین کرے شہوت کا اور اگر شہوت کا یقین ہوگا تو خوشدامن کی مساس سے زوجہ حرام ہوگی تقبیل مین شہوت شرط نہوئی اور مساس
مین ہوئی اسواسطے کہ اصل تقبیل مین شہوت ہے یعنی بوسہ لینا کم شہوت سے خالی ہوتا ہے بخلاف مساس کے کہ اکثر شہوت سے خالی ہوتا ہے والمعانقۃ کالتقبیل وکذا القرص
والعض بشہوۃ ولو لاجنبیۃ وتکفی الشہوۃ من احدہما اور باہم گلے لگنا مثل بوسہ لینے کے ہے یعنی معانقہ مین بھی اصل شہوت ہے تو اس سے بھی
حرمت ثابت ہوگی جبتک عدم شہوت ظاہر نہو اور اسیطرح ہے شہوت سے چٹکی لینا اور دانت سے کاٹنا اگرچہ اجنبی عورت سے ہو یعنی اگر اجنبی عورت کا بوسہ لیا
یا اوسکو گلے لگایا یا اوسکی چٹکی لی یا دانت سے کاٹا تو اوسکی بیٹی مرد پر حرام ہوجاویگی اور اگر ان امور کے ساتھ شہوت مطلق نہوگی تو حرمت نہ ثابت ہوگی
اور کفایت کرتی ہے شہوت ان امور مین دومین سے ایک کی یعنی ان امور مین عورت مرد دونو کو شہوت ہونا ضرور نہین ایک کو بھی اگر شہوت ہوگی تو حرمت
ثابت ہوجائیگی ومراہق ومجنون وسکران کبالغ بزازیہ اور ان امور مین قریب البلوغ اور دیوانہ اور مست بالغ کی برابر ہے کذا فی البزازیۃ وفی
القنیۃ قبّل السکران بنتہ تحرم امہا اور قنیہ مین ہے کہ مست نے اپنی بیٹی کا بوسہ لیا تو ماں اوسکی اوسپر حرام ہوگئی وبحرمۃ المصاہرۃ لا یرتفع
النکاح حتی لا تحل لہا التزوج باٰخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطی بہا لا یکون زنا اور حرمت مصاہرت سے نکاح ٹوٹ نہین جاتا
یہانتک کہ عورت کو دوسرے سے نکاح کرنا حلال نہین بدون چھوڑ دینے کے یعنی بعد طلاق دینے اور عدت گذرنے کے نکاح ہوسکتا ہے اور قربت کرنا اس حرمت مین
زنا نہوگا یعنی زوج اگر قبل تفریق کے صحبت کریگا تو اوسپر حد زنا کی نہ واجب ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الذخیرۃ وفی الخانیۃ ان النظر بفرج ابنتہ
بشہوۃ یوجب حرمۃ امرأتہ خانیہ مین ہے کہ نظر کرنا اپنی بیٹی کی شرمگاہ کو شہوت سے اوسکی زوجہ کو اوسپر حرام کردیتا ہے وکذا لو فزعت فدخلت
فراش ابیہا عریانۃ فانتشر لہا ابوہا تحرم علیہ امہا اور اسیطرح اگر بیٹی ڈری اور ننگی گھسگئی اپنے باپ کے بچھونے مین پھر باپ کو اوس سے شہوت
ہوئی تو حرام ہوجائیگی باپ پر اوس بیٹی کی ما بشرطیکہ باپ نے مساس کیا ہو اور اگر مساس نہین کیا تو فقط گھس جانے سے حرمت ثابت نہین ہوتی کذا فی حاشیۃ
المدنی وبنت سنہا دون تسع لیست بمشتہاۃ بہ یفتی اور جو لڑکی کہ عمر اوسکی نو برس سے کم ہے وہ مشتہاۃ نہین یعنی لائق شہوت کے نہین اسی
روایت پر فتوی ہے موٹی اور دبلی ہونیکا کچھ فرق نہین وان ادعت الشہوۃ فی تقبیلہ او تقبیلہا ابنہ وانکرہا الرجل فہو مصدق فیہا
اور اگر دعوی کیا عورت نے مرد کے بوسہ لینے مین یا اپنے بوسہ لینے مین شوہر کے بیٹے کا اور انکار کیا شہوت کا مرد نے تو یہان شوہر کی تصدیق کیجائیگی نہ
عورت کی یعنی اگر زوجہ نے دعوی کیا کہ شوہر نے میری ما کا یا بیٹی کا بوسہ شہوت سے لیا یا یون دعوی کیا کہ مین نے شوہر کی اصول یا فروع کا بوسہ شہوت
سے لیا اور شوہر شہوت کا منکر ہے تو شوہر کے قول کی تصدیق ہوگی نہ زوجہ کے یعنی اس صورتمین حرمت مصاہرت نہ ثابت ہوگی الا ان یقوم الیہا
منتشرا آلتہ فیعانقہا لقرینۃ کذبہ او یأخذ ثدیہا او یرکب معہا او یمسہا علی الفرج او یقبلہا علی الفم قالہ الحدادی مگر شوہر کی تصدیق
اوسوقت نہوگی جب شوہر اوٹھے زوجہ کی بیٹی کی طرف آلہ تناسل کی استادگی مین پھر اوسکو گلے لگاوے تصدیق شوہر کی اسواسطے نہوگی کہ اوسکے جھوٹ کا
قرینہ موجود ہے یا مرد عورت کی چھاتی پکڑلے یا اوسکے ساتھ سوار ہو یا اوسکی شرمگاہ کو مساس کرے یا اوسکے منہ کا بوسہ لے یہہ کہا حدادی نے جوہرہ مین

یعنی ان صورتون مین اگر مرد کہے کہ مجھکو شہوت نہتی تو اوسکے قول کی تصدیق نہوگی حرمت مصاہرت کی ثابت ہوجائیگی وفی الفتح یُرَادُ ای الحاقُ الخدّین بالفم
اور فتح القدیر مین ہے کہ رای مین آتا ہی ملانا دونو رخسارون کا منہ کے ساتھہ یعنی قیاس مین یون آتا ہی کہ رخسارونکا بوسہ لینا اور لبون کا بوسہ لینا حکم مین
برابر ہے وفی الخلاصۃ قیل لہ ما فعلت بامّ امرأتک فقال جامعتُہا تثبتُ الحرمۃُ ولا یُصدَّقُ انہ کَذَبَ ولو ہازلاً اور خلاصہ مین ہی کہ اگر مرد
سے کہا گیا کہ کیا تونے اپنی خوشدامن سے کیا سو اوسنے کہا کہ مین نے اوس سے جماع کیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہوجائیگی اور اوسکو کاذب ہونیکی تصدیق
نکیجائیگی اگرچہ اوسنے ہنسی سے کہا ہو وتُقبل الشہادۃُ علی الاقرار باللمس والتقبیل عن شہوۃٍ اور قبول ہوگی گواہی شہوت سے چھونے اور بوسہ لینے
کے اقرار پر یعنی مرد نے شاہدون کے روبرو اقرار کیا کہ مین نے زوجہ کی بیٹی کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا پھر جب زوجہ نے اوسکا دعوی کیا تو مرد منکر ہوگیا
تو اس صورتمین اوسکے اقرار کی گواہی مسموع ہوگی اور زوجہ زوج پر حرام ہوجائیگی وکذا تُقبلُ علی نفس اللمس والتقبیل والنظر الی ذکرہ او فرجہا
عن شہوۃٍ فی المختار تجنیس لانّ الشہوۃَ مما یُوقف علیہا فی الجملۃ بانتشارٍ او آثارٍ اور اسیطرح سے مقبول ہے گواہی خود چھونے اور
بوسہ لینے اور مرد کے آلہ تناسل یا عورت کی شرمگاہ شہوت سے دیکھنے پر بنابر مذہب مختار کے کذا فی التجنیس سواسطے کہ شہوت اوس قسم کی چیز ہے جس پر فی الجملہ
اطلاع ہوسکتی ہے آلہ تناسل کی استادگی سے یا اور آثار سے وحَرُمَ الجمعُ بین المحارم نکاحًا ای عقدًا صحیحًا اور حرام ہی جمع کرنا محرم عورتونکا نکاح
مین یعنی عقد صحیح مین جمع بین المحارم جیسے دو بہنون کو نکاح مین جمع کرنا یا خالہ اور بھانجی یا پھوپھی اور بھتیجی سے نکاح کرنا محارم عام ہین نسبی ہون یا
رضاعی شارح نے عقد صحیح کی اسواسطے قید لگائی کہ نکاح فاسد مین جمع حرام نہین جیسے ایک عورت سے نکاح فاسد کیا پھر اوسکی بہن سے نکاح صحیح
کیا تو درست ہی اسواسطے کہ نکاح فاسد مین وطی کرنا حلال نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وعدۃً ولو من طلاقٍ بائنٍ اور حرام ہی جمع کرنا محارم کا عدت مین اگرچہ
طلاق بائن کی عدت ہو یعنی جب عورت کو طلاق رجعی یا بائن دی تو جبتک عدت نہوچکے تو اوسکی بہن یا خالہ پھوپھی سے نکاح کرنا درست نہین وحرم الجمع
وطئًا بملک یمینٍ اور حرام ہے جمع کرنا محارم کا وطی مین بواسطے ملک یمین کے یعنی جب لونڈی تصرف مین آئی تو اوسکی بہن یا خالہ پھوپھی کو ساتھ وطی
مین نہ لاوے بین امرأتین ایّتہما فُرِضَتْ ذکرًا لم تحلّ لہ الاخری ابدًا یعنی نکاح اور عدت اور وطی ملک یمین سے جمع کرنا اون دو عورتون کا حرام
ہے کہ اون دو مین سے جسکو مرد فرض کیجیے تو نہ حلال ہو اوسکو دوسری کبھی جیسے عورت اور اوسکی عمہ سو اگر عورت کو مرد فرض کیجیے تو عمہ کے ساتھ
نکاح حلال نہوگا اور عمہ کو اگر مرد فرض کیجیے تو بھتیجی سے نکاح درست نہوگا اور اسیطرح خالہ اور بھانجی کا حال ہی لحدیث مسلمٍ لا تُنکح المرأۃُ علی
عمتہا وہو مشہورٌ یَصلحُ مخصِّصًا للکتاب جمع کرنا دو عورتونکا بسبب حدیث صحیح مسلم کے حرام ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح
نکیا جاوے عورت کا اوسکی عمہ پر اور حدیث صحیح مسلم کی مشہور حدیث ہی صلاحیت رکھتی ہے کہ قرآن کی مخصص ہوجاوے یعنی ہرچند قرآن مجید مین سے تو جمع
بین الاختین کے بھتیجی اور عمہ کا جمع کرنا منع نہین بلکہ عموم اُحِلّ لکم ما وراء ذلکم سے حلت معلوم ہوتی ہی لیکن عموم آیت کا حدیث مسلم سے مخصوص ہوگیا اسواسطے
کہ اصول فقہ مین ثابت ہوچکا ہی کہ عموم آیت کا حدیث مشہور سے تخصیص قبول کرلیتا ہی تیسیر الوصول مین صحاح ستہ سے ابوہریرہ کی روایت موجود ہی کہ رسولخدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ نکاح کیا جاوے عورتکا اوسکی عمہ پر اور عورت کا اوسکی خالہ پر جمع بین المحارم اسواسطے حرام ہوا کہ اسمین قطع رحم ہوتا ہے
چنانچہ طبرانی مین اسی مضمون کی حدیث موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فجاز الجمعُ بین امرأۃٍ وبنتِ زوجہا وامرأۃِ ابنہا وامۃٍ ثمّ سیّدتہا
لانہ لو فُرِضَتِ المرأۃُ او امرأۃُ الابن او السیّدۃُ ذکرًا لم یحرم بخلاف عکسہ تو جائز ہی جمع کرنا عورت مین اور اوسکی شوہر کی بیٹی
مین اور جائز ہے جمع عورتمین اور اوسکے بیٹے کی جورو مین اور جائز ہی جمع کرنا لونڈی مین پھر اوسکے مالک کی بی بی مین اسواسطے کہ اگر عورت کو اور بیٹے
کی جورو کو اور بی بی کو مرد فرض کیجیے تو دوسری حرام نہین ہوتی اور اوسکے برخلاف مین حرمت ہی یعنی جمع کرنا اون دو عورتونکا حرام ہی جنکو مرد
فرض کرنے سے دونو طرف سے حرمت ہو اور تینون صورتونمین ایک طرف سے حرمت ہی دوسری طرف سے نہین اسواسطے جمع کرنا جائز ہوا مثلا پہلی صورت
مین اگر عورت کو مرد فرض کیجیے تو اوس عورت کے شوہر کی بیٹی اوسپر حرام نہین اور اگر شوہر کے بیٹے کو مرد فرض کیجیے تو البتہ اوسپر عورت حرام ہوگی اور

دوسری صورتمین اگر بیٹے کی جورو کو مرد فرض کیجئے تو عورت اوسپر حرام نہین اور اگر عورت کو مرد فرض کیجئے تو البتہ یہہ حرام ہوگی او تیسری صورتمین اگر بی بی کو مرد
قرار دیجئے تو لونڈی حرام نہین اور اگر لونڈی کو مرد ٹھہرائے تو البتہ بی بی حرام ہوگی فَاِنْ تَزَوَّجَ بِنِکَاحٍ صَحِیحٍ اُخْتَ اَمَةٍ قَدْ وَطِیَہَا صَحَّ النِّکَاحُ لٰکِن
لَا یَطَأُ وَاحِدَةً مِنْہُمَا حَتّٰی یُحَرِّمَ حِلَّ اِسْتِمْتَاعِ اِحْدٰہُمَا عَلَیْہِ بِسَبَبٍ پہر اگر صحیح نکاح کیا لونڈی کی بہن سے جس لونڈی کو صحبت مین لاچکا ہی تو نکاح اوسکی
بہن کا صحیح ہوگا لیکن دونو مین سے کسیکو تصرف مین نہ لاوے جبتک ایک کی حلت جماع کو اپنے اوپر کسی سبب سے حرام نکرے اگر منکوحہ کو رکھنا منظور ہو تو لونڈی کی صحبت سے
پرہیز کیے اور اگر لونڈی کو رکھا چاہے تو منکوحہ کو چھوڑ دیوے لِاَنَّ لِلْعَقْدِ حُکْمَ الْوَطْیِ حَتّٰی لَوْ نَکَحَ مَشْرِقِیٌّ مَغْرِبِیَّةً ثَبَتَ نَسَبُ اَوْلَادِہَا مِنْہُ لِثُبُوْتِ
الْوَطْیِ حُکْمًا لونڈی یا اوسکی منکوحہ بہن کا حرام کرنا اسواسطے ضرور رہوا کہ نکاح جماع کے حکم مین ہی یہانتک کہ اگر نکاح کیا مرد مشرقی نے عورت مغربیہ سے اسطرح
کہ اوسکی ولی نے مشرق مین نکاح کردیا تو ثابت ہوگا اوس عورت کی اولاد کا نسب مشرقی مرد سے واسطے ثابت ہونے جماع حکمی کے بسبب نکاح ہونے کے اسواسطے
کہ قطع مسافت بطریق کرامت یا بواسطہ اعمال علویہ کے ممکن ہے وَلَوْ لَمْ یَکُنْ وَطِیَ الْاَمَةَ لَمْ یَطَأِ الْمَنْکُوْحَةَ اور اگر لونڈی سے جماع نکیا ہو تو مرد کو جائز ہی
کہ اوسکی منکوحہ بہن سے جماع کرے اسواسطے کہ مملوک ہونا وطی کے حکم مین نہین وَدَوَاعِی الْوَطْیِ کَالْوَطْیِ ابن کمال اور وطی کے اسباب وطی کے برابر مین حرمت جمع
مین کذا قالہ ابن کمال یعنی اگر لونڈی سے مساس یا تقبیل بشہوت کیا پہر اوسکی بہن سے نکاح کیا تو کسیکی وطی بدون تحریم دوسری کے حلال ہوگی وَاِنْ تَزَوَّجَہُمَا
مَعًا اَیِ الْاُخْتَیْنِ اَوْ مَنْ بِمَعْنَاہُمَا اَوْ بِعَقْدَیْنِ وَنَسِیَ النِّکَاحَ الْاَوَّلَ فُرِّقَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَہُمَا وَیَکُوْنُ طَلَاقًا اور اگر ایک مرد نے نکاح کیا دو محارم
ساتھی ایک ایجاب اور قبول سے یعنی دو بہنون سے نکاح کیا یا جو دو بہنونکی مانند ہون حرمت مین یا دونون سے نکاح کیا دو عقد مین یعنی ہر ایک سے ایجاب
اور قبول علیحدہ کیا اور پہلا نکاح بھول گیا تو جدائی کیجاویگی درمیان مرد اور دونو عورتون کے اور یہہ جدائی طلاق ہوویگی نہ فسخ یعنی اسمین طلاق کے
احکام جاری ہون گے نہ فسخ کے وَلَہُمَا نِصْفُ الْمَہْرِ یَعْنِیْ فِیْ مَسْئَلَةِ النِّسْیَانِ اِذِ الْحُکْمُ فِیْ تَزَوُّجِہِمَا مَعًا الْبُطْلَانُ وَعَدَمُ وُجُوْبِ الْمَہْرِ
اِلَّا بِالْوَطْیِ کَمَا فِیْ عَامَّةِ الْکُتُبِ فَتَنَبَّہْ اور واجب ہوگا اون دونو بہنون کے واسطے آدہا مہر یعنی وجوب نصف مہر کا نسیان کے مسئلہ مین ہے جہان دو عقد
سے نکاح ہوا اسواسطے کہ دونو کے ساتھہ نکاح ہونمین بطلان نکاح اور نہ واجب ہونے مہر کا حکم ہے مگر وطی سے البتہ مہر واجب ہوگا چنانچہ یہہ مسئلہ تمام کتب فقہ
مین مصرح ہے سو اس مقام مین آگاہ رہنا ہوکا لکہانا وَہٰذَا اِنْ کَانَ مَہْرَاہُمَا مُتَسَاوِیَیْنِ قَدْرًا وَجِنْسًا وَہُوَ مُسَمًّی فِی الْعَقْدِ وَکَانَتِ الْفُرْقَةُ
قَبْلَ الدُّخُوْلِ وَادَّعَتْ کُلٌّ مِنْہُمَا اَنَّہَا الْاُوْلٰی وَلَا بَیِّنَةَ لَہُمَا اور یہہ وجوب نصف مہر کا اوسوقت ہی کہ جب دونو کے مہر برابر ہون مقدار
مین اور ایک جنس ہونمین اور مہر معین ہوگیا ہو عقد مین اور جدائی قبل دخول ہوئی ہو یا ہر ایک عورت دعوی کرتی ہو کہ میرا نکاح پہلے ہوا اور دونو کے
گواہ نہون فَاِنِ اخْتَلَفَ مَہْرَاہُمَا فَاِنْ عُلِمَا فَلِکُلٍّ رُبْعُ مَہْرِہَا وَاِلَّا فَلِکُلٍّ نِصْفُ اَقَلِّ الْمُسَمَّیَیْنِ سو اگر مختلف ہون دونو کے مہر پہر اگر
دونو کے مہر معلوم ہون کہ فلانی کا اتنا اور فلانی کا اتنا تو ہر ایک کو اوسکا چوتہائی مہر ملیگا اور اگر ہر ایک کا مہر بالخصوص معلوم نہو اگرچہ یہہ معلوم ہے
کہ ایک کا مثلا ہزار ہے اور دوسرے کا دو ہزار تو اس صورتمین ہر ایک عورت کو دونو مہر سے جو کمتر ہے اوسکا نصف نصف ملیگا مثلاً ہزار دو ہزار سے
کم ہے تو ہر عورت پانسو پاویگی وَاِنْ لَمْ یَکُنْ مُسَمًّی فَالْوَاجِبُ مُتْعَةٌ وَاحِدَةٌ لَہُمَا بَدَلَ نِصْفِ الْمَہْرِ اور اگر مہر معین نہو تو واجب ایک پوشاک ہی دونون
کے واسطے عوض نصف مہر کے وَاِنْ کَانَتِ الْفُرْقَةُ بَعْدَ الدُّخُوْلِ وَجَبَ لِکُلِّ وَاحِدَةٍ مَہْرُہَا کَامِلًا لِتَقَرُّرِہٖ بِالدُّخُوْلِ اور اگر جدائی دونو بہنونکی بعد
دخول کے ہوئی تو واجب ہوگا ہر ایک کو مہر کامل بسبب ثابت ہونے مہر کے دخول سے وَمِنْہُ یُعْلَمُ حُکْمُ مَدْخُوْلَةٍ بِوَاحِدَةٍ اور اس مقام سے ایک عورت
مدخول کا حکم بھی معلوم ہوگیا یعنی اگر دونو عورتونکی جدائی ایک عورت کے مدخول ہونیکے بعد ہوئی تو مدخولہ کو مہر کامل ملیگا اور غیر مدخولہ چوتہائی مہر
پاویگی وَکَذَا الْحُکْمُ فِیْمَا جَمَعَہُمَا مِنَ الْمَحَارِمِ فِیْ نِکَاحٍ یعنی جیسا حکم جمع بین الاختین کا ہی ویساہی حکم جمع بین المحارم سے نکاح مین اوسی تفصیل سے
جسکا بیان ہوچکا وَحَرُمَ نِکَاحُ الْمَوْلٰی اَمَتَہٗ اور حرام ہی نکاح کرنا مالک کا اپنی لونڈی سے اسواسطے کہ جماع کی ملکیت مالک کو نکاح سے قبل ہی تہی
ہی اور یہان حرمت سے یہہ مراد نہین کہ نکاح کرنے سے مولی لائق عذاب کے ہوگا بلکہ مراد یہہ ہے کہ مولی پر نکاح کے احکام مثل مہر اور طلاق وغیرہ کے

لازم تہا اوین گے والعبد سیدتہ لان المملوکیۃ تنافی المالکیۃ اور حرام ہے نکاح غلام کو اپنی بی بی سے اسواسطی کہ مملوک ہونا مخالف ہے مالک ہونیکے یعنی
غلام کا نکاح بی بی سے اسواسطی حرام ہوا کہ غلام مملوک ہی اور مملوک کو مغلوب ہونا لازم ہے پہر غلام کا شوہر ہونا غالب ہونیکا مقتضی ہے سو ایک شخص غالب بہی
اور مغلوب بہی یہہ کیونکر ہوسکے نعم لو فعلہ المولی احتیاطا کان حسنا وفیہ انہ لا احتیاط فی عدم عدہا خامسۃ ونحوہ فتامل ہان اگر
نکاح کرے مولی اپنی لونڈی سے احتیاط کی راہ سے تو خوب ہی گا اسواسطی کہ شاید حرہ یعنی آزاد ہو اسواسطی کہ دست بدست جانے سے ایسا اکثر ہوجاتا ہی کذا فی البحر
شارح نے کہا کہ اسمین یہہ ہے کہ اوس لونڈی کو پانچوین یا مثل اوسکے نہ شمار کرنیمین احتیاط نہین سو اسکو تامل کرلے یعنی اگر بالغرض اوسکی نکاح مین چار آزاد یا
لونڈیان ہون تو نئی کو پانچوین نہ شمار کرنیمین احتیاط نہین یا یہہ کہ لونڈی سے حرہ پر نکاح کرے تو اس نکاح مین کچہ احتیاط نہین پس اس عبارت سے
بظاہر یہ پایا جاتا ہی کہ مولے کی لئے احتیاط یہی ہے کہ اپنی لونڈی سے عقد نکاح نکرے اور فتاوی عالمگیری مین فتاوی سراجیہ سے روایت یون ہے کہ علمانے
کہا ہے کہ اس زمانہ مین بہتر یہہ ہے کہ اپنی لونڈی سے نکاح کرلے تاکہ اگر حرہ ہو تو جماع اوسکا نکاح سے حلال ہوجاوے اور بزازیہ مین ہے کہ اگر لونڈی سے مولی
اوس جماع کا ارادہ کری تو احتیاط یہہ ہی کہ اوس سے نکاح کرلے اسواسطی کہ اگر واقع مین وہ حرہ ہی تو نکاح سے حرمت وطی کی جاتی رہی اور اگر لونڈی ہی تو کچہہ
نکاح سے ضرر نہین اس روایت سے معلوم ہوا کہ مولے پر اپنی لونڈی کا نکاح حرام نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وحرم نکاح الوثنیۃ بالاجماع اور حرام ہی نکاح عورت
مشرکہ بت پرست کا بالاتفاق فتح القدیر مین ہے کہ آفتاب پرست اور ستارہ پرست اور صورت پرست اور معطلہ اور زندیق یعنی ملحد او باطنیہ اور اباحیہ بت پرست
مین داخل ہین اور شرح وجیز مین ہے کہ جو مذہب ایسا ہو کہ اوسکے اعتقاد پر تکفیر وارد ہو تو اوس مذہب والی عورت سے نکاح نہین جائز اسواسطی کہ مشرک کا نام
اون سبکو شامل ہے اور بحر الرائق مین بہی اس قسم کا مضمون ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وحل نکاح کتابیۃ وان کرہ تنزیہا اور صحیح ہی نکاح کتاب والی
عورت سے اگرچہ مکروہ ہے بکراہت تنزیہی فتح القدیر مین کہا کہ اہل کتاب کی عورتون سے نکاح درست ہی لیکن بہتر یہہ ہے کہ نکرے اور کتابیہ حربیہ سے بالاتفاق
مکروہ ہے تاکہ مسلمان دار الحرب مین نہ رہ پڑے اور صحبت اہل کفر سے اولاد کے اعتقاد اور اخلاق نہ بگڑ جاوین کذا فی حاشیۃ المدنی مؤمنۃ بنبی
مرسل مقرۃ بکتاب منزل وان اعتقدوا المسیح الہا کتابیہ سے مراد وہ عورت ہی جو نبی مرسل کا ایمان رکہتی ہو اور کتاب آسمانی کا اقرار کرتی
ہو جیسے یہود اور نصارے اگرچہ اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام کو معبود جانتے ہون گو کہ اس اعتقاد سے وہ مشرک ہوگئے لیکن شرع مین اہل کتاب کو مشرکون
سے جدا کیا چنانچہ قرآن شریف مین فرمایا لم یکن الذین کفروا من اہل الکتب والمشرکین اسواسطی کہ عطف دلیل ہے مغایرت کی وکذا
حل ذبیحتہم علی المذہب بحر یعنی جیسے کہ کتابیہ سے نکاح درست ہے ویسے ہی اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور بہی حلال ہے بنا بر مذہب قوی کے
کذا فی بحر الرائق وصرح فی النہر بجواز مناکحۃ المعتزلۃ لانا لا نکفر احدا من اہل القبلۃ وان وقع لہم الزاما فی المباحث اور
صاف کہدیا ہے نہر الفائق مین مناکحت معتزلہ کی جواز کو اسواسطی کہ ہم اہل سنت اہل قبلہ مین سے کسیکی تکفیر نہین کرتے اگرچہ واقع ہوگئی ہی تکفیر
اونکی بطور الزام کے مباحث خلافیہ مین معتزلہ ایک فرقہ ہی اسلام کا قرآن مجید کو مخلوق کہتے ہین اور قیامت مین دیدار الہی کے منکر ہین اور عباد کو
خالق اپنے افعال کا جانتے ہین وغیر ذلک من القبائح فاضل خیر الدین رملی نے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ مین کہا کہ رافضیونکی سب فرقے اور
معتزلیون کے سب گروہ اہل کتاب مین داخل ہین تو نہ جائز ہوگا سنی عورت کا نکاح رافضی سے اسواسطی کہ عورت مسلمان ہی اور مرد کافر حالانکہ
مسلمہ کا نکاح کافر سے جائز نہین انتہے اور شیخ رحمتی نے کہا کہ بعضون نے معتزلہ سے نکاح کرنا مطلقا ناجائز کہا تو رافضی اونکی برابر ہونگے یا اون سے
بہی بتر فاضل رملی نے اونکو از قبیل اہل کتاب کے قرار دیا تو اونکی عورتون سے نکاح کرنا اہل سنت کو درست ہوگا اور سنیہ کا نکاح رافضی یا
معتزلی سے نہ جائز ہوگا اور یہہ قول اعدل الاقوال ہے اسواسطی کہ رافضیون کے کفر مین شک نہین بسبب اونکی اعتقاد کفریات کے لیکن جب کتابیہ سے
نکاح درست ہوا کو اہل کتاب عیسی علیہ السلام کو معبود یا ابن اللہ کہین تو مقتضا اسکا یہہ ہی کہ رافضی عورت سے بہی نکاح درست ہو اور جو شبہات سے
بچا او سنو اپنا دین بچایا انتہے کذا فی حاشیۃ المدنی لا یصح نکاح عابدۃ کوکب لا کتاب لہا نہین صحیح ہے نکاح عورت ستارہ پرست کا جسکے

پاس آسمانی کتاب نہیں صابیہ ایک فرقہ ہے کفار کا اون کے اہل کتاب ہونے مین اشتباہ ہی صاحب ہدایہ نے کہا کہ صابیہ عورت سے نکاح درست ہے اگر او نکو کسی نبی کا ایمان ہو
اور آسمانی کتاب ہو اور اگر وہ ستارہ پرست ہون اور کتاب نرکہتی ہون تو نکاح درست نہیں اسواسطے کہ مشرکین ہین مصنف نے بھی اس قول مین صاحب ہدایہ کی
پیروی کی وَلَا وطیھما بملک یمین اور نہین حلال وطی ستارہ پرست کی ملک یمین سے والمجوسیۃ اور نہین صحیح ہی نکاح آتش پرست عورت کا اور نہ اوسکی
وطی حلال ہے ملک یمین سے اسی پر اجماع ہی چارون اماموں کا والوثنیۃ اور نہین صحیح نکاح عورت بت پرست کا یعنی عورت بت پرست کی نکاح کی عدم صحت
بیان ہوئی اور سابق مین عدم حلت مذکور ہو چکی تو تکرار نہوئی اسواسطے کہ عدم صحت کو عدم حلت لازم نہین وھذا ساقط من نسخ الشرح ثابت فی نسخ
المتن وھو عطف علی عابدۃ کوکب اور یہہ یعنی مجوسیہ اور وثنیہ کا لفظ مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخون سے ساقط ہی اور متن کے نسخون مین ثابت
ہے اور وہ عابدۃ کوکب پر عطف ہی تو مطلب یہہ ہوا کہ عابدہ کوکب اور مجوسیہ اور وثنیہ کا نکاح درست نہین وقولہ وَالمحرمۃ بحج او عمرۃ ولو بحرم
عطف علی کتابیۃ فتنبہ اور صحیح ہے نکاح اوس عورت کا جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اگرچہ مرد بھی محرم ہو تو بھی صحیح ہے لفظ محرمہ کتابیہ پر
عطف ہو تو صحت نکاح محرمہ ثابت ہوئی عابدۃ کوکب پر عطف نہیں کہ عدم صحت کوئی سمجھے سو شارح کہتا ہے ای کتاب دیکھنے والے اس مقام مین خبردار
رہنا کہین عطف محرمہ کا عابدہ کوکب پر نکرنا کہ مطلب اولٹا ہو جاوے وَلامۃ ولو کانت کتابیۃ وضم الی الحرۃ اور صحیح ہے نکاح کرنا لونڈی سے اگرچہ
کتابیہ ہو یا بی بی کے ساتھ نکاح کرنیکا مقدور ہو نکاح حرہ کا مقدور ہو یعنی اوسکو مہر دینے کا مقدور ہو تو بھی لونڈی سے نکاح کرنا صحیح ہے والاصل
عندنا ان کل وطی یحل بملک یمین یحل بنکاح وما لا فلا اور قاعدہ ہم حنفیون کے نزدیک یہہ ہی کہ جو وطی حلال ہی ملک یمین سے وہ نکاح سے بھی
حلال ہے اور جو ملک یمین سے حلال نہین نکاح سے بھی حلال نہین تو کتابیہ لونڈی کی وطی ملک یمین سے حلال ہی تو نکاح سے بھی حلال ہے اور لونڈی
کی وطی ملک یمین سے باوجود قدرت نکاح حرہ کے جائز ہی تو نکاح سے بھی جائز ہی اور مجوسیہ اور بت پرست کی وطی ملک یمین سے درست نہین تو نکاح سے
بھی درست نہین ولکن یکرہ تحریماً فی المحرمۃ وتنزیھاً فی الامۃ اگرچہ نکاح مکروہ ہی کراہت تحریمی محرمہ کے نکاح مین اور کراہت تنزیہی لونڈی کے نکاح
مین شارح نے کراہت تحریمی نکاح محرمہ کی نہر الفائق کی پیروی سے بیان کی حالانکہ یہہ قول جمہور فقہا کے مخالف ہی اسواسطے کہ اونکا اقوال مین نکاح
محرمہ کی حلت مصرح ہی اور حلت کراہت تحریمی کے منافی ہے اور صحاح ستہ مین ابن عباس کی روایت سے ثابت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ نے احرام
باندھے ہوئے حضرت میمونہ سے نکاح کیا اور حالانکہ حضرت کے افعال مین کراہت تحریمی کا ہرگز احتمال نہین تو قول صاحب نہر الفائق کا اور اوسکے تابع شارح
کا لائق التفات کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی مفصلا وحرۃ علی امۃ اور صحیح ہے نکاح حرہ کا لونڈی پر یعنی اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پھر حرہ سے
نکاح کیا تو درست ہی لا عکسہ اور اوسکا عکس صحیح نہین یعنی اول حرہ سے نکاح کرے پھر لونڈی سے نکاح کرے تو درست نہین اسواسطے کہ طبرانی مین حدیث
ہی کہ منع کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ نے لونڈی کا نکاح حرہ پر کذا فی حاشیۃ المدنی ولو لام ولد ای فی عدۃ حرۃ ولو من بائن اگرچہ نکاح ام ولد کا حرہ
کی عدت مین ہو گو عدت طلاق بائن کی ہو تو بھی صحیح نہین وصح لو راجعھا ای الامۃ علی حرۃ لبقاء الملک اور صحیح ہے اگر رجوع کیا لونڈی کیطرف
حرہ پر یعنی اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پھر حرہ سے نکاح کیا پھر لونڈی کو طلاق رجعی دی پھر اوسکی طرف رجوع کیا باوجود حرہ کے تو درست ہے
واسطے باقی رہنے ملکیت نکاح لونڈی کے اسواسطے کہ طلاق رجعی سے لونڈی نکاح سے باہر نہوگئی تو حرہ پر ادخال امۃ کا لازم آیا کہ نا درست ہوتا ولو تزوج
اربعا من الاماء وخمسا من الحرائر فی عقد صح نکاح الاماء لبطلان الخمس اگر نکاح کیا چار لونڈیون سے اور پانچ حرہ سے ایک عقد
مین تو صحیح ہوگا نکاح لونڈیون کا واسطے باطل ہونے نکاح پانچ حرہ کے یعنی جیسا حرہ پر لونڈی کا نکاح درست نہین ویسے ہی حرہ اور لونڈیکا
ایک عقد مین نکاح صحیح نہین لیکن یہان اسواسطے درست ہوا کہ جب پانچ حرہ کا نکاح باطل ٹھہرا تو چار لونڈیونکا نکاح صحیح ہوگیا وصح نکاح اربع من الحرائر
والاماء فقط للحر لا اکثر اور صحیح ہی نکاح فقط چار حرہ کا اور فقط چار لونڈیون کا مرد حر کے واسطے چار سے زیادہ جائز نہین وله التسری بما
شاء من الاماء اور جائز ہی حر کو لونڈی رکھنا صحبت کیواسطے جتنی لونڈیاں کہ چاہی یعنی لونڈیونکی مقدار مقرر نہین فلو له اربع من الحرائر والف

مُشْتَرِيَةً وَأَرَادَ شِرَاءَ أُخْرٰى فَلَامَهُ رَجُلٌ خِيفَ عَلَيْهِ الْكُفْرُ یعنی اگر ایک شخص کے پاس چار بی بیان اور ہزار لونڈیان ہوں اور وہ اور ایک لونڈی کی
خرید کا ارادہ کرے پھر اوسکو کوئی مرد ملامت کرے تو اوس مرد ملامت کرنیوالے پر کفر کا خوف ہی اسواسطے کہ قرآن مین لونڈیون کے تصرف پر گنتی ہی نہیں ملامت
نہ یہ تو اوسکا ملامت کرنا ظاہرا اسپر دلالت کرتا ہی کہ اسکو قرآن کا یقین نہین وَلَوْ أَرَادَ الْمُسَرّیٰ فَقَالَتْ امْرَأَتُهُ أَقْتُلُ نَفْسِي لَا يَمْتَنِعُ لِأَنَّهُ مَشْرُوعٌ
اور اگر ارادہ کیا ایک شخص نے لونڈی کے تصرف کا یا دوسرے نکاح کا پھر کہا اوسکی جورو نے کہ مین جان کو ہلاک کرتی ہوں تو نہ باز رہے لونڈی کے تصرف سی
اسواسطے کہ شرع مین حلال ہے یعنی باز رہنا اوسپر واجب نہین لَكِنْ لَوْ تَرَكَ لِئَلَّا يَغُمَّهَا يُؤْجَرُ لِحَدِيثِ مَنْ رَقَّ لِأُمَّتِي رَقَّ اللّٰهُ لَهُ بَزَّازِيَّه لیکن اگر لونڈی
کا تصرف یا دوسرے نکاح کو اسواسطے ترک کرے کہ زوجہ کو رنج نہو تو ثواب پاویگا اس حدیث کی دلیل سی کہ جو میری امت پر نرمی اور شفقت کریگا تو حق تعالی اوسپر
رحم کریگا کذا فی البزازیہ کہا محشی شیخ عابد محدث مدنی نے کہ اس حدیث کا ٹھکانا مجھکو معلوم نہین لیکن اس مضمون کی حدیث جامع ترمذی اور ابو داؤد مین موجود
ہے حضرت نے فرمایا کہ رحم کرنے والون پر رحمٰن رحم کرتا ہی زمین والون پر رحم کرو تاکہ آسمان والا تمپر رحم کرے اور ابن عساکر اور دیلمی نے صدیق اکبر
سے حدیث قدسی مرفوع نقل کی کہ حق تعالے فرماتا ہی کہ اگر تم میری رحمت کی امید رکھتے ہو تو میری خلق پر رحم کیا کرو وَنِصْفُهَا لِلْعَبْدِ وَلَوْ مُدَبَّرًا وَيَمْنَعُ
عَلَيْهِ غَيْرُ ذٰلِكَ فَلَا تَحِلُّ لَهُ التَّسَرِّي لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ إِلَّا الطَّلَاقَ اور جتنی عورتون کا نکاح حر کو جائز ہی اوسکے نصف کا غلام کو صحیح ہے یعنی دو حرہ
کا اور دو لونڈیون کا اگرچہ غلام مدبر ہو اور منع ہی اوسپر اوسکے سوا تو حلال نہین اوسکو لونڈیون کا تصرف اسواسطے کہ غلام کو کسی چیز کی ملکیت نہین سوائے
طلاق دینے اپنی منکوحہ کے غلام مدبر اوسکو کہتے ہین جس سے مالک کہے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہی وَصَحَّ نِكَاحُ حُبْلٰى مِنْ زِنًا لَا حُبْلٰى مِنْ غَيْرِهِ أَيْ
الزِّنَا لِثُبُوتِ نَسَبِهِ وَلَوْ مِنْ حَرْبِيٍّ أَوْ سَيِّدِهَا الْمُقِرِّ بِهِ اور صحیح ہی نکاح حاملہ کا جسکا حمل زنا سی ہی زنا کے سوا اور حاملہ سی نکاح جائز نہین اسواسطے کہ
اوسکا نسب ثابت ہی اگرچہ حمل کافر حربی سے ہو یا لونڈی کے ایسے مالک سی ہو جو اوسکا اقرار کرتا ہی اور اگر اقرار نکرے تو نکاح حاملہ سی درست ہے اسواسطے کہ
نفی ولد کی جیسے صریح قول سی ثابت ہوتی ہے ویسی ہی دلالت حال سے ثابت ہوتی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وَإِنْ حَرُمَ وَطْيُهَا وَدَوَاعِيهِ حَتّٰى تَضَعَ مُتَّصِلٌ
بِالْمَسْئَلَةِ الْأُولٰى اگرچہ زانیہ حاملہ کی وطی اور بوسہ وغیرہ حرام ہی لڑکا ہونے تک شارح نے کہا کہ حرمت وطی پہلے مسئلہ سی متصل ہے یعنی زانیہ حاملہ کا نکاح
درست ہے وطی درست نہین اسکے سوا اور حاملہ کا نہ نکاح درست نہ وطی لِئَلَّا يَسْقِيَ مَاءَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ إِذِ الشَّعْرُ يَنْبُتُ مِنْهُ زانیہ حاملہ کی وطی اسواسطے منع ہے
کہ سینچے اوسکا جماع کرنیوالا اپنا پانی بیگانی کھیتی مین اسواسطے کہ بال اوس سے جمتے ہین یعنی زیادہ جمتے ہین نہ یہ کہ اسی پر جمنا موقوف ہی کذا فی حاشیۃ المدنی
فروع لَوْ نَكَحَهَا الزَّانِي حَلَّ لَهُ وَطْيُهَا اتِّفَاقًا وَالْوَلَدُ لَهُ وَلَزِمَهُ النَّفَقَةُ یہہ چند مسائل ہین جنکو شارح نے بڑھایا اگر زانیہ حاملہ سی زانی مرد نے نکاح کیا
تو اوسکو اوس سے وطی کرنا باتفاق حنفی اور شافعی کے حلال ہے اور بیٹا اوسیکا ہوگا اور اوسپر نفقہ دینا لازم آویگا اسواسطے کہ وطی اوسکو حلال ہے
بخلاف غیر زانی کے اور لڑکے کا نسب زانی سے اس شرط سی ثابت ہوگا جب نکاح کے چھ مہینے یا زیادہ مدت مین پیدا ہوا اور اگرچہ مہینے سے کم مین پیدا ہوگا
تو ثابت النسب نہوگا وَلَوْ زَوَّجَ أَمَتَهُ أَوْ أُمَّ وَلَدِهِ الْحَامِلَ بَعْدَ عِلْمِهِ قَبْلَ إِقْرَارِهِ بِهِ جَازَ وَكَانَ نَفْيًا لِلْوَلَدِ نَهْرٌ عَنِ التَّوْشِيحِ اور اگر نکاح
کر دیا ایک مرد نے اپنی حاملہ لونڈی کا یا حاملہ ام ولد کا بعد دریافت کرنے حمل کے اور ولد کے اقرار کرنے سی پہلے تو جائز ہی اور یہہ حمل مین نکاح کر دینا باوجود
اوسکے علم کے نفی ہے ولد کی اپنے نسب سے کذا فی النہر عن التوشیح صَحَّ نِكَاحُ الْمَوْطُوءَةِ بِمِلْكِ يَمِينٍ اور صحیح ہی نکاح اوس عورت کا جس سے صحبت
کیجاتی تھی ملک یمین سے یعنی اگر ایک شخص کی لونڈی تھی کہ اوسکے تصرف مین رہا کرتی تھی پھر اوسنے دوسرے شخص سے نکاح کر دیا تو درست ہی بشرطیکہ
حاملہ نہو اسواسطے کہ لونڈی قوی فراش مالک کی نہین یہانتک کہ اگر اوسکے لڑکا پیدا ہو تو بدون اقرار مولے کے ثابت النسب نہوگا بخلاف زوجہ کے
وَلَا يَسْتَبْرِئُهَا زَوْجُهَا اور نہ استبرا کرے زوج اوسکا نہ وجوبا نہ استحسانا کذا فی الہدایہ اور امام محمد کے نزدیک استبرا مستحب ہے اور اگر لونڈی خرید
کرے تو مشتری پر استبرا واجب ہے اگرچہ عورت یا لڑکے سی خرید کی ہو استبرا یہہ ہی کہ بدون ایک حیض ہونے کے صحبت نکرنا بَلْ سَيِّدُهَا وُجُوبًا عَلَى الصَّحِيحِ ذَخِيرَةٌ
بلکہ اوسکے مالک پر واجب ہی استبرا نکاح کر دینے سے پہلے بنا بر قول صحیح کے کذا فی الذخیرۃ وَالْمَوْطُوءَةُ بِزِنًا أَيْ جَازَ نِكَاحُ الزَّانِيَةِ وَإِنْ رَآهَا تَزْنِي

قولہ وطیہا بلا استبراء یا اوس عورت کی وطی زنا سے ہوتی ہو تو بھی اوسکا نکاح صحیح ہے یعنی زانیہ کا نکاح جائز ہے اگرچہ مرد نے خود اوسکو زنا کرتے دیکھا اور اوسکو جائز ہے وطی کرنا بدون
استبرا کے بشرطیکہ حاملہ نہو چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا و اما قولہ تعالی الزانیة لا ینکحہا الا زان فمنسوخ بآیة فانکحوا ما طاب لکم
اور یہہ جو قول ہے حق تعالے کا کہ عورت زانیہ سے نکاح نہین کرتا مگر زانی مرد تو اوسکا جواب یہہ ہے کہ قول مذکور فانکحوا ما طاب لکم کی آیت سے منسوخ ہو گیا
یعنی نکاح کرو جو تمکو اچھا معلوم ہو عورتون سے اس آیت مین بلا قید زنا کے نکاح کا حکم ہوا اور نسخ کی دلیل یہہ ہے کہ ایک مرد حضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میری عورت کسی ہاتھ لگانے والے کا ہاتھ نہین ٹالتی یعنی زانیہ ہے حضرت نے فرمایا کہ طلاق دے اوسکو اوسنے کہا کہ
وہ خوبصورت ہے مین اوسکو چاہتا ہون حضرت نے فرمایا تو اپنا مطلب نکال اوس سے یعنی نہ طلاق دے اور اوسکو صحبت مین رکھہ کذا فی حاشیة الدر نقلا
عن البحر اس مضمون کی حدیث ابوداود و نسائی مین موجود ہے ابن عباس کی روایت سے کذا فی تیسیر الوصول و فی آخر حظر المجتبی لا یجب علی الزوج
تطلیق الفاجرة ولا تحرم علیہا تسریح الفاجر الا اذا خافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا بأس ان یتفرقا فما فی الوھبانیة ضعیف کما بسطہ
المصنف اور مجتبے کے باب الحظر کے آخر مین ہے کہ واجب نہین مرد پر طلاق دینا بدکار عورت کا بدکاری زنا سے ہو یا ترک فرائض وغیرہ سے ہو اور نہین واجب
عورت پر اپنا خلاص کرنا مرد بدکار سے مگر اوسوقت جب دونون ڈرین کہ اقامت احکام الہی کی نکرسکین گے تو کچھہ مضایقہ نہین دونونکی جدائی مین سو جو
روایت کہ وہبانیہ مین ہے کہ زانیہ کی وطی زوج پر حرام ہے بدون حیض ہو جانیکی تو وہ روایت ضعیف ہے چنانچہ اسکو خوب بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح
منح الغفار مین وصح نکاح المضمومة الی محرمة اور صحیح ہے نکاح حلال عورتکا جو ملائی گئی محرم عورت سے یعنی ایک عورت مرد پر حلال ہے اور دوسری حرام
سو اون دونون سے ایک عقد مین نکاح کیا تو حلال عورتکا نکاح صحیح ہوگا و محرم کا نکاح باطل ہو جائیگا والمسمی کلہ لہا اور مہر معین سب حلال عورتکا ہوگا
یعنی دونونکا مہر اوسیکو ملیگا امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دونون کے مہر مثل پر تقسیم ہوگا ولو دخل بالمحرمة فلہا مہر المثل اور اگر صحبت کی محرم
عورت سے تو اوسکو مہر مثل ملیگا کتنا ہی ہو وبطل نکاح متعة اور باطل ہے نکاح متعہ کا متعہ اسکو کہتے ہین کہ کوئی شخص عورت سے کہے کہ مین نے تجھسے متعہ کیا
دس دن یا مہینے تک اتنے مال پر اول متعہ خیبر اور فتح مکہ مین مباح تھا جب کہ مردون پر مجرد رہنا نہایت سخت تھا اور عورتون مین قلت تھی پھر بعد فتح مکہ کے قیامت
تک حرام ہو گیا چنانچہ صحیح مسلم مین ربیع بن سبرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تین روز فتح مکہ مین متعہ مباح کیا پھر فرمایا
کہ اے لوگو مین نے تمکو متعہ کرنیکی اجازت دی تھی عورتون سے اور بالتحقیق حق تعالے نے اوسکو حرام کر دیا قیامت کے دن تک ابن عباس اول حلت
متعہ کے قائل تھے آخر کو وہ بھی حرمت کے قائل ہوئے چنانچہ جامع ترمذی مین مصرح ہے تو باجماع صحابہ اسکی حرمت ثابت ہوئی اور جو متعہ کو حلال جانے
وہ کافر ہے چنانچہ مضمرات مین موجود ہے کذا فی حاشیة الدر و موقت اور باطل ہے نکاح موقت یعنی مدت مقرر کرنا نکاح مین اسکو نکاح موقت کہتے ہین
نکاح موقت اور متعہ مین چند وجوہ سے فرق ہے متعہ مین لفظ متعہ کا بولنا ضرور ہے اور موقت مین لفظ تزویج اور نکاح لازم ہے اور متعہ مین تعیین مقدار
مہر کی لازم ہے موقت مین نہین اور متعہ مین گواہ شرط نہین بخلاف موقت کے کذا فی حاشیة الدر و ان جہلت المدة او طالت فی الاصح نکاح موقت
باطل ہے اگرچہ مدت مجہول ہو یا طویل ہو بنا بر قول اصح کے ولیس منہ ما لو نکحہا علی ان یطلقہا بعد شہر اور نکاح موقت سے یہہ نہین اگر نکاح
کیا عورت سے اس شرط پر کہ اوسکو طلاق دیگا بعد ایک مہینے کے اسواسطے کہ طلاق قاطع ہے نکاح کی تو مدت کی شرط قاطع مین ہوئی نہ نکاح مین تو شرط باطل
ہو گی اور نکاح صحیح ہوگا بخلاف نکاح موقت کے کہ اوسمین خود نکاح مشروط ہے او نوی مکثہ معہا مدة معینة یا نیت کی نکاح کرنیوالے نے زوجہ کے
ساتھہ مدت معین تک رہنے کی یعنی یہہ بھی نکاح موقت مین داخل نہین ولا بأس بتزوج النہاریات عینی اور کچھہ مضایقہ نہین نہاریات کے نکاح مین کذا
فی العینی نہاریات وہ عورتین جنکے پاس شوہر دنکو رہے نہ رات کو ویحل لہ وطی امرأة ادعت علیہ عند قاض انہ تزوجہا بنکاح صحیح وہی اے
والحال انہا محل للانشاء ای لانشاء النکاح خالیة عن الموانع وقضی القاضی بنکاحہا ببینة اقامتہا ولم یکن فی نفس الامر تزوجہا
اور حلال ہے مرد کو وطی اوس عورتکی جسنے مرد پر دعوی کیا قاضی کے نزدیک کہ مرد نے اوس سے صحیح نکاح کیا اور حالانکہ وہ عورت محل ہے واسطے نکاح

کی حلال سے محروم نہین خالی ہے موانع نکاح سے یعنی مثلاً غیر کی منکوحہ یا معتدہ نہین اور حکم کر دیا قاضی نے اوسکے ثبوت نکاح کا بسبب گواہی اون گواہون کے جنکو عورت
نے قائم کیا اور حالانکہ درحقیقت مرد نے اوس سے نہین نکاح کیا تھا مدعیہ اور گواہ دونو جھوٹے ہین تو قاضی کا حکم ظاہر مین نافذ ہوگا نفقہ وغیرہ مرد پر لازم آویگا اور
باطن مین بھی نزدیک امام اعظم رحمہ اللہ کے نافذ ہوگا یعنی بلا تردد وطی حلال ہوگی امام اعظم کی یہہ دلیل ہے کہ ایک مرد نے دو گواہون سے ایک عورت کا نکاح ثابت کیا علی مرتضیٰ
کے روبرو حضرت نے اوسکی ثبوت نکاح کا حکم کیا عورت نے کہا کہ دعوی اسکا جھوٹا ہے چار و ناچار اگر یہی حکم منظور ہے تو میرا نکاح ہی کر دیجیے حضرت علی نے
فرمایا کہ تیرے دونو شاہدون نے تیرا نکاح کر دیا یعنی اب نکاح کی کچھ حاجت نہین اگر نکاح نہ تھا تو بھی بشہادت شہود ہو گیا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر
وکذا تحل لہ لو ادعی ہو نکاحہا خلافا لہما اور ایسطرح سے حلال ہے وطی مرد کو اگر خود اوس نے عورت سے نکاح کا دعوی کیا اور گواہ منکر قاضی نے
حکم دیا لیکن اول صورتین دعوی باطل سے عورت گنہگار ہوگی اور صورت ثانی مین مرد ہوگا اور یہہ قول حلت حلی کا خلاف ہے صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ
انکے نزدیک بدون نکاح جدید کے وطی کرنا حلال نہین وفی الشرنبلالیۃ عن المواہب بقولہما یفتی اور شرنبلالیہ مین بروایت مواہب صاحبین کے
قول پر فتوی ہے احتیاط اسی مین ہے کہ وطی نکرے لیکن حکم قاضی کا ظاہر مین بالاتفاق نافذ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قضی بطلاقہا بشہادۃ الزور
مع علمہا بذلک نفذ وحل لہا التزوج بآخر بعد العدۃ اور اگر حکم کیا قاضی نے عورت کی طلاق کا شہادت زور سے باوجود دریافت ہونے عورت کے کہ شہادت
زور ہے قضا نافذ ہوگی اور حلال ہوگا عورت کو نکاح کر لینا دوسرے مرد سے عدت گذرنے کے بعد شہادت زور کا علم عورت کو یون متصور ہے کہ اوس نے
خود طلاق کا دعوی کیا اور کاذب گواہ پیش کئے تو وہ یقینا جانتی ہے کہ اوسکے شوہر نے طلاق نہین دی وحل للشاہد تزوجہا وحرمت
علی الاول اور حلال ہے شاہد زور کو نکاح کر لینا اوس عورت کا اسواسطے کہ قضا نافذ ہوگئی ظاہرا و باطنا مین اور حرام ہوگئی عورت پہلی شوہر پر وعند
الثانی لا تحل لہما وعند محمد تحل للاول ما لم یدخل الثانی وہی من فروع القضاء بشہادۃ الزور کما سیجیئ اور نزدیک ابو یوسف کے
دونون پر حلال نہین نہ اول شوہر پر نہ ثانی پر اور نزدیک محمد کے شوہر اول پر حلال ہے جبتک شوہر ثانی نے صحبت نکی اور اگر صحبت کی تو اول پر حرام ہوگی بسبب وجوب
عدت کے اور یہہ مسئلہ نکاح اور طلاق کا قضاء شہادت زور کی فروع سے ہے چنانچہ آگے کتاب القضا مین آویگا والنکاح لا یصح تعلیقہ بالشرط
اور نکاح کا معلق کرنا شرط پر صحیح نہین اسواسطے کہ تعلیق بالشرط استعمالات خاصہ کو مخصوص ہے جو حلف واقع ہوتی ہین جیسے طلاق اور عتاق اور نکاح
ان مین سے نہین کذا فی الجلبی ان قدم زید ای لم ینعقد النکاح لتعلیقہ بالخطر کما فی العمادیۃ وغیرہا جیسے کوئی کہے کہ مین نے تجسے نکاح کیا
اگر میرا باپ راضی ہوگا اور دوسرے نے کہا مین نے قبول کیا تو نکاح نہ منعقد ہوگا بواسطے معلق ہونے نکاح کے خطر پر محتمل ہے کہ شرط واقع ہو یا نہو چنانچہ عدم
صحت نکاح معلق کی عمادیہ اور سوا اوسکے مین موجود ہے چنانچہ فتح القدیر اور خلاصہ اور ظہیریہ اور بزازیہ اور خانیہ اور تاتارخانیہ اور فتاوی ابو اللیث
اور جامع الفصولین اور قنیہ مین مصرح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وما قال الدر ففیہ نظر اور جو روایت در مین ہے سو اوسمین بحث اور نظر ہے
یعنی مخالف ہر فقہا کے اوس ہسناد کے نہین صاحب در نے تنہا لکہا بخبر جیسے کوئی کہے کہ اگر تو گھر مین جائیگی تو فلانے سے تیرا نکاح کر دونگا اور فلانے
نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہہ تعلیق باطل ہے اور نکاح صحیح ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولا اضافتہ الی المستقبل کتزوجتک غدا او بعد غد
لم یصح اور نہین صحیح ہے اضافت کرنا نکاح کا زمانہ آیندہ کیطرف جیسے یون کہے کہ مین نے تجسے نکاح کیا آج کے بعد کل یا پرسون تو نہ صحیح ہوگا
ولکن لا یبطل النکاح بالشرط الفاسد ولیکن نکاح نہین باطل ہوتا شرط فاسد سے جیسے کوئی کہے کہ مین نے تجسے نکاح کیا اس شرط سے کہ مہر نہ دونگا
یا اپنا گہر تجکو عاریت دونگا یا اپنا نفقہ مجسے نہ لیگی یا میری خدمت کرنا وانما یبطل الشرط دونہ یعنی لو عقد مع شرط فاسد لم یبطل النکاح بل الشرط
بخلاف ما لو علقہ بالشرط اور باطل تو شرط ہوتی ہے نہ نکاح یعنی اگر عقد شرط فاسد کے ساتھہ ہوا تو نکاح نہ باطل ہوگا شرط باطل ہوگی بخلاف اسکے
کہ اگر نکاح کو شرط پر معلق کیا تو وہان شرط بھی باطل اور نکاح بھی باطل ہے اس مقام مین فرق تہا معلق علی الشرط اور مشروط بشرط فاسد کا ضرور ہے
کہنا واقفون کو حیرانی نہ ہے معلق علی الشرط سے یہہ مراد ہے کہ ایسی شرط پر نکاح تعلیق کرے کہ وہ محتمل الوجود ہو نہ متحقق الوجود جیسے کسیکی دلکی خوشی یا

دخول وار یا ہوا چلنا یا پانی کا برسنا یا کسی کے جینے مرنے پر نکاح کا معلق کرنا اسکو معلق علی الشرط کہتے ہین اور نکاح مشروط بشرط فاسد یہہ ہے کہ نکاح کے ساتھ
ایسی شرط کی جو لوازم نکاح کے مخالف ہے جیسے مہر اور نفقہ نہ دینا وعلی ہذا القیاس لا ان یعلقه بشرط ماض کائن لا محالة مگر نکاح معلق ہو مگر وقت
درست ہے جب اوسکی تعلیق کرے شرط ماضی موجود بلا تردد پر یعنی سابق سے شرط پائی گئی یا وقت ایجاب اور قبول کے حادث ہوئی چنانچہ کسی نے کہا کہ مین نے
اپنی بیٹی کا نکاح تجہسے کر دیا بشرط آنے زید کے دوسرے نے قبول کیا اور حالت قبول مین فورا زید آگیا تو نکاح منعقد ہو جائیگا کذا فی حاشیة المدنی فیکون
تحقیقا فینعقد للحال کان خطب بنتا لابنه فقال ابوها زوجتها قبلك من فلان فكذبه فقال ان لم اكن زوجتها من فلان فقد
زوجتها لابنك فقبل ثم علم كذبه انعقد لتعلقه بموجود یعنی جب موجود شرط پر تعلیق ہوئی تو نکاح تحقیق ہو گیا معلق نرہا اوسی وقت منعقد
ہو جائیگا جیسے ایک شخص نے اپنے فرزند کیواسطے کسیکی بیٹی سے منگنی کی تو اوسکے باپ نے کہا کہ مین تو تجہسے پہلے اوسکا نکاح کر چکا ہون فلانے شخص سے سو اوسنے
اوسکی تکذیب کی پہر بیٹی کے باپ نے کہا کہ اگر مین نے فلانے شخص سے نہین نکاح کر دیا تو البتہ اوسکا نکاح تیرے فرزند سے کیا سو اوسنے قبول کر لیا پہر اوسکا
کذب معلوم ہو گیا خود اوسکے اقرار سے یا فلانے شخص کے اظہار سے تو یہہ نکاح منعقد ہو گیا واسطے معلق ہونے نکاح کے شرط موجود پر یعنی نکاح معلق اس سبب سے
صحیح نہین کہ شرط کا وجود حاصل نہین اور جب شرط موجود ٹھہری تو نکاح معلق نرہا بلکہ محقق ہو گیا تو البتہ صحیح ہوگا وكذا اذا وجد المعلق علیه فی المجلس
کذا ذکرہ چوپے زادہ وعممه المصنف بحثا اور اسیطرح نکاح صحیح ہو جاویگا جبکہ معلق علیہ یعنی جسپر تعلیق نکاح کی ہوئی وہ ایجاب اور قبول کی مجلس مین
پایا جاوے جیسا کہ اسکو چوپی زادہ نے مذکور کیا اور بعضے نسخون مین چوپی زادہ کے مقام پر فخر زادہ مرقوم ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو عام رکہا ہے
بحث کے مصنف نے عمادیہ سے نقل کی کہ اگر عورت نے کہا کہ مین نے تجہسے ہزار درم پر نکاح کیا اگر فلانا شخص آج راضی ہوا اور وہ شخص مجلس مین حاضر تہا سو بولا
کہ مین راضی ہوا تو نکاح صحیح ہوگا بطریق استحسان کے اور اگر حاضر نہوگا تو نہ جائز ہوگا اور ظہیریہ مین ہے کہ اگر یون کہا کہ مین نے تجہسے نکاح کیا اگر میرا باپ راضی
اور اجازت دے پہر دوسرے نے قبول کیا تو صحیح نہین اسواسطے کہ تعلیق ہے اور نکاح تعلیق کا احتمال نہین رکہتا اور اگر باپ مجلس مین حاضر ہوگا اور قبول کرے
تو نکاح جائز ہوگا تو معلوم ہوا کہ فقط وجود معلق علیہ کا مجلس مین کافی نہین جب تک وہ راضی نہو اور اجازت ندے اور اگر مجلس کے بعد اجازت دیگا تو جائز
نہوگا کذا فی حاشیة المدنی لكن فی النهر قبیل کتاب الصرف فی مسئلة التعلیق برضی الاب الحق الاطلاق فلیتامل المفتی لیکن نہر الفائق مین
کتاب الصرف کے قبل مسئلہ تعلیق برضاے والد کے یون کہا ہے کہ حق یہہ ہے کہ تعلیق علی الاطلاق صحیح نہین خواہ باپ مجلس مین حاضر ہو کر راضی ہو یا نہ راضی ہو
اور معلق علیہ خواہ باپ ہو یا اجنبی کسی طرح نکاح صحیح نہین اس اطلاق کو صاحب نہر نے خانیہ سے نقل کیا تو چاہئے کہ مفتی تامل کرے اس مسئلہ کے بیان مین
اسواسطے کہ خانیہ نہایت معتمد کتاب ہے کہ قاضیخان اوسکی تصحیح پر اعتماد کرتا ہے کذا فی حاشیة المدنی باب الولی

یہہ باب ہے تعریف اور احکام ولی مین هو لغة خلاف العدو وعرفا العارف بالله تعالى وشرعا البالغ العاقل الوارث ولو فاسقا
علی المذهب ما لم یکن متهتکا ولی لغت مین یعنی دوست ہے خلاف دشمن اور عرف مین ولی عارف باللہ کو کہتے ہین اور شرع مین ولی اوسکو کہتے ہین
جو بالغ اور عاقل اور وارث ہو اگرچہ فاسق ہو بنا بر مذہب صحیح کے بشرطیکہ پردہ در حرمت کہونیوالا نہو اس تعریف مین سلطان اور مالک عبد داخل نہین
اسواسطے کہ وارث نہین تو مصنف اور شارح کو لازم تہا کہ انکو تعریف مین داخل کرتے وخرج نحو صبی ووصی مطلقا علی المذهب تو نکل گیا ولی کی
تعریف سے لڑکا اور دیوانہ اور بیہوش اور وصی مطلقا بنا بر مذہب صحیح کے لڑکا بالغ کی قید سے نکلا اور دیوانہ اور بیہوش عاقل کی قید سے نکلا اور وصی
وارث کی قید سے نکلا وصی کو مطلقا ولایت نکاح کی نہین خواہ اوسکو نکاح کر دینے کی باپ نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو اور وارث کی قید سے کافر اور غلام
بہی نکل گیا تو کافر اپنے بیٹے مسلمان کا اور غلام حرہ کا ولی نہین والولایة تنفیذ القول علی الغیر اور ولایت عبارت ہے جاری ہونے قول سے
غیر پر یعنی دوسرے پر اوسکا قول نافذ ہو جاوے فتثبت باربع قرابة وملك وولاء وامامة سو ثابت ہے ولایت چار سبب سے اول قرابت سے جیسے
نکاح بیٹی کا باپ کرے دوسرے ملک سے جیسے نکاح لونڈی یا غلام کا مالک کر دے تیسرے ولایت آزاد کرنیکی جیسے نکاح آزاد کا سید کرے چوتہے امامت جیسے نکاح لاوارث کا

بادشاہ یا قاضی کردے شاءَ او ابیٰ یعنی راضی ہو یا ناراضی یعنی ولی کا قول ہر صورت غیر معتبر ہے وہ خوش ہو یا ناخوش وھی ھھنا نوعان ولایۃ ندب علی
المکلّف ولو بکرًا اور ولایت یہاں نکاح میں دو قسم ہے ولایت مستحب عاقلہ بالغہ پر اگرچہ کواری ہو یعنی باپ وغیرہ کو بالغہ بیٹی پر جبر کرنا نہیں پہنچتا نکاح
میں لیکن مکلفہ کو مناسب ہے کہ اپنا نکاح ولی پر رکھے تاکہ خلاف فقہا سے بچے اور بیحیائی کیطرف منسوب نہو وولایۃ اجبار علی الصغیرۃ ولو ثیبًا ومعتوھۃ
ومرقوقۃ اور دوسری قسم زبردستی کی ولایت ہے چھوٹی لڑکی پر اگرچہ کواری نہو اور ولایت جبری ہے بالغہ بیہوش پر اور لونڈی پر ولایت اجبار کے
یہہ معنی کہ ولی کے عقد کرنے سے انکا نکاح نافذ ہوتا ہے گو یہہ انکار کریں کا افادہ بقولہ وھو ای الولی شرط صحۃ نکاح صغیر ومجنون و
رقیق لا مکلفۃ چنانچہ قسم ثانی ولایت کو یعنی اجبار کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ وہ یعنی ولی شرط ہے صغیر اور مجنون اور عبد کے نکاح کی صحت
میں نہ مکلفہ میں قید ذکورت کی اتفاقی ہے صغیرہ اور مجنونہ اور مرقوقہ کا بھی نکاح بدون ولی کے صحیح نہیں فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی
تو نافذ ہوگا نکاح حرہ بالغہ عاقلہ کا بدون رضامندی ولی کے کفو میں ہو یا غیر کفو میں اسواسطیکہ اوسپر ولایت استحبابی ہے جبری نہیں یہی مذہب ہے امام اعظم
اور ابو یوسف کا اور محمد نے بھی اسیطرف رجوع کیا اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک عورتون کو بدون اولیا کے نکاح کا اختیار نہیں اسواسطیکہ حدیث
شریف میں آیا ہے لا نکاح الا بولی اور ہمارا جواب یہہ ہے کہ اکثر آیات قرآنی میں عورتونکو اختیار نکاح کا ثابت ہوتا ہے کما قال تعالیٰ لا جناح علیکم فیما
فعلن فی انفسہن اور حدیث لا نکاح الا بولی صحیح نہیں بلکہ مضطرب ہے بخاری اور یحیی بن معین نے کہا کہ اس باب میں یعنی اشتراط ولی میں کوئی صحیح حدیث
نہیں ثابت چنانچہ زیلعی نے اسکو نقل کیا اور اگر صحت کو حدیث کی مسلم کیجیے تو مراد کمال کی نفی ہے نہ جواز کی توفیقا بین الادلۃ اور اگر نفی جواز کی
مراد لیجیے تو بھی نکاح مکلفہ کا بطلان نہیں ثابت ہوتا اسواسطیکہ مکلفہ خود اپنی ذات کی ولی ہے چنانچہ جوان مرد اگر نکاح بدون ولی کے کرے تو جائز ہے خود
اپنی ولایت سے اور صحیح مسلم میں حدیث مرفوع موجود ہے کہ الایم احق بنفسہا من ولیہا کہ عورت بے شوہر اپنی ذات کی سزاوارتر ہے بہ نسبت اپنے ولی کے ایم
کہتے ہیں عورت بے شوہر کو خواہ باکرہ ہو یا غیر باکرہ دونو شامل ہیں تو معلوم ہوا کہ بالغہ پر ولی کا جبر ثابت نہیں اوسکو خود اختیار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
والاصل ان کل من تصرف فی مالہ تصرف فی نفسہ وما لا فلا اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو اپنے مال میں تصرف کرسکتا ہے وہ اپنی ذات میں بھی
تصرف کرسکتا ہے اور جسکو اپنے مال میں تصرف نہیں اوسکو اپنی ذات پر بھی تصرف نہیں سو عاقلہ بالغہ کو اپنے مال میں تصرف کا اختیار ہے تو اپنے نکاح
میں بھی اختیار ہے اور صغیرہ اور مجنونہ کو اپنے مال میں اختیار نہیں تو اپنے نکاح میں بھی اختیار نہیں ولہ ای للولی اذا کان عصبۃ ولو غیر محرم کابن
العم فی الاصح خانیہ وخرج ذوی الارحام والام والقاضی الاعتراض فی غیر الکفو اور جائز ہے ولی کو جب عصبہ بنفسہ ہو اگرچہ غیر محرم ہو جیسے
چچا کا بیٹا قول اصح میں کذا فی الخانیہ اعتراض کرنا غیر کفو میں اسطرح کہ قاضی پاس جاکر نکاح کو فسخ کروا ڈالے اور نکل گئے عصبہ کی قید سے ذوی الارحام
اور ما اور قاضی یعنی انکو اعتراض کا حق نہیں ویتجدد بتجدد النکاح اور جدید ہوگا فسخ نکاح کا نکاح کے تجدد سے چنانچہ ولی نے عورت کا نکاح
کفو سے کر دیا پھر عورت نے اوسکو چھوڑ کر دوسرے غیر کفو سے نکاح کیا بدون مرضی ولی کے تو یہاں بھی ولی کو تفریق کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ نکاح اول
کی رضا سے لازم نہیں آتا کہ دوسرے نکاح سے بھی راضی ہو فیفسخہ القاضی ما لم یسکت حتی تلد منہ لئلا یضیع الولد تو نکاح کو فسخ کردے
قاضی بشرطیکہ سکوت نکیا ہو ولی نے یہانتک کہ عورت شوہر غیر کفو سے جنی اور اگر اوس سے لڑکا پیدا ہوا تو ولی کو حق اعتراض نرہا تاکہ لڑکا نہ ضائع
ہو معلوم ہوا کہ بدون قاضی کی جدائی کا اختیار ولی کو نہیں اور قبل تفریق قاضی کے نکاح کے احکام مثل ارث اور طلاق کے ثابت رہینگے سو اگر تفریق
بعد دخول کے ہوئی تو عورت کو مہر معین ملیگا اور اوسپر عدت لازم آویگی اور اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو مہر نہ ملیگا اسواسطیکہ جدائی شوہر کیطرف
سے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الخانیہ وینبغی الحاق الحبل الظاھر بہ اور مناسب ہے حمل ظاہر کا ملحق کرنا ولادت کے حکم سے یعنی اگر ولی
ساکت رہا یہانتک کہ عورت حاملہ ہوگئی تو حق فسخ کا ساقط ہوگیا اور یہہ تجویز ہے صاحب در کی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا
وھو المختار للفتوی اور فتوی دیا گیا غیر کفو میں عدم جواز نکاح کا یعنی اگر عورت غیر کفو سے بدون مرضی ولی کے نکاح کرلے تو اصلا جائز نہیں اور

یہی روایت پسندیدہ ہے فتوی دینے کیواسطے اور یہی روایت کی ہے حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے کہ اگر زوج کفو ہو تو نکاح بدون ولی کے نافذ ہوگا اور اگر غیر
کفو ہے تو ہرگز نافذ نہوگا اور معراج مین خانیہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانہ مین مختار فتوی دینے کیواسطے حسن کی روایت ہے اور تجنیس وغیرہ مین ہے کہ حسن کی روایت کو اکثر
مشائخ نے لیا ہے لفساد الزمان عدم جواز پر فتوی ہوا بسبب فساد زمانہ کے نہ ہر مکلفہ باشرم وحیا ہے کہ عزت کا خیال رکھے نہ ہر قاضی عادل ہے نہ ہر ولی کو نالش
کا سلیقہ ہے فلا تحل مطلقة ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفته ایاہ فلیحفظ تو نہ شوہر اول کو حلال ہوگی مطلقہ ثلثہ جسنے نکاح
کیا غیر کفو سے بدون مرضی ولی کے بعد پہچان لینے ولی کے شوہر غیر کو سو اسکو یاد رکھنا چاہئے کہ یہہ امر غیر کفو مین کثیر الوقوع ہے یعنی جب فتوی ہوا نکاح
غیر کفو کے عدم جواز پر تو ایسی نکاح سے شوہر اول کو مطلقہ ثلثہ نہ حلال ہوگی اور اگر مطلقہ کا کوئی ولی نہین یا ولی راضی ہوگیا شوہر غیر کفو کو جان بوجہکر
تو مطلقہ شوہر اول پر حلال ہوگی بعد طلاق دینے شوہر ثانی کے اور نہر الفائق مین بزازیہ سے نقل کیا کہ برہان الائمہ نے ذکر کیا کہ فتوی ہے امام اعظم رح کے قول پر
ہے بسبب قوت دلیل کے یعنی اگر مکلفہ غیر کفو سے نکاح کرے بدون مرضی ولی کے تو جائز ہے باکرہ ہو یا ثیبہ کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا اس مسئلہ مین
فتوے مختلف ہے سو اسکو بھی یاد رکھنا چاہیے وبناءً علی الاول وھو ظاھر الروایۃ فرضی البعض من الاولیاء قبل العقد او بعدہ کالکل لثبوتہ
لکل کملا اور بنا بر قول اول کے یعنی ظاہر الروایت کے راضی ہونا بعض اولیا کا قبل عقد کے یا بعد عقد کے سبکے راضی ہونیکی برابر ہے اسواسطیکہ حق ولایت کا
ہر ایک کو پورا ثابت ہے یعنی جب ایک ولی راضی ہوا تو باقی ولیون کو حق اعتراض نرہا کولایۃ امان وقود وسنحققہ فی الوقف مانند ولایت امان
اور قصاص کے یعنی اگر ایک مسلمان نے حربی کو امان دی تو اور مسلمانونکو اوسکا تعرض نہین پہنچتا اور اسیطرح اگر ایک ولی نے قصاص معاف کیا تو
باقی اولیا کو طلب قصاص کا حق نرہا اور کتاب الوقف مین اسکی ہم آگے تحقیق کرینگے لو استووا فی الدرجۃ والا فللاقرب منہم حق الفسخ یعنی ایک
ولی کی رضا سبکی رضا کی برابر ہے اگر سب اولیا درجہ مین برابر ہون جیسے دو بہائی اور دو چچا اور اگر اولیا برابر نہون ایک زیادہ قریب ہے جیسے باپ اور
دوسرا بعید جیسے مثلا بہائی تو اولیا مین سے اقرب کو حق ہے فسخ کا یعنی اگر بہائی نے نکاح کر دیا تو باپ نکاح کو فسخ کر سکتا ہے وان لم یکن لھا
ولی فھو ای العقد صحیح نافذ مطلقا اتفاقا اور اگر عورت کا کوئی ولی نہین تو عقد صحیح اور نافذ ہے مطلقا خواہ کفو سے نکاح کیا ہو خواہ غیر کفو سے بالاتفاق
وقبضہ ای ولیہ حتی لا عتراض المھر ونحوہ مما یدل علی الرضا رضا دلالۃ ان کان عدم الکفاءۃ ثابتا عند القاضی قبل مخاصمتہ
والا لا یکون رضا اور قبض کرنا اوس ولی کا جسکو حق اعتراض ہے مہر کو اور جو مہر کے مانند ہو اوس قسم سے جو رضامندی پر دلیل ہو جیسے تحفہ لینا رضامندی ہے
باعتبار دلالت حال کے اگر عدم کفاءت ثابت ہو قاضی کے نزدیک قبل مخاصمت ولی کے اور اگر عدم کفاءت قاضی کی نزدیک ثابت نہین نالش سے پہلے تو
مہر وغیرہ کا قبض کرنا ولی کی رضا پر دلیل نہین کما لا یکون سکوتہ رضا ما لم تلد جیسا چپ رہنا ولی کا رضامندی پر دلیل نہین جبتک عورت نہ جنے چنانچہ
یہہ مسئلہ سابق ہو چکا واما تصدیقہ بانہ کفو فلا یسقط حق الباقین مبسوط اور تصدیق کرنا ایک ولی کا کہ زوج کفو ہے ساقط نہین کرتا باقی اولیا
کے حق کو کذا فی المبسوط ولا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ اور جبر کرنا نہین پہنچتا بالغہ باکرہ پر نکاح کا بواسطے قطع
ہونے ولایت کے بالغ ہونیسے فان استاذنھا ھو ای الولی وھو السنۃ او وکیلہ او رسولہ او زوجھا ولیھا واخبرھا رسولہ او
فضولی عدل فسکتت عن ردہ مختارۃ پس اگر اجازت نکاح کی مانگی بالغہ سے ولی نے اور یہی سنت ہے یا ولی کے وکیل نے یا اوسکے پیغامی نے اجازت
مانگی یا اوسکا نکاح کر دیا اوسکے ولی نے استیذان سے پہلے اور خبر کری بالغہ کو نکاح کی ولی کے پیغامی نے یا فضولی عادل نے فضولی وہ جو ولی کا
وکیل اور رسول نہو پہر سکوت کیا بالغہ نے رد نکاح سے حالت اختیار مین تو اگر استیذان کے وقت عورت کو چھینک یا کہانسی آئی پہر بعد فراغت کے
اوسنے کہا کہ مین راضی نہین نکاح رد ہوگا ایسا سکوت عذر کی اختیاری لائق اعتبار کے نہین اور شارح نے سکوت مین قید عن الرد کی لگائی اسواسطیکہ
اگر استیذان کے وقت یا نکاح کی خبر سننے کے بعد بالغہ نے کوئی اجنبی بات کی تو ایسا تکلم سکوت مین شمار کیا جائیگا اسواسطیکہ کلام اجنبی رد نکاح نہین تو
اجازت مین داخل ہوگا او ضحکت غیر مستھزئۃ یا بالغہ ہنسی بدون تمسخر کے سو اگر تمسخر اور استہزا سے ہنسی تو یہہ ضحک اذن نہوگا او تبسمت

او بکت بلا صوت فلو بصوت لم یکن اذنا و لا ردا حتی لو رضیت بعدہ انعقد معراج وغیرہ فما فی الوقایۃ والملتقی فیہ نظر یا مسکرائی یا
روئی بدون آواز کے اور اگر آواز سے روئی تو یہہ رونا نہ اذن ہوگا نہ رد نکاح کا ہوگا یہانتک کہ اگر راضی ہوگی بعد اس رونے کے تو نکاح منعقد ہوجائیگا کذا
فی المعراج وغیرہ سو جو روایت وقایہ اور ملتقی میں ہے اوسمین نظر اور اعتراض ہے یعنی صحیح نہیں وقایۃ الروایۃ اور ملتقی الابحر میں یون ہے کہ بالغہ کا رونا
بے آواز اذن ہے اور آواز سے رد ہے شارح نے اس اعتراض میں صاحب بحر اور نہر اور منح کی پیروی کی ہے اور حالانکہ متون مقدم ہیں شروح پر اور وقایہ
اور ملتقی کے شارحین اور درر و متن یعنی نقایہ اور اصلاح اور اونکی شروح سو کیونکر کہا جاوے کہ اونکی روایت صحیح نہیں بلکہ یون کہنا اولی ہے کہ اس مسئلہ
مین دو قول ہین کذا فی حاشیۃ المدنی فهو اذن ای توکیل فی الاول ان اتحد الولی تو یہہ سکوت اور ضحک اور تبسم اور بکا اذن ہی نکاح کا یعنی اپنے
نکاح کا وکیل کرنا ہی ولی کو اول صورتمین یعنی استیذان مین اگر ولی ایک ہی ہے فلو تعدد لم یکن سکوتها اذنا سو اگر اولیا نکاح کردینے والے
کئی ہون تو اوسکا سکوت اذن نہوگا مثلا عورت کے دو بہائی مین ایک بہائی نے کہا کہ مین تیرا نکاح زید سے کرتا ہون اور دوسرے نے کہا کہ محمود سے کرتا ہون
اور دونوکے استیذان مین عورت چپ رہی تو یہہ سکوت اذن نہوگا واجازۃ فی الثانی ان بقی النکاح لا لو بطل بموتہ اور سکوت بالغہ کا یا ضحک وغیرہ
جائز رکہنا نکاح کا ہی دوسری صورتمین یعنی ولی نے قبل استیذان نکاح کردیا پہر بعد خبر ہونیکے اوسنے سکوت کیا تو یہہ سکوت اجازت ہی نکاح کی اگر ولی
ایک ہو اور اگر اولیا نے دو ہون اور بالغہ ہر ایک کی تزویج سنکر سکوت کرے تو یہہ سکوت اجازت نہوگا بلکہ دونو نکاح موقوف رہینگے یہانتک کہ
ایک پر اجازت قولی یا فعلی ظاہر کرے کذا فی البدائع اور اگر دونو کو جائز رکہا تو دونو نکاح باطل ہونگے کذا فی حاشیۃ المدنی سکوت اجازت ہوگا
اگر نکاح باقی ہے خبر معلوم ہونے تک اور اگر نکاح باطل ہوگیا بسبب موت شوہر کے یعنی شوہر کے مرنیکے بعد بالغہ کو خبر نکاح کی پہونچی تو اوسوقت مین اسکا
سکوت اجازت نہوگا اسواسطے کہ نکاح خود باطل ہوگیا ولو قالت بعد موتہ زوجنی ابی بامری وانکرت الورثۃ فالقول لها فترث وتعتد
اور اگر بعد مرنے شوہر کے عورتنے کہا کہ میرا نکاح کر دیا تہا میرے باپنے میرے اذن سے اور شوہر کے وارث اسکے منکر ہین تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا
تو اپنی شوہر کی وارث ہوگی اور عدت بیٹہیگی ولو قالت بغیر امری لکنہ بلغنی فرضیت فالقول لهم اور اگر عورت نے کہا کہ میرا نکاح میری باپنے
بدون میرے اذن کے کیا لیکن جب مجہکو خبر نکاح کی پہونچی تو مین راضی ہوگئی سو اس صورتمین شوہر کے وارثونکا قول معتمد ہوگا تو اوسکو نہ مہر ملیگا نہ میراث
لیکن اگر اوسکو صحت نکاح کا علم ہے تو اوسپر عدت لازم آویگی کذا فی حاشیۃ المدنی وقولها غیرہ اولی منہ رد قبل العقد لا بعدہ اور عورت کا
یون بولنا کہ غیر اوسکا بہتر اوس سے یہہ رد ہی قبل عقد کے نہ بعد عقد کے یعنی ولی نے بالغہ سے اذن مانگا زید کے ساتہہ نکاح مین اور اوسنے کہا زید سے دوسرا شخص بہتر ہے تو اگر
یہہ قول عقد سے پہلے ہی تو اجازت نہوئی انکار نہوا اور اگر بعد عقد کے کہا تو انکار نہوگا بلکہ اجازت ہی کذا فی الظہیریۃ اور بحر الرائق مین کہا کہ قبل عقد
اور بعد عقد دونو صورتمین یہہ قول انکار ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو زوجها لنفسہ فسکوتها رد بعد العقد لا قبلہ اور اگر نکاح کیا بالغہ کا
ولی نے اپنے ساتہہ تو سکوت کرنا اوسکا رد ہی بعد عقد کے نہ قبل عقد کے یعنی نکاح کیا ایک شخص نے اپنی چچا کی بیٹی کے ساتہہ بدون اوسکی اذن کے پہر جب بالغہ
کو خبر پہونچی تو وہ ساکت ہو رہی تو یہہ سکوت بعد العقد رضا نہوگا اسواسطے کہ ابن العم اس نکاح مین اصیل ہوا اپنی طرف سے اور فضولی ہوا عورت کی طرف سے
اور متولی عقد طرفین مین یہہ شرط ہے کہ فضولی نہو ایک طرف سے نہ دو طرف سے تو یہہ عقد امام اور محمد کے نزدیک قابل رد اور اجازت کے نہین یہانتک کہ اگر عورت
اجازت قولی بہی دے تو بہی صحیح نہین اور اگر استیذان قبل عقد کے ہوا تو سکوت کرنا اوسکا رضا ہوجائیگا اور عقد صحیح ہوگا بالاتفاق کذا فی الخانیۃ اسواسطے کہ
ابن العم اس صورتمین وکیل ہوا عورتکی طرف سے اور اصیل ہوا اپنی طرف سے تو اب اوسکو متولی عقد طرفین ہونا صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو استاذنها
فی معین فردت ثم زوجها منہ فسکتت صح فی الاصح اور اگر اذن مانگا ولی نے عورت سے ایک مرد معین مین سو اوسنے رد کیا تہا پہر بعد اسکے
نکاح کردیا اوسی شخص مذکور سے سو ساکت ہوگئی بعد خبر معلوم ہونیکے تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح مین بخلاف ما لو بلغها فردت ثم قالت رضیت لم یجز
لبطلانہ بالرد بخلاف اسکے کہ اگر عورت کو نکاح کی خبر پہونچی تو اوسنے انکار کیا پہر بولی کہ مین راضی ہون تو نکاح جائز ہوگا بسبب باطل ہوجانے نکاح اول

انکار سے ولذا استحسنوا التجدید عند الزفاف لان الغالب اظہار النفرۃ عند فجاءۃ السماع اور اسیواسطے بہتر جانا ہی فقہانے تجدید نکاح کو زفاف کیوقت اسواسطیکہ غالب عادۃ کواری عورتونکی اظہار نفرت ہی نا گہان سماعت نکاح کیوقت یعنی احتمال ہے کہ اعلان نکاح کیوقت نکاح سی نفرت کی ہو اور نکاح باطل ہوگیا ہو بسبب عدم رضاکے پہر جب بعد اسکی نکاح جدید کرلیا تو یہہ اشتباہ جاتا رہا بحر الرائق مین کہا تجدید نکاح اوسوقت مستحب ہے جب نکاح قبل استیذان کے ہوا ہو اور اگر بعد استیذان کے نکاح ہوا ہو تو اسکی کچھہ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو استأذنھا فی معین فسکتت فوکل من یزوجھا ممن سماہ جاز ان عرف الزوج والمھر کما فی القنیۃ اور اگر اذن لیا ولی نے عورت سی ایک مرد معین مین سو اوسنے سکوت کیا پہر وکیل کیا ولی نے ایک شخص کو کہ عورتکا نکاح کردی اوس سے جسکا نام لیدیا تو یہہ توکیل اور عقد وکیل جائز ہے اگر زوج اور مہر کی معرفت ہوگئی ہو کذا فی القنیۃ صحت نکاح مین معرفت زوج کی ضرور ہے عورت بھی اوسکو جان گئی ہو اور وکیل بھی جان گیا ہو تاکہ دوسری سے نہ عقد کردی اور مہر کی معرفت مین اختلاف ہی چنانچہ مانتن آگے تصریح کریگا کہ مہر پر صحت نکاح کی موقوف نہین واستشکلہ فی البحر بانہ لیس للوکیل ان یوکل بلا اذن فمقتضاہ عدم الجواز او انھا مستثناۃ اور مشکل جانا ہی مسئلہ سابق کو بحر الرائق مین اسطرح سے کہ وکیل کو اختیار نہین کہ دوسرکو وکیل کرے بدون اجازت موکل کے تو اس سی لازم آتا ہی عدم جواز نکاح کا یعنی بالغہ کے سکوت سے ولی اوسکا وکیل ٹھہرا پہر اوسکو وکیل کرنیکا اختیار نہین کہ ولی کے وکیل کی تزویج جائز ہو یا یہہ کہیں کہ یہہ مسئلہ اوس قاعدہ سی مستثنی ہے یعنی ہر چند وکیل کو توکیل کا اختیار نہین لیکن نکاح مین اختیار ہے اسواسطیکہ فقہانے تصریح کی ہی کہ نکاح کی وکالت حقیقی وکالت نہین بلکہ یہان سفیر محض اور معبر ہوتا ہی اور اسیواسطے حقوق عقد کے وکیل کیطرف رجوع نہین کرتے اور باب الوکالت مین آویگا کہ اگر موکل نے قیمت معین کردی ہو تو وکیل کو اختیار ہے کہ دوسرکو وکیل کردے اسیطرح یہان بھی شوہر اور مہر معروف اور معلوم ہین تو البتہ وکالت صحیح ہوگی تو اب کچھہ اشکال باقی نرہا کذا فی حاشیۃ المدنی ان علمت بالزوج انہ من ھو لتظھر الرغبۃ فیہ او عنہ ولو فی ضمن العام کجیرانی او بنی عمی لو یحصون سکوت بالغہ کا اذن ہوگا اگر وہ جان گئی ہو شوہر کو کہ وہ کون ہے تاکہ اوسمین شوق ظہور کرے یا نفرت اگرچہ علم شوہر کا در ضمن عام ہو جیسی ولی نے کہا کہ مین تیرا نکاح کرتا ہون اپنی ہمسایون سے یا اپنی چچا کے بیٹون مین سے ایک مرد کے ساتھہ بشرطیکہ وہ متناہی ہون تا ہر ایک کا حال عورت کو معلوم ہوسکے والا لا مالم تفوض لہ الامر اور اگر متناہی نہون گے تو رضا نہ ثابت ہوگی جبتک ولی کو اپنا امر سپرد نکری مثلا اگر یون کہے کہ جو تو کرے یمن اوسمین راضی ہون یا یون کہے کہ میرا نکاح کردی جس سے تو چاہی تو البتہ رضا ثابت ہوگی لا العلم بالمھر وقیل یشترط وھو قول المتاخرین بحر عن الذخیرۃ واقرہ المصنف وما صححہ فی الدرر عن الکافی ردہ الکمال شرط نہین مہر کا علم یعنی استیذان مین مقدار مہر کا علم ضرور نہین اسواسطے کہ صحت نکاح مہر پر موقوف نہین کذا فی الھدایہ اور بعضون نے کہا کہ مہر کا ذکر کرنا شرط ہی اسواسطیکہ قلت اور کثرت مہر سے شوق مختلف ہوتا ہی اور یہی ہے قول متاخرین کا کذا فی البحر عن الذخیرۃ اور مصنف نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہی شرح منح الغفار مین اور جسکی تصحیح کی ہے درر مین بروایت کافی کے اوسکو رد کیا ہی کمال الدین محقق نے درر مین کہا کہ اگر ولی باپ یا دادا ہی تو ذکر شوہر کا کافی ہے مہر کا ذکر ضرور نہین اور اگر باپ دادا کے سوا اور کوئی ولی ہی تو مہر کا تسمیہ ضرور ہی محقق نے اسکو یون رد کیا کہ اسطرح تفصیل کرنا قائل کی غفلت ہی اسواسطیکہ باپ دادا مین اور اونکی سوا اور اولیا مین تفرقہ کرنیکا محل تزویج صغیرہ ہی کہ وہان ولایت اجبار ثابت ہی اور یہان گفتگو بالغہ مین ہی اسمین باپ اجنبی کی برابر ہے بدون اوسکی رضا کچھہ نہین کرسکتا وکذا اذا زوجھا الولی عندھا ای بحضرتھا فسکتت صح فی الاصح ان علمت بہ کما مر اور اسیطرح جب نکاح کردیا بالغہ کا ولی نے اوسکی روبرو پہر وہ چپ ہو رہی تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح مین بشرطیکہ شوہر کو اوسنے جانا ہو چنانچہ سابق مین مذکور ہوگیا ف السکوت کالنطق فی سبع وثلثین مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ اور سکوت نطق کی برابر ہی سینتیس مسئلہ مین جنکا ذکر اشباہ مین ہی کتاب الاشباہ والنظائر مین ابن نجیم صاحب بحر الرائق نے بارہوین قاعدہ میں کہا کہ سینتیس مسئلہ مین سکوت مانند نطق کی ہی ۱ سکوت باکرہ کا وقت استیذان ولی کے قبل عقد ہو یا بعد ۲ سکوت کرنا اوسکا اپنی قبض مہر کیوقت ۳ سکوت باکرہ کا اپنی بالغ ہونے کیوقت اپنی خیار نفس مین جبکہ باپ دادا کے سوا اور ولی نے اوسکا نکاح کیا ہو ۴ عورت نے نکاح کرنیکی قسم کہائی ہو پہر اوسکے باپ نے اوسکا نکاح کردیا اور وہ چپ ہی تو حانث ہوگی یعنی قسم

ٹوٹ جائیگی ۵ سکوت متصدق علیہ یعنی فقیر کا برابر قبول کے ہے نہ موہوب لہ کا ۶ قبض موہوب لہ اور متصدق علیہ کیوقت سکوت کرنا مالک کا اذن مین داخل ہے
۷ سکوت وکیل کا قبول ہے اور رد کرنے سے وکالت رد ہو جاتی ہے ۸ سکوت مقر لہ کا قبول ہے ۹ مفوض الیہ یعنی جسکو کچھ سپرد کیجیے اوسکا چپ رہنا قبول ہے
اور رد ہوتا ہے رد کرنے سے ۱۰ موقوف علیہ کا سکوت جسپر کوئی چیز وقف کیجیے قبول ہے اور رد ہوتا ہے رد کرنے سے ۱۱ بیع التلجیہ مین بائع یا مشتری نے
کہا کہ مین اس بیع کو صحیح کرتا ہون اور دوسرا چپ رہا تو یہہ سکوت تصحیح بیع ہوگا ۱۲ غانمین مین تقسیم مال کی وقت مالک قدیم کا سکوت رضامندی ہے
۱۳ عبد کو بیع اور شرا کرتے دیکھکر مشتری بالخیار کا سکوت کرنا خیار کو ساقط کرتا ہے ۱۴ مشتری کا قبضہ مبیع پر دیکھکر اوس بائع کا سکوت کرنا جسکو
مبیع مین حبس کا اختیار تہا اجازت ہے قبضہ کرنیکی ۱۵ بیع معلوم ہونے کیوقت شفیع کا سکوت حق شفعہ کا مبطل ہے ۱۶ غلام کو غیر کا مال خرید فروخت کرتے دیکھکر مولے
کا سکوت اجازت ہے تجارت کی ۱۷ مولے نے قسم کہائی کہ غلام کو تجارت کا اذن نہ دونگا پہر سکوت کیا خرید فروخت کرتے دیکھکر تو حانث ہوگا ۱۸ غلام کا
سکوت اوسکی بیع اور رہن کیوقت اقرار ہے غلامی کا ۱۹ ایک شخص نے قسم کہائی کہ فلانے شخص کو اپنی گہر نہ اُترنے دونگا پہر اوسکو اپنی گہر مین اُترتے
دیکہا اور سکوت کیا تو حانث ہوگا ۲۰ شوہر کا سکوت کرنا عورت کی ولادت کیوقت یا مبارکبادی دینے کیوقت اقرار ہے ثبوت نسب کا پہر سکوت کے بعد نفی ولد کا
اختیار نہین ۲۱ مولی کا سکوت نزدیک ولادت ام ولد کے اقرار ہے ولد کا ۲۲ قبل بیع کے مبیع کا عیب سنکر سکوت کرنا رضا بالعیب ہے بشرطیکہ مخبر عادل ہو ۲۳
سکوت باکرہ کا تزویج ولی کے معلوم ہونیکے وقت رضا ہے نکاح کی ۲۴ زوجہ نے یا اور کسی قریب نے زمین بیچی اور اوسوقت شوہر نے سکوت کیا تو یہہ سکوت
اقرار ہے اسکا کہ وہ زمین شوہر کی نہین اسی پر فتوی ہے مشائخ سمرقند کا بخلاف مشائخ بخارا کے اور اسیطرح زوجہ کا سکوت زوج کی بیع کیوقت اقرار ہے
اپنی عدم ملکیت کا ۲۵ ایک شخص نے دیکہا کہ اوسکا اسباب یا گہر کسی نے بیچا پہر مدت تک مشتری اوسپر تصرف کرتا رہا اور یہہ شخص چپ ہی تو اوسکا سکوت
اوسکو دعوی کا مسقط ہی ۲۶ شرکت عنان کے دو شریک ہین ایک نے دوسری سے کہا کہ اس لونڈی کو خاص مین اپنے واسطے لیتا ہون اور دوسرا چپ رہا
تو اسمین دونو کی شراکت نہوگی ۲۷ وکیل نے موکل سے کہا کہ فلانی چیز کو مین خاص اپنے واسطے خرید کرتا ہون اور وہ ساکت رہا تو وہ چیز وکیل ہی کی ہوگی
۲۸ صبی عاقل کو خرید فروخت کرتے دیکہکر اوسکی ولی نے سکوت کیا تو یہہ اذن ہوا ۲۹ غیر کو مشک پہاڑتے دیکہا یہانتک کہ بہ گیا جو اوسمین تہا تو یہہ
سکوت رضا ہی ۳۰ قسم کہائی کہ مملوک سے خدمت نلونگا پہر وہ بدون اوسکی امر اور نہی کے خدمت کرنے لگا اور یہہ ساکت ہی تو حانث ہوا
مسئلے جامع الفصولین وغیرہ مین تہے اور سات انکی اشباہ کے مصنف نے زیادہ کئی ۳۱ ماں نے بیٹی کے جہیز مین کچھ اسباب باپکا دیا اور باپ ساکت
ہے تو اوسکو پہیر لینا نہین پہنچتا ۳۲ ماں نے بیٹی کے جہیز مین وہ سامان دیا جسکا رواج ہی اور باپ ساکت تہا تو ماں اوسکی ضامن نہوگی ۳۳ زیور پہنے لونڈی
بیچا بدون شرط کے پہر لونڈی مشتری کو مع زیور حوالہ کی اور وہ اوسکو لیگیا اور بائع ساکت رہا تو یہہ سکوت بمنزلہ تسلیم کے زیور کا مالک مشتری
ہوگا ۳۴ اوستاد کے آگے شاگرد کا پڑہنا اور اوستاد کا چپ رہنا تو یہہ سکوت بمنزلہ نطق کے ہے قول اصح مین ۳۵ [illegible] مدعا علیہ کا ساکت ہونا
انکار ہے اور بعضون نے کہا کہ انکار نہین کذا فی قضاء الخلاصہ ۳۶ سکوت راہن کا مرتہن کے قبضہ کرتے وقت مرہون پر ۳۷ قاضی نے شاہد کا حال
مزکی سے پوچہا اور اوسنے سکوت کیا تو اوسکا سکوت تعدیل ہے شاہد کی درر مسئلے حموی نے اشباہ کے حاشیہ مین زیادہ کئے تو سب اکاون مسئلے
ہوئے جنمین سکوت برابر نطق کے ہے خوف طوالت سے اونکا مذکور کرنا ضرور نہ جانا فَاِنِ اسْتَاذَنَهَا غَيْرُ الْاَقْرَبِ كَاَجْنَبِيٍّ اَوْ وَلِيٍّ بَعِيدٍ فَلَا عِبْرَةَ
بِسُكُوتِهَا سو اگر اذن چاہا باکرہ بالغہ سے غیر ولی اقرب نے جیسے اجنبی یا ولی بعید نے اقرب ولی کے ہوتے تو اوسکی سکوت کا اوسوقت مین کچہہ اعتبار
نہین بَلْ لَا بُدَّ مِنَ الْقَوْلِ كَالثَّيِّبِ الْبَالِغَةِ بلکہ اوسوقت مین بولنا ضرور ہے مثل ثیب بالغہ کے ثیب اوس عورت کو کہتے مین جسکا ایکبار نکاح
ہوا اور صحبت بہی ہوئی پہر شوہر کی موت سے یا طلاق وغیرہ سے جدائی ہوئی لَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا اِلَّا فِي السُّكُوتِ نہین فرق دونو مین مگر سکوت مین
یعنی باکرہ بالغہ اور ثیبہ بالغہ مین سوائے سکوت اور کچہہ فرق نہین مثلا باپنے اذن نکاح کا چاہا تو اسوقت مین باکرہ بالغہ کا سکوت دلیل ہے رضا
کی اور ثیبہ کا سکوت کافی نہین بدون رضائے قولی کے لِاَنَّ رِضَاهَا يَكُونُ بِالدَّلَالَةِ كَمَا ذَكَرَهُ بِقَوْلِهِ اَوْ مَا هُوَ فِي مَعْنَاهُ مِنْ فِعْلٍ يَدُلُّ عَلَى

الرضا کطلب مہرها ونفقتها وتمکینها من الوطی ودخوله بها برضاها ضمنیة اسواسطے کہ دونوکی رضا دلالت حال سے بھی معلوم ہوتی ہے چنانچہ مصنف نے
اپنے اس قول میں بیان کیا یعنی ضرور ہے رضا قولی یا جو قول کی مانند ہے یعنی وہ فعل جو رضا پر دلالت کرے جیسے اپنا مہر مانگنا اور نفقہ مانگنا اور وطی کی
قدرت دینا اور اپنی خوشی سے شوہر سے خلوت کرنا کذا فی الظہیریة مراد دخول سے خلوت ہے نہ وطی اسواسطے کہ وطی کا ذکر اول ہوچکا وقبول التهنئة والضحك
سرورا ونحو ذلك بخلاف خدمته او قبول هديته اور مبارکبادی کو قبول کرنا اور خوشی سے ہنسنا اور مانند ان افعال کے رضامندی پر دلیل ہین
جیسے اپنا اسباب شوہر کے گہر اوٹھوا لیجانا بخلاف خدمت کرنے شوہر کے اور قبول کرنے اوسکی تحفہ کے کہ یہہ رضامندی کی دلیل نہیں ومن زالت بکارتها
بوثبة ای نطة او درور حیض او حصول جراحة او تعنیس ای کبر بکر حقیقة کتفریق بجب او عنة او طلاق او موت بعد خلوة قبل وطی جس
عورت کی بکارت زائل ہوئی یعنی شرمگاہ کا پردہ پہٹ گیا اوچہلنے کودنے سے یا حیض جاری ہونے سے یا وہان زخم لگنے سے یا زیادہ عمر ہونے سے تو وہ عورت حقیقی
باکرہ ہے کہ مطلق مرد سے خبر نہیں مانند اوس عورت کی جسکی تفریق واقع ہوئی شوہر کے مقطوع الذکر یعنی مجبوب ہونیسے یا اوسکو نامرد ہونیسے یا طلاق دینے یا مرنے شوہر
سے بعد خلوت قبل وطی کے او زنا وهذه فقط بکر حکما ان لم یتکرر ولم تحد به یا بکارت زائل ہوئی ہو زنا سے اور یہی عورت فقط حکمی باکرہ ہے یعنی
بمنزلہ باکرہ کے ہے بشرطیکہ کہ زنا کی نہوئی ہو اور زنا کی حد بھی اوسپر قائم ہوئی ہو خلاصہ یہہ کہ باکرہ حقیقی اور حکمی کا سکوت وقت استیذان ولی کے
بجای نطق کے ہے بولنا اوسکا شرط نہیں والا فثیب کموطوءة بشبهة او نکاح فاسد اور اگر چند بار زنا ہوا یا اوسپر زنا کی حد جاری کیگئی تو وہ باکرہ
نہین ثیب ہے مانند اوس عورت کے جسکی صحبت شبہہ سے ہوئی یا نکاح فاسد سے قال الزوج للبکر البالغة بلغک النکاح فسکت وقالت بل رددت
النکاح ولا بینة لهما علی ذلک ولم یکن دخل بها طوعا فی الاصح فالقول قولها بیمینها علی المفتی به کہا زوج نے باکرہ بالغہ سے کہ تجھکو
خبر پہونچی نکاح کی تو ساکت رہی اور اوسنے کہا بلکہ مین نے نکاح کو رد کیا اور حالانکہ دونو کے گواہ نہیں اپنے اس دعوی پر اور دخول بھی رضامندی
سے نہوا قول اصح مین تو لائق اعتبار کے عورت کا قول ہے اوسکی قسم کہانیکے ساتھہ بنا بر قول مفتی بہ کے یعنی اگر عورت قسم کہائیگی تو نکاح نہ ثابت
ہوگا وتقبل بینته علی سکوتها لانه وجودی بضم الشفتین اور مقبول ہونگے زوج کے گواہ زوجہ کے سکوت پر اسواسطے کہ سکوت امر
وجودی ہے بسبب ملانے دونو لبون کے یہہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ سکوت عبارت ہے عدم کلام سے پہر زوج کے گواہ نفی پر کیونکر مقبول ہونگے شارح نے
جواب دیا کہ سکوت دو لبون کے ملانے سے ہوتا ہے تو وجودی ہوا نہ عدمی ولو برهنا فبینتها اولی الا ان یبرهن علی رضاها او اجازتها اور اگر
دونو گواہ لائے تو عورت کے گواہ اولی ہین لیکن اگر شوہر گواہ لایا عورتکی رضامندی پر یا اوسکی اجازت پر تو شوہر کے گواہ اولی ہونگے کما لو زوجها
ابوها مثلا فادعی عدم بلوغها فقالت انا بالغة والنکاح لم یصح وهی مراهقة وقال الاب او الزوج بل هی صغیرة فان القول لها
ان ثبت ان سنها تسع چنانچہ اگر نکاح کر دیا عورت کا مثلا اوسکی باپ نے نابالغہ جانکر سو عورت نے کہا کہ مین تو بالغہ ہون اور نکاح صحیح نہین اور حالانکہ
وہ قریب البلوغ ہے اور کہا باپ نے یا زوج نے بلکہ یہہ صغیرہ ہے تو اس صورتمین بھی معتبر قول عورت ہی کا قول ہوگا اگر یہہ ثابت ہو کہ عورتکی عمر نو
برسکی ہے وکذا لو ادعی المراهق بلوغه اور اسیطرح اگر دعوی کیا صبی قریب البلوغ نے اپنے بلوغ کا یعنی باپ نے اپنی بیٹی کی کوئی چیز بیچی
بیٹا بولا کہ مین بالغ ہون بدون میری مرضی بیع صحیح نہین اور باپ یا مشتری نے کہا بلکہ وہ نابالغ ہے تو قول بیٹے کا معتبر ہوگا ولو برهنا فبینة
البلوغ اولی اور اگر باپ بیٹے دونو نے گواہ گذرانے تو گواہ بلوغ کے اولی ہونگے علی الاصح قول صغیرہ یا صغیر کا معتبر ہے بنا بر مذہب اصح
کے اور غیر اصح مین قول باپ کا معتبر ہے بخلاف قول الصغیرة رددت حین بلغت وکذبها الزوج فالقول له لانکاره زوال ملکه
بخلاف اس قول صغیرہ کے کہ مین نے نکاح رد کیا جب مین بالغ ہوئی اور زوج اوسکی تکذیب کرتا ہو تو یہان معتبر قول زوج کا قول ہوگا اسواسطے کہ
زوج اپنے زوال ملک کا منکر ہے اور صغیرہ مدعی ہے ظاہر مین اور حالانکہ لائق اعتبار کے منکر کا قول ہوتا ہے نہ مدعی کا ولو اختلفا بعد زمان
البلوغ ولو حالة البلوغ فالقول لها شرح وهبانیة فلیحفظ لائق اعتبار کے قول زوج کا ہے اگر صغیرہ اور زوج مین اختلاف ہوا بعد

زمانِ بلوغ کے اور اگر وقت بلوغ کے اختلاف ہوا تو قول صغیرہ کا معتبر ہوگا کذا فی شرح الوہبانیہ سو اسکو یاد رکھنا چاہئے وللولی الآتی بیانہ انکاح الصغیر و
الصغیرۃ جبراً ولو ثیباً کمعتوہ و مجنون شہراً اور واسطے اوس ولی کے جسکا بیان آگے آویگا اختیار ہے صغیر اور صغیرہ کے نکاح کر دینے کا زبردستی
اگرچہ صغیرہ ثیب ہو مانند احمق بدتدبیر اور مجنون کے جسکا جنون مہینہ بھر برابر رہتا ہو ولزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مہرھا و زیادۃ مہرہ
او زوّجھا بغیر کفو ان کان الولی المزوّج بنفسہ بغبن اباً او جداً وکذا المولی وابن المجنونۃ اور لازم ہوگا نکاح یعنی صغیر اور صغیرہ کو
فسخ کا اختیار نہین ہوگا بعد بلوغ کے اگرچہ نکاح نقصان صریح سے ہوا ہو اسطرح کہ صغیرہ کا مہر کم کر دیا ہو اور صغیر کا زیادہ یا اگرچہ صغیرہ کا نکاح غیر کفو
سے کر دیا ہو اگر ولی جسنے نکاح بذاتِ خود صریح نقصان سے کیا ہو باپ ہو یا دادا اور اسیطرح مولی بھی جسنے صغیر اور صغیرہ غلام لونڈی کا نکاح کر کے
آزاد کیا اور اسیطرح مجنونہ کا بیٹا ولو یُعرف منہما سوء الاختیار مجانۃ و فسقاً وان عُرف لا یصح النکاح اتفاقاً ایسے باپ یا دادا کا نکاح
کر دینا لازم ہے جنکی بدتدبیری از راہ بیباکی اور فسق کے معروف نہین اور اگر اونکی بدتدبیری معروف ہو تو نکاح صحیح نہین باتفاق امام اور صاحبین کے و
کذا لو کان سکران فزوّجھا من فاسق او شریر او فقیر او ذی حرفۃ دنیۃ لظہور سوء اختیارہ فلا یعارضہ شفقتہ المظنونۃ
اور اسیطرح بالاتفاق نکاح صحیح نہین اگر باپ یا دادا مست ہو پھر صغیرہ کا نکاح کر دے فاسق سے یا شریر سے یا محتاج سے جو مہر اور نفقہ دینے پر قادر نہین
یا ذلیل کسب والے سے جیسے خاکروب اور موچی اور جُلاہا نکاح صحیح نہوگا بسبب ظاہر ہو جانے اوسکی بدتدبیری کے سو ولی کی شفقت مظنون معارض نہوگی
اوسکی بدتدبیری کی یعنی ان صور تو نمین ولی کی حماقت کھل گئی گمان شفقت زائل ہو گیا وان کان المزوّج غیرھما ای غیر الاب و ابیہ ولو الام
او القاضی او وکیل الاب لکن فی النہر بحثاً انہ لو عیّن لوکیلہ القدر صح لا یصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلاً اگر نکاح
کر دینے والا باپ دادے کے سوا ہو اگرچہ ما ہو یا قاضی یا باپ کا وکیل لیکن نہر الفائق مین بحث کر کے کہا کہ اگر باپ نے اپنے وکیل سے مہر کی مقدار معین
کر دی تو نکاح صحیح ہوگا تزویج غیر اب اور جد سے نکاح صحیح نہین غیر کفو سے یا صریح نقصان سے ہرگز وما فی صدر الشریعۃ صح ولہما فسخہ وہم
اور جو کہ کتاب صدر الشریعت مین ہے کہ غیر اب و جد کا غیر کفو یا نقصان صریح سے نکاح کر دینا صحیح ہے اور صغیر اور صغیرہ کو بعد بلوغ کے فسخ کا اختیار
ہے سو یہہ قول خطا ہے ہرگز یہہ نکاح صحیح نہین کذا فی فتح القدیر و غایۃ البیان وان کان من کفو و بمہر المثل صح ولکن لہما ای لصغیر و صغیرۃ
و مُلحق بہما خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ لقصور الشفقۃ اور اگر تزویج غیر اب جد کی کفو سے ہو اور ساتھ
مہر مثل کے تو نکاح صحیح ہے ولیکن اون دونو کو یعنی صغیر اور صغیرہ اور اونکے ملحق کو یعنی احمق اور مجنون کو اختیار ہے نکاح فسخ کر دینے کا اگرچہ بعد دخول
کے ہو فسخ کا اختیار ہے بالغ ہونیکے وقت یا بعد بالغ ہونیکے نکاح معلوم ہونیکے وقت یعنی اگر اول سے نکاح کا علم تھا تو بلوغ کیوقت اختیار ہے اور اگر نکاح اول
معلوم نتھا تو بعد بلوغ کے بھی معلوم ہونے تک اختیار ہے بسبب کم مہری ولی کے یعنی باپ دادا کی برابر اور اولیا کو مہربانی نہین ہوتی تو اسواسطے صغیر
اور صغیرہ کو وقت بلوغ کے اختیار دیا چاہین نکاح رکھین چاہین توڑ دین ویُغنی عنہ خیار العتق اور اختیار آزادی کا اختیار بلوغ سے بے پروا
کرتا ہے مثلاً صغیرہ لونڈیکا مالک نے نکاح کر دیا پھر اوسکو قبل بلوغ آزاد کیا تو بلوغ کیوقت اوسمین دو اختیار جمع ہوئے خیار بلوغ اور خیار عتق سو
ایسی صورتمین کون سے فسخ کا اختیار ہوگا خیار بلوغ سے یا خیار عتق سے شارح نے جواب دیا کہ ہوتی خیار عتق کے خیار بلوغ کی کچھ حاجت نہین
بسبب قوی ہونے خیار عتق کے اسواسطے کہ خیار عتق بسبب سکوت اور قیام مجلس کے باطل نہین ہوتا بخلاف خیار بلوغ کے اور حق یہہ ہے کہ اس صورتمین
خیار بلوغ مطلق نہین اسواسطے کہ تزویج مولی کی برابر تزویج اب اور جد کے ہے اور حالانکہ وہان بلوغ کیوقت پر فسخ کا اختیار نہین کذا فی حاشیۃ المدنی
ولو بلغت وھو صغیر فُرّق بینہما بحضرۃ ابیہ او وصیہ بشرط القضاء للفسخ فیتوارثان فیہ ویلزم کل المہر اور اگر بالغ ہوئی
زوجہ اور زوج صغیر ہے اور زوجہ نے نکاح توڑنا چاہا تو تفریق کروائی جاویگی دونو صغیر کے باپکے روبرو یا اوسکے وصی کے روبرو بشرط حکم
قاضی کے واسطے فسخ کے تو دونو باہم وارث ہونگے ایک دوسرے کے نکاح مین اور لازم ہوگا تمام مہر یعنی وقت بلوغ صغیرہ کے قاضی نے نکاح فسخ

کیا یہانتک کہ دونوین سے کوئی مرگیا تو بسبب نکاح باقی رہنے کے ایک دوسرے کا وارث ہوگا اور تمام مہر لازم آویگا اسواسطے کہ موت بمنزلہ دخول کے ہی مہر پورا کرتی ہین ثم الفرقۃ ان من قبلہا ففسخ لا ینقص عدد الطلاق پھر جدائی اگر عورت کے جانب سے ہو تو فسخ ہی نکاح کا کم نہین کرتا طلاق کے عدد کو یعنی اگر حرہ سے بعد فسخ کے بخوشی اوسکے نکاح کیا تو زوج پوری تین طلاق کا مالک ہوگا یہان وہ فرقت مراد ہی جو غیر سے خیار بلوغ کی کہ وہ تو محض فسخ سے طلاق کا اوسمین احتمال نہین ولا یلحقہا طلاق الا فی الردۃ اور نہین لاحق ہوتی طلاق اوس عورت کو جو فسخ کی عدت مین ہے مگر مرتد ہوجانے مین طلاق لاحق ہوتی ہے یعنی ارتداد عورت کا اگرچہ فسخ ہی لیکن مرتدہ کی عدت مین طلاق پڑسکتی ہے وان من قبلہ فطلاق اور اگر فرقت جانب زوج سے ہی تو طلاق ہے فرقت زوج سے مراد وہ فرقت ہی جو عورت کی طرف سے نہوسکے تو تقبیل ابن اسلام اور ارتداد اور خیار بلوغ وغیرہ کی فرقت نکل گئی اسواسطے کہ اس قسم کی فرقت طلاق نہین بلکہ فسخ ہی کیونکہ عورت اور مرد دونو کی طرف سے یہ فرقت ہوتی ہی فقط مرد ہی کو خاص نہین الا بملک او ردۃ او خیار عتق مرد کی طرف کی فرقت طلاق ہی لیکن ملک یا ارتداد یا خیار عتق مین طلاق نہین ملک کی صورت یہہ کہ اگر مرد نے لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسکو مول لیا تو نکاح فسخ ہوگیا تو جدائی مرد کیطرف سے ہوئی اور طلاق نہوئی بلکہ فسخ ہوا اور ارتداد زوج بھی فسخ ہی طلاق نہین اور ذکر خیار عتق مین شارح سے سہو ہوا اسواسطے کہ غلام کو خیار عتق نہین ہوتا چنانچہ اسکی تصریح باب نکاح الرقیق مین آویگی ولیس لنا فرقۃ منہ ولا مہر علیہ الا اذا اختار نفسہ بخیار عتق اور نہین ہے ہم حنفیون کے نزدیک کوئی جدائی زوج کیطرف سے جسمین زوج پر مہر نہو مگر جبکہ اختیار کرے اپنی ذات کو خیار عتق سے شارح کو لازم تہا کہ بجای خیار عتق کے خیار بلوغ کہتا چنانچہ ابھی اسکا ذکر ہوچکا یعنی زوج کیطرف کی سب جدائیون مین زوج پر مہر دینا واجب ہی سوای خیار بلوغ کے کہ اوسمین مہر ساقط ہی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وشرط للکل القضاء الا ثمانیۃ اور مشروط ہے سب جدائیون کیواسطے حکم قاضی کا مگر آٹھ جدائیون مین قاضی کا حکم شرط نہین ونظمہ فی النہر فقال اور نظم کیا ہی اسکو نہر الفائق مین سو یون کہا اوسکی مصنف نے فرق النکاح اتتک جمعا نافعا ۔ فسخ طلاق وھذا الذی یحکیہا جدائیان نکاح کی آئین تیرے پاس مجموع نافع ہوکر اور وہ دو جنس ہین منحصر مین فسخ یا طلاق اور یہہ نظم جو نفاست مین موتی کی مانند ہی انکو بیان کرتی ہے تباین الدار مع نقصان مہر کذا ۔ فساد عقد و فقد الکفو یتبعہا اول فرقت تباین دار دوسری فرقت کمی مہر کے ساتھہ نکاح کے اسیطرح تیسری فرقت فساد عقد اور چوتھی فرقت فقدان کفو کا عورت کو خبر موت کی سنانا ہی تباین دار مثلا عورت دار الحرب چھوڑ کر دار الاسلام مین آئی مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر تو اپنی شوہر سے جدا ہوگئی اگر حاملہ نہو تو فی الفور اوسکا نکاح درست ہی دوسری فرقت نقصان مہر سے یعنی عورت نے اپنا نکاح مہر مثل سے کم کرلیا تو ولی دونوین تفریق کرواویگا اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو کچھہ مہر نپاویگی اور اگر بعد دخول کے تفریق ہوئی تو مہر مسمی پاویگی تیسری فرقت فساد عقد کی جیسے لونڈی سے نکاح حرہ پر چوتھی فرقت فقدان کفو کی یعنی جب عورت نے نکاح غیر کفو سے کرلیا تو اولیا کو فسخ کرادینے کا حق ہے تقبیل سبی واسلام المحارب ۔ ارضاع ضرتہا قد عد فیہا پانچوین فرقت تقبیل کی چھٹی فرقت سبی کی ساتوین فرقت اسلام حربی کی آٹھوین فرقت سوت کے دودھ پلانیکی اسلام اور ارضاع بھی اونہین مین معدود ہین تقبیل کی فرقت یعنی بوسہ لینے سے نکاح ٹوٹنا مراد تقبیل سے جو عمل کہ حرمت مصاہرت کا باعث ہو مثلا عورت نے شوہر کے بیٹے کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا تو نکاح ٹوٹ گیا یا شوہر نے زوجہ کی بیٹی کا مساس کیا تو نکاح فسخ ہوگیا سبی کی فرقت یعنی عورت کا قید ہوکر دار الاسلام مین آنا ناظم سے یہان سہو ہوا اسواسطے کہ باب نکاح الکافرین مین معلوم ہوگا کہ عورت تباین دارین سے جدا ہوتی ہی سبی سے جدا نہین ہوتی اور اگر سبی مع تباین دار مراد لیجئے تو فقط تباین دار فرقت مین کافی ہے سبی کی کچھہ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی اسلام حربی کی فرقت یعنی شوہر حربی مسلمان ہوا اور عورت کے تین حیض ہوچکے یا تین مہینے گذر گئے تو یہہ جدائی فسخ ہے ارضاع کی فرقت یعنی جوان عورت نے اپنی صغیرہ سوت کو دودھ پلایا جسکی عمر دو برس سے کم تھی تو دونو کا نکاح فسخ ہوگیا ۔ خیار عتق بلوغ ردۃ وکذا ۔ ملک لبعض و ملک الفسخ یحصیہا نوین

فرقت خیار عتق کی دسوین فرقت خیار بلوغ کی گیارہوین فرقت ارتداد کی بارہوین فرقت ملک بعض کی ان سب جدائیونکو فسخ کہتے ہین یعنی یہہ سب جدائیان جو مذکور ہوئین فسخ ہین طلاق نہین خیار عتق کی فرقت فقط عورت کی طرف سے ہوتی ہے نہ مرد کیطرف سے چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا بخلاف اگلی جدائیون کے کہ وہ دونو طرف سے ہوتی ہین ملک بعض کی فرقت یعنی زوج زوجہ کا مالک ہوا یا زوجہ زوج کی مالک ہوئی کل ملکیت ہو یا بعض نکاح نرہیگا ناظم نے ملک بعض کو اسواسطے بیان کیا کہ جب ملک بعض سے فرقت ہوئی تو ملک کل سے بطریق اولی ہوگی ٥ اَمَّا الطَّلَاقُ فَجَبٌّ وَعُنَّةٌ وَكَذَا ایلاءٌ ولعانٌ ذالك مثلها اور جو جدائیان کہ طلاق ہین وہ چار ہین مجبوب ہونا اور عنین ہونا اور ایلاء اور لعان یہہ حکم مین ما قبل کا تابع ہے مجبوب ہونیکی جدائی یعنی عورت نے مرد کو مقطوع الذکر والخصیتین پایا اور اسیطرح عنین یعنی نامرد پانیکی جدائی اور ایلا کی فرقت یعنی مرد نے چار مہینے صحبت نکرنیکی قسم کہائی اور چار مہینے بدون جماع گذر گئے لعان کی جدائی یعنی مرد نے عورت کو بدکاری کی نسبت کی بدون گواہون کے پہر کاذب پر لعنت کرکے دونون جدائی ہوگئی یہہ سولہ قسم کی جدائیان مذکور ہوئین ان مین سے بارہ جدائیان فسخ ہین اور چار جدائیان طلاق ٥ قضاءُ قاضٍ اِنْ شرطٌ لِلجمیع خلا عتقٍ ومِلكٍ واسلامٍ اِنْ فیهما حکم قاضی کا سب ان جدائیون مین شرط ہے سوائے خیار عتق اور ملک اور اسلام کے ان دونین ہرانگلی چیزین ہین ٥ تقبیلُ سبيٍ مَعَ الاِیلاءِ یا اَمَلٍ + تباینٌ مع فسادِ العقد یُدْنیهما اور تقبیل اور سبی ساتھ ایلاء کے ای میری امید گاہ اور تباین دارین ساتھ فساد عقد کے یہہ فساد عقد عورت کو اوسکے مرتبہ سے اوتارتا ہی یعنی کوئی فرقت بدون حکم قاضی کے تمام نہین ہوتی زوجین کو قاضی کے پاس رجوع کرنا ضرور ہے لیکن ان آٹھ جدائیون مین قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہین ١ فرقت خیار عتق کی ٢ ملک کی ٣ فرقت اسلام حربی کی ٤ فرقت تقبیل وغیرہ کی ٥ فرقت سبی کی ٦ فرقت ایلا کی ٧ فرقت تباین دارین کی ٨ فرقت فساد عقد کی ویبطل خیارُ البکرِ بالسکوتِ لو مختارةً عالمةً باصل النکاح اور باطل ہوتا ہی اختیار باکرہ کا بشرطیکہ مختار ہو سکوت مین معذور نہو اور اصل نکاح کا علم رکھتی ہو تو اگر چھینک اور کھانسی آنے سے یا کسیکی منہ بند کر لینے سے بول نسکے تو یہہ سکوت عذری ہے مبطل خیار کا نہین اور علم نکاح کا اسواسطے شرط ہوا کہ بدون دانست کے تصرف ممکن نہین لیکن ثبوت اختیار کا علم شرط نہین ولو سألتْ عن قدرِ المهرِ قبلَ الخلوةِ اوعن الزوجِ او سلّمت علی الشهودِ لم یبطل خیارُها فرعاً اور اگر باکرہ نے مقدار مہر کی پوچھی قبل خلوت کے یا زوج کا حال پوچھا یا سلام کیا شاہدون کو تو ایسی کلام سے اوسکا اختیار باطل نہین ہوتا چنانچہ یہہ روایت نہر الفائق مین ہے بحث کے ساتھہ ولا یمتدُّ الی آخرِ المجلسِ لانه کالشفعةِ اور خیار بلوغ کا ممتد نہین ہوتا آخر مجلس تک اسواسطے کہ خیار بلوغ کا مانند حق شفعہ کے ہی یعنی جس مجلس مین عورت کو بلوغ ہوا یا علم نکاح کا ہوا تو فورا اظہار کرے اگر سکوت کریگی تو ساعت نہوگی جیسے حق شفعہ کا بعد علم بیع کے سکوت سے باطل ہوجاتا ہی ولو اجتمعت معه تقول اطلبُ الحقینِ ثم تبدأ بخیارِ البلوغ لانه دینیٌّ وتُشهدُ قائلةً بلغتُ الآنَ ضرورةَ احیاءِ الحقِّ اور اگر حق شفعہ خیار بلوغ کے ساتھہ جمع ہوا تو کہے مین دو حق طلب کرتی ہون پہر بیان مین ابتدا اختیار بلوغ سے کرے اسواسطے کہ یہہ دینی امر ہی اور گواہ کرے اپنی بلوغ پر یون کہتی ہوئی کہ مین اب بالغ ہوئی یہہ کہنا احیاء حق کی ضرورت کے سبب سے ہی بحر الرائق مین کہا کہ جب سے خون حیض دیکہے طلب کرے پہر اگر رات کو دیکہے تو زبان سے یون طلب کرے کہ مین نے نکاح فسخ کیا اور صبح کو گواہ کرے اور کہے کہ مین نے خون اب دیکہا اسواسطے کہ حیض ہر دم اندر کا اندر جاری رہتا ہی صبح کو یہہ کہنا کہ مین نے اب دیکہا کذب نہین علاوہ اسکے بضرورت احیاء حق اسمین کذب بہی روا ہی چنانچہ امام محمد سے مروی ہے کذا فی حاشیة الدرر وان جهلت به لتفرغها للعلم بخلاف خیار المعتقةِ فانه یمتدُّ لشغلها بالمولی یعنی سکوت سے خیار بلوغ کا باطل ہوجاتا ہی اگرچہ حرہ باکرہ حق خیار سے جاہل ہو بسبب فارغ رہنے حرہ کے احکام شرعی کے دریافت کیواسطے بخلاف آزاد عورت کی خیار کے کہ اوسکو امتداد ہو دریافت ہونی تک بسبب مصروف رہنے لونڈی کے خدمت مولی مین یعنی دار الاسلام مین حرہ کا جہل عذر نہین اسواسطے کہ وہ اپنی جان کی مالک تہی کیون نہ اوسنے احکام شرعیہ کو سیکہا اور لونڈی کا جہل عذر ہی اسواسطے کہ اوسکو مالک کی خدمت سے فراغت نتہی کہ احکام

شرعیہ کو سیکھتی وخیار الصغیر والثیب اذا بلغا لا یبطل بالسکوت بلا صریح رضا او دلالۃ علیہ کقبلۃ ولمس ودفع مہر اور خیار صغیر
اور ثیب کا جبکہ وہ بالغ ہوں باطل نہیں ہوتا سکوت سے بدون صریح رضامندی کے یا جو فعل کہ رضامندی پر دلالت کرے جیسے بوسہ لینا اور مساس کرنا
اور مہر کا دینا یعنی لڑکا نابالغ تھا اور ثیب بھی صغیرہ تھی اونکا نکاح غیر اب وجد نے کر دیا تو اونکا خیار بمجرد بالغ ہونے کے باطل نہیں ہوتا ولا یبطل
بقیامہما عن المجلس لان وقتہ العمر فیبقی حتی یوجد الرضا اور اختیار باطل نہیں ہوتا دونوں کے کھڑے ہونے سے مجلس میں سے اسواسطے کہ
اونکے خیار کا وقت تمام عمر ہے سو باقی رہیگا اختیار جبتک رضامندی پائی جاوے ولو ادعت التمکین کرہا صدقت اور اگر شوہر نے بعد
ہونے ثیبہ کے جماع کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ وہ ہونا جماع پر زبردستی سے تھا تو عورت کی تصدیق کیجاویگی اسواسطے کہ ظاہر حال اوسکا مصدق ہے
ومفادہ ان القول لمدعی الاکراہ ولو فی حبس الوالی فلیحفظ اور حاصل کلام سابق کا یہ ہے کہ جو دعوی کرے زبردستی کا اوسکا قول لائق
اعتبار کے ہے اگرچہ مدعی حاکم کی قید میں ہو سو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ ولی نکاح میں نہ مال میں وہ ہے
جو عصبہ ہو بذات خود یہ تعریف ہے نکاح کے ولی کی مال کے ولی کی تعریف آگے آویگی عصبہ بنفسہ کی قید سے عصبہ مع غیرہ نکل گیا جیسے بہن بیٹی کے ساتھ
عصبہ ہوتی ہے وہو من یتصل بالمیت حتی المعتقۃ بلا توسط انثی بیان لما قبلہ اور عصبہ بنفسہ وہی جو لگاو رکھے میت سے حتی کہ آزاد عورت
بدون واسطہ عورت کے کہا شارح نے کہ بلا توسط انثی بیان ہے ماقبل کا یعنی عصبہ بنفسہ کا مثلا باپ اور بیٹا اور مولی عصبہ بنفسہ ہیں کہ باپ کا اتصال
بیٹے سے اور بیٹے کا اتصال باپ سے اور مولی کا اتصال آزاد عورت سے بے واسطہ عورت کے ہے نہیں شارح کو مناسب تھا کہ تعریف عصبہ بنفسہ میں میت کا لفظ
نہ کہتا اسواسطے کہ نکاح میں میت سے کیا علاقہ ہے بلکہ لائق تہا کہ یوں تعریف کرتا کہ عصبہ بنفسہ وہی ہے جو غیر مکلف سے بلا واسطہ عورت کے اتصال رکھے کذا
فی حاشیۃ المدنی علی ترتیب الارث والحجب فیقدم ابن المجنونۃ علی ابیہا لانہ یحجبہ حجب نقصان ولایت نکاح کی اوپر ترتیب میراث
اور حجب کے ہے تو مقدم ہوگا مجنونہ کا بیٹا مجنونہ کے باپ پر اسواسطے کہ بیٹا حاجب ہوتا ہے باپ کا حجب نقصان کر اگر بیٹا نہوتا تو باپ سب مال پاتا اور
بیٹے کے ہونے سے کل نپاویگا چھٹا حصہ پاویگا تو بیٹے کے سبب حجب نقصان ہوا اسواسطے ولایت بیٹے کی باپ پر مقدم ہوئی بشرط حریۃ وتکلیف و
اسلام فی حق مسلمۃ تزید التزوج وولد مسلم لعدم الولایۃ عصبہ بنفسہ ولی ہے بشرط حر ہونے اور مکلف ہونے اور مسلمان ہونے کے
عورت مسلمان کے حق میں کہ ارادہ نکاح کا رکھتی ہے اور اسلام شرط ہے ولد مسلم کے حق میں اسواسطے کہ کافر کی ولایت مسلمان پر نہیں اور عبد اور صغیر کو
تو مطلق ولایت نہیں، وکذا لا ولایۃ فی نکاح ولا مال لمسلم علی کافرۃ الا بالسبب العام بان یکون المسلم سید امۃ کافرۃ او سلطانا
او نائبہ او شاہدا یعنی جیسے کافر کو مسلم پر ولایت نہیں ویسی ہی مسلم کو نکاح اور مال میں کافرہ پر ولایت نہیں مگر عام سبب سے البتہ ولایت ہے سبب
عام یہ کہ مسلم مالک ہو کافر لونڈی کا یا بادشاہ ہو یا اوسکا نائب ہو جیسے قاضی یا شاہد ہو وللکافر ولایۃ علی کافر مثلہ اتفاقا اور کافر کو ولایت
ہے اپنے سے کافر پر بالاتفاق اصل کفر میں مماثلت چاہیے گو ملت ہر ایک کی جدا ہو تو نصرانی کو یہودی کی بیٹی پر ولایت ہے فان لم یکن عصبۃ
فالولایۃ للام ثم لام الاب فی القنیۃ عکسہ ثم للبنت ثم لبنت الابن ثم لبنت البنت ثم لبنت ابن الابن ثم لبنت بنت
البنت وہکذا ثم للجد الفاسد سو اگر عورت کا کوئی عصبہ نہو تو ولایت نکاح کی ماں کو ہے پھر دادی کو اور قنیہ میں اسکے برعکس ہے یعنی اول دادی
پھر ماں پھر دادی کے بعد ولایت ہے بیٹی کو مجنون اور مجنونہ کی پھر پوتی کو پھر نواسی کو پھر پرپوتی کو پھر پرنواسی کو اسیطرح آخر فروع تک پھر ولایت نانا
کو ثم للاخت لاب وام ثم للاخت لاب ثم لولد الام الذکر والانثی سواء ثم لاولادہم پھر نانا کے بعد ولایت ہے سگی بہن کو پھر
سوتیلی بہن کو پھر مادری اولاد کو اونمیں مرد عورت برابر ہیں پھر مادری اولاد کی اولاد کو ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال ثم الخالات
ثم بنات الاعمام وبہذا الترتیب اولادہم شمنی پھر ولایت ہے بقیہ ذوی الارحام کو یعنی پھوپھیوں کو پھر ماموں کو پھر خالاوں کو پھر چچا کی بیٹیوں
کو اور اسی ترتیب سے اونکی اولاد کو ولایت ہے یعنی پھوپھیوں کی اولاد کو پھر ماموں کی اولاد کو وعلی ہذا القیاس کذا فی الشمنی ثم لمولی الموالاۃ

پہر ولایت ہے موسلے موالات کو موسلے موالات اوسکو کہتے ہین کہ جسکے ہاتھہ پر کوئی کافر مسلمان ہوا مثلاً زید کے ہاتھہ پر خالد مسلمان ہوا اور وہ مجہول النسب
تہا اور وہ مرگیا اور اوسکی بیٹی صغیرہ ہے سو اوسکی نکاح کی ولایت زید کو ہوگی ثم للسلطان ثم لقاض نص له عليه في منشوره ثم لنوابه
ان فوض له ذلك والا لا پہر ولایت بادشاہ کو پہر قاضی کو جسکی سند قضا مین تصریح کردی گئی ہے نکاح صغار کی ولایت پر پہر قاضی کے نائبون کو
اگر قاضی کو تزویج صغار کا حکم ہوا ہو بادشاہ کیطرف سے اور اگر قاضی کو تزویج صغار کا حکم نہو تو قاضی کے نائبون کو تزویج صغار کی درست نہین
وليس للوصي من حيث هو وصي ان يزوج اليتيم مطلقا وان اوصى اليه الاب بذلك على المذهب اور جائز نہین وصی کو وصی
ہونیکی راہ سے یہہ کہ نکاح کرے یتیم کا کسیطرح اگرچہ اوسکو باپ نے نکاح کردینے کی وصیت کی ہو بنا بر قوی مذہب کے نعم لو كان قريبا او حاكما
يملكه بالولاية كما لا يخفى ہان اگر وصی قرابت دار یا حاکم ہو تو مالک ہوگا تزویج کا بسبب ولایت کے نہ بسبب وصی ہونیکا چنانچہ یہہ مخفی نہین **فروع**
مسائل المحو شارح کے ليس للقاضي تزويج الصغيرة من نفسه ولا ممن لا تقبل شهادته له كما في معين الحكام جائز نہین قاضی کو
تزویج صغیرہ کی اپنی ذات سے نہ اوس سے کہ جسکی گواہی اوسکے حق مین مقبول نہین جیسے باپ اور بیٹا کما فی معین الحکام واقره المصنف وبه علم ان فعله
حكم وان عري عن الدعوى اور ثابت رکہا ہی مسئلہ سابقہ کو مصنف نے اپنی شرح مین اور اوس سے معلوم ہوا کہ قاضی کا فعل بھی حکم ہے اگرچہ
خالی ہے دعوی سے صغيرة زوجت نفسها ولا ولي ولا حاكم ثمه توقف ونفذ باجازته بعد بلوغها لان له مجيزا وهو السلطان
صغیرہ نے نکاح کیا اپنا اور وہان کوئی ولی اور حاکم یعنی قاضی وغیرہ نہین تو یہہ نکاح موقوف رہیگا اور نافذ ہوگا بسبب اجازت صغیرہ کے بعد بالغ ہونے
کے یہہ نکاح باطل نہین بلکہ موقوف ہی اسواسطے کہ اوسکا اجازت دینے والا موجود ہے اور وہ بادشاہ ہی یہہ جواب ہی سوال مقدر کا کہ یہہ نکاح
موقوف نہین بلکہ باطل ہے اسواسطے کہ صدور عقد کے وقت اگر اوسکا کوئی مجیز نہو تو وہ عقد باطل ہے شارح نے جواب دیا کہ یہہ باطل نہین کہ اسکا
مجیز بادشاہ ہی ولو زوجها وليان مستويان قدم السابق فان لم يدر او وقعا معا بطلا اور اگر اوسکا نکاح دو برابر کے ولیون نے
کردیا تو پہلا نکاح مقدم کیا جائیگا اور اگر نہ معلوم ہو کہ پہلا کون اور پچھلا کون ہے یا دونو نکاح ساتھہ ہی ہوے تو دونو باطل ہون گے دو برابر کے
ولی جیسے دو بہائی یا دو چچا وللولي الابعد التزويج بغيبة الاقرب فلو زوج الابعد حال قيام الاقرب توقف على اجازته اور جائز
ہے ولی ابعد کو نکاح کردینا ولی اقرب کے غائب ہونے مین سو اگر نکاح کردیا ابعد نے اقرب کے موجود ہوتے ہوے تو نکاح موقوف رہیگا اوسکی اجازت
مثلاً سوتیلے بہائی نے نکاح کردیا سگے بہائی کے ہوتے تو نکاح موقوف رہیگا چاہے سگا بہائی جائز رکہے چاہے باطل کردے ولو تحولت الولاية
اليه لم يجز الا باجازته بعد التحول قهستاني وظهيرية اور اگر پہر آئی ولایت ابعد کیطرف تو بھی نکاح نہ جائز ہوگا مگر ابعد کی اجازت سے بعد
پہر آنے ولایت کے کذا فی القهستانی والظهیریۃ یعنی ابعد نے اقرب کے ہوتے نکاح کردیا پہر اقرب مرگیا یا بالکل غائب ہوگیا تو اب ولایت ابعد پر
پہر آئی تو بہی نکاح جائز نہوگا بدون اوسوقت کی اجازت کے مسافة القصر واختار في الملتقى ما لم ينتظر الكفو الخاطب جوابه واعتمده
الباقاني ونقل ابن الكمال ان الفتوى عليه تزویج ابعد کی جائز ہے جب اقرب غائب ہو بمقدار مسافت قصر کے یعنی تین شبانہ روز اور
تبیین مین ہے کہ اسی پر فتوی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور اختیار کیا ملتقی مین کہ غیبت کی مقدار یہانتک ہو کہ کفو منگنی کرنے والا ولی
اقرب کے جواب کا منتظر نہ رہ سکے اور اسی پر باقانی نے اعتماد کیا اور نقل کیا ابن کمال نے کہ اسی روایت پر فتوی ہے بحر الرائق مین کہا کہ
تعریف غیبت مین تصحیح مختلف ہے تو اوس روایت پر فتوی دینا بہتر ہے کہ جسپر اکثر مشائخ ہین یعنی ملتقی کی روایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی
وثمرة الخلاف فيمن اختفى في المدينة هل تكون غيبة منقطعة اور ثمرہ اختلاف بین القولین کا اوس ولی اقرب مین ظاہر ہوگا
جو چہپ رہا شہر مین اسطرح کہ معلوم نہین ہوسکتا آیا یہہ اختفا غیبت منقطعہ ہے یا نہین تو بموجب روایت متن کے اس صورت مین ابعد
کی تزویج نہ جائز ہوگی اسواسطے کہ مسافت قصر کی نہین اور بموجب روایت ملتقی کی جائز ہے اگر کفو انتظار نکرسکے ولو زوجها الاقرب

حيثُ هو جازَ النكاحُ على القولِ الظاهرِ ظهيريةٌ اگر نکاح کیا عورت کا ولی اقرب نے جہان کہ وہے یعنی اپنے محل غیبت مین تو یہہ نکاح جائز ہوگا
بنابر قول ظاہر کے کذا فی الظہیریۃ اور نہر الفائق مین کہا کہ یہہ نکاح جائز نہین اسواسطے کہ بسبب غیبت کے ولایت منقطع ہوگئی چنانچہ محیط اور مبسوط مین ہے
کذا فی حاشیۃ المدنی ويثبتُ للابعدِ من اولياءِ النسبِ شرح الوهبانية لكن في القهستاني عن الغياثِ لو لم يزوِّج الاقربُ
زوَّج القاضي عند فوتِ الكفوِ اور ثابت ہی ابعد کو اولیاے نسبی سے تو بادشاہ اور قاضی نکل گیا کذا فی شرح الوہبانیۃ لیکن قہستانی مین غیاث المفتیین
سے نقل کیا کہ اگر نہ نکاح کرے ولی اقرب تو قاضی نکاح کرے جب خوف ہو کفو کے نکلنے کا التزويجُ بعضلِ الاقربِ اي بامتناعِه عن التزويجِ
اجماعاً خلاصه یعنی ثابت ہی ابعد کو نکاح اقرب کے روکنے سے یعنی اوسکے امتناع تزویج سے ابعد کو نکاح کر دینا ثابت ہی بالاجماع کذا فی الخلاصۃ
یعنی جب اقرب نے بالکل نکاح کو روک دیا تو ولایت سے معزول ہوا تو اسوقت مین ابعد قائمقام اقرب کے ہوگا ولا يبطلُ تزويجُه السابقُ بعودِ الاقربِ
لحصولِه بولايةٍ تامّةٍ اور نہ باطل ہوگی غیبت اقرب مین تزویج ابعد کی جو سابق ہو چکی اقرب کے پہر آنے سے بسبب حاصل ہونے تزویج کے پوری
ولایت سے وَلي المجنونةِ والمجنونِ ولو عارضاً في النكاحِ اما التصرفُ في المالِ فللابِ اتفاقاً ابنُهما وان سفلَ دونَ ابيهما كما مرَّ اور ولی
مجنونہ اور مجنون کا اگرچہ جنون عارضی ہو نکاح مین بیٹا ہی امام اور ابو یوسف کے نزدیک گو سافل ہو جیسے پوتا اور پرپوتا نہ باپ مجنونہ کا چنانچہ
آگے مذکور ہو چکا اور مال کے تصرف مین تو باپ ولی ہی بالاتفاق شیخین اور محمد کے والاولى ان يأمرَ الابُ به ليصحَّ اتفاقاً اور بہتر یہہ ہی کہ مجنونہ
کے نکاح مین باپ امر کرے بیٹے کو کہ اوسکا نکاح کرے تاکہ باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہو ولو اقرَّ وليُّ صغيرٍ وصغيرةٍ او اقرَّ وكيلُ رجلٍ
او امرأةٍ او مولى العبدِ بالنكاحِ لم ينفذْ لانه اقرارٌ على الغيرِ اور اگر اقرار کیا صغیر یا صغیرہ کے ولی نے یا اقرار کیا مرد کے وکیل یا عورت کے
وکیل نے یا غلام کے میان نے نکاح کا تو اقرار نافذ نہوگا اسواسطے کہ وہ اقرار ہے غیر شخص پر اور اقرار اپنی ذات پر حجت ہوتا ہی نہ غیر پر فتح القدیر مین کہا کہ
صغیر اور صغیرہ جبکہ بالغ ہو کر نکاح کے منکر ہون اوسوقت مین ولی کا اقرار نافذ نہین اور اگر ولی نے اونکی حالت صغر مین اقرار نکاح کا کیا اور
دونو نے بعد بلوغ کے اوسکا انکار نکیا تو بالاتفاق صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی بخلافِ مولى الامةِ حيثُ ينفذُ اجماعاً لانَّ منافعَ بُضعِها
ملكُه بخلاف لونڈی کے مالک کے اسواسطے کہ اوسکا اقرار نافذ ہی اجماعا اس سبب سے کہ منافع اوسکی فرج کے مولے کی ملک مین یعنی اگر مرد نے لونڈی کے
نکاح کا دعوی کیا اور گواہ اوسکے نہین اور اوس لونڈی کے میان نے اسکی تصدیق کی تو اقرار مولی کا نافذ ہوگا الا ان يشهدَ الشهودُ على النكاحِ
بان ينصبَ القاضي خصماً عن الصغيرِ حتى ينكرَ فيقامَ البينةُ عليه مگر اوسوقت اقرار ولی کا نافذ ہوگا جب گواہی دین گواہ نکاح کی اسطرح
کہ قاضی قائم کرے ایک مدعی علیہ صغیر کیطرف سے تاکہ وہ نکاح کا انکار کرے پہر اوسپر گواہ قائم ہون یہان سوال کا مقام تہا کہ اقامت بینہ کی صغیر
منکر پر کیونکر صحیح ہوگی شارح نے جواب دیا کہ صغیر کے قائمقام پر اقامت بینہ ہوگی او يُدرِكُ الصغيرُ او الصغيرةُ فيصدِّقه اي الوليَّ المُقِرَّ
یا بالغ ہو صغیر یا صغیرہ پہر اوسکی تصدیق کرے یعنی ولی مقر کی او يصدِّقَ الموكِّلُ او العبدُ عندَ ابي حنيفةَ وقالا يُصدَّقُ في ذلك يا تصدیق
کرے موکل اپنے وکیل کے اقرار کی یا تصدیق کرے غلام اپنے میان کی اقرار کی نزدیک ابی حنیفہ کے اور صاحبین نے کہا کہ بدون شہادت اور تصدیق
کے بہی ولی وغیرہ کے اقرار کی تصدیق ہوگی و هذه المسئلةُ مخرجةٌ من قولِهم من ملكَ الانشاءَ ملكَ الاقرارَ به ولها نظائرُ و
اور یہہ مسئلہ اقرار کا خارج ہے فقہا کے اس قول سے کہ جو مالک ہی انشا کا وہ مالک ہے اوسکے اقرار کرنیکا یعنی باوجودیکہ ولی انشار نکاح کا
مالک ہے لیکن اقرار نکاح کا مالک نہین تو اوس قاعدہ سے یہہ مسئلہ مستثنی ہوا اور اس مسئلہ مستثنی کی اور بہی مثالین ہین جیسے قرض لینا وصی
کا یتیم پر کہ وصی اوسکی انشار کا مالک ہی اور اوسکی اقرار کا مالک نہین یعنی اوسکا اقرار بدون شہادت کے نافذ نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح
کا هل لوليِّ المجنونِ والمعتوهِ تزويجُه اكثرَ من واحدةٍ لم اره ومنعه الشافعيُّ وجوَّزه في الصبيِّ للحاجةِ آیا درست ہی مجنون اور
احمق بے تدبیر کے ولی کو اوسکا نکاح کر دینا ایک عورت سے زیادہ شارح صاحب النہر کا پیرو ہو کر کہتا ہی کہ یہہ مسئلہ اپنے مذہب مین مین نے نہین دیکھا اور

اسکو امام شافعیؒ نے منع کیا ہی اور اوسکو صبی کے حق مین جائز رکھا ہے بسبب حاجت کے **باب الکفاءة** ہی من کافاہ اذا ساواہ والمراد ھنا
مساواة مخصوصة او کون المرأة ادنیٰ یہہ باب ہی کفارت کا عرب بولتے ہین کافاہ جب کسی چیز کے برابر ہوا اور کتاب النکاح مین کفارت سے مراد مخصوص
برابری ہی جسکا آگے مذکور ہوگا یا ہونا عورت کا کمتر مرد سے تو اگر عورت نے اپنا نکاح کیا اپنے سے افضل مرد سے تو یہان ولی کو حق اعتراض نہین اسواسطے کہ اس
صورت مین ولی کو مقام ننگ نہین الکفاءة معتبرة فی ابتداء النکاح للزومه او لصحته برابری معتبر ہے شروع نکاح مین تو اگر نکاح کیوقت مرد عورت
کی برابر تہا پہر کمتر ہوگیا یعنی مثلاً فاسق ہوگیا تو نکاح فسخ نہین ہوتا کفارت معتبر ہے لزوم نکاح کیواسطے یعنی ہرچند نکاح بدون کفارت کے بہی صحیح ہے
لیکن ولی کا حق اعتراض باقی ہی پہر جب برابر سے نکاح ہوا تو لازم ہوگیا اور دوسری روایت پر کفارت کا اعتبار واسطے صحت نکاح کے ہی یعنی نکاح بدون
کفارت کے صحیح نہین ہوتا من جانبه ای الرجل لان الشریفة تابیٰ ان تکون فراشاً للدنی کفارت کا اعتبار مرد کیجانب سے ہے اسواسطے کہ عورت
شریف انکار کرتی ہے کمتر کے فراش ہونے سے یعنی کمتر مرد کے نیچے رہنا قبول نہین کرتی لا تعتبر من جانبها لان الزوج مستفرش فلا یغیظه دناءة
الفراش برابری معتبر نہین عورت کی طرف سے اسواسطے کہ زوج طالب ہے فراش کا تو اوسکو رنج نہین آتا کمتری مفروش سے وهذا عند الکل فی الصحیح
کما فی الخانیة لکن فی الظهیریة وغیرها عنده وعندهما تعتبر فی جانبها ایضاً اور یہہ یعنی کفارت کا اعتبار مرد کیجانب مین نہ عورت کیجانب
مین امام اور صاحبین سب کے نزدیک ہی قول صحیح مین کما فی الخانیة لیکن ظہیریہ وغیرہا مین یعنی عورت کی کفارت کا اسقاط امام کے نزدیک ہی اور صاحبین کے
نزدیک کفارت معتبر ہے عورت کیجانب مین بہی والکفاءة هی حق الولی لا حقها فلو نکحت رجلاً ولم تعلم حاله فاذا هو عبد لا خیار لها بل للاولیاء
اور کفارت حق ہی ولی کا نہ حق عورت کا تو اگر نکاح کیا عورت نے ایکمرد سے اور اوسکا حال عورت کو معلوم نتہا سو ناگہان وہ غلام نکلا تو اختیار نہوگا عورت کو
بلکہ اوسکے اولیا کو حق فسخ ثابت ہی ولو زوّجوها برضاها ولم یعلموا بعدم الکفاءة ثم علموا لا خیار لاحد الا اذا شرطوا الکفاءة او
اخبرهم بها وقت العقد فزوّجوها علی ذلك ثم ظهر انه غیر کفو کان لهم الخیار ولوالجیة فلیحفظ اور اگر اولیا نے عورت کا نکاح کردیا
اوسکی رضامندی سے اور نجانا اولیا نے عدم کفارت کو پہر معلوم کیا کہ زوج کفو نہین تو کسیکو اختیار فسخ کا نہین نہ اولیا کو نہ عورت کو مگر اوسوقت کہ جب شرط
کرلی ہو اولیا نے کفارت کی او خبر کردی زوج نے اولیا کو کفو ہونیکی نکاح کیوقت سو اولیا نے اسی شرط پر اوسکا نکاح کردیا پہر ظاہر ہوا کہ زوج غیر کفو ہی تو
اولیا کو اختیار ہوگا فسخ کا کذا فی الولوالجیة سو اسکو یاد رکھنا چاہئے وتعتبر الکفاءة للزوم النکاح خلافاً لمالك اور معتبر ہے کفارت واسطے لزوم
نکاح کے بخلاف امام مالک کے کہ اونکے نزدیک کفارت کا کچہہ اعتبار نہین نسباً اول اعتبار برابری کا بہت نسب کے ہی اسواسطے کہ آدمی نسب کا بڑا فخر کرتے
ہین فقریش بعضهم اکفاء بعض سو قریش آپس مین ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہین قریش اونکو کہتے ہین جو اولاد ہین نضر بن کنانہ کی اور نضر بن
کنانہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی بارہوین پشت مین اور چارون خلفاء راشدین قریش مین قریش باعتبار نسب کے ایک دوسرے سے افضل نہین تو ہاشمی
نوفلی اور تیمی اور عدوی سب برابر ہین اور اسیواسطے علی مرتضیٰ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عمر فاروق سے نکاح کردیا حالانکہ علی مرتضیٰ ہاشمی ہین اور
عمر فاروق عدوی ہین وبقیة العرب بعضهم اکفاء بعض قریش کے سوا اور باقی عرب آپسمین ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہین تو عجم کے لوگ
عرب کے ہمسر نہین واستثنی فی الملتقی تبعاً للهدایة بنی باهلة لخستهم والحق الاطلاق قاله المصنف کالبحر والنهر والفتح ویعضده
اطلاق المصنف کالکنز والدرر اور ملتقی مین ہدایہ کی پیروی سے نکالا ہی بنو باہلہ کو اور عرب سے بسبب اونکی خست اور دناءت کے اور حق یہہ ہی کہ
اونکو عرب سے نکالنا صحیح نہین بلکہ مطلق عرب برابر ہین یہی کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین مثل بحرالرائق اور نہرالفائق اور فتح القدیر کے اور
اسکی تائید کرتا ہی مصنف کا مطلق کہنا اس متن مین مثل کنز اور درر کے وهذا فی العرب واما فی العجم فتعتبر حریة واسلاماً اور یہہ یعنی کفارت
نسب کا اعتبار فقط عرب مین ہے اسواسطے کہ عجمی لوگون نے اپنی نسب کو ضائع کردیا تو عرب کے سوا عجم کے لوگون مین برابری معتبر ہے حر ہونے مین اور
مسلمان ہونے مین فمسلم بنفسه او معتق غیر کفؤ لمن ابوها مسلم او حر او معتق وامّها حرة الاصل سو جو مرد خود مسلمان ہوا یا آزاد ہو وہ

برابر نہیں اوس عورت کے جسکا باپ مسلمان ہے یا حر ہے یا باپ اوسکا آزاد ہو اور ماں اوسکی حرہ اصلی ہے وَمَنْ اَبُوهُ مُسْلِمٌ اَوْ حُرٌّ غَيْرُ كُفْوٍ لِذَاتِ اَبَوَيْنِ اور جسکا
باپ مسلمان ہے یا حر ہے وہ برابر نہیں اوس عورت سے جسکا باپ اور دادا دونو مسلمان ہیں وَ اَبَوَانِ فِيْهِمَا كَالْآبَاءِ لِتَمَامِ النَّسَبِ بِالْجَدِّ اور باپ
دادا کا حر اور مسلمان ہونا برابر ہے چند پشت کے اسلام اور حر ہونے کے یعنی دو پشت کی آزادی اور اسلام مثل پشت کی آزادی اور اسلام کی برابر ہے بسبب تمام
ہونے نسب کے دادا پر وفی الفتح لا يَبْعُدُ مكافاةُ مُسْلِمٍ بنفسِهِ لِمُعْتَقٍ بنفسِهِ اور فتح القدیر میں ہے کہ بعید نہیں ہے برابری مسلمان بنفسہ کی آزاد بنفسہ
سے اسواسطے کہ مسلمان کے باپ دادا حربی تھے مگر مسلمان نہیں اور آزاد کے باپ دادا مسلمان تھے مگر آزاد نہیں تو عیب سے دونو خالی نہیں وَ امَّا مُعْتَقُ الْوَضِيعِ
فلا يُكافئُ مُعْتَقَةَ الشَّرِيفِ اور جو مرد آزاد ہو کم ذات کا سو برابر نہیں اوس عورت کی جسکا آزاد کرنیوالا شریف ہے وَ المُرْتَدُّ اَسْلَمَ فَكَالْعَوامِّ مسلمة
اور جو مرتد ہو کر پھر مسلمان ہوا سو برابر ہے اوس مسلمان کے جو مرتد نہیں ہوا وَ اَمَّا الْكَفَاءَةُ بَيْنَ الذِّمِّيِّيْنَ فَلَا تُعْتَبَرُ اِلَّا لِفِتْنَةٍ اور کفاءت درمیان
دو ذمیوں کے سو معتبر نہیں مگر واسطے دفع فساد کے یعنی راجہ اور چمار دونو برابر ہیں لیکن اگر راجہ کی بیٹی نے چمار سے نکاح کیا تو قاضی جدائی کرا دیگا بخیال
عدم کفاءت کے بلکہ واسطے رفع فساد کے وتعتبر فی العرب و العجم دِيَانَةً اى تَقْوىٰ فَلَيْسَ فَاسِقٌ كُفْوًا لِلصَّالِحَةِ اَوْ فَاسِقَةٍ بِنْتِ صَالِحٍ مُعْلِنًا
كَانَ اَوْ لَا عَلَى الظَّاهِرِ نَهْرٌ اور معتبر ہے عرب اور عجم میں کفاءت دینداری کی یعنی پرہیزگاری کی تو مرد فاسق برابر نہیں عورت صالحہ کے یا فاسقہ کے
جو صالح کی بیٹی ہے فاسق خواہ معلن ہو خواہ غیر معلن بنابر قول ظاہر کے کذا فی النہر وَ مَالًا بِاَنْ يَقْدِرَ عَلَى الْمُعَجَّلِ وَنَفَقَةِ شَهْرٍ لَوْ غَيْرَ مُحْتَرِفٍ
وَ اِلَّا فَاِنْ يَكْتَسِبَ كُلَّ يَوْمٍ كِفَايَتَهَا لَوْ تُطِيقُ الْجِمَاعَ اور معتبر ہے کفاءت مال میں اسطرح کہ قادر ہو زوج مہر معجل پر بطور رواج کے اور قادر ہو ایک مہینہ
کے نفقہ پر اگر پیشہ ور نہو اور اگر پیشہ ور ہو تو کسب کر سکتا ہو ہر روز بقدر کفایت عورت کے قدرت نفقہ پر اور سوا [illegible]
ہو وا لا فقط مہر معجل کی قدرت کافی ہے کما فی الذخیرة وَحِرْفَةً فَمِثْلُ حَائِكٍ غَيْرُ كُفْوٍ لِمِثْلِ خَيَّاطٍ اور برابری معتبر ہے [illegible]
برابر نہیں مثل درزی کی بیٹی کے اسواسطے کہ جولاہا درزی سے ذلیل ہے وَ لَا خَيَّاطٌ لِبَزَّازٍ وَ تَاجِرٍ وَ لَا هُمَا لِعَالِمٍ وَ قَاضٍ اور نہ درزی برابر ہے
بزاز اور سوداگر کے اور نہ وہ دونو ہمسر ہیں عالم اور قاضی کے وَ اَمَّا اَتْبَاعُ الظَّلَمَةِ فَاَخَسُّ مِنَ الْكُلِّ اور حکام ظالمین کے خدمتگار سب سے
خسیس اور بدتر ہیں اگرچہ صاحب مروت اور مالدار ہوں اسواسطے کہ اونکا مال ظلم سے [illegible] ہوئے ہیں وَ اَمَّا الْوَظَائِفُ فَمِنَ الْحِرَفِ فَصَاحِبُهَا
كُفْوٌ لِلتَّاجِرِ لَوْ غَيْرَ دَنِيئَةٍ كَبَوَّابَةٍ اور وقف کے وظائف اور روزینے حرفوں میں داخل ہیں جیسے امامت اور خطبہ خوانی سو وقف کا وظیفہ دار
ہمسر ہے تاجر کا اگر وظیفہ حقیر نہو جیسے دربانی اور فراشی وَ ذُو تَدْرِيْسٍ اَوْ نَظَرٍ كُفْوٌ لِبِنْتِ الْاَمِيْرِ بِمِصْرَ بحر اور مدرس یا ناظر ہمسر ہے
امیر کی بیٹی کا مصر میں کذا فی البحر وَ الْكَفَاءَةُ اِعْتِبَارُهَا عِنْدَ ابْتِدَاءِ الْعَقْدِ فَلَا يَضُرُّ زَوَالُهَا بَعْدَهُ اور اعتبار کفاءت کا نزدیک شروع عقد
ہے سو ضرر نہیں کرتا زوال ہمسری کا بعد عقد کے فَلَوْ كَانَ وَقْتَهُ كُفْوًا ثُمَّ فَجَرَ لَمْ يَفْسَخْ سو اگر زوج وقت نکاح کے عورت کا ہمسر تھا پھر مثلاً فاسق ہو گیا
تو نکاح فسخ نہوگا وَ اَمَّا لَوْ كَانَ دَبَّاغًا ثُمَّ صَارَ تَاجِرًا فَاِنْ بَقِيَ عَارُهَا لَمْ يَكُنْ كُفْوًا وَ اِلَّا لَا نَهْرٌ بحثًا اور اگر شوہر پہلے دباغ تھا پھر تاجر ہو گیا
سو اگر دباغت کی عار باقی ہو تو ہمسر نہوگا اور اگر اوسکی عار باقی نہیں تو برابر ہوگا چنانچہ نہر الفائق میں ہے باعتبار بحث کے نہ بنابر روایت مذہب
کے الْعَجَمِيُّ لَا يَكُونُ كُفْوًا لِلْعَرَبِيَّةِ وَلَوْ كَانَ الْعَجَمِيُّ عَالِمًا اَوْ سُلْطَانًا وَ هُوَ الْاَصَحُّ فتح عن الينابيع وَ ادَّعَى فِي الْبَحْرِ اَنَّهُ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ وَ اَقَرَّهُ
الْمُصَنِّفُ مرد عجمی برابر نہیں عورت عربیہ کے اگرچہ عجمی عالم ہو یا بادشاہ ہو اور یہی قول اصح ہے چنانچہ فتح القدیر میں ہے ینابیع سے اور دعوی کیا بحر الرائق
میں کہ یہی ظاہر الروایت ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں وَ لٰكِنْ فِي النَّهْرِ اِنْ فُسِّرَ الْحَسِيْبُ بِذِي الْمَنْصِبِ وَ الْجَاهِ فَغَيْرُ كُفْوٍ
لِلْعَلَوِيَّةِ يَنَابِيعُ وَ اِنْ بِالْعَالِمِ فَكُفْوٌ لِاَنَّ شَرَفَ الْعِلْمِ فَوْقَ شَرَفِ النَّسَبِ وَ الْمَالِ كَمَا جَزَمَ بِهِ الْبَزَّازِيُّ وَ ارْتَضَاهُ الْكَمَالُ وَ غَيْرُهُ
وَ الْوَجْهُ فِيْهِ ظَاهِرٌ وَ لِذَا قِيْلَ اِنَّ عَائِشَةَ اَفْضَلُ مِنْ فَاطِمَةَ قهستانی لیکن نہر الفائق میں ہے کہ اگر حسیب کی تفسیر صاحب منصب اور
جاہ کی کیجیے تو حسب والا ہمسر علویہ کا نہیں کذا فی الینابیع اور اگر تفسیر حسیب کی عالم کر کیجیے تو برابر ہے علویہ کے اسواسطے کہ بزرگی علم کی فوق ہے بزرگی

نسب و مال سے چنانچہ اسیکا یقین کیا ہے بزازی نے اور پسند کیا ہے کمال وغیرہ نے اور وجہ اسکی ظاہر ہے بسبب اشرفیت علم کے اور اسیواسطے کہا گیا ہے کہ عایشہ صدیقہ افضل ہیں فاطمہ زہرا سے یعنی بسبب کثرت علم کے کذا فی القہستانی م برجندی میں تصریح ہے کہ عالم اور بادشاہ علویہ کا کفو نہیں تو اس روایت سے تفصیل نہر الفائق کی نفی ہوتی ہے اور قول اصح وہی ہے جو متن میں ہے بموجب تصریح سید احمد محشی کے کذا فی حاشیۃ المدنی والحنفی کفو لبنت الشافعی اور حنفی مرد کفو ہے شافعی مذہب کے بیٹی کا ظاہرا یوں کہنا تھا کہ شافعی ہمسر ہے حنفی کا اسواسطے کہ حنفی کے ہمسر ہونے میں شافعی سے علماء حنفی کو تامل نہیں لیکن شارح نے برعکس کہا اسواسطے کہ بعضے حنفی متعصب شافعی مذہب پر طعن کرتے ہیں حالانکہ امام شافعیؒ رکن اعظم ہیں ارکان اسلام سے اور مجتہد برحق ہیں رحمۃ اللہ علیہ تو اونکے مقلد بھی برحق ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ومتیٰ سئلنا عن مذہبہ اجبنا بمذہبنا کما بسطہ المصنف معزیا لجواہر الفتاوے اور جب ہمسے سوال ہو مذہب شافعی کا تو ہم جواب دینگے اپنے مذہب سے چنانچہ اسکو تفصیل بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں جواہر الفتاوی سے نقل کرکے جواہر الفتاوی میں یوں ہے کہ باکرہ بالغہ شافعی مذہب نے حنفی سے نکاح کیا اور باپ اوسکا راضی نتھا تو نکاح صحیح ہے اور اسیطرح اگر شافعی مذہب سے نکاح کرے پھر ہمسے اگر سوال ہو کہ یہہ نکاح مذہب شافعی میں صحیح ہے یا نہیں تو ہم یہی جواب دینگے کہ نکاح صحیح ہے ابوحنیفہ کے نزدیک اسواسطے کہ ہمارا مذہب راجح ہے اور شافعی کا مذہب مرجوح اور اس مسئلہ کا باب الکفاءت سے کچھ تعلق نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والقروی کفو للمدنی فلا عبرۃ بالبلد کما لا عبرۃ بالجمال خانیہ ولا بالعقل ولا بعیوب یفسخ بہا البیع خلافا للشافعی اور گانون کا رہنے والا کفو ہے شہر کے رہنے والیکا تو کفاءت میں شہر کا کچھہ اعتبار نہیں جیسے خوبصورتی کا کچھہ اعتبار نہیں کذا فی الخانیہ اور نہ عقل کا کچھہ اعتبار ہے یعنی مجنون کفو ہے عاقل کا اور نہ اون عیبوں کا اعتبار ہے جنسے بیع فسخ ہو جاتی ہے جیسے جذام اور برص اور گندہ دہنی برخلاف مذہب شافعی کے لکن فی النہر عن المرغینانی فی المجنون لیس بکفو للعاقل لیکن نہر الفائق میں منقول ہے مرغینانی سے کہ مجنون ہمسر عاقل کا نہیں وکذا الصبی کفو بغناء ابیہ او امہ او جدہ نہر بالنسبۃ الی المہر یعنی المعجل کما مر لا بالنسبۃ الی النفقۃ لان العادۃ ان الآباء یتحملون عن الابناء المہر لا النفقۃ ذخیرۃ اور اسیطرح لڑکا کفو ہے بسبب لداری اپنے باپ کے یا اپنی ماکے یا اپنے دادا کے کذا فی النہر کفو ہے بہ نسبت مہر کے یعنی مہر معجل کے چنانچہ سابق میں مذکور ہو چکا نہ بہ نسبت نفقہ کے اسواسطے کہ عادت یہہ ہے کہ باپ اونکا بیٹے ہیں اپنے بیٹوں کا مہر نہ نفقہ کذا فی الذخیرہ ولو نکحت باقل من مہرہا فللولی العصبۃ الاعتراض حتی یتم مہر مثلہا او یفرق القاضی بینہما دفعا للعار اور اگر نکاح کیا عورت نے کمتر اپنے مہر مثل سے تو جائز ہے ولی عصبہ کو روک دینا یہانتک کہ مہر مثل اوسکا پورا ہو جاوے یا جدائی کرے قاضی دونوں میں ولی کو حق اعتراض واسطے دفع عار کے ہے ولو طلقہا الزوج قبل تفریق الولی قبل الدخول فلہا نصف المسمی اور اگر طلاق دی اوسی عورت مذکورہ کو شوہر نے قبل تفریق ولی کے دخول سے پہلے تو اوسکو آدھا مہر معین ملیگا ولو فرق الولی بینہما قبل الدخول فلا مہر لہا وان بعدہ فلہا المسمی اور اگر تفریق کردی ولی نے دونوں میں قبل دخول کے تو اوسکا کچھہ مہر نہیں اور اگر بعد دخول کے تفریق ہوئی تو اوسکو پورا مہر معین ملیگا وکذا لو مات احدہما قبل التفریق فلیس للولی المطالبۃ بالاتمام لانتہاء النکاح بالموت جواہر الفتاوی اور اسیطرح مہر معین ملیگا اگر دونوں سے کوئی مرگیا قبل تفریق کے تو ولی کو مہر مثل پورا کرلینے کا مطالبہ نہیں ہو سکتا واسطے آخر ہونے نکاح کے موت سے کذا فی جواہر الفتاوے امرہ بتزویج امراۃ فزوجہ امۃ نفذ وقالا لا یصح وہو استحسان ملتقی تبعا للہدایہ امر کیا ایک نے دوسرے کو کسی عورت سے نکاح کردینے کا سو وکیل نے موکل کا نکاح کر دیا لونڈی سے تو نکاح نافذ ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ یہہ نکاح صحیح نہیں یعنی نافذ نہیں اور یہہ قول استحسان یعنی قیاس خفی ہے یہہ روایت ملتقی میں ہے ہدایہ کی پیروی سے وجہ استحسان کی یہہ ہے کہ نکاح کر لینے پر ہر ایک کو قدرت ہے تو وکیل کرنے سے مقصود غرض یہہ ہوتی ہے کہ نکاح ہمسر اور برابر سے ہو نہ کمتر سے وفی شرح الطحاوی قولہما احسن للفتوی واختارہ ابو اللیث واقرہ المصنف اور شرح طحاوی میں ہے کہ قول صاحبین کا بہتر ہے فتوے کیواسطے اور پسند کیا اسکو

فقیہ ابو اللیث نے اور ثابت رکھا اسکو مصنف نے اپنی شرح مین واجمعوا انه لو زوجه بنته الصغيرة او مولته لم يجز كما امره بمعينة او بحرة او
امة فخالف او امرته بتزويجها و لم تعين فزوجها غير كفو لم يجز اتفاقا ۔ اجماع کیا فقہا نے اسپر کہ اگر نکاح کر دیا وکیل نے موکل کا اپنی
چھوٹی بیٹی سے یا اپنی محکوم عورت سے آزاد لونڈی ہو اوسکی یا بھتیجی تو جائز نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے وہ نکاح جائز نہین کہ امر کیا ایک نے دوسرے کو
کہ نکاح کر دے معین عورت سے یا حرہ سے یا لونڈی سے پھر وکیل نے موکل کی مخالفت کی یا عورت نے اپنے وکیل سے اپنے نکاح کر دینے کو کہا اور زوجہ کو معین
نکر دیا سو وکیل نے اوسکا نکاح غیر کفو سے کر دیا تو بھیہ نکاح بالاتفاق جائز نہوگا ولو زوجه المامور بنكاح امرأة امرأتين في عقد واحد
لا ينفذ للمخالفة ۔ اور جسکو امر کیا تھا ایک عورت سے نکاح کر دینے کا اوسنے دو عورتون سے نکاح کر دیا ایک عقد مین تو بھیہ نکاح نافذ نہوگا بسبب مخالفت امر کے
وله ان يجيزهما او احداهما و لو في عقدين لزم الاول و توقف الثاني اور جائز ہے موکل کو کہ دونو عورتونکا نکاح درست رکھے یا ایک عورت کا
اور اگر دونو نکاح دو عقدون مین ہوا ہو تو پہلا نکاح لازم ہوگا اور دوسرا موقوف رہیگا موکل کی اجازت پر ولو امره بامرأتين في عقد فزوجه
واحدة او اثنتين في عقدين جاز الا اذا قال لا تزوجني الا امرأتين في عقد او عقدتين لم يجز المخالفة ۔ اور اگر امر کیا ایک نے دوسرے کو
دو عورتون کے نکاح کا ایک عقد مین سو نکاح کر دیا اوسکا وکیل نے ایک عورت سے یا دو عورتون سے دو عقد مین تو جائز ہے مگر جب کہ کہا موکل نے کہ میرا
نکاح نکرنا مگر دو ہی عورتون سے ایک عقد مین سو وکیل نے دو عقدمین دو عورتون سے کیا یا یون کہا تھا کہ میرا نکاح نکرنا مگر دو ہی عورتون سے دو عقد
مین سو وکیل نے دو عورتون سے ایک عقدمین کر دیا تو بھیہ مخالفت نہ جائز ہوگی ولا يتوقف الايجاب على قبول غائب عن المجلس في سائر
العقود من نكاح و بيع و غيرهما بل يبطل الايجاب و لا تلحقه الاجازة اتفاقا ۔ اور نہین موقوف رہتا ایجاب اوسکے قبول کرنے پر جو مجلس نکاح
سے غائب ہے جانا نہین تمام عقود مین یعنی معاوضہ کے عقود مین از قسم نکاح اور بیع اور ان دونو کے سوا جیسے سلم اور اجارہ بلکہ ایجاب باطل ہو جاتا ہے
اور نہین لاحق ہو سکتی اسکو اجازت بالاتفاق و يتولى طرفي النكاح واحد بايجاب يقوم مقام القبول ۔ اور دو طرفون نکاح کا یعنی ایجاب
اور قبول کا ایک شخص متولی ہوتا ہے فقط ایجاب سے جو قائم مقام ہے قبول کے چنانچہ زوجین صغیرین کے ولی نے کہا کہ مین نے دونو کا نکاح کر دیا تو یہ
ایسا ایجاب ہے کہ قبول کے معنی اسمین موجود ہین اب اسکے بعد قبول جداگانہ کی کچھ حاجت نہین في خمس صور كان كان وليا او وكيلا من
الجانبين او اصيلا من جانب و وكيلا من آخر او وليا من آخر و وكيلا من جانب و وكيلا من آخر كزوجت بنتي من
موكلي ایجاب اور قبول مین ایک شخص کا متولی ہونا پانچ صورتونمین منحصر ہے جیسے ایک شخص جانبین کا ولی ہو مثلا زید یون کہے کہ مین نے اپنی لڑکی
کا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا یا ایک شخص وکیل ہو دونو طرف سے تو یون کہے کہ مینے اپنے موکل کا نکاح اپنی موکلہ سے کیا یا ایک طرف سے اصیل ہو
اور دوسری طرف سے وکیل ہو تو یون کہے کہ مین نے اپنی موکلہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا یا اصیل ہو ایک طرف سے اور دوسرے کا ولی ہو تو یون کہے کہ
مین نے اپنے چچا کی بیٹی صغیرہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا یا ولی ہو ایک طرف سے اور وکیل دوسری طرف سے جیسے یون کہنا کہ مین نے اپنی بیٹی کا
نکاح اپنے موکل سے کیا ليس ذلك الواحد بفضولي و لو من جانب و ان تكلم بكلامين على الراجح اذ قبوله غير معتبر شرعا
لما تقرر ان الايجاب لا يتوقف على قبول غائب بشرطیکہ یہ شخص واحد جو متولی ہے طرفین کا فضولی نہو گو ایک ہی طرف سے یعنی فضولی
نہ ہونا چاہیئے نہ دو طرف سے نہ ایک طرف سے اگرچہ فضولی دونو کلام بولے بنا بر قول راجح کے یعنی اگر یون کہے کہ مین نے زید کا نکاح کر دیا ہے
کیا پھر یون کہے کہ مین نے کرمیہ کیطرف سے قبول کیا تو بھی درست نہین اسواسطے کہ قبول کرنا فضولی کا معتبر نہین شرعا اسواسطے کہ یہہ ثابت ہو چکا ہے
کہ ایجاب موقوف نہین رہتا غائب کے قبول پر و نكاح عبد و امة بغير اذن السيد موقوف على الاجازة كنكاح الفضولي اور
نکاح کرنا غلام اور لونڈی کا بغیر اذن میان کے موقوف ہے میان کی اجازت پر جسطرح نکاح کر دینا فضولی کا موقوف ہے زوج یا زوجہ کی اجازت
پر فضولی وہ ہے جو غیر کیواسطے تصرف کرے بدون ولایت اور وکالت کے مثلا زید محمود کا نکاح کسی عورت سے کرے حالانکہ نہ زید محمود کا ولی ہے

نہ وکیل تو یہہ نکاح موقوف ہے محمود کی اجازت پر اگر محمود نے اسکو جائز رکھا تو نکاح نافذ ہوا اور نہیں تو باطل ہوگیا **سیجیٔ فی البیوع توقف عقود کلّھا ان لھا مجیز حالة العقد والا تبطل** عنقریب آویگا کتاب البیوع مین موقوف ہونا تمام عقود فضولی کا اگر اون عقود کا اجازت دینیوالا وقت عقد کے ہوگا اور اگر حالت عقد مین اونکا مجیز نہین تو عقود باطل ہین **ولابن العم ان یزوّج بنت عمه الصغیرة** اور جائز ہو چچا کے بیٹے کو نکاح کرنا اپنی چچا کی چھوٹی بیٹی کا اپنے ساتھہ **فلو کبیرة فلا بدّ من الاستیذان حتّی لو تزوّجھا بلا استیذان فسکتت او افصحت بالرضاء لا یجوز عندھما وقال ابو یوسف یجوز وکذا المولی المعتق والحاکم والسلطان جوھرہ یعنی بخلاف الصغیرة کما مرّ فلیحرّر** سو اگر بنت عم کبیرہ ہو یعنی بالغہ تو ضرور ہے استیذان سے یہانتک کہ اگر ابن عم نے اوس سے نکاح کرلیا بدون استیذان کے سو وہ چپ رہی یا رضامندی کی تصریح کردی تو بھی نکاح جائز نہین نزدیک امام اعظمؒ کے اور محمدؒ کے اور کہا ابو یوسف نے کہ جائز ہو اور اسیطرح مولی آزاد کرنیوالیکو اور حاکم اور سلطان کو نکاح بالغہ مین استیذان ضرور ہے بدون استیذان کے عقد جائز نہین کذا فی الجوہرہ یعنی بخلاف صغیرہ کے اسواسطیکہ قاضی اور سلطان کو صغیرہ سے اپنا نکاح کرنا جائز نہین چنانچہ یہہ سابق مذکور ہوچکا تو بیان تحریر اور تنقیح چاہیے ایسا ہو کہ کوئی قاضی اور سلطان کو بسبب شبہہ کے جواز نکاح صغیرہ مین مانند ابن عم کے سمجھے **من نفسه فیکون اصیلاً من جانب وولیّاً من آخر** ابن عم کو جائز ہے نکاح صغیرہ کا اپنی ذات سے تو ہوگا ابن عم اصیل اپنی جانب سے اور ولی دوسری جانب سے اور اسیطرح مولی آزاد کنندہ صغیرہ کے نکاح مین اصیل ہوگا اپنی طرف سے اور ولی ہوگا صغیرہ کیطرف سے **کالوکیل الذی وکّلته ان یزوّجھا من نفسه فانّ له ذلک فیکون اصیلاً من جانب ووکیلاً من آخر** جیسا کہ جائز ہی عورت کے وکیل کو کہ اوسکا نکاح کرلے اپنی ذات سے سو اوسکو یہہ نکاح کرلینا درست ہی تو ہوگا اصیل اپنی جانب سے اور وکیل عورت کی طرف سے **بخلاف مالو وکّلته بتزویجھا من رجل فزوّجھا من نفسه لانّھا نصّبته مزوّجاً لا متزوّجاً** برخلاف اوسکے یہہ ہے کہ اگر عورت نے اوسکو وکیل کیا اپنے نکاح کردینے کا کسی مرد سے سو وکیل نے اوسکا نکاح اپنے ساتھہ کرلیا تو جائز نہین اسواسطیکہ عورت نے وکیل کو نکاح دینیوالا قرار دیا نہ نکاح کرلینے والا **او وکّلته ان یتصرّف فی امرھا او قالت له زوّج نفسی ممن شئت لم یصحّ تزویجھا من نفسه کما فی الخانیة والاصل ان الوکیل معرّف بالخطاب فلا یدخل تحت النکرة** یا وکیل کیا عورت نے اوسکو تصرف کرے اوسکے امر مین یا کہا اوس کہ میرا نکاح کردے جس سے کہ تو چاہے تو نہ صحیح ہوگا وکیل کو اوسکا نکاح کرلینا اپنی ذات سے کذا فی الخانیہ اور عدم جواز کا قاعدہ کلیہ یہہ ہی کہ وکیل بسبب خطاب کرنے عورت کے معرفہ یعنی معین ہوگیا تو نہ داخل ہوگا معرفہ تحت نکرہ کے یعنی غیر معین کے خلاصہ یہہ ہی کہ وکیل بسبب خطاب کے معین ہوگیا اور عورت نے وکالت مین زوج کو معین نکیا اور قاعدہ یہہ ہی کہ معین غیر معین مین داخل نہین ہوتا **ولو اجاز من له الاجازة نکاح الفضولی بعد موته صحّ لان الشرط قیام المعقود له واحد العاقدین فقط بخلاف اجازة بیعه فانه یشترط قیام اربعة اشیاء کما سیجیٔ** اور اگر اجازت دی جسکو اجازت دینیکا اختیار ہے یعنی زوج یا زوجہ نے جائز رکھا فضولی کے نکاح کو بعد اوسکے مرنیکے تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطیکہ صحت نکاح مین اجازت کے وقت شرط ہے قیام معقود لہ کا یعنی جسکے واسطے نکاح منعقد ہوا اور احد العاقدین کا فقط ایک عاقد کی موت یعنی فضولی کی مضر صحت نہین اسواسطیکہ دوسرا عاقد موجود ہی بخلاف اجازت بیع فضولی کے کہ بعد موت فضولی کے جائز نہین اسواسطیکہ بیع فضولی کی صحت مین چار چیز کا قیام شرط ہی یعنی مبیع اور دونو عاقد اور قیمت کا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا کتاب البیوع مین **فروع** یہہ چند مسائل ہین شارح کے الحاقی **الفضولی قبل الاجازة لا یملک نقض النکاح بخلاف البیع** فضولی قبل اجازت مالک کے مالک نہین نکاح توڑنیکا بخلاف بیع کے کہ اوسکو توڑ سکتا ہی **یشترط للزوم عقد الوکیل موافقته فی المھر المسمّٰی** شرط ہی واسطے لازم ہونے عقد وکیل کے موافقت رکھنا موکل کی مہر مسمّی مین تو عدم موافقت مین نکاح لازم نہوگا بلکہ موکل کو اختیار ہوگا قبول کرے یا نکرے **وحکم رسول کوکیل** اور حکم پیامی کا مثل حکم وکیل کے ہی مثلاً مرد نے عورت کے پاس کسیکو بھیجا نکاح کا پیام لیکر اور عورت نے شہود کے روبرو قبول کرلیا تو نکاح صحیح ہوگا بشرطیکہ مہر مسمی مین مخالفت نکی ہو **باب المھر**

وَمِنْ اَسْمَائِہٖ الصَّدَاقُ وَالصَّدَقَۃُ وَالنِّحْلَۃُ وَالعَطِیَّۃُ وَالعُقْرُ یعنی باب جسمے مہر کا صداق اور صدقہ اور نحلہ اور عطیہ اور عقر یہہ سب مہر کے نام ہین اور اجر اور علائق اور حبا اور فریضہ بھی مہر کو کہتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی و فی استیلاد الجوہرۃ العقر فی الحرائر مہر المثل و فی الاماء عشر قیمۃ البکر و نصف عشر قیمۃ الثیب اور جوہرہ کے باب استیلاد مین ہے کہ بیبیون مین عقر مہر مثل ہے اور لونڈیون مین دسوان حصہ قیمت باکرہ کا اور بیسوان حصہ ثیب کا عقر ہے اَقَلُّہٗ عَشَرَۃُ دَرَاہِمَ لحدیث البیہقی و غیرہ لا مہر اقل من عشرۃ دراہم کمتر درجہ کا مہر دس درم ہین بدلیل حدیث بیہقی وغیرہ کے کہ نہین ہے مہر کمتر دس درم سے اور اگرچہ یہہ حدیث ضعیف ہے لیکن بسبب کثرت طرق کے درجہ حسن تک بلند ہوگئی ہے تو لائق حجت کے ہوئی کذا فی النہر و روایۃ الاقل تحمل علی المعجل اور روایت اقل دس درم کی محمول ہے مہر معجل پر مثلاً بخاری اور مسلم مین سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری مرد سے مہر کو اسطرح فرمایا کہ تو کچھہ تلاش کر لا اگرچہ لوہیکی انگوٹھی ہو اور سنن ابوداود مین جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جسنے اپنی عورت کے مہر مین دو لپ بھر ستو یا کھجور کو دیا تو اوسنے وطی کو حلال کر لیا حالانکہ لوہیکی انگوٹھی اور اتنے ستو اور کھجور دس درم سے نہایت کم ہین تو ایسی روایات کا شارح نے جواب دیا کہ کمتر کی روایت مہر معجل پر محمول ہے اسواسطے کہ عرب کی عادت یہہ تھی کہ مہر مین سے کچھہ قبل دخول کے جلد ادا کرتے تھے اور یہہ مراد نہین کہ سوا انگوٹھی اور ستو کے اور کچھہ مہر نہ تھا علاوہ اسکے حدیث جابر کی متعہ کی مہر کی ہے تو قیاس نکاح کا متعہ پر جائز نہین اور ایک شخص نہایت محتاج تھا چند سورتین قرآن مجید کی اوسکو یاد تہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکا نکاح ایک عورت سے کردیا اور فرمایا مَلَّکْتُکَہَا بِمَا مَعَکَ مِنَ الْقُرْاٰنِ کہ مین نے تجھکو عورت کا مالک کردیا بسبب قرآن کے جو تیرے ساتھہ ہے اس سے یہہ نہین ثابت ہوتا کہ قرآن کو مہر ٹھہرایا اور اسیواسطے عورت کو قرآن کا سکھلانا شرط نہین کیا بلکہ مطلب یہہ ہے کہ حفظ قرآن کی بزرگی سے تیرا نکاح کردیا اور اغلب یہہ ہے کہ مہر اوسکا حضرت نے خود ادا کیا ہوگا اسواسطے کہ محتاج مسلمین کے اخراجات کی حضرت خود کفیل ہوا کرتے تھے فِضَّۃً وَزْنَ سَبْعَۃِ مَثَاقِیْلَ کَمَا فِی الزَّکٰوۃِ چاندی کے دس درم جو وزن مین سات مثقال کی برابر ہین چنانچہ بیان زکوۃ مین مذکور ہوچکا دس درم شرعی کے ساڑھے اکتیس ماشے ہوتے ہین جسکو ڈیڑھ ماشہ کم تین روپے ہوئے اگر گیارہ ماشہ کا روپیہ ہو مَضْرُوْبَۃً کَانَتْ اَوْ لَا وَلَوْ دَیْنًا اَوْ عَرَضًا قِیْمَتُہٗ عَشَرَۃٌ وَقْتَ الْعَقْدِ اَمَّا ضَمَانُہَا بِطَلَاقٍ قَبْلَ وَطْئٍ فَیَوْمَ تَسْلِیْمٍ درم سکہ دار ہون یا بے سکہ جیسی چاندیکی ڈلی یا پتر اگرچہ قرض ہو یعنی شوہر کے دس درم کسی پر قرض تھے اور اوسنے نکاح مین اونہین دس درمون کا مہر مقرر کیا تو جائز ہے یا کوئی جنس ایسی ہو جسکی قیمت دس درم ہون وقت نکاح کے تو اگر بعد نکاح کے اوسکی قیمت کم ہوجاوے تو کچھہ ضرر نہین لیکن جنس کی قیمت کے ضامن ہونے مین بسبب طلاق قبل وطی کے تو قبضہ کرنے کے دنکا اعتبار ہے مثلاً عورت کا نکاح ایک کپڑے پر ہوا جسکی قیمت دس درم تھی پھر جسدن عورت نے کپڑے پر قبضہ کیا تو قیمت اوسکی بیس درم ہوگئی تھی سو طلاق دی اوسکو شوہر نے قبل دخول کے اور کپڑا ضائع ہوگیا تو عورت کو دس درم پھیر دینا چاہیے اسواسطے کہ اگرچہ کپڑا اول دس درم کا تہا لیکن جسدن عورت کے قبضہ مین آیا تو بیس کا تہا کذا فی حاشیۃ المدنی نقلا عن المحیط وَتَجِبُ الْعَشَرَۃُ اِنْ سَمَّاہَا اَوْ دُوْنَہَا وَیَجِبُ الْاَکْثَرُ مِنْہَا اِنْ سَمَّی الْاَکْثَرَ اور واجب ہین دس درم اگر دس کا نام لیا یا دس سے کم کا نام لیا یعنی اگر پانچ درم کا مثلاً مہر باندہا تو بھی دس ہی درم دینا واجب ہوگا اور واجب ہونگے دس سے زیادہ اگر دس سے زیادہ کا نام رکھا کتنے ہی کیون نہون زیادہ مہر کی کچھہ حد نہین وَیَتَأَکَّدُ عِنْدَ وَطْئٍ اَوْ خَلْوَۃٍ صَحَّتْ مِنَ الزَّوْجِ اَوْ مَوْتِ اَحَدِہِمَا اور پورا مہر لازم اور محکم ہوتا ہے نزدیک وطی کے یا خلوت کے جو صحیح ہوگئی زوج کیطرف سے یا نزدیک مرجانے زوج یا زوجہ کے اَوْ تَزَوُّجٍ ثَانِیًا فِی الْعِدَّۃِ یا نزدیک دوبارہ نکاح کرنیکے عدت مین صورت اوسکی یہہ ہے کہ عورت کو طلاق بائن دی بعد دخول کے پھر اوس سے نکاح کیا عدت مین پھر طلاق دی قبل دخول کے تو واجب ہوگا دوسرا مہر پورا اور عدت جداگانہ واجب ہوگی مہر کامل قبل خلوت کے اسواسطے واجب ہوا کہ وجوب عدت کا فوق ہے خلوت پر کذا فی البحر اور بائن کی قید اسواسطے لگائی کہ رجعی مین نکاح دوسرا نہین اور اول مہر کے سوا دوسرا مہر نہین ہوتا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی اَوْ اِزَالَۃِ بَکَارَتِہَا بِنَحْوِ حَجَرٍ بِخِلَافِ اِزَالَتِہَا بِدَفْعِہٖ فَاِنَّہٗ یَجِبُ النِّصْفُ بِطَلَاقٍ قَبْلَ وَطْئٍ یا مہر کامل ہوتا ہے بسبب ازالہ بکارت

عورت کا پتھر وغیرہ سے عیب دار ہونا یا کنجی سے یا صوم کی تپی سے بخلاف اسکے اگر وہ کھیلنے سے ازالہ بکارت کا ہوگیا تو نصف مہر مسمی واجب ہوگا طلاق قبل وطی سے ولو اللہ فمر ای تبیین فعل الاجنبی فیجب نصف مهر مثلها ان طلقت قبل الدخول والا فکله نہر بحشا اور اگر اجنبی کے کھیلنے سے ازالہ بکارت کا ہوگیا تو اجنبی پر بھی نصف مہر مثل واجب ہوگا اگر طلاق ہوئی عورت کو قبل دخول کے اور اگر بعد دخول کے طلاق ہوئی تو پورا مہر مثل واجب ہوگا چنانچہ یہہ روایت نہر الفائق میں ہے بابرجت سکے ویجب نصفه بطلاق قبل وطی او خلوة فلو کان نکحها علی قیمته خمسة کان لها نصفه وهو درهمان ونصف اور واجب ہوتا ہے نصف مہر طلاق قبل وطی یا خلوت سے تو اگر نکاح کیا عورت سے ایسی چیز پر جسکی قیمت پانچ درم تھی پہر اوسکو طلاق دی قبل وطی یا خلوت کے تو وہ چیز آدہی عورت کو ملیگی اور اڑہائی درم اور ملینگے آدہی چیز عورت کو اسواسطے ملیگی کہ نصف مہر ملتا ہے طلاق قبل وطی سے اور چونکہ مہر دس درم سے کم تہا تو دس کا پورا کرنا واجب ہوا اسواسطے اڑہائی درم اور عورت کو ملینگے تاکہ اقل مہر کامل ہوجاوے وعاد النصف الی ملك الزوج بمجرد الطلاق اذا لم یکن مسلماً لها وان کان مسلماً لها لم یبطل ملکها منه بل توقف عوده الی ملکه علی القضاء او الرضاء اور پہر آویگا نصف مہر زوج کی ملکیت میں بمجرد طلاق دینے کے جب کہ زوج نے زوجہ کو مہر تسلیم کیا ہوا ہو اگر مہر کو تسلیم کردیا ہو تو عورت کی ملکیت کل مہر سے قبل وطی کے باطل نہیں ہوتی بلکہ نصف مہر کی ملکیت کا عود کرنا زوج کیطرف موقوف ہے قاضی کے حکم پر یا عورت کی رضامندی پر فلهذا لا ینفذ لعتقه ای الزوج عبد المهر بعد الطلاق فیها قبله ای قبل القضاء ونحوه لعدم ملکه قبله تو اسی سبب سے نافذ نہیں زوج کا آزاد کرنا مہر کے غلام کو بعد طلاق دینے عورت کے قضا یا رضا سے پہلے بسبب نہ مالک ہونے زوج کے قبل قضا یا رضا کے یعنی جب ملکیت زوج کی قضا یا رضا پر موقوف ہوئی تو پہر وہ اوسکے آزاد کرنا کیونکر ثابت ہوگا وینفذ تصرف المرأة قبله فی الکل لبقاء ملکها اور نافذ ہوگا تصرف کرنا عورت کا قبل قضا یا رضا کے کل مہر میں بسبب باقی رہنے ملکیت عورت کے تو جس غلام پر عورت نے مہر کی وجہ سے قبضہ کیا بعد طلاق ہونیکے بھی اگر اوسکو آزاد کردے تو بہہ عتق نافذ ہوگا اسواسطے کہ اوسکی ملکیت کل مہر پر قبل قضا یا رضا کے ثابت ہے وعلیها نصف قیمة الاصل یوم القبض لان زیادة المهر المنفصلة تتنصف قبل القبض لا بعده اور عورت پر واجب ہوگی نصف قیمت اصل کی جو قبضہ کرنیکے دن قیمت تہی فقط اصل قیمت اسواسطے واجب ہوگی کہ مہر کی جدی زیادتی تنصیف ہوتی ہے قبضہ کرنے سے پہلے نہ بعد قبضہ کرنیکے یعنی عورت کو مثلا لونڈی مہر میں ملی پہر اوسکی لڑکی پیدا ہوئی پہر عورت مطلقہ ہوئی قبل وطی کے تو جتنی لونڈی کی قیمت قبضہ کرنیکے دن تہی اوسکی نصف قیمت عورت زوج کو پہیر ہوگی مگر لونڈی کی اولاد کو بالکل اپنی ملک میں رکہیگی اسواسطے کہ اولاد زیادتی منفصل ہے اور زیادتی منفصل کی تنصیف قبضہ کرنیکے بعد نہیں ہوتی ووجب مهر المثل فی الشغار وهو ان یزوجه بنته او اخته علی ان یزوجه الآخر بنته او اخته مثلا معاوضة بالعقدین اور واجب ہے مہر مثل شغار میں شغار اوسکو کہتے ہیں کہ نکاح کردے ایک مرد اپنی بیٹی یا بہن کا دوسرے مرد سے اس شرط پر کہ دوسرا مرد مثلا اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کردے اس سے تاکہ ایک عقد دوسرے عقد کا بدلا ہوجاوے تو دونو نکاح مہر سے خالی ہوئے وهو منهی عنه لخلوه عن المهر فاذا وجب فیه مهر المثل فلم یبق شغارا اور شغار ممنوع ہے حدیث سے بسبب خالی ہونے شغار کے مہر سے سو جبکہ اوسمین مہر مثل واجب کیا سو شغار نہ باقی رہا یعنی شغار اسی سبب سے ممنوع ہوا کہ اوسمین مہر نہین ہوتا پہر جب مہر مثل اوسمین واجب قرار دیا تو حقیقت میں شغار نہ باقی رہا صحاح ستہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا وفی خدمة زوج حر سنة للامهار بخدمة او امنه لان فیه قلب الموضوع کذا قالوا اور واجب ہے مہر مثل زوج حر کیخدمت میں ایک برس تک یعنی ایک برس کی خدمت کرنا مہر ٹھہرا ہو حرہ کا یا لونڈی کا اسواسطے کہ شوہر کا خادم ہونے میں قلب موضوع ہے یعنی اولٹا معاملہ ہے یعنی لازم یوں ہے کہ زوجہ زوج کیخدمت کرے پہر جب زوج کا خدمت کرنا مہر ٹھہرا تو بالعکس ہوا اسواسطے نادرست ہوا اور مہر مثل اوسمین واجب ہوا ایسا کچہہ فقہا نے کہا ہے قاضیخان نے کہا کہ زوج سے خدمت لینا حرام ہے اسواسطے کہ ذلت کا سبب ہے کذا فی حاشیة المدنی ومفاده صحة تزوجها علی ان یخدم سیدها اور ولا یشکل بقصة شعیب مع موسی علیهما السلام اور مفاد تعلیل فقہا کا یہہ ہے کہ صحیح ہو نکاح لونڈی کا اس مہر پر کہ خدمت کرے

زوج اوسکو مالک کی یا حرہ کا نکاح اس شرط پر کہ زوج اوسکے ولی کی خدمت کرے بدلیل قصہ شعیبؑ کے ساتھہ موسی علیہما السلام کے اسواسطے کہ شعیب علیہ السلام نے
اپنی بیٹی کا نکاح موسی علیہ السلام سے کیا اور آٹھہ برس یا دس اپنی بکریان چرانا مہر مقرر کرلیا اون سے کخدمتہ علی خدمۃ عبدہ او امتہ او عبد الغیر
برضاء مولاہ او حر آخر برضاہ جیسے صحیح ہی نکاح اس مہر پر کہ شوہر کا غلام یا لونڈی خدمت کری زوجہ کی یا غیر کا غلام خدمت کری اپنی مالک کی رضامندی
سے یا کوئی اور حر اپنی خوشی خدمت کری لیکن جب حر کیخدمت مہر ہوگا تو زوج پر خدمت کی قیمت واجب ہوگی اسواسطے کہ خدمت حر مین مفاسد بہت ہین جیسے
خلوت ہونا اجنبی سے یا انکشاف بعض اعضا کا کذا فی فتح القدیر و فی تعلیم القرآن للنص بالابتغاء بالمال اور واجب ہی مہر مثل تعلیم قرآن مین بموجب
نص قرآنی کے کہ طلب نکاح کی مال سے چاہئے قرآن شریف مین فرمایا کہ ان تبتغوا باموالکم یعنی نکاح طلب کرو اپنے مالون سے اور تعلیم قرآن
مال نہین اسواسطے تعلیم قرآن مین مہر مثل واجب کیا و باء ازوجتک بما معک من القرآن للسببیۃ او للتعلیل لکن فی النہر ینبغی ان یصح
علی قول المتاخرین اور بی ازوجتک بما معک من القرآن کی واسطے سببیت یا تعلیل کے ہی یہہ شارح نے رفع دخل کا کیا یعنی حدیث مین آیا ہی
کہ حضرت نے ایک صحابی سے فرمایا کہ ازوجک بما معک من القرآن کہ مین تیرا نکاح کرتا ہون بدلے قرآن کے جو تیری ساتھہ ہے تو معلوم ہوا کہ تعلیم
قرآن کی مہر ہوسکتا ہی شارح نے اسکا جواب دیا کہ یہہ دلیل اوسوقت مین پوری ہوتی کہ اس حدیث مین بی کا حرف فقط عوض کے معنی مین مخصوص ہوتا
بلکہ سببیت او تعلیل کے معنی اسمین ہوسکتے ہین یعنی بسبب قرآن یاد ہونیکے یا قرآن کی برکت سے تیرا نکاح کیا تو تعلیم قرآن کا مہر ہونا ثابت نہوا چنانچہ
اول باب مین اس حدیث کا بیان ہوچکا لیکن نہر الفائق مین کہا ہے سزاوار یہہ ہے کہ تعلیم قرآن متاخرین کے قول پر مہر ہوسکی بحر الرائق اور
نہر الفائق مین کہا ہے کہ متاخرین کا فتوے اس پر ہے کہ تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ پر اجرت لینا درست ہی پھر جب اجرت لینا درست ہوا تو مہر ہونا بھی
درست ہوگا اسواسطے کہ جسکی اجرت لینا جائز ہی اوسکا مہر ہونا بھی جائز ہے اور فتح القدیر مین ہے کہ قول مفتی بہ پر تعلیم قرآن کا مہر ہونا صحیح ہے
کذا فی حاشیۃ المدنی ولہا خدمتہ لو کان الزوج عبدا ماذونا فی ذلک اما الحر فخدمتہ لہا حرام لما فیہ من الاہانۃ والاذلال و
کذا استخدامہ نہر عن البدایع اور جائز ہی حرہ عورت کو خدمت لینا شوہر سے بشرطیکہ شوہر غلام ہو اور اوسکی مالک نے خدمت کرنیکی اجازت دی ہو یعنی
اگر غلام با جازت اپنے مولے کی حرہ سے نکاح کرے اور ایک برس کیخدمت مثلا مہر ٹھہرا دی تو درست ہی اسواسطے کہ خدمت کرنے مین غلام کی ذلت نہین لیکن حر کو
خدمت کرنا زوجہ کی حرام ہے اسواسطے کہ اسمین ذلت اور اہانت ہی اور اسیطرح زوجہ کو شوہر سے خدمت لینا حرام ہے چنانچہ نہر الفائق مین ہے بدائع
سے وکذا یجب مہر المثل فیما اذا لم یسم مہرا او نفی ان وطی الزوج او مات احدہما اذا لم یتراضیا علی شیء یصلح مہرا والا فذلک
الشیء ہو الواجب اور اسیطرح واجب ہی مہر مثل اوس صورتمین جب کہ مہر کا نام نہ لیا گیا یعنی نکاح کیا اور مہر کے ذکر سے سکوت کیا یا نفی مہر کی کی
یعنی یون کہا کہ ہمنے نکاح کیا بدون مہر کے تو مہر مثل واجب ہوگا اگر وطی کی ہو زوج نے یا دونون مین سے ایک مرگیا یہہ اوسوقت ہی جب دونون
نہ راضی ہوگئے ہون کسی چیز پر جو مہر ہونیکی لیاقت رکہتی ہو اور اگر کسی چیز پر تراضی ہوگئی ہو تو وہی چیز واجب ہوگی مہر مثل کی کچھہ ضرورت نرہی
او سمی خمرا او خنزیرا او ہذا الخل وہو خمر او ہذا العبد وہو حر لتعذر التسلیم یا نام لیا شراب یا سور کا مہر مین تو مہر مثل واجب ہوگا
اسواسطے کہ شراب اور سور مسلمان کے حق مین مال نہین یا اشارہ کیا ایک برتن کیطرف اور کہا کہ یہہ سرکہ مہر ہے حالانکہ وہ شراب ہی یا ایک شخص کیطرف اشارہ
کیا اور کہا کہ یہہ غلام مہر ہے حالانکہ وہ حر ہے تو مہر مثل واجب ہوگا اسواسطے کہ تسلیم کرنا حر کا متعذر ہے اور اسیطرح تسلیم خمر اور خنزیر بھی متعذر ہے
کہ مسلمان کے کام کے نہین او دابۃ او ثوبا او دارا ولم یبین جنسہا لفحش الجہالۃ یا نام لیا مہر مین جانور کا یا کپڑیکا یا گھر کا اور نہ بیان
کیا اونکی جنس کو کہ کون جانور گھوڑا یا بیل اور کون کپڑا ململ یا گزی اور کیسا گھر کچا یا پکا تو ایسا مہر صحیح نہین بسبب کثرت جہالت کے کہ کچھہ
امتیاز نہین ہوسکتی لہذا ان صورتون مین مہر مثل واجب ہوگا و یجب متعۃ لمفوضۃ ہی من زوجت بلا مہر طلقت قبل الوطی اور واجب ہے
متعہ مفوضہ کیواسطے مفوضہ وہ عورت ہی جسکا نکاح ہوا بدون مہر کے جو مطلقہ ہوئی قبل وطی کے وہی درع و خمار و ملحفۃ لا تزید علی نصفہ ای

نصف مهر المثل لو الزوج غنيا ولا تنقص عن خمسة دراهم لو فقيرا اور مراد متعہ سے تین کپڑے ہیں ایک کرتی دوسری اوڑھنی تیسری چادر جو سر سے
قدم تک زیادہ ہو اور ان تینوں کپڑوں کی قیمت نصف مہر مثل سے اگر زوج مالدار ہے اور کم نہو پانچ درم سے اگر زوج محتاج ہے وتعتبر المتعة بحالهما كالنفقة
به يفتى اور معتبر ہے متعہ بقدر حال زوجین کے مثل نفقہ کے اسیکا فتوی ہے بحر الرائق میں ہے کہ اگر دونو محتاج ہیں تو واجب کرباس متوسط ہے اور اگر
دونو غنی ہیں تو واجب ریشمی کپڑا متوسط ہے اور اگر ایک غنی ہے اور دوسرا محتاج تو سوتی کا کپڑا متوسط واجب ہے کذا فی حاشیة المدنی وتستحب المتعة
لمن سواها اى المفوضة الا من سمي لها مهر وطلقت قبل وطي فلا تستحب لها بل للموطوءة سمي لها مهر او لا فالمطلقات اربع
اور مستحب ہے متعہ دینا سوای مفوضہ کے مگر جسکا مہر معین ہوا اور وہ مطلقہ ہوئی قبل وطی کے تو اوسکے واسطے متعہ مستحب نہیں بلکہ متعہ اوس عورت کو مستحب ہے
جسکی وطی ہوئی اور اوسکا مہر معین ہوا ہو یا نہوا ہو تو مطلقہ عورتین چار طرح ہیں ایک وہ مطلقہ جسکی وطی نہوئی نہ مہر معین ہوا تو اوسکے واسطے متعہ واجب ہے
دوسری وہ مطلقہ جسکا مہر معین تہا اور وطی نہوئی تو اوسکو متعہ دینا مستحب نہیں تیسرے وہ مطلقہ جسکی وطی ہوئی اور مہر معین نہوا چوتہے وہ مطلقہ
جسکی وطی ہوئی اور مہر اوسکا معین تہا تو ان دونو کو متعہ دینا مستحب ہے کذا فی حاشیة المدنی والطحطاوی وما فرض بتراضيهما او بفرض قاضٍ
مهر المثل بعد العقد الخالي عن المهر او زيد على المسمى فانها تلزمه بشرط قبولها في المجلس او قبول ولي الصغيرة في معرفة قدرها
وبقاء الزوجية على الظاهر فهو اور جو مہر کہ مقدر ہوا زوجین کی تراضی سے یا بسبب ٹہیرانے قاضی کے مہر مثل کو بعد نکاح کے جو خالی تہا مہر سے
یا جو مہر کہ معین پر بڑہایا گیا زوج نے زیادہ کر دیا یا اوسکی ولی نے سو یہہ زیادہ کرنا زوج پر لازم ہوجاتا ہی بشرط قبول کرنے عورت کے مجلس مین
یا قبول کرنے ولی صغیرہ کے یہہ زیادتی لازم ہوگی درصورت معرفت مقدار زیادتی کے اور باقی رہنے زوجیت کے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر تو
اگر زوج نے کہا کہ مین نے تیرا مہر زیادہ کر دیا تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ زیادتی مجہول ہے اور اگر بعد طلاق بائن کے کچھہ مہر زیادہ کیا تو صحیح نہوگا اسواسطے
کہ زوجیت باقی نہین رہی وفی الكافي جدد النكاح بزيادة الف لزمه الالفان على الظاهر فهو اور کافی مین یون ہے کہ زوج نے نکاح کی
تجدید کی ہزار درم زیادہ کر کے تو اوسپر دو ہزار لازم آوینگے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر دو ہزار اسواسطے لازم ہوئے کہ ایکہزار اول نکاح کے اور
ایکہزار دوسرے نکاح کے وفي الخانية لو وهبته مهرها ثم اقر بكذا من المهر وقبلت صح وحمل على الزيادة وفي البزازية الاشبه انه
لا يصح بلا قصد الزيادة اور خانیہ مین ہی کہ اگر زوجہ نے زوج کو مہر بخشدیا پہر اقرار کیا زوج نے اتنے مہر کا اور قبول کر لیا عورت نے تو صحیح
ہے اور یہہ محمول ہوگا مہر زیادہ کر دینے پر اور بزازیہ مین ہے اشبہ بحق یہہ ہی کہ یہہ اقرار صحیح نہین بدون قصد زیادتی کے ولا ينصف لاختصاص
التنصيف بالمفروض في العقد بالنص یعنی جو مہر کہ مفروض ہوا بعد عقد کی یا زیادہ ہوا مسمی پر اوسکی تنصیف نہوگی طلاق قبل وطی مین اسواسطے
مخصوص ہونے تنصیف کے عقد کے مفروض سی بموجب نص قرآن کے قرآن مین ارشاد ہوا فنصف ما فرضتم یعنی آدہا مہر مفروض دینا
لازم ہے اور عرف مین مفروض اوسی مہر کو کہتے ہین جو عقد کیوقت مقرر ہوا نہ اوسکو جو بعد عقد کے مفروض ہوا یا زیادہ ہوا ہو بل تجب
المتعة في الاول ونصف الاول في الثاني بلکہ واجب ہوگا متعہ اول صورتین یعنی مفروض بعد العقد مین اور واجب ہوگا نصف اصل مہر ثانی
صورتین یعنی زیادت علی المسمی مین وصح حطها لكله او بعضه عنه قبل او لا ويرتد بالرد بحر اور صحیح ہے ساقط کر دینا عورت کا کل
مہر کو یا بعض کو شوہر سے قبول کیا ہو شوہر نے اوسکو یا نہ قبول کیا ہوا اور پہر جاتا ہی پہیر نے سے کذا فی البحر یعنی زوجہ اگر زوج سے اپنا مہر معاف کر دے
تو صحیح ہے خواہ زوج قبول کرے یا نکرے یہانتک کہ اگر بعد موت زوج کے یا طلاق بائن کی بھی معاف کریگی تو معاف ہو جائیگا لیکن اگر زوج یون
کہے کہ مہر کا معاف کرنا مین نہین مانتا تو البتہ نہ معاف ہوگا اور شرط یہہ ہے کہ عورت اپنی مرض الموت مین نہ ساقط کرے اور قنیہ مین ہے کہ زوج
نے زوجہ سے کہا کہ مین تیرے پاس نہین بیٹہتا جبتک تو مہر سے ابرا نکرے سو زوجہ نے ابرا کیا بعضون نے کہا کہ مہر معاف ہوگیا اسواسطے کہ حدیث شریف
مین آیا ہے کہ آپسین تحفہ دیا کرو تا کہ دوست ہو جاؤ تو جب محبت کیواسطے تحفہ دینے کا حکم ہوا تو محبت کے واسطے مہر معاف کرنا بھی صحیح ہوگا کذا فی حاشیة [illegible]

من البحر والخلوة مبتدأ الخبر قوله لا تي كالوطي اور لفظ خلوت کا مبتدا ہے اور خبر اوسکی مصنف کا آیندہ قول کالوطی ہے یہان سے احکام خلوت صحیحہ کے
شروع ہوئے خلوت صحیحہ برابر وطی کے ہے بشرط رفع موانع کے اور مبتدا اور خبر مین موانع کا بیان ہے بلا مانع حسي كمرض لاحدهما يمنع الوطي
وطبعي كوجود ثالث عاقل ذكره ابن الكمال وجعله في الاسرار من الحسية وعليه فليس للطبيعي مثال مستقل خلوت بدون مانع حسی کی
مانند وطی کے ہے مانع حسی وہ جو اس سے معلوم ہو جیسے زوج یا زوجہ کا ایسا بیمار ہونا کہ مانع وطی کا ہو اور خلوت بدون مانع طبعی کے جیسے زوج اور زوجہ
مین تیسرے شخص عاقل کا موجود ہونا ایسا ذکر کیا ابن کمال نے اور وجود ثالث کو اسرار مین مانع حسی سے ٹھہرایا ہے تو اس تقدیر پر مانع طبعی کی کوئی مستقل
مثال نہین ہے وشرعي كاحرام لفرض او نفل اور مانع شرعی جیسے احرام فرض حج کا یا نفل حج کا ومن الحسي رتق بفتحتين التلاحم وقرن
بالسكون عظم وعفل بفتحتين غدة وصغر ولو بزوج لا يطاق معه الجماع اور مانع حسی سے رتق ہے رتق بفتحتین بمعنی تلاحم ہے یعنی شرمگاہ
کا ایسا بند ہونا کہ دخول ممکن نہو اور مانع حسی سے قرن ہے قرن بالسکون عظم ہے یعنی ایسی ہڈی شرمگاہ مین جو مانع ہو دخول کی اور بعضی قرن کو غدہ
غلیظہ کہتے ہین اور بعضے گوشت زائد کو کہتے ہین اور مانع حسی سے عفل ہے عفل بفتحتین غدہ ہے قاموس مین کہا کہ عفل ایک شی ہے کہ عورت کی شرمگاہ
سے نکلتی ہے جیسے فوطہ بڑھنے کی بیماری مرد کو ہوتی ہے اور بحر الرائق مین کہا کہ عفل ایک شی مدور ہے کہ عورت کی شرمگاہ مین نکلتی ہے یعنی مثل ہتوڑ
کے اور مانع حسی سے لڑکپن ہے اگرچہ زوج ہی کم سن ہو ایسا لڑکپن کہ قدرت نہو اوس حال کے ساتھ جماع کرنیکی وبلا وجود ثالث معهما ولو نائما
او اعمى الا ان يكون الثالث صغيرا لا يعقل بان لا يعبر عما يكون بينهما او مجنونا او مغمى عليه لكن في البزازية ان في الليل صحت
لا في النهار وكذا الاعمى في الاصح وجارية احدهما فلا يمنع به يفتى مبتغى وغيره مانند وطی کے ہے بدون موجود ہونے تیسرے شخص کے زوجین کے
ساتھ اگرچہ شخص ثالث سوتا ہو یا اندھا مانع ہے خلوت کا مگر یہہ کہ تیسرا شخص صغیر لا یعقل ایسا ہو کہ بیان نکر سکے جو دونو مین ہوتا ہے یا دیوانہ یا بیہوش
ہو تو خلوت زوجین کا مانع نہین لیکن بزازیہ مین ہے کہ اگر خلوت رات مین ہے اور دیوانہ یا بیہوش پاس ہو تو خلوت صحیح ہے اور دن مین خلوت صحیح نہین
اسواسطے کہ مجنون کو کبھی ادراک ہوتا ہے اور بیہوش کا ہی ہوش مین آتا ہے اور ایسا ہی حال اندھے کا ہے قول اصح مین یا شخص ثالث لونڈی ہو زوج کی
یا زوجہ کی تو لونڈی کا ہونا زوجین کے پاس خلوت کا مانع نہین یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی المبتغی بحر الرائق مین کہا کہ جاریہ مین اختلاف ہے بعضون نے کہا
جاریہ مانع خلوت کی نہین زوجین کی ہو یا اور کسیکی اور بعضون نے کہا کہ زوجہ کی جاریہ مانع ہے خلوت کی بخلاف جاریہ زوج کے اور مختار یہہ ہے کہ زوج
اور زوجہ دونوکی جاریہ مانع خلوت کی نہین کذا فی الخلاصة اور اسی پر فتوی ہے کذا فی المبتغی اور امام سرخسی نے مبسوط مین کہا دونو کی جاریہ
مانع ہے خلوت کی اور یہی ہے قول امام اور صاحبین کا اسواسطے کہ لونڈی کے روبرو جماع کرنا زوجہ سے بالطبع نہین ہو سکتا انتہی علی الخصوص زوجہ
کی جاریہ کی روبرو وطی کرنا کسیطرح حلال نہین اسواسطے کہ وہ اجنبی ہے زوج سے اور لائق یہہ ہے کہ اس قول سے عدول نکیجئے کہ باعتبار درایت
اور روایت کے قوی ہے اور عجب ہے کہ امام اور صاحبین کی مخالف قول کو مفتی بہ قرار دیجئے اور متن مین داخل کیجئے حالانکہ کسیطرح لائق ترجیح
کے نہین کذا فی حاشیة المدنی عن الشيخ رحمتي المحشي والكلب يمنع ان كان عقورا مطلقا وفي الفتح وعندي ان كلبه لا يمنع مطلقا او
كلب زوجته والا يكن عقورا او كان له لا يمنع اور کتے کا ہونا زوجین کے پاس مانع ہے خلوت صحیحہ کا اگر کٹہا ہو تو مطلق مانع ہے زوج کا کتا ہو یا
زوجہ کا رات ہو یا دن اور فتح القدیر مین کہا کہ میرے نزدیک زوج کا کتا مطلقا مانع خلوت کا نہین کٹہا ہو یا نہو اسواسطے کہ اپنے مالک کو ہرگز نہین
کاٹتا تو وہ بیخوف وطی پر قادر ہوگا یا کتا زوجہ کا ہو تو اوسکا ہونا مانع ہے خلوت کا اسواسطے کہ زوجہ کا کتا اپنی بی بی کو مرد کے تلے دیکہکر غضب
مین آویگا اور حملہ کریگا اور اگر کٹہا نہو یا کٹہا ہو اور زوج کا ہو تو مانع خلوت کا نہین اسواسطے کہ کلب عقور اپنے مالک کو نہین کاٹتا چنانچہ فتح القدیر
کی روایت مین مذکور ہو چکا وبقي منه عدم صلاحية المكان كمسجد وطريق وصحراء وسطح وبيت بابه مفتوح وما اذا لم يعرفها اور
باقی رہگیا مانع حسی سے عدم صلاحیت مکان کی یعنی مکان لائق وطی کے نہونا جیسے مسجد اور راہ اور بیابان اور چھت بدون پردہ کی اور کوٹھری

جسکا دروازہ کھلا ہو اسواسطے کہ یہہ مکانات آمد و رفت اور نظر غیر سے خالی نہین اور باقی رہی مانع شرعی کی وہ صورت جبکہ زوج زوجہ کو نہ پہچانے اسواسطے کہ
قدرت وطی کی بدون معرفت زوجہ کے شرعاً متصور نہین وصوم التطوع والمنذور والکفارات والقضاء غیر مانع لصحتہا فی الاصح اذ لا کفارۃ
بالافساد و مفادہ انہ لو اکل ناسیاً فامسک فخلی بہا ان تصح وکذا کل ما اسقط الکفارۃ نہر اور روزہ نفل کا اور نذر اور کفارہ
اور قضا کا مانع نہین صحت خلوت کا قول اصح مین اسواسطے کہ ان روزون کے توڑنے مین کفارہ نہین اور مفاد اس تعلیل کا یہہ ہے کہ اگر صائم بہولکر
کہا گیا پہر اوسنے باقی دن کا امساک کیا پہر عورت سے خلوت کی تو یہہ خلوت صحیح ہوگی اسواسطے کہ اسمین کفارہ نہین چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الصوم مین ہو چکی
اور اسیطرح جو کفارہ کو ساقط کرے سو مانع صحت خلوت کا نہین کذا فی النہر بل المانع صوم رمضان اداءً وصلوۃ الفرض فقط بلکہ مانع خلوت صحیحہ کا
صوم ہے ادای رمضان کا اور نماز فرض فقط خواہ نماز ادا کی ہو خواہ قضا کی اور باقی رہ گیا موانع شرعیہ سے وہ طلاق جو خلوت پر معلق ہو یعنی زوج
نے عورت سے کہا اگر مین تیرے ساتھہ خلوت کرون تو تجھکو طلاق ہے پہر اوسنے خلوت کی تو طلاق واقع ہوئی تو زوج فقط نصف مہر دیگا اسواسطے کہ خلوت
مین ہی عورت مطلقہ ہوگئی تو وطی حرام ہوئی کذا فی الواقعات اور بزازیہ اور خلاصہ مین ہے کہ اس طلاق مین عدت وجب نہین کذا فی حاشیۃ المدنی
کالوطی فیما یجئ ولو کان الزوج مجبوباً او عنیناً او خصیاً او خنثیٰ ان ظہر حالہ والا فنکاحہ موقوف یعنی خلوت بدون موانع مذکورہ کے
برابر وطی کے ہے چند احکام مین جنکا ذکر آگے آتا ہے اگرچہ زوج مقطوع الذکر والخصیتین ہو یا نامرد ہو یا خصی ہو یا خنثی ہو بشرطیکہ خنثے کا حال قبل خلوت
کے کھل گیا ہو یعنی مرد ہونا اوسکا ثابت ہوگیا ہو تب اوسکی خلوت مانند وطی کے ہوگی اور اگر خنثے کا حال نہ ظاہر ہوا ہو کہ مرد ہے یا عورت تو اوسکا
نکاح موقوف رہیگا حال ظاہر ہونے تک تو ایسے خنثے کی خلوت مانند وطی کے نہین وما فی البحر والاشباہ لیس علی ظاہرہ کما بسطہ فی النہر
اور جو خنثے کا مسئلہ بحر الرائق اور اشباہ مین ہے وہ اپنے ظاہر پر محمول نہین چنانچہ اسکو خوب بیان کیا ہے نہر الفائق مین ہم اشباہ مین کہا ہے کہ اگر
خنثے کے باپ نے اوسکا نکاح مرد سے کیا پہر مرد نے اوس سے وطی کی تو جائز ہے اور اگر مرد وطی نکر سکا تو مجھکو اسکا علم نہین اور اگر خنثے کے باپ نے اوسکا
نکاح عورت سے کیا پہر خنثے نے عورت سے وطی کی تو جائز ہے اور نہین تو اوسکی مدت مقرر ہوگی عنین کی مانند انتہی عبارتہ اس عبارت سے یون ظاہر
ہوتا ہے کہ قبل ظاہر ہونے حال خنثے کے خلوت کرنا اوسکو جائز ہے اور نہر الفائق مین مبسوط سے نقل کیا کہ نکاح خنثی کا قبل ظاہر ہونے اوسکی حال کے
موقوف ہو پہر بعد بالغ ہونیکے اگر خنثی مرد نکلا اور نکاح عورت سے ہوا تھا تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر مرد سے نکاح ہوا تھا تو نکاح باطل ہے اس عبارت سے
صریحاً ثابت ہوتا ہے کہ خنثے کو خلوت کرنا قبل ظاہر ہونے اوسکی حال کے صحیح نہین وفیہ عن شرح الوہبانیۃ قد یکون العنۃ لمرض او ضعف
خلقۃ او کبر سن اور نہر الفائق مین ہے شرح وہبانیہ سے اور کبہی ہوتی ہے نامردی بیماری سے یا ضعف پیدایش سے یا درازی عمر سے یہہ جواب
اوس سوال کا ہے جو نہر الفائق کی عبارت پر وارد ہوتا ہے نہر الفائق مین کہا کہ اگر خنثے بعد بالغ ہونیکے جماع پر قادر نہوا تو اوسکی مدت مقرر ہوگی
مانند عنین کے اس عبارت پر سوال لگتا ہے کہ نامردی تو درازی عمر مین ہوتی ہے بلوغ کیوقت تو جوش شہوت کا زمانہ ہے اسوقت مین نامردی کیونکر
متصور ہو شارح نے اسکا جواب شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ نامردی فقط پیری پر موقوف نہین بلکہ بیماری اور ضعف خلقت سے بہی ہوتی ہے
کذا فی حاشیۃ المدنی فی ثبوت النسب ولو من المجبوب یعنی خلوت صحیحہ مانند وطی کے ہے ثابت ہونے نسب مین اگرچہ خلوت زوج مقطوع الذکر
والخصیتین سے ہو مناسب یون تہا کہ ماتن ثبوت نسب کو احکام خلوت سے نہ شمار کرتا اسواسطے کہ نسب تو مجرد عقد سے ثابت ہوجاتا ہے خلوت پر موقوف نہین
وفی تاکد المہر المسمی ومہر المثل بلا تسمیۃ اور خلوت مانند وطی کے ہے مہر مسمی اور مہر بدون تسمیہ کے ثابت اور محکم ہوجانے مین یعنی جیسے
وطی سے مہر مسمی اور مہر مثل غیر مسمی مین زوج پر لازم ہوتا ہے ویسا ہی خلوت صحیحہ سے بہی دونو لازم ہوجاتے ہین والنفقۃ والسکنی اور خلوت
مانند وطی کے ہے نفقہ اور سکنی لازم ہونے مین یعنی نکاح کے بعد اگر خلوت صحیحہ کرکے طلاق دے تو زوج پر نفقہ اور سکنی تا عدت لازم ہوگا و
العدۃ وحرمۃ نکاح اختہا واربع سواہا فی عدتہا اور خلوت مانند وطی کے ہے وجوب عدت مین اور منکوحہ کی بہن کا نکاح اور اوسکی سوای چار

عورتون کے نکاح حرام ہونیمین اوسکی عدت کے اندر یعنی عورت سی نکاح کیا پھر خلوت صحیحہ کرکے اوسکو طلاق دی تو اوسکی عدت مین اوسکی بہن سے نکاح حرام
ہے اور اسیطرح سوای اوس عورت کے اور چار عورتون سے نکاح کرنا اوسکی عدت مین حرام ہے وحرمة نکاح الامة اور خلوت مانند وطی کے
ہے لونڈی کے نکاح حرام ہونیمین یعنی حرہ منکوحہ بعد خلوت کے مطلقہ ہوئی تو اوسکی عدت مین لونڈی سے نکاح کرنا حرام ہے ومراعاة وقت
الطلاق فی حقہا اور خلوت مانند وطی کے ہے وقت طلاق کے رعایت کرنیمین عورت کے حق مین یعنی جیسے بعد وطی کے مسنون ہے کہ طہر مین طلاق
رجعی دے نہ حیض مین ویسے ہی بعد خلوت صحیحہ کے بھی وقت طلاق کی رعایت رکھی چنانچہ اسکی تصریح کتاب الطلاق مین آویگی وکذا فی وقوع طلاق
بائن آخر علی المختار اور اسیطرح خلوت مانند وطی کے ہے دوسری طلاق بائن پڑنیمین بنا بر قول مختار کے یعنی خلوت کے بعد ایک طلاق دی پھر عدت
کے اندر دوسری طلاق بائن دی تو دوسری طلاق واقع ہوگی قول مختار مین اور اگرچہ پہلی طلاق بلفظ صریح تھی لیکن وہ بھی در حکم بائن ہے
علما کے نزدیک احتیاطا اور مزید تصریح اسکی حاشیہ طحطاوی اور مدنی مین ہے جسکو زیادہ شوق ہو وہان دیکھلے ولا یکون کالوطی فی حق بقیة
الاحکام کالغسل نہین ہے خلوت برابر وطی کے بقیہ احکام کے حق مین جیسے غسل مین یعنی وطی سے زوجین پر غسل واجب ہوتا ہے اور خلوت صحیحہ
نہین والاحصان اور نہین ہے خلوت صحیحہ مانند وطی کے ثبوت احصان مین یعنی وطی سے حکم احصان کا ثابت ہوتا ہے اور خلوت سے نہین محصن اگر زنا
کرے تو سنگسار ہو بخلاف خلوت والیکی وحرمة البنات اور نہین ہے خلوت مانند وطی کے بیٹیونکی حرمت مین یعنی مرد نے جس عورت سے وطی کی تو اوسکی
بیٹی مرد پر حرام ہے اور خلوت سے اوس عورت کی بیٹی حرام نہین وحلہا للاول اور نہین خلوت مانند وطی کے عورت کے حلال ہونیمین پہلے زوج
کیواسطے یعنی مطلقہ ثلثہ زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہوتی ہے اور زوج ثانی کی خلوت سے اوسکو حلال نہین ہوتی والرجعة اور نہین
خلوت مانند وطی کے رجعت مین یعنی وطی کے بعد طلاق دینے مین رجعت درست ہے اور خلوت کے بعد طلاق دینے سے رجعت درست نہین اسواسطےکہ بعد خلوت کے طلاق رجعی
نہین رہتی بلکہ بائن ہو جاتی ہے چنانچہ ذخیرہ وغیرہ مین اسکی تصریح موجود ہے کذا فی حاشیة المدنی والمیراث اور نہین خلوت مانند وطی کی در حق
میراث یعنی اگر بعد خلوت کے طلاق ہوئی اور عدت مین زوج مرگیا تو عورت نہ وارث ہوگی مرد کی بخلاف وطی کے وتزوجہا کالابکار علی المختار وغیر ذلک
کما نظمہ صاحب النہر فقال اور تزویج خلوت والی عورت کی مثل باکرہ عورتون کے ہے بنا بر قول مختار کے یعنی جب باکرہ کو بعد خلوت کے طلاق ملی تو
اوسکا نکاح ثانی مانند باکرہ عورتون کے ہوگا اور سوای اسکی اور احکام مین جنمین خلوت وطی کی مانند نہین جیسے اجازت نکاح موقوف کی خلوت سے نہین
ہوتی بخلاف وطی کے چنانچہ اسکو نہر الفائق کے مصنف نے نظم کیا ہے اور کہا ہے ؎ وخلوة الزوج مثل الوطی فی صور ۔ وغیرہا وہذا العقد مفصول
اور خلوت کرنا زوج کا مانند وطی کے ہے چند صورتون مین اور مغائر ہے وطی کے چند صورتون مین اور اس نظم سے جو کہ موتیونکی لڑی ہے احکام خلوت کی
تفصیل ہے ؎ تکمیل مہر وإعداد کذا نسب ۔ إنفاق سکنی ومنع الاخت مقبول ۔ خلوت برابر ہے وطی کے تکمیل مہر مین اور وجوب عدت
مین اور اسیطرح نسب مین اور نفقہ دینے مین اور سکنی مین اور بہن کے نکاح منع ہونیمین مقبول ہے یہہ قول علما کے نزدیک مردود نہین ہے ؎ وأربع
وکذا قالوا الاماء ولقد ۔ راعوا زمان فراق فیہ تحصیل ۔ اور خلوت مانند وطی کے ہے چار عورتون کے نکاح حرام ہونیمین اوسکی عدت کے اندر اور
اسیطرح علمانے لونڈیون کو کہا ہے اور مقرر رعایت کی ہے علمانے زمانہ فراق کی جسمین خصوصیت کرنا ہے یعنی طہر کو وقت طلاق دینا چاہئے نہ حیض مین
؎ واوقعوا فیہ تطلیقا اذا لحقا ۔ وقیل لا والصواب الاول القیل ۔ اور واقع کی ہے علمانے طلاق کے اندر دوسری طلاق جبکہ
وہ لاحق ہو اول طلاق سے اور بعضون نے کہا کہ دوسری طلاق نہین واقع ہوتی اور درست پہلا ہی قول ہے یعنی واقع ہوتی ہے ؎ والمغایرة
فالاحصان یا آملی ۔ ورجعة وکذا التوریث معقول ۔ لیکن وہ احکام جنمین خلوت مغایر ہے وطی کی اول اونمین سے احصان ہے اے
میرے مقصود اور رجعت ہے اور اسیطرح وراثت معقول ہے ؎ سقوط وطی واحلال لہا وکذا ۔ تحریم بنت نکاح البکر معدول
اور ساقط ہونا وطی کا یعنی جب ایکبار زوجہ سے وطی کی تو اوسکا وطی کا مطالبہ ساقط ہوگیا اور اگر فقط خلوت کی تو زوجہ کو وطی کے مطالبہ کرنیکا

حق سے اور حلال زوجہ کا یعنی زوج ثانی نے اگر عورت کو بعد خلوت کے طلاق دی تو زوج اول کو یہ عورت نہ حلال ہوگی بخلاف وطی کے اور اسیطرح حرام ہونا
بیٹی کا یعنی اگر عورت سے خلوت کی بدون مساس وغیرہ کے پھر طلاق دی تو اوس عورت کی بیٹی زوج پر حرام نہین بخلاف وطی کے اور نکاح باکرہ مسدول سے
یعنی باکرہ کیطرح خلوت والی عورت کا نکاح ہو یعنی استیذان ولی مین اوسکا سکوت قائم مقام نطق کے ہے باکرہ کی مانند کذا الکفئی والتکفین ما فسدت
عبادة ولذا بالغسل تکمیل اسیطرح ایلا سے رجوع کرنا یعنی زوج نے قسم کہائی کہ زوجہ سے چار مہینے وطی نکرونگا پھر اگر قسم پوری کی تو طلاق
ہوئی اور اگر مدت مذکور مین وطی کی تو اوسکو فئی کہتے ہین یعنی خلوت باقی رہنے کیطرف رجوع کی تو ایلا کرنے والیکا رجوع وطی کرنے سے ہوتا ہے
خلوت سے اور روزہ دار کو خلوت سے کفارہ واجب نہین ہوتا اور وطی سے کفارہ واجب ہی اور اسیطرح خلوت سے عبادت حج اور صوم اور اعتکاف
فاسد نہین ہوتے بخلاف وطی کے اور اسیطرح خلوت سے غسل واجب نہین ہوتا بخلاف وطی کے اور غسل کا تکمیل ہوئی اون مسائل کی جنمین خلوت مانند
وطی کے نہین ولو افترقا فقالت بعد الدخول وقال الزوج قبل الدخول فالقول لها لانکارها سقوط نصف المهر ان انکرت
الوطی اور اگر جدائی ہوئی زوج اور زوجہ مین اور زوجہ نے کہا کہ مجھکو طلاق دی بعد دخول کے اور زوج نے کہا قبل دخول کے تو عورت کا قول معتبر ہوگا بسبب
منکر ہونے عورت کے سقوط نصف مہر سے اگر عورت منکر ہو وطی کی تو بھی اوسیکا قول معتبر ہوگا اور پورا مہر پاویگی ولو لم تمکنه فی الخلوة فان بکرا
صحت والا لان البکر انما توطأ کرها کذا فی حاشیة الطحطاوی وأقره المصنف اور اگر نہ قادر ہونے دیا زوجہ نے زوج کو خلوت مین تو اگر
زوجہ باکرہ ہی تو خلوت صحیحہ ہوئی اور اگر باکرہ نہین تو خلوت صحیح نہوئی اسواسطے کہ باکرہ کی وطی نہین ہوتی مگر زبردستی سے چنانچہ یہی تفصیل کی
ہے طحطاوی نے اور ثابت رکہا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین ولو قال ان خلوت بك فانت طالق فخلا بها طلقت بائنا
لوجود الشرط ووجب نصف المهر ولا عدة علیها بزازیه اور اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر مین تیرے ساتھ خلوت کرون تو تجھکو طلاق ہے
پھر خلوت کی زوجہ سے تو اوسکو طلاق بائن ہوگئی بسبب پائے جانے شرط کے اور واجب ہوگا نصف مہر اور عدت اس عورت پر واجب نہین کذا فی البزازیہ
یہ جب عدت نہوئی تو نفقہ بھی نہین اور لباس بھی نہوگا اسواسطیکہ یہ چیزین فروع عدت سے ہین کذا فی حاشیة الطحطاوی وتجب العدة فی الکل ای
کل انواع الخلوة ولو فاسدة احتیاطا ای استحسانا لتوهم الشغل اور واجب ہوتی ہے عدت کل مین یعنی کل اقسام خلوت مین اگرچہ
خلوت فاسدہ ہو اور عدت واجب ہی احتیاطا یعنی باعتبار استحسان کے بجہت توہم شغل کے یعنی اس توہم سے کہ رحم عورت کا نطفہ زوج سے
مشغول ہوگیا ہو چنانچہ خلوت صحیحہ مین عدت سے واجب عدت کا حکم مذکور ہو چکا لیکن مصنف نے یہان علیحدہ کرکے پھر اسواسطے بیان کیا تاکہ معلوم ہو جاوے
کہ خلوت صحیحہ اور فاسدہ دونو مین عدت واجب ہی چنانچہ شارح نے اسکی طرف اشارہ کردیا اور سابق فقط خلوت صحیحہ کے احکام مذکور ہوئے تھے
وقیل قائله القدوری واختاره التمرتاشی وقاضیخان ان کان المانع شرعیا کصوم تجب العدة وان کان حقیقیا کصغر وا
مرض مثل نفی التجب والمذهب الاول لانه نص محمد قاله المصنف اور کہا گیا ہی اس قول کا قائل قدوری ہے اور پسند کیا ہی اسکو
تمرتاشی اور قاضیخان نے کہ اگر خلوت صحیحہ کا مانع شرعی ہے جیسے روزہ تو عدت واجب ہی اور اگر مانع خلوت کا حقیقی ہے جیسے کم سن ہونا
یا مرض دائمی جسنے قوت کو بالکل توڑ دیا تو عدت واجب نہین اور مذہب مختار اول ہے قول ہی یعنی ہر صورت عدت واجب ہی خلوت صحیح ہو یا نہو اسکی
کہ تصریح کر دی ہے امام محمد نے جامع صغیر مین چنانچہ مصنف نے اسکو اپنی شرح مین کہا ہے وفی المجتبی الموت ایضا کالوطی فی حق العدة
والمهر فقط حتی لو ماتت الام قبل دخوله بها حلت بنتها اور مجتبی مین ہے کہ موت بھی مانند وطی کے ہی عدت کے حق مین اور مہر مین فقط
یہانتک کہ اگر ماں مرگئی قبل دخول کے تو اوسکی بیٹی حلال ہوگی اوسکے زوج پر قبضت الف المهر فوهبته له وطلقت قبل وطی رجع علیها
بنصفه لعدم تعیین النقود فی العقود والفسوخ قبضہ کئے زوجہ نے ہزار درم مہر کے پھر وہی ہزار زوج کو ہبہ کئے اور طلاق ہوگئی زوجہ کو قبل
وطی کے تو زوج زوجہ سے نصف مہر یعنی پانسو پھیرلے اسواسطے کہ مہر فقط ہزار تہا تو طلاق قبل وطی سے آدہا زوج پر واجب ٹھہرا اور زوجہ نے پورا

مہر لیلیا تھا تو آدھا مہر زوجہ کو پھیر دینا چاہئے اور زوجہ نے جو زوج کو ہبہ کیا اوسکا اعتبار نہین ہے اسطور کہ جو مستحق الاسترداد تھا وہ بعینہ زوج کو نہین پہونچا
بلکہ غیر مستحق پہونچا بسبب متعین ہونے نقود کے عقود مین مثلا ایکمرد نے عورت سے نکاح دس درہم پر کیا اور اوسکے پاس موجود تھے کیا مرد کو اختیار ہے کہ ان
درہمون کو اپنے پاس رکھے اور اون کی مانند اور درم زوجہ کو دے اور اسیطرح بیع وغیرہ عقود مین نقود کی تعیین معتبر نہین وان لم تقبضه او
قبضت نصفه فوهبت الكل في الصورة الاولى او ما بقي وهو النصف في الثانية او وهبت عرض المهر كثوب معين او في الذمة
قبل القبض او بعده لا رجوع لحصول المقصود اور اگر زوجہ نے مہر پر قبضہ نکیا یا نصف پر قبضہ کیا پھر زوج کو سب مہر ہبہ کیا پہلی صورتمین یعنی عدم
قبض مین یا باقی مہر کو ہبہ کیا یعنی نصف مہر کو دوسری صورتمین یعنی نصف مہر کے قبضہ کر نیمین یا مہر نقد نہتا بلکہ جنس تھی اور زوجہ نے جنس مہر کی زوج کو
ہبہ کی جیسے کوئی معین کپڑا یا وہ کپڑا ہبہ کیا جو کسیکے ذمہ پر قرض تھا قبل قبضہ کرنے جنس مہر کے ہبہ ہوا ہو یا بعد قبضہ کرنے کے پھر طلاق ہوئی
عورت کو قبل وطی کے تو ان چارون صورتون مین نصف مہر کا پھیر لینا زوجہ سے نہین پہنچا بسبب حصول مقصود کے یعنی زوج کا حق بعینہ [illegible]
ہو کر نکحها بالف على ان لا يخرجها من البلد او لا يتزوج عليها او نكحها على الف ان اقام بها وعلى الفين ان اخرجها فان
وفى بما شرطه في الصورة الاولى واقام بها في الثانية فلها الالف لرضاها بها فههنا صورتان الاولى تسمية المهر مع ذكر
شرط ينفعها والثانية تسمية المهر على تقدير وغيره على تقدير والا يوف وان لم يقم فمهر المثل [illegible]
نکاح کیا عورت سے عوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ عورت کو شہر سے نہ نکال لیجائیگا یا اس شرط پر کہ اس عورت پر [illegible] نکاح کیا
عورت سے ہزار درم کے مہر پر اگر [illegible] عورت کے شہر مین اور دو ہزار درم کے مہر پر اگر عورت کو اوسکے شہر سے باہر لیجاے [illegible]
پورا کیا پہلی صورت مین یعنی شہر سے باہر نہ لیگیا یا دوسرا نکاح نکیا اور دوسری صورت مین عورت کے شہر مین مقیم رہا تو [illegible]
بسبب راضی ہو جانے عورت کی تسمیہ مہر پر تو یہان دو صورتین ہین ایک تو مہر کا معین ہونا ایسی شرط کے ساتھ جو عورت کو [illegible]
دوسرے کہ تسمیہ مہر کا ایک تقدیر پر اور اوسکے سوا دوسری تقدیر پر یعنی اقامت مین ہزار اور اخراج مین دو ہزار اور اگر [illegible]
اقامت شہر کی نکی دوسری صورتمین تو مہر مثل واجب ہوگا بو اسطہ نہ راضی ہونے عورت کی مہر مسمی پر بسبب فوت ہو [illegible] ويزاد المهر في
المسئلة الاخيرة على الفين ولا ينقص عن الف لاتفاقهما على ذلك لیکن مہر مثل زیادہ نکیا جائیگا دو ہزار سے [illegible]
شرط ہوئی تھی کہ اقامت مین ہزار اور اخراج مین دو ہزار اور کم نہوگا مہر مثل ہزار سے بسبب متفق ہونے زوجین کے [illegible] عورت راضی ہو گئی تھی
دو ہزار پر حالت اخراج مین تو اوسکو دو ہزار سے زیادہ کیونکر ملین مثلا مہر مثل پانچہزار تھے تو دو ہی ہزار [illegible]
تو ہزار سے کم نہ دیجاوینگے اسواسطے کہ مرد راضی ہو چکا تھا ہزار پر حالت اقامت مین تو حالت اخراج مین کیونکر ہزار سے کم ہو سکے ولو طلقها
قبل الدخول تنصف المسمى في المسئلتين لسقوط الشرط وقالا الشرطان صحيحان اور اگر طلاق دی عورت کو قبل دخول کے تو
آدھا مہر مسمی پایگا دونو مسئلون مین بسبب ساقط ہو جانے شرط کے طلاق قبل دخول سے اور صاحبین نے کہا کہ دونو شرطین صحیح ہین یعنی عورت ہزار
پاویگی اگر مرد شہر مین رہا اور دو ہزار پاویگی اگر اوسکو باہر لے گیا کذا فی حاشیة الہدایہ بخلاف ما اذا تزوجها على الف ان كانت قبيحة
وعلى الفين ان كانت جميلة فانه يصح الشرطان اتفاقا في الاصح لقلة الجهالة مسئلہ سابقہ برخلاف ہے اسکے کہ جب نکاح کیا عورت
سے ہزار پر اگر بدصورت ہو اور دو ہزار پر اگر خوبصورت ہو تو یہہ دونو شرطین صحیح ہین باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح مین بسبب قلت جہالت
کے اسواسطے کہ خوبصورتی اور بدصورتی ایسی چیز نہین کہ جسکی معرفت دشوار ہو اور اوسکے حصول اور عدم حصول مین تردد واقع ہو تو دونو
شرطین صحیح ہونگی بخلاف شرط اقامت اور اخراج کے کہ اوسکا وجود اور عدم دونو محتمل ہین تو ایسی شرط صحیح نہین بخلاف ما لو ردد
في المهر بين القلة والكثرة للثيوبة والبكارة فانها ان ثيبا لزمه الاقل والا فمهر المثل لا يزاد على الاكثر ولا ينقص عن الاقل

فتح بخلاف اسکے کہ اگر تردید کی قلت اور کثرت مہر مین بسبب ثیب ہونے اور باکرہ ہونے کے یعنی یون کہا کہ اگر عورت ثیب ہے تو ہزار مہر اور اگر باکرہ ہی تو دو ہزار
سو اگر عورت ثیب ہوگی تو مرد پر لازم ہوگا کمتر مہر مثلا ہزار اور اگر باکرہ ہوگی تو مہر مثل لازم ہوگا نہ زیادہ ہوگا اکثر مہر سے مثلا دو ہزار سے
اور نہ کم ہوگا کمتر مہر سے مثلا ہزار سے کذا فی فتح القدیر ولو شرط البکارۃ فوجدها ثیبا لزمه الکل درر و صححه فی البزازیۃ اور اگر شرط کی بکارت
کی پھر اوسکو ثیب پایا تو مرد پر لازم ہوگا کل مہر کذا فی الدرر اور ترجیح دی ہے اس عبارت کو بزازیہ مین اسواسطے کہ مہر مشروع ہے مجرد استمتاع کے واسطے
نہ بکارت کیواسطے تو یہہ شرط فاسد ہوئی اور شرط فاسد سے نکاح باطل نہین ہوتا بلکہ شرط باطل ہو جاتی ہے ولو تزوجها علی هذا العبد او هذا
الالف او الالفین او علی هذا العبد او هذا العبد او علی احد هذین او احدهما او کس حکم القاضی مهر المثل فان مثل الارفع
او فوقه فلها الارفع او مثل الاوکس او دونه فلها الاوکس والا فمهر المثل اور اگر مہر مین نام لیا دو چیز مختلف القیمت کا خواہ متحد الجنس
ہون خواہ مختلف جیسے نکاح کیا عورت سے اس غلام پر یا اس ہزار درم پر یا دو ہزار درم پر یا نکاح کیا اس غلام پر یا اس غلام پر یا یون کہا کہ دو مین سے
کسی پر اور ان دو چیز دنمین ایک کم قیمت ہی اور دوسری زائد تو حکم کریگا ان صورتونمین قاضی مہر مثل کو سو اگر مہر مثل اونچی قیمت والیکی برابر ہو یا
زیادہ تو عورت کو اونچی قیمت والی چیز ملیگی اور اگر مہر مثل کم قیمتی چیز کی برابر ہو یا اوس سے بھی کمتر تو عورت کو کم قیمتی چیز ملیگی اور اگر مہر مثل بیش
قیمتی سے کم ہو اور کم قیمتی سے زیادہ تو عورت کو مہر مثل ہی ملیگا وفی الطلاق قبل الدخول تحکم متعة المثل لانها الاصل حتی لو
کان نصف الاوکس اقل من المتعة وجبت المتعة فتح اور اسی مسئلہ مین طلاق ہونے قبل دخول کے حکم کیا جائیگا متعہ مثل کا اسواسطے کہ متعہ
مثل کا اصل ہے فساد تسمیہ کیوقت جیسے مہر مثل اصل ہے قبل طلاق کے سو اگر متعہ مثل کا برابر ہے نصف بیش قیمتی چیز سے یا زائد ہے نصف
بیش قیمتی سے تو عورت کو نصف بیش قیمتی ملے گا اور اگر متعہ مثل برابر ہے نصف کم قیمتی چیز سے تو اوسکو ملیگی یہین نصف
کم قیمتی ملیگا یہانتک کہ اگر نصف کم قیمتی کا کمتر ہوگا متعہ مثل سے تو واجب ہوگا متعہ مثل کا چنانچہ فتح القدیر مین ہے [illegible]
ولو تزوجها علی فرس او عبد او ثوب هروی او فراش بیت او عدد معلوم من نحو ابل فالواجب فی کل جنس له وسط الوسط
او قیمته اور اگر نکاح کیا عورت سے گھوڑے کے مہر پر یا غلام پر یا مثلا ہرات کے کپڑے پر یا کوٹھری کے فرش پر یا عدد معلوم پر اونٹ وغیرہ سے تو واجب
ہوگا متوسط ہر جنس توسط والی مین یا قیمت اوسکی واجب ہوگی مرد کو اختیار ہے چاہے جنس متوسط دے اور چاہے اوسکی قیمت دے وکل ما لم یجز السلم
فیه فالخیار للزوج والا فللمرأة اور جو چیز کہ جسمین بیع سلم جائز نہین جیسے جانور اور جواہر اور مجہلی تو اوسمین اختیار زوج کا ہی خواہ جانور
وغیرہ کو دے خواہ اوسکی قیمت کو اور جس چیز مین کہ بیع سلم جائز ہے جیسے مکیل اور موزون تو اوسمین عورت کا اختیار ہی چاہے وہی چیز لے
چاہے اوسکی قیمت لے وکذا الحکم وهو لزوم الوسط فی کل حیوان ذکر جنسه هو عند الفقهاء المقول علی کثیرین مختلفین فی الاحکام
دون نوعه هو المقول علی کثیرین متفقین فیها اور ایسا ہی حکم ہے یعنی لازم ہونا متوسط کا ہر حیوان کے مہر ہونے مین جس حیوان کی جنس
مذکور ہوئی ہو نہ اوسکی نوع فقہا کے نزدیک جنس اوسکو کہتے ہین جو بہت افراد پر صادق آوے اور وہ افراد احکام مین مختلف ہون جیسے
انسان کہ مرد اور عورت دونو پر صادق آتا ہے اور دونو کے حکم فقہ مین مختلف ہین مثلا مرد قضا اور خلافت اور اذان کی لیاقت رکھتا ہی
نہ عورت اور گھوڑا بھی جنس ہے کہ فرس غازی اور فرس غیر غازی پر صادق آتا ہے فرس غازی کا غنیمت مین حصہ ہی نہ اور فرس کا اور نوع فقہا کے
نزدیک اوسکو کہتے ہین جو کثیرین متفق الاحکام پر صادق آوے جیسے فرس عربی اور ترکی اور غلام حبشی اور ہندی اور مرد اور عورت بخلاف
مجهول الجنس کثوب و دابة لانه لا وسط له بخلاف مجہول الجنس کے جیسے کپڑا اور جانور یعنی اگر مجہول الجنس کا مہر ہوگا تو اوس جنس کا
متوسط نہ مراد ہوگا اسواسطے کہ مجہول الجنس مین متوسط نہین مجہول الجنس وہ کہ جسکے احکام کثرت سے مختلف ہون جیسے کپڑا کہ لباس حرام اور
حلال دونو پر شامل ہے جیسے حریر اور غیر حریر پھر اون دونون باعتبار قیمت کے بڑا اختلاف ہی اور اسیطرح جانور مین بڑا اختلاف ہی بعضی

حلال بعضو حرام یعنے سواری کے لائق ہین بعضو نہین تو اگر مجہول الجنس کا مہر مین نام لیا جاویگا تو تسمیہ فاسد ہے اسوقت مین مہر مثل واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی و وسطُ العبیدِ فی زماننا الحبشیُّ اور غلامون مین متوسط ہمارے زمانہ مین حبشی غلام ہے ذخیرہ مین کہا کہ متوسط غلام ہمارے زمانہ مین سندہی غلام ہے اور ادنی ترکی اور اعلی ہندی اور مصر مین صاحب بحر الرائق کے وقت مین حبشی متوسط اور اعلی رومی اور ادنے سیاہ غرضکہ اعلی اور ادنے اور متوسط ہونا باعتبار رواج ہر ملک کے اور ہر زمانیکی مختلف ہے جو جس ملک مین ہو وہین کے رواج کا اعتبار ہے وان امھرھا العبدین والحالُ ان احدَھما حرٌ فمھرھا العبدُ عند الامام ان ساوی اقلّہ ای عشرۃ دراھم والا کُمّل لھا العشرۃ لان وجوب المسمّی وان قلّ یمنعُ مھرَ المثل اور اگر مہر مقرر کیا زوج نے زوجہ کا دو غلام کو اور حالانکہ ایک ان دونون کا حر ہے تو مہر عورت کا وہی ایک غلام ہوگا نزدیک امام اعظم کے بشرطیکہ برابر ہو اوس غلام کی قیمت اقل مہر سے یعنی دس درم سے اور اگر اوس غلام کی قیمت دس درم سے کم ہو تو پورا کر دیا جائیگا عورت کیواسطے دس درم کو مثلا اگر غلام سات درم کا تہا تو تین درم دیکر عشرہ پورا کر دیا جائیگا اسواسطے کہ وجوب مہر مسمی کا اگرچہ کمتر ہو اقل مہر سے مانع ہے وجوب مہر مثل کا وعندَ الثانی لھا قیمۃُ الحرِّ لو عبدًا ورجّحہ الکمال کما لو استُحِقَّ احدُھما اور نزدیک ابو یوسف کے عورت کو قیمت حر کی ملیگی اگر حر غلام ہوتا یعنی جب دو غلام کا مہر مقرر ہوا اور ایک اونمین حر نکلا تو عورت اوس غلام کو لیگی اور حر کی قیمت لیگی اسطرح کہ حر کے درصورت غلام ہونیکی جو قیمت ہوسکتی وہی قیمت زوج سے طلب کریگی اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال نے چنانچہ دو غلامونمین سے اگر ایک غلام غیر کا ثابت ہو تو عورت غیر کے غلام کی قیمت پاویگی اسیطرح ایک کے حر ہونے مین بھی اوسکو قیمت ملیگی ویجبُ مھرُ المثلِ فی نکاحٍ فاسدٍ وھو الذی فقدَ شرطًا من شرائطِ الصحّۃِ کشھودٍ اور واجب ہوتا ہے مہر مثل نکاح فاسد مین نکاح فاسد وہ جسمین کوئی شرط شرائط صحت نکاح سے مفقود ہو چنانچہ گواہ نہون یعنی بدون گواہون کے زوجین نے ایجاب اور قبول کر لیا یا خدا اور رسول کو گواہ قرار دیا تو نکاح صحیح نہین فاسد ہے اوراسیطرح دو بہنون سے ساتھ ہی نکاح کرنا یا ایک بہن کی عدت مین دوسری بہن سے نکاح کرنا یا عدت والی عورت سے نکاح کرنا یا پانچوین عورت سے چوتھے عورت کی عدت مین نکاح کرنا یا لونڈی سے نکاح کرنا حرہ پر یہ سب قسمین نکاح کی فاسد ہین اسواسطے کہ صحت نکاح کی شرط نہین بالوطءِ فی القبلِ لا بغیرِہ کالخلوۃِ لحُرمۃِ وطئھا مہر مثل واجب ہوتا ہے نکاح فاسد مین فرج مین جماع کرنے سے نہین واجب ہوتا مہر مثل بدون وطی کے مانند خلوت کے یعنی جیسا خلوت سے نکاح صحیح مین مہر واجب ہوتا ہے اوسطرح نکاح فاسد مین خلوت سے مہر واجب نہین ہوتا بسبب حرام ہونے وطی عورت کی یعنی نکاح فاسد مین جماع عورت کا حرام ہے تو وجود مانع شرعی سے خلوت صحیحہ نہوئی اسواسطے خلوت قائم مقام وطی کے نہین ہوسکتی بخلاف نکاح صحیح کے اور وطی مین شرط یہ ہے کہ وطی فی القبل ہو تو وطی فی الدبر سے نکاح فاسد مین مہر نہین واجب ہوتا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولم یُزدْ مھرُ المثلِ علی المسمّی لرضاھا بالحطِّ ولو کان دونَ المسمّی لزمَ مھرُ المثلِ لفسادِ التسمیۃِ بفسادِ العقدِ ولو لم یُسمَّ او جُھلَ لزمَ بالغًا ما بلغ اور مہر مثل زیادہ نکیا جائیگا مہر مسمی پر بسبب راضی ہوجانے عورت کے کمی مہر پر اور اگر مہر مثل کم ہوگا مہر مسمی سے تو بھی مہر مثل ہی لازم ہوگا نہ مہر مسمی بسبب فاسد ہوجانے تسمیہ مہر کے فساد عقد سے اور اگر نکاح فاسد مین مہر کا نام نہ لیا یا مہر مسمّے ہوا لیکن اوسکی مقدار مجہول اور نامعلوم ہوگئی تو مہر مثل ہی لازم آویگا کتنا ہی کیون نہو حم نکاح فاسد مین اگر مہر مثل کم ہوگا مسمّے سے تو مہر مثل ہی واجب ہوگا اگرچہ دس درم سے بھی کم ہو مثلا پانچ درم کا مہر مثل ہو تو بھی زیادہ نہوگا بخلاف نکاح صحیح کے کہ جب اوسمین مہر مثل واجب ہوگا اور کم ہوگا دس درم سے تو دس درم پورے کئے جاوینگے لیکن اگر نکاح فاسد محرم سے ہوا تو مہر مثل واجب ہوگا کتنا ہی کیون نہو اگرچہ مہر مسمی سے بھی زیادہ ہو جاوے کما فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ویثبت لکلِّ واحدٍ منھما فسخُہ ولو بغیرِ محضرٍ من صاحبہ دخل بھا او لا فی الاصحّ خروجًا من المعصیۃ فلا ینافی وجوبَہ بل یجبُ علی القاضی التفریقُ بینَھما اور ثابت ہے ہر واحد کو زوجین سے فسخ کر دینا نکاح فاسد کا اگرچہ بدون حاضر ہونے اپنے ساتھی کے ہو وطی کی ہو عورت سے یا نہ کی ہو قول اصح مین ہر واحد کو فسخ کا اختیار ہے گناہ سے نکلنے کیواسطے اسواسطے کہ عقد فاسد کا مرتکب ہونا

پھر اوسکو قائم رکھنا حرام ہے سو ملکیت فسخ کی منافی وجوب فسخ کی نہین یعنی اگر کوئی کہے کہ نکاح فاسد کا فسخ کرنا واجب ہے تو ماتن کو لازم تھا کہ بجائے لکل واحد علی کل واحد بولتا شارح نے جواب دیا کہ ملکیت فسخ اور وجوب فسخ مین منافات نہین جو علی کل واحد ماتن کو کہنا ضرور ہوتا شارح نے کہا ملکہ واجب ہے قاضی پر جدائی کردینا درمیان دونو کے یعنی اگر زوجین فسخ نکرین تو قاضی پر تفریق واجب ہے وتجب العدة بعد الوطی للطلاق لا للموت اور واجب ہے نکاح فاسد مین بعد وطی کے نہ بعد خلوت کے واجب ہے عدت طلاق کی نہ عدت موت کی یعنی نکاح فاسد مین بعد وطی کے اگر زوج نے نکاح فسخ کیا یا وہ مرگیا تو عورت پر طلاق کی عدت واجب ہوگی یعنی تین حیض یا تین مہینے یا وضع حمل اور زوج کی موت سے عدت موت کی نہ واجب ہوگی یعنی چار مہینے اور دس دن کی من وقت التفریق او متارکة الزوج وان لم تعلم المرأة بالمتارکة فی الاصح عدت واجب ہے تفریق قاضی کے وقت سے یا زوج کے چھوڑدینے سے اگرچہ عورت کو چھوڑنے کا علم نہو قول اصح مین ویثبت النسب احتیاطا بلا دعوة اور ثابت ہوگا نسب بنابر احتیاط حفظ ولد کے بدون دعوے کے یعنی اگر زوج ثبوت نسب کا مدعی نہوگا تو بھی نسب ثابت ہوگا وتعتبر مدته وهی ستة اشهر من الوطء اور معتبر ہوگی مدت نسب کی وطی سے مدت نسب کی چھ مہینے ہین فان کانت منه الی الوضع اقل مدة الحمل یعنی ستة اشهر فاکثر یثبت النسب والا بان ولدته لاقل من ستة اشهر لا یثبت هذا قول محمد وبه یفتی پھر اگر ہو وقت وطی سے پیدایش تک کمتر مدت حمل کی یعنی چھ مہینے ہون یا زیادہ تو ثابت ہوگا نسب اور اگر اقل مدت سے نہو اسطرح کہ جنی لڑکی کو کم چھ مہینے سے تو نسب نہ ثابت ہوگا یہہ قول ہے محمد کا اور اسی پر فتوے ہے اسواسطے کہ نکاح فاسد بسبب حرام ہونیکے موجب وطی کا نہین بخلاف نکاح صحیح کے کہ اوسمین وقت عقد سے نسب ثابت ہوتا ہے وقالا ابتداء المدة من وقت العقد کالصحیح ورجحه فی النهر بانه احوط وذکر من التصرفات الفاسدة احدی وعشرین ونظم منها العشرة اللتی فی الخلاصة فقال اور کہا امام اعظم اور ابو یوسف نے کہ ابتدا مدت ثبوت نسب کی عقد کے وقت سے ہے مانند نکاح صحیح کے اور ترجیح دی ہے اس قول کو نہر الفائق مین اسطرح کہ اسی مین زیادہ تر احتیاط ہے اور صاحب نہر الفائق نے تصرفات فاسدہ اکیس ذکر کیے ہین اور انمین سے دس نظم کئے ہین جو خلاصہ مین مذکور ہین سو نظم مین یون کہا ہے ؎ وفاسد من العقود عشر ÷ اجارة وحکم هذا الاجر ÷ وجوب ادنی المثل او مسمی ÷ او کله مع فقدان المسمی اور عقود فاسدہ دس ہین ایک انمین سے اجارہ فاسدہ ہے اور حکم اسکا ہے وجوب اجرت کا اسطرح کہ اگر اجرت معین ہوگئی ہے تو کمتر اجر واجب ہوگا یعنی اگر اجر مثل کم ہوگا مسمی سے تو اجر مثل واجب ہوگا اور اگر مسمی کم ہوگا تو مسمی واجب ہوگا یا پورا اجر مثل واجب ہوگا ساتھ فقدان مسمی کے یعنی اگر تسمیہ اجر کا نہوا یا اجر مجہول ہوا تو اجر مثل واجب ہوگا کتنا ہی کیون نہو اجارہ فاسدہ وہ ہے جسمین شرط صحت اجارہ کی نہون ؎ والواجب الاکثر فی الکتابة ÷ من الذی سماه او من قیمة اور کتابت فاسدہ مین جو مسمی اور قیمت سے زائد ہے وہ واجب ہے ؎ وفی النکاح المثل ان یکن دخل ÷ وخارج البذر لمالک الحبل اور نکاح فاسد مین مہر مثل واجب ہے اگر وطی ہوئی ہوا اور مزارعت فاسدہ مین جو چیز کہ پیدا ہوئی ہے کہیت مین وہ بیج کے مالک کی ہے پھر اگر بیج زمین والیکا ہے تو عامل کو اجر مثل ہے اور اگر بیج عامل کا ہے تو زمین والیکو اجرت زمین کی ہے ؎ والصلح والرهن لکل نقضه ÷ امانة او کالصحیح حکمه اور صلح فاسد اور رہن فاسد مین ہر ایک کو عاقدین مین سے اختیار ہے توڑ دینے کا اور بدل صلح کا مصالح کے ہاتھ مین امانت ہے اور اسیطرح رہن مرتہن کے ہاتھ مین امانت ہے یا صلح فاسد کا مثل صلح صحیح کے حکم ہے اور رہن فاسد کا مثل رہن صحیح کے حکم ہے ؎ ثم الهبة مضمونة یوم قبض ÷ ومثله بعینه لعکس اقترض پھر ہبہ فاسد مین موہوب کا ضمان ہے موہوب لہ پر جسدن قبضہ کیا اور قرض فاسد مین جیسے جانور کے قرض لینے مین مستقرض مالک ہوتا ہے تو بیع کرنا غلام کا صحیح ہے قرض لینے والیکو اور اوسوقت مین اوسکی قیمت کا ضمان دیگا مقرض کو ؎ مضاربة وحکمها الامانة ÷ والمثل فی البیع والا القیمة اور مضاربت فاسدہ مین مال مضاربت کا امانت ہے مضارب کے ہاتھ مین اور بیع فاسد مین اگر مثلی چیز ہے تو مثل مقبوض مالک کا ضمان مشتری پر اور اگر قیمت والی چیز ہے تو قیمت کا ضمان ہے اور آگے ان عقود کی خود تصریح آویگی اسواسطے

زیادہ تر تصریح کرنا یہان ضرور نہوا ولِلحرّۃِ مہرُ مثلِہا الشرعیّ مہرُ مثلِہا اللغویّ ای مہرُ امرأۃٍ تُماثِلُہا اور حرہ کا مہر مثل شرعی وہ ہی جو اوسکا مثل
لغوی کا مہر ہے یعنی مہر مثل شرع مین اوسکو کہتے ہین جو دوسری عورت برابر والی کا مہر ہو من قومِ ابیہا لا اُمِّہا ان لم تکن من قومِہ کبنتِ عمّہٖ
وہ عورت برابر والی اس عورت کی باپ کی قوم سے ہو نہ اوسکی ماکی قوم سے اگر اوسکی ما اوسکے باپ کی قوم سے نہو اور اگر ماں بھی باپ کی قوم سے ہو جیسے
اوسکے چچا کی بیٹی تو ماکی قوم کا بھی اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دونو ایک ہی قوم ٹھہرے خلاصہ یہہ ہے کہ اعتبار باپ کی قوم کا ہے نہ ماکی قوم کا وفی الخلاصۃ
یُعتبر باخواتِہا وعمّاتِہا فان لم تکن فبنتُ الشقیقۃِ وبنتُ العمّ انتہی ومُفادُہ اعتبارُ الترتیب فلیُحفظ اور خلاصہ مین ہے کہ مہر مثل
مین اول اعتبار ہوگا عورت کی بہنون کا اور پہوپہیون کا پھر اگر دونون نہ ہون تو سگی بہانجی اور چچا کی بیٹی کا اعتبار ہوگا انتہی اور مفاد قول خلاصہ کا یہہ ہے
کہ باپ کی قوم مین بھی ترتیب کا اعتبار ہے اول زیادہ تر قریب کا اعتبار ہے پھر اور قرابت والی درجہ بدرجہ سو اسکو یاد رکھنا چاہیے وتُعتبر المماثلۃُ فی
الاوصافِ وقتَ العقدِ سِنّاً وجمالاً ومالاً وبلداً وعصراً وعقلاً ودیناً وبکارۃً وثیوبۃً وعِفّۃً وعلماً وادباً وکمالَ خُلقٍ وعدمَ ولدٍ
اور معتبر ہی برابری اس عورت کی باپ کی قوم کی عورتون سے وقت عقد کے ان اوصاف مین عمر مین اور جمال مین اور مال مین اور ایک شہر کے رہنے مین
اور ایک عصر ہونے مین اور عقل مین اور دین مین اور باکرہ ہونے مین اور ثیبہ ہونے مین اور پاکدامنی مین اور علم وادب مین اور کمال خلق مین اور نہ لڑکا
ہونے مین تو چھوٹی عورت بڑی عورت کی برابر نہین اور خوبصورت بدصورت کی برابر نہین اور مالدار مفلس کی برابر نہین اور ایک شہر کی رہنی والی
دوسرے شہر والیکی برابر نہین اور ایک زمانے والی دوسرے زمانے والیکی برابر نہین اور عاقلہ اور مجنونہ برابر نہین اور متقیہ اور فاسقہ برابر نہین اور باکرہ
غیر باکرہ برابر نہین اور عفیفہ اور غیر عفیفہ برابر نہین اور عالمہ اور جاہلہ برابر نہین اور ادب والی اور بے ادب برابر نہین اور خلیق اور بدخلق برابر نہین
اور لڑکے والی اور بے لڑکے والی برابر نہین ویُعتبر حالُ الزوجِ ایضاً ذکرہ الکمالُ قال ومہرُ الامۃِ بقدرِ الرغبۃِ فیہا اور معتبر ہی حال زوج کا
بھی مماثلت مین یعنی اس عورت کا زوج اور عورتون کے ازواج کی برابر ہو مال اور حسب مین ذکر کیا ہی اسکو کمال ابن الہمام نے فتح القدیر مین اور کہا ہی
لونڈیکا مہر مثل بقدر اوسکی خواہش کے ہی یعنی دیکھنا چاہیے کہ اسکا خواہش کرنیوالا کہانتک مہر دیسکتا ہی وہی اوسکا مہر مثل ہے اور لونڈی مین اوسکے باپ
کی قوم کا کچھہ اعتبار نہین بحر الرائق مین کہا کہ مہر مثل وہان واجب ہوتا ہی جہان نکاح صحیح ہوا اور مہر کا تسمیہ نہو یا تسمیہ مجہول ہو یا اوس چیز کا تسمیہ ہو
جو شرعاً حلال نہین اور نکاح فاسد مین بعد وطی کے مہر مثل ہی اور وطی بالشبہہ مین جو مہر مثل لازم آتا ہی تو مراد اوس سے یہہ مہر مثل مذکور نہین ہوتی بلکہ
وہان مہر مثل سے مراد عُقر ہی عقر اسکو کہتے ہین کہ اگر زنا حلال ہوتا تو اوس عورت کی کیا اجرت ہوتی اوسیقدر وطی بالشبہہ مین دینا لازم ہوگا کذا
فی حاشیۃ المدنی ویُشترط فیہ ای فی ثبوتِ مہرِ المثلِ ما ذکر اخبارُ رجلین او رجلٍ وامرأتین ولفظُ الشہادۃِ اور شرط ہی ثبوت مہر مثل مین جو اوپر مذکور ہوا یہہ کہ خبر
دینا دو عادل مردونکا یا ایک مرد اور دو عورتونکا اور شرط ہی لفظ شہادت کا یعنی فقط خبر بدون لفظ گواہی کے معتبر نہین فان لم یوجد شہودٌ
عدولٌ فالقولُ للزوجِ بیمینِہٖ وما فی المحیطِ من انّ للقاضی فرضَ المہرِ حملہ فی النہر علی ما اذا رضیا بذلک سو اگر نپائے جاوین
گواہ عادل تو قول زوج کا قسم کے ساتھہ تقدیر مہر مثل مین معتبر ہوگا اور جو محیط مین ہے کہ گواہ نہونے مین قاضی کو چاہیے مہر مثل کا ٹھہرانا سو
اسکو نہر الفائق مین اوس صورت پر محمول کیا ہی جبکہ زوجین فرض قاضی پر راضی ہو گئے ہون فان لم یوجد من قبیلۃِ ابیہا فمن الاجانبِ
سے فمن قبیلۃٍ تُماثِلُ قبیلۃَ ابیہا سو اگر نہ پائی جاوین سب اوصاف مذکورہ یا بعض عورت کی باپ کی برادری مین تو اجنبی قوم کے مہر کا اعتبار
ہوگا یعنی اجنبی وہ قوم جو مساوی اور مماثل ہو اوسکے باپ کی قوم سے تو اونچی قوم یا نیچی قوم کا اعتبار نہوگا ھ شرح مجمع اور برجندی مین ہے
کہ اگر سب اوصاف مذکورہ باپ کی قوم مین نہون تو جسقدر موجود ہون وہی معتبر ہونگے اسواسطے کہ ان سب اوصاف کا دو صورتون مین جمع
ہونا متعذر ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فان لم یوجد فالقولُ لہ ای للزوجِ فی ذلک بیمینِہٖ کما مرّ پھر اگر غیر قوم مین بھی مماثلت باپ کی قوم کی
نہ پائی جاوے تو معتبر قول زوج کا ہوگا مہر مثل کی تقدیر مین قسم کہانیکے ساتھہ چنانچہ عنقریب گذرا وصحّ ضمانُ الولیِّ مہرَہا ولو المرأۃُ صغیرۃً

ولو حاً قالَ لانّه سفرٌ لکن بشرط صحتہ فلو فی مرضِ موتہٖ وهو وارثہ لم یصحّ والاصحّ من الثلث وقبولِ المرأة او غیرہا فی مجلسِ الضمانِ اور صحیح ہی ضامن ہونا ولی کا عورت کے مہر کو اگرچہ عورت صغیرہ ہوا اور اگرچہ ولی ہی عاقد ہو نکاح کا تو بھی اوسکا ضامن ہونا درست ہی اسواسطے کہ ولی عاقد تو محض سفیر اور معبّر ہوتا ہی حقوق نکاح کے اوسپر لازم نہین آتے کہ ایک ہی شخص عاقد بھی ٹھہرے اور ضامن بھی ٹھہرے ولی ضامن زوج کا ولی ہو یا زوجہ کا خواہ زوجین صغیر ہون یا جوان لیکن جواز ضمان بشرط صحت ولی کے ہی تو اگر ولی ضامن ہوگا اپنے مرض موت مین اور مکفول عنہ یا مکفول لہ وارث ہی ولیکا تو ولی کا ضامن ہونا صحیح نہین اور اگر مکفول عنہ یعنی جسکی طرف سے ضامن ہوا یا مکفول لہ یعنی جسکے واسطے ضامن ہوا وارث نہین ہے ولی کا تو ضمانت صحیح ہوگی ولی کے ثلث مال سی یعنی ولی کے ثلث ترکہ سی مہر ادا کیا جاویگا اور دوسری شرط صحت ضمان ولی کی قبول کرنا عورت کا ہی یا اوسکے غیر کا مجلس ضمان مین یعنی بشرطیکہ عورت بالغہ مجلس ضمان مین ولیکی ضمانت قبول کرلے اور اگر عورت صغیرہ ہو تو اوسکا ولی قبول کری تب اوسکی ضمانت صحیح ہوگی نہر الفائق مین ہی کہ اگر صغیرہ کا ولی ضامن ہوا تو اوسکا ضامن ہونا قائم مقام ہی عورت کے قبول کے کذا فی حاشیۃ المدنی وتطالب ایّما شاءت من زوجہا البالغِ او الولیِّ الضامنِ اور عورت مہر کو طلب کری جس سے چاہی خواہ اپنے زوج بالغ سی یا ولی ضامن سی خواہ ولی ضامن زوجہ کا ولی ہو خواہ زوج کا اور اگر زوج بالغ نہین تو مطالبہ مہر کا فقط ولی ہی سے ہوگا نہ زوج سے فانْ ادّی رجع علی الزوجِ انْ امرکما هو حکم الکفالۃِ پہر اگر ولی ضامن نے مہر کو اپنے پاس سے ادا کیا تو زوج سی پہیرلے اگر امر کیا ہو زوج نے ضامن ہونے کا چنانچہ یہی حکم ہی ضمانت کا اور اگر بدون امر زوج کے ضامن ہوا تو پہیر لینا نہین پہنچتا ولا یطالبُ الابُ بمہرِ ابنہِ الصغیرِ الفقیرِ امّا الغنیُّ فیطالبُ ابوہ بالدفعِ من مالِ ابنہ لا من مالِ نفسہٖ اور مطالبہ نہوگا باپ سی اوسکے بیٹے صغیر محتاج کے مہر کا یعنی اگر باپ مہر کا ضامن نہین تو اوسکے صغیر بیٹے محتاج کے مہر کا اوس سے مطالبہ نہوگا لیکن فرزند مالدار صغیر کے مہر کا باپ سی تقاضا ہوگا کہ اپنے بیٹے کے مال سے ادا کری نہ اپنے مال سی اذا زوّجہ امرأۃً الّا اذا ضمنہ علی المعتمدِ کما فی النفقۃِ فانّہ لا یؤاخذ بہا الّا اذا ضمن ولا رجوعَ للابِ الّا اذا اشہدَ علی الرجوعِ عند الاداءِ ابن صغیر فقیر کے مہر کا باپ پر مطالبہ نہین جبکہ نکاح کردیا ہو اوسکا کسی عورت سی یعنی فقط نکاح کردینے سے باپ کو مہر دینا لازم نہین ہوتا مگر جبکہ ضامن ہو مہر کا بنا بر قول معتمد کے چنانچہ نفقہ دینے مین مواخذہ باپ سی نہین ہوتا بدون ضمانت کی اور جبکہ باپ نے بیٹے صغیر کا مہر ادا کیا خواہ صغیر محتاج ہو یا غنی تو اوسکو پہیر لینا بیٹے سے نہین پہنچتا مگر جس صورت مین کہ باپ نے گواہ کر لیا ہو پہیر لینے پر مہر ادا کرتے وقت یا ضامن ہونیکے وقت تو البتہ پہیر لے سکتا ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولہا منعُہ من الوطیِ ودواعیہ شرح مجمع والسفرِ بہا ولو بعد وطیٍ او خلوۃٍ رضیتہما لانّ کلَّ وطئۃٍ معقودٌ علیہا فتسلیمُ البعضِ لا یوجب تسلیمَ الباقی جائز ہی عورت کو روکنا زوج کو وطی سے اور اوسکے دواعی سی یعنی تقبیل اور مساس سے کذا فی شرح المجمع اور روک دینا اپنے سفر لیجانے سی اگرچہ روکا ہو عورت نے اوس وطی یا خلوت کے بعد جو اوسکی رضامندی سی ہوچکی یعنی عورت کو مہر معجل کے لینے کیواسطے وطی اور سفر سے روکنا پہنچتا ہی اگرچہ اوسکی خوشی سے ایک بار وطی ہوچکی ہو یا خلوت ہوچکی ہو تو بھی اوسکو منع کرنیکا حق ثابت ہی اسواسطے کہ ہر وطی مہر پر معقود ہے یعنی ہر وطی پر جدا جدا مہر لازم ہی تو تسلیم بعض کی موجب نہین تسلیم باقی کی لاخذِ ما بیّن تعجیلہ من المہرِ کلًّا او بعضًا او اخذِ قدرِ ما یُعجّل لمثلہا عرفًا بہٖ یُفتی لانّ المعروفَ کالمشروطِ ان لم یؤجّل او یعجّل کلّہ فکما شرطا لانّ الصریحَ یفوقُ الدلالۃَ عورت کو جائز ہی روک دینا وطی کا واسطی لینے اوس مہر کے جسکا جلد دینا بیان ہوچکا ہی کل مہر ہو یا بعض یا واسطی لینے اوسقدر مہر کے جو جلد دیا جاتا ہی اوس جیسی عورت کو عرف مین اسیکا فتوی ہے اسواسطے کہ مروج مثل مشروط کے ہی رواج کا اعتبار ہی اگر کل مہر کی مدت یا تعجیل نہ مقرر ہوگئی ہو اور اگر کل مہر کی مدت مقرر ہوچکی ہو تو ویسا ہی کرنا چاہئے جیسا کہ دونو نے شرط کیا یعنی مہر موجل مین عورت کو منع کرنا وطی سے نہین پہنچتا اور معجل مین پہنچتا ہے مشروط مروج پر اسواسطے مقدم ہوا کہ صریح فائق ہی دلالت پر معلوم ہوا کہ کل مہر کی بھی تاجیل درست ہی بخلاف صاحب منظومہ کے کہ اوس نے اپنے فتاوی مین عدم صحت مذکور کی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی الّا اذا جُہلَ الاجلُ جہالۃً فاحشۃً فیجب حالًّا غایۃٌ الّا التاجیلَ لطلاقٍ او موتٍ فیصحّ للعرفِ بزازیہ مہر موجل مین عورت کو حق منع وطی کا نہین مگر اوسوقت جبکہ مدت مجہول ہو جہالت فاحشہ کے جیسے مہر کی مدت مقرر ہی ہو زوج کی

تک آرایش تک یا آندھی چلنے تک یا پانی برسنے تک کہ ان چیزون کا ایک وقت مقرر نہین تو ایسی مدت مین مہر فی الحال واجب ہوگا کذا فی غایۃ البیان لیکن اگر مہر کی
مدت طلاق ہونے تک یا موت تک مقرر ہو تو صحیح ہی حالانکہ اسمین بھی جہالت فاحشہ ہی کہ ہرگز طلاق اور موت کا وقت معین نہین مگر صحیح ہو بسبب رواج کے
کذا فی البزازیہ زاہدی نے کہا کہ تاخیر مہر کی موت اور طلاق تک خوارزم مین عادت ماثورہ اور شریعت معروفہ ہوگئی ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی م
اکثر بلاد ہندوستان مین بھی ایسا ہی مروج ہی بلکہ اگر زوج مہر دینے کا ارادہ کرے تو عورت ہرگز نہین لیتی نادانی سے جانتی ہی کہ مہر لینے سے نکاح فسخ ہوجائیگا
وعن الثانی لہا منعہ ان اجل کلہ وبہ یفتی استحسانا ولوالجیۃ اور ابو یوسف سے منقول ہی کہ عورت کو منع وطی کا حق ہی اگر کل مہر کی مدت
مقرر ہوگئی ہو اور اسیکا فتوی ہے بدلیل استحسان کے کذا فی الولوالجیہ دلیل استحسانی یہ ہے کہ جب زوج نے سب مہر کی مدت مقرر کی تو گویا اپنی حق استمتاع کے ساقط
ہونے پر راضی ہوگیا اسواسطیکہ مہر بوجہ استمتاع کا خلاصہ مین ہی کہ استاد ظہیر الدین کا فتوی عدم امتناع پر ہی اور صدر شہید کا فتوی جواز امتناع پر ہی بحر الرائق
مین کہا تو معلوم ہوا کہ اسمین فتوی مختلف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی النہر لو تزوجہا علی مائۃ علی حکم الحلول علی ان یعجل اربعین لہا منعہا حتی
تقبضہ ۱ھ اور نہر الفائق مین ہی کہ اگر نکاح کیا عورت سے سو درم مہر کا بشرط انقضاء مدت معین کے اس شرط پر کہ چالیس درم جلد ادا کر دیگا تو عورت کو جائز ہی
منع کرنا وطی وغیرہ کا زوج سے یہانتک کہ باقی درمون کو بھی قبضہ کرے ولہا النفقۃ بعد المنع اور ثابت ہی عورت کیواسطے نفقہ بعد منع کے بھی نزدیک امام
کے بشرطیکہ قبل مطالبہ کے خلوت یا دخول رضامندی سے ہوچکا ہو ولہا السفر والخروج من بیت زوجہا للحاجۃ ولہا زیارۃ اہلہا بلا اذنہ ما
لم تقبضہ ای المعجل اور جائز ہی عورت کو سفر کرنا اور شوہر کے گھر سے نکلنا حاجت کیواسطے تو بیحاجت نکلنا جائز نہین اور جائز ہی عورت کو زیارت کرنا اپنے
اقربا کی بدون اذن زوج کے جبتک کہ مہر معجل نپایا ہو فلا تخرج الا لحق لہا او علیہا او لزیارۃ ابویہا کل جمعۃ مرۃ او المحارم کل سنۃ ولکونہا
قابلۃ او غاسلۃ لا فیما عدا ذلک وان اذن کانا عاصیین اور جب مہر معجل پاچکی ہو تو گہر سے نہ نکلے مگر بسبب حق کے عورت کا حق کسی پر ہو یا
اسیکا حق عورت پر ہو یعنی اگر عورت کا قرض کسی پر ہو یا کسیکا قرض عورت پر ہو تو اوسکو نکلنا درست ہی زوج کی اجازت ہو یا نہو یا عورت نکلے واسطے زیارت
ماںباپ کے ہر ہفتہ مین ایکبار یا محارم کی ملاقات کیواسطے نکلے ہر سال اگرچہ زوج منع کرے کذا فی فتح القدیر یا عورت دائی جنائی ہو یا مردہ شو ہو تو بھی نکلنا درست
ہے لیکن دائی اور مردہ شو کو زوج منع کر سکتا ہی نہ نکلے انکے سوا مین یعنی سوای قرض اور زیارت والدین اور محارم کے اور لڑکا جنانے اور مردہ نہلانے
کے اور کسی کام کیواسطے نکلنا عورت کا جائز نہین اور اگر زوج سوای ان امور کے نکلنے کی اجازت دیگا تو زوج اور زوجہ دونو گنہگار ہونگے والمعتمد
جواز الحمام بلا تزئین اشباہ وسیجیٔ فی النفقۃ اور قول معتمد یہ ہی کہ عورت کا حمام مین جانا درست ہی بدون آرایش اور عطر ملنے کے
کذا فی الاشباہ اور عنقریب مسائل خروج عورت کے باب النفقہ مین بھی آوینگے محقق ابن ہمام نے کہا کہ جہان عورت کا نکلنا درست ہی وہان
بھی شرط ہی کہ آرایش اور سنگار نکرے بلکہ ایسی صورت بگاڑ کے نکلے کہ مردون کی نظر اوسپر نہ پڑے اور چند احادیث نسائی اور ترمذی اور حاکم مین باب
حمام وارد ہوئی ہین از انجملہ یہ حدیث ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب تمپر ملک عجم فتح ہوگا اور وہان تم چند بیوت پاؤگے انکو
حمام کہتے ہین تو مرد اوسمین نہ جاوین بدون ازار کے اور عورتون کو اوسمین نجانے دو سوای مریضہ اور نفاس والی کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویسافر
بہا بعد اداء کلہ مؤجلا ومعجلا اذا کان مامونا علیہا والا یؤد کلہ او لم یکن مامونا لا یسافر بہا وبہ یفتی کما فی شرح المجمع
واختارہ فی ملتقی الابحر ومجمع الفتاوی واعتمدہ المصنف وبہ افتی شیخنا الرملی اور سفر مین ساتھ لیجاوے عورت کو تین منزل
یا زیادہ بعد ادا کرنے کل مہر کے مہر موجل ہو یا معجل ہو جبکہ زوج پر اطمینان ہو عورت کیطرف سے یعنی سفر مین ایذا رسانی کا خوف نہو اور اگر کل مہر ادا نکیا
اور زوج لائق اطمینان کے نہو تو عورت کو سفر مین نہ لیجاوے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی شرح مجمع اور اسیکو پسند کیا ملتقی الابحر اور مجمع الفتاوی
مین اور مصنف نے اپنی شرح مین اسی پر اعتماد کیا ہی اور اسیکا فتوی دیا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے لکن فی النہر والذی علیہ العمل
فی دیارنا انہ لا یسافر بہا جبرا علیہا وجزم بہ البزازی وغیرہ وفی المختار وعلیہ الفتوی وفی الفصول یفتی بما یقع عندہ من المصلحۃ

لیکن نہر الفائق مین ہے جسپر عمل ہی ہمارے ملک یعنی مصر مین وہ یہ ہے کہ عورت کو سفر مین نہ لیجاوے اور سپر زبردستی کرکے یعنی سفر عورت کی خوشی پر موقوف ہے
اور اسی قول کی حقیقت پر یقین کیا ہی بزازی وغیرہ نے اور مختار مین ہی کہ اسی پر فتویٰ ہے اور فصول مین ہی کہ فتویٰ دے مفتی جو اسکی نزدیک مصلحت
اور مناسب معلوم ہو یعنی اگر زوج امانت دار اور صالح ہو اور بخانیین عورت کی سرکشی معلوم ہو تو سفر مین لیجانیکا فتویٰ دے ورنہ نہ لیجانیکا فتویٰ دے کذا فی حاشیۃ
الطحطاوی ومثلها فیما دون مدته ای السفر من المصر الی القریة وبالعکس ومن قریة بقریة لانه لیس بغربة وقیده فی التاتارخانیة
بقریة تمکنه الرجوع قبل اللیل الی وطنه واطلقه فی الکافی قال الاوعلیه الفتوی اور لیجاوے زوج زوجہ کو وہان جو مدت سفر سی کم ہو یعنی تین منزل
سے کم ہو خواہ شہر سی گانوکی طرف لیجاوے خواہ گانو سی شہر مین لاوے اور ایک گانو سی دوسرے گانو مین لیجاوے اسواسطی کہ اتنی دور جانا غربت نہین اور قید لگائی ہے
فتاویٰ تاتارخانیہ مین گانوکی یعنی ایسی گانو تک لیجانا جائز ہی کہ ممکن ہو پلٹ آنا زوج کو رات آنی سے پہلے اپنی وطن تک اور کافی مین اسکو مطلق رکہا ہی یون
کہکر کہ اسی پر فتویٰ ہے وان اختلفا فی المهر ففی اصله حلف منکر التسمیة فان نکل ثبت وان حلف یجب مهر المثل اور اگر اختلاف
کیا زوجین نے مہر مین سو اگر اختلاف اصل مہر مین کیا اسطرح کہ ایکنے کہا کہ مہر معین تہا اور دوسرے نے کہا نہین اور حالانکہ دونو گواہ لانے سے عاجز ہین تو
قسم کہاوے منکر تسمیہ کا سو اگر منکر نے قسم سے انکار کیا تو دعوی تسمیہ کا ثابت ہوگا اور اگر منکر نے قسم کہائی تو واجب ہوگا مہر مثل لیکن اگر عورت مدعی ہے
تو مہر مثل اوسکی دعوی سے زیادہ نہ دیا جاویگا مثلاً عورت نے کہا تہا کہ مہر مسمی ہزار تہا اور مہر مثل دو ہزار ہے تو ایکہزار وہ پاویگی نہ دو ہزار اور اگر مرد مدعی تہا تو مہر
مثل اوسکی دعوی سے کم نکیا جاویگا مثلاً مہر مثل ایکہزار تہا اور مرد مدعی دو ہزار کا ہی تو وہی ہزار اوس سے دلائے جاوینگے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا من
البدائع وفی المهر یحلف اجماعا اور مہر مین منکر پر قسم ہے باتفاق امام اور صاحبین کے لفظ اجماع سی ماتن نے رد کیا قول صدر الشریعت کا کہ اوسنے کہا کہ منکر
پر قسم ہے صاحبین کے نزدیک نہ امام کے کیونکہ اسوقت امام کے نزدیک نکاح مین قسم نہین صاحب بحر الرائق وغیرہ نے جواب دیا کہ یہان اصل نکاح پر قسم نہین بلکہ مال پر
قسم ہے تو بالاجماع منکر مہر پر قسم ثابت ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وان اختلفا فی قدره حال قیام النکاح فالقول لمن شهد له مهر
المثل بیمینه اور اگر اختلاف کیا زوجین نے مقدار مہر مین قیام نکاح کیوقت تو قول اوسیکا معتبر ہے جسکی گواہی دے مہر مثل ساتہہ قسم کے تو اگر مہر مثل زوج کے
دعوی سے برابر ہو یا کم تو زوج کا قول معتبر ہوگا قسم کے ساتہہ اور اگر مہر مثل زوجہ کے دعوی سے برابر ہو یا زیادہ تو زوجہ کا قول مع الیمین معتبر ہوگا وایهما
اقام بینته قبلت سواء شهد له مهر المثل اولها اولا اور اختلاف مقدار مین زوجین مین سے جو اپنی شاہد قائم کریگا مقبول ہونگے خواہ مہر مثل
زوج کی شہادت دے یا زوجہ کی یا دونو کا شاہد نہو یعنی گواہون کے ہوتے مہر مثل کی موافقت اور عدم موافقت کا کچہہ اعتبار نہین وان اقاما البینة فبینتها
مقدمة ان شهد له مهر المثل وبینته مقدمة ان شهد لها مهر المثل لان البینات لاثبات خلاف الظاهر اور اگر دونو نے
گواہ قائم کئے تو گواہ عورت کے مقدم ہونگے اگر مہر مثل مرد کے دعوی سے موافق ہو اور گواہ مرد کے مقدم ہین اگر مہر مثل عورت کے دعوی سے مطابق ہو اسواسطی
کہ گواہ مقرر ہوئے ہین واسطی ثابت کرنے خلاف ظاہر کے اور ظاہر کے خلاف اوسیکا دعوی ہے جو مہر مثل سے موافق نہو وان کان مهر المثل بینهما تحالفا
اور اگر مہر مثل دونوکے مابین ہو تو دونو سے قسم لیجاوے مثلاً عورت دو ہزار کے مہر کی مدعی ہو اور مرد ایکہزار کا اور مہر مثل ہو پندرہ سو تو مہر مثل کسیکی موافق نہوا
بلکہ دونوکے درمیان مین پڑا تو دونو پر قسم آویگی مرد اسطرح قسم کہاوے کہ واللہ مین نے دو ہزار مہر پر نکاح نہین کیا اور عورت اسطرح قسم کہاوی کہ واللہ
مین نے ایکہزار پر نکاح نہین کیا فان حلفا او برهنا قضی به سو اگر دونو نے قسم کہائی یا دونو گواہ لائے تو حکم کریگا قاضی مہر مثل پر یعنی مہر مثل
دلاویگا اسواسطی کہ دونوکی قسم اور گواہ برابر مین کسیکا دعوی ثابت نہین ہوسکتا وان برهن احدهما قبل برهانه لانه نور دعواه اور اگر
دونو مین سے کوئی ایک گواہ لایا تو مقبول ہونگے اوسکی گواہ اسواسطی کہ اوسنے اپنی دعوی کو روشن اور ظاہر کردیا وفی الطلاق قبل الوطء حکم
متعة المثل لو المسمی دینا وان عینا کمسئلة العبد والجاریة فلها المتعة بلا تحکیم الا ان یرضی الزوج بنصف الجاریة اور طلاق
قبل وطی مین فیصلہ مقرر ہوگا متعہ مثل پر یعنی اگر اختلاف ہوا زوجین مین بعد طلاق قبل وطی کے تو متعہ مثل جسکی دعوی سے مطابق ہوگا اوسیکی قول کا اعتبار

ہوگا قسم کے ساتھ بشرطیکہ مہر مسمّٰی دین ہو جیسے درم یا دینار اور اگر مہر مسمی عین ہو یعنی شئی ہو قیمتی چیز ہو جیسے مسئلہ غلام اور لونڈی کا مثلاً زوج کہتا ہو کہ مہر غلام تھا
اور زوجہ کہتی ہو کہ مہر لونڈی تھی تو زوجہ کو متعہ مثل ملیگا بدون تحکیم کے مگر اوس صورت میں متعہ مثل کی حاجت نہیں اگر زوج راضی ہو جائے نصف جاریہ پر
وایّہما اقام بینۃ قبلت اور دونوں میں سے جو گواہ لاویگا تو اوسکی گواہ مقبول ہوگی فان اقاما فبینتہا اولی ان شہد لہ المتعۃ وبینتہ
ان شہدت لہا سو اگر دونوں گواہ لائے تو عورت کے گواہ اولی ہیں اگر موافق ہو متعہ مثل کا مرد کے اور گواہ مرد کے اولی ہیں اگر مطابق ہو متعہ عورت کے
اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کو اثبات کرتے ہیں وان کانت المتعۃ بینہما تحالفا وان حلفا وجب متعۃ المثل اور اگر متعہ مثل مرد دونوں کے ما بین میں
واقع ہو یعنی نصف دعوی زوج سے زیادہ ہو اور نصف دعوی زوجہ سے کم ہو تو دونوں سے قسم لیجاویگی اور اگر دونوں نے قسم کھائی تو متعہ مثل کا وجب ہوگا
وموت احدہما کحیوتہما فی الحکم اصلاً وقدراً والعدم سقوطہ بموت احدہما اور دونوں میں سے کسیکا مرنا اونکی زندہ ہونیکی برابر ہے حکم میں خواہ اختلاف
اصل مہر میں ہو یا مقدار میں بسبب ساقط ہونے مہر مثل کے ایک کی موت سے وبعد موتہما ففی القدر القول لورثتہ اور اگر دونوں کے مرجانیکے بعد اختلاف
ہو وارثوں میں تو مقدار مہر کی اختلاف میں زوج کے وارثوں کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے وفی الاختلاف فی اصلہ القول لمنکر التسمیۃ اور اصل مہر کے
اختلاف میں منکر تسمیہ کا قول معتبر ہوگا یعنی زوج کے وارثوں کا اسواسطے کہ اگر عورت کی وارث تسمیہ کے منکر ہوں تو اونکا حق ساقط ہوتا ہے ولم یقض
بشئ ما لم یبرہن علی التسمیۃ یعنی بعد موت زوجین کے اختلاف پڑا اصل تسمیہ مہر میں تو کچھ حکم نکیا جاویگا جبتک کہ گواہ نہ قائم کئے جاوینگے تسمیہ
یعنی بدون گواہوں کے مہر مثل پر فیصلہ نہوگا نزدیک امام کے اسواسطے کہ مرنا زوجہ کا دلالت کرتا ہے کہ اوسکی ہمسر عورتیں بھی مرگئیں تو قاضی کس عورت کے
مہر کو مہر مثل ٹھہراویگا کذا فی الہدایۃ اس دلیل سے معلوم ہوا کہ مہر مثل کا اعتبار نکرنا اوس صورت میں ہے جب زوجین کی موت کا زمانہ بہت گذر گیا ہو اور
زمانہ قریب ہوگا تو مہر مثل پر فیصلہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ناقلاً عن البحر وقالا یقضی بمہر المثل کحال الحیوۃ وبہ یفتی اور کہا
صاحبین نے بعد موت زوجین کے بھی مہر مثل پر حکم ہوگا مانند حال زندگی کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی قاضیخان لیکن اگر زوج کے وارث گواہ لاوین
اداے مہر پر یا زوجہ کے اقرار پر یا اوسکی وارثوں کے اقرار پر کہ ہم مہر پا چکے تو اس صورت میں مہر مثل کے اعتبار کی کچھ حاجت نہیں وہذا کلہ اذا لم تسلم
نفسہا اور یہ سب اوس صورت میں ہے جب کہ زوجہ نے اپنی ذات بخوشی زوج کو نہ تسلیم کی ہو یعنی تحکیم مہر مثل اختلاف قدر مہر میں زوجین کی حیات میں یا
ایک کی حیات میں یا دونوں کی موت میں یا اختلاف اصل مہر میں درصورت عدم تسلیم ہے فان سلمت ووقع الاختلاف فی الحالین الحیوۃ وبعدہا
لا یحکم بمہر المثل لانہا لا تسلم نفسہا الا بعد تعجیل شئ عادۃً پھر اگر زوجہ نے اپنی ذات تسلیم کی زوج کو اور واقع ہوا اختلاف دوحال
میں یعنی زندگی میں اور بعد اوسکی تو نہ فیصلہ ہوگا مہر مثل پر اسواسطے کہ عورت اپنی ذات تسلیم نہیں کرتی مگر کچھ مہر معجل لینے کے بعد بطور رواج کے
اور تعجیل مہر کی دلیل ہے تسمیہ مہر کی اور تسمیہ کے ہوتے مہر مثل کا اعتبار نہیں لیکن یہہ اوس صورت میں ہے جہان عادت ہو تعجیل مہر کی اور جہان کل
کی تاخیر ہوتی ہو طلاق یا موت تک جیسے خوارزم میں تو وہان تسلیم اور عدم تسلیم دونوں برابر ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن القاسمیۃ بل یقال لہا
لا بد ان تقرّ بما تعجلت والا قضینا علیک بالمتعارف تعجیلہ ثم یعمل فی الباقی کما ذکرنا وہذا اذا ادعی الزوج ایصال شئ
الیہا بلکہ عورت سے یا اوسکی وارثوں سے کہا جائیگا کہ بالضرور تجکو مہر معجل پانیکا اقرار کرنا ہوگا اور نہیں تو ہم تجپر حکم کرینگے تعجیل متعارف کا
چنانچہ مصر میں دو ثلث مہر معجل دینے کا رواج ہے پھر بعد وضع متعارف کے عمل کیا جائیگا باقی مہر میں یعنی مثلاً ثلث میں جیسا کہ ہمنے بیان کیا اور یہہ
اوسوقت ہے جب زوج نے کچھ عورت کو دینے کا دعوی کیا کذا فی البحر یعنی متعارف التعجیل پر فیصلہ اوسوقت ہوگا جب زوج کچھ ادا کرنیکا مدعی
ہو اور اگر زوج مدعی نہوگا تو متعارف پر فیصلہ نہوگا بلکہ سابق کی تفصیل پر عمل ہوگا اور قضا بالمتعارف بحر الرائق اور نہر الفائق میں محیط سے
منقول ہے اور یہی قول ہے فقیہ ابو اللیث کا اور قاضیخان کے نزدیک یہہ قول مسلم نہیں واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ولو بعث الی امرأتہ
شیئاً ولم یذکر جہۃ عند الدفع غیر جہۃ المہر کقولہ لشمع او حناء ثم قال انہ من المہر لم یقبل قنیہ لوقوعہ ہدیۃ فلا ینقلب

مهرًا اور اگر بھیجا زوج نے اپنی عورت کو کچھ نقد یا جنس اور نہ بیان کیا دینے کے وقت کسی وجہ کو جو مغائر ہو جہت مہر کی یعنی دینے کے وقت مہر یا غیر مہر کا کچھ ذکر نکیا سو اگر غیر مہر کو ذکر کیا مثلاً یون کہا کہ اس نقد کو شمع مین صرف کر دیا مہندی مین پھر زوج نے کہا کہ وہ تو مہر مین تھی تو اوسکا قول مقبول نہو گا کذا فی القنیہ اسواسطے کہ وہ چیز ہدیہ ہو چکی تو مہر نہوسکے گی اور اگر قبل عقد کے کچھ بھیجا تھا تو اوسکا بعینہ پھیر لینا درست ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فقالت ھو ای المبعوث ھدیۃ وقال ھو من المھر او من الکسوۃ او عاریۃ فالقول لہ بیمینہ والبینۃ لھا سو کہا عورت نے وہ بھیجی چیز ہدیہ ہے اور کہا زوج نے کہ وہ مہر مین سے ہے یا از قسم لباس ہے یا عاریت ہی تو قول زوج کا معتبر ہو گا ساتھ قسم کے اور اگر دونو گواہ لائے تو عورت کے گواہ مقدم ہون گے فان حلف والمبعوث قائم فلھا ان تردہ وترجع بباقی المھر ذکرہ ابن کمال پھر اگر قسم کہائی زوج نے اور بھیجی چیز موجود ہے تو عورت کو اختیار ہی کہ اوسکو پھیر دے اور اپنا باقی مہر زوج سے لے چنانچہ ابن کمال نے اسکو بیان کیا ولو عوضتہ ثم ادعاہ عاریۃ فلھا ان تسترد العوض من جنسہ زیلعی اور اگر زوج نے ہدیہ بھیجا عورت کیطرف اور عوض مین عورت نے بھیجا زوج کیطرف پھر عورت کا زفاف ہوا پھر مرد نے اوسکو جدا کیا پھر دعوی کیا کہ وہ چیز عاریت ہی تو جائز ہی عورت کو کہ عوض کی چیز پھیر لے عوض کی جنس سے کذا فی الزیلعی لفظ من جنسہ کا زیلعی اور بحر الرائق مین نہین اور فتاوی عالمگیری مین یون ہے کان للمرأۃ ان تسترد منہ ما عوضتہ علیہ کذا فی حاشیۃ الدر فی غیر المھیأ للاکل کثیاب وشاۃ حیۃ وسمن وعسل ومایبقی شھرا اخی زادہ اختلاف زوجین مین زوج کا قول معتبر ہو گا ان چیزون مین جو کہانے کیواسطے مہیا نہین جیسے کپڑے اور زندہ بکری اور گہی اور شہد اور جو چیز کہ مہینہ بہر باقی رہے اور نہ سڑے کذا ذکرہ اخی زادہ والقول لھا بیمینھا فی المھیأ لہ کخبز ولحم مشوی لان الظاھر مکذب لہ ولذا قال الفقیہ المختار انہ یصدق فیما لایجب علیہ کخف وملاءۃ لا فیما یجب کخمار ودرع یعنی مالم یدع انہ کسوۃ لان الظاھر معہ اور قول زوجہ کا معتبر ہو گا قسم کے ساتھ ان چیزون مین جو کہانے کے واسطے مہیا ہے جیسے روٹی اور بہونا گوشت عورت کا قول کہانیکی چیزون مین اسواسطے معتبر ہوا کہ ظاہر حال زوج کو جھٹلاتا ہی یعنی روٹی اور پختہ گوشت کوئی مہر مین نہین دیتا اور اسیواسطے فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ قول مختار یہ ہی کہ زوج کی تصدیق اون چیزون مین ہو گی جو زوج پر واجب نہین جیسے موزہ اور چادر یا باریک کپڑا نہ اون چیزون مین تصدیق ہو گی جو اوسپر واجب ہے جیسے اوڑھنی اور قمیص یعنی جبتک زوج نے اسکا دعوی نکیا ہو کہ اوڑھنی اور قمیص کو پوشاک مین دیا ہی اور اگر پوشاک کا دعوی کیا زوج نے اور زوجہ نے کہا کہ پوشاک نہین بلکہ ہدیہ ہے تو اس صورت مین زوج ہی کا قول معتبر ہو گا اسواسطے کہ ظاہر حال زوج کا مصدق ہے خطب بنت رجل وبعث الیھا اشیاء ولم یزوجھا ابوھا فما بعث للمھر یسترد عینہ قائما فقط وان تغیر بالاستعمال او قیمتہ ھالکا لانہ معاوضۃ ولم تتم فجاز الاسترداد منگنی کی ایک مرد کی بیٹی سے اور بھیجا زوج نے عورت کیطرف چند اشیا کو اور عورت کے باپ نے عورت کا نکاح نکیا تو جو چیز مہر کیواسطے بھیجی ہو اور وہ موجود بھی ہو تو فقط اوسیکو پھیر لے نہ اوسکی قیمت کو اگرچہ متغیر ہو گئی ہو استعمال سے یا قیمت اوسکی پھیر لے اگر نہ موجود ہو اسواسطے پھیر لے کہ یہہ تو بدلا تھا سو پورا نہوا تو پھیر لینا جائز ہوا وکذا یسترد ما بعث ھدیۃ وھو قائم دون الھالک والمستھلک لان فیہ معنی الھبۃ اور اسیطرح اوسکو پھیر لے جو بطریق تحفہ کے بھیجا اور وہ موجود بھی ہو نہ پھیر لے ہالک اور مستہلک کو ہالک وہ جو آپ بگڑ گیا جیسے میوہ سڑ گیا اور مستہلک وہ جو دوسرے کے فعل سے معدوم ہوا جیسے شیرینی کسی نے کہا لی ہالک اور مستہلک کا پھیر لینا اسواسطے جائز نہوا کہ تحفہ دینے مین معنی ہبہ کے موجود ہین اور موہوب جب ہالک اور مستہلک ہوا تو اوسکا پھیر لینا درست نہین ولو ادعت انہ ای المبعوث من المھر وقال ھو ودیعۃ فان کان من جنس المھر فالقول لھا وان کان من خلافہ فالقول بشھادۃ الظاھر اور اگر دعوی کیا عورت نے کہ بھیجی چیز مہر سے ہے اور کہا زوج نے کہ وہ امانت ہی تو اگر وہ چیز مہر کی جنس سے ہو جیسے مہر مسمی مین روپیہ اور اشرفی تو عورت کا قول معتبر ہو گا اور اگر وہ چیز مخالف ہی جنس مہر کے جیسے مہر تہا درم اور زوج نے فرش یا کپڑا بھیجا تو زوج کا قول معتبر ہو گا اسواسطے کہ دونو صورتون مین ظاہر حال دونو کا گواہ ہے انفق رجل علی معتدۃ الغیر بشرط ان یتزوجھا بعد عدتھا ان تزوجتہ لا رجوع مطلقا وان ابت فلہ الرجوع ان کان دفع لھا وان اکلت معہ فلا مطلقا بحر عن العمادیہ خرچ کیا ایک مرد نے غیر کی معتدہ پر اس

شرط ہے کہ نکاح کریگا اوس سے بعد عدت کے تو اگر عورت نے اوس مرد سے نکاح کر لیا تو خرچ کا پہیر لینا مطلقاً نہیں خواہ دونو ساتھہ کہاتے ہون یا علیحدہ اور اگر عورت نے نکاح سے
انکار کیا تو مرد کو خرچ کا پہیر لینا پہنچتا ہی اگر عورت کو دیا ہوا ور اگر عورت مرد کے ساتھہ کہاتی ہو تو مطلقاً پہیر لینا نہیں خواہ نکاح کیا ہو یا نکیا ہو کذا فی البحر عن العمادیہ و
فيه عن المبتغى جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلك ليس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده ان سلمها ذلك فى صحته بل تختص به وبه يفتى
اور بحر الرائق مین مبتغی سے منقول ہے باپ نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا اور اوسکے قبضہ مین کر دیا تو اوسکو پہیر لینا اوس سے نہین پہنچتا اور نہ باپ کے وارثون کو بعد مرنے باپ کے اگر
بیٹی کو جہیز تسلیم کیا ہو باپ نے اپنی صحت مین بلکہ اس جہیز کی ملکیت بیٹی کو مخصوص ہوگی اور اسی پر فتوی ہی اور جہیز تسلیم نہین کیا تو پہیر لے سکتا ہی اسواسطے کہ تملیک
بدون تسلیم کے تمام نہین ہوتی اور اسیطرح اگر مرض الموت مین باپ نے جہیز تسلیم کیا تو وہ وصیت ہوگی اور وصیت وارث کے حق مین درست نہین وكذا لو اشتراه
لها فى صغرها ولوالجيه اور اسیطرح استرداد نہوگا اگر باپ نے جہیز کو مول لیا صغیرہ بیٹی کیواسطے کذا فی الولوالجیہ اس صورتمین تسلیم کی حاجت نہین ہی اسواسطے کہ
باپ کا قبضہ قائمقام صغیرہ کے قبضہ کے ہی والحيلة ان يشهد عند التسليم اليها انه انما سلمها عارية اور حیلہ استرداد کا یہہ ہی کہ گواہ کرے باپ بیٹی کے
جہیز دینے کے وقت اسپر کہ جہیز کو بطور عاریت ہی دیا ہے والاحوط ان يشتريه منها ثم تبرئه درر اور زیادہ تر احتیاط حیلۂ استرداد مین
یہہ ہے کہ باپ جہیز کو بیٹی سے مول لے پہر بیٹی قیمت سے ابرا کرے کذا فی الدرر اخذ اهل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج ان يسترده لانه رشوة
زوجہ کے لوگون نے کچھہ لیا تسلیم زوجہ کیوقت مثلاً بہائی نے بدون لئے رخصت نکیا تو زوج اوسکو پہیر لے سکتا ہی اسواسطے کہ یہہ رشوت ہی جهز ابنته ثم
ادعى ان ما دفعه اليها عارية وقالت هو تمليك اوقال الزوج ذلك بعد موتها ليرث منه وقال الاب اوورثته بعده عارية فالمعتمد
ان القول للزوج ولها اذا كان العرف مستمرا ان الاب يدفع مثله جهازا لا عارية جہیز دیا اپنی بیٹی کو پہر دعوی کیا کہ اوسکو تو عاریت
ھی دیا ہی اور بیٹی نے کہا کہ وہ تملیک ہی یا زوج نے یہی کہا بعد مرنے زوجہ کے تاکہ جہیز کا وارث ہو اور باپ نے یا اوسکے وارثون نے اوسکے مرنیکے بعد کہا کہ عاریت
ہے تو قول زوج اور بیٹی کا معتمد ہوگا جب رواج دائمی عموماً اسیکا ہو کہ باپ اتنا مال جہیز مین دیا کرتا ہو نہ بطور عاریت کے واما ان كان مشتركا كمصر
والشام فالقول للاب كما لو كان اكثر مما يجهز به مثلها اور اگر رواج مشترک ہو یعنی بعضے جہیز دیتے ہون اور بعضے عاریت تو قول باپ کا معتمد
ہوگا چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہی اوس سے جو اوس جیسی عورت کو ملا کرتا ہی یعنی رواج سے جہیز زیادہ تر دیا تو سوای رواج کی زیادتی مین باپ کا قول معتمد ہوگا
والام كالاب فى تجهيزها وكذا ولى الصغيرة شرح وهبانيه اور ماں مثل باپ کے ہے بیٹی کے جہیز مین اور اسیطرح صغیرہ کا ولی کذا فی شرح الوہبانیہ
یعنی اگر ماں نے جہیز تسلیم کر دیا تو استرداد نہین کر سکتی اور دعوی عاریت مین ماں اور ولی صغیرہ کا وہی حکم ہے جو باپ کا حکم معلوم ہوا واستحسن فى النهر
تبعا لقاضيخان ان الاب ان كان من الاشراف لم يقبل قوله انه عارية اور مستحسن جانا ہے نہر الفائق مین قاضی خان کی پیروی سے یہہ کہ اگر باپ
اشراف مین سے ہے تو اوسکا یہہ قول مقبول نہوگا کہ جہیز عاریت ہی ولو نفقت فى تجهيزها لابنتها اشياء من امتعة الاب بحضرته وعلمه وكان
ساكتا وزفت الى الزوج فليس للاب ان يسترد ذلك من ابنته لجريان العرف به اور اگر ماں نے بیٹی کے جہیز مین کچھہ چیزین دین باپ کے
اسباب سے اوسکے حضور اور دانست مین اور وہ ساکت رہا اور بیٹی زوج کے گہر پہنچائی گئی تو باپ کو نہین پہنچتا کہ اوس جہیز کو پہیر لے اپنی بیٹی سے بسبب
جاری ہونے رواج کے اسپر یعنی مروج یہی ہے کہ باپ جہیز کو ماں پر سپرد کرتا ہے وكذا لو نفقت الام فى جهازها ما هو معتاد والاب ساكت لا تضمن
الام وهما من المسائل السبع والثلاثين بل الثمان والاربعين على ما فى زواهر الجواهر التى السكوت فيها كالنطق اور اسیطرح اگر خرچ کیا
ماں نے بیٹی کے جہیز مین اوسقدر جسکی عادت ہی اور باپ ساکت ہی تو ماں پر ضمان نہین اور یہہ دونو مسئلے اون سینتیس ۳۷ بلکہ اڑتالیس مسئلون مین سے ہین جنمین
سکوت برابر نطق کے ہی کذا فی زواہر الجواہر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لو زفت اليه بلا جهاز يليق به فله مطالبة الاب بالنقد قنية
اگر پہنچائی گئی زوجہ زوج کیطرف بدون ایسے جہاز کے جو لائق ہو زوج کے تو زوج کو جائز ہی مطالبہ باپ کا نقد مال مین کذا فی القنیہ یہہ حکم اوس صورت
مخصوص ہے جہان عادت ہو کہ ولی زوجہ کا زوج سے کچھہ نقد لیتا ہو نکاح کے سامان کے واسطے پہر کچھہ سامان زوج کا تیار کرتا ہو اور کچھہ زوجہ کا تو ایسی

صورت مین اگر زوج سے لائق دینے کے باپ نے نہ کچھ دیا تو زوج کو نقصان پھیر لینا پہنچتا ہے اور اسیطرح عورت کو اپنے جہیز کا مطالبہ پہنچتا ہے کذا فی حاشیۃ الخ۔ اقول
من البحر زاد فی البحر عن المبتغی الا اذا سکت طویلا فلا خصومۃ له اور بحر الرائق مین یہہ مضمون زیادہ نقل کیا ہے مبتغی سے مگر جب زوج چپ رہا مطالبہ سے
مدت تک تو اوسکو نزاع کرنا نہین پہنچتا اسواسطے کہ زمان طویل تک ساکت رہنا دلیل ہے رضامندی کی لکن فی النھر عن البزازیۃ الصحیح انه لا یرجع
علی الاب بشیء لان المال فی النکاح غیر مقصود لیکن نہر الفائق مین بزازیہ سے منقول ہے کہ صحیح یہہ قول ہے کہ زوج باپ سے کچھ نہ پھیر لے اسواسطے کہ
مال نکاح مین مقصود نہین کہا سید احمد طحطاوی نے کہ یہہ تصحیح مخالف ہے مشاہدہ کے اسواسطے کہ لوگ نہین قلت جہیز اور کثرت جہیز سے تنگ و عار ہی اور مال کا نکاح
مین مقصود ہونا بھی علی الاطلاق صحیح نہین کہ حق تعالی نے طلب نکاح کی بعوض مال کے مباح کی نکح ذمی ذمیۃ و مستامن ذمیۃ او حربی حربیۃ
ثمۃ بمیتۃ او بلا مہر بان سکتا عنه او نفیاہ والحال ان ذا جائز عندھم فوطئت او طلقت قبله او مات عنها فلا مہر لها ولو
اسلما و ترافعا الینا لانا امرنا بترکھم وما یدینون نکاح کیا ذمی یا مستامن نے ذمیہ سے یا حربی نے نکاح کیا حربیہ سے دار الحرب مین مردار جانور کے
مہر پر یا بدون مہر کے نکاح کیا اسطرح کہ دونو بیان مہر سے ساکت رہے یا دونو نے مہر کی نفی کی اور حالانکہ یہہ اونکے نزدیک جائز ہے پھر وطی ہوئی ذمیہ یا
حربیہ کی یا طلاق قبل وطی کے ہوئی یا زوج زوجہ کو چھوڑکر مرگیا تو عورت کا کچھ مہر نہوگا اور یہی حکم طلاق قبل وطی مین اگرچہ دونو مسلمان ہوگئے ہون اور
ہمسے معاملہ رجوع کیا ہو تو بھی مہر نہوگا اسواسطے کہ ہم اہل اسلام مامور ہین ذمیون کے چھوڑنے پر اور اونکے دین کے چھوڑنے پر یعنی اونکے دین اور اعتقاد پر
اونکو چھوڑنا چاہئے احکام اسلام کے اونپر جاری کرنیکا حکم نہین اسیواسطے اونکو شراب پینے اور سور کہانے سے روکنا ہمکو نہین پہنچتا وثبتت بقیۃ احکام
النکاح فی حقھم کالمسلمین من وجوب النفقۃ فی النکاح ووقوع الطلاق ونحوھما کعدۃ ونسب وخیار بلوغ وتوارث بنکاح
صحیح وحرمۃ مطلقۃ ثلثا ونکاح المحارم اور مہر کے سوا باقی احکام نکاح کے اونکے حق مین ثابت ہونگے مثل مسلمانون کے جیسے واجب ہونا نفقہ کا نکاح
مین اور واقع ہونا طلاق کا اور مثل ان احکام کے جیسے عدت اور نسب اور خیار بلوغ کا اور وارث ہونا نکاح صحیح سے اور حرام ہونا مطلقہ ثلثہ کا اور حرام
ہونا نکاح محارم کا لیکن یہہ احکام اوسوقت اونپر جاری ہونگے جب اونکو بھی ان احکام کا اعتقاد ہو اور ہماری طرف مرافعہ کرین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
وان نکحھا بخمر او خنزیر عین ای مشار الیه ثم اسلما او اسلم احدھما قبل القبض فلها ذلک فتخلل الخمر وتسیب الخنزیر لو طلقها قبل
الدخول فلها نصفه اور اگر نکاح کیا ذمی نے ذمیہ سے شراب معین پر یا معین سور پر یعنی جسکی طرف اشارہ ہوا اسطرح کہ اس سور پر نکاح کیا پھر دونو مسلمان
ہوگئے یا ایک اونمین سے مسلمان ہوا قبضہ کرنے سے پہلے تو عورت کو وہی ملیگا یعنی وہی شراب اور سور دیگی تو سرکہ کرڈالے شراب کو اور چھوڑدے سور کو اور
بہتر یہہ ہے کہ سور کو قتل کرے کذا فی حاشیۃ المدنی اور اگر طلاق دی قبل دخول کے تو عورت کو آدہی شراب معین اور آدہا سور معین ملیگا ولها فی غیر المعین
قیمۃ الخمر ومہر المثل فی الخنزیر اذ اخذ قیمۃ القیمی کاخذ عینه اور عورت کو غیر معین شراب اور غیر معین سور مین قیمت شراب کی ملیگی اور
مہر مثل سور مین ملیگا یعنی سور کی قیمت لینا درست نہین اسواسطے کہ قیمت والی چیز کی قیمت لینا ویسا ہی ہے جیسے اوسی چیز کو بعینہ لینا تو اگر سور کی قیمت لی
تو گویا سور لیا **فروع** مسائل متفرقہ تابع کے الوطی فی دار الاسلام لا یخلو عن حد او مہر الا فی مسئلتین صبی نکح بالغۃ بلا اذن ولیہا وطاوعته
وبائع امۃ وطیہا قبل تسلیم ویسقط من الثمن ما قابل البکارۃ والا فلا وطی دار الاسلام مین سوائے ملک یمین کے خالی نہین حد یا مہر سے مگر دو مسئلون
مین نہ حد ہے نہ مہر ایک مسئلہ یہہ کہ لڑکے نابالغ نے نکاح کیا جوان عورت سے بدون اجازت اپنے ولی کے اور عورت نے نابالغ کی اطاعت کی وطی مین تو اس
صورت مین نہ حد ہے نہ مہر ہے دوسرا مسئلہ یہہ کہ لونڈی کے بیچنے والے نے لونڈی سے وطی کی قبل تسلیم مشتری کے تو بائع پر نہ حد ہے نہ مہر ہے اور کم ہوجائیگی اوسکی
وہ قیمت جو مقابل تھی بکارت کے یعنی لہذا ازالہ بکارت عیب ہوا تو اوتنی قیمت ساقط ہوگی اور اگر لونڈی باکرہ نہتی تو کچھ قیمت نہ گھٹیگی قد افتضت جاریۃ
مع اخری فاذا الت بکارتھا لزمھا مہر المثل ایک لڑکی نے دوسری لڑکی کو ڈھکیلا سو اوسکی بکارت کو کھویا لازم ہوگا ڈھکیلنے والی پر مہر مثل
اور اسیطرح صبی اور مرد اجنبی کے ڈھکیلنے سے ازالہ بکارت کا اگر ہوگا تو اون پر بھی مہر مثل لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی لا لاب الصغیرۃ المطالبۃ

بالمهر وللزوج المطالبة بتسليمها ان تحملت الرجل صغیرہ کے باپ کو مطالبہ مہر کا زوج سے پہنچتا ہے اگرچہ زوج کو تمتع نہوا ہو اور زوج کو تسلیم صغیرہ کا مطالبہ
پہنچتا ہے اگر صغیرہ مرد کی برداشت کر سکتی ہو قال البزازی ولا یعتبر السن کہا بزازی نے کہ عمر کا کچھ اعتبار نہوگا یعنی اگر زوج اور باپ میں اختلاف ہوا زوج کہتا
کہ صغیرہ لائق تحمل مرد کے ہے اور باپ کہتا ہے کہ مرد کے لائق نہیں ہے تو صغیرہ کی عمر کا اعتبار نہوگا بلکہ قاضی صغیرہ کو عورتوں کو دکھلاوے اگر عورتیں کہیں کہ طاقت
مرد کے ہے تو زوج کو تسلیم کرے اور نہیں تو نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی فلو سلمها فهربت لم یلزمه طلبها سو اگر باپ نے اپنی بیٹی زوج کو تسلیم کی پھر وہ بھاگ گئی
تو زوج پر اوسکی طلب و تلاش لازم نہیں اسواسطے کہ حرہ کے گم ہونے پر ضمان نہیں کہ طلب زوج پر لازم ہو بخلاف لونڈی کے کہ اگر کسیکے نکاح میں ہو اور بھاگ جاوے
تو زوج پر تلاش لازم ہے اسواسطے کہ اسکے گم ہونے میں زوج پر ضمان لازم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی خدع امرأة واخذها حبس الى ان یأتی بها او یعلم
موتها کسی نے فریب دیا عورت کو اور اوسکو نکال لیگیا تو وہ شخص قید کیا جاویگا یہانتک کہ اوسکو لے آوے یا عورت کا مرنا معلوم ہو المهر مهر السر وقيل
العلانیة مہر وہی معتبر ہے جو پوشیدگی کا مہر ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ظاہر کا مہر معتبر ہے یعنی عورت سے نکاح کیا اور مخفی ایکہزار مثلا مہر مقرر کیا پھر دوسری
نمود کیواسطے لوگوں میں دو ہزار کا مہر ٹھہرایا تو اس صورت میں مہر مخفی ہی کا اعتبار ہوگا نہ علانیہ کا المؤجل الى الطلاق یتعجل بالرجعی ولا یتأجل برجعتها
جو مہر کہ موجل ہو طلاق تک وہ معجل ہو جاتا ہے طلاق رجعی سے اور نہیں موجل ہوتا پھر عورت کیطرف مراجعت کرنے سے ولو وهبته المهر على ان یتزوجها
فأبى فالمهر باق نكحها اولا اگر عورت نے مہر بخشا اس شرط پر کہ مرد اوس سے نکاح کر لے سو مرد نے ہبہ مہر کا نہ قبول کیا تو مہر باقی ہے نکاح عورت سے کیا یا نہ کیا
توضیح اس مسئلہ کی بحر الرائق میں یوں ہے کہ ایک شخص نے اپنی مطلقہ سے کہا کہ میں تجھسے نکاح نکرونگا جبتک تو اپنا مہر معاف نکرے سو عورت نے بشرط نکاح مہر معاف
کیا پھر مرد نے انکار کیا تو مہر باقی ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی درصورت نکاح نکرنیکے تو مہر کا باقی رہنا ظاہر ہے اور نکاح کرنے میں مہر اسواسطے باقی رہا کہ ہبہ بدون
قبول کے تام نہیں ہوتا اور حالانکہ مرد ہبہ سے انکار کر چکا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو وهبته لاحد وکلته بقبضه صح اور اگر عورت نے اپنا مہر کسیکو
ہبہ کیا اور اوسکو مہر لینے پر وکیل کیا تو صحیح ہے اور ہبہ مہر کا بدون توکیل کے ناتمام ہے ولو احالت به انسانا ثم وهبته للمحتال لم یصح وهذه حیلة
من یرید ان یهب ولا یصح اور اگر عورت نے اپنا مہر کسی آدمی کو حوالہ کیا یعنی زوج سے کہا کہ میرا مہر فلانے شخص کو دے اور زوج نے یہہ حوالہ قبول کیا پھر عورت
نے وہی مہر زوج کو ہبہ کیا تو یہہ ہبہ صحیح نہوگا اسواسطے کہ مہر کا دوسرا آدمی مالک ہو گیا اور یہہ حوالہ کرنیکا حیلہ اوس شخص کیواسطے ہے کہ جو چاہے کہ ہبہ کیسے اور
صحیح نہو **باب نکاح الرقيق** هو المملوك كلا او بعضا والقن المملوك كلا یہہ باب ہے نکاح رقیق کا رقیق اوس غلام کو
کہتے ہیں جو بالکل مملوک ہو یا تھوڑا یعنی نصف مملوک ہو یا ربع اور قن اوس غلام کو کہتے ہیں جو بالکل مملوک ہو توقف نكاح قن وامة ومكاتب
ومدبر وام ولد على اجازة المولى فان اجاز نفذ وان رد بطل موقوف ہے نکاح قن اور لونڈی اور مکاتب اور مدبر اور ام ولد کا مولی کی اجازت
پر تو اگر مولی نے نکاح جائز رکھا تو نکاح نافذ ہو گیا اور اگر رد کیا تو باطل ہو گیا مکاتب وہ غلام ہے جسکو مالک نے کہا کہ تو سو روپے مثلا کہیں سے پیدا کر لا تو تو
آزاد ہے اور مدبر وہ غلام ہے جسسے مالک نے کہا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے اور ام ولد وہ لونڈی ہے جو مالک کے تصرف میں رہی اور اوس سے اوسکا
پیدا ہوا فلا مهر ما لم یدخل فیجب مهر المثل بعد عتقه سو جب غلام وغیرہ کا نکاح مولی کی اجازت پر موقوف ٹھہرا تو قبل اجازت مولی کے اوس
میں مہر نہیں جبتک وطی نہوا اور جب وطی ہوئی تو مہر مثل طلب ہوگا بعد آزاد ہونے غلام کے اسواسطے کہ قبل آزادی کے غلام کسی چیز کا مالک نہیں
اور مولی پر اسواسطے مہر لازم نہوگا کہ اوسکی بدون اجازت نکاح ہوا ثم المراد بالمولى من له ولاية تزويج الامة كاب وجد وقاض ووصي ومكاتب
ومفاوض ومتول پھر مولی سے مراد وہ شخص ہے جسکو اختیار ہو لونڈی کے نکاح کر دینے کا جیسے صغیر کی لونڈی کا باپ اور دادا اور قاضی اور وصی
اور مکاتب اور شریک مفاوض اور متولی وقف تو باپ اپنی بیٹی صغیرہ کی لونڈی کا نکاح کر سکتا ہے اور اسیطرح دادا اور قاضی اور وصی لیکن انکو یہہ
اختیار نہیں کہ اپنے غلام سے اوسکا نکاح کر دیں اور اسیطرح عبد مکاتب کو اپنی لونڈی سے نکاح کا اختیار ہے اور اسیطرح شریک مفاوض کو شرکت کی لونڈی کا
نکاح کر دینا جائز ہے اور اسیطرح وقف اور بیت المال کی لونڈی کا نکاح جو ان کے متولی ہیں انکے اختیار میں ہے واما العبد فلا يملك تزويجه الا من يملك

إعتاقه اور غلام کی تزویج کا کوئی مالک نہین سوای اوسکی جو مالک ہے اوسکی آزاد کرنیکا یعنی جو کل تصرفات کا مالک ہے وہی غلام کی تزویج کا مالک ہی تو باپ وغیرہ جو سابق مین مذکور ہو چکی وہ نکاح عبد کے مالک نہین کذا فی الدرر فان نکحوا بالاذن فالمهر والنفقة علیهم ای علی القن وغیرہ لوجود سبب الوجوب منه سو اگر نکاح کیا قن وغیرہ نے مولی کے اذن سے تو مہر اور نفقہ اونپر لازم ہوگا یعنی قن اور مکاتب وغیرہ پر اسواسطی کہ سبب وجوب نفقہ اور مہر کا یعنی نکاح قن وغیرہ کیطرف سے ہوا ویسقطان بموتهم لفوات محل الاستیفاء اور ساقط ہوتا ہی مہر اور نفقہ غلامون کی موت سے بسبب فوت ہونے محل استیفا کے یعنی نفقہ اور مہر لینی کا مقام نرہا ویبیع القن فیهما اور بیچا جاویگا قن نفقہ اور مہر مین یعنی مالک قن کا اوسکو بیچے اور نفقہ اور مہر ادا کرے اور اگر مالک بیع سے انکار کرے تو قاضی بیع کرے لایباع غیرہ کمدبر بل یسعی نہین بیچا جائیگا سوای قن کے جیسے مدبر اور مکاتب وغیرہ کی بیع نہوگی بلکہ محنت مزدوری کروائی جاویگی پہر جو مدبر کے نفقہ سے زائد ہوگا وہ زوجہ کے مہر اور نفقہ مین صرف ہوگا ولو مات مولاہ لزمه جملة ان قدر نهر وقنیه اور اگر مدبر کا مولی مرگیا تو مدبر پر یکبارگی مہر لازم ہوگا اگر اوسکو مقدور ہوا اور اگر مقدور نہو تو قدرت تک انتظار ہوگا کذا فی النہر والقنیہ لکنه یباع فی النفقة مرا ان تجددت لیکن قن بیچا جائیگا نفقہ مین بار بار اگر متجدد ہو گا نفقہ یعنی جب غلام پر زوجہ کا نفقہ اتنا ہو گیا کہ دینی سے عاجز ہوا تو واسطی ادای نفقہ کے بیچا جائیگا پہر جب دوسری بار نفقہ سے عاجز ہوگا تو پہر بیچا جائیگا وعلی ہذا القیاس وفی المهر مرة ویطالب بالباقی بعد عتقه الا اذا باعه منها خانیه اور بیچا جائیگا قن مہر مین ایکبار پہر اگر مہر کچہ باقی رہیگا تو مطالبہ باقی مہر کا ہوگا بعد اوسکی آزاد ہونے کی مگر اوس صورت مین باقی مہر کا مطالبہ نہین جب مالک نے غلام کو اوسکی زوجہ کے ہاتہہ بیچا کذا فی الخانیہ یعنی مالک نے اپنی غلام کا نکاح ایک عورت سے کیا ہزار درم کے مہر پر پہر غلام کو ادای مہر کیواسطی اوسی عورت کے ہاتہہ نوسو درم کو بیچا بمجرد مول لینی کے نکاح ٹوٹ گیا تو نوسو درم عورت مہر مین لیگی اور ایک سو درم جو باقی رہا تہا سو ساقط ہوگیا اگر غلام آزاد بھی ہو تو بھی مطالبہ نہین ولو زوج المولی امته من عبدہ لا یجب المهر فی الاصح ولوالجیه قال البزازی بل یسقط ومحل الخلاف اذا لم تکن الامة ماذونة مدیونة فان کانت بیع ایضا لانه یثبت لها ثم ینتقل للمولی نهر اور اگر نکاح کیا مولی نے اپنی لونڈی کا اپنی غلام سے تو نہ واجب ہوگا مہر قول اصح مین کذا فی الولوالجیہ بزازی نے کہا بلکہ مہر واجب ہوگا پہر ساقط ہوجاویگا اور وجوب اور عدم وجوب کا اختلاف وہان ہے جب کہ لونڈی ماذون اور قرضدار نہوا اور اگر مولی کی اجازت سے لونڈی قرضدار ہو تو اوس لونڈی کا شوہر غلام بھی بیچا جائیگا ادای مہر کے واسطی اسواسطی کہ مہر ثابت ہوتا ہے اول لونڈی کے لئی بعد اسکی اگر لونڈی قرضدار نہو تو پہرتا ہی مولی کیطرف کذا فی النہر اور یہان تو لونڈی قرضدار ہے تو اوسکی مہر سے اول اوسکا قرض ادا کیا جائیگا پہر اگر کچہ قرض باقی رہیگا تو خود لونڈی مولی کی اجازت سے بیچی جائیگی کذا فی حاشیة المدنی فلو باعه سیدہ بعد ما زوجه امراۃ فالمهر برقبته یدور معه این ما دار کدین الاستهلاک پہر اگر غلام کو اوسکی مالک نے بیچا بعد نکاح کرنے غلام کے ایک عورت سے تو مہر اوس عورت کا غلام کی گردن پر ہے پہرا کریگا مہر جہان غلام پہریگا یعنی غلام اگرچہ دس بار بکی اور کسی مالک کے پاس ہو مہر عورت کا اوسپر بنا رہیگا جیسے استہلاک کا دین یعنی اگر غلام کسی شخص کا مال ضائع کرے تو اوسکی دین مین بیچا جائیگا اگرچہ ایک دوبار بک چکا ہو لکن للمرأۃ فسخ البیع لو المهر علیه لانه دین فکانت کالغرماء منح لیکن عورت کو اختیار ہے مالک کی بیع کو فسخ کر دینی کا اگر مہر غلام پر باقی ہو اسواسطی کہ مہر بھی دین ہے تو عورت مثل قرضخواہون کے ہوئی کذا فی منح الغفار یعنی اگر عبد ماذون پر قرض ہوا اور اوسکا مالک اوسکی بیع کرے تو قرضخواہون کو اختیار ہے چاہین بیع کو جائز رکہین اور اوسکی قیمت قرض مین لین اور چاہین بیع کو فسخ کرین اسیطرح مہر عورت کا بھی دین ہے تو اوسکو بھی فسخ بیع مین اور جائز رکہنی مین اختیار ہے وقوله لعبد طلقها رجعیة اجازۃ للنکاح الموقوف اور یون کہنا مالک کا اپنی غلام سے کہ عورت کو طلاق رجعی دے یہہ اجازت ہے نکاح موقوف کی اسواسطی کہ طلاق رجعی بدون نکاح صحیح کے نہین ہوتی لا طلقها او فارقها لانه یستعمل للمتارکة حتی لو اجازہ بعد ذلک لا ینفذ بخلاف الفضولی اور یون کہنا مالک کا کہ اوسکو طلاق دیدے یا اوسکو چہوڑ دے نکاح موقوف کی اجازت نہوگی اسواسطی کہ طلاق اور فراق کا لفظ چہوڑ دینی مین بھی مستعمل ہوتا ہی یعنی یہہ دونو لفظ اجازت اور رد دونو مین محتمل ہین اسواسطی عدم جانب

پر محمول رکھا یہانتک کہ اگر مولی بعد سُننے ان لفظون کے اگر غلام کے نکاح کو جائز رکھیگا تو بھی نکاح نافذ نہوگا بخلاف نکاح فضولی کے یعنی ایک فضولی نے کسی مرد
کا عورت سے نکاح کر دیا پھر جب اوس مرد کو نکاح کی خبر پہنچی تو اوس نے کہا کہ اوسکو طلاق دی تو نکاح کی اجازت ہوگی اسواسطے کہ زوج کو اختیار ہے طلاق دینے کا
تو طلاق کا حکم بھی دیسکتا ہے اور طلاق بدون ثبوت نکاح کے متصور نہین بخلاف مولی کے کہ اوسکو طلاق کا اختیار نہین واذنه لعبده في النكاح ينتظم
جائزه وفاسده فيباع العبد لمهر من نكحها فاسدا بعد اذنه فوطيها خلافا لهما اور اذن دینا مولی کا اپنے غلام کو نکاح مین شامل ہے نکاح
جائز اور نکاح فاسد کو تو بیچا جائیگا غلام اوس عورت کے مہر مین جس سے نکاح فاسد کیا بعد اذن مولی کے پھر اوس سے وطی کی بخلاف مذہب صاحبین کے
کہ اونکے نزدیک اذن مولی کا نکاح فاسد کو شامل نہین تو نکاح فاسد مین بعد وطی کے غلام نہ بیچا جائیگا بلکہ بعد آزاد ہونیکے اوسپر مہر لازم آویگا کذا فی حاشیة
المدنی ولو نوى المولى الصحيح فقط تقيد به كما لو نص عليه ولو نص على الفاسد صح وصح الصحيح ايضا نهر اور اگر مولی نے غلام کو نکاح کا اذن
دیا اور فقط صحیح نکاح کی نیت کی تو یہہ اذن نکاح صحیح کو مخصوص ہوگا چنانچہ اگر مولی تصریح کر دے اذن مین نکاح صحیح پر تو فقط صحیح منعقد ہوگا نہ فاسد اور اگر
تصریح کی مولی نے نکاح فاسد کے اذن پر تو نکاح فاسد کرنا درست ہوگا اور نکاح صحیح بھی درست ہوگا کذا فی النہر ولو نكحها ثانيا صحيحا او نكح اخرى بعدها
صحيحا وقف على الاجازة لانتهاء الاذن بمرة وان نوى مرارا اور اگر مطلق اذن دیا مولی نے سو غلام نے نکاح فاسد کیا ایک عورت سے پھر دوسری بار
اوسی عورت سے نکاح صحیح کیا یا دوسری عورت سے نکاح صحیح کیا پہلی عورت کے بعد تو یہہ نکاح ثانی موقوف ہوگا مولی کی اجازت پر اسواسطے کہ مولی کا اذن
ایکبار نکاح کرنے پر منتہی ہوچکا اگرچہ مولے نے چند بار نکاح کرنیکی نیت کی ہو تو بھی نکاح ثانی اجازت پر موقوف رہیگا ولو نوى مرتين صح لانه كل نكاح العبد
اور اگر مولی نے اپنے اذن مین دو بار دو عورتون سے نکاح کرنیکی نیت کی تو یہہ نیت دو بار کی صحیح ہوگی اور غلام کو دوسری عورت سے نکاح کرنا درست ہوگا
اسواسطے کہ دو نکاح کرنا غلام کے نکاح کی تمامی ہے یعنی غلام کو دو نکاح سے زیادہ کرنا درست نہین وكذا التوكيل بالنكاح اور اسیطرح وکیل کرنا نکاح مین یعنی
ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح کر دے تو وکیل کو ایک نکاح کے سوا دوسرا نکاح کرنیکا اختیار نہین بخلاف التوكيل به فانه لا يتناول الفاسد فلا
ينتهي به یعنی اذن مولی کا نکاح صحیح اور فاسد دونو کو شامل ہے بخلاف توکیل بالنکاح کے کہ وہ نکاح فاسد کو شامل نہین تو وکالت نکاح فاسد پر منتہی بھی نہوگی
اسی قول کا فتوی ہے یعنی اگر نکاح کے وکیل نے فاسد نکاح کیا تو نافذ نہوگا اور نکاح فاسد کرنیسے اوسکی وکالت بھی منقطع نہوئی تو اگر اوسی عورت سے یا دوسری
عورت سے دوسری بار نکاح صحیح وکیل کر دیگا تو نافذ ہوگا والوكيل بنكاح فاسد لا يملك الصحيح بخلاف البيع ابن ملك اور نکاح فاسد کا وکیل
مالک نہین صحیح نکاح کرنیکا بخلاف بیع کے یعنی بیع فاسد کا وکیل بیع صحیح کا مالک ہے کذا ذکرہ ابن الملک فی شرح الملتقی وفی الاشباه فی قاعدة الاصل
فی الکلام الحقیقة الاذن فی النکاح والبیع والتوکیل بالبیع یتناول الفاسد وبالنکاح لا اور اشباہ کے اس قاعدہ مین کہ اصل ہر کلام مین معنی
حقیقی ہین نہ مجازی یون کہا ہے کہ نکاح اور بیع کے اذن مین اور بیع کی وکالت مین فاسد بھی شامل ہے اور نکاح کی وکالت مین نکاح فاسد شامل نہین یعنی اگر
مولی غلام کو نکاح اور بیع کا اذن دے تو یہہ اذن نکاح صحیح اور فاسد کو اور بیع صحیح اور بیع فاسد دونو کو شامل ہے اور اسیطرح بیع کی وکالت بیع صحیح اور
فاسد دونو کو عام ہے لیکن نکاح کی وکالت نکاح فاسد کو شامل نہین والیمین علی نکاح وصلوة وصوم وحج وبیع ان کانت علی الماضی تناوله
وان علی المستقبل لا اور قسم نکاح پر اور نماز پر اور صوم اور حج اور بیع پر اگر فعل ماضی پر ہو تو فاسد کو بھی شامل ہے اور اگر قسم فعل مستقبل پر ہے تو سوا
صحیح کے فاسد کو شامل نہین یعنی اگر یون قسم کھائی کہ مین نے نکاح نہین کیا تو نکاح صحیح اور فاسد دونو کو شامل ہے اور اگر قسم کھائی کہ مین نکاح نکرونگا
تو فقط صحیح کو شامل ہے نہ فاسد کو تو حانث نہوگا مگر صحیح نکاح سے اور اسیطرح اگر قسم کھائی کہ مین نے نماز نہین پڑھی اور حج نہین کیا یا بیع نہین کی تو نماز
فاسد اور حج فاسد اور بیع فاسد سے بھی حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ مین نماز نپڑھونگا یا حج نکرونگا یا بیع نکرونگا تو حانث نہوگا مگر نماز صحیح
اور حج صحیح اور بیع صحیح سے ولو زوج عبدا ماذونا مدیونا صح وساوت المرأة غرماءه فی مهر مثلها والاقل والزائد علیه تطالب به بعد
استیفاء الغرماء اور اگر نکاح کیا مولے نے اپنے غلام ماذون قرضدار کا تو نکاح صحیح ہوگا اور برابر ہو جائیگی عورت غلام کے قرضخواہون سے اپنے مہر مثل مین

اور کمتر مین یعنی جیسے اہل قرضخواہ غلام کی کمائی سے حصہ لیتے ہین ویساہی عورت بھی حصہ پاویگی مہر مثل مین اور کمتر مین اسیجو مہر کہ زائد ہے مہر مثل سے ادا ہ
تو عورت غلام سے مطالبہ کریگی زائد کا قرضخواہون کے قرض پانیکے بعد کدین الصحتہ مع دین المرض جیسے دین صحت کا ساتھ دین مرض کے یعنی ایک شخ
قرض ہے حالت صحت کا اور حالت مرض کا تو اول صحت کا دین دیا جائیگا پھر اگر کچھ مال باقی رہیگا تو دین مرض کا ادا ہوگا الا اذا باعہ منہا کما مر مگر
مولی نے غلام کو عورت کے ہاتھ بیچا تو باقی مہر کا مطالبہ غلام پر نرہیگا چنانچہ یہہ مسئلہ سابق مین مذکور ہوا صورت اوسکی یہہ ہے کہ مولی نے غلام م
نکاح ایک عورت سے ہزار درم کے مہر پر کیا اور غلام پر سابق سے ہزار درم قرض تھے پھر مولی نے غلام کو اوسی عورت کے ہاتھ قرضخواہون کی اجازہ
نوسو درم کو بیچا تو نوسو درم کو قرضخواہ اور عورت موافق اپنے حصون کے بانٹ لینگے اور جسقدر عورت کا مہر باقی رہیگا وہ ساقط ہوگا کذا فی حاشیہ

ولو زوج بنتہ مکاتبہ ثم مات لا یفسد النکاح لانہا لم تملکہ المکاتب بموت ابیہا الا اذا عجز فردّ فی الرق فحینئذ یفسد لملکہ

اور اگر نکاح کیا مولی نے اپنی بیٹی کا اپنے مکاتب غلام سے پھر مولی مرگیا تو نکاح فاسد نہین ہوتا اسواسطے کہ بیٹی مالک نہین ہوئی مکاتب کی اپنے باپ کے
مگر جب کہ عاجز ہوا ادا کرنے بدل کتابت سے اور پھر غلام بنایا گیا تو اسوقت مین نکاح فاسد ہوگا بسبب مخالف ہونے زوجیت اور ملکیت کے زوّجہ ا

او ام ولدہ لا یجب علیہ تبوئتہا وان شرطہا فی العقد نکاح کردیا مولی نے اپنی لونڈی کا یا ام ولد کا تو واجب نہین مولی پر شب باشی کرانا لونڈی ؛
زوج کے گھر اگرچہ مولی نے شب باشی نکاح مین شرط کرلی ہو تو بھی واجب نہین اسواسطے کہ مولی کا حق زوج کے حق پر مقدم ہے اگر کوئی کہے کہ ا
سبب دینے کے شب باشی کی شرط مولی پر لازم نہوئی اور اگر زوج لونڈی کی آزادی اولاد کی شرط کرے تو آزادی ثابت ہوجاتی ہے اسکا جواب عبارت
آگے نزدل مین دیا اما لو شرط الحریۃ اولادہا فیہ صح وعتق کل من ولدتہ فی ہذا النکاح لان قبول المولی الشرط والتزویج علی
اعتبارہ ہو معنی تعلیق الحریۃ بالولادۃ فیصح فتح ومفادہ انہ لو باعہا او مات عنہا قبل الوضع فلا حریۃ لیکن اگر شرط کرے
زوج ہونے آزاد ہونا لونڈی کی اولاد کا عقد مین تو یہہ شرط صحیح ہوگی اور آزاد ہونگے جتنے لونڈی اس نکاح مین جنیگی اسواسطے کہ قبول کرنا مولی
کا اس شرط کو اور نکاح کردینا اس شرط کے اعتبار پر درحقیقت آزادی کی تعلیق ہے ولادت پر یعنی گویا مولی نے لونڈی سے یون کہا کہ اگر تو اس نکاح
مین اولاد جنیگی تو وہ سب حر مین تو یہہ تعلیق صحیح ہوگی اور جب تعلیق صحیح ہوئی تو بالضرور حریت اولاد کی ثابت ہوگی اور مولی کو اسمین کچھ اختیار
باقی نرہیگا بخلاف شب باشی کی شرط کے کہ اوسمین تعلیق کے معنی نہین ہوسکتے کذا فی فتح القدیر اور اس تعلیل سے یہہ نکلا کہ اگر مولی نے اوس لونڈیکو
بیچا یا اوسکو چھوڑ کر مرگیا قبل ولادت کے تو اولاد کی آزادی نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ تعلیق نہین صحیح ہوتی مگر اوسوقت کہ تعلیق کرنیوالا زندہ
ہوا ور مالک ہو وجود شرط کیوقت ولو ادعی الزوج الشرط ولا بینۃ حلف المولی نہر اور اگر دعوی کیا لونڈیکے زوج نے حریت اولاد
کی شرط کا اور اوسکے پاس گواہ نہین تو قسم کہاویگا مولی کذا فی النہر لکن لا نفقۃ ولا سکنی لہا الا بان یدفعہا الیہ ولا یستخدمہا لیکن لونڈ
نفقہ اور سکنی زوج پر نہین بدون شب باشی کے شب باشی کا یہہ طریق ہے کہ مولی اوسکو اوسکے شوہر کے حوالہ کردی اور اوس سے خدمت نلے و تحد حد
المولی ویطاؤہا الزوج ان ظفر بہا فارغۃ عن خدمۃ المولی ویکفی فی تسلیمہا قولہ متی ظفرت بہا وطئتہا نہر اور لونڈی خدمت
کیا کرے مولی کی اور وطی کرے زوج اگر اوسکو پاوے مولی کیخدمت سے خالی اور کفایت کرتا ہے لونڈی کی تسلیم مین مولی کا یون کہنا اوسکے زوج سے
کہ جب اوسکو خالی پاوے کرو وطی کیا کر کذا فی النہر فان بوّاہا ثم رجع عنہا صح رجوعہ لبقاء حقہ وسقطت النفقۃ سو اگر مولی نے شب باشی
کی اجازت دی پھر اوس سے رجوع کی تو اوسکا رجوع کرنا صحیح ہوگا بسبب باقی رہنے حق مولی کے اور ساقط ہوگا نفقہ زوج سے یعنی زمان آیندہ کا نفقہ
نہ طلب ہوگا اور گذشتہ کا نفقہ البتہ طلب ہوگا ولو خدمتہ ای السید بعد التبوئۃ بلا استخدامہ او استخدمہا نہارا واعادہا لبیت
الزوج لیلا لا تسقط لبقاء التبوئۃ اور اگر خدمت کی لونڈی نے مولی کی بعد اجازت شب باشی کے بدون خواہش مولی کے یا مولی نے اوس سے
دن کی خدمت چاہی اور رات کو شوہر کے گھر اوسکو پھر بھیجا تو نفقہ زوج سے نہ ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے شب باشی کے ولہ ای للمولی النکفو کہا

ای بأمته وان ابی الزوج ظهيرية اور مولی کو اختیار ہے اپنی منکوحہ لونڈی کو سفر مین لیجانیکا اگرچہ اوسکا زوج منع کرے کذا فی الظہیریہ وله اجبار عبده و
امته ولو ام ولدٍ اور مولی کو اختیار ہے اپنے غلام اور لونڈی کے نکاح مین جبر کرنیکا اگرچہ لونڈی ام ولد ہو اسواسطے کہ اونکی ملکیت کامل ہے تو اوسکو نکاح
مین زبردستی کرنا جائز ہے اگرچہ وہ راضی نہون مگر مکروہ ہے کہ نکاح نہ کرنا چاہیے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلاً عن البحر ولا یلزمه الاستبراء بل یندب
فلو ولدت لاقل من نصف حول فهو ابن المولی والنکاح فاسد بحر من الاستیلاد وثبوت النسب اور لازم نہین مولی پر استبراء بلکہ
مستحب ہے یعنی جو لونڈی مولی کے تصرف مین ہو اور وہ اوسکا نکاح کر دے تو استبراء مولی پر ضرور نہین سو اگر لونڈی بعد نکاح کے چھ مہینے سے کمتر مین جنے
تو وہ لڑکا مولی کا بیٹا ہوگا اور نکاح فاسد ہو جائیگا بشرطیکہ قنہ اور مدبرہ مین مولی نے دعوی نسب کا کیا ہو اور ام ولد مین نفی ولد کی نکی ہو چنانچہ یہہ مسئلہ
بحر الرائق کے باب الاستیلاد اور ثبوت النسب مین مذکور ہے علی النکاح وان لم یرضیا لا مکاتبه ومکاتبته بل یتوقف علی اجازتهما ولو صغیرین
الحاقاً بالبالغ مولی کو جبر کرنیکا اختیار ہے لونڈی غلام کے نکاح پر اگرچہ دونو راضی نہون نہ غلام مکاتب پر اور نہ لونڈی مکاتبہ پر بلکہ نکاح مکاتب اور مکاتبہ
کا اون دونو کی اجازت پر موقوف ہے اگرچہ دونو صغیر ہون بسبب ملا دینے صغیرین کے بالغ کے ساتھ یعنی بسبب کتابت کے مکاتب اور مکاتبہ خود مختار ہوگئے تو انکا
نکاح اونکی اجازت پر موقوف رہا یہانتک کہ اگر دونو صغیر بھی ہون گے تو بھی انکا نکاح اونکی اجازت پر ہی موقوف رہیگا یعنی بسبب کتابت کے صغیر بھی بالغ
کی برابر ہو گیا مولی کا اختیار نکاح کر دینے مین باقی نرہا فلو ادّیا فعتقا عاد موقوفاً علی اجازة المولی لا علی اجازتهما لعدم اهليتهما ان
لم یکن عصبة غیره پھر اگر مکاتب اور مکاتبہ صغیرین نے نکاح ہونے کے بعد مال کتابت کا مولی کو ادا کیا تو آزاد ہوگئے نکاح پھر پلٹا مولی کی اجازت پر موقوف
ہو کر نہ صغیرین کی اجازت پر بسبب عدم اہلیت صغیرین کے اگر کوئی عصبہ صغیرین کا نہو سوای مولی کے تب مولی کی اجازت پر نکاح اونکا موقوف ہوگا اور
اگر صغیرین کا بعد آزاد ہونیکے بیاہی یا چچا ہوگا تو اوسکی اجازت پر موقوف رہیگا نہ مولی کی اجازت پر خلاصہ یہہ کہ مولی نے مکاتب اور مکاتبہ صغیرین کا نکاح کیا
نکاح نافذ نہوا اسواسطے کہ مکاتب پر ولایت جبری نہین بلکہ صغیرین کی اجازت پر موقوف رہا بعد اسکے صغیرین نے بدل کتابت ادا کیا تو آزاد ہو گئے تو اب وہی نکاح
مولی کی اجازت پر موقوف ٹھہرا اسواسطے کہ بسبب آزاد ہونے صغیرین کے مولی کی ولایت جدید پیدا ہوئی اسواسطے کہ آزاد کرنیوالا عصبہ ہوتا ہی اور یہہ مسئلہ
عجیب ہے کہ لڑکا جب تک مملوک رہا تو مختار تھا اور بعد آزاد ہونیکے مجبور ہو گیا اور مولی کی ملکیت قبل آزادی کے مکاتب پر تھی تب اوسپر اختیار نتھا اور بعد
آزاد ہونیکے بالکل ملکیت باقی نرہی اب اختیار حاصل ہوا ولو عجزا توقف نکاح المکاتب علی رضی المولی ثانیاً لعود موقوف النکاح علیه اور اگر عاجز
ہوئے مکاتب اور مکاتبہ ادای بدل کتابت سے تو موقوف رہیگا نکاح مکاتب کا مولی کی رضامندی پر دوبارہ یہ اسواسطے کہ اپنے تصرف اور زیر بار ہی نکاح کے
مولی پر یعنی اول مکاتب کی رضا پر موقوف تھا جب مکاتب عاجز ہوا تو خالص غلام ہو گیا اوسکی اجازت اور عدم اجازت کا کچھہ اعتبار نرہا اب دوسری بار مولی
کی اجازت چاہیے اور مولی کی بھی اول رضا کا اعتبار نہین اسواسطے کہ مہر اور نفقہ اوسوقت مین مکاتبہ پر تھا نہ مولی پر اور جب مکاتب عاجز ہوا تو اب اوسکی
کمائی بھی مولی کی ہو گئی اسواسطے دوسری بار مولی کی رضامندی ضرور ہوئی وتبطل نکاح المکاتبة لانه طرأ حل بات علی موقوف فابطله والدلیل
یعمل العجائب وبحث الکمال هنا غیر صائب اور باطل ہو گیا نکاح مکاتبہ کا عاجز ہونے سے اسواسطے کہ ملک جو حلت قاطعہ موقوف پر سو اوسکو ... الا اور
دلیل سے امر عجیبہ ثابت ہوتے ہین اور اعتراض کمال الدین ابن الہمام کا یہان ٹھیک نہین یعنی جب مولی نے مکاتبہ کا نکاح بدون اوسکی رضا کی کر دیا تو وہ
نکاح موقوف تھا اوسکی اجازت پر پھر جب مکاتبہ ادای بدل کتابت سے عاجز ہو گئی تو رقیت سے عود کیا تو مولی پر بسبب عود ملکیت کے اوسکی وطی حلال ہوئی
اس علت طاری نے نکاح موقوف غیر نافذ کو ... الا نکاح باطل ہو گیا محقق ابن الہمام نے یہان اعتراض کیا ہی کہ بعد آزاد ہونے مکاتب صغیر کے اوسکی
نکاح کا اجازت پر موقوف ہونا معقول نہین اسواسطے کہ مولی کی ولایت بعد آزاد ہونیکے باقی نرہی خلاصہ جواب کا یہہ ہی کہ بعد آزاد ہونے صغیر کے ہونے
کو بسبب حکم ولاکے ولایت جدیدہ حاصل ہوئی اور جو ولایت کہ منتفی ہوئی وہ بحکم ملک تھی موقوف ہونا اوسکے نکاح کا مولی کی اجازت پر بطارد معقول
ہو گیا و دلیل کی بھی صنعت ہی کہ ایسے مسائل عجیبہ اوس سے ثابت ہوتے ہین کذا فی حاشیۃ الدر ناقلاً عن البحر ولو قتل المولی امته قبل الوطی لم

خطاءً فتح وهو مكلف فلو صبياً لم يسقط على الراجح ذكره المصنف سقط المهر لمنعه البدل كحرة ارتدت ولو صغيرة اور اگر قتل کیا مولی نے اپنی
لونڈی کو قبل وطی یا خلوت صحیحہ اگرچہ قتل خطا کا ہو کذا فی فتح القدیر اور حالانکہ مولی مکلف ہو یعنی عاقل بالغ ہے تو اگر مولی لڑکا ہوگا تو مہر ساقط نہوگا بنا بر قول
راجح کے چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ذکر کیا تو مولی کے قتل سے ساقط ہوگا مہر لونڈی کا اوسکے زوج پر بسبب روک دینے ہوئے کے عوض کو یعنی مہر عوض ہے
وطی کا پہر جب قبل وطی مولی نے لونڈی کو قتل کیا تو مہر کو کسو جہہ سے پاویگا جیسے حرہ کا مہر ساقط ہوجاتا ہی اوسکے مرتد ہونیسے قبل وطی کی اگرچہ حرہ صغیرہ ہو
تو بہی ساقط ہوگا اسواسطے کہ جدائی عورت کی طرف سی ہوئی نہ مرد کیطرف سی لا لو فعلت ذلك القتل امرأة ولو امة على الصحيح خانية بنفسها
اوقتلها وارثها او ارتدت الامة او قبّلت ابن زوجها كما رجحه في النهر اذ لا تفويت من المولى نہ مہر ساقط ہوگا اگرچہ قتل عورت نے کیا
اگرچہ لونڈی ہو بنا بر قول صحیح کے کذا فی الخانیہ عورت نے خود آپ کو قتل کیا یا اوسکے وارث نے اوسکو قتل کیا یا لونڈی مرتد ہوگئی یا اوسنے زوج کے فرزند کا بوسہ لیا
چنانچہ نہر الفائق مین اسی قول کو ترجیح دی ہے لونڈی کے قتل اور مرتد ہونے اور بوسہ لینے سے اسواسطے مہر نہ ساقط ہوگا کہ مولی کیطرف سے تفویت اور قصور
نہین یعنی مہر کا مالک مولی ہی تو لونڈی کے قصور سے مہر کیونکر ساقط ہوگا اور اسیطرح اگر حرہ نے آپکو قتل کیا تو اوسکے مہر کے وارث مالک ہونگے اور اگر ایک
وارث نے حرہ کو قتل کیا تو اور وارث مالک ہونگے ان صورتون مین مہر نہین ساقط ہوتا او فعله بعدها اى الوطى لتقرره به یا مولی مکلف نے لونڈی کا
قتل بعد وطی کے کیا تو مہر نہ ساقط ہوگا بسبب ثابت ہوجانے مہر کے وطی سے ولو فعل بعبده او مكاتبته او ماذونته المديونة لم يسقط اتفاقاً
اور اگر مولی نے اپنے غلام کو قتل کیا یا اپنی مکاتبہ کو قتل کیا یا لونڈی ماذونہ قرضدار کو قتل کیا تو مہر نہ ساقط ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ مہر کا مالک ان صورتون مین مولی نہین جب
مولی نے اپنے غلام کو قتل کیا تو اوسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اوسکی زوجہ غلام کی قیمت سی اپنا مہر مولی سے لیگی والاذن في العزل وهو الانزال خارج
الفرج لمولى الامة لا لها لان الولد حقه وهو يفيد التقييد بالبالغة وكذا الحرة نهر اور اذن دینا عزل مین عزل خارج شرمگاہ کو انزال
کو کہتے ہین اور بہتر تعریف عزل کی بحر الرائق مین معراج سے منقول ہے وہ یہہ کہ وطی کرے جب وقت انزال کا آوے تو علحدہ ہوکر خارج شرمگاہ کے انزال کرے سو عزل
مین اجازت دینا مولی کے اختیار مین ہے نہ لونڈی کے اسواسطے کہ لونڈی کا لڑکا حق ہے مولی کا اور اس سے یہہ نکلتا ہے کہ لونڈی کو بالغہ کر مقید کرنا چاہئے
یعنی جب لڑکا مولی کا حق ٹھہرا تو اگر لونڈی بالغہ ہو تو اوسکا شوہر مولی سے عزل کی اجازت لے صغیرہ لونڈی مین اجازت مولی کی حاجت نہین اسواسطے کہ
صغیرہ کے لڑکا نہین ہوتا جو عزل سے مولی کا حق تلف ہو اور اسیطرح حرہ کو بہی بالغہ کر مقید کرنا چاہئے یعنی اگر حرہ بالغہ ہو تو اوسکا شوہر اوس سے عزل
کی اجازت لے اور صغیرہ سے اجازت کی حاجت نہین کذا فی النہر ويعزل عن الحرة وكذا المكاتبة نهر بحثاً باذنها اور عزل کرے حرہ سے حرہ کی اجازت
سے اور یہی حال ہے مکاتبہ کا چنانچہ نہر الفائق مین ہے باعتبار بحث کے لكن في الخانية انه يباح في زماننا لفساد الزمان قال الكمال فليعتبر عذراً
مسقطاً لاذنها لیکن خانیہ مین ہے کہ عزل حرہ سے بدون اذن حرہ کے مباح ہے ہمارے زمانہ مین بسبب فساد زمانہ کے یعنی اس وقت مین اکثر لڑکے اطاعت
نہین کرتے والدین کو رنج پہنچاتے ہین تو کمال الدین محقق نے کہا کہ فساد زمانہ کو اذن حرہ کا عذر مسقط اعتبار کرنا چاہئے وقالوا يباح اسقاط الولد
قبل اربعة اشهر ولو بلا اذن زوجها اور کہا ہے فقہا نے کہ مباح ہے اسقاط ولد کا چار مہینے سے پہلے اگرچہ بے اجازت زوج کی ہو یعنی جان پڑنے
سے قبل پیٹ کا گرانا درست ہے ہر چند شارح نے اسقاط ولد مطلقاً بیان کیا لیکن حق یہہ ہے کہ بدون ضرورت کے جائز نہین مثلاً عورت کا دودہ بچیا ہوا اور اوسکے
حمل رہ گیا اور زوج کو دایہ رکہنی کی طاقت نہین تو بسبب خوف ہلاکی ولد کے اسقاط قبل نفخ روح کے جائز ہے خانیہ کے باب الکراہیۃ مین ہے کہ مین نہین کہتا کہ
اسقاط مطلقاً مباح ہے اسواسطے کہ محرم اگر شکاری پرند کا انڈا توڑے تو اوسپر تاوان ہے اسواسطے کہ انڈا اصل ہے پرند کی جب محرم ماخوذ ہوا تو بعذر
اسقاط مین کیونکر گناہ نہو گا کذا فی حاشیۃ الدر وعن امته بغير اذنها بلا كراهة فان ظهر بها حبل حل نفيه ان لم يعد قبل البول او عزل
کرے اپنی لونڈی سے بدون اوسکی اجازت کے بلاکراہیت سو اگر لونڈی سے عزل کیا اور اوسکے حمل ظاہر ہوا تو مولی کو اوسکی نفی کرنا درست ہے
یعنی یون کہنا کہ یہہ حمل میرے نطفہ سے نہین ہے درست ہی بشرطیکہ دوبارہ وطی نکی ہو پیشاب کرنے سے پہلے یعنی اگر مولی نے اول جماع کیا اور عزل کیا پہر

بدون پیشاب کیے دوبارہ عزل کیا تو نفی کرنا درست نہوگا اسواسطے کہ احتمال ہے کہ بقیہ منی دوسرے عزل مین نکلی ہوا اور موجب حمل کی ہوئی ہوا اور دوسری شرط نفی
کی یہہ ہو کہ لونڈی غیر محصنہ ہو یعنی گھر سے باہر آتی جاتی ہو اور اگر محصنہ ہو تو نفی جائز نہین اسواسطے کہ عزل کیوقت شاید کچھ منی اندر رہ گئی ہو تیسری
شرط نفی کی یہہ ہے کہ غیر محصنہ مین ظن غالب چاہئے کہ یہہ حمل میرے نطفہ سے نہین ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وَخُیِّرَتْ اَمَۃٌ وَلَوْ اُمَّ وَلَدٍ وَمُکَاتَبَۃً وَلَوْ
حُکْمًا کَمُعْتَقَۃِ الْبَعْضِ عَتَقَتْ تَحْتَ حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ وَلَوْ کَانَ النِّکَاحُ بِرِضَاهَا دَفْعًا لِزِیَادَۃِ الْمِلْکِ عَلَیْهَا بِطَلْقَۃٍ ثَالِثَۃٍ نکاح باقی رکہنے یا [illegible]
مین مختار ہے لونڈی اگرچہ ام ولد ہوا اور مکاتبہ مختار ہے اگرچہ حکمی مکاتبہ ہو جیسے وہ لونڈی کہ کل آزاد نہو مثلاً نصف آزاد [illegible] اختیار اوسوقت
سے جب آزاد ہو جاوے خواہ حر کے نیچے ہو خواہ عبد کے اگرچہ نکاح اوسکی رضا سے ہوا ہو تو بھی اوسکو اختیار ہے تاکہ دفع ہو زیادتی ملک کی اوسپر سے بسبب طلقۃ
ثالثہ کے یعنی جب لونڈی تھی زوج کے دوبار طلاق دینے سے چھوٹ سکتی تھی اور حرہ بدون تین طلاق کے نہین چھوٹتی تو حرہ ہونے بابت لونڈی ہونے کے
ایک طلاق کی ملک زیادہ ہوتی ہے تو اسواسطے شارع نے اوسکو اختیار دیا کہ اپنے اوپر سے طلقۃ ثالثہ کی ملک چاہے دفع کرے اور چاہے جائز رکھے
فَاِنِ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَلَا مَهْرَ لَهَا اَوْ زَوْجَهَا فَالْمَهْرُ لِسَیِّدِهَا سو اگر لونڈی آزاد نے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنی نکاح توڑا تو اوسکا کچھ
مہر نہین اگر وطی نہوئی ہو اسواسطے کہ جدائی اوسیکی طرف سے ہوئی اور اگر وطی ہوئی ہو تو مہر مولی کو ملیگا اور اگر اوسنے زوج کو اختیار کیا یعنی نکاح
قائم رکہا تو مہر اوسکے مولی کا ہے وطی ہوئی ہو یا نہوئی ہو مولی مہر کا اسواسطے مالک ہوگا کہ مہر ثابت ہوا تھا عقد سے اور اوسوقت مولی ہی کی ملک تھی وَ
لَوْ صَغِیْرَۃً تُؤَخَّرُ لِبُلُوْغِهَا وَلَیْسَ لَهَا خِیَارُ بُلُوْغٍ فِی الْاَصَحِّ اور اگر لونڈی صغیرہ ہو تو اوسکی آزادی کا اختیار اوسکے بالغ ہونے تک متاخر ہوگا
اسواسطے کہ صغیر کے افعال کا بسبب عقل نہونیکے کچھ اعتبار نہین اور نہین ہے اختیار لونڈی کو بلوغ کا قول اصح مین اسواسطے کہ خیار عتق [illegible]
سے چنانچہ باب الولی مین مذکور ہوگا اَوْ کَانَتْ لَا اَمَۃً عِنْدَ النِّکَاحِ حُرَّۃً ثُمَّ صَارَتْ اَمَۃً بِاَنْ یَرْتَدَّا وَلَحِقَا بِدَارِ [illegible]
خُیِّرَتْ عِنْدَ الثَّانِیْ خِلَافًا لِلثَّالِثِ مَبْسُوْطٌ یا خیار عتق کا اوسوقت بھی ثابت ہوگا جب لونڈی نکاح کیوقت حرہ تھی پہر [illegible]
زوج اور زوجہ مرتد ہو گئے اور دونو دارالحرب مین جا رہے پہر وہان سے دونو قید ہو آئے دارالاسلام مین پہر عورت آزاد ہوئی تو [illegible]
کا اختیار ہوگا نزدیک ابو یوسف کے نہ نزدیک محمد کے کذا فی المبسوط وَالْجَهْلُ بِهٰذَا الْخِیَارِ خِیَارِ الْعِتْقِ عُذْرٌ فَلَوْ لَمْ تَعْلَمْ بِهٖ [illegible]
فَعَلِمَتْ فَفَسَخَتْ صَحَّ لَا اِذَا قُضِیَ بِاللِّحَاقِ وَلَیْسَ هٰذَا بِحُکْمٍ بَلْ فَتْوٰی کافی اور بیعلمی اس خیار عتق کی عذر ہو [illegible]
لونڈی کو بسبب مشغولی خدمت مولی کے تحصیل مسائل دینی کی فرصت نہین بخلاف حرہ کے سو اگر لونڈی کو خیار عتق کا علم نہوا اسطرح کہ لونڈی منکوحہ
تھی پہر مولی نے اوسکو آزاد کیا اور اوسکو خیار عتق کا مسئلہ نہ معلوم ہوا یہانتک کہ وہ اور اوسکا شوہر دونو مرتد ہو گئے اور دارالحرب مین [illegible]
پہر دارالاسلام مین گرفتار ہو آئے یا مسلمان ہوکر خود آئے پہر عورت نے خیار عتق کا مسئلہ جانا خواہ دارالاسلام مین خواہ دارالحرب مین تو
نکاح فسخ کیا تو یہہ فسخ کرنا باوجود اتنی مدت گذرنیکے بسبب عذر جہل کے صحیح ہوگا مگر جبکہ قاضی نے اوسکے حق مین لحوق کفار کا حکم دیا ہو تو اوسکا
فسخ کرنا صحیح نہوگا اسواسطے کہ بعد حکم لحوق کے اگر پہر آویگی تو لونڈی ہو جاویگی اور فسخ کو صحیح کہنا حکم نہین ہے بلکہ فتوی ہے یہہ جواب ہے
سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہہ ہو کہ تمنے دارالحرب کے ملنے والون مین بھی حکم دیا کہ فسخ نکاح کا صحیح ہے اور حالانکہ دارالحرب سے احکام ہمارے
منقطع ہین شارح نے جواب دیا کہ یہہ حکم نہین بلکہ فتوی ہے یعنی حادثہ کے سوال کا جواب ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی وَلَا یَتَوَقَّفُ عَلَی
الْقَضَاءِ وَلَا یَبْطُلُ بِسُکُوْتٍ وَلَا یَثْبُتُ لِغُلَامٍ وَیَقْتَصِرُ عَلٰی مَجْلِسٍ کَخِیَارِ مُخَیَّرَۃٍ بِخِلَافِ خِیَارِ الْبُلُوْغِ فِی الْکُلِّ ثمانیہ اور نہین موقوف
ہو خیار عتق کا قاضی کے حکم پر اور نہین باطل ہوتا سکوت سے اور ثابت نہین خیار عتق غلام صغیر کو یعنی جب غلام صغیر آزاد ہو تو اوسکو خیار عتق حاصل
نہین اور منحصر ہے یہہ خیار مجلس علم پر تو اگر مجلس سے عورت اوٹھ گئی خیار باطل ہو گیا جیسے خیار مخیرہ کا مجلس علم پر منحصر ہے مخیرہ وہ عورت جسکے زوج
نے اوس سے کہا کہ تجھکو مین نے طلاق کا اختیار دیا تو اگر وہ مجلس سے اوٹھ گئی تو اختیار اوسکا باطل ہو گیا بخلاف خیار بلوغ کے کہ وہ پانچون حکم

مین مخالف ہے خیار عتق کے کذا فی الکافیہ یعنی خیار بلوغ قضا پر موقوف ہی اور سکوت سی باطل ہوتا ہی اور غلام کو بھی ثابت ہی اور آخر مجلس تک ممتد نہین ہوتا
اور اسمین جہل عذر نہین چنانچہ باب الولی مین مفصل مذکور ہوچکا نکح عبد بلا اذن فعتق او باعہ فاجاز المشتری نفذ لزوال المانع نکاح کیا غلام
نے بدون اجازت مولی کے پھر آزاد ہوا یا بیچ ڈالا مولی نے اوسکو سو مشتری نے اوسکا نکاح جائز رکہا تو نکاح نافذ ہوگیا بسبب زوال مانع کے یعنی اول
غلام کا نکاح مولی کی اجازت پر موقوف تہا جب آزاد ہوا تو حق مولی کا جاتا رہا اب اوسکی اجازت کی کچھ حاجت نرہی وکذا الحکم لامۃ ولا خیار لہا
لکون النفوذ بعد العتق فلم یتحقق زیادۃ الملک اور ایسا ہی حکم ہی لونڈی کا یعنی اوسکا بھی نکاح بلا اذن بعد آزادی کے نافذ ہوتا ہی اور
یہان نکاح فسخ کرنیمین لونڈی کا اختیار نہین بسبب نافذ ہونے نکاح کے بعد آزادی کے تو زیادتی ملک طلقۃ ثالثہ کی نہ ثابت ہوئی وکذا لو اقدرنا بان
زوجہا فضولی او اعتقہا فضولی و اجازہما المولی اور اسیطرح لونڈی کو اختیار فسخ کا نہین اگر اجازت نکاح کی اور آزادی سلنہی ہو اسطرح
کہ نکاح کر دیا لونڈی کا ایک فضولی نے اور آزاد کیا اوسکو دوسرے فضولی نے اور جائز رکہا ان دونو کو یعنی نکاح اور عتق کو مولی نے وکذا مدبرۃ
عتقت بموتہ اور اسیطرح اختیار فسخ کا اوس مدبرہ کو نہین جسنے اپنا نکاح بے اذن مولی کے کیا پھر آزاد ہوئی مولی کی موت سی وکذا ام الولد ان لم یطأہا
الزوج ولا الام ینقل لان عدتہا من المولی تمنع نفاذ النکاح اور اسیطرح اوس ام ولد کو اختیار فسخ کا نہین جسنے اپنا نکاح بے اذن مولی کے کیا پہر
آزاد ہوئی مولی کے آزاد کرنیسے یا اوسکی موت سی نکاح ام ولد کا اوسوقت نافذ ہوگا اگر اوسکے زوج نے وطی کی ہوگی اور اگر زوج نے قبل آزادی کے
وطی نکی تو اوسکا نکاح نافذ نہوگا اسواسطے کہ عدت ام ولد کی مولی کی موت سی مانع ہی نفاذ نکاح کی اور جب قبل عتق کے زوج وطی کرچکا تو مولی کی عدت
معدوم ہوگئی بموجب روایت ابن سماعہ کے محمد سی اور ظاہر الروایت مین زوج کی وطی سے بھی مولی کی عدت نہین جاتی تو نکاح صحیح نہوگا کذا فی حاشیۃ
الطحطاوی فلو وطی الزوج الامۃ قبلہ ای العتق فالمہر المسمی لہ ای للمولی او بعدہ فلہا لمقابلتہ بمنفعۃ ملکہا سو اگر وطی کی زوج نے
لونڈی سے قبل آزادی ہونیکے تو مہر مسمی مولی کا ہی اور اگر وطی کی بعد آزادی کے تو مہر عورت کا ہی واسطے مقابل ہونے مہر کے اوسکی ملک کی منفعت سی یعنی جب لونڈی
آزاد ہوئی تو اپنی ذات کے تصرف کی مالک ہوئی اور مہر بدلا ہی وطی کا تو بعد آزادی کے مہر کی مالک عورت ہی ہوگی ومن وطی امۃ ابنہ فولدت فلو
لم تلد لزمہ عقرہا وارتکب محرما ولا یحد قاذفہ فادعاہ الاب وہو حر مسلم عاقل ثبت نسبہ بشرط بقاء ملک ابنہ من وقت الوطی
الی الدعوۃ اور جسنے وطی کی اپنی بیٹی کی لونڈی سی پہر وہ حاملہ ہوئی اور لڑکا جنی تو اگر نہ جنی گی تو لازم ہوگا باپ پر مہر مثل اور اوسنے حرام کام کیا اور
جسنے اوسکو زانی کہا اوسپر حد قذف کی نہ ماری جائیگی پھر باپ نے اوس لونڈی کے ولد کا دعوی کیا اور حالانکہ باپ حر اور مسلمان اور عاقل ہے تو اوسکا
نسب ثابت ہوگا بشرطیکہ بیٹے کی ملک لونڈی پر باقی رہی ہو وطی کے وقت سی دعوی کرنے تک و بیعہا لاخیہ مثلا لا یضرہ نہر بحثا اور مثلا بیچ ڈالنا
لونڈی کا اپنے بھائی سے ضرر نہین کرتا چنانچہ نہر الفائق مین ہے بحث کے ساتھ یعنی جب باپ نے بیٹے کی لونڈی سی وطی کی اور وہ لونڈی دوسرے بیٹے
کی ملک مین جاتی رہی خواہ بیع سے خواہ ہبہ سے اور وہان جنی تو بقای ملک مین کچھ ضرر نہین اسواسطے کہ باپ کی دونو بیٹے برابر ہین ولایت مین فصارت ام ولدہ
لاستناد الملک لوقت العلوق تو بیٹے کی لونڈی ام ولد ہوگئی باپ کی بسبب ثابت ہونے ملک کے حمل رہنے سی اسواسطے کہ باپ مالک ہی بیٹے کے مال کا حاجت
کیوقت کیونکہ حدیث مین آیا ہی انت ومالک لابیک یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا مملوک ہی اور نطفہ آدمی کا جز ہے تو اوسکی حفاظت ضرور ہی اس ضرورت
سے بیٹے کے مال کا باپ یہان مالک ٹھہرا اور لونڈی اوسکی ام ولد ہوگئی وعلیہ قیمتہا ولو فقیرا لاحتیاجہ لبقاء نسلہ عن بقاء نفسہ
ولذا یحل لہ عند الحاجۃ الطعام لا الوطی ویجبر علی نفقۃ ابیہ لا علی دفع جاریۃ لیتسراہا اور باپ پر واجب ہی قیمت لونڈی کے حمل رہنے
کے وقت کی اگرچہ باپ فقیر ہو بسبب کم ہونے حاجت بقاء نسل کے بہ نسبت بقاء نفس کے اور اسیواسطے حلال ہے باپ کو حاجت کیوقت طعام بیٹے کا نہ وطی اوسکی
لونڈی کی اور جبر کیا جائیگا بیٹے پر باپ کے نفقہ کا اور جبر نہوگا لونڈی دینی پر تاکہ باپ اوسکو حرم بناوے م یہہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ ضمن قیمت باپ کے
کیوں قیمت واجب کی حالانکہ باپ اپنی حفظ مین اور بقاء نسل مین مضطر ہی اور باپ اگر اضطرار مین بیٹے کا طعام کہاوے تو اوسپر ضمان نہین شارح نے جواب دیا

کہ طعام مین بقاء نفس ہے اور حفظ منی مین بقاء نسل ہے اور بقاء نفس عظیم ہی بقاء نسل سے تو دونو برابر ہوئے اسواسطے حفظ منی مین قیمت واجب ہوئی نہ طعام مین
لا عقرُها وقيمتُها و ولدها ما لم تكن مشتركةً فتجب حصة الشريك باپ پر قیمت لونڈی کی واجب ہوگی نہ اوسکا مہر مثل اور نہ قیمت اوسکے لڑکے کی بشرطیکہ
لونڈی مشترک نہو اور اگر لونڈی بیٹے اور اجنبی مین مشترک ہو تو بقدر حصہ شریک کے مہر مثل واجب ہوگا وهذا اذا ادّعاه وحده فلو مع الابن فان
شریکین قُدِّم الاب والّا فالابن اور یہہ حکم مسائل سابقہ کا اوسوقت ہے جب فقط باپ ہی نے دعوی نسب کا کیا پھر اگر شریک ہوا باپ بیٹے کے ساتھ دعوی مین
یعنی باپ نے کہا یہہ میرا بیٹا ہے اور بیٹے نے کہا میرا بیٹا ہے تو اگر باپ اور بیٹا دونو شریک ہون لونڈی کی ملکیت مین تو باپ کا دعوی مقدم ہوگا وجہت یہ کہ
اپنے حصہ مین ملک حقیقی ہے اور بیٹے کے حصہ مین ملک حکمی اور اگر دونو شریک نہون تو اوسکی دو صورتین ہین ایک یہہ کہ لونڈی فقط بیٹے کی ملک ہو تو بیٹے کا دعوی
مقدم ہے دوسری یہہ کہ باپ کی خالص ملک ہو تو دعوی بیٹے کا غیر مسموع ہے اور ظاہر کلام شارح سے یہی نکلتا ہے کہ دوسری صورتمین بھی دعوی بیٹے کا مقدم ہے
اور حالانکہ یہہ ظاہر الفساد ہی کذا فی الطحطاوی ولو ادّعی ولد امّ ولده المنفیّ او مدبرته او مکاتبته شُرِط تصدیق الابن اور اگر دعوی کیا باپ نے
اپنے بیٹے کی ام ولد کی ولد منفی کا یا اوسکی مدبرہ کے ولد کا یا اوسکی مکاتبہ کی ولد کا تو ثبوت نسب کے واسطے مشروط ہے تصدیق بیٹے کی پھر جب بیٹا باپ کے دعوی کی تصدیق
کریگا تو نسب ثابت ہوگا اس احتمال سے کہ باپ نے نکاح کرلیا ہو صحیح یا فاسد یا وطی اشتباہ سے ہوگئی ہو اور اگر بیٹے نے اپنی ام ولد کی ولد کی نفی کی تو الحاق اوسکا
باپ سے صحیح نہوگا اسواسطے کہ نسب قابل انتقال کے نہین وجدٌّ صحیحٌ کالاب بعد زوال ولایته بموتٍ وکفرٍ وجنونٍ ورقٍّ فيه اى فى الحكم المذكور
اور دادا مانند باپ کے ہے بعد زائل ہونے ولایت باپ کے بسبب موت کے یا کفر کے یا جنون کے یا غلام ہونے کے حکم مذکور مین یعنی اگر دادا اپوتے کی لونڈی کے ولد کا دعوی
کرے تو صحیح ہے بشرطیکہ ولایت باپ کی اسباب مذکورہ سے زائل ہوگئی ہو ولا یکون کالاب قبله ای قبل الزوال المذکور نہوگا دادا مثل باپ کے قبل اوسکے
یعنی قبل زوال ولایت مذکور کے دادا مثل اجنبی کے ہے ویشترط ثبوت ولایته من حین الوطی الی الدعوة اور صحت دعوی مین شرط ہے ثبوت ولایت
دادا کی وقت وطی سے دعوت تک سو اگر وطی کی دادا نے باپ کی ولایت مین پھر مثلاً باپ مرگیا اور لونڈی جنی دادا کی ولایت مین تو دعوی صحیح نہوگا
ولو تزوّجها ولو فاسدًا ابوه ولو بالولاية فولدت لم تصر امّ ولده لنفی ملکه من نکاح اور اگر نکاح کیا باپ نے بیٹے کی لونڈی سے اگرچہ نکاح فاسد
اسواسطے کہ نکاح فاسد مثل صحیح کے ہے ثبوت نسب مین اور گو کہ باپ نے نکاح بولایت کیا اس صورتمین کہ بیٹا صغیر یا مجنون تھا پھر لونڈی جنی تو نہوگی ام ولد باپ کی بواسطے
نہونے ولد کے نکاح سے اور ام ولد بدون ملک یمین کے نہین ہوتی ويجب المهر لا القيمة وولدها حرٌّ لملك اخيه له اور واجب ہوگا باپ پر مہر مسمی یا مہر مثل
نہ قیمت لونڈی کی اور بیٹا لونڈی کا آزاد ہوگا اسواسطے کہ اوسکا بھائی اوسکا مالک ہوا تو بسبب قرابت کے آزاد ہوگیا ومن الحيل ان يملكها ابنه لطفله ثم يتزوجها
اور جو چاہے کہ لونڈی سے وطی کرے اور وہ لڑکا پیدا ہونیسے ام ولد نہو تو اوسکا حیلہ یہہ ہے کہ اپنی لونڈی کو اپنے لڑکے کی ملک مین کردے خواہ بیع سے
خواہ ہبہ سے پھر اوس لونڈی سے نکاح کرلے تو جب یہہ لونڈی جنے گی تو ام ولد باپ کی نہوگی اور لڑکا حر ہوگا ولو وطئها بدية امرأته او والده او جدّه
فولدت وادّعاه لا يثبت النسب الا بتصديق المولى فلو كذّبه ثم ملك الجارية وقتًا ما ثبت النسب وسيجئ فى الاستيلاد اور اگر وطی کی
اپنی جورو کی لونڈی سے یا اپنے باپ کی لونڈی یا دادا کی لونڈی سے پھر وہ جنی اور وطی کرنیوالے نے دعوی نسب کا کیا تو نسب ثابت ہوگا مگر لونڈی کے
مالک کی تصدیق سے یعنی جورو اور باپ اور دادا یون کہے کہ یہہ لونڈی مدعی پر حلال تھی اور یہہ لڑکا اوسیکا ہے تو نسب ثابت ہوگا اور اگر مالک نے اوسکی تکذیب
کی پھر مدعی لونڈیکا مالک ہوگیا عمر بھر مین کسی وقت اور کسی وجہ سے تو ثابت ہوگا نسب اور لڑکا حر ہوگا اور یہہ مسئلہ باب الاستیلاد مین آویگا حرةٌ متن
قالت لمولى زوجها المكلف اعتقه عنّى بالفٍ او زادت ورطلٍ من خمرٍ اذ الفاسد هنا كالصحيح ففعل فسد النكاح لتقدم
الملك اقتضاءً كانه قال بعنيه منك ثم اعتقه عنّى حرہ غلام کی منکوحہ نے اپنے زوج کے مولی سے جو حر اور مکلف ہے کہا کہ آزاد کردے اسکو
میری طرف سے بعوض ہزار درم کے یا زیادہ کیا ہزار پر یعنی یون کہا کہ بعوض ہزار درم اور ایک رطل شراب کے اوسکو آزاد کر اسواسطے کہ فاسد بھی یہان یعنی
احتمال سقوط قبض مین مانند صحیح کے ہے پھر مولی نے ایسا ہی کیا یعنی اوسکو آزاد کردیا تو فاسد ہوگا نکاح بسبب مقدم ہونے ملک زوجہ کے بطریق اقتضاء کلام

کے گویا مولی نے کہا کہ مین نے اپنے غلام کو تیرے ہاتھ بیچا یا اوسکو مین نے تیری طرف سے آزاد کیا یعنی آزادی بدون ملکیت کے نہین ہوتی پہر جب اوسکی طرف سے آزاد کیا تو اول حرہ مالک ٹھہری جب مالک ہوئی تو نکاح فاسد ہوگیا لکن لو قال کذلک وقع العتق عن المامور لعدم القبول کما فی الحواشی السعدیۃ ومفادہ انہ لو قال قبلت وقع عن الآمر لیکن اگر مولی نے صریح کہا کہ مین نے غلام کو تیرے ہاتھ بیچا یا تیری طرف سے اوسکو آزاد کیا تو عتق مامور کیطرف سے یعنی مولے کیطرف سے واقع ہوگا بسبب پائیجانے قبول کے آمر کیطرف سے چنانچہ حواشی سعدیہ مین ہے یعنی اس صورت مین فقط مامور کیطرف سے ایجاب بیع کا ہوا اور قبول نکا نہوا تو بیع منعقد نہوئی تو آزادی غلام کی مامور کیجانب سے ہوگی نہ آمر سے بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اگرچہ وہان بھی قبول آمر کا ثابت نہین لیکن بیع وہان ضمنا منعقد ہوئی تھی نہ صریحا اور بیع ضمنی مین قبول کی حاجت نہین بخلاف صریح بیع کے تو حواشی سعدیہ کی تعلیل سے یہہ نکلا کہ اگر مامور کے ایجاب کے بعد آمر کہے کہ مین نے قبول کیا تو عتق آمر کیطرف سے ہوگا والولاء لہا ولزمہا الالف ویسقط المہر اور ولا حرہ منکوحہ کیواسطے ہے اور اوسپر ہزار درم لازم ہون گے اور مہر اوسکا ساقط ہوگا یعنی جب آزادی غلام کی حرہ کیطرف سے ہوئی تو ولا حرہ کا ہوگا اسواسطے کہ ولا حق ہے آزاد کرنیوالیکا ولا اسکو کہتے ہین کہ بعد مرنے غلام آزاد کے اگر اوسکا کوئی وارث نہو تو آزاد کرنیوالا اوسکے مال کا مالک ہوگا ویقع العتق عن کفارتہا ان نوتہ عنہا اور واقع ہوگا عتق عورت کے کفارے سے اگر عورت نے عتق سے کفارہ کی نیت کی ہو ولو لم تقل بالف لا یفسد لعدم الملک والولاء لہ لانہ المعتق اور اگر حرہ نے یون نہ کہا کہ ہزار درم کے بدلے آزاد کر بلکہ فقط آزاد کرنیکو کہا بدون ذکر مال کے تو نکاح نہ فاسد ہوگا بسبب مالک ہونے حرہ کے اور اس صورت مین حق ولا مولی کا ہوگا اسواسطے کہ وہی آزاد کرنیوالا ہے

باب نکاح الکافر یشمل المشرک والکتابی

یہہ باب ہے کافر کے نکاح کا اور کافر شامل ہے مشرک اور کتابی کو وھھنا ثلاثۃ اصول الاول ان کل نکاح صحیح بین المسلمین فھو صحیح بین اھل الکفر خلافا لمالک ویردہ قولہ تعالی وامراتہ حمالۃ الحطب وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام ولدت من نکاح لا من سفاح اور بیان یعنی نکاح کفار مین تین قاعدے ہین پہلا قاعدہ یہہ ہے کہ جو نکاح صحیح ہے مسلمانون مین سو صحیح ہے کافرون مین بر خلاف امام مالک کے کہ اونکے نزدیک کافرون کا نکاح صحیح نہین اور رد کرتا ہے اس قول کو قول اللہ تعالی کا وامراتہ حمالۃ الحطب حق تعالے نے ابولہب کی جورو فرمایا تو یہہ اضافت عرف اور لغت مین صحت نکاح پر ناطق ہے اور اوسکو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رد کرتا ہے حضرت نے فرمایا کہ مین نکاح سے پیدا ہوا نہ زنا سے تو معلوم ہوا کہ قبل اسلام کے بھی نکاح صحیح تھا والثانی ان کل نکاح حرم بین المسلمین لفقد شرطہ کعدم شہود یجوز فی حقھم اذا اعتقدوہ عند الامام ویقرون علیہ بعد الاسلام اور دوسرا قاعدہ یہہ ہے جو نکاح کہ حرام ہے مسلمانون مین بسبب فوت ہونے شرط نکاح کے جیسے گواہون کا نہونا یا عدت مین نکاح کرنا وہ نکاح جائز ہے کفار کے حق مین جب کہ وہ اوسکی صحت کے معتقد ہون نزدیک امام اعظم رحمہ اللہ کے اور ثابت رکھی جاوینگے اوسی نکاح پر بعد مسلمان ہونے کے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد مسلمان ہونے کفار کے اونکے نکاحون کو دوبارہ نکیا اور تفسار نفرمایا کہ تمنے اپنا نکاح کیونکر کیا تھا تو اس دلیل سے معلوم ہوا کہ اونکے حق مین ویسا نکاح صحیح تھا گو ہمارے حق مین صحیح نہین والثالث ان کل نکاح حرم لحرمۃ المحل کمحارم یقع جائزا وقال مشائخ العراق لا بل فاسد والاول اصح وعلیہ فتجب النفقۃ ویحد قاذفہ اور تیسرا قاعدہ یہہ ہے کہ جو نکاح حرام ہے بسبب حرمت محل کے جیسے محارم سے نکاح کرنا تو ہمارے مشائخ کے نزدیک جائز ہوگا اور مشائخ عراق نے کہا کہ جائز نہوگا بلکہ فاسد ہوگا اور پہلا قول اصح ہے تو اسی قول پر نفقہ عورت کا واجب ہوگا اور بعد مسلمان ہونے اوس نکاح والیکو اگر اوسکو کوئی زانی کہیگا تو اوس پر حد ماری جاویگی واجمعوا انھم لا یتوارثون لان الارث ثبت بالنص علی خلاف القیاس فی النکاح الصحیح مطلقا فیقتصر علیہ ابن ملک اور اتفاق کیا ہے فقہا نے کہ کفار باہم وارث نہین ہوتے بسبب نکاح محارم کے لیکن نسب کی جہت سے البتہ وارث ہونگے مثلا ایک کافر نے اپنی بہن سے نکاح کیا اور مرگیا تو عورت بسبب نکاح کے وارث نہوگی لیکن بہن ہونیکی راہ سے وارث بہائی کی ہوگی اسواسطے کہ وراثت زوجین ثابت ہوئی نص سے برخلاف قیاس کے اوس نکاح مین جو علی الاطلاق صحیح ہے تو اوسی پر منحصر ہوگی اسواسطے کہ جو برخلاف قیاس ہے وہ عام نہین ہوتا کما ذکرہ ابن ملک وراثت

زوجین کے خلاف قیاس اسواسطے ہوئی کہ دونو اجنبی ہین اَسْلَمَ المتزوجان بلا سماع شہود او فی عدۃ کافر معتقدین ذلک اُقِرّا علیہ لانا اُمِرنا بترکھم
وما یعتقدون اسلام لائے زوج اور زوجہ جنہون نے نکاح بدون سماع شاہدون کے یا کافر کی عدت مین کیا اور حالانکہ دونو حالت کفر مین اسکو معتقد تھے یعنی
نکاح بلا شہود اور نکاح عدت کو درست جانتے تھے تو اوسی پر ثابت رکھے جاوینگے اسواسطے کہ ہم مامور ہین اونکو ترک پر اور اونکی معتقدات کے ترک پر دونو
مسلمان ہوئے ہون یا ایک دونو نے قاضی کے پاس نالش کی ہو یا ایک نے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو کانا المتزوجان اللذان اسلما محرمین او اسلم
احد المحرمین او ترافعا الینا وھما علی الکفر فرق القاضی الذی حکماہ بینھما لعدم المحلیۃ وبمرافعۃ احدھما لا یفرق لبقاء حق الآخر
بخلاف اسلامہ لان الاسلام یعلو ولا یُعلیٰ علیہ اور اگر دونو نکاح کرنیوالے جو مسلمان ہوئے محرم ہون یا دو محرمون مین سے ایک مسلمان ہوا یا دونو
نے ہمسے نالش کی اور حالانکہ وہ کافر ہین تو جدائی کرادیگا دونو کے درمیان مین قاضی یا جسکو اونہون نے حکم قرار دیا بسبب عدم محلیت نکاح کے اور دو کافر ذات
مین سے ایک کافر کی نالش سے تفریق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حق دوسرے کا باقی رہا بخلاف ایک کے مسلمان ہونے کے اسواسطے کہ اسلام بلند ہوسکتا ہے پست نہین ہو سکتا
الا اذا طلقھا ثلثا وطلبت التفریق فانہ یفرق بینھما اجماعا کما لو خالعھا ثم اقام معھا من غیر عقد او تزوج کتابیۃ فی عدۃ مسلم
او تزوجھا قبل زوج آخر وقد طلقھا ثلثا فانہ فی ھذہ الثلثۃ یفرق من غیر مرافعۃ بحر عن المحیط خلافا للزیلعی والحاوی من شرط
المرافعۃ مگر جب طلاق دی مرد نے عورت کو تین بار اور عورت نے جدائی چاہی تو میان فقط ایک کی نالش سے جدائی کرادی جاویگی دونو مین بالاتفاق
اسواسطے کہ تین طلاق نکاح کی قاطع ہین سب دینون مین تو دوسرے کا حق باقی نرہا کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے کہ مرد نے عورت سے خلع کیا پھر اوسکے ساتھ قائم
رہا بدون عقد کے یا کافر نے نکاح کیا کتابیہ سے مسلمان کی عدت مین یا عورت سے نکاح کیا قبل دوسرے زوج کے اور حالانکہ اوسکو طلاق دیچکا تھا تین بار سوان
تینون مسئلون مین تفریق کیجاویگی بدون نالش کے کذا فی البحر عن المحیط بخلاف زیلعی اور حاوی کہ اونمین جدائی کیواسطے نالش شرط ہے واذا اسلم
احد الزوجین المجوسیین او امرأۃ الکتابی عرض الاسلام علی الآخر فان اسلم فبھا والا بان ابی او سکت فرق بینھما ولو کان
الزوج صبیا ممیزا اتفاقا علی الاصح والصبیۃ کالصبی فیما ذکر لان الاصل ان کل من صح منہ الاسلام اذا اتی بہ صح منہ الاباء
اذا عرض علیہ اور جب مسلمان ہوا دو مجوسی زوج اور زوجہ مین سے ایک شخص یا مسلمان ہوئی جورو کتابی کی تو عرض کیا جاویگا اسلام دوسرے پر یعنی اوس سے
کہا جاویگا کہ تو بھی مسلمان ہوجا سو اگر وہ بھی مسلمان ہوگیا تو خوب ہوا کہ نکاح باقی رہا اور اگر اوسنے اسلام نہ قبول کیا اسطرح کہ انکار کرگیا یا ساکت رہا تو دونو
مین جدائی کرائی جاویگی اگرچہ زوج لڑکا باتمیز ہو تو بھی اوسکے انکار سے تفریق ہوگی بالاتفاق بنا بر قول اصح کے اور اس تمیز کی حد یہہ ہے کہ جب اوسکو
ادیان کا تعقل ہوا (دینون کا سمجھنا ہے) اور بعضون نے سات برس مقرر کئے ہین اور صبیہ مانند صبی کے ہے حکم مذکور مین یعنی اگر زوج کتابی مسلمان ہوا اور اوسکی زوجہ صبیہ ہے
باتمیز تو اوس سے بھی مسلمان ہونے کو کہا جاویگا سو اگر وہ مسلمان ہوئی تو نکاح باقی رہیگا اور اگر نہ مسلمان ہوئی تو تفریق واقع ہوگی اور اصل علت
اسکی یہہ ہے کہ جسکا مسلمان ہونا صحیح ہے اسلام لانے کے وقت اوسکا انکار بھی صحیح ہے اسلام سے عرض اسلام کیوقت تو فہمیدہ صبی اور صبیہ کا اسلام لانا
تو صحیح ہے تو انکا انکار بھی صحیح ہوگا وینتظر عقل ای تمییز غیر الممیز ولو کان مجنونا لا ینتظر لعدم نھایتہ بل یعرض الاسلام علی ابویہ
فایھما اسلم تبعہ فیبقی النکاح فان لم یکن لہ اب نصب القاضی عنہ وصیا فیقضی علیہ بالفرقۃ باقانی عن البھنسی عن روضۃ
العلماء للزاھدی اور صبی غیر ممیز کی عقل یعنی تمیز کا انتظار کیا جاویگا اور اگر زوج مجنون ہے تو انتظار نہوگا اسواسطے کہ جنون کی کچھ نہایت نہین
بلکہ اسلام عرض ہوگا مجنون کے ماباپ پر جو اونمین سے اسلام قبول کریگا مجنون بھی اسلام مین اوسکا تابع ہوگا تو نکاح باقی رہیگا پھر اگر اوسکا باپ یا
ماں نہو تو قائم کرے قاضی مجنون کیطرف سے ایک وصی کو پھر اوسپر حکم ہوگا تفریق کا چنانچہ اس مسئلہ کو باقانی نے بہنسی سے اور اوس نے زاہدی کے
روضۃ العلماء سے نقل کیا ولو اسلم الزوج وھی مجوسیۃ فتھودت او تنصرت بقی نکاحھا کما لو کانت فی الابتداء کذلک لانھا
کتابیۃ مآلا اور اگر مسلمان ہوا زوج اور عورت مجوسیہ تھی پھر یہودیہ ہوگئی یا نصرانیہ تو اوسکا نکاح باقی رہیگا جیسے کہ اگر عورت پہلے سے یہودیہ یا

نصرانیہ ہو تو نکاح باقی رہیگا مجوسیہ کے یہودیہ یا نصرانیہ ہونے سے اسواسطے نکاح باقی رہا کہ وہ اہل کتاب ہوئی باعتبار انجام کار کے اور مسلم اور کتابیہ میں نکاح درست ہے
والتفریق بینهما طلاقٌ ینقص العدد لو ابیٰ لا لو ابت لان الطلاق لا یکون من النساء اور تفریق کرنا دونوں میں طلاق بائن ہے کہ کم
کرتا ہے عدد طلاق کو یعنی اگر بعد تفریق کے اوس عورت سے نکاح کریگا تو زوج تین طلاق کا مالک نرہیگا بلکہ دو ہی کا مالک ہوگا اور اگر زوجہ لونڈی ہے تو ایک
طلاق کا مالک ہیگا تفریق اوس وقت طلاق ہے اگر زوج اسلام سے انکار کرے اور اگر عورت انکار کرے تو تفریق طلاق نہیں اسواسطے کہ طلاق عورتوں
کیجانب سے نہیں ہوتی وإباءُ الممیّزِ وأحدِ ابوی المجنونِ طلاقٌ فی الاصح وهی من اغرب المسائل حیث یقع الطلاق من صغیر ومجنون
زیلعی وفیه نظر اذ الطلاق من القاضی وهو علیهما لا منهما فلیسا باهلٍ للایقاع بل للوقوع اور انکار صبی ممیز کا اور مجنون کی ماں یا باپ کا
طلاق ہے قول اصح میں اور یہہ مسئلہ نہایت عجیب وغریب ہے اسواسطے کہ طلاق واقع ہوئی صغیر اور مجنون کیطرف سے کذا فی الزیلعی شارح نے کہا کہ زیلعی
کے کلام میں خلل ہے اسواسطے کہ طلاق واقع ہوتی ہے قاضی کیطرف سے اور طلاق صغیر اور مجنون پر زبردستی ڈالی جاتی ہے نہ کہ اونکے اختیار سے تو وہ
دونو طلاق ڈالنے کے اہل نہیں بلکہ طلاق پڑنیکے اہل ہیں پھر جب طلاق اونکی طرف سے نہوئی تو اسمیں تعجب کیا باقی رہا کما لو ورث قریبه فانه یعتق علیه ولو قال ان
جننتُ فانتِ طالقٌ فجُنّ لم یقع بخلاف ما اذا قال ان دخلتُ الدار فدخلها مجنونا وقع جیسا کہ اگر صغیر یا مجنون وارث ہوا اپنے قرابت دار کا
تو آزاد ہو جائیگا تو یہہ آزادی شارع کیطرف سے واقع ہوئی نہ صغیر اور مجنون کیطرف سے اور اسیطرح اگر مکلف نے اپنی زوجہ سے یون کہا کہ اگر میں مجنون ہو جاؤن
تو تمکو طلاق ہے پھر وہ مجنون ہو گیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ طلاق بعد وجود شرط کے واقع ہوتی ہے اور یہان شرط تھی جنون پھر جب جنون پایا گیا
تو وہ شخص مکلف باقی نرہا بخلاف اسکے کہ اگر اوسنے کہا کہ میں اگر گھر میں داخل ہوں تو تجھکو طلاق ہے پھر گھر میں مجنون ہو کر داخل ہوا تو طلاق واقع
ہوگی اسواسطے کہ معلق ہے دخول پر سو دخول پایا گیا تو یہہ وقوع ہوا طلاق کا نہ ایقاع اور پہلی صورت میں ایقاع تھا نہ وقوع اسواسطے واقع نہوا خلاصہ یہہ
کہ مجنون اور صغیر سے ایقاع طلاق صحیح نہیں وقوع طلاق البتہ صحیح ہے اور زیلعی نے ایقاع اور وقوع میں فرق نکیا اسواسطے تعجب اور غرابت کا قائل ہوا
کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اسلم احدهما ای احد المجوسیین او امرأۃ الکتابی ثمّۃ ای فی دار الحرب وملحق بها کالبحر الملح لم تبن حتی تحیض
ثلثا او تمضی ثلثۃ اشهر قبل اسلام الآخر اقامۃً لشرط الفرقۃ مقام السبب ولیست بعدۃ لدخول غیر المدخول بها اور اگر اسلام لائی دو
مجوسی مرد اور عورت سے ایک یا کتابی کی عورت مسلمان ہو گئی وہان یعنی دار الحرب میں اور جو کہ دار الحرب سے ملحق ہے جیسے دریای شور تو عورت نکاح سے جدا
نہوگی یہانتک کہ تین بار اوسکو حیض آوے یا تین مہینے گذر جاوین دوسرے کے مسلمان ہونیکے پہلے واسطے قائم کرنے شرط فرقت کے یعنی گذرجانا عدت کا
بجای سبب فرقت کے یعنی انکار اسلام کا یعنی جب زوجہ اور زوج دونو دار الاسلام میں نہوئے ایک اونمیں سے دار الحرب میں ہے تو ایک کے مسلمان ہونے سے
دوسرے پر عرض اسلام نہیں ہو سکتا کہ وہان مسلمانوں کی حکومت نہیں اسواسطے اتنی مدت جدائی کی قائم مقام عرض اسلام کے مقرر ہوئی اور یہہ مدت عدت نہیں ہے
اسواسطے کہ عورت غیر مدخولہ بھی اسمین داخل ہے اور غیر مدخولہ پر عدت نہیں ولو اسلم زوجُ الکتابیۃ ولو کما کان فیهما اور اگر مسلمان ہو گیا کتابیہ
عورت کا شوہر تو وہ عورت اوسیکی ہوگی یعنی جدائی دونوں میں نہوگی اسواسطے کہ مسلم اور کتابیہ کا نکاح درست ہے اگرچہ عورت پہلے سے کتابیہ نہو بلکہ پہلے مجوسیہ
یا مشرکہ ہو آخر کار یہودیہ یا نصرانیہ ہو گئی ہو چنانچہ سابق میں اسکا ذکر ہو چکا والمرأۃ تبین بتباین الدارین حقیقۃً وحکماً اور عورت جدا ہو جاتی
ہے اپنے زوج سے بسبب تباین دارین کے باعتبار تباین حقیقی اور حکمی کے تباین حقیقی یہہ کہ دونو شخصوں میں دوری واقع ہو جیسے مثلا زوج دار الاسلام
میں ہو اور زوجہ دار الحرب میں اور تباین حکمی یہہ کہ مثلا دار الحرب کا رہنے والا دار الاسلام میں پھر جانیکے قصد سے نہ آوے بلکہ بطریق سکونت اور توطن کے
وارد ہو تو اگر کافر حربی دار الاسلام میں امان لیکر آیا تو اوسکی زوجہ چھوٹ جاویگی اسواسطے کہ وہ حکما اپنے ملک میں ہے مگر جب کہ ذمی ہو کر رہیگا تو
دونوں میں جدائی ہو جاویگی لا بالسبی نہیں چھوٹتی عورت اپنے زوج سے بسبب قید ہو جانیکے یعنی علت فرقت کی تباین دارین ہے امام اعظم کے نزدیک
نہ مقید ہونا اور امام شافعی کے نزدیک بالعکس ہے فلو خرج احدهما الینا مسلما او ذمیا او اسلم وصار ذمیا فی دارنا او اخرج مسبیا

وادخل دارنا بانت بتباین الدارین اذ اھل الحرب کالموتیٰ ولا نکاح بین حی و میت سو اگر ایک حربی زوج یا زوجہ دار الاسلام مین نکل آیا مسلمان ہوکر
یا ذمی ہوکر یا وہ مسلمان ہوگیا یا دار الاسلام مین ذمی ہوگیا یا تھا لا گیا دار الحرب سے مقید کرکے اور دار الاسلام مین داخل کیا گیا تو عورت چھوٹ گئی اپنے شوہر
سے بسبب تباین دارین کے اسواسطے کہ کافر حربی مُردون کی مانند ہین اور حالانکہ زندہ اور مردہ مین نکاح نہین اور یہی سبب ہے کہ جب مرتد حربیون مین ملا اوسپر
احکام میت کے جاری ہوتے ہین وان سُبیا او خرجا الینا معًا ذمیین او مسلمین او ثم اسلما او صارا ذمیین لا تبین لعدم التباین حتے
لو کانت المسبیۃ منکوحۃ مسلم او ذمی لم تبن اور اگر زوج اور زوجہ دونو ساتھ ہی مقید ہوئے یا دونو نکل آئے ہماری طرف ساتھ ہی ذمی ہوکر یا
مسلمان ہوکر یا دونو نکا مسلمانون سے امان لیکر پھر اسلام لائے یا امان لیکر نکلے پھر دونو ذمی ہوگئے تو ان صورتون مین زوجہ زوج سے جدا نہوگی بسبب نہونے
تباین دارین کے یہانتک کہ اگر عورت مقیدہ منکوحہ ہو مسلم کی یا ذمی کی تو جدا نہوگی اپنے شوہر سے اسواسطے کہ دونو دار الاسلام مین ہوگئے اختلاف دارین
نہین جو موجب ہو فرقت زوجین کا ولو نکحہا ثمۃ ثم خرج قبلہا بانت وان خرجت قبلہ لا وما فی الفتح عن المحیط تحریف نہر اور اگر نکاح کیا مسلم
نے کتابیہ سے وہان یعنی دار الحرب مین پھر نکلا وہان سے قبل عورت کے تو وہ جدا ہوگئی بسبب اختلاف دارین کے اور اگر نکلی عورت قبل مرد کے تو جدائی نہوئی
اسواسطے کہ اگرچہ اختلاف حقیقی ہوا لیکن اختلاف حکمی نہین ہوا کیونکہ مسلم دار الاسلام کا مقیم ہے نہ دار الحرب کا اور جو روایت کہ فتح القدیر مین محیط سے منقول
ہے وہ تحریف ہے کذا فی النہر الفائق فتح القدیر مین محیط سے منقول ہے کہ اگر مسلم عورت کو نکال لایا دار الاسلام مین اور پہلے نکاح اوس سے کرچکا تھا دار الحرب
مین تو وہ جدا ہوگئی صاحب نہر الفائق نے کہا کہ مین نے محیط رضوی کو دیکھا تو اوسمین یہ مضمون تھا کہ مسلم نے حربیہ کتابیہ سے دار الحرب مین نکاح کیا پھر نکلا
وہان سے اکیلا بدون عورت کے تو عورت جدا ہوگئی اور اگر عورت مرد سے پہلے نکلی تو جدا نہوئی تو صاف معلوم ہوگیا کہ فتح القدیر کی نقل روایت محیط مین
تحریف اور تبدیل واقع ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی ومن ھاجرت الینا مسلمۃ او ذمیۃ حائلا بانت بلا عدۃ فیحل تزوجہا اما الحامل فحتے
تضع لا للعدۃ بل لشغل الرحم بحق الغیر اور جس عورت نے ہجرت کی ہماری طرف یعنی دار الحرب سے دار الاسلام مین آئی مسلمان ہوکر
یا ذمیہ ہوکر دران حالیکہ وہ حاملہ نہین تو وہ جدا ہوگئی اپنے زوج سے بدون عدت کے پھر جب امام کے نزدیک اوسپر عدت واجب نہوئی تو فورا اوس سے نکاح
کرلینا درست ہوا لیکن اگر مہاجرہ حاملہ ہو تو اوس سے نکاح کرنا تب درست ہوگا جب وہ جنے بنا بر قول امام کے حمل تک نکاح کرنا بسبب عدت کے نہین بلکہ بسبب مشغول ہونے رحم کے حق غیر سے وارتداد احدہما ای الزوجین فسخ فلا ینقص عددا عاجل بلا قضاء اور مرتد ہونا ایک کا زوجین مین بالفعل فسخ
ہے نکاح کا تو حکم قاضی کی حاجت نہین اور نہ طلاق نہین بلکہ فسخ ہے تو عدد طلاق نہ کم ہوگا سو اگر مرد چند بار مرتد ہوگیا اور ہر بار مسلمان ہوا اور ہر بار
تازہ نکاح کرلیا امام کے نزدیک عورت حلال ہوگی دوسرے زوج کی وطی کی حاجت نہین کذا فی الطحطاوی ناقلا عن الخانیۃ فللموطوءۃ ولو حکما کل
مہرہا لتاکدہ بہ سو جس عورت کی وطی ہوگئی اگرچہ وطی حکمی ہو جیسے خلوت صحیحہ تو عورت کا کل مہر واجب ہوگا بسبب محکم ہوجانے مہر کے وطی سے خواہ
مرد مرتد ہوا ہو خواہ عورت کذا فی الطحطاوی ولغیرہا النصف لو سمی والمتعۃ لو ارتد وعلیہ نفقۃ العدۃ اور جس عورت کی وطی نہین ہوئی
تو اوسکو نصف مہر ملیگا اگر مہر معین ہوا اور اگر معین نہین تو متعہ یعنی پوشاک پاویگی اور اگر مرد مرتد ہوا تو نصف مہر اور متعہ عورت کو ملیگا اور مرد پر نفقہ
عدت کا واجب ہوگا اور اگر عورت مدخولہ نہین تو عدت واجب ہے نہ نفقہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولا شیئ من المہر والنفقۃ سوی السکنیٰ بہ یفتی لو
ارتدت لمجیئ الفرقۃ منہا قبل تاکدہ اور اگر عورت مرتد ہوئی تو کچھ مہر اور نفقہ مرد پر نہین سوا مکان سکونت کے اسی پر فتوی ہے مہر اور نفقہ
اسواسطے نہوا کہ جدائی عورت کیطرف سے ہوئی قبل محکم ہونے مہر کے اسواسطے کہ مہر محکم ہوتا ہے دخول یا موت سے سو یہان پایا نہین گیا سکنی مرد پر اوسوقت واجب
ہوگا جب بادشاہ حکم کرے زوج کو کہ عورت کو اپنے پاس قید مین رکھے اور اگر بادشاہ خود قید کرے تو زوج پر سکنی واجب نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو
ماتت فی العدۃ ورثہا زوجہا المسلم استحسانا اور اگر عورت مرتدہ مرگئی عدت مین تو وارث ہوگا اوسکا زوج مسلم بدلیل استحسان وصحح
تجدیدہا بخمسۃ وسبعین اور تصریح کی فقہا نے عورت مرتدہ کو تعزیر دینے کی پچھتر کوڑونسے آدیکھو مذہب ابو یوسف کا اور امام اور محمد کے نزدیک

نہایت تعزیر زیادہ کے سانویں کوڑے تک اور حاوی میں کہا کہ ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے اور بحر الرائق میں کہا کہ یہی معتمد ہے کذا فی الطحطاوی والدر فی و تجبر علی
الاسلام وعلی تجدید النکاح زجرًا لہا بمہر یسیر کدینار وعلیہ الفتویٰ ولوالجیہ اور زبردستی کیجاوے عورت مرتدہ کے اسلام پر اور تجدید نکاح پر جبر کیجاوے
تہوڑی مہر پر جیسے ایک دینار پر یعنی اقل مہر پر اور اسی روایت پر فتویٰ ہے کذا فی الولوالجیہ تو ہر قاضی پر ضرور ہے کہ تجدید نکاح کی کردے عورت خوش ہو یا ناخوش
اور اگر زوج اوسکی نکاح سے راضی نہو یا ساکت رہے تو اوس پر جبر نہیں اور مرد سے نکاح اوسکا کردے جبر اسلام اور تجدید نکاح پر اوس صورت میں ہے جب عورت
ابطال نکاح کیواسطے ارتداد اختیار کرے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں اسکی تصریح ہے کہ اگر عورت کلمہ کفر کا زبان پر جاری کرے زوج کو رنج دینے کیواسطے اور
مہر پانیکے واسطے بسبب نکاح جدید کے تو اوسکو زبردستی مسلمان کرنا چاہیے اور ہر قاضی اوسکا نکاح جدید کردے تہوڑے مہر پر کذا فی حاشیۃ الدر مع
وافتی مشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتہا زجرًا وتیسیرًا لاسیما التی تقع فی المکفر ثم تنکر قال فی النہر والافتاء بہذا اولی من الافتاء بما
فی النوادر اور فتویٰ دیا مشائخ بلخ نے جدائی نہ پڑنیکا عورت کے مرتد ہونیسے عورت کی جہڑکی کیواسطے تاکہ شوہر پر اوسکا حیلہ نہ چلے اور خلق پر آسانی کیواسطے
جہان قاضی اور حاکم نہو علی الخصوص وہ عورت کہ موجبات کفر کرے پہر منکر ہو جاوے نہر الفائق میں کہا کہ اس روایت پر فتویٰ دینا بہتر ہے نوادر کی روایت
کے فتویٰ سے لکن قال المصنف ومن تصفح احوال نساء زماننا وما یقع منہن من موجبات الردۃ مکررًا فی کل یوم لم یتوقف فی
الافتاء بروایۃ النوادر اقول وقد بسطت فی القنیۃ والمجتبیٰ والفتح والبحر وحاصلہا انہا بالردۃ تسترق وتکون فیئا للمسلمین
عند ابی حنیفۃ ویشتریہا الزوج من الامام او یصرفہا الیہ لو مصرفًا ولو استولی علیہا الزوج بعد الردۃ ملکہا ولہ بیعہا ما
لم تکن ولدت منہ فتکون کام الولد لیکن مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا کہ جو کوئی تفحص اور تلاش کرے ہمارے زمانہ کی عورتون کے احوال کو اور جو
اون سے موجبات ارتداد واقع ہوتے ہیں مکرر ہر دن میں تو توقف اور تردد نکرے نوادر کی روایت پر فتویٰ دینے سے شارح کہتا ہے میں کہتا ہون کہ نوادر کی
روایت مبسوط اور مشرح ہے قنیہ اور مجتبیٰ اور فتح القدیر اور بحر الرائق میں اور خلاصہ اس روایت کا یہ ہے کہ عورت بسبب مرتد ہونیکے لونڈی بنائی جاتی
ہے اور مسلمانون کے واسطے غنیمت ہو جاتی ہے نزدیک امام ابو حنیفہ کے اور مول لیوے زوج اوسکا امام سے اگر وہ مصرف غنیمت کا نہو یا زوج اوسکو اپنے صرف
مین لاوے اگر وہ مصرف ہو غنیمت کا اور اگر زوج اوس پر مسلط ہو بعد ارتداد کے مالک ہوگا اوسکا اور اوسکو اوسکا بیچڈالنا درست ہے جب تک عورت جنی نہو
زوج سے اور اگر زوج کا لڑکا عورت جنے تو وہ ام ولد کی مثل ہو جاویگی ونقل المصنف فی کتاب الغصب ان عمر رضی اللہ عنہ ہجم علی نائحۃ فضربہا
بالدرۃ حتی سقط خمارہا فقیل لہ یا امیر المؤمنین قد سقط خمارہا فقال انہا لا حرمۃ لہا ومن ہنا قال الفقیہ ابو بکر البلخی حین مر
بنساء علی شط نہر کاشفات الرؤس والذراع فقیل لہ کیف تمر فقال لا حرمۃ لہن انما الشک فی ایمانہن کانہن حربیات اور نقل
کیا مصنف نے کتاب الغصب میں کہ البتہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ دفعۃ جا پڑے ایک عورت نوحہ گر پر پہر اوسکو درہ سے مارا یہانتک کہ اوسکے سر کا کپڑا اگر پڑا تو
لوگون نے اون سے کہا کہ یا امیر المؤمنین اوسکے سر کا کپڑا اگر پڑا اور حالانکہ عورت کا سر کہولنا جائز نہیں تو فرمایا فاروق اعظم نے کہ مقرر اس عورت کی کچھ حرمت
اور عزت نہیں اسواسطے کہ خدا کی نافرمانی پر سرگرم ہے اور گاہے نوحہ گری مرتد بھی کردیتی ہے اور اس جگہہ سے فقیہ ابو بکر بلخی نے کہا جب کہ وہ گذرے عورتون پر
جو نہر کے کنارے پر سر اور ہاتھہ کہولے تہین تو اون سے لوگون نے کہا کہ آپ کیونکر انکو برہنہ دیکھکر انکے پاس ہو کر نکلے تو فقیہ موصوف نے کہا کہ انکی کچھہ عزت اور
حرمت نہیں انکے ایمان میں شک ہے گویا کہ وہ حربی عورتین ہین اور حربی عورتین لونڈیان ہین تو انکے سر اور ہاتھہ وجب الستر نہیں ہم یہہ
نقل مصنف کی استدلال نہیں بلکہ روایت سابقہ کی استیناس ہے اسواسطے کہ غالب حال نوحہ گری کا یہہ ہے کہ باعث ارتداد کا ہوجاتا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

وبقی النکاح ان ارتدا معًا بان لم یعلم السبق فیجعل کالغرقی ثم اسلما کذلک استحسانًا اور باقی رہیگا نکاح اگر زوج اور زوجہ ساتھہ ہی
مرتد ہو جاوین یہ اسطرح ساتھی مسلمان ہون ساتھی مرتد ہون جیسے مثلاً دونو یکبارگی بت کو سجدہ کرین یا معاذ اللہ قرآن مجید کو اہانت سے پہینک دین
یا اسطرح کہ دونوں میں سے کسیکے ارتداد کی سبقت نہ معلوم ہو تو غرقی کی مانند قرار دیے جاوینگے یعنی دو شخص غرق ہوگئے یا جل گئے اور معلوم نہیں کہ کون

پہلے ڈوبا یا کون پہلے جلا تو دونو ساتھ ہی غریق اور حریق قرار دئے جاوینگے کوئی اونمین ایک دوسرے کا وارث نہوگا اور یہہ نکاح باقی رہنا بدلیل استحسان کے ہی نہ بطور
قیاس کے اسواسطے کہ جب ایک کا ارتداد منافی ہوا نکاح کا تو دونو کا ارتداد بطریق اولی منافی ہوگا وفسد ان اسلم احدہما قبل الاخر ولا مہر قبل الدخول
لو المتاخر ہی وبعدہ فنصفہ او متعۃ اور فاسد ہوگا نکاح اگر مسلمان ہوا ایک قبل دوسرے کے اور مہر نہوگا قبل دخول کے اگر عورت پیچھے مرد سے مسلمان
ہوئی اور اگر مرد عورت سے پیچھے مسلمان ہوا تو نصف مہر واجب ہوگا اگر مہر معین تھا اور اگر مہر معین نہین تو متعہ واجب ہوگا اور اگر بعد دخول کے ارتداد
اور اسلام ہوا تو مہر مسمی یا مہر مثل واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والولد یتبع خیر الابوین دینا ان اتحدت الدار ولو حکما بان کان الصغیر
فی دارنا والاب ثمہ بخلاف العکس اور لڑکا تابع ہوگا دین مین بہتر دین والے کا یعنی اگر باپ مسلمان ہے تو لڑکا باپ کا تابع ہوگا دین مین
اور اگر ماں مسلمان ہے تو ماں کا تابع ہوگا بشرطیکہ ملک متحد ہوا اگرچہ حکمی اتحاد ہو اسطرح پر کہ لڑکا ہماری ملک مین ہو اور ماں اوسکی ذمیہ ہو اور باپ وہان یعنی دار الحرب
مین اسلام لایا ہو تو اگرچہ یہان حقیقت مین اختلاف دارین ہے لیکن باپ بسبب اسلام کے دار الاسلام مین حکما داخل ہے بخلاف بالعکس کے یعنی لڑکا دار الحرب
مین ہو اور باپ دار الاسلام مین مسلمان ہوا ہو تو اس صورت مین لڑکا اسلام مین باپ کا تابع نہوگا بسبب اختلاف دارین کے حقیقۃ وحکما والمجوسی و
مثلہ کوثنی وسائر اہل الشرک شر من الکتابی والنصرانی شر من الیہودی فی الدارین لانہ لا ذبیحۃ لہ بل یخنق کمجوسی وفی
الاخرۃ اشد عذابا اور مجوسی اور اوسکی مانند جیسے بت پرست اور باقی اہل شرک جنکا دین آسمانی نہین وہ بدتر ہین کتابی سے اسواسطے کہ اہل کتاب کا دین باعتبار
دعوی کے آسمانی ہے اسیواسطے اونکا ذبیحہ حلال ہے بخلاف مجوس کے تو اگر مجوسی اور کتابی سے لڑکا پیدا ہوگا تو کتابی شمار ہوگا اور نصرانی بدتر ہے یہودی
سے دارین مین اسواسطے کہ نصرانی کا ذبیحہ نہین بطور عادت کے بلکہ نصرانی جانور کا گلا گھونٹ ڈالتا ہے مجوسی کیطرح ہان اگر نصرانی بوجہ مشروع حلال کریگا تو
ذبیحہ حلال ہوگا یہہ برائیان دنیاوی ہوئی اور آخرت مین سخت تر عذاب ہے نصرانی پر بہ نسبت یہودی کے اسواسطے کہ نزاع نصاری کا الہیات مین ہے اور
نزاع یہود کا نبوات مین لیکن اگر نصرانی اور یہودی کا لڑکا ہوگا تو یہودی نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر وفی جامع الفصولین لو قال النصرانیۃ
خیر من الیہودیۃ او المجوسیۃ کفر لاثباتہ الخیر لما قبح بالقطعی لکن ورد فی السنۃ ان المجوس اسعد حالا من المعتزلۃ لاثبات
المجوس خالقین فقط وہؤلاء خالقا لا عدد لہ بزازیہ ونہر اور جامع فصولین مین ہے اگر کوئی کہے دین نصاری کا بہتر ہے یہود کے دین
یا مجوس کے دین سے تو کافر ہوجائیگا بسبب ثابت کرنے بہتری کے اوسکو جو دلیل قطعی سے قبیح ہے یعنی سوای دین اسلام کے سب دینون سے خیریت اور بہتری مسلوب ہے
لیکن حدیث مین وارد ہے کہ مجوسی خوشحال ہے معتزلہ سے اسواسطے کہ مجوسی فقط دو خالق کو ثابت کرتا ہے اور معتزلہ بیشمار خالق ثابت کرتے ہین کذا فی
البزازیۃ والنہر مسند امام اعظم وغیرہ مین بروایت صحیح ثابت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القدریۃ مجوس ہذہ الامۃ یعنی قدریہ مجوس ہین اس امت
کے قدریہ سے مراد وہ فرقہ ہے جو منکر ہے قدر کا اور معتزلہ قائل ہین کہ خدا خالق شر کا نہین بلکہ شر بندونکا مخلوق ہے تو بہت خالق ٹھہرے اور مجوسی قائل
ہین دو خالق کے ایک نور جسکو یزدان کہتے ہین اور دوسرا ظلمت جسکو اہرمن بولتے ہین ولو تمجس ابو صغیرۃ نصرانیۃ تحت مسلم بانت بلا مہر
ولو کانت قد ماتت الام نصرانیۃ مثلا وکذا عکسہ لم تبن لتناہی التبعیۃ بموت احدہما ذمیا او مسلما او مرتدا فلم تبطل بکفر
الاخر اور اگر مجوسی ہوگیا صغیرہ نصرانیہ کا باپ جو مسلمان کے نیچے ہے تو جدا ہوجائیگی نصرانیہ بدون مہر کے اسواسطے کہ صغیرہ نصرانیہ تابع ہوگی دین مین باپ
کی پھر جب وہ مجوسی ٹھہری تو نکاح ٹوٹ گیا اور اگر صغیرہ کی ماں نصرانیہ مثلا یا یہودیہ مرچکی ہو اور باپ اوسکا مجوسی ہوجاوے اور اسیطرح بالعکس یعنی
باپ صغیرہ کا نصرانی مرچکا ہو اور ماں اوسکی مجوسیہ ہوجاوے تو صغیرہ جدا نہوگی مسلم سے بسبب متناہی ہونے تابعداری کے ایک کی موت پر ذمی ہوکر یا
مسلمان ہوکر یا مرتد ہوکر تو تابعداری باطل نہوگی دوسرے کے کفر سے یعنی جب صغیرہ کی ماں یا باپ ذمی یا مسلمان یا مرتد ہوکر مرا تو تبعیت دین کی
ختم ہوگئی اب دوسرے کے کافر ہونے سے نکاح نہ ٹوٹ جائیگا ماں یا باپ کے مرتد ہونے سے اسواسطے نکاح باقی رہیگا کہ مرتد پھر مسلمان کیا جاتا ہے اور اوسکی
مرتد ہونے سے لڑکا مرتد نہین ہوتا وفی المحیط لو ارتدا لم تبن ما لم یلحقا اور محیط مین ہے کہ اگر ماں باپ صغیرہ کے دونو مرتد ہوگئے تو صغیرہ جدا

نہوگی اپنے زوج مسلم سے جبتک دونو دار الحرب مین صغیرہ کو لیکر نہ ملین آرتداد والدین سے جدائی اسواسطی نہوئی کہ ہنوز احکام اسلام کے دونو پر قائم ہین کیونکہ اونپر جبر کرنا مسلمان ہونیکو واسطی ثابت ہی اور اونکا کسب ورثہ مسلین کا ہے اور جب دار الحرب مین صغیرہ کو لیکر جاملے تو اونکا حربی ہونا ثابت ہوگیا اور حکومت مسلین سے بالکل باہر ہوگئی اور اگر صغیرہ دار الاسلام مین رہی توبہی نکاح قائم رہیگا اسواسطی کہ اوسکا اسلام حکمی موجود ہی ولو بلغت عاقلةً مسلمةً فجنّت فارتدّ الوالدان مطلقاً اور اگر صغیرہ منکوحہ مسلم کی تابع ہوئی عاقل مسلمان ہوکر پہر مجنون ہوگئی پہر اوسکے ماں باپ مرتد ہوگئی تو اپنی زوج سی جدا نہوگی کسی طرح خواہ والدین دار الحرب مین جاملی ہون خواہ نہ ملی ہون اسواسطی کہ عورت خود اصلی مسلمان ہوچکی اب تبعیت والدین کی باقی نرہی مُسلِمٌ تحتہ نصرانیةٌ فتمجّست او تنصّرا بانت ایک مسلمان کے نیچے نصرانیہ ہے پہر زوج اور زوجہ مجوسی ہوگئی یا نصرانی ہوگئی تو نکاح ٹوٹ جائیگا عورت جدا ہوگی نزدیک ابو یوسف کے اسواسطی کہ سبب فرقت کا یعنی ارتداد فقط زوج کیطرف سی ہوا اور عورت تو کافرہ تھی اصلیہ کذا فی حاشیة المدنی ولا یصح ان ینکح مرتدٌّ او مرتدةٌ احداً من الناس مطلقاً اور نہین صحیح ہے کہ نکاح کری مرد مرتد اور عورت مرتدہ سی کوئی آدمی مطلقاً یعنی نہ مرتد نہ مسلم نہ کافر اسواسطی کہ مرتد مستحق ہے قتل کا اور چند روزہ مہلت بضرورت تامل کی ہی کہ شاید سمجھکر مسلمان ہوجاوے اور مرتدہ واجب الحبس ہے واسطی تامل کے تو فوائد نکاح کے دونون مین کسیکو حاصل نہین اَسْلَمَ الکافرُ وتحتہ خمسُ نسوةٍ فصاعدًا او اُختان او اُمٌّ وبنتُہا بطل نکاحُہنّ اِن تزوّجہن بعقدٍ واحدٍ فان رتّب فالآخر باطلٌ مسلمان ہوا ایک کافر اور اوسکی نیچے پانچ عورتین ہین یا زیادہ یا اوسکے نیچے دو بہنین ہین یا ماں اور اوسکی بیٹی ہی تو نکاح اون عورتون کا باطل ہے اگر اونسے نکاح ایک عقد مین کیا اور اگر نکاح بہ ترتیب کیا یعنی اول پہلی سے پہر دوسری سی علی ہذا القیاس پانچوین تک یا ایک عقد بہن مین سے نکاح اور دوسرے عقد مین دوسری کیا یا اول ایک بہن سے نکاح کیا پہر دوسری سے وعلی ہذا القیاس ماں اور بیٹی مین بہی نکاح مرتب ہوا تو پہلا نکاح باطل ہوگا یعنی پانچوین عورت کا یا دوسری بہن کا یا ماں کا یا بیٹی کا وخیّرہ محمدٌ والشافعیُّ بحدیث فیروز اور اختیار دیا ہی اوسکو محمد اور شافعی نے حدیث فیروز کی دلیل سے یعنی محمد اور شافعی نے مختار کیا ہی اسلام لانیوالیکو چار عورتون کے رکھنی مین کوئی ہون اور دو بہنون مین بہی اختیار ہی کہ جسکو چاہی رکھے اور ماں اور بیٹی کے نکاح مین فقط بیٹی کو اختیار کرے یا دونو کو چھوڑ دے ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان مین ضحاک ابن فیروز عن ابیہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فیروز دیلمی سے اور حالانکہ وہ مسلمان ہوا تہا اور اوسکی نیچے دو بہنین تہین کہ ان دو مین سے جسکو تیرا جی چاہے اختیار کر اور دوسری کو طلاق دے اور ترمذی مین مروی ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی مسلمان ہوا اور اوسکی پاس دس عورتین تہین جاہلیت مین وہ بہی مسلمان ہوئین تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اوس سے فرمایا کہ ان عورتون مین سے چار کو اختیار کرلے کذا فی حاشیة المدنی قلنا کان تخییرہ فی التزوّج بعد الفرقة محمد اور شافعی کے جواب مین ہم کہین گے کہ حضرت کا اختیار دینا نکاح کرنیمین ہے بعد فرقت کے یعنی نکاح سابق باطل ہوگیا پہر نکاح جدید مین فیروز اور غیلان کو مختار کیا کہ جس سے چاہین کرلین بلغت المسلمةُ المنکوحةُ ولم تصف الاسلام بانت ولا مہر قبل الدخول وینبغی ان یذکر اللہ تعالی بجمیع صفاتہ عندہا وتقرّ بذلک کما فی الکافی بالغ ہوئی مسلمہ منکوحہ اور بیان نکر سکی ارکان اسلام کو بسبب جہل کے تو جدا ہوگی شوہر سے اور اوسکو مہر ملیگا قبل دخول کے اور لائق ہی زوج کو کہ ذکر کری حق تعالی کو تمامی جمیع صفات سی عورت کے پاس اور وہ اوس سے اوسکا اقرار کرے کذا فی الکافی یعنی اوس سے یون کہلاوے کہ آیا اللہ ایسا ہے تو اگر وہ کہی کہ ہان ایسا ہی تو وہ مسلمان ہی نکاح قائم رہا اور اگر اسلام کو بوجہتی ہو اور بیان نکر سکتی ہو توبہی نکاح موجود ہی کذا فی حاشیة المدنی عن الکافی

باب القسم

بفتح القاف القسمة وبالکسر النصیب یہہ باب ہی ازواج کے برابر رکہنی کا قَسم بفتح قاف اور سکون سین کی معنی قسمت کے اور قِسم بکسر قاف بمعنی نصیب اور حصہ کے ہی اور بیان برابر تسویہ منکوحات ہی یجب وظاہر الآیة انہ فرض ان یعدل ای ان لا یجور فیہ ای فی القسم بالتسویة فی البیتوتة وفی الملبوس والماکول والصحبة لا فی المجامعة کالمحبة واجب ہوا اور ظاہر آیت کا یہہ ہی کہ فرض ہے عدل کرنا یعنی جور اور ظلم نکرنا قسم مین اسطرح کہ برابر رکہنا چاہیئے منکوحات کو شب باشی مین اور لباس اور کہانے اور موانست مین نہ جماع کرنی مین مثل محبت کے

یعنی جماع مین برابری ضرور نہین اسواسطے کہ جماع نشاط خاطر پر موقوف ہوا ورسیطرح محبت مین بھی برابر رکھنا ضرور نہین اسواسطے کہ محبت آدمی کے اختیار مین نہین بل یستحب ویسقط حقہا بمرۃ ویجب دیانۃ احیاناً جماع واجب نہین بلکہ مستحب ہے اوساقط ہوتا ہے حق عورت کا ایکبار جماع کرنے سے باعتبار حکم قضا کے اور واجب ہے جماع باعتبار دیانت کے گاہ گاہ ولا یبلغ مدۃ الایلاء الا برضاھا اور نہ چھوڑنا جماع کا ایلا کی مدت تک یعنی حرہ کے حق مین چار مہینے اور لونڈی کے حق مین دو مہینے تک ترک کی نوبت نہ پہنچے مگر عورت کی خوشی سے ویؤمر المتعبد بصحبتہا احیاناً اور امر کیا جاوے عابد کو عورت کی صحبت کا گاہ گاہ اور اسیطرح جو شخص مشغول ہو لونڈیاں کے تصرف کا اوسکو بھی ہو نسبت ازواج کا قاضی حکم کریگا گاہی گاہی یعنی اسمین مدت مقرر نہین وقدرہ الطحاوی بیوم ولیلۃ من کل اربع لحرۃ وسبع لامۃ اور ٹھہرائی ہے مدت صحبت کی طحاوی نے ہر چار دن مین ایک رات اور دن حرہ بیوی سے اور ہفتہ مین ایک رات اور دن منکوحہ لونڈی کیواسطے ولو تضررت من کثرۃ جماعہ لم تجز الزیادۃ علی قدر طاقتہا والرأی فی تعیین المقدار للقاضی بما یظن طاقتہا نہر بحثاً اور اگر ضرر ہو عورت کو کثرت جماع زوج سے تو جائز نہین زیادتی اوسکی قدر طاقت پر اور تجویز تعیین مقدار جماع کی قاضی پر ہے جسقدر عورت کی طاقت کو گمان کرے کذا فی النہر از روے بحث کے شرح ملتقی مین کہا ہے کہ مقرر کرنا مقدار جماع کا مین نے اپنے علما کی کتب مین نہین دیکھا البتہ کتب مالکیہ مین ہے کہ چار بار دن اور چار بار رات کو چاہئے اور بعضی روایت مین دو بار دن اور دو بار رات اور زیلعی نے کہا کہ میرے نزدیک قاضی کی تجویز تعیین مقدار مین پسند ہے اور حالانکہ جو مسئلہ ہمارے مذہب مین مصرح نہو تو امام مالک کیطرف رجوع کرنا چاہئے چنانچہ حموی نے حاشیہ اشباہ مین اسکو مصرح کیا ہے تو صاحب نہر الفائق کی تجویز اور بحث کوئی وجہ معقول نہین کذا فی حاشیۃ المدنی بلا فرق بین فحل و خصی وعنین ومجبوب مریض وصحیح وصبی دخل بامرأتہ وبالغ لم یدخل بحر بحثاً واقرہ المصنف قسم زوج پر واجب ہے بدون فرق کے درمیان فحل اور خصی کے اور نامرد اور مقطوع الذکر کے اور بلا فرق درمیان بیمار اور تندرست اور صبی کے جو وطی کرچکا ہے اپنی عورت کی اور بلا فرق بالغ کے جسنے وطی نہین کی چنانچہ یہہ مسئلہ بحر الرائق مین ہے بحث کرکے اوثابت رکھا ہے اوسکو مصنف نے اپنی شرح مین فحل وہ جسکا آلہ تناسل صحیح اور جماع پر قادر ہو اور خصی وہ جسکی خصیے نکالڈالے گئے ہون یعنی خصی اور عنین اور مجبوب ہے ہرچند جماع متصور نہین تو بھی انکو شب باشی اپنی منکوحات کے ساتھہ واجب ہے مانند فحل کے واسطے صحبت اور موانست کے نہ واسطے جماع کے ومریضۃ وصحیحۃ وحائض وذات نفاس ومجنونۃ لا تخاف ورتقاء وقرناء وصغیرۃ یمکن وطیہا ومحرمۃ ومظاہرۃ ومولیٰ منہا ومقابلاتہن وکذا مطلقۃ رجعیۃ ان قصد رجعتہا والا لا بحر اور قسم واجب ہے بلا فرق درمیان عورت بیمار اور تندرست کے اور حائض اور نفاس والی اور اوس مجنونہ کی جس سے خوف ضرر رسانی کا نہین اور بدون فرق رتقا اور قرنا کے رتقا وہ عورت جسکی شرمگاہ بند ہو لائق دخول کے نہو اور قرنا وہ عورت جسکی شرمگاہ مین ہڈی زائد مانع ہو جماع کی اور بدون فرق اوس صغیرہ کے جس سے وطی کرنا ممکن ہو اور بلا فرق محرمہ کے جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اور بدون فرق مظاہرہ یعنی جسکو محارم کے ساتھہ تشبیہ دی او بدون فرق اوس عورت کے جس سے ایلا کیا یعنی چار مہینے تک جماع نکرنیکی قسم کھائی اور بلا فرق انکی مقابلات کے یعنی غیر محرمہ اور جس سے ظہار اور ایلا نہین کیا اور اسیطرح سے مطلقہ رجعیہ اگر اوسکی ساتھہ قصد رجوع کرنیکا ہو اور اگر قصد رجوع کا نہو تو اوسکی ساتھہ قسم نہین کذا فی البحر خلاصہ یہہ کہ منکوحات مذکورہ کے ساتھہ شب باشی وغیرہ واجب ہے واسطے دفع وحشت کے نہ جماع کے ولو اقام عند واحدۃ شہراً فی غیر سفر ثم خاصمتہ الاخرٰی فی ذلک یؤمر بالعدل بینہما فی المستقبل وھدر ما مضیٰ وان اثم بہ لان القسمۃ تکون بعد الطلب اور اگر اقامت کی زوج نے ایک زوجہ کے پاس ایک مہینہ بدون سفر کے پھر جھگڑا کیا زوج سے دوسری زوجہ نے اسمین تو زوج کو دونو کے برابر رکھنے کا حکم ہوگا زمانہ آیندہ مین اور جو زمانہ ماضی مین ہوچکا اوسکا عوض نہین اگرچہ زوج اوسکے سبب سے گنہگار ہوا اسواسطے کہ قسمت بعد طلب کے ہوتی ہے اور طلب نہین ہوئی مگر زمانہ مستقبل مین وان عاد الی الجور بعد نہی القاضی عزر بغیر حبس جوہرۃ لتفویتہ الحق وھذا اذا لم یقل انما فعلت ذلک لان خیار الدور لی فحینئذ یقضی القاضی بقدرہ نہر بحثاً اور اگر پھر ظلم کیا زوج نے بعد منع کرنے

قاضی کے یعنی ایک منکوحہ کے پاس زیادہ رہا تو اوسکو تعزیر دیجاویگی بدون قید کے کذا فی الجوہرہ و تعزیر ہوگی بسبب فوت کر دینے زوج کے حق کو یعنی حق زوجہ فوت کردیا
اور ممنوع شرعی کا مرتکب ہوا اور یہہ تعزیر اوسوقت ہوگی جبکہ زوج نے کہا ہو کہ مین ایک کے پاس زیادہ اسواسطے ٹھہرا کہ اختیار دورہ کا مجکو ہے یعنی دوسری
زوجہ کی باری مین اوسیقدر اوسکی پاس بھی رہونگا تو اوسوقت مین قاضی حکم کرے اوسیقدر کا یعنی جتنا ایک کے پاس رہا دوسری کے پاس بھی اوتنا ہی رہے
کذا فی النہر ثم البکر والثیب والجدیدۃ والقدیمۃ والمسلمۃ والکتابیۃ سواء لاطلاق الآیۃ اور باکرہ اور ثیبہ اور جدیدہ اور قدیمہ اور مسلمہ
اور کتابیہ سب برابر ہین بسبب مطلق ہونے آیت قرآنی کے عدل منکوحات مین اور مسند امام احمد مین حدیث مرفوع ہے کہ جسکی دو عورتین ہون اور وہ
ایک کی طرف مائل ہو تو وہ قیامت مین آویگا اور اوسکا آدہا بدن ٹیڑہا ہوگا یہہ حدیث بھی مطلق ہے باکرہ اور ثیبہ اور قدیمہ اور جدیدہ وغیرہ کا اسمین کچھہ
فرق نہین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک ایک باکرہ سے نکاح کرے تو سات دن اوسکے پاس رہے اور اگر ثیبہ سے نکاح کرے تو تین دن اوسکے پاس رہے چنانچہ حدیث مین
آیا ہے کہ باکرہ کیلیے سات دن اور ثیبہ کے تین دن ہین تو حدیث مذکور کا یہہ مطلب ہے کہ ابتدای نوبت جدیدہ سے چاہیے نہ زیادتی نوبت کی یعنی اگر سات دن باکرہ کے
پاس رہے تو اور ازواج کے پاس بھی سات دن رہے اور اگر تین دن ثیبہ کے پاس رہے تو اسیقدر اور منکوحات کے پاس بھی رہنا چاہیے کذا فی حاشیۃ المدنی

وللامۃ والمکاتبۃ وام الولد والمدبرۃ والمبعضۃ نصف ما للحرۃ ای من البیتوتۃ والسکنی معہا اما النفقۃ فبحالہما اور قسم لونڈی
اور مکاتبہ اور ام ولد اور مدبرہ اور مبعضہ کے واسطے بقدر نصف حرہ کے ہے یعنی شب باشی اور اوسکی ساتھہ رہنے مین لیکن نفقہ پس معتبر ہے بقدر حال زوجین کے
تونگری اور افلاس مین خلاصہ یہہ ہے کہ اگر لونڈی اور مکاتبہ منکوحہ ہو تو اوسکی باری حرہ سے آدہی ہے مثلا ایک مرد کے پاس ایک حرہ اور ایک لونڈی
منکوحہ ہو تو دو شب حرہ کے پاس رہے اور ایک شب لونڈی کے پاس مبعضہ وہ عورت جو کل آزاد نہو نصف آزاد ہو یا ربع ولا قسم فی السفر دفعا للحرج

فلہ السفر بمن شاء منہن والقرعۃ احب تطییبا لقلوبہن اور سفر مین باری نہین واسطے دفع حرج کے تو مرد کو اختیار ہے جسکو چاہے اونمین سے سفر
مین لیجاوے اور قرعہ کرلینا مستحب ہے ازواج کا دل خوش کرنیکے واسطے اور قرعہ کا یہہ طریق ہے کہ ایک پرچہ کاغذ مین سفر کا لفظ لکہا اور دوسرے کاغذ مین
حضر کا لفظ لکہا پہر آٹے یا مٹی مین اندر کرکے گولی بنائے پہر کسی لڑکے کو دے کہ ہر عورت کو حوالہ کرے جسکے پاس سفر کی گولی جاوے اوسکو ساتھہ لے
کذا فی الطحطاوی والمدنی عن القہستانی ولو ترکت قسمتہا بالکسر ای نوبتہا لضرتہا صح ولہا الرجوع فی ذلک فی المستقبل لانہ ما وجب
فما سقط اور اگر ایک زوجہ اپنی باری چہوڑ دے اپنی سوت کیواسطے تو یہہ درست ہے اور اوسکو رجوع کرنا یعنی باری دیکر پہیر لینا بہی اسمین جائز ہے زمانہ آیندہ
مین اسواسطے کہ زمان مستقبل مین حق عورت کا واجب نہین تو اوسکو ساقط کرنے سے ساقط بہی نہوگا ولو جعلتہ لمعینۃ ہل لہ جعلہ لغیرہا ذکر الشافعی
لا و فی البحر بحثا نعم و نازعہ فی النہر اور اگر ایک عورت نے اپنی باری مخصوص ایک سوت کو دی تو آیا زوج کو جائز ہے کہ اوسکی سوا دوسری کے
واسطے مقرر کرے شافعیہ نے ذکر کیا کہ دوسری کو باری دینا جائز نہین اور بحر الرائق مین بعد گفتگو کے کہا کہ ہان زوج کو اختیار ہے اور نزاع کیا ہے اوس سے نہر الفائق
مین ہم بحر الرائق مین کہا کہ شاید مشائخ حنفیہ نے اس تفصیل شافعیہ کو اسواسطے ذکر نہین کیا کہ یہہ ہبہ اسقاط ہے زوج سے تو اوسمین زوج کا اختیار ہوگا
خواہ زوج کو ہبہ کرے خواہ سوت کو نہر الفائق مین کہا کہ سوت کو دینے سے زوج کا حق ہوجاوے یہہ مسلم نہین اسواسطے کہ باری عورت کا حق ہے چاہے لے چاہے
ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ باری عورت کا حق ہے قبل اسقاط کے اور بعد اسقاط کے زوج کا اختیار ہے نزدیک مشائخ کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویقیم عند

کل واحدۃ منہما یوما ولیلۃ لکن انما تلزمہ التسویۃ فی اللیل حتی لو جاء للاولی بعد الغروب وللثانیۃ بعد العشاء فقد ترک القسم
اور ٹھہرے ہر ایک کے پاس دونون مین سے ایک دن اور ایک رات اور جو دن کا حال وہی جاڑے کا حال لیکن برابری تو زوج کو رات مین لازم ہے یہانتک کہ اگر
آیا زوج پہلی عورت کے پاس بعد غروب کے اور دوسری کے پاس بعد عشاء کے تو البتہ اوسنے چہوڑا عدل کو خلاصہ یہہ کہ عورتون کے پاس رات کو رہنے مین زیادتی
کمی نکرے اور دنکو اختیار ہے یہانتک کہ اگر ایک کے پاس دن بہر رہا اور دوسری کے پاس ایک لحظہ ٹہرا تو جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن فتح القدیر
ولا یجامعہا فی غیر نوبتہا وکذا لا یدخل علیہا باللیل الا لعیادتہا ولو اشتد ففی الجوہرۃ لا باس ان یقیم عندہا حتی تشفی او تموت

انتهی یعنی اذا لم یکن عندھا من یونسھا اور نباہ نکرے عورت اوسکی باری کے سوا مین اگرچہ دن ہو اور اسیطرح سوا باری کے رات کو اوسکے پاس نجاوے مگر بیماری
عیادت کیواسطے اور اگر زوجہ کی بیماری سخت ہو تو جو ہر ہ مین ہے کہ کچہ مضایقہ نہین کہ ٹھہرا رہے اوسکے پاس یہانتک کہ اوسکو آرام ہو یا مرجاوے فقط یعنی اسقدر
بیمار عورت کے پاس ٹھہرنا درست ہے جب کہ اوسکے پاس کوئی مونس اور غمخوار نہو ولو مرض هو فی بیته دعٰی کلا فی نوبتها لانه لو کان صحیحا
وأراد ذلك ينبغي أن يقبل منه نهر اور اگر بیمار ہو زوج اپنے گہر مین تو بلاوے ہر عورت کو اوسکی باری مین اسواسطے کہ اگر تندرست ہوا اور یہی ارادہ
کرے یعنی بلانیکا تو لائق ہے کہ اوسکا امر قبول کیا جاوے کذا فی النہر وان شاء ثلثا ای ثلثة ایام ولیالیها اور اگر چاہے تین دن اور تین راتین ہر ایک
کے پاس رہے ولا یقیم عند احدهما اکثر الا باذن الاخرى خلاصه وزاد فی الخانية والرأي فی المدة فی القسم الیه وکذا فی مقدار
الدور هدایه وتبیین اور نہ ٹھہرے دو مین سے ایک کے پاس زیادہ مگر دوسری کی اجازت سے کذا فی الخلاصة اور زیادہ کیا ہے خانیہ مین اور تجویز شروع
باری مین زوج کیطرف ہے یعنی مثلاً اگر سفر سے آوے تو جسکے پاس چاہے رہے اور اسیطرح مقدار دور کی زوج کے اختیار مین ہے چاہے ہر ایک کے پاس سات
سات دن رہے چاہے کم و بیش کذا فی الهدایه والتبیین زقیده فی الفتح بحثا بمدة الایلاء وجمعه وعممه فی البحر فنظر فیه فی النهر قال المصنف
وظاهر بحثهما انهما لم یطلعا علی ما فی الخلاصة من التقیید بثلثة ایام کما عولنا علیه فی المختصر والله اعلم اور مقید کیا ہے فتح القدیر
مین مدت دور کو از روے بحث کے ساتھ مدت ایلاء کے بلکہ ساتھہ مدت ایک ہفتہ کے اور عام رکھا ہے مدت دور کو بحر الرائق مین سو اعتراض کیا ہے عموم بحر پر
صاحب نہر الفائق نے کہا مصنف نے منح الغفار مین اور ظاہر بحث صاحب فتح القدیر اور بحر الرائق کی دلالت کرتی ہے کہ دونو مطلع نہین ہوے اوس روایت پر
جو خلاصہ مین ہے یعنی تین دن کی تقیید سے جیساکہ ہمنے اوسی خلاصہ کی روایت پر اعتماد کیا ہے مختصر مین یعنی تنویر الابصار مین واللہ اعلم فتح القدیر مین کہا
کہ اطلاق دور کا معتبر نہین اسواسطے کہ اگر ایک ایک برس کا دورہ زوج مقرر کرے تو یہہ اطلاق خیال مین نہین آتا بلکہ مدت ایلا تک یعنی چار مہینے تک مطلق کرنا بھی
لائق نہین اور جب کہ باری تانیس اور دفع وحشت کیلئے واجب ہے تو قرب مدت اعتبار کرنا چاہیے اور میرے گمان مین یہہ ہے کہ ایک ہفتہ سے زیادہ دورہ
مقرر کرنا ضرر رسانی ہے مگر یہہ کہ دونو اسپر راضی ہوجاوین فقط تو معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت مین لفظ اے بمعنی بل ہے اسیواسطے مترجم نے ویسا ہی ترجمہ
کیا اور بحر الرائق مین کہا کہ مدت دور کی مطلق ہے اسواسطے کہ جب دورہ برابر ہوا تو کچہ ضرر رسانی نہین کیونکہ عورت اپنی باری کے آنے پر مطمئن رہیگی اور
نہر الفائق مین کہا کہ اطلاق دور مین نفی مضرت کی مسلم نہین فقط یعنی مثلاً اگر مدت دور کی دس برس کی ہوئی اور زوج قبل آنے باری دوسری عورت کے مرگیا
تو صریح مضرت ہے اور مصنف جو خلاصہ کی عبارت سے تین دن کی تقیید سمجہا سو بھی لائق اعتماد کے نہین اسواسطے کہ خلاصہ کی عبارت محتاج ہے تمثیل کی نہ تحدید
کی اور شارح قہستانی نے خانیہ اور سراجیہ سے نقل کیا کہ زوج کو اختیار ہے کہ ہر ایک عورت کے پاس سات سات دن رہے اور بلاشک شروح متون کی ترجیح مین مقدم
ہین فقط دون پر کذا فی حاشیة المدنی فروع مسائل لمحقہ شارح کے لو کان عمله لیلا کالحارس ذکر الشافعیة انه یقسم نهارا وهو حسن
اگر کام زوج کا رات کو ہو جیسے چوکیدار اور اوسکو دو یا تین عورتین ہون تو شافعیون نے ذکر کیا ہے کہ وہ دن کو باری مقرر کرے شارح نے کہا کہ یہہ کلام شافعیون کا
خوب ہے وحقه علیها ان تطیعه فی کل مباح یأمرها به اور حق زوج کا زوجہ پر یہہ ہے کہ اوسکی اطاعت کرے ہر ایک امر مباح مین جسکا عورت سے حکم کرے
ظاہر یہہ ہے کہ امر مباح زوج کے امر سے عورت پر واجب ہوتا ہے جیسے حکم سلطان کا رعیت پر اور زوج کو جائز ہے کہ ترک آرایش سے اور ترک نماز اور طہارت سے
اور وطی کی عدم اجابت سے عورت کو مارے کذا فی فتح القدیر اور اگر مرد کے پاس عورت ہو کہ نماز نہ پڑہتی ہو تو اوسکو طلاق دینا جائز ہے اگرچہ ادائے مہر پر قادر نہو
اور اگر عورت کا باپ لنگڑا ہو اور اوسکا کوئی خبرگیر نہو اور زوج اوسکے پاس جانے سے منع کرتا ہو تو اس صورت مین عورت کو نافرمانی زوج کی جائز ہے اور خدمت
باپ کی ضرور ہے باپ خواہ مسلمان ہو خواہ کافر کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن العالمگیریه وله منعها من الغزل اور جائز ہے مرد کو عورت کا منع کرنا سوت
کاتنے سے اسواسطے کہ نفقہ اوسکا زوج پر واجب ہے ومن اکل ما یتاذی من رائحته اور مرد کو جائز ہے کہ عورت کو منع کرے اوس چیز کے کہانے سے جسکی
بو سے اوسکو تکلیف ہوتی ہو جیسے کچا پیاز اور لہسن اور مولی اور حقہ کشی اسواسطے کہ بوسہ لینا حق ہے زوج کا اور بدبو سے نفرت آتی ہے اور مسید احمد مدنی نے

اپنے فتاوی مین مصرح کیا ہے کہ زوج کو اگر کروہ معلوم ہو تو حقیقۃ بینی سے عورت کو منع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی بل و من الحناء والنقش ان تاذی من رائحتہا و تمامہ فیما علقناہ علی الملتقی ملکیہ زوج کو اختیار ہے کہ مہندی لگانے اور نقش کاری سے منع کرے عورت کو اگر اوسکی بو سے اوسکو تکلیف ہوتی ہو کذا فی النہر الفائق اور اس مقام کی پوری تقریر ملتقی کے حاشیہ مین مین نے بیان کی ہے م بدائع مین ہے کہ احکام نکاح سے ایک معاشرت بالمعروف ہے موجب آیت قرآنی کے یعنی احسان اور کرم کرنا عورت سے باعتبار قول اور فعل اور خلق کے اور معاشرت بالمعروف کو بعضون نے یہہ معنی لکھے کہ مرد عورت سے ایسا سلوک کرے جو اپنی ذات کیواسطے پسند رکھتا ہے اور یہہ حسن سلوک دونو طرف سے مستحب ہے اور احکام نکاح سے یہہ ہے کہ اگر عورت نافرمانی زوج کی کرے تو اول اوسکو نصیحت کرے اگر نصیحت نمانے تو کلام کرنا اور پاس لیٹنا اور جماع کرنا ترک کرے اگر اس سے بھی نہ باز آوے تو پھر مارنا جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور مکروہ ہے مرد کو اپنی عورت سے وطی کرنا صبی عاقل اور اندھے اور اوسکی سوت کے نزدیک اور اسیطرح اپنی لونڈی اور اوسکی لونڈی کے روبرو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الرضاع

یہہ باب ہے رضاع کا یعنی اسمین احکام شیر خوارگی کے مذکور ہین ہو لغۃ بفتح و کسر مص الثدی و شرعا مص من ثدی آدمیۃ ولو بکرا او میتۃ او آیسۃ و الحق بالمص الوجور والسعوط رضاع بفتح و کسر لغت مین چوسنا ہے چھاتی کا اور شرع مین چوسنا ہے عورت کی چھاتی سے اگرچہ عورت کواری ہو یا مردہ یا بڈہی اور چوسنے سے ملحق ہے حلق مین ڈالنا اور ناک سے سڑکنا یہہ اشارہ ہے صاحب بحر الرائق کی رد پر اوسنے کہا کہ کبھی مص ہوتا ہے اور پیٹ مین نہین جاتا اور کاہے رضاع ثابت ہوتا ہے بدون مص کے جیسے کہ وجور اور سعوط مین شارح نے جواب دیا کہ وجور اور سعوط ملحق ہے مص سے اور چونکہ سبب غالب پیٹ مین جانیکا مص ہوتا ہے اسواسطے اسیکو ذکر کیا نہر الفائق مین کہا کہ مص مستلزم ہے وصول کا اسواسطے کہ صاحب قاموس نے مص کو شرب رقیق کر تعبیر کیا ہے فی وقت مخصوص ہو حولان و نصف عندہ و حولان فقط عندہما وہو الاصح فتح و بہ یفتی کما فی تصحیح القدوری عن العون مص ہو وقت مخصوص مین وہ وقت اڑہائی برس ہین امام کے نزدیک اور فقط دو برس مین صاحبین کے نزدیک اور یہی مذہب صاحبین کا اصح ہے کذا فی فتح القدیر اور اسی پر فتوی ہے کما فی تصحیح القدوری ناقلا عن الدرایۃ و فی نسخۃ عن العیون اور لفظ حولین کاملین سے جو کلام مجید مین واقع ہے ثابت ہوتا ہے کہ رضاع بعد تمامی حولین کے نہین اور طحاوی نے اسی روایت کو پسند کیا ہے لکن فی الجوہرۃ انہ فی الحولین و نصف ولو بعد الفطام محرم و علیہ الفتوی لیکن جوہرہ مین ہے کہ البتہ رضاع اڑہائی برس کے اندر اگرچہ بعد چھوڑ انیکے ہو حرمت ثابت کرتا ہے اور اسی روایت پر فتوی ہے کما فی الوالوالجیۃ اور یہی ظاہر الروایت ہے کما فی الخانیہ اور فتح القدیر مین واقعات ناطفی سے منقول ہے کہ فتوی ہے ظاہر الروایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا کہ مدت رضاع مین فتوی مختلف ہے تو اس صورتمین ظاہر الروایت مرجح ہو گی واستدلوا لقول الامام بقولہ تعالی و حملہ و فصالہ ثلثون شہرا ای مدۃ کل منہما ثلثون اور استدلال کیا ہے علمانے واسطے قول امام کے حق تعالی کے اس قول پاک سے کہ حمل لڑکے کا اور دودہ سے چھوٹنا اوسکا تیس مہینے ہین یعنی مدت ہر ایک کی دونو مین سے تیس مہینے ہین یعنی حمل بھی تیس مہینے اور فصال بھی تیس مہینے اسواسطے کہ حق تعالے نے دو چیزین ذکر کین اور دونو کی مدت مقرر فرمائی تو وہ پوری مدت دونو مین سے ہر ایک کیواسطے ہو گی جیسے کوئی مدت مقرر کرے دو قرض کیواسطے یون کہکر کہ زید کے مجھپر ایکہزار درم اور پانچ من جو ہین مہینہ بھر کے وعدہ سے تو مہینہ بھر درم کی بھی مدت ہوئی اور پورا مہینہ جو کی بھی مدت ہو گی اب یہان سوال ہوتا ہے کہ اس تقریر سے لازم آتا ہے کہ مدت حمل اڑہائی برس ہو اور حالانکہ امام کے نزدیک حمل کی مدت دو برس سے زیادہ نہین تو اوسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول مین دیا غیر ان النقص فی الاول قام بقول عایشۃ لا یبقی الولد اکثر من سنتین و مثلہ لا یعرف الا سماعا مگر یہہ کہ کمی چہ مہینے کی اول امر مین یعنی حمل مین ثابت ہوئی عایشہ صدیقہ کے قول سے فرمایا کہ نہین باقی رہتا ہے لڑکا پیٹ مین زیادہ دو برس سے اور مثل اس مضمون کا معلوم نہین ہو سکتا مگر شارع کی سماع سے یعنی تعیین مدت مین اجتہاد مجتہد کو دخل نہین تو یقینا معلوم ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو گا تو اسوقت مین قول صحابی کا قائم مقام حدیث مرفوع کے ہو گیا چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسکو شرح نخبۃ الفکر مین مشرح بیان کیا ہے اور قول حضرت صدیقہ کا سنن دارقطنی اور بیہقی مین جمیلہ بنت سعد کی روایت سے موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی

یہ یہان دوسرا سوال وارد ہوا کہ امام نے تخصیص آیت کی حدیث سے کیونکر تجویز کی حالانکہ آیت قطعی ہے اور حدیث ظنی اور تخصیص قطعی کی ظنی سے جائز نہین ہے اسکا جواب
شارح نے اگلے قول سے دیا والایۃ مأولۃ لتوزیعھم الاجل علی الاقل والاکثر فلم تکن دلالتہا قطعیۃ اور آیت موصوفہ ماول ہے یعنی اپنے ظاہری
معنی پر محمول نہین بسبب تقسیم کرنے علما کے مدت کو اقل مدت حمل پر اور فصال اکثر مدت پر یعنی صاحبین اور شافعی وغیرہ نے تیس مہینے کو یون تقسیم کیا کہ چھہ
مہینے حمل کے مراد رکھے اور دو برس فصال کے پھر جب تیس مہینے کی مدت حمل اور فصال پر اسطرح تقسیم ہوئی تو دلالت آیت کی قطعی نرہی ظنی ہوگئی اور حدیث
بھی ظنی ہے تو تخصیص ظنی کی ظنی سے درست ہوگئی علی ان الواجب علی المقلد العمل بقول المجتہد وان لم یظہر دلیلہ کما افادہ فی رسم
المفتی علاوہ استدلال سابق یہہ ہے کہ مقلد پر واجب ہے عمل کرنا مجتہد کے قول پر اگرچہ اوسکی دلیل ظاہر نہو چنانچہ قاضی خان نے اسکو بیان کیا ہے اپنے
فتاوی مین رسم مفتی کے مقام مین یعنی اگر کوئی بسبب دقت کلام کے استدلال امام کو نہ سمجھے تو کچھ حرج نہین اسواسطے کہ جسکو اجتہاد کا پایہ نہین اوسپر
تقلید مجتہد کے قول کی واجب ہے گو اوسکی دلیل کو نجانے تو حنفی مذہب کو مثلاً امام کا قول کافی ہے دلیل کا سمجھنا اوسپر ضرور نہین لکن فی آخر
الحاوی فان خالفاہ قیل یخیر المفتی والاصح ان العبرۃ لقوۃ الدلیل لیکن حاوی قدسی کے آخر مین یون ہے کہ اگر مخالفت کی صاحبین
امام کی کسی مسئلہ مین تو بعضون نے کہا ہے کہ مختار ہے مفتی دونو قول مین جس قول پر چاہے فتوی دے اور بعضون نے کہا کہ امام کے قول کو مقدم رکھے
اور اصح یہہ ہے کہ اختلاف امام اور صاحبین مین قوت دلیل کا اعتبار ہے یعنی اگر امام کی دلیل قوی ہے تو امام کے قول پر فتوی دے اور اگر صاحبین
کی دلیل قوی ہے تو انکے قول پر مفتی فتوی دے لیکن قوت دلیل کو کون سمجھ سکتا ہے سوا اہل اجتہاد کے اور صاحب بحر الرائق اور نہر الفائق
کہ گو نہ پایہ اجتہاد کا رکھتے ہین مصرح کرچکے ہین کہ مدت رضاع مین دلیل صاحبین کی قوی ہے کما قال تعالی والوالدات یرضعن اولادھن حولین
کاملین ہکذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی ثم الخلاف فی التحریم اما لزوم اجر الرضاع للمطلقۃ فمقدر بحولین بالاجماع یہہ معلوم کیا چاہیے
کہ اختلاف امام اور صاحبین کا تحریم مین ہے یعنی امام کے نزدیک اڑہائی برس کے اندر دودھ پینے سے حرمت مرضعہ وغیرہ کی ثابت ہوتی ہے اور صاحبین کے
نزدیک فقط دو برس کے اندر لیکن لازم ہونا دودھ پلانیکی اجرت کا مطلقہ کے واسطے سو دوہی برس کر مقدر ہے باجماع امام اور صاحبین کے یعنی اگر زوج زوجہ
کو طلاق دے اور وہ لڑکے کو دودھ پلائے جائے بعد طلاق کے تو فقط دوہی برس تک بالاتفاق اجرت پاویگی نہ دو برس سے زیادہ مین ویثبت التحریم
فی المدۃ فقط ولو بعد الفطام والاستغناء بالطعام علی ظاہر المذہب وعلیہ الفتوی فتح وغیرہ قالہ المصنف تبعا للبحر فما فی الزیلعی
خلافہ المعتمد لان الفتوی متی اختلف رجح ظاہر الروایۃ اور ثابت ہوتی ہے تحریم مدت رضاع مین فقط یعنی بعد مدت کے شیرخوارگی سے تحریم
نہین مدت کے اندر تحریم ثابت ہے اگرچہ رضاعت ہو بعد دودھ چھوڑانیکے اور بسبب استغنای طعام کے ہو بنا بر ظاہر مذہب کے یعنی اگر مدت کے اندر مثلاً چھہ مہینے کے بعد
لڑکا روٹی دال کھانے لگا ہو اور دودھ چھوڑ چکا ہو تو بھی اگر دو برس کے اندر دودھ پیوے گا تو حرمت ثابت ہوگی اور اسی روایت پر فتوی ہے چنانچہ
فتح القدیر وغیرہ مین مصرح ہے کہا مصنف نے بحر الرائق کی پیروی سے سو جو روایت کہ زیلعی مین ہے مخالف ہے معتمد کے زیلعی نے کہا کہ حسن نے امام سے روایت کی کہ
اگر لڑکے کو دودھ کے سوا کھانیکی عادت ہوگئی قبل گذرنے مدت رضاع کے تو تحریم نہین ثابت ہوتی اور اسی پر فتوی ہے مصنف نے کہا کہ یہہ قول لائق اعتماد کے
نہین اسواسطے کہ جب فتوی مختلف ہوا تو ظاہر الروایت کو ترجیح ہوئی اور ظاہر الروایت یہی ہے کہ مدت کے اندر مطلقاً تحریم ثابت ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولم یبح
الارضاع بعد مدتہ لانہ جزء آدمی والانتفاع بہ لغیر ضرورۃ حرام علی الصحیح شرح الوھبانیۃ اور مباح نہین دودھ پلانا بعد مدت رضاع کے
یعنی دو برس کے بعد اسواسطے کہ دودھ جزو ہے آدمی کا اور نفع لینا جز آدمی سے بغیر ضرورت شرعی کے حرام ہے بنا بر قول صحیح کے کذا فی شرح الوہبانیہ یعنی بعد دو
برس کے لڑکا کھانے پینے لگتا ہے اب ماکے دودھ کی ضرورت نرہی یہان شبہہ ہوتا تھا کہ جب انتفاع آدمی کے دودھ سے بضرورت جائز ہوا تو بطور علاج کے استعمال
جائز ہونا چاہیے سو اس وہم کو شارح نے اپنے اگلے قول سے رفع کیا وفی البحر لا یجوز التداوی بالمحرم فی ظاہر المذہب اصلہ بول الماکول کما مر
اور بحر الرائق مین ہے کہ جائز نہین دوا کرنا حرام چیز سے ظاہر مذہب مین اور اصل تداوی بالمحرم کی ماخوذ ہے تداوی بول ماکول اللحم سے چنانچہ کتاب الطہارۃ

مین قبل فصل بیر کے اسکا ذکر ہو چکا شامی نے وہان کہا کہ تداوی بالمحرم مین اختلاف ہے ظاہر مذہب مین تو منع ہی اور بعضون نے کہا جائز ہی جب شفا اوسمین معلوم ہو اور کوئی دوسری دوا اوسکے سوا نہو اور اسی روایت پر فتوی ہی جیسے شراب جائز ہی باپ کو ولِلْاَبِ اِجْبَارُ اَمَتِهٖ عَلٰی فِطَامٖ وَلَدِهَا مِنْهُ قَبْلَ الْحَوْلَيْنِ اِنْ لَّمْ يَضُرَّهٗ اَیِ الْوَلَدَ الْفِطَامُ كَمَا لَهٗ اَيْضًا اِجْبَارُهَا اَیْ اَمَتِهٖ عَلَی الْاِرْضَاعِ اور باپ کو جائز ہی اپنی لونڈی سے زبردستی کرنا اوسکو لڑکے کو دودہ چھوڑانے پر جو لڑکا مولی کے نطفہ سے ہو دودہ چھوڑانے پر جبر جائز ہی قبل دو برس کے اگر لڑکیکو دودہ چھوڑانا مضرت نکری جسطرح باپ کو جبر کرنا اپنی لونڈی پر دودہ پلانے بہی جائز ہی یعنی لونڈی مال ہے مولی کا تو اوسکو دودہ پلانے اور چھوڑانے پر اختیار ہی لڑکا مولی کے نطفہ سے ہو یا غیر کے نطفہ سے ہان اگر غیر نے حریت اولاد کی شرط کرلی ہو تو مولی کو جبر کرنا جائز نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وَلَيْسَ لَهٗ ذٰلِكَ يَعْنِی الْاِجْبَارَ بِنَوْعَيْهِ مَعَ زَوْجَتِهِ الْحُرَّةِ وَلَوْ قَبْلَهُمَا لِاَنَّ حَقَّ التَّرْبِيَةِ لَهَا فِیْ حُرَّةٍ اور باپ کو بہہ جائز نہین یعنی دونو قسم کا جبر اپنی زوجہ حرہ کے ساتھہ اگرچہ قبل مدت دو برس کے ہو اسواسطی کہ حق پرورش کا زوجہ کیواسطی ہی تو دودہ پلانے اور چھوڑانے مین حرہ کا اختیار ہے کذا فی الجوہرہ یعنی دودہ چھوڑانے اور دودہ پلانے مین اگرچہ قبل مدت کی ہو زوج کو جبر کرنا جائز نہین ہان بعد مدت کے دودہ چھوڑانے پر اوسکو جبر کرنا درست ہی وَيَثْبُتُ بِهٖ وَلَوْ بَيْنَ الْحَرْبِيَّيْنِ بَزَّازِيَّه وَاِنْ قَلَّ اِنْ عُلِمَ وُصُوْلُهٗ لِجَوْفِهٖ مِنْ فَمِهٖ اَوْ اَنْفِهٖ لَا غَيْرُ فَلَوِ الْتَقَمَ الْحَلَمَةَ وَلَمْ يُدْرَ اَدَخَلَ اللَّبَنُ فِیْ حَلْقِهٖ اَمْ لَا لَمْ يَحْرُمْ لِاَنَّ فِی الْمَانِعِ شَكًّا وَلْوَالِجِيَّه اور ثابت ہوتا ہی یعنی دائی کا ماہونا دودہ پینے اگرچہ یہہ فعل دو حربی کا فرون مین ہو کذا فی البزازیہ اگرچہ دودہ نہایت قلیل ہو بشرطیکہ معلوم ہو دودہ کا پیٹ مین پہنچنا لڑکے کے منہ سے یا اوسکی ناک سے نہ اور طرق سے یعنی کان مین ٹپکانے سے یا حقنہ وغیرہ سے سو اگر لڑکے نے سر پستان کو منہ مین لیا اور معلوم نہ ہوا کہ دودہ حلق مین داخل ہوا یا نہین تو حرمت نہ ثابت ہوگی اسواسطی کہ حلت کے مانع مین شک ہی یعنی حلت اصل ہے اور بالیقین ثابت ہی اور مانع حلت مین یعنی دودہ کے اندر جانے مین شک ہی تو شک سے یقین نہین زائل ہوتا کذا فی الولوالجیہ وَلَوْ اَرْضَعَهَا اَكْثَرُ اَهْلِ قَرْيَةٍ ثُمَّ لَمْ يُدْرَ فَاَرَادَ اَحَدُهُمْ تَزَوُّجَهَا اِنْ لَمْ يَظْهَرْ عَلَامَةٌ وَلَمْ يَشْهَدْ بِذٰلِكَ جَازَ خانیہ اور اگر دودہ پلایا ایک عورت کو اکثر اہل قریہ نے پہر معلوم نہ ہوا کہ کون کون عورت نے اوسکو دودہ پلایا ہے پہر ارادہ کیا اہل قریہ مین سے کسی نے اوس عورت سے نکاح کا تو اگر علامت ظاہر نہو اور کوئی تعیین مرضعہ کا گواہ نہو تو نکاح کرنا جائز ہی کذا فی الخانیہ طحطاوی نے کہا کہ اس علامت کو کسی نے تفسیر نہین کیا اور ممکن ہی کہ علامت کو یون بیان کیجئے کہ مثلا ایک عورت دودہ والی وہان بہت آتی جاتی ہو جہان صبیہ رہتی تھی یا اوسی گہر مین وہ رہتی ہو تو یہہ نشان تو ی ہے دودہ پلانے پر اور تقوی ایسی مسائل مین یہہ ہی کہ مواقع اشتباہ مین نکاح نکرے اور ولوالجیہ مین ہی کہ عورتون پر واجب ہے کہ ہر لڑکی کو دودہ نہ پلا دین بلا ضرورت اور اگر پلا دین تو یاد رکہین بلکہ لکہہ رکہین یعنی تا نادانستگی مین حرام نہ واقع ہو اور خانیہ مین ہے کہ عورت کو اجنبی لڑکے کا دودہ پلانا بدون اجازت شوہر کے مکروہ ہی مگر جب ہلاک ہونیکا خوف ہو تو مضائقہ نہین اور محیط مین ہی کہ مرد کو مناسب نہین کہ اپنی لڑکیکو احمق عورت کا دودہ پلاوے اسواسطی کہ حدیث مین منع ہی کہ دودہ کا اثر ہوتا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی اُمُوْمِيَّةُ الْمُرْضِعَةِ لِلرَّضِيْعِ وَيَثْبُتُ اُبُوَّةُ زَوْجِ مُرْضِعَةٍ اِذَا كَانَ لَبَنُهَا مِنْهُ لَهٗ وَاِلَّا لَا كَمَا سَيَجِیْءُ ثابت ہوتا ہی ماہونا دائی کا شیرخوار کیواسطی اور ثابت ہوتا ہی باپ ہونا دائی کے زوج کا جب کہ دودہ دائی کا اوسی زوج سے ہو اور اگر دودہ دائی کا پہلی زوج سے ہو تو زوج ثانی کا باپ ہونا ثابت نہوگا بلکہ شیرخوار ربیب رضاعی ہوگا زوج ثانی کا چنانچہ اسکی تصریح آگے آویگی فَيَحْرُمُ مِنْهُ اَیْ بِسَبَبِهٖ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَاسْتَثْنٰی بَعْضُهُمْ اِحْدٰی وَعِشْرِيْنَ صُوْرَةً وَجَمَعَهَا فِیْ قَوْلِهٖ پس حرام ہوتا ہی اوس سے بسبب رضاعت کے جو حرام ہے نسب سے یہہ حدیث بالمعنی ہے روایت کیا ہی اسکو بخاری اور مسلم نے مرفوع ابوہریرہ اور ابن عباس کی روایت سے ان الفاظ سے کہ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ اور عموم اس حدیث سے بعض علمانے اکیس ۲۱ صورتین مستثنی کی ہین اور انکو اپنے آیندہ قول مین نظم کیا ہی ؎ يُفَارِقُ النَّسَبَ الْاِرْضَاعُ فِیْ صُوَرٍ كَاُمِّ نَافِلَةٍ اَوْ جَدَّةِ الْوَلَدِ * جدا ہی دودہ پلانا نسب سے چند صورتون مین چنانچہ پوتیکی ماں یا لڑکیکی نانی یعنی پوتیکی رضاعی ماں دادا کو حلال ہے مثلا زید کا بیٹا محمود ہے اور محمود کا بیٹا خالد ہی سو خالد کو ایک اجنبی عورت کریمہ نے دودہ پلایا تو زید کو کریمہ سے نکاح کرنا حلال ہے بخلاف نسب کے کہ پوتی کی ماں نسبی دادا اوکو حلال نہین اسواسطی کہ خالد کی ماں زوجہ ہی محمود کی تو بہو ہوئی زید کی اور اگر محمود کا بیٹا رضاعی ہو اسطرح کہ محمود کی زوجہ نے بکر کو دودہ پلایا ہو تو

زید کو بکر کی نسبی ما نکاح درست ہے اور اسیطرح بکر کو زوجہ محمود کے سوا ہی اگر حلیمہ نے دودہ پلایا ہو تو حلیمہ بھی زید کو حلال ہے اور لڑکی کی نانی حلال ہو اسطرح کہ زید کی بیٹی عبد اللہ کو حمیدہ نے دودہ پلایا تو حمیدہ کی لڑکی نانی ہوئی عبد اللہ کی سو زید کو حلال ہے بخلاف نسب کے کہ عبد اللہ کی نانی نسبی خوشدامن ہے زید کی تو اوسپر حرام ہے اور اسیطرح زید کا بیٹا ہو رضاعی خالد اوسکا نام تو خالد کی نانی نسبی ہو یا رضاعی زید کو حلال ہے ۵ وامُّ اختٍ واُختُ ابنٍ وامُّ اخٍ ۔ وامُّ خالٍ وعمّةُ ابنٍ اعتمِد ۔

اور حلال ہے باعتبار رضاعت کے بہن کی ما اور بیٹی کی بہن اور بہائی کی ما اور ماموں کی ما اور بیٹی کی پہوپہی سو بہن کی ما اوسکی بھی تین صورتین ہین پہلی صورت یہہ کہ ما رضاعی ہو اور بہن نسبی مثلا زید کی سگی بہن کو حافظہ نے دودہ پلایا تو زید کو حافظہ سے نکاح درست ہے دوسری صورت یہہ کہ بہن رضاعی ہو اور اوسکی ما نسبی جیسے زید کی رضاعی بہن رشیدہ ہے تو زید پر رشیدہ کی ما نسبی حلال ہے اور تیسری صورت یہہ ہے کہ ما بھی رضاعی ہو اور بہن بھی رضاعی چنانچہ مثال سابق مین رشیدہ کی رضاعی ما زید پر حلال ہے اور بیٹی کی بہن کی بھی تین صورتین ہین پہلی یہہ کہ بہن رضاعی اور بیٹا نسبی چنانچہ زید کا بیٹا ہے خالد اور اوسکی رضاعی بہن ہے فریدہ یعنی خالد اور فریدہ نے ایک اجنبی عورت کا دودہ پیا تو زید کو فریدہ حلال ہے دوسری یہہ کہ بیٹا فقط رضاعی ہو جیسے زید کا بیٹا ناصر ہے رضاعی اور ناصر کی بہن نسبی زینب ہے تو زید پر زینب حلال ہے تیسری یہہ کہ بیٹا بھی رضاعی اور اوسکی بہن بھی رضاعی جیسے کہ مثال سابق مین ناصر کی بہن رضاعی زید پر حلال ہے۔ اور بہائی کی ما اوسکی بھی تین صورتین ہین چنانچہ اوسکی تفصیل بہن کی ما مین مذکور ہو چکی اور ماموں کی ما اوسکی بھی تین صورتین ہین پہلی صورت یہہ کہ زید کے ماموں نسبی کو دودہ پلایا اجنبیہ نے تو زید کو ماموں کی دائی حلال ہے دوسری یہہ کہ زید کے رضاعی ماموں کی نسبی ما زید کو حلال ہے تیسری یہہ کہ زید کے رضاعی ماموں کی رضاعی ما زید پر حلال ہے اور اگر ماموں اور اوسکی ما دونو نسبی ہوں تو حلال نہین اسواسطے کہ ماموں کی ما یا سگی نانی ہو یا نانا کی منکوحہ اور بیٹی کی پہوپہی اوسکی بھی تین صورتین ہین پہلی یہہ کہ زید کا بیٹا نسبی ہے حسن اوسنے دودہ پیا اجنبی عورت کا جو زوجہ ہو خالد کی اور خالد کی بہن ہے حلیمہ تو حلیمہ رضاعی پہوپہی ہوئی حسن کی سو حلیمہ زید پر حلال ہے دوسری یہہ کہ زید کا بیٹا رضاعی ہو قاسم سو قاسم کی نسبی عمہ زید پر حلال ہو تیسری یہہ کہ قاسم نے زید کی زوجہ کے سوای کسی اور کا دودہ پیا تو اوس کے خاوند کی بہن زید پر حلال ہو اور اگر بیٹا اور اوسکی عمہ دونو نسبی ہوں تو زید پر اوسکی عمہ نہ حلال ہوگی اسواسطے کہ وہ بہن ہے زید کی ۴ یہانتک اکیس صورتین جو نظم مین مندرج نہین مفصلا بیان ہوئین لیکن اسواسطے کہ ناظم نے سات صورتین نظم کی ہین اور ہر ایک صورتین تین تین صورتین محتمل ہین تو سب اکیس ہوئین الا امُّ اخیہ و اختہ یعنی جو نسب سے حرام ہو وہ رضاعت سے بھی حرام ہے مگر بہائی اور بہن کی ما اور اوسکی سوا اور معطوفات آینده رضاعت سے حلال ہین نہ نسب سے چنانچہ حلت کا بیان مفصل ہو چکا اس مقام مین قاضی بیضاوی کا اعتراض ہے کہ یہہ جو فقہا نے حدیث یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب سے ام اخیہ وغیرہ کو استثنا کیا ہو سو صحیح نہین اسواسطے کہ ان صورتون کی حرمت باعتبار مصاہرت کے ہو نہ باعتبار نسب کے پہر جب مستثنی مستثنی منہ مین داخل نہوا تو استثنا کیونکر صحیح ہوگا اوسکا جواب شارح نے آینده قول مین دیا **استثناءٌ منقطعٌ لانّ حرمۃَ من ذُکر بالمصاھرۃ لا بالنسب فلم یکن الحدیثُ متناولاً لہا استثناء الفقہاء فلا تخصیصَ بالعقل کما قیل** یہہ استثنا منقطع ہے اسواسطے کہ حرمت مذکورات کی مصاہرت کے سبب ہے نہ نسب کے سبب سے تو حدیث مذکور شامل نہوئی اون صورتون کو جنکو فقہا نے استثنا کیا ہے تو عموم حدیث کی تخصیص عقل سے نہوئی جیسا کہ بعضون نے کہا یعنی یہہ استثنا متصل نہین جو مستثنی کا داخل ہونا مستثنی منہ مین ضرور ہو بلکہ یہہ استثنا منقطع ہے اور استثناء منقطع مین مستثنی مستثنی منہ مین داخل نہین ہوتا چنانچہ اس قول مین کہ جاءنی القوم الا حمارًا یہانتک قاضی بیضاوی کے اعتراض کا جواب ہو چکا پہر شارح نے اسی تقریر مین دوسرا اعتراض دفع کیا صاحب الغایۃ نے کہا کہ حدیث مذکور عام ہے تو فقہا نے حدیث کو دلیل عقلی سے تخصیص کیا کہ چند صورتون کو عموم حدیث سے نکالا شارح نے جواب دیا کہ جن صورتون کو فقہا نے استثنا کیا ہے اونکو حدیث مذکور شامل ہی نہین تو تخصیص بالعقل کہنا غلط ہو فتح القدیر مین ہے کہ محققین کے نزدیک استثنا فقہا کا تخصیص عقلی نہین اسواسطے کہ قرآن مجید مین محرمات نسبیہ کی یون تعبیر ہوئی ہو کہ **حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ** سو ان الفاظ کی مسمیات جو رضاعت مین متحقق ہین وہ بھی بلا شبہہ حرام ہین یعنی ما اور بیٹی اور بہن اور پہوپہی اور خالا اور بہتیجی اور بہانجی جیسے نسب سے حرام ہین ویسی ہی یہہ ساتون رشتے رضاعت سے بھی حرام ہین اور جنکو فقہا نے استثنا کیا ہو وہ ان سات رشتون مین داخل نہین تو تخصیص

کیونکر ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی فَاِنَّ حُرْمَۃَ اُمِّ اُخْتِہٖ وَاَخِیْہِ نَسَبًا لِکَوْنِھَا اُمَّہٗ اَوْمَوْطُوْءَۃَ اَبِیْہِ وَھٰذَا الْمَعْنٰی مَفْقُوْدٌ فِی الرِّضَاعِ سو حرام ہونا بھن اور بھائی کی ماکا باعتبار نسب کے اسواسطے ہو کہ بہن بھائی کی ماخود اپنی ماہو یا اپنے باپ کی مدخولہ ہو اور یہہ امر مفقود ہے رضاعت مین یعنی زید کے بھائی کی رضاعی ما زید کی مانہین اور نہ اوسکی باپ کی مدخولہ ہو چنانچہ اسکا مفصل بیان نظم کی شرح مین مذکور ہو چکا پہر جو علت تھی حرمت کی نسب مین وہ جب رضاعت مین نہ پائی گئی تو حدیث مذکور مستثنیٰ صور تونکو ہرگز شامل نہوئی تو دعوی تخصیص عقلی کا غلط ہوگیا وَقِسْ عَلَیْہِ اُخْتَ ابْنِہٖ وَبِنْتِہٖ وَجَدَّۃَ ابْنِہٖ وَبِنْتِہٖ وَاُمَّ عَمِّہٖ وَعَمَّتِہٖ وَاُمَّ خَالِہٖ وَخَالَتِہٖ اور قیاس کرے بھائی بہن کی ما پر بیٹا بیٹی کی بہن کو اور باقی معطوفات کو یعنی ان رشتون مین جو حرمت کا سبب نسب مین ہے وہ امر رضاعت مین مفقود ہو بیٹا بیٹی کی بہن اور بیٹا بیٹی کی نانی اور چچا اور پھوپھی کی ما اور ماموں اور خالہ کی ما باعتبار رضاعت کے حلال مین چنانچہ اسکا بیان شرح نظم مین مثالون کے ساتھہ ہوگیا دوبارہ بیان ضرور نہین لیکن چچا اور عمہ کی ماکی حلت وہان مذکور نہین سو اب یہان بیان یا ثبت کرنا چاہئے کہ مثلاً زید کا چچا اور عمہ مین نسبی اونکو ایک اجنبی عورت نے جسکا جمیلہ نام ہو دودہ پلایا سو زید پر جمیلہ حلال ہے اور اسیطرح اگر زید کا چچا رضاعی ہو یعنی زید کے باپ نے اور اوسنے حمیدہ کا دودہ پیا ہو پہر رضاعی چچا نے فریدہ کا دودہ پیا تو زید کو فریدہ حلال ہے اور باعتبار نسب کے چچا یا عمہ کی ما حلال نہین اسواسطے کہ چچا کی نسبی ما یا سگی دادی ہو یا دادا کی مدخولہ اور یہہ دونو حرام ہین وَکَذَا عَمَّۃُ وَلَدِہٖ وَ بِنْتُ عَمَّتِہٖ وَبِنْتُ اُخْتِ وَلَدِہٖ وَاُمُّ اَوْلَادِ اَوْلَادِہٖ فَھٰؤُلَاءِ مِنَ الرِّضَاعِ حَلَالٌ لِلرَّجُلِ اور اسیطرح اپنی ولد کی عمہ اور اپنے ولد کی عمہ کی بیٹی اور اپنی لڑکی بہن کی بیٹی اور اپنے پوتون کی ما سو یہہ سب رشتے اُمّ الاخ سے یہانتک رضاعت سے حلال ہین مرد کو چنانچہ انکا بیان نظم کے ترجمہ مین گذرا لیکن دو کا بیان یہان ضرور ہو ایک یہہ کہ ولد کی عمہ کی بیٹی رضاعت سے حلال ہے نہ نسب سے اسواسطے کہ بہن کی بیٹی بھانجی ہوئی دوسری یہہ کہ ولد کی بہن کی بیٹی رضاعت سے حلال ہے نہ نسب سے اسواسطے کہ یا ذاتی ہے یا بیٹہ کی بیٹی سو دونو حرام ہین وَکَذَا اَخُوابْنِ الْمَرْأَۃِ لَھَا فَھٰذِہٖ عَشْرُ صُوَرٍ اور اسیطرح عورت کی بیٹی کا بھائی عورت کو حلال ہے یہہ صورت کر ہوگئی ماتن کے قول امّ اخیہ سے یعنی مثلاً جب زید کے بھائی کی ما زید پر حلال ہوئی تو زید کے بھائی کی ما پر زید بھی حلال ہوا سو زید اوس عورت کی بیٹی کا بھائی تھہ اشارہ کہتا ہو سو دس صورتین ہوئین پہلی صورت بھائی بہن کی ما دوسری بیٹا بیٹی کی بہن تیسری بیٹا بیٹی کی دادی چوتھے چچا اور عمہ کی ما پانچوین ماموں اور خالہ کی ما چھٹے ولد کی عمہ ساتوین ولد کی عمہ کی بیٹی آٹھوین ولد کی بہن کی بیٹی نوین پوتے کی ما دسوین عورت کی بیٹی کا بھائی لیکن دسوین صورت مکرر ہے اسواسطے کہ مقابلات سے ہو تو حقیقت مین نو صورتین ہوئین تَصِلُ بِاعْتِبَارِ الذُّکُوْرَۃِ وَالْاُنُوْثَۃِ اِلَی الْعِشْرِیْنَ یہہ دس صورتین باعتبار مرد ہونے اور عورت ہونے مضاف الیہ کے بیس صورتون تک پہنچتی ہین سو اگر مضاف الیہ کو سب صورتونمین مرد فرض کیجئے تو یون ہوگا بھائی کی ما اور بیٹے کی بہن اور بیٹے کی دادی اور چچا کی ما اور ماموں کی ما اور بیٹے کی عمہ اور بیٹے کی عمہ کی بیٹی اور بیٹے کی بہن کی بیٹی اور پوتے کی ما اور اگر مضاف الیہ کو عورت فرض کیجئے تو یون ہوگا بہن کی ما اور بیٹی کی بہن اور بیٹی کی دادی اور عمہ کی ما اور خالہ کی ما اور بیٹی کی عمہ اور بیٹی کی عمہ کی بیٹی اور بیٹی کی بہن کی بیٹی اور پوتی کی ما وَبِاعْتِبَارِ مَا یَحِلُّ لَہٗ اَوْلَھَا اِلٰی اَرْبَعِیْنَ مَثَلًا یَجُوْزُ تَزَوُّجُہٗ بِاُمِّ اَخِیْہِ وَتَزَوُّجُھَا بِاَبِیْ اَخِیْھَا اور اس اعتبار سے کہ یہہ بیس صورتین مرد کو حلال ہین یا عورت کو حلال ہین تو چالیس صورتون تک نوبت پہنچی گی مثلاً جب مرد کیواسطے حلت ہو تو اول صورتمین یون کہا جائیگا کہ مرد کو اپنے بھائی کی ما سے نکاح کرنا جائز ہے اور جب عورت کیواسطے حلت ہوگی تو اوسی صورتمین یون بولین گے کہ عورت کو اپنے بھائی کے باپ سے نکاح کرنا درست ہو م جو متن اور شرح مین مثالین ہین سو مرد کی حلت کی ہین اور عورت کی حلت مین یون بولین گے کہ بھائی کا باپ اور بیٹی کا بھائی اور بیٹی کا دادا اور چچا کا باپ اور ماموں کا باپ اور بیٹی کا ماموں اور بیٹی کے ماموں کا بیٹا اور بیٹی کی بہن کا بیٹا اور پوتے کا باپ عورت کو حلال ہے دو مثالونمین خلاف قیاس تعبیر واقع ہوئی اسواسطے کہ بیٹی کا چچا اور بیٹی کی عمہ کا بیٹا نسب سے بھی حرام نہین اور یہان انکا بیان ہے جو رضاعت سے حلال ہو نہ نسب سے اور بعضے نسخون مین تزوجھا بابی اخیھا کے مقام پر تزوجھا بابن اخیھا واقع ہے سو غلط ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وَکُلٌّ مِنْھَا یَجُوْزُ اَنْ یَتَعَلَّقَ الْجَارُّ وَالْمَجْرُوْرُ اَعْنِیْ مِنَ الرِّضَاعِ تَعَلُّقًا مَعْنَوِیًّا بِالْمُضَافِ کَاُمٍّ کَانَ تَکُوْنُ لَہٗ اُخْتٌ نَسَبِیَّۃٌ لَھَا

أُمٌّ رضاعيةٌ ولاخيه رضاعًا أُمٌّ نسبيةٌ له أمٌّ رضاعيةٌ او بهما كان يجتمع مع اخر على ثدي اجنبية أن يكون له اخ نسبي له أمٌّ رضاعيةٌ او بالمضاف اليه كالاخ

أُمٌّ اخرى رضاعيةٌ فهي مائةٌ وعشرون وهذا من خواصِّ كتابنا اھ ہر ایک صورت کو ان چالیس صورتون سے تجاوز ہے کہ جار اور مجرور یعنی من الرضاع باعتبار تعلق معنوی کے متعلق ہو مضاف سے

یعنی من الرضاع متقدم ہے بعد استثنا کی اس قرینہ سے کہ مستثنیٰ منہ میں گو تقدیر کلام یون ہے کہ تحرم من الرضاع ما یحرم من النسب الا ام اخته من الرضاع سو یہہ جار مجرور مضاف

سے متعلق ہو جیسے اُمِّ اختہ مین ام کا لفظ اسطرح کہ مثلا زید کی نسبی بہن کی رضاعی ما ہو یا من الرضاع متعلق ہو مضاف الیہ یعنی اخ کے لفظ سے اسطرح کہ اوسکے

بہائی نسبی کی رضاعی ما ہو اس مثال مین شارح سے خطا ہوگئی یون کہنا ٹھیک تہا لہ اخٌ رضاعيٌ له امٌّ نسبيةٌ یعنی رضاعی بہائی کی نسبی ما یا من الرضاع مضاف

اور مضاف الیہ دونو سے متعلق ہو اسطرح کہ ایک شخص دوسری کے ساتھہ اجنبی عورت کی چہاتی پر مجتمع ہو یعنی مثلا زید خالد کیساتھہ اجنبی عورت کا جسکا زینب نام ہے

دودہ پئے اور اوسکے رضاعی بہائی کی زینب کے سوا اور رضاعی ما ہو چنانچہ کلثوم سو کلثوم زید پر حلال ہے تو اس صورتمین بہائی بہی رضاعی ہے اور اوسکی ما بہی رضاعی

ہے یعنی خالد اور کلثوم تو یہہ ایکسو بیس صورتین ہوئین اسطرح پر کہ چالیس صورتمین سے ہر ایک صورتمین تین صورتین نکلین باعتبار تعلق جار اور مجرور کے اور چالیس کو

تین مین ضرب دیجیے تو ایک سو بیس ہوتی ہین شارح کہتا ہے کہ ایسا بیان ہماری کتاب کے خواص مین سے ہے یعنی ایک سو بیس صورتین مسائل رضاعیہ مین نکالنا فقط

در المختار کا خاصہ ہے دوسری کتاب فقہ مین اتنا بیان نہین سید احمد طحطاوی نے کہا کہ ابن وہبان نے شرح منظومہ مین مسائل استثناء رضاعت کے کچھ اوپر ستر پہنچائے

بحر الرائق مین کہا کہ یہہ ہماری کتاب کا خاصہ ہے پھر صاحب بحر الرائق نے مسائل مذکورہ کو اکاسی تک پہنچایا اور صاحب نہر الفائق نے اکیاسی تک پہنچایا اور کہا کہ یہہ میری کتاب کے خصائص سے ہے سو شارح

نے چاہا کہ ایک سو بیس تک پہنچاوے سو اوسکا ارادہ پورا نہوا اسواسطے کہ نہر الفائق مین نو صورتون پر بنا تہی شارح نے دسوین صورت زیادہ کی سو کرر ہوگئی چنانچہ

اسکا بیان سابق مین گذرا تو اس حساب سے ایک سو بیس سے بارہ صورتین نکل گئین تو وہی نہر الفائق والی ایک سو آٹھہ صورتین باقی رہ گئین اور شیخ عابد محشی در مختار نے

دو سو سولہ تک نوبت پہنچائی ہے اور کہا ہے کہ یہہ ہماری شرح کے خصائص سے ہے مترجم نے خوف طوالت کتاب سے اونکو ذکر نکیا واللہ اعلم القضاة تلک امثلة تنوالاحکام

کا مطلب اس مقام مین حل ہوگیا وتحل اختُ اخيه رضاعًا يصحُّ اتصاله بالمضاف كان يكون له اخٌ نسبيٌ له اختٌ رضاعيةٌ وبالمضاف اليه

كان يكون لاخيه رضاعًا اختٌ نسبًا وبهما وهو ظاهر اور حلال ہے اپنے بہائی کی بہن باعتبار رضاعت کے صحیح ہے اتصال رضاعت کا مضاف سے جسطرح کہ اسکی

نسبی بہائی کی رضاعی بہن ہو اور صحیح ہے کہ مضاف الیہ سے متصل ہو جسطرح کہ اوسکے رضاعی بہائی کی نسبی بہن ہو اور یہہ بہی صحیح ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ دونو سے

متصل ہو اور وہ ظاہر ہے یعنی رضاعی بہائی کی رضاعی بہن ہو لیکن رضاعی بہائی کی بیٹی حرام ہے مثل نسب کے کذا فی حاشیة الدر عن الخلاصة وكذا نسبًا

بان يكون لاخيه لابيه اختٌ لامه فهو متصل بهما لا باحدهما لعدم التكرار كما لا يخفى اور اسیطرح حلال ہے اپنے بہائی کی بہن باعتبار نسب کے

اسطرح کہ سوتیلی بہائی کی مادری بہن ہو یعنی زید اور خالد ایک باپ مین مشترک ہون اور ما دونو کی مختلف اور خالد اور کریمہ فقط ایک ما مین مشترک اور باپ مین مختلف

تو زید کو کریمہ حلال ہے تو لفظ نسب کا مضاف اور مضاف الیہ دونو سے متصل ہے نہ ایک سے بسبب لازم آنے تکرار کے چنانچہ یہہ چہپا نہین اسواسطے کہ اگر فقط مضاف

سے نسب متصل ہو تو مضاف الیہ رضاعی ہوگا اور اگر مضاف الیہ سے متصل ہو تو مضاف نسبی ہوگا اور یہہ دونو صورتین مسئلہ سابقہ مین داخل ہین ولا حل بين

رضيعي امرأةٍ لكونهما اخوين وان اختلف الزمن والاب اور حلت نہین ایک عورت کے دو شیر خوارون مین اسواسطے کہ وہ دونو بہائی ہین اگرچہ

مختلف ہو زمانہ شیر خوارگی کا اور مختلف ہو دونو کا باپ رضاعی ولا حل بين الرضيعة وولد مرضعتها اي التي ارضعتها وولد ولدها لانه ولدُ

الاخ اور حلت نہین درمیان عورت شیر خوار کے اور اوسکی دائی کے بیٹے کے اسواسطے کہ دونو بہن بہائی ہین اگرچہ دائی کے بیٹے نے اپنی ما کا مطلق دودہ نہ پیا ہو

اسیطرح حلت نہین شیر خوار عورت مین اور اوسکی دائی کے پوتے مین اسواسطے کہ دائی کا پوتا بہتیجا ہے اوسکا ولبنُ بكرٍ بنتِ تسعِ سنينَ فاكثر محرِّمٌ والا لا

جوہرہ اور دودہ کواری نو برس کی عمر والی کا اور زیادہ عمر والی کا حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہے اور اگر نو برس سے عمر کم ہے تو اوسکے دودہ سے حرمت نہین کذا

فی الجوہرہ کواری عورت سے مراد یہہ کہ جسکی وطی نہوئی ہو نہ نکاح سے نہ زنا سے وكذا يحرم لبنُ ميتةٍ ولو محلوبًا فيصير ناكحها محرمًا للميتة فييممها ويدفنها

اور اسیطرح حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہے مردہ عورت کا دودہ اگرچہ برتن مین دوہا ہو تو ناکح رضیعہ میت کا محرم ہوگیا میت کا تو میت کو بلا حائل تیمم کرا دے اور

ابسکو دفن کرے یعنی ایک صغیر نے مردہ عورت کا دودہ پیا پھر اوس صغیرہ سے ایک مرد نے نکاح کیا تو صغیرہ کا زوج محرم ہو امیت کا یعنی داماد ہوا سو اگر وہان عورتین نہون تو زوج صغیر کا میت کو غسل کے بدلے تیمم کرا دے اور کپڑا حائل کرنیکی حاجت نہین اور دفن بھی کر دے اسواسطے کہ عورت کا دفن کرنا محرم کو بہتر ہے اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہی کہ کیا وجہ ہی کہ میت کے دودہ پینے سے حرمت رضاعت کی ثابت ہوئی اور میت کے جماع سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہین اوسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا بخلاف وطیہا و فرق بوجود التغذی لا اللذۃ بخلاف وطی میت کے کہ اوس سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہین ہوتی اور وطی اور رضاعت مین فرق ثابت کیا ہی بسبب وجود غذا ہونیکے نہ حاصل ہونے لذت کے یعنی مقصود اصلی رضاعت سے غذا ہی سو میت کے دودہ سے بھی حاصل ہے اور مقصود وطی سے لذت کاملہ ہی سو میت کے جماع مین حاصل نہین اسواسطے دودہ سے حرمت ہوئی نہ جماع سے لیکن بیان فرق مین لذت کا ذکر کرنا خوب نہین اسواسطے کہ اگر فقط لذت ثبوت مصاہرت کی علت ہو تو انزال الشہوت اور وطی فی الدبر سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہو اور حالانکہ ایسا نہین تو شارح کو یون کہنا بہتر تہا کہ حرمت مصاہرت کا سبب طلب ولد ہی اور جماع میت مین یہہ امر حاصل نہین کذا فی حاشیۃ المدنی و مخلوط بماء او دواء او لبن اخری او لبن شاۃ اذا غلب لبن المرأۃ وکذا اذا استویا اجماعا لعدم الاولویۃ جوہرۃ اور اسیطرح حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہی جو دودہ کہ مخلوط ہو پانی سے یا دوا سے یا دوسری عورت کے دودہ سے یا بکری کے دودہ سے بشرطیکہ عورت کا دودہ پانی وغیرہ سے غالب ہو اور اسیطرح جب ان عورتونکا دودہ برابر مخلوط ہو تو دونو عورتون کی تحریم بالاتفاق ثابت ہوگی بسبب عدم ترجیح کے وعلّق محمد الحرمۃ بالمرأتین مطلقا قیل وہو الاصح اور معلق کیا ہی محمد نے حرمت کو دونو عورتون سے مطلقا یعنی دونو عورتون کے مخلوط دودہ سے دونو عورتونکی حرمت ہرطرح سے ثابت ہی خواہ دونو دودہ برابر ہون خواہ کم و بیش بعضون نے کہا ہی کہ یہی قول اصح ہی لا یحرم المخلوط بطعام مطلقا وان حساہ حسوا وکذا لو جبّنہ لان اسم الرضاع لا یقع علیہ اور حرمت ثابت نہین کرتا وہ دودہ جو مخلوط ہی کہانے کیساتھ اگرچہ اوس مخلوط دودہ کو گہونٹ گہونٹ پیا ہو اور اسیطرح اگر دودہ کو پنیر بنایا ہو تو بھی حرمت ثابت نہین اسواسطے کہ نام رضاعت کا اوسپر نہین واقع ہوتا یعنی پنیر کہانے کو دودہ پینا نہین بولتے کذا فی بحر الرائق ولا الاحتقان والاقطار فی اذن واحلیل وجائفۃ وآمۃ اور حرمت ثابت نہین کرتا دودہ سے حقنہ لینا اور کان مین اور سوراخ ذکر اور پیٹ کے زخم اور سر کے زخم مین دودہ کا ٹپکانا ولا لبن رجل و مشکل الا اذا قال النساء انہ لا یکون علی غزارتہ الا للمرأۃ والا لا جوہرۃ اور حرمت ثابت نہین کرتا مرد اور خنثی مشکل کا دودہ مگر جب کہ عورتین خنثی مشکل کے دودہ کو کہین کہ اس کثرت کا دودہ بجز عورت کے نہین ہوتا تو البتہ اوس سے حرمت ثابت ہوگی احتیاطا اور اگر عورتین اوسکے دودہ کو یون نہ کہین تو حرمت نہ ثابت ہوگی کذا فی الجوہرہ مرد کے اگر دودہ نکلے تو وہ حقیقت مین دودہ نہین اسواسطے کہ حقیقت مین دودہ اوسکا ہوتا ہی جس سے ولادت متصور ہو ولا لبن شاۃ وغیرہا لعدم الکرامۃ اور حرمت رضاعت کی ثابت نہین کرتا بکری کا دودہ اور اوسکی سوا اور حیوانات کا دودہ بسبب عدم بزرگی کے یعنی حرمت رضاعت کی بطریق کرامت اور فضیلت کے باشتباہ جزئیت کی ہے اور آدمی اور بہائم مین جزئیت نہین ولو ارضعت الکبیرۃ ولو مبانۃ ضرتہا الصغیرۃ وکذا لو اوجرہ رجل فی فیہا حرمتا ابدا ان دخل بالام او اللبن منہ والا جاز تزوج الصغیرۃ ثانیا اور اگر دودہ پلایا زوجہ کبیرہ نے اگرچہ مطلقہ بائنہ ہو اپنی صغیرہ سوت کو اور اسیطرح اگر اوسکے دودہ کو کسی مرد نے زوجہ صغیرہ کے حلق مین ڈالدیا ہو تو کبیرہ اور صغیرہ دونو اپنے زوج پر دائمی حرام ہوجاوینگی اسواسطے کہ ماں اور بیٹی رضاعی کا اجتماع ہوا بشرطیکہ وطی کی ہو زوج نے ماں کی یعنی زوجہ کبیرہ کی یا دودہ کبیرہ کا زوج سے ہو اور اگر زوجہ کبیرہ کی وطی نکی ہو اور دودہ زوج سے نہو تو جائز ہی زوج کا نکاح کرنا صغیرہ سے دوسری بار اسواسطے کہ پہلا نکاح بسبب جمع ہونے ماں اور بیٹی کے ٹوٹ گیا اور دوسرا نکاح صحیح ہوا کہ زوجہ کبیرہ مدخولہ نہتی تو صغیرہ ربیبہ ہوئی اور ربیبہ سے نکاح درست ہی جب اوسکی ماں مدخولہ نہو اور کبیرہ سے مطلقا نکاح جائز نہین سو اسطے کہ بیٹی کا فقط نکاح ماں کو حرام کردیتا ہی دخول ہوا ہو یا نہوا ہو اور اگر کبیرہ غیر مدخولہ نے بعد طلاق کے صغیرہ کو دودہ پلایا تو صغیرہ کا نکاح فسخ نہوگا اسواسطے کہ پلانیکے وقت کبیرہ سوت صغیرہ کی نرہی اسواسطے کہ غیر مدخولہ کی عدت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولا مہر للکبیرۃ ان لم توطأ لمجئ الفرقۃ منہا وللصغیرۃ نصفہ لعدم الدخول اور کچھ مہر نہین زوجہ کبیرہ کا بشرطیکہ مدخولہ نہو بسبب آنے جدائی کے اوسکی طرف سے اور زوجہ صغیرہ کو نصف مہر ملیگا بسبب عدم دخول کے اور اگر کبیرہ مدخولہ ہوگی تو کل مہر پاویگی لیکن عدت کا نفقہ اوسکو نملیگا ویرجع الزوج بہ علی الکبیرۃ وکذا علی الموجر ان تعمدا الفساد بان تکون عاقلۃ طائعۃ مستیقظۃ عالمۃ بالنکاح وبافساد الرضاع ولو تعمدا فرجوع او ہدایہ اور رجوع کریگا زوج مہر کو کبیرہ پر اور اسیطرح اوس مرد پر جس نے اوسکا دودہ صغیرہ کے حلق مین ڈالا یعنی نصف مہر جو صغیرہ کو دیا اوسکو کبیرہ سے پھیرلے بشرطیکہ کبیرہ نے دودہ

پلانے سے فساد نکاح کا قصد کیا ہو بایطرح پر کہ کبیرہ دودھ پلانیکے وقت عاقل ہوا اور اپنی خوشی سے دودھ پلایا ہو حالانکہ وہ صغیرہ سے نکاح کو اور رضاعت سے فساد نکاح کو جانتی ہو اور دفع
گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کا مقصود نہو تب اوسکو نصف مہر دینا ہوگا والا لا لان التسبب يشترط فيه التعدي اور اگر کبیرہ نے دودھ پلانے سے فساد نکاح کا قصد نکیا بایطرح
کہ وہ اوسوقت مجنونہ تھی یا سوتی تھی یا اوسپر کسی نے جبر کیا یا وہ نکاح صغیرہ کو اور فساد رضاعت کو نجانتی تھی یا اوسکو دفع گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کی مقصود تھی تو
ان صورتوں مین زوج نصف مہر کو کبیرہ سے نہ لیسکیگا اسواسطے کہ ضمان دینے مین تعدی اور زیادتی شرط ہے اور ان صورتون مین کبیرہ کی تعدی نہین والقول لها ان
لم يظهر منها تعمد الفساد مع اليمين اور قول کبیرہ کا قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اگر اوسکی طرف سے فساد کا قصد ظاہر ہو کذا فی معراج الدرایہ طلقت ذات لبن فاعتدت
وتزوجت بآخر فحملت وارضعت فحكمه من الاول لانه منه بيقين فلا يزول بالشك ويكون ربيبا للثاني حتى تلد فيكون اللبن من الثاني
طلاق دیا زوج نے دودھ والی زوجہ کو پھر وہ عدت مین رہی اور بعد عدت کے اوسنے دوسرے زوج سے نکاح کیا سو اوسکو حمل رہ گیا اور اوسنے کسی صغیرہ کو دودھ پلایا
تو حکم اس دودھ کا زوج اول کیطرف ہوگا اسواسطے کہ یہہ دودھ زوج اول کا ہے بالیقین تو یہہ یقین زائل نہوگا شک سے تو صغیر زوج اول کا بیٹا ہوگا اور زوج ثانی
کا ربیب ہوگا تو زوج ثانی کے بیٹی کا نکاح اس صغیر سے جائز ہوگا زوج اول کا حکم ثابت رہیگا یہانتک کہ وہ عورت جنے پھر جب جنیگی تو اب زوج ثانی سے دودھ ثابت ہوگا
والوطء بالشبهة كالحلال قيل وكذا الزنا والاوجه لا فتح اور شبہہ کی وطی حلال وطی کی برابر ہے حرمت کی رضاعت کے ثبوت مین اور بعضون نے کہا اور
اسیطرح زنا سے بھی حرمت ثابت ہوتی ہے اور قول معقول یہہ ہے کہ زنا کے دودھ سے حرمت نہین کذا فی فتح القدیر مثلا ایک عورت کی وطی ہوئی شبہہ سے سو وہ حاملہ
ہوئی اور جنی اور پھر اوسنے نکاح کیا بعد اسکے دودھ پلایا صغیر کو تو یہہ صغیر بیٹا اوس مرد کا ہوگا جسنے شبہہ سے وطی کی تہ اوسکے زوج کا اور اسیطرح زنا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
قال لزوجته هذه بنتي رضاعا ثم رجع عن قوله صدق لان الرضاع مما يخفى فلا يمنع التناقض فيه ایکمرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہہ میری
رضاعی بہن ہے یا بیٹی ہے پھر اس قول سے پلٹا یعنی منکر ہوا کہ مین نے غلطی سے کہا تہا تو اوسکو صادق جانینگے اور زوجہ کی تفریق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ شیرخوارگی اس
قسم کی چیز ہے کہ مخفی رہ سکتی ہے تو اوسمین تناقض قول کا ممنوع نہین ولو ثبت عليه بان قال بعده هو حق كما قلت ونحوه هكذا فسر الثبات في
الهداية وغيرها فرق بينهما اور اگر ثابت رہا زوج اول اقرار پر بایطرح پر کہ اوسکے بعد بھی کہے گیا کہ قول اول حق ہے جیسا کہ مین نے کہا اور مانند اس کلام کے ایسی ہی
تفسیر ثبات کی ہدایہ وغیرہ مین ہے تو اس صورت ثبات تفریق کروائی جائیگی زوج اور زوجہ مین خانیہ مین ہے کہ قاضی تفریق کردیگا کذا فی حاشیۃ المدنی وان اقرت المرأة
بذلك ثم اكذبت نفسها وقالت اخطات وتزوجها جاز كما لو تزوجها قبل ان تكذب نفسها وان اصرت عليه لان الحرمة ليست اليها
قالوا وبه يفتى في جميع الوجوه بزازيه اور اگر اقرار کیا عورت نے اسکا یعنی یون کہا کہ مرد میرا رضاعی باپ ہے یا بہائی اور مرد اوسکا منکر ہے پھر عورت نے
آپکو جھٹلایا اور کہا کہ مین نے خطا کی تھی دعوی رضاعت مین اور اس مرد نے اوس عورت سے نکاح کیا تو درست ہے چنانچہ مرد کو جائز ہے کہ عورت سے نکاح کرے قبل اسکے
کہ عورت اپنی خطا کی قائل ہو اگر یہہ عورت دعوی رضاعت پر مصر رہی تو بھی نکاح درست ہے اسواسطے کہ شرع مین حرمت کا اختیار عورت کو نہین دیا علما نے کہا کہ اسی پر
فتوی ہے جمیع اقسام مین کذا فی البزازیہ یعنی مرد کو نکاح کرنا اور اوسکے پاس رہنا حلال ہے خواہ عورت نے مرد کو باپ رضاعی کہا ہو خواہ بہائی یا یون کہا ہو کہ مین نے
اوس سے خلع کیا ہے یا اوسنے مجھکو طلاق بائن دی ہے سو اوسکو میرے پاس رہنا نچاہیے اور مرد کو باوجود ایسے اقرارون کے نکاح اسواسطے جائز ہوا کہ عورت کا مستعد ہونا نکاح
پر دلیل ہے کہ وہ دعوی رضاعت مین جھوٹی ہے یہہ فتوی ہے لیکن ایسے مقام مین تقوی یہہ ہے کہ نکاح نکرے اسواسطے کہ حدیث مین ثابت ہے کہ جو شبہات سے بچا اوسکا
دین سلامت رہا کذا فی حاشیۃ المدنی ومفاده انها لو اقرت بثلاث من رجل حل لها تزوجه اور مفاد تعلیل سابق کا یہہ ہے کہ اگر عورت اقرار کرے
تین طلاق کا ایک مرد سے تو حلال ہے اوس عورت کو اوس مرد سے کہ نکاح کرلے اسواسطے کہ طلاق عورت کے حق مین مخفی رہسکتی ہے تو اوسکو رجوع کرنا اس اقرار سے درست ہے کذا
فی النہر عن الصغری لیکن یہہ حکم ظاہر کا ہے اور اگر عورت کو تین طلاق کا یقین ہو تو باعتبار دیانت کے عورت کو نکاح اوس مرد کا حلال نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا
عن الحلبی اقرا بذلك جميعا ثم اكذبا انفسهما وقالا اخطانا ثم تزوجها جاز یا اقرار کیا اس رضاعت کا عورت مرد دونوں نے پھر دونوں نے آپکو جھٹلایا
اور کہا کہ ہمنے خطا کی اقرار رضاعت مین پھر مرد نے اوس عورت سے نکاح کیا تو جائز ہے اور اگر قیام نکاح کی حالت مین یون کہا تو دونوں مین تفریق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ

اللمحطاوی وکذا الاقرار بالنسب لیس بلازم مطلقا الا ما ثبت علیہ فلو قال ہذہ اختی او امی ولیس نسبہا معروفا ثم قال وہمت صدق وان ثبت علیہ
فرق بینہما اور اسیطرح اقرار نسب کا مرد کو لازم نہیں مگر جس اقرار پر کہ ثابت اور قائم رہے سو اگر ایکمرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہہ میری بہن ہے یا ماں ہے اور عورت کا نسب مشہور نہین
پہر اوس مرد نے کہا کہ مین نے اقرار نسب مین خطا کی تو اوسکی تصدیق کیجاویگی یعنی نکاح قائم رہیگا اسواسطے کہ غلط اور اشتباہ نسب مین رضاعت سے زیادہ متصور ہے اور اگر مرد ثابت
رہا اقرار نسب پر تو دونون مین تفریق کرا دیجاویگی لیکن اگر عورت کا نسب مشہور ہوگا تو مرد کے اقرار کرنے اور ثابت رہنے سے تفریق نہ واقع ہوگی اور اسیطرح اگر عورت کا بیٹی
ہونا یا ماں ہونا اوس مرد کی عمر کے لائق نہوگا تو بھی تفریق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ اللمحطاوی والدر فی والرضاع حجتہ حجۃ المال وھی شہادۃ عدلین او عدل و
عدلتین لکن لا یقع الفرقۃ الا بتفریق القاضی لتضمنہا حق العبد اور رضاعت کی حجت کا ثبوت وہی ہے جو حجت ثبوت مال کی ہے اور ثبوت مال کی حجت گواہی دو
عادل مرد کی یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتون کی لیکن اگر دو عادل مرد گواہی رضاعت کی دینگے تو زوجین مین فرقت نہ واقع ہوگی بدون قاضی کی تفریق کے اسواسطے
کہ شہادت متضمن ہے حق العبد کو یعنی اگر نکاح قائم ہے تو ابطال حق عبد ہوتا ہے اور اگر نکاح نہیں تو ابطال حلت نکاح ہوتا ہے تو فقط گواہی سے ثبوت رضاعت کا نہوگا بدون
حکم قاضی کے وھل یتوقف ثبوتہ علی دعوی المرأۃ الظاہر لا لتضمنہا حرمۃ الفرج وھو من حقوقہ تعالی اور کیا موقوف ہے ثبوت رضاع کا عورت کے
دعوی پر ظاہر یہہ ہے کہ عورت کے دعوی پر ثبوت اوسکا موقوف نہیں بسبب متضمن ہونے رضاعت کے شرمگاہ کی حرمت کو اور وہ حق تعالی کے حقوق سے ہے اور ثبوت حق اللہ دعوی پر
موقوف نہیں کما فی الشہادۃ بطلاقہا ثبوت رضاع دعوی پر موقوف نہیں جیسے کہ عورت کی طلاق کی گواہی مین دعوی مدعی کا ضرور نہیں اسواسطے کہ حق اللہ دعوی پر
موقوف نہیں ولو شہد عندہا عدلان علی الرضاع بینہما او طلاقہا ثلثا وھو یجحد ثم ماتا او غابا قبل الشہادۃ عند القاضی لا یسعہا المقام
معہ ولا قتلہ بہ یفتی ولا التزوج باخر وقیل لہا التزوج دیانۃ شرح وھبانیہ اور اگر گواہی دی نزدیک عورت کے دو عادل گواہون نے دونون کی
رضاعت پر یعنی یون گواہی دی کہ وہ عورت اور اوسکا زوج مثلا رضاعی بہائی بہن ہین یا گواہی دی دو عادلون نے عورت کی تین طلاق پر اور زوج اوسکا انکار کرتا ہے
پہر وہ دونون شاہد مر گئے یا وہان سے غائب ہوگئے قاضی کے پاس گواہی دینے سے پہلے تو نہین جائز ہے عورت کو مرد کے ساتھ قیام کرنا اسواسطے کہ حرمت رضاعت کی ثابت ہوگئی فقط حکم
قاضی کا باقی رہگیا اور نہ عورت کو جائز ہے زوج کا قتل کرنا اور اسی پر فتوی ہے یہہ بھی قول ہے بعضون نے کہا کہ اگر عورت کو قدرت نہو زوج کے روکنے کی تو اوسکو زہر سے مار ڈالے تا حرام سے
بچے لیکن اس روایت پر فتوی نہین اسواسطے کہ حکم قاضی کا رضاعت کی گواہی سے منفصل نہین ہوا کہ ثبوت کمال ہوتا اور یہہ بہی عورت کو جائز نہین کہ تین طلاق کی گواہی سنکر
دوسرے شوہر سے نکاح کر لے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا باعتبار دیانت کے جائز ہے کذا فی شرح الوہبانیہ شیخ عابد محشی مدنی نے شرح وہبانیہ کی عبارت
نقل کی اس صورت مین کہ اگر دو گواہ زوج اور زوجہ کی رضاعت کی گواہی دین تو عورت کو مرد کے پاس سے بہاگ جانا حلال ہے اور دوسرے زوج سے نکاح کر لینا دیانۃ درست ہے اور بعضون
نے کہا کہ عورت کو یہہ جائز نہین تو تضعیف شارح کی مخالف ہے اصل کے

فروع

مسائل لکھہ شارح کے قضی القاضی بالتفریق برضاع بشہادۃ امرأۃ لم ینفذ
حکم کیا قاضی نے تفریق زوجین کا رضاعت کے سبب گواہی دینے ایک عورت کے تو یہہ حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ شہادت کامل نہین مص رجل ثدی زوجتہ لم تحرم چوسی
ایکمرد نے اپنی زوجہ کی چہاتی تو نہ یہہ حرام ہوگی اسواسطے کہ جوان کی رضاعت سے حرمت ثابت نہین ہوتی تزوج صغیرتین فارضعتہما امرأۃ ولبنہما من
رجل لم تضمنا وان تعمدتا الفساد لعروضہ بالاختیۃ نکاح کیا دو صغیرہ سے پہر دودہ پلایا ہر ایک صغیرہ کو عورت نے یعنی ایک عورت نے ایک صغیرہ کو پلایا اور دوسری
عورت نے دوسری صغیرہ کو پلایا اور وہ دودہ دونو عورتون کا ایکمرد سے ہے یعنی دونو کا زوج ایک ہی تو دونو عورتین نصف نصف مہر کی ضامن نہون گی اگرچہ دونو نے عمدا فساد کیا ہو
اسواسطے کہ فساد نکاح کا بسبب بہن ہوجانے دونو صغیرہ کے ہوگیا یعنی جب دونو عورتون کا دودہ ایک مرد کے نطفہ سے ہو تو وہ مرد رضاعی باپ ہوا دونو صغیرہ کا اور دونو صغیرہ
آپسمین ایک دوسری کی بہن ہوگئین نکاح ٹوٹ گیا بسبب جمع بین الاختین کے اور زوج کو نصف نصف مہر دونو کو دینا پڑا لیکن زوج اس مہر کو دودہ پلانے والیون سے نہین
لے سکتا اسواسطے کہ ہر واحد کے فعل سے حرمت نہین ہوئی تہی اون پر ضمان آوے بلکہ حرمت تو بسبب بہن ہوجانے دونو کے عارض ہوگئی قبل الابن زوجۃ ابیہ وقال تعمدت الفساد
غرم المہر ولو وطیہا وقال ذلک لا للزوم الحد فلم یلزم المہر بوسہ لیا بیٹے نے باپ کی زوجہ کا اور کہا کہ مین نے عمدا فساد نکاح باپ کا کیا تو بیٹا مہر کا ضامن ہوگا
بسبب تعدی کے اور اگر بیٹے نے باپ کی زوجہ کی وطی کی اور یہی کہا یعنی فساد نکاح کیواسطے عمدا مین نے وطی کی تو مہر کا ضامن نہوگا اسواسطے کہ بیٹے پر حد زنا کی لازم آئی تو

مرتبہ لازم ہوگا اسواسطے کہ صدا ور مہر دینا جمع نہین ہوتا واللہ اعلم **کتاب الطلاق** ھو لغۃ رفع القید لکن جعلوہ فی المرأۃ طلاقا و فی
غیرھا اطلاقا فلذا کان انتِ مُطلَقۃ باسکون کنایۃ یہہ کتاب ہے جسمین مسائل طلاق کے مذکور ہین طلاق لغت عرب مین معنی رفع قید ہی یعنی بند کہولنا لیکن فقہا نے
عورت کی رفع قید نکاح مین طلاق بولنا قرار دیا ہی اور عورت کے سوا اور چیز کی رفع قید مین اطلاق مستعمل ہے تو اسیواسطے انت مطلقۃ بسکون طا کنایہ ہی طلاق سے صریح نہیں اسواسطے کہ
مطلقہ اطلاق سے مشتق ہے اور اطلاق بمعنی طلاق کے مستعمل نہین وشرعًا رفع قید النکاح فی الحال بالبائن او المآل بالرجعی بلفظ مخصوص ھو ما اشتمل علے
الطلاق فخرج الفسوخ کخیار عتق وبلوغ وردۃ فانہ فسخ لا طلاق اور طلاق شرع مین رفع قید نکاح کو کہتے ہین خواہ رفع قید فی الحال ہو جیسے کہ طلاق بائن سے
یا آخر کار رفع قید ہو جیسے کہ طلاق رجعی سے بعد گذرنے عدت کے اسواسطے کہ زوج کو عدت کے اندر رجعت کا اختیار ہی اور اگر زوج عدت میں مرجاے تو زوجہ مطلقہ اوسکی وارث ہوگی رفع
قید نکاح ہو بواسطے لفظ مخصوص کے لفظ مخصوص سے مراد وہ ہو جو شامل ہی طلاق پر طلاق صریح ہو یا کنایہ رجعی ہو یا بائن تو لفظ مخصوص کی قید سے فسوخ نکاح نکل گئے جیسے خیار عتق
لونڈیکا اور خیار بلوغ صغیر اور صغیرہ کا اور فسخ بسبب ارتداد کے تو تفریق ان صورتون مین فسخ ہی نہ طلاق چنانچہ شارح نے باب الولی مین اقسام فسخ اور طلاق کے حصر
اشعار مفصل بیان کیے ہین اور مراد قید نکاح سے وہ احکام ہین جو نکاح صحیح مین ثابت ہین چنانچہ حلت وطی اور حلت نظر اور ملک تمتع اور ملک حبس وغیر ذلک وبھذا علم ان
عبارۃ الکنز والملتقی منقوضۃ طردًا وعکسًا بحر اور اس لفظ مخصوص کی قید سے معلوم ہوگیا کہ متن عبارت کنز اور ملتقی الابحر کی تعریف طلاق مین منقوض ہے
باعتبار جمع اور منع کے کذا فی البحر الرائق کنز او ملتقی مین یہہ عبارت ہی کہ اَلطلاقُ رَفعُ القید الثابت شرعًا بالنکاح یعنی طلاق عبارت ہی رفع قید نکاح سے جو شرعًا ثابت ہے
تو یہہ تعریف افراد محدود کو یعنی طلاق کو جامع نہین کیونکہ رجعی کو شامل نہین اسواسطے کہ اوسمین رفع قید بالفعل نہین بلکہ بعد عدت کے ہی اور غیر محدود کی مانع نہین اسواسطے کہ
تفریق ارتدادی اور خیار بلوغ اور خیار عتق وغیرہ پر بھی یہہ تعریف صادق آتی ہے اور حالانکہ یہہ جدائیان فسخ ہین طلاق نہین سو اسواسطے مصنف نے لفظ مآل کا زیادہ کیا
تاکہ طلاق رجعی داخل ہے اور لفظ مخصوص کو بھی زیادہ کیا تاکہ یہہ فسوخ حد طلاق سے نکل جاوین وایقاعہ مباح عند العامۃ لاطلاق الآیات اکمل اور طلاق
دینا مباح ہی نزدیک جمہور فقہا کے بسبب مطلق ہونے آیات طلاق کے کما ذکرہ اکمل یعنی آیات قرآنی مین طلاق کی اجازت ہی بلا قید تو یہہ دلیل ہے اباحت کی نہ کراہت
کی لیکن ابغض المباحات ہی چنانچہ ابو داود وحاکم نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابغض الحلال الی اللہ الطلاق اسواسطے کہ
وصال زوجین کا قاطع ہی اور قلت تناسل کا باعث ہی یعنی فی نفسہ طلاق ہر چند بوجوہ سے مبغوض ہے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا طلاق دینا بھی ثابت ہی اگر مکروہ ہوتا تو حضرت
سے نہ واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی وقیل قائلہ الکمال الاصح حظرہ ای منعہ الا لحاجۃ کریبۃ وکبر والمذھب الاول کما فی البحر اور بعضون نے کہا یعنی کمال الدین
بن الہمام نے کہ قول اصح یہہ ہی کہ طلاق ممنوع ہی مگر وقت حاجت کے ممنوع نہین حاجت جیسے اشتباہ حرام کاری زوجہ کا یا بڑہاپا عورت کا اور قوی مذہب پہلا ہی یعنی اباحت
قوی ہی بسبب اطلاق آیات کے اور فعل نبوی کے کذا فی البحر الرائق لیکن یہان سوال وارد ہوتا ہی کہ فقہا نے طلاق کو مباح قرار دیا ہی اور بعضے مسائل کی تعلیل مین کہا ہی کہ
طلاق اصل مین منع ہی حاجت کیواسطے جائز ہی تو اباحت اور منع مین صریح تناقض ہے اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا وقولھم الاصل فیہ الحظر معناہ ان الشارع
ترک ھذا الاصل فاباحہ بل یستحب لو مؤذیۃ او تارکۃ صلوۃ غایۃ اور فقہا کا یہہ قول کہ اصل طلاق مین منع ہی اسکی یہہ مراد ہی کہ شارع نے اس اصل کو چھوڑ دیا
سو اوسکو مباح کردیا تو حقیقت مین اباحت اور منع کے دو قولون مین تناقض باقی نرہا جب شرع مین اصل متروک ہوئی تو اباحت بلا تردد ثابت ہوگئی بلکہ طلاق مستحب ہے
اگر زوجہ قول اور فعل سے ایذا رسانی کرے یا تارک الصلوۃ ہو کذا فی الغایۃ ومفادہ ان لا اثم بمعاشرۃ من لا تصلی اور مفاد تعلیل استحباب کا یہہ ہی کہ گناہ
نہین بے نماز عورت کے ساتھہ رکہنے مین اسواسطے کہ اگر گناہ ہوتا تو طلاق واجب ہوتی نہ مستحب ویجب لو فات الامساک بالمعروف اور طلاق واجب ہی اگر فوت ہو
دستور کے موافق رکہنا چنانچہ اگر زوج خصی ہو یا عنین ہو یا مقطوع الذکر ہو یا شکاف ہو یعنی عورت کا اتہہ کانی سے منزل ہوجائے بیرون وطی کے واسطے استادگی نہو تو ان
صورتون مین طلاق واجب ہی اسواسطے کہ اسمین عورت کی حق تلفی ہے ویحرم لو بدعیا او طلاق حرام ہی اگر بدعی ہو بدعت کی طلاق یہہ کہ حیض مین طلاق دے یا طہر
مین وطی کے بعد طلاق دے یا تین طلاق ایک لفظ سے دین یا تین طلاق ایک آن مین دین چنانچہ نسائی مین حدیث مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر معلوم ہوئی
کہ ایک مرد نے تین طلاق یکبارگی دی تو غضب مین کہڑے ہوگئے اور فرمایا کہ کتاب اللہ سے کہیل ہوتا ہے میرے ہوتے یعنی یکبارگی قرآن مجید مین اجازت نہین اور ابن عمر کی حدیث

مین ثابت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ اگر تین طلاق دی تو کیسا فرمایا کہ تو نے نافرمانی کی اپنے رب کی اور تیری عورت تجھسے جدا ہو گئی کذا فی حاشیۃ السندی
ومن محاسنہ التخلص بہ من المکارہ اور طلاق کی خوبیون سے یہہ ہو کہ بسبب طلاق کے مکروہات سے نجات ہوتی ہو یعنی مرد طلاق سے عورت کی بدخلقی سے بچتا ہو اور اگر مقدور نہو
تو نان نفقہ کی فکر سے نجات پاتا ہو اور اگر دو عورتین ہین تو ایک کی طلاق سے فرضیت باری کی کشاکش سے خلاصی ہوتی ہے اور ایک دو طلاق پر جدائی نہ مقرر ہوئی تا اگر طلاق سے
ندامت ہو تو تدارک کر سکے اور تین عدد اسواسطے متعین ہوئی کہ اقل جمع ہو وبہ یعلم ان طلاق الدور نحو ان طلقتک فانت طالق قبلہ ثلثا واقع اجماعا
کما ذکرہ المصنف مغیرا لجواہر الفتاوی حتی لو حکم بصحۃ الدور حاکم لا ینفذ اصلا اور اسی سے یعنی خلاصی مکروہات سے معلوم ہوا کہ طلاق دور کی بالاجماع
واقع ہوتی ہے چنانچہ اوسکو مصنف نے تحریر کیا ہو جواہر الفتاوی کیطرف نسبت کرکے یہانتک کہ اگر کوئی صحت دور کا حکم کرے یعنی بسبب طلاق دور کے عدم طلاق کا حکم دے تو
اسکا حکم ہرگز نہ جاری ہوگا اسواسطے کہ مخالف ہو اجماع کے طلاق دور یہہ ہو جیسے کوئی اپنی عورت سے کہے کہ مین تجھکو طلاق دون تو طلاق دینے سے پہلے تجھپر تین طلاق ہین اسکو
طلاق دور اسواسطے کہا کہ اسمین امر دائر ہو درمیان دو منافی کے اسواسطے کہ لازم آتا ہو کہ جب طلاق دی تو تین طلاق اوس سے پہلے واقع ہو جاوین اور جب تین طلاق پہلے
ہو گئین تو لازم آتا ہو کہ یہہ طلاق نہ واقع ہو اور اس مقام مین دور سے وہ مراد نہین جو علم کلام مین مصطلح ہو خلاصہ یہہ کہ طلاق دور واقع ہوتی ہو بسبب لغو ہونے قبلیت
کے اسواسطے کہ خلاصی مکروہات محاسن طلاق سے ہو سو اگر طلاق نہ واقع ہو تو یہہ حکمت فوت ہوگی پھر جب قبلیت لغو ہوئی تو گویا اوس نے یون کہا کہ ان طلقتک فانت
طالق ثلثا یعنی اگر تجھکو طلاق دون تو تجھپر تین طلاق ہین پھر جب وہ طلاق دیگا تو ایک طلاق پڑیگی پھر اوسکے بعد تین طلاق پڑینگی تین مین سے ایک لغو ہوگی
کہ اوسکی گنجایش نہین تو تین طلاق پڑجاوینگی ایک پہلی اور دو پچھلی ابن شریح شافعی قائل ہو کہ طلاق دور واقع نہین ہوتی بعض صالحین نے خواب مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے پوچھا کہ طلاق دور واقع ہوتی ہے یا نہین فرمایا کہ جو طلاق دور کے عدم وقوع کا قائل ہوا اوس نے میری امت کو گمراہ کیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والسندی
واقسامہ ثلثۃ حسن واحسن وبدعی یأثم بہ اور اقسام طلاق کے تین ہین ایک حسن یعنی خوب دوسرا احسن یعنی خوبتر تیسرا بدعی یعنی بدعت والا جسکی فعل سے آدمی
گنہگار ہوتا ہو بدعت سے مراد یہان بدعت محرمہ ہو والفاظہ صریح وملحق بہ وکنایۃ اور الفاظ طلاق کے بھی تین ہین ایک صریح دوسرا ملحق تیسرا کنایہ طلاق صریح وہ
جو طلاق کے سوا اور معنو مین مستعمل نہو اور نیت کا محتاج نہو جیسے لفظ طلاق اور طالق اور تطلیق اور مطلقہ کہ ان الفاظ سے طلاق پڑجاتی ہو نیت طلاق کی کرے یا نکرے لیکن وقوع
طلاق مین عورت کا خطاب شرط ہو تو اگر عورت نے مرد سے طلاق چاہی ہو اور اوسنے کہا کہ طالق طالق طالق یا یون کہا کہ طلاق طلاق طلاق تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ
خطاب عورت کی طرف نہین چنانچہ حموی نے شرح کنز مین اسکی تصریح کردی ہو پھر طلاق صریح کا ہو رجعی ہوتی ہو جیسے ایکبار یا دوبار طلاق دینا اور کا ہو بائن ہوتی ہو جیسے تین بار
طلاق دینا اور ملحق بصریح جیسے لفظ حرام اور تحریم کا کہ اسمین بھی نیت کی حاجت نہین اور کنایہ وہ جو طلاق اور غیر طلاق دونو کا محتمل ہو اوسمین بدون نیت کے طلاق
نہین پڑتی کذا فی حاشیۃ الرئ ومحلہ المنکوحۃ اور محل طلاق کا منکوحہ ہو یعنی جسپر طلاق واقع ہوتی ہو سو منکوحہ عورت ہو تو لونڈی محل طلاق کا نہین مولی اسکے حق
مین واھلہ زوج عاقل بالغ مستیقظ اور اہل طلاق کا زوج ہو جو عاقل اور بالغ اور جاگتا ہو تو مولی اور اجنبی زوج کی قید سے نکل گیا اور مجنون اور صبی
اور سوتا آدمی بھی نکل گیا یعنی انکی طلاق نہین واقع ہوتی ورکنہ لفظ مخصوص خال عن الاستثناء اور رکن طلاق کا لفظ مخصوص ہے جو خالی ہو استثنا سے
تو لفظ مخصوص سے فسوخ نکل گئے اور معلوم ہوا کہ اگر انشاء اللہ کی قید طلاق مین متصل کرے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ مخصوص استثنا سے خالی نہین
طلقۃ رجعیۃ فقط فی طہر لا وطی فیہ وترکہا حتی تمضی عدتہا احسن بالنسبۃ الی البعض الاخر فقط ایکبار طلاق رجعی دینا اوس طہر مین جسمین وطی
نہین ہوئی اور چھوڑنا اوسکا یعنی دوسری نہ دینا یہانتک کہ اوسکی عدت گذر جاوے یہہ طلاق احسن ہو بنسبت اور دوسری طلاق کے یعنی حسن اور بدعی سے احسن ہے
نہ یہہ کہ فی نفسہ احسن ہو تو اس تقریر سے وہ اعتراض دفع ہوا جو بعضون نے کیا کہ طلاق احسن یا حسن کہنا کیونکر درست ہوگا حالانکہ وہ ابغض الحلال ہے وطلقۃ
لغیر موطوءۃ ولو فی حیض ولموطوءۃ تفریق الثلث فی ثلثۃ اطہار لا وطی فیہا ولا فی حیض قبلہا ولا طلاق فیہ فیمن تحیض وثلثۃ اشہر
فی حق غیرہا حسن وسنی فعلم ان الاول سنی بالاولی اور ایک طلاق دینا غیر مدخولہ کو اگرچہ طلاق حیض مین واقع ہوا اور منکوحہ مدخولہ کو جدا جدا تین طلاق
دینا تین طہر مین جنمین وطی نہوئی ہو اور نہ اوس حیض مین وطی ہوئی ہو جو تین طہر سے پہلے تھا اور نہ اوسمین طلاق ہوئی ہو یہہ حیض ہونیوالی عورت کے حق مین ہے اور تفریق تین

طلاق کی تین مہینے مین اوس عورت کے حق مین جسکو حیض نہین آتا یعنی بڑی عمر والی یا صغیرہ اور حاملہ تو ان تین طہرون سے طلاق دینا طلاق حسن ہے اور سنی ہے
یعنی مسنون ہو سو جب کہ طلاق حسن مسنون ہوئی تو طلاق احسن بطریق اولی مسنون ہوگی کہ اوسمین فقط ایک ہی طلاق ہو خالی طہر مین عدت تک اور مسنون کے یہہ معنی
کہ لائق عتاب کے نہین اور یہہ مراد نہین کہ اوسمین کچھہ ثواب ہو اسواسطے کہ طلاق فی نفسہ عبادت نہین کہ ثواب کی توقع ہو وحلّ طلاقہن ای الآیسۃ والصغیرۃ
والحامل عقب وطی لان الکراہۃ فیمن تحیض لتوہم الحبل وہو مفقود ہہنا اور حلال ہے طلاق دینا اونکا یعنی آیسہ اور صغیرہ اور حاملہ کا بعد وطی کے بھی اسواسطے
کہ کراہت طلاق کی حیض والی عورتون مین بسبب احتمال حمل کے ہے اور احتمال حمل کا یہان یعنی ان عورتون مین مفقود ہے آیسہ وہ عورت ہے جسکا حیض بسبب زیادتی عمر کے
بند ہوگیا ہو سو پچپن برس والی عورت آیسہ ہے قول اظہر مین اور جسکی عمر نو برس سے کم ہو وہ صغیرہ ہے بنا بر قول مختار کے والبدعی ثلث متفرقۃ او ثنتان بمرۃ او مرتین
فی طہر واحد لا رجعۃ فیہ او واحدۃ فی طہر وطئت فیہ او واحدۃ فی حیض موطوءۃ اور طلاق بدعی یہہ کہ تین طلاق دینا جدا جدا یا دو طلاق یکبارگی یعنی
ایک لفظ سے یا طلاق دو لفظ سے ایک طہر مین جسمین رجعت نہین یا ایک طلاق دینا اوس طہر مین جسمین وطی ہو چکی ہے یا ایک طلاق دینا مدخولہ کے حیض مین یہہ سب
صورتین طلاق بدعی کی ہین سو جب تین طلاق متفرق بدعی ہوئین تو یکبارگی تین طلاق دینا بطریق اولی بدعی ہوگا اور اگر طہر مین طلاق بدعی دیکر رجعت کریگا تو طلاق
بدعی باقی نرہیگی ظاہریہ اور شیعہ کے نزدیک تین طلاق یکبارگی دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے نہ تین اور ہمارے نزدیک تینون واقع ہوجاتی ہین اگرچہ تین
طلاق دینا یکبارگی گناہ ہے ہماری دلیل حدیث عجلانی کی ہے جو صحیح بخاری اور مسلم مین مروی ہے اوسمین یہہ مضمون ہے کہ عجلانی نے تین طلاق بدون اجازت
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دی اور حضرت نے اوسپر انکار نفرمایا تو اس حدیث سے دونون امر ثابت ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی لو قال البدعی ما خالفہما کان اوجز
وافید شارح کہتا ہے کہ اگر مصنف صاحب متن بدعی کی تعریف مین یون کہتا کہ طلاق بدعی وہ ہے جو مخالف ہو طلاق احسن اور حسن کے تو کلام مختصر ہوتا اور زیادہ مفید
ہوتا اسواسطے کہ طلاق بدعی آٹھہ قسم ہے اول قسم تین طلاق متفرق ایک طہر مین دینا دوسری قسم تین طلاق ایک لفظ سے ایک طہر مین دینا تیسری دو طلاق ایک لفظ سے
دینا چوتھی دو طلاق دو لفظ سے اوس طہر مین دینا جسمین رجعت نہین پانچوین حیض مین طلاق دینا چھٹے اوس طہر مین طلاق دینا جسمین وطی ہو چکی ساتوین اوس طہر
مین طلاق دینا جسمین وطی نہین ہوئی لیکن طہر کے قبل حیض مین وطی ہو چکی آٹھوین نفاس مین طلاق دینا سو ساتوین اور آٹھوین قسم مصنف کی تعریف مین داخل
نہین اگر یون کہتا کہ بدعی مخالف ہے احسن اور حسن کے تو یہہ دو قسمین بھی داخل ہوجاتین کذا فی حاشیۃ المدنی وتجب رجعتہا علی الاصح فیہ ای فی الحیض
دفعا للمعصیۃ فاذا طہرت طلقہا ان شاء او امسکہا قید بالطلاق لان التخییر والاختیار والخلع فی الحیض لا یکرہ مجتبی اور واجب ہے
رجعت کرنا زوجہ کیطرف بنا بر قول اصح کے حیض مین یعنی حیض مین اگر طلاق دی ہو تو رجعت کرلے واسطے گناہ دور ہونیکے پہر جب عورت طاہر ہو حیض سے تو چاہے
اوسکو طہر مین طلاق دے یا چاہے اوسکو رکہے شارح کہتا ہے کہ مصنف نے قید طلاق کی اسواسطے لگائی کہ تخییر اور خلع اور اختیار حیض مین مکروہ نہین کذا فی المجتبے
تخییر یہہ کہ زوج اپنی زوجہ کو نکاح باقی رکہنے اور طلاق مین مختار کرے اور اختیار یہہ کہ نابالغ کا باپ دادا کے سوا کسی اور ولی نے نکاح کیا پہر جب وہ بالغ ہوا تو اوسکو
اپنی ذات کا اختیار ہے چاہے نکاح کو باطل کردے اگرچہ اوسوقت زوجہ حیض مین ہو خلاصہ یہہ کہ طلاق دینا حیض مین مکروہ ہے اور تخییر زوج اور اختیار صبی اور اصطلاح
خلع حیض مین مکروہ نہین والنفاس کالحیض جوہرۃ اور نفاس مانند حیض کے ہے کذا فی الجوہرہ یعنی طلاق نفاس مین مکروہ اور تخییر اور اختیار صبی اور خلع
نفاس مین مکروہ نہین قال لموطوءتہ وہی ممن تحیض انت طالق ثلثا او ثنتین للسنۃ وقع عند کل طہر طلقۃ وتقع اولہا
فی طہر لا وطی فیہ کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے دراننحالیکہ وہ حیض آنے والیون مین ہے کہ تجھکو تین طلاق ہین یا دو ہین مخصوص سنت تو واقع ہوگی ہر طہر کے نزدیک ایک
طلاق خواہ قائل نے نیت کی ہو یا نکی ہو اور پہلی طلاق اون تینون سے یا دو سے اوس طہر مین واقع ہوگی جسمین وطی نہین ہوئی فلو غیر موطوءۃ او لا تحیض
تقع واحدۃ للحال ثم کلما نکحہا او مضی شہر تقع سو اگر وہ عورت جسکو تین طلاق مسنون ہوئی مدخولہ نہو یا حیض اوسکو نہ آتا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی
فی الحال پہر غیر مدخولہ سے جب زوج نکاح کریگا تو دوسری طلاق واقع ہوگی پہر جب تیسرا نکاح کریگا تو تیسری طلاق واقع ہوگی یا جس عورت کو حیض نہین آتا جب ایک مہینہ
گذر گیا تو طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وان نوی ان تقع الثلث الساعۃ او ان تقع عند راس کل شہر واحدۃ صحت نیتہ لانہ محتمل

کلامہ اور اگر نیت کی تینون طلاق واقع ہونیکی اوسی ساعت مین یا نیت کی ایک طلاق واقع ہونیکی ہر مہینہ کے سر پر تو نیت اوسکی صحیح ہوگی اسواسطے کہ اوسکی کلام مین
اسکا بھی احتمال ہے اسواسطے کہ لفظ للسنۃ کا لام جیسے اختصاص کا محتمل ہے ویسی ہی تعلیل کا بھی احتمال رکھتا ہے تو اس صورت مین للسنۃ کے یہہ معنی ہونگے کہ وہ طلاق جسکا
سنت سے ثابت ہے یا واقع ہونا اوسکا مذہب ہے اہل سنت کا ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو تقدیرا بدایع لیدخل السکران اور واقع ہوتی ہے
طلاق ہر زوج بالغ عاقل کی اگرچہ تقدیرا عاقل ہو کذا فی البدایع تقدیرا کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مست عاقل مین داخل ہے یعنی عقل اور نشے مین کوئی تباین نہیں ہے
اسواسطے کہ شارع نے مست کو وقوع طلاق مین قائم مقام عاقل کے قرار دیا ہے ولو عبدا او مکرہا فان طلاقہ صحیح لا اقرارہ بالطلاق اگرچہ زوج غلام ہو
یا مکرہ ہو یعنی زبردستی کسینے اوس سے طلاق دلوائی ہو اسواسطے کہ طلاق دینا مکرہ کا صحیح ہے اور اقرار طلاق مکرہ کا صحیح نہین یعنی زبردستی سے کوئی طلاق
کا اقرار کراوے تو اس اقرار سے طلاق نہین واقع ہوتی وقد نظم فی النہر ما یصح مع الاکراہ فقال ۵ طلاق وایلاء ظہار ورجعۃ • نکاح مع
استیلاد عفو عن العمد اور البتہ نظم کیا ہے نہر الفائق مین اون عقود کو جو اکراہ اور زبردستی کے ساتھہ صحیح ہوجاتے ہین سو کہا کہ طلاق سے اور ظہار
سے اور ایلا اور رجعت اور نکاح ہے ساتھہ استیلاد کے اور عفو کرنا ہے قصاص کو ۵ رضاع وایمان وفئ ونذر • قبول لایداع کذا الصلح عن عمد
رضاع ہے اور خدا کی قسمین کہانا اور ایلا کرکے رجوع کرنا اور نذر کرنا اور ودیعت قبول کرنا اسیطرح قصاص سے مال پر صلح کرنا ۵ طلاق علی جعل یمین بہ
اتت • کذا العتق والاسلام تدبیر للعقد اور طلاق عوض مال کے خواہ زوجہ کیطرف سے یا غیر کی طرف سے اور قسم طلاق کی یعنی زبردستی سے کسینے یون قسم
کہائی کہ اگر فلانا کام کرے تو اوسکی عورت پر طلاق ہے سو اگر وہ کام کریگا تو طلاق واقع ہوگی اور اسیطرح بجبر آزاد کرنا اور مسلمان ہونا اور غلام یا لونڈی کا مدبر کرنا
۵ وایجاب احسان وعتق فہذہ • تصح مع الاکراہ عشرین فی العدد اور واجب کرنا صدقہ کا اور واجب کرنا عتق کا یعنی زبردستی یون کہلاوے کہ
مین نے اپنے اوپر خدا کیواسطے ایکدرم یا ایک غلام کی آزادی واجب کی تو یہہ عقود مذکورہ صحیح ہین اکراہ کے ساتھہ بیس ہین شمار مین او ہازلا لا یقصد حقیقۃ کلامہ
او سفیہا خفیف العقل یا اگرچہ زوج ہازل ہو یعنی خوش طبعی اور ہنسی سے طلاق دی ہو ہازل وہ ہے جسکو اپنے کلام کی حقیقت مقصود نہو یا زوج سفیہ خفیف العقل
کم فہم ہو او سکران ولو بنبیذ او حشیش او افیون او بنج زجرا بہ یفتی تصحیح القدوری یا مست ہو اگرچہ نشا نبیذ تمر کا ہو یا بھنگ کا ہو یا افیون کا
یا خراسانی اجواین کا ان چیزون کے نشے سے طلاق واقع ہوتی ہے واسطے زجر اور توبیخ کے تا لوگ باز رہین اسی پر فتوی ہے کذا فی تصحیح القدوری زجرا کی تصریح کی
قید سے معلوم ہوا کہ اگر خراسانی اجواین اور افیون کو بطریق دوا کے استعمال کرے تو اوس پر زجر نہین اسواسطے کہ معصیت نہین تو اس صورت مین طلاق بھی نہ واقع ہوگی
نہر الفائق مین کہا کہ خراسانی اجواین کی اباحت اور حرمت مین اختلاف ہے اور حق یہہ ہے کہ اگر بطریق دوا کے استعمال ہو تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ معصیت نہین
اور اگر بطریق لہو اور سرور کے ہو تو طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی مست کی طلاق اسواسطے واقع ہے کہ شارع نے مست کو اوسکی حالت مستی مین
امر اور نہی سے خطاب کیا چنانچہ فرمایا یا ایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری تو معلوم ہوا کہ اوسکو بجای قائم العقل کے احکام شرعیہ مین
تنگ پکڑنیکو واسطے قرار دیا اور وقوع طلاق مین حکمت کی یہہ ہے کہ عورت کو مرد سے اور آسمان کو زمین سے فرق کرے یہی مذہب ہے امام کا اور یہی قول یہان معتمد ہے اور سکر
پر حد واجب ہونے مین صاحبین کا قول مختار ہے وہ یہہ ہے کہ جسکا اکثر کلام بیہودہ اور ہذیان ہو اور طہارت ٹوٹنے مین حد سکر یہہ ہے کہ جسکی چال ڈانوا ڈول ہو بحر الرائق
مین کہا کہ ورق القنب یعنی بھنگ کے نشے سے باتفاق علما شافعیہ اور حنفیہ کے طلاق واقع ہوتی ہے اسواسطے کہ اوسکے حرام ہونے پر بالاتفاق فتوی ہے اور اوسکی اباحت
پر تعزیر ہے اور جو اسکو حلال کہے وہ زندیق اور ملحد ہے کذا فی المبتغی اور جوہرہ مین حرمت افیون اور خراسانی اجواین کی مصرح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی واختلف
التصحیح فیمن سکر مکرہا او مضطرا اور مختلف ہے صحیح کہنا علما کا اوس شخص کے حق مین جو مست ہوگیا زبردستی نشا پلانے سے یا اضطرار سے پہر اوسنے طلاق
دی نہر الفائق مین کہا اصح یہہ ہے کہ اوسکی طلاق واقع نہین ہوتی چنانچہ تحفہ اور شرح جامع اور خانیہ مین ہے کذا فی الطحطاوی والمدنی نعم لو زال عقلہ بالصداع
او بمباح لم یقع اگر زائل ہو عقل نشا پینے والیکی بسبب درد سر یا مباح چیز کے استعمال سے جیسے کوئی افیون کہائے بطریق دوا کے تو طلاق واقع نہین ہوتی اسواسطے
کہ زوال عقل درد سر سے ہوا نہ نشے سے وفی القہستانی معزیا للزاہدی انہ لو لم یمیز ما یقوم بہ الخطاب کان تصرفہ باطلا انتہی اور قہستانی مین

زاہدی سے منقول ہے کہ اگر مست کی ایسی عقل زائل ہو کہ امتیاز نکرے احکام شرعیہ کو تو اوسکا تصرف باطل ہوگا فقط یعنی نہایت بدمست کی طلاق نہ واقع ہوگی بحر الرائق میں کہا
کہ یہہ قول ضعیف ہے واستثنی فی الاشباہ من تصرفات السکران سبع مسائل منہا الوکیل بالطلاق صاحیا اور مستثنی کیا ہے اشباہ میں مست کے تصرفات
سے سات مسائل کو یعنی مست اور ہوشیار کا ایک حکم ہے لیکن سات مسائل میں مست ہوشیار کی برابر نہیں از انجملہ طلاق کا وکیل ہوشیاری میں یعنی مثلا زید نے حالت ہوشیاری
میں خالد کو وکیل کیا طلاق کا سو خالد نے مست ہو کر طلاق دی تو یہہ طلاق نہ واقع ہوگی لکن قیدہ البزازی بکونہ علی مال والا وقع مطلقا لیکن مقید کیا ہے
بزازی نے طلاق وکیل کو مال کے بدلی پہ یعنی اگر وکیل نے عوض مال کے طلاق دی ہو تو طلاق صحیح نہوگی اور اگر طلاق عوض مال کے نہیں تو واقع ہوگی ہر طرح سے خواہ موکل
نے ہوشیاری میں وکیل کیا ہو خواہ مستی میں اور وکیل نے ہوشیاری میں طلاق دی ہو یا مستی میں ولم یوقع الشافعی طلاق السکران واختارہ الطحاوی
والکرخی وفی التاتارخانیۃ عن التفریق والفتوی علیہ اور امام شافعی نے مست کی طلاق کو واقع نہیں کہا اور پسند کیا ہے اس قول کو طحاوی اور کرخی
نے اور تاتارخانیہ میں تفریق سے یہہ ہے کہ اس روایت پر فتوی ہے ھم یہہ روایت مخالف ہے متون کے اور کتب معتمدہ میں ہرگز اسپر اعتماد نہیں فتاوی عالمگیری میں
محیط سے منقول ہے کہ طلاق مست کی واقع ہے اور یہی مذہب ہے ہمارے اصحاب کا کذا فی حاشیۃ الدر او اخرس ولو طارئا ان دام للموت بہ یفتی یا گونگا
ہو یعنی گونگے کی طلاق اشارہ سے واقع ہوتی ہے اگرچہ پیدائشی گونگا نہو بشرطیکہ موت تک گونگا رہے اسی پر فتوی ہے وعلیہ فتصرفاتہ موقوفۃ واستحسن
الکمال اشتراط الکتابۃ اور اس شرط پر گونگے کے تصرفات موقوف رہیں گے موت تک یعنی اگر موت تک گونگا رہا تو اشارہ کی طلاق وغیرہ تصرفات صحیح ہونگے اور
اگر زبان کھل گئی بولنے لگا تو اوس سے دریافت کیا جاویگا اور پسند کیا ہے کمال الدین بن ہمام نے اوسکی کتابت کا شرط ہونا یعنی اگر گونگا لکھہ جانتا ہو تو اوسکی طلاق
اشارہ سے نہ واقع ہوگی لکھنے سے واقع ہوگی باشارتہ المعہودۃ فانہا تکون کعبارۃ الناطق استحسانا گونگے کی طلاق واقع ہوگی اوسکے اشارہ معلومہ
سے اسواسطے کہ اوسکا اشارہ ناطق کے بیان کی برابر ہے باعتبار استحسان کے وجہ استحسان کی یہہ کہ اگر اوسکا اشارہ مثل عبارت ناطق کے نہو تو موجب حرج کا ہو او مخطئا
بان اراد التکلم فجری علی لسانہ الطلاق او تلفظ بہ غیر عالم بمعناہ او غافلا او ساہیا او بالفاظ مصحفۃ یقع قضاء فقط یا زوج نے خطا
طلاق دی اسطرح پر کہ ارادہ کسی بات کہنے کا کیا سو اوسکی زبان پر طلاق جاری ہو گئی یا طلاق کا لفظ بولا حالانکہ اوسکے معنے سے آگاہ نتہا یا زوج بہولا کہ غفلت ہوئی
ہو کر طلاق بولا ہو سہو کی صورت یہہ کہ اوسنے قسم کہائی کہ لفظ طلاق نہ بولونگا پہر طلاق بول گیا ہو لکر یا طلاق کو الفاظ مصحفہ سے بولا چنانچہ بجای قاف کے کاف
یا عین یا غین بولا تو ان صورتوں میں طلاق واقع ہوگی فقط باعتبار قضا کے یعنی باعتبار حکم ظاہر کے نہ باعتبار دیانت کے بخلاف الہازل واللاعب فانہ یقع قضاء
ودیانۃ لان الشارع جعل ہزلہ بہ جدا فتح بخلاف ہنسی کرنیوالے اور کہیلنے والیکے کہ اوسکی طلاق ظاہرا اور باطن دونوں میں واقع ہو جاتی ہے اسواسطے کہ
شارع نے اوسکی ہزل کو عمد قرار دیا ہے یعنی طلاق دینے والیکی ہنسی اور خوش طبعی کو بجای واقعی کلام کے ٹھہرایا ہے کذا فی فتح القدیر او مریضا او کافرا لوجود التکلیف
یا زوج بیمار یا کافر ہو بسبب وجود تکلیف کے یعنی کافر بھی احکام شرعی کا مخاطب ہے لیکن قاضی حکم تفریق کا کافر کے حق میں اوسوقت کریگا جب دونوں نے اوسکے
پاس نالش کی ہو کذا فی حاشیۃ الدر واما طلاق الفضولی والاجازۃ قولا وفعلا فکالنکاح بزازیۃ اور طلاق دینا فضولی کا اور جائز رکھنا زوج کا
باعتبار قول اور فعل کے مانند نکاح کے ہے کذا فی البزازیہ یعنی جیسے نکاح فضولی کا زوج کی اجازت پر موقوف ہے اوسیطرح طلاق فضولی کی بھی اوسکی اجازت پر
موقوف ہے اجازت خواہ قولی ہو چنانچہ زوج فضولی سے کہے کہ خدا تجھکو رحمت دے جیسی تو نے مجھکو اوس عورت سے راحت دی یا یوں کہے کہ تو نے مجھپر بڑا احسان کیا
کہ اوس سے چھڑایا خواہ اجازت فعلی ہو چنانچہ اوسکا باقی مہر حوالہ کرے یا اوسکے سوا چار عورتوں سے نکاح کرے وبناء علی اعتبار الزوج المذکور لا یقع طلاق
المولی علی امرأۃ عبدہ لحدیث ابن ماجۃ الطلاق لمن اخذ بالساق الا اذا شرط فی العقد فقال زوجتہا منک علی ان امرہا بیدی اطلقہا
کلما شئت فقال العبد قبلت وکذا اذا قال العبد اذا تزوجتہا فامرہا بیدک ابدا کان کذلک خانیہ اور بنابر اعتبار زوج کے جو سابق
میں مذکور ہو چکا یعنی ہر زوج عاقل بالغ کی طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ وہ غلام ہو تو اس اعتبار سے نہ واقع ہوگی طلاق مولی کی اپنے غلام کی جورو پر بدلیل
حدیث ابن ماجہ کے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلاق کا اختیار اوسکو ہے جسنے عورت کی پنڈلی کو پکڑا یعنی زوج کے سوای دوسرے کو طلاق کا اختیار

نہین مگر جب کہ مولی نے شرط کر لیا ہو حالت عقد مین سو یون کہا ہو غلام سے کہ مین اوسکا نکاح تیرے ساتھ کرتا ہون اس شرط پر کہ عورت کا امر تیرے ہاتھ مین ہو گا جب مین چاہون یا غلام کہے کہ مین نے قبول کیا اور اسیطرح جب غلام نے کہا کہ جب مین اوس سے نکاح کرون تو اوسکا امر تیرے ہاتھ مین ہو گا ہمیشہ تو اوس شرط سے ایسا ہی ہو گا یعنی مولی کو طلاق کا اختیار ہو گا کذا فی الخانیہ **وَالْمَجْنُونِ اِلَّا اِذَا عَلَّقَ عَاقِلًا ثُمَّ جُنَّ فَوُجِدَ الشَّرْطُ اَوْ كَانَ عِنِّيْنًا اَوْ مَجْبُوْبًا اَوْ اَسْلَمَتْ وَهُوَ كَافِرٌ وَاَبٰى اَبُوْهُ الْاِسْلَامَ وَقَعَ الطَّلَاقُ** اشباہ اور نہین واقع ہوتی طلاق مجنون کی مگر جب کہ معلق کیا طلاق کو کسی شرط پر حالت ہوشیاری مین پھر دیوانہ ہو گیا پھر پائی گئی شرط یا مجنون نامرد یا مقطوع الذکر ہو یا زوجہ مجنون کی مسلمان ہو گئی بحالیکہ وہ کافر ہے اور اوسکے باپ نے اسلام نہ قبول کیا تو ان صور تو نہین مجنون کی طلاق واقع ہو گی کذا فی الاشباہ ان صور تو نہین وقوع طلاق ہے نہ ایقاع اور مجنون سے ایقاع طلاق ممتنع ہے نہ وقوع کذا فی حاشیۃ المدنی **وَالصَّبِيِّ وَلَوْ مُرَاهِقًا اَوْ اَجَازَهٗ بَعْدَ الْبُلُوْغِ اَمَّا لَوْ قَالَ اَوْقَعْتُهٗ وَقَعَ لِاَنَّهٗ ابْتِدَاءُ اِيْقَاعٍ وَجَوَّزَهُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ** اور نہین واقع ہوتی طلاق صبی کی اگرچہ لڑکا قریب البلوغ ہو یا لڑکپن مین طلاق دی اور اوسکو بعد بلوغ کے جائز رکھی تو بھی طلاق نہو گی لیکن اگر یون کہیگا کہ مین نے طلاق کو واقع کر دیا تو واقع ہو جائیگی اسواسطے کہ اس کلام مین ابتداء ایقاع ہے یعنی اب بلوغ مین واقع کی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اوسمین طلاق بالفعل نہین واقع ہو گی بلکہ طلاق سابق کو بحال رکھا اور سابق مین اوسکو اہلیت طلاق کی نہتی اور امام احمد بن حنبل نے طلاق صبی جائز رکھی ہے **وَالْمَعْتُوْهِ مِنَ الْعَتَهِ وَهُوَ اخْتِلَالٌ فِي الْعَقْلِ** اور نہین واقع ہوتی طلاق پریشان عقل کی لفظ معتوہ کا مشتق ہے عتہ سے بمعنی اختلال عقل بحر الرائق مین کہا کہ بہترین اقوال معتوہ اور مجنون کے فرق مین یہ ہے کہ معتوہ وہ ہے جو قلیل الفہم پریشان کلام فاسد التدبیر ہو لیکن نہ مارے نہ گالی دے بخلاف مجنون کے **وَالْمُبَرْسَمِ مِنَ الْبِرْسَامِ بِالْكَسْرِ عِلَّةٌ كَالْجُنُوْنِ** اور نہین واقع ہوتی طلاق برسم کی لفظ مبرسم کا مشتق ہے برسام سے جو بروزن قرطاس ہے برسام بیماری ہے مانند جنون کے اور بعض کتب طبیہ مین ہے کہ برسام وہ گرم ورم ہے جو جگر اور انتڑیون کے درمیان والے پردہ مین عارض ہوتا ہے خلاصہ یہہ کہ اس بیماری سے بیہوشی لاحق ہوتی ہے اسواسطے طلاق واقع نہین ہوتی **وَالْمُغْمٰى عَلَيْهِ هُوَ لُغَةً الْمَغْشِيُّ** اور نہین طلاق واقع ہوتی جسکو غش آوے اغمی لغت مین بمعنی غشی کے ہے اور یہی معنی فقہ مین بھی مراد ہین منح الغفار مین کہا کہ اغما یہ کہ دماغ بلغم غلیظ بارد سے بھر جاوے اور قہستانی مین کہا کہ غشی عبارت ہے تعطل قوی محرکہ اور حساسہ سے بسبب ضعف قلب کے تو غشی نیند کی برابر ہے بلا اختیاری مین کذا فی حاشیۃ المدنی **وَالْمَدْهُوْشِ فَتْحٌ وَفِي الْقَامُوْسِ دُهِشَ تَحَيَّرَ وَدُهِشَ بِبِنَاءِ الْمَفْعُوْلِ فَهُوَ مَدْهُوْشٌ وَاَدْهَشَهُ اللّٰهُ** اور نہین واقع ہوتی طلاق مدہوش کی مدہوش وہ ہے جسکی عقل جاتی رہے کذا فی فتح القدیر اور قاموس مین کہا کہ دہش بمعنی تحیر کے ہے اور دہش مجہول کا صیغہ ہے اور اسم مفعول مدہوش ہے اور عرب بولتے ہین ادہشہ اللہ یعنی بیہوش یا متحیر کرے اوسکو اللہ خلاصہ یہہ کہ یہہ لفظ لازم بھی ہے اور متعدی بھی ہے اور باب افعال سے بھی مستعمل ہے ہم شارح کے اوستاد خیر الدین رملی نے فتاوی خیریہ مین کہا کہ تاتارخانیہ اور فتح القدیر مین مصرح ہے کہ طلاق مدہوش کی نہین واقع ہوتی اور ماجاء ہے فقہا کا کہ طلاق غیر عاقل کی نہین پڑتی سوا مست کے کہ مست کی طلاق بنا بر زجر اور توبیخ کے واقع ہو جاتی ہے تو غیر عاقل مین مجنون اور معتوہ اور مبرسم اور مغمی علیہ اور مدہوش سب داخل ہین اور مدہوش یہان بمعنی ذاہب العقل کے ہے اور جسنے مدہوش کو یہان بمعنی متحیر کے تفسیر کیا سو غلط ہے اسواسطے کہ تحیر اور تردد کو ذہاب عقل لازم نہین اور مدہوش قاموس مین بمعنی متحیر اور ذاہب العقل کے مذکور ہے انتہے خلاصہ کذا فی حاشیۃ المدنی **وَالنَّائِمِ لِانْتِفَاءِ الْاِرَادَةِ وَلِذَا لَا يَتَّصِفُ بِصِدْقٍ وَلَا كَذِبٍ وَلَا خَبَرٍ وَلَا اِنْشَاءٍ** اور نہین واقع ہوتی طلاق سونیوالیکی بسبب نہونے ارادہ اور اختیار کے اور اسیواسطے سونیوالیکو صادق اور کاذب نہین بولتے اور اوسکی کلام کو خبر اور انشا نہین کہتے اسواسطے کہ اوسکا کلام بالقصد نہین چنانچہ کتب اصول مین یہہ مصرح ہے **فَلَوْ قَالَ اَجَزْتُهٗ اَوْ اَوْقَعْتُهٗ لَا يَقَعُ لِاَنَّهٗ اَعَادَ الضَّمِيْرَ اِلٰى غَيْرِ مُعْتَبَرٍ جَوْهَرَةٌ** اور اگر سونیوالے سے اوسکے جاگنے کے بعد کسی نے کہا کہ تو نے سوتے ہوئے طلاق دی ہے سو اوس نے کہا کہ مین نے اوسکو جائز رکھا یا واقع کیا تو طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ اوس نے ضمیر کو اوسکی طرف پھیرا جو غیر معتبر لائق اعتبار کے نہین یعنی طلاق نوم کذا فی الجوہرہ اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہے کہ صبی اگر بعد بلوغ کے کہے کہ اوقعتہ یعنی اوسکو مین نے واقع کر دیا تو طلاق پڑ جاتی ہے اور اگر یہی لفظ نائم بعد جاگنے کے کہے تو نہین پڑتی دونو مین کیا فرق ہے شارح نے اوسکا جواب دیا کہ کلام صبی کا لغت اور نحو مین معتبر ہے لیکن شارع نے بسبب قصور عقل کے اوسکو لغو کر دیا بخلاف نائم کے اوسکا کلام کسی کے نزدیک معتبر نہین اسواسطے کہ اوسکا قصد نہین کذا فی حاشیۃ المدنی **وَلَوْ قَالَ اَوْقَعْتُ ذٰلِكَ**

الطلاق او جعلته طلاقاً وقع بحر اور اگر نائم نے کہا بعد بیداری کے کہ مین نے اس طلاق کو واقع کر دیا یا مین نے اوسکو طلاق ٹھہرایا ہی تو واقع ہو گی کذا فی البحر
تو اوسوقت مین مطلب یہہ ہو گا کہ جس جنس کی طلاق حالت نوم مین صادر ہوئی تھی اوسی جنس کی طلاق بیداری مین مین نے واقع کر دی تو یہہ طلاق دوسری ہی
نوم کے سوا تو واقع ہو گی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وإذا ملك احدهما الآخر كله او بعضه بطل النكاح اور جب کہ مالک ہوا زوج اور زوجہ مین سے ایک دوسرے کا
کل کا مالک ہوا یا بعض کا تو نکاح باطل ہو گیا اسواسطے کہ مالکیت منافی ہے زوجیت کے ولو قال حرۃ حین ملکتہ فطلقها فی العدۃ او خرجت الحربیۃ الینا
مسلمۃ ثم خرج زوجها کذلك مسلماً فطلقها فی العدۃ الغاه الثانی فی المسئلتین واوقعہ الثالث فیهما اور اگر زوج نے کہا کہ عورت اپنی زوجہ
مملوک کو آزاد کر دیا جب کہ اوسکی مالک ہوئی پہر زوج نے عورت کو طلاق دی عدت مین یا عورت حربیہ نکل آئی ہماری طرف یعنی دار الاسلام مین آئی مسلمان ہو کر پہر اوسکا
زوج نکلا اسیطرح مسلمان ہو کر پہر اوس نے اوسکو طلاق دی عدت مین تو اس طلاق کو ابو یوسف نے لغو کہا ہی دونو صورتون مین اور واقع کہا ہی اسکو محمد نے دونون مین
اور فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ مالک ہوتی اور دار الاسلام مین آنے سے جدائی دونو مین ہو گئی پہر جب جدائی ہوئی تو طلاق کا اختیار باقی نرہا
کذا فی حاشیۃ المدنی واعتبار عددہ بالنساء وعند الشافعی بالرجال اور اعتبار عدد طلاق کا عورتون پر ہے اور نزدیک امام شافعی کے مردون پر ہے فطلاق
حرۃ ثلث وطلاق امۃ ثنتان مطلقاً تو طلاق حرۃ کی تین بار ہی اور طلاق لونڈی کی دو بار ہے ہر طرح سے یعنی حرہ کا زوج خواہ حر ہو خواہ عبد اوسکو تین بار
طلاق ہو گی اور لونڈی کا زوج خواہ حر ہو خواہ عبد اوسکو دو بار طلاق ہو گی اسواسطے کہ اعتبار عدد طلاق کا عورتون پر ہی نہ مردون پر ویقع الطلاق بلفظ العتق
بنیۃ او دلالۃ حالہ لا عکسہ لان ازالۃ الملك اقوی من ازالۃ القید اور واقع ہوتی ہے طلاق عتق کے لفظ سے بشرطیکہ نیت ہو یا دلالت حال کے نہ بالعکس
یعنی عتق طلاق کے لفظ سے نہیں واقع ہوتا اسواسطے کہ ازالہ ملک کا قوی تر ہے ازالہ قید سے یعنی عتق عبارت ہی ازالہ ملک سے اور طلاق عبارت ہی ازالہ قید نکاح سے
تو عتق سے طلاق مراد ہو سکتی ہی اسواسطے کہ عتق قوی تر ہی طلاق سے اور طلاق سے عتق مراد نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ طلاق ضعیف ہے عتق سے تو ضعیف مین قوی نہین سما سکتا
مثلاً زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین نے تجھکو آزاد کیا تو اگر نیت طلاق کی زوج نے کی یا قرینہ طلاق کا پایا گیا جیسے زوجہ نے طلاق کی خواہش کی تھی تو طلاق واقع ہو گی

فروع مسائل ملحقہ شارح کے کتب الطلاق ان مستبیناً علی نحو لوح وقع ان نوی وقیل مطلقاً لکھا طلاق کو یعنی زوج نے زوجہ کو یہہ لکہدیا کہ
تجھکو طلاق ہے اگر صاف ظاہر ہی جیسے تختہ پر یا دیوار پر یا زمین پر تو طلاق واقع ہو گی اگر نیت طلاق کی زوج نے کی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ہر طرح طلاق واقع ہوتی
ہے نیت کی ہو یا نہ کی ہو ولو علی نحو الماء فلا مطلقاً اور اگر طلاق لکہی اوس چیز پر جس پر نقش ثابت نہین رہتا جیسے پانی پر یا ہوا پر تو اسیطرح طلاق نہ واقع ہو گی
نیت طلاق کی کرے یا نکرے ولو کتب علی وجہ الرسالۃ والخطاب کان کتب یا فلانۃ اذا اتاك کتابی ھذا فانت طالق طلقت بوصول الکتاب
جوھرہ اور اگر طلاق لکہی زوج نے بطریق خط بہیجنے اور خطاب کرنیکی چنانچہ یون لکھا کہ ای فلانی جب تیرے پاس میرا یہہ خط پہنچے تو تجھکو طلاق ہے تو عورت مطلقہ ہو جاوے گی
بمجرد خط پہنچنے کے کذا فی الجوہرہ وفی البحر کتب لامرأتہ کل امرأۃ لی غیرك وغیر فلانۃ طالق ثم محی اسم الاخیرۃ وبعثہ لم تطلق وهذا حیلۃ عجیبۃ
وسیجئ انہ لو استثنی ما لکتابۃ اور بحر الرائق مین ہے کہ زوج نے اپنی عورت کو یہہ لکھا جسکا مثلاً کریمہ نام ہو کہ جو عورت کہ میری ہو سوا تیرے اور سوائے
فلانی کے یعنی مثلاً سوائے زینب کے سو مطلقہ ہی پہر پہلی عورت کا نام مٹا ڈالا یعنی زینب کا تو زینب کو طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ زینب کو بہی کریمہ کے مانند لکہنے کے وقت
مستثنی کر لیا تہا گو بعد اسکے مٹا ڈالا ہو مثلاً زید کی زوجہ کریمہ تہی پہر وہ دوسرے شہر مین گیا اور وہان زینب سے نکاح کیا یہہ خبر سنکر کریمہ کو رنج ہوا تب زید نے اسطرح
سے کریمہ کو لکہا تا کہ اوسکا دل خوش ہو جاوے اور زینب کو طلاق بہی نہ پڑے شارح کہتا ہی یہہ حیلہ عجیب ہے کہ لکہنا بعد مٹانیکے بہی مفید ہوا اور باب التعلیق مین عنقریب
آویگا جسکو مستثنی کرلے کتابت سے

باب الصریح

یہہ باب ہے طلاق صریح کا صریحہ ما لم یستعمل الا فیہ ولو بالفارسیۃ
کطلقتك وانت طالق ومطلقۃ بالتشدید قید بخطابها لانہ لو قال ان خرجت یقع الطلاق او لا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت
لم یقع لترکہ الاضافۃ الیها طلاق صریح وہ ہی جو مستعمل نہو مگر اوسی مین اگرچہ فارسی زبان مین ہو فارسی سے مراد غیر عربی ہی یعنی طلاق صریح عربی مین منحصر نہین بلکہ ہر
بولی مین جو لفظ ایسا ہو کہ سوائے طلاق کے اور معنی مین مستعمل نہوتا ہو وہ صریح ہے چنانچہ عربی مین طلقتك بتشدید لام طلاق صریح ہی یعنی مین نے تجھکو طلاق دی اور

انتِ طالِقٌ اور مطلقہ یعنی تو طلاق والی ہے لفظ مطلقہ کا بتشدید لام صریح ہے اور بتخفیف لام صریح نہین کنایہ ہے شارح کہتا ہے مصنف نے طلاق صریح کی مثالون کو عورت کے خطاب سے
مقید کیا پہلی مثال مین کاف ضمیر ہے اور دوسری اور تیسری مثال مین انتِ ہے اسواسطے کہ اگر بخطاب یون بولیگا کہ اگر تو نکلی تو طلاق واقع ہوگی یا یون کہا کہ نہ نکلنا بدون میرے
حکم کے سو مقرر مین نے قسم کھائی ہے طلاق کی پہر بعد اس کلام کے عورت نکلی تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ترک کرنے اضافت کے عورت کی طرف یعنی دونو صورتون مین طلاق
کو عورت کی طرف مضاف نہین کیا تو اول صورت مین احتمال ہے کہ اس عورت کی طلاق واقع ہو یا اسکے غیر کی اور دوسری صورتمین احتمال ہے کہ اس عورت کی طلاق کی قسم کھائی
یا اسکے غیر کی ہم خطاب مین بھی یہ شرط ہے کہ وہ عورت مقصود بالخطاب ہو تب طلاق واقع ہوگی اور اگر مقصود بالخطاب عورت نہو چنانچہ مسائل طلاق کو مرد نے عورت کے
سامنے مکرر کہا بطریق تعلیم اور مثال کے تو طلاق نہ واقع ہوگی نہ قضا مین نہ دیانت مین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویقع الطلاق بہا ای بہذہ الالفاظ وما بمعناہا
من الصریح اور واقع ہوتی ہے ایک طلاق رجعی ان الفاظ مذکورہ سے اور جو کہ ان الفاظ کی معنی رکھتا ہو از قسم صریح چنانچہ یون کہا کہ شئت طلاقک یعنی مین نے تیری طلاق چاہی یا رضیت طلاقک یعنی مین
راضی ہوا تیری طلاق سے او وقعت علیک طلاقک یعنی مین نے تجہپر تیری طلاق ڈالی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الخانیۃ ویدخل نحو طلاغ وتلاغ وطلاک و
تلاک او طا ل ق او طلاق باش بلا فرق بین عالم وجاہل وان قال تعمدتہ تخویفا لم یصدق قضاء الا اذا اشہد علیہ قبلہ بہ یفتی
اور طلاق صریح مین داخل ہین الفاظ محرفہ چنانچہ طلاغ عین مہملہ یا معجمہ سے یا تلاغ یعنی تے عوض طے کے یا طلاک یعنی کاف عوض قاف کے یا تلاک یعنی تے عوض طے کے اور
کاف عوض قاف کے چنانچہ ہند کے عوام تلاک ہی بولتے ہین اور تلاک بتشدید لام بھی جہال مین مستعمل ہے یا طلاق یعنی طلاق کو بطریق تہجی کے کہا یا طلاق باش اس لفظ کو
عوام یا اسے نے طلاق عظیم کر تفسیر کیا اسواسطے کہ صریح عظیم ہے کنایہ سے اور مدنی نے کہا کہ یہہ لفظ فارسی ہے یعنی طلاق ہو شارح کہتا ہے ان الفاظ محرفہ کے بولنے مین کچھ فرق
نہین ہے درمیان عالم اور جاہل کے یعنی عالم اور جاہل جو ان الفاظ کو عورت کی طرف خطاب کریگا طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے اسواسطے کہ یہہ الفاظ صریح ہین اور صریح نیت
کے محتاج نہین اور اگر زوج نے کہا کہ مین نے بالقصد طلاق کو محرف کیا عورت کے ڈرانیکو واسطے تو ظاہر مین اوسکی تصدیق نکیجاویگی یعنی قاضی اس عذر کو نمانیگا اگر وہ سچا
ہے تو عند اللہ طلاق نہ واقع ہوگی مگر ظاہر اوسوقت زوج کی تصدیق ہوگی جب کہ اوس نے تخویف پر گواہ کر لیا ہو قبل اس تکلم کے اسی قول پر فتوی ہے ولو قیل لہ طلقت
امرأتک فقال نعم او بلی بالہجاء طلقت بحر اور اگر زوج سے کہا گیا کہ تو نے طلاق دی اپنی عورت کو سو اوس نے کہا نعم یا بلی ہجی کر کے یعنی نعم کے حروف کو علیحدہ
علیحدہ کہا یعنی ن ع م یا بلی کے حروف کو جدا جدا کہا یعنی ب ل ی تو طلاق بدون نیت کے عورت کو ہوگی کذا فی بحر الرائق یا یہہ مطلب ہے کہ ہان مین نے طلاق دی ہجی کر کے
یعنی ط ا ل ق لیکن اس صورتمین تکرار لازم آتی ہے اسواسطے کہ طلاق تہجی کی سابق مین ہو چکی واحدۃ رجعیۃ وان نوی خلافہا من البائن او اکثر خلافا
للشافعی او لم ینو شیئا یعنی صریح الفاظ کے بولنے سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ اوس نے ایک رجعی کے خلاف کا ارادہ کیا از قسم بائن یا ایک سے زیادہ کا بخلاف
مذہب امام شافعی کے یا طلاق صریح بولکر کچہہ ارادہ نکیا تو بھی ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح محتاج نیت کی نہین ہم طلاق رجعی وہ کہ جسمین تجدید نکاح کی حاجت
نہین اور عورت کی رضامندی رجوع مین ضرور نہین اور اوسکی عدت مین ترک زینت نہین اور ایک گہر مین زوج اور زوجہ کا عدت مین رہنا جائز ہے بخلاف طلاق بائن کے کہ
ایسا عمل نے کہا ہے کہ طلاق رجعی ما تندفع ہے اور طلاق بائن ہندفع [illegible] ولو نوی بہ الطلاق عن وثاق دین ان لم یقرنہ بعدد ولو مکرہا صدق قضاء ایضا کما لو صرح
بالوثاق او القید اور اگر نیت کی زوج نے طلاق صریح سے قید سے چھوڑنے کی تو اوسکی دیانت پر عمل کیا جائیگا یعنی تصدیق اوسکی ہوگی طلاق نہ واقع ہوگی اگر اوس نے طلاق
کو عدد کے ساتھ نہ مذکور کیا یعنی یون نکہا کہ تجہکو تین طلاق اسواسطے کہ ذکر عدد کا قرینہ ہے طلاق کا نہ چھوڑنے قید کا یا زبردستی سے زوج طلاق بولا ہے اور اوس نے قید سے چھوڑنے
ارادہ بیان کیا تو اوسکی تصدیق ہوگی باعتبار حکم قضا کے بھی چنانچہ اگر طلاق صریح کیوقت وثاق یا قید کا لفظ مصرح کریگا تو ظاہر مین بھی اوسکی تصدیق ہوگی طلاق نہ واقع
ہوگی وکذا لو نوی طلاقہا من زوجہا الاول علی الصحیح خانیہ اور اسیطرح ظاہر اور باطن مین تصدیق ہوگی اگر زوج نے صریح سے عورت کی طلاق اوسکے اول
زوج سے ارادہ کیا بنا بر قول صحیح کے اور قول غیر صحیح مین تصدیق فقط دیانت مین ہوگی نہ قضا مین کذا فی الخانیہ ولو نوی عن العمل لم یصدق اصلا ولو صرح
بہ دین فقط اور اگر نیت کی زوج نے طلقتک کہہ بولکر طلاق عن العمل کی یعنی کام کرانے سے مین نے تجہکو چھوڑا تو مطلقا اوسکی تصدیق نہ کیجاویگی نہ دیانت مین نہ قضا
مین سو اسطے کہ یہہ ایسی نیت ہے کہ اوسکو لفظ محتمل نہین اور اگر لفظ عن العمل کو کہو لکر کہا یعنی یون بولا کہ طلقتک عن العمل تو اوسکی تصدیق فقط دیانت مین ہوگی قضا

مین هم بحرالرائق مین ہے کہ جب ثابت ہوا کہ طلاق صریح محتاج نیت کی نہین تو معلوم ہوا کہ اوسکے معنی کا علم شرط نہین سو اگر جاہل کو کسی نے لفظ طلاق سکھلایا اور وہ عورت کی
طرف خطاب کر کے بولا تو قضاءً مین طلاق واقع ہوگی نہ دیانت مین اور مشائخ اوزجند سے تھے کہا کہ مطلقاً طلاق نہ واقع ہوگی نہ قضاءً مین نہ دیانت مین تاکہ زن سے املاک اور مہر کی
ضائع ہونے سے محفوظ رہین چنانچہ بزازیہ مین اسکی تصریح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی انت الطلاق او طلاق او انت طالق الطلاق او انت طالق طلاقاً واحدۃ رجعیۃ ان لم
ینو شیئاً او نوی یعنی بالمصدر لانہ لو نوی بطالق واحدۃ وبالطلاق اخری وقعتا رجعیتین لو مدخولاً بہا کقولہ انت طالق انت طالق او ینوی
واحدۃ او ثنتین لانہ صریح مصدر لا یحتمل العدد اور انت الطلاق یا انت طلاق مین یعنی جس ترکیب مین مصدر مذکور ہو خواہ مصدر معرفہ ہو خواہ نکرہ یا انت
طالق الطلاق مین یا انت طالق طلاقاً مین ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اگر متکلم نے ایک دو کی کچھ نیت نکی ہو یا ایک دو طلاق کی فقط مصدر سے نیت کی تو بھی ایک رجعی طلاق
واقع ہوگی مصدر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر انت طالق طلاقاً مین لفظ طالق سے ایک طلاق کی نیت کریگا اور لفظ طلاق سے دوسری طلاق کا ارادہ کریگا تو دو طلاق رجعی واقع
ہونگی اگر عورت مدخولہ ہوگی اور اگر مدخولہ نہوگی تو ایک ہی طلاق سے بدون عدت کے جدی ہو جاویگی دوسری طلاق کا محل ہی باقی نرہا انت طالق طلاقاً سے دو طلاق ایسی
واقع ہونگی جیسے دو طلاق رجعی اس قول سے واقع ہوتی ہین یعنی انت طالق انت طالق سے کذا فی الزیلعی فقط مصدر سے ایک یا دو طلاق کی نیت کرنے سے ایک ہی طلاق
واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح مصدر احتمال شمار کا نہین رکھتا یعنی مصدر صیغہ ہے واحد کا اوسمین کثرت کی گنجایش نہین فان نوی ثلثاً فثلث لانہ فرد حکمی ولذا کان الثنتان
فی الامۃ وکذا فی حرۃ تقدمہا واحدۃ جوہرۃ لکن جزم فی البحر انہ سہو بمنزلۃ الثلث فی الحرۃ سو اگر اقوال سابقہ مین مصدر سے تین طلاق کا ارادہ کریگا تو
تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ نیت فرد حکمی ہے یعنی تین کل ہے طلاق کا اوس سے زیادہ طلاق نہین تو طلاق کی فرد کامل ہوئی اور اسیواسطے دو طلاق لونڈی کے حق مین
بمنزلہ تین طلاق کے مین حرہ کے حق مین یعنی لونڈی کے حق مین دو طلاق کل طلاق ہے جیسے حرہ کے حق مین تین طلاق تو اگر لونڈی سے کہا کہ انت طلاق اور مصدر
سے دو طلاق کی نیت کی تو دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ دو طلاق اوسکے حق مین فرد حکمی ہے اور اسیطرح اوس حرہ کے حق مین جسکو ایک طلاق سابق مین ہو چکی دو طلاق
فرد حکمی ہے کذا فی الجوہرہ لیکن بحرالرائق مین یقین کیا ہے کہ روایت جوہرہ کی سہو ہے یعنی دو طلاق حرہ کے حق مین مصدر سے نہ واقع ہونگی ومن الالفاظ المستعملۃ
الطلاق یلزمنی والحرام یلزمنی وعلی الطلاق وعلی الحرام فیقع بلانیۃ للعرف ولو لم یکن لہ امراۃ یکون یمیناً فیکفر بالحنث تصحیح القدوری
اور الفاظ مستعملہ عوام سے یہہ اقوال ہین کہ طلاق مجھکو لازم ہو اگر مین ایسا کرون اور حرام مجھکو لازم ہوا اگر مین نے ایسا کیا اور مجھپر طلاق لازم ہو اگر ایسا کرون اور مجھپر
حرام لازم ہے اگر مین ایسا کام کرون تو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے بسبب عرف کے یعنی عرف مین طلاق کی قسم کھانا رائج ہوگیا ہو تو اون جاری
ہونا اوسکا واجب ہوا اور اگر ان اقوال کے بولنے والے کی زوجہ نہوگی تو یہہ الفاظ قسم ہو جاوینگے تو کفارہ دینا ہوگا قسم توڑنے سے کذا فی تصحیح القدوری وکذا علی
الطلاق من ذراعی بحر اور اسیطرح طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ مجھپر طلاق لازم ہے میرے ہاتھ سے کذا فی البحرالرائق هم صاحب بحر نے کہا کہ بزازیہ مین مصرح
ہے کہ انت طالق من ہذا العمل سے قضاءً طلاق واقع ہوتی ہے نہ دیانۃً تو یہہ دلالت کرتا ہے کہ علی طلاق من ذراعی بطریق اولی طلاق واقع ہو قضاءً مقدسی نے کہا کہ یہ
قیاس صحیح نہین اسواسطے کہ مقیس علیہ مین عورت مخاطب ہے اور وہ محل ہے طلاق کی بخلاف مقیس کے حلبی نے کہا کہ کلام مقدسی کا مدلل ہے اور مدنی نے کہا کہ یہہ تحقیق لائق ہے
قبول کرنیکی ولو قال طلاقک علی لم یقع ولو زاد لازم او واجب او ثابت او فرض هل یقع قال البزازی المختار لا وقال الخاصی المختار نعم اور اگر یون
کہا کہ تیری طلاق مجھپر ہے تو نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ یہہ احتمال بھی اسمین ہے کہ تیری طلاق مجھپر حرام ہے اور اگر اس قول پر لازم یا واجب یا ثابت یا فرض کھڑایا یعنی یون کہا
کہ تیری طلاق مجھپر لازم ہے یا واجب ہے یا ثابت ہے یا فرض ہے تو طلاق واجب ہوگی یا نہین بزازی نے کہا کہ قول مختار یہہ ہے کہ نہ واقع ہوگی اور خاصی نے کہا اپنی فتاوی
مین کہ قول مختار یہہ ہے کہ ہان واقع ہوگی اور فقیہ ابوجعفر نے کہا کہ واجب مین واقع ہوگی نہ اور الفاظ مین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال طلقک اللہ هل یفتقر
للنیۃ قال الکمال الحق نعم اور اگر یون کہا کہ خدا تجھکو طلاق دے کیا اس کلام مین نیت طلاق کی حاجت ہے یا نہین کمال الدین بن ہمام نے کہا کہ حق یہہ ہے کہ ہان نیت
کی حاجت ہے یعنی بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ یہہ کلام بطریق بددعا کے ہو ولو قال لہا کونی طالقاً او اطلقی او یا مطلقۃ بالتشدید
وقع اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو طلاق والی ہو جا یا یون کہا کہ او مطلقہ بتشدید لام تو طلاق واقع ہوگی وکذا یا طال بکسر اللام وضمہا لانہ ترخیم

طالِ بالکسر او بالضم توقف علی النیۃ کالو تہجّٰی بہ او بالعتق اور اسیطرح واقع ہوتی ہے طلاق بدون نیت کے اگر زوج نے زوجہ سے کہا یا طالِ لام کو زیر کر کے یا پیش دیکر اسواسطے کہ طال ترخیم ہے یا طالق کی یا زوجہ سے کہا انتِ طالِ زیر دیکر یعنی تو طالق ہے تو بھی طلاق بلا نیت واقع ہوگی اور اگر انت طال مین لام کو زبر دیکر یا پیش دیکر کہا تو طلاق موقوف ہوگی نیت پر یعنی بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ طلاق نیت پر موقوف ہے اگر اوسکے حرف جدا جدا بولے جیسے انتِ ط ا ل ق یا لفظ عتق کو علیحدہ علیحدہ کاٹ کر بولے جیسے انت ح ر یعنی تو حرہے تو ان دونو صورتونمین بدون نیت کے طلاق نہوگی ہم شارح نے یہان تہجی طلاق کو کنایات مین داخل کیا اور سابق مین اوسکو صریح مین شمار کر چکا ہے اسواسطے کہ تہجی طلاق مین روایت مختلف ہے خانیہ مین مصرح ہے کہ تہجی طلاق کی صریح مین داخل ہے نیت کی حاجت نہین اور بدائع مین مذکور ہے کہ تہجی طلاق کی کنایات مین داخل ہے تو طلاق نیت پر موقوف ہوگی شارح نے اول بطور خانیہ کے بیان کیا اور یہان بطور بدائع کے کذا فی الطحطاوی والمد فی وفی النھر عن التصحیح الصحیح عدم الوقوع بوھبتک طلاقک ونحوہ اور نہر الفائق مین تصحیح قدوری سے منقول ہے کہ طلاق واقع نہونا صحیح قول ہے اس کلام کے یہ معنے کہ مین نے تجھکو تیری طلاق بخشی اور مانند اس کلام کے جیسے اَودَعتُکِ طلاقکِ یعنی تیری طلاق تیرے پاس ودیعت رکھی اور تیرے پاس تیری طلاق گرو رکھی یعنی بنا بر قول صحیح کے لفظ ہبہ اور ودیعت اور رہن سے طلاق نہین واقع ہوتی کذا فی حاشیۃ المدنی وإذا أضاف الطلاق إلیہا کانت طالق أو إلی ما یعبّر بہ عنہا کالرقبۃ والعنق والروح والبدن والجسد لأن الأطراف داخلۃ فی الجسد دون البدن والفرج والوجہ والرأس وکذا الاست لأن البضع والدبر علی المختار خلاصہ أو أضاف إلی جزء شائع منہا کنصفہا أو ثلثہا وقع لعدم تجزیہ اور جب طلاق منسوب کی عورت کی طرف چنانچہ یون کہا تو طالق ہے یا نسبت کی طلاق کی طرف اوس عضو کی جس سے کل عورت کی تعبیر ہوتی ہے جیسے رقبہ اور عنق یعنی گردن اور روح اور بدن اور جسد اور فرج اور چہرہ اور سر اسیطرح است یعنی چوتڑ یعنی یون کہا کہ تیری گردن یا روح کو طلاق ہے مصنف نے بدن اور جسد دونو کو اسواسطے ذکر کیا کہ ہاتھ پانون سر جسد مین داخل ہین نہ بدن مین نہ لفظ بضع اور دبر اور خون بنا بر قول مختار کے کذا فی الخلاصہ یعنی اگرچہ لفظ بضع کا مرادف ہے فرج کے اور دبر مرادف ہے است کا لیکن یہہ الفاظ کل آدمی کی تعبیر نہین واقع ہوتی یا نسبت کیا طلاق کو عورت کے جزو شائع کی طرف جیسے نصف عورت یا ثلث عورت کی طرف تو ان تینو صورتونمین طلاق واقع ہوگی نصف اور ثلث کی نسبت سے اسواسطے طلاق ہوگی کہ طلاق مین تقسیم نہین کہ اوسمین نصف یا ثلث یا عشر کی گنجایش ہو خلاصہ یہہ کہ جب کل کی طرف طلاق کی نسبت ہوئی یا جز معین کیطرف نسبت کی جو جز کہ بجای کل کے مستعمل ہوتا ہے یا جز غیر معین چنانچہ نصف یا ثلث کی طرف نسبت ہوئی تو ان صورتونمین طلاق واقع ہوجاویگی ولو قال نصفک الأعلی طالق واحدۃ ونصفک الأسفل ثنتین وقعت ثنتان فأفتی بعضہم بطلقۃ وبعضہم بثلث عملا بالإضافتین خلاصہ اور اگر کہا زوج نے زوجہ کہ تیرا اوپر کے آدہے جسم کو ایک طلاق ہے اور تیرا نیچے کے آدہے جسم کو دو طلاق ہین یہہ صورت واقع ہوئی تھی بخارا مین اور متقدمین سے اسمین کچھہ روایت نتھی تو بعضے فقہا نے ایک طلاق کا فتوی دیا اسواسطے کہ نصف اعلی مین سر داخل ہے اور سر بجای کل کے واقع ہوتا ہے تو کل پر ایک طلاق واقع ہوگئی اور نصف اسفل مین اگرچہ فرج داخل ہے اور وہ بھی بجای کل کے واقع ہوتی ہے لیکن جب اسفل اعلی مین مندرج ہوچکا تو اوسکا کچھہ اثر باقی نرہا تو نصف اسفل کی طلاق لغو ہوگئی اور بعضے فقہا نے تین طلاق کا فتوی دیا دونو نسبتون پر عمل کر کے کذا فی الخلاصہ وإذا قال الرقبۃ منک أو الوجہ أو وضع یدہ علی الرأس أو العنق أو الوجہ وقال ھذا العضو طالق لم یقع فی الأصح لأنہ لم یجعلہ عبارۃ عن الکل بل عن البعض حتی لو لم یضع یدہ بل قال ھذا الرأس طالق وأشار إلی رأسہا وقع فی الأصح ولو نوی تخصیص العضو ینبغی أن یُدَیَّن فیہ اور جب کہا کہ تیرے جسم سے گردن یا چہرہ کو طلاق ہے یا کہا اپنا ہاتھہ سر پر یا گردن پر یا چہرہ پر اور کہا کہ اس عضو کو طلاق ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اوسنے گردن اور منہ اور سر کو بجای کل جسم کے مراد نہ رکھا بلکہ بسبب من تبعیضیہ اور ہاتھہ رکہنے کے اور اشارہ کرنیکے بعض کا ارادہ کیا یہانتک کہ اگر ہاتھہ نرکھتا بلکہ یون کہتا کہ اس سر کو طلاق ہے اور اشارہ کرتا عورت کے سر کی طرف تو طلاق واقع ہوجاتی قول اصح مین اور اگر امثلہ سابقہ یعنی رأسک طالق ورقبتک طالق مین تخصیص عضو کی متکلم نے مراد رکہی تو لائق ہے کہ باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق کیجاوے نہ باعتبار قضا کے کذا فی فتح القدیر لیکن یہہ اوس صورتمین ہے کہ سر اور گردن وغیرہ سے تعبیر کل جسم کی عرف مین مشہور اور رائج ہوا اور اگر رواج اوسکا نہو تو باعتبار دیانت اور قضا کے بہی اوسکی تصدیق ہوگی چنانچہ بحرالرائق سے یہہ مطلب مفہوم ہوتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی کما لا یقع لو أضافہ إلی الید إلا بنیۃ المجاز والرجل والدبر والشعر والأنف والساق

والفخذ والظهر والبطن واللسان والاذن والفم والصدر والذقن والسن والريق والعرق وكذا الثدي والدم جوهرة لانه لا يعبر به عن
الجملة فلو عبر قوم به عنها وقع چنانچہ طلاق واقع نہین ہوتی اگر نسبت کی طلاق کی ہاتھہ کیطرف مگر نیت مجاز کے اور نہین واقع ہوتی اگر طلاق کی نسبت کی طرف
پانون کے اور رو ہر کے اور بال کے اور ناک کے اور پنڈلی کے اور ران کے اور پیٹھہ کے اور پیٹ کے اور زبان کے اور کان کے اور مُنہہ کے اور سینہ کے اور ٹھڈی کے
اور دانت کے اور رال کے اور پسینہ کی اور اسیطرح چھاتی اور خون کذا فی الجوہرہ ان اعضا کی طرف طلاق کی نسبت کرنے سے طلاق نہین واقع ہوتی اسواسطے کہ ان اعضا سے کل
جسم کی تعبیر نہین ہوتی اور اگر کسی قوم کے عرف مین ان اعضا سے بھی کل عورت کی تعبیر ہوتی ہو تو طلاق واقع ہوگی وكذا كل ما كان من اسباب الحرمة لا الحل
اتفاقا اور اسیطرح جو اسباب کہ حرمت کے ہین نہ حلت کے اونکا بھی حکم ہے بالاتفاق جو طلاق کا حکم ہے حرمت کے اسباب جیسے ایلا اور ظہار اور عتق اور حلت کے اسباب چنانچہ
نکاح یعنی اگر ایلا اور ظہار کل عورت سے کی یا اوس عضو سے کی جو بجای کل مستعمل ہوتا ہے چنانچہ سر اور گردن اور چہرہ اور فرج یا نصف اور ثلث سے کی تو ایلا اور ظہار واقع
ہوگی اور ہاتھہ پانون کی طرف نسبت کرنے سے نہ واقع ہوگی بخلاف نکاح کے کہ گردن اور سر اور فرج اور نصف کی طرف نسبت کرنے سے نہ صحیح ہوگا بنا بر احتیاط کے کذا
فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وجزء الطلقة ولو من الف جزء تطليقة لعدم التجزي اور حصہ ایک طلاق کا اگرچہ ہزاروان حصہ ہو ایک طلاق [illegible]
بسبب عدم قسمت پذیری کے یعنی طلاق لائق قسمت کے نہین تو اوسکا جز اگرچہ نہایت قلیل ہو بجای کل کے ہے مثلا اگر کوئی کہے کہ مین نے تجھ پر ایک طلاق کا ہزاروان یا
لاکھوان حصہ واقع کیا تو پوری ایک طلاق واقع ہوگی ولو زادت الاجزاء وقع اخرى وهكذا اور اگر زیادہ ہون اجزا ایک طلاق سے تو دوسری طلاق واقع
ہوگی اور اسیطرح اگر اجزا دو طلاق سے زیادہ ہون تو تین طلاق واقع ہونگی چنانچہ اگر یون کہا انت طالق نصف طلقة وثلثيها یعنی تجھکو آدہی طلاق ہے اور دو تہائیان
اوسکی تو دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ ایک طلاق سے چھٹا حصہ زیادہ ہوگیا ما لم يقل نصف طلقة وثلث طلقة وسدس طلقة فيقع الثلث حکم
سابق اوسوقت تک ہے جبتک یون نہین کہا کہ نصف طلقة وثلث طلقة وسدس طلقة اور اگر یون ہی کہا تو تین طلاقین واقع ہونگی یعنی ہرچند نصف اور ثلث اور
سدس سے ایک طلاق پوری ہوئی زیادتی اجزا کی نہوئی لیکن لفظ طلقة کا نکرہ ہی تین بار مکرر ہوا اور قاعدہ عرب کا یہہ ہے کہ نکرہ کا جب اعادہ ہوا تو وہ غیر ہوتا ہے اول کا تو
بسبب مغایرت کی تین طلاقین ٹھہر گئین بخلاف معرفہ کے کہ اگر وہ مکرر آویگا تو عین ہوگا اول معرفہ کا ولو بلا واو فواحدة اور اگر مثال مذکور کو بدون واو عاطفہ کے
بولا مثلا یون کہا کہ انت طالق نصف طلقة ثلث طلقة سدس طلقة تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ہر واحد بدل واقع ہوگا اپنے ماقبل سے اور مبدل منہ ساقط
ہوجاتا ہے نیت مین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال طلقة ونصفها فثنتان على المختار جوهرة اور اگر کہا کہ تجھکو ایک طلاق ہے اور نصف اوسکا تو دو طلاقین
ہونگی بنا بر قول مختار کے کذا فی الجوہرہ وكذا لو كان مكان السدس ربعا فثنتان على المختار وقيل واحدة قهستاني اور اسیطرح اگر مثال سابق مین بجای
سدس کے ربع ہو تو دو طلاقین ہونگی بنا بر قول مختار کے اور قول ضعیف مین ایک طلاق ہے کذا فی القہستانی سید احمد طحطاوی نے لکہا کہ قہستانی سے اس مقام مین دو خطائین
واقع ہوئین ایک نقل مین دوسری حکم مین نقل مین یہہ خطا ہوئی کہ اس عبارت کو اوسنے محیط سرخسی سے نقل کیا حالانکہ یہہ عبارت محیط مین نہین چنانچہ فتاوی ہندی
یعنی عالمگیری مین محیط کی عبارت منقول ہے اور حکم مین یہہ خطا ہوئی کہ جب انت طالق نصف طلقة وثلث طلقة وسدس طلقة مین بسبب تکرار نکرہ کے تین طلاق
واقع ہوئین تو انت طالق نصف طلقة وثلث طلقة وربع طلقة مین بطریق اولی تین واقع ہونگی اسواسطے کہ ربع زائد ہے سدس سے کذا فی حاشیۃ المدنی وسيجيء
الخ استثناء بعض التطليق لغو بخلاف ايقاعه اور عنقریب باب التعلیق مین آویگا کہ استثنا کرنا بعض تطلیق کا لغو ہے بخلاف ایقاع طلاق کے یعنی
اگر یون کہا کہ انت طالق ثلثا الا نصف طلقة تو امام محمد کے نزدیک تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ طلاق قسمت پذیر نہین بخلاف ایقاع کے کہ اوسمین بعض
طلاق لغو نہین ہوتی یعنی اگر یون کہیگا کہ تجھکو ایک طلاق اور آدہی طلاق ہے تو دو واقع ہونگی ويقع بقوله من واحدة الى ثنتين او ما بين واحدة الى
ثنتين واحدة اور ایک طلاق واقع ہوتی ہی اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے ایک سے دو تک یا یون کہا کہ تجھکو طلاق ہے مابین ایک کے دو تک وبقوله من
واحدة او ما بين واحدة الى ثلث ثنتان لان الاصل فيما اصله الحظر دخول الغاية الاولى فقط عند الامام وفيما مرجعه الاباحة كخذ من مالي
من مائة الى الف الغايتين اتفاقا اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے ایک سے تین تک یا مابین ایک کے تین تک واقع ہونگی دو طلاق شارح کہتا ہے قاعدہ کلیہ الخ

مسائل کا جنمین اصل منع ہے یعنی ضرورت مباح نہین ہمیہ ہر کہ ادنمین فقط پہلی حد داخل ہوتی ہے نزدیک امام اعظم کے نہ دوسری حد اور چونکہ طلاق مین اصل منع ہے
اسواسطے او سمین دوسری حد یعنی دو اور تین کا اعتبار نہوا فقط پہلی حد یعنی ایک معتبر ہوئی اور جو مسائل جنکا مرجع اوداصل اباحت ہے چنانچہ یہہ مثال کہ لیے میرے
مال سے سو سے ہزار تک تو اوسمین دونو حدین یعنی سو اور ہزار داخل ہونگے باتفاق امام اور صاحبین کے **ویقع بثلثة انصاف طلقتین ثلثة وقیل ثنتان**
... واقع ہونگی ... دو طلاق کے تین آدہون سے تین طلاق اور قول ضعیف یہہ ہے کہ دو طلاق واقع ہونگی **وبثلثة انصاف**
طلقة او نصفی طلقتین طلقتان وقیل یقع ثلث والاول اصح اور واقع ہونگے ایک طلاق کے تین آدہون
... طلاق کے دو آدہون سے دو طلاق اور قول ضعیف مین تین طلاق اور پہلا قول صحیح ہے یعنی دو طلاق کا **وبواحدۃ فی ثنتین واحدۃ**
ان لم ینو او نوی الضرب لانہ یکثر الاجزاء لا الافراد اس قول سے کہ تجھکو ایک طلاق ہے دو طلاق مین ایک طلاق واقع ہوگی اگر ضرب عدد کی نیت نکی یا نیت کی ایک کی ضرب کی دو مین
یعنی حساب ضرب کی نیت کی یا نکی ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ضرب اجزا کو بڑہاتی ہے نہ افراد عدد کو فتح القدیر مین اس قول کو مسلم نہین کہا کذا فی حاشیۃ الحمدی **وان نوی واحدۃ وثنتین**
فثلث لو مدخولا بہا اور اگر نیت کی ایک اور دو کی یعنی واحدۃ فی ثنتین مین لفظ فی کو بمعنی واو عاطفہ کے استعمال کیا تو تین طلاق واقع ہونگی اگر زوجہ مدخولہ ہوگی **وفی غیر المدخولۃ واحدۃ**
لہا واحدۃ وثنتین لانہ لم یبق للثنتین محل اور زوجہ غیر مدخولہ مین ایک واقع ہوگی چنانچہ اس قول مین کہ جب غیر مدخولہ سے کہا کہ تجھکو ایک اور دو طلاق
ہین تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے بدون عدت کے جدا ہوگئی تو طلاق کا محل ہی باقی نرہا **وان نوی مع الثنتین فثلث مطلقا**
اور اگر نیت کی ساتھ ایک طلاق کے دو طلاق کی یعنی واحدۃ فی ثنتین مین لفظ فی کو بمعنی مع کے استعمال کیا تو اس صورت مین تین طلاق واقع ہونگی مطلقا خواہ
مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ اسواسطے کہ معیت اجتماع کی مقتضی ہے **ویقع بثنتین فی ثنتین ولو بنیۃ الضرب ثنتان لما مر ولو نوی معنی الواو او مع**
فکما مر اور واقع ہونگی دو طلاق اس قول سے کہ تجھکو دو طلاق ہین دو طلاق کے اندر اگرچہ ضرب عدد کی نیت کی ہو اسواسطے کہ عنقریب گذرا کہ ضرب سے اجزا زیادہ ہوتے
ہین نہ افراد اور اگر لفظ فی کو بمعنی واو یا مع کی نیت کی سوا وسکا حکم ویسا ہی ہے جیسا کہ گذر گیا یعنی اگر طلقتک ثنتین فی ثنتین مین فی کو بمعنی واو عاطفہ کے مستعمل
کیا تو زوجہ مدخولہ کو تین طلاق ہونگی اور غیر مدخولہ کو ایک طلاق ہوگی اور اگر فی کو بمعنی مع کے مستعمل کیا تو مدخولہ اور غیر مدخولہ دونو کو تین طلاق واقع ہونگی
وبقولہ من ھنا الی الشام واحدۃ رجعیۃ ما لم یصفہا بطول او کبر فبائنۃ اور واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے یہان سے شام تک ایک طلاق
رجعی لیکن جبکہ طلاق کو طول اور بزرگی کے موصوف نہین کیا اور اگر طول اور بزرگی کے متصف کریگا تو طلاق بائن واقع ہوگی **وانت طالق بمکۃ او فی مکۃ او فی الدار**
او الظل او الشمس او ثوب کذا تنجیز یقع للحال کقولہ انت طالق مریضۃ او مصلیۃ او انت مریضۃ وانت تصلین اور یہہ قول کہ انت
طالق بمکۃ او فی مکۃ یعنی تجھکو طلاق ہے مکہ مین یا گھر مین یا سایہ مین یا دہوپ مین یا ایسے کپڑے مین تنجیز ہے طلاق کی یعنی اس قول سے بالفعل طلاق پڑ جاتی ہے دخول
مکہ اور گھر اور سایہ اور دہوپ پر موقوف نہین چنانچہ اس قول سے بھی بالفعل طلاق پڑ جاتی ہے کہ تجھکو طلاق ہے حالت بیماری اور نماز خوانی مین خواہ بیمار ہو یا نہو
نماز پڑہی یا نہ پڑہے اسواسطے کہ طلاق کو مرض اور نماز اور اسیطرح سایہ اور دہوپ سے کچھہ خصوصیت نہین **ویصدق فی الکل دیانۃ لا قضاء** اور تصدیق کیجاویگی زوج کی
ان مثالون مین باعتبار دیانت کے نہ باعتبار قضا کے **لو قال عنیت اذا دخلت الدار او اذا لبست او اذا مرضت ونحو ذلک فیتعلق بہ کقولہ الی**
سنۃ او الی رأس الشہر او الی الشتاء اگر کہا زوج نے کہ مین نے انت طالق فی الدار مین انت طالق اذا دخلت الدار کا ارادہ کیا تھا یا انت طالق فی ثوب مین
انت طالق اذا لبست کا یا انت طالق مریضۃ مین انت طالق اذا مرضت کا ارادہ کیا اور اسیطرح بعض اقوال مین تو طلاق معلق ہوگی اوسی شرط سے یعنی بدون دخول دار اور
وجود مرض وغیرہ کے طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ یہہ قول کہ تجھکو طلاق ہے ایک سال تک یا مہینے کے شروع تک یا موسم سرما تک یعنی ہوبدون سال گذر جانے اور بدون کے
اونکی طلاق نہ واقع ہوگی **واذا دخلت مکۃ تعلیق** اور یون کہنا کہ تجھکو طلاق ہے جب کہ تو مکہ مین داخل ہوگی یہہ تعلیق ہے حقیقت مین یعنی بدون دخول مکہ
طلاق نہ واقع ہوگی **وکذا فی دخولک الدار وکذا فی لبسک ثوب کذا او فی صلوتک ونحو ذلک لان الظرف یشبہ الشرط** اور اسیطرح سے یہہ
قول تعلیق ہے کہ تجھکو طلاق ہے تیرے گھر داخل ہونے مین اور اسیطرح تجھکو طلاق ہے تیری ایسا کپڑا پہنے مین یا تجھکو طلاق ہے تیری نماز مین اور مانند ان اقوال کے تعلیق

مین داخل ہونے اسواسطے کہ ظرف مشابہ ہی شرط کے باعتبار جمعیت کے اسواسطے کہ مظروف بدون ظرف کے نہین ہوتا جیسے مشروط بدون شرط کے نہین ہوتا ولو قال لدخولک الدار
او لحیضک تنجیز اور اگر یون کہا کہ تجھکو طلاق ہے بسبب داخل ہونے تیرے گھر مین یا بسبب تیرے حیض کے تو یہہ قول تنجیز ہے یعنی فی الحال طلاق واقع ہوگی دخول
دار اور حیض پر موقوف نہین ولو بالباء فتعلیق اور اگر بجاے لام کے باے موحدہ بولا یعنی یون کہا کہ انت طالق بدخولک الدار او بحیضک تو یہہ قول تعلیق ہے یعنی
دخول دار اور حیض پر طلاق موقوف ہوگی وفی حیضک وہی حائض فحتی تحیض اخری ہے اور اگر اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے تیرے حیض مین اور حالانکہ اوسکو
حیض موجود ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ اوسکو دوسری بار حیض آوے وفی حیضتک فحتی تحیض وتطہر اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے تیری حیضۃ مین
یعنی ایکبار حیض آنے مین تو وہ مطلقہ نہوگی یہانتک کہ اوسکو دوسری بار حیض آوے اور پاک بھی ہو جاوے اسواسطے کہ حیضۃ حیض کامل کو کہتے ہین اور کمال حیض مین
طہر کے نہین خلاصہ یہہ کہ اگر حیض بدون تے کے بولا تو تعلیق طلاق حیض ثانی پر ہوگی اور اگر تے کو اوسمین ملایا تو تعلیق طلاق کی طہر بعد حیض ثانی کے ہوگی کذا فی
حاشیۃ المدنی وفی ثلثۃ ایام تنجیز وفی مجیئ ثلثۃ ایام تعلیق بمجیئ الیوم الثالث سوی یوم حلفہ لان الشرط تعتبر فی المستقبل اور اس قول مین
کہ تجھکو طلاق ہے تین دن مین فی الحال طلاق ہوگی اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے تین دن کے آنے مین تعلیق ہے طلاق کی تیسرے دن کے آنے پر سواے اوس دن کے جسدن یہہ کلام
کیا اسواسطے کہ شرط کا اعتبار زمانہ مستقبل مین ہوتا ہے نہ ماضی مین اور آنا دنکا ابتداے یوم سے ہوتا ہے حالانکہ یوم تکلم کچھ دن گذر چکا تھا تو یوم تکلم کا آنا ثابت نہوا
اسواسطے اوسدن کو شمار سے نکالڈالا ویوم القیمۃ لغو اور یون کہا کہ تجھکو طلاق ہے قیامت کے دن لغو ہے یعنی اس کلام سے طلاق نہین واقع ہوتی اسواسطے کہ
قیامت کا دن محل وقوع احکام شرعیہ نہین وقبلہ تنجیز اور اس قول مین کہ تجھکو طلاق ہے روز قیامت سے پہلے فی الحال طلاق واقع ہوگی وفی طالق تطلیقۃ حسنۃ
فی دخولک الدار ان رفع حسنۃ تنجیز وان نصبہا تعلیق اور اس قول مین کہ انت طالق تطلیقۃ حسنۃ فی دخولک الدار اگر رفع دیا لفظ حسنۃ کو تو فی الحال
طلاق ہوگی اور اگر نصب دیا اوسکو تو تعلیق ہوگی اسواسطے کہ لفظ حسنۃ حالت رفع مین صفت ہوگی عورت کی تو فاصل ہوگی درمیان طلاق و تعلیق کے تو فی دخولک الدار
جدا کلام ہوگیا تعلیق نرہا تو تنجیز ہوگا اور جب حسنۃ کو نصب دیا تو صفت ہوئی طلاق کی تو فاصل نہوئی تو دخول دار پر تعلیق ہوگی طلاق کی وسال الکسائی محمدا
عمن قال لامراتہ **شعر** فان ترفقی یا ہند فالرفق ایمن ۞ وان تخرقی یا ہند فالخرق اشام ۞ فانت طلاق والطلاق عزیمۃ ۞
ثلث ومن یخرق اعق واظلم ۞ کم یقع فقال ان رفع ثلثا فواحدۃ وان نصبہا فثلث وتمامہ فی المغنی وفیما علقناہ علی الملتقی اور
سوال کیا کسائی نحوی اور قاری نے امام محمدؒ سے کہ جس شخص نے اپنی عورت سے یہہ شعر کہا کہ اگر نرمی کریگی تو اے ہند تو نرمی کرنا مبارک ہے اور اگر سختی اور بدمزاجی
کریگی اے ہند تو سختی نامبارک ہے سو تو مطلقہ ہے اور طلاق تو عزیمت کی چیز ہے یعنی لہو و لعب نہین ۞ تین بار اور جو سختی اور بدمزاجی کرتا ہے وہ نافرمان تر اور
ظالم تر ہے ۞ کسائی نے پوچھا کہ اس کلام سے کئی بار طلاق واقع ہوتی ہے تو امام محمدؒ نے جواب دیا کہ اگر اوس نے لفظ ثلث کو رفع دیا تو ایک طلاق ہوگی
اور اگر اوسکو نصب دیا تو تین بار طلاق ہوگی شارح نے کہا اور پوری تقریر اسکی مغنی اللبیب اور ہماری شرح مین ہے جو ملتقی پر ہے ھم جب لفظ ثلث مرفوع ہوگا
تو ایکبار طلاق ہوگی گویا یون کہا کہ انت طالق پھر خبر دی کہ پوری طلاق تین بار ہے اور جب ثلثا منصوب ہوگا تو تین بار طلاق ہوگی تو تقدیر کلام کی انت طالق
ثلثا ہوگی اور والطلاق عزیمۃ جملہ معترضہ ہوگا کتاب مغنی اللبیب کے باب اول مین مذکور ہے کہ ہارون رشیدؒ نے یہہ سوال امام ابو یوسفؒ سے کیا اونکو جواب آیا
کسائی سے دریافت کرکے جواب دیا بحر الرائق مین کہا کہ یہہ حکایت غلط ہے اسواسطے کہ ابو یوسف مجتہد تھے اور شرط اجتہاد کی ایک یہہ بھی ہے کہ معرفت کلام عرب
کی ہو اور یہہ نقل اہل درایت کے مخالف ہے چنانچہ مبسوط مین مذکور ہے کہ یہہ سوال کسائی نے امام محمدؒ سے کیا اور تاریخ خطیب بغدادی مین بھی یون ہی مذکور ہے
چنانچہ جلال الدین سیوطیؒ نے حاشیہ مغنی اللبیب مین اسکی تصریح کر دی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وبقولہ انت طالق غدا او فی غد یقع عند طلوع الصبح
اور اس قول سے کہ تو طالق ہے کل یا کل مین تو واقع ہوگی طلاق طلوع صبح کے وقت وصح فی الثانی نیۃ العصر اے اخر النہار قضاء وصدق
فیہما دیانۃ ومثلہ انت طالق شعبان او فی شعبان اور صحیح ہے قول ثانی مین یعنی انت طالق فی غد مین نیت عصر کی یعنی آخر دنکی باعتبار قضا کے
اور تصدیق کیجاویگی متکلم کی دونو قولون مین باعتبار دیانت کے اور مانند اسکی ہے یہہ قول کہ تو طالق ہے شعبان کو یا شعبان مین تو اگر اس متکلم نے کچھ نیت

کی تو آخر رجب بعد غروب آفتاب کے طلاق واقع ہوگی اور اگر آخر شعبان کی نیت کی تو قضاءً قول ثانی میں صحیح ہوگی اور دیانۃً دونوں میں تصدیق ہوگی وفی انتِ
طالقٌ الیومَ غداً وغداً الیومَ اُعْتُبِرَ اللفظُ الاوّلُ اور اس قول میں کہ تو طالق ہے آج کل یا تو طالق ہے کل آج پہلا لفظ معتبر ہوگا اور دوسرا لفظ لغو ہوگا
تو اول قول میں آج طلاق ہوگی اور ثانی قول میں کل ہوگی ولو عَطَفَ بالواوِ یقعُ فی الاول واحدۃٌ وفی الثانی ثِنْتَانِ اور اگر مثال سابق میں عطف
واو کرکے کیا یعنی یوں کہا کہ انتِ طالقٌ الیومَ وغداً یا انتِ طالقٌ غداً والیومَ تو قول اول میں ایک طلاق ہوگی یعنی الیومَ وغداً میں اور قول ثانی میں دو
طلاق ہوگی یعنی غداً والیومَ میں کقولہ انتِ طالقٌ باللیلِ والنہارِ واول النہارِ وآخرہٖ وعکسُہٗ اوالیوم وراسَ الشہرِ چنانچہ اس قول
میں کہ انتِ طالقٌ باللیلِ والنہارِ اگر یہہ قول دن کو کہا تو دوبار طلاق ہوگی اور اگر یوں کہا انتِ طالقٌ بالنہارِ واللیلِ تو ایکبار واقع ہوگی اور
اگر رات کو یہہ قول کہا تو حکم بالعکس ہوگا یا یوں کہا کہ انتِ طالقٌ اولَ النہارِ وآخرَہٗ سو اگر یہہ قول اول روز کہا تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور اگر اول
یوں کہا کہ انت طالقٌ آخرَ النہارِ واولَہٗ تو دوبار طلاق ہوگی اور اگر آخر روز میں یوں کہا کہ انت طالق اول النہار وآخرہ تو دوبار طلاق واقع ہوگی اگر آخر روز یوں کہا کہ انت
طالقٌ آخرَ النہارِ واولَہٗ تو ایکبار طلاق ہوگی اور اسیطرح عکس کا یعنی عکس باللیل والنہار کا بالنہار واللیل اور عکس اول النہار وآخرہ کا آخر النہار واولہ چنانچہ اسکا حکم بھی متصل ذکر ہوچکا یا یوں کہا
کہ انتِ طالقٌ الیومَ وراسَ الشہرِ تو اگر یہہ کلام دن میں کہا تو ایک طلاق ہوگی اور اگر شروع مہینہ میں کہا تو دوبار طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی والاصل انّہٗ
متیٰ اَضافَ الطلاقَ لوقتینِ کائنٍ ومستقبلٍ بحرفِ عطفٍ فانْ بدأَ بالکائنِ اتّحدَ او بالمستقبلِ تعدّدَ اور قاعدہ کلیہ امثلہ سابقہ میں یہہ
کہ جب مضاف کیا طلاق کو دو وقت کیطرف کہ ایک اونمیں ماضی ہے اور دوسرا مستقبل اور دونوں وقتوں کے درمیان میں حرف عطف کا ڈالا سو اگر ابتدا
ماضی سے کی تو دونوں وقت متحد ہوجاوینگے اس صورتمین ایک ہی طلاق واقع ہوگی چنانچہ انت طالق الیوم وغدا میں اور اگر ابتدا مستقبل سے کی تو تعدد اوسکا ثابت
ہوگی یعنی دوبار طلاق واقع ہوگی چنانچہ انت طالق غدا والیوم میں وفی انتِ طالقٌ الیومَ واذا جاءَ غدٌ وانتِ طالقٌ لا بل غداً طلقتْ واحدۃً
للحالِ واُخریٰ فی الغدِ اور اس قول میں کہ تو طالق ہے آج اور جب کہ کل آویگا یا یوں کہا کہ تو طالق ہے نہیں بلکہ کل طالق ہے تو اوسکو ایکبار طلاق
ہوگی فی الحال اور دوسری بار کل مثال ثانی میں متکلم نے بلفظ لا دیکر نفی کلام سابق کی ارادہ کی سو ابطال منجز کا ممکن نہیں انتِ طالقٌ واحدۃً اوْ لا او
مع موتی او مع موتکِ لغوٌ اما الاول فلحرفِ الشکِ واما الثانی فلاضافتہٖ لحالۃٍ منافیۃٍ للایقاعِ او للوقوعِ تو طالق ہے ایکبار یا کہ
طالق نہیں یا یوں کہا تو طالق ہے میری موت کے ساتھ یا اپنی موت کے ساتھ تو یہہ دونوں قول لغو ہیں یعنی ایسے کلام سے طلاق نہیں ہوتی پہلا قول تو اسواسطے
لغو ہوا کہ حرف شک کا اوسمین واقع ہے اور قول ثانی اسواسطے لغو ہوا کہ اوسمین طلاق مضاف ہے اوس حالت کی طرف جو مخالف ہے ایقاع طلاق کے یا وقوع
طلاق کے یعنی موت زوج کی منافی ہے ایقاع طلاق کی کہ اوس حالت میں اوسکو اہلیت طلاق دینے کی نہیں اور موت زوجہ کی منافی ہے وقوع طلاق کی کہ اوس
حالتمین محل طلاق باقی نہیں کذا انتِ طالقٌ قبلَ اَنْ اَتزوّجکِ او امسِ ل وقد نکحہا الیومَ اور اسیطرح لغو ہے یہہ قول کہ تو طالق ہے قبل اسکے کہ
میں تیرے ساتھ نکاح کروں یا یوں کہے کہ تو طالق ہے کل یعنی جو دن کہ ہوچکا اور حالانکہ نکاح کیا اوس عورت سے آج یہہ دونوں قول اسواسطے لغو ہوئے کہ طلاق
کو اوس وقت کی طرف مضاف کیا جب کہ اوسکو ملکیت طلاق کی نتھی اسواسطے کہ بعد نکاح کے زوج طلاق کا مالک ہوتا ہے نہ قبل نکاح کے ولو نکحہا قبلَ امسِ
وقعَ الآنَ لانّ الانشاءَ فی الماضی انشاءٌ فی الحالِ اور اگر نکاح کیا تہا عورت سے کل سے پہلے یعنی پرسوں نکاح کیا تہا اور پہر یوں کہا کہ انتِ طالقٌ
امسِ تو وقت تکلم کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ماضی کا ایقاع زمانہ موجود کا ایقاع ہے ولو قال امسِ والیومَ تعدّدَ وعکسُہٗ اتّحدَ وقیلَ بعکسِہٖ
اور اگر کہا کہ انتِ طالقٌ امسِ والیومَ تو دوبار طلاق ہوگی یا بالعکس کہا یعنی یوں کہا کہ انت طالق الیوم والامس تو ایکبار ہوگی اور بعض علمانے اسکا بالعکس
کہا یعنی اول صورتمین ایکبار اور دوسری صورتمین دوبار ہوگی اور یہی قول اخیر موافق ہے قاعدہ سابقہ کے یعنی اگر ماضی مقدم ہو استقبال پر تو اتحاد ہوگا
اور استقبال مقدم ہو ماضی پر تو تعدد ہوگا اور یہی حق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن الحلبی او انتِ طالقٌ قبلَ اَنْ اُخلقَ او قبلَ اَنْ تُخلقی او طلقتکِ
وانا صبیٌّ او نائمٌ او مجنونٌ وکانَ معہوداً کانَ لغواً یا یوں کہا کہ تو طالق ہے قبل میرے پیدایش کے یا قبل تیری پیدایش کے یا یوں کہا کہ میں نے تجہکو

طلاق دی جب کہ مین لڑکا تہا یا جب کہ مین سوتا تہا یا جب کہ مین دیوانہ تہا اور حالانکہ اوسکا جنون معلوم نہہا تو یہہ قول لغو ہوگا اسواسطی کہ حالات مذکورہ منافی ہین
ایقاع طلاق کے بخلاف قولہ انتِ حُرٌّ قبل ان اشتریک او انتِ حرٌّ امس وقد اشتراہ الیوم فانہ یَعتِقُ کما یعتِقُ لو اقر بعتقہ مشتراہ
لاقرارہ بحریتہ برخلاف حکم سابق کے ہے یہہ قول کہ تو آزاد ہے قبل اسکی کہ مین تجہکو خرید کرون یا یون کہاکہ تو آزاد تہا کل اور حالانکہ اوسکو خرید کیا آج
تو وہ آزاد ہوجاویگا اسواسطی کہ آزادی ایقاع اور وقوع کی محتاج نہین احتمال ہے کہ اوسکو اوس شخص نے آزاد کیا ہو یا کہ وہ اصلی آزاد ہو بخلاف طلاق کے
چنانچہ اسطرح بہی آزاد ہوجاویگا اگر اقرار کیا ایک شخص نے کسیکے غلام کے حق مین کہ یہہ آزاد ہی پہر اوسکو خرید کیا ان تینون صورتون مین آزادی ثابت ہوگی
بسبب اقرار کرنے قائل کے اوسکی آزادی کا انتِ طالقٌ قبل موتی بشہرین او اکثر ثلث قبل مضی شہرین لم تطلق لانتفاء الشرط
وان مات بعدہما طلقت مستندا لاول المدۃ لا عند الموت وفائدتہ انہ لا میراث لہا لان العدۃ قد تنقضی بشہرین بثلث حیض
تو طالق ہے میری موت سی دو مہینہ پہلے یا کہ اس مدت سی زیادہ اور مرگیا زوج قبل گذرنے دو مہینہ کے تو عورت مطلقہ نہوگی بسبب نپائی جانے شرط کے اور اگر
زوج مرگیا بعد دو مہینہ کے تو مطلقہ ہوگی نزدیک امام کے فی الحال باستنادا اول مدت کے یعنی دو مہینہ سے مطلقہ ہوگی نہ موت کے نزدیک سے اور فائدہ طلاق
مستند کا یہہ ہے کہ عورتکو میراث زوج کی نہ ملیگی اسواسطی کہ عدت گاہی منقضی ہوجاتی ہے دو مہینہ مین تین حیض ہوکر م مصنف اور شارح نے اس مقام مین
قول ضعیف کو پسند کیا ہی باتباع صاحب درر کے اور قول صحیح یہہ ہی کہ عدت وقت موت سے ہوگی اور عورت وارث ہوگی نزدیک امام کے اسواسطی کہ حق میراث مین
استناد ظاہر نہین ہوتا کیونکہ اوسمین ابطال ہے عورت کے حق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور تحریر مین تصریح ہی کہ وجوب عدت نزدیک امام کے موت سے ہے
اور علامہ سمرقندی نے کہاکہ اسی پر فتوی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی قال لہا انتِ طالقٌ کل یوم او کل جمعۃ او راس کل شہر ولا نیۃ لہ تقع
واحدۃ فان نواہ کل یوم او قال فی کل یوم او مع او عند او کلما مضی یوم یقع ثلث فی ایام ثلث والاصل انہ متی ترک کلمۃ الظرف
اتحد ولا تعدد کہا زوج نے زوجہ سی کہ تو طالق ہے ہر دن یا ہر جمعہ یا ہر مہینہ کے شروع پر اور زوج کے ان اقوال مین کچہہ نیت نہین تو ایکبار طلاق واقع
ہوگی اور اگر اوسنے نیت کی ہر روز ایک طلاق کی یا اوسنے یون کہاکہ تو طالق ہے ہر ایک دن مین یا یون کہاکہ تو طالق ہے ہر دن کے ساتہہ یا کہاکہ تو طالق ہے
نزدیک ہر دن کے یا یون کہاکہ تو طالق ہے ہر بارکہ دن ہوچکے تو ان صورتون مین تین بار طلاق واقع ہوگی تین دن مین اور قاعدہ کلیہ مین طلاق بار ایک طلاق
کے واقع ہونیکا ان مثالون مین یہہ ہے کہ جب کلمہ ظرف کا متروک ہوگا کلام مین تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور جب کلمہ ظرف کا مذکور ہوگا تو تین بار طلاق
واقع ہوگی کلمہ ظرف کا ان اقوال مین لفظ فی اور مع اور عند ہے وفی الخلاصۃ انتِ طالقٌ مع کل یوم تطلیقۃ وقع ثلث للحال اور خلاصہ مین ہے
کہ اگر یون کہیگا کہ تو طالق ہے ہر دن کے ساتہہ ایک طلاق کر تو واقع ہونگی تین طلاق فی الحال م روایت خلاصہ کی مخالف ہی شارح کے قول کے
اسواسطی کہ شارح نے کہاکہ مع کل یوم مین تین طلاق تین دن مین واقع ہونگی اور خلاصہ مین فی الحال واقع کہا اور دونو کلامون مین سوائے مفعول
مطلق کے کوئی فارق ظاہر نہین ہوتا اور شیخ رحمتی محشی نے کہاکہ خلاصہ مین یون عبارت ہی کہ انتِ طالقٌ مع کل تطلیقۃ یعنی اوسمین لفظ یوم کا نہین
تو یہہ مطلب ہوا کہ تو طالق ہے ہر طلاق کے ساتہہ تو اس صورت مین تین بار طلاق فی الحال واقع ہونگی اور شاید کہ نسخہ صاحب بحر الرائق مین تحریف
واقع ہوگئی اور مصنف و شارح نسخہ محرفہ کے پیرو ہوگئے کذا فی حاشیۃ المدنی قال اطولکما عمرا طالقٌ الان لا تطلق حتی تموت احدہما فتطلق الاخری
لوجود شرطہ حینئذ کہا زوج نے اپنی دو زوجہ سے کہ تم دونون مین بڑی عمر والیکو طلاق ہے اسوقت تو کسیکو طلاق نہوگی یہانتک کہ ایک اونمین سے
مرجاوی پہر جب ایک مرگئی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی بسبب پائی جانے شرط زوج کے اوسوقت یعنی جب ایک مرگئی تو دوسری عورت کی زیادتی عمر کی
ثابت ہوئی م شیخ رحمتی نے کہاکہ طول عمر بدون دو نو عورتون کے مرجانیکی ثابت نہین ہوسکتا اسواسطی کہ جو عورت کہ اول مرگئی جائز ہی کہ جالیس برس کی
ہو اور جو زندہ رہی ہی شاید اوسکی عمر تیس ہی برس کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور نسخہ مطبوعہ مین بعد حینئذ کے لفظ مستندا کا بہی مرقوم ہی قال انتِ طالقٌ
قبل قدوم زید بشہر فقدم بعد شہر وقع الطلاق مقتصرا کہا زوج نے کہ تو طالق ہے زید کے آنے سے پہلے بقدر ایک مہینہ کے پہر زید آیا بعد مہینہ

سکے توطلاق واقع ہوگی فی الحال بطور اقتصار کے ہم مصنف نے طلاق قبل موت مین استناد کو ذکر کیا اور طلاق قبل قدوم مین اقتصار کو مذکور کیا تو اسواسطے
شارح نے استناد اور اقتصار کو اگلے قول مین مصرح کیا اعلم ان طرق ثبوت الاحکام اربعۃ الانقلاب والاقتصار والاستناد والتبیین معلوم
کہ ثبوت احکام شرعیہ کے چار طریقے ہین ایک انقلاب دوسرا اقتصار تیسرا استناد چوتھا تبیین فالانقلاب صیرورۃ ما لیس بعلۃ علۃ کالتعلیق
سو انقلاب یہہ ہے کہ جو چیز علت نہین ہے واقع مین سو علت ہوجاوے چنانچہ تعلیق مثلا یون کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تجھکو طلاق ہے سو دخول دار واقع
مین طلاق کی علت نہین وقت تکلم کے لیکن بسبب تعلیق زوج کے علت ہوگیا طلاق کی یعنی بعد تعلیق کے جب دخول دار پایا جاویگا تو طلاق واقع ہوگی
اور مراد تعلیق سے معلق علیہ ہے یعنی دخول دار والاقتصار ثبوت الحکم فی الحال اور اقتصار عبارت ہے ثبوت حکم سے فی الحال چنانچہ انشاء عقود مثل
بیع اور نکاح کے یا فسوخ مثل طلاق اور خلع کے توبمجرد ایجاب اور قبول کے بیع اور نکاح ثابت ہوجاتا ہے والاستناد ثبوتہ فی الحال مستندا الی
ما قبلہ بشرط بقاء المحل کل المدۃ کلزوم الزکوۃ حین الحلول مستندا لوجود النصاب اور استناد عبارت ہے ثبوت حکم سے فی الحال اپنے ماقبل
کی طرف مستند ہوکر بشرط باقی رہنے محل حکم کے تمام مدت مین جیسے لازم ہونا زکوۃ کا سال تمام ہونیکے وقت باعتبار وجود نصاب کے یعنی بعد سال کے زکوۃ
بالفعل واجب ہوتی ہے باعتبار قبل کے یعنی جولان حول کے بشرط باقی رہنے مال کے اول سے آخر تک گو نصاب درمیان سال کے کم ہوجاوے والتبیین ان یظہر
فی الحال تقدم الحکم کقولہ ان کان زید فی الدار فانت طالق وتبین فی الغد وجودہ فیہا تطلق من حین القول فتعتد منہ
اور تبیین یہہ ہے کہ ظاہر ہو فی الحال حکم کا مقدم ہونا یعنی اب ظاہر ہوا کہ وقت تکلم سے حکم مقدم تھا چنانچہ زوج کا یہہ قول کہ اگر زید گھر مین ہوگا تو تجھکو طلاق
ہے اور کل ظاہر ہوا وجود زید کا گھر مین یعنی دوسری دن ثابت ہوا کہ وقت تعلیق کے زید گھر مین موجود تھا تو عورت مطلقہ ہوگی وقت تکلم سے تو اوسی وقت
سے اوسکی عدت ہوگی خلاصہ یہہ ہے کہ ثبوت حکم تین حال سے خالی نہین یعنی زمانہ مستقبل مین ہے یا زمانہ حال مین یا زمانہ ماضی مین تو اگر زمانہ استقبال مین ہے
بطور تعلیق کے تو اوسکو انقلاب کہتے ہین اور اگر زمانہ حال مین ہے بلا استناد سابق اوسکو اقتصار بولتے ہین اور اگر زمانہ حال مین ہے ماقبل سے مستند
ہوکر اوسکو استناد کہتے ہین اور اگر بہ نسبت ظہور کے زمانہ ماضی مین ہے اوسکو تبیین بولتے ہین انت طالق ما لم اطلقک او متی لم اطلقک او
متی ما لم اطلقک وسکت طلقت للحال بسکوتہ اگر زوج نے کہا کہ تو طالق ہے مادامیکہ مین تجھکو طلاق نہ دون یا جبتک کہ مین تجھکو طلاق نہ دون
یا تا وقتیکہ تجھکو طلاق نہ دون اور یہہ کلام کرکے زوج ساکت ہوگیا تو عورت فی الحال مطلقہ ہوگی بسبب اوسکے سکوت کے اسواسطے کہ کلمہ متی کا ظرف زمان ہے
اور اسیطرح کلمہ ما کا مصدریہ ہے قائم مقام ظرف کے اگرچہ بمعنی شرط کے مستعمل ہے لیکن فقہا کا اتفاق ہے کہ وہ یہان بمعنی وقت کے ہے خلاصہ یہہ کہ ان
مثالون مین طلاق کی اضافت ہوئی اوس زمانہ کیطرف جو طلاق سے خالی ہے پھر جب اوسنے سکوت کیا تو وہ زمانہ پایا گیا لہذا وہ مطلقہ ہوگی کذا فی
حاشیہ المدنی عن البحر وفی ان لم اطلقک لا تطلق بالسکوت بل یمتد النکاح حتی یموت احدہما قبلہ ای تطلیقہ فتطلق قبیل الموت
لتحقق الشرط ویکون فارا اور اس قول مین کہ تو طالق ہے اگر مین تجھکو طلاق نہ دون عورت مطلقہ نہوگی بسبب سکوت زوج کے بلکہ نکاح قائم رہیگا یہانتک
کہ کوئی اون دونو مین سے قبل طلاق دینے زوج کے مرجاوے پھر جب ایک کوئی مریگا تو عورت مطلقہ ہوگی قبل موت کے قریب تر بسبب پائے جانے شرط کی یعنی
عدم طلاق کے پھر اگر زوج اول مریگا تو فار ہوگا سو اگر عورت مدخولہ ہوگی تو وارث ہوگی زوج کی فار کا بیان آگے آویگا واذا ما واذا بلا نیۃ مثل ان عندہ
ومثل متی عندہما وقد مر حکمہما اور کلمہ اذا ما کا اور اذا کا بدون نیت کے مانند کلمہ ان کے ہے نزدیک امام کے اور مثل کلمہ متی کے ہے نزدیک
صاحبین کے اور دونو کا یعنی ان اور متی کا حکم عنقریب مذکور ہوچکا یعنی جب اذا ما اور اذا بمعنی ان کے ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی تا وقتیکہ کوئی زوجین
مین سے مرے اور جب بمعنی متی کے ہونگے تو فی الحال بسبب سکوت زوج کے طلاق واقع ہوگی ولو نوی الوقت او الشرط اعتبرت نیتہ اتفاقا
ما لم تقم قرینۃ الفور فعلی الفور اور اگر نیت کی زوج نے کلمہ اذا سے وقت کی یا شرط کی تو اوسکی نیت معتبر ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے جبتک کہ
قرینہ فی الفور کا قائم نہو اور اگر فی الفور کا قرینہ قائم ہوگا تو فی الفور طلاق واقع ہوگی نیت شرط کی معتبر نہوگی قرینہ فی الفور کا یہہ کہ عورت نے کہا کہ مجھکو

طلاق ہے زوج نے کہا کہ انتِ طالقٌ اِذَا لم اُطَلِّقکِ تو فی الفور طلاق واقع ہوگی وفی قوله انتِ طالقٌ مالم اُطَلِّقکِ انتِ طالقٌ معالوصل یقع لہ مالم اطلقک طلقت بالمنجزۃ لا خیرۃ فقط استحسانًا اور اس قول مین کہ انتِ طالقٌ الم اطلقکِ انتِ طالقٌ یعنی زوج نے انت طالق کو اپنے قول مالم اطلقک سے ملاکر کہا تو عورت مطلقہ ہوگی فقط پہلے قول منجز سے باعتبار استحسان کے یعنی اخیر قول انتِ طالق سے کہ وہ منجز ہے معلق نہین طلاق واقع ہوگی اور اگر انتِ طالق کو مالم اطلقک سے جدا ذکر کیا وصل نکیا تو منجز اور معلق دونو واقع ہونگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی عن البحر **فرع** مسئلہ محقہ شارح کا قال ان لم اُطلقك الیوم ثلثًا فانتِ طالقٌ فحیلتُه ان یُطلقها علی اَلفٍ ولا تقبلُ المرأۃ فان مضی الیوم لا تطلق به یفتی خانیہ لان التطلیقَ المقیّد یدخل تحت المطلقِ کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر مین آج تجھکو تین طلاق نہ دون تو تجھکو طلاق ہے تو حیلہ نہ طلاق واقع ہونیکا یہ ہے کہ اوسکو طلاق دے بعوض ہزار کے یعنی یون کہے کہ مین نے تجھکو طلاق دی بشرط ہزار اشرفی کے اور عورت ہزار اشرفی دینا نہ قبول کرے پہر اگر وہ دن گذر جاویگا تو عورت مطلقہ نہوگی اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ والخلاصہ والمحیط اسواسطے کہ تطلیق مقید داخل ہے تطلیق مطلق کے تحت مین یعنی ہر چند تعلیق طلاق مطلق پر تھی بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جو طلاق کہ زوج نے دی وہ مقید ہے یعنی بعوض مال کے ہی لیکن چونکہ مقید مطلق مین داخل ہے اسواسطے طلاق نہ واقع ہوئی انتِ طالقٌ یومَ اتزوّجكِ فنكحها ليلًا حنث بخلافِ الامر باليد اى امرُكِ بيدكِ يومَ يقدَمُ زيدٌ فقدِمَ ليلًا لم تتخيّر ولو نهارًا تبقى للغروب کہا مرد نے عورت سے کہ تو طالق ہوگی جسدن کہ مین تجھسے نکاح کرون پہر نکاح کیا اوس سے رات مین تو حانث ہوگا یعنی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ یوم اس قول مین بمعنی مطلق وقت کے ہی جو رات اور دن دونو کو شامل ہے بخلاف امر بالید کے یعنی زوج نے زوجہ سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہے یعنی تجھکو طلاق کا اختیار ہے جس دن کہ زید آوے پہر زید آیا رات کو تو عورت کو اختیار طلاق کا نہوگا اور اگر دن مین زید آویگا تو عورت کو اختیار طلاق کا باقی رہیگا اوسی دن کے غروب تک والاصلُ انّ الیومَ متی قُرِنَ بفعلٍ یَستوعِبُ المدۃَ یُرادُ به النهارُ کالامر بالید فانه یصحّ جعلُه بیدها یومًا او شهرًا ومتی قُرِنَ بفعلٍ لا یستوعبها یُرادُ به المطلقُ الوقتِ کایقاع الطلاق فانه لو قال طلقتُكِ شهرًا کان ذکرُ المدۃ لغوًا وتطلق للحال اور قاعدہ کلیہ جو فارق ہو طلاق اور امر بالید مین یہ ہی کہ یوم جب مقرون ہو ایسے فعل سے کہ پورا گہر لے تمام مدت کو تو وہان یوم سے مراد نہار ہوگا چنانچہ امر بالید ایسی چیز ہے کہ اوسکو عورت کے اختیار مین دینا ایک دن یا ایک مہینہ درست ہی اور اسیطرح ہی سیر اور رکوب اور صوم کہ کل مدت یوم مین ممتد ہوسکتا ہی اور جب کہ یوم مقرون ہوا ایسے فعل سے کہ کل مدت مین ممتد نہو سکے تو وہان یوم سے مراد مطلق وقت ہوگا جو شامل ہی لیل اور نہار کو چنانچہ ایقاع طلاق اور تزوج اور کلام اور دخول اور خروج اور اعتاق سو اگر کہیگا کہ مین نے تجھکو طلاق دی مہینہ بہر تو ذکر مدت کا لغو ہوگا اور فی الحال طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایقاع طلاق لائق امتداد کے نہین انا منكِ طالقٌ او بریٌ لیس بشیءٍ ولو نوی به الطلاق اور اگر کہا اپنی عورت سے کہ مین تجھسے طالق ہون یا کہ مین تجھسے بری ہون تو یہہ قول کچہ نہین اگرچہ اس قول سے طلاق کی نیت کرے تو بھی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ محل طلاق عورت ہے نہ مرد سو جب کہ اضافت طلاق کی مرد کیطرف ہوئی تو بہیو قع ہوئی تو لغو ہوئی وتبینُ فی البائن والحرام ای انا منكِ بائنٌ وانا علیكِ حرامٌ ان نوی لان الابانۃ لازالۃ الوصلۃ والتحریم لازالۃ الحِل وهما مشترکان فتصح الاضافۃ الیه حتی لو لم یقل منكِ او علیكِ لم تقع اور جدا ہو جاویگی عورت لفظ بائن اور حرام مین یعنی اگر عورت سے کہا کہ مین تجھسے بائن ہون یعنی جدا ہون یا کہ مین تجھپر حرام ہون تو مطلقہ ہوگی اگر طلاق کی نیت کرے اسواسطے کہ لفظ ابانت یعنی جدائی کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے اتصال نکاح کے اور لفظ تحریم کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے حلت کے اور وہ دونو یعنی ازالہ اتصال نکاح اور ازالہ حلت مشترک ہین درمیان زوج اور زوجہ کے تو صحیح ہوگی اضافت ابانت اور تحریم کی طرف زوج کے یہان تک کہ اگر نہ کہیگا لفظ منک اور علیک تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اسمین عورت کی طرف خطاب نہین تو احتمال ہے کہ دوسری زوجہ کی جدائی اور حرمت مراد ہو بخلاف انتِ بائنٌ او حرامٌ حیث یقع اذا نوی وان لم یقل منی بخلاف اس قول کے کہ انتِ بائنٌ او حرامٌ یعنی تو جدا ہے یا کہ تو حرام ہے اسواسطے کہ اس کلام سے طلاق واقع ہوگی جب کہ زوج نیت طلاق کی کرے اگرچہ لفظ منی کا نکہے یعنی اگرچہ یون نکہے کہ تو جدا ہے مجھسے تو بھی طلاق واقع ہوگی شارح نے اس کلام سے

ای ثلثا کما فی نسخۃ ۱۲

فی تعرّی

خزانۃ الاکمل کی عبارت کو رد کیا اور سین یون ہے کہ انت بائن سے جدائی نہین ہوتی تا وقتیکہ انتِ بائنٌ منی نہ کہے نعم لو جعل امرھا بیدھا اشترط قولھا أبِن
ہان اگر عورت کو طلاق کا اختیار دے تو عورت کا یون کہنا مشروط ہے کہ بائن منی یعنی تو مجھسے جدا ہو یعنی وقوع طلاق مین منی کا لفظ عورت کو کہنا ضرور ہے م
بحر الرائق مین خلاصہ ان مسائل کا یون مذکور ہے کہ اگر اضافت حرمت اور بینونت کی عورت کی طرف کی یعنی یون کہا کہ تو حرام یا بائن ہے تو طلاق واقع ہوگی
زوج کی طرف اضافت کی حاجت نہین یعنی یون کہنا کہ تو حرام ہے مجھپر ضرور نہین اور اگر حرمت کی اضافت اپنی طرف کی یعنی یون کہا کہ مین حرام یا بائن ہون
تو طلاق نہ واقع ہوگی بدون اضافت عورت کے یعنی یون کہے کہ مین حرام ہون تجھپر یا تو بائن ہے مجھسے اور اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا تو حرمت اور بینونت
کی اضافت زوج اور زوجہ دونو کی طرف ضرور ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ویقع بأبرأتک عن الزوجیۃ بلا نیۃ اور طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ مینے
تجھکو بری کیا زوجہ ہونے سے بدون نیت کے جدائی ہوگی اسواسطے کہ یہہ قول صریح ابطال نکاح مین اور صریح محتاج نیت کا نہین انتِ طالقٌ ثنتین مع عتق
مولاکِ ایاکِ فاعتق سیدھا طلقت بثنتین وله الرجعۃ لوجود التطلیق بعد الاعتاق لانه شرط کہا زوج نے اپنی زوجہ سے جو لونڈی
ہے کسیکی کہ تو طالق ہے دوبار ساتھہ آزاد کرنے مولی کے تجھکو یعنی تیری آزادی کے ساتھہ تجھکو دوبار طلاق ہے پہر اوسکے مالک نے اوسکو آزاد کیا تو دو طلاق کی
مطلقہ ہوگی اور اوسکے زوج کو رجعت کا اختیار ہوگا بسبب وجود تطلیق کے بعد آزاد کرنیکے یعنی اول آزادی ہوئی بعد اوسکے طلاق واقع ہوئی اسواسطے کہ آزادی
شرط تھی طلاق کی اور شرط مقدم ہوتی ہے مشروط پر تو آزادی مقدم ہوئی طلاق پر یعنی عورت پہلے حرہ ہو چکی پہر طلاق واقع ہوئی اور حرہ سے رجعت کرنا
دو طلاق کے بعد درست ہے واگر کوئی کہے کہ لفظ مع مقارنت کا مقتضی ہے جب مقارنت ہوئی تو تقدیم اور تاخیر کی کہان گنجایش رہی اوسکا جواب یہہ ہے کہ لفظ
مع گاہے بمعنی تاخیر بھی مستعمل ہوتا ہے چنانچہ ان مع العسر یسرا مین یعنی سختی کے بعد آسانی ہے اور یہہ مطلب نہین کہ سختی اور آسانی آن واحد مین متقارن ہین ونقل
ابن الکمال ان کلمۃ مع اذا تخلّل بین جنسین مختلفین یحل محل الشرط اور نقل کیا ہے ابن کمال نے ایضاح مین طحاوی سے کہ کلمہ مع کا جب داخل کیجاوے
درمیان دو جنسون مختلف کے تو قائم مقام ہوتا ہے شرط کے تو طلاق اور عتاق دو جنس ہین مختلف انہین کلمہ مع کا داخل ہوا اسواسطے بجای شرط ہوگیا تو گویا تقدیر
کلام یون ہوئی کہ ان اعتقکِ مولاکِ فانتِ طالقٌ ثنتین یعنی اگر تیرا مولی تجھے آزاد کردے تو تجھکو دوبار طلاق ہے ولو عُلّق بالبناء للمجهول عتقھا و
طلاقھا بمجیء الغد فجاء الغد لا رجعۃ له لتعلیقھما بشرط واحد اور اگر معلق ہو آزادی لونڈی کی اور طلاق اوسکی کل کے آنے پر یعنی اوسکے
مولی نے کہا تھا کہ جب کل کا دن آوے تو تو آزاد ہے اور اوسکے زوج نے کہا کہ جب کل آوے تو تجھکو طلاق ہے پہر آیا کل کا دن تو زوج کو رجعت کا اختیار نہوگا واسطے
معلق ہونے عتق اور طلاق کے ایک شرط پر یعنی زمانہ عتق اور طلاق کا ایک ہی ہوا کیونکہ شرط دونو کی ایک ہی تھی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان عتق طلاق پر مقدم
تھا باعتبار مرتبہ کے اور لونڈی کے حق مین دو طلاق ایسی ہین جیسے حرہ کے حق مین تین طلاق تو اوسکے زوج کو رجعت کا اختیار نہ باقی رہا وعدتھا فی المسئلتین
ثلث حیض احتیاطاً اور عدت اوس عورت کی دونو مسئلون مین یعنی اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین تین حیض ہین بنابر احتیاط کے ولو کان الزوج
مریضاً لا ترث منه لوقوعه وھی أمۃ فلا ترث مبسوط اور مسئلہ ثانیہ مین اگر زوج مریض ہوگا تو عورت اوسکی وارث نہوگی اسواسطے کہ طلاق اوسوقت
واقع ہوئی جبکہ وہ لونڈی تھی تو وارث نہوگی کذا فی المبسوط بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہ وارث ہوگی انتِ طالقٌ ھکذا مشیراً بالاصابع المنشورۃ
وقع بعددھا کہا عورت سے کہ تو طالق ہے اسطرح منتشر انگلیون سے اشارہ کرکے تو واقع ہوگی طلاق مشار الیہ کی شمار پر یعنی اگر ایک انگلی سے اشارہ کیا تو ایک
طلاق اور دو انگلیون سے اشارہ کیا تو دو طلاق اور اگر تین انگلیون سے اشارہ کیا تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ لفظ ھکذا مین ہا واسطے تنبیہ کے ہے اور کاف
واسطے تشبیہ کے اور ذا واسطے اشارہ کے ہے بخلاف مثل ھذا فانه ان نوی ثلثاً وقعن والا فواحدۃ لان الکاف للتشبیه فی الذات
ومثل للتشبیه فی الصفات ولذا قال ابو حنیفۃ ایمانی کایمان جبرئیل لا مثل ایمان جبرئیل بحر بخلاف اسکے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالق
ہے مثل اسکے اور تین انگلیون سے اشارہ کیا تو اگر تین طلاق کی نیت کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر نیت تعدد کی نکی تو ایک ہی طلاق ہوگی اسواسطے
کہ مسئلہ سابقہ مین کاف ھکذا کا موضوع ہے واسطے تشبیہ فی الذات کے تو گویا اوسنے یون کہا کہ تجھکو ایسی طلاق ہے جسکی ذات ان انگلیون کی ذات کی مانند ہے

تو اس صورت مین انگلیون کا عدد معتبر ہوگا اور اس مسئلہ مین یعنی مثل ہذا مین کلمہ مثل کا موضوع ہی واسطے تشبیہ فی الصفات کے تو ویسے گویا یون کہا کہ تجھکو طلاق ثابت
ہے مانند ثبوت ان انگلیون کے اور طلاق ثابت ہے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے اور جب کہ کاف او مثل مین تفرقہ ثابت ہوا تو بنا براسی تفرقہ کے امام
اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایمانی کایمان جبرئیل لا مثل ایمان جبرئیل یعنی میرا ایمان اور جبرئیل علیہ السلام کا ایمان ذات مین کیسان ہے نہ مثل
ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ہی صفات مین کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ ایمان عبارت ہے تصدیق جازم سے اور ایمان امام کے نزدیک زیادہ اور کم نہین ہوتا تو
ایمان امام کا اور ایمان ملائکہ کا اور ایمان ہر مؤمن کا ذات مین متحد ہوا اور یون امام نے نہین کہا کہ میرا ایمان مثل ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ہی اسواسطے کہ صفات
مختلف مین کیونکہ علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین مین بڑا فرق ہے جو ترقی انوار اور ثمرات تقرب وغیرہ ملائکہ کو حاصل ہی وہ اور مؤمنین کو کہان
کذا فی حاشیۃ المدنی وتعتبر المنشورۃ لا المضمومۃ الا دیانۃ ککف اور اشارہ کرنے مین معتبر منتشر انگلیان مین بنا بر عرف کے نہ مضموم اور متصل مگر باعتبار
دیانت کے یعنی اگر دو مضمومہ انگلیون سے اشارہ کر کے نیت کریگا تو اوسکی دیانت مین تصدیق ہوگی نہ قضا مین مانند حکم کف کے یعنی اگر نیت کریگا ہتھیلی سے
اشارہ کرکے بدون انگلیون کے تو فقط دیانت مین اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضا مین بنا بر عدم عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والمعتمد فی الاشارۃ
فی الکف نشر کل الاصابع اور معتمد کف کے اشارہ مین کہولنا سب انگلیون کا ہی یعنی اشارہ کف مین باعتبار دیانت کے تصدیق نہوگی جبتک سب انگلیون کو
علیحدہ علیحدہ نکھولیگا اور جب کہ بعض کو کہولیگا اور بعض کو متصل رکہیگا تو معتبر منتشر انگلیان ہونگی اسواسطے کہ نشر کرنا انگلیون کا قرینہ ہی عدد کا کذا فی
حاشیۃ الطحطاوی ونقل القہستانی انہ یصدق قضاء بنیۃ الاشارۃ بالکف وہی واحدۃ اور قہستانی نے نقل کیا ہی کہ قضا مین اوسکی
تصدیق ہوگی اشارہ کف کی نیت سے یعنی جب اصابع منشور ہون اور کف سے اشارہ کرکے نیت کری تو قائل کی تصدیق ہوگی قضا مین اور اسطرح اشارہ کف
سے ایکبار طلاق ہوگی ولو لم یقل ہکذا یقع واحدۃ لفقد التشبیہ اور اگر کہا کہ تو طالق ہے اور اشارہ انگلیون سے کیا اور نکہا ہکذا تو ایک ہی طلاق
واقع ہوگی بسبب فقدان تشبیہ کے ولو قال انت ہکذا مشیرا ولم یقل طالق لغوا اور اگر عورت سے کہا کہ تو ایسی ہے انگلیون سے اشارہ کرکے اور
یون نہ کہا کہ تو طالق ہے شارح کہتا ہے کہ مین نے اس مسئلہ کا حکم کسی کتاب مین نہین دیکہا ھ حلبی نے لکہا کہ اس صورت مین طلاق نہ واقع ہونا نہایت صریح
ہے اسواسطے کہ یہہ لفظ نہ طلاق صریح مین داخل ہے نہ کنایہ مین اور اشارہ بیان ہوتا ہی ملفوظ کا سو بیان موجود نہین اور خیر الدین رملی نے بھی لکہا کہ ایسا قول
لغو ہی اگرچہ قائل نیت طلاق کی کرے اسواسطے کہ لفظ مشعر طلاق کا نہین اور نیت کو بدون لفظ کے طلاق مین تاثیر نہین اور حموی نے بہی عدم وقوع طلاق
کی بعض علما کے قول سے تصریح کی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اشار بظہورہا فالمضمومۃ للعرف اور اگر اشارہ کیا انگلیونکی پیٹھ سے یعنی پیٹھ انگلیون
کی مخاطب کی طرف کی اور پیٹ اونکا شیر کی طرف تو معتبر بند انگلیان ہونگی بسبب عرف محاسبین کے یا رواج بین الناس کے ولو کان رؤسہا نحو المخاطب
فان نشرا عن ضم فالعبرۃ للنشر وان ضما عن نشر فالضم ابن کمال اور اگر ہون سر انگلیونکی مخاطب کیطرف سو اگر افتراق کیا انگلیون کا
بعد اتصال کے تو اعتبار ہی افتراق کا اور اگر اتصال کیا انگلیون کا بعد افتراق کے تو اعتبار ہی اتصال کا چنانچہ ابن کمال نے اسکو ذکر کیا ھ جب کہ فراغت
ہوئی بیان طلاق رجعی سے تو اوسکے بعد طلاق بائن کا بیان شروع ہوا ویقع بقولہ انت طالق بائن او البتۃ وقال الشافعی یقع رجعیا لو موطوءۃ
اور واقع ہوتی ہی طلاق بائن زوج کے اس قول سے کہ تو طالق بائن ہی یا یون کہا کہ تو طالق ہے البتہ کلمہ بتہ کا مصدر ہے بمعنی قطع اور جزم کے اور منصوب ہے
بنا بر مصدریت کے تو ترجمہ لفظی یون ہوگا کہ تو طالق ہی قطعا اور یقینا اور امام شافعی نے کہا کہ لفظ بائن اور البتہ سے اور اسیطرح اور الفاظ آیندہ سے
طلاق رجعی واقع ہوتی ہی اگر عورت مدخولہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی او افحش الطلاق او طلاق الشیطان او البدعۃ او اشر الطلاق او کالجبل
او کالف او ملء البیت یا یون کہا کہ تو طالق ہی افحش طلاق کر یا تجھکو طلاق شیطان ہی یا طلاق بدعت ہی یا تجھکو بدتر طلاق ہی یا تجھکو مانند پہاڑ کے
طلاق ہے یا تو طالق ہی مانند ہزار کے یا تجھکو گہر بہر کی طلاق ہی او تطلیقۃ شدیدۃ او عریضۃ او طویلۃ یا یون کہا کہ تجھکو سخت طلاق ہی یا چوڑی طلاق
ہے یا لمبی طلاق ہے او اسوءہ او اشدہ او اخبثہ او اخشنہ او اکبرہ او اعرضہ او اطولہ او اغلظہ او اعظمہ واحدۃ بائنۃ فی

الکل لانہ وصف الطلاق بما یحتملہ ان لم ینو ثلثا فی الحرۃ وثنتین فی الامۃ فیصح لما مر اگر یون کہا کہ تجھکو اسوء طلاق ہے یعنی بُری طلاق ہے
یا اشد طلاق ہے یا اخبث طلاق ہے یا افحش طلاق ہے افحش بمعنی اشد ہے یا اکبر طلاق ہے یا امر طلاق ہے یا اطول طلاق ہے یا اغلظ طلاق ہے یا اعظم طلاق
ہے تو ایک ہی طلاق بائن واقع ہوتی ہے ان سب الفاظ مذکورہ مین اسواسطے کہ قائل نے طلاق کو موصوف کیا ایسی صفت کہ جسکو طلاق محتمل ہے یعنی صفت
بینونت کی ان سب الفاظ مین مندرج ہے مثلاً طلاق بدعت اسواسطے طلاق بائن ٹھہری کہ طلاق رجعی سنی ہے تو بدعی بائن ہوگی بسبب تقابل اور ضدیت کے اور
طلاق شدید اسواسطے بائن ہوئی کہ طلاق رجعی شدید نہین چنانچہ تفصیل اسکی مطولات مین مصرح ہے ایک طلاق بائن ان الفاظ مین اوسوقت ہے کہ اگر قائل نے
نیت تین طلاق کی حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین نکی ہو اور اگر قائل نے تین طلاق کی حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین نیت کی تو صحیح ہوگی
اسواسطے کہ اب اول مین مذکور ہو چکا کہ مصدر محتمل ہے فرد اعتباری کو تو تین طلاق کی نیت حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین صحیح ہوگی ہم صیغہ
افعل کا ان الفاظ مین بمعنی تفضیل کے نہین بلکہ اصل وصف مراد ہے یعنی افحش بمعنی فاحش اور اشد بمعنی شدید کے ہے نہ بمعنی شدید تر اور فاحش تر کذا
فی حاشیۃ الدرر کما لو نوی بطالق واحدۃ وبنحو بائن اخری فیقع ثنتان بائنتان چنانچہ اس قول مین کہ انت طالق بائن صحیح ہے اگر نیت کرے لفظ
طالق سے ایک طلاق کی اور بائن اور اوسکی مانند سے دوسری طلاق کی تو دو طلاق بائن واقع ہونگی بائن کی مانند لفظ بتہ اور جمیع کنایات جو متصل طالق کے
واقع ہون کذا فی حاشیۃ الدرر ولو عطف فقال وبائن او ثم بائن ولم ینو شیئا فرجعیۃ ولو بالفاء فبائنۃ ذخیرۃ اور اگر عطف کیا سو یون
کہا کہ انت طالق وبائن یا یون کہا کہ انت طالق ثم بائن اور لفظ بائن سے کچھ نیت نکی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر بحرف فا عطف کیا یعنی یون کہا
کہ انت طالق فبائن اور کچھ نیت نکی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی کذا فی الذخیرۃ کما یقع البائن لو قال انت طالق طلقۃ تملکین بہا نفسک
لانہا لا تملک نفسہا الا بالبائن چنانچہ طلاق بائن واقع ہوتی ہے اگر یون کہے کہ تو مطلقہ ہے ایسی طلاق کہ کہ مالک ہو جاوے تو بسبب اوس طلاق کے
اپنی ذات کی اس قول سے طلاق بائن اسواسطے ثابت ہوئی کہ عورت اپنی ذات کی مالک نہین ہوتی مگر طلاق بائن سے اسواسطے کہ طلاق رجعی مین زوجیت بطرح
سے ثابت رہتی ہے یہانتک کہ اوسکی باری واجب ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال انت طالق علی ان لا رجعۃ لی علیک لہ الرجعۃ وقیل لا جوہرۃ
ورجح فی البحر الثانی اور اگر کہا کہ تو طالق ہے اس شرط پر کہ مجھکو رجعت نہین تجھپر تو اوسکو رجعت کرنا جائز ہے یعنی شرط عدم رجعت کی لغو ہے اور بعضون نے کہا کہ
اس قول سے زوج مالک رجعت کا نہین اسواسطے کہ طلاق بائن پڑ گئی اور اگر تین طلاق کی نیت کریگا تو تین واقع ہونگی کذا فی الجوہرہ اور ترجیح دی ہے
بحر الرائق مین قول ثانی کو اسطرح کہ ظاہر ہدایہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قول ثانی قوی ہے کیونکہ ہدایہ مین کہا ہے کہ جب طلاق کو کسیطرح کی شدت اور زیادت کر موصوف
کیا تو طلاق بائن ہوتی ہے اور عنایہ اور فتح القدیر مین مصرح ہے کہ شرط عدم رجعت سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے تو مذہب صحیح قول ثانی ہی ٹھہرا کذا فی حاشیۃ الدر
وخطأ من افتی بالرجعی فی التعالیق و قول الموثقین تکون طالقا طلقۃ تملک بہا نفسہا الخ اور بحر الرائق مین خطا کار کہا ہے اونکو
جنہون نے فتوی طلاق رجعی کا دیا تعلیقات مین اور اس قول موثقین مین جو وثیقہ نکاح مین بعد ذکر مہر اور شروط کے لکھتے ہین کہ جب اس عورت پر دوسرا
نکاح کریگا یا اوسکو شہر سے باہر لیجاویگا تو یہ صورت طلاق ہوگی ایسی طلاق کہ کہ مالک ہو جاویگی بسبب اوس طلاق کے اپنی جان کی الی آخر عبارۃ البحر
موثقین بتشدید ثا مثلثہ وکسر وہ لوگ ہین جو عدول ہین دار القضا کے موثقین اسواسطے اونکو کہتے ہین کہ وہ شاہدون کی توثیق کرتے ہین یا یہ وجہ ہے کہ
اونکی لکھے شرعی کا اخذ لوگ نہین معتمد ہوتے ہین کذا فی العینی اور خلاصہ بحر الرائق کا یہ ہے کہ تعلیق مذکور موثقین کی طلاق بائن ہے رجعی نہین لکن فی
البزازیۃ وغیرہا لو قال للمدخولۃ ان طلقتک واحدۃ فہی بائنۃ او ثلث ثم طلقہا یقع رجعیا لان الوصف لا یسبق الموصوف
لیکن بزازیہ وغیرہ مین یون ہے کہ اگر کہا زوجہ مدخولہ سے کہ اگر مین تجھکو ایک طلاق دون تو وہ ایک طلاق بائن ہے یا تین بار طلاق ہے پھر زوج نے اوسکو
طلاق دی تو طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صفت مقدم نہین ہوتی موصوف پر یعنی اگر ہم اس قول کو طلاق بائن یا رجعی کہین تو لازم آوے سبقت صفت کی
کی موصوف پر اسواسطے کہ اصل طلاق تو معلق ہے شرط پر الخ نہین ہوتی پہر قبل وقوع اوسکو بائن قرار دینا کیونکر صحیح ہوگا شارح نے اس قول سے استد

کی تخلیہ مناسب بحر بر وجہ استدراک کی یہ ہے کہ جب لغو ہوا یہ قول کہ فی بائن او ثلث باوجود صراحت بینونت کے تو ثابت ہوا کہ تعلیق ساتھ بائن کے بھی رجعی ہی
تو یہ قول کہ انت طالق علی ان لا رجعۃ لی علیک اگر رجعی ہو تو کیا بعید ہے بلکہ اسکا رجعی ہونا بطریق اولی ہے اسواسطے کہ اسمین صراحت بینونت کی نہین فکیف
تصریح صاحب ہدایہ کی اس استدراک کے مخالف ہے کہ جب طلاق موصوف شدت اور زیادت کر ہوئی تو طلاق بائن واقع ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
وکذا لو قال ان دخلت الدار فکذا ثم قبل دخولہا الدار قال جعلتہ بائنا او ثلثا لا یصح لعدم وقوع الطلاق علیہا انتہی اور
اسیطرح اگر کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے پھر قبل داخل ہونے عورت کے گھر مین زوج نے کہا کہ مین نے اوس طلاق کو بائن یا تین طلاق قرار دی
تو یہ صحیح نہوگا بسبب نہ واقع ہونے طلاق کے عورت پر یعنی ہنوز طلاق معلق واقع نہین پھر اسکو بائن وغیرہ قرار دینا کیونکر صحیح ہوگا انتہے قول البزازیۃ
طحطاوی نے کہا کہ تقدم صفت کا موصوف پر اس مسئلہ مین البتہ ثابت ہی بخلاف مسئلہ سابقہ کے ومفادہ وقوع الطلاق الرجعی فی متی تزوجتک
علیک فانت طالق طلقۃ تملکین بہا نفسک اذ غایتہ مساواتہ لانت بائن والوصف لا یسبق الموصوف کذا حررہ المصنف
ہنا و فی الکنایات تعلیل بزازی سے ثابت ہوتا ہے وقوع طلاق رجعی اس قول مین کہ جب مین تیری اوپر دوسرا نکاح کرون تو تو طالق ہے ایسی طلاق کہ
کہ مالک ہوجاوے تو بسبب اوسکے اپنی ذات کی اسواسطے کہ غایت مضمون اس قول کا یہہ ہے کہ یہہ برابر ہے انت بائن کے اور حالانکہ انت بائن سے بھی طلاق
رجعی واقع ہوتی ہے اسواسطے کہ صفت سبقت نہین کرتی موصوف پر اسیطرح منقح کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین یہان اور کنایات طلاق مین بخلاف انت طالق
اکثرہ ای الطلاق بالتاء المثناۃ من فوق فانہ یقع بہ الثلث ولا یدین فی ارادۃ الواحدۃ بخلاف الفاظ بائنہ سابقہ کہ یہہ قول
کہ تو طالق ہے اکثر طلاق کہ لفظ اکثر کا تا مثناۃ فوقانیہ سے ہے اس قول مین سو تین طلاق اس قول سے واقع ہونگی اور قائل کی تصدیق دیانت مین نہوگی
ایک طلاق کی نیت مین ہم عوام عرب بالفعل بجای اکثر بثاء مثلثہ کے اکثر بتاء مثناۃ فوقانیہ بولتے ہین تحریف کر کے مصنف نے تصریح کر دی کہ محرف اور
غیر محرف تین طلاق واقع ہونے مین یکسان ہے اسواسطے کہ طلاق کا مدار عرف پر ہے اور سابق مین تصریح ہوچکی ہے کہ الفاظ محرفہ سے بھی طلاق واقع ہوتی
ہے کما لو قال اکثر الطلاق او انت طالق مرارا او الوفا او لا قلیل ولا کثیر فثلث علی المختار کما فی الجوہرۃ چنانچہ ارادہ ایک طلاق
کی دیانت مین تصدیق نہوگی اگر یون کہیگا کہ تو طالق ہے اکثر طلاق کہ اکثر یہان بثاء مثلثہ ہے یا یون کہے کہ تو طالق ہے چند بار یا ہزارون بار یا یون کہے
کہ تو طالق ہے نہ قلیل نہ کثیر تو ان اقوال مین تین بار طلاق واقع ہوگی بنا بر قول مختار کے کذا فی الجوہرہ ہم لفظ مرارا مین تین بار طلاق ہوگی اسواسطے کہ
جمع ہے اور اقل جمع تین ہین اور لفظ الوف مین بھی تین بار طلاق ہوگی اور زیادتی لغو ہوگی اسواسطے کہ منتہای طلاق تین ہین اور لا قلیل مین اور لا کثیر
مین تین طلاق اسواسطے ہونگی کہ جب قائل نے کہا کہ لا قلیل تو معلوم ہوا کہ طلاق کثیر کا ارادہ کیا اور کثیر تین ہین بعد اوسکے کہا اوس نے کہ لا کثیر تو اسمین
کلام سابق کی نفی ہوئی تو مقبول نہوگی اور بعضون نے کہا کہ لا قلیل اور لا کثیر مین دو بار طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ لا قلیل سے ایک طلاق کی نفی ہوگئی
اسواسطے کہ اقل طلاق ایک ہے اور لا کثیر سے تین طلاق کی نفی ہوئی اسواسطے کہ اکثر طلاق مین تین ہین تو دو طلاق ثابت ہوئی اور طحطاوی نے اسی قول کو پسند
کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال اقل الطلاق فواحدۃ اور اگر کہا کہ تجھکو کمتر طلاق ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطیکہ اقل طلاق ایک ہے
اور ظاہر اس کلام کا یہہ ہے کہ طلاق رجعی ہو اسواسطے کہ رجعی اقل ہے بائن سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال عامۃ الطلاق او اجلہ او لونین منہ
او اکثر الثلث او کبیر الطلاق فثنتان اور اگر کہا کہ تو مطلقہ ہے عامہ طلاق کر یا تجھکو اجل طلاق ہے یا تجھکو دو رنگ کی طلاق ہے یعنی دو قسم کی
یا تجھکو طلاق ہے اکثر الثلث یا تجھکو کبیر الطلاق ہے تو ان اقوال مین دو بار طلاق واقع ہوگی ہم عامہ طلاق مین دو بار طلاق اسواسطے ہوئی کہ عامہ یعنی
غالب کے کثیر الاستعمال ہے اور غالب طلاق دو ہین اور اجل طلاق مین محشیون نے کہا کہ لفظ اجل بیان تحریف کاتبین سے ہے اسواسطے کہ بحر الرائق
مین جل الطلاق ہے بضم جیم وتشدید لام اور جل بمعنی معظم ہے اور اکثر ثلث مین دو اسواسطے مراد ہین کہ کلمہ اکثر کا مضاف ہے افراد کیطرف اور اکثر افراد
کے دو ہین کما مر فی عامۃ الطلاق بخلاف اکثر الطلاق کے کہ وہان تین مراد ہین اسواسطے کہ اکثر مضاف ہے طرف جنس کے اور کبیر الطلاق مین دو اسواسطے

ہوئی کہ طلاق واحد صغیر الطلاق ہے اور تین طلاق اکبر الطلاق ہیں تو دو طلاق کبیر الطلاق ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لا کثیر و لا قلیل علی الاشبہ
مضمرات اور اسیطرح دو طلاق واقع ہیں اس قول سے کہ تو طالق ہے نہ کثیر نہ قلیل بنا بر قول اشبہ کے کذا فی المضمرات اسواسطے کہ جب نفی کثیر کی کی تو قلیل ثابت
ہوا پھر جب قلیل کی نفی کی تو متوسط بین القلیل والکثیر مراد ہوگا اور متوسط دو ہیں بخلاف لا قلیل ولا کثیر کے چنانچہ عنقریب گذرا و فی القنیۃ طلقتک
اخر الثلث تطلیقات فثلث وطالق اخر ثلث تطلیقات فواحدۃ والفرق دقیق حسن ع اور قنیہ میں ہے کہ اگر مرد نے کہا کہ طلقتک اخر الثلث
تطلیقات تو تین طلاق ہونگی اور اگر یوں کہا کہ انت طالق آخر ثلث تطلیقات یعنی تو طالق ہے تین طلاقوں کی پچھلی طلاق کر تو ایک طلاق واقع ہوگی اور فرق
دونوں صورتوں میں خوب باریک ہے م پہلی صورت میں یعنی اخر الثلث میں لفظ آخر مضاف ہے معرف باللام کی طرف اور الف لام ہے اوسپر عہد کا تو ثلث
کا معہود ہونا بدون وقوع کے متصور نہیں تو تین طلاق ہونگی بخلاف صورت ثانی یعنی آخر ثلث کے کہ اوسمیں آخر مضاف ہے نکرہ کیطرف اوسمیں
کوئی علامت عہد کی نہیں اور قائل نے پچھلی تین واقع کین ہیں اور پچھلی صادق نہیں مگر ایک پر کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی **فروع** مسائل ملحقہ
شابہ کے یقع بانت طالق کل التطلیقۃ واحدۃ وکل تطلیقۃ ثلث اس قول سے کہ انت طالق کل التطلیقۃ ایک طلاق واقع ہوگی اور اس
قول سے کہ انت طالق کل تطلیقۃ تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ لفظ کل کا جب مضاف ہو معرفہ کیطرف تو عموم اجزا کا مقتضی ہوتا ہے اور جب مضاف ہو
نکرہ کیطرف عموم افراد کا فائدہ دیتا ہے اسیواسطے کل الرمان ماکول غلط ہے اسواسطے کہ کل اجزا انار کے ماکول نہیں اور کل رمان صحیح ہے اسواسطے کہ جمیع
افراد انار کے ماکول ہیں تو کل التطلیقۃ میں جمیع اجزا ایک طلاق کے مراد ہوئی اور کل تطلیقۃ میں جمیع افراد طلاق کے ثابت ہوئی اور افراد طلاق کے
تین سے زیادہ نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وعدد التراب واحدۃ اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے بعدد خاک کے ایک طلاق واقع ہوگی تراب سے مراد وہ
چیز ہے جو قلیل اور کثیر دونوں پر صادق آوے چنانچہ خاک اور پانی اور شہد کہ ایک قطرہ کو بھی پانی بولتے ہیں اور تمام دریا کو بھی پانی بولتے ہیں اسکو اسم
جنس افرادی کہتے ہیں تو جب کہ طلاق مضاف ہوگی صد جنس افرادی کیطرف تو ادنی جنس مراد ہوگی تو ایک طلاق بائن پڑیگی اسواسطے کہ تشبیہ مقتضی
ہے کچھ زیادتی کی یعنی بینونت کی کذا فی حاشیۃ المدنی وعدد الرمل ثلث اور واقع ہوتی ہیں تین طلاق یوں کہنے سے کہ تجھکو طلاق ہے بقدر عدد رمل
یعنی ریگ کے مراد رمل سے وہ چیز جو قلیل اور کثیر پر نہ صادق آوے اور جسکا وحدہ ممتاز ہوتا ہو وحدت چنانچہ تمر اور عنب اور انجیر اور ایک تمر کو تمرۃ بولتے
ہیں اور دو تمر کو تمرتین اور تین تمر یا زیادہ کو تمرات بولتے ہیں اسکو اسم جنس جمعی کہتے ہیں وعدد شعر ابلیس او عدد شعر بطن کفی واحدۃ اور یوں کہنے
سے کہ تجھکو طلاق ہے بعدد شیطان کے بالوں کے یا میری ہتھیلی کی پیٹھ بالوں کی شمار کی برابر تو دونوں صورتوں میں ایک طلاق واقع ہوگی شعر ابلیس سے مراد وہ چیز جسکی
نفی اور ثبات کچھ نہ معلوم ہو اسواسطے کہ ابلیس کے بال معلوم نہیں اور اوسپر اطلاع ممکن نہیں تو یہہ شرط لغو ہوگی تو فقط یہی باقی رہا کہ انت طالق تو ایک واقع
ہوگی اور اسیطرح باطن کف میں بھی بال نہیں تو یہہ شرط بھی لغو ہوگی وعدد شعر ظهر کفی او ساقی او ساقك او فرجك او عدد ما فی هذا الحوض
من السمك وقع بعدده ان وجد والا لا اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے بشمار ہتھیلی کے پیٹھہ کے بالوں کے یا بشمار میری پنڈلی کے بالوں کے یا
تیری پنڈلی کے بالوں کے یا بشمار تیری شرمگاہ کے بالوں کے یا بشمار اس حوض کی مچھلیوں کے تو طلاق واقع ہوگی بشمار بالوں کے یا مچھلیوں کے اگر بال اور مچھلیاں پائی جاویں اور اگر وہاں کوئی بال اور
مچھلی نہ پائی جاویگی تو ایک طلاق بھی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ طلاق معلق تھی شرط پر سو شرط نہ پائی گئی لست لك بزوج او لست لی بامراۃ او قالت له
لست لی بزوج فقال صدقت طلاق ان نواه خلافا لهما یوں کہنا کہ میں تیرا شوہر نہیں یا تو میری زوجہ نہیں یا زوجہ نے زوج سے کہا کہ تو میرا زوج
نہیں سو زوج نے کہا کہ تو سچی ہے تو یہہ قول طلاق ہے اگر مرد اس قول سے طلاق کی نیت کریگا برخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک باوجود نیت کے بھی یہہ
قول طلاق نہیں ولو اکدہ بالقسم او سئل لك امراۃ فقال لا لا تطلق اتفاقا وان نوی لان الیمین والسؤال قرینتا ارادۃ النفی
فیهما اور اگر قول سابق کو قسم سے موکد کیا یعنی یوں کہا کہ واللہ تو میری زوجہ نہیں یا زوج سے کسی نے پوچھا کہ کیا تیری جورو ہے سو اوس نے کہا کہ نہیں
تو عورت مطلقہ نہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے اگرچہ زوج نے نیت طلاق کی بھی کی ہو اسواسطے کہ قسم کہانا پہلی صورت میں اور سوال کرنا دوسری صورت

مین وو قضیہ مین ارادہ کرنے نفی طلاق کے دونو مسئلون مین یعنی پہلی صورت جملہ خبریہ ہے جسکا ثابت صدق اور کذب کو اور قسم موضوع ہی واسطے تقویت ایجاب کے تو قسم سے خبریت قوی ہو گئی اور طلاق واقع نہین ہوتی مگر جملہ انشائیہ سے اور سوال کا جواب بھی جملہ خبریہ ہوتا ہے وفی الخلاصۃ قیل لہ الست طلقتہا فقال بلیٰ طلقت وان قال نعم لا تطلق لانہ لا یتعلق وغیرہ خلاصہ مین ہے کہ پوچھا گیا ایک مرد سے کہ الست طلقتہا یعنی تونے اپنی عورت کو طلاق کیا نہین دی تو طلاق واقع ہوگی لفظ بلیٰ سے یعنی اگر اوس نے جواب مین بلیٰ کہا تو طلاق واقع ہوگی اور اگر نعم کہا تو نہوگی اسواسطے کہ کلمہ بلیٰ کا موضوع ہی واسطے منفی کے اثبات کے تو مثال مذکور کا یہہ مطلب ہوا کہ مین نے طلاق دی اور کلمہ نعم کا موضوع ہی واسطے اثبات اقبال کے منفی ہو یا مثبت استفہام ہو یا خبر تو مثال مذکور کا یہہ مطلب کہ طلاق مینے نہین دی وفی الفتح ینبغی عدم الفرق للعرف اور فتح القدیر مین ہے کہ بلیٰ اور نعم مین فرق کرنا نہ چاہیے بسبب عرف اہل زمانہ کے یعنی اگرچہ اصل لغت مین بلیٰ اور نعم مین فرق ثابت ہی لیکن طلاق مین دونون مین فرق کرنا لائق نہین اسواسطے کہ عرف مین دونو برابر مین تو دونو لفظون سے طلاق واقع ہوگی سوا مدار طلاق کا عرف پر ہی نہ اصل لغت پر وفی البزازیۃ قالت لہ انا امرأتک فقال انت طالق کان اقرارا بالنکاح وتطلق لاقتضاء الطلاق النکاح وضعا اور بزازیہ مین ہے کہ کہا عورت نے مرد سے کہ مین تیری جورو ہون سو مرد نے کہا کہ تو طالق ہی تو یہہ مرد کا کلام اقرار ہی نکاح کا اور عورت پر طلاق واقع ہوگی اس کلام سے اسواسطے ثابت ہوا کہ طلاق مقتضی ہے نکاح کا باعتبار شرع اور لغت کے علم انہ حلف ولم یدر بطلاق او بغیرہ لغا کما لو شک اطلق ام لا مرد کو معلوم ہی کہ قسم کھائی ہی اور یہہ یاد نہین کہ طلاق کی قسم کھائی یا غیر طلاق کی تو ایسی قسم لغو ہی یعنی طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ اگر مرد کو شک پڑے کہ طلاق دی ہی یا نہین تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ نکاح بالیقین ثابت ہی اور قاطع نکاح کا مشکوک ہی حالانکہ شک سے یقین نہین ٹلتا ولو شک اطلق واحدۃ او اکثر بنی علی الاقل اور اگر شک پڑے کہ آیا ایک طلاق دی ہی یا زیادہ تو کمتر کو قائم رکھے یعنی اگر ایک اور دو مین شک ہی تو ایک کو قائم رکھے اور اگر دو مین اور تین مین شک ہی تو دو کو قائم رکھے وفی الجوہرۃ طلق المنکوحۃ فاسدا ثلثا لہ تزوجہا بلا محلل ولم یحک خلافا اور جوہرہ مین ہی کہ ایک مرد نے اوس عورت کو طلاق دی جس سے نکاح فاسد کیا تھا تو جائز ہی اوس مرد کو کہ اوسی عورت سے بدون محلل کے نکاح کر لے اور صاحب جوہرہ نے اس مسئلہ مین خلاف فقہا کا نہین نقل کیا ہے نکاح فاسد یہہ کہ مثلا عورت سے اوسکی بہن کی عدت کے اندر نکاح کرے یا نکاح بدون گواہون کے کرے طلاق نکاح فاسد مین محلل کی اسواسطے حاجت نہوئی کہ طلاق لاحق نہین ہوتی مگر نکاح صحیح مین یا عدت مین یا فسخ ارتداد مین یا نکاح اسلام مین تو نکاح فاسد انمین داخل نہین

باب طلاق غیر المدخول بہا

اس باب مین مسائل مین عورت غیر مدخولہ کی طلاق کے قال لزوجتہ غیر المدخول بہا انت طالق یا زانیۃ ثلثا فلا حد ولا لعان لوقوع الثلث علیہا وہی زوجتہ ثم بانت بعدہ کہا زوج نے اپنی زوجہ غیر مدخولہ سے کہ تو طالق ہی اے زانیہ تین بار تو زوج پر نہ حد ہی قذف کی اور نہ لعان واسطے پڑ جانے تین طلاقون کے حالت زوجیت مین پھر وہ عورت بائن ہو گئی بعد تین طلاق کے یعنی حد قذف اسواسطے ساقط ہوئی کہ زوجہ کا قذف موجب حد کا نہین اور جب کہ مرد نے اوسکو زانیہ کہا تھا تو وہ اوسکی زوجہ تھی پھر جب اوس نے تین طلاق کہی تو بائن ہو گئی زوجیت قطع ہو گئی اور لعان نہین ہوتا مگر زوجہ سے وکذا انت طالق ثلثا یا زانیۃ ان شاء اللہ تعالی لتعلق الاستثناء بالوصف یا زانیۃ اور جیسا کہ واقع ہونا قذف کا درمیان طلاق اور عدد کے مثال سابق مین فاصل نہین اسیطرح واقع ہونا قذف کا درمیان طلاق اور استثنا کے اس مثال مین فاصل نہین کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہے تین بار اے زانیہ اگر خدا نے طلاق کو چاہا متعلق ہوا استثنا یعنی مشیت خدا وصف سے یعنی طلاق سے کذا فی البزازیۃ تو طلاق اس صورت مین نہ واقع ہوئی اسواسطے کہ فاصل کا کچھہ اعتبار نہین اور اس صورت مین یا زانیہ کہنا موجب ہی لعان کا بسبب بقائے زوجیت کے تو تشبیہ اس مثال کی مثال سابق سے محض بنا بر عدم فصل کے ہی نہ باعتبار نفی حد اور لعان کے وقعن لما تقرر انہ متی ذکر العدد کان الوقوع بہ یعنی اگر غیر مدخولہ سے کہا کہ انت طالق ثلثا تو اوسپر تین طلاق واقع ہون گی اسواسطے کہ یہہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہی کہ جب طلاق کے بعد عدد مذکور ہوگا تو وقوع ہونا طلاق کا بقدر عدد کے ہوگا اور امام محمد نے تصریح کی ہی کہ غیر مدخولہ پر تین طلاق واقع ہونا ہمکو حدیث مرفوع اور آثار علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو چکا ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی یہہ رد ہی حسن بصری اور عطا کی مذہب کا کہ اونکے نزدیک غیر مدخولہ پر تین طلاق نہین واقع ہوتی

فقط انت طالق سے اوسپر طلاق بائن ہوگئی لفظ ثلثا کا بسبب باقی رہنے محل کے لغو ہوگیا اوسکی زوج کو جائز ہی کہ اوس عورت سے بدون محلل کے نکاح کرلے اور یہہ آیہ
شریفہ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ عورت مدخولہ کے حق مین نازل ہوئی ہے غیر مدخولہ مین زوج ثانی سے نکاح کرلینا شرط
نہین اوسکا جواب شارح نے آیندہ قول سے دیا وما قیل انه لا یقع لنزول الآیة فی الموطوءة فباطل محض منشاءہ الغفلة عما تقرر ان العبرة
لعموم اللفظ لا لخصوص السبب اور یہہ جو بعضون نے کہا ہی کہ انت طالق ثلثا سے تین طلاق نہین واقع ہوتی اور غیر مدخولہ مین محلل شرط نہین بسبب نازل
ہونے آیت کی حق مدخولہ مین سو محض قول باطل ہے قابل تاویل کے نہین منشا اس قول باطل کا غفلت ہی اوس قاعدہ سے جو مقرر ہوچکا ہی کہ استدلال آیت اور حدیث
مین اعتبار ہی عموم لفظ نص کا نہ خصوص سبب کا یعنی ہرچند آیت موصوفہ مدخولہ کے حق مین نازل ہوئی لیکن لفظ آیت کا عام ہی مدخولہ اور غیر مدخولہ دونو کو
شامل ہے وحمله فی غرر الاذکار علی کونها منفرقة فلا یقع الا الاولی فقط اور محمول کیا ہی حسن بصری کے قول کو غرر الاذکار مین متفرق تین طلاق
ہونے پر یعنی اگر جدا جدا تین بار طلاق کہیگا تو نہ واقع ہوگی اس صورت مین مگر پہلی طلاق فقط اور اگر بالاجتماع یکبارگی تین طلاق کہیگا تو تینو واقع ہونگی سو اگر یہہ
تاویل واقع مین صحیح ہے تو حسن بصری اور جمہور مین کچھہ اختلاف نہین لیکن ظاہر کتب کے مخالف ہی واللہ اعلم وان فرق بوصف او خبر او جمل بعطف
او غیرہ بانت بالاولی لا الی عدة اور اگر تین طلاق کو جدا جدا کہا بذکر وصف یعنی یون کہا کہ انت طالق واحدۃ وواحدۃ وواحدۃ یا بذکر خبر تفریق کی
چنانچہ یون کہا کہ انت طالق طالق وطالق یا بذکر چند اقوال تفریق کی خواہ بعطف چنانچہ یون کہا کہ انت طالق وانت طالق وانت طالق یا بدون عطف
کے چنانچہ یون کہا کہ انت طالق انت طالق انت طالق تو ان تینون صورتون مین پہلی لفظ سے طلاق بائن غیر مدخولہ پر پڑجائیگی بدون عدت کے اسواسطے کہ طلاق
غیر مدخولہ مین عدت نہین چنانچہ کلام مجید مین مصرح ہی ولذا لم تقع الثانیة بخلاف الموطوءة حیث یقع الکل اور چونکہ غیر مدخولہ پر اول لفظ سے طلاق بائن
بلاعدت پڑجاتی ہے اسیواسطے اوسپر طلاق ثانی نہین پڑتی تو ثالث بطریق اولی نہ واقع ہوگی بخلاف مدخولہ کے کہ اوسپر دوسری اور تیسری طلاق سب واقع
ہوجاتی ہین کل اسلئے کہ سابق مین معتدہ ہی وعم التفریق قوله وکذا انت طالق ثلثا متفرقات او ثنتین مع طلاقی ایاک فطلقها واحدة وقع واحدة اور
شامل ہی تفریق طلاق مصنف کی اس قول کو اور اسیطرح ہی یون کہنا کہ تو طالق ہے تین بار جدا جدا یا یون کہنا کہ تو طالق ہی دو بار ساتھہ طلاق دینے میری کے تجھکو
یہہ طلاق دی عورت کو ایکبار تو واقع ہوگی دونو صورتون مین ایک طلاق اسواسطے کہ لفظ مع کا مثال ثانی مین بمعنی شرط کے ہی اور شرط مقدم ہوتی ہی مشروط پر
اور شرط ایک طلاق تھی جب ایک طلاق واقع ہوگئی تو مشروط کے واسطے یعنی دو طلاق کیواسطے محل نہ باقی رہا اور طحطاوی نے کہا کہ مع یہان بمعنی بعد کے ہی چنانچہ
ان مع العسر یسرا آیت مین ہی تو غیر مدخولہ مین بعد ایک طلاق پڑنیکے دو طلاق کا محل نہ باقی رہا بسبب نہونے عدت کے کما لو قال نصفا وواحدة علی الصحیح جوهرة
چنانچہ اگر کہا کہ تو طالق ہے آدہی طلاق اور ایک طلاق تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی بنابر قول صحیح کے کذا فی الجوہرہ اسواسطے کہ نصفا وواحدۃ بولنا مستعمل نہین بلکہ واحدۃ
ونصفا بولنا مستعمل ہے پھر جب مخالف استعمال ہوا تو کلام واحدۃ پر ٹھہر استفرق ہوا ولو قال واحدة ونصفا فثنتان اتفاقا لانه جملة واحدة اور اگر
کہا کہ تجھکو ایک طلاق ہی اور آدہی تو دو طلاقین واقع ہونگی بالاتفاق اسواسطے کہ یہہ ایک جملہ ہی موافق استعمال کے ولو قال واحدة وعشرین او ثلثین فثلث
لما مر اور اگر کہا انت طالق واحدۃ وعشرین یا یون کہا کہ واحدۃ وثلثین تو تین بار طلاق واقع ہوگی بدلیل گذشتہ یعنی یہہ ایک جملہ ہی طلاق متفرق نہین
والطلاق یقع بعدد قرن به لا به نفسه عند ذکر العدد اور طلاق واقع ہوتی ہی عدد سے جو طلاق کے متصل ہی نہ کہ خود لفظ طلاق سے نزدیک ذکر
عدد کے یہان مراد عدد سے وہ ہی جو واحد کو بھی شامل ہو وعند عدمه الوقوع بالصیغة اور نزدیک عدم ذکر عدد کے وقوع طلاق ہوگا صیغہ طلاق سے
خلاصہ یہہ ہے کہ جب طلاق کے ساتھہ عدد مذکور ہو چنانچہ انت طالق واحدۃ او ثنتین او ثلثا تو وقوع طلاق متعلق ہوگا عدد سے نہ صیغہ طلاق سے اور اگر عدد مذکور
نہین چنانچہ انت طالق تو یہان وقوع طلاق فقط صیغہ طلاق سے متعلق ہوگا فلو ماتت یعنی الموطوءة وغیرها بعد الایقاع قبل تمام العدد لغا لما مر
تو اگر زوجہ مرگئی خواہ مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ بعد ایقاع طلاق کے قبل تمام ہونے عدد کے تو طلاق لغو ہوگی یعنی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ابھی ثابت ہوچکا کہ
وقوع طلاق عدد سے ہوتا ہی نہ صیغہ طلاق سے اور جب کہ زوج نے عدد ذکر کیا تب زوجہ بسبب موت کے محل طلاق نہ باقی رہی پھر جب طلاق نہ واقع ہوئی تو مہر پورا ثابت

رہا اور زوج اپنی زوجہ کا وارث ہوگا شارح نے لفظ تمام کا زیادہ کرکے اشارہ کیا کہ اگر اثناء تلفظ عدد کے بھی عورت مری گی تو طلاق نہ واقع ہوگی ولو مات الزوج
او اخذ احد فمہ قبل ذکر العدد وقع واحدۃ عملا بالصیغۃ لان الوقوع بلفظہ لا بقصدہ اور اگر مرگیا زوج یا کسی نے اوسکا منہ بند کیا قبل
ذکر عدد کے تو ایک طلاق واقع ہوگی بنا بر عمل صیغہ طلاق کے اسواسطے کہ جب عدد مذکور نہو سکا تو انت طالق باقی رہ گیا اور ابھی ثابت ہوچکا ہے کہ درصورت عدم
ذکر عدد تعلق طلاق کا صیغہ سے ہوتا ہے اور یہہ نہین کہ عدد منوی سے وقوع طلاق کو متعلق کیجیے اسواسطے کہ وقوع طلاق کا لفظ عدد سے ہوتا ہے نہ اوسکے قصد
کرنیسے بدون تلفظ کے ولو قال لغیر الموطوءۃ انت طالق واحدۃ وواحدۃ بالعطف او قبل واحدۃ او بعدھا واحدۃ یقع واحدۃ بائنۃ و
لا تلحقھا الثانیۃ لعدم العدۃ اور اگر کہا زوجہ غیر مدخولہ سے کہ تو طالق ہے ایکبار اور ایک بار یعنی بواو عاطفہ بولا یا یون کہا کہ تو طالق ہے ایکبار قبل ایکبار
کے یا یون کہا کہ تجھکو ایک طلاق ایسی ہے جسکے بعد ایک اور طلاق ہے تو ان تینون صورتون مین ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور دوسری طلاق اوسکو
نہ لاحق ہوگی بسبب نہونے عدت غیر مدخولہ کے وفی انت طالق واحدۃ بعد واحدۃ او قبلھا واحدۃ او مع واحدۃ او معھا واحدۃ ثنتان لان الاصل
انہ متی وقع بالاول لغا الثانی او بالثانی اقترنا لان الایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال اور اس کلام مین کہ تو طالق ہے ایکبار بعد ایکبار کے
یا یون کہا کہ تو طالق ہے ایکبار جسکی قبل ایک طلاق ہے یا تو طالق ہے ایکبار ساتھ ایک طلاق کے یا تجھکو ایک طلاق ہے جسکی ساتھ ایک اور طلاق ہے دو بار طلاق
واقع ہوگی ان مثالون مین اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جب طلاق واقع ہوئی اول لفظ سے تو دوسرا لفظ لغو ہوگا چنانچہ انت طالق واحدۃ وواحدۃ او قبل واحدۃ
او بعدھا واحدۃ مین اور طلاق واقع ہوئی ثانی لفظ سے چنانچہ دو طلاق پڑنیکی مثالون مین تو اول اور ثانی دونو متصل ہوجاوینگی اسواسطے کہ ایقاع فی الماضی
ایقاع فی الحال ہے یعنی زمان ماضی مین طلاق واقع کرنا متصور نہین تو فی الحال واقع ہوگی تو گویا دو طلاق دفعۃ واقع ہوئین یہہ تسلیل جاری ہے قبلیت
اور بعدیت مین اور معیت مین تو صاف اقتران علت ہے وتقع بانت طالق واحدۃ وواحدۃ ان دخلت الدار ثنتان لو دخلت لتعلقھما بالشرط
دفعۃ اور دو واقع ہوتی ہین اس قول سے کہ تجھکو ایک طلاق اور ایک طلاق ہے اگر تو گھر مین داخل ہوئی دو طلاقین بسبب تعلق ہونے دو طلاقون کے شرط
سے یکبارگی اور معلق نزدیک وجود شرط کے مثل منجز کے ہے وتقع واحدۃ ان قدم الشرط لان المعلق کالمنجز اور واقع ہوگی ایک طلاق اگر شرط مقدم
ہو مشروط پر یعنی اگر یون ہو کہ ان دخلت الدار فانت طالق واحدۃ وواحدۃ تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور ثانی لغو ہوگی اسواسطے کہ معلق نزدیک وجود شرط کے
مانند منجز کے ہے ویقع فی الموطوءۃ ثنتان فی کلھا لوجود العدۃ اور واقع ہونگی زوجہ مدخولہ کے حق مین دو طلاقین سب اگلی مثالون مین بسبب موجود ہونے
عدت کے یعنی ایک طلاق حالت بقاء نکاح مین ہوگی اور دوسری عدت مین بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اوسکی طلاق مین عدت نہین تو طلاق ثانی کے وقوع کیواسطے
محل باقی نہین ومن مسائل قبل وبعد ما قیل شعر وما یقول الفقیہ ایدہ اللہ ولا زال عندہ الاحسان ٭ فی فتی علق الطلاق
بشھر ٭ قبل ما بعد قبلہ رمضان ٭ ویشتمل علی ثمانیۃ اوجہ اور مسائل قبل اور بعد سے وہ نظم ہے جو بعضون نے منظوم کی ہے کہ کیا کہتا ہے فقیہ
اللہ تعالی اوسکی مدد کرے اور ہمیشہ اوس فقیہ مجیب کے نزدیک احسان اور کرم بنا رہے اوس جوان کے مقدمہ مین کہ اوس نے طلاق معلق کی اوس مہینہ جسکے
مابعد قبل کے قبل رمضان ہے جواب اس سوال کا یہہ ہے کہ وہ مہینہ شوال کا ہے اور مصرع اخیر آٹھ طرح پر پڑھا گیا ہے پہلی وجہ یہہ کہ قبل ما قبل قبلہ رمضان
دوسری وجہ یہہ کہ قبل ما بعد قبلہ رمضان تیسری یہہ کہ قبل ما قبل بعدہ رمضان چوتھی یہ کہ بعد ما قبل قبلہ رمضان پانچوین یہہ کہ بعد ما بعد بعدہ رمضان
چھٹھی یہہ کہ بعد ما قبل بعدہ رمضان ساتوین یہہ کہ بعد ما بعد قبلہ رمضان آٹھوین یہہ کہ قبل ما بعد بعدہ رمضان فیقع بمحض قبل فی ذی الحجۃ تو
طلاق واقع ہوگی صرف قبل کی تین لفظون سے ذی الحجہ کے مہینہ مین چنانچہ پہلی وجہ مین سے اسواسطے کہ پہلی ذی الحجہ کی ذیقعدہ ہے اور اوسکے قبل
شوال ہے اور اوسکی قبل رمضان ہے تو رمضان قبل قبل القبل شھرا وبمحض بعد فی جمادی الآخرۃ اور واقع ہوگی طلاق صرف بعد کی تین لفظون سے
جمادی الاخری مین چنانچہ پانچوین وجہ مین سے اسواسطے کہ بعد جمادی الاخری کے رجب ہے اور بعد رجب کے شعبان ہے اور بعد شعبان کے رمضان ہے تو رمضان
بعد البعد شھرا وبقبل اولا او وسطا او آخرا فی شوال وبعد کذلک فی شعبان لالغاء الطرفین فیبقی قبلہ وبعدہ رمضان اور واقع

ہو گی طلاق لفظ قبل سے خواہ اول ہو یا درمیان یا آخر شوال مین اور لفظ بعد سے اسیطرح یعنی بعد اول پڑی یا درمیان یا آخر طلاق واقع ہو گی شعبان مین وسطی لغو
ہو جائینگے دو طرفون متقابل کے یعنی قبل اور بعد کے سو اگر دو قبل ہون گے اور ایک بعد تو لغو ہو جاویگا ایک قبل اور بعد اور باقی رہیگا وہ مہینہ جسکے قبل رمضان ہے یعنی شوال اور اگر دو بعد ہونگے
اور ایک قبل تو لغو ہو جائیگا ایک قبل اور بعد اور باقی رہیگا وہ مہینہ جسکے بعد رمضان ہو یعنی شعبان اسیطرح شرح کی ہے محشیون نے یعنی حلبی اور شیخ رحمتی
اور طحطاوی نے اور اسیواسطے اونھون نے لکھا ہی کہ شارح کی عبارت منقلب ہو گئی ہی شوال کے مقام پر شعبان چاہئی اسواسطے کہ قبلیت بمقابلہ بعدیت کے ساقط
ہو گئی تو باقی رہا بعدہ رمضان اور رمضان بعد ہی شعبان کے اور جہان شارح نے شعبان کہا وہان شوال چاہئی بموجب تقریر گذشتہ کے شارح نے اس مقام
مین اتباع کیا ہی صاحب بحر الرائق کا اور صاحب نہر الفائق نے اوسکی خلاف تحقیق کی ہے یہہ مختصر لائق اوس سب بیان کے نہین آور قاعدہ سہل مسائل قبل
اور بعد کے جواب دریافت کرنیکا یہہ ہے کہ جہان دو قبل ہون بعد کے ساتھ اسیطرح وہان شوال جواب ہے اور جہان دو بعد ہون قبل کے ساتھ کسی طرح وہان شعبان
جواب ہے چنانچہ بعض علما نے اس قاعدہ کو سوال منظوم مذکور کے جواب مین یون نظم کیا ہے **شعر** محض قبل حجۃ محض بعد ۞ فالجماد الاخیر فاعلا مع قبلین کیف ماکان بعدہ ۞ فھو شوال عکسہ شعبان ۞ کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال امرأتی طالق وله امرأتان او ثلث
تطلق واحدۃ منھن وله خیار التعیین اتفاقا اور اگر کہا زوج نے کہ میری عورت کو طلاق ہے اور اوسکی دو عورتین ہین یا تین تو مطلقہ ہو گی ایک عورت
اونمین سے اور زوج کو باتفاق فقہا اختیار ہی کہ جسکو چاہی اوسکو مطلقہ ٹھہراوی اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہی کہ شارح نے اس مسئلہ مین اتفاق نقل کیا ہے
اور علامہ زیلعی نے ذکر کیا ہی کہ خیار تعیین یہی صحیح ہے اور صحیح کہنا مشعر ہے اسپر کہ علما کا خلاف ہی اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا واما تصحیح الزیلعی
فانما ھو فی غیر الصحیح کامرأتی حرام کما حررہ المصنف وسیجئ فی الایلاء اور تصحیح زیلعی کی تو فقط طلاق غیر صریح مین ہی چنانچہ یون کہنا کہ میری
عورت حرام ہی اور نقل اتفاق کی طلاق صریح مین ہی چنانچہ اسکو مصنف نے تحریر کیا ہی اور عنقریب باب الایلا مین آویگا قال لنسائه الاربع بینکن تطلیقۃ
طلقت کل واحدۃ تطلیقۃ کہا اپنی چار عورتون سے کہ تمہارے درمیان مین ایک طلاق ہی تو ہر ایک عورت پر ایک طلاق پڑجائیگی اسواسطے کہ حصہ ہر ایک کا
چوتھائی طلاق ہوا اور چونکہ طلاق تقسیم پذیر نہین اسواسطے ہر ایک کو ایک طلاق ہو گی وکذا لو قال بینکن تطلیقتان او ثلث او اربع الا ان ینوی
قسمۃ کل واحدۃ بینھن فتطلق کل واحدۃ ثلثا اور اسیطرح چار عورتون مین ہر ایک پر ایک طلاق واقع ہو گی اگر کہا اون سے کہ درمیان تمہارے دو طلاق
ہین تو ہر ایک کا حصہ آدھا ہوا یا تین طلاق ہین تو ہر ایک کا حصہ پون ہوا یا چار طلاق ہین تو ہر ایک کا حصہ پورا ایک ہوا لیکن اگر ہر طلاق کی قسمت درمیان عورتون کے
دل مین رکھی یعنی تین طلاق یا چار طلاق مین ہر ایک فرد طلاق سے ہر ایک عورت کو حصہ دیا تو ہر عورت پر اس نیت سے تین طلاق واقع ہونگی اور چوتھی طلاق لغو
ہو جائیگی اور اگر چار عورتون سے کہا کہ تمکو دو طلاق ہین اور قسمت ہر فرد طلاق کا ارادہ کیا تو ہر ایک کو دو طلاق ہونگی کذا فی حاشیۃ المدنی نا قلا عن الطحطاوی
ولو قال بینکن خمس تطلیقات یقع علی کل واحدۃ طلاقان ھکذا الی ثمان تطلیقات اور اگر کہا چار عورتون سے کہ تمہارے درمیان پانچ طلاق
ہین تو واقع ہونگی ہر ایک عورت پر دو طلاق اسواسطے کہ چار طلاق چار دن پر منقسم ہوئی اور پانچوین طلاق سے چوتھائی ہر ایک کو پہنچا اوس بعض کو کل قرار
دیا تو ہر ایک کو دو پہنچی اسیطرح ہر ایک کو دو ملینگی آٹھ طلاق تک فان زاد علیھا طلقت کل واحدۃ ثلثا سو اگر زیادہ ہونگی طلاق آٹھ سے تو ہر ایک کو
تین تین طلاق ہونگی گیارہ تک بعض کو کل کرینگے اور بارہ مین تین تین پوری ہونگی اور بارہ سے زیادہ مین زائد لغو ہو جاوینگی ومثله قوله اشرکتکن
فی تطلیقۃ خانیه اور مثل بینکن تطلیقۃ کے ہی اشرکتکن فی تطلیقۃ یعنی تمکو شریک کیا مین نے ایک طلاق مین کذا فی الخانیه وفیھا قال لامرأتین لوحدا
بواحدۃ منھما امرأتی طالق ثم قال اردت واحدۃ منھما لا یصدق ولو مدخولتین فله ایقاع الطلاق علی احدھما لصحۃ تفریق
الطلاق علی المدخولۃ لا علی غیرھا اور خانیہ مین ہی کہا زوج نے اپنی دو عورتون سے جو مدخولہ نہین ہین کہ میری عورت طالق ہی میری عورت طالق
ہی پھر زوج نے کہا کہ مین نے اس طلاق مکرر سے اون دو مین سے ایک عورت کے طلاق کا ارادہ کیا نہ دونون عورتونکا تو اوسکی تصدیق نہو گی اور اگر
دونو عورتین مدخولہ ہین تو زوج کو اونمین سے ایک پر طلاق واقع کرنا جائز ہی بسبب صحت تفریق طلاق کے مدخولہ پر نہ غیر مدخولہ پر یعنی مدخولہ کی تو عدت ہوتی ہے

تو دوسری طلاق واقع ہونیکی اوسمین گنجائش ہے بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اوسکی عدت نہین تو دوسری طلاق کا وہان محل نہین اسواسطے زوج کی تصدیق نہوگی قاضی
کے نزدیک قال امرأتی طالق ولم یسم وله امرأة معروفة طلقت امرأته استحسانا کہا زوج نے کہ میری عورت طالق ہے اور عورت کا نام نہ لیا اور
اوسکی ایک عورت مشہور ہے تو اوسکی وہی عورت مطلقہ ہوگی باعتبار استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ بدون نام یا خطاب کے طلاق نہو طلاق دینے کہا جبکہ زوج کی
دوسری عورت کا نہو اور سا ایک ہی اوسکی عورت مشہور ہو تو قیاس مقتضی ہے اوسکی طلاق کا فان قال لی امرأة اخرٰی وایاها عنیت لا یقبل قوله الا
ببینة ولو کان له امرأتان کلتاهما معروفة له صرفه الی ایتهما شاء خانیه ولم یحک خلافا سو جب کہ زوج کی سوا ایک عورت کے مشہور نہین
اور اوس نے کہا کہ میری عورت کو طلاق ہے پھر اگر زوج کہیگا کہ میری ایک عورت اور ہے اوسی غیر مشہور عورت کی طلاق کا ارادہ مین نے کیا تو اوسکا یہ قول
نہ مقبول ہوگا بدون گواہون کے اور اگر زوج کی دو عورتین ہین اور دونو مشہور ہین تو اوسکو اختیار ہے طلاق کو جسکی طرف چاہے پھیرے کذا فی الخانیہ اور
خانیہ کے مصنف نے اس مسئلہ مین خلاف فقہا کا نہین منقول کیا **فروع** مسائل لمحقہ شائعہ کے کرر لفظ الطلاق وقع الکل فان نوی التاکید دین
مکرر کہا لفظ طلاق کو یعنی یون کہا کہ انت طالق انت طالق تو ہر ایک طلاق علیحدہ علیحدہ واقع ہوگی پھر اگر کہیگا کہ مین نے طلاق ثانی سے طلاق اول کی
تاکید کی نیت کی تو باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق ہوگی نہ باعتبار قضا کے کذا فی العالمگیری کان اسمها طالق او حرة فناداها ان نوی الطلاق او
العتاق وقعا والا لا تھا نام زوجہ کا طالق اور لونڈی کا حرہ پھر اوسنے زوجہ کو طالق کہکر اور لونڈی کو حرہ کہکر پکارا اگر نیت طلاق یا عتاق کی کی تو
طلاق یا عتاق واقع ہونگی اور اگر نیت نہین کی نہ عتاق واقع ہوگا نہ طلاق قال لامرأته هذه الکلبة طالق طلقت ولعبده هذا الحمار حر عتق
کہا اپنی زوجہ سے کہ یہہ کتیہ مطلقہ ہے تو وہ مطلقہ ہوجائیگی یا کہا اپنے غلام سے کہ یہہ گدھا آزاد ہے تو وہ آزاد ہوجائیگا اسواسطے کہ پہلی صورت مین گالی کا ارادہ کیا
اور طلاق کا اور دوسری صورتین گالی کا قصد کیا اور آزادی کا قال انت طالق او انت حر وعنی به الاخبار کذبا وقع قضاء الا اذا اشهد
علی ذلک کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے یا کہا غلام سے کہ تو حر ہے اور ارادہ ہر واحد سے جھوٹ خبر دینے کا کیا تو طلاق اور عتاق باعتبار حکم قاضی کے واقع ہونگی
مگر جب کہ گواہ کر رکھے جھوٹ خبر دینے پر تو باعتبار دیانت کے بھی اوسکی تصدیق ہوگی اور باعتبار قضا کے بھی وکذا المظلوم اذا اشهد عند استحلاف الظالم
بالطلاق الثلث انه یحلف کاذبا صدق قضاء ودیانة شرح وهبانیه اور اسیطرح مظلوم جب کہ گواہ کر رکھے نزدیک قسم لینے ظالم کے تین طلاق
کی اس بات پر کہ مظلوم جھوٹی قسم کھائیگا تو اس وقت مظلوم کی قضا اور دیانت دونو مین تصدیق ہوگی کذا فی شرح الوہبانیہ اور اگر گواہ نہ کر رکھیگا جھوٹی
قسم کھانے پر تو قضا مین اوسکی تصدیق نہوگی اوسکی زوجہ پر طلاق کا حکم ہوجائیگا علما مین اختلاف ہے کہ قسم مین قسم کھانیوالیکی نیت کا اعتبار ہے یا قسم لینیوالے
کی فتوی اس پر ہے کہ اگر قسم کھانیوالا مظلوم ہے تو اوسیکی نیت کا اعتبار ہے اور نہین تو قسم لینیوالیکی نیت معتبر ہے کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن الاشباه
وفی النهر قال فلانة طالق واسمها کذلک وقال عنیت غیرها دین ولو غیره صدق قضاء اور نہر الفائق مین ہے کہ کہا فلانی یعنی زینب
طالق ہے اور واقع مین اوس عورت کا نام بھی زینب تھا اور کہا زوج نے کہ مین نے اپنی زوجہ کے سوا اور عورت جسکا نام بھی زینب ہے ارادہ کیا تو اسکی
دیانت مین تصدیق ہوگی نہ قضا مین اور اگر اوسکی زوجہ کا نام غیر زینب ہے تو قضا مین بھی اوسکی تصدیق ہوگی وعلی هذا لو حلف لدائنه بطلاق
امرأته فلانة واسمها غیره لو طلق اور اسیطرح پر اگر قسم کھائی اپنی قرضخواہ سے اپنی زوجہ زینب کی طلاق کی اگر فلان دن قرض نہ ادا کرے اور
حالانکہ اوسکی زوجہ کا نام زینب نہین بلکہ حلیمہ ہے مثلا تو اوسکی زوجہ پر طلاق نہ واقع ہوگی وقد کثر فی زماننا قول الرجل انت طالق علی اربعة
مذاهب قال المصنف ینبغی الجزم بوقوعه قضاء ودیانة اور البتہ بکثرت مستعمل ہے ہماری زمانہ مین مرد کا یون کہنا کہ تو طالق ہے چارون
مذہب پر یعنی باتفاق مذاہب اربعہ تجکو طلاق ہے کہا مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہ لائق ہے یقین کرنا وقوع اس طلاق کا قضا مین بھی اور دیانت مین
بھی اور فتاوی رملی مین ہے کہ یہہ طلاق رجعی ہے نہ بائن اسواسطے کہ مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے کہ انت طالق سے طلاق رجعی ہوتی ہے نہ بائن کذا فی حاشیة المدنی
ولو قال انت طالق فی قول الفقهاء او القاضی او فلان المفتی دین اور اگر کہا کہ تو طالق ہے فقہا کے قول مین یا فلانے قاضی کے قول مین یا

فلانے مفتی کے قول مین تو باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق ہوگی یعنی طلاق نہ واقع ہوگی بدون نیت کے لیکن قضامین تصدیق نہ ہوگی قال نساءُ الدنیا او نساءُ العالم طوالق لم تطلق امرأته بخلاف نساء المحلة او الدار او البیت کہا عورتین دنیا کی عورتین یا جہان کی عورتین مطلقہ مین تو اوسکی عورت کو نہ طلاق ہوگی اسواسطے کہ یہ طلاق صریح نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن البحر لیکن اگر نیت کریگا تو مطلقہ ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی بخلاف محلہ یا گھر یا کوٹھری کی عورتون کے یعنی اگر یون کہا کہ محلہ کی عورتین یا گھر کی عورتین یا کوٹھری کی عورتین مطلقہ ہین اور اونمین اوسکی زوجہ بھی داخل ہے تو اوسکی زوجہ پر طلاق واقع ہوگی وفی نساء القریۃ والبلدۃ خلاف الثانی اور گانو اور شہر کی عورتون مین خلاف ہے ابو یوسف کا یعنی اگر یون کہا کہ گانو کی عورتین یا شہر کی عورتین مطلقہ ہین تو ابو یوسف کے نزدیک اوسکی زوجہ پر طلاق نہ ہوگی وکذا العتق اور مثل طلاق کے ہے حال عتق کا یعنی اگر کہا کہ دنیا کے غلام یا جہان کے غلام آزاد ہین تو اوسکا غلام نہ آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ محلہ کے غلام یا گھر کے غلام یا کوٹھری کے غلام آزاد ہین تو اوسکا غلام آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ گانو کے غلام یا شہر کے غلام آزاد ہین تو اوسکا غلام ابو یوسف کے نزدیک آزاد نہوگا اور محمدؒ کے نزدیک آزاد ہوگا قالت لزوجها طلقني قال فعلت طلقت کہا عورت نے اپنے زوج سے کہ مجھکو طلاق دی زوج نے کہا مین نے کیا تو عورت مطلقہ ہوگی فان قالت زدني فقال فعلت طلقت اُخریٰ پہر اگر زوجہ نے کہا کہ میری طلاق کو زیادہ کر سو زوج نے کہا کہ مین نے کیا تو دوسری طلاق اوسپر واقع ہوگی ولو قالت طلقني طلقني طلقني فقال طلقتُ فواحدة إن لم ینوِ الثلث ولو عطفت بالواو فثلث اور کہا زوجہ نے کہ مجھکو طلاق دی مجھکو طلاق دی مجھکو طلاق دی سو کہا زوج نے کہ مین نے طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے نیت تین طلاق کی نہین کی اور اگر زوجہ نے عطف واو سے کیا یعنی یون کہا کہ طلقني وطلقني وطلقني تو تین بار طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ واو موضوع ہے واسطے جمع کے ولو قالت طلقتُ نفسي فاجاز طلقت اعتبارًا بالإنشاء کذا أبنتُ نفسي إذا نوی ولو ثلثًا بخلاف الأولی اور اگر کہا زوجہ نے کہ مین نے اپنی ذات کو طلاق دی پہر زوج نے اوسکو جائز رکھا تو اوسپر طلاق پڑ گئی باعتبار انشار طلاق کے یعنی اجازت طلاق قائم مقام انشار طلاق کے ہوگئی گویا زوج نے خود کہا کہ طلقت اسیطرح ہے أبنتُ نفسي یعنی زوجہ نے کہا کہ مین نے اپنی ذات کو جدا کیا اور زوج نے اجازت دی تو اوسپر طلاق پڑجائیگی بشرطیکہ زوج نے نیت طلاق کی کی ہو اگرچہ تین طلاق کی بھی نیت کی ہو اسواسطے کہ ابانت طلاق کنایہ ہے اور کنایہ بدون نیت کے معتبر نہین بخلاف صورت اول کے یعنی طلقت محتاج نیت کا نہین اور تین طلاق کی نیت کرنا اسمین صحیح نہین وفی اخترتُ لا یقع لانه لم یوضع الا جوابًا اور لفظ اخترتُ مین طلاق نہین واقع ہوتی یعنی اگر زوجہ نے کہا کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا اور زوج نے کہا کہ مین نے اجازت دی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ اخترتُ کا موضوع نہین مگر واسطے جواب کے یعنی اگر زوج کہے کہ مثلاً اِختاری نفسکِ زوجہ اوسکے جواب مین کہے کہ اخترتُ اور لفظ جواب کا بجائے انشار طلاق کے نہین ہوسکتا وفی البزازیۃ قال بین اصحابه من کانت امرأته علیه حرامًا فلیفعل هذا الامر ففعله واحد منهم فهو اقرار منه بحرمتها وقیل لا انتهی اور بزازیہ مین ہے کہا ایک مرد نے اپنے ساتھیون سے کہ جس شخص کی زوجہ اوسپر حرام ہو وہ یہہ کام کرے یعنی پانی پیئے یا اپنے مقام سے اوٹھہ کھڑا ہو پہر ایک شخص نے یہی کام کیا تو یہہ کام اوسکی جانب سے اقرار ہے اوسکی زوجہ کی حرمت کا اور بعضون نے کہا کہ یہہ فعل اقرار حرمت کا نہین اسواسطے کہ طلاق تو قولی چیز ہے نہ فعلی انتہی قول البزازیۃ وسئل ابو اللیث عمن قال لجماعة کل من له امرأة مطلقة فلیصفق بیده فصفقوا فقال طلقن وقیل لیس هو باقرار اور سوال ہوا ابو اللیث فقیہ سے اوس شخص کے کلام کا کہ اوسنے ایک جماعت سے کہا کہ جسکی عورت مطلقہ ہو وہ اپنے ہاتھہ سے تالی بجاوے پہر سب جماعت نے تالی بجائی تو جواب دیا ابو اللیث نے کہ سبکی عورتین مطلقہ ہوگئین اور قول ضعیف یہہ ہے کہ یہہ فعل اقرار طلاق کا نہین روایت بزازیہ مین فاعل ایک ہے اور اوسمین جماعت شارحؒ نے فرمائی تاکید کا بیان ارادہ کیا جماعة یتحدثون فی مجلس فقال رجل منهم من تکلم بعد هذا فامرأته طالق ثم تکلم الحالف طلقت امرأته لان کلمة من للتعمیم والحالف لا یخرج نفسه عن الیمین فیحنث چند لوگ ہین کہ باتین کرتے ہین ایک مجلس مین سو ایک مرد نے اونمین سے کہا کہ جو بولیگا بعد اسکے تو اوسکی جورو کو طلاق ہے پہر بولا قسم والا تو اوسکی جورو پر طلاق پڑجائیگی اسواسطے کہ کلمہ من کا جسکا ترجمہ جو ہے عام ہے متکلم اور غیر متکلم

دونو کو شامل ہے اور حالانکہ قسم والا نہین نکالتا اپنی ذات کو قسم سے تو حانث ہوگا یعنی طلاق واقع ہوگی لیکن اگر جماعت سے متکلم کے سوا کوئی اور بولا تو اوسکا
حکم یہان مذکور نہین ظاہر ؟ اوسکی تکلم سے طلاق نہوگی اسواسطے کہ تعلیق اور قسم متکلم کے غیر پر جاری نہین واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الکنایات یہہ باب ہی کنایات طلاق مین جب بیان احکام طلاق صریح سے کہ حقیقت مین وہی اصل ہے فراغت ہوئی تو وقت بیان احکام کنایات کا
آیا **کنایته عند الفقهاء مالم یوضع له ای للطلاق و احتمله وغیره** کنایہ طلاق فقہا کے نزدیک اس مقام مین وہ لفظ ہے جو طلاق کیواسطے
موضوع نہو اور احتمال رکھے طلاق کا اور غیر طلاق کا مثلاً لفظ بتہ کا واضح ہے طلاق کیواسطے موضوع نہین کیا لیکن طلاق اور غیر طلاق کا محتمل ہے اسواسطے کہ بتہ
بمعنی قطع کے ہی تو اگر پیوند نکاح کا کاٹنا مراد لیجئے تو بمعنی طلاق ہے اور اگر قطع الفت اور قطع آدمیت کو ارادہ کیجئے تو طلاق کا محتمل نہین مصنف نے کنایہ کی تعریف
بصیغہ عام کی تو معلوم ہوا کہ کنایات منحصر نہین شرح ملتقی مین کہا ہے کہ الفاظ کنایات پچپن سے زیادہ ہین کذا فی حاشیۃ المدنی **فالکنایات لا تطلق بها**
قضاء الا بنیة او دلالة الحال وهی حالة مذاکرة الطلاق او الغضب سو کنایات سے طلاق نہین واقع ہوتی باعتبار قضا کے مگر نیت
طلاق سے یا دلالت حال سے دلالت حال یہہ کہ اوسوقت گفتگو ہو طلاق کی یا رنج یا غصہ ہو ہم شارح نے قضا کی قید اسواسطے لگائی کہ وقوع طلاق باعتبار دیانت
کے محض نیت پر موقوف ہے اوسمین دلالت حال کا کچہہ اعتبار نہین اور کنایات سے وقوع طلاق مین نیت یا دلالت حال اسواسطے شرط ہوئی کہ الفاظ کنایہ کے
طلاق اور غیر طلاق دونو کے محتمل ہین تو احتیاج پڑی طرف مرجح کے کہ وہ غیر طلاق کے احتمال کو قطع کردے اور یہان ایسا مرجح سوا نیت یا دلالت حال کے
کوئی نہین مذاکرہ طلاق اسطرح پر کہ زوجہ نے زوج سے کہا کہ مجھکو طلاق دے اور زوج نے کہا اعتدی تو حالت مذاکرہ دلالت کرتی ہے کہ اس لفظ سے زوج نے
طلاق کا ارادہ کیا **فالحالات ثلث رضا و غضب و مذاکرة والکنایات ثلث ما یحتمل الرد او یصلح للسب او لا ولا** سو حالات تین
ہین ایک رضامندی کی حالت دوسری رنج و خفگی کی حالت تیسری مذاکرہ طلاق کی حالت اور الفاظ کنایات کے بھی تین احتمال سے خالی نہین بعضے اونمین محتمل ہین
رد کو یعنی عورت کے سوال طلاق کا رد اونمین سے نکلتا ہے اور جواب طلاق کے بھی محتمل ہین یا بعضے اونمین صلاحیت سب اور دشنام کی رکھتے ہین اور محتمل ہین
جواب طلاق کے بھی یا بعضے وہ ہین کہ نہ رد سوال کے محتمل ہین نہ لیاقت سب اور دشنام کی رکھتے ہین لیکن جواب طلاق کا البتہ احتمال رکھتے ہین **فنحو اخرجی**
واذهبی و قومی تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی من الغربة او العزوبة یحتمل ردا سو مانند اخرجی اور اذہبی اور قومی
کے تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی احتمال رکھتے ہین یہہ الفاظ رد سوال طلاق کا اور جواب کے بھی محتمل ہین اور سب و شتم کی صلاحیت نہین رکھتے
سو اخرجی بمعنی نکل یعنی اس مکان سے نکل تاکہ تیری شر سے نجات ہو تو یہہ رد ہوا طلاق کے سوال کا یا یہہ مطلب کہ نکل میرے گھر سے اسواسطے کہ تو مطلقہ ہے یعنی
یہہ جواب ہے طلاق کے سوال کا اور اذہبی بمعنی جا یعنی اپنے کام کو جا یہہ رد ہے سوال کا یا یہہ مطلب کہ اپنے ماباپ کے گھر جا اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہہ جواب ہے سوال
کا اور قومی بمعنی اوٹھہ یعنی اپنے ضروری کام کیواسطے اوٹھہ یہہ رد ہے سوال کا یا اوٹھہ میرے پاس سے اسواسطے کہ تجھکو طلاق ہوئی یہہ جواب ہے سوال کا اور تقنعی
یا مشتق قناع سے ہے یا قناعت سے قناع بمعنی خمار ہے یعنی اپنا منہ کپڑے سے چھپالے حیا کیا ایسا کام نکر یا قناعت سے یعنی اس کلام سے قناعت کر باز رہ یہہ رد ہے سوال
کا یا استتار اور باز رہنے کلام کا اسواسطے امر کیا کہ طلاق واقع ہوئی یہہ جواب ہے سوال کا اور تخمری یعنی اپنی سر پر خمار ڈال خمار وہ کپڑا جس سے سر چھپاتے ہین اس لفظ
مین بھی مانند تقنعی کے دو احتمال ظاہر ہین اور استتری بمعنی چھپ اور پردہ کر استتار کا حکم اسواسطے کیا کہ شرعاً محمود ہے تو رد ہوا سوال کا یا اسواسطے کہ مجھکو
تیرا دیکھنا جائز نرہا بسبب طلاق کے یہ جواب ہے سوال کا اور انتقلی اور انطلقی بمعنی چل جا مانند اذہبی کے دو احتمال ہین اور اغربی بغین معجمہ اور راء مہملہ
مشتق ہے غربت سے یعنی دور ہو یا اعزبی بعین مہملہ و زاء معجمہ مشتق ہے عزوبت سے بمعنی بعد اور دوری کے تو مطلب یہہ کہ دور ہو ایسا کلام نکر یہہ رد ہے
سوال کا یا دور ہو میرے پاس نہ بیٹھہ اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہہ جواب ہے سوال کا **ونحو خلیة بریة حرام بائن ومرادفها کبتة بتلة یصلح سبا**
اور مانند الفاظ خلیہ بریہ حرام بائن اور ہم معنی ان الفاظ کے مثل بتہ اور بتلہ کے صلاحیت رکھتے ہین سب اور دشنام کی مراد سب سے وہ کلام ہے جسمین سے
آبرو ریزی اور بیحرمتی نکلی مخاطب کی ان الفاظ مین رد سوال کا احتمال نہین لیکن جواب سوال طلاق کا احتمال البتہ موجود ہے خلیہ یعنی تو خالی ہے حسن یا خوبیون سے یہہ دشنام ہے یا خالی

نکاح سے یہہ جواب ہے سوال کا اور بریہ یعنی تو خوبیون سے بری ہی یا نکاح سے بری اور حرام یعنی منع یا ممنوع لفظ حرام کا مصدر ہے بمعنی منعت کے یا خود صفت ہے اور آگے
مذکور ہوگا کہ ہمارے زمانہ مین بلفظ حرام طلاق بائن واقع ہوگی بدون نیت کے بسبب عرف اہل زمانہ کے اور بائن یعنی منفصل ہے یعنی خوبیون سے منفصل اور منقطع ہے
یہہ دشنام ہی یا نکاح سے منفصل ہے یہہ جواب ہے سوال کا اور بتہ مشتق ہی بت بمعنی قطع کے اور بتلہ بتل سے مشتق ہے بتل سی بمعنی انقطاع مثل الفاظ سابقہ کے
ان لفظون مین بھی احتمال سب اور جواب کا برابر ہے ونحو اعتدی واستبرئی رحمک انت واحدۃ انت حرۃ اختاری امرک
بیدک سرحتک فارقتک لا یحتمل الرد والسب اور مانند ان الفاظ کے نہین احتمال رکھتے ہین رد سوال کا اور سب اور دشنام کا اعتدی یعنی
شمار کر اپنے حیضون کو اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہہ احتمال ہے سوال کے جواب کا یا میرے کام کو خدا کی نعمت اپنے اوپر شمار کر استبرئی یعنی اپنے رحم کی صفائی حاصل
کر لڑکی سے اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی تو یہہ جواب ہے سوال کا یا یہہ مطلب کہ تو اپنے رحم کو صاف کرلے تاکہ مین تجھکو طلاق دون تو یہہ وعدہ ہی طلاق کا ایسے کلام سے
طلاق نہین ہوتی انت واحدۃ یعنی تو طالق ہے بطلاق واحد یہہ جواب ہے سوال کا یا یہہ مطلب کہ تو میرے نزدیک اپنی برادری مین ایک ہی ہے خوبیون مین یا برائیون
مین بے مثل ہے تو یہہ مدح ہی یا مذمت انت حرۃ یعنی تو آزاد ہی حقیقۃ مملوکیت سے یا آزاد ہی مملوکیت نکاح سے اختاری یعنی اپنی ذات اختیار کرلے امرک بیدک یعنی تیرا
امر تیرے ہاتھ مین ہی یہہ دونو الفاظ کنایہ ہین تفویض طلاق سے تو عورت مطلقہ نہوگی جبتک کہ وہ اپنی ذات کو طلاق نہ دے اور کنایات طلاق مین ان دونو لفظون کو
اسواسطے داخل کیا کہ طلاق اور غیر طلاق کا بھی انمین احتمال موجود ہی چنانچہ اختاری مین یہہ احتمال ہی کہ اختاری نفسک بالفراق او فی عمل یعنی اختیار کر اپنی ذات
کو بسبب فراق کے یا پسند کرلے اپنی ذات کو کسی کام کی مشغولی مین اور امرک بیدک مین یہہ احتمال ہی کہ امرک بیدک فی الطلاق او فی تصرف آخر یعنی تیرے
قابو مین ہی طلاق یا کوئی اور کام اور نہر الفائق مین حواشی سعدیہ سے منقول ہی کہ ان دونو لفظون کا ذکر کرنا کنایات طلاق مین مناسب نہین اسواسطے کہ اسکی
جہت سے بعض مفتی خطاء عظیم مین واقع ہوگئے یہہ گمان کرکے کہ ان لفظون سے طلاق واقع ہوجاتی ہی بدون ایقاع زوجہ کے اور شارح نے بھی اسکا آگاہ
کردیا ہی کہ اختاری کنایات تفویض طلاق سے ہی نہ ایقاع طلاق سے کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی سرحتک مشتق ہی سراح بالفتح سے بمعنی ارسال کے یعنی مین نے
تجھکو کسی کام کیواسطے بھیجا یا اسواسطے بھیجا کہ تو مطلقہ ہی اور اسیطرح فارقتک یعنی کسی کام کیواسطے علحدہ ہوا مین تجھکو چھوڑ دیا یا طلاق دی اسواسطے چھوڑا ان الفاظ
مین احتمال رد سوال اور دشنام کا نہین بلکہ یہہ مخصوص باتین جواب کیواسطے چنانچہ صاحب بحر الرائق اور قہستانی نے اسکی تصریح کی ہی اور بعض محشیون نے کہا ہی
کہ انت واحدۃ مین احتمال دشنام کا موجود ہی یعنی تو بد کامون مین یکتا ہی چنانچہ منح الغفار مین اسکی تصریح ہی اور اعتدی مین بھی احتمال دشنام ہی یعنی شمار کر اون
قبائح کو جو تجھسے صادر ہوئے کذا فی حاشیۃ المدنی ففی حالۃ الرضاء ای غیر الغضب والمذاکرۃ تتوقف الاقسام الثلثۃ تاثیرا علی النیۃ للاحتمال
تو حالت رضامندی مین یعنی سوای حالت خفگی اور مذاکرہ طلاق مین تینون قسم کے کنایات کی تاثیر نیت پر موقوف ہی بسبب احتمال کے یعنی اس حالت مین احتمال ہے
کہ زوج نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور قرینہ کوئی موجود نہین تو بدون نیت کے ایقاع طلاق کی کوئی وجہ نہین اگر کوئی کہے کہ جو الفاظ کہ جواب
کیواسطے مخصوص ہین تو لائق یون ہے کہ رضامندی مین اون سے طلاق بدون نیت کے بھی واقع ہوجاوے اوسکا جواب یہہ ہی کہ یہہ مطلب نہین کہ وہ الفاظ فقط
جواب طلاق کیواسطے موضوع ہین بلکہ وہ الفاظ مطلق کلام کے جواب ہین اور اگر عورت نے طلاق کا سوال کیا اور زوج نے جواب کا لفظ کہا تو یہہ حالت مذاکرہ طلاق
کی ہوگئی اس حالت مین وقوع طلاق نیت پر موقوف نرہیگا کذا فی حاشیۃ المدنی والقول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفہا لہ فی منزلہ فان
ابی رفعتہ للحاکم فان نکل فرق بینہما مجتبی اور قول زوج کا قسم کیساتھہ معتبر ہے عدم نیت مین اور کفایت کرتا ہی قسم لینا عورت کا زوج سے
اوسکے گھر مین سو اگر زوج نے قسم کہانے سے انکار کیا تو عورت نالش کرے اوسکی حاکم سے سو اگر زوج وہان بھی قسم کہانے تو قاضی دونون مین جدائی کردیگا
کذا فی المجتبی لیکن قسم کہانا غیر مجلس قاضی مین باعث تفریق کا نہین وفی الغضب توقف الاولان ان نوی وقع والا لا اور خفگی کی حالت مین دونو
قسمین پہلی نیت پر موقوف رہین گی یعنی جو قسم صلاحیت رد اور جواب کی رکہتی ہے اور جو کہ لیاقت شتم اور جواب کی رکہتی ہی اگر دو پہلی قسمون سے نیت طلاق کی کی
تو طلاق واقع ہوگی اور اگر نیت نہ کی تو نہ واقع ہوگی لیکن جو الفاظ جواب کیواسطے متعین نہین حالت غضب مین اون سے بلا توقف نیت کے طلاق واقع ہوجاویگی

اسواسطے کہ غضب قرینہ مرجحہ ہے طلاق کا وفی مذاکرۃ الطلاق یتوقف الاول فقط اور مذاکرہ طلاق کیحالت مین فقط اوّل قسم نیت پر موقوف ہوگی یعنی جو صلاحیت ردّ اور جواب کی رکہتی ہو ویقع بالاخیرین وان لم ینو لان مع الدلالۃ لا یصدق قضاءً فی نفی النیۃ لانہا اقوی لکونہا ظاہرۃً والنیۃ باطنۃً ولذا تقبل بینتہا علی الدلالۃ لا علی النیۃ الا ان یقام علی اقرارہ بہا عمادیہ اور واقع ہوتی ہے طلاق دو اخیر قسمون سے یعنی جو صلاحیت دشنام کی رکہے اور جو دشنام اور رد کا محتمل نہو ان سے طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ زوج نے نیت طلاق کی نکی ہو اسواسطے کہ باوجود دلالت تعیین کے یعنی حالت مذاکرہ طلاق اور حالت غضب کی مرد کی تصدیق نکیجائیگی باعتبار قضا کے نفی نیت مین اسواسطے کہ دلالت قوی تر ہے نیت سے اس سبب سے کہ دلالت امر ظاہر ہے ہر شخص کو اوسپر اطلاع ممکن ہے اور نیت امر باطن ہے کہ سوای زوج کے کوئی نہین جان سکتا اور قاضی کو حکم ہے ظاہر پر عمل کرنیکا اور چونکہ دلالت امر ظاہر ہے اور نیت امر باطن اسیواسطے مقبول ہونگے گواہ عورت کے دلالت کے اثبات پر نہ نیت پر مگر یہہ کہ گواہ قائم کئے جاوین نیت کرنے زوج کے اقرار پر یعنی اگر زوج نے اپنی نیت کا کہین اقرار کیا ہو اور پہر منکر ہوگیا ہو تو اوسکی اقرار کے گواہ البتہ مقبول ہونگے کذا فی العمادیہ ثم فی کل موضع یشترط النیۃ فلو السؤال بہل یقع بقولہ نعم ان نویت ولو یکم تقع یقع واحدۃً ولا یتعرض لاشتراط النیۃ بزازیہ فلیحفظ پہر جس مقام مین وقوع طلاق کنایات مین نیت مشروط ہے یعنی اقسام ثلثہ حالت رضا مین اور قسمین دو مین حالت غضب مین اور قسم اول حالت مذاکرہ مین تامل کرے فتوی دینے والا اسوال سائل مین سو اگر سوال یون ہو یعنی سائل کہے کہ مین نے یون کہا ہے آیا اس لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہے تو مفتی جواب دے کہ ہان طلاق واقع ہوتی ہے اگر تو نے طلاق کی نیت کی ہو اور اگر سائل نے کہا کہ مین نے یون کہا ہے اس لفظ سے چندبار طلاق واقع ہوئی تو مفتی کہے کہ ایکبار اور تعرض نکرے بیان نیت مشروط ہونیکا کذا فی البزازیہ اسکو یاد رکہنا چاہئے سوال ثانی مین نیت مشروط ہونیکا ذکر اسواسطے نہ چاہئے کہ سائل کا یون سوال کرنا کہ چندبار طلاق واقع ہوئی یہہ صاف دلیل ہے نیت طلاق کی اب نیت کا ذکر کرنا گویا حیلہ سکہلانا ہے انکار نیت کا ویقع رجعیۃ بقولہ اعتدی واستبرئی رحمک وانت واحدۃ وان نوی اکثر ولا عبرۃ باعراب واحدۃ فی الاصح اور ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اعتدی اور استبرئی رحمک اور انت واحدۃ کے قول سے اگرچہ زوج نے ایک سے زیادہ کی نیت کی ہو اور کچہ اعتبار نہین لفظ واحدۃ کے اعراب کا قول اصح مین اور بعضون نے کہا کہ انت واحدۃ مین اگر لفظ واحدۃ کو قائل نے منصوب کہا تو طلاق بلا نیت واقع ہوگی اسواسطے کہ واحدۃ اس ترکیب مین صفت ہے مصدر موصوف محذوف کی اصل مین یون تہا کہ انت طالق تطلیقۃ واحدۃ اور اگر واحدۃ کو مرفوع کہا تو طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ نیت کی ہو اسواسطے کہ واحدۃ اس صورت مین صفت ہوگی عورت کی نہ طلاق کی اور اگر واحدۃ کو ساکن پڑہا تو دونون احتمال ہین لیکن اصح یہہ ہے کہ اعراب واحدۃ کا کچہ اعتبار نہین ہر صورت سے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ عوام اعراب کا تفرقہ نہین جانتے ہین اور خواص بہی اِلتزام نہین رکہتے بیان عرف پر مدار ہے نہ نحو اور لغت پر ویقع بباقیہا ای باقی الفاظ الکنایات المذکورۃ فلا یرد وقوع الرجعی ببعض الکنایات ایضا نحو انا بری من طلاقک وخلیت سبیل طلاقک وانت مطلقۃ بالتخفیف وانت اطلق من امرأۃ فلان وہی مطلقۃ وانت ط ا ل ق وغیر ذلک مما صرحوا بہ اور طلاق بائن واقع ہوتی ہے باقی الفاظ کنایات سے یعنی باقی وہ الفاظ کنایات کے جو بیان مذکور ہوچکے تو اعتراض نہ وارد ہوگا واقع ہونے طلاق رجعی کا بعض کنایات سے بہی مثل انا بری من طلاقک یعنی منزہ اور دور ہون تیری طلاق سے وخلیت سبیل طلاقک یعنی تیری طلاق کی راہ مین نے چہوڑ دی سو طلاق نے راہ پائی اور تجہپر واقع ہوئی وانت مطلقۃ بالتخفیف یعنی تو مطلق العنان ہے وانت اطلق من امرأۃ فلان اور تو مطلق العنان زیادہ تر ہے مثلا زید کی عورت سے اور حالانکہ زید کی عورت پر طلاق واقع ہوچکی ہے وانت ط ا ل ق یعنی تو طالق ہے اور طالق کو بطور تہجی کے کہا اور سوای ان مثالون کے جنکی فقہا نے تصریح کی ہے حاصل یہ ہے مصنف نے کہا کہ سوای امثلہ ثلثہ کے باقی کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے حالانکہ چند کنایات ایسی ہین کہ اون سے بہی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے تو حصر کرنا مصنف کا صحیح نہوا شارح نے جواب اس سوال مقدر کا یون دیا کہ مصنف کو حصر اضافی مراد ہے یعنی جو الفاظ کنایات کے اس کتاب مین مذکور ہوچکے ہین اونمین سوای تین کے طلاق بائن ہی واقع ہوتی ہے تو اگر بعض کنایات غیر مذکورہ سے طلاق رجعی واقع ہو تو قادح اس حصر کی نہین خلا اختاری فان نیۃ الثلث لا تصح فیہا ایضا ولا یقع بہ ولا بامرک بیدک ما لم تطلق المرأۃ نفسہا

کنایاتٍ یعنی باقی الفاظ کنایات سے تین طلاق کی نیت کرنا صحیح ہے سوای لفظ اختاری کے اسواسطے کہ تین طلاق کی نیت کرنا لفظ اختاری مین بھی صحیح نہین چنانچہ اعتدی
اور استبرئی رحمک اور انت واحدۃ مین صحیح نہین چنانچہ باب تفویض طلاق مین اسکی تصریح آویگی اور اس لفظ سے طلاق واقع نہین ہوتی ہو نہ امر بیدک سے کیونکہ ہوتا وقتیکہ عورت
وہی ذات کو طلاق نہ دے چنانچہ اسکا بیان بھی باب تفویض طلاق مین آویگا البائنَ اِنْ نواھا او الثنتین لما تقرر انّ الطلاقَ مصدرٌ لا یحتمل
العدد لفظ بائن فاعل ہے یقع بما بقیہا کا یعنی باقی الفاظ کنایات سے ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہو اگر ایک طلاق کی نیت کی یا دو کی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی
کہ لفظ طلاق مصدر ہے محتمل نہین ہو عدد کا تو طلاق سے دو کا ارادہ کرنا صحیح نہوگا دو کی نیت کرنیسے بھی ایک ہی طلاق واقع ہو گی لیکن یہہ علت کل الفاظ کنایات
مین ظاہر نہین ہوتی اسواسطے کہ سَرَّحتُکِ وفارقتُکِ وخلیّۃ وبریّۃ مین مصدر نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وثلثٌ اِنْ نواہ للوحدۃ الجنسیۃ ولذا صحّ
فی الامۃ نیۃُ الثنتین اور الفاظ باقیہ کنایات سے تین طلاقین واقع ہونگی اگر زوج تین طلاق کی نیت کریگا بسبب وحدت جنسی کے اور اسیواسطے ان الفاظ سے
لونڈی کے حق مین دو طلاق کی بھی نیت کرنا صحیح ہو خلاصہ یہہ کہ مصدر موضوع ہو وحدت کیواسطے خواہ وحدت حقیقی ہو چنانچہ ایک مین یا وحدت جنسی ہو چنانچہ
تین مین تو تین فرد حکمی ہوئی سواسطے کہ تین حرہ کے حق مین کل طلاق ہین اور اسیطرح دو لونڈی کے حق مین فرد حکمی ہین اسواسطے کہ کل طلاق ہین قال اعتدّی ثلثا ونوی
بالاوّل طلاقا وبالباقی حیضا صُدّق قضاءً لنیتہ حقیقۃَ کلامہ زوج نے زوجہ سے اعتدی کا لفظ تین بار کہا اور نیت کی اول لفظ سے طلاق کی اور
باقی دوسرے اور تیسرے لفظ سے حیض کی تو اوسکی تصدیق کیجاویگی قضا مین بسبب نیت کرنے حقیقت کلام اپنے کے اسواسطے کہ اعتداد کے حقیقی معنی حیض ہے اور
طلاق مجاز ہے تو حیض والی عورت مین جب زوج نے حیض کا ارادہ کیا بعد لفظ اعتدی کے تو معنی حقیقی کا ارادہ کیا تو بلاشبہ اوسکی قضا مین تصدیق ہو گی اور
جب قضا مین تصدیق ہوئی تو دیانت مین بھی ہو گی وان لم ینوِ بہ ای بالباقی شیئا فثلثٌ لدلالۃ الحال بنیۃ الاوّل اور اگر نیت نکی باقی سے کچھ نہ طلاق
کی نہ حیض کی تو تین طلاق واقع ہونگی بواسطہ دلالت حال کے بسبب نیت کرنے طلاق کے لفظ اول سے یعنی جب اوسنے اول لفظ اعتدی سے طلاق کا ارادہ کیا
تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو بسبب اس قرینہ کے باقی دونو لفظون سے بھی طلاق کا تعین ہوگیا تو اس صورت مین نفی نیت زوج کی تصدیق نہو گی
قضا مین لیکن دیانت مین طلاق نہ واقع ہو گی مگر اول لفظ سے کذا فی حاشیۃ الدر حتّی لو نوی بالثانی فقط فثنتان او بالثالث فواحدۃ
دلالت حال یہان تک معتبر ہے کہ اگر زوج فقط لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کریگا تو دو طلاق واقع ہونگی ایک طلاق لفظ ثانی سے اور دوسری طلاق لفظ
ثالث سے اسواسطے کہ جب اوسنے لفظ ثانی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو لفظ ثالث سے بھی بقرینہ حالیہ طلاق ثابت ہو گی اور اگر
فقط لفظ ثالث سے طلاق کی نیت کی تو ایک ہی طلاق ہو گی اسواسطے کہ اول دو لفظون مین حالت مذاکرہ طلاق کی نہ پائی گئی ولو لم ینوِ بالکل لم یقع
اور اگر زوج نے کل الفاظ ثلثہ سے نیت طلاق کی نکی تو ایک طلاق بھی نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ ظاہر حال مین کوئی قرینہ نہین نیت کا اور اگر اون الفاظ سے
حیض کی نیت کریگا تو ایک طلاق واقع ہو گی کذا فی حاشیۃ الدر وَاقسامُہا اربعۃٌ وعشرون ذکرھا الکمال اور مسئلہ اعتدی کی جب تین بار کہر ہو
چوبیس قسمین ہین فتح القدیر مین کمال الدین نے اونکو ذکر کیا ہو اونمین سے چھہ قسمون مین ایک طلاق واقع ہوتی ہو اور گیارہ مین دو طلاق واقع ہوتی
ہین اور چھہ مین تین طلاقین ہوتی ہین اور ایک قسم مین مطلق طلاق نہین ہوتی پہلی صورت یہہ کہ الفاظ ثلثہ سے حیض کی نیت کی اسمین ایک طلاق ہوگی
دوسری صورت یہہ کہ فقط تیسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی تیسرے یہہ کہ تیسرے لفظ سے فقط حیض کی نیت کی چوتھی یہہ کہ دوسرے لفظ سے طلاق اور تیسرے
لفظ سے حیض کی نیت کی پانچوین یہہ کہ ثانی اور ثالث سے حیض کی نیت کی چھٹی یہہ کہ اول سے طلاق اور ثانی اور ثالث سے حیض کی نیت کی ان چھہ صورتون مین ایک
طلاق واقع ہو گی ساتوین یہہ کہ فقط دوسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی آٹھوین یہہ کہ اول سے طلاق اور ثانی سے حیض کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نیت نکی نوین یہہ کہ
اول دو لفظون سے حیض کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نکی دسوین یہہ کہ اول اور ثالث سے حیض کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نکی گیارہوین یہہ کہ اول اور ثانی
سے طلاق کی نیت کی اور ثالث سے حیض کی بارہوین یہہ کہ اول اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور ثانی سے حیض کی تیرھوین یہہ کہ اول اور ثانی سے حیض اور ثالث سے
طلاق کی نیت کی چودھوین یہہ کہ اول اور ثالث سے حیض اور ثانی سے طلاق کی نیت کی پندرھوین یہہ کہ ثانی سے حیض کی نیت کی باقی سے کچھ نیت نکی سولھوین یہہ کہ

اول سے طلاق اور ثالث سے حیض کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نکی سولھوین یہہ کہ ثانی اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور اول سے کچھ نیت نکی ان گیارہ صورتون مین یعنی ساتوین سے سترھوین تک دو طلاقین واقع ہونگی اٹھارہوین یہہ کہ فقط اول سے حیض کی نیت کی انیسوین یہہ کہ اول اور ثانی سے طلاق کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نیت نکی بیسوین یہہ کہ اول اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نکی اکیسوین یہہ کہ اول سے حیض کی اور ثانی اور ثالث سے طلاق کی نیت کی بائیسوین یہہ کہ سب الفاظ ثلثہ سے طلاق کی نیت کی تیئیسوین یہہ کہ اول سے طلاق کی نیت کی اور ثانی اور ثالث سے کچھ نیت نکی ان چھہ صورتون مین یعنی اٹھارہوین سے بائیسوین تک تین طلاقین واقع ہونگی چوبیسوین صورت یہہ کہ الفاظ ثلثہ سے کچھہ نیت نکی تو کچھہ نہ واقع ہوگا اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کے دریافت کرنیکا یہہ ہے کہ جب ایک لفظ سے طلاق کی نیت کی تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی سو مابعد اوس لفظ کے نفی نیت کی تصدیق نہوگی ہان اگر مابعد مین حیض کے نیت کریگا تو صحیح ہوگی اور اگر کسی لفظ سے طلاق کی نیت نکریگا تو صحیح ہوگا اور اسیطرح قبل منوی کی عدم نیت صحیح ہے مثلاً لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کی تو ثالث مین نفی مقبول نہوگی اسواسطے کہ بعد منوی کے واقع ہے اور اول لفظین مین عدم نیت طلاق کی البتہ مقبول ہے اسواسطے کہ قبل منوی کے واقع ہے اور اگر کسی لفظ سے حیض کی نیت کی اور اوسکے قبل طلاق کی نیت نہین تو اوس حیض کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور اگر اوسکے قبل طلاق کی نیت ہوچکی ہے تو حیض کی نیت سے طلاق نہ واقع ہوگی اگر اس قاعدہ کو خوب غور کرلے تو مسائل مذکورہ کا حکم نکالنا آسان ہوجاوے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن البحر ویُزادُ لو نوی بالکلّ واحدۃً فواحدۃٌ دیانۃً وثلثٌ قضاءً اور چوبیس قسمون مذکورہ پر ایک یہہ قسم اور زیادہ کی گئی ہے کہ اگر کل الفاظ ثلثہ سے ایک طلاق کا ارادہ کرے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی دیانت مین بنظر احتمال تاکید کے اور تین طلاق ہونگی قضا مین اسواسطے کہ تاکید خلاف ظاہر ہے ولو قال انتِ طالقٌ اعتدی او عطفہ بواوٍ او فاءٍ فان نوی واحدۃً فواحدۃٌ او ثنتین وقعتا واذا لم ینوِ ففی الواو ثنتان وفی الفاءِ قیل واحدۃٌ وقیل ثنتان اور اگر کہا زوجہ سے کہ انتِ طالقٌ اعتدی بدون عطف کے یا لفظ اعتدی کو عطف کیا واو سے یا فے سے یعنی یون کہا کہ انت طالق واعتدی یا یون کہا کہ انت طالق فاعتدی سو اگر ان تینون صورتون مین ایک طلاق کا ارادہ کیا تو ایک ہی طلاق ہوگی یا دو طلاق کا قصد کیا تو دو واقع ہونگی اور اگر کچھہ نیت نکی تو انت طالق واعتدی مین دو طلاق واقع ہونگی اور فاعتدی مین بعضون کے نزدیک ایک طلاق اور بعضون کے نزدیک دو طلاق واقع ہونگی طلّقہا واحدۃً بعدَ الدّخول فجعلہا ثلثاً صحّ کما لو طلّقہا رجعیًّا فجعلہ قبل الرجعۃ بائنًا او ثلثاً ایک طلاق بائن دی بعد دخول کے پھر اوس ایک طلاق کو تین طلاق کرڈالا تو یہہ ایک کا تین کرڈالنا امام کے نزدیک صحیح ہے چنانچہ یہہ بھی صحیح ہے کہ اگر عورت کو ایک طلاق رجعی دی پھر اوسکو قبل رجعت کے بائن کرڈالا یا ایک رجعی کو تین کرڈالا وکذا لو قال فی العدۃِ الزمتُ امرأتی ثلثَ تطلیقاتٍ بتلک التطلیقۃِ او الزمتُہا تطلیقتین بتلک التطلیقۃِ فہو کما قال اور اسیطرح اگر کہا زوج نے عدت مین کہ لازم کردی اپنی عورت کو تین طلاق اوسی ایک طلاق سے جسکی سبب عدت مین تھی یا یون کہا کہ مین نے اوسکو دو طلاق لازم کرڈالی اوسی ایک طلاق سے تو ویسا ہی ہوگا جیسا اوسنے کہا یعنی وہ عورت اوسپر حرام ہوگئی اور کبھی اوسکو حلال نہوگی مگر بعد طلاق زوج ثانی کے ولو قال ان طلّقتُکِ فہی بائنٌ او ثلثٌ ثم طلّقہا یقع رجعیًّا لانّ الوصفَ لا یسبقُ الموصوفَ کما عرفتَ ذکرہٗ اور اگر کہا کہ اگر تجھکو طلاق دون تو وہ طلاق بائن ہوگی یا تین پھر اوسکو طلاق دی تو رجعی واقع ہوگی نہ بائن اور نہ تین اسواسطے کہ صفت مقدم نہین ہوتی موصوف پر یعنی بائن یا تین ہونا صفت ہے طلاق کی تو طلاق پر کیونکر مقدم ہوگی چنانچہ یہہ امر سابق مذکور ہوچکا اوسکو یاد کر الصّریحُ یلحقُ الصّریحَ ویلحقُ البائنَ بشرطِ العدۃِ طلاق صریح لاحق ہوتی ہے طلاق صریح کو اور لاحق ہوتی ہے طلاق بائن کو بشرط عدت کے یعنی اول کہا انتِ طالقٌ پھر کہا انتِ طالقٌ یا طلاق عوض مال کے دی تو یہہ دوسری طلاق بھی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح لاحق ہوتی ہے صریح کو یا اول یون کہا انت بائنٌ پھر کہا انتِ طالقٌ تو یہہ دوسری طلاق واقع ہوگی اور بائن ہوجائیگی اسواسطے کہ طلاق سابق کا بائن ہونا مانع ہوا رجعی ہونے سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والبائنُ یلحقُ الصّریحَ اور طلاق بائن لاحق ہوتی ہے طلاق صریح کو بشرط عدت کے مثلاً اول یون کہا کہ انتِ طالقٌ پھر کہا انتِ بائنٌ تو طلاق ثانی بھی واقع ہوگی الصّریحُ ما لا یحتاجُ الی نیّۃٍ بائنًا کانَ الواقعُ بہ او رجعیًّا فتح فمنہ الطّلاقُ الثّلثُ فیلحقُہما طلاق صریح وہ ہے جو محتاج نہو نیت

خواہ صریح ہے طلاق بائن واقع ہو یا رجعی کذا فی فتح القدیر سو طلاق صریح مین داخل ہے تین بار طلاق دینا تو یہہ طلاق ثلث صریح اور بائن دونو کو لاحق ہوگی
هم بعضون نے کہا کہ طلاق صریح وہ ہے جس سے رجعی واقع ہو شارح نے اس قول کو رد کیا تعمیم صریح کی ثابت کرکے اور فی الواقع طلاق ثلث یا طلاق بعوض
مال کے اگر بائن ہو تو چنانچہ بعضون کا گمان ہے تو طلاق بائن کو نہ لاحق ہوئی حالانکہ دونو اوسکو لاحق ہوتی ہین کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا الطلاق
علی مالٍ فیلحق الرجعی ویجب المال والبائن ولا یلزم المال کما فی الخلاصۃ اور ایسا ہی طلاق عوض مال کے صریح مین داخل ہے تو لاحق ہوگی طلاق
رجعی کو اور مال دینا عورت کو واجب ہوگا اور بائن کو لاحق ہوگی اور مال دینا اوسمین لازم نہ آویگا کذا فی الخلاصۃ هم رجعی کے بعد مال دینا اسواسطے واجب
ہوا کہ رجعی مین شوہر کو اختیار ہے کہ رجوع کرے اور عورت کو نچھوڑے تو عورت نے اپنی جان چھڑانیکا بدلا دیا اور بائن مین شوہر کا عورت پر مدون اوسکی
رضامندی کے کچھہ اختیار باقی نرہا تو عوض دینے کی کچھہ حاجت باقی نرہی فالمعتبر فیہ اللفظ لا المعنی علی المشہور تو معتبر طلاق کی صریح اور بائن
ہونے مین لفظ ہے نہ معنی بنا بر قول مشہور کے یعنی اگر لفظ محتاج نیت کا نہین تو وہ صریح ہے خواہ طلاق اوس سے بائن پڑے یا رجعی تو صریح مین طلاق ثلث اور طلاق
عوض مال کے داخل ہوئی اور جو کہ بلفظ حرام ہے وہ بائن مین داخل ہے اسواسطے کہ عدم احتیاج نیت کی اوسمین طاری ہوگئی ہے بسبب شیوع استعمال عرفی کے
لا یلحق البائنُ البائنَ اذا امکن جعلہ اِخبارًا عن الاول کانتِ بائنٌ بائنٌ او ابنتُکِ بتطلیقۃ فلا یقع لانہ اخبارٌ فلا ضرورۃ فی
جعلِہ انشاءً نہین لاحق ہوتی طلاق بائن اول طلاق بائن کو جب ممکن ہو دوسری بائن کو اول بائن سے خبر ٹھہرانا چنانچہ اول کہا انت بائن دوسری بار
کہا انتِ بائنٌ یا دوسری بار یون کہا کہ ابنتُکِ بتطلیقۃ یعنی مین نے تجھکو ایک طلاق بائن کر جدا کیا تو یہہ دوسری بائن نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ یہہ اخبار ہے
اول سے تو کچھہ ضرورت نہین اسکو انشاء طلاق ٹھہرانے مین یعنی بائن ثانی سے دوسری طلاق بائن پیدا کرنا کچھہ ضرور نہین اسواسطے کہ اسکا خبر ٹھہرانا
اول سے ممکن ہے یعنی اول کلام سے طلاق واقع کی اور کلام ثانی سے وقوع طلاق سابق کی خبر دی هم یہہ جو کہا کہ بائن بائن سے ملحق نہین ہوتی
مراد یہہ ہے کہ جو بائن بلفظ کنایات ہے وہ ملحق نہین ہوتی اور اگر بائن بلفظ کنایہ نہین تو وہ واقع ہوتی ہے چنانچہ اگر اول یون کہا کہ انتِ طالقٌ افحش
الطلاق پھر دوسری بار کہا انتِ طالقٌ افحشَ الطلاق تو یہہ طلاق ثانی بھی واقع ہوگی اور یہہ جو شارح نے کہا اخبار کی مثال انتِ بائنٌ بائنٌ کر ذکر کرے
خوب نہین بلکہ یون کہنا مناسب تہا کہ انتِ بائنٌ انتِ بائنٌ اسواسطے کہ یہان مراد اخبار سے خبر نحوی نہین بلکہ جملہ خبریہ مراد ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
بخلاف ابنتُکِ باُخرٰی او انتِ طالقٌ بائنٌ او قال نویتُ البینونۃَ الکبرٰی لتعذّرِ حملِہ علی الاخبار فیجعل انشاءً بخلاف سابق
کے یہہ ہے کہ اول طلاق بائن دی پھر کہا کہ مین نے تجھکو دوسری طلاق کر بائن کیا یا اول طلاق بائن دی پھر کہا انتِ طالقٌ بائنٌ یا اول کہا انت بائن پھر
کہا انت بائن اور کہا کہ مین نے ثانی بائن سے بینونت کبرٰی یعنی سب بڑی جدائی کی نیت کی تو ان تینون صور تو نمین دوسری طلاق بھی واقع ہوگی
بسبب تعذر محمول کرنے اس کلام کے اخبار پر تو یہہ کلام ثانی انشاء طلاق قرار دیا جاویگا هم صورت اول مین لفظ اخرٰی کا مانع ہے حمل اخبار سے اور صورت
ثانی مین لفظ طالق کا صریح ہے اور حمل اخبار کا نہین ہوتا مگر کنایہ مین اور لفظ بائن کا لغو ہے اور صورت ثالث مین بینونت کبرٰی یعنی طلاق ثلث کا ارادہ
کیا پھر جب تینون صور تو نمین بسبب وجوہ مذکورہ کے حمل علی الاخبار نہوسکا تو خواہ مخواہ دوسری طلاق بائن بھی واقع ہوئی ولِذا وقع المعلق
کما قال الا اذا کان البائنُ معلقًا بشرطٍ او مضافًا قبل ایجادِ المنجّز البائن کقولہ ان دخلتِ الدار فانتِ بائنٌ ناویًا الطلاق
ثم ابانہا ثم دخلت بانت باخرٰی لانہ لا یصلح اخبارًا اور اسیواسطے یعنی بسبب تعذر حمل اخبار کے واقع ہوتی ہے طلاق معلق چنانچہ
مصنف نے کہا کہ بائن ملحق نہین ہوتی بائن سے مگر جبکہ بائن معلق شرط پر ہو یا کہ بائن مضاف ہو قبل واقع کرنے منجز بائن کے یعنی اول تعلیق یا اضافت
ہو بعد اسکے منجز بائن یعنی طلاق بائن بلا شرط واقع ہوگی مانند قول زوج کے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو بائن ہوگی تو یہہ کہا طلاق کی نیت سے پھر اسکے
کے بعد عورت کو طلاق بائن دی پھر عورت گھر مین داخل ہوئی تو اوسپر دوسری طلاق بائن پڑیگی اسواسطے کہ طلاق معلق کو صلاحیت نہین خبر واقع
ہونیکی اسواسطے کہ تعلیق قبل ہو چکی تھی اور خبر نہین ہوتی مگر بعد مخبر عنہ کے ومثلہ المضاف کانتِ بائنٌ غدًا ثم ابانہا ثم دخلت بالغد تقع اخرٰی

اور مانند معلق کے ہو مضاف چنانچہ اول زوجہ سے کہا کہ تجھکو طلاق بائن ہو کل پھر اوسکو آج ہی طلاق بائن دی پھر جب دوسرا دن آویگا تو دوسری طلاق بائن
واقع ہوگی بسبب اضافت سابقہ کے اسواسطے کہ مضاف بھی بسبب اضافت سابقہ کے خبر نہین ہوسکتا وفی البحر عن الوہبانیۃ انتِ بائنٌ کنایۃٌ مُعلّقاً
کان او منجّزاً فیفتقر الی النیۃ اور بحر الرائق مین ہو وہبانیہ سے کہ انتِ بائن یہہ کنایہ ہو طلاق سے خواہ معلق ہو خواہ منجز تو لفظ بائن کا محتاج ہو نیت
کی طرف اس قول سے شارح نے استدلال کیا کہ لفظ بائن مین نیت کرنا ضرور ہو بدون نیت کے طلاق نہوگی ولو قال ان دخلتِ الدار فانتِ بائنٌ
ثم قال ان کلّمتِ زیداً فانتِ بائنٌ فدخلتِ الدار بانت ثم کلّمت یقع اُخریٰ ذخیرہ اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل
ہوگی تو تو بائن ہو پھر کہا اگر تو زید سے بولیگی تو تو بائن ہو پھر زوجہ گھر مین داخل ہوئی تو ایک طلاق بائن اُسپر ہوئی پھر وہ زید سے بولی تو دوسری طلاق بائن اُسپر واقع ہوئی کذا فی
الذخیرہ یہہ مثال ہو دو معلق بائن کی وفی البزازیۃ ان فعلتُ کذا فحلال اللّٰہ علیّ حرامٌ ثم قال کذلک لامرٍ آخر ففعل احدہما بانت وکذا
لو فعل الثانی علی الاشبہ فلیُحفظ اور بزازیہ مین ہو کہ زوج نے کہا کہ اگر مین ایسا کرون یعنی مثلاً اگر شراب پیون تو اللہ کا حلال مجھپر حرام ہو پھر اسیطرح
دوسرے امر کیواسطے کہا یعنی مثلاً اگر مین ترک صلوٰۃ کرون تو حلال خدا کا مجھپر حرام ہو سو زوج نے کوئی اون دو نومین سے کیا تو اوسکی عورت پر ایک
طلاق بائن پڑی اور اسیطرح اگر دوسرا امر کیا تو دوسری طلاق واقع ہوگی بنا بر قول اشبہ کے سو اسکو یاد رکھنا چاہئے قَیّد بالقبلیّۃ لانہ لو اَبانہا
اولاً ثم اضاف البائن او علّقہ لم یصح کتنجیزہ بدائع مصنف نے مقید کیا معلق کو قبلیت کر اسواسطے کہ اگر عورت کو طلاق بائن دیگا پھر مضاف کریگا
بائن یا معلق کو تو صحیح نہوگا مثل تنجیز بائن کے کذا فی البدائع یعنی جیسے بائن بلا تعلیق بعد بائن کے صحیح نہین ویسی ہی تعلیق اور اضافت بعد بائن کے درست
نہین ویُستثنیٰ ما فی البزازیۃ قال کل امرأۃ لہ طالقٌ لم یقع علی المختلعۃ اور اوس قاعدہ سے کہ طلاق صریح بائن کو لاحق ہوتی ہو وہ روایت جو
بزازیہ مین ہو مستثنیٰ ہو کہ کہا مرد نے کہ جو عورت کہ اوسکی ہو وہ طالق ہو تو یہہ طلاق نہ واقع ہوگی مختلعہ پر یعنی وہ عورت جسپر طلاق بدلے مال کے واقع ہوئی
اسواسطے کہ صریح بائن کو اوسوقت لاحق ہوتی ہے جب کہ عورت کیطرف خطاب ہو طلاق کا یا اشارہ ہو اوسکی طرف اور یہان نہ خطاب ہے نہ اشارہ کذا فی حاشیۃ
المدنی ولو قال ان فعلتُ کذا فامرأتہ کذا لم یقع علی معتدۃ البائن اور اگر کہا کہ اگر مین ایسا کرون تو میری عورت ایسی یعنی طالق ہو تو نہ واقع ہوگی
معتدہ بائن پر اسواسطے کہ بائن سے نکاح جاتا رہتا ہو تو وہ اوسکی عورت نرہی علاوہ اسکے خطاب اور اشارہ بیان بھی نہین وینضبط لکل ما قیل ؎ کلاً اجز
لا بائناً مع مثلِہ ٭ الا اذا علّقتہ مِن قبلِہ ٭ الا بکل امرأتہ وقد خلع ٭ والحق الصریح بعدہ لم یقع اور جمع کرنیوالی نظم مین بعضی علمائے
تمام لحوق کی صورتین مع المستثنیٰ اور عدم لحوق کی صورتین مع المستثنیٰ یعنی طلاق صریح اور بائن کی ہر صورت کی لحوق کو جائز رکھ نہ جائز جان بائن کے لحوق کو
ساتھ بائن کے مگر جب کہ تو نے تعلیق کی ہو بائن کی قبل بائن کے یعنی اس صورتین بائن لاحق ہوگی بائن سے اور صریح بعد بائن کے لاحق ہوتی ہو مگر اس صورت
مین کل امرأۃ لہ طالق کہا اور حالانکہ اول خلع کیا اور طلاق صریح کو بعد خلع کے لاحق کیا تو یہہ طلاق صریح بعد بائن کے نہ واقع ہوگی اور بعضی نسخون مین مصرع
اول یون ہو لحوقاً اجز لا بائناً مع مثلِہ - یعنی ہر لحوق کو جائز جان نہ بائن بعد بائن کے کل فرقۃٍ ہی فسخٌ من کل وجہٍ کاسلام ورِدّۃٍ مع لحاقٍ و
خیار بلوغٍ وعتقٍ لا یقع الطلاق فی عدّتہا مطلقاً جو جدائی کہ وہ فسخ نکاح ہو ہر طرح سے جیسے مسلمان ہونا زوجین مین سے کسیکا یا مرتد ہونا عورت کا
اور دار الحرب مین جاکر ملنا اور خیار بلوغ کا عورت یا مرد کو یا خیار عتق عورت کا تو نہ واقع ہوگی طلاق اوسکی عدت مین مطلقاً نہ طلاق صریح نہ بائن نہ منجزہ نہ معلق
خواہ عدت حیض سے ہو خواہ مہینون سے کذا فی حاشیۃ المدنی وکل فرقۃٍ ہی طلاقٌ یقع الطلاق فی عدتہا علی ما بیّنّا اور جو جدائی کہ وہ طلاق
ہو تو واقع ہوگی طلاق اوسکی عدت مین اوسطرح پر واقع ہوگی جیسا کہ ہمنے بیان کیا یعنی الصریح یلحق الصریح الی آخرہ فروع مسئلہ ملحقہ شارح کے
انما یلحق الطلاق لمعتدۃ الطلاق اما المعتدۃ للوطی بشبہۃ فلا یلحقہا خلاصہ طلاق تو اوس عدت کو لاحق ہوتی ہو جو طلاق کی عدت
مین ہو اور جو عورت کہ بسبب وطی اشتباہی کے عدت مین ہو اوسکو طلاق نہین لاحق ہوتی کذا فی الخلاصہ ھم اسیطرح نکاح فاسد اور لونڈی جب کہ آزاد ہو مرتد ہو
تو اوسکی عدت مین بھی طلاق نہین لاحق ہوتی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی القنیۃ زوّج امرأتہ من غیرہ لم یکن طلاقاً ثم رقم ان نوی طلقت

اور قنیہ مین ہو کہ زوجہ نے نکاح کر دیا اپنی زوجہ کا غیر سے تو یہہ تزویج طلاق نہین اسواسطے کہ تزویج نہ طلاق صریح مین داخل ہو نہ کنایہ مین پہر صاحب قنیہ نے بعض مشائخ کی طرف اشارہ کرکے رقم کیا کہ اگر زوج اس تزویج سے طلاق کی نیت کریگا تو عورت مطلقہ ہوگی اور ظاہرا عدم طلاق معتمد ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اِذْهَبِي وَتَزَوَّجِي تقع واحدة بلانية کہا زوج نے زوجہ سے کہ جا اور نکاح کر لے تو اس قول سے ایک طلاق بدون نیت کئے واقع ہوگی کذا فی البزازیہ اور قاضیخان کی شرح جامع صغیر مین یون ہو کہ اگر زوج نے کہا کہ اِذْهَبِي فَتَزَوَّجِي اور طلاق کی نیت نکی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مطلب یہہ ہو کہ تو نکاح کر لے اگر تجھکو نکاح ممکن اور حلال ہو تو ان دونو روایتون مین اختلاف ثابت ہوا اور دونو قولون مین واو اور فے کا فرق نکالنا نہایت بعید ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اِذْهَبِي إِلَى جَهَنَّمَ يقع إن نوى خلاصه کہا زوج نے زوجہ سے کہ جہنم کو جا تو اس قول سے طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے طلاق کی نیت کی کذا فی الخلاصہ تو مراد اس قول سے گالی اور طلاق ہے وکذا اِذْهَبِي عَنِّي اور اسیطرح بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہو اس قول سے کہ جا میرے پاس سے وَافْلَحِي اور اسیطرح اَفْلِحِي سے بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہو اسواسطے کہ اَفْلِحِي بمعنی اذہبی کے ہو یعنی جا رخصت کیوقت عرب بولتے ہین اَفْلِحِي بخیر اور یہہ بھی محتمل ہے کہ اَفْلِحِي بمعنی اُظْفِرِي بمرادک ہو یا مراد ہو یعنی اپنا مطلب حاصل کر کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر الرائق وَفَسَخْتُ النِّكَاحَ اور اسیطرح بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہو اس قول سے کہ مین نے نکاح کو فسخ کر دیا و توهم طلاق مین آس قول سے شاید نیت اسواسطے شرط ہوئی کہ نکاح کی نسبت زوجہ کی طرف نہین یعنی یون نہین کہا کہ مین نے تیرا نکاح فسخ کر دیا اور اگر عورت کیطرف نسبت کرے تو نیت کی حاجت نہو لیکن مشکل یہہ ہے کہ اس قول کو الفاظ طلاق صریح مین شمار نہین کیا تو یہہ مقتضی ہو احتیاج نیت کا بہر صورت یہہ مسئلہ تحریر اور تنقیح طلب ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الشیخ الرملی وَاَنْتِ عَلَيَّ كَالْمَيْتَةِ او كَلَحْمِ الْخِنْزِيرِ او حرام كالماء لانه تشبيه بالسرعة اور اسیطرح بشرط نیت طلاق واقع ہوتی ہو اس قول سے کہ تو میرے نزدیک مانند مردار کی ہو یا مثل سور کے گوشت کے ہو یا تو مجہپر حرام ہو مثل پانی کی اسواسطے کہ یہہ تشبیہ ہے جلدی اور شتابی مین گویا یون کہا کہ تو مجہپر حرام ہو نہایت جلد جیسے پانی جلد ہی ہوتی ہو بہنے کے وقت ولا يقع بارْبَعْ طُرُق عَلَيْكِ مفتوحة وان نوى ما لم يقل خُذِي اي طَرِيقٍ شِئْتِ اور نہین واقع ہوتی طلاق اس قول سے کہ چارون رستے تجہپر کہلے ہین اگرچہ نیت طلاق کی بہی کرے جبتک یون نکہے کہ تو جس راہ کو کہ تو چاہے **فائدہ** چند الفاظ کنایات طلاق کا ذکر کرنا یہان مناسب معلوم ہوا اسطرح مزید افادہ طالبین کے از انجملہ اَنْتِ سَائِبَةٌ یعنی تو سانڈ ہے یعنی تو بے قید ہو جیسے سانڈ وَحَبْلُكِ عَلَى غَارِبِكِ یعنی تیری رسی تیری گردن پر یہہ استعارہ ہو تخلیہ سے عرب کا دستور ہو کہ جب اونٹنی کو چھوڑتے ہین تو اوسکی گردن پر رسی ڈالدیتے ہین وَالْحَقِي بِاَهْلِكِ یعنی لوگو جا مل وَوَهَبْتُكِ لِاَهْلِكِ او لِاَبِيكِ او لِاُمِّكِ یعنی مین نے تجھکو تیرے لوگون کو دیا یا تجھکو تیرے باپ کو یا تیری ماکو دیا وَعَفَوْتُ عَنْكِ لِاَجْلِهِمْ یعنی مین نے تجھکو معاف کیا تیرے لوگون کے سبب سے رَدَدْتُكِ اِلَيْهِمْ یعنی مین نے تجھکو تیرے لوگون کو پہیر دیا اور ان صورتون مین اونکا قبول کرنا شرط نہین اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھکو تیرے بہائی کو دیا یا تیری بہن یا تیری عمہ یا تیری چچا کو یا تیری خالہ کو دیا تو ان الفاظ سے طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ زوج نے نیت بہی کی ہو وَاَعْتَقْتُكِ یعنی مین نے تجھکو آزاد کیا وَكُونِي حُرَّةً یعنی تو آزاد ہو جا وَاظْفِرِي بِمُرَادِكِ یعنی تو اپنے مطلب کو حاصل کر وَخَالَعْتُكِ مین نے تجھسے خلع کی وَتَنَحِّي یعنی ہٹ وَلَسْتِ لِي بِامْرَاَةٍ یعنی تو میری جورو نہین وَلَسْتُ لَكِ بِزَوْجٍ یعنی مین تیرا زوج نہین وَلَا نِكَاحَ بَيْنِي وَبَيْنَكِ یعنی میرے اور تیرے درمیان نکاح نہین وَصِرْتِ غَيْرَ امْرَاَتِي یعنی تو میری جورو نہ رہی وقالت لست لي بزوج فقال صدقتِ یعنی زوجہ نے کہا کہ تو میرا شوہر نہین سو شوہر نے کہا کہ تو نے سچ کہا وَابْتَغِي الْاَزْوَاجَ یعنی اور شوہر تلاش کر اُعْزُبِي عَنِّي یعنی مجھسے دور ہو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی بشرط نیت کے یا دلالت حال کے اور اگر زوج نے کہا لا اُرِيدُكِ لا اُحِبُّكِ لا اَشْتَهِيكِ یعنی مین تجھکو نہین چاہتا مین تجھسے محبت نہین رکہتا مجھکو تیری خواہش نہین تو ان الفاظ سے طلاق واقع نہین ہوتی اگرچہ زوج نے نیت بہی کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الملتقی والہندیہ

باب تفویض الطلاق

یہہ باب ہو تفویض طلاق کا لما ذکر ما يوقعه بنفسه بنوعيه ذكر ما يوقعه غيره باذنه شارح کہتا ہو جب کہ مصنف ذکر کر چکا اوس طلاق کو جسکو زوج خود واقع کرتا ہو دونو قسمون کے ساتھہ یعنی صریح اور کنایہ تو اب ذکر کیا اوس طلاق کو جسکو غیر زوج بحکم زوج واقع کرتا ہو وانواعه ثلثة

باب تفویض الطلاق

تفویضٌ وتوکیلٌ ورسالۃٌ اور ایقاع غیر کی تین قسمین ہین ایک تفویض یعنی غیر کو طلاق کا مالک کردینا دوسری توکیل یعنی دوسرے کو طلاق کا وکیل کرنا تیسری قسم رسالت یعنی غیر سے طلاق کو کہلا بھیجنا فرق تفویض اور توکیل مین یہہ ہی کہ جسکو تفویض ہو وہ اپنی ذات کیواسطے عمل کرتا ہی اور توکیل مین وکیل بامر غیر کیواسطے عمل کرتا ہی اور رسالت تو محض نقل اور سفارت سے عبارت ہی والفاظ التفویض ثلثۃ تخییرٌ وامرٌ بیدٍ ومشیۃٌ اور الفاظ تفویض کے تین ہین ایک تخییر دوسرا امر بالید تیسرا مشیت قال لہا اختاری او امرکِ بیدکِ ینوی تفویض الطلاق لانہما کنایۃٌ فلا یعملان بلا نیۃٍ او طلّقی نفسکِ فلہا ان تطلّق فی مجلس علمہا بہ مشافہۃً او اخبارًا اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اختیار کرلے یا یون کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھہ مین ہی نیت کی ان ہر دو نو لفظون مین طلاق سپرد کرنیکی اسواسطے کہ یہہ دونو لفظ کنایہ طلاق ہین تو طلاق واقع ہونی مین بدون نیت کے عمل نکرین گے یا زوج نے یون کہا کہ طلاق دیدے اپنی ذات کو تو ان تینون صور تونمین زوجہ کو اختیار ہی کہ اپنی ذات کو طلاق دیدیوے علم تفویض کی مجلس مین یعنی جس جگہ عورت کو تفویض طلاق کا حال معلوم ہوا ہی وہین تک اوسکو اختیار حاصل ہی خواہ بالمشافہ زوج سے اسکا علم ہوا ہو خواہ وکیل یا رسول سے خبر پہونچی ہو یا زوج کا خط آیا ہو وان طال یومًا او اکثر مالم یوقّتہ ویمضی الوقت قبل علمہا مجلس علم تک عورت کو اختیار حاصل ہی اگرچہ مجلس دراز ہوگئی ہو ایک دن تک یا زیادہ مجلس طویل مین وہان تک اختیار ہی جبتک زوج نے تفویض کا وقت نہین ٹھہرایا اور حال یہہ ہے کہ وقت معین گذر گیا قبل علم زوجہ کے یعنی مثلا زوج نے کہا تہا کہ زوجہ کو جمعہ تک اختیار ہی پہر زوجہ کو خبر ہوئی بعد غروب آفتاب جمعہ کے تو تفویض باطل ہوگئی مالم تقم لتبدّل مجلسہا حقیقۃً او حکمًا بان تعمل مایقطعہ مما یدلّ علی الاعراض لانہ تملیکٌ فیتوقّف علی قبولہا فی المجلس لا توکیلٌ فلم یصحّ رجوعہ زوجہ کو اختیار باقی ہی جبتک مجلس علم سے نہ اوٹھی اسواسطے کہ اوٹہنے مین اوسکی مجلس کا تبدل ہی حقیقت مین یا تبدل مجلس حکما ہو اسطرح پر کہ وہ کام کرنے لگی جو قاطع ہی اختیار کا اوس قسم سے جو دلالت کرتی ہی بے التفاتی اور روگردانی پر اسواسطے کہ تفویض تملیک ہی تو موقوف رہیگی عورت کی قبول پر مجلس مین تفویض توکیل نہین بلکہ تملیک ہی تو زوج کو تفویض سے رجوع کرنا صحیح نہین حتّٰی لو خیّرہا ثم حلف ان لا یطلّقہا فطلّقت لم یحنث فی الاصحّ تفویض تملیک ہی یہانتک کہ اگر زوجہ کو اختیار طلاق کا دیا پہر قسم کہائی کہ مین اوسکو طلاق نہ دونگا پہر عورت نے خود طلاق دیلی تو زوج حانث نہوگا قول اصح مین اسواسطے کہ طلاق دینے والی عورت ہوئی نہ زوج اور اگر تفویض تملیک نہوتی بلکہ توکیل ہوتی تو عورت کی طلاق سے زوج حانث ہوتا اسواسطے کہ وکیل کا فعل بعینہ موکل کا فعل ہوتا ہی اور اگر زوج بعد حلف کے زوجہ کو مختار کریگا تو بالاتفاق حانث ہوگا شارح کو مناسب تہا کہ حتّٰی لو خیّرہا کے مقام پر ولو خیّرہا کہتا اسواسطے کہ یہہ مسئلہ بہی متفرع ہی تملیک تفویض پر کذا فی حاشیۃ المدنی لا تطلّق بعدہ ای المجلس الّا اذا زاد علی قولہ طلّقی نفسکِ واخواتہ متی شئتِ او متی ماشئتِ او اذا شئتِ او اذا ماشئتِ فلا یتقیّد بالمجلس نہ طلاق دیسکیگی عورت بعد مجلس علم کے مگر اوسوقت کہ زیادہ کری اپنی قول طلّقی نفسکِ اور اسکی امثال پر لفظ متی شئتِ کا یا متی ماشئتِ کا یا لفظ اذا شئتِ کا یا اذا ماشئتِ کا تو اوسکی زیادہ کرنے سے اختیار عورت کا مجلس علم تک مقید نہوگا بلکہ ہروقت اوسکو اختیار باقی رہیگا اسواسطے کہ قول زوج کا یون ترجمہ ہی کہ تو اپنی ذات کو طلاق دیدے جب تو چاہی یا جسوقت تو ارادہ کرے ولا یصحّ رجوعہ لما مرّ اور نہین صحیح ہی رجوع کرنا زوج کا اوس سبب سے جو مذکور ہوچکا یعنی تفویض تملیک ہی نہ توکیل جو پلٹ جانا درست ہوتا وامّا فی طلّقی ضرّتکِ او قولہ لاجنبیّ طلّق امرأتی فیصحّ رجوعہ ولم یتقیّد بالمجلس لانہ توکیلٌ محضٌ اور اس قول مین کہ طلّقی ضرّتکِ یعنی طلاق دیدے اپنی سوت کو یا اس قول مین جو اجنبی سے کہا کہ تو طلاق دیدے میری عورت کو صحیح ہی رجوع کرنا اس قول سے اور یہہ تخییر مقید اوسی مجلس کیساتھ نہین اسواسطے کہ یہہ قول محض توکیل ہی مطلق تملیک نہین اسواسطے کہ مامور اسمین عمل غیر کیواسطے کرتا ہی نہ اپنے واسطے بخلاف مسئلہ سابقہ کے پہر جب توکیل ہوئی تو رجوع کرنا درست ہی اور توکیل مین مجلس کی قید نہین وفی طلّقی نفسکِ وضرّتکِ کان تملیکًا فی حقّہا توکیلًا فی حقّ ضرّتہا جوہرۃ اور اس قول مین کہ طلاق دیدے اپنی ذات کو اور اپنی سوت کو تو یہہ قول تملیک ہی مخاطبہ کے حق مین اور توکیل ہی اوسکی سوت کے حق مین کذا فی الجوہرۃ تو زوج کو طلاق والی مخاطبہ سے رجوع کرنا درست نہین اور اوسکی سوت کے طلاق دلانے سے رجوع درست ہی اور مخاطبہ کی تخییر مقید مجلس سے ہی بخلاف اوسکی سوت

کے الا اذا علقه بالمشیئة فیصیر تملیکا لا توکیلا توکیل مین رجوع کرنا درست ہی مگر جب کہ زوج نے طلاق کو مشیت وکیل سے معلق کیا تو اوسوقت
مین توکیل تملیک ہوجاویگی توکیل نہ باقی رہیگی یعنی اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تیرا جی چاہے تو اپنی سوت کو طلاق دے تو اب رجوع کرنا زوج کو اس قول سے
جائز نہین کیونکہ یہہ توکیل نرہی بلکہ تملیک ہوگئی اسواسطے کہ وکیل سے فعل مطلوب ہوتا ہو وکیل کا دل چاہے یا نہ چاہے اور جب اوسکی خواہش اور رائے پر
رکہا تو اوسکو مالک کردیا اسواسطے کہ اپنی خواہش کے موافق تصرف کرنا یہہ صفت ہی مالک کی نہ وکیل کی اس قول سے رد کیا مذہب زفر کو کذا فی حاشیة المدنی
والفرق بینهما فی خمسة احکام ففی التملیك لا یرجع ولا یعزل ولا یبطل بجنون الزوج ویتقید بمجلس لا بعقل فیصح تفویض
لمجنون وصبی لا یعقل بخلاف التوکیل بحر اور فرق درمیان توکیل اور تملیک کے پانچ حکمون مین ہی سو تملیک مین نہین رجوع کرسکتا زوج اور
نہین معزول کرسکتا مملک لہ کو اور باطل نہین ہوتی تملیک زوج کے دیوانہ ہونی سی اور مقید ہوتی ہی تملیک مجلس سے اور نہین مقید ہوتی مملک لہ کی عقل
سے تو صحیح ہی تفویض طلاق کی دیوانہ کو اور صبی بیعقل کو بشرطیکہ وہ دونو کلام کرسکتے ہون بخلاف توکیل کے کہ اوسمین رجوع کرنا اور وکیل کو معزول
کرنا درست ہی اور موکل کے جنون سے وکالت باطل ہوتی ہی اور وکالت مقید بمجلس نہین اور وکیل کے عاقل ہونے پر مقید ہی کذا فی بحر الرائق م
عزل کے ذکر کرنیکی کچہہ حاجت نتہی ذکر عدم رجوع کافی ہی یعنی جب تملیک سی رجوع کرنا جائز نہوا تو معزول کرنا بھی جائز نہوگا کذا فی حاشیة الطحطاوی
والمدنی نعم لو جُنّ بعد التفویض لم یقع فهنا یتسامح ابتداء لا ایقاعا عکس القاعدة فلیحفظ ہان اگر مفوض الیہ یعنی جسکو طلاق کی
تفویض ہوئی مجنون ہوگیا بعد تفویض کے پہر اوسنے حالت جنون مین طلاق دی تو یہہ طلاق نہ واقع ہوگی تو اس مسئلہ مین مسامحہ اور تساہل ہوا ابتدا
مین نہ بقامین بالعکس قاعدہ فقہیہ کے تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے قاعدہ فقہیہ یہہ ہے کہ یتسامح فی البقاء ما لا یتسامح فی الابتداء یعنی مسامحہ کیا جاتا ہی
بقاء امر مین ایسا جو کہ نہین مسامحہ ہوتا ابتداء امر مین اور اس مسئلہ مین بالعکس اس قاعدہ کے ہو یعنی ابتدامین مسامحہ ہوا نہ بقامین یعنی مجنون کو
تفویض طلاق درست ہی اور اوسکا ایقاع بھی درست اور اگر مفوض الیہ وقت تفویض کے عاقل ہوا اور پہر مجنون ہوجاوے تو اوسکی طلاق درست
نہین اور سبب اسکا یہہ ہے کہ جب مجنون کو زوج نے تفویض طلاق کی کی تو اوسکی ایقاع طلاق پر باوجود اوسکی بیعقلی کے راضی ہوا تو گویا طلاق کو جنون
زوجہ پر معلق کیا بخلاف اسکی اگر عاقل کو تفویض کی پہر وہ دیوانہ ہوگیا تو یہان تفویض تھی اوسکی عقل کے عتماد پر حالانکہ عقل بعد جنون کے باقی نہین

وجلوس القائمة واتکاء القاعدة وقعود المتکئة ودعاء الاب او غیره للمشورة بفتح فضم المشاورة ودعاء الشهود للاشهاد
علی اختیارها الطلاق اذا لم یکن عندها من یدعوهم سواء تحولت عن مکانها او لا فی الاصح خلاصه اور قاطع مجلس کا نہین بیٹہنا
کہڑی عورت کا اور تکیہ لگانا بیٹہی کا اور اٹہنا تکیہ لگا نیوالیکا اور بلانا باپ کا یا غیر اوسکی کسی اور کا باہم صلاح کرنیکی واسطے اور بلانا گواہون کا گواہ
کرنیکی واسطے اپنی طلاق کے اختیار کرنے پر جب کہ عورت کے نزدیک کوئی اونکا بلا دینے والا نہو خواہ اس بلانے مین عورت اپنی مکان سی ٹل گئی ہو یا
نہ ٹلی ہو دونو برابر مین قول اصح مین کذا فی الخلاصه معلوم ہوا کہ اگر باپ وغیرہ کو صلاح کرنیکو نہ بلایا یا ہو بلکہ کسی دوسرے کو بلا دینے والی کی عورت خود گواہون کے
بلانے کو گئی تو مجلس بدل گئی اوسکو اختیار نہ باقی رہا کذا فی حاشیة الطحطاوی شارح نے کہا کہ مشورہ بفتح میم وضم شین معجمہ بمعنی مشاورت ہی یعنی
باہم صلاح کرنا اور مصباح مین تصریح ہی کہ مشورہ مین دو لغت ہین لغت اول کون شین کا اور فتح واو کا لغت ثانی ضمہ شین کا اور سکون واو کا اور مرا
مین ہی کہ مشورہ مَفعَلہ کے وزن پر ہی نہ مفعولہ کے کذا فی حاشیة المدنی وایقاف دابة هی راکبتها لا یقطع المجلس اور ٹھہرانا اوس سواری کو
جسپر عورت سوار ہی مجلس اختیار کو قطع نہین کرتا ولو اقامها او جامعها مکرهة بطل لتمکنها من الاختیار اور اگر زوج نے بعد تخییر کے
عورت کو مجلس سے اوٹہا یا یا زبردستی اوس سے صحبت کی تو باطل ہوگیا اختیار عورت کا واسطے قادر ہونے عورت کے اختیار سے یعنی حالت اقامت اور
حالت جماع مین عورت یون کہنے پر قادر تہی کہ اخترت نفسی پہر جب کہ اوسنے نکہا تو اختیار باطل ہوگیا والفلك لها کالبیت وسیر دابتها کسیرها
حتی لا یتبدل المجلس بجری الفلك ویتبدل بسیر الدابة لاضافته الیها اور کشتی عورت کے حق مین مانند کوٹہری کے ہی اور چلنا اوسکی

یعنی میری بی بی نے نفس کو اختیار کیا ۱۲

سواری کا مانند چلنے عورت کے ہی یہانتک کہ نہین بدلتی مجلس کشتی کے بہنے سے اور بدلتی ہی سواری کے چلنے سے واسطے منسوب ہونے چال کے عورت کی طرف اسواسطے کہ سواری کے چلانے پر جانور چلتا ہی بخلاف کشتی کے اِلّا اَن تُجِیبَ مع سکوتہٖ اویکونا فی محملٍ یَقُودُھما الجَمّالُ فانہٗ کالسفینۃِ سواری کے چلانے سے اور عورت کے خود چلنے سے مجلس بدل جاتی ہی مگر اوس وقت مجلس نہین بدلتی جب عورت بول اوٹھے جواب مین زوج کے چپ رہنے کے ساتھی یعنی فوراً ستکر جانور کے یا اپنے قدم اوٹھانے ہی جواب دیا اور اگر پہلی قدم اوٹھا پہر جواب دیا تو طلاق نہ واقع ہو گی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلاً عن الہندیہ یا کہ زوج اور زوجہ دونو ایک عماری مین ہون اور اونٹ کو اونٹ والا ہانکتا ہو اوسوقت مین مثل کشتی کے ہی یعنی اوسکے چلنے سے مجلس نہین بدلتی وفی اِختَارِی نفسَكِ لا تصحُّ نیۃُ الثَّلٰثِ لعدمِ تنوّعِہا الاختیارِ بخلافِ انتِ بائنٌ او امرُكِ بیدِكِ اور اختاری نفسک یعنی اپنی ذات کو اختیار کرلے اسمین صحیح نہین عورت کو تین طلاق کی نیت کرنا بسبب عدم تنوع اختیار کے یعنی اختیار ایسا امر نہین جو چند قسم ہو بخلاف انت بائن کے یا امرک بیدک کے اسواسطے کہ بینونت چند قسم ہوسکتی ہی یعنی بینونت صغریٰ اور بینونت کبرےٰ تو اگر انت بائن مین تین طلاق کی نیت کریگی تو صحیح ہی بسبب تنوع کے اور اسیطرح امر بالید بھی چند قسم ہی زوج کو اختیار کرے یا طلاق کو پہر طلاق رجعی کو اختیار کرے یا بائن کو پہر بینونت صغریٰ کا ارادہ کرے یا کبریٰ کا بخلاف اختاری نفسک کے کہ اوسمین تنوع اور تعدد کو گنجایش نہین اسواسطے کہ اختیار عورت کا مفید ہی استخلاص نفس کو اور استخلاص کو بینونت اقتضاءً ثابت ہی اور جو چیز اقتضاءً ثابت ہوتی ہی اوسکو عموم نہین ہوتا تو بقدر ضرورت تصحیح کلام کے اوسکی تقدیر ہوگی اور قدر ضرورت بیان ادنیٰ رتبہ بینونت کا یعنی بینونت صغریٰ اسواسطے کہ بینونت صغریٰ سے بھی استخلاص نفس کا ملک زوج سے ہوتا ہی تو بینونت کبری یعنی تین طلاق کی نیت کرنا صحیح نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ الدرر بل تَبِینُ بواحدۃٍ اِن قالتْ اخترتُ نفسِی او انا اختارُ نفسی استحسانًا بخلافِ قولِہٖ طلِّقِی نفسَكِ فقالتْ انا طالقٌ او انا اُطلِّقُ نفسِی لم یقعْ لانہٗ وعدٌ جوہرۃٌ مالم یتعارفْ او تنوِ الانشاءَ [illegible] اختاری نفسک مین بائن ہوگی عورت ایک طلاق سے اگر یون کہیگی کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا یا یون کہے کہ مین اختیار کرتی ہون اختیار نفسی سے طلاق واقع ہوگی بدلیل استحسان بخلاف قیاس بخلاف شوہر کے قول کے کہ طلقی نفسک [illegible] مین مطلقہ ہون یا یون کہا کہ مین اپنی ذات کو طلاق دیتی ہون تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ وعدہ ہی ایقاع طلاق کا یہ قول خود ایقاع طلاق نہین کذا فی الجوہرہ عدم وقوع طلاق جبتک ہی کہ وقوع طلاق اس لفظ سے متعارف نہو یا عورت نے نیت طلاق کی نہ کی ہو اور اگر اوس زمانہ مین صیغہ مضارع سے یا جملہ اسمیہ سے طلاق واقع کرنا وعدہ اور مشہور ہو یا عورت نے اسمین ایقاع طلاق کی نیت کی ہو تو البتہ طلاق واقع ہوگی ھ قیاس [illegible] اختیار نفسی سے طلاق نہ واقع ہو اسواسطے کہ یہ وعدہ ہی [illegible] طلاق نہین انشا ہوتا ہی ماضی شئی مضارع سے لیکن باعتبار استحسان [illegible] طلاق واقع ہوتا ہے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ صحیح مسلم مین حدیث مروی ہی کہ جب آیت تخییر کی نازل ہوئی تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہہ حال کہا تو صدیقہ نے کہا کہ اِنّی اُرِیدُ اللّٰہَ وَرسولَہٗ والدارَ الآخرۃَ یعنی مین اللہ اور اوسکے رسول اور آخرۃ کے گھر کو چاہتی ہون اور مسلم کی دوسری روایت مین یون ہی کہ بل اختار اللہ ورسولہ یعنی بلکہ مین اللہ اور اوسکے رسول کو اختیار کرتی ہون اور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس جواب کو بصیغہ مضارع معتبر رکھا وذِکرُ النفسِ او الاختیارۃِ فی احدِ کلامَیہِما شرطُ صحّۃِ الوقوعِ بالاِجماعِ اور مذکور کرنا نفس کا یا لفظ اختیارۃ کا زوجین مین سے ایک کے کلام مین شرط ہی واسطے صحت وقوع طلاق کے باجماع صحابہ یعنی وقوع طلاق کا بلفظ اختیارۃ باجماع صحابہ کرام معلوم ہوا ہی ھ ذکر نفس اور اختیارۃ کا بالخصوص ضرور نہین بلکہ جو لفظ کہ قائم مقام نفس اور اختیارۃ کے ہی وہ بھی انہین دونو لفظون کی برابر ہی ویُشترطُ ذِکرُہا متصلًا فاِن کان منفصلًا فانْ فی المجلسِ صحَّ لانہا تملِكُ فیہِ الاِنشاءَ اور مشروط ہی ذکر نفس کا یا اختیارہ کا متصل کلام مین پہر اگر منفصل ہے سو اگر اسی مجلس مین اوسکا ذکر ہوگیا تو صحیح ہی اسواسطے کہ عورت مجلس مین انشاء طلاق کی مالک ہی تو ذکر نفس اور اختیارہ کی بھی مالک ہی والّا لا الّا اِن تصادقا علی اختیارِ النفسِ فیصحُّ واِن خلا کلامُہما عن ذکرِ النفسِ درر وتاجیہ واَقرّہٗ البہنسی والباقانی لکن ردّہٗ الکمال ونقلہ الاکمل بقیل فالحق ضعفہ نہر اور اگر ذکر نفس کا عورت نے مجلس مین نکیا تو ایقاع طلاق صحیح نہین تفویض باطل ہوئی مگر اگر زوجین نے اختیار نفس

اتفاق کیا یعنی زوج نے زوجہ کی تصدیق کی کہ اسنے اپنا نفس اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی اگرچہ دونو کا کلام ذکر نفس سے خالی ہو کذا فی الدرر والفوائد التاجیہ اور نہایت میں کہا ہی اس قول کو بعضے اوطائی نے لیکن رد کیا ہو اسکو کمال الدین محقق نے اور نقل کیا ہے اس قول کو اکمل الدین نے عنایہ مین بصیغہ تمریض یعنی قیل سے لفظ ہی توضعیف ہوا اس قول کا ٹھیک ہی دونون ذکر نفس کے تصادق زوجین کا کچھ اعتبار نہین کذا فی النہر الفائق فلو قال اختاری اختیارۃ او طلقۃ او امک وقع لو قالت اخترت فان ذکر الاختیارۃ کذکر النفس اذ التاء فیہ للوحدۃ وکذا ذکر التطلیقۃ پھر اگر کہا زوج نے اختاری اختیارۃ یا یون کہا کہ اختاری طلقۃ یا یون کہا کہ اختاری امک تو طلاق واقع ہوگی اگر زوجہ نے کہا اخترت اسواسطے کہ ذکر لفظ اختیارہ کا مانند ذکر نفس سے ہی خصوصیت طلاق مین اسواسطے کہ لفظ اختیارۃ مین تے واسطے وحدت کے ہی اور بار وحدت نشانی ہی اتحاد کی اور اسیطرح ذکر تطلیقۃ کا در وقوع طلاق مین مثل ذکر نفس کے ہی بلکہ وس سے بھی صریح تر ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وتکرار لفظ اختاری وقولہا اخترت ابی وامی واہلی والازواج یقوم مقام ذکر النفس اور تکرار لفظ اختاری کا اور یون کہنا عورت کا کہ مین نے اپنے باپ یا اپنی ماکو یا اپنے اہل کو یا اپنے شوہرون کو اختیار کیا قائم مقام ہے ذکر نفس کے لیکن اختیار کرنا قوم کا یا اور کسی قرابت والیکا موجب طلاق کا نہین لیکن اگر عورت کے باپ نہون اور اوسکا بھائی ہو اور وہ کہے کہ مین نے بھائی کو اختیار کیا تو اس صورت مین بھی طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والشرط ذکرہا فی کلام احدہما کما مثلنا فلا یختص اختیارہا بکلام الزوج کما ظن اور شرط ہی ذکر کرنا اوسکا یعنی نفس یا قائم مقام نفس کا ایک کے کلام مین خواہ زوج کے خواہ زوجہ کے چنانچہ ہمنے مثالون مین مذکور کیا تو نہین مخصوص ہی اوسکا ذکر زوج کے کلام مین چنانچہ بعضون کا گمان ہی ولو قالت اخترت نفسی و زوجی او نفسی لا بل زوجی وقع اور اگر کہا عورت نے کہ مین نے اختیار کیا اپنی ذات کو اور اپنے زوج کو یا یون کہا کہ مین نے اختیار کیا اپنی ذات کو نہین بلکہ اپنے زوج کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جب اول اپنے نفس کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگئی پھر زوج کو اختیار کیا تو یہ رجوع ہوا طلاق سے حالانکہ بعد وقوع طلاق کے رجوع کرنا درست نہین وما فی الاختیار من عدم الوقوع سہو اور جو کتاب اختیار مین مسئلہ ثانیہ مین عدم وقوع طلاق مذکور ہی سو غلط ہی نعم لو عکست لم یقع اعتبارا للمقدم وبطل امرہا کما لو عطفتہ باو وارشاہا لتختارہ فاختارت او قالت الحقت نفسی باہلی ہان اگر عورت اوس کلام کو بالعکس کہے یعنی یون کہے کہ مین نے اختیار کیا اپنے زوج کو اور اپنے نفس کو یا یون کہے کہ مین نے اختیار کیا اپنے زوج کو نہین بلکہ اپنے نفس کو تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب اعتبار مقدم کے یعنی جسکو اول ذکر کیا اوسکا اعتبار ہی اور موخر کا کچھ اعتبار نہین اور باطل ہوگیا اختیار اوسکا چنانچہ باطل ہوتا ہی اختیار عورت کا اگر عطف کیا بحرف او یعنی یون کہا کہ اخترت نفسی او زوجی یعنی اختیار کیا مین نے اپنی ذات کو یا اپنے زوج کو اسواسطے کہ بسبب تذبذب اور تردد کے اختیار اوسکا باطل ہوگیا طلاق نہ واقع ہوئی یا زوج نے عورت کو رشوت دی تاکہ زوج ہی اختیار کرے سو اوسنے زوج ہی کو اختیار کیا تو عورت کا اختیار باطل ہوا طلاق نہ واقع ہوئی اور زوج کو مال دینا واجب نہین اسواسطے کہ رشوت دینا حرام ہے بلکہ اگر دی ہو تو پھیر سکتا ہی یا زوج نے کہا اختاری اور عورت نے کہا الحقت نفسی باہلی یعنی مین نے اپنی ذات کو اپنے لوگون مین ملایا تو طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ اختیار کا جواب ان الفاظ سے معروف اور مشہور نہین کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ولو کررہا ای لفظۃ اختاری ثلثا بعطف اوغیرہ فقالت اخترت او اخترت اختیارۃ او اخترت الاولی او الوسطی او الاخیرۃ یقع ثلثا بلا نیۃ من الزوج لدلالۃ التکرار ثلثا اور اگر مکرر کیا زوج نے لفظ اختاری کو تین بار خواہ بعطف چنانچہ اختاری واختاری واختاری کہا یا تکرار بدون عطف کے کی چنانچہ اختاری اختاری اختاری کہا سو عورت نے جواب مین فقط اخترت کہا یعنی مین نے اختیار کیا یا یون کہا کہ اخترت اختیارۃ یا یون کہا کہ مین نے پہلی یا درمیان والی یا پچھلی اختیار کی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بدون نیت زوج کے واسطے دلالت کرنے تین بار کے تکرار کو اوپر طلاق کے اور صاحب کنز اور ہدایہ اور صدر الشہید اور عتابی نے اسی قول کو پسند کیا ہی اسواسطے کہ جامع صغیر مین امام محمد نے اسمین نیت مشروط نہین کی اور زیادات اور جامع کبیر مین اور قاضیخان وغیرہا مین نیت مشروط ہی اور صاحب فتح القدیر نے بھی شرط نیت کو پسند کیا ہو بحر الرائق مین کہا کہ باعتبار روایت

اور روایت کے یہی قول معتمد ہے کہ نیت مشروط ہے نہ ذکر نفس کذا فی حاشیۃ المدنی وقالا لا یقع فی اخترت الاولی الی آخرہ واحدۃ بائنۃ واختارہ الطحاوی
بحر وا قرہ المقدسی فی الحاوی القدسی وبہ نأخذ انتہی فقد افاد ان قولہما ہو المفتی بہ لان قولہم وبہ نأخذ من الالفاظ
المعلم بہا علی الافتاء کذا بخط الشرف الغزی محشی الاشباہ اور صاحبین نے کہا کہ اخترت الاولی میں اور اخترت الوسطی اور اخترت الاخرۃ
میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور طحاوی نے اسکو پسند کیا ہے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اسکو مقدسی نے اور حاوی قدسی میں ہے کہ اسی روایت کو
ہم لیتے ہیں تو حاوی قدسی کے کلام سے البتہ اسکا فائدہ بخشا کہ صاحبین ہی کا قول مفتی بہ ہے اسواسطے کہ نقہا کا یوں کہنا کہ بہ ناخذ یعنی ہم اسکو لیتے
ہیں اون الفاظ سے ہے جنسے علامت دیا جاتا ہے افتا پر ایسا ہی مرقوم ہے شرف غزی محشی اشباہ کے دستخط سے ولو قالت فی جواب التخییر المذکور طلقت نفسی
او اخترت نفسی بتطلیقۃ او اخترت الطلقۃ الاولی بانت بواحدۃ فی الاصح لتفویضہ بالبائن فلا تملک غیرہ اور اگر عورت نے
کہا تخییر مذکور کے جواب میں کہ طلاق دی میں نے اپنی ذات کو یا اختیار کیا میں نے اپنی ذات کو ایک طلاق کر یا میں نے پہلی طلاق اختیار کی تو ایک
طلاق کر بائن ہوگی مذہب اصح میں اسواسطے کہ زوج نے طلاق بائن تفویض کی ہے تو عورت مالک نہیں غیر بائن کی یعنی رجعی کو اختیار نہیں کر سکتی امرک
بیدک فی تطلیقۃ واختاری تطلیقۃ فاختارت نفسہا طلقت رجعیۃ لتفویضہ الیہا بالصریح والمفید للبینونۃ اذا قرنت
بالصریح صار رجعیا کعکسہ زوج نے کہا تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے ایک طلاق میں اور اختیار کر ایک طلاق کو سو عورت نے اپنی ذات کو اختیار کیا
تو اوسکو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ زوج نے اوسکو صریح طلاق تفویض کی اور صریح طلاق سے رجعی طلاق واقع ہوتی ہے نہ بائن اور جو لفظ
کہ بینونت کا فائدہ دیتا ہے جب صریح سے متصل ہوگا تو بائن بھی رجعی ہو جاویگا چنانچہ بالعکس اسکے یعنی جب صریح متصل بائن کے ہوگا تو صریح بائن ہو جاتا ہے
چنانچہ انت طالق بائن میں طلاق بائن ہی واقع ہوگی یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی لفظ امر بالید اور لفظ اختیار کا بینونت کا مفید ہے پھر طلاق رجعی ہونگی
کیا وجہ شارح نے جواب دیا کہ جب بائن کے بعد صریح متصل ہوتا ہے تو رجعی ہو جاتا ہے اور صریح کے بعد بائن جب متصل ہوگا تو بھی رجعی ہوگا قیدنا بفی
ومثلہا الباء بخلاف لتطلقی نفسک او حتی تطلقی فہی بائنۃ مقید کیا مصنف نے مثال مذکور کو بحرف فی اور مثل فی کے بھی ہے مقید کیا
اسبب مخالفت لتطلقی نفسک یا حتی تطلقی کے کہ اسمیں ایک طلاق بائن ہوتی ہے یعنی امرک بیدک فی تطلیقۃ میں رجعی طلاق ہوتی ہے بسبب اتصال صریح کے بائن
کے ساتھ اسواسطے کہ فی اور ب بیانیہ واسطے ظرفیت کے ہے اور ظرف اور مظروف کا اتصال صریح ہے بخلاف امرک بیدک لتطلقی نفسک کے یعنی تیرا امر تیرے
ہاتھ میں ہے تاکہ تو اپنی ذات کو طلاق دے یا یوں کہا کہ امرک بیدک حتی تطلقی یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے طلاق دینے تک کہ اسمیں لفظ طلاق کا منفصل
ہے اسواسطے کہ علت اور غایت [illegible] ہے تو جب صریح بائن سے متصل نہوئی تو بائن ہی واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو جعل
امرہا بیدہا لو لم تصل نفقتی الیک فطلقی نفسک متی شئت فلم تصل فطلقت کان بائنا لان لفظۃ الطلاق لم تکن فی نفس
الامر [illegible] چنانچہ اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا اسطرح کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے اگر میری طرف سے تجھکو خرچ نہ پہنچے تو طلاق دے لینا اپنی ذات کو جب چاہنا پھر
[illegible] خرچ نہ پہنچا سو عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہوگی اسواسطے کہ لفظ طلاق کا لفظ امر کی ذات سے متصل نتھا پھر جب اتصال صریح
کا بائن سے نہوا تو بائن طلاق واقع ہوگی ۔ نفس الامر سے یہاں واقع مراد نہیں بلکہ لفظ امرک بیدک مراد ہے فتامل ق و ع مسائل متفرقہ
شارح کے قال لرجل خیر امرأتی فلا خیار ما لم یخیرہا زوج نے کسی مرد سے کہا طلاق کا اختیار دے میری زوجہ کو سو عورت طلاق کو اختیار نہیں کر سکتی جب تک
وہ مرد عورت کو اختیار نہ دے اسواسطے کہ زوج نے ایک امر کا امر کیا تو جب تک وہ مرد اوسکو نکریگا زوج کا مامور نہ حاصل ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر
بخلاف اخبرہا بالخیار لاقرارہ بہ بخلاف اس قول کے کہ اگر زوج نے کسی مرد سے کہا کہ خبر کر دے عورت کو اختیار کی سو عورت نے قبل خبر پہنچانے اس مرد
کے طلاق لی تو طلاق واقع ہوگی بسبب اقرار کرنے زوج کے اختیار کی یعنی اس قول میں اختیار مقدم ہے خبر پر تو گویا زوج نے خود ثبوت اختیار کا اقرار کیا قال
انت طالق ان شئت واختاری فقالت شئت واخترت وقع ثنتان زوج نے کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے اور اختیار کر طلاق کو

سو کہا زوجہ نے کہ مین نے پایا اوجہ اختیار کیا تو وہ طلاق واقع ہوگی ایک شئیت سے اور دوسری اختیار سو فال اختاری الیوم وغدًا اتّحد کہا زوج نے کہ اختیار کر
آج اور کل تو یہ ایک ہی اختیار ہوا تو اگر عورت آج کے اختیار کو رد کریگی تو کل کا بھی اختیار باطل ہوگا ولو قال اختاری الیوم واختاری غدًا تعدّد
او اگر کہا کہ اختیار کر آج اور اختیار کر کل تو یہ تعدد ہوا یعنی دو اختیار ہوئی بسبب اعادہ لفظ اختیار کے بواسطے عطف کے اور عطف مقتضی ہی مغایرت کا تو آج
کے اختیار رد کرنے سے کل کا اختیار نہ باطل ہوگا قال اختاری الیوم او امرکِ بیدکِ ھٰذا الشھر خُیّرت فی بقیتھما کہا کہ اختیار کر آج یا یون کہا کہ تیرا ام
تیرے ہاتھ مین ہے اس مہینہ مین تو مختار ہوگی عورت بقیہ دنمین اور بقیہ مہینہ مین یعنی اگر زوج نے پہر دن چڑہے اختیار دیا تو تین پہر تک اختیار عورت کو حاصل ہے
اور اگر شلا دسوین تاریخ اختیار دیا تو بیس یا اکیس دن تک اختیار ہے وان بوّما وشھرًا فمن ساعة تکلّم الی مثلھا من الغد والی تمام ثلثین یومًا
اور اگر زوج نے تہا اختاری یوما یعنی اختیار کر ایک دن یا یون کہا کہ اختیار کر ایک مہینہ یعنی یوم اور شہر کو نکرہ کہا تو بولنے کے وقت سے دوسرے دن کی اسی وقت
تک پہلی صورت مین اور بولنے کے وقت سے پوری تیس تک دوسری صورت مین عورت مختار ہے طلاق کی ولو جعل لھا راس الشھر خُیّرت فی اللیلة الاولٰی
دیومھا اور اگر زوج نے عورت کا اختیار مہینہ کے سری پر قرار دیا تو عورت مختار ہوگی اوس مہینہ کی پہلی رات اور اوسکے دنمین ولا یبطل الموقّت بالاعراض
بل بمُضیّ الوقتِ عَلِمت او لا اور باطل نہین ہوتا معین وقت مجلس مین عورت کے اعراض اور روگردانی سے بلکہ اختیار باطل ہوتا ہے وقت معین کے گذرجانے
سے عورت کو تخییر کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو بخلاف تخییر معین کے کہ وہ اعراض سے باطل ہوتا ہے **باب الامر بالید** یہہ باب ہے امر بالید کا امر
یہان بمعنی حال کے ہے اور ید بمعنی تصرف کے یعنی یہہ باب ہے طلاق عورت کے حال کے بیان کا جس طلاق کو اوسکی زوجہ نے اوسکی تصرف مین کردیا تخییر کو مقدم
کیا اسواسطے کہ تخییر با جماع صحابہ ثابت ہے بخلاف امر بالید کے اگرچہ اوسمین اختلاف نہین لیکن صحابہ کا اجماع نہین کذا فی حاشیة المدنی ھو کالاختیار الا فی
نیّة الثلث لا غیر امر بالید مانند اختیار کے ہے نیت کی طرف محتاج ہونے مین اور مجلس تک مقید ہونے مین اور نفس کے ذکر کرنے مین یا جو نفس کے قائم مقام ہو
مگر تین طلاق کی نیت کرنے مین اختیار کی مانند نہین نہ اسکے غیر مین یعنی فقط اتنا فرق ہے کہ اختیار مین تین طلاق کی نیت صحیح نہین اور امر بالید مین صحیح ہے باقی
امور مین دونو برابر مین اذا قال لھا ولو صغیرة لانه کالتعلیق بزازیه امرکِ بیدکِ اوبشمالکِ او فمکِ او لسانکِ ینوی ثلثًا اے
تفویضھا فقالت فی مجلسھا اخترت نفسی بواحدةٍ او قبلت نفسی او اخترت امری او انت علیّ حرام او منّی بائن او انا منک بائن
او طالق وقعن جب کہ کہا زوج نے زوجہ سے اگرچہ عورت صغیرہ ہو اسواسطے کہ امر بالید مثل تعلیق کے ہے کذا فی البزازیہ اسطرح کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین یا
تیرے بائین ہاتھ مین ہے یا تیرے منہ مین یا تیری زبان مین ہے تفویض تین طلاق سے تین کی نیت کرکے کہا سو زوجہ نے اپنی مجلس مین کہا کہ مین نے اپنی ذات
کو اختیار واحدہ کر اختیار کیا یا قبول کیا مین نے اپنی ذات کو یا اختیار کیا امر اپنا یا عورت نے کہا کہ تو مجہپر حرام ہے یا کہ تو مجہسے بائن ہے یا کہ مین تجہسے بائن ہون
یا طالق ہون تو سب صورتونمین تین طلاق واقع ہونگی ھ صغیرہ کی تخییر صحیح ہے مثل تعلیق کے یعنی اگر یون کہا کہ ان اخترتِ نفسکِ فانتِ کذا اب جب
صغیرہ اختیار کریگی تو شرط پائی جاویگی تو طلاق واقع ہوگی اسیطرح صغیرہ کی ایقاع سے بھی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جانور کے فعل سے بھی تعلیق صحیح
ہے اسیطرح صغیرہ کذا فی حاشیة المدنی وکذا لو قال ابوھا قبلتُھا خلاصه وینبغی ان یُقیّد بالصغیرة اور اسیطرح تین طلاق واقع ہونگی
اگر تفویض مذکور مین عورت کے باپ نے کہا کہ مین نے قبول کیا اونکو یعنی تین طلاق کو کذا فی الخلاصہ اور لائق یون ہے کہ اس مسئلہ کو مقید بصغیرہ سمجھے
یعنی صغیرہ کے باپ کا قبول بھی موجب ہے طلاق کا ھ شارح نے قید صغیرہ کی مصنف نہر الفائق کی تقلید سے لگائی حالانکہ اسکی کچھ حاجت نہتی اسواسطے
کہ عبارت خلاصہ عام ہے بلا قید یا بین لفظ لو جعل امرھا بید ابیھا فقال ابوھا قبلتُ طُلّقت اسواسطے کہ امر جب باپ کے ہاتھ مین ہوا اور پہر اوس نے قبول کیا تو
طلاق واقع ہوجاویگی خواہ عورت صغیرہ ہو خواہ کبیرہ اسواسطے کہ یہہ مانند تعلیق کے ہے بلکہ اجنبی شخص کو اختیار دینا بھی صحیح ہے اگرچہ عورت کبیرہ ہو کذا
فی حاشیة المدنی ناقلا عن الشیخ الرحمتی المحشی وذکرتک طلاقک وامرکِ بید اللّٰه ویدکِ او امرکِ بیدکِ علی المختار خلاصه کامرکِ بیدکِ
وذکر اسم اللّٰه تعالٰی للتبرک وان لم ینو قلتا فواحدةٌ اعدتُک تو طالق یعنی مین نے تجکو تیری طلاق عاریت دی اور امر تیرا تیرے ہاتہہ مین ہے یعنی

اختیار مین اور تیرے ہاتھ مین ہے اور امر بیدہا مین بہ تعیین نیت ضرور ہے برقول مختار کے کذا فی الخلاصہ بحیط اقوال مذکورہ بالا امرک بیدک کہنے مین تین طلاق واقع ہونگی بشرطیکہ
نیت کیے اور اس قول مین کہ امرک بید الله امرک بیدک ذکر اسم اللہ تعالی کا محض برکت کیواسطے ہے اور سوا ان اقوال کے تین طلاق کی نیت کریگا تو ایک ہی طلاق واقع
ہوگی ولو طلقت ثلثا فقال نویت واحدۃ ولا دلالۃ حلفت وتقبل بینتہا علی الدلالۃ کما مرّ اور اگر امر بالیہ وغیرہ مین عورت نے اپنی ذات
کو تین طلاق کر ڈالا پھر زوج نے کہا کہ مین نے تخییر مین ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی اور حالانکہ دلالت حال اوسوقت موجود نہین تو قسم لیجاویگی زوج سے تین
طلاق کی نیت نکرنے پر اور اگر عورت گواہ لاویگی تو مقبول ہونگے اوسکے گواہ دلالت حال پر یا اوسکے اقرار پر چنانچہ یہ مضمون اول باب الکنایات مین بھی گذر
ہوچکا واتحاد المجلس وعلمہا وذکر النفس وما یقوم مقامہا شرط فلو جعل امرہا بیدہا ولم تعلم بذلک وطلقت نفسہا لم تطلق لعدم
شرطہ خانیہ اور متحد ہونا مجلس تخییر اور اختیار کا اور دریافت کرنا عورت کا تخییر زوج کو اور مذکور ہونا نفس یا اوسکے قائم مقام کا شرط ہے سو اگر زوج نے
بلفظ امر بالیہ عورت کو اختیار دیا اور اوسکو اوسکا علم نہوا اور عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو عورت پر طلاق نہ پڑیگی بسبب نہ پائے جانے شرط وقوع طلاق
کے یعنی علم کے کذا فی الخانیہ وکل لفظ یصلح للایقاع منہ یصلح للجواب منہا وما لا یصلح للایقاع منہ فلا یصلح للجواب منہا فلو قالت انا
طالق او طلقت نفسی وقع بخلاف انا طلقتک لان المرأۃ توصف بالطلاق دون الرجل اختیار اور جو لفظ کہ لیاقت رکھتا ہے ایقاع طلاق
کی جانب زوج سے وہی لیاقت رکھتا ہے جواب کی جانب زوجہ سے اور جو ایقاع کی لیاقت نہین رکھتا جانب زوج سے وہ عورت کیطرف سے بھی جواب کی لیاقت نہین رکھتا تو اگر عورت نے کہا کہ مین طالق
ہون یا یون کہا کہ مین نے اپنی ذات کو طلاق دی تو واقع ہوگی اسواسطے کہ دونو لفظ ایقاع طلاق کے لائق ہین جانب زوج سے بخلاف ایسے قول کے کہ عورت مرد سے کہے
کہ مین نے تجھکو طلاق دی ہرچند یہ لفظ ایقاع زوج کے لائق ہے لیکن عورت کے جواب کے لائق نہین اسواسطے کہ عورت موصوف ہوتی ہے وقوع طلاق کر نہ مرد کذا فی الاختیار
یعنی عورت پر طلاق واقع ہوتی ہے نہ مرد پر الا لفظ الاختیار خاصۃ فانہ لیس من الفاظ الطلاق ویصلح جوابا منہا بدائع مگر لفظ اختیار کا خاص کر
اسواسطے کہ لفظ اختیار طلاق واقع کرنیکے الفاظ سے نہین اور حالانکہ جواب کے لائق ہے عورت کی طرف سے کذا فی البدائع لکن یرد علیہ صحتہ بقبولہا وقبول
ابیہا کما مرّ فتدبر لیکن اعتراض وارد ہوتا ہے مصنف کے حصر کرنے پر جواب صحیح ہونیکا عورت کے قبول کرنے اور اوسکے باپ کے قبول کرنے سے چنانچہ اسی باب مین عنقریب گذر
ہوچکا سو اسکو غور کر یعنی مصنف نے دعوی کیا کہ سوا لفظ اختیار کے جو لفظ صالح ہے ایقاع کا وہی صالح ہے جواب کا اور حالانکہ قبول کرنا زوجہ اور اوسکے باپ کا جواب کا
صالح ہے اور ایقاع کا صالح نہین اور جواب مصنف کیطرف سے یون ہوسکتا ہے کہ قبول کا جواب ہونا بتقدیر طلاق کے ہے یعنی گویا عورت یون کہتی ہے کہ مین نے طلاق
قبول کی اور طلاق کا لفظ ایقاع اور جواب دونو کے لائق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی قولہا فی جوابہ طلقت نفسی واحدۃ او اخترت نفسی
بتطلیقۃ بانت بواحدۃ لما مرّ ان المعتبر تفویض الزوج لا ایقاعہا اور یون عورت کے کہنے مین مرد کے جواب امر بالیہ مین کہ مین نے اپنی ذات کو مطلقہ کیا
ایک طلاق کر یا یون کہا کہ مین نے اپنی ذات کو پسند کیا ایک طلاق کر تو عورت بائن ہوگی ایک طلاق کر اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ معتبر بائن یا رجعی ہونے مین تفویض زوج
کی ہے نہ ایقاع عورت کا یعنی ہرچند عورت کے جواب مین لفظ طلاق ہے اور لفظ طلاق سے رجعی واقع ہوتی ہے نہ بائن لیکن چونکہ زوج نے بلفظ امر بالیہ بائن کی تفویض
کی تو اوسیکی تفویض کا اعتبار ہوگا نہ عورت کے جواب کا اور جب کہ مرد نے تین طلاق کا اختیار عورت کو دیا تو ایک طلاق کا بھی اوسکو اختیار ہوگا ولا یدخل اللیل
فی قولہ امرک بیدک الیوم وبعد غد لانہما تملیکان اور نہ داخل ہوگی رات مرد کے اس قول مین کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہے آج اور کل کے بعد یعنی
پرسون رات اسواسطے داخل نہین کہ اس قول مین دو تملیکین ہین جدا جدا فان ردت الامر فی یومہا بطل الامر فی ذلک الیوم وکان امرہا بیدہا بعد غد
ولو طلقت لیلا لم یصح ولا تطلق الا مرۃ سو اگر مثال مذکور مین رد کیا عورت نے اختیار آج کا تو باطل ہوگا اختیار اوسی دن کا تو اوسکا اختیار باقی رہیگا پرسون
اور اگر عورت طلاق دیگی رات کو تو صحیح نہوگی اسواسطے کہ رات اس تخییر مین داخل نہین اور طلاق نہ دیگی عورت مگر ایک بار یعنی ہرچند دو تملیکین ہین یہان جدا جدا
لیکن ایک طلاق کے سوا دو طلاق نہین دیسکتی کذا فی حاشیۃ الحلبی ویدخل اللیل فی امرک بیدک الیوم وغدا وان ردت فی یومہا لم یبق فی الغد
لانہ تفویض واحد اور داخل ہے رات اس قول مین کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہے آج اور کل اور اگر عورت رد کریگی تفویض کو آج تو باقی نہ رہیگا اختیار کل کے دن بھی

اسواسطے کہ یہہ ایک ہی تفویض تھی ولو قال امرك بيدك اليوم وامرك بيدك غدا فهما امران ولو ردته کہ خلافاً ولا يدخل الليل كما لا يخفى اور اگر زوج کہیگا کہ امر تیرا تیرے ہاتھہ میں ہی آج اور امر تیرا تیرے ہاتھہ میں ہی کل تو یہہ دو امر ہیں اسواسطے کہ دو کلام مستقل ہیں اور قاضیخان میں اس مسئلہ میں اختلاف فقہا کا ذکر نہیں کیا اور اس مسئلہ میں رات داخل نہیں چنانچہ یہہ مخفی نہیں کذا فی حاشیۃ الدنی تنبیہ یہہ آگاہ کرنا ہی شارح کیطرف سے دفع تناقض وغیرہ پر ظاهر ما مر انه يرتد بردها لكن في العمادية انه يرتد قبل قبوله لا بعده كالابراء ظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہہ ہے کہ اختیار عورت کا پھر جاتا ہی اوسکی رد کردینے سے اور ذخیرہ میں ثابت ہی کہ امر بالید لازم ہی عورت کے رد کر دینے سے رد نہیں ہوتا تو دونو قول میں تناقض ثابت ہوا لیکن عمادیہ میں توفیق اس تناقض کی یون مذکور ہے کہ امر بالید میں اختیار عورت کا پھر جاتا ہی قبل قبول کرنے امر کے نہ بعد قبول کرنیکے یعنی اگر عورت نے ہنوز تخییر کو قبول نہیں کیا تو رد کر سکتی ہی اور بعد قبول کر چکنے کے رد نہیں کرسکتی مانند ابرا کے یعنی قرضخواہ کا ابرا اگرچہ قرضدار کے قبول کرنے پر موقوف نہیں لیکن اوسکی رد کر دینے سے رد ہوجاتا ہی اور مراد قبول سے یہان مباشرت مفوض الیہ کی ہے قبول لفظی ضرور نہیں تو اگر عورت نے بعد تفویض کے اپنی ذات کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہو چکی اب یہہ طلاق نہیں رد ہوسکتی اور یہہ رفع تناقض کا نہایت خوب اور ظاہر ہی کذا فی حاشیۃ الدنی وانه في المتحد لا يبقى في الغد لكن في الولوالجية امرك بيدك الى رأس الشهر فقالت اخترت زوجي بطل خيارها في اليوم ولها ان تختار نفسها في الغد عند الامام وجعل في الدراية انه متى ذكر الوقت اعتبر تعليقا والا فتمليكا اور ظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہہ ہے کہ تخییر متحد میں یعنی امرك بيدك اليوم وغدا میں اگر عورت اول دن انکار کریگی تو دوسرے دن بھی اختیار عورت کا باقی نرہیگا اور ولوالجیہ میں یون ہی کہ اگر زوج نے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھہ میں ہی اس مہینہ کے سرے تک پھر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے زوج کو اختیار کیا تو باطل ہوگا اختیار اوسکا اوس دن جس دن اوسنے یہہ کہا اور جائز ہی عورت کو کہ اپنے نفس کو اختیار کرے بعد اوس دن کے نزدیک امام کے بخلاف ابی یوسف کے تو باوجود تخییر متحد ہونیکے ایک دن کے رد کرنے سے دوسرے دن کا اختیار باقی رہا تو یہہ قول اول قول کا متناقض ہوا اور وجہہ قول امام کی درایہ میں مذکور ہی کہ جب تفویض کے ساتھہ وقت مذکور ہوگا تو اوسکو تعلیق معتبر کرینگے اور اگر وقت مذکور نہیں تو اوسکو تملیک قرار دینگے حلبی نے کہا کہ یہان دونو متناقضین میں وقت مذکور ہی تو شارح کی تقریر سے تناقض نہ دفع ہوا الطحطاوی نے کہا کہ شارح کو بیان اثبات تناقض منظور ہی نہ دفع تناقض کذا فی حاشیۃ الدنی بقي لو طلقها بائنا هل يبطل امرها ان كان التفويض منجزا نعم وان كان معلقا كان دخلت الدار او موقتا لا عمادية باقی رہا بیان اس مسئلہ کا کہ اگر زوج نے اول تفویض کی پھر اوسکو طلاق بائن دی تو آیا باطل ہوا اختیار عورت کا جواب اسکا یہہ ہے کہ اگر تفویض منجز تھی یعنی معلق شرط پر نہتی تو ہان اوسکا اختیار باطل ہوا اسواسطے کہ اگر باطل نہو تو لازم آوے لاحق ہونا بائن کا بائن کو اور حالانکہ یہہ جائز نہیں اور اگر تفویض معلق ہی اسطرح کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو امر تیرا تیرے ہاتھہ میں ہی یا تفویض موقت ہو اسطرح کہ امر تیرا تیرے ہاتھہ میں ہی کل تو تفویض باطل نہوگا اسواسطے کہ بائن معلق اور بائن موقت کا لاحق ہونا جائز ہی چنانچہ سابق میں گذرا کذا فی العمادیہ لكن في البحر عن القنية ظاهر الرواية ان المعلق كالمنجز لیکن بحرالرائق میں قنیہ سے منقول ہی کہ ظاہر روایت یہہ ہی کہ تفویض معلق مانند تفویض منجز کے ہی یعنی دونو صورتوں میں اختیار باقی نہیں رہتا تو جواب عمادیہ کی تفصیل معتمد نرہی اسواسطے کہ ظاہر روایت مقدم ہی **فروع** مسائل لکھہ شارح نے نكحها على ان امرها بيدها صح نکاح کیا مرد نے عورت سے اس شرط پر کہ عورت طلاق کی مختار ہی تو یہہ صحیح ہے م بحرالرائق میں خلاصہ اور بزازیہ سے اسمین تفصیل مذکور ہی یعنی اگر یہہ شرط زوج کیطرف سے ہی تو عورت کو اختیار نہیں اور اگر عورت کی طرف سے ہی تو اختیار ہی کذا فی حاشیۃ الدنی ولو ادعت جعل امرها بيدها لم تسمع الا اذا طلقت نفسها بحكم الامر ثم ادعته فتسمع اور اگر دعوی کیا عورت نے مرد کی مختار کرنیکا عورت کو تو اس دعوی کی سماعت نہوگی مگر جب کہ طلاق دی عورت نے اپنی ذات کو بموجب امر زوج کے پھر تفویض کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اور گواہ طلب ہونگے قالت طلقت في المجلس بلا تبدل وانكر فالقول لها کہا عورت نے کہ میں نے طلاق دی اپنی ذات کو مجلس میں بلا تبدل مجلس کے اور زوج نے اوسکا انکار کیا تو عورت ہی کا قول معتمد ہوگا جعل امرها بيدها ان ضربها بغير جناية فضربها فاختلفا فالقول له لانه منكر مرد نے عورتکو طلاق کا اختیار دیا اگر اوسکو بلا قصور مارے پھر اوسکو مارا پھر دونو مختلف ہوئے زوج کہتا ہی کہ میں نے تقصیر پر مارا اور یہہ کہتی ہی کہ نہیں بلا قصور مارا تو مرد ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہی وتقبل بينتها على الشرط المنفي كما سيجي اور مقبول ہوتی ہین گواہ عورت کے شرط منفی پر چنانچہ باب التعلیق میں اسکا ذکر آویگا یعنی اگر عورت گواہ لاوے

کہ زوج نے اوسکو بلا قصور مارا تو لائق یہہ ہے کہ مقبول ہوں ہر چند نفی پر گواہ مقبول نہیں ہیں لیکن شرط منفی پر مقبول ہیں طلب اولیاءھا طلاقہا فقال الزوج لابیہا
ما ترید منی افعل ما ترید فخرج فطلقہا ابوھا لم تطلق ان لم یرد الزوج التفویض والقول لہ فیہ خلاصہ عورت کے والیوں نے عورت
کی طلاق طلب کی سو زوج نے اوسکے باپ سے کہا کہ تو مجھسے کیا چاہتا ہے کر جو تیرا جی چاہے اور یہہ کہکر زوج باہر نکلا پہر عورت کے باپ نے اوسکو طلاق دی تو عورت
طلاق نہو گی اگر زوج نے اس قول سے تفویض طلاق کا ارادہ نکیا اور زوج ہی کا قول اسمین معتبر ہو گا کذا فی الخلاصہ لا یدخل نکاح الفضولی ما لم یقل ان دخلت
امرأۃ فی نکاحی تو داخل ہوگا نکاح فضولی کا جبتک زوج یون نہ کہے کہ اگر داخل ہو عورت میرے نکاح مین یعنی زوجہ سے زوج نے کہا کہ اگر میں تجہپر دوسری عورت
سے نکاح کروں تو اوسکی طلاق تیرے اختیار مین ہے پہر ایک عورت داخل ہوئی اوسکے نکاح مین فضولی کے نکاح کر دینے سے اور زوج نے فضولی کے نکاح کو جائز رکہا تو
زوجہ اولی اوسکی طلاق کی مالک نہو گی اسواسطے کہ زوج نے اوس عورت سے خود نکاح نہیں کیا بلکہ دوسرے شخص نے اوسکا نکاح کر دیا اور اوسنے اوسکو جائز رکہا
اور اسیطرح اگر وکیل نے نکاح کر دیا کذا فی حاشیۃ المدنی جعل امرھا بین رجلین فطلقہا احدھما لم یقع زوج نے طلاق عورت کی دو شخص کو تفویض کی
پہر اونمین سے ایک شخص نے طلاق عورت کو دی تو طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ ایک کو فقط اختیار نہ ملا تہا **فصل فی المشیۃ** یہہ فصل ہے مشیت
مین یعنی وہ مسائل جنمین طلاق عورت کی خواہش پر زوج نے رکہی لیکن اول مصنف نے مسئلہ طلقی نفسک کا مقدم کیا مسائل مشیت پر قال لہا طلقی نفسک
ولم ینو او نوی واحدۃ او ثنتین فی الحرۃ فطلقت وقعت رجعیۃ وان طلقت ثلثا ونواہ وقعن قید بخطابہا لانہ لو قال طلقی ای نسائی
شئت لم تدخل تحت عموم خطابہ کہا زوج نے زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو اور کچہہ نیت نکی یا ایک طلاق کی نیت کی یا دو طلاق کی نیت کی حرہ مین پہر
زوجہ نے اپنی ذات کو طلاق دی خواہ ایکبار خواہ دوبار خواہ تین بار اور یہہ تینوں صورتین عدم نیت کے ساتہہ ہوں یا ایک طلاق کی نیت کے ساتہہ ہو یا
دو طلاق کی نیت کے ساتہہ ہو تو ان سب صورتوں مین ایک ہی طلاق واقع ہو گی اور اگر عورت نے تین بار طلاق دی اور حالانکہ مرد نے نیت بہی تین کی کی تہی
تو اس صورت مین تین طلاق واقع ہونگی مصنف نے طلقی نفسک کو عورت کے خطاب سے مقید کیا اسواسطے کہ اگر یون کہتا کہ تو طلاق دے میری عورتون مین سے جس عورت کو
کہ تو چاہے تو مخاطبہ اس عموم خطاب مین نہ داخل ہوتی یعنی بسبب قرینہ مقام کے مخاطبہ اس صورت مین خود اپنی ذات کو طلاق نہ دے سکتی وبقولہا فی جوابہ ابنت
طلقت رجعیۃ ان اجازہ لانہ کنایۃ اور زوج کے جواب مین یعنی طلقی نفسک کے جواب مین عورت کا یون کہنا کہ مین نے اپنی ذات کو طلاق بائن دی ایک
طلاق رجعی اوسپر واقع ہو گی اگر زوج نے اوسکو جائز رکہا اسواسطے کہ ابنت نفسی کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہوتا ہے نیت کا ہم زوج نے طلاق رجعی کو مفوض کیا اور
زوجہ نے طلاق بائن دی تو اصل طلاق مین دونو کلام موافق ہوئے وصف بینونت زوجہ نے زیادہ کیا تہا سو لغو ہو گیا اور یہہ جو شارح نے اجازت زوج کی شرط لگائی
اور بسبب کنایہ ہونیکے احتیاج نیت کیطرف اشارہ کیا سو اسکی کچہہ حاجت نہ تہی اسواسطے کہ طلاق کا حکم کرنا صاف دلیل ہے کہ زوج نے طلاق کی نیت کی تو اب کیا حاجت
رہی اجازت اور نیت کی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی لا باخترت نفسی وان اجازہ لان الاختیار لیس بصریح ولا کنایۃ اور نہ واقع ہو گی طلاق
عورت کے اس قول سے کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا اگرچہ زوج اسکو جائز رکہے اسواسطے کہ لفظ اختیار نہ طلاق صریح مین داخل ہے نہ کنایہ مین اور لفظ اختیار سے
ایقاع طلاق نہیں ہوتا تو جواب بہی نہو گا چنانچہ سابق مذکور ہو چکا ولا یملک الزوج الرجوع عنہ ای عن التفویض بانواعہ الثلثۃ لما فیہ من معنی
التعلیق اور مالک نہیں زوج تینوں قسم کی تفویض سے رجوع کرنیکا خواہ تفویض بلفظ تخییر ہو خواہ بلفظ امر بالید ہو خواہ یون ہو کہ طلقی نفسک رجوع کا اختیار
اسواسطے نہین کہ تفویض مین تعلیق کے معنی پائے جاتے ہیں اور تعلیق مین رجوع کا اختیار نہیں تو تفویض مین بہی نہیں وتقیید بالمجلس لانہ تملیک الا
اذا زاد متی شئت ونحوہ مما یفید عموم الوقت فتطلق مطلقا اور امر تطلیق کا مقید ہے مجلس علم سے اسواسطے کہ تملیک ہے مگر جب کہ زوج نے
متی شئت اور مانند اسکی جو عموم وقت کا مفید ہو زیادہ کیا ہو تو عورت مطلقہ ہو گی مطلقا یعنی ہر وقت طلاق دیسکے گی یعنی جب زوج نے کہا کہ طلقی نفسک متی
او اذا شئت تو مجلس اور غیر مجلس ہر وقت عورت کو اختیار ہے ولو قال لرجل ذلک او قال لہا طلقی ضرتک لم یتقید بالمجلس لانہ توکیل فلہ الرجوع
الا اذا زاد وکلما عزلتک فانت وکیلی اور اگر کہا زوج نے کسی مرد سے اس کلام کو یعنی اپنی زوجہ کی تطلیق کو یا کہا زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی سوت کو تو یہہ

مقید مجلس ہوگا تو اوسکو مجلس و بعد مجلس کے طلاق دینے کا اختیار ہے اسواسطے کہ یہہ خاص توکیل ہے تملیک کا اسمین لگاؤ نہین ہے پھر جب توکیل ہوئی تو زوج کو رجوع کرنا
بھی درست ہے اسواسطے کہ وکالت عقد جائز ہے نہ لازم مگر جسوقت کہ زوج نے او تطلیق کے ساتھ اتنا مضمون زیادہ کیا کہ ہر وقت کہ مین تجھکو معزول کرون سو تو میرا وکیل ہے
تو اب زوج وکیل کو معزول نہین کرسکتا ھ بحرالرائق مین اس وکالت عامہ کے عزل کی تدبیر یون بتلائی کہ یون کہے کہ مین نے تجھکو جمیع وکالات سے معزول کیا کذا فی حاشیۃ
المدنی لا اذا زاد ان شئت فیتقید بہ ولا یرجع لصیرورتہ تملیکا توکیل مقید مجلس نہین ہوتی مگر جب کہ توکیل مین زوج نے ان شئت کا لفظ زیادہ کیا
یعنی یون کہا کہ میری زوجہ کو اگر تیرا جی چاہے تو طلاق دیدے تو اسوقت بمقید مجلس ہوگا اور زوج رجوع نکرسکیگا بسبب ہوجانے توکیل کے تملیک یعنی جب وکیل کی خواہش پر تفویض
ہوئی تو وکالت تملیک ہوگئی یہی اسواسطے کہ وکالت مین خواہش یا عدم خواہش وکیل کو دخل نہین وفی الخانیۃ طلقہا ان شاءت لم یصر وکیلا مالم تشأ فاذا شاءت
فی مجلس علمہا طلقہا فی مجلسہ لاغیر والوکلاء عنہ غافلون اور خانیہ مین ہے کہ اگر کسی سے زوج نے کہا کہ طلاق دے میری زوجہ کو اگر وہ چاہے تو وہ مرد وکیل نہوگا
جبتک عورت طلاق کی خواہش کریگی پھر جب عورت طلاق کی خواہش کریگی اپنی مجلس علم مین تو وکیل اوسکو طلاق دے اپنی مجلس مین نہ غیر اوس مجلس مین اسواسطے کہ
مشیت عورت کی منحصر ہے مجلس پر تو اسیطرح وکالت اوسکی مشیت کی بھی مجلس پر منحصر ہوگی اور وکیل اس مسئلہ سے غافل ہین یعنی وکلا طلاق نہین جانتے کہ ایقاع
طلاق مشیت کی مجلس تک مقید ہے تو یہ مسئلہ مستثنی ہے اوس قاعدے سے کہ وکالت مجلس کی مقید نہین کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ناقلا عن النہر قال لہا طلقی
نفسک ثلثا او ثنتین فطلقت واحدۃ وقعت لانہ بعض ما فوضہ وکذا الوکیل مالم یقل بالف کہا زوج نے زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین بار
یا دو بار پھر زوجہ نے اپنی ذات کو ایکبار طلاق دی تو یہہ ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک طلاق بعض ہے تفویض زوج کی یعنی جب کل کا اختیار ہوا تو بعض کا
بھی ہوگا اور اسیطرح وکیل کا حکم ہے جبتک کہ زوج یون نہ کہے کہ عوض ہزار کے یعنی وکیل کو تین طلاق کا اختیار دیا اور وکیل نے ایک طلاق واقع کی تو واقع ہوگی اور اگر
وکیل سے زوج نے یون کہا کہ زوجہ کو تین طلاق دے بعوض ہزار درم کے مثلا تو اس صورت مین اگر وکیل ایک طلاق واقع کریگا تو نہ واقع ہوگی لا یقع شیء فی عکسہا
وقالا واحدۃ نہ واقع ہوگی کوئی طلاق اسکے بالعکس مین یعنی اگر یون کہا کہ ایک طلاق دے اپنی ذات کو سو عورت نے یکبارگی تین طلاق دلین تو کوئی طلاق نہ واقع
ہوگی امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ایک طلاق واقع ہوگی طلقی نفسک ثلثا ان شئت فطلقت واحدۃ او بالعکس لا یقع فیہما
لاشتراط الموافقۃ لفظا لما فی تعلیق الخانیۃ امرہا بثلث فطلقت ثلثا او بواحدۃ فطلقت نصفا لم یقع کہا زوج نے کہ طلاق دے اپنی ذات کو
تین طلاق اگر تو چاہے سو طلاق دی عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق اور اسیطرح بالعکس یعنی طلاق دے اپنی ذات کو ایک طلاق سو عورت نے تین طلاق واقع کین تو اب
دونو صورتون مین طلاق نہ واقع ہوگی بواسطے شرط ہونے موافقت لفظی کے اسواسطے کہ خانیہ کے باب التعلیق مین ہے کہ امر کیا زوج نے زوجہ کو دس طلاق کا پھر کہہ
اپنی ذات کو دس طلاق دے اگر تو چاہے پھر عورت نے تین طلاق واقع کین یا امر کیا تہا ایک طلاق کا سو اوسنے نصف طلاق واقع کی تو دونو صورتون مین طلاق نہ واقع
ہوگی بسبب مخالفت لفظی کے اس مسئلہ مین بدون موافقت لفظی کے موافقت معنوی کافی نہین بخلاف مسئلہ سابقہ کے جسمین مشیت پر تعلیق نہین امرہا ببائن او رجعی
فعکست فی الجواب وقع ما امر الزوج بہ ویلغو وصفہا والاصل ان المخالفۃ فی الوصف لا تبطل بخلاف الاصل وہذا اذا لم یکن معلقا
بمشیتہا فان علقہ بمشیتہا فعکست لم یقع شیء لانہا ما اتت بمشیتۃ ما فوض الیہا خانیہ بحر امر کیا مرد نے عورت کو طلاق بائن کا یا رجعی
کا سو عورت نے جواب مین بالعکس کہا یعنی پہلی صورت مین طلاق رجعی اور دوسری صورت مین طلاق بائن واقع کی تو وہی طلاق واقع ہوگی جسکا زوج نے امر کیا اسواسطے
کہ اصل طلاق حاصل ہے ساتھ زیادتی وصف کے یعنی رجعی ہونا یا بائن ہونا سو اصل قائم رہیگی اور وصف لغو ہوجائیگا اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ مخالفت
جواب کی تفویض سے اگر وصف مین ہے تو یہہ مخالفت جواب کو باطل نہین کرتی بلکہ وصف باطل ہوتا ہے جیسا کہ بائن اور رجعی کی مخالفت بخلاف مخالفت اصل کے
کہ اوسمین جواب ہی باطل ہوجاتا ہے جیسا کہ امام کے نزدیک ایک طلاق کی تفویض مین تین طلاق واقع کرنا اور یہہ وصف کا لغو ہونا اور بموجب تفویض زوج
کے واقع ہونا اوسوقت ہے جب کہ طلاق معلق نہو اگر عورت کی مشیت پر مرد نے طلاق کو معلق کیا اور عورت نے جواب بالعکس کہا تو کچھہ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ عورت
بجا نہ لائی اوس امر کو جو اوسکی مشیت پر مفوض ہوا تہا کذا فی البحر ناقلا عن الخانیۃ قال لہا انت طالق ان شئت فقالت شئت ان شئت انت فقال

شئت بنوی الطلاق او قالت شئت ان كان كذا لمعدوم اي لم يوجد بعد كان شاء ابي او ان جاء الليل وهي في النهار بطل الامر لفقد الشرط بما
نوی ہے کہ تو طلاق ہے اگر تو چاہے عورت نے کہا مرد سے کہ مین نے چاہا اگر تو نے چاہا سو مرد نے کہا کہ مین نے چاہا اور اس قول سے طلاق کی نیت کی یا عورت نے جواب مین یون کہا کہ مین نے
چاہا اگر ایسا امر ہو یعنی امر معدوم پر تعلیق کی مراد امر معدوم سے وہ امر ہے جو ممکن الوجود ہو لیکن ہنوز موجود نہین مثلا یون کہا عورت نے کہ مین نے چاہا اگر میرے باپ نے چاہا یا
یون کہا کہ مین نے چاہا اگر رات آوے اور حالانکہ عورت وقت نکاح کے دن مین ہے تو ان دونون صورتون مین باطل ہوگا امر یعنی جو حق طلاق تھی عورت کی مشیت پر وہ باطل ہوگی
بسبب پائے جانے شرط کے اس واسطے کہ شرط زوج کی مطلق مشیت تھی بلا قید اور عورت نے اپنی مشیت کو معلق اور مقید کر دیا تو حقیقت مین شرط نہ پائی گئی وان قالت شئت
ان كان كذا الامر قد مضى اراد بالماضي المحقق وجوده كان كان ابي في الدار وهو فيها او ان كان هذا ليلا وهي فيه مثلا طلقت لانه تنجيز اور اگر
تفویض مذکور کے جواب مین عورت نے کہا کہ مین نے چاہا اگر ایسا ہو یعنی معلق کیا امر ماضی پر مراد ماضی سے وہ امر ہے جو ثابت الوجود ہو چنانچہ عورت نے کہا کہ مین نے چاہا اگر میرا باپ
گھر مین ہو اور حالانکہ اوسکا باپ گھر مین موجود ہے یا یون کہا کہ مین نے چاہا اگر یہہ وقت رات ہو اور حالانکہ عورت اوسوقت رات ہی مین تھی مثلا تو عورت مطلقہ ہوگی
اوسیوقت اسواسطے کہ تعلیق امر ثابت الوجود پر درحقیقت تعلیق نہین بلکہ تنجیز ہے قال لها انت طالق متى شئت او متى ما شئت او اذا شئت او اذا ما شئت
فردت الامر لا يرتد ولا يتقيد بالمجلس لا تطلق نفسها الا واحدة لانها تعم الازمان لا الافعال فتملك التطليق في كل زمان لا تطليقا بعد
تطليق کہا عورت سے کہ تو طالق ہے جب کہ تو چاہے یہہ عموم زمانی خواہ بلفظ متی شئت کہا یا متی ما شئت یا اذا شئت یا اذا ما شئت لفظ سے بیان کیا پھر عورت نے رد کیا امر کو یعنی کہا کہ مین طلاق
نہین چاہتی تو اس رد کرنے سے عورت کا اختیار رد نہوگا اور مقید نہوگا یہہ اختیار مشیت کا مجلس علم پر اور نہ طلاق دیسکیگی عورت مگر ایک طلاق اسواسطے کہ یہہ الفاظ
سب زمانون کو شامل ہین نہ افعال کو تو عورت مالک ہیگی طلاق کی ہر زمانہ مین اور مالک نہوگی دوسری تطلیق کی بعد تطلیق اول کے بسبب عموم افعال کے ولها تفريق
الثلث في كلما شئت ولا تجمع ولا تثني لانها لعموم الافراد اور عورت کو اختیار ہے تین طلاق کو علیحدہ علیحدہ لینا کلما شئت مین یعنی مرد نے کہا کہ تو طالق ہے
ہر بار کہ تو چاہے سو عورت نے ایک مجلس مین کہا کہ مین نے اپنی ذات کی طلاق چاہی پھر دوسری مجلس مین یون ہی کہا پھر تیسری مجلس مین یون ہی کہا تو درست ہے لیکن
تین طلاق کو ایک مجلس مین جمع نکر سکیگی اور نہ دو طلاق کو اسواسطے کہ کلما کا لفظ موضوع ہے واسطے عموم افراد کے تو اوسمین جمع اور تثنیہ کا ارادہ صحیح نہین ولو طلقت
بعد زوج آخر لا يقع ان كانت طلقت نفسها ثلثا متفرقة والا فلها تفريقها بعد زوج آخر وهي مسئلة الهدم الآتية اور اگر طلاق واقع کی
عورت نے بعد دوسرے زوج کے تو طلاق نہ واقع ہوگی اگر اپنی ذات کو تین متفرق طلاق دے چکی ہوگی یعنی اگر زید نے مثلا حمیدہ سے کہا کہ انت طالق کلما شئت سو اوسنے
تین طلاق متفرق اپنی نفس پر واقع کین اور اوسنے خالد سے نکاح کیا پھر خالد نے اوسکو طلاق دی پھر حمیدہ نے زید سے نکاح کیا اور اپنی ذات پر طلاق واقع کی تو یہہ طلاق
ثانی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ تعلیق کلما شئت کی اول ملک تک تھی تو اس ملک ثانی مستحدث کو شامل نہوگی اور اگر حمیدہ نے اپنی ذات پر مطلق طلاق نہ واقع کی تھی یا
تین طلاق ایک مجلس مین کر چکی تھی یا فقط ایک ہی طلاق یا دو طلاق ایک مجلس مین واقع کر چکی تھی تو حمیدہ کو تین متفرق طلاق واقع کرنیکا اختیار ہے بعد دوسرے
زوج کے اور اسکا مسئلہ الهدم نام ہے جو باب التعلیق اور باب الرجعة مین آویگا انت طالق حيث شئت او اين شئت لا تطلق الا اذا شاءت في
المجلس وان قامت من مجلسها قبل مشيتها لا مشية لها لانهما اسما مكان ولا تعلق للطلاق به فجعلا مجازا عن ان لانها ام الباب
کہا زوج نے انت طالق حیث شئت یعنی تو طالق ہے جہان تو چاہے یا یون کہا کہ انت طالق این شئت یعنی تو طالق ہے جس جگہ تو چاہے تو عورت طلاق نہ دیسکیگی مگر
جب کہ چاہیگی مجلس علم مین اور اگر اوٹھہ کھڑی ہوگی اپنی مجلس سے قبل مشیت کے تو اب اوسکی خواہش کا کچھ اعتبار نہوگا اسواسطے کہ حیث اور این موضوع
ہین واسطے مکان کے اور حالانکہ طلاق کو کچھ تعلق نہین مکان سے تو مکان کا وجود اور عدم بہ نسبت طلاق کے برابر ہے تو اسواسطے حیث اور این باعتبار مجاز کے
بمعنی ان شرطیہ کے قرار دئے گئے اسواسطے کہ ان شرطیہ اصل ہے باب تعلیق مین علاقہ مجاز کا یہہ کہ ظرف اور شرط مین مناسبت ہے اسواسطے کہ مظروف بدون ظرف کے
نہین ہوتا جیسے کہ مشروط بدون شرط کے نہین ہوتا کذا في حاشية المدني والطحطاوي وفي كيف شئت يقع في الحال رجعية اور انت طالق كيف شئت
مین یعنی تو طالق ہے جسطرح کہ تو چاہے ایک طلاق رجعی فی الحال واقع ہوگی یعنی قبل مشیت عورت کے طلاق رجعی ہوگی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک یہ ان

مشیت کے طلاق ہوگی دلیل امام کی یہہ کہ زوج نے طلاق کو خود واقع کیا اور وصف طلاق مین یعنی رجعی یا بائن واقع کرنیمین عورت کو مختار کیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فان شاءت بائنۃ او ثلثا وقع ما شاءت مع نیتہ والا فرجعیۃ لو موطوءۃ والا بائنۃ وبطل الامر وقول الزیلعی والعینی قبل الدخول سہو بعدہ فتنبہ سو اگر کیف شئت مین عورت نے طلاق بائن کو چاہا یا تین طلاق سو واقع ہوگا جو کہ وہ چاہیگی اسواسطے کہ وہ مختار تھی وصف اور عدد مین لیکن مشیت عورت کی موافق ہو ساتھہ نیت زوج کے اور اگر نیت زوج کے مخالف ہو مشیت زوجہ کے تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی یعنی اس صورت مین وہ نوی نیت لغو ہوگی اصل ہو تو حکم باقی رہیگا اگر عورت مدخولہ ہو اور اگر مدخولہ نہین تو عورت بیشک بائن واقع ہوگی اور باطل ہوگا امر مشیت کا اور قول زیلعی اور عینی کا کہ قبل دخول کے طلاق رجعی واقع ہوتی ہو سو سہو ہے قلم کا بیشک یون ہو کہ بعد دخول کے رجعی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وفی کم شئت او ما شئت لہا ان تطلق ما شاءت فی مجلسہا ولو یکن یذ عیا اللضمر ورۃ اور اس قول مین کہ انت طالق کم شئت یا ما شئت یعنی تو طالق ہو جتنا کہ تو چاہے یا جو بار کہ تو چاہے تو عورت مختار ہو طلاق دینے مین تین طلاق تک جیسا کہ وہ چاہے اوسی مجلس مین اپنی ذات کو خواہ ایک طلاق دے خواہ دو یا تین اور عورت کا تین طلاق واقع کرنا طلاق بدعی مین نہ شمار ہوگا بسبب ضرورۃ کے یعنی عورت مضطر ہو تین طلاق کیطرف اپنی خلاصی کے واسطے اسواسطے کہ اوسکو بعد مجلس کے اختیار نہ باقی رہیگا بخلاف زوج کے کہ اوسکو تین طلاق بدعت ہو وان ردت او انت بما یفید الاعراض ارتد لانہ تملیک فی الحال فجوابہ کذلک اور اگر عورت نے رد کیا امر کو یعنی یون کہا کہ مین طلاق نہین چاہتی یا لائی اوس فعل کو جو مفید ہو اعراض کا تو امر رد ہو جائیگا پھر عورت کو اختیار نہ باقی رہیگا اسواسطے کہ یہہ تملیک ہو فی الحال تو اسکا جواب بھی ایسا ہی فی الحال چاہیے قال لہا طلقی نفسک من ثلث ما شئت تطلق ما دون الثلث ومثلہ اختاری من الثلث ما شئت لان من تبعیضیۃ وقالا بیانیۃ فتطلق الثلث والاول اظہر کہا عورت سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین سے جسقدر کہ تو چاہے تو عورت طلاق دیکتی تین سے کم یعنی دو یا ایک طلاق مین وہ مختار ہو اور مانند اوسی قول کے یہہ قول ہو کہ اختیار کر اپنی ذات کیواسطے تین سے جسقدر کہ تو چاہے اسواسطے کہ کلمہ من کا طلقی من ثلث مین تبعیضیہ ہے اور کہا صاحبین نے کہ من بیانیہ ہو تو اس صورت مین عورت تین طلاق بھی دیسکیگی اور پہلا قول ظاہر تر ہو اسواسطے کہ من اپنی حقیقی معنی مین مستعمل ہے **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے قال انت طالق ان شئت وان لم تشائی طلقت للحال کہا زوج نے زوجہ سے کہ تو طالق ہو اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے تو فی الحال مطلقہ ہوگی اسلئے کہ خواہش یا عدم خواہش سے خالی ہونا ممکن نہین تو ایک شرط بلا شبہ ثابت ہے ولو قال ان کنت تحبین الطلاق فانت طالق وان کنت تبغضینہ فانت طالق لم تطلق لانہ یجوز ان لا تحب ولا تبغض ولا یجوز ان تشاء ولا تشاء اور کہا مرد نے کہ اگر تو طلاق کو محبوب رکھتی ہو تو تو طالق ہے اور اگر اوسکو مبغوض اور مکروہ جانتی ہو تو تو طالق ہو تو اس صورت مین عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ یہہ جائز ہو کہ عورت طلاق کو نہ محبوب رکھتی ہو نہ مبغوض بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان مشیت اور عدم مشیت عورت سے خالی ہونا جائز نہین ولو قال لہما اشدکما حبا للطلاق او اشدکما بغضا لہ طالق فقالت کل انا اشد حبا لہ لم تقبل لدعوی کل ان صاحبتہا اقل حبا منہا فلم یکن الشرط اور اگر کہا مرد نے اپنی دو عورتون سے کہ تم دو مین جو زیادہ تر محبت رکھتی ہو طلاق سے اوسکو طلاق ہے یا یون کہا کہ تم دو مین جو زیادہ تر بغض رکھتی ہو طلاق سے اوسکو طلاق ہے سو کہا ہر عورت نے کہ مین زیادہ تر محبت رکھتی ہون طلاق سے تو کسی عورت پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ہر ایک عورت کا دعوی یہہ ہے کہ اوسکی سوت کو کمتر حب ہو بہ نسبت مدعیہ کے تو نہ تمام ہوئی شرط زوج کی یعنی کثرت حب کسیکی نہ ثابت ہوئی اسبب سے مذکور سابق اسکے ثم التعلیق بالمشیئۃ او الارادۃ او الرضا او الہوی او المحبۃ یکون تملیکا فیہ معنی التعلیق فیتقید بالمجلس کامرک بیدک بخلاف التعلیق بغیرہا پھر یہہ معلوم کرنا چاہیے کہ طلاق کو معلق کرنا عورت کی مشیت پر یا ارادہ پر یا رضا پر یا ہوی یعنی خواہش پر یا محبت پر یہہ تملیک ہو جسمین تعلیق کے معنی ہین پھر جب یہہ تعلیق تملیک ٹھہری تو مقید بمجلس ہوگی مانند امرک بیدک کے بخلاف اوس تعلیق کے جو بغیر ان الفاظ مذکورہ کے ہو جیسے دخول دار کی تعلیق کہ وہ تملیک نہین بلکہ خالص تعلیق ہو تو مقید بمجلس نہین واللہ اعلم بالصواب

باب التعلیق

یہہ باب ہے مسائل تعلیق طلاق مین جب طلاق منجز سے مصنف نے فراغت پائی تو طلاق معلق کا بیان شروع کیا اسواسطے کہ منجز اصل ہو طلاق کی ... هو من علقہ تعلیقا جعلہ معلقا واصطلاحا ربط حصول مضمون جملۃ بحصول مضمون جملۃ اخری تعلیق لغت مین معلق کرنا ... اور اصطلاح مین ... ایک کلام کو دوسرے کلام پر موقوف کرنا ہے جب کسی چیز کو کوئی

معلق کرے یعنی لٹکا دے اور اصطلاح فقہ میں تعلیق عبارت ہے مربوط کرنے حصول مضمون ایک کلام کے ساتھ حصول مضمون دوسرے کلام کو یعنی مضمون جزا کو مضمون شرط سے گانٹھنا اور لٹکانا اسکو تعلیق کہتے ہیں چنانچہ انتِ طالقٌ اِنْ دخلتِ الدار تعلیق ہے اسواسطے کہ طلاق مخاطبہ کی دخول دار سے مربوط ہے یعنی طلاق کا حصول دخول دار کے حصول پر موقوف ہے **ویُسمّٰی یمینًا مجازًا** اور تعلیق کو یمین بھی مجازًا کہتے ہیں **وشرط صحتہ کونُ الشرطِ معدومًا علی خطرِ الوجودِ فالمحقق کان کانتِ السماءُ فوقنا تنجیزٌ والمستحیلُ کانْ دخلَ الجملُ فی سمّ الخیاطِ لغوٌ** اور شرط صحت تعلیق کی ہونا شرط کا معدوم جائز الوجود یعنی وقت تکلم کے شرط موجود نہیں لیکن موجود ہونا اوسکا محال نہیں تو امر ثابت الوجود جیسے ان کانت السماء فوقنا یہہ تنجیز ہے تعلیق نہیں یعنی اگر کوئی یون کہے کہ تو طالق ہے اگر آسمان ہمارے اوپر ہو تو اوسیوقت طلاق واقع ہوگی اور امر محال چنانچہ اگر اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو تو ایسی تعلیق لغو ہے یعنی اگر طلاق کو امر محال پر معلق کرے تو طلاق نہ واقع ہوگی **وکونُہ متصلًا الا لعذرٍ** اور شرط صحت تعلیق کی ہونا شرط کا متصل مشروط سے تو اگر انت طالق کہا بعد سکوت کے شرط بیان کی تو صحیح نہوگی مگر بسبب عذر کے البتہ صحیح ہوگی عذر یہہ کہ ہکلا ہو مشکل سے بات پوری کرتا ہو **وانْ لا یقصدَ بہ المجازاۃَ فلو قالت یا سفلۃُ فقال اِنْ کنتُ کما قلتِ فانتِ کذا تنجّزَ کان کذلک اَوْ لا** اور شرط صحت تعلیق کی یہہ ہے کہ مرد تعلیق سے عورت کی کلام کے بدلا دینے کا قصد نکرے ہو اگر عورت نے مرد سے کہا یا سفلہ یعنی او بیغیرت پھر مرد نے کہا کہ اگر میں ایسا ہی ہون جیسا کہ تو نے کہا تو تو ایسی ہے یعنی طالق ہے تو یہہ تعلیق نہیں تنجیز ہے یعنی فی الحال طلاق واقع ہوگی خواہ مرد ایسا ہو یا نہو **وذکرُ المشروطِ فنحو انتِ طالقٌ اِنْ لغوٌ بہ یُفتٰی** اور شرط صحت تعلیق کی یہہ ہے کہ مشروط مذکور ہو شارح نے لفظ مشروط سے فعل شرط کا ارادہ کیا تو ایسا کہنا کہ انتِ طالقٌ اِنْ یعنی حرف شرط کا بدون فعل شرط کے بولنا لغو ہے اس صورت میں طلاق نہ واقع ہوگی ہی روایت پر فتوی ہے **ووجودُ رابطٍ حیثُ تأخّرَ الجزاءُ وأتی** اور شرط صحت تعلیق کی وجود رابط کا ہے جہان جزا موخر ہو شرط سے چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا رابط سے مراد وہ حرف جو ربط دے شرط اور جزا کو چنانچہ فا اور اذا مفاجاۃ کا **وشرطُہ الملکُ حقیقۃً کقولہ لقنّہ اِنْ فعلتَ کذا فانتَ حرٌّ وحکمًا کقولہ لمنکوحتہ او معتدّتہ اِنْ ذہبتِ فانتِ طالقٌ** اور شرط لزوم تعلیق کی ملک ہے خواہ ملک حقیقی ہو چنانچہ یون کہنا مولی کا اپنے غلام سے کہ اگر تو ایسا کام کریگا تو تو آزاد ہے یا ملک حکمی ہو اگرچہ ملک حقیقۃ نہو بلکہ حکمًا ہو مانند قول زوج کے اپنی منکوحہ یا عدت والی سے اگر تو جائیگی تو تو طالق ہے ملک حقیقی کی مثال غلام ہے اسواسطے کہ مولی غلام کی گردن کا مالک ہے اور منکوحہ ملک حکمی کی مثال ہے اسواسطے کہ زوج منکوحہ کی گردن کا مالک نہیں لیکن بسبب نکاح کے انتفاع قربت کا مالک ہے اور معتدہ ملک حکمی حکماً کی مثال ہے تو ملک حکمی کی دو صورتیں ہیں اگر نکاح بلا مانع قائم ہے تو ملک حکمی ہے حقیقۃ اور اگر طلاق کے بعد عورت عدت میں ہے تو یہہ ملک حکمی ہے حکمًا بسبب باقی رہنے اثر نکاح کے اسواسطے کہ معتدہ محل ہے طلاق کی کذا فی حاشیۃ المدنی **اوِ الاضافۃُ الیہ ای الملکِ الحقیقیِّ عامًّا او خاصًّا کانْ ملکتُ عبدًا او اِنْ ملکتُک لمعیّنٍ او الحکمیِّ کذلک کانْ نکحتُ امرأۃً او اِنْ نکحتُکِ فانتِ طالقٌ وکذا کلُّ امرأۃٍ** یا اضافت اور نسبت ہو ملک حقیقی کی طرف عام ہو یا خاص چنانچہ یون کہنا کہ اگر میں مالک ہونگا کسی غلام کا تو وہ آزاد ہے یا اگر میں مالک ہونگا تیرا یہہ کہا معین شخص سے تو تو آزاد ہے اول مثال ہے ملک حقیقی عام کی اضافت کی اور ثانی مثال ہے ملک حقیقی خاص کی اضافت کی یا اضافت ہو ملک حکمی کیطرف اسیطرح یعنی حکمی عام ہو یا خاص حکمی عام کی مثال چنانچہ یون کہنا کہ اگر میں کسی عورت سے نکاح کرون تو وہ مطلقہ ہے یا یون کہنا اجنبی عورت سے کہ اگر میں تجھسے نکاح کرون تو تو طالق ہے یہہ مثال ہے حکمی خاص کی اضافت کی اور اسیطرح کل امرأۃ کہنا حکمی عام کی اضافت کی **ویکفی معنی الشرطِ الا فی المعیّنۃِ باسمٍ او نسبٍ او اشارۃٍ** اور اضافت ملک کی صحت کیواسطے کافی ہیں معنی شرط کے خواہ حرف شرط مذکور ہو یا نہو مگر جو عورت کہ معین ہوگئی نام یا نسب یا اشارہ کر نیسے وہان معنی شرط کے کافی نہیں بلکہ معینہ کی تعلیق طلاق میں شرط صریح ضرور ہے شارح نے باسم او نسبا او بحر الرائق اور نہر الفائق اور شارع کی شرح ملتقی میں تعبیر ہوا ہے یعنی باسم ونسبا ورتعبیر ہو اور نہایت خوب ہے صورت تعیین اسم اور نسب کی یون ہے کہ زینب بیٹی زید بن خالد ہاشمی کی جس سے میں نکاح کرونگا مطلقہ ہے پھر زینب سے نکاح کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ زینب معین ہوگئی اسم و نسب سے اسکی تعلیق طلاق میں معنی شرط کی کافی نہیں بلکہ شرط صریح چاہیے کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی **فلو قال المرأۃُ التی اتزوّجُہا طالقٌ تطلقُ بتزوّجِہا** سو اگر مرد کہیگا کہ جس عورت سے میں نکاح کرون وہ طالق ہے تو وہ عورت مطلقہ ہوگی بمجرد اسکے نکاح کے اسواسطے کہ یہہ عورت باسم و نسب اور اشارہ معین نہیں تو اسکی

طلاق معلق واقع ہوئی تو دو طلاق کا اختیار باقی رہا اسواسطے اوسکو رجعت کا اختیار ہی بخلاف امام محمدؒ کے کہ اونکے نزدیک نوع اول رجعت نہین کرسکتا اسواسطے کہ دو طلاق پہلے واقع ہوچکی تھی اور ایک طلاق معلق اب واقع ہوئی تینون طلاق پوری ہوچکی رجعت کی گنجایش کہان رہی **كذا يبطل بلحاقه مرتدا بدار الحرب خلافا لهما** اور اسیطرح باطل ہوتی ہے تعلیق طلاق کی بسبب ملحق ہونے زوج کے دار الحرب مین مرتد ہوکر بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک اس لحوق سے تعلیق باطل نہین ہوتی **و بفوت محل البر كان كلمت فلانا او دخلت هذه الدار فمات او جعلت بستانا كالبطناه فيما علقناه على الملتقى و سيجيء مسئلة الكوز** بفروعها اور اسیطرح باطل ہوتی ہے تعلیق بسبب فوت ہونے محل بر کے یعنی قسم پوری کرنیکا مقام نہ باقی رہنے سے چنانچہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو فلانے شخص سے کلام کریگی یا داخل ہوگی اس گہر مین تو طلاق ہے پہر وہ شخص مرگیا اور وہ گہر باغ بنایا گیا تو یہہ تعلیق باطل ہوگئی یعنی اگر عورت اوس باغ مین جائیگی تو طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ اس مسئلہ کو ہمنے شرح ملتقی مین خوب واضح بیان کیا ہے اور عنقریب مسئلہ کوزہ کا مع الفروع کتاب الایمان کے باب الاکل والشرب مین آویگا **فرع** مسئلہ متعلقہ شارح کا

قال لزوجته الامة ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا فعتقت فدخلت له رجعتها قنيه کہا زوج نے اپنی زوجہ لونڈی سے کہ اگر تو گہر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے تین بار پہر وہ لونڈی آزاد ہوئی پہر گہر مین داخل ہوئی تو زوج کو اس سے رجعت کرنا درست ہے کذا فی القنیہ اسواسطے کہ وقت تعلیق کے لونڈی تھی دو طلاق سے زیادہ اوسپر اختیار نہ تہا تو گویا دو ہی طلاق کی تعلیق ہوئی نہ تین کی پہر جب شرط پائی گئی تو وہ حرہ تھی تو زوج کو تین طلاق کا اختیار ہوا تو جب دو طلاق معلق واقع ہوئی تو ایک طلاق کی ملکیت زوج کو باقی رہی اسواسطے رجعت کرسکتا ہے **والفاظ الشرط هي علامات وجود الجزاء ان المكسورة ولو فتحها وقع للحال مالو ينو التعليق فيدين** اور الفاظ شرط کے یعنی نشانیان وجود جزا کی یعنی یہہ الفاظ بالذات وجود جزا پر دلالت کرتے ہین نزدیک وجود شرط کے ایک اونمین سے ان مکسورہ ہے اور اگر زوج نے اوسکو فتح دیا تو فی الحال طلاق واقع ہوگی جبتک کہ زوج تعلیق کی نیت نکرے اور اگر تعلیق کی نیت کریگا باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق ہوگی نہ باعتبار قضا کے **وكذا لو حذف الفاء من الجواب في نحو طلبية و اسمية و بجامد و بما و قد و بلن و بالتنفيس كما حضناه** في شرح الملتقى اور اسیطرح فی الحال طلاق واقع ہوگی اگر ف کو جواب سے حذف کرے جملہ طلبیہ مین اور جملہ اسمیہ مین اور جملہ فعلیہ جامدہ مین اور اوس جملہ مین جو متصل ہو ما اور لن اور قد اور تنفیس سے شارح کہتا ہے چنانچہ ہمنے اس مقام کو ملخص کیا ہے شرح ملتقی مین ہم جملہ طلبیہ عبارت ہے امر اور نہی اور تمنی اور تحضیض اور دعا سے اور جملہ اسمیہ کی مثال چنانچہ ان تعذبهم فانهم عبادك اور جملہ فعلیہ جامدہ کی مثال چنانچہ ان تبدوا الصدقات فنعما هي اور ما کی مثال فان توليتم فما سألتكم من اجر اور قد کی مثال چنانچہ ان يسرق فقد سرق اخ له اور لن کی مثال چنانچہ وما يفعلوا من خير فلن يكفروه اور تنفیس کی مثال چنانچہ وان خفتم عيلة فسوف يغنيكم الله من فضله اور ان اور کی مثال مناسب تعلیق طلاق کی یون ہے ان دخلت فاطلقي او فانت طالق او فعسى ان تطلقي او فما انت لي بزوجة بہ نیت طلاق او فقد طلقتك او فلن تكوني مني بہ نیت طلاق او فسوف اطلقك خلاصہ یہہ ہے کہ ان مواقع مین ف کا لانا واجب ہے پہر جب زوج ایسے مواقع پر ف نہ لایا تو اوس نے شرط کی شرطیت ادا کی پہر جب شرطیت ثابت ہوئی تو تعلیق نہوئی جب تعلیق نہ رہی تو بالضرور طلاق فی الحال واقع ہوگی ہان اگر زوج تعلیق کی نیت کریگا تو دیانۃً مقبول ہوگی نہ قضاءً کما حررہ مسلم **واذا و اذا ما و كل ولم تسمع كلما الا منصوبة ولو مبتدأ لاضافتها الى المبني** اور الفاظ شرط سے اذا ہے اور اذا ما اور کل اور مسموع نہین ہوا لفظ کلما کا مگر منصوب اگرچہ وہ مبتدا ہو موجب مذہب ابن عصفور نحوی کے بسبب اضافت ہونے کلما کیطرف مبنی کی مراد منصوب سے مفتوح ہے بدلیل اضافت الی المبنی **ومتى و متى ما و نحو ذلك كلو كانت طالق لو دخلت الدار تعلق بدخولها** اور الفاظ شرط سے متی ہے اور متی ما اور مانند ان الفاظ کے جیسا لو چنانچہ انت طالق لو دخلت الدار یعنی تو طالق ہے اگر داخل ہوگی گہر مین تو طلاق معلق ہوگی عورت کے دخول پر **و من نحو من دخل منكن الدار فهي طالق فلو دخلت واحدة مرارا طلقت بكل مرة لان الدخول اضيف الى جملة فازداد عموما كذا في الغاية وهي غريبة وجعله في البحر احد القولين** اور مانند الفاظ مذکورہ کے لفظ من ہے چنانچہ قول زوج کا اپنی ازواج سے کہ جو تم مین سے داخل ہوگی گہر وہ طالق ہے تو اگر ایک عورت اونمین سے داخل ہوگی گہر مین چندبار تو اوسپر بعدد ہر بار داخل ہونیکے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ دخول مضاف ہوا جماعت کیطرف تو اسکا عموم زیادہ ہوگیا یعنی تعمیم فعل کی بار بار مراد ہوئی کذا فی الغایہ اور یہہ مسئلہ غریب ہے وجہ غرابت کی یہہ ہے کہ تکرار فعل کی فقط کلما مین مشہور ہے نہ اوسکے غیر مین

ابعہ بحر الرائق مین روایت غایہ کو احد القولین ٹھہرایا ہی اور کہا ہی کہ غیر کلما کے کوئی موجب تکرار فعل نہین کذا فی حاشیۃ الہدایہ وفیہا کلہا تنحل ای تبطل الیمین
ببطلان التعلیق اذا وجد الشرط مرۃ الا فی کلما فانہ ینحل بعد الثلث لاقتضائہا عموم الافعال کاقتضاء کل عموم الاسماء اور الفاظ
شرط مین سب مین باطل ہوجاتی ہی یمین بسبب باطل ہوجانے تعلیق کے جبکہ ایکبار شرط پائی جاوے مگر کلما کے لفظ مین ایکبار شرط پائی جانے سے یمین باطل نہین ہوتی ہو بلکہ
کلما مین بعد تین بار کے یمین باطل ہوتی ہی بواسطہ اقتضاء کلما کے عموم افعال کو جیسے کہ مقتضی ہی لفظ کل کا عموم اسکو تو اگر زوجہ سے کہا کلما دخلت الدار فانت طالق
پھر عورت داخل ہوئی گھر مین تین بار تو وہ تین طلاق کر بائن ہوگی پھر اگر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح مین آویگی اور چوتھی بار گھر مین داخل ہوگی تو کچھ نہ
واقع ہوگا بسبب بطلان تعلیق کے اور اگر کہا کل امرأۃ اتزوجہا فہی طالق یعنی جس عورت سے کہ مین نکاح کرون تو وہ طالق ہی تو ہر عورت مطلقہ ہوگی بعد نکاح کے
پھر اگر دوسری بار اوسی عورت سے نکاح کریگا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ کل عموم اسما کو مقتضی ہی نہ عموم افعال کو فلا یقع ان نکحہا بعد زوج آخر الا
اذا دخلت کلما علی التزوج نحو کلما تزوجتک فانت کذا لدخولہا علی سبب الملک وہو غیر متناہ تو نہ واقع ہوگی طلاق کلما دخلت الدار
فانت طالق کے کہنے اور عورت کے تین بار داخل ہونیکے بعد اگر زوج اول اوس سے نکاح کریگا بعد زوج ثانی کے مگر جبکہ داخل ہو کلما تزوج کے لفظ پر چنانچہ کلما تزوجتک
فانت کذا یعنی جسکبہ مین تجھسے تزوج کرون تو طالق ہی تو اس صورت مین بعد نکاح کرنے تین بار کے بھی تعلیق نہ باطل ہوگی بسبب داخل ہونے کلما کے ملک کے سبب پر
یعنی تزوج پر اور سبب ملک کا متناہی نہین تو طلاق واقع ہوگی ہر بار نکاح کرنے سے اگرچہ ستر بار نکاح کرے ستر زوج کے بعد اسواسطے کہ جب شرط پائی جاویگی یعنی
تزوج تو بالضرور اوسکو جزا لاحق ہوگی یعنی طلاق ومن لطیف مسائلہا لو قال لموطوءتہ کلما طلقتک فانت طالق فطلقہا واحدۃ تقع ثنتان
اور مسائل کلما سے لطیف مسئلہ یہ ہی کہ اگر کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے کہ جب کہ مین تجھکو طلاق دون تو تو طالق ہی پھر اوسکو ایک بار طلاق دی تو دو بار طلاق واقع
ہوگی ایک طلاق بسبب تنجیز کے اور دوسری طلاق بسبب تعلیق کے بواسطہ وجود شرط کے وفی کلما وقع علیک طلاقی یقع ثلث لتکرر الوقوع لکنہ لا یزید
علی الثلث اور اس قول مین کہ کلما وقع علیک طلاقی فانت طالق یعنی جب تجھپر طلاق واقع ہو تو تو طالق ہی پھر اوسکو ایک طلاق دی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بسبب
مکرر ہونے وقوع طلاق کے اسواسطے کہ جب ایک طلاق دی تو شرط پائی گئی تو دوسری طلاق واقع ہوئی اور ثانی کے وقوع سے پھر شرط پائی گئی تو تیسری طلاق واقع
ہوئی وعلی ہذا القیاس الی غیر النہایۃ لیکن وقوع طلاق کا تین سے زیادہ نہوگا اسواسطے کہ تنجیز تین کی مبطل ہی تعلیق کی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اوسمین تکرار وقوع
کی یمین تو دو ہی بار واقع ہوگی نہ تین بار واللہ اعلم وزوال الملک من نکاح او یمین لا یبطل الیمین فلو ابانہا او باعہ ثم نکحہا او شراہ فوجد
الشرط طلقت وعتق لبقاء التعلیق ببقاء محلہ اور بعد تعلیق کے زوال ملک کا ملک نکاح کا زوال ہو یا ملک یمین کا نہین باطل کرتا تعلیق کو تو اگر منکوحہ کو ایک
طلاق یا دو طلاق بائن دی اور اوسکی عدت گذر گئی یا غلام کو بیچا بعد تعلیق عتق کے پھر نکاح کیا مطلقہ بائنہ سے گو بعد زوج ثانی کے یا اوس غلام کو مول لیا پھر تعلیق کی
شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا بجہت بقاء تعلیق کے بسبب باقی رہنے محل تعلیق کے مراد محل تعلیق سے عورت اور غلام ہی اور یہ جو کہا کہ
زوال الملک مبطل تعلیق کا نہین اوس صورت مین ہی جب کہ زوال کمتر تین طلاق سے ہوا ہو اور اگر زوال ملک کا تین طلاق سے ہوا ہو تو بلاشبہ مبطل ہی تعلیق کا اسواسطے کہ
تنجیز تین طلاق کی مبطل ہے تعلیق کی کما مر وینحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکنہ ان وجد فی الملک طلقت وعتق والا لا اور باطل ہوجاتی ہی
تعلیق بعد پائی جانے شرط کے ہر طرح سے یعنی وجود شرط کا ملک مین ہوا ہو یا غیر ملک مین دونو طرح تعلیق باقی نہین رہتی لیکن اگر ملک مین شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ
ہوگی اور غلام آزاد ہوگا اور اگر شرط ملک مین نہ پائی گئی اسطرح کہ عورت داخل ہوئی گھر مین مثلا بعد ابانت اور انقضاء عدت کے قبل تزوج کے تو عورت مطلقہ نہوگی
اسیطرح غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ جزا شرط کو لاحق نہین ہوتی غیر ملک مین چنانچہ اسی پر شارح نے مسئلہ آیندہ کو متفرع کیا فحیلۃ من علق الثلث بدخول
الدار ان یطلقہا واحدۃ وبعد العدۃ تدخلہا فتنحل الیمین فینکحہا تو حیلہ اوس شخص کے واسطے جسنے معلق کیا تین طلاق کو دخول دار پر یہ ہی کہ عورت
کو ایک طلاق دی پھر چپکا ہو رہی یہانتک کہ اوسکی عدت گذر جاوے اور بعد عدت کے عورت گھر مین داخل ہو تو ٹوٹ جاویگی تعلیق اسواسطے کہ بعد وجود شرط کے
تعلیق باطل ہوجاتی ہی پھر اوس عورت سے نکاح کرلے تو اگر عورت پھر اوس گھر مین داخل ہوگی تو کچھ نہ واقع ہوگا کچھ اوس صورت مین ہی جب کہ تعلیق بکلمہ کلما نہو

مسئلہ گذرکا تعین ہو گیا تو اوس مین تعلیق باطل ہوگی تو ان قبل اعادہ نکاح کے عورت کو تین بار گھر مین داخل ہونا چاہیے تب تعلیق باطل ہوگی کذا فی حاشیۃ
فَاِنِ اخْتَلَفَا فِیْ وُجُوْدِ الشَّرْطِ اَیْ ثُبُوْتِهٖ لِیَعُمَّ الْعَدَمِیَّ فَالْقَوْلُ لَهٗ مَعَ الْیَمِیْنِ لِاِنْکَارِهِ الطَّلَاقَ پھر اگر اختلاف پڑی زوج اور زوجہ مین وجود شرط
مین یعنی ثبوت شرط مین شارح نے وجود کو ثبوت کر کے اس واسطے تفسیر کیا تاکہ شرط عدمی کو بھی شامل ہو چنانچہ اِنْ لَمْ تَدْخُلِ الدَّارَ الْیَوْمَ فَاَنْتِ طَالِقٌ تو حالت اختلاف مین قول زوج
کا قسم کے ساتھہ معتبر ہوگا بسبب انکار زوج کے طلاق کو اور معتبر قول منکر کا ہوتا ہے وَمُفَادُهٗ اَنَّهٗ لَوْ عَلَّقَ طَلَاقَهَا بِعَدَمِ وُصُوْلِ نَفَقَتِهَا اَیَّامًا فَادَّعَی الْوُصُوْلَ
وَاَنْکَرَتْ اَنَّ الْقَوْلَ لَهٗ وَبِهٖ جَزَمَ فِی الْقُنْیَةِ اور مفاد تعلیل مذکور کا یہ ہے کہ اگر معلق کیا زوج نے طلاق کو چند روز خرچ عورت کے نہ پہنچنے پر یعنی یون کہا کہ اگر
تجھکو پر انفقہ مثلاً عشرہ جب تک پہنچے تو تو طالق ہے پھر دعوی کیا زوج نے پہنچنے وصول کا اور انکار کیا اوس کا عورت نے تو قول زوج کا معتبر ہوگا اور اسی روایت پر یقین کیا ہے
قنیہ مین بنظر ظاہر عورت منکر معلوم ہوتی ہے لیکن در پردہ مدعی ہے طلاق کی اور نفس الامر مین ثبوت شرط کا اور طلاق کا زوج منکر ہے تو اوسیکا قول معتبر ہوگا لٰکِنْ
صَحَّحَ فِی الْخُلَاصَةِ وَالْبَزَّازِیَّةِ اَنَّ الْقَوْلَ لَهَا وَاَقَرَّهٗ فِی الْبَحْرِ وَالنَّهْرِ وَهُوَ یَقْتَضِیْ تَخْصِیْصَ الْمُتُوْنِ لٰکِنْ قَالَ الْمُصَنِّفُ وَجَزَمَ شَیْخُنَا فِیْ فَتَاوَاهُ
بِمَا یُفِیْدُهُ الْمُتُوْنُ وَالشُّرُوْحُ لِاَنَّهَا الْمَوْضُوْعَةُ لِنَقْلِ الْمَذَاهِبِ کَمَا لَا یَخْفٰی لیکن تصحیح کی ہے خلاصہ اور بزازیہ مین اسکی کہ مسئلہ سابقہ مین عورت
ہی کا قول معتبر ہے اور اسکو ثابت رکھا ہے بحر الرائق اور نہر الفائق مین اور یہہ مقتضی ہے متون کی تخصیص کا اس واسطے کہ متون مین مطلقاً قول زوج ہی معتبر ہے خلاف
کے نزدیک خواہ وصول نفقہ مین اختلاف ہو یا اوسکے غیر مین لیکن مصنف نے منح الغفار مین کہا ہے کہ ہمارے استاد یعنی بحر الرائق کے مصنف نے یقین کیا ہے اپنی فتوی مین
موافق متون اور شروح کے اس واسطے کہ متون اور شروح ہی موضوع ہین نقل مذہب مین تو بلا شبہہ روایت متون اور شروح کی مقدم ہوگی خلاصہ اور بزازیہ کی
روایت پر اس واسطے کہ وہ دونو فتاوی مین مع اصل ہین چنانچہ یہہ امر اہل فقہ کے نزدیک مخفی نہین اِلَّا اِذَا بَرْهَنَتْ فَاِنَّ الْبَیِّنَةَ تُقْبَلُ عَلَی الشَّرْطِ وَاِنْ کَانَ نَفْیًا
کَاِنْ لَمْ یَجِئْ صِهْرِیَ اللَّیْلَةَ فَامْرَأَتِیْ کَذَا فَشَهِدَا اَنَّهٗ لَمْ یَجِئْهُ قُبِلَتْ وَطَلُقَتْ منح مگر جبکہ عورت گواہ لاوے اپنی دعوی پر تو گواہ مقبول ہونگے شرط پر اگرچہ
شرط نفی کی ہو چنانچہ یون کہا زوج کا کہ اگر آج کی رات میری خوشدامن یا میری سالی نہ آویگی تو میری عورت طالق ہے پھر دو گواہون نے گواہی دی کہ خوشدامن یا
سالی زوج کے پاس نہین آئی تو یہہ گواہی مقبول ہوگی اور عورت مطلقہ ہوگی کذا فی منح الغفار ہر چند کہ نفی پر گواہی مسموع نہین لیکن یہان اس واسطے مسموع ہوئی
کہ یہہ ظاہر مین نفی ہے لیکن حقیقت مین اثبات ہے طلاق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وَفِی التَّبْیِیْنِ اِنْ لَمْ اُجَامِعْكِ فِیْ حَیْضِكِ فَاَنْتِ طَالِقٌ لِلسُّنَّةِ ثُمَّ
قَالَ جَامَعْتُكِ اِنْ حَائِضًا فَالْقَوْلُ لَهٗ لِاَنَّهٗ یَمْلِكُ الْاِنْشَاءَ اِنْتَهٰی قُلْتُ فَالْمَسْئَلَةُ السَّابِقَةُ وَالْاٰتِیَةُ لَیْسَتَا عَلٰی اِطْلَاقِهِمَا اور تبیین
مین یون روایت ہے کہ زوج نے کہا کہ اگر مین تجھسے جماع نکرون تیرے حیض کے اندر تو تو طالق ہے موافق سنت کے پھر زوج نے کہا کہ مین نے تجھسے جماع حیض مین کیا اگر دعوے
جماع کیوقت عورت کو حیض موجود ہے تو زوج ہی کا قول معتبر ہے اس واسطے کہ وہ مالک ہے انشاء جماع کا یعنی حیض مین جماع کرنا اوسکو ممکن ہے گو شرعاً جائز نہین اور اگر
وقت دعوی جماع کے عورت طاہر ہے حائض نہین تو قول زوج کی تصدیق نہوگی اس واسطے کہ واقع اوسکے قول کے مخالف ہے اور طلاق سنت کا وقت موجود ہے یعنی طہر
شارح کہتا ہے کہ مسئلہ سابقہ یعنی اِنِ اخْتَلَفَا فِیْ وُجُوْدِ الشَّرْطِ فَالْقَوْلُ لَهٗ اور مسئلہ آیندہ یعنی اِنْ حِضْتِ فَاَنْتِ طَالِقٌ یہہ دونو مسئلے اپنے اطلاق پر نہین یعنی مقید ہین
مطلق نہین اس واسطے کہ تقیید مسئلہ سابقہ کی تبیین کی روایت سے ثابت ہوئی یعنی وقت طہارت حیض کے زوج کا قول معتبر نہین اور تقیید مسئلہ آیندہ کی خود وہین مصرح
ہے وَمَا لَا یُعْلَمُ وُجُوْدُهٗ اِلَّا مِنْهَا صُدِّقَتْ فِیْ حَقِّ نَفْسِهَا خَاصَّةً اِسْتِحْسَانًا بِلَا یَمِیْنٍ نہر بحثاً اور جو شرط ایسا ہو کہ وجود نہ معلوم ہو سکے بجز عورت کے چنانچہ
حیض اور محبت بغض تو وہان عورت کے قول کی تصدیق ہوگی فقط اوسیکی ذات کے حق مین نہ غیر کے حق مین اس واسطے کہ اپنی واسطے وہ امین ہے اور اپنی سوکن کے واسطے متہم ہے
کذا فی حاشیۃ المدنی تصدیق قول عورت کی باعتبار استحسان کے ہے بدون قسم کے کذا فی النہر الفائق بحثاً وجہ استحسان کی یہہ ہے کہ یہہ شرط بدون عورت کے معلوم نہین ہو سکتی
اور اوس پر حکم شرعی مترتب ہو تو عورت پر اوسکی خبر دینا واجب ہوا تاکہ حرام مین نہ واقع ہو وَمُرَاهِقَةٌ کَبَالِغَةٍ وَاحْتِلَامٌ کَحَیْضٍ فِی الْاَصَحِّ اور عورت
قریب البلوغ بالغہ کی برابر ہے اور احتلام مانند حیض کے ہے قول اصح مین تو اگر حیض پر تعلیق طلاق کی ہوئی اور کہا قریب البلوغ نے کہ مجھکو حیض آیا تو اوسکی تصدیق ہوگی
مانند بالغہ کے اور اسیطرح غلام قریب البلوغ کی آزادی احتلام پر معلق ہوئی اور غلام نے کہا کہ مجھکو احتلام ہوا تو اوسکے قول کی تصدیق ہوگی مثل حیض کے کفوی ۱۲

ان حضت فانت طالق وفلانة او ان كنت تحبين عذاب الله فانت كذا وعبده حر فلو قالت حضت والحيض قائم فان انقطع لم يقبل
قولها زيلعي وحدادي واذا طلقت هي فقط ان كذبها الزوج فان صدقها او علم وجود الحيض طلقتا جميعا حدادي چنانچہ یون کہا زوج کا کہ اگر تو حائض
ہوئی تو تو طالق ہے اور فلانی عورت طالق ہے یا یون کہا کہ اگر تو عذاب خدا کو دوست رکھتی ہو تو تو طالق ہے یا غلام اوسکا آزاد ہے تو اگر عورت نے کہا کہ مین حائض ہوئی
اور حالانکہ حیض اوسوقت قائم ہے اور اگر حیض منقطع ہو گیا تو اوسکا قول مقبول نہوگا چنانچہ زیلعی اور حدادی مین ہے اسکو مصدر کیا ہے یا عورت نے یون کہا مسئلہ ثانیہ
کے جواب مین کہ مین عذاب خدا کو دوست رکھتی ہون تو فقط وہی عورت مخبرہ مطلقہ ہوگی نہ اوسکی سوت اگر زوج نے اسکی تکذیب کی [illegible] اور اگر زوج نے اوسکی تصدیق
کی یا زوج کو اوسکے حیض کا ہونا معلوم ہوگیا تو دونون عورتین مطلقہ ہونگی یعنی خبر دینے والی اور اوسکی سوت بھی [illegible] ان حضت لا يقع برؤية الدم
لاحتمال الاستحاضة فان استمر ثلثا وقع من حين رأت وكان بدعيا اور اس قول مین کہ اگر تو حائض ہوگی تو تو طالق ہے [illegible] واقع ہوگی بمجرد نظر
آنے خون کے بسبب اس احتمال کے کہ شاید وہ استحاضہ کا ہو پھر اگر خون برابر جاری رہا تین دن تو طلاق واقع ہوگی اوسوقت سے جبسے کہ عورت نے خون کو دیکھا
اور یہ طلاق بدعی ہوگی اسواسطے کہ حیض مین واقع ہوئی فلو غير مدخولة فتزوجت باخر في ثلثة ايام صح فلو ماتت في [illegible] ورثها الاول دون الثاني
وتصدق في حقها دون ضرتها پھر اگر عورت غیر مدخولہ ہو سو وہ نکاح کرے دوسرے زوج سے تین دن مین تو یہ نکاح صحیح ہوگا پھر اگر غیر مدخولہ نے نکاح [illegible] کے
تین دن کے اندر تو وراثت اوس عورت کی زوج اول کو ہوگی اسواسطے کہ معلوم نہین کہ یہ خون حیض تھا یا نہین [illegible] اور اگر تین دن برابر
خون جاری رہا تو زوج ثانی اوسکا وارث ہوگا اور تصدیق ہوگی عورت کے قول کی اوسکے حق مین نہ اوسکی سوت کے حق مین [illegible] ان حضت حيضة او
نصفها او ثلثها او سدسها لعدم تجزيها لا يقع حتى تطهر منها لان الحيضة اسم للكامل اور زوج کے اس قول مین کہ اگر تو حائض ہوگی ایک حیض
یا نصف حیض یا ثلث حیض یا سدس حیض کہ یعنی کل اور بعض حیض کہنا یکسان ہے بسبب عدم قسمت پذیری [illegible] حیض کی تعلیق سے طلاق نہ واقع
ہوگی یہانتک کہ پاک ہو جاوے عورت اوس سے اسواسطے کہ ایک حیض نام ہے پورے حیض کا اور پورا [illegible] کے متصور نہین ثم انما يقبل قولها ما لم
تر حيضة اخرى جوهرة پھر یہ ہے کہ قول عورت کا حیض ہونے وہان تک مقبول ہے [illegible] دوسرا حیض نہین دیکھا کذا فی الجوہرہ یعنی حالت حیض مین یا
بعد پاک ہونے کے حیض کا اظہار کیا تب تک مقبول ہوگا اور اگر حیض ثانی مین اظہار کیا تو مقبول نہوگا و في ان صمت يوما فانت طالق تطلق حين غربت
الشمس من يوم صومها بخلاف ان صمت فانه يصدق بساعة اور اس قول مین کہ اگر تو روزہ رکھیگی ایک دن تو تو طالق ہے تو طلاق واقع ہوگی وقت
غروب آفتاب کے جسدن روزہ رکھی بخلاف اس قول کے کہ ان صمت یعنی اگر تو صائم ہوگی تو تو طالق ہے تو غروب آفتاب کی ضرورت نہین اسواسطے کہ صوم [illegible]
ایک ساعت پر بھی صادق آتا ہے قال لها ان ولدت غلاما فانت طالق واحدة وان ولدت جارية فانت طالق ثنتين فولدتهما ولم يدر الاول
واحدة قضاء وثنتان تنزها اى احتياطا لاحتمال تقدم الجارية کہا زوجہ سے کہ اگر تو لڑکا جنی تو تجھکو ایک بار طلاق ہے اور اگر لڑکی جنی تو تجھکو دو بار طلاق
ہے سو عورت لڑکا اور لڑکی ایک کو بعد دوسرے کے جنی اور معلوم نہین کہ اول کون جنی لڑکا یا لڑکی تو لازم ہوگی اوسکو ایک طلاق باعتبار قضا کے اور دو
بار طلاق باعتبار احتیاط کے بسبب احتمال تقدم جاریہ کے یعنی شاید اول لڑکی ہی پیدا ہوئی ہو ومضت العدة بالثاني فلم يقع شيء لان الطلاق
المقارن لانقضاء العدة لا يقع اور آخر ہوگی عدة اس طلاق کی ولد ثانی سے اور اسی سبب سے ولد ثانی کے تولد سے کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ جو طلاق کہ
متصل ہو انقضاء عدت کے اوس سے کچھ نہین واقع ہوتا کذا فی حاشية المدني فان علم الاول فلا كلام وان اختلفا فالقول للزوج لانه منكر وان تحقق
ولادتهما معا وقع الثلث وتعتد بالاقراء پھر اگر معلوم ہو پہلا ولد تو اوسمین کچھ کلام کی حاجت نہین یعنی اگر عورت اول لڑکا جنی تو ایک طلاق واقع ہوگی
اور عدت لڑکی پیدا ہونیسے آخر ہوگی پھر دوسری طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر اول لڑکی جنی تو دو بار طلاق واقع ہوگی اور عدت لڑکا ہونیسے منقضی ہوگی پھر تیسری طلاق
نہ واقع ہوگی اور اگر زوجین مین اختلاف ہوا سو عورت نے دعوی کیا کہ اول لڑکی پیدا ہوئی اور زوج نے کہا کہ نہین اول لڑکا ہوا تو زوج کا قول معتبر ہوگا
اسواسطے کہ وہ منکر ہے لزوم طلاق ثانی کا اور اگر ثابت ہوئی دونون کی ولادت ساتھ ہی تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور عدت اس صورت مین حیضون سے

ہوگی اسواسطے کہ عدت بسبب ولادت کے منقضی نہیں ہوئی اسواسطےکہ ولادت دونوں بچّوں سے ہوئی ہے شرط واقع ہوگئی طلاق کی وان ولدت غلامًا وجاريتين ولم يدر الاول
يقع ثنتان قضاءً وثلث تنزهًا اور اگر جنی عورت ایک لڑکا اور دو لڑکیاں اور پہلا ولد معلوم نہیں تو دو طلاق باعتبار قضا کی واقع ہوگی اور تین باربنا بر
احتیاط کے اسواسطے کہ اگر لڑکا اول یا درمیان میں ہوگا تو تین طلاق ہوگی ایک اوسکے سبب سے اور دو پہلی لڑکی کے سبب سے اور اگر لڑکا آخر ہوگا تو دو طلاق
پہلی لڑکی کے سبب سے ہوگی پہر باقی دونوں سے کچھہ نہ واقع ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلاً عن النہر وان ولدت غلامين وجارية فواحدة قضاءً وثلث تنزهًا
اور اگر عورت دو غلام اور ایک جاریہ جنی اور پہلا معلوم نہیں تو بنابر قضا کے ایک طلاق واقع ہوگی اور بنابر احتیاط کے تین اسواسطے کہ اگر دو غلام پہلے ہیں تو ایک
طلاق ایک لڑکے کے سبب سے واقع ہوگی دوسرے غلام کے سبب سے کچھہ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ تعلیق باطل ہوئی بسبب اول غلام کے اور ولادت جاریہ سے کچھہ نہوگا
اسواسطے کہ انقضاء عدت اوسکی ولادت سے متعلق ہے اور اگر جاریہ اول ہے یا وسط تو تین طلاق واقع ہونگی ایک طلاق بسبب اول غلام کے اور دو بسبب جاریہ کے
تو یہ مسئلہ محتمل ہے ایک کو اور تین کو تو قضا میں اقل لازم ہوگا اور بنا بر احتیاط کے اکثر کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وهذا بخلاف مالو قال ان كان حملك
غلامًا فانت طالق واحدة وان كان جارية فثنتين فولدت غلامًا وجارية لم تطلق لان الحمل اسم للكل فما لم يكن الكل غلامًا او جارية
لم تطلق اور یہ مسئلہ ولادت کے مخالف ہے یہ مسئلہ حمل سے اسطرح کہ اگر کہا زوج نے کہ اگر تیرا حمل لڑکا ہے تو تجھکو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہیں پہر وہ
لڑکا اور لڑکی ساتھی جنی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حمل نام ہے کل کا اسواسطے کہ اسم جنس مضاف ہے تو کل کو شامل ہوگا تو جب تک کل حمل لڑکا یا لڑکی نہوگا تو
طلاق نہ واقع ہوگی بسبب نہ پائے جانے شرط کے وكذا لو قال ان كان ما في بطنك غلامًا والمسئلة بحالها لعموم ما اور اسطرح طلاق نہ واقع ہوگی
اگر زوج نے کہا کہ جو تیرے پیٹ میں ہے اگر وہ لڑکا ہے تو تجھکو ایک طلاق ہے تو پہر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھی جنی تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب عموم لفظ ما کی تو مطلب
یہ ہوا کہ جب جميع ما في البطن لڑکا ہو تب شرط پائی جاتی ہے حالانکہ ایسا نہیں بخلاف ان كان في بطنك والمسئلة بحالها فانه يقع الثلث لعدم
اللفظ العام بخلاف سابق کے یعنی یہ مسئلہ ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہے تو تجھکو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہیں پہر عورت لڑکا
اور لڑکی ساتھی جنی تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ اس قول میں کوئی عام لفظ نہیں کہ جميع ما في البطن مراد ہو بلکہ لفظ في البطن کا لڑکا اور لڑکی دونوں پر
صادق آتا ہے **فروع** مسائل متفرقہ شامی کے لو علق طلاقها بحبلها لم تطلق حتى تلد لاكثر من سنتين من وقت اليمين اگر معلق کیا طلاق
کو عورت کے حمل پر تو طلاق اوسپر نہ واقع ہوگی یہانتک کہ جنے دو برس سے زیادہ وقت تعلیق سے یعنی بعد تعلیق کے جب تک دو برس سے زیادہ ولادت نہوگی
طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر قبل دو برس کے یا پورے دو برس میں جنی تو طلاق نہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ شاید حمل تعلیق سے پہلے ہوا ہو کذا في حاشية المدني قال
ان ولدت ولدًا فانت طالق او حرة فولدت ولدًا ميتًا طلقت وعتقت کہا کہ اگر تو لڑکا جنے گی تو تو طالق ہے یا آزاد ہے پہر عورت مردہ لڑکا جنی تو زوجہ
مطلقہ ہوگی اور لونڈی آزاد ہوگی اسواسطے کہ مردہ کو بھی لڑکا کہتے ہیں قال لامّ ولده ان ولدت فانت حرة تنقضي به العدة جوهرة کہا مولیٰ نے
اپنی ام ولد سے کہ اگر تو جنی گی تو تو آزاد ہے پہر وہ مردہ لڑکا جنی تو اوسکی تولد سے ام ولد کی عدت منقضی ہوجائیگی کذا في الجوهرة حلبی اور طحطاوی محشیوں نے
کہا کہ اس مسئلہ میں سہو واقع ہوا ہے اسواسطے کہ عدت نہیں ہوتی مگر بعد آزاد ہونیکے اور آزادی ثابت نہیں ہوتی مگر بعد ولادت کے تو کیونکر ولادت سے عدت منقضی
ہوگی شیخ رحمتی محشی نے جواب دیا کہ قیاس تو یہی ہے لیکن عدت سے مقصود تو یہ ہے کہ رحم کی صفائی معلوم ہوا اور ولادت سے صفائی ثابت ہوگئی لہذا ولادت ہی
پر اکتفا کی واللہ اعلم کذا في حاشية المدني علق العتاق والطلاق ولو الثلث بشيئين حقيقة بتكرر الشرط او لا كان جاء زيد وبكر فانت
كذا يقع المعلق ان وجد الشرط الثاني في الملك والا لا لاشتراط الملك حالة الحنث والمسئلة رباعية تعلیق کی عتاق و طلاق کی دو چیزوں پر
ہوں وہ چیزیں فی الحقیقت دو ہیں تعلیق ہو بسبب تکرار لانے شرط کے اسطرح کہ اگر آویگا زید اور اگر آویگا بکر تو تو طالق ہے یا تعلیق دو چیزوں پر بدون تکرار شرط کے ہو
اسطرح کہ اگر آویگا زید اور بکر تو تو طالق ہے یا آزاد ہے تو عتاق اور طلاق معلق واقع ہوگی اگر شرط ثانی ملک میں پائی جاویگی اور اگر شرط ثانی ملک میں نہ پائی جاویگی تو معلق نہ واقع ہوگی بسبب شرط
ہونے ملک کے وقت حنث کے یعنی تعلیق ٹوٹنے کے وقت ملک ضرور ہے پہر جب شرط ثانی ملک میں نہ حاصل ہوئی تو معلق نہ واقع ہوگی او شرط اول کا ملک میں حاصل ہونا

کافی نہین اور یہ مسئلہ رباعی ہی یعنی چار صورتونکا محتمل ہی ایک صورت یہہ کہ دونو چیزین ملک مین پائی جاوین اسمین طلاق واقع ہوگی دوسری صورت یہہ کہ دونو چیزین ملک مین نہ پائی جاوین اسمین طلاق نہوگی تیسری صورت یہہ کہ اول چیز ملک مین پائی گئی نہ دوسری تو اسمین طلاق نہوگی چوتھی یہہ کہ دوسری چیز ملک مین پائی گئی نہ پہلے اسمین طلاق واقع ہوگی علق الثلث او العتق لامته بالوطی حنث بالتقاء الختانين ولم يجب عليه العقر في المسئلتين بالّلبث بعد الايلاج لان اللبث ليس بوطي معلق کیا تین طلاق کو یا اپنی لونڈی کی آزادی کو جماع پر تو حانث ہوگا بمجرد ملنے دونو شرمگاہ کے یعنی بمجرد دخول کے طلاق اور آزادی ثابت ہوگی اور نہ وجب ہوگا مرد پر عقر دونو صورتونمین بسبب توقف اور درنگی کے بعد ادخال کے اسواسطے کہ ٹھہرنا اور درنگی جماع نہین بلکہ جماع عبارت ہی ادخال سی سو ادخال بعد طلقات ثلثہ اور عتق کے نہین پایا گیا م عقر عبارت ہی مہر مثل سی حرہ مین اور لونڈی مین دسوان حصہ قیمت کا اگر وہ باکرہ ہو اور اگر باکرہ نہو تو بیسوان حصہ ولذا لم يصر به مراجعا في الطلاق الرجعي اور چونکہ لفظ ٹھہرنا بدون ادخال کے جماع نہین لہذا بسبب اسکے طلاق رجعی مین زوج مراجع نہوگا یعنی زوج نے دخول کیا پہر عورت کو طلاق رجعی دی اور ٹھہر گیا بدون حرکت کے تو بمجرد اس ٹھہرنیکے رجعت ثابت نہوگی نزدیک محمد کے اسواسطے کہ اس فعل کو جماع نہین کہتے اور ابو یوسف کے نزدیک فقط اسی فعل سی رجعت ثابت ہی اسواسطے کہ بعد طلاق رجعی کے ٹھہرنا مس سے خالی نہین اور مس سی ثبت ہی رجعت کا بحر الرائق مین کہا کہ مذہب ابو یوسف کا بقوت دلیل کے لائق ترجیح کے ہی کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا اخرج ثم اولج ثانيا حقيقة او حكما بان حرك نفسه فيصير مراجعا بالحركة الثانية ويجب العقر الا الحد لاتحاد المجلس مگر جبکہ زوج نے نکالا پہر داخل کیا دوبارہ خواہ ادخال ثانی حقیقۃ ہو اسطرح کہ آلہ تناسل کو عورت کی شرمگاہ سی جدا کیا پہر داخل کیا یا ادخال حکما ہو اسطرح کہ بلا انفصال حرکت دی بدون اخراج اور ادخال کے تو دونو طرح زوج مراجع ہوگا بسبب دوسری حرکت کے طلاق رجعی مین اور مرد پر عقر واجب ہوگا تین طلاق یا عتق کی تعلیق مین اور حد نہ واجب ہوگی بسبب متحد ہونے مجلس عتق اور وطی کے م اس قول سے شارح نے معراج الدرایہ کے اعتراض کو دفع کیا وسمین یون مذکور ہی کہ تعلیق عتق مین جب کہ آلہ تناسل کو خارج کیا پہر داخل کیا تو چاہئی کہ مرد پر حد زنا واجب آوی اسواسطے کہ یہہ وطی بعد آزاد ہونی لونڈی کے نہ ملک مین واقع ہوئی شبہہ حلت مین بخلاف مسئلہ تعلیق طلاق کے کہ وہان شبہہ حلت کا موجود ہی یعنی عدت شارح نے جواب دیا کہ بسبب اتحاد مجلس کے یہہ فعل ابتدائی نہین ہر وجہ سے کہ حد لازم آوی کذا فی حاشیۃ المدنی لا تطلق الجديدة في قوله للقديمة ان نكحتها اي فلانة عليك فهي طالق اذا نكح فلانة عليها في عدة البائن لان الشرط مشاركتها في القسم ولم يوجد نہ مطلقہ ہوگی منکوحہ جدیدہ منکوحہ قدیمہ کو اسطرح کہنی سے زوج کے کہ اگر مین فلانی سی نکاح کرون تیرے اوپر تو وہ طالق ہی جبکہ نکاح کیا زوج نے فلانی سی قدیمہ پر اوسکی طلاق بائن کی عدت مین یعنی اول قدیمہ کو طلاق بائن دی پہر اوسکی عدت مین جدیدہ سی نکاح کیا تو جدیدہ پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ شرط طلاق جدیدہ کی مشارکت تھی جدیدہ کی قدیمہ کے ساتھ باری مین حالانکہ مشارکت مذکورہ بعد طلاق بائن کے موجود نہین م عدم لزوم قسم کی تعلیل خوب نہین اسواسطے کہ اگر جدیدہ سے سفر مین زوج نکاح کریگا تو بھی طلاق واقع ہوگی حالانکہ سفر مین باری نہین تو عدم بقاء نکاح قدیمہ بہتر تعلیل سے عدم طلاق کی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو نكح في عدة الرجعي او لم يقل عليك طلقت الجديدة ذكره مسكين وقيده في النهر بحثا بما اذا اراد رجعتها والا فلا قسمة لها كما مر اور اگر نکاح کیا جدیدہ سی قدیمہ کی عدت رجعی مین یا زوج نے یون نہ کہا کہ اگر تیرے اوپر نکاح کرون بلکہ یون کہا کہ اگر فلانی سی نکاح کرون تو وہ طالق ہی تو دونو صورتونمین منکوحہ جدیدہ مطلقہ ہوگی مذکور کیا اسکو مسکین نے اور نہر الفائق مین بحث کرکے طلاق مذکور کو مقید کیا ہی قصد رجعت سی یعنی زوج جب قدیمہ سی رجعت کا ارادہ رکھتا ہو تب جدیدہ پر طلاق واقع ہوگی اور اگر ارادہ رجعت کا نہین تو مطلقہ رجعی کی باری نہین چنانچہ باب القسم مین اسکا بیان ہوچکا پہر جب اوسکی باری نہوئی تو جدیدہ مطلقہ بھی نہوگی بسبب عدم شرط کے م عنقریب گذرا کہ سفر مین باری نہین حالانکہ وہان بھی نکاح جائز نہین تو بحث صاحب نہر الفائق کی مندفع ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی قال لها انت طالق ان شاء الله متصلا الا لتنفس او سعال او جشاء او عطاس او ثقل لسان او امساك فم او فاصل مفيد لتاكيد او تكميل او حد او طلاق او نداء كانت طالق يا زانية او يا طالق ان شاء الله صح الاستثناء خانيه کہا زوجہ سی کہ تو طالق ہی انشاء اللہ [illegible] کہ انشاء اللہ کو متصل کہا

ولو شهدا بها وهو لا يذكرها ان كان بحال لا يدري ما يجري على لسانه لغضب جاز له الاعتماد عليهما والا لا بحر اور اگر گواہی دی دو گواہون
نے مشیۃ کی یعنی انشاء اللہ کہنے کی اور زوج کو یاد نہین اوسکا کہنا سو اگر زوج وقت تکلم کے اس حال پر تہا کہ نہین جانتا تہا کہ کیا نکلتا تہا اوسکی زبان سے بسبب
غضب کے تو زوج کو اعتماد کرنا شاہدون کے قول پر جائز ہی اور اگر اوسکو ایسی حالت بیخبری کی نتہی تو اوسکو اونکی قول پر اعتماد کرنا نچاہیئے کذا فی بحر الرائق ویقبل قوله
ان ادعاه وانكرته في ظاهر المروي عن صاحب المذهب وقيل لا يقبل الا ببينة وعليه الاعتماد والفتوى احتياطا لغلبة الفساد
خانیہ اور مقبول ہوگا قول زوج کا اگر وہ مدعی ہو استثنا کا اور منکر ہو اوسکی عورت ظاہر الروایت مین جو مروی ہی صاحب مذہب سے اور قول غیر ظاہر یہہ ہی کہ زوج کا
قول مقبول نہین بدون گواہون کے اور اسی قول پر اعتماد اور فتوی ہی بنابر احتیاط کے بسبب غلبہ فساد زمانہ کے کذا فی الخانیہ یعنی اہل زمانہ مین بسبب شیوع
فسق کے حلال حرام کی امتیاز نہین تو بدون گواہون کے قول زوج پر اعتماد نچاہیئے طحطاوی نے کہا کہ یہہ اگلی زمانہ کا حال تہا ہم اپنی زمانہ کا کیا حال بیان کرین
کہ جاہل کیطرف بعض علماء طمع دنیا سے سائل کو یہی حیلہ سکہلا دیتی ہین تا کہ طلاق نہ واقع ہو بسبب دعوی استثنا کے نستغفر اللہ من شرور انفسنا وقیل ان عرف
بالصلاح فالقول له اور بعض علماء نے یعنی کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر مین کہا کہ اگر زوج معروف بصلاح وتقوی ہو تو اوسیکا قول معتبر ہے
ہم خیر الدین رملی نے منح الغفار کے حاشیہ مین کہا کہ جب دو قول کی ترجیح مین اختلاف پڑی تو ظاہر الروایت کیطرف رجوع کرنا واجب ہی کذا فی حاشیۃ الدر
وحكم من لم يوقف على مشيته فيما ذكر كالانس والجن والملائكة والجدار والحمار كذلك اور حکم اوس شخص کا جسکی مشیت نہین معلوم
ہو سکتی امر مذکور مین یعنی تعلیق بالمشیت مین جیسا کہ آدمی اور جن اور فرشتی اور دیوار اور گدہا ایسا ہی ہی جیسا مشیت خدا کا حکم ہی یعنی اگر زوج زوجہ
سے کہی کہ تو مطلقہ ہی اگر سب آدمی یا جن یا فرشتی چاہین یا دیوار یا گدہا چاہی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطی کہ سب آدمیون کی خواہش معلوم نہین ہو سکتی
اسیطرح جن اور فرشتی کی مشیت معلوم نہین ہو سکتی اور دیوار اور گدہی مین تو مطلق مشیت نہین دیوار سے مراد جمیع جمادات اور گدہی سے مراد جمیع
حیوانات ولو شرك كان شاء الله وشاء زيد لم يقع اصلا اور اگر ملایا مشیت خدا کو ساتھ مشیت اوس شخص کے جسکی مشیت معلوم ہو سکتی ہی مثلا یون
کہا کہ تو مطلقہ ہی اگر چاہا خدا نے اور چاہا زید نے تو طلاق اصلا نہ واقع ہوگی اگرچہ زید چاہی ومثل ان الا وان لم واذا وما وما لم اور مانند ان شرطیہ کے
ہی لفظ الا وان لم اور اذا اور ما اور ما لم کا یعنی اگر زوج نے کہا انت طالق الا ان یشاء اللہ یا یون کہا کہ انت طالق ان لم یشاء اللہ یا یون کہا کہ انت
طالق اذا شاء اللہ یا یون کہا کہ انت طالق ما شاء اللہ یا یون کہا کہ انت طالق ما لم یشاء اللہ تو ان سبتہا لو مین طلاق نہ واقع ہوگی جیسے کہ انشاء اللہ کہنے
سے نہین واقع ہوتی ومن الاستثناء انت طالق لولا ابوك ولولا حسنك ولولا اني احبك فلا يقع خانيه اور استثنا مین سے یہہ قول
ہے کہ انت طالق لولا ابوک یعنی تو مطلقہ ہی اگر تیرا باپ نہوا اور انت طالق لولا حسنک یعنی تو مطلقہ ہی اگر تیرا حسن نہوا اور انت طالق لولا انی احبک یعنی تو مطلقہ
ہی اگر مین تیرا محب نہوتا سو اس قول سے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیہ یہہ قول استثنا مین اسواسطی داخل ہوا کہ کلمہ لولا امتناع جزا پر دلالت کرتا ہی یعنی
طلاق پر بسبب وجود شرط کے ومنه سبحان الله ذكره ابن الهمام في فتواه اور استثنا مین سی ہی سبحان اللہ بیان کیا ہی اسکو کمال الدین بن الہمام
نے اپنی فتوی مین یعنی اگر یون کہے کہ انت طالق سبحان اللہ تو طلاق نہ واقع ہوگی جیسے انشاء اللہ سے نہین ہوتی ہم سبحان اللہ بمعنی استثنا ہونے کی
حلبی محشی نے وجہ بعید بیان کی ہی کہ قنال وغیرہ محشیون کو پسند نہین اور فتح القدیر سے سبحان اللہ کا بمنزلہ استثنا کے ہونا ثابت نہین ہوتا بلکہ خلاف اسکی
متبادر ہوتا ہی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الدر قال انت طالق ثلثا وثلثا ان شاء الله او انت حر وحر ان شاء الله طلقت ثلثا وعتق العبد
عند الامام لان اللفظ الثاني لغو لا وجه لكونه تاكيدا للفصل بالواو بخلاف قوله حر حر او حر وعتيق لانه توكيد او
عطف تفسير فيصح الاستثناء کہا زوج نے کہ تو طالق ہی تین بار اور تین بار اگر چاہا اللہ نے یا مولی نے غلام سی کہا کہ تو حر ہی اور حر ہی اگر چاہا
اللہ نے تو زوجہ مطلقہ ہوگی تین طلاق کر اور غلام آزاد ہوگا نزدیک امام اعظم کے اسواسطی کہ لفظ ثانی یعنی ثلثا اور حر لغو ہی لفظ اول سی کچہہ زیادہ فائدہ آمین
نہین اور لفظ ثانی تاکید بھی نہین ہو سکتا اسواسطی کہ جدائی ہوگئی لفظ اول کو لفظ ثانی سے بسبب واو کے اور تاکید مین جدائی نہین ہوتی تو استثنا صحیحا

نہو الخلاف اس قول کے کہ انتِ حُرٌّ حُرٌّ انشاء اللہ یا انتِ حُرٌّ وعتیقٌ انشاء اللہ اسواسطے کہ قول اول تاکید ہوا اور قول ثانی عطف تفسیری ہو تو استثنا صحیح ہوگا تو
غلام نہ آزاد ہوگا وکذا یقعُ الطلاقُ بقولہ انشاء اللہ انتِ طالقٌ فانہ تطلیقٌ عندہما تعلیقٌ عند ابی یوسف لاتصال المُبطِل بالایجاب فلا یقع
کما لو اخّر وصحّحہ البزازی وفی الخانیۃ علی قول ابی یوسف الفتوی وقیل الخلاف بالعکس وعلی کلٍّ فالمفتی بہ عدم الوقوع اذا قدّم المشیئۃ
ولو وامتٍ بالفاء اور اسیطرح واقع ہوتی ہے طلاق اس قول سے کہ انشاء اللہ انت طالقٌ اسواسطے کہ یہہ قول تطلیق ہے امام اور محمد کے نزدیک اور تعلیق ہی نزدیک
ابی یوسف کے واسطے متصل ہونے مبطل کے ساتھہ ایجاب کے مبطل سے مراد استثنا ہوا اور ایجاب سے مراد انتِ طالقٌ ہو سو جیسے کہ ایجاب باطل ہوا تو طلاق واقع ہوگی
چنانچہ طلاق نہیں واقع ہوتی اگر استثنا مؤخر ہو اسطرح کہ انت طالقٌ انشاء اللہ اور تصحیح کی ہی بزازی نے ابی یوسف کی قول کی اور خانیہ میں ہو کہ ابو یوسف
کے ہی قول پر فتوی ہے اور بعضوں نے کہا کہ خلاف بالعکس ہے یعنی انشاء اللہ انت طالقٌ ابو یوسف کے نزدیک تطلیق ہے اور امام اور محمد کے نزدیک تعلیق اور
ہر تقدیر پر مفتی بہ عدم وقوع طلاق ہے جب کہ مقدم کرے زوج مشیئت کو یعنی انشاء اللہ کو اور حرف جزا میں نہ لاوے ہم شارح نے تصریح کی کہ متن اس
مقام میں خلاف مفتی بہ ہے ولو اتی بہا لم یقع اتفاقاً کما فی البحر والشرنبلالیۃ والقہستانی وغیرہا اور اگر زوج قول مذکور میں فی لاویگا یعنی یون
کہے کہ انشاء اللہ فانتِ طالقٌ تو باتفاق امام اور صاحبین کے طلاق واقع ہوگی چنانچہ بحر الرائق اور شرنبلالیہ اور قہستانی وغیرہا میں مصرح ہے
وثمرتہ فیمن حلف لا یحلف بالطلاق وقالہ حنث علی التعلیق لا الابطال اور ثمرہ اس اختلاف کا اوس شخص کے حق میں ظاہر ہوتا ہو جسنے
قسم کہائی کہ میں طلاق کی قسم نکہاؤنگا اور وہ قول بولا یعنی انشاء اللہ انتِ طالق اوسکی زبان سے نکلا تو اوسکی قسم ٹوٹیگی تعلیق کہنے پر نہ ابطال پر
ہر بحث لہ مستقل ہے تقدیم شرط پر متفرع نہیں چنانچہ نہر الفائق میں قاضی خان سے منقول ہے کہ طلاق مقرون باستثنا یمین ہو یعنی تعلیق ہے
ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک تعلیق نہیں بلکہ ابطال ہو یعنی اصل کلام بسبب استثنا کے باطل ہوگیا کذا فی حاشیۃ المدنی وبانتِ طالقٌ بمشیئۃ
اللہ او بارادتہ او بمحبتہ او برضاہ لا یتعلّق لانّ الباء للالصاق فکان کالصاق الجزاء بالشرط اور اس قول سے کہ تو طالق ہو ساتھہ
مشیئت خدا کے یا ساتھہ ارادہ خدا کے یا ساتھہ محبت خدا کے یا ساتھہ رضا الہی کے طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مشیئت اور ارادہ اور محبت اور رضا
کی بے بمعنی الصاق اور اتصال کے ہے تو یہہ اتصال مثل اتصال جزا کے ہوا ساتھہ شرط کے. تو جیسا کہ شرط اور جزا سے یعنی انت طالق انشاء اللہ سے
طلاق نہیں واقع ہوتی ویسیہی اس قول سے بہی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مشیئت الہی اور ارادہ اور محبت اور رضا امور غیبیہ سے ہیں بشر کو اطلاع
اون پر ممکن نہیں تو بسبب شک کے طلاق کیونکر واقع ہو وان اضافہ ای المذکور من المشیئۃ وغیرہا الی العبد کان ذلک تملیکاً فیقتصر
علی المجلس کما مرّ اور اگر نسبت کیا مذکور سابق کو یعنی مشیئت وغیرہا کو بندہ خدا کیطرف تو یہہ تملیک طلاق ہوگی تو منحصر ہوگی مجلس علم پر چنانچہ فصل مشیئت
میں اسکا بیان ہو چکا یعنی اگر یون کہا کہ تو طالق ہو بمشیئت زید یا بارادہ زید یا بمحبت زید یا برضاء زید تو زید کو اختیار طلاق دینے کا مجلس تک ہے
نہ بعد مجلس کے وان قال بامرہ او بحکمہ او بقضائہ او باذنہ او بعلمہ او بقدرتہ یقع فی الحال اضیف الیہ تعالی او الی العبد اذ یراد بہ
التنجیز عرفاً کقولہ انتِ طالقٌ بحکم القاضی اور اگر زوج نے کہا کہ تو مطلقہ ہو بامر خدا یا بحکم خدا یا بقضاء خدا یا باذن خدا یا بعلم خدا یا بقدرت خدا
تو فی الحال طلاق واقع ہوگی خواہ امور مذکورہ خدا کیطرف منسوب ہون خواہ بندہ کیطرف اسواسطے کہ ایسے قول سے عرف میں تنجیز مراد ہوتی ہے نہ تعلیق
تو گویا مطلب یہہ ہوا کہ تو مطلقہ ہوئی اسواسطے کہ خدا نے طلاق دینے کا امر کیا اور حکم دیا اور اضافت الی العبد کی مثال چنانچہ زوج کا یون کہنا کہ تو طالق ہے
بحکم قاضی یا بامر قاضی یا بعلم قاضی وان قال ذلک باللام یقع فی الوجوہ کلہا لانہا للتعلیل اور اگر الفاظ عشرہ کو یعنی مشیئت وغیرہ اور امر وغیرہ
کو لام کے ساتھہ کہا یعنی یون کہا انتِ طالقٌ لمشیئۃ اللہ او لامرہ تو سب صورتوں میں طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ لام موضوع ہے واسطے تعلیل کے اور علت کا ہونا طلاق کیواسطے نفس الامر میں ضرور نہیں
وان کان ذلک بحرف فی ان اضافہ الی اللہ تعالی لا یقع فی الوجوہ کلہا لانّ فی بمعنی الشرط الا فی العلم فانہ یقع فی الحال وکذا القدرۃ ان نوی بہا ضد العجز لوجودہا
فہما قطعاً کالعلم اور اگر امور عشرہ مذکورہ میں متصل ہو بحرف فی تو اللہ تعالی کیطرف نسبت کی تو طلاق نہ واقع ہوگی سب صورتوں میں اسواسطے کہ فی بمعنی شرط ہے تو انتِ طالقٌ فی مشیئۃ اللہ بجای انت

طالق انشاء اللہ کے ہے مگر لفظ علم میں فی الحال طلاق واقع ہوگی اور اسیطرح قدرت میں اگر نیت کی زوج نے قدرت سے ضد عاجزی کی طلاق واقع ہوگی بسبب موجود ہونے قدرت حق تعالے کے یقینا مانند علم الٰہی کے یعنی اگر یون کہا کہ انت طالق فی علم اللہ یا یون کہا کہ انت طالق فی قدرۃ اللہ تو فی الحال طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ علم الٰہی اور قدرت الٰہی قطعی الوجود ہین اور ہمقادر علیم ہے کسیوقت نفی علم اور قدرت کی متصور نہین تو گویا یہ تعلیق ہوئی امر موجود پر تو فی الحال واقع ہوگی اور اگر زوج نے قدرت سے تقدیر کی نیت کی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حکم مطلق کا ہو شئی کو مقدر کرنا ہے اور کا ہی نہین تو اسصورتمین تعلیق بالمجہول ہوگی کذا فی حاشیۃ الہدایہ

وان اضافہ الی العبد کان تملیکا فی الاربع الاول وما بمعناہا کالہوی والرؤیۃ تعلیقا فی غیرہا وہی ستۃ اور اگر نسبت کی بندہ کیطرف بحرف فی تو تملیک ہوگی پہلے چار امر مین یعنی مشیت اور ارادہ اور محبت اور رضا مین اور جو لفظ کہ انکے ہم معنی ہو جیسا کہ ہوی بمعنی محبت اور خواہش اور روئیت بمعنی روئیت قلبی ... تعلیق ہوگی اُن چار کے غیر مین اور وہ چھ ہین یعنی امر اور حکم اور قضا اور اذن اور علم اور قدرت تو اگر زوج نے یون کہا انت طالق فی مشیۃ زید ... تملیک ... تعلیق کا اختیار ہے اور اگر یون کہا کہ انت طالق فی امر زید تو یہ تعلیق ہے فی العشرۃ

اِمّا ان تضاف للہِ او للعبدِ والعشرۃ اِمّا ان تکون بباءٍ او لامٍ او فی فہی ستون یہ الفاظ عشرہ یا مضاف ہون خدا کیطرف یا عبد کیطرف تو بیس ہوئے اور بیسون تین حال سے خالی نہین یا ساتھ بے کے مستعمل ہون یا لام کے یا فی کے چنانچہ انت طالق بعلم اللہ او لعلم اللہ او فی علم اللہ او بعلم زید او لعلم زید او فی علم زید تو یہ ساٹھ صورتین ہوئین اسواسطے کہ بیس کو تین مین ضرب کرنے سے ساٹھ ہوتے ہین وفی البزازیۃ کتب الطلاق واستثنی بالکتابۃ صح اور بزازیہ مین ہے کہ لکھا زوج نے طلاق کو اور استثنا کیا ساتھ لکھنے کے تو صحیح ہے ہم اس عبارت سے دو صورتین مفہوم ہوئین ایک یہ کہ طلاق اور استثنا کو ساتھ ہی بولے دوسری یہ کہ دونو کو ساتھ ہی لکھے پھر اگر ساٹھ کو دو مین ضرب کیجیے تو ایکسو بیس ہوتے ہین شارح نے اس سے بھی زیادہ ترقی کا ارادہ کیا لہذا کہا وعلی ما مرّ عن العمادیۃ فہی مائۃ وثمانون اور بنا بر اُس قول کے جو عمادیہ سے اس باب مین عنقریب مذکور ہو چکا تو ایکسو اسّی ہوتے ہین ہم عمادیہ مین تین احتمال مذکور ہین ایک یہ ہے کہ طلاق کو بولا اور استثنا کو فوراً لکھا دوسری یہ کہ طلاق کو لکھا اور استثنا کو فوراً بولا تیسری یہ کہ استثنا کو بعد لکھنے کے مٹا ڈالا تو اگر ساٹھ کو تین مین ضرب کیجیے تو ایک سو اسّی ہوتی ہین حلبی محشی نے کہا بلکہ یہان تین سو بیس صورتین ہین اسواسطے کہ الفاظ عشرہ یا مضاف ہون خدا کیطرف یا بندہ کیطرف تو بیس ہوئے اور ہر ایک خالی نہین کہ مستعمل ہو ان شرطیہ سے یا بے سے یا لام یا فی سے تو اسّی ہوئے بیس کو چار مین ضرب کرنے سے اور ہر ایک صورت چار حال سے خالی نہین ایک یہ کہ طلاق اور استثنا دونو ملفوظ ہون دوسری یہ کہ دونو مکتوب ہون تیسری یہ کہ طلاق ملفوظ ہو اور استثنا مکتوب چوتھی یہ کہ طلاق مکتوب ہو اور استثنا ملفوظ تو یہ تین سو بیس ہوئے اسّی کو چار مین ضرب کرنے سے اور شیخ رحمتی محشی نے اٹھتر ہزار ایکسو بیس بلکہ چوراسی ہزار چار سو صورتین ثابت کین ہین وفوق کل ذی علمٍ علیم جسکو روایت تفصیل کا شوق ہو وہ حاشیہ شیخ عابد سندی مدنی کو ملاحظہ کرے مترجم نے خوف طوالت سے ذکر کرنا تفصیل کا ضرور نجانا وفی کیف شاء اللہ تطلق رجعیۃ اور اس قول مین کہ انت طالق کیف شاء اللہ یعنی تو طالق ہے جس کیفیت سے کہ خدا چاہے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ خلاصہ مین مذکور ہے کہ کیفیت باطل ہو گئی بسبب تعلیق بالمشیت کے تو باقی رہ گیا انت طالق تو اس سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی بانتِ طالقٌ ثلثًا الا واحدۃً یقع ثنتان اس قول سے کہ تو طالق ہے تین بار مگر ایکبار نہین دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ استثنا قل کا اکثر سے بلا خلاف جائز ہے یہان سے بحث استثنای تحصیلی کی شروع ہوئی بعد از فراغت استثنای تعلیقی بحر الرائق مین کہا کہ استثنا دو قسم ہے ایک استثنای عرفی دوسرا استثنای وضعی استثنای عرفی مذکور ہو چکا یعنی تعلیق بالمشیت اور استثنای وضعی یہ ہے کہ دو بار یہ استثنای وضعی وہ ہے جو مابعد الا یا اخوات الا کے مذکور ہو اور مابعد الا کا حکم مین مخالف ہے ماقبل الا سے ماقبل الا کو مستثنیٰ منہ کہتے ہین اور مابعد الا کو مستثنیٰ بولتے ہین وفی الا ثنتین یقع واحدۃ اور اس قول مین کہ انت طالق ثلثا الا اثنتین یعنی تجھکو تین طلاق ہین مگر دو تو ایک طلاق واقع ہوگی وفی الا ثلثا یقع ثلث لان استثناء الکل باطل لو کان بلفظ الصدر او مساویہ اور اس قول مین کہ انت طالق ثلثا الا ثلثا یعنی تجھکو تین طلاق ہین مگر تین تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ استثنا کرنا کل کا کل سے باطل ہے اگر بلفظ صدر کلام یعنی مستثنیٰ منہ کے ہو یا معنی مین برابر اوسکے ہو استثنا بلفظ صدر کے مثال اسکی متن مین مذکور ہو چکی یعنے ثلث سے ثلث مستثنیٰ ہو اور مساوی کی یہ مثال ہے کہ انت طالق ثلثا الا واحدۃ وواحدۃ وواحدۃ وان بغیرہما کنسائی طوالق الا ہؤلاء او الا زینب وعمرۃ وہند وعبیدی احرار

الا ہؤلاء او الا نساءً لما وغانماً وراشد وهو الکل صح کما سبق فی الاقرار اور اگر استثنا کل کا بغیر لفظ صدر اور بغیر مساوی ہو چنانچہ نسائی طوالق
الا ہؤلا یعنی میری عورتیں مطلقہ ہیں مگر یہ یا یون کہا کہ نسائی طوالق الا زینب وعمرة وہند یعنی میری عورتیں مطلقہ ہیں مگر زینب اور عمرہ اور ہند اور چنانچہ
عبیدی احرار الا ہؤلا یعنی میرے غلام آزاد ہیں مگر یہ یا یون کہا کہ میرے غلام آزاد ہیں مگر سالم اور غانم اور راشد اور حالانکہ اوسکی عورتیں اور غلام اوتنے
ہی ہیں جتنے کہ اوسنے مذکور کیے تو یہہ استثنا صحیح ہے اگرچہ استثنا کل ہے اسواسطے کہ لفظ نسا عام ہے اگرچہ واقع میں اوسکی کل عورتیں اوتنی ہی ہیں اور لفظ
عبید بھی عام ہے اگرچہ نفس الامر میں اسکی غلام اوتنے ہی ہین چنانچہ کتاب الاقرار میں آویگا ویعتبر فی المستثنی کونه کلا او بعضا من جملة الکلام لا
من جملة الکلام الذی یحکم بصحته وهو الثلث اور مستثنی میں معتبر ہے ہونا اوسکا کل یا بعض مستثنی منہ کا منجملہ مطلق کلام کے نہ منجملہ اوس کلام کے
جسکی صحت پر حکم ہوتا ہے اور وہ تین ہیں یعنی اگر مستثنی منہ زیادہ ہو تین طلاق سے تو اوسی اکثر سے استثنا ہوگا نہ فقط تین سے پس انت طالق عشرا الا تسعا
یقع واحدة تو اس قول میں کہ تو طالق ہے دس بار مگر نو بار ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جب نو کو دس سے گرایا تو ایک باقی رہا اور اگر استثنا تو منجملہ کلام
صحت کے اعتبار کرتے یعنی تین طلاق سے نو استثنا کرتے تو استثنا باطل ہوتا اسواسطے کہ اکثر اقل سے نہیں گر سکتا ولا ثمانیة یقع ثنتان اور اس قول میں
کہ انت طالق عشرا الا ثمانیة یعنی تو طالق ہے دس بار مگر آٹھہ بار دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ اگر دس سے آٹھہ ساقط کیجیے تو دو باقی رہتی ہیں ولا سبعا یقع
ثلث اور اس قول میں کہ انت طالق عشرا الا سبعا یعنی تو طالق ہے دس بار مگر سات بار تین طلاق واقع ہونگی ومتی تعدد الاستثناء بلا واو کان کل اسقاطا
مما یلیه اور جب کہ چند استثنا ہوں بدون واو کے تو ہوگا ہر مستثنی کا اسقاط اپنے متصل سے اور یہی صحیح مذہب نحویوں کا ہے اور اگر چند مستثنی بحرف واو
ہوں تو ہر ایک مستثنی کا اسقاط صدر سے ہوگا چنانچہ انت طالق عشرا الا خمسا والا ثلثا والا واحدة میں ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ خمس اور ثلث اور واحد کا
مجموعہ نو ہیں جب نو کو دس سے گرایا تو ایک باقی رہا کذا فی حاشیة الہدایہ فیقع ثنتان بانت طالق عشرا الا تسعا الا ثمانیة الا سبعة جب مستثنی متعدد
ہو اور کا ضابطہ معلوم ہو تو دو طلاق واقع ہونگی اس قول سے کہ تو طالق ہے دس بار مگر نو مگر آٹھہ مگر سات ہم اسکی دریافت کے دو قاعدے ہیں پہلا قاعدہ یہہ کہ اول
مستثنی کو مستثنی منہ سے ساقط کیا جو باقی رہا اوسکو ثانی مستثنی پر بڑہایا اور ثالث مستثنی کو ثانی سے ساقط کیا وعلی ہذا القیاس آخر تک پہر جو باقی رہا وہی مستثنی مراد
ہے سو مثال مذکور میں اول مستثنی تسعہ ہے اوسکو عشر سے ساقط کیا ایک باقی رہا اوسکو ثانی مستثنی یعنی ثمانیہ پر زیادہ کیا تو تسعہ ہوا پہر اوس سے ثالث یعنی سبعہ
کو ساقط کیا دو باقی رہ گئی لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور میں دو طلاق واقع ہونگی اور دوسرا قاعدہ یہہ کہ مستثنی اخیر کو اوسکے قریب سے ساقط کیا جو باقی رہا
اوسکو اوسکے قریب سے گرایا اسیطرح گراتے گئے مستثنی منہ تک سو مثال مذکور میں اخیر مستثنی سبعہ ہے اوسکو ثمانیہ سے ساقط کیا ایک رہا ایک کو تسعہ سے ساقط کیا آٹھہ رہے
آٹھہ کو عشر سے ساقط کیا دو باقی رہی اسیواسطے شارح نے کہا کہ مثال مذکور میں دو طلاق واقع ہونگی کذا فی حاشیة المدنی ویلزمه خمسة بله علی عشرة
الا تسعة الا ثمانیا الا سبعا الا ستا الا خمسا الا اربعا الا ثلثا الا اثنین الا واحدا اور لازم ہونگے مقر کو پانچ درم اس قول سے کہ مثلا زید نے کہا
کہ خالد کے مجہپر دس درم ہیں مگر نو مگر آٹھہ مگر سات مگر چہ مگر پانچ مگر چار مگر تین مگر دو مگر ایک ہم وجہ اسکی بموجب قاعدہ اولی کے یہہ ہے کہ مستثنی اول
یعنی نو کو دس سے ساقط کیا ایک باقی رہا اوسکو آٹھہ پر بڑہایا نو ہوئے اوس سے سات کو ساقط کیا دو باقی رہے اونکو چہ پر بڑہایا آٹھہ ہوئے اوس سے پانچ کو گرایا
تین باقی رہے اونکو چار پر بڑہایا سات ہوئے اوس سے تین کو گرایا چار باقی رہے اونکو دو پر بڑہایا چہ ہوئے اوس سے ایک کو ساقط کیا پانچ باقی رہ گئے اور بموجب
قاعدہ ثانیہ کے ایک کو ساقط کیا دو سے ایک باقی رہا اوسکو تین سے گرایا دو باقی رہے اونکو چار سے ساقط کیا دو باقی رہے اونکو پانچ سے گرایا تین باقی رہے اونکو
چہ سے گرایا تین باقی رہے اونکو سات سے ساقط کیا چار باقی رہے اونکو آٹھہ سے گرایا چار باقی رہے اونکو نو سے ساقط کیا پانچ باقی رہے اونکو دس سے گرایا پانچ
باقی رہ گئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور میں پانچ درم لازم آتے ہیں باقی رہا تیسرا قاعدہ اسکی دریافت کرنیکا سو اوسکو شارح نے اپنے اگلے قول میں بیان کیا و
طریقہ
تقریبه ان تاخذ العدد الاول بیمینك والثانی بیسارك والثالث بیمینك والرابع بیسارك وهكذا ثم تسقط ما بیسارك
مما بیمینك فما بقی فهو الواقع اور تقریب اسکی دریافت کی یہہ ہے کہ لے عدد اول کو اپنے داہنے ہاتھ میں اور عدد ثانی کو اپنے بائیں ہاتھ میں اور عدد

ثالث کو اپنے داہنے مین اور عدد رابع کو اپنے بائین مین اور اسیطرح لیتا جا ایک داہنے مین اور ایک بائین مین آخر تک پھر ساقط کر بائین ہاتھ کے اعداد کو داہنے ہاتھ کے اعداد سے پھر جسقدر بعد اسقاط کے باقی رہے وہی واقع ہے تو مثال مذکور مین مستثنیٰ اول کو یعنی نو کو داہنے ہاتھ مین لیا اور ثانی کو یعنی آٹھ کو بائین مین لیا پھر ثالث یعنی سات کو داہنے مین لیا اور رابع کو یعنی چھہ کو بائین مین لیا پھر خامس یعنی پانچ کو داہنے مین اور سادس یعنی چار کو بائین مین لیا پھر سابع یعنی تین کو داہنے مین اور ثامن یعنی دو کو بائین مین لیا باقی رہا ایک اوسکو داہنے مین لیا تو داہنے مین نو اور سات اور پانچ اور تین اور ایک مجتمع ہوے جنکا مجموعہ ہوا پچیس اور بائین مین آٹھ اور چھہ اور چار اور دو مجتمع ہوے جنکا مجموعہ ہوا بیس پھر بائین ہاتھ کے اعداد کو یعنی بیس کو داہنے کے اعداد سے یعنی پچیس سے ساقط کیا تو پانچ باقی رہ گئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور کے اقرار سے پانچ درم لازم آتے ہین اخراج بعض التطلیقة لغو بخلاف ایقاعه ایک طلاق کے بعض کو نکالنا بطریق استثنا کے لغو ہے بخلاف اوسکی ایقاع کے یعنی مثلاً نصف طلاق کا واقع کرنا لغو نہین بلکہ نصف سے پوری ایک طلاق واقع ہوگی چنانچہ اول باب مین مذکور ہوچکا لیکن نصف یا ثلث کا استثنا کرنا صحیح نہین فلو قال انت طالق ثلثا الا نصف تطلیقة وقع الثلث فی المختار وعن الثانی ثنتان فتح تو اگر زوج نے کہا کہ تجھکو تین طلاق مین مگر آدھی طلاق تو قول مختار مین تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ بعض طلاق کا استثنا لغو ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ دو ہی طلاق واقع ہونگی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ اونکے نزدیک استثنا بعض کا صحیح ہے مانند ایقاع کے وفی السراجیة انت طالق الا واحدة یقع ثنتان انتهی فکانه استثنی من ثلث مقدر اور سراجیہ مین ہے کہ اس قول مین کہ تو طلاق ہے مگر ایک دو طلاق واقع ہونگی انتہی کلامہ تو گویا استثنا کیا تین سے جو مقدر ہین سألت المرأة الطلاق فقال انت طالق خمسین طلقة فقالت المرأة ثلث تکفینی فقال ثلث لک والبواقی لصواحبک وله ثلث نسوة غیرها تطلق المخاطبة لا غیرها اصلا هو المختار لصیرورة الباقی لغوا فلم یقع بصرفه لصواحبها شیء مانگی عورت نے طلاق سو زوج نے کہا کہ تو طالق ہے پچاس طلاق کر تو عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق کافی ہین سو زوج نے کہا تین طلاق تجھکو اور باقی تیری ساتھ والی سوتون کیواسطے اور حالانکہ اس مرد کے تین عورتین ہین سوای مخاطبہ کے تو مخاطبہ ہی مطلقہ ہوگی نہ اسکے سوا کوئی یہی قول مختار ہے بسبب ہوجانے باقی طلاقون کے لغو یعنی پچاس بعد تین کے باطل ہوگئی تو اوسکی سوتون پر لغو طلاق کے صرف کرنیسے کچھہ نہ واقع ہوگا **فروع** مسائل لمحہ شارح کے فی ایمان الفتح ما لفظه وقد عرف فی الطلاق انه لو قال ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق وقع الثلث واقره المصنف تمہ فتح القدیر کے باب الایمان مین یہ مسئلہ باین لفظ مذکور ہے جیسا کہ شارح نے ذکر کیا یعنی باب الطلاق مین معلوم ہوچکا ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے تو تین طلاق واقع ہونگی دخول سے اگرچہ دخول ایک ہی بار ہو کذا فی حاشیة المدنی اور مصنف نے منح الغفار مین اسکو ثابت رکھا ہے باب الایمان مین ان سکنت هذه البلدة فامرأته طالق فخرج فورا فخلع امرأته ثم سکنها قبل العدة لم تطلق بخلاف فانت طالق فلیحفظ کہا اگر مین رہون اس شہر مین تو اوسکی زوجہ مطلقہ ہے یعنی میری زوجہ پھر فوراً شہر سے نکل گیا پھر اپنی زوجہ سے خلع کیا بعد اسکے اوسی شہر مین آرہا قبل گذرنے عدت مختلعہ کے تو بسبب اس رہنے کے وہ عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ شرط پائی جانی کے وقت وہ عورت اسکی زوجہ نہین کذا فی البحر بخلاف اس مسئلہ کے جبکہ یون کہا اپنی زوجہ کو کہ اگر مین اس شہر مین رہون تو تو مطلقہ ہے پھر فوراً نکل گیا پھر اوس سے خلع کیا پھر اسکے شہر مین آرہا تو مخاطبہ مطلقہ ہوگی تو اسکو یاد رکھنا چاہئے اسواسطے کہ اس صورت مین تعلیق سکنی پر بقید زوجیت نہین بخلاف پہلی صورت کے کذا فی حاشیة المدنی ان تزوجتک وان تزوجتک فانت کذا لم یقع حتی یتزوجها مرتین بخلاف ما لو اخر الجزاء فلیحفظ اگر مین تجھسے نکاح کرون اور اگر مین تجھسے نکاح کرون تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہے تو مخاطبہ پر طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ اوس سے دو بار نکاح کرے بخلاف اسکی وہ صورت ہے کہ اگر جزا کو مؤخر نہ لاوے سو اسکو یاد رکھنا چاہئے یعنی اگر جزا کو شرط پر مقدم کریگا یا درمیان مین لاویگا دو نو شرطون کے تو ایک ہی بار نکاح کرنیسے مخاطبہ مطلقہ ہوگی تقدیم جزا کی مثال انت طالق ان تزوجتک ان تزوجتک توسط جزا کی مثال ان تزوجتک فانت طالق وان تزوجتک کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن النهر والهندیة ان غبت عنک اربعة اشهر فامرک بیدک ثم طلقها فاعتدت فتزوجت ثم عادت للاول ثم غاب اربعة اشهر فلها ان تطلق نفسها ولو اختلعت لا لانه تنجیز والاول تعلیق زوج نے کہا کہ اگر مین تجھسے غائب رہون چار مہینے تو امر تیرا تیرے ہاتھہ مین ہے پھر اوسکو طلاق دی یعنی کمتر تین سے پھر عورت نے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا پھر مطلقہ ہوئی اور

بعد عدت کے زوج اول کے نکاح مین پہر آئی بعد اسکے مرد غائب ہوا چار مہینے تو عورت کو اپنی ذات کو طلاق دینے کا اختیار ہی اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ زوال ملک مبطل تعلیق
نہین اور اگر عورت نے خلع کیا یعنی زوج نے زوجہ کو طلاق مفوض کی بدون تعلیق کے پہر عورت نے خلع کیا تو اختیار طلاق کا عورت کو نہ باقی رہیگا اسواسطے کہ یہہ تنجیز ہے نہ تعلیق یعنی
تفویض منجز دوام النکاح قائم ہی پہر جب نکاح نرہا تو تفویض بھی نرہیگی اور مثال اول تعلیق ہے تو زوال نکاح سے باطل نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی دعاھا للوقاع فابت فقال
حتی یکون فقالت غدا فقال ان لم تفعلی ھذا المراد غدا فانت کذا ثم نسیا حتی مضی الغد لا یقع لما یا زوج نے زوجہ کو واسطے جماع کے بلایا سو زوجہ نے انکار کیا
تو زوج نے کہا یہہ اوسکو کب ہوگا سو عورت نے کہا کہ کل تو مرد نے کہا کہ اگر اس مطلب کو کل نکریگی تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہی پہر زوج اور زوجہ دونوں اوسی بہول گئے یہانتک کہ کل کا
دن گذر گیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ابتدا تعلیق موقت بوقت امکان ہے یہین شرط ہی یہان بسبب نسیان کے اوسکا وقت باقی نرہا اس وجہ سے تعلیق باطل ہوگئی حلف
لا یأتیہا فاستلقی فجاءت فجامعت ان مستیقظا حنث قسم کہائی کہ عورت سے صحبت کریگا پہر چت لیٹا سو عورت آئی اور اوسنے صحبت کی تو اگر مرد حالت
جماع مین جاگتا ہوگا تو حانث ہوگا ان لم اشبعک من الجماع فعلی انزالھا مرد نے عورت سے کہا کہ اگر مین تجہکو آسودہ نکردون جماع سے تو تجہکو طلاق ہی تو یہہ آسودگی
عورت کے انزال پر موقوف ہی اسواسطے آسودگی سے مراد کسر شہوت ہی بسبب جماع کے سو بدون انزال کے نہین ہوتی ان لم اجامعہا الف مرۃ فکذا فعلی المبالغۃ لا العدد
مرد نے کہا کہ اگر مین زوجہ سے ہزار بار جماع نکرون تو وہ مطلقہ ہی تو یہہ محمول مبالغہ اور کثرت جماع پر ہی نہ اس عدد خاص پر خانیہ مین کہا کہ ستر بار کثیر مین داخل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
ان وطئتک فعلی جماع الفرج وان نوی الدوس بالقدم حنث بہ ایضا مرد نے عورت سے کہا کہ اگر مین تیری وطی کرون تجہکو تو طلاق ہے تو یہہ وطی جماع شرمگاہ
پر محمول ہے اسواسطے کہ متبادر وطی سے جماع ہی ہی اور اگر زوج وطی سے قدم سے روندنا اور کچلنا مراد لیگا تو اس معنی سے بہی حانث ہوگا چنانچہ جماع سے لہ امرأۃ
جنب وحائض ونفساء فقال اخبثکن طالق طلقت النفساء ایک مرد ہی کہ عورت اوسکی جنب ہی جماع سے یا احتلام سے اور دوسری حائض ہے اور تیسری نفاس
والی ہے سو اوس مرد نے کہا کہ تم عورتون مین سے گندہ تر اور پلید تر عورت مطلقہ ہی تو نفاس والی عورت پر طلاق واقع ہوگی وفی افحشکن فعلی الحائض اور اگر مرد نے
کہا ان عورتون سے کہ تم مین سے افحش کو طلاق ہے تو حائض پر طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ذکر کیا بعض نے حیض افحش اور معیوب تر ہی نفاس سے کذا فی حاشیۃ المدنی
قال لی الیک حاجۃ فقال امرأتہ طالق ان لم اقضہا فقال ھی ان تطلق امرأتک فلہ ان لا یصدقہ مثلا زید نے کہا خالد سے کہ میری کچہہ حاجت
تیری طرف تو خالد نے کہا کہ اوسکی زوجہ مطلقہ ہی اگر مین قضا اس حاجت نکرون سو زید نے کہا کہ وہ حاجت تو یہی ہی کہ تو اپنی زوجہ کو طلاق دی تو خالد کو جائز ہی کہ زید کی
تصدیق نکرے اسواسطے کہ احتمال دروغگوئی زید کا ممکن ہے شاید کہ اوسکی حاجت کچہہ اور ہو جب اوسنے دیکہا کہ یہہ قسم کہا بیٹہا تو زوج یا زوجہ کی ضرررسانی کیواسطے
یون کہدیا علاوہ اسکے جب زوج اور زوجہ مین وجود شرط کا اختلاف ہو تو زوج ہی کا قول معتبر ہی تو جب تک ثابت ہو اوسکا معتبر ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال لاصحابہ ان لم اذھب بکم اللیلۃ
الی منزلی فامرأتہ کذا فذھب بہم بعض الطریق فاخذھم العسس فحبسہم لا یحنث کہا ایک شخص نے اپنے ساتہیون سے کہ اگر مین نہ لیجاؤن تمکو آج کی
رات اپنے گہر کیطرف تو اوسکی عورت مطلقہ ہی سو اونکو لیچلا تہوڑی راہ تو پکڑا اوسکو کوتوال نے اور قید کر رکہا سبکو اوسکے گہر تک نہ پہونچ سکے تو وہ شخص حانث
نہوگا طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ تعلیق لیجانے پر تہی نہ گہر مین داخل کرنیکی سو لیجانا متحقق ہو چکا ان خرجت من الدار الا باذنی فخرجت لحریقہا
لا یحنث کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر تو گہر سے نکلیگی بدون حکم میرے تو تو طالق ہی پہر عورت نکلی بسبب آگ لگنے گہر کے تو زوج حانث نہوگا اور یہی حال ہے خوف انہدام
در خوف غرق اور خوف ڈاکے کا اسواسطے کہ بنا یمین عرف پر ہے اور ایسے امور عرف مین یمین سے مستثنی ہوتے ہین حلف لا یرجع ثم رجع لشیء نسیہ
لا یحنث قسم کہائی شہر یا گہر سے نکلتے کہ پلٹیگا پہر پلٹا کسی بہولی چیز کے لینے کے واسطے تو حانث نہوگا ان لم تجئی بفلان او ان لم تردی ثوبی الساعۃ فانت
طالق فجاء فلان من جانب آخر بنفسہ او اخذ الثوب قبل دفعہا لا یحنث کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر تو فلانے شخص کو نہ لاویگی تو تو طالق ہے یا یون کہا
کہ اگر تو میرا کپڑا اسی دم نہ پہیر دیگی تو تو طالق ہے پہر فلانا شخص خود آگیا دوسری طرف سے یا زوج نے فورا اپنا کپڑا لیلیا عورت کے دینے سے پہلے تو حانث نہوگا کذا ان
لم ادفع الیک الدینار الذی علی الی رأس الشہر فکذا فابرأتہ قبل الشہر بطل الیمین اسیطرح حانث نہوگا اس قول مین کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر
مین تجہکو ندون وہ اشرفی جو مجہپر قرض ہے فلانے مہینے کے شروع تک تو تو طالق ہے پہر زوجہ نے وہ اشرفی زوج کو معاف کر دی اوس مہینے کے آنے سے پہلے تو میرا

باطل ہو گئی طلاق نہ واقع ہو گی حلف لیخرجن ساکن دارہ الیوم والساکن ظالم فان لم یمکنہ اخراجہ فالیمین علی التلفظ باللسان قسم کھائی کہ مقرر نکالیگا اپنے گھر سے رہنے والیکو آج کے دن اور رہنے والا اوسکے گھر کا مرد ظالم ہے سو اگر گھر والیکو اوسکا نکالنا ممکن نہو تو یہ یمین یعنی اوسی قسم فقط زبان کے بولنے پر ہے یعنی زبان سے یون کہے کہ مین نے تجھکو اپنے گھر سے نکالا تو حانث نہوگا یبقی ما یکتب فی التعالیق متی نقلہا او تزوج علیہا او ابرأتہ من کذا او من باقی صداقہا فلو دفع لہا الکل ہل تبطل الظاہر لا لتصریحہم بصحۃ براءۃ الاسقاط والرجوع بما دفعہ باقی رہا کلام اوسمین جو تعالیق مین لکھا جاتا ہے کہ جب زوج زوجہ کو شہر سے باہر لیجائیگا یا اوسپر دوسرا نکاح کریگا یا کہ زوجہ زوج کو فلانے قرض سے ابرا کریگا یا باقی مہر سے ابرا کرے تو زوجہ مطلقہ ہے سو اگر زوج زوجہ کو کل قرض یا سب باقی مہر دیدے تو آیا تعلیق براءۃ کی باطل ہو گی یا نہین جواب ظاہر یہی ہے کہ زوجہ کے دینے سے تعلیق نہ باطل ہو گی اسواسطے کہ فقہا نے مصرح کیا ہے کہ بعد وصول دین کے بھی براءۃ اسقاط صحیح ہے اور جو دیا ہے اوسکا پھیر لینا درست ہے مترجم تعالیق سے مراد وہ وثائق ہین جو عقد نکاح کیوقت شروط لکھی جاتی ہین براءۃ اسقاط یہ ہے کہ دائن مدیون کو اپنا دین معاف کر دے اپنا حق اوسکی گردن سے ساقط کرے سو براءۃ اسقاط قبل وصول دین کے بھی ہوتی ہے اور بعد وصول کے بھی لیکن مدیون بعد براءۃ اسقاط کے جو دیا تھا دائن سے پھیر سکتا ہے اسواسطے کہ وہ براءۃ سے فارغ الذمہ ہو گیا پھر جب براءۃ بعد وصول کے بھی صحیح ہوئی تو تعلیق براءۃ کی کیونکر باطل ہو گی تو بعد براءۃ کے طلاق واقع ہو گی حلف باللہ انہ لم یدخل ہذہ الدار الیوم ثم قال عبدہ حر ان لم یکن دخل الیوم لا کفارۃ ولا یعتق عبدہ اما للصدق او لانہا غموس ولا مدخل للقضاء فی الیمین باللہ ایک شخص نے قسم کھائی اللہ کی کہ وہ داخل نہین ہوا اوس گھر مین آج پھر بولا کہ اوسکا غلام آزاد ہے اگر آج اس گھر مین نہ داخل ہوا ہو تو اوسپر کفارہ قسم کا نہ لازم آویگا اور اوسکا غلام بھی نہ آزاد ہو گا کفارہ نہ لازم آویگا یا بسبب صدق اوس شخص کے یعنی عدم دخول دار کے یا اس سبب سے کہ وہ قسم غموس ہے اور غموس مین گناہ ہے کفارہ نہین اور قاضی کے حکم کو کچھ دخل نہین خدا کی قسم مین خلاصہ یہ ہے کہ یہ دونو قسمین متناقض ہین اگر ایک مین صادق ہو گا تو بالضرور دوسری مین کاذب ہو گا اور آزادی غلام [illegible] مین صادق ہوا اور پہلی قسم مین باللہ ہے اور اوسمین قاضی کے حکم کو دخل نہین پھر یہ دوسری قسم مین قاضی کے اوسکا صادق یا کاذب ہونا کیونکر ثابت ہو منہا اسمسئلہ مین نہ کفارہ ہے نہ عتق حتی لو کانت یمینہ الاولی بعتق او طلاق حنث فی الیمینین لدخولہما فی القضاء یہانتک کہ اگر اوسکی پہلی قسم عتق یا طلاق کی ہو گی تو وہ شخص دونو قسمون مین حانث ہو گا بسبب داخل ہونے دونو یمین کے قاضی کے حکم مین باقی بیان اسکا باب عتق البعض مین انشاء اللہ آویگا اخذت من مالہ درہما فاشترت بہ لحما وخلطہ اللحام بدراہمہ وقال زوجہا ان لم تردیہ الیوم فانت کذا فحیلتہا ان تأخذ کیس اللحام وتسلمہ للزوج ولو ضاع عن اللحام فما لم یعلم انہ اذیب او سقط فی البحر لا یحنث لیا زوجہ نے زوج کے مال سے ایک درم پھر اوس سے گوشت مول لیا اور قصاب نے اوس درم کو اپنے درمون مین ملا ڈالا اور اوسکے زوج نے کہا کہ اگر اوسی درم کو آج نہ پھیر لاویگی تو تو طالق ہے تو تدبیر اوسکی یہ ہے کہ عورت قصاب کی تھیلی جسمین وہ درم داخل ہے لا دے اور زوج کو دیوے اور اگر وہ درم قصاب سے ضائع ہوا تو جبتک یہ معلوم نہو کہ وہی درم پگھلا ڈالا گیا یا دریا مین گر گیا تو زوج حانث نہو گا اسواسطے کہ اوسکا پھر ملنا ممکن ہے بخلاف اذابت اور سقوط فی البحر کے حلف ان لم اکن الیوم فی العالم او فی ہذہ الدنیا فکذا فحبس ولو فی بیت حتی مضی الیوم قسم کھائی کہ اگر ہونہین آج جہان مین یا اس دنیا مین تو اوسکی زوجہ مطلقہ ہے تو وہ شخص محبوس کیا جاوے اگرچہ کسی گھر ہی مین قید رہے یہانتک کہ وہ دن گذر جاوے تو جبکہ وہ قید ہو گا حانث نہو گا طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ حق تعالی نے قرآن مجید مین حبس پر نفی من الارض کا اطلاق کیا ہے چنانچہ فرمایا او ینفوا من الارض تو گویا وہ حبس سے دنیا مین موجود نہ رہا اس مسئلہ مین عرف کا اعتبار نہین طحطاوی نے کہا کہ شارح کو کہنا تھا ان لم اکن کے ان اکن کہنا واجب تھا اسواسطے کہ تعلیق وجود حالف پر ہے نہ عدم پر مترجم نے اسیواسطے ترجمہ مضارع مثبت کا کیا نہ منفی کا ولو حلف ان لم یخرب بیت فلان غدا فقید ومنع حتی مضی الغد حنث ہو المختار اور اگر قسم کھائی کہ اگر مین نہ ویران کرون فلانے کے گھر کو کل تو ایسا ہو پھر اوسکے پاؤن مین بیڑیان ڈالی گئین اور روکا گیا ویران کرنے سے تو وہ حانث ہو گا یہی قول مختار ہے فتوی کیواسطے کذا ان لم اخرج من ہذہ المنزل فقید وان لم اذہب بک الی منزلی فاخذہا فہربت منہ وان لم تحضری اللیلۃ منزلی فکذا فمنعہا ابوہا حنث فی المختار اسیطرح حانث ہو گا جسنے یون کہا کہ اگر مین نہ نکلون اس گھر سے تو ایسا ہو پھر اوسکی بیڑیان ڈالی گئین یا یون کہا اپنی زوجہ سے کہ اگر مین تجھکو اپنے گھر نہ لیجاؤن تو ایسا ہو پھر اوس عورت کو پکڑا اسو وہ اوس سے چھوٹ بھاگی یا یون کہا عورت سے کہ اگر تو حاضر نہو گی آج کی رات

میرے گھر میں تو ایسا ہوگا پہر اوسکے باپ نے اوسکو نہ دیا تو اس صورت میں مرد حانث ہوگا قول مختار میں اسواسطے کہ متقید کرنا اوسمنع کرنا اکراہ ہے یعنی زبردستی ہے اور اکراہ کی تاثیر فعل میں ہوتی ہے نہ عدم فعل میں اور ان مسائل میں تعلیق عدم فعل پر ہوئی ہے تو اسمیں اکراہ کی تاثیر نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف لا اسکن فاغلق الباب وقید لا یحنث فی المختار بخلاف اس مسئلہ کے کہ کہا میں نہ سکونت کرونگا اس گھر میں پہر دروازہ بند کرلیا گیا یا اوس شخص کے پاؤن میں بیڑیان ڈالی گئین تو حانث نہوگا قول مختار میں اسواسطے کہ شرط حنث کی فعل ہے یعنی سکونت کرنا اور اکراہ کی تاثیر فعل میں ثابت ہے قلت قال ابن الشحنۃ والاصل انہ متی عجز عن شرط الحنث حنث فی العدمی لا الوجودی شارح کہتا ہے میں کہتا ہون کہ ابن شحنہ نے کہا کہ قاعدہ کلیہ حنث اور عدم حنث کا یہ ہے کہ جب قسم کھانیوالا عاجز ہوا شرط حنث سے تو حانث ہوگا امر عدمی میں نہ امر وجودی میں یعنی جب قسم ٹوٹنا مترتب ہو عدم شی پر نہ وجود پر چنانچہ عدم حضور اور عدم ذہاب مسائل سابقہ میں تو عاجز ہونیسے حانث ہوگا اور اگر قسم ٹوٹنا امر وجودی پر مرتب ہے چنانچہ دخول ان وخلت میں اور سکونت لا اسکن میں تو بسبب عاجز ہونیکے حانث نہوگا قال فی النہر ومفادہ الحنث فیمن حلف لیؤدین الیوم دینہ فعجز لفقرہ وفقد من یقرضہ خلافا لما بحثہ فی البحر فتدبر کہا نہر الفائق میں اور استفادہ ہوتا ہے اس اصل سے حانث ہونا اوس شخص کے حق میں جسنے قسم کہائی کہ مقرر ادا کرونگا آجکے دن اپنے دین کو پہر وہ عاجز ہوگیا بسبب اپنی محتاجی کے اور مفقود ہونے اوس شخص کے جو اوسکو قرض دے بخلاف اوس بحث کے جو بحر الرائق میں ہے سو غور اور تامل کر اس مقام میں ھم قائل اس کلام کا بسبب عجز کے اسواسطے حانث ہوا کہ شرط حنث کی امر عدمی ہے یعنی عدم ادای دین بحر الرائق میں کہا کہ قنیہ میں ثابت ہے کہ جب محلوف علیہ سے عاجز ہوا اور یمین موقت ہو تو یمین باطل ہو جاتی ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ مثال مذکور میں جب ادای دین سے عاجز ہو تو یمین باطل ہو یعنی جب یمین باطل ہوئی تو حانث بھی نہوگا انتہی کلامہ حالانکہ قول قنیہ کا مطلق نہیں بلکہ اوس صورت پر محمول ہے جبکہ شرط حنث کی وجودی ہو اور یہان عدمی ہے صاحب نہر نے کہا کہ یہہ مقام لائق تمام کے ہے تو بیان خبردار رہنا لہذا شارح نے تدبر اور تامل کرنیکو فرمایا

باب طلاق المریض

یہہ باب ہے طلاق مریض کے احکام میں جبکہ مصنف نے طلاق تندرست سے اور اقسام طلاق سے یعنی تنجیز اور تعلیق اور صریح اور کنایہ سے فراغت پائی تو اب طلاق مریض کی شروع کی عنونہ بہ لاصالتہ مصنف نے شروع اس باب کے طلاق مریض کو تعبیر کیا بسبب اوسکی اصالت کے یعنی مقصود بالذات اسمین احکام مریض ہی کے ہین اور احکام مقتول وغیرہ کے بالتبع ہین ویقال لہ الفار لفرارہ من ارثہا فیرد علیہ قصدہ الی تمام عدتہا وقد یکون الفرار منہا کما سیجیء اور طلاق دینے والے مریض کو فار بہی کہتے ہین یعنی بہاگنے والا بسبب اوسکے بہاگنے کے عورت کی وراثت سے یعنی مرض الموت میں اسواسطے عورت کو طلاق دیتا ہے تاکہ وہ اوسکے مال کی وارث نہو تو مردود ہوگا اوسپر ارادہ اوسکا تمامی عدت تک یعنی اوسکے فرار کا کچھہ اثر نہوگا عدت تک اوسکی وارث ہوگی اور گاہی فرار عورتکی طرف سے ہوتا ہے چنانچہ اسی باب میں اوسکا ذکر بھی آویگا من غالب حالہ الہلاک بمرض او غیرہ بان اضناہ مرض عجزہ عن اقامۃ مصالحہ خارج البیت ہو الاصح کعجز الفقیہ عن الاتیان الی المسجد وعجز السوقی عن الاتیان الی دکانہ وفی حقہا ان تعجز عن مصالحہا داخلہ کما فی البزازیۃ جو شخص کہ غالب حال اوسکا ہلاکی ہے مرض سے یا غیر مرض سے اسطرحپر کہ توڑدیا اور لٹادالا اوسکو بیماری نے اتنا کہ عاجز ہوگیا اوسکے سبب سے اپنی مصالح کی اقامت سے گھر کے باہر یعنی بیماری سے باہر کے کاربار ضروری نہین کرسکتا یہی قول تعریف مریض مین اصح ہے چنانچہ عاجز ہوجانا فقیہ مدرس کا مسجد کے جانیسے اور عاجز ہونا مرد بازاری کا اپنی دوکان کے جانیسے اور عورت کے حق میں حد مرض کی یہہ ہے کہ وہ عاجز ہوجائے گہر کے اندر کے کاروبار سے یعنی پکانے اور گہر جہاڑنیسے کذا فی البزازیہ ومفادہ انہا لو قدرت علی نحو الطبخ دون صعود السطح لم تکن مریضۃ قال فی النہر وہو الظاہر اور مستفاد ہوتا ہے تعریف مذکور سے کہ اگر عورت قادر ہو پکانے وغیرہ پر نہ چہت کے چڑہنے پر تو وہ مریض نہوگی نہر الفائق میں کہا کہ یہی قول ظاہر ہے قلت وفی اخر وصایا المجتبی المرض المعتبر المضنی المبیح لصلوتہ قاعدا والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعدہ فی الفراش کالصحیح ثم رمز شیخ حد التطاول سنۃ انتہی میں کہتا ہون کہ مجتبی کی کتاب الوصایا کے آخر میں یون ہے کہ بیماری خطرناک جو معتبر ہے فار ہونیمین سو وہ ہے جسکے سبب سے مباح ہوجاوے نماز پڑہنا بیٹھہ کر اور جسکو بیماری نے بٹھلادیا اور جسکو فالج کی بیماری ہوئی یعنی آدہا دہڑ رہگیا ہو اور جسکو سل کی بیماری ہے جبکہ وہ بیماری پرانی ہوجائے اور اوسکو بستر پر نہ ڈالی تو یہہ تینون بیمار مانند تندرست اور صحیح کے ہین پہر رمز کی شیخ نے کہ حد تطاول مرض کی ایک سال ہے انتہی کلام المجتبے فتاوی عالمگیری میں ہے حد تطاول کی شیخ تمرتاشی سے منقول ہے اور وقعات میں شمس الدین سرخسی سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ المفلوج والمسلول والمقعد مادام یزداد کالمریض اور قنیہ میں ہے کہ مفلوج اور مسلول اور مقعد جبتک

باب طلاق المریض

یہہ بیماریان بڑہتی جاتی ہون مانند مریض کے ہین فتاوی عالمگیری مین ہے کہ جبتک ان بیماریون پر مرض کی ترقی ہے تو مریض کی مانند ہین اور جب ترقی موقوف ہوگئی تو مانند صحیح
ہین او بارز رجلا اقوی منه او قدم لیقتل من قصاص او رجم او بقی علی لوح من السفینة او افترسه سبع و بقی فی فیه فار بالطلاق خبر من یا جو علیلی کی
کا اسطرح ہو کہ جنگ کرے اپنے سے زیادہ زور آور مرد سے یا پیش کیا گیا ہو قتل کرنے کے واسطے خون کے بدلے سے یا سنگسار ہین یا باقی رہ گیا ہو ایک تختہ پر کشتی کے تختون سے
یا پکڑا ہو اسکو درندہ جانور نے اور اوسکے منہ مین بچ رہا ہو تو ایسا شخص فار بالطلاق ہے اسکو طلاق دینا جائز نہین اسواسطے کہ عورت کا حق اسکے مال مین متعلق ہوچکا شارح نے
لکہا کہ فار بالطلاق خبر ہے من غالب حاله الہلاک کی یعنی جس شخص کا غالب حال ہلاکت کا ہو خواہ بیماری سے خواہ قوی تر کی جنگ سے خواہ تقدیم قتل وغیرہ سے وہ فار ہے ولا یصح تبرعه

الا من الثلث اور صحیح نہین ہے عطا کرنا تہائی مال سے تبرع ہے وار عقود وغیرہ لازمہ ہے وقف یا نکاح کرنا زیادہ مہر مثل سے فلو ابانها و هی من اهل المیراث علم
باهلیتها ام لا کان اسلمت او عتقت و لم یعلم مورثا سے عورت کو طلاق بائن دی اور عورت اہل تہی میراث کی یعنی حرہ مسلمہ تہی زوجہ کی المیت کو جانتا ہو یا نجانتا
ہو چنانچہ اسکی زوجہ کتابیہ مسلمان ہوگئی یا اوسکی زوجہ لونڈی تہی آزاد ہوگئی اور زوج کو اوسکا اسلام یا آزاد ہونا معلوم نہوا طائعا بلا رضاها فلو اکره او رضیت لم
ترث طلاق بائن دی اپنی خوشی بدون رضامندی زوجہ کے تو اگر طلاق مین زبردستی ہوئی زوجہ کی زوج پر یا کہ عورت راضی ہوگئی اپنی طلاق سے تو وارث نہوگی
اسواسطے کہ عورت نے اپنا حق آپ قطع کیا اور یہہ مراد نہین کہ غیر زوجہ کا اکراہ مبطل ہے وراثت کا اسواسطے کہ اس صورت مین عورت کا کچہ قصور نہین کذا فی حاشیة المدنی لہذا
مترجم نے ترجمہ مین اکراہ زوجہ کی قید زیادہ کی ولو اکرهت علی رضاها او جامعها ابنه مکرهة ورثت اور اگر عورت پر جبر ہوا اوسکے راضی ہونے پر یعنی عورت
سے بزبردستی طلاق کا سوال کروایا یا زوج کے بیٹے نے زبردستی عورت سے صحبت کی تو عورت وارث ہوگی اسواسطے کہ جبر مین رضامندی نہین وهو کذلک بذلک الحال
و مات فیه فلو صح ثم مات فی عدتها لم ترث اور حال یہ کہ زوج طلاق دینے والا ویسا ہی بیمار اوسی حال سے بنا رہا اور اوسی مرض مین مرگیا تو اگر زوج بعد طلاق کے
تندرست ہوگیا پہر زوجہ کی عدت مین مرگیا تو زوجہ نہ وارث ہوگی اوسکی بذلک السبب موته او بغیره کان یقتل المریض او یموت بجهة اخری فی العدة المدخولة
ورثت هی منه لا هو منها لرضاه باسقاط حقه اسی مرض ہی کے سبب سے موت ہو زوج کی یا اسکے سوا جیسے کہ مریض قتل کر ڈالا جاوے یا کسی اور جہت سے مرجاوے عدت مین
مدخولہ کی تو عورت مطلقہ وارث ہوگی زوج کی اور اگر عورت مرگئی تو زوج اوسکا وارث نہوگا بسبب راضی ہونے زوج کے اپنے اسقاط حق سے ہم ہتن
مین مدخولہ قید ہے جزا ہے شرط کی یعنی فلو ابانها کی تو متن کا خلاصہ مطلب یہہ ہوا کہ اگر طلاق بائن دیگا اپنی خوشی اور اوسکی بیماری مین عدت کے اندر مرجاویگا تو عورت مطلقہ
اوسکی وارث ہوگی موت اوسکی اوسی بیماری سے ہو یا کسی اور وجہ سے اور مدخولہ کی قید سے خلوت والی عورت نکل گئی اسواسطے کہ ہر چند اوسپر عدت واجب ہے لیکن وہ وارث
نہین ہوتی و عند احمد ترث بعد العدة ما لم تتزوج باخر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک زوجہ فار کی وارث ہوگی بعد عدت کے بہی جبتک دوسرے زوج سے نکاح
نکرے اور یہی مذہب ہے اسحق اور ابن ابی لیلے کا اور امام مالک کے نزدیک اگرچہ وہ ازواج سے نکاح کرلیگی تو بہی وارث ہوگی کذا فی حاشیة المدنی و کذا ترث طالبة رجعیة او
الطلاق فقط طلقت بائنا او ثلثا لان الرجعی لا یزیل النکاح حتی حل وطیها و یتوارثان فی العدة مطلقا اور اسیطرح وارث ہوگی رجعی طلاق یا فقط طلاق
کی چاہنے والی جو مطلقہ ہوگئی ایک طلاق بائن کر یا تین طلاق کر اسواسطے کہ طلاق رجعی نکاح کو زائل نہین کرتی یہانتک کہ وطی اوسکی حلال ہے اور زوجین ایک دوسرے کے وارث
ہونگے بیچ عدت کے اندر ہر طرح سے یعنی خواہ صحت مین طلاق رجعی دی ہو خواہ بیماری مین اور اگر عدت منقضی ہوگئی تو نکاح زائل ہوگا و تکفی اهلیتها للارث وقت
الموت بخلاف البائن اور کفایت کرتی ہے اہلیت عورت کی وراثت کیواسطے زوج کی موت کے وقت بخلاف بائن کے کہ اوسمین طلاق اور موت دونو وقتون اہلیت وراثت
کی شرط ہے و کذا ترث مبانة قبلت او طاوعت ابن زوجها فی المرض بعد بینونتها اور اسیطرح وارث ہوگی مطلقہ بائنہ جسنے بوسہ لیا اپنی زوج کے بیٹے کا یا خوشی
سے اوس سے صحبت ہوئی ہو اسواسطے کہ فرقت آئی بسبب طلاق بائن دینے زوج کے یعنی اول جدائی زوج کیطرف سے ہوئی نہ زوجہ کیطرف سے تو تقبیل یا وطی زوجہ کی مبطل وراثت کی
نہوگی و من لاعنها فی مرضه او آلی منها مریضا کذلک ای ترث لما مر اور جسنے لعان کیا اپنی عورت سے اپنی بیماری مین یا ایلا کیا اوس سے حالت بیماری مین
اوسکا بہی ایسا ہی حکم ہے یعنی عورت وارث ہوگی زوج کی چنانچہ اسکی وجہ مذکور ہوچکی یعنی فرقت مرد کیطرف سے ہوئی نہ عورت کیطرف سے و ان آلی فی صحته و بانت
به ای بالایلاء فی مرضه او ابانها فی مرضه فصح فمات او ابانها فارتدت فاسلمت فمات لا ترثه لانه لا بد ان یکون المرض الذی طلقها

فیہ مرض الموت فاذا صح تبین انہ لم یکن مرض الموت اور اگر ایلا کیا زوج نے اپنی صحت میں اور جدا ہو گئی عورت بسبب انقضاء مدت ایلا کے اوسکے مرض میں تو وارث
نہوگی یا زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اپنی بیماری میں پھر وہ تندرست ہوا پھر مرگیا یا عورت کو طلاق بائن دی بیماری میں پھر عورت مرتد ہو گئی پھر اسلام لائی پھر زوج مرگیا
عدت میں تو عورت وارث نہوگی زوج کی در صورت صحت اسواسطے وارث نہوگی کہ وراثت مطلقہ میں بحصر وہ ہے کہ جس مرض میں زوج نے اوسکو طلاق دی ہے وہ مرض الموت
ہو پھر جب کہ بعد مرض کے وہ تندرست ہوگیا تو ظاہر ہوگیا کہ وہ مرض جسمین طلاق واقع ہوئی مرض الموت نتھا والاهلیۃ فی البائن ان تستمر اهلیتها للارث من وقت
الطلاق الی وقت الموت حتی لو کانت کتابیۃ او مملوکۃ وقت الطلاق ثم اسلمت او اعتقت لم ترث اور در صورت ارتداد اسواسطے وارث نہوگی کہ ضرور
ہے طلاق بائن میں کہ اہلیت وراثت کی عورت میں برابر ثابت رہے طلاق کے وقت سے موت کیوقت تک یہانتک کہ اگر عورت کتابیہ یا مملوکہ ہو طلاق کیوقت پھر اسلام لاوے
کتابیہ یا آزاد کیجاے مملوکہ تو وارث نہوگی اسواسطے کہ اسلام اور آزادی وقت طلاق سے موت تک برابر ثابت نہیں تو دونوں میں اہلیت وراثت کی بالاستمرار ثابت نہی
اسواسطے کہ کفر اور مملوکیت مانع ہے وراثت کی کما لا ترث لو طلقها رجعیا او لو تطلیقها فطاوعت او قبلت ابنہ لمجیئ الفرقۃ منها چنانچہ عورت وارث نہیں
ہوتی اگر زوج نے اوسکو طلاق رجعی دی یا ندی پھر عورت نے زوج کے بیٹے کو اپنے اوپر بخوشی قادر کیا یا اوسکا بوسہ لیا اسواسطے وارث نہوگی کہ فرقت اوسیکی طرف سے آئی
او ابانها بامرها قید بہ لانها لو ابانت نفسها فاجاز ورثت عملا بالاجازۃ قنیہ یا زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اوسکے کہنے سے تو وارث نہوگی مصنف
اور عورت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر عورت نے خود اپنی ذات کو طلاق بائن دی پھر زوج نے اوسکو جائز رکھا اپنی مرض میں تو عورت وارث ہوگی زوج کی اجازت پر عمل کرنیسے
کذا فی القنیہ یعنی اس صورتمین زوال نکاح مرد کی اجازت سے ہوا نہ عورت کی طلاق پر او اختلعت منہ او اختارت نفسها ولو ببلوغ وعتق وجب وعنۃ لم
ترث لرضاها یا خلع کیا عورت نے زوج سے یا اپنی ذات کو اختیار اگرچہ خیار نفس بسبب بلوغ عورت کے اور آزادی کے اور زوج کے مقطوع الذکر ہونیکے اور نامرد ہونیکے
وارث نہوگی اپنی رضامندی کے سبب سے یعنی ان سب صورتونمین عورت نے جدائی بخوشی چاہی لہذا وارث نہوگی ولو کان الزوج محصورا او محبوسا او فی صف
القتال ومثلہ حال فشو الطاعون اشباہ او قائما بمصالحہ خارج البیت مشتکیا من الم او محموما او محبوسا بقصاص او رجم لا ترث
لغلبۃ السلامۃ اور اگر زوج مقید ہو بسبب حبس کے یا صف قتال میں ہو اور یہی حال ہے کثرت وبا کا کذا فی الاشباہ یا یہ کہ زوج گھر کے باہر اپنے کاروبار ضروری کرتا ہو
بحالت دردمندی یا یہ کہ زوج کو تپ رہتی ہو یا یہ کہ محبوس ہو بعلت قصاص یا رجم کے تو عورت وارث نہوگی اگر ان حالات میں مطلقہ ہوئی اور زوج عدت ہی میں مرگیا بسبب
غلبہ سلامتی کے ان حالات میں والحامل لا تکون فارۃ الا بتلبسها بالمخاض وهو الطلق لانها حینئذ کالمریضۃ وعند مالک اذا تم لها ستۃ اشهر
اور حاملہ فارہ نہیں ہوتی مگر جبوقت لاحق ہونے دردزہ کے اسواسطے کہ وہ اسوقت میں مانند مریضہ کے ہے یعنی گھر کا کام نہیں کرسکتی اور امام مالک کے نزدیک جبکہ اوسکو
چھ مہینے پوری ہو جاوین تب فارہ ہوتی ہے مخاض یعنی طلق ہے یعنی دردزہ اذا علق المریض طلاقها البائن بفعل اجنبی ای غیر الزوجین ولو ولدها
منہ او بمجیئ الوقت والحال ان التعلیق والشرط فی مرضہ او علق طلاقها بفعل نفسہ وهما فی المرض او الشرط فقط فیہ او علق بفعلها
ولا بد لها منہ طبعا او شرعا کاکل وکلام ابوین وهما فی المرض او الشرط فیہ فقط ورثت لفرارہ جب کہ معلق کیا مریض نے عورت کی طلاق بائن
کو اجنبی کے فعل پر مراد اجنبی سے وہ شخص ہے جو زوج اور زوجہ کے سوا ہو اگرچہ یہ شخص غیر اوس عورت کا بیٹا ہو زوج سے یا معلق کیا طلاق بائن کو وقت کے آنے پر
مثلا ابتداء محرم پر اور حالانکہ تعلیق اور شرط یعنی اجنبی اور محرم کا آنا اوسکی بیماری میں ہوئی یا معلق کیا اوسکی طلاق کو اپنی ذات کے فعل پر اور حالانکہ تعلیق
اور فعل ذات مرض میں ہوئی یا فقط شرط ہی مرض میں ہوئی یا معلق کیا طلاق کو عورت کے فعل پر اور حالانکہ اوس فعل سے عورت کو چارہ نہیں یعنی ضروری ہے
خواہ باعتبار طبیعت بشری کے خواہ باعتبار شریعت کے چنانچہ کھانا اور ماں باپ سے بات کرنا اور حالانکہ دونوں یعنی تعلیق اور شرط مرض میں ہوئی یا فقط شرط مرض میں ہوئی تو ان سب
صورتونمین عورت وارث ہوگی بسبب فرار زوج کے ومنہ ما فی البدایع ان لم اطلقک او ان لم اتزوج علیک فانت طالق ثلثا فلم یفعل حتی مات
ورثتہ ولو ماتت هی لم یرثها اور از قسم فرار ہے وہ صورت جو بدائع میں ہے کہ اگر میں تجھکو طلاق نہ دوں یا تیرے اوپر دوسرا نکاح نکروں تو تجھکو طلاق ہے تین بار
پھر زوج نے اسکو نہ کیا یعنی تطلیق یا تزوج نکیا یہانتک کہ وہ مرگیا تو عورت اوسکی وارث ہوگی اور اگر اس صورتمین عورت مرگئی تو زوج اوسکا وارث نہوگا اسواسطے کہ

بسبب ترک طلاق اور زوج کے اپنے اسقاط حق پر راضی ہوا اور فی غیرہا لا ترث وہو ما اذا کانا فی الصحۃ او التعلیق فقط او بفعلہا ولہا منہ بُدٌّ اور
ان صورتون کے غیر مین وارث نہوگی اور وہ غیر وہ ہے جبکہ تعلیق اور شرط دونو صحت مین ہون خواہ تعلیق اجنبی کے فعل پر ہو خواہ وقت کے آنے پر خواہ زوج یا زوجہ
کے فعل پر یا فقط تعلیق صحت مین ہو یا تعلیق ہو عورت کے فعل پر اور حالانکہ وہ فعل اوسکو لا بد نہین خواہ تعلیق اور شرط دونو مرض مین ہون خواہ تعلیق صحت مین ہو
اور شرط مرض مین وحاصلہا ستۃ عشر لان التعلیق اما بمجیء وقت او بفعل اجنبی او بفعلہ او بفعلہا وکل وجہ علی اربعۃ لان التعلیق والشرط
اما فی الصحۃ او المرض او احدہما وقد علم حکمہا خلاصہ اسکا یہ ہے کہ سولہ صورتین ہین اسواسطے کہ تعلیق طلاق کی یا وقت کے آنے پر ہے یا اجنبی کے فعل پر یا زوج کے
فعل پر یا عورت کے فعل پر تو یہہ چار صورتین ہوئین اور ہر وجہ چار وجہ پر ہے اسواسطے کہ تعلیق اور شرط یا صحت مین ہین یا مرض مین یا ایک صحت مین اور دوسرا مرض مین
یعنی تعلیق صحت مین اور شرط مرض مین یا شرط صحت مین اور تعلیق مرض مین تو یہہ سولہ صورتین ہوگئین چار کو چار مین ضرب کرنے سے اور ان سب کا حکم معلوم ہوچکا حکم ہر
صورت کا کہ چند صورتون مین عورت وارث ہے اور باقی صورتون مین نہین تفصیل وجوہ مذکورہ کے احکام کی یون ہے پہلی صورت یہہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر اور
تعلیق اور فعل اجنبی مرض مین ہوئی تو عورت وارث ہوگی ۲ صورت یہہ کہ تعلیق اور فعل مذکور صحت مین ہوئی تو وارث نہوگی ۳ صورت یہہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر
لیکن تعلیق ہوئی صحت مین اور شرط مرض مین تو وارث نہوگی ۴ یہہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین تو بھی وارث نہوگی ۵
یہہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط دونو مرض مین ہوئی تو وارث ہوگی ۶ یہہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط صحت مین ہوئی تو وارث
نہوگی ۷ ساتوین یہہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق صحت مین ہوئی اور شرط مرض مین تو وارث نہوگی ۸ یہہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق ہوئی مرض
مین اور شرط صحت مین تو بھی وارث نہوگی ۹ یہہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط دونو مرض مین ہوئی تو وارث ہوگی ۱۰ یہہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق
اور شرط صحت مین ہوئی تو وارث نہوگی ۱۱ یہہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت مین اور شرط مرض مین تو وارث ہوگی ۱۲ یہہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر
مگر تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین تو وارث نہوگی ۱۳ یہہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق و شرط دونو مرض مین ہوئی تو وارث ہوگی ۱۴
یہہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت مین ہوئی تو وارث نہوگی ۱۵ یہہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین تو وارث
نہوگی ۱۶ یہہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت مین اور شرط مرض مین تو وارث نہوگی کذا فی حاشیۃ الدرر فی قال لہا فی صحتہ ان شئت انا وفلان

فانت طالق ثلثا ثم مرض فشاء الزوج والاجنبی الطلاق معا او شاء الزوج ثم الاجنبی ثم مات الزوج لا ترث کما زوج نے زوجہ سے اپنی صحت
مین کہا کہ اگر مین چاہونگا اور فلانا شخص چاہیگا تو تو طالق ہے تین بار پھر بیمار ہوا زوج پھر چاہا زوج اور اجنبی نے طلاق کو ساتھ ہی یا کہ اول زوج نے چاہا بعد اسکے اجنبی نے
پھر زوج مر گیا تو عورت نہ وارث ہوگی وان شاء الاجنبی اولا ثم الزوج ورثت کذا فی الخانیۃ والفرق لا یخفی اذ بمشیۃ الاجنبی اولا صار
الطلاق معلقا علی فعلہ فقط اور اگر چاہا طلاق کو اجنبی نے پہلے پھر زوج نے چاہا تو عورت وارث ہوگی کذا فی الخانیہ اور فرق دونو صورتون مین پوشیدہ نہین
اسواسطے کہ اجنبی کے اول خواہش کرنے سے طلاق معلق ہوگئی فقط زوج کے فعل پر یعنی تمامی علت طلاق کی زوج ہی کے فعل پر ہوئی بخلاف اول صورت کے کہ اسمین
مشیت زوج کی جزو ہی علت کی نہ تمامی علت کی تصادقا ای المریض مرض الموت والزوجۃ علی ثلث فی الصحۃ وعلی مضی العدۃ ثم اقر لہا بدین
او عین او اوصی لہا بشیء فلہا الاقل منہ ای مما اقر او اوصی ومن المیراث للتہمۃ مرض الموت والے بیمار نے اور زوجہ نے اتفاق کیا
صحت کی تین طلاق پر اور انقضاء عدت پر پھر زوج نے اقرار کیا عورت کے دین کا یا سوای نقد کے کسی جنس کا یا زوج نے وصیت کی عورت کیواسطے کسی چیز کی
تو عورت کو اقرار یا وصیت اور میراث سے جو کمتر ہوگا وہ ملیگا یعنی اگر اقرار یا وصیت کا مال کمتر ہے میراث سے تو اقرار یا وصیت والا مال عورت پاویگی اور اگر میراث
عورت کی کمتر ہے اقرار یا وصیت کے مال سے تو میراث ہی پاویگی کمتر مال ملیگا بسبب اس تہمت کے کہ شاید عورت طلاق کو اسواسطے اظہار کرتی ہو تاکہ اقرار یا وصیت اسکو
واسطے صحیح ہو تاکہ میراث سے زیادہ پاوی اور اقرار یا وصیت وارث کے حق مین صحیح نہین اور احتمال ہے کہ زوجہ کی محبت سے زوج اسکا موافق ہوگیا ہو اور قدر میراث
مین کچھ تہمت نہین لہذا کمتر مال عورت کے واسطے مقرر ہوگیا وتعتد من وقت اقرارہ بہ یفتی اور عورت کی عدت شروع ہوگی وقت اقرار زوج سے اسی پر فتوی ہے

ولو مات بعد مضیها فلها جمیع ما اقر او اوصی کذا فی العتابیہ اور اگر مرگیا زوج بعد انقضاء عدت کے وقت اقرار سے تو عورت سب مال کو پاویگی جسکا زوج نے اقرار کیا
یا وصیت کی کذا فی العتابیہ اسواسطے کہ بعد عدت کے وہ وارث نہین رہی اجنبی ہوگئی تو اقرار یا وصیت اوسکے حق مین صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو لم یکن بمرض موته
صح اقراره ووصیته ولو کذبته لم یصح اقراره کذا فی شرح المجمع اور اگر تصادق اور اتفاق زوجین زوجہ کے مرض الموت مین نہوا تو صحیح ہوگا اقرار اوسکا اور وصیت
اوسکی اور اگر زوج نے صحت مین دعوی طلاق اور انقضاء عدت کا کیا اور عورت نے اوسکی تکذیب کی تو نہ صحیح ہوگا اقرار اوسکا کذا فی شرح المجمع اور اسیطرح وصیت بھی

الفصولین

صحیح نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الفصولین ادعت علیه مریضا انه ابانها فجحد وحلفه القاضی فحلف ثم صدقته ومات ترثه لو صدقته قبل
موته لا لو بعده اور فصولین مین ہے کہ دعوی کیا عورت نے زوج پر اوسکی بیماری کی حالت مین کہ اوسنے عورت کو طلاق بائن دی ہے سو زوج نے اوسکا انکار کیا اور قسم لی اوس سے
قاضی نے سو اوسنے قسم کہائی طلاق نہ دینے پر پہر عورت نے عدم تطلیق مین زوج کی تصدیق کی اور زوج مرگیا تو عورت وارث ہوگی زوج کی اگر اوسنے تصدیق زوج کی کی اوسکے
مرنے سے پہلے اور اگر اوسکی موت کے بعد تصدیق کی تو وارث نہوگی کمن طلقت ثلثا بامرها فی مرضه ثم اوصی لها او اقر لها فلها الاقل مسئلہ تصادق کا حکم
مانند اوس عورت کے ہے جو مطلقہ ہوئی تین طلاق کہ اپنے امر سے زوج کی بیماری مین بعد اسکے زوج نے اوسکے واسطے وصیت کی یا اقرار دین کیا تو عورت کمتر مال ملیگا یعنی اگر وصیت
کمتر ہے میراث سے تو وصیت کا مال پاویگی اور اگر میراث کمتر ہے وصیت سے تو میراث پاویگی قال صحیح لامرأتیه احدکما طالق ثم بین الطلاق فی مرضه الذی مات
فیه فی احدهما صار فارا بالبیان فترث منه کما فی مفاده انه لو حلف صحیحا وحنث مریضا فبینه فی احدهما صار فارا ولم اره ثم رأیته نصا کہا
ایک تندرست نے اپنی دو عورتون سے کہ ایک تم مین سے طالق ہے پہر طلاق کی تصریح اور تعیین کر دی ایک عورت مین اپنے مرض کے اندر جسمین مرگیا تو ہوگیا زوج فار بسبب بیان
کے تو عورت اوسکی وارث ہوگی کذا فی الکافی اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر قسم کہائی یعنی تعلیق کی زوج نے صحت مین اور حانث ہوا یعنی شرط واقع ہوئی مرض مین
پہر تعلیق مبہم کا بیان کر دیا ایک عورت مین تو زوج فار ہوگا اور اس مسئلہ قسم کو کتب فقہ مین مین نے نہین دیکہا کذا فی النہر الفائق ولا یشترط علمه ای الزوج
باهلیتها ای المرأة للمیراث فلو طلقها بائنا فی مرضه وقد کان سیدها اعتقها قبله او کانت کتابیة فاسلمت لم یعلم به کان فارا فترثه
ظهیریة اور شرط نہین علم زوج کا ساتہہ اہلیت عورت کے واسطے میراث کے سو اگر زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اپنی بیماری مین اور حالانکہ عورت کے آقا نے
اوسکو آزاد کیا تہا قبل طلاق کے یا کہ عورت کتابیہ تہی سو مسلمان ہوگئی اور زوج کو اوسکی آزادی یا اسلام کا علم نہوا تو بہی زوج فار ہوگا تو عورت اوسکی وارث ہوگی
کذا فی الظہیریہ بخلاف ما لو قال لامته انت حرة غدا وقال الزوج انت طالق ثلثا بعد غد ان علم بکلام المولی کان فارا والا بان لا یعلم لا ترثه نهایة
بخلاف مسابق کے یہ صورت ہے کہ مالک نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تو آزاد ہے کل اور اوس لونڈی کے زوج نے کہا کہ تجہکو تین طلاق ہین پرسون اگر زوج کو کلام مولی کا
علم ہو تو فار ہوگا یعنی زوجہ وارث ہوگی اور اگر اوسکو کلام مولی کا علم نہوا تو عورت وارث نہوگی کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ وقت تعلیق طلاق کے اوسکو علم نہتہا تو ابطال
حق کا قصد اوسکی طرف سے ثابت نہوا اگرچہ عورت اہل میراث کی ہوچکی تہی قبل نزول طلاق کے ولو علقه بعتقها او بمرضه او وکله به وهو صحیح فاوقعه حال
مرضه قادرا علی عزله کان فارا اور اگر زوج نے معلق کیا طلاق کو عورت کے آزاد ہونے پر یا اپنی بیماری پر یا وکیل کیا زوج نے کسی شخص کو اپنی زوجہ کی تطلیق
اپنی حالت صحت مین سو وکیل نے طلاق کو زوج کی بیماری مین واقع کیا حالانکہ زوج قادر تہا وکیل کے معزول کرنے پر تو زوج فار ہوگا تینون صورتون مین عورت
وارث ہوگی ولو باشرت المرأة سبب الفرقة وهی والحال انها مریضة وماتت قبل انقضاء عدتها ورثها الزوج کما اذا وقعت الفرقة
بینهما باختیارها نفسها فی خیار البلوغ والعتق او بتقبیلها او مطاوعتها ابن زوجها وهی مریضة لانها من قبلها ولذا لم یکن طلاقا
اور اگر عورت خود مرتکب ہوئی فرقت کے سبب کی اور حالانکہ وہ بیمار تہی اور مرگئی قبل اپنی انقضاء عدت کے تو زوج اوسکا وارث ہوگا چنانچہ جسوقت فرقت واقع
ہوئی دونون مین بسبب اختیار کرنے عورت کے اپنی ذات کو خیار بلوغ مین اور خیار عتق مین یا کہ جدائی ہوئی بسبب بوسہ لینے عورت کے ابن زوج کا یا اوسکی مطاوعت سے
اپنی بیماری کیحالت مین زوج باوجود جدائی کے اسواسطے وارث ہوگا کہ ان مسائل مین فرقت عورت ہی کیطرف سے ہوئی اور اسیواسطے یہہ جدائی طلاق نہین
کیونکہ عورت طلاق کی مالک نہین بلکہ یہہ جدائی فسخ ہے بخلاف وقوع الفرقة بینهما بالجب والعنة واللعان فانه لا یرثها علی ما فی الخانیة والفتح

عن الجامع وجزم به فی الکافی قال فی البحر فکان هو المذهب لانها طلاق فکانت مضافة الیه وقیل قائله الزیلعی هو کالاول فیرثها بخلاف
واقع ہونے فرقت کے دونون مین بسبب مقطوع الذکر ہونے کے اور نامردی اور لعان کے کہ ان صورتون مین زوجہ وارث نہوگا زوجہ کا بنابر روایت خانیہ اور فتح القدیر کے جامع سے
اور عدم وراثت پر یقین کیا ہے کافی مین بحر الرائق مین کہا تو یہی مذہب ٹھہرا اسواسطے کہ یہہ فرقت طلاق ہے تو زوج ہی کیطرف منسوب ہوگی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ یہہ فرقت
بھی مثل پہلی فرقت کے ہے تو زوجہ اس فرقت مین بھی وارث ہوگا مانند قول اول کے اور اس قول ضعیف کا قائل زیلعی ہے ولو ارتدت ثم ماتت او لحقت
بدار الحرب فان کانت الردة فی المرض ورثها زوجها استحسانا اور اگر عورت مرتد ہوگئی اور دار الحرب مین جا ملی تو اگر ارتداد اوسکا مرض مین ہوا
تو زوج اوسکا وارث ہوگا باعتبار دلیل استحسان کے اور قیاس مقتضی ہے عدم وراثت کو اسواسطے کہ مسلم اور کافر مین وراثت نہین وان ارتدت فی الصحة لا یرثها
بخلاف ردته فانها فی معنی مرض موته فیرثه مطلقا ولو ارتدا معا فان اسلمت هی ورثته والا لا خانیه اور اگر عورت بیماری مین مرتد نہین
ہوئی اسطرح کہ صحت مین مرتد ہوئی تو زوج اوسکا وارث نہوگا بخلاف ارتداد زوج کے اسواسطے کہ زوج کا ارتداد بجای اوسکے مرض الموت کے ہے اسواسطے کہ مرد اگر
ارتداد سے توبہ نکرے تو قتل ہوتا ہے تو عورت مرتد کی وارث ہوگی ہر طرح سے خواہ وہ بیماری مین مرتد ہوا خواہ صحت مین اور اگر زوج اور زوجہ دونو ساتھ ہی مرتد ہوئے
پھر اگر عورت مسلمان ہوئی تو وارث ہوگی اور اگر زوجہ مسلمان ہوگا تو وارث نہوگا کذا فی الخانیہ قال آخر امرأة اتزوجها طالق ثلثا فنکح امرأة ثم اخری
ثم مات الزوج طلقت الاخری عند التزوج ولا یصیر فارا خلافا لهما لان الموت معرف واتصافه بالاخرية من وقت الشرط فیثبت
مستندا کمینا ایکمرد نے کہا کہ پچھلی عورت جس سے مین نکاح کرون وہ مطلقہ ہے تین بار سو اوسنے نکاح کیا ایک عورت سے پھر دوسری عورت سے نکاح کیا پھر زوج مرگیا تو مطلقہ
ہوگی دوسری عورت نکاح کے ساتھ ہی اور زوج فار نہوگا تو وہ عورت وارث نہوگی بخلاف صاحبین کے اسواسطے کہ موت معرف ہے یعنی زوج کی موت سے یہہ معلوم ہوا
کہ پچھلی عورت منکوحہ یہی دوسری عورت ہے اور متصف ہونا تزوج ثانی کا بوصف آخریت شرط کے وقت سے ہوا یعنی تزوج کے وقت سے تو طلاق ثابت ہوگی وقت
تزوج سے مستند ہوکر خلاصہ یہہ کہ امام کے نزدیک طلاق واقع ہوئی تزوج ثانی کیوقت اور اوسوقت زوج بیمار نتھا لہذا دوسری عورت وارث نہوگی اور صاحبین کے نزدیک
طلاق واقع ہوگی موت کے نزدیک لہذا وارث ہوگی **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے ابانها فی مرضه ثم قال لها اذا تزوجتك فانت طالق ثلثا فتزوجها
فی العدة ومات فی مرضه لم ترث لانها فی عدة مستقبلة وقد حصل التزوج بفعلها فلم یکن فرارا خلافا لمحمد خانیه زوج نے طلاق بائن دی زوجہ
کو اپنی مرض موت مین پھر کہا اوس سے کہ جب مین تجھسے نکاح کرون تو تو طالق ہے تین طلاق کر پھر اوس سے نکاح کیا عدت مین اور مرگیا اپنی مرض مین تو وہ وارث
نہوگی اسواسطے کہ وہ عدت مستقبلہ مین ہوگئی اور البتہ تزوج ثانی عورت کے فعل سے ہوا تو یہہ فرار نہوا بخلاف محمد کے کذا فی الخانیہ یعنی طلاق بائن کے سبب سے پہلے عدت
بسبب نکاح ثانی کے باطل ہوگئی اب عورت پر بسبب نکاح ثانی اور وقوع طلاق ثانی کے دوسری جدی عدت واجب ہوئی پھر جب پہلی عدت باطل ہوگئی تو وراثت
کیونکر ثابت ہوگی اسواسطے کہ وراثت فار کی عدت تک منحصر ہے اور یہہ ممکن نہین کہ عدت ثانیہ مین وہ وارث ہوسکے اسواسطے کہ ابطال عدت کا عورت ہی کی رضا سے ہوا
تو زوج پر فرار ثابت نہوگا کذبها الورثة بعد موته فی الطلاق فی مرضه فالقول لها کقولها طلقنی وهو نائم وقالوا فی الیقظة ولوالجیه
جھوٹلایا عورت کو وارثون نے بعد موت زوج کے اوسکی بیماری کی طلاق دینے مین یعنی زوج کے وارثون نے کہا کہ زوج نے اپنی مرض مین اوسکو طلاق نہین
دی عورت کا دعوی غلط ہے تو اس صورت مین عورت ہی کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اسکا قول اس دعوی مین معتبر ہے کہ زوج نے مجھکو طلاق دی حالانکہ وہ سوتا تھا اور
وارثون نے کہا کہ جاگتے مین طلاق دی کذا فی الولوالجیہ طلقها فی المرض ومات بعد العدة فالمشکل من متاع البیت لوارث الزوج لصیرورتها
اجنبیة بخلافه فی العدة جامع الفصولین طلاق دی زوج نے زوجہ کو مرض مین اور مرگیا بعد عدت کے تو مشکل اسباب گھر کا زوج کے وارث کا ہوگا بسبب
بیگانہ ہوجانے عورت مطلقہ کے بعد انقضای عدت کے بخلاف اسکے کہ اگر زوج عدت مین مرگیا تو عورت وارث ہوگی اور مشکل اسباب اوسکے قبضہ مین ہوگا تو عورت
ہی کا قول اسوقت معتبر ہوگا کذا فی جامع الفصولین مشکل اسباب سے وہ اسباب مراد ہے کہ مرد اور عورت دونو کے مناسب حال ہو جیسے نقد اور توشک اور لحاف
خلاصہ یہہ کہ جب بعد عدت کے زوج مرگیا تو عورت وارث نہوگی تو جو اسباب کہ مرد کے مناسب حال ہوگا مانند کتب اور اسلحہ کے اسمین زوج کے وارثون کا قول معتبر ہوگا اور جو اسباب کہ عورت کے

مناسب حال ہوگا اوسمین عورت کا قول معتبر ہوگا اور جو اسباب کہ دونوں کے مناسب حال ہے اوسکو شارح نے مشکل کہا سو زوج کے وارثوں کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ✦

باب الرجعۃ بالفتح وتکسر یتعدی ولا یتعدی یہ باب ہے رجعت کا رجعت کی ر کو فتح ہے اور اسکو کسرہ بھی ثابت ہے اور لفظ رجعت کا متعدی بنفسہ ہوتا ہے اور کاہے بنفسہ متعدی نہیں ہوتا بلکہ بواسطہ حرف الی کے متعدی ہوتا ہے رجعت کو بعد طلاق کے اسواسطے ذکر کیا کہ رجعت مشروع ہے واسطے رفع طلاق کے اور رافع نہیں ہوتا مگر بعد وقوع کے هی استدامۃ الملک القائم بلا عوض ما دامت فی العدۃ ای عدۃ الدخول حقیقۃ اذ لا رجعۃ فی عدۃ الخلوۃ ابن الکمال اصطلاح فقہا میں رجعت عبارت ہے طلب دوام ملکیت استمتاع سے جو قائم ہے نکاح سے بدون عوض کے جب تک کہ مطلقہ عدت میں ہے اور مراد عدت سے عدت دخول کی ہے نی الحقیقت یعنی وطی کی عدت اسواسطے کہ خلوت کی عدت میں رجعت نہیں کذا ذکرہ ابن الکمال رجعت کو استدامت ملک قائم کہا اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا فامسکوھن بمعروف یعنی رکھو مطلقات کو دستور کے موافق اور امساک عبارت ہے استدامت ملک قائم سے نہ اعادہ زائل سے اور بلا عوض کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ رجعت میں مال دینے کی حاجت نہیں اسواسطے کہ تصرف ہے اپنی ملک قائم میں بلکہ اگر رجعت میں کچھ مال مشروط ہوگا تو زوج پر اوسکا دینا واجب نہوگا کذا فی المعراج اور ثبوت رجعت میں بقاء عدت کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد انقضاء عدت کے رجعت نہیں بسبب باقی رہنے زوجیت کے بعد عدت کے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی البزازیۃ ادعی الوطی بعد الدخول وانکرت فلہ الرجعۃ لا فی عکسہ اور بزازیہ میں ہے کہ زوج نے دعوی کیا وطی کا بعد دخول کے اور عورت نے وطی کا انکار کیا تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے نہ اسکو بالعکس میں یعنی اگر عورت وطی کی مدعی ہو اور زوج منکر ہو تو زوج کو رجعت کا اختیار نہیں اسواسطے کہ انکار وطی سے حق رجعت کا ساقط ہوگیا وتصح مع اکراہ و ھزل ولعب وخطاء اور صحیح ہے رجعت ساتھ جبر اور بیہودگی اور کھیل اور چوک کے ھم ہزل نقیض جد کی اور قاموس میں ہے کہ لعب ضد ہے جد کی تو ہزل اور لعب مرادف ٹھہرے اور خطا کی صورت یہ کہ زوج اور کچھ کلام کیا چاہتا تھا اور اوسکے منہ سے نکل گیا کہ میں نے اپنی زوجہ سے رجعت کی تو بھی رجعت صحیح ہوگی بنحو متعلق باستدامۃ راجعتک ورددتک ومسکتک بلا نیۃ لانہ صریح استدامت ملک ثابت ہوتی ہے مانند لفظ راجعتک کے یعنی میں نے تجھسے رجعت کی اور لفظ رددتک سے یعنی میں نے تجھکو پھیرا اور لفظ مسکتک سے یعنی میں نے تجھکو رکھا ان الفاظ ثلثہ سے رجعت قولی صحیح ہے بدون نیت کے بھی اسواسطے کہ یہ الفاظ ثلثہ صریح ہیں رجعت میں اور صریح میں حاجت نیت کی نہیں اور کنایات رجعت سے یہ قول ہے کہ انت عندی کما کنت کہ تو میری نزدیک ویسی ہے جیسی کہ تھی وانت امراتی یعنی تو میری عورت ہے تو ان الفاظ سے بدون نیت کے رجعت صحیح نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الحموی وبالفعل مع الکراھۃ بکل ما یوجب حرمۃ المصاھرۃ کمس ولو منھا اختلاسا او نائما او مکرھا او مجنونا او معتوھا ان صدقھا ھو او ورثتہ بعد موتہ جوھرۃ اور صحیح ہے رجعت فعل سے ساتھ کراہت کے رجعت فعلی ہر اوس فعل سے صحیح ہے جو موجب ہے حرمت مصاہرت کا مانند مساس یا تقبیل کے اگرچہ مساس عورت ہی کیطرف سے بطور چوری ہو یا ایسا کہ زوج سوتا ہو یا کہ اوسپر زبردستی ہوئی ہو یا کہ دیوانہ یا کہ بیہوش ہو بشرطیکہ بعد خواب یا اکراہ کے یا ہوشیار ہونیکے زوج عورت کی تصدیق کرے یعنی یوں کہے کہ عورت نے مجھکو بشہوت مساس کیا یا وارث زوج کے بعد موت زوج کے عورت کی تصدیق کریں کذا فی الجوہرہ تو اس فعل سے ان حالات میں رجعت ثابت ہوگی اسواسطے کہ رضامندی رجعت میں مشروط نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وتصح رجعۃ المجنون بالفعل بزازیہ اور رجعت دیوانہ کی ساتھ فعل کے ہے کذا فی البزازیہ یعنی جب زوج نے حالت صحت عقل میں زوجہ کو طلاق دی پھر دیوانہ ہوگیا تو اوسکی رجعت فعلی صحیح ہے اسواسطے کہ اقوال مجنون کے لغو میں لائق اعتبار کے نہیں وتصح بتزوجھا فی العدۃ بہ یفتی جوھرۃ اور صحیح ہے رجعت عورت کے نکاح سے عدت میں اسی پر فتوی ہے کذا فی الجوہرہ صحت رجعت بلفظ تزوج یہ مذہب ہے امام محمد کا خلافا للشیخین ووطئھا ولو فی الدبر علی المعتمد لانہ لا یخلو عن مس بشھوۃ اور صحیح ہے رجعت مطلقہ کی وطی سے اگرچہ وطی مقعد میں ہو بنابر قول معتمد کے اسواسطے کہ وطی مقعد کی بشہوت کے مساس سے خالی نہیں ان لم یطلق بائنا فان ابانھا فلا رجعۃ صحیح ہے اگر زوج نے طلاق بائن نہیں دی اور اگر عورت کو طلاق بائن دی تو پھر رجعت نہیں ہوسکتی مگر عورت کی رضامندی سے اور نکاح جدید سے ولو قال ابطلت رجعتی او لا رجعۃ لی فلہ الرجعۃ بلا عوض اگر طلاق بائن نہیں دی تو رجعت صحیح ہے اگرچہ عورت انکار کرے یا کہ زوج یوں کہے کہ میں نے اپنی رجعت کو باطل کردیا یا یوں کہے کہ رجعت میری واسطے نہیں تو بھی زوج کو رجعت کا اختیار ہے بدون عوض کے اسواسطے کہ رجعت باطل کرنا یا اوسکی نفی کرنا خلاف مشروع ہے لہذا صحیح نہوگا ولو سمی مالا یجعل زیادۃ فی المہر نھر لان اور اگر زوج نے کچھ مال معین کیا رجعت میں یعنی یوں کہا کہ میں نے تجھسے رجعت کی بدلے ہزار درم کے تو آیا یہ مال مسمی مہر

کی زیادتی مین قرار دیا جائیگا یا نہین جواب اس سوال کا یہہ ہے کہ بیان دو قولون مین ایک تو لین درست ہے اور دوسرے قول مین نہین ویتعجل المؤجل بالرجعي ولا يتأجل
برجعتها خلاصہ اور مہر موجل معجل ہوجاتا ہے بسبب طلاق رجعی کے اور موجل نہین ہوتا بسبب رجعت کرنے عورت کے کذا فی الخلاصہ صورت اوسکی یہہ ہے کہ نکاح کیا عورت
سے مہر موجل پر یعنی مدت والے مہر پر اور مہر کی مدت ٹھہرائی طلاق یا موت جو اونسے قریب تر ہو پہر عورت کو طلاق رجعی دی تو اقرب مدت پائی گئی یعنی طلاق تو مدت
مہر کی ساقط ہوگئی تو مہر معجل ہوگیا بسبب طلاق کے یعنی شتابی بلا مدت اوسکا ادا کرنا لازم ہوا پہر جب بعد طلاق کے رجعت کی تو مہر موجل نہوگا یعنی مہر کی مدت پہر عود نکریگی
اسواسطے کہ مدت ساقط ہوچکی بسبب طلاق کے اور جو ساقط ہوتا ہے وہ پہر عود نہین کرتا کذا فی حاشیۃ المدنی و فی الصیرفیۃ لا یکون المؤجل حالا حتی تنقضی العدۃ
اور صیرفیہ مین یون ہے کہ مہر مدت والا فی الحال واجب الادا نہین ہوتا بسبب طلاق رجعی کے جبتک اوسکی عدت نہ منقضی ہوجاوے ہم ظاہر عبارت صیرفیہ کی مخالف ہے
خلاصہ کے اور شاید کہ توفیق دونون قولون مین یون ہے کہ خلاصہ کی عبارت اوس صورت پر محمول ہے جبکہ مدت مہر کی طلاق ہو اور صیرفیہ کی عبارت اوس صورت پر
محمول ہے جبکہ مدت مہر کی فراق زوجین ہو واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی وندب اعلامها بها لئلا تنكح غيره بعد العدة فان نكحت فرق بينهما وان
دخل شمنی اور مستحب ہے خبر دینا عورت کو رجعت کی یعنی زوج عورت کو رجعت کرنیکی اطلاع کر دے تاکہ وہ نکاح نکرے بعد عدت کے زوج کے سوا کسی شخص سے سو
اگر زوج نے رجعت کی خبر نکی اور عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا تو جدائی کروائی جاویگی دونون مین یعنی عورت اور زوج ثانی مین اگرچہ اوسنے وطی بہی کی ہو کذا
ذکرہ الشمنی ہم جدائی اسواسطے ہوگی کہ وہ منکوحہ ہے زوج اول کی تو نکاح ثانی فاسد ہوا پہر اگر زوج ثانی نے وطی کی تو اوسکو مہر مثل دینا لازم آویگا اور عورت بعد عدت کے
زوج اول یا [illegible] رجوع کریگی بلا اعادہ نکاح کذا فی حاشیۃ المدنی وندب الاشهاد ولو بعد الرجعة بالفعل اور مستحب ہے گواہ کرنا دو عادل شاہدون کا
اگرچہ رجعت فعلی کے بعد [illegible] عدم دخوله بلا اذنها عليها لتتأهب ان قصد رجعتها لكراهتها بالفعل كما مر اور مستحب ہے داخل ہونا زوج کا
عورت پاس بدون اوسکی اجازت کے تاکہ وہ پردہ کا سامان کر لے اگرچہ زوج اوسکی رجعت کا قصد رکہتا ہے بسبب کروہ ہونے رجعت فعلی کے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم [illegible]
جب رجعت کا قصد ہو تو اعلان اور اذن انکا مستحب نہین شارح نے اسکو ردکیا کہ بدون اجازت جانے مین احتمال ہے کہ عورت برہنہ ہو اور مرد اوسکی شرمگاہ کو نظر شہوت
دیکہے اور رجعت فعلی ہوجاوے حالانکہ رجعت فعلی مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ادعاها بعد العدة فيها بان قال كنت راجعتك في عدتك فصدقته صح
بالمصادقة والا لا يصح زوج نے دعوی کیا رجعت کا بعد عدت کی عدت کے اندر رجعت کرنیکا یعنی اسطرح کہا کہ مین نے تجہسے رجعت کی تیری عدت مین سو عورت
نے اوسکی تصدیق کی تو دعوی رجعت کا صحیح ہوگا باہم کی تصدیق کے سبب سے اور اگر عورت نے مرد کی تصدیق نکی تو دعوی رجعت کا صحیح نہوگا وكذا لو اقام بينة
بعد العدة انه قال في عدتها قد راجعتها او انه قال قد جامعتها وتقدم قبولها على نفس اللمس والتقبيل فليحفظ اور اسیطرح رجعت ثابت ہوگی
اگر قائم کیے زوج نے گواہ بعد عدت کے کہ زوج نے کہا تہا عورت کی عدت مین کہ مین نے اوس سے رجعت کی یا کہ زوج نے کہا تہا کہ مین نے اوس سے جماع کیا تہا اور فصل
محرمات مین مقدم ہوچکا ہے کہ گواہ مقبول ہین نفس لمس اور تقبیل پر تو اسکو یاد رکہنا چاہیے یعنی اگر لمس اور تقبیل گواہی سے ثابت ہوئے عدت مین تو بہی رجعت ثابت
ہوگی كان رجعة لان الثابت بالبينة كالثابت بالمعاينة وهذا من اعجب المسائل حيث لا يثبت اقراره باقراره بل بالبينة یعنی اگر گواہی
سے رجعت قولی یا جماع ثابت ہوگا تو رجعت ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز گواہی سے ثابت ہے اوسکی برابر ہے جو کہ مشاہدہ سے ثابت ہو اور یہہ عجیب تر مسئلہ ہے اس سبب سے کہ
مرد کا اقرار ثابت نہین ہوتا اوسکے اقرار کرنیسے بلکہ اوسکا اقرار ثابت ہوتا ہے گواہی سے ہم بحر الرائق مین اور نہر الفائق مین یہہ اعجوبگی امام سرخسی کیطرف منسوب ہے
اور حلبی محشی نے کہا کہ اس مسئلہ کچہہ تعجب کا مقام نہین اسواسطے کہ زوج کا بعد عدت کے یون اقرار کرنا کہ مین نے عدت مین رجعت کا اقرار کیا تہا یہہ مجرد دعوی ہے تو بدون گواہون
کے کیونکر ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو قال فيها كنت راجعتك امس فانها تصح وان كذبته لملكه الانشاء في الحال چنانچہ اگر زوج نے عدت مین
کہا کہ مین نے تجہسے رجعت کل کی تہی تو رجعت صحیح ہوگی اگرچہ عورت اوسکی تکذیب کرے بسبب مالک ہونے زوج کے انشاء فی الحال کا اور جو انشا کا مالک ہے وہ خبر کا
بہی مالک ہے بخلاف قوله لها راجعتك مبتدئا الانشاء فقالت مجيبة له قد مضت عدتي فانها لا تصح عند الامام لمقارنتها لانقضاء العدة
حتى لو سكتت ثم اجابت صحت اتفاقا بخلاف اسکے کہ زوج نے عورت سے کہا کہ مین نے تجہسے رجعت کی یعنی اب رجعت کرتا ہون اس قول سے انشاء رجعت کا

اراده کیا نہ خبار سو عورت نے بلا توقف جواب مین کہا کہ میری عدت منقضی ہوگئی تو یہ رجعت صحیح نہوگی نزدیک امام کے بسبب متصل ہونے رجعت کے انقضاء عدت سے یہانتک کہ اگر عورت
سکوت کر گئی رجعت سنکر پھر جواب دیگی انقضاء عدت کا تو رجعت صحیح ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی رجعت بعد عدت کے صحیح نہین تو جب بلا سکوت عورت نے انقضاء عدت
کی خبر دی تو اقرب احوال بعد عدت کی قول زوج ٹھہرا تو رجعت انقضاء عدت سے مقارن اور متصل ہوئی لہذا رجعت ثابت نہوگی بخلاف جواب بعد از سکوت کے کہ وہان اقرب
احوال بعد عدت کے سکوت ہوگا تو اس صورت مین رجعت عدت کے اندر واقع ہوگی لہذا صحیح ہوگی اور امام کے نزدیک انقضاء عدت کی خبر اوسوقت مقبول ہوگی جب مدت
محتمل ہو انقضا کی یعنی بعد طلاق کے دو مہینے گذر گئے ہون اور اگر دو مہینہ سی قبل انقضاء عدت کے عورت نے خبر دی تو مقبول نہوگی اور رجعت ثابت ہوجاویگی کذا فی حاشیہ
الملتقی کما لو نکلت عن الیمین عن مضی العدۃ چنانچہ رجعت صحیح ہو اگر قسم لی گئی عورت سی انقضاء عدت پر سو اوسنے انقضاء عدت کے قسم سے انکار کیا قال زوج الامۃ
بعدھا ای العدۃ راجعتہا فیہا فصدقہ السید وکذبتہ الامۃ ولا بینۃ او قالت مضت عدتی وانکر الزوج والمولی فالقول لہا
عند الامام لانہا امینۃ کہا لونڈی کے زوج نے بعد عدت کے کہ مین نے اوس سے رجعت کی عدت کے اندر سو اوسکی تصدیق کی مالک نے اور تکذیب اسکی کی لونڈی
نے اور گواہ زوج کے نہین یا لونڈی منکوحہ نے کہا کہ میری عدت منقضی ہوگئی اور زوج اور مالک نے انکار کیا تو لونڈی ہی قول معتبر ہوگا نزدیک امام کے اسواسطے کہ
لونڈی بیان عدت مین امین ہے فلو کذبہ المولی وصدقتہ الامۃ فالقول لہ ای للمولی علی الصحیح لظہور ملکہ فی البضع فلا تملک ابطالہ پہر اگر
تکذیب کی زوج کی عدت کی رجعت مین لونڈی کے مالک نے اور تصدیق کی زوج کی لونڈی نے تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا بنابر قول صحیح کے بسبب ظاہر ہونے ملکیت مالک کے
لونڈی کی وطی مین سو ممکن نہین لونڈی کو ابطال اوسکا یعنی جب لونڈی کے زوج نے اوسکو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو مولی کی ملکیت حلت وطی مین ظاہر ہوگئی
اب تصدیق رجعت زوج ہی اس ملکیت کو لونڈی باطل نہین کر سکتی قالت انقضت عدتی ثم قالت لم تنقض کان لہ الرجعۃ لاخبارھا بکذبہا فی حق
علیہا شمنی کہا عورت نے کہ میری عدت منقضی ہوگئی پہر اوسنے کہا کہ عدت نہین منقضی ہوئی تو زوج کو رجعت کرنا صحیح ہوگا بسبب خبر دینے عورت کے اپنے کذب پر
اوس حق مین جو اوسپر واجب تہا کذا ذکرہ الشمنی ثم انما تعتبر المدۃ لو بالحیض لا بالسقط ولہ تحلیفہا انہ مستبین الخلق ولو بالولادۃ
لم تقبل الا ببینۃ بحر فتح پہر تو اعتبار مدت کا اوسی صورت مین ہے اگر انقضاء عدت حیض سے ہو یعنی اگر عورت نے انقضاء عدت کا بسبب حیض کے دعوی کیا
بعد طلاق کے دو مہینے مین تو مسموع ہوگا اور اگر اس مدت سی کمتر مین دعوی کیا تو مقبول نہوگا اور مدت معتبر نہین اسقاط حمل مین سو اسطے کہ ممکن ہے کہ بعد طلاق
کے بلا توقف اسقاط حمل ہو اور عدت منقضی ہوجاوے اور در صورت دعوی اسقاط زوج کو جائز ہے کہ قسم لے عورت سے اس امر کی کہ اسقاط حمل سے جو بچہ گرا اسکے
بعضے اعضا مخلوق ہوچکے تہے اسواسطے کہ گوشت کے لوتہڑا گرنے سے عدت نہین منقضی ہوتی تاوقتیکہ کچھ صورت نہ بنی ہو اور اگر عورت مدعی انقضاء عدت کی ہو بسبب
ولادت کے تو اوسکا قول مقبول نہوگا بدون گواہی کے اگرچہ عورت حرہ ہو کذا فی فتح القدیر وتنقطع الرجعۃ ان طہرت من الحیض الاخیر لتمام الامۃ لعشرۃ
ایام مطلقا وان لم تغتسل اور منقطع ہوتی ہی رجعت جبکہ عورت طاہر ہو حیض اخیر سے بسبب گذر جانے دس روز کے ہر طرح سے خواہ خون بند ہوگیا ہو یا کہ جاری
ہو اگرچہ عدت نہائی نہو اور طہارت حیض اخیر سے لونڈی کو بھی شامل ہے او یمضی وقت صلوۃ یا اگرچہ وقت ایک نماز کا نگذر گیا ہو تو بہی بعد دس روز کے
عدت منقضی ہوگی ولاقل لا تنقطع حتی تغتسل ولو بسؤر حمار مع وجود الماء المطلق لکن لا تصلی ولا تتزوج احتیاطا اور اگر طاہر ہوئی حیض اخیر
سے دس دن سے کمتر مین تو مدت منقطع نہوگی یہانتک کہ عورت غسل کرے اگرچہ غسل گدہی کے جہوٹے پانی سے ہو با وجود مطلق پانیکے یعنی مشکوک پانی کے غسل سے
بہی طہارت ثابت ہوگی انقضاء عدت کے حق مین لیکن اس غسل سے نماز نہ پڑہے اور نکاح بہی نکرے بنابر احتیاط کے او یمضی جمیع وقت صلوۃ قصیرا
دینا فی ذمتہا یا کہ گذر جاوے تمام وقت نماز کا تو نماز دین ہوجاوے عورت کے ذمہ مین مثلا اشراق کے وقت اقل مدت حیض مین عورت طاہر ہوئی اور غسل نکیا تو
عصر کے وقت اوسکی مدت منقضی ہوگی ولو عاودھا ولم یجاوز العشرۃ فلہ الرجعۃ اور اگر عورت کے حیض نے پہر عود کیا اور حالانکہ دس روز سے تجاوز نکیا تہا
تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے اسواسطے کہ بسبب عود حیض کے معلوم ہوا کہ ہنوز عدت منقضی نہین ہوئی او حتی تتیمم عند عدم الماء وتصلی ولو نفلا صلوۃ
تامۃ فی الاصح یا یہانتک کہ عورت تیمم کرے پانی نہونیکی وقت اور نماز پڑہے پوری نماز ہو قول اصح مین اگرچہ نفل کی نماز ہو یعنی اقل حیض مین عورت طاہر ہوئی اور

العدۃ

اور اگر زوج نے وطی کا دعوی کیا اور عورت اوسکی منکر ہے اور حالانکہ زوج نے عورت سے خلوت نہین کی تو زوج کو رجعت کا اختیار نہین اسواسطے کہ ظاہر حال شاہد عورت کا ہے
کذا فی الولوالجیہ فان طلقها فراجعها والمسئلة بحالها فجاءت بولد لاقل من حولين من حين الطلاق صحت رجعته السابقة لصيرورته مكذبا
کامل پہر اگر طلاق دی عورت کو اور اوس سے رجعت کی اور یہ مسئلہ بھی بحال سابق کے ہے یعنی بعد خلوت کے وطی کا انکار کرکے طلاق دی پہر رجعت کی پہر عورت لڑکا جنی دو
برس سے کمتر مین وقت طلاق سے تو صحیح ہوگی زوج کی رجعت سابقہ کیواسطے ہو جانے زوج کے دروغگو شرعًا چنانچہ عنقریب گذرا یعنی بسبب ولادت کی انکار وطی مین زوج
کی تکذیب ہوئی تو رجعت سابقہ عدت کے اندر واقع ہوئی لہذا صحیح ہوگی ولو قال ان ولدت فانت طالق فولدت فطلقت فاعتدت ثم ولدت آخر
ببطنين يعني بعد ستة اشهر ولو لاكثر من عشر سنين مالم تقر بانقضاء العدة لان امتداد الطهر لا غاية له الا الاياس فهو اي الولد
الثاني رجعة اذ يجعل العلوق بوطي حادث في العدة بخلاف ما لو كان ببطن واحد اور اگر زوج نے کہا زوجہ سے کہ اگر تو جنی گی تو تو طالق ہے پہر وہ
جنی سو وہ مطلقہ ہوئی پہر وہ معتدہ ہوئی بعد اوسکے وہ دوسرا لڑکا جنی دوسرے پیٹ سے یعنی ولادت ولد اول سے بعد چہ مہینے کے ولد ثانی جنی اگرچہ ولد ثانی کو دس برس
سے زیادہ ہوین جبتک کہ عورت انقضاء عدت کا اقرار نکرے اسواسطے کہ درازی طہر کی کچہ حد نہین سواے بڑہاپے کے تو یہ ولد ثانی رجعت ہوگا اسواسطے کہ علوق ولد
ثانی کا وطی جدید سے قرار دیا جاویگا عدت مین بخلاف اوس صورت کے جبکہ ولد ثانی ایک ہی پیٹ سے ہو یعنی دونوں کی ولادت مین چہ مہینے سے کم مدت ہو مثلا ولد اول کے
بعد چار یا پانچ مہینے کے ولد ثانی پیدا ہو تو رجعت نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ علوق ثانی کا وطی حادث سے ثابت نہین وفي كلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثة
ببطون تقع الثلث والولد الثاني رجعة في الطلاق الاول كما مر وتطلق به ثانيا كالولد الثالث فانه رجعة في الثاني وتطلق به ثلثا عملا
بكلما وتعتد للطلاق الثالث بالحيض لانها من ذوات الاقراء مالم تدخل في سن الاياس فبالاشهر اور اس قول مین کہ جب تو جنی گی تو تو طالق
ہے پہر وہ جنی تین لڑکے تین پیٹ سے تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور ولد ثانی رجعت ہوگا طلاق اول مین چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی علوق اوسکا عدت مین وطی جدید
سے ہوا اور ولد ثانی سے دوسری بار عورت مطلقہ ہوگی مانند ولد ثالث کے اسواسطے کہ ولد ثالث رجعت ہے طلاق ثانی مین اور مطلقہ ہوگی عورت تین طلاق کر ولد ثالث
کے سبب کلما کے معنی پر عمل کرنیسے اسواسطے کہ کلما مقتضی ہے عموم افعال کا اور طلاق ثالث کیواسطے عورت کی عدت ہوگی حیض سے اسواسطے کہ مطلقہ وقت طلاق سے حیض آنیوالی
عورتون مین داخل ہے جبتک کہ وہ نا امیدی کے سن مین داخل ہو یعنی جب بڑہاپے مین داخل ہوگی تو اوسکی عدت مہینون سے ہوگی ولو كانوا ببطنين يقع ثنتان بالاولين لا بالثالث لانقضاء
العدة به فتح اور اگر تین لڑکے دو حمل سے جنی تو پہلے دو لڑکون سے دو بار طلاق واقع ہوگی نہ تیسرے لڑکے سے اسواسطے منقضی ہونے عدت کے اوسکی ولادت سے خواہ اول حمل سے
دو پیدا ہوئے ہون خواہ دوسرے حمل سے كذا في فتح القدير والمطلقة الرجعية تتزين ويحرم ذلك في البائن والوفات لزوجها الحاضر لا الغائب لفقد العلة
اذا كانت الرجعة مرجوة والا فلا تفعل ذكره مسكين اور مطلقہ رجعیہ سنگار کرے اور حرام ہے سنگار کرنا طلاق بائن مین اور زوج کی وفات مین مطلقہ رجعیہ
اپنے زوج موجود کیواسطے سنگار کرے نہ زوج غائب کیواسطے بسبب فقدان علت کے یعنی سنگار فقط بامید رجعت ہے سو غائب مین حاصل نہین سنگار اسوقت مستحب ہے
جبکہ رجعت کی امید ہو اور اگر رجعت کی امید نہو تو سنگار نکرے چنانچہ مسکین نے اسکو ذکر کیا ہے ولا يخرجها من بيتها ولو لما دون سفر للنهي المطلق
مالم يشهد على رجعتها فتبطل العدة وهذا اذا صرح بعدم رجعتها فلو لم يصرح كان السفر رجعة دلالة فتح بحثا واقره المصنف اور
زوج مطلقہ رجعیہ کو اوسکے گہر سے نہ نکالے اگرچہ اخراج مدت سفر سے کم ہو بسبب نہی مطلق کے یعنی قرآن مجید مین مطلقہ کا مطلقا اخراج ممنوع ہے بقدر مدت سفر ہو یا کم
مطلقہ کو گہر سے نہ نکالے جبتک گواہ نکرلے اوسکی رجعت پر پہر جب رجعت پر گواہ کریگا تو عدت طلاق کی باطل ہوگی نکالنا جائز ہوگا اور یہ یعنی اخراج بلا شہادت
کا رجعت نہونا اوسوقت ہے جبکہ زوج نے وقت اخراج کے عدم رجعت کی تصریح کی ہو اور اگر عدم رجعت کی تصریح نکی ہو تو سفر مین مطلقہ کا لیجانا بھی رجعت ہے باعتبار
دلالت حال کے چنانچہ قید فتح القدیر مین بدلیل معترض ہے اور مصنف نے بھی اپنی شرح مین اسکو مسلم رکہا ہے والطلاق الرجعي لا يحرم الوطي خلافا للشافعي فلو
وطي لا عقر عليه لانه مباح اور طلاق رجعی حرام نہین کرتی وطی کو بخلاف مذہب شافعی کے سو اگر مطلقہ رجعی کی وطی کریگا تو زوج پر مہر مثل دینا لازم نہ آویگا
اسواسطے کہ وطی کرنا مباح ہے یعنی حرام نہین اگرچہ مکروہ ہے اسواسطے کہ رجعت فعلی مکروہ ہے لكن تكره الخلوة بها ان لم يكن من قصده المراجعة.

ولا لایکرہ لیکن مطلقہ رجعی سے خلوت کرنا مکروہ ہی کراہت تنزیہی بشرطیکہ زوج کو رجعت کا قصد نہوا ور اگر رجعت کا قصد ہو تو خلوت کرنا مکروہ نہین ویثبت
القسم لہا ان کان من قصدہ المراجعۃ والا لا قسم لہا بحر عن البدائع قال وصرحوا بان لہ ضرب امرأتہ علی ترک الزینۃ وھو شامل
للمطلقۃ رجعیاً اور مطلقہ رجعی کیواسطے باری ثابت ہی اگر زوج کو قصد رجعت کا ہوا ور اگر قصد رجعت کا نہین تو اوسکی باری بھی نہین کذا فی البحر عن البدائع
صاحب بحرالرائق سے کہا کہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ زوج کو مارنا عورت کا ترک زینت پر جائز ہی اور یہہ جواز ضرب مطلقہ رجعی کو بھی شامل ہے اسواسطے کہ طلاق رجعی سے
زوجیت تا عدت منقطع نہین وینکح مبانۃ بما دون الثلث فی العدۃ وبعدھا بالاجماع اور نکاح کرے زوج مطلقہ بائنہ سی تین طلاق سے کمتر مین یعنی اگر
ایک طلاق بائن ہوئی یا دو طلاق تو عدت کے اندر بدلیل اجماع نکاح جائز ہی اور بعد عدت کے بھی جائز ہی لفظ بالاجماع متعلق ہی فی العدۃ کا تو بہتر یون تھا کہ بلا فصل
اوسکے قریب ہوتا اور یہہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال یہہ ہی کہ حق تعالی فرماتا ہی (لا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ) یعنی نکاح کا
قصد نکرو تا وقتیکہ عدت نہ تمام ہو اور یہہ خطاب شامل ہی زوج اور غیر زوج دونو کو پھر زوج کو عدت مین نکاح کرنیکی کیا وجہ ہی خلاصہ جواب یہہ ہی کہ زوج اس
عموم سے بدلیل اجماع مخصوص ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الدر المنتقی ومنع غیرہ فیہا لاشتباہ النسب اور غیر زوج ممنوع ہوا عدت مین نکاح کرنیسے
بسبب اشتباہ نسب کے یعنی اگر غیر زوج کو عدت مطلقہ مین نکاح جائز ہوتا اور بعد اوسکے لڑکا پیدا ہوتا تو معلوم نہوتا کہ زوج اول کا یہہ نطفہ ہی یا ثانی کا ہم یہہ تعلیل غیر
اور آئیسہ اور عدت وفات قبل دخول اور معتدہ صبی سے منقوض ہی تو یون کہنا بہتر ہے کہ نص قرآنی سے عدت مین نکاح کرنا عموماً منع ہی اور زوج اوس سے بالاجماع
مخصوص ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر لا ینکح مطلقۃ من نکاح صحیح نافذ کما ستحققہ بہا ای بالثلث لو حرۃ وبالثنتین لو امۃ ولو قبل الدخول
نہ نکاح کرے زوج مطلقہ ثلثہ سی بشرطیکہ نکاح صحیح نافذ کے بعد تین بار طلاق واقع ہو چنانچہ قید صحت اور نفاذ کی اس باب مین بعد ایک صفحہ کے ہم ثابت کرینگے
اگر منکوحہ حرہ ہی تو بعد تین طلاق کے نکاح نہین اور اگر لونڈی ہی تو بعد دو طلاق کے نکاح نہین اگرچہ قبل دخول مطلقہ ہوئی ہو تو بھی نکاح حلال نہین وما فی المشکلات
باطل او مأوّل کما مر اور جو قول مشکلات مین ہی یعنی مطلقہ ثلثہ کا قبل دخول کے نکاح بلا تحلیل جائز ہی سو باطل ہی یا مأوّل ہی باطل اس وجہ سے ہی کہ نص اور
اجماع کے مخالف ہی اور تاویل اوسکی یون ہوسکتی ہی کہ متفرق تین طلاق پر محمول ہے تو اس صورت مین اول طلاق سے بلا عدت جدا ہوگئی اور دوسری اور تیسری
طلاق لغو ہوگئی بسبب فقدان محل کے چنانچہ اسکا بیان باب الطلاق قبل الدخول مین بشرح ہوچکا حتی یطأھا غیرہ ولو الغیر مراہقا بجامع مثلہ وقدرہ
شمس الاسلام بعشر سنین او خصیا او مجنونا او ذمیا لذمیۃ مطلقہ ثلثہ کا نکاح زوج اول کو جائز نہین یہانتک کہ جماع کرے اوس سے غیر اوسکا اگرچہ غیر یعنی
زوج ثانی مراہق یعنی قریب البلوغ لڑکا ہو کہ ویسا لڑکا جماع کرسکتا ہو اور شمس الاسلام نے مراہق کا اندازہ دس برس کر مقرر کیا ہی یا کہ زوج ثانی خصی ہو یا کہ دیوانہ ہو
یا ذمی ہو مطلقہ ذمیہ کیواسطے خصی کا محلل ہونا اسواسطے صحیح ہوا کہ اگرچہ اوسکو خوطی نہین لیکن آلہ تناسل ہے اور مجنون کی تحلیل اسطرح ہوسکتی ہی کہ اوسکا ولی اوسکا
نکاح کردیگا مگر طلاق اوسکی بدون ہوش آنیکے صحیح نہوگی اور ذمی کے محلل ہونیکی یہہ صورت ہے کہ کتابیہ مسلم کی منکوحہ تھی سو مطلقہ ثلثہ ہوئی تو اگر بعد عدت کے
ذمی اوس سے نکاح کریگا اور بعد دخول کے طلاق دیگا تو زوج اول پر نکاح اوسکا حلال ہوگا بنکاح نافذ خرج الفاسد والموقوف فلو نکح عبد بلا اذن
سیدہ ووطئہا قبل الاجازۃ لا یحلہا حتی یطأھا بعدھا زوج ثانی مطلقہ ثلثہ کی وطی نافذ نکاح سے کرے تب زوج اول پر حلال ہوگی نکاح نافذ کی قید سے
نکاح فاسد اور نکاح موقوف نکل گیا تو اگر مطلقہ سے غلام نے نکاح بدون اذن مولی کے کیا اور وطی کی اوس سے قبل اجازت مولی کے تو وطی اوس غلام کی عورت کو زوج
اول پر حلال نکریگی جبتک دوبارہ اوس عورت سی وطی نکرے بعد اجازت مولی کے اسواسطے کہ نکاح غلام کا مولی کی اجازت پر موقوف ہی بدون اجازت کے نافذ
نہین ومن لطیف الحیل ان تزوج بمملوک مراھق بشاھدین فاذا اولج ملکہ لہا فیبطل النکاح ثم تبعثہ لبلد آخر فلا یظہر امرھا اور زوج
اول پر حلال ہونیکی نہایت خوب تدبیر یہہ ہی کہ مطلقہ ثلثہ کا نکاح کردی قریب البلوغ غلام سے روبرو دو شاہد کے پھر جب دخول کرچکے تو غلام کا مالک عورت کو غلام کا مالک کردے
تو نکاح باطل ہوگا پھر عورت غلام کو کسی دوسرے شہر مین بھیجدے کہ وہان بیچڈالا جاوے تو اس تدبیر سے عورت کا حال کسی پر نکھلے اور یہہ حیلہ مبنی ہی ظاہر مذہب
پر کہ کفاءت نکاح مین شرط نہین لہذا شارح نے آیندہ قول مین اسکا استدراک کیا لکن علی روایۃ الحسن المفتی بہا انہ لا یحلہا لعدم الکفاءۃ الخ

نعم ولا بیع ولا فیحلها اتفاقا کما مر لیکن حسن بن زیاد کی روایت پر جسپر فتوی ہوچکا ہے البتہ غلام عورت کو زوج اول پر حلال نہ کریگا بسبب عدم کفاءت کے اگر عورت کا ولی موجود ہوگا
اور اگر ولی نہوگا تو اوسکو حلال کر دیگا باتفاق حنفیہ کے چنانچہ یہ مسئلہ باب الاکفاء والاولیاء میں گذر گیا تمضی عدتہ اور مطلقہ ثلثہ زوج اول پر اوسوقت حلال ہوگی
جبکہ زوج ثانی نکاح نافذ وطی کرے اور زوج ثانی کی عدت بھی گذر جائے خواہ عدت طلاق کی ہو خواہ عدت فسخ نکاح کی خواہ موت کی کذا فی حاشیۃ المدنی لا بملک یمین لاشتراط
الزوج بالنص فلا یحلها وطی المولی اور حلال نہیں کرتی مطلقہ کو وطی ملک یمین سے بسبب شرط ہونے زوج کے نص سے تو لونڈی کو حلال نکریگی وطی مولی کی یعنی زوج نے اپنی منکوحہ
لونڈی کو دو بار طلاق دی تو زوج پر بحرمت غلیظہ حرام ہوگئی پھر اوس لونڈی کے مالک نے اوس سے وطی کی بملک یمین بعد عدت کے تو وہ لونڈی زوج پر حلال
نہوگی اسواسطے کہ نص قرآنی میں حلت موقوف ہے زوج کی وطی پر نہ مالک کی وطی پر ولا ملک امۃ بعد طلقتین اور نہ مالک ہونا لونڈی کا بعد دو طلاق کے
یعنی جسنے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسکو دو بار طلاق دی پھر اوس لونڈی کو مول لیا تو اس مشتری کو وطی اوسکی بملک یمین حلال نہیں اسواسطے کہ حلت
مطلقہ کی غایت ہنوز موجود نہیں یعنی زوج ثانی کی وطی قال تعالی حتی تنکح زوجا غیرہ مسئلہ ملک امۃ کا لایحلها وطی المولی پر معطوف نہیں
اسواسطے کہ وہ غیر کی ملک پر متفرع ہے بخلاف اسکے تو شارح نے بمناسبت مقام اسکو بطور [illegible] کے ذکر کیا کذا فی حاشیۃ المدنی او حرۃ بعد ثلث وثنتین
وثنتین [illegible] کی معتدہ طلاق کے اور مرتد ہونے اور گرفتار ہونیکے بعد یعنی ایک مرد نے اپنی زوجہ حرہ کو تین [illegible] مرتد ہوگئی اور [illegible]
میں گرفتار ہوئی پھر اوسکو مالک نے اوس سے وطی کی تو زوج اول پر یہ عورت حلال نہوگی اسواسطے کہ زوج ثانی کی وطی غایت ہے حلت کی نہ ملک یمین کی وطی وتقییدہ
من فرق بینهما بظهار او لعان ثم ارتدت وسبیت ثم ملکها حلت له الخ اور یا [illegible] مرتدہ [illegible] جو بسبب ظہار یا لعان کے زوج اور
زوجہ میں تفریق واقع ہوئی یعنی وطی ممنوع ہوئی پھر زوجہ مرتد ہوگئی اور دار الحرب سے دار الاسلام میں گرفتار ہو آئی پھر [illegible] مالک ہوگیا تو [illegible]
کبھی حلال نہوگی یعنی ظہار میں بعد ادائے کفارہ کے اور لعان میں بعد ابطال لعان کے حلال ہوگی تو [illegible] حرمت مرتدہ [illegible]
[illegible] الحیض موتوع الوطی فی المحل المتیقن [illegible] ثلاثا لم تحل للاول اور شرط
تحلیل کی یہ ہے کہ مکان مخصوص میں وطی واقع ہو [illegible]
حلال نہوگی اگرچہ زوج ثانی وطی کرچکا ہو اسواسطے کہ [illegible] اور اوسکی وطی [illegible] معتبر نہیں [illegible]
فی حاشیۃ المدنی ولا حلت ان افضاها [illegible] سے زوج اول پر حلال ہوگی اگرچہ زوج ثانی نے اوسکو
مفضاۃ کر ڈالے کذا فی البزازیۃ مفضاۃ اوس عورت کو کہتے ہیں جسکے قبل اور دبر درمیان کا پردہ پھٹ کر ایک ہوجاوے فان مفضاۃ لاتحل [illegible] اذا
حبلت لیعلم ان الوطی کان فی قبلها جب وطی حقیقۃ [illegible] تحلیل کی ہوئی تو اگر مطلقہ ثلثہ مفضاۃ ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال نہ ہوگی
مگر جبکہ وہ حاملہ ہوجاوے تاکہ بالیقین معلوم ہو کہ وطی اوسکی قبل ہی میں ہوئی نہ دبر میں اور [illegible] قبل کی وطی کا یقین نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ
وہ دونوں ملکر ایک ہوگئے ہیں بخلاف مسئلہ سابقہ کہ وہاں قبل کی وطی میں شبہہ نہیں اسواسطے کہ صغیرہ [illegible] مفضاۃ نہیں بلکہ قبل کی وطی سے [illegible]
حالت ہوگئی تو [illegible] ہوگیا کالو [illegible] وجب مجبوب فانها لاتحل حتی تحبل لوجود الدخول حکما حتی یثبت النسب فتح
فالانحصار علی الوطی قصور الا ان یعمم بالحقیقی والحکمی چنانچہ اگر مطلقہ ثلثہ نے نکاح کیا زوج ثانی مقطوع الذکر سے تو یہ عورت زوج اول
پر حلال نہوگی تاوقتیکہ حاملہ نہو اور جب حاملہ ہوگئی تو اول کو حلال ہوگی بسبب وجود دخول حکمی کے یعنی ہر چند یہاں دخول حقیقی متصور نہیں اسواسطے کہ زوج
ثانی کا آلہ تناسل مطلق باقی نہیں لیکن حکمی دخول ہے یعنی شرع میں یہ حمل زوج ہی کیطرف منسوب ہوگا بسبب قیام نکاح کے یہانتک کہ بسبب اسی دخول
حکمی کے اوس ولد کا نسب زوج ہی سے ثابت ہوگا کذا فی فتح القدیر پس جب دخول حکمی بھی علت ہوا تحلیل کی تو اقتصار کرنا مصنف کا شرط تحلیل کے ذکر میں
فقط وطی پر قصور ہے عبارت کا مگر یہ کہ وطی کو عام کیجیے وطی حقیقی اور وطی حکمی سے تو البتہ قصور باقی نرہیگا مقطوع الذکر بھی وطی حکمی میں داخل رہیگا والایلاج
فی محل البکارۃ یحلها والموت عنها لا کما فی القنیۃ واستشکله المصنف اور داخل محل بکارت میں حلال کر دیتا ہے عورت کو زوج اول کیواسطے

اور مرجانا زوج ثانی کا عورت کو زندہ چھوڑ کر حلال نہین کرتا بدون وطی کے کذا فی القنیہ اور مشکل جانا ہے اس حلال کو مصنف نے اپنی شرح مین اور اصل اشکال صاحب
بحر الرائق کا ہے تقریر اشکال کی یہ ہے کہ قنیہ مین کہا کہ مجرد ادخال محل بکارت مین سبب ہے حلت کا حالانکہ باوجود باقی رہنے پردہ بکارت کی دخول حشفہ کا متصور نہین
اور تحلیل مین وہ ادخال معتبر ہے جو موجب ہو غسل کا اور غسل بدون دخول حشفہ کے واجب نہین وفی النہر وکانہ ضعیف لما فی التبیین یشترط ان یکون
الایلاج موجبا للغسل وھو التقاء الختانین بلا حائل یمنع الحرارۃ اور نہر الفائق مین کہا ہے کہ شاید قول قنیہ کا ضعیف ہے اسواسطے کہ تبیین مین یون
ثابت ہے کہ تحلیل مین شرط یہ ہے کہ وہ ادخال موجود موجب ہے غسل کا اور موجب غسل کا ملنا دونو ختنگاہونکا ہے بدون حائل ہونے اوس چیز کے جو مانع ہو حرارت کی
شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ ادخال فی محل البکارۃ سے مراد یہ ہے کہ بعد ازالہ بکارت کی ادخال ہو اسواسطے کہ دو چیز کا حلول کرنا محل واحد مین محال ہے تو اشکال
مصنف کا اور تضعیف صاحب نہر الفائق کی مندفع ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی ولکونہ عن قوۃ نفسہ فلا یحلھا من لا یقدر علیہ الا بمساعدۃ الید
الا اذا انتعش وعمل ولو فی حیض ونفاس واحرام وان کان حراما وان لم ینزل لان الشرط الذوق لا الشبع اور شرط تحلیل ہے ہونا
ادخال کا اپنی قوت ذات سے تو عورت کو زوج پر حلال نکریگا وہ شخص جو قادر نہین ادخال پر بدون مددگاری ہاتھہ کے مگر اسوقت حلت ثابت ہوگی جبکہ بعد
ادخال بمساعدت ہاتھہ کے اوسکو ستلذ ہوگی حاصل ہوا اور عمل کرے یعنی بلا مساعدت داخل کرے اگرچہ ادخال حیض اور نفاس اور احرام مین ہوا اگرچہ وطی ان
حالتونمین حرام ہے لیکن تحلیل صحیح ہوگی اگرچہ اس وطی سے انزال نہو اسواسطے کہ تحلیل مین لذت پانا شرط ہے نہ کہ سیری جماع سے قلت وفی المجتبی الصواب
حلھا بدخول الحشفۃ مطلقا لکن فی شرح المشارق لابن ملک لو وطیھا وھی نائمۃ لا یحلھا للاول لعدم ذوق العسیلۃ وینبغی ان
یکون الوطی فی حالۃ الاغماء کذلک شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ مجتبی مین ہے کہ حق یون ہے کہ ثابت ہوتی ہے حلت عورت کی دخول حشفہ سے مطلقا خواہ
بمساعدت ہاتھہ کے ہو خواہ بلا مساعدت لیکن ابن ملک کی شرح مشارق مین یون ہے کہ اگر سوتی عورت سے وطی کریگا تو عورت کو زوج اول پر حلال نکریگا بسبب
عدم ذوق عسیلہ کی ذوق عسیلہ کنایہ ہے لذت جماع سے یعنی حدیث صحیح مین مرد اور عورت دونو کیواسطے جماع کی لذت پانی تحلیل کی شرط فرمائی ہے حالانکہ سوتی عورت
کو لذت حاصل نہین اور سزاوار یون ہے کہ بیہوشی کیحالت کی وطی بھی اسیطرح ہو یعنی مانند وطی نائمہ کے شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ استدراک شارح کا لائق
اعتماد کے نہین اسواسطے کہ شرح مشارق فقہ مین ایسی کتاب معتمد نہیں ہے کہ اوسکی روایت نقل مذہب مین معتبر ہو اور اطلاق متون اور شروح کا اوسکو رد کرتا ہے اور
ذوق عسیلہ نائمہ کو موجود ہے حکما کیا تو نہین جانتا کہ جنب نائم طراوت کو پاوے تو اوسپر غسل واجب ہے حالانکہ خروج منی بدون لذت کی موجب غسل کا نہین تو نائم
کو حکم غسل کا نہین مگر بسبب وجود لذت حکمی کے اسواسطے کہ اکثر یہ ہے کہ لذت حاصل ہوتی ہے مگر بسبب ثقل نوم کے یاد نہین رہتی کذا فی حاشیۃ المدنی وکرہ التزوج
للثانی تحریما لحدیث لعن اللہ المحلل والمحلل لہ بشرط التحلیل کتزوجتک علی ان احللک وان حلت للاول لصحۃ النکاح وبطلان
الشرط فلا یجبر علی الطلاق کما حققہ الکمال خلافا لما زعمہ البزازی ۱ھ اور مکروہ تحریمی ہے زوج ثانی کو نکاح کرنا تحلیل کی شرط سے بموجب حدیث عبداللہ
بن مسعود کے جو جامع ترمذی مین بروایت صحیح مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لعنت کرے اللہ تحلیل کرنیوالے پر اور اوسپر جسکے واسطے تحلیل ہوئی
یعنی زوج ثانی اور زوج اول دونو پر لعنت ہے شرط تحلیل کا طریقہ یون ہے جیسے کہ زوج ثانی عورت سے کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اس شرط پر کہ مین تجھکو طلاق
دونگا اگرچہ نکاح بشرط تحلیل سے عورت حلال ہوگی زوج اول کو بسبب صحیح ہوجانے اس نکاح مشروط کے اور باطل ہوجانے شرط تحلیل کے تو زوج ثانی پر جبر نہین ہوسکتا
طلاق دینے پر چنانچہ اسیکو تحقیق کیا ہے کمال الدین محقق نے بخلاف زعم بزازی کے بزازی نے کہا کہ نکاح بشرط تحلیل مین نکاح بھی جائز ہے اور شرط بھی
جائز ہے یہانتک کہ اگر زوج ثانی طلاق دینے سے انکار کریگا تو قاضی بجبر اوس سے طلاق دلائیگا اور فتح القدیر مین محقق نے اوسکو رد کیا کہ یہ قول ظاہر الروایت
مین ثابت نہین اور قواعد مذہب کے مخالف ہے اسواسطے کہ یہ شرط ایسی ہے جسکو عقد مقتضی نہین تو اصل نکاح صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوجائیگی کذا فی حاشیۃ المدنی
ومن لطیف الحیل قولہ ان تزوجتک وجامعتک او امسکتک فوق ثلث مثلا فانت بائن اور تحلیل کیواسطے لطیف حیلہ زوج کا یون کہنا
ہے کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون اور جماع کرون تو تو بائن ہے یا اگر مین تجھکو تین رات سے مثلا زیادہ رکھون تو تو بائن ہے تو اگر بعد جماع کے تین رات سے

زیادہ ہو زوج ثانی عورت کو ہے کہیگا تو عورت مطلقہ ہو کر بعد عدت کے زوج اول پر حلال ہو جاویگی و لو خافت ان لا یطلقہا تقول زوجتك نفسی علی ان امری بیدی زیلعی وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر عورت اس سے ڈرے کہ زوج ثانی اوسکو طلاق نہ دیگا تو اوسکو واسطے یہ حیلہ ہے کہ عورت ایجاب کے وقت یون کہے کہ مین نے اپنی ذات کا نکاح تجھ سے کیا اس شرط پر کہ امر میرا میرے ہاتھہ مین رہے یعنی طلاق کا مجھکو اختیار ہو کذا فی الزیلعی اور پوری تقریر اسکی فصول عمادیہ مین ہے م فصول عمادیہ مین یون ہے کہ جب عورت امساک محلل سے ڈرے تو یون کہے کہ مین نے اپنی ذات کا نکاح تجھ سے کیا اس شرط پر کہ میرا امر میرے ہاتھہ مین رہے اور زوج نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور عورت کو طلاق کا اختیار حاصل رہیگا اور اگر زوج نے ابتدا کی اور کہا کہ مین نے تجھ سے نکاح کیا اس شرط پر کہ تیرا امر تیرے ہاتھہ مین رہے سو عورت نے اس ایجاب کو قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور طلاق کا اوسکو اختیار نہوگا وجہ فرق کی یہہ ہے کہ جب زوج نے عورت کو طلاق تفویض کی تو اوسکی نکاح مین نہتی اور تفویض بدون ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہین حالانکہ دونو امر اوسوقت موجود نہین بخلاف پہلی صورت کے کہ جب زوج نے قبول کیا تو عورت کے منکوحہ ہونیکے مقارن تفویض پائی گئی لہذا صحیح ہوئی اما اذا اضمر ذلك لا یکرہ وکان الرجل ماجورا لقصد الاصلاح وتاویل اللعن اذا شرط الاجر ذکرہ البزازی اور اگر قصد تحلیل کو زوج ثانی نے دلمین رکہا یعنی زبان سے کہا تو اوس مرد کو ثواب ملیگا بسبب قصد اصلاح کے کہ بعد ازالہ حرمت کے دو بچہڑے مسلمانون کو ملا دیا اور تاویل لعن محلل کی یہہ ہے جبکہ کچہہ اجرت تحلیل پر لی کذا ذکرہ البزازی ثم ہذا کلہ فرع صحۃ النکاح الاول حتی لو کان بلا ولی بل بعبارۃ المراۃ او بلفظ ہبۃ او بحضرۃ الفاسقین ثم طلقہا ثلثا واراد حلہا بلا دخول یرفع الامر لشافعی فیقضی بہ ببطلان النکاح ای فی القائم ولان لا فی المنقضی بزازیہ پہر یہہ سب کچہہ جو مذکور ہوا تو اول نکاح کی صحت پر متفرع ہے یعنی اگر زوج اول کا نکاح صحیح تہا تو بعد تین طلاق کے تحلیل کیواسطے ان حیلونکی البتہ حاجت ہے سو اگر اول نکاح بدون ولی کے تہا بلکہ خود عورت کی عبارت سے ہوا تہا یا بلفظ ہبہ تہا یا دو فاسق گواہون کے روبرو ہوا تہا پہر زوج نے اوسکو تین بار طلاق دی اور عورت کا حلال ہونا بدون زوج ثانی کے چاہا تو اس امر کو قاضی شافعی المذہب کے پاس رجوع کرے تاکہ قاضی حلت کا اور بطلان نکاح کا حکم کرے یعنی حکم بطلان کا اوس نکاح مین کرے جو قائم اور اب موجود ہے نہ نکاح گذشتہ مین کذا فی البزازیہ م شارح کی یہہ تعبیر ٹہیک نہین اسواسطے کہ یہہ تعبیر اوسکو مقتضی ہے کہ نکاح بلا ولی اور بلفظ ہبہ اور بحضور شاہدین فاسقین حنفی مذہب مین صحیح نہین بلکہ فاسد ہے حالانکہ یہہ غلط ہے تو عبارت مین قصور ہے یون کہنا تہا کہ جب نکاح فاسد ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی سو اگر ہمارے نزدیک صحیح ہو اور ہمارے غیر کے نزدیک فاسد ہو چنانچہ مسائل مذکورہ مین قاضی شافعی کے پاس مرافعہ کرے فقط اور یہی نے کہا ایسے مسائل لائق اظہار کے نہین کہ اسمین سد کا دروازہ کہلتا ہے علاوہ اوسکے تین طلاق کا وجود گاہے متحقق نہوسکیگا اسواسطے کہ جب شافعی نے بطلان نکاح اول کا حکم درصورت شہادت فاسقین کے کیا تو عقد ثانی کس مذہب پر ہوگا اگر شافعی مذہب پر ہو تو نہایت متعسر ہے اسواسطے کہ عدالت مشروطہ نزدیک شافعی کے نادر الوجود ہے علی الخصوص ہمارے زمانہ مین اور اگر عقد ثانی موجب مذہب حنفی کے ہو تو ہمان آمن درکاسہ کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہا قال الزوج الثانی کان النکاح فاسدا او لم ادخل بہا وکذبتہ فالقول لہا ولو قال الزوج الاول ذلك فالقول لہ اور بزازیہ مین ہے کہ زوج ثانی نے کہا کہ نکاح ثانی فاسد تہا یا یون کہا کہ نکاح صحیح تہا لیکن مین نے اس عورت سے جماع نہین کیا یعنی بعد طلاق کے زوج ثانی نے یہہ اظہار کیا تاکہ عورت زوج اول کو حلال نہو اور عورت نے زوج ثانی کی تکذیب کی تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر زوج اول نے یہہ کہا یعنی فساد نکاح ثانی یا عدم دخول زوج ثانی کا دعوی کیا تو زوج اول ہی کا قول معتبر ہوگا والزوج الثانی یہدم بالدخول فلو لم یدخل لم یہدم اتفاقا قنیہ ما دون الثلث ایضا کما یہدم الثلث اجماعا لانہ اذا ہدم الثلث فما دونہا اولی خلافا لمحمد اور زوج ثانی بعد دخول کے تین طلاق سے کمتر کو گراتا ہے چنانچہ تین طلاق کو بالاجماع گراتا ہے اسواسطے کہ جب تین طلاق کو اوسنے گرایا تو کمتر کو بطریق اولی گرا دیگا بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک ایک یا دو طلاق کو نہین گراتا پہر اگر زوج ثانی نے وطی نہین کی تو بالاتفاق نگرا دیگا کذا فی القنیہ فمن طلقت دونہا وعادت الیہ بعد آخر عادت بثلث لو حرۃ وبثنتین لو امۃ وعند محمد وباقی الائمۃ بما بقی وہو الحق فتح واقرہ المصنف وغیرہ سو جو عورت کہ تین طلاق سے کم مطلقہ ہوئی یعنی ایک طلاق ہوئی یا دو اور طلاق وغیرہ والی زوج کے نکاح مین پہر آئی بعد دوسرے زوج کے تو زوج اول کو پہر تین طلاق دینے کا اوس عورت پر اختیار ہوگا اگر وہ حرہ ہے اور اگر لونڈی ہے تو دو طلاق کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ

زوج ثانی نے پہلے ایک یا دو طلاق کو گرا دیا یعنی نیست و نابود کر ڈالا اور نزدیک محمدؒ اور باقی اماموں کے تین طلاق کا زوج اول کو اختیار ہوگا یعنی اگر پہلے ایک طلاق دی تھی
تو اب دو طلاق کا اختیار ہوگا اور اگر اول دو طلاق واقع کی تھی تو اب ایک طلاق کا اختیار ہوگا اور یہی قول امام محمدؒ کا حق ہے کذا فی فتح القدیر اور اسیکو ثابت رکھا
ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور مصنف کے سوا اور علماء نے چنانچہ صاحب بحر اور صاحب نہر نے ہم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ قول امام کا علی الاطلاق ماخوذ ہے اور
ابو یوسف کا ساتھ ہونا زیادہ تر موجب ترجیح کا اور یہ اسلئے متون میں بھی ثابت ہوا اور ترجیح کمال الدین بن ہمام کے مخالف متون کے معتبر نہیں کذا فی حاشیة المدنی

ولو اخبرت مطلقة الثلث بمضی عدته وعدة الزوج الثانی بعد دخوله والمدة تحتمله له ای للاول ان یصدقها ان غلب علی ظنه صدقها
اور اگر خبر دی مطلقہ ثلثہ نے زوج اول کی عدت اور زوج ثانی کی عدت گذر جانیکی بعد دخول زوج ثانی کے اور مدت گنجایش رکھتی ہو انقضاء عدت کی تو زوج اول کو
جائز ہے کہ اوسکی تصدیق کرے یعنی نکاح کرلے اگر اوسکو ظن غالب ہو عورت کی راستی کا واقل مدة عدة عنده بحیض شهران ولامة اربعون یوما مالم
تدع السقط کما مر اور کمتر مدت حیض والی کی عدت کی نزدیک امام کے دو مہینے ہیں اور لونڈی کیواسطے چالیس دن ہیں جبتک کہ مدت اسقاط ولد کا دعویٰ نکرے
چنانچہ گذرا اسواسطے کہ اسقاط سے فوراً عدت منقضی ہوجاتی ہے ولو تزوجت بعد مدة تحتمله ثم قالت لم تنقض عدتی او ما تزوجت باخر لم تصدق
لان اقدامها علی التزوج دلیل الحل وعن السرخسی لا یحل تزوجها حتی یستفسرها اور اگر نکاح کیا مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے بعد اوس مدت کے کہ انقضاء
عدت کی محتمل تھی پھر عورت نے کہا کہ میری عدت ہنوز نہیں منقضی ہوئی یا کہ میں نے زوج ثانی سے نکاح نہیں کیا تو عورت کی تصدیق نہوگی اسواسطے کہ عورت کی پیش قدمی نکاح
کرنے پر دلیل ہے حلت کی یعنی زوج اول پر حلال ہونے عورت کی دلیل ہے اور سرخسی سے روایت ہے کہ زوج اول کو اوسکا نکاح کرنا حلال نہیں جبتک کہ عورت سے
حلت کو دریافت نکرلے وفی البزازیة قالت طلقنی ثلثا ثم ارادت تزویج نفسها منه لیس لها ذلک اصرت علیه او اکذبت نفسها اور بزازیہ
میں ہے کہ عورت نے کہا کہ زوج نے مجھکو تین بار طلاق دی ہے پھر عورت نے اپنے نکاح کرنیکا ارادہ کیا اوسی زوج سے تو عورت کو یہہ نکاح کرنا جائز نہیں خواہ عورت طلاق کے
قول پر ثابت رہی ہو یا کہ اوسنے اپنی ذات کو جھٹلایا ہو یہہ اوس صورت میں ہے جبکہ عورت مدعی تھی طلاق کی اور زوج اوسکا منکر تھا اور اگر زوج نے بھی طلاق کا اقرار
کیا تھا تو بالاتفاق عورت کو نکاح کرنا اوس سے درست نہوگا کذا فی حاشیة المدنی سمعت من زوجها انه طلقها ولا تقدر علی منعه من نفسها الا بقتله
لها قتله بدواء خوف القصاص ولا تقتل نفسها وقال الا ... بل ترفع الامر الی القاضی فان حلف ولا بینة فالاثم علیه وان قتله فلا شیء علیها
والبائن کالثلث بزازیة عورت نے اپنی زوج سے سنا کہ اوسنے اوسکو طلاق دی یعنی تین بار طلاق دی اور عورت اپنی ذات کو مرد سے بچا نہیں سکتی بدون اوسکے مار ڈالنے کے
تو عورت کو اوسکا قتل کرنا دوا سے جائز ہے قصاص کے ڈر سے یعنی زہر سے مارے کہ قصاص اوسپر لازم آوے اور نہ مار ڈالے عورت اپنی ذات کو اور اوزجندی نے کہا کہ اوسکی
نالش کرے قاضی کے پاس سو اگر زوج قاضی کے روبرو طلاق نہ دینے کی قسم کھا جاوے اور عورت کے گواہ نہوں تو اب گناہ اوسکا مرد پر ہوگا اگر عورت کو اپنی جان کا خوف
ہو اور اس صورت میں اگر عورت اوسکو قتل کر ڈالے تو اوسپر کچھ گناہ نہیں اور طلاق بائن انقطاع نکاح میں مانند تین طلاق کے ہے کذا فی البزازیة وفیها شهدا انه
طلقها ثلثا لها التزوج باخر للتحلیل لو غائبا انتهی قلت یعنی دیانة والصحیح عدم الجواز قنیه اور بزازیہ میں ہے کہ دو گواہوں نے گواہی دی کہ
مرد نے عورت کو تین بار طلاق دی تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا جائز ہے تحلیل کیواسطے اگر زوج اول غائب ہو یعنی اگر عورت کو خوف ہو کہ زوج طلاق کا انکار
کریگا تو بعد عدت کے دوسرے مرد سے نکاح کرلے اور بعد وطی کے اوس سے طلاق لے تاکہ زوج اول پر حلال ہو پھر جب زوج اول آوے تو اوس سے بعد عدت زوج
ثانی کے تجدید نکاح کی درخواست کرے کذا فی حاشیة المدنی والعالمگیریہ شارح کہتا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ مراد بزازیہ کی یہہ ہے کہ عورت کو دیانة نکاح جائز ہے یعنی
قضاء جائز نہیں اسواسطے کہ قضاء علی الغائب صحیح نہیں اور مذہب صحیح یہہ ہے کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا جائز نہیں یعنی دیانة بھی درست نہیں جیسے کہ
قضاء درست نہیں کذا فی القنیة وفیها لو لم یقدر هو ان یتخلص عنها ولو غاب سحرته وردته الیها لا یحل له قتلها ویبعد عنها بجهده اور قنیہ
میں ہے کہ اگر زوج بعد تین بار طلاق دینے کے قادر نہو کہ آپ کو چھوڑا سکے عورت سے اور اگر غائب ہوجاوے اور اوس سے تو عورت اوسپر جادو کرکے اور پھیر لاوے اپنی طرف
تو مرد کو اوسکا قتل کرنا حلال نہیں اور دور رہے اوس سے اپنی مقدور بھر وقیل لا تقتله قائله الاسبیجابی وبه یفتی کما فی التاتارخانیة وشرح الوهبانیة

عن الملتقط أی وإلا قُتِل علیہ کما مرّ اور دوسرا قول طلقتہ ثلثا میں جو مرد کو نہیں روک سکتی یہہ ہے کہ مرد کو قتل کرے تو قائل اس قول کا اسبیجابی ہے اور اسی قول پر
یعنی عدم قتل پر فتوی ہے چنانچہ تاتارخانیہ اور شرح وہبانیہ میں ملتقط سے یہہ فتوی موجود ہے یعنی اس صورت میں گناہ وطی وغیرہ کا مرد پر ہوگا عورت مجبور ہے چنانچہ
تصریح اسکی قول اوزجندی میں مذکور ہو چکی قال بعدہ ای بعد طلاقہ ثلثا کان قبلہا طلقت واحدۃ وانقضت عدتہا وصدقتہ المرأۃ فی
ذلک لا یُصدّقان علی المذہب المفتی بہٖ کما لو لم تصدقہ ھی وقیل یُصدّقان کہا زوج نے تین بار طلاق دینے کے بعد کہ اس تین طلاق سے پہلے مین نے
عورت کو ایک طلاق دی تھی اور عدت اوسکی منقضی ہو گئی تھی زوج کی غرض اس کلام سے یہہ ہو کہ تا مجھکو اوس عورت سے نکاح کر لینا درست ہو اسواسطے کہ تین طلاق
بعد عدت کی واقع ہوئی تو لغو ہو گئی اور عورت نے مرد کی تصدیق کی اس قول میں تو مرد اور عورت کی تصدیق نہوگی بنا بر مذہب مفتی بہ کے چنانچہ اوس صورت میں
جبکہ عورت مرد کی تصدیق نکرے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ زوج اور زوجہ کے کلام کی تصدیق کرنا چاہئے ولو طلّقہا ثنتین قبل الدخول ثم قال کنت طلقتہا
قبلہما واحدۃ اُخِذ بالثلث اور اگر عورت کو دو بار طلاق دی قبل دخول کے پھر بولا کہ مین اوسکو دو طلاق سے پہلے ایک طلاق دیچکا ہوں غرض اس کلام سے یہہ کہ
دو طلاق باطل ہو جاوین اسواسطے کہ غیر مدخولہ پہلی ایک ہی طلاق سے بائن ہو چکی بلا عدت تو زوج اس کلام سے ماخوذ ہوگا تین طلاق کیساتھ اسواسطے کہ اقدام زوج کا دو طلاق
پر دلالت کرتا ہے ثبوت نکاح پر واللہ سبحانہ اعلم بالصواب

باب الایلاء

مناسبتہ البینونۃ مآلاً یہہ باب ایلا کا مناسبت
ایلاء کی طلاق رجعی سے باعتبار جدائی انجام کار کے ہے یعنی جیسے طلاق رجعی میں عورت بعد عدت کے مرد سے جدا ہو جاتی ہے ویسی ہی ایلاء میں بعد چار مہینے کے جدا ہوتی ہے
لہذا یہہ باب متصل مذکور ہوا ہو لغۃ الیمین وشرعًا الحلف علی ترک قربانہا مدتہ ولو ذمیًا ایلاء لغت میں بمعنی قسم کے ہے اور شرع میں ایلاء وہ قسم ہے جو
زوج نے زوجہ کی ترک قربت پر چار مہینے تک قسم کہائی ہو اگرچہ زوج ذمی ہو چنانچہ ایلاء ذمی کا بیان متن میں آگے مذکور ہوگا والمولی ھو الذی لا یمکنہ قربان
امرأتہ الا بشیٔ مشق یلزمہ الا لمانع کفر اور مُوْلی بضم میم وکسر لام اوسکو کہتے ہیں جسکو ممکن نہیں اپنی عورت سے وطی کرنا بدون مشقت والی چیز کے کہ
لازم ہوتی ہے اوسپر یعنی بدون کفارہ کے قربت نہیں کر سکتا مگر مانع کفر سے مولی پر کفارہ لازم نہیں آتا یعنی کافر اگر ایلاء کریگا تو اوسکو قربت اپنی زوجہ کی
ممکن ہے بدون لزوم کفارہ کے وَرُکنہ الحلف اور رکن ایلاء کا قسم ہے خواہ قسم اللہ تعالی کے نام پاک سے ہو یا تعلیق ہو یا التزام نذر کے یا طلاق یا عتاق کے
وشرطہ محلیۃ المرأۃ بکونہا منکوحۃ وقت تنجیز الایلاء اور شرط ایلاء کی یہہ ہے کہ عورت محل ہو ایلاء کی بسبب منکوحہ ہونے عورت کے وقت تنجیز ایلاء کے یعنی
اگرچہ وقت تعلیق کے منکوحہ نہو لیکن ایلاء واقع ہونیکے وقت منکوحہ ہونا کفایت کرتا ہے ومنہ اِن تزوّجتکِ فواللہ لا اقربک اور ایلاء مذکور سے یہہ مثال ہے
کہ مرد نے عورت سے کہا کہ اگر مین تجہسے نکاح کرونگا تو قسم اللہ کی کہ تجہسے وطی نکرونگا ہر چند عورت اس قول مین وقت ایلاء کے منکوحہ نہین لیکن بعد نکاح کے ایلاء ثابت
ہوگا اسواسطے کہ تعلیق بعد وجود شرط کے مانند تنجیز کے ہے تو گویا اوسنے بعد نکاح کے ایلاء کیا ولو زاد وانتِ طالقٌ ثم تزوّجہا لزمہ کفارۃٌ بالقربان ووقع بائنٌ
بترکہٖ اور اگر مثال مذکور مین وانتِ طالقٌ زیادہ کیا یعنی یون کہا کہ ان تزوجتک فواللہ لا اقربک وانت طالق یعنی اگر مین تجہسے نکاح کرون تو قسم اللہ کی کہ تجہسے وطی
نکرونگا اور تو مطلقہ ہوگی تو لازم آویگا اس قائل کو کفارہ بسبب وطی کے اور طلاق بائن واقع ہوگی وطی چہوڑنے سے ہم اس مثال مین کفارہ لازم آویگا وطی سے
اسواسطے کہ ایلاء ہے اور طلاق واقع ہوگی ترک وطی سے چنانچہ وطی سے لیکن مشکل یہہ ہے کہ اسمین تعلیق ہے طلاق کی نکاح پر تو بمجرد نکاح کے طلاق واقع ہوگئی کفارہ وطی
کیونکر لازم آویگا تو مراد یہہ ہے کہ اول بار عورت سے نکاح کیا اور وہ مطلقہ ہوگئی بسبب تعلیق طلاق کے بعد اسکی دوسری بار اوس سے نکاح کیا تو اگر بعد نکاح ثانی کے چار
مہینے گذر گئے بدون وطی کے تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر چار مہینے کے اندر وطی کی تو کفارہ لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی واھلیۃ الزوج للطلاق
وعندہما للکفارۃ اور شرط ایلاء کی ہے اہل ہونا زوج کا واسطے طلاق کے یعنی جسکو طلاق کی لیاقت ہے اوسکو ایلاء کی بھی لیاقت ہے اور صاحبین کے نزدیک کفارہ کی اہلیت شرط ہے ایلاء کی
فصح ایلاء الذمّی بغیر ما ھو قربۃ تو صحیح ہے ایلاء کرنا ذمی کا امام کے نزدیک بجز عبادات کے یعنی چونکہ ذمی اہل ہے طلاق کا تو اوسکا ایلاء بھی صحیح ہے لیکن اگر ذمی
عبادات کی قسم کہاویگا تو صحیح نہین اور صاحبین کے نزدیک ذمی کا ایلاء صحیح نہین اسواسطے کہ وہ کفارہ کا اہل نہین معلوم کرنا چاہئے کہ ذمی کا ایلاء تین طرح ہے
ایک یہہ کہ بالاتفاق صحیح ہے یعنی بغیر عبادت کے قسم کہانا جیسے عتاق کی دوسری عبادات کی قسم کہانا چنانچہ حج یا صوم کی یہہ بالاتفاق باطل ہے تیسری مین اختلاف ہے یعنی

اور اگر قسم وایسی کہا ہو سالے تو عورت سے وطی کی بعد دو مہینے گذرنے کے تو کفارہ دے بسبب باقی رہنے یمین کے کفارہ لازم ہو اور بسبب قسم توڑنے کے یعنی ہر چند بعد مدت طلاق بائن
پڑ جانے کے اب چوتھی طلاق نہ پڑیگی لیکن یمین عام قربت کی ہنوز باقی ہے تو وطی سے کفارہ لازم ہوگا واللّٰہ لا اقربک شہرین وشہرین بعد ہذا الشہرین ما لا تتحقق
المدۃ اور یون کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے اور دو مہینے بعد اگلے دو مہینون کے تو ایلاء ہے بسبب متحقق ہونے مدت ایلاء کے اسواسطے کہ واو عاطفہ موضوع ہے جمع کے
واسطے کے تو چار مہینے ثابت ہوے ولو مکث یوما اراد به مطلق الزمان اذ الساعۃ کذلک بحر اور اگر زوج نے کہا کہ واللہ میں دو مہینے تجھسے قربت نکرونگا پھر اوسنے
ایک دن توقف کیا شارح کہتا ہے مصنف نے لفظ یوم سے مطلق زمانہ مراد رکھا اسواسطے کہ ایک ساعت کا توقف بھی مانند یوم کے ہے حکم میں کذا فی البحر الرائق ثم قال
واللہ لا اقربک شہرین لم یکن مولیا قال بعد الشہرین الاولین او لا لنقص المدۃ پھر بعد توقف ایکدن یا ایک ساعت کے کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا
دو مہینے بعد پہلے دو مہینون کے یا بعد الشہرین الاولین کے لفظ کو نہ بیان کیا یعنی اسیقدر بولا کہ واللہ میں دو مہینے تجھسے قربت نکرونگا تو وہ دونو صورتون میں مولی نہوگا یعنی ایلا
نہ ثابت ہوگا بسبب کم ہونے مدت کے یعنی جب اوسنے کہا کہ واللہ میں تجھسے دو مہینے صحبت نکرونگا تو دو مہینے اس یمین سے ثابت ہوئے پھر اوسنے ایکدن توقف کر کے
دوسری قسم کہائی اسطرح کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے بعد پہلے دو مہینون کے تو دونو یمین کے چار مہینے ہوگئے ایکدن توقف کا درمیان سے ساقط ہو گیا
تو ایکدن کم چار مہینے باقی رہے اور حالانکہ مدت ایلاء کی پورے چار مہینے ہین لہذا ایلا نہ ثابت ہوا اور جبکہ زوج نے بعد الشہرین الاولین کو یمین ثانی مین نہ ذکر کیا
تو دونو یمین متداخل ہونگی مثلا یمین اول غرہ محرم سے شروع ہوئی تھی آخر صفر مین تمام ہوئی اور یمین ثانی دوسری تاریخ محرم سے شروع ہوئی غرہ ربیع الاول
کو تمام ہوئی مدت ایلاء کی اسمین بھی نہ پائی گئی لکن ان قالہ اتحدت الکفارۃ والا تعددت لیکن اگر بعد الشہرین الاولین کہیگا تو وطی سے ایک ہی
کفارہ لازم آویگا اور اگر نہ کہیگا تو دو کفارہ لازم آوینگے پہلی صورت مین اگر پہلے دو مہینون مین وطی کریگا تو ایک کفارہ لازم ہوگا اور اگر پچھلے دو مہینون
مین وطی کریگا تو بھی ایک ہی کفارہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مدت ہر یمین کی جدی جدی ہے متداخل نہین اور دوسری صورت مین اگر دو مہینے کے اندر وطی کریگا تو دو
کفارہ لازم آوینگے ایک کفارہ یمین اول سے اور دوسرا کفارہ یمین ثانی سے اسواسطے کہ دونو یمین کی مدت متداخل ہے جدی جدی نہین او قال واللہ لا اقربک
سنۃ الا یوما لم یکن مولیا للحال بل ان قربہا و بقی من سنۃ اربعۃ اشہر فاکثر صار مولیا والا لا یا زوج نے زوجہ سے یون کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت
نکرونگا ایک سال مگر ایکدن تو فی الحال مولی نہوگا بلکہ اگر قربت کریگا عورت سے اوسوقت جب کہ باقی رہگئے ہون ایک سال سے چار مہینے یا زیادہ تو اوسوقت مولی ہوگا
اور اگر سال مین سے چار مہینے باقی نہین رہے تھے شلا تین مہینے باقی رہے تھے کہ اوسنے قربت کی تو مولی نہوگا ولو حذف سنۃ لم یکن مولیا حتی یقربہا فیصیر
مولیا اور اگر مثال مذکور سے سال کا لفظ گرا دے الا یعنی یون کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا مگر ایکدن تو مولی نہوگا بدون قربت کے پھر جب عورت سے قربت
کریگا تو مولی ہوگا بعد غروب ہونے آفتاب کے وطی کے دن اور یہی قید مثال سابق مین بھی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو زاد الا یوما اقربک فیہ لم یکن مولیا
ابدا الا انہ استثنی کل یوم یقربہا فیہ فلا یتصور منعہ ابدا اور اگر اوسنے مثال مذکور مین الا یوما اقربک فیہ کو زیادہ کیا یعنی یون کہا کہ واللہ میں تجھسے
قربت نکرونگا ایک سال مگر وہ دن جسمین تجھسے قربت کرونگا تو کبھی مولی نہوگا خواہ قربت کرے یا نکرے اسواسطے کہ اوسنے ہر ایک اوسدن کو مستثنی کر لیا
جسمین عورت سے قربت کرے تو اوسکا ممنوع ہونا وطی سے کبھی متصور نہین تمام سال او قال وهو بالبصرۃ واللہ لا ادخل مکۃ وهی بہا لا یکون مولیا لانہ یمکنہ
ان یخرجہا منہا فیطأہا یا کہ زوج بصرہ مین ہے اور اوسنے یون کہا کہ واللہ مین مکہ مین نجاؤنگا اور حالانکہ زوجہ مکہ مین ہے تو اس قول سے مولی نہوگا اسواسطے
کہ ممکن ہے کہ عورت کو مکہ سے بلا لیوے پھر اوس سے وطی کرے آلی من المطلقۃ رجعیا صح لبقاء الزوجیۃ و یبطل بمضی المدۃ اگر ایلا کیا رجعیہ مطلقہ سے تو یہ صحیح ہے
بسبب باقی رہنے زوجیت کے اور باطل ہوگا ایلا بعد طلاق بائن پڑنے کے بسبب گذر جانے مدت ایلاء کے یعنی چار مہینے گذر گئے اور ہنوز عدت رجعی کی باقی ہے بسبب متداو
لرکے اور اگر مدت عدت کی قبل مدت ایلاء کے گذر گئی تو بھی ایلا باطل ہوگا بسبب باقی نرہنے محل کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر والبحر اعنی نسخون مین
بمضی العدۃ ہے بجای بمضی المدۃ کے چونکہ نسخہ محشی مدنی کا دوسری بات کو شامل تھا لہذا اوسیکو مترجم نے اختیار کیا ولو آلی من مبانۃ او اجنبیۃ لم یصح
بعدہ ای بعد الایلاء ولم یضفہ الی الملک کان لم یصح لفوات محلہ ولو وطیہا کفر لبقاء الیمین اور اگر ایلا کیا مطلقہ بائنہ سے یا اجنبیہ سے عورت سے

نسخہ العدۃ

اگر بنیت نکاح کیا اور ایلا باضافت الی الملک کیا یعنی نکاح پر تعلیق نکی چنانچہ اسکا ذکر ہو چکا تو ایلا صحیح نہو گا بسبب فوت ہونے محل ایلا کے یعنی نکاح کے اور اگر بعد ایلا کے
اسنے بآجنبیت سے وطی کریگا تو کفارہ لازم آویگا بسبب باقی رہنے یمین کے یعنی ہر چند ایلا نہوا لیکن یمین عدم قربت کی ثابت ہو ولو ابانها ان مضت عدتها وهی
فی العدۃ بانت باخری وللا لاخانیہ اور اگر زوجہ نے ایلا کیا پھر زوجہ کو طلاق بائن دی اگر مدت ایلا کی گذر گئی اور حالانکہ عورت ہنوز عدت میں ہو تو دوسری
طلاق بائن پڑیگی اور اگر عدت پہلے منقضی ہو گئی تو دوسری طلاق نہ واقع ہو گی کذا فی الخانیۃ بعجزه عجزا حقیقیا لا حکمیا کالاحرام لکونہ باختیاره عن وطیها لمرض
باحدهما او صغرها او رتقها او جبّه او عنّة او مسافة لا یقدر علی قطعها فی مدة الایلاء او لحبسه اذا لم یقدر علی وطیها فی السجن کما فی البحر عن الغایۃ
وقوله لا بحق لرادة لغیره فلیراجع عاجز ہوا ایلا کرنیوالا وطی سے حقیقی عاجزی کرنہ حکمی کر چنانچہ بسبب احرام باندہنے کے یا اعتکاف کے اسواسطے کہ یہ عاجزی اختیاری
ہے نہ اضطراری عاجز ہوا وطی سے بسبب بیماری زوج یا زوجہ کے یا بسبب صغیرہ ہونے عورت کے یا بسبب تنگی شرمگاہ عورت کے یا بسبب مقطوع الذکر یا مرد ہونے
مرد کے یا بسبب حائل ہونے اتنی مسافت کے او سکو قطع نہیں کر سکتا او سہو نہیں سکتا زوجہ تک ایلا کی مدت میں یا بسبب محبوس ہونے زوج کے ناحق پتہ لگتا ہو او نہو
عورت کی وطی پر قیدخانہ میں کا فی البحر الرائق عن الغایۃ ... [illegible]
اگر نہو کتب فقہ کیطرف رجوع کرنا چاہیے علیحدہ محشی نے کہا کہ ہمنے اس روایت کی تلاش کی سو فتاوی عالمگیریہ میں اسکو پایا منقول غایۃ السروجی سے کہ حبس اسی
میں رجوع کر ناحق میں تنہیں اور حبس ناحق میں حجت ہے اور مترجم نے بھی اس روایت کو فتاوی مذکور میں دیکھا تو اب مصنف کا قول تحقیق ہو گیا وکذا حبسها
ونشوزها ففیئه بقوله بلسانه فئت الیها او راجعتك و ابطلت الایلاء او رجعت عما قلت ونحوه لانه اذاها بالمنع فیرضیها بالوعد
اور اسیطرح عاجز ہوا وطی سے بسبب محبوس ہونے زوجہ کے اور اسکی نافرمانی سے تو رجوع کرنا زوج کا اوسکی زبانی قول سے کفایت کرتا ہو چنانچہ یوں کہنا کہ
میں نے رجوع کیا زوجہ کیطرف یا یوں کہا کہ میں پھر آیا تیری طرف یا یوں کہا کہ میں نے ایلا کو باطل کر دیا یا یوں کہا کہ جو میں نے کہا تھا اوس سے میں پھرا اور
مثل اس قول کے یعنی بعد ایلا کے بسبب عذرات مذکورہ کے وطی نکر سکا تو زبانی قول سے ایلا موقوف کر دیگا اسواسطے کہ زوج نے زوجہ کو اذیت اور تکلیف دی
تہی بسبب منع وطی کے تو اوسکو اب راضی کریگا وعدہ کرکے فان قدر علی الجماع فی المدۃ ففیئه الوطی فی الفرج لانه الاصل فان وطی فی غیره کدبرها لا یکون
فیئا پھر بعد رجوع قولی کے اگر زوج قادر ہوا جماع پر مدت ایلا میں تو اوسکا رجوع کرنا معتبر ہو گا وطی فی الفرج سے اسواسطے کہ وہی اصل ہو سو اگر غیر فرج میں وطی
کریگا جیسے کہ مقعد میں تو رجوع کرنا معتبر نہو گا ومفاده اشتراط دوام العجز من وقت الایلاء الی مضی مدته وبه صرح فی الملتقی وفی الحاوی
الی وهو صحیح ثم مرض لم تکن فیئته الا بالجماع مستفاد ہوا ہو قول مصنف سے یعنی فان قدر علی الجماع سے مشروط ہونا دوام عاجزی کا رجوع لسانی
میں ایلا کے وقت سے اوسکی مدت گذرنے تک اور اسی شرط کو مصرح کیا ہے ملتقی الابحر میں اور حاوی میں یوں ہو کہ زوج نے حالت صحت میں ایلا کیا پھر بیمار
ہو گیا تو اوسکا رجوع کرنا ثابت نہو گا بدون جماع کے شارح نے اس روایت سے ملتقی کے کلام کی تائید کی وبقی شرط ثالث ذکره فی البدائع وهو قیام النکاح
وقت الفیء باللسان فلو ابانها ثم فاء بلسانه بقی الایلاء اور باقی رہی تیسری شرط رجوع قولی کی شرط اول عجز ہے اور شرط ثانی دوام عجز اور شرط ثالث
کو بدائع میں ذکر کیا وہ قیام ہے نکاح کا وقت رجوع کرنے زبانی کے یعنی رجوع کیوقت عورت منکوحہ ہو نہ بائنہ تو اگر زوج نے بعد ایلا کے عورت کو طلاق بائن
دی پھر زبانی رجوع کیا تو رجوع کرنا ثابت نہو گا اور ایلا باقی رہیگا قال لامراته انت علی حرام ونحو ذلک کانت معی فی الحرام ایلاء ان نوی التحریم
او لم ینو شیئا وظهار ان نواه وهدر ان نوی الکذب وذا دیانة واما قضاء فایلاء قهستانی وتطلیقة بائنة ان نوی الطلاق وثلث
ان نواها ویفتی بانه طلاق بائن وان لم ینوه لغلبة العرف ولذا لا یحلف به الا الرجال کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ تو مجھپر حرام ہے اور مانند اس
کلام کے کہا اور بولا جسمیں حرام کا لفظ ہو چنانچہ یوں کہا کہ تو میرے ساتھہ ہے حرام کے اندر تو یہ قول ایلا ہے اگر اوس نے تحریم کا ارادہ کیا اسواسطے کہ تحریم
حلال کی یمین ہے یا زوج نے اس کلام سے کچھہ ارادہ نکیا نہ ظہار کا نہ طلاق کا نہ ایلا کا نہ کذب کا تو بھی ایلا ہے اور یہہ کلام ظہار ہو گا اگر اوس نے ظہار کا ارادہ
کیا اور یہہ کلام باطل اور مہمل ہو گا اگر اوس نے کذب کا ارادہ کیا اور اسکا باطل ہونا باعتبار دیانت کے ہے اور باعتبار حکم قاضی کے تو ایلا ہی ثابت ہو گا

کذا فی القہستانی اور یہہ کلام ایک بائن طلاق ہوگا اگر اوسنے طلاق کی نیت کی اور تین بار طلاق واقع ہوگی اگر اوسنے تین طلاق کی نیت کی اور فتوی اسپر ہے کہ یہہ کلام یعنی
انتِ علیّ حرام طلاق بائن ہے اگرچہ زوج نے طلاق بائن کی نیت نکی ہو بسبب غلبہ استعمال کے یعنی بالفعل یہہ قول طلاق ہی میں اکثر مستعمل ہے و لہذا اس قول سے سوا ہو مردون کے
نری قسم نہین کہا اور لو لم یکن لہ امرأۃ او حلفت بہ المرأۃ کان یمیناً کما لو ماتت او بانت لا الی عدۃ ثم وجد الشرط لو تطلق امرأۃ تنکحہا بعدہ لتعین صیرورتہا
یمیناً فلا تنقلب طلاقاً اور اگر مرد کے کوئی زوجہ نہو اور اوسنے کہا کہ علی الحرام یعنی حرام مجہپر لازم ہوا یا کہ عورت نے بلفظ حرام قسم کی یعنی زوج سے خطاب کرکے بولی
کہ تو مجہپر حرام ہے تو یہہ قول یمین ہوگا نہ طلاق چنانچہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو مجہپر حرام ہے اگر مین غلام کو مارون پہر زوجۂ مخاطبہ مرگئی یا بائن ہوگئی بدون عدت کے
بسبب طلاق قبل دخول کے پہر شرط پائی گئی یعنی مثلاً غلام کو مارا تو مطلقہ نہوگی اوسکی وہ عورت جس سے بعد موت زوجۂ اولی کے نکاح کیا اسی قول پر فتوی ہے کہ زوجۂ ثانیہ
پر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ہو جانے تعلیق کے یمین یعنی جب زوجۂ مخاطبہ مرگئی یا بائن ہوگئی تو تعلیق طلاق کی بسبب نہونے محل کے یمین ہوگئی پہر جب تعلیق یمین ہوگئی تو
یمین منقلب ہوکر طلاق نہین ہوسکتی و مثلہ انتِ معی فی الحرام و للحرام یلزمنی و حرّمتُکِ علیّ و انتِ محرّمۃ او حرام علیّ او لم یقل علیّ و انا علیکِ
حرام او محرّم او حرّمتُ نفسی علیکِ او انتِ علیّ حرامٌ کالخمر او الخنزیر بزازیہ اور انت علی حرام کی مانند ہین یہہ اقوال کہ تو ساتھ میرے ہے
حرام مین یا اور حرام مجہکو لازم ہوا اور مین نے تجہکو اپنے اوپر حرام کیا اور تو مجہپر محرم ہے یا حرام ہے یا کہ اس مثال مین مجہپر کا لفظ نہ بولا یعنی فقط یہہ قدر کہا کہ تو حرام ہے
یا محرم ہے اور مین تجہپر حرام ہون یا محرم ہون یا کہ مین نے اپنی ذات کو تجہپر حرام کیا یا کہ تو مجہپر حرام ہے مانند گدہے یا سور کے کذا فی البزازیہ یعنی ان مثالون سے طلاق
بائن واقع ہوگی بقول مفتی بہ اور اگر قائل کی زوجہ نہوگی تو یہہ اقوال یمین ہوجاوینگے تو حانث ہونیسے کفارہ لازم آویگا و لو کان لہ اربع نسوۃ و مثلہ
حلال العالم وقع علی کل واحدۃ منہن طلقۃ بائنۃ وقیل تطلق واحدۃ منہن والیہ البیان کما مرّ فی الصریح و ہو الاظہر و الاشبہ ذکرہ الزیلعی
والبزازی وغیرہما وقال الکمال الاشبہ عندی الاول وبہ جزم صاحب البحر فی فتاواہ وصححہ فی جواہر الفتاوی واقرہ المصنف فی شرحہ
اور اگر زوج کی چار عورتین ہون اور یہہ مسئلہ کمال غور طلب بطور سابق کے ہو ذکر تحریم مین یعنی چار عورتون کے زوج نے کہا کہ امرأتی علی حرام یعنی میری عورت مجہپر
حرام ہے تو ہر عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور بعضون نے کہا کہ ان چار عورتون مین سے ایک ہی عورت پر طلاق واقع ہوگی اور زوج کا اختیار رہیگا جسکو چاہے معین
کرے چنانچہ اسکا ذکر طلاق صریح مین ہوچکا اور یہی قول ظاہر تر اور بہت مشابہ بالحق ہے چنانچہ زیلعی اور بزازی اور ان دونوکے سوا اور فقہانے مثل صاحب خلاصہ اور ذخیرہ
وغیرہ ہمنے اسکو ذکر کیا ہے اور کمال الدین محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ میرے نزدیک اشبہ بحق قول اول ہے یعنی ہر عورت پر طلاق واقع ہونا اور اسیکا
یقین کیا ہے صاحب بحر الرائق نے اپنی فتاوی مین اور جواہر الفتاوی مین بہی اسیکی تصحیح کی ہے اور مصنف نے بہی اسی قول کو اپنی شرح مین قائم رکہا ہے ھم
منح الغفار مین کلام محقق کا فتح القدیر سے یون منقول ہے کہ بہت نزدیک اشبہ بحق وہ ہے جو تنہا وہ مین ہے اسلیئے کہ یون کہنا کہ حلال خدا یا حلال مسلمین کا مجہپر حرام ہے
یہہ ہر زوجہ کو شامل ہے تو ہر ایک زوجہ پر طلاق بائن واقع ہوگی انتہی تو علاوہ ہوا کہ محقق ممدوح اور اوسکے تابعین کا کلام حلال اللہ او حلال المسلمین مین ہے نہ کہ انت
علی حرام مین اسواسطے کہ لفظ ما جمیع کا نافع ہے عموم کا اور نہ امرأتی علی حرام مین ہے اور ظاہر نظر مین بہی معلوم ہوتا ہے کہ یہہ گفتگو انت علی حرام مین ہے و لہذا شارح نے
اگلے قول مین کہا ہے لٰکن کما ذکرہ فی النہر یجب ان یکون معنی قول الزیلعی والمسئلۃ بحالہا یعنی التحریم لا بقید انتِ علیّ حرام مخاطباً لواحدۃ
کما فی المتن بل یجب قیدہ ان لا یقع الا علی المخاطبۃ انتہی قلت یعنی بخلاف حلال اللہ او حلال المسلمین فانہ یعم وبہ یحصل التوفیق فلیحفظ
لیکن نہر الفائق مین ہے کہ واجب ہے کہ ہوئی معنی اس قول زیلعی کے کہ یہہ مسئلہ بطور سابق کے ہے یعنی فقط تحریم مین بمثل مسئلہ سابقہ کے ہے نہ کہ بقید خطاب زوجہ
واحدہ کے چنانچہ متن مین ہے یعنی کنز مین لکہا ہے وجہ یہ ہے انتِ علیّ حرام مین کہ طلاق نہ واقع ہوگی سوا زوجۂ مخاطبہ کے انتہی کلام النہر شارح کہتا ہے کہ مین کہتا
ہون یعنی بخلاف حلال اللہ یا حلال المسلمین کے کہ یہہ عام ہے چارون عورتون کو شامل ہے اور اسی سے حاصل ہوگئی توفیق یعنی تصریح صاحب نہر الفائق اور توضیح
شارح سے کلام فقہا مین اتفاق حاصل ہوگیا سو اس تحقیق کو یاد رکہنا چاہیئے یعنی جو کہتا ہے کہ سب عورتون پر طلاق واقع ہوگی سو اس قول سے کہتا ہے کہ حلال اللہ او
حلال المسلمین اور جو کہتا ہے کہ فقط زوجۂ مخاطبہ ہی پر واقع ہوگی سو اس قول سے کہتا ہے کہ انتِ علیّ حرام اور شارح کا یہہ مطلب نہین بلکہ نہر الفائق کی تصریح سے ہی متعین ہے

کے دونوقولون مین اتفاق ہوگیا اسواسطے کہ انہ دونو قولونکا اختلاف امرأتی علی حرام پر مبنی ہے سو جو فقہا کہ عموم کے قائل ہین سوا امرأتی کی اضافت کو اضافت جنسی کہتے
ہین اور جو خصوص کے قائل ہین وہ اضافت عہدی کہتے ہین خلاصہ یہہ ہے کہ الفاظ تین طرح پر ہین قسم اول حلال اللہ یا حلال المسلمین سو یہہ عام ہے اور یہی مراد ہے
اور کمال الدین محقق اور مصنف کی اپنی شرح مین قسم ثانی انت علی حرام یہہ خاص ہے مخاطبہ کو قسم ثالث امرأتی علی حرام اسمین اختلاف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اصحاب فتاوی کی
مسائل ملحقہ شارح کے انتِ عَلَیَّ حرامٌ اَلفَ مرۃٍ یقعُ واحدۃً زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہے ہزار بار تو ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ حرمت شئی واحد ہے

فروع

اسمین تعدد کی گنجایش نہین بخلاف طلاق کے واللہ اعلم طلّقہا واحدۃً ثم قال لہا انتِ حرامٌ ناویًا ثنتین وقع واحدۃ عورت کو ایک طلاق دی پھر کہا اوس سے
کہ تو حرام ہے دو طلاق کی نیت کرکے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی کرّرہ مرتین ونوی بالاول طلاقًا وبالثانی یمینًا صح انت حرام کو دو بار کہا اور اول سے طلاق کی نیت
کی اور دوسری سے یمین کی تو صحیح ہے قال ثلث مرات حلال اللہ علیہ حرامٌ ان فعل کذا ووجد الشرط وقع الثلث کہا تین بار کہ حلال خدا کا حرام ہے مجپر
اگر ایسا کرے اور شرط پائی گئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی قال لہما انتما علی حرام ونوی فی احدٰہما ثلثًا وفی الاخرٰی واحدۃً فکما نوٰی بہ یفتٰی وتمامہ فی البزازیۃ
کہا دو عورتون سے کہ تم دونو مجپر حرام ہو اور ایک عورت مین تین طلاق کا ارادہ کیا اور دوسری مین ایک طلاق کا تو ویسا ہی ہوگا جیسا کہ اوس نے ارادہ کیا اسی پر
فتوی ہے اور پورا بیان اسکا بزازیہ مین ہے قال انتما علی حرامٌ حنث بوطی کلٍّ ولو قال واللہ لا اقربکما لم یحنث الا بوطیہما والفرق لا یخفٰی کہا کہ تم دونو
مجپر حرام ہو تو حانث ہوگا ہر عورت کی وطی سے اور اگر یون کہا کہ واللہ تم دونو سے مین قربت نکرونگا تو حانث نہوگا مگر دونو کی وطی سے یعنی ایک عورت کی وطی سے
قسم نہ ٹوٹیگی اور وجہ فرق دونو مسئلونکی مخفی نہین اسواسطے کہ پہلی صورت مین ہر عورت کو متصف بحرمت کیا تو ہر عورت کو حرمت مستقلہ ثابت ہوئی اور دوسری صورت
مین دونو کی وطی سے اپنی ذات کو روکا تو ایک کی وطی سے حانث نہوگا اور دوسری وجہ فرق کی یہہ ہے کہ پہلی صورت مین ایلا معنوی ہے باعتبار معنی تحریم کے ہر ایک
مین جدی جدی موجود ہے بخلاف صورت ثانیہ کے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وفی الجوہرۃ کرّر واللہ لا اقربک ثلثًا فی مجلسٍ ان نوی
التکرار اتحد والّا فالایلاءُ واحدٌ والیمینُ ثلثٌ وان تعدّد المجلس تعدّد الایلاءُ والیمینُ واللہ اعلم اور جوہرہ مین ہے کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا
اسکو تین بار ایک مجلس مین مکرر کہا اگر تکرار کی یعنی تاکید کی نیت کی تو ایک ہی ایلا اور ایک ہی یمین ہوگی اور اگر تاکید کی نیت کی تو ایک ایلا ہو اور یمینین
بعد وطی کے منقضی ہونگے تو ایک طلاق ہوگی اور تین یمین ہونگی یعنی اگر وطی کریگا تو تین کفارے دینی لازم ہونگے اور اگر مجلسین متعدد ہونگی یعنی ہر
مجلس مین ایکبار واللہ لا اقربک کہیگا تو تین ایلا اور تین یمین ہونگی اگر چار مہینے تک قربت نکریگا تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور اگر قربت کریگا تو تین کفارے
لازم آوینگے واللہ اعلم

باب الخلع

الخُلع ہو لغۃً الازالۃ یہہ باب ہے احکام خلع مین اور خلع لغت مین بمعنی ازالہ ہے یعنی ایک
چیز کو دوسری چیز سے زائل کرنا اور جدا کرنا اور نکالنا جیسے کپڑے کو بدن سے اور موزہ کو پانو سے نکالنا واستُعمل فی ازالۃ الزوجیۃ بالضمّ وفی
غیرہا بالفتح اور خلع مستعمل ہے ازالہ زوجیت مین بضم اول اور ازالہ زوجیت کے غیر مین بفتح اول مستعمل ہے وشرعًا کما فی البحر ازالۃُ ملکِ النکاح خرج بہ
الخُلع فی النکاح الفاسد وبعد البینونۃ والرّدۃ فانہ لغوٌ کما فی الفصول اور خلع باعتبار اصطلاح شرع کے جیسا کہ بحر الرائق مین ہے عبارت ازالہ
ملک نکاح سے ہے ملک نکاح کی قید سے نکاح فاسد مین خلع کرنا اور طلاق بائن اور مرتد ہونیکے بعد خلع کرنا خلع شرعی کی تعریف سے نکل گیا اسواسطے کہ وہ لغو ہے بسبب عدم
ملکیت نکاح کے کذا فی الفصول المتوقّفۃ علی قبولہا خرج بہ مالو قال خلعتکِ ناویًا الطلاق فانہ یقع بائنٌ غیر مسقطٍ للحقوق لعدم توقّفہ علیہ دیا
ازالہ ملک نکاح کا خلع ہے جو موقوف ہے عورت کی قبول کرنے پر تو اس قید سے نکل گئی وہ صورت کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین نے تجھکو خلع کیا طلاق کی نیت سے لیکن
کہا تو طلاق بائن واقع ہوگی بلا اسقاط حقوق زوجیت تو یہہ قول خلع نہوگا بسبب نہ موقوف ہونے اس طلاق کے عورت کے قبول پر اور جو ازالہ ملک نکاح عورت
کے قبول پر موقوف نہین وہ خلع نہین بخلاف خالعتکِ بلفظ المفاعلۃ او اختلعی بالامر ولم یسمّ شیئًا فقبلت فانہ خلعٌ مسقطٌ حتی لو کانت
قبضت البدل ردّتہ خانیہ بخلاف خالعتک یعنی زوج نے بلفظ باب مفاعلت خلع کیا یا عورت سے بصیغہ امر اختلعی کہا یعنی خلع قبول کر اور اوسکے عوض
مین کچھ مال مقرر نکیا سو عورت نے خلع قبول کیا تو یہہ قول خلع ہے مسقط حقوق زوجیت کا یہانتک کہ اگر منکوحہ مہر قبض کرچکی ہوگی تو اوسکو مہر کا پھیر دینا لازم

ہوگا کذا فی الخانیۃ ملفظ الخلع خرج الطلاق علی مال فانہ غیر مسقط فتح یعنی ازالۂ ملک بلفظ خلع ہو تو اس قید سے طلاق بعوض مال کے تعریف خلع سے نکل گیا
اسواسطے کہ طلاق مذکور حقوق زوجیت کو ساقط نہین کرتا کذا فی فتح القدیر وزاد قولہ او فی معناہ لیدخل لفظ المبارأۃ فانہ مسقط کما یجیء ولفظ البیع
والشراء فانہ کذلک کما صححہ فی الصغری خلافاً للخانیۃ یعنی خلع عبارت ہے اوس ازالۂ ملک سے جو بلفظ خلع ہو یا اوس لفظ سے ہو جو بمعنی خلع ہو مصنف نے
اس قول کو اسواسطے زیادہ کیا تاکہ مبارات کا لفظ خلع مین داخل ہو جاوے اسواسطے کہ وہ بھی حقوق زوجیت کا مسقط ہے چنانچہ عنقریب آویگا اور تاکہ خلع بلفظ
بیع اور شرا داخل رہے خلع مین اسواسطے کہ وہ بھی اسیطرح مسقط ہے چنانچہ اسکی تصحیح کی ہے فتاوی صغری مین برخلاف خانیہ کے ہم اب تعریف خلع کی پوری ہوگئی اپنی
افراد کی جامع اور غیر کی مانع وافاد التعریف صحۃ خلع المطلقۃ رجعیاً اور فائدہ دیا تعریف مذکور نے مطلقہ رجعی کی صحت خلع کا اسواسطے کہ خلع عبارت ہے ازالۂ
ملک نکاح سے اور بقا ہے عدت تک طلاق رجعی مین ملک ثابت ہے لہذا رجعت بدون تجدید نکاح کے درست ہے ولا بأس بہ عند الحاجۃ للشقاق بعدم الوفاق
اور کچھ مضائقہ نہین خلع کرنے مین وقت ضرورت کی جب آپس مین پہوٹ پڑی نا اتفاقی سے اور مرد کو مال لینا عورت سے چہوڑنے کے بدلے جائز ہے بشرطیکہ نا اتفاقی
مرد کی طرف سے نہو چنانچہ صحیح بخاری مین بروایت عبد اللہ بن عباس ثابت ہے کہ ایک عورت نے ایک باغ اپنے مہر مین پایا تہا اپنی زوج سے راضی نہتی سرور عالم
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ باغ پہیر کر خلع کرے اور بلا ضرورت عورت کو خلع کی خواہش کرنا حرام ہے جامع ترمذی مین بحدیث مرفوع ثابت ہے کہ جو عورت
کہ بلا ضرورت زوج سے طلاق کی خواہش کریگی تو اوسپر بہشت کی خوشبو حرام ہے لیکن جب بطور موافقت نہو سکے تو بموجب نص قرآنی کے جدائی بعوض مال کے جائز
ہے کذا فی حاشیۃ الہدایۃ ما یصلح للمہر بغیر عکس کلی لصحۃ الخلع بدون العشرۃ وبما فی یدہا وبطن غنمہا وجوز العینی انعکاسہا خلع
جائز ہے عوض اس مال کے جو صلاحیت مہر کی رکہتا ہو بدون عکس کلی کے یعنی جو صلاحیت خلع کی رکہتا ہو وہ صلاحیت مہر کی بہی رکہے یہہ کلیہ صحیح نہین بسبب صحت
خلع کے کمتر دس درم سے اور بعوض اوس مال کے جو عورت کے قبضے مین ہے اور بعوض اوس بچہ کے جو بکری کے پیٹ مین ہے اور حالانکہ دس درم سے کم مین اور
عورت کے قبضے مین ہے بسبب مجہول ہونے مال کے اور پیٹ کی بچہ سے مہر صحیح نہین اور علامہ عینی نے اس کا انعکاس جائز کہا ہے ہم کلام عینی مین انعکاس سے مراد
انعکاس منطقی ہے اسواسطے کہ منطق مین موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ ہوتا ہے سو یہان صحیح ہے عکس لغوی کیطرح صحیح نہین ہوسکتا وشرطہ کالطلاق اور شرط
خلع کی مانند شرط طلاق کے ہے یعنی منکوحہ ہونا زوجہ کا اور اہلیت زوج کی تو صبی اور مجنون کا خلع صحیح نہین وصفتہ ما ذکر بقولہ ہو یمین فی جانبہ لانہ
تعلیق الطلاق بقبول المال فلا یصح رجوعہ عنہ قبل قبولہا ولا یصح شرط الخیار لہ ولا یقتصر علی المجلس ای مجلسہ ویقتصر قبولہا علی
مجلس علمہا اور خلع یمین ہے مرد کی جانب مین اسواسطے کہ وہ تعلیق ہے طلاق کی مال کے قبول پر تو صحیح نہین پلٹنا زوج کا خلع سے قبل قبول کرنے عورت کے
اور صحیح نہین زوج کو شرط کرنا اپنی اختیار کا اور منحصر نہین زوج کی مجلس پر یعنی اگر زوج مجلس بدلیگا تو خلع باطل نہوگا اور موقوف ہے قبول کرنا عورت کا اپنی
علم کی مجلس پر یعنی جب عورت کو خلع کی خبر ہوا اور وہ مجلس مین نہ قبول کرے اوٹھ کہڑی ہو تو خلع باطل ہوگا وفی جانبہا معاوضۃ بمال فیصح رجوعہا قبل
قبولہ وصح شرط الخیار لہا ولو اکثر من ثلثۃ ایام بحر ویقتصر علی المجلس کالبیع اور عورت کی جانب مین خلع بدلائی ہے عوض مال دینے کے تو صحیح
ہے عورت کا رجوع کرنا قبل قبول کرنے زوج کی اور صحیح ہے عورت کو اختیار کا شرط کرنا اگرچہ تین روز سے زیادہ اپنے اختیار کو شرط کرلے کذا فی البحر الرائق اور
موقوف ہے صحت خلع کی عورت کی مجلس پر مانند بیع کے فائدۃ یشترط فی قبولہا علمہا بمعناہ لانہ معاوضۃ بخلاف طلاق وعتاق وتدبیر لانہ
اسقاط والاسقاط یصح مع الجہل فائدہ مشروط ہے عورت کی صحت قبول مین دریافت کرنا عورت کا معنی خلع کو تو اگر زوج مثلاً ہند کی عورت سے خلع
بعوض مال عربی زبان مین کراوے تو قول صحیح مین صحیح نہوگا اسواسطے کہ خلع بدلائی کا نام ہے اور بدلائی بدون دریافت کے نہین ہوتی بخلاف طلاق اور عتاق اور
تدبیر کی کہ اوسمین علم ہونا ضرور نہین اسواسطے کہ ہر واحد عبارت ہے اسقاط حق سے اور اسقاط نادانی کے ساتھ صحیح ہوجاتا ہے یعنی فقط قضاءً صحیح ہے نہ دیانۃً
کذا فی حاشیۃ المدنی وطرف العبد فی العتاق علی مال کطرفہا فی الطلاق اور جانب غلام کی آزادی بشرط مال مین مانند جانب عورت کے ہے طلاق مین یعنی
اگر غلام کہے مولی سے کہ عوض اسقدر مال کے مجہکو آزاد کیجیے تو غلام کو رجوع کرنا قبل قبول مولی کے [illegible] ہے اور اگر مولی کہے کہ مین نے بعوض اتنے مال کے

بحل آزاد کیا تو قبولی اس کلام سے پلٹ نہین سکتا اور شرط خیار اور اقتصار علی المجلس کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے ولخلع یکون بلفظ البیع والشراء والطلاق والمبارأۃ فبعت نفسک وطلاقک وطلقتک علی کذا او بارأتک ای فارقتک وقبلت المرأۃ اور خلع ہوتا ہی بلفظ بیع اور شرا اور طلاق اور مبارات کے چنانچہ یون زوج کا کہنا کہ مین نے تیری ذات کو یا تیری طلاق کو بیچا یا یون کہے کہ مین نے تجھکو طلاق بعوض اسقدر مال کے دی یا یون کہا کہ مبارات کی مین نے تجھسے یعنی تجھکو جدا کیا اور عورت نے قبول کر لیا تو خلع ان الفاظ سے ثابت ہو گیا ہم خلع بلفظ شرا کی یہہ مثال کہ عورت نے کہا کہ مین نے اپنی ذات یا اپنی طلاق تجھسے مول لی بعوض اسقدر مال کے کذا فی منح الغفار وحکمہ ان الواقع بہ ولو بلا مال وبالطلاق الصریح علی مال طلاق بائن وثمرتہ فیما لو بطل البدل کما سیجیء اور حکم خلع یہہ ہو کہ جو خلع سے واقع ہوتی ہی سو طلاق بائن ہے اگرچہ خلع بدون مال کے ہوا ہو اگرچہ بلفظ طلاق صریح ہو عوض مال کے اور ثمرہ اس حکم کا اوس صورتمین ظاہر ہوتا ہے جب کہ بدل خلع کا مال باطل واقع ہو مانند شراب یا سور کے چنانچہ بدل باطل کا بیان بعد چند سطر کے عنقریب آتا ہی یعنی جب کہ بدل خلع مین مال باطل مذکور ہوگا تو اگر خلع بلفظ خلع ہوا ہی تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر بلفظ طلاق ہوا ہی تو طلاق رجعی واقع ہوگی والخلع ہو من الکنایات فیعتبر فیہ ما یعتبر فیہا من قرائن الطلاق لکن لو قضی بکونہ فسخا نفذ لانہ مجتہد فیہ وقیل لا اور خلع کنایات مین داخل ہی تو خلع مین اعتبار کیا جاویگا اس امر کا جسکا کنایات میں اعتبار ہوتا ہی یعنی قرائن طلاق کا چنانچہ قبل اسکے مذاکرہ طلاق کا ہونا یا طلاق کا سوال کرنا در المنتقی مین ہی کہ مال مقرر کرنا خلع مین یہہ بھی قرینہ ہی طلاق کا کذا فی حاشیۃ المدنی اور باوجودیکہ خلع کنایات مین داخل ہی اور کنایات سے طلاق ہی واقع ہوتی ہی نہ فسخ لیکن اگر قاضی حنبلی یا شافعی جو اپنے مذہب کے خلع کے فسخ ہونیکا حکم کرے تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ اس امر مین اجتہاد کی گنجایش ہے اور قول مجتہد فیہ مین حکم قاضی نافذ ہے اگرچہ قاضی شافعی ہو اور مدعی یا مدعا علیہ حنفی یا مالکی یا حنبلی اور قول ضعیف یہہ ہی کہ قاضی کا حکم اسمین نافذ نہین خلعہا ثم قال لم انو بہ الطلاق فان ذکر بدلا لم یصدق قضاء [illegible] اور اگر مرد نے عورت سے خلع کیا پھر بولا کہ مین نے اس سے طلاق کی نیت نہین کی تو اگر زوج بدل خلع مین کچھ مال ذکر کر چکا ہے تو قضاء اوسکی تصدیق نہ کیجاویگی اور ان صورتون مین الفاظ بیع اور شرا اور خلع اور مبارات مین اسواسطے کہ ذکر عوض کا قرینہ ہی طلاق کا باعتبار دیانت کے البتہ تصدیق ہوگی لیکن ان صورتون مین بھی عورت کو مرد کے پاس رہنا جائز نہین اسواسطے کہ عورت مانند قاضی کے ہی [illegible] کذا فی حاشیۃ المدنی [illegible] لا صدق وبہ ما اذا وقع بلفظ الخلع والمبارأۃ لانہما کنایتان ولا قرینۃ بخلاف لفظ بیع وطلاق اور اگر مال مذکور نہین ہوا تو زوج کی تصدیق ہوگی اوس خلع مین جو کہ بلفظ خلع اور بلفظ مبارات واقع ہوا ہی اسواسطے کہ یہہ دونو لفظ کنایہ ہین طلاق سے اور قرینہ طلاق کا کوئی موجود نہین بخلاف لفظ بیع اور طلاق کے کہ اوسمین زوج کی تصدیق نہوگی بدون ذکر مال کے بھی اسواسطے کہ دونو لفظ طلاق صریح ہین قرینہ اور نیت کی کچھ اوسمین حاجت نہین لفظ بیع اسواسطے طلاق صریح ٹھہرا کہ بیع عبارت ہی زوال ملک عین سے اور زوال ملک عین کو زوال ملک منافع لازم ہی وفیہ اشارۃ الی اشتراط النیۃ وہو ظاہر الروایۃ الا ان المشائخ قالوا لا یشترط النیۃ لانہ بحکم غلبۃ الاستعمال صار کالصریح کما فی القہستانی عن متفرقات طلاق المحیط اور اسمین یعنی خلع اور مبارات کے کنایہ ہونیمین اشارہ ہی نیت کی شرط ہونیکی طرف یعنی بلفظ خلع بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی اور یہی ظاہر الروایت ہی مگر مشائخ نے کہا ہی کہ نیت شرط نہین اسواسطے کہ لفظ خلع بسبب کثرت استعمال کے مانند طلاق صریح کے ہو گیا ہی چنانچہ قہستانی مین یہہ مذکور ہے متفرقات طلاق محیط سے طحطاوی نے کہا کہ مشائخ سابقین کے زمانہ مین شاید ایسا ہی ہوگا کہ خلع بجای طلاق صریح مستعمل ہوتا ہوگا و کرہ لہ تحریما اخذ شیء ویلحق بہ الابراء عما لہا علیہ ان نشز اور اگر ناموافقت اور زیادتی زوج کیطرف سے ہو تو اوسکو خلع کی عوض کچھ لینا عورت سے مکروہ تحریمی ہے اور اس سے ملحق ہے ابراء دین یعنی اگر عورت کا دین مہر وغیرہ ہو یا غیر مہر اور مرد بعوض خلع کے اوسکی معافی چاہی تو یہہ بھی مکروہ تحریمی ہے طحطاوی محشی نے کہا کہ حق یون ہی کہ اس حال مین مال لینا حرام قطعی ہی لیکن اگر لیگا تو مالک ہوگا بملک خبیث کذا فی حاشیۃ المدنی وان نشزت لا ولو منہ نشوز ایضا ولو باکثر مما اعطاہا علی الاوجہ فتح اور اگر نافرمانی اور ناموافقت عورت کیطرف سے ہو تو عورت سے بعوض خلع کے مال لینا مکروہ نہین اگرچہ بعد نافرمانی زوجہ کے زوج کیطرف سے بھی ناموافقت ہو گئی ہو تو بھی مال لینا درست ہی اگرچہ خلع مین لینا دینے سے

زیادہ ہو تو بھی اگر شمنی نے اس صورت میں کہ عورت کی طرف سے زیادتی ہو یعنی مہر سے زیادہ خلع کی عوض لے تو بھی جائز ہونا بیان کیا اور اسی قول کے جسکی وجہ خوب تر ہے کذا فی فتح القدیر کذ
فی شرح الشمنی کراھیۃ الزیادۃ وتعبیر الملتقی لاباس بہ یفید انھا تنزیھیۃ وبہ یحصل التوفیق اور شمنی نے مہر سے زیادہ لینے کی کراہیت کو صحیح کہا
ہے اور تعبیر ملتقی الابحر کی بلفظ لاباس ہے کہ اسکا فائدہ دیتی ہو کہ کراہت تنزیہی ہے تو اس تقریر سے حاصل ہوگیا اتفاق دو قولوں کا سو جو فقیہ کہ دینے سے زیادہ
لینے کو کہتا ہے مکروہ ہے کراہت تنزیہی کا ارادہ کرتا ہے اور جو نفی کراہت کی کرتا ہے وہ کراہت تحریمی کی نفی کرتا ہے نہ تنزیہی کی تو اختلاف جاتا رہا اگر اکرھھا الزوج
علیہ تطلق بلا مال لان الرضا شرط للزوم المال وسقوطہ زبردستی کی عورت پر زوج نے خلع قبول کرنے پر تو بدون مال کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ
رضامندی شرط ہے لازم ہونے مال میں اور ساقط ہونے مال میں یعنی خواہ عورت نے مال دینا اپنے اوپر جبر سے لازم کر لیا ہو یا اسقاط مہر کا قبول کیا تو جبر میں نہ مال دینا
لازم ہوگا اور نہ مہر ساقط ہوگا ولو ھلک بدل الخلع بیدھا قبل الدفع او استحق فعلیھا قیمتہ لو البدل قیمیا ومثلہ لو مثلیا لان الخلع لا یقبل الفسخ
اور اگر ہلاک ہوگیا بدل خلع کا عورت کے ہاتھ میں یا اوسکا کوئی اور مالک نکلا عورت کے سوا تو اگر وہ بدل قیمت والی چیز تھا چنانچہ غلام یا کپڑا تو عورت پر اوسکی قیمت
دینا لازم ہوگا اور اگر بدل مثلی تھا چنانچہ کیلی یا وزنی چیز تھا تو عورت کو اوسکی مانند دینا لازم آویگا اسواسطے کہ خلع فسخ ہونیکو قبول نہیں کرتا بخلاف بیع کے
جب کہ بائع کے پاس ہلاک ہو جاوے اسواسطے کہ بیع فسخ ہو سکتی ہے خلعھا او طلقھا بخمر او خنزیر او میتۃ او نحوھا مما لیس بمال وقع طلاق بائن فی
الخلع ورجعی فی غیرہ وقوعا مجانا فیھما لبطلان البدل وھو الثمرۃ کا مر خلع کیا عورت سے یا طلاق دی اوسکو عوض شراب یا سور یا مردار یا مانند اسکے امر
قسم سے کہ وہ مسلمان کے حق میں مال نہیں تو طلاق بائن واقع ہوگی خلع کے لفظ میں اور طلاق رجعی ہوگی خلع کے سوا اور الفاظ میں دونو صورتوں میں طلاق
کا واقع ہونا مفت ہوگا بسبب باطل ہونے بدل کے اور یہی وہ ثمرہ ہے جسکی آمد کا شارح نے وعدہ کیا تھا ولو سمت حلالا کھذا الخل فاذا ھو خمر رجع بالمھر ان لم
یعلم والا لاشیٔ لہ اور اگر عورت نے عوض خلع میں حلال مال کا نام لیا چنانچہ یوں کہا کہ مجھسے خلع کر عوض اس سرکہ کے حالانکہ وہ شراب تھی سرکہ نہ تھا تو زوج
مہر کو پھیر لے اگر ادا کیا ہو اور اگر ہنوز دیا نہیں تو ساقط ہوا بشرطیکہ زوج کو شراب ہونیکا علم نہ تھا اور اگر زوج جانتا ہو کہ وہ سرکہ نہیں بلکہ شراب ہی تو مفت
طلاق واقع ہوگی مہر عورت کا قائم رہیگا اسواسطے کہ فریب عورت کا ثابت نہیں اس صورت میں کما لو قالت علی ما فی یدی ای الحسیۃ ولا شیٔ فی یدھا لعدم التسمیۃ
چنانچہ مفت طلاق واقع ہوتی ہے اس صورت میں کہ عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مجھسے خلع کر میری ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ اوسکے ہاتھ میں کچھ نہیں مفت طلاق
ہوگی بسبب عدم تقرر مال کے اور ہاتھ سے مراد اس مثال میں ظاہری ہاتھ ہے نہ معنوی یعنی قبض اور تصرف وکذا عکسہ اور اسیطرح اس مثال کے بالعکس میں
مفت طلاق ہوگی یعنی اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھسے خلع کیا اپنی ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ اوسمین کچھ نہیں لکن لو کان فی یدہ جوھرۃ لھا
فقبلت فھی لہ علمت اولا لاضرارھا نفسھا بقبولہا لیکن اگر زوج کے ہاتھ میں عورت کا جواہر ہوگا اور عورت ہاتھ والی چیز پر خلع قبول کریگی تو وہ
جواہر مرد کا مملوک ہو جاویگا عورت کو ہاتھ میں جواہر کے ہونیکا علم ہوا ہو یا نہو بسبب ضرر رسانی عورت کے اپنی ذات کو اوسکی قبول کر لینے سے وان زادت من
مال او دراھم ردت علیہ فی الاولی مھرھا ان قبضتہ والا لاشیٔ علیھا جوھرۃ او ثلثۃ دراھم فی الثانیۃ اور اگر عورت نے مثال مذکورہ میں
مال یا دراہم کا لفظ زیادہ کیا یعنی یوں کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھ والے مال پر یا میرے ہاتھ والے دراہم پر اور حالانکہ اوسکے ہاتھ میں کچھ نہیں تو پہلی
صورت میں یعنی در صورت ذکر مال عورت اپنا مہر مرد کو پھیر دے اگر مرد سے لے چکی ہو اور اگر مہر ہنوز نہ پایا ہو تو عورت کو کچھ دینا لازم نہیں یعنی اگر مہر مرد پر ہوگا
تو ساقط ہوگا عورت کو کچھ نہ دینا پڑیگا یا کہ عورت تین درم مرد کو پھیر دے دوسری صورت میں یعنی در صورت ذکر دراہم کے ہم ہاتھ سے مراد ان دونو
صورتوں میں ظاہری ہاتھ نہیں بلکہ مقبوضہ مراد ہے ولو فی یدھا اقل کملتھا اور اگر مثال مذکور میں عورت کے ہاتھ میں تین درم سے کم ہوں یعنی ایک درم
یا دو تو تین کو پورا کر دے تا کہ اقل جمع پایا جاوے ولو سمت دراھم فبانت دنانیر لہ الدراھم اور اگر عورت نے عوض خلع میں دراہم کا نام لیا پھر ظاہر
ہوا کہ عورت کے ہاتھ میں درم نہیں بلکہ دینار ہیں ابن شلدح کہتا ہے کہ میں نے اسکا حکم کتب فقہ میں نہیں دیکھا اور صاحب نہر نے کہا کہ اس صورت میں دراہم ہی
واجب ہونگے نہ دنانیر لیکن اسکو کہیں مصرح نہیں دیکھا کذا فی حاشیۃ المدنی والبدوی والصندوقی ویبطل الکل بانہ اذا ھلک لا حل المدۃ ولھا القسم

فلم آتحد کذا فی البدائع ... مثال ... کوٹھری اور صندوق اور لونڈی کا پیٹ بہ طبیعتہ ... سے کم ہو اور بہیڑ بکری کا پیٹ اور درخت کے پھل حکم میں
مانند نقد کے ہیں تو ذکر کیا تھا ... بطور مثال کے ہیں کذا فی البحر الرائق اگر عورت نے کہا کہ میری کوٹھری والی یا صندوق والی چیز یا میری لونڈی کے
پیٹ کے بچہ یا میرے درخت کے پھلوں پر مجھ سے خلع کر اور حالانکہ اوسکی کوٹھری اور صندوق میں اور لونڈی اور بکری کے پیٹ میں اور درخت پر کچھ نہیں تو طلاق مفت
ہوگی عورت پر کچھ دینا لازم نہوگا لیکن اگر لونڈی چھ مہینے سے کم مدت میں جنے تو وہ اوسکے بچہ کا مالک ہوگا اور اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت میں جنی تو مرد اوسکا
مالک نہوگا کذا فی حاشیۃ الہدایۃ قال وقیدہ فی الخلاصۃ وغیرہا بعدم العلم قال لو علم انہ لا متاع فی البیت او انہ لا ثمر فی نخلہا فخلعہا تمہر ہا
دینہا مہرہا لانہا لم تطمعہ ... معرور ... ان علیہا المہر ... عدم ... المہر اور صاحب بحر الرائق نے کہا کہ حاصل یہ ہو کہ مفت
طلاق واقع ہونیکو خلاصہ وغیرہا میں مقید کیا ہے بقید عدم علم کے سو یون کہا ہے کہ اگر زوج یہ جانتا کہ کچھ اسباب کوٹھری یا صندوق میں نہیں یا خلع بعوض مہر
... ہے حالانکہ عورت کا مہر کچھ ... نہیں تو عورت کو کچھ نہ دینا ... آویگا اسواسطے کہ ... عورت نے مرد کو کچھ لالچ نہیں دکھلایا تو زوج نے
عورت سے کچھ فریب نہیں دیا اور اگر ... اوپر مہر کے جب ہونیکا گمان تھا ... کہ ... مہر باقی نہیں رہا تو عورت کو مہر کا ... دینا لازم ہوگا اسواسطے
کہ وہ ... ہوگا ... نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ بعدم العلم سے لفظ عدم کو محذوف کرتا تاکہ آئندہ قول سے مناسبت ہوتی کذا فی حاشیۃ الہدایۃ
خالعت علی عبد آبق لہا علی براءتہا من ضمانہ لم تبرأ وعلیہا تسلیمہ ان قدرت والا فقیمتہ لانہ لا یبطل بالشرط الفاسد اگر کسی
عورت نے خلع کیا اپنے بہاگے غلام پر بشرط بری الذمہ ہونیکے اوسکی ضمانت سے تو عورت بری الذمہ نہوگی اس شرط سے اور عورت پر اس غلام کی ... اگر
اگر قادر ہو واسپر اور اگر غلام نہ ہاتھ لگے تو قیمت غلام کی لازم ہوگی اسواسطے کہ خلع باطل نہیں ہوتا شرط فاسد سے جیسا کہ نکاح نہیں باطل ہوتا قالت طلقنی ثلثا
بالف او علی الف فطلقہا واحدۃ وقع فی الاولی بائنۃ بثلثہ ای بثلث الالف ان طلقہا فی مجلسہا والا مجانا عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق
دے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پہر مرد نے اوسکو ایک طلاق دی تو پہلی صورت یعنی بالف میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی ہزار کی تہائی کے عوض بشرطیکہ
عورت کی مجلس نہ بدلی ہو اور اگر دوسری مجلس میں طلاق دی تو مفت طلاق واقع ہوگی کذا فی فتح القدیر وفی الخانیۃ لو کان طلقہا ثنتین فلہ کل الالف
اور خانیہ میں ہے کہ اگر زوج عورت کو دو طلاق دیچکا تھا تو اوسکو پورے ہزار ملینگے یعنی اگر بعد دو طلاق دینے کے عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق دے عوض
ہزار کے اور زوج نے ایک طلاق دی تو عورت کو ہزار کا دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ دو اور ایک ملکر تین ہوئیں عورت کا مطلب تھا پوری جدائی سے سو حاصل ہو گیا
وفی الثانیۃ رجعیۃ مجانا لان علی للشرط وقالا کالباء اور دوسری صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی مفت یعنی جب عورت نے کہا کہ طلقنی علی
الف تو ایک طلاق رجعی مفت واقع ہوگی اسواسطے کہ حرف علی کا واسطے شرط کے ہے اور مشروط منقسم نہیں ہوتا اجزاء شرط پر اور رجعی طلاق اسواسطے ہوئی کہ مال
سے خالی ہے اور صاحبین نے کہا کہ حرف علی کا مانند با کے ہے تو جیسے پہلی صورت میں ہزار کی تہائی کے عوض ایک طلاق واقع ہوئی تھی ویسی ہی دوسری صورت میں
ایک طلاق بائن واقع ہوگی قال طلقی نفسک ثلثا بالف او علی الف فطلقت نفسہا واحدۃ لم یقع شیئ لانہ لم یرض بالبینونۃ الا بکل الالف
بخلاف ما مر لرضاہا بہا بالف فببعضہا اولی مرد نے عورت سے کہا کہ تین طلاق دے اپنی ذات کو عوض ہزار کے یا ہزار پر سو عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق
دی تو کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ مرد راضی نہوا جدائی سے مگر پورے ہزار کے بدلے اور عورت نے تہائی کے بدلے جدائی چاہی تو مطلب مرد کا نہوا لہذا ایک طلاق
بھی واقع نہوگی بخلاف مسئلہ گذشتہ کے بسبب راضی ہونے عورت کی جدائی سے عوض ہزار کے تو ہزار سے کم میں بطریق اولی راضی ہوگی وقولہ انت طالق بالف
او علی الف فقبلتہ فی مجلسہا لزم ان لم تکن مکرہۃ کما مر ولا سفیہۃ ولا مریضۃ کما یجیئ الالف لانہ تعویض او تعلیق اور مرد کا عورت
سے یون کہنا کہ تو مطلقہ ہے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پہر عورت نے اوسے قبول کر لیا اپنی مجلس میں تو عورت پر ہزار کا دینا لازم ہوگا بشرطیکہ اوسپر زبردستی
نکی ہو جیسا کہ اوسکا ذکر سابق ہو چکا اور عورت احمق اور بیمار نہو جیسا کہ حکم بیمار کا آگے آویگا ہزار دینا اسواسطے لازم ہوگا کہ یہ قول یا بدلا ہی ہے یا تعلیق
ہے یعنی بالف کہنے میں بدلا ہی ہے اور علی الف میں تعلیق ہے وفی البحر عن التاتارخانیۃ قال لہا انت طالق امس بالف درہم والاخری بمائۃ ...

استثناءً او انّ ما قبضه من دینه او اختلفا فی الطوع والکرہ فالقول له زوج نے خلع سے انکار کیا یا خلع میں دعوی شرط کا کیا مثلاً یون کہا کہ
مین نے خلع کیا تھا بشرط رضامندی اپنے باپ کے یا دعوی استثنا کا کیا یعنی خلع کے ساتھ مین نے انشاء اللہ کہا تھا یا یہہ دعوی کیا کہ جو مال کہ لیا وہ اوسکے قرض
مین سے تھا یعنی زوجہ قرضدار تھی زوج کی سو زوج نے کہا کہ مجھکو قرض کی بابت زوجہ نے مال دیا نہ بابت خلع کے یا دونو مین اختلاف پڑا خوشی اور زبردستی مین
زوجہ کہتی ہے کہ مجھسے زبردستی مال کا اقبال کرایا اور زوج کہتا ہے کہ اوسنے اپنی خوشی سے قبول کیا تو ان سب صورتون مین اگر گواہ نہون گے تو زوج ہی کا قول لائق
اعتبار کے ہوگا ولو قالت کان بغیر بدلٍ فالقول لها اور اگر عورت یون کہیگی کہ خلع بلا عوض تھا اور زوج کہتا ہے کہ خلع بعوض تھا تو عورت ہی کا قول معتبر
ہوگا ادّعت المهر ونفقة العدة وانّه طلّقها وادّعی الخلع ولا بینة فالقول لها فی المهر وله فی النفقة دعوی کیا عورت نے مہر اور نفقہ عدت کا اور یہہ
دعوی کیا کہ مرد نے مجھکو طلاق دی ہے اور مرد نے دعوی کیا کہ خلع عوض مہر اور نفقہ عدت کے ہوا ہے اور گواہ کسیکے نہین تو عورت کا قول مہر مین معتبر ہوگا اور
مرد کا قول نفقہ عدت مین مقبول ہوگا مہر مین عورت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ زوجین مین بقای مہر اصلی امر ہے اور لائق اعتبار کے قول اوسیکا ہے جو متمسک ہو
اصل کا اور نفقہ عدت مین زوج کا قول اسواسطے معتمد ہوا کہ عورت نفقہ عدت کی استحقاق کی مدعی ہے بسبب طلاق کے اور زوج اوسکا منکر ہے اور بحرالرائق
مین کہا کہ یہہ تعلیل مشکل ہے اسواسطے کہ زوج اور زوجہ استحقاق نفقہ عدت مین متفق ہین اسواسطے کہ طلاق اور خلع دونو سے نفقہ ثابت ہوتا ہے تو کیونکر ساقط
ہوگا کذا فی حاشیة المدنی خلع امرأتیه علی عبدٍ قسّمت قیمته علی مسمّیهما خلع کیا مرد نے اپنی دو عورتون سے ایک غلام پر تو منقسم ہوگی قیمت غلام
کی دونو عورتون کے معین مہرون پر مثلاً قیمت غلام کی ہے تیس درم اور ایک عورت کا مہر دو سو درم کا ہے اور دوسری کا ہے سو درم کا تو دو سو درم والی پر
بیس درم لازم ہون گے اور سو درم والی پر دس درم واجب ہونگے طحطاوی نے کہا یہہ قسمت اوس صورت مین ہے کہ وہ غلام کسی اجنبی شخص کا ہو یا دونو عورتونکا
ہو اور دونو کی مہر برابر نہون اور اگر غلام عورتونکا مملوک ہو بالمناصفہ اور دونو کے مہر بھی برابر ہون تو قیمت کی تقسیم کی کچھ حاجت نہین وہی غلام بدلا
خلع کا ہوگا کذا فی حاشیة المدنی خلعتكِ علی عبدی وقف علی قبولها ولو یجب شیء بحر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے خلع کیا اپنے غلام پر تو نافذ ہونا خلع
کا عورت کی قبول کرنے پر موقوف رہیگا اسواسطے کہ خلع بعوض معین چیز کے ہے تو بدون عورت کی قبول کے کیونکر درست ہوگا ولیکن عورت کو کچھ دینا لازم نہوگا
کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ زوج کو اپنے مال سے عوض خلع کا اقرار دینا صحیح نہین ویسقط الخلع فی نکاحٍ صحیحٍ ولو بلفظ بیعٍ وشراءٍ کما اعتمده العمادی
وغیرہ والمبارأۃ ای الابراء من الجانبین کل حقٍ ثابتٍ وقتهما لکلٍ منهما علی الآخر ممّا یتعلّق وقتهما بالنکاح حتی لو ابانها ثم نکحها ثانیا بمهرٍ آخر
فاختلعت منه علی مهرها برئ عن الثانی لا الاول ومثله المتعة بزازیه اور ساقط کرتا ہے خلع نکاح صحیح مین اگرچہ خلع بلفظ بیع اور شرا کے ہو چنانچہ اسی پر
اعتماد کیا ہے عمادی وغیرہ نے اور ساقط کرتا ہے مبارات یعنی ابراء جانبین اسطرح کہ عورت کہے کہ مجھکو بری کر اتنے مال پر اور مرد کہے کہ مین نے تجھکو بری کر دیا خلع اور
مبارات ساقط کرتے ہین ہر ایک حق کو جو کہ بوقت خلع اور مبارات کے ثابت ہے ہر ایک کا حق دوسری پر اوس قسم کا حق جو متعلق ہے اس نکاح سے جسکے بعد خلع ہوا ہے یہانتک
کہ اگر عورت کو طلاق بائن دی ہے اور اوس سے دوسری بار نکاح کیا اور دوسرا مہر ٹھہرا پھر عورت نے خلع کی خواہش کی زوج سے اپنی مہر پر تو زوج بری ہوگا نکاح
ثانی کے مہر سے نہ نکاح اول کے مہر سے اور مانند مہر کے متعہ ہے کذا فی البزازیہ ہم یہہ جو کہا کہ خلع حق ثابت کو ساقط کرتا ہے یعنی مہر اور نفقہ اگرچہ ایام گذشتہ کا ہو
اور پوشاک تو ثابت کی قید سے نفقہ عدت اور سکنی نکل گیا کہ یہہ خلع سے بدون شرط کرنیکے ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ یہہ حق خلع کیوقت ثابت نہ تھا بلکہ بعد
ثابت ہوا اور یہہ جو کہا کہ وہ حق ساقط ہوتا ہے جو متعلق ہے نکاح سے تو وہ حق نکل گیا جو بجہت نکاح کے متعلق نہین چنانچہ ایک کا دین ہو دوسرے پر بسبب قرض کے
یا بسبب قیمت مبیع کے تو ایسا حق خلع سے ساقط ہوگا اور یہہ جو کہا کہ متعہ مہر کے مثل ہے اوسکی صورت یہہ ہے کہ عورت سے بدون تقرر مہر کے نکاح کیا اور قبل دخول
خلع کیا تو متعہ یعنی ایک جوڑا کپڑے کا دینا ساقط ہوگا ہر چند قیاس اوسکو مقتضی ہے کہ متعہ ساقط نہو خلع سے مانند نفقہ عدت کی اسواسطے کہ یہہ حق بوقت خلع ثابت
نہ تھا بلکہ بعد ثابت ہوا لیکن چونکہ متعہ عوض ہے مہر کا تو جیسے مہر ساقط ہوتا ہے ویسے ہی یہہ بھی ساقط ہو گیا کذا فی حاشیة المدنی ناقلاً عن ابی السعود وفیها اختلعت
علی ان لا دعوی لکلٍّ علی صاحبه ثم ادّعی انّ له کذا من القطن صحّ لاختصاص البراءة بحقوق النکاح اور بزازیہ مین ہے کہ عورت نے خلع کیا اس

شرط پر کہ کچھ دعویٰ نہیں کریگا اپنے ساتھی پر پھر مرد نے دعویٰ کیا کہ اوسکی یعنی میری اتنی روئی ہے عورت کے ذمہ پر تو یہ دعویٰ صحیح ہے بسبب مخصوص ہونے براءت کے
ساتھ حقوق نکاح کے یعنی خلع سے حقوق نکاح البتہ ساقط ہوجاتے ہیں نہ اور حقوق الا نفقۃ العدۃ وسکناہا فلا یسقطان الا اذا نص علیہا فتسقط النفقۃ
لا السکنیٰ لانہا حق الشرع الا اذا ابرأتہ عن مؤنۃ السکنیٰ فیصح فتح وہو مستغنی عنہ بما ذکرنا اذ النفقۃ والسکنیٰ لم یجبا وقتہما بل بعدہا فتح من متعلق
نکاح ساقط ہوتے ہیں مگر نفقہ عدت کا اور سکنیٰ عورت کا سو یہ نہیں ساقط ہوتے مگر جبکہ تصریح ہوگئی ہو نفقہ عدت کی نفی پر تو نفقہ عدت کا ساقط ہوگا نہ سکنیٰ اسواسطے کہ سکنیٰ حق شرع ہے حق تعالے
نے فرمایا کہ لا تخرجوهن من بيوتهن یعنی نہ نکالو مطلقات کو اونکے رہنے کے مکان سے یعنی تا انقضاء عدت مگر جب کہ عورت مرد کو بری الذمہ کردے بار برداری اور
سکنیٰ کے خرچ سے اسطرح کہ مثلاً دو نو کرایہ کے مکان میں رہتے تھے تو عورت نے اپنے اوپر کرایہ دینا لازم کرلیا یا یوں بولی کہ میں دوسرے گھر کرایہ کو لونگی یا کہ اپنی
مملوک گھر میں رہتی ہوں تو اسطرح صحیح ہے کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ کہ سکنیٰ کسیطرح ساقط نہیں ہوتا لیکن کرایہ سکنیٰ کا البتہ ابراء سے ساقط ہوتا ہے شارح کہتا ہے کہ نفقہ
عدت اور سکنیٰ کے استثنا کرنیکی کچھ حاجت نہیں بموجب ہمارے بیان کے یعنی قولہ ثابتان وقتہما بعد قول المصنف کل حق کی اسواسطے کہ نفقہ اور سکنیٰ واجب ہی نہیں
وقت خلع اور مبارات کی بلکہ بعد اونکے واجب ہوئے ہیں یعنی اگر مصنف ثابتین وقتہما کی قید لگاتا جیسی شارح نے لگائی ہے تو استثنا کرنیکی کچھ حاجت نہیں ہوتی
لیکن چونکہ مصنف نے اوس قید کو مذکور نہیں کیا تو البتہ استثنا کرنیکی حاجت ہوگی اور بعض حواشی میں یوں ہے کہ قید ثابت کی مصنف کے قول یسقط سے مفہوم
ہوتی ہے اسواسطے کہ امر ثابت ساقط ہوتا ہے نہ کہ امر حادث تو اس توجیہ سے الا نفقۃ العدۃ استثناء منقطع ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وتسقط الطلاق بمال
مالی مسقط للمہر کالخلع وللمعتمد لا ذکرہ البزازی اور قول معتمد یہ ہے کہ طلاق عوض مال کے بھی مہر کو ساقط کرتا ہے مانند خلع کے اور قول معتمد یہ ہے کہ ساقط
نہیں کرتا کذا ذکرہ البزازی [illegible] ذکرہ البہنسی اور زوج بری نہیں ہوتا عورت کے [illegible]
اسکو ذکر کیا ہے اور اوسکا شاگرد علامہ [illegible] اور خیر الدین رملی بھی اسیکے قائل ہیں لیکن قاری ہدایہ نے اسکے خلاف فتویٰ دیا ہے [illegible]
طلاق واقع ہوگی اور ابراء صحیح ہوگا اور [illegible] اوسکا تابع ہوگیا ہے اپنے فتاوی میں اور علامہ مقدسی نے کہا کہ ہمارے زمانہ میں [illegible]
سے براءت چاہتا ہے سو عورت کہتی ہے کہ اللہ تجھکو بری کرے اور [illegible] نے لکھدیا ہے کہ یہ براءت صحیح ہے بسبب عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی [illegible]
شرط البراءۃ من نفقۃ الولد ان وقتا وقتا کسنۃ مثلا صح ولزم والا لا بحر وفیہ عن المنتقی وغیرہ لو کان الولد رضیعا صح وان لم یوقتا وتنصرف
حولین بخلاف الفطیم شرط کیا زوج نے خلع میں اپنا بری الذمہ ہونا اپنے لڑکے کے خرچ سے تو اگر دونو نے کوئی براءت کی مدت مقرر کی چنانچہ ایک سال کی مدت تو
یہ شرط صحیح ہے اور عورت پر نفقہ لڑکے کا لازم ہوگیا اور اگر مدت نفقہ کی مقرر نہ کی تو شرط بھی صحیح نہ ہوگی اور عورت پر نفقہ [illegible] لازم ہوگا کذا فی البحر الرائق
اور اوسمیں منتقی وغیرہ سے منقول ہے کہ اگر لڑکا شیرخوار ہوگا تو شرط براءت کی صحیح ہوگی اگرچہ دونو نے مدت نہ مقرر کی ہو اور عورت اوسکو دودھ پلا دیگی دو
برس اسواسطے کہ شیرخوار ہونے قرینہ دلالت کرتا ہے کہ تا مدت رضاعت نفقہ مراد ہے بخلاف اوس لڑکے کے جو دودھ [illegible] چکا ہو کہ اگر اوسکی پرورش میں مدت
مقرر نہیں ہوئی تو عورت پر نفقہ لازم ہوگا لیکن خلع صحیح ہوگا بسبب [illegible] کذا فی حاشیۃ الطحطاوی [illegible]
الولد [illegible] نفقۃ الولد [illegible] نفقہ [illegible]
ولد سے بھاگ نکلی یا کہ عورت بعد شرط مذکور کے مرگئی یا کہ لڑکا مرگیا [illegible] نفقہ ولد اور نفقہ عدت [illegible]
عورت کا لازم ہوگیا اور بیان اسکا [illegible] لڑکے کو بھی اوسکا باپ [illegible] لہذا زوج کو حسب مقدار عدت بعد نکاح کی باقی رہی ہوگی اوتنی مدت کا نفقہ عورت کا
اور نفقہ ولد کا پھیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ وہ عوض تھا خلع کا اور در صورت مرنے میں بھی بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا اسواسطے کہ عورت نے شرط کو پورا نکیا مرنے سے یا یہ
مراد ہے کہ نفقہ رسانی سے عورت بھاگی کذا فی النہر الفائق یا یہ مراد ہے کہ عورت ناشزہ ہوجاوے یعنی نافرمانی کرے تاکہ نفقہ عدت کا ساقط ہوجاوے کذا فی
البحر الرائق اور در صورت مرجانے عورت کی اوسکی متروکہ سے بقیہ نفقہ کو زوج پھیرے کذا فی حاشیۃ المدنی [illegible] بصورت [illegible] عورت
یا مرے لڑکے کے بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا مگر اوسوقت [illegible] شرط [illegible] یعنی خلع کے وقت [illegible] یہ شرط کرلی ہو کہ [illegible]

مرگیا تو مدت بری الذمہ ہوں نفقہ سے ولھا مطالبتہ بکسوۃ الصبی اذا اختلعت علیھا ابدًا ولو وطیًا فیعی کالظہیریۃ اور جس صورتمین کہ خلع بعوض
نفقہ ولد ہوا ہو تو عورت کو جائز ہے کہ پوشاک ولد کی اوسکے باپ سے طلب کرے مگر اوس صورتمین مطالبہ نہوگا جبکہ عورت نے پوشاک کے عوض بھی خلع کیا ہو اگرچہ
لڑکا شیرخوار نہو تو بھی خلع کرنا بعوض اوسکی لباس کے صحیح ہے چنانچہ اجارہ دائی کا طعام اور پوشاک پر صحیح ہے ہرچند یہ اجارہ مجہول ہے لیکن منازعت کا باعث
نہیں اس واسطے کہ والدین بسبب کثرت شفقت ولد کے دائی کے کھانے اور لباس وغیرہ میں تنگی نہیں کرتی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خالعتہ علی نفقۃ ولدہ شہرا
مثلا وھی معسرۃ فطالبتہ بالنفقۃ یجبر علیھا وعلیہ الاعتماد فتح اور اگر عورت نے خلع کیا مرد سے اوسکی ولد کی ایک مہینے کے خرچ پر اور عورت محتاج
ہو اوسنے مرد سے ولد کا خرچ مانگا تو مرد سے بزور خرچ دلایا جاویگا اور اسی قول پر اعتماد ہے کذا فی فتح القدیر یعنی چونکہ عورت مفلس ہے تو ولد کے باپ سے حاکم اوسکا
خرچ ضروری دلاویگا اور عورت پر ایک مہینے کا نفقہ قرض بنا رہیگا جب اوسکو مقدور ہوگا تو مرد لیگا وفیہ لو اختلعت علی ان تمسکہ الی البلوغ
صح فی الانثی لا الغلام ولو تزوجت فللزوج اخذ الولد وان اتفقا علی ترکہ لانہ حق الولد وینظر الی مثل امساکہ لتلک المدۃ فیرجع
بہ علیھا اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر عورت نے خلع کیا اس شرط پر کہ ولد کو اپنے پاس رکھیگی اوسکے بالغ ہونے تک تو یہ خلع صحیح ہے لڑکی کی صورتمیں نہ پسر کی صورتمیں اس واسطے کہ لڑکا
عورت کی صحبت میں تا بلوغ رہنے سے زنانہ ہو جاویگا مردوں کے آداب سے ناواقف رہیگا اور اگر عورت نے نفقہ ولد پر خلع کرکے دوسرے مرد سے نکاح کیا تو زوج
اول کو اپنے لڑکے کا لے لینا ضروری ہے اگرچہ زوج اول اور عورت متفق ہوں عورت کے پاس لڑکا رہنے پر بعد نکاح کے تو بھی لینا ضرور ہے اس واسطے کہ یہ حق ہے
ولد کا اور تامل کیا جاویگا اس مدت کے رکھنے کے خرچ میں یعنی مثلا ایک مہینے کے خرچ پر عورت سے خلع ہوا تھا تو حساب کیا جاوے کہ باپ نے جو مہینہ بھر لڑکے کو رکھا
تو کتنا اوسپر خرچ ہوا تو اوسیقدر مال عورت سے زوج اول پھیر لے خلع الاب صغیرتہ بمالھا ومھرھا طلقت فی الاصح کما لو قبلت ھی وھی ممیزۃ
ولم یلزم المال لانہ تبرع خلع کیا باپ نے اپنی صغیر بیٹی کا اوسکے مال یا اوسکے مہر کے عوض تو اوسپر طلاق واقع ہوگی قول اصح میں چنانچہ طلاق واقع ہوتی
ہے اوس صورتمیں کہ اگر صغیرہ تمیزدار ہو اور خلع کو قبول کرے اور مال دینا لازم نہ آویگا نہ باپ پر نہ صغیرہ پر اس واسطے کہ باپ کا خلع کرنا مال پر از قسم تبرع ہے
یعنی فعل غیر ضروری ہے تو معتبر نہوگا وکذا الکبیرۃ الا اذا قبلت فیلزمھا المال اور اسیطرح اگر باپ نے کبیرہ بیٹی کا خلع کیا تو طلاق واقع ہوگی اور مال دینا لازم
نہ آویگا مگر جبکہ کبیرہ نے مال کا دینا قبول کرلیا ہو تو اوسکو مال کا دینا ہوگا ولا یصح من الام مالم تلتزم البدل اور صحیح نہیں خلع صغیرہ کا ماں کی طرف سے جبتک
کہ ماں اپنے اوپر عوض کے مال کو لازم نہ کرلے بسبب عدم ولایت کے ولا علی صغیر اصلا اور صحیح نہیں خلع کرنا ولد صغیر پر کسیطرح یعنی نہ باپ خلع کرسکتا ہے نہ ماں خواہ اپنے مال سے
ہو خواہ صغیر کے مال سے اسواسطے کہ صغیر طلاق کا مالک نہیں تو ماں یا باپ اوسکے نائب بھی نہیں ہوسکتے کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو خالعت المرأۃ بذلک ای بمالھا
او بمھرھا وھی غیر رشیدۃ فانھا تطلق ولا یلزم المال حتی لو کان بلفظ الطلاق یقع رجعیا فیھما شرح الوھبانیۃ چنانچہ اگر خلع کیا عورت نے بعوض
اپنے مال کے یا بعوض اپنے مہر کے اور حالانکہ عورت رشیدہ نہیں یعنی امور دنیاوی میں نادان ہے تو وہ مطلقہ ہوگی اور اوسکو مال کا دینا لازم نہوگا یہانتک کہ
اگر خلع بلفظ طلاق ہوگا تو دونوں صورتوں میں یعنی درصورت صغیرہ اور نادان ہونیکے طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح خالی از عوض ہے کذا فی شرح الوھبانیۃ

فان خالعھا الاب علی مال ضامنا لہ ای ملتزما لا کفیلا لعدم وجوب المال علیھا صح والمال علیہ کالخلع من الاجنبی فالاب اولی بلا سقوط مھرھا
لانہ لم یدخل تحت ولایۃ الاب پھر اگر صغیرہ یا نادان کا خلع کیا باپ نے مال پر خود ضامن ہوکر یعنی مال دینا اپنی ذات پر لازم کرکے خلع کیا نہ صغیرہ کیطرف سے
کفیل ہوکر بسبب واجب ہونے مال کے صغیرہ پر تو اگر باپ نے بالتزام مال خلع صغیرہ کا کیا تو صحیح ہے اور مال کا دینا باپ پر واجب ہوگا مانند خلع کرنے اجنبی شخص کے یعنی
جب اجنبی کا خلع کرنا بالتزام مال صحیح ہوا تو باپ کا خلع کرنا بطریق اولی صحیح ہے بدون سقوط مہر صغیرہ کے اسواسطے کہ مہر باپ کی ولایت میں داخل نہیں ومن
حیل سقوطہ ان یجعلا بدل الخلع علی اجنبی بقدر المھر ثم یحیل بہ الزوج من لہ ولایۃ قبضہ فلک منہ بزازیہ اور حیلہ سقوط مہر کا یہ ہے کہ
زوج اور باپ عوض خلع کا اجنبی پر ٹھہراویں بقدر مہر کے تو اجنبی یوں کہے کہ بدل خلع کا دینا مجھپر لازم ہوا پھر زوج بدل خلع کا حوالہ کردے اوسکو جسکو زوج
سے مہر لینیکی ولایت ہے یعنی باپ کو کذا فی البزازیہ یعنی زوج صغیرہ کے باپ سے کہے کہ تو فلانی اجنبی سے اپنی صغیرہ کا مہر لے تو اس تدبیر سے صغیرہ کا مہر زوج سے

ساقط ہوگا وان شرطہ ای الزوج الضمان علیہا ای الصغیرۃ فان قبلت وھی من اھلہ بان کانت تعقل ان النکاح جالب والخلع سالب طلقت بلا شئ
لعدم اھلیۃ الغرامۃ وان لم تقبل او لم تعقل لم تطلق وان قبل الاب فی الاصح زیلعی اور اگر زوج نے بدل خلع کی ضمانت صغیرہ پر شرط کی سو اگر صغیرہ نے
خلع قبول کیا اور حالانکہ اوسکو لیاقت تھی قبول کرنیکی اسطرح پر کہ وہ اتنا بوجھتی سمجھتی ہے کہ نکاح سے مال حاصل ہوتا ہے اور خلع سے مال جاتا ہے تو اوسپر طلاق واقع
ہوگی مفت اسواسطے کہ صغیرہ قابل تاوان کے نہیں اور اگر صغیرہ نے خلع بشرط ضمان نہ قبول کیا یا قبول کیا لیکن اوسکو اتنا فہم نہیں کہ نکاح سے مال حاصل ہوتا اور
خلع سے نقصان ہوتا ہے تو اوسپر طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ اوسکے باپ نے قبول کرلیا ہو اوسکی طرف سے قول اصح میں کذا فی شرح الزیلعی ولو بلغت واجازت
سبلا فیہ اور اگر صغیرہ بالغہ ہوئی اور اوسنے قبول سابق کو جائز رکھا تو خلع جائز ہوگا کذا اسنے فتح القدیر در المنتقی میں کہا کہ اگر صغیرہ نے
بعد بلوغ کے اپنے باپ کے قبول کو درست رکھا تو جائز ہوگا اور طحطاوی نے کہا کہ یہہ بھی احتمال ہے کہ صغیرہ بعد بلوغ کے اپنے قبول سابق کو جائز رکھے کذا فی حاشیۃ الکنز
قال الزوج خلعتک فقبلت المرأۃ ولم یذکر مالا طلقت لوجود الایجاب والقبول وبرئ عن المھر المؤجل لو کان علیہ وان لم یکن علیہ
من المؤجل شئ ردت علیہ ما ساق الیہا من المھر المعجل لما مر انہ معاوضۃ فتعتبر بقدر الامکان کہا زوج نے کہ میں نے تجھسے خلع کیا سو قبول
کرلیا عورت نے اور دونوں نے کچھ مال کو نہ ذکر کیا تو عورت مطلقہ ہوگی بسبب پائے جانے ایجاب اور قبول کے اور زوج بری الذمہ ہوگا مہر مؤجل سے اگر مہر مؤجل ہنوز
اوسپر ہوگا اور اگر مہر مؤجل سے کچھ نہ باقی رہا ہوگا تو عورت پھیر دیگی اوسکو جسقدر کہ مہر معجل زوج اوسکو دیچکا ہے اسواسطے کہ یہہ مذکور ہوچکا ہے کہ خلع معاوضہ ہے
عورت کیطرف سے تو بقدر امکان معاوضہ معتبر ہوگا خلع المریضۃ یعتبر من الثلث لانہ تبرع فلہ الاقل من ارثہ وبدل الخلع ان خرج من الثلث
والا فالاقل من ارثہ والثلث ان ماتت فی العدۃ ولو بعدھا او قبل الدخول فلہ البدل ان خرج من الثلث وتمامہ فی الفصولین اور خلع
بیمار عورت کا معتبر ہے اوسکی تہائی مال سے اسواسطے کہ بیماری میں خلع کرنا تبرع ہے اور تبرع صحیح نہیں مگر تہائی مال سے تو وراثت اور بدل خلع میں سے جو کمتر ہوگا
سو زوج اوسکو پاویگا بشرطیکہ ثلث زیادہ ہو وراثت اور بدل خلع سے اور اگر ثلث زیادہ نہو وراثت اور بدل خلع سے تو وراثت اور ثلث میں سے جو کمتر
ہوگا سو زوج کو ملیگا یعنی اگر زوج کی ارث کم ہو ثلث سے تو ارث پاویگا اور اگر ثلث کم ہو ارث سے تو ثلث پاویگا یہہ اوس صورت میں ہے جب کہ عورت عدت میں
مرگئی ہو اور اگر عورت بعد عدت کے مرگئی یا خلع قبل الدخول کے بعد مرگئی تو زوج بدل خلع کا پاویگا اگر بدل کمتر ہو ثلث سے اور اگر بدل ثلث سے کم نہو تو ثلث
ہی پاویگا اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے اختلعت المکاتبۃ لزمھا المال بعد العتق ولو باذن المولی لحجرھا عن التبرع خلع کیا مکاتبہ
نے تو لازم ہوگا اوسپر مال بعد آزاد ہونے مکاتبہ کے اگرچہ اوسنے خلع مالک کی اجازت سے کیا ہو بسبب ممنوع ہونے مکاتبہ کے تبرع سے یعنی ہنوز مال دیکر اوس نے
اپنی گلو خلاصی نہیں کی تھی اور اوسکو عقود زائدہ غیر تصرف درپیہ جائز نہیں ولو امۃ وام الولد ان باذن المولی لزمھما المال للحال فتباع الامۃ وتسعی
ام الولد والمدبرۃ ولو بلا اذن فبعد العتق اور اگر خلع کیا لونڈی اور ام ولد نے اگر باجازت مالک کے خلع کیا ہے تو اون دونوں پر فی الحال مال لازم ہوگا
تو لونڈی بدل خلع کیواسطے بیچ لیجائیگی اور ام ولد اور مدبرہ مزدوری کرکے مال ادا کرینگی اور اگر لونڈی اور ام ولد نے بدون اجازت مالک کے
خلع کیا ہے تو بعد آزاد ہونے کے مال دینا اونپر لازم آویگا خلع الامۃ مولاھا علی رقبتہا ان زوجھا حر اصح الخلع مجانا وان زوجھا مکاتبا
او عبدا او مدبرا صح وصارت امۃ للسید فلا یبطل النکاح خلع کیا لونڈی کا اوسکے مالک نے لونڈی کی گردن پر یعنی خود لونڈی کو بدل خلع قرار
دیا تو اگر زوج لونڈی کا آزاد ہے تو خلع صحیح ہوگا مفت اور اگر اوسکا زوج مکاتب ہے یا غلام ہے یا مدبر ہے تو خلع صحیح ہے اور لونڈی زوج کے مالک کی مملوک
ہوجاویگی اسواسطے کہ زوج خود مملوک ہے تو نکاح قائم رہیگا باطل نہوگا اسواسطے کہ زوج زوجہ کا مالک نہ ٹھہرا کہ نکاح باطل ہوتا اور عدم ملکیت غلام وغیرہ میں ظاہر
ہے مگر مکاتب مالک ہوگا زوجہ کا لیکن اوسکی ملکیت تام نہیں تو نکاح فسخ نہوگا اور بعد آزاد ہونے مکاتب کے زوجہ اوسکی ام ولد ہوجاویگی اگر اولاد ہوگی
اور اگر اولاد نہوگی نکاح فسخ ہوکر اوسکی لونڈی بنجاویگی تو یہہ جو متن میں کہا ہے کہ لونڈی مکاتب کے مالک کی مملوک ہوجاویگی یہہ اوس صورت میں ہے جب تک
وہ آزاد نہیں ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی اما الحر فلو ملکہا لبطل النکاح فیبطل الخلع فتکون فی تصحیحہ ابطالہ اختیار اور زوج آزاد کا تو یہی حال ہے کہ

امد قنیہ مین کہا کہ کوئی روایت نہین اس صورت مین کہ اگر عورت نے کہا کہ مین نے تجھکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرط طلاق رجعی کے سو مرد نے اوسکو رجعی طلاق دی یعنی اس
صورت مین بائن طلاق ہوگی باعتبار مقابلہ مال کے یا رجعی ہوگی باعتبار ایقاع کے لیکن زیادات مین یون ہے کہ مرد نے کہا کہ تجھکو آج ایک طلاق رجعی ہے اور کل دوسری
رجعی طلاق ہے عوض ہزار درم کے تو ہزار درم بدلا دونو طلاق کا ہوگا اور دونو طلاق بائن ہونگی لیکن آج ایک طلاق بعوض پانسو کے واقع ہوگی اور کل دوسری طلاق
بدون مال کے واقع ہوگی اگر دوبارہ ملک زوج کی نہ ثابت ہوئی ہو یعنی اگر زوج نے پہلی طلاق کے بعد عورت سے نکاح نکیا تو عورت پر مال دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ مطلقہ
بائنہ کا التزام مال صحیح نہین بسبب نہ باقی رہنے ملکیت زوج کے تو عوض بلا معوض کیونکر ہو ہان اگر بعد طلاق کے دوسری بار نکاح کر لیا ہو تو دوسرے دن دوسری طلاق
بعوض نصف باقی کے البتہ واقع ہوگی ہم زیادات سے ثابت ہوا کہ طلاق رجعی بمقابلہ مال کے بائن ہو جاتی ہے تو وہ جو قنیہ مین کہا کہ مسئلہ مذکورہ مین روایت نہین
سو اوسکی روایت بخوبی ثابت ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ قال لصغیرۃ ان غبت عنک اربعۃ اشہر فامرک بیدک بعد ان تبرئینی من
المہر فوجد الشرط فابرأتہ وطلقت نفسہا لا یسقط المہر ویقع الرجعی اور فتاوی ظہیریہ مین ہے کہ زوج نے اپنی زوجہ صغیرہ سے کہا کہ اگر مین غائب رہون
تجھسے چار مہینے تو تجھکو طلاق کا اختیار ہے بعد اس امر کے کہ تو مجھکو بری الذمہ کردے مہر سے پھر شرط پائی گئی یعنی چار مہینے زوج غائب رہا سو صغیرہ نے اوسکو مہر سے
بری کردیا اور اپنی ذات کو طلاق دی تو مہر اوسکا ساقط نہوگا اور یہہ طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صغیرہ کا ابرا کرنا صحیح نہین ہے جب مہر نہ ساقط ہوا تو طلاق
بلا مال رجعی ہوگی وفی البزازی اختلعت بمہرہا علی ان یعطیہا عشرین درہما وکذا امنانا من الارز صح ولا یشترط مکان الایفاء لان الخلع اوسع
من البیع اور بزازیہ مین ہے کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بعوض اپنے مہر کے اس شرط پر کہ زوج اوسکو بیس درم دیوے اور اسی طرح اتنے من چانول دیوے تو یہہ خلع صحیح ہے
اور شرط نہین ہے مکان معین کرنا واسطے درم اور چانول دینے کے اسواسطے کہ خلع وسیع تر ہے بیع سلم سے یعنی جیسے بیع سلم مین مکان جنس لینے دینے کا شرط ہے ویسا
خلع مین شرط نہین ہے قلت وصرفا کا صحۃ ایجاب بدل الخلع علیہ فلیحفظ اشارہ کہتا ہے مین کہتا ہون کہ روایت بزازیہ سے مستفاد ہوا کہ بدل خلع کا زوج
پر بھی واجب ہونا صحیح ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے یعنی جب بیس درم زوجہ پر لازم آئے تو بدل خلع کا وجوب زوج پر ثابت ہوگیا لیکن یہہ [illegible] صورت مین ثابت ہوگا
جب مہر عورت کا بیس درم سے کم ہو اور اگر مہر اوسکا زیادہ ہو بیس درم سے تو یہہ بدل خلع نہوگا بلکہ [illegible] بدل خلع سے [illegible] خلع کا [illegible]
مختلف فیہ ہے فقہا مین کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ اختلعت بشرط الصک او بشرط ان یرد الیہا اقمشتہا فقبل لم تحرم ویشترط کتبۃ
الصک ورد الاقمشۃ فی المجلس اور قنیہ مین ہے کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بشرط اقرارنامہ کی یعنی لکھنا اقرارنامہ کا زوج کے ذمہ ہے یا اس شرط خلع
کی درخواست کی کہ زوج عورت کی اجناس اور اسباب کو پھیر دے سو زوج نے اوسکو قبول کرلیا تو بمجرد قبول زوج کے عورت مرد پر حرام نہو جاویگی بلکہ حرام ہونے
مین لکھدینا زوج کا اقرارنامہ کو اور پھیر دینا اسباب کا اوسی مجلس مین مشروط ہے [illegible] تو عورت کا مہر اوس صورت مین
ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی باب ——— الظہار [illegible] ظہار کا [illegible] خلع کے بعد [illegible] کہ دونو غالبا [illegible]
ہوتی ہین اور خلع کو اسواسطے مقدم کیا کہ اوسکی حرمت زائد ہے بسبب منقطع ہو جانے نکاح کے اور ظہار مین نکاح باقی رہتا ہے ہو لغۃ مصدر ظاہر من امرأتہ
اذا قال لہا انت علی کظہر امی ظہار لغت مین مصدر ہے ظاہر کا عرب ظاہر من امرأتہ اوسوقت بولتے ہین جب کہ مرد نے اپنی عورت سے یون کہا کہ تو مجھپر ایسی ہے
جیسی میری ماکی پیٹھ یہہ استعارہ ہے واسطے حرمت کے یعنی تو حرام ہے ظہار کے معنی لغت مین ہر چند [illegible] ثابت ہین لیکن شارح نے بمناسبت مقام اسکو مخصوص
ذکر کیا وشرعا تشبیہ المسلم فلا ظہار للذمی عندنا اور اصطلاح شرع مین ظہار عبارت ہے تشبیہ مسلم سے تو مسلم کی قید سے معلوم ہوا کہ کافر ذمی کیواسطے
ظہار نہین ہماری نزدیک یعنی حنفیہ کے نزدیک بخلاف مذہب شافعی کے اسواسطے کہ ثمرہ ظہار کا کفارہ ہے اور کفارہ مین معنی عبادت کے ہین اور حالانکہ عبادت لائق
نہین مگر مسلمان کے واسطے اور تشبیہ کی قید سے یون کہنا مرد کا عورت سے کہ تو میری ماں ہے ظہار سے نکل گیا اسواسطے کہ بموجب تیسیر قہستانی کے یہہ قول باطل ہے اگر اسنے
کلام سے تحریم یا ظہار کا قصد کرے کذا فی حاشیۃ المدنی زوجتہ ولو کتابیۃ او صغیرۃ او مجنونۃ تشبیہ مسلم کی اپنی زوجہ کو اگرچہ زوجہ کتابیہ ہو یا صغیرہ
یا مجنونہ ہو اسواسطے کہ قرآن مجید مین ثبوت ظہار [illegible] اور عرف مین [illegible] اوسکی زوجات کو [illegible] تو کتابیہ اور صغیرہ [illegible]

الظہار

مجنونہ ثلکہ غیر مدخولہ سے ظہار صحیح ہوگا بخلاف اپنی لونڈی اور مدبرہ اور ام ولد اور مکاتبہ اور اجنبیہ کے لیکن اجنبیہ سے بوقت اضافت الی سبب الملک البتہ ظہار صحیح ہی کما مر اور
فتاوی عالمگیری میں سراج سے منقول ہے کہ غیر کی لونڈی اور مکاتبہ سے جبکہ منکوحہ ہو تو ظہار صحیح ہے او تشبیہ ما یعبر بہ عنہا من اعضائہا او تشبیہ جزء
شائع منہا بمحرم علیہ تابیدا بوصف لا یمکن زوالہ یا ظہار عبارت ہی تشبیہ اوس عضو سے جس عضو کر عورت کی تعبیر کیجاتی ہی چنانچہ سر اور گردن یا ظہار عبارت
ہے عورت کے جز شائع کی تشبیہ سے ساتھہ اوس شخص کے جو مرد پر ہمیشہ حرام ہی ایسی وصف کرکہ ممکن نہیں زوال اوسکا چنانچہ وصف مادری اور خواہری کہ کا ہی زوال
پذیر نہیں خواہ حرمت باعتبار نسب اور صہریت کی ہو خواہ باعتبار رضاعت کے جز شائع کی مثال جیسے نصف اور ثلث اور ربع خلاصہ یہہ ہی کہ محرمات ابدیہ کے ساتھہ زوجہ
کی تشبیہ دینا یا اوسکے عضو کی تشبیہ دینا جو کہ جای کل واقع ہوتا ہی یا جز شائع کی تشبیہ دینا اسکو ظہار کہتے ہین چنانچہ یون کہنا کہ تو میری نزدیک ایسی ہی جیسے میری ماں کی پیٹھ
یا تیری گردن ایسی جیسی میری ماں کی پیٹھ یا تیرا نصف بدن ایسا جیسے میری ماں کی پیٹھ فخرج تشبیہہا باخت امرأتہ او بطلقۃ ثلثا وکذا بمجوسیۃ لجواز [illegible]
تو وصف غیر ممکن الزوال کی قید سے اپنی عورت کو سالی کے ساتھہ تشبیہ دینا یا مطلقہ ثلثہ کے ساتھہ تشبیہ دینا ظہار کی تعریف سے نکل گیا ہرچند سالی اور مطلقہ ثلثہ مرد
پر حرام ہی لیکن وصف حرمت کا ایسا نہیں کہ زائل نہو سکی بلکہ اگر زوجہ مرجای یا بعد طلاق کی اوسکی عدت گذر جای تو اوسکی بہن سے نکاح جائز ہی اور مطلقہ ثلثہ
سے بھی بعد زوج ثانی کے نکاح حلال ہی اور اسیطرح مجوسیہ کے ساتھہ زوجہ کو تشبیہ دینا ظہار نہیں بسبب احتمال اوسکی اسلام کے یعنی ہرچند مجوسیہ مسلم پر حرام ہی لیکن اگر وہ
مسلمان ہوجای تو مرد پر حلال ہوگی تو اوسکی بھی حرمت دائمی نہٹہری وقولہ بمحرم صفۃ لشخص المتناول للذکر والانثی فلو شبہہا بفرج ابیہ او
قریبہ کان مظاہرا قالہ المصنف تبعا للبحر اور مصنف کا قول بمحرم صفت ہی شخص مقدر کی جو شامل ہی مرد اور عورت کو تو مطلب یہہ ہوا کہ ظہار عبارت تشبیہ
زوجہ سے ساتھہ شخص محرم کے تو اگر زوج نے اپنی زوجہ کی تشبیہ دی اپنی باپ کی شرمگاہ سے یا کسی اور اپنی قریب کی شرمگاہ سے تو زوج مظاہر [illegible]
اوسپر لازم آویگا اسواسطی کہ مشبہ بہ عام ہی نسا سے ہو یا رجال سے اور باپ دونوں کی شرمگاہ حرمت مین برابر ہین مصنف نے ایسا ہی ذکر کیا [illegible]
مین بحر الرائق کی پیروی کرکے اور بحر الرائق مین اس عموم کو محیط سے نقل کیا ہی کذا فی رد المختار ورده فی النہر بما فی البدائع [illegible]
المظاہر بہ من جنس النساء حتی لو شبہہا بظہر ابیہ او ابنہ لم یصح لانہ انما عرف بالشرع والشرع ورد فی النساء اور بحر الرائق [illegible]
نہر الفائق مین رد کیا ہی بدائع کی اس عبارت سے کہ ظہار کی شرائط سے ایک یہہ شرط ہی کہ ظہار کا مشبہ بہ جنس نسا سے ہو یہانتک کہ اگر زوج زوجہ کی تشبیہ دیگا اپنی باپ کی پیٹھ
سے یا اپنی بیٹے کی پیٹھ سے تو ظہار صحیح نہین اسواسطی کہ حرمت ظہار کی شرع سے معلوم ہوئی ہی اور شرع کا حکم عورتون میں وارد ہی مرد میں نہیں ونعترض بما فی الخانیۃ
انت علی کالدم والخنزیر ولحم الخنزیر والغیبۃ والنمیمۃ والزنا والربا والرشوۃ وقتل المسلم ان نوی طلاقا فطلاق و ظہارا فظہار علی الصحیح [illegible]
کے قول پر اعتراض وارد ہوتا ہی خانیہ کی اس عبارت سے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا تو مجہپر ایسی ہی جیسے کہ خون اور سور اور شراب اور غیبت اور چغلخوری اور زنا اور ربا اور
رشوت اور مسلمان کا قتل کرنا اگر زوج نے اس کلام سے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہوا اور اگر ظہار کی نیت کی تو ظہار ہی بنا بر قول صحیح کے خانیہ [illegible]
کو غیر نسا کی تشبیہ مین بھی ظہار ہوتا ہی تو یہہ قول بدائع کے مخالف ہوا لیکن بدائع کیطرف سے تین جواب ہوسکتے ہین جواب اول یہہ کہ غرض صاحب بدائع کی یہہ
ہے کہ تشبیہ رجال سے ظہار صحیح نہین اور یہہ مطلب نہین کہ دم اور خمر کی تشبیہ سے بھی ظہار نہین [illegible] اوسکی عبارت ساکت ہی جواب ثانی یہہ کہ بدائع مین
ظہار صریح کا ذکر ہے اور خانیہ مین کنایات ظہار مذکور ہین تو کچھہ مخالفت نہوئی جواب ثالث یہہ کہ اس مسئلہ مین دو قول ہین ایک روایت کو صاحب بدائع نے اختیار
کیا اور دوسری روایت کو صاحب خانیہ نے پسند کیا چنانچہ قول اوسکا علی الصحیح دو قول ہونے پر دلالت کرتا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فتاوی قاضیخان مین کہ
ہے کہ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجہپر مانند مردار اور خون اور لحم خنزیر کے ہی اسمین روایات مختلف ہین اور صحیح قول یہہ ہی کہ اگر کچھہ نیت نکریگا تو ایلا ہوا اور اگر طلاق
کی نیت کریگا تو طلاق ہوگی اور اگر ظہار کی نیت کریگا تو ظہار صحیح نہین معلوم ہوا کہ روایت قاضیخان کی مخالف ہی خانیہ کے اور موافق ہی بدائع کے واللہ اعلم
کانت علی کامی فان التشبیہ بالام تشبیہ بظہرہا و زیادۃ ذکرہ القہستانی معزیا للمحیط چنانچہ صحیح ہے نیت ظہار کی اس قول مین کہ تو میرے
نزدیک ایسی ہے جیسے کہ میری ماں اسواسطے کہ ماں کے ساتھہ تشبیہ دینی مین اوسکی پیٹھ کے ساتھہ بھی تشبیہ ہوئی ساتھہ زیادتی کے یعنی جب ماں کے ساتھہ تشبیہ ہوئی تو

اوسکی پیٹھ اور باقی اعضا کی بھی تشبیہ ہوگئی چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہے محیط کیطرف منسوب کرکے وصح اضافتہ الی الملک او بسببہ کان نکحتک فلذا حتی لو
قال ان تزوجتک فانت علی کظہر امی مائۃ مرۃ فعلیہ لکل مرۃ کفارۃ تاتارخانیہ اور صحیح ہے اضافت ظہار کی طرف ملک کے یا اضافت طرف سبب ملک کے اضافت الی الملک سے
مراد یہہ کہ منکوحہ ہونیکی حالتمین ظہار کرنا اور اضافت الی سبب الملک سے مراد یہہ کہ قبل از نکاح بتعلیق نکاح ظہار کرنا چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون تو ایسا یہانتک کہ اگر یون کہیگا کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون
تو تو مجھپر ایسی ہے جیسی میری ماکی پیٹھ سو بار تو ہر بار کیواسطے ایک کفارہ لازم آویگا کذا فی التاتارخانیہ وظہارہا منہ لغو ولا حرمۃ ولا کفارۃ بہ یفتی جوہرۃ وتجب ابن الشحنۃ بحثا
کفارۃ یمین اور ظہار کرنا عورت کا مرد سے لغو ہے یعنی اگر عورت اپنے مرد سے یون کہے کہ تو مجھپر ایسا ہے جیسے میرے باپ کی پیٹھ یا یون کہے کہ مین تجھپر ایسی ہون جیسے تیری ماکی پیٹھ تو اس
قول سے نہ حرمت ہوگی اور نہ کفارہ ظہار کا نہ کفارہ یمین کا اسی قول پر فتوے ہے اور ابن شحنہ نے ترجیح دی ہے کفارہ یمین کے وجوب ہونیکی یعنی اگر عورت ظہار کریگی تو اوسپر کفارہ
یمین کا لازم آویگا نہ کفارہ ظہار کا اسواسطے کہ تحریم حلال کی یمین ہے اور یہی روایت ہے ابو یوسف سے کذا فی حاشیۃ الدر فی وذا ای الظہار کانت علی کظہر امی
او امتک وکذا لو حذف علی کما فی النہر او راسک کظہر امی ونحوہ کالرقبۃ مما یعبر بہ عن الکل او نصفک ونحوہ من الجزء الشائع کظہر امی
او کبطنہا او کفخذہا او کفرجہا او کظہر اختی او عمتی او فرج امی او فرج بنتی کذا فی نسخ الشرح ولا یخفی ما فیہ من التکرار والذی فی نسخ المتن
او فرج ابی بالباء او قریبی وقد علمت ردہ اور یہہ یعنی ظہار کی مثالین چنانچہ یون کہنا زوج کا زوجہ سے کہ تو میرے اوپر ایسی ہے جیسی کہ میری ماکی پیٹھ یا تیری
ماکی پیٹھ اور اسیطرح اگر لفظ علی کا محذوف ہو جاوے کذا فی النہر الفائق یا یون کہنا کہ تیرا سر میری ماکی پیٹھ کی مانند ہے اور مانند اس لفظ کے چنانچہ گردن یعنی
ایسا عضو جو تمام بدن کے مقام پر بولا جاتا ہے چنانچہ عنق یا یون کہنا کہ تیرا نصف اور مانند اس لفظ کے از قسم جزء شائع یعنی تیرا ثلث یا ربع میری ماکی پیٹھ کی
مانند ہے یا مانند اوسکی پیٹ کی ہے یا مانند اوسکی ران کے ہے یا مانند اوسکی شرمگاہ کے ہے یا میری بہن کی پیٹھ کی مانند ہے یا میری عمہ کی پیٹھ کی مانند ہے یا میری ما
یا بیٹی کی شرمگاہ کی مانند ہے شارح نے کہا اسیطرح لفظ فرج امی کا مصنف کی شرح کے نسخون مین واقع ہے اور اسمین جو تکرار ہے سو مخفی نہین اور جو متن کے نسخو
ہے سو بجائے فرج امی کے فرج ابی او قریبی ہے اور تجھکو اوسکا مردود ہونا معلوم ہو چکا ہے نہر الفائق کے کلام سے بنقل روایت بدائع کے یعنی ظہار تشبیہ رجال سے
صحیح نہین خلاصہ یہہ کہ جب منکوحہ کو تشبیہ دی محرمات ابدیہ کی اون اعضا سے جنکا دیکھنا اسکو جائز نہین تو ظہار صحیح ہے تو اگر ہاتہہ یا پانون یا پہلو کے ساتھ تشبیہ
دیگا تو ظہار کا حکم نہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ ان اعضا کا دیکھنا محرم کو درست ہے بخلاف پیٹھ اور پیٹ اور ران کے یصیر بہ مظاہرا بلا نیۃ لانہ صریح

فیحرم وطیہا علیہ ودواعیہ للمنع عن التماس الشامل للکل وکذا یحرم علیہا تمکینہ ولا یحرم النظر وعن محمد لو قدم من سفر لہ تقبیلہا
للشفقۃ زوج ان الفاظ مذکورہ سے مظاہر ہو جاتا ہے بدون نیت کے اسواسطے کہ یہہ صریح ظہار ہے اور صریح محتاج نیت کا نہین پہر جب زوج مظاہر ہوا تو حرام ہے وطی
منکوحہ کی زوج پر اور دواعی وطی کے حرام ہین چنانچہ مساس اور بوسہ بسبب ممنوع ہونے مظاہر کے تماس سے یعنی چہونے اور ہاتہ لگانے سے قال اللہ تعالی من قبل
ان یتماسا اور یہہ شامل ہے وطی اور اوسکی دواعی کو سب کو اور محمد سے ایک روایت یہہ ہے کہ اگر مظاہر سفر سے آوے تو جائز ہے اوسکو بوسہ لینا عورت کا باعتبار شفقت اور نہ
باعتبار شہوت کے بحر الرائق مین کہا کہ قید سفر کی اس روایت مین تحریف ہے اسواسطے کہ تقبیل بلا شہوت سفر اور حضر دونو مین درست ہے کذا فی حاشیۃ الدر حتی یکفر وان عاد
الیہ بملک یمین او بعد زوج آخر لبقاء حکم الظہار وکذا اللعان مظاہر پر وطی اور اوسکی دواعی حرام ہین یہانتک کہ کفارہ دے یعنی بدون کفارہ کے وطی وغیرہ
حلال نہین اگرچہ عورت دوبارہ آوے مرد کے پاس بسبب ملک یمین کے یا بعد زوج ثانی کے اسواسطے باقی رہنے حکم ظہار کے اور یہی حکم ہے لعان کا ملک یمین کی یہہ صورت ہے کہ
لونڈی سے نکاح کیا پہر اوس سے ظہار کیا پہر اوسکو مول لیا یا زوجہ حرہ سے ظہار کیا پہر وہ مرتد ہو گئی اور دار الحرب مین چلی گئی پہر وہان سے گرفتار ہو آئی اور زوج اوسکا مالک
ہوا اور زوج ثانی کی یہہ صورت ہے کہ زوج نے ایک حرہ سے نکاح کیا اور اوس سے ظہار کیا پہر اوسکو تین بار طلاق دی اور اوسنے زوج ثانی سے نکاح کیا اور بعد طلاق اور عدت
کے زوج اول کے نکاح مین پہر آئی تو ان صورتون مین ظہار کا حکم باقی رہیگا اسواسطے کہ ظہار کی حرمت کی کچہہ حد مقرر نہین بدون کفارہ دینے کے وطی اوس عورت کی حلال نہین
فان وطی قبلہ تاب واستغفر وکفر للظہار فقط وقیل علیہ اخری پہر اگر وطی کی کفارہ دینے سے پہلے تو وہ گنہگار ہوا توبہ اور استغفار کرے اور فقط ایک کفارہ
ظہار کا ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اوسپر دوسرا کفارہ بھی لازم ہے جامع ترمذی اور امام مالک کی موطا مین ایک ہی کفارہ ثابت ہے کذا فی حاشیۃ الدر ولا یعود

لو وطیہا ثانیا قبلہا قبل الکفارۃ ۔ اور دوبارہ عود نکرے وطی کیطرف اگر عورت سے وطی کر چکا ہو قبل کفارہ دینے کے اسواسطے کہ حرمت ہنوز قائم ہے والعود الذی
فی لا بتر عزمہ عزم موکد ا فلو عزم ثم بدا لہ ان لا یطاہا لا کفارۃ علیہ لعدم العزم علی استباحۃ وطیہا ای یرجعون عما قالوا فیریدون الوطی قال الفراء العود الرجوع
واللام بمعنی عن۔ اور عود کرنا زوج کا جو آیت قرآنی میں مذکور ہے یعنی ثم یعودون لما قالوا اس سے مراد اوس سے عزم مصمم اور قصد موکد ہے عورت کی وطی کی
استباحت پر سو اگر زوج نے ارادہ وطی کا کیا پھر اوسکا قصد وطی سے ہٹ گیا تو اوسپر کفارہ نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ عزم موکد نرہا تو آیت کا یہ مطلب ہوا کہ پھر پلٹیں اپنے قول
سے یعنی حرمت منکوحہ سے باز آویں سوارادہ وطی کا کریں فراءنحوی نے کہا کہ عود بمعنی رجوع ہے اور لام لما قالوا میں بمعنی عن ہے حاصل کلام یہ ہے کہ سبب کفارہ
واجب ہونیکا ظہار اور قصد وطی ہے اور کفارہ عود پر اسواسطے مقدم ہوا کہ کفارہ حرمت ثابتہ کا رافع ہے جیسے طہارت قبل ارادہ نماز کے رافع ہے حدث کی وللمرأۃ
ان تطالبہ بالوطی لتعلق حقہا بہ اور جائز ہے عورت کو کہ زوج سے مطالبہ وطی کا کرے کفارہ دلاکر بسبب متعلق ہونے عورت کے حق کے ساتھ وطی کے وعلیہا
ان تمنعہ من الاستمتاع حتی یکفر وعلی القاضی الزامہ بہ ای بالتکفیر دفعا للضرر عنہا بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق اور واجب ہے
عورت پر کہ روکے زوج کو وطی اور دواعی وطی سے کفارہ دینے تک اور قاضی پر واجب ہے لازم کرنا زوج کا بجہت کفارہ دینے کے تاکہ عورت سے ضرر دور ہو قاضی
پر زوج کا قید کرنا یا مارنا لازم ہے یہانتک کہ کفارہ ادا کرے یا عورت کو طلاق دے فان قال کفرت صدق مالم یعرف بالکذب سو اگر زوج کہے کہ مین
کفارہ ظہار کا دیچکا ہون تو اوسکی تصدیق کرنا چاہیے جبتک کہ وہ مشہور بدروغگوئی نہو اور اگر وہ کذاب ہوگا تو بدون گواہون کے تصدیق کرنا نچاہیے
ولو وقتہ بوقت سقط بمضیہ اور اگر زوج نے ظہار کو کسی وقت پر معین اور مقرر کردیا تو ظہار ساقط ہے اوس وقت کے گذر جانے سے مثلاً ایک مہینے کیلئے ظہار کیا تو
مہینے کے اندر اگر وطی کا ارادہ کریگا تو کفارہ لازم ہوگا اور بعد مہینے کے کفارہ ساقط ہے وتعلیقہ بمشیۃ اللہ تعالی یبطلہ بخلاف مشیۃ فلان اور تعلیق
کرنا ظہار کا حق تعالیٰ کی مشیت پر ظہار کو باطل کرتا ہے مثلاً یون کہنا کہ انت علی کظہر امی انشاء اللہ ظہار کو باطل کرتا ہے جیسے کہ طلاق کو باطل کرتا ہے بخلاف مشیت
فلانے شخص کے یعنی اگر ظہار بمشیت زید یا عمر کریگا تو اوسکی مشیت سے ظہار صحیح ہے وان نوی بانت علی مثل امی او کامی وکذا لو حذف علی خانیۃ برا
او ظہارا او طلاقا صحت نیتہ ووقع مانواہ لانہ کنایۃ اور اگر اس قول سے کہ تو میرے نزدیک میری ماں کی مانند ہے یا بجای مثل امی کے کامی بولا اور
اسیطرح ہے اگر علی کا لفظ محذوف کردیا یعنی یون کہا کہ انت مثل امی تو اگر زوج نے اس قول سے تعظیم زوجہ کی نیت کی یا طلاق یا ظہار کی نیت کی تو صحیح ہے
نیت اوسکی اور جو نیت کریگا وہی واقع ہوگا اسواسطے کہ یہ قول کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہے نیت کا تو اگر تعظیم کی نیت کیگا تو ظہار اور طلاق کچھ نہ واقع ہوگی اور
طلاق کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور ظہار کی نیت سے ظہار والا ینو شیئا او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ اور اگر اوس
قول یعنی انت علی مثل امی سے کچھ نیت نکریگا یا کاف کو یا مثل کو حذف کریگا یعنی یون کہیگا کہ انت امی تو یہ قول لغو ہوگا اور متعین ہوگا کمتر یعنی تعظیم و تکریم
مراد ہوگی ظہار یا طلاق نہ واقع ہوگی کمتر مفہوم اسواسطے مراد ہوا کہ ادنی الامکان کلام [illegible] وان [illegible] ویکرہ قولہ [illegible] ویا ابنتی ویا اختی ونحوہ اور
مکروہ ہے زوج کا یون کہنا اپنی زوجہ سے کہ تو میری ماں ہے اور یون کہنا کہ اے میری بیٹی اور اے میری بہن اور مانند اسکے جیسے خالہ وغیرہ کہنا جیسے اس قول سے
ظہار ثابت نہین اسواسطے کہ تشبیہ سے خالی ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے اسواسطے کہ قریب بہ تشبیہ ہے اور سنن ابی داود میں بحدیث مرفوع ثابت ہے کہ جورو کو بہن کہنا ممنوع
اور مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وبانت علی حرام کامی صح مانواہ من ظہار او طلاق وتمنع ارادۃ الکرامۃ لزیادۃ لفظ التحریم وان لم ینو ثبت
الادنی وھو الظہار فی الاصح اور اس قول سے کہ تو مجھپر حرام ہے میری ماں کی مانند جو نیت کہ ظہار یا طلاق کی کریگا تو صحیح ہے اور جائز نہین اس قول سے تعظیم کا
ارادہ کرنا بسبب زیادہ ہونے لفظ تحریم کے بخلاف انت علی مثل امی کے کہ اوسمین تحریم کا لفظ نہین اور اگر کچھ نیت نکریگا تو ادنی ثابت ہوگا یعنی ظہار
قول اصح مین وبانت علی کظہر امی یثبت الظہار لا غیر لانہ صریح اور اس قول سے کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ تو ظہار ہی ثابت ہے نہ طلاق
نہ تعظیم اسواسطے کہ یہ لفظ صریح ہے ظہار مین تو بدون نیت ظہار کے بھی ظہار ثابت ہوگا اور اگر اس کلمہ سے طلاق یا ایلا کا ارادہ کریگا تو لغو ہوگا ولا ظہار الا من
الزوجۃ اور ظہار صحیح نہین اپنی لونڈی سے اور نہ ام ولد اور مکاتبہ سے اسواسطے کہ لفظ نساءکا جو آیت ظہار مین واقع ہے وہ لونڈی کو شامل نہین اسواسطے کہ عرف

مین نسا رجل اوسکی زوجات کو کہتی مین نہ تو بیوی اور حرم ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر الرائق ولا حتی نکحہا بلا امرہا تو ظاہر منہا ثم اجازت لعدم
الزوجیۃ اور ظہار صحیح نہین اوس عورت سے جس سے نکاح کیا بدون اوسکی امر کے پہر اوس سے ظہار کیا پہر عورت نے نکاح کو جائز رکہا بسبب عدم زوجیت کے یعنی وقت ظہار
کے وہ زوجہ نہتی اسواسطے کہ اوسکو نکاح کی خبر بہی نہتی فضولی نے اوسکا نکاح کر دیا تہا انتن علی کظہر امی ظہار منہن اجماعا وکفر لکل وقال مالک و
احمد یکفیہ کفارۃ واحدۃ کالایلاء مرد نے کہا اپنی عورتون سے کہ تم مجہپر ایسی ہو جیسی میری ماکی پیٹہ تو یہہ ظہار ہی سب عورتون سے باتفاق فقہا کے اور
کفارہ دیگا مرد ہر عورت کیواسطے اور کہا امام مالک اور امام احمد بن حنبل نے کہ ایک کفارہ سب عورتونکی حلت کیواسطے کافی ہی مانند کفارہ ایلا کے یعنی اگر مرد نے
قسم کہائی کہ مین اپنی عورتون سے صحبت نکرونگا پہر اوسنے ایک سے صحبت کی تو ایک کفارہ دینے سے سب عورتین حلال ہو جاوینگی ظاہر من امرأتہ مرارا
فی مجلس او مجالس فعلیہ لکل ظہار کفارۃ فان عنی التکرار والتاکید فان بمجلس صدق قضاء والا لا علی المعتمد وکذا لو علقہ بنکاحہا کما عن
التاتارخانیۃ ظہار کیا اپنی عورت سے چند بار ایک مجلس یا چند مجالس مین تو واجب ہی اوسپر عوض ہر ظہار کے ایک کفارہ پہر اگر مرد نے ارادہ تکرار اور تاکید کا
کیا سو اگر چند بار ظہار کو ایک مجلس مین کہا تو باعتبار قضا کے اوسکی تصدیق ہوگی اور اگر چند مجالس مین چند بار ظہار کر چکا ہی تو قضاءً اوسکی تصدیق نہوگی
لیکن دیانۃً البتہ تصدیق ہوگی بنا بر قول معتمد کے اور ایسا ہی حکم ہی اگر تعلیق ظہار کی اجنبیہ کے نکاح پر کی چنانچہ اسکی تصریح فتاوی تاتارخانیہ سے اسی باب مین ہو
ہو چکی ہم مصنف نے تصدیق تاکید مین اتحاد مجلس کی قید لگائی اور شارح نے بہی اوسکی پیروی کی حالانکہ مصنف کا قول اوسکی اوستاد کی روایت کی مخالف
ہے یعنی صاحب بحر الرائق کے بحر الرائق مین یون ہے کہ اگر اپنی عورت سے چند بار ظہار کریگا ایک مجلس مین یا چند مجلس مین تو اوسپر عوض ہر ظہار کے
کفارہ لازم آویگا مگر جب تاکید کی نیت کریگا یعنی تو ایک ہی کفارہ لازم ہوگا کما ذکرہ الاسبیجابی وغیرہ اور بعضی کتابون مین ایک مجلس اور چند مجالس مین فرق
کیا ہی اور معتمد اول ہی قول ہی انتہی مضمونہ اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین تفصیل ایک مجلس اور مجالس کی اسبیجابی کیطرف منسوب کی ہی اور حالانکہ
اسبیجابی کا قول بموجب روایت صاحب بحر کے مطلق ہی بلا تفصیل اور فتاوی عالمگیری مین بہی قول صاحب بحر کا اسیطرح منقول ہی کذا فی حاشیۃ الشامی قوله
مسائل الحمد شارح کے انت علی کظہر امی کل یوم اتحد ولو اتی بغی عدد ولہ فیا نہا لیلا اگر زوج نے کہا تو مجہپر ایسی ہے جیسی کہ میری ماکی پیٹہ ہر دن تو یہہ
تو ایک ہی ظہار ہی تو اوسپر آویگا وطی حرام ہے بدون کفارہ کے اور اگر مثال مذکور مین فی کا لفظ لایا یعنی یون کہا کہ انت علی کظہر امی فی کل یوم یعنی تو مجہپر ایسی
ہے جیسی کہ میری ماکی پیٹہ ہر دن مین تو ہر روز جداگانہ ظہار ثابت ہوگا پہر جب دن گذر جاویگا تو اوس دن کا ظہار باطل ہوگا پہر جب دوسرے دن آفتاب نکلیگا تو دوسرا
ظہار شروع ہوگا ولیکن مرد کو صحبت کرنا عورت سے رات مین جائز ہوگا اسواسطے کہ فی ظرفیت کیواسطے موضوع ہی اور ظرف مین معنی شرط کے ہوتی ہین تو دنکو ظہار ہوگا
کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال کظہر امی الیوم وکلما جاء یوم فکلما جاء یوم صار مظاہرا ظہارا آخر مع بقاء الاول اور اگر یون کہا کہ تو مجہپر ایسی
جیسی کہ میری ماکی پیٹہ ہی آجکے دن اور جب دن آوے تو اس صورت مین جب کوئی دن آویگا تو مرد مظاہر ہو جاویگا دوسرے ظہار کا یعنی ہر روز جدا جدا ظہار
ثابت ہوگا باوجود باقی رہنے ظہار اول کے طحطاوی نے کہا کہ یہہ روایت شارح کی مخالف ہی بحر الرائق کے مضمون سے کہ اگر اسطرح کہیگا انت علی کظہر امی الیوم
کلما جاء یوم تو مظاہر ہوگا آجکے دن عورت سے اور جب دن گذر جائیگا تو ظہار باطل ہوگا اور رات مین زوج کو قربت کا اختیار ہی پہر جب کل کا دن آویگا تو دوسرا
بار مظاہر ہوگا اسیطرح ہمیشہ تجدد ظہار ہوتا رہیگا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور یہہ جو شارح نے ظہار اول کی بقا کو ذکر کیا سو وہ اوس صورت مین ہو جب ان
کہے کہ انت علی کظہر امی کلما جاء یوم تو ظہار روز اول کا منتہی نہوگا باقی رہیگا اور جب دن آویگا تو مرد مظاہر ہوگا دوسری ظہار کر بغیر کفارہ کے ظہار اول کے
باطل ہوگا کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن شرح تلخیص الجامع الکبیر وحتی علقہ بشرط متکرر یتکرر اور جب ظہار کو شرط متکرر پر معلق کریگا تو ظہار بہی متکرر ہوگا
مثلا یون کہا جب کبہی تو گہر مین داخل ہوئی تو تو میرے نزدیک میری ماکی پیٹہ کی مانند ہوگی تو جسقدر عورت گہر مین داخل ہوا اوتنی بار ظہار ثابت ہوگا تو کفارہ
لازم آویگا ہر بار داخل ہونے کے شمار پر ولو قال کظہر امی رمضان کلہ ورجب کلہ اتحد استحسانا وصح تکفیرہ فی رجب لا فی شعبان کمن
ظاہر واستثنی یوم الجمعۃ مثلا ان کفر فی یوم الاستثناء لم یجز والا جاز تاتارخانیہ اور اگر یون کہا کہ تو میرے نزدیک ایسی جیسی میری ما

ہمیشہ رمضان بھرا ور رجب بھر تو یہہ ایک ہی ظہار رہیگا باعتبار استحسان کے اور اسیواسطے صحیح ہے کفارہ دینا اُس ظہار کا جبتک شعبان مین ہو اور کفارہ رجب سے ظہار رمضان ساقط نہی ہوگا بسبب تجدید ہونے ظہار کے
چنانچہ ایک شخص نے ظہار کیا اور جمعہ کا دن مستثنی کر لیا یعنی یون کہا کہ انت علی کظہر امی الا یوم الجمعۃ تو اگر کفارہ دیگا روز استثنا مین یعنی جمعہ مین تو جائز نہوگا اور
اگر روز استثنا کے سوا کسی اور روز کفارہ دیگا تو جائز ہوگا کذا فی الفتاوی التاتارخانیہ فتاوی عالمگیری مین ہے کہ ظہار مین یہہ شرط ہے کہ زوج اہل کفارہ
مینہو کا تو ظہار ذمی اور صبی اور مجنون صحیح نہین

باب الکفارۃ

یہہ باب ہے کفارہ ظہار کا اختلف فی سببہا والجمہور علی انہ الظہار
والعود اختلاف علما ہے کفارہ کے سبب مین جمہور علما کا یہہ مذہب ہے کہ کفارہ کا سبب ظہار اور عود ہے یعنی عزم وطی اور بعض علما نے کہا کہ سبب کفارہ کا ظہار ہے اور
عود اسکی شرط ہے اور بعضون نے اسکا بالعکس کہا ہے وھی لغۃ من کفر اللہ الذنب محاہ کفارہ لغت مین ماخوذ ہے اس قول سے کہ کفر اللہ الذنب یہہ اوس وقت بولا
جاتا ہے جب حق تعالے گناہ مٹا ڈالے کفارہ کو کفارہ اسواسطے کہا کہ گناہ کو مٹا ڈالتا ہے اور حکم کفارہ کا یہہ ہے کہ واجب فقط ہوجاتا ہے گردن سے اور حصول ثواب
ہے بسبب محو ہوجانے خطا کے اور کفارہ فی الفور واجب نہین بنا بر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ امر اسکا مطلق ہے تو اگر تاخیر ہوگی ادا مین باوجود قدرت کے تو گناہ
نہوگا اور تا حین حیات جب دیگا وہ ادا ہوگا نہ قضا اور اگر بدون ادا کے کفارہ مر جاویگا تو گنہگار مریگا کذا فی حاشیۃ المدنی وشرعا تحریر رقبۃ قبل الوطی اے
اعتاقہا بنیۃ الکفارۃ مملوکۃ ... او ناویا الکفارۃ ... اور کفارہ اصطلاح شرع مین عبارت ہے تحریر رقبہ سے قبل وطی کے اور مراد تحریر رقبہ سے
اعتاق رقبہ ہے یعنی گردن آزاد کرنا بہ نیت کفارہ تو اگر اپنے باپ کو وراثت مین پاکر اداے کفارہ کی نیت کریگا تو جائز نہوگا اسواسطے کہ جب باپ مملوک اپنے بیٹے کا ہوگا
خود بخود بلا نیت مالک کے آزاد ہوجاویگا تو یہہ اعتاق نہین بلکہ عتق ہے اور تحریر رقبہ عبارت ہے اعتاق سے نہ عتق سے ولو صغیرا رضیعا او کافرا او مباح
الدم اعتاق غلام صحیح ہے اگرچہ غلام صغیر شیر خوار ہو یا کافر ہو یا غلام کا خون حلال ہوگیا ہو اسطرح کہ قاضی نے قصاص مین اسکو قتل کا حکم دیا پھر اسکے مالک
نے کفارہ ظہار مین اوسکو آزاد کیا پھر مقتول کے وارثون نے خون معاف کردیا تو اوسکے جواز اعتاق مین اختلاف ہے فتح القدیر اور نہایہ مین کہا ہے کہ یہہ جائز
نہین اور شرح مبسوط مین کرخی سے منقول ہے کہ یہہ اعتاق جائز ہے واللہ اعلم کذا فی العالمگیریۃ او مرھونا یا غلام مرہون ہو یعنی مالک نے اپنے غلام کو گرو رکھا ہو
پھر اوسکا آزاد کرنا کفارہ ظہار مین درست ہے لیکن جسقدر مال پر رہن ہوگا وہ مالک پر دینا لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع او مدیونا
او ... جہلت حیوتہ او مرتدۃ یا غلام قرضدار ہو یا کہ غلام بھاگ گیا ہو جسکی زندگی معلوم ہے یا لونڈی مرتدہ ہو وفی المرتد والحربی المخلی سبیلہ خلاف
اور غلام مرتد اور غلام حربی مین جسکو مالک نے مطلق العنان کردیا اختلاف ہے فقہا کا فتح القدیر مین ہے کہ غلام حربی کا دار الحرب مین آزاد کرنا جائز نہین اور
تاتارخانیہ مین کہا کہ اگر اوسکو دار الحرب مین مطلق العنان کردیا تو بعضون کے نزدیک جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی او اصم ان صیح بہ یسمع والا لا
یا غلام بہرا ہو لیکن اگر شور کرنے سے سنتا ہو تو اوسکی آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہوگا اور اگر شور کرنے سے مطلق نہ سنتا ہو تو کفارہ نہ ادا ہوگا او خصیا او مجبوبا
او رتقاء او قرناء یا غلام خصی یا مقطوع الذکر ہو یا لونڈی ہو جسکی شرمگاہ مین ایسا گوشت زائد یا ہڈی ہو کہ مانع ہو وطی کا تو ایسی لونڈی کا بھی اعتاق
کفارہ ظہار مین جائز ہے او مقطوع الاذنین یا غلام کے دونو کان کٹے ہون او ذاہب الحاجبین وشعر اللحیۃ والرأس یا غلام کی دونو ابرو کے
بال اور داڑھی اور سر کے بال جاتے رہے ہون او مقطوع الانف او الشفتین ان قدر علی الاکل والا لا یا غلام نکٹا ہو یا اوسکے دونو لب کٹے ہون بشرطیکہ
کھانا کھا سکتا ہو اور اگر کھا نسکتا ہو تو جائز نہین او اعور او اعمش او مقطوع احدی یدیہ واحدی رجلیہ من خلاف یا غلام کانا ہو یا چیپڑا یا اسکا
ایک ہاتھ یا ایک پانون کٹا ہو دوسری طرف سے یعنی داہنا ہاتھ تو بایان پانون یا بایان ہاتھ تو داہنا پانون اور اگر ایک ہی طرف سے ہاتھ اور پانون
کٹا ہوگا تو اوسکا اعتاق کفارہ مین جائز نہین چنانچہ اوسکا ذکر آگے آویگا او مکاتبا لم یؤد شیئا واعتقہ مولاہ لا الوارث یا غلام مکاتب ہو جسنے
بدل کتابت کا ہنوز کچھہ ادا نہین کیا اور مکاتب کو اوسکے مالک ہی نے آزاد کیا ہو نہ مالک کے وارث نے یعنی اگر مکاتب کے مالک پر کفارہ ظہار تھا اور وہ بدون
ادا کے مرگیا پھر اوسکے وارث نے مکاتب کو مورث کیطرف سے بہ نیت کفارہ آزاد کردیا تو جائز نہین ہے وکذا ینفع عنہا شراء قریبہ بنیۃ الکفارۃ لانہ
بصنعہ بخلاف الارث اور اسیطرح ادا ہوتا ہے کفارہ اپنے قرابت دار کے مول لینے سے بنیت کفارہ مثلا مظاہر کا بھائی کسی کا غلام تھا اور اوسنے بہ نیت

ادا ہو کفارہ ظہار اوسکو مول لیا تو کفارہ ادا ہوگا اسواسطے کہ مول لینا اوسکا اختیاری فعل ہو بخلاف ارث کے کہ وہ فعل اختیاری نہین یعنی اگر کوئی اپنی
قرابت والیکو ارث مین پاوے اور نیت ادا ہی کفارہ کرے تو صحیح نہین اسواسطے کہ وارث ہونا اختیاری فعل نہین تو یہہ اعتاق نہوگا بلکہ عتق ہوگا چنانچہ اسکا ذکر عتق
گذر گیا واعتاق نصف عبدہ ثم باقیہ عنہا استحسانا بخلاف المشترک کما یجیء اور آزاد کرنا اپنے نصف غلام کو پھر نصف باقی کو کفایت کرتا ہے کفارہ
کیجانب سے بدلیل قیاس خفی بخلاف مشترک غلام کے چنانچہ اوسکا ذکر آویگا لا یجزئ فائت جنس المنفعۃ لانہ ہالک حکما کفایت نہین کرتا آزاد کرنا اوس
غلام کا جسکی جنس منفعت فوت ہوگئی ہو یعنی منفعت سمع اور بصر کی اور بولنے اور ہاتھ سے تھامنے اور پانون سے چلنے کی اور عقل کی فوت ہوگئی ہو تو اوسکے آزاد
کرنیسے کفارہ نہ ادا ہوگا اسواسطے کہ وہ درحکم میت ہے اور فوت منفعت سے یہہ ہے کہ بالکل منفعت فوت ہو تو نقصان منفعت کا اداے کفارہ مین ضرر نکریگا
کالاعمی والمجنون لایعقل فمن یفیق یجوز فی حال افاقتہ ومریض لایرجی برءہ وساقط الاسنان غلام مفقود المنفعت جیسے اندھا اور ایسا
دیوانہ جو کچھ نہ سمجھتا ہو سو جو دیوانہ کہ کبھی ہوش مین آجاتا ہو تو اوسکا آزاد کرنا جائز ہے ہوشیاری کی حالت مین اور ایسا بیمار جسکی صحت کی امید نہین ہے اور
جسکے دانت گر پڑے ہون اسواسطے کہ یہ پایا جانے پر قادر نہین والمقطوع یداہ او ابہاماہ او ثلث اصابع من کل ید او رجلاہ او ید ورجل من جانب
اور جائز نہین وہ غلام جسکے دونو ہاتھ یا دونو ہاتھ کے انگوٹھے یا تین انگلیان ہر ہاتھ کی کٹی ہون یا دونو پانون یا ایک ہاتھ اور ایک پانون ایکطرف کے کٹ
اسواسطے کہ ان صورتون مین تھامنے اور چلنے کی منفعت بالکل مفقود ہو ومعتوہ مغلوب کافی اور جس غلام پر کہ بیخبری اور بیہوشی غالب ہو کذا فی الکافی و
لا یجزئ مدبر وام ولد ومکاتب ادی بعض بدلہ ولم یعجز نفسہ فان عجز فحررہ جاز وہی حیلۃ الجواز بعد ادائہ شیئا اور کفایت نہین کرتا
آزاد کرنا مدبر کا اور ام ولد کا اور اوس مکاتب کا جسنے اپنی کتابت کا کچھ بدلا ادا کیا ہو اور وہ عاجز نہین ہوگیا اداے باقی سے سو اگر عاجز ہوگیا پھر اوسکو
مالک نے اوسکو آزاد کر دیا بہ نیت کفارہ تو جائز ہے اور یہی عاجزی حیلہ ہے اعتاق مکاتب کا بعد کچھ ادا کرنیکے یعنی جس مکاتب نے کچھ مال ادا کیا ہو اوسکا مالک
بہ نیت کفارہ اسکو آزاد کیا چاہے تو اوسکی یہی تدبیر ہے کہ مکاتب اپنی عاجزی کو ظاہر کرے واعتاق نصف عبد مشترک ثم باقیہ بعد ضمانہ لتمکن
النقصان اور کفایت نہین کرتا آزاد کرنا نصف عبد مشترک کا پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد ضامن ہونے اوسکی قیمت کے بوجہ جم جانے نقصان کے نصف آخر مین
یعنی ایک غلام کے دو مالک تھے ہر ایک نصف کا سو ایک مالک نے بہ نیت کفارہ اپنا آدھا حصہ آزاد کر دیا تو نصف اخیر کی مملوکیت مین نقصان پڑگیا یعنی دوسرا مالک
اب اوسکو بیچ نہین سکتا لہذا اگر آزاد کرنیوالا نصف باقی کی قیمت کا ضامن ہو کر باقی کو آزاد بھی کریگا تو بھی کفارہ نہ ادا ہوگا ہان اگر اول اپنا حصہ آزاد کرتا
اور نصف باقی کا ضامن ہو کر کل عبد کو آزاد کرتا تو صحیح ہوتا ونصف عبدہ عن تکفیرہ ثم باقیہ بعد وطی من ظاہر منہا لان الامر قبل التماس اور کفایت
نہین کرتا اپنے نصف غلام کو آزاد کرنا بہ نیت کفارہ پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد وطی اوس عورت کے جس سے ظہار کر چکا اسواسطے کہ حکم کفارہ دینے کا قبل وطی وغیرہ کے
ہے اور قبل وطی کے نصف آزاد کیا نہ کل لہذا صحیح نہین فان لم یجد المظاہر ما یعتق وان احتاج لخدمتہ او لقضاء دینہ لانہ واجد حقیقۃ بدائع فما
فی الجوہرۃ لہ عبد للخدمۃ لم یجز الصوم الا ان یکون زمنا انتہی یعنی العبد لیوافق کلامہم ویحتمل رجوعہ للمولی لکنہ یحتاج الی النقل سو اگر ظہار
کرنیوالا نپاوے ہو اوسکو جسکو آزاد کرے اگرچہ محتاج ہو غلام کا اپنی خدمت کیواسطے یا اوسکو بیچ کر اپنے قرض ادا کرنیکے واسطے اسواسطے کہ وہ قادر ہے غلام پر فی الحقیقت
کذا فی البدائع تو جو کلام کہ جوہرہ مین یون ہے کہ مظاہر کا ایک غلام ہے خدمت کیواسطے اوسکو اداے کفارہ ظہار مین روزہ رکھنا درست نہین بلکہ اوسی غلام کو آزاد
کرے مگر اسوقت غلام کا آزاد نکرنا اور روزہ رکھنا درست ہے جب کہ وہ ایسا لنگڑا ہو کہ چل نسکے انتہی کلام الجوہرہ یعنی غلام لنگڑا ہو تو اوسکا آزاد کرنا درست
نہوگا اور روزہ رکھنا جائز ہوگا شارح نے کہا ضمیر یکون کی عبد کیطرف پھیر کر یہہ مطلب جوہرہ کا اسواسطے مذکور کیا تا کہ کلام اسکا اور فقہا کے کلام سے موافق ہو جاوے
اور یہہ بھی احتمال ہے کہ ضمیر یکون کی مولی کیطرف پھیرین تو مطلب یہہ ہوگا کہ اگر مالک لنگڑا ہو تو غلام کو نہ آزاد کرے روزہ رکھے لیکن اس صورت مین نقل روایت کی حاجت
ہوگی یعنی تاوقتیکہ کتب معتمدہ سے نقل صریح اس باب مین ثابت نہوگی احتمال اخیر مقبول نہ ہوگا چونکہ عبارت جوہرہ کی بظاہر مخالف تھی بدائع کے لہذا شارح نے اوسکی
توجیہ معقول کر دی تا اختلاف مندفع ہو جاوے ولا یعتبر مسکنہ اور گھر اوسکا معتبر نہین یعنی اگر مظاہر کا ایک گھر ہو جسمین وہ رہتا ہو تو وہی اوسکا بیچنا اوسکی

کرنا کفارۂ قتل مین مضر نہین فیہما ای الشہرین مطلقاً لیلاً او نہاراً عامداً او ناسیاً کما فی المختار وغیرہ وتقیید ابن ملک اللیل بالعمد غلط بحر لکن فی القہستانی ما یخالفہ فتنبہ اگر وطی کری ظہار والی عورت سی اسیطرح دوات کو یا دن کو بالقصد یا بہول کر چنانچہ یہہ اطلاق مصرح ہی مختار وغیرہ مین اور قید لگانا ابن ملک کا وطی شب مین ساتھہ عمد کے غلط ہی یعنی یہہ جو ابن ملک نے کہا ہی کہ اگر رات کو عمداً وطی کرے تو مضر کفارہ ہی اور سہواً مضر نہین سو یہہ قول غلط ہی بلکہ عمداً او رسہواً اسطلقا مضر ہے اور جن کتابون مین وطی لیل مین عمد کی قید ہی سو اتفاقی قید ہی نہ احترازی کما فی شرح المجمع اور غایۃ البیان اور عنایہ مین تصریح ہی کہ یہہ قید اتفاقی ہی کذا فی البحر الرائق لیکن شرح قہستانی مین وہ قول ہی جو مخالف ہی بحر الرائق کے تو خبردار رہنا ہم قہستانی نے یون کہا ہی کہ اگر مظاہر منہا سی شب کو عمداً وطی کری تو استیناف صوم کری چنانچہ نظم اور مبسوط اور ہدایہ اور کافی اور قدوری اور مضمرات اور منتقی مین اور انکی سوا اور کتابون مین یون ہی ہی اور منقط اسبیجابی کے قول پر جو شرح طحاوی مین یون کہا گیا ہی کہ وطی لیل مین عمداً و نسیان برابر ہی لائق نہین کہ عمد کو ہدایہ وغیرہ کے کلام مین قید اتفاقی پر محمول کیجیے چنانچہ صاحب کفایہ اور اوسکے تابعین نے کیا ہی حالانکہ صاحب نہایہ نے اسکی طرف التفات نہین کیا انتہی کلام القہستانی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ قہستانی غلط گوئی مین ابن ملک کے موافق ہو گیا اور جن کتب کی عبارتین قید اتفاقی پر محمول ہین اون سے استدلال کرتا ہی اور حالانکہ کتب معتمدہ مین مصرح ہی کہ عمداً و نسیان دونو برابر ہین چنانچہ مختار اور حرشبار اور غایۃ البیان اور عنایہ اور اطلاق صاحب کنز اسیر شاہد ہین کذا فی حاشیۃ المدنی استانف الصوم لا الاطعام ان وطیہا فی خلالہ لاطلاق النص فی الاطعام وتقییدہ فی تحریر وصیام یعنی اگر کفارۂ ظہار مین بعد رنیا یا بلا عذر روزہ افطار کر دیا ظہار والی عورت سی وطی کی اثنائے دو مہینے کے اندر تو استیناف کری صوم کا نہ طعام کا یعنی پہر سری سے روزہ رکہنا شروع کرے لیکن طعام کا استیناف لازم نہین اگر درمیان طعام کے وطی کرے اوس عورت سی کیونکہ بسبب مطلق ہونے نص قرآنی کے اطعام مین اور مقید ہونے کے اعتاق اور صیام مین یعنی حق تعالی نے کفارۂ اطعام مین قبل مساس کے قید نہین لگائی اور وطی بعض طعام نہین اور اعتاق اور صیام مین قید لگائی کہ قبل مساس ہو لہذا وطی مفسد صیام ہی تو استیناف لازم ہوا والعبد ولو مکاتباً او مستسعیٰ او ماذوناً محجوراً علیہ بالسفہ علی المعتمد اور غلام اگرچہ مکاتب ہو یا ایسا غلام ہو جسکے مالک نے مثلاً نصف آزاد کر دیا ہو اور باقی کو خلاصی کیواسطی اوس سے محنت مزدوری کرواتا ہو اور اسیطرح وہ حر جسکو تصرف مالی کو اوسکی حماقت کے سبب سے حاکم نے روک دیا ہو بنا بر قول معتمد کے یعنی ہموجب قول صاحبین کے لا یجزیہ الا الصوم المذکور غلام وغیرہ کو کفایت نہین کرتا مگر صوم مذکور یعنی دو مہینے پے درپے روزی رکہنا کفارۂ ظہار مین تو جب ہی غلام اور مکاتب اور حر محجور علیہ کو اور اوس غلام کو جو بعد آزاد نہین اور بسبب عدم قدرت کے ان پر اعتاق اور اطعام نہین ہم اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہی قاعدہ یہہ ہی کہ غلام پر نعمت اور عقوبت آدہی ہوتی ہی اور کفارہ بہی عقوبت ہی تو لازم یون تہا کہ کفارہ عبد کا نصف ہوتا کفارہ حر سی یعنی ایک مہینہ کا صوم غلام کو کفایت کرتا اس سوال مقدر کا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا ولم ینتصف لما فیہا من معنی العبادۃ اور کفارہ غلام کا آدہا نہو اسلئے کہ کفارہ مین معنی عبادت موجود ہی یعنی ہر چند کفارہ مین مضمون عقوبت اور مضمون عبادت دونو ہین لیکن عبادت اسمین غالب ہے اور حالانکہ عبادت مین تنصیف نہین چنانچہ صوم اور صلوۃ مین اسیطرح کفارت مین ولیس للسید منعہ منہ اور مالک کو اختیار نہین غلام کو صوم سے منع کرنیکا اسواسطے کہ یہہ منجملہ حقوق نکاح کے ہی سو جب مالک نے غلام کو نکاح کی اجازت دی تو اوسکے سب حقوق کو اپنی اوپر گویا لازم کر لیا تو اب کیونکر صوم کفارہ سی روک سکے ولو اعتق او اطعم ولو باذنہ لعدم اہلیۃ التملیک الا فی الاحصار فیطعم عنہ المولی قیل ندباً وقیل وجوباً کفارۂ ظہار مین اعتاق اور اطعام غلام کو کفایت نہین کرتا اگرچہ مثلاً مالک اوسکی طرف سے آزاد کری یا اطعام کری اگرچہ یہہ اعتاق اور طعام بامر غلام ہو بسبب عدم قابلیت تملیک کے یعنی اعتاق اور اطعام بدون ملک کے نہین ہو سکتا اور غلام کسی چیز کا مالک نہین ہوتا اگرچہ مالک اوسکو تملیک کری مگر احصار مین غلام مالک ہوتا ہی یعنی اگر غلام باجازت مولی حج کا احرام کری اور کسی عذر شرعی سی حج کو نجا سکی تو مولی اوسکی طرف سی اطعام کری یعنی قربانی کا جانور اوسکی طرف سی حرم مین بہیجے کہ وہان ذبح کرکے تصدق ہو بعض علما نے کہا کہ قربانی کا بہیجنا مولی پر مستحب ہی اور بعضون نے کہا کہ واجب ہی ہم اطلاق اطعام کا ارسال قربانی پر غیر مشہور ہی شارح نے اسمین صاحب نہر اور منح کی پیروی کی ہی فان عجز عن الصوم لمرض لا یرجی

ہروہ آدکبر اطعموا ای ملك ستین مسکینا ولو علما ولا یجزیٔ غیر المراھق ہدایہ سو اگر عاجز ہو مظاہر صوم سے بسبب اپنی بیماری کے کہ توقع نہیں
اوسکی صحت کی یا بسبب پیری کے تو طعام دیوی یعنی طعام کا مالک کردے ساٹھہ مسکین کو اگرچہ تملیک ساٹھہ مسکین کی حکما ہو اسطرح پر کہ ایک محتاج کو ساٹھہ
دن دیا کرے تو گویا ساٹھہ محتاج کو دیا اور کفایت نہین کرتا اطعام غیر مراہق کا کذا فی البدائع یعنی اطعام اوس صغیر کا جو قریب البلوغ نہین کافی نہین
کالفطرۃ قدرا ومصرفا او قیمۃ ذلک من غیر المنصوص اذ العطف للمغایرۃ ہر مسکین کو دیوی مانند صدقۂ فطر کے مقدار مین اور مصرف مین کہ مراد زکوۃ
یعنی اگر گیہون سے دے تو نصف صاع دیوی اور اگر جو اور کہجور سے دے تو پورا صاع دیوی یا اوسکی قیمت دے غیر منصوص سے یعنی اگر گیہون اور کہجور اور جو کے سوا اور
کوئی اناج دے تو قیمت کا اعتبار ہے تو اگر ربع صاع چاول کا مساوی ہو نصف صاع گیہون کے تو جائز ہے یا دو صاع باجرا برابر ہو ایک صاع جو کے یا نصف صاع کہجور
کے تو درست ہے اوسلیے کہ عطف کرنا مصنف کا قیمت کو فطرہ پر مقتضی ہے مغایرت کا تو اگر ربع صاع گیہون کا برابر ہو نصف صاع کہجور کے تو جائز نہوگا اوسلیے
کہ اعتبار قیمت کا غیر منصوص میں ہے اور گیہون اور کہجور تو دونو منصوص مین انمین اعتبار قیمت کا صحیح نہین وان اراد الاباحۃ غداھم وعشاھم او غداھم
واعطاھم قیمۃ العشاء او عکسہ او اطعمھم غدائین او عشائین او عشاء وسحورا واشبعھم جاز بشرط ادام فی خبز الشعیر والذرۃ کالزکوۃ
اور اگر کفارہ دینے والا محتاجون کو تملیک طعام نکرے بلکہ ارادہ کرے اباحت طعام کا تو اونکو دن چڑہتے اور دن ڈہلتے دو وقت کہلاوے یا دن چڑہتے انکو
کہلاوے اور دن ڈہلتے وقت کی کہانیکی قیمت دیدے یا اسکا بالعکس کرے یعنی اول وقت کہانیکی قیمت دے اور آخر وقت کہلادے یا انکو دو روز دن چڑہتے کہلاوے
یا دو روز دن ڈہلتے کہلادے یا دن ڈہلتے اور سحر کے وقت کہلادے اور پیٹ اونکا بہردے خلاصہ یہہ ہے کہ اگر ساٹھہ محتاجون کو دو وقت آسودہ کرکے کہلاوے
تو جائز ہے بشرطیکہ سالن موجود ہو جو اور جوار کی روٹی کے ساتھہ نہ گیہون کی روٹی کے ساتھہ یعنی گیہون کی روٹی کے ساتھہ سالن کی حاجت نہین کہ آمین بدون
سالن بھی آسودگی ہوتی ہے بخلاف جو اور جوار کے کہ اونمین بدون سالن کے پیٹ نہین بہرتا قسم تملیک طعام اور اباحت طعام مین یہہ فرق ہے کہ تملیک طعام
مین محتاج مالک ہوتا ہے طعام کا جو چاہے سو کرے اور اباحت طعام مین محتاج مالک نہین طعام کا کہہ اونمین تصرف نہین کرسکتا نقد لیجا نہیں سکتا اونکو اختیار ہے اور
اباحت طعام مین مقدار طعام کی کچہہ نظر نہین نصف صاع مین آسودہ ہو جاوے خواہ کمتر مین بخلاف تملیک کے کہ نصف صاع سے کم جائز نہین کما جاز لو اطعم
واحدا ستین یوما لتجدد الحاجۃ چنانچہ یہہ بھی جائز ہے کہ اگر طعام دیوے ایک محتاج کو ساٹھہ دن یہہ جائز ہے بسبب تجدد حاجت کے یعنی ہر دن آدمی کہانیکا حاجتمند
ہے تو گویا ساٹھہ محتاج کو طعام دیا چنانچہ یہہ عنقریب مذکور ہوچکا ولو اباحۃ کل الطعام فی یوم واحد اجزاہ عن یومہ ذلک فقط اتفاقا اور اگر
ایک محتاج کو ساٹھہ محتاج کا سب کہانا مباح کرےگا ایک دن مین تو فقط اوسی ایک ہی دن کو کفایت کریگا بالاتفاق یعنی مظاہر پر ا^{۵۹} ساٹھہ محتاج کا طعام دینا اور
واجب رہا وکذا اذا ملکہ الطعام بدفعات فی یوم واحد علی الاصح ذکرہ الزیلعی لفقد التعدد حقیقۃ وحکما اور اسیطرح جب ایک محتاج
کو مالک طعام کا کرے چند بار ایکدن مین بنا بر قول اصح کے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے یعنی ایکدن مین ایک شخص کو ساٹھہ بار دینا کفایت نہین کرتا بسبب نہونے تعدد حقیقی
اور حکمی کے نہ ساٹھہ محتاج کو دیا کہ تعدد حقیقی ہوتا نہ ساٹھہ دن ایک محتاج کو دیا کہ تعدد حکمی ہوتا امر غیرہ ان یطعم عنہ عن ظہارہ ففعل الغیر ذلک
صح وھل یرجع ان قال علی ان ترجع علی رجع وان سکت ففی الدین جاز اتفاقا وفی الکفارۃ والزکوۃ لا یرجع علی المذھب امر کیا مظاہر نے کسی غیر آدمی
سے کہ مظاہر کیطرف سے کفارہ ظہار کا طعام دیوے سو غیر آدمی نے بموجب اوسکے امر کے ایسا ہی کیا تو یہہ صحیح ہے یعنی کفارہ مظاہر کا ادا ہوگیا اور یہہ غیر آدمی
بقدر طعام کے مظاہر سے پہیر سکتا ہے یا نہین جواب یہہ ہے کہ اگر مظاہر نے وا اپنے وقت یون کہا تہا کہ مجہسے لے لیجو تو لیوے اور اگر مظاہر چپ ہو رہا تہا تو
دین مین یعنی ادای قرض مین بالاتفاق پہیر لیوے اور کفارہ اور زکوۃ مین نلیوے بنا بر ظاہر مذہب کے کما صحت الاباحۃ بشرط التشبع فی طعام الکفارات
سوی القتل و فی الفدیۃ لصوم وجنایۃ حج چنانچہ صحیح ہے مباح کرنا طعام کا بشرط آسودگی کے اور کفارون کے طعام مین سوای کفارہ قتل کی اوسلیے
کہ کفارہ قتل مین طعام کا حکم نہین اور اباحت صحیح ہے فدیہ صوم اور فدیہ جنایت حج مین فدیہ صوم شیخ فانی پر ہے عوض صوم کے بقدر نصف صاع کے حالت تملیک
مین اور بقدر سیری کے حالت اباحت مین اور جنایت حج مین بعد احرام کے سر منڈایا یا کوئی اور ممنوع کام کیا تو اوس قصور کے عوض جانور ذبح کرے یا دے نصف صاع

محتاج کو دیا اوسکو پیٹ بھر کھلا دیا تین روز تک کھلے وجاز الجمع بین اباحة وتملیک اور جائز ہی جمع کرنا درمیان اباحت اور تملیک کے چنانچہ عنقریب
آئیگا کہ ساٹھہ محتاج کو ایک وقت کھلا دیا اور دوسرے وقت کی کھانیکی قیمت دیدی یا تیس ۳۰ محتاجون کو بطور اباحت کے کھلا دیا اور تیس ۳۰ کو نصف نصف صاع گیہون
تملیک کر دے دون الصدقات والعشر صدقات اور عشر مین یعنی زکوة اور صدقہ فطر اور عشر مین اباحت صحیح نہین بلکہ تملیک اونمین ضرور ہی والضابطة
ان ما شرع بلفظ الاطعام والطعام جاز فیه الاباحة وما شرع بلفظ الایتاء والاداء شرط فیه التملیک اور قاعدہ کلیہ جواز اباحت اور عدم اباحت
کا یہہ ہی کہ جو بلفظ اطعام اور طعام مشروع ہو تو اوسمین اباحت جائز ہو اور جو کہ بلفظ ایتا اور ادا مشروع ہو تو اوسمین تملیک مشروط ہی تو کفارہ ظہار اور کفارہ
یمین مین اور کفارہ افطار اور کفارہ صید مین قرآن مجید مین اطعام اور طعام کا لفظ ارشاد ہوا ہی اور اطعام عبارت ہی تمکین سے یعنی طعام پر محتاج کو قادر کر دینا
خواہ اباحت ہو خواہ تملیک اور زکوة وغیرہ صدقات مین لفظ ایتا اور ادا وارد ہوا ہی اور ایتا اور ادا بمعنی دینے کے ہی لہذا اونمین تملیک شرط ہی اباحت کافی
نہین حرر عبدین عن ظهارین من امرأة او امرأتین ولم یعین واحدا لواحد صح عنهما ومثله فی الصحة الصیام اربعة اشهر والاطعام
مائة وعشرین فقیرا لاتحاد الجنس مظاہر نے آزاد کیا دو غلامون کو دو ظہار سے خواہ دونو ظہار ایک عورت سے کئے ہون یا دو عورتون سے اور مظاہر نے
معین اور مقرر نکیا کسی ایک غلام کو کسی ایک ظہار کیواسطی یعنی یون تعیین نہ کی کہ یہہ غلام اول ظہار کے واسطے ہی اور دوسرا غلام ثانی ظہار کے لئے ہی تو یہہ اعتاق دونو
ظہار کیطرف سی صحیح ہی اور اسی کی مثل ہی صحت مین روزہ رکھنا چار مہینے کا دو ظہار سے اور طعام ایک سوبیس ۱۲۰ فقیر کا دو ظہار سے بسبب اتحاد جنس کے یعنی دونو
ظہار چونکہ متحد الجنس ہین لہذا نیت تعیین کی کچھہ حاجت نہین بدون نیت تعیین بھی صحت حاصل ہی بخلاف اختلافه الا ان ینوی بکل کلا
فیصح بخلاف اختلاف جنس کے چنانچہ کسی شخص پر کفارہ ظہار اور کفارہ یمین اور کفارہ قتل ہوا اور دو مین غلام کو بلا نیت تعیین آزاد کرے تو صحیح نہوگا جب
کہ ہر غلام کو ہر کفارہ کے واسطے نہ مقرر کریگا اسواسطے کہ یہہ کفارات مختلف الجنس ہین پس یہہ اعتاق صحیح نہین مگر اسطرح پر کہ ہر غلام کے اعتاق کے ساتھہ ایک کفارہ
کی نیت کرے تو صحیح ہے ہرچند اسمین بسبب نام لینی ظہار یا یمین کے رفع جہالت اور دفع ابہام نہین لیکن اتنی جہالت مضر اعتاق نہین کذا فی المحیط اور طحطاوی نے
کہا کہ یہہ متبادر ہوتا ہی کلام شارح سی کہ ہر غلام سے ہر کفارہ کی نیت کرے سو مراد نہین بلکہ وہی مراد ہی جو ہمنے ذکر کی اسواسطے کہ منح الغفار مین یون مصرح ہے
کہ اگر آزاد کریگا ہر غلام کو ایک کفارہ کی نیت کرکے بلا تعیین ظہار یا یمین کے تو جائز ہوگا بالاجماع کذا فی حاشیة المدنی وان حرر عنهما رقبة واحدة او
صام عنهما شهرین صح عن واحد بعینه وله وطی التی کفر عنها دون الاخری اور اگر دو غلام کو ایک ظہار سے آزاد کیا یا دو ظہار سے دو مہینے روزہ
رکھا تو یہہ اعتاق اور صوم صحیح ہوگا اوس ایک ظہار سے جسکو مظاہر مقرر کرے یعنی مظاہر کو اختیار ہی کہ اس اعتاق یا صوم کو اول ظہار یا ثانی کا کفارہ قرار دے
اور مظاہر کو وطی اوس عورت کی درست ہی جسکی ظہار کا کفارہ دیا نہ دوسری عورت کی وعن ظهار وقتل لا یصح لما مر ولم یجز کافرة فصح عن الظهار
استحسانا لعدم صلاحیتها للقتل اور اگر ایک غلام آزاد کیا کفارہ ظہار اور کفارہ قتل سے تو یہہ اعتاق صحیح نہین کسی کفارہ سی جبتک کہ کافر غلام
کو نہ آزاد کرے اور جب کافر غلام کو آزاد کریگا تو یہہ اعتاق صحیح ہوگا کفارہ ظہار سے بدلیل استحسان کے بسبب عدم صلاحیت رقبہ کافرہ کیواسطے کفارہ قتل کے یعنی کفارہ
قتل مین غلام مسلم کا آزاد کرنا شرط ہی تو اعتاق کافر کا ظہار ہی کیواسطے خاص ہو جاویگا اسواسطے کہ ظہار مین اعتاق مسلم اور کافر دونو کا درست ہی ہم کفارہ ظہار اور
کفارہ قتل مین اعتاق عبد مسلم بلا تعیین نیت اسواسطے صحیح نہین کہ یہہ دونو کفارہ مختلف الجنس ہین تعیین نیت ضرور ہے چنانچہ اسکا بیان سابق مین مذکور ہو چکا
اطعم ستین مسکینا کلا صاعا بدفعة واحدة عن ظهارین مما مر صح عن واحد کذا فی نسخ الشرح ونسخ المتن لم یصح ای عنهما خلافا
لمحمد ورجحه الکمال طعام دیا ساٹھہ محتاج کو ہر ایک کو ایک صاع گیہون کھلا دیگی دو ظہار کیطرف سی خواہ ایک عورت سی دو ظہار کئے ہون یا دو عورتون سے چنانچہ
سابق مین مذکور ہو چکا تو یہہ صحیح ہوگا ایک ظہار کیطرف سی اسیطرح لفظ صح کا ہی مصنف کی شرح کی نسخون مین اور اون متن کے نسخون مین جو شرح سے علیحدہ ہین
لم یصح کا لفظ ہی تو اوسکا مطلب یہہ ہی کہ ہر محتاج کو ایک صاع گیہون کا دینا دو ظہار کی طرف سی صحیح نہین بلکہ ایک ظہار سے درست ہی بخلاف امام محمد کے کہ انکے
نزدیک دونو ظہار کیطرف سی صحیح ہی اور اسی قول کی ترجیح دی ہی کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر مین ہم ترجمہ مین گیہون کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ اختلاف گیہون

اور محمد کا ایک صاع گیہون اور دو صاع جو اور کھجور مین سے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اور شارح نے ایکبار کی قید اسواسطے زیادہ کی کہ اگر ایک صاع گیہون دوبار کرکے محتاج کو دیگا تو بالاتفاق دونو ظہار کیطرف سے جائز ہوگا کذا فی منح الغفار ناقلا عن الکافی لیکن دوبار دو دنون دے اسواسطے کہ ایک دن چند بار دینا ایک محتاج کو کفایت نہین کرتا چنانچہ مذکور ہوچکا وعن افطار وظہار صح عنہما اتفاقا والاصل ان نیۃ التعیین فی الجنس المتحد سببہ لغو وفی المختلف سببہ مفید اور اگر ساٹھہ محتاج کو ہر محتاج کو ایک صاع گیہون دیا یکبارگی کفارہ افطار اور کفارہ ظہار کی نیت سے تو صحیح ہوگا دونو کفارون سے باتفاق شیخین اور محمد کے اور اصل یہہ ہے کہ جس جنس کا کہ سبب متحد ہے اسمین تعیین کی نیت لغو ہے اور جس جنس کا کہ سبب مختلف ہے اسمین تعیین کی نیت مفید ہے لغو نہین خلاصہ یہہ ہے کہ اتحاد جنس عبارت ہے اتحاد سبب سے اور اختلاف جنس عبارت ہے اختلاف سبب سے تو دو کفارے ظہار کے متحد الجنس ہین اسواسطے کہ اونکا سبب ایک ہی ہے یعنی ظہار تو دو کفارہ ظہار مین جب تعیین نیت لغو ہوئی تو مطلق نیت باقی رہی لہذا مظاہر کو اختیار ہے کہ جس ظہار کیواسطے چاہے مقرر کرلے اور دو کفارہ ظہار اور افطار کے مختلف الجنس ہین اسواسطے کہ ہر ایک کا سبب مختلف ہے تو اسمین تعیین نیت لغو نہین بلکہ مفید اور معتبر ہے لہذا دونو صحیح ہین **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے المعتبر فی الیسار والاعسار وقت التکفیر مقدور اور افلاس مین کفارہ دینے کا وقت معتبر ہے یعنی وقت وجوب کفارہ معتبر نہین بلکہ اگر کفارہ دینے کے وقت مقدور ہے تو روزہ رکھنا جائز نہین اگرچہ وقت وجوب کفارہ وہ مفلس تھا اور اگر کفارہ دینے کے وقت مفلس ہے تو روزہ رکھنا درست ہے اگرچہ وقت وجوب کفارہ کے اوسکو مقدور تھا اطعم واحدا مائۃ و عشرین فی یوم لم یجز الا عن نصف الاطعام فیعید علی ستین منہم غداء او عشاء ولو فی یوم آخر للزوم العدد مع المقداد کذا اگر ایک ہی محتاج کو ایک دن مین ایک وقت تو کفایت نکریگا مگر نصف اطعام سے تو دوبارہ کھانا کھلاوے اونمین سے ساٹھہ محتاج کو خواہ دن چڑھے تک کھانا دے یا دن ڈھلے اگرچہ دوسرے دن کھلاوے تو بھی درست ہے اعادہ اطعام ضرور ہے بسبب لازم ہونے شمار کے ساتھہ مقدار کے یعنی باعث طعام مین ساٹھہ محتاجون کا شمار اور دو وقت کھلانیکی مقدار لازم ہے تو ساٹھہ محتاجون کا شمار ایک ہو جانیکے ضمن مین تو البتہ پایا گیا لیکن مقدار اطعام یعنی دو وقت کھلانا نہ حاصل ہوا لہذا ساٹھہ محتاج کو ایک بار اور کھلانا لازم ہوا ولم یجز اطعام فطیم ولا شبعان اور کفارہ ظہار مین جائز نہین دودھ چھٹے کو کھلانا اور ایسے لڑکے کا جو دودھ پیتا ہو اور شکم سیر کا ہم یہہ مضمون نکر ہو گیا اسواسطے کہ اسی باب مین بدائع سے ذکر ہے کہ اطعام فقیر [illegible] جائز نہین [illegible] تھا اور یہہ بھی مذکور ہو چکا ہے کہ محتاج کو ایک دن بھر دینا مشروط ہے حالانکہ شکم سیر مین بھوک اصل نہین تو اوسکا کھلانا بھی جائز نہین

باب اللعان

اللعان یہہ باب ہے لعان کا ھو لغۃ مصدر لاعن کقاتل من اللعن ھو الطرد والابعاد سمی بہ لا باعتبار الغضب لکلمۃ نفسہ قبلہا والسبق من اسباب الترجیح لعان باعتبار لغت کے مصدر ہے لاعن کا جو قاتل کے ہموزن ہے یعنی لعان باب مفاعلت کا مصدر ہے لعن سے مشتق ہے اور لعن عبارت ہے ہانکنے اور پھٹکارنے اور دور ڈالنے سے یعنے رحمت الہی یا مراتب صالحین سے دور کرنا اور لعان مسمی بہ لعان ہوا نہ بغضب لانکہ لعنت اور غضب دونو لعان مین مذکور ہوتے ہین بسبب لعنت کرنے مرد کے اپنی ذات کو قبل عورت کے اور سبقت ترجیح کے اسباب سے ہے حکم لعان کا اول ہلال بن امیہ کے حق مین اوترا حق تعالے فرماتا ہے سورہ نور مین کہ جو لوگ کہ اپنی ازواج کو زنا کا عیب لگادین اور کوئی گواہ نہو سوا اونکی ذات کے تو عیب لگانیوالا اللہ کے نام کی چار گواہی دے کہ وہ شخص سچا ہے اور پانچوین بار یون کہے کہ اللہ کی لعنت اوسپر اگر وہ جھوٹھا ہو اور عورت سے مار یون ٹلتی ہے کہ وہ بھی چار بار اللہ کے نام کی گواہی دے کہ مقرر اوسکا زوج جھوٹھا ہے اور پانچوین بار یون کہے کہ اللہ کا غضب اوسپر یعنی عورت پر اگر مرد سچا ہو وشرعا شہادات اربعۃ کشہود الزنا موکدات بالایمان اور لعان باعتبار اصطلاح شرع کے عبارت ہے چار گواہیون سے مانند شہود زنا کی ایسی گواہیان جو موکد اور مستحکم ہون قسمون سے اسواسطے کہ لفظ اشہد کا مشاہدہ و یقینی اور قسم پر محتوی ہے چنانچہ اسکو فقہا نے کتاب الشہادۃ مین مذکور کیا ہے اور درالمنتقی مین کہا کہ کوئی ایسی گواہی نہین جو جانب مدعی سے متعدد ہو مگر لعان اور قسامت مین کذا فی حاشیۃ المدنی مقرونۃ شہادتہ باللعن وشہادتہا بالغضب لانہن یکثرن اللعن فکان الغضب اردع لہن اور پانچوین گواہی مرد کی مقرون بہ لعنت ہوا اور عورتکی پانچوین گواہی مقرون بغضب ہے عورت کو لفظ غضب کا اسواسطے مخصوص ہوا کہ عورتین اپنی گفتگو مین اپنے اوپر اور غیر پر لعنت بہت کیا کرتی ہین اور قاعدہ ہے کہ جس چیز کی عادت ہوئی اوس سے وحشت اور خوف کم ہوجاتا ہے

تو غضب کا لفظ ذکر کیا اسلیے زیادہ تر زجر اور خوف کا باعث ہوگا قائمۃٌ شہاداتُہٗ مقامَ حدِّ القذفِ فی حقِّہٖ وشہاداتُہا مقامَ حدِّ الزنا فی حقِّہا
ای اذا تلاعنا سقط عنہ حدُّ القذفِ وعنہا حدُّ الزنا لان الاستشہاد باللّٰہِ مُہلکٌ کالحدِّ بل اشدُّ مرد کی گواہیاں قائم مقام ہین حد
قذف کی اوسکے حق مین اور عورت کی گواہیان قائم مقام ہین حد زنا کی اوسکے حق مین یعنی جبکہ دونونے باہم لعنت کی تو مرد سے حد قذف کی یعنی تہمت لگانے
کی ساقط ہوگئی اور عورت سے زنا کی حد ساقط ہوئی اسواسطے کہ جھوٹ مین خدا کو گواہ کرنا مہلک ہے مثل حد کے بلکہ حد سے بھی سخت تر ہے اسواسطے کہ صحیح
حدیث مین ثابت ہے کہ جھوٹی قسم ملک کو اُجاڑتی ہے بلکہ حد سے بھی زیادہ سخت تر ہے اسواسطے کہ حد سے فقط دنیا مین تکلیف ہے اور جھوٹی قسم سے دنیا اور آخرت
دونو مین تکلیف ہے وشرطُہٗ قیامُ الزوجیۃِ وکونُ النکاحِ صحیحًا لا فاسدًا اور شرط لعان کی قیام زوجیت ہے اور نکاح کا صحیح ہونا نہ فاسد ہونا تو مطلقہ
ثلثہ اور مطلقہ بائنہ اور منکوحہ بنکاح فاسد کا قذف لعان کا موجب نہین بسبب عدم زوجیت اور عدم صحت نکاح کے وسببُہٗ قذفُ الرجلِ زوجتَہٗ قذفًا
یُوجبُ الحدَّ فی الاجنبیۃِ خُصّت بذلک لانہا ہی المقذوفۃ فتتم لہا شروط الاحصان اور سبب لعان کا تہمت لگانا ہے مرد کا اپنی زوجہ
کو ایسی تہمت کہ اگر بیگانی عورت کو ویسی تہمت لگاوے تو مرد پر حد واجب ہو یعنی عورت آزاد مسلمان پاک دامن ہو حرامکاری سے اور مرد کے دعوی پر
گواہ نہون اور عورت منکر ہو تہمت سے عورت مخصوص ہے اس شرط مذکورہ سے اسواسطے ہوئی کہ تہمت اوسی پر لگی ہے تو شروط احصان کی اوسکے واسطے پوری چاہئین
ورکنہ شہاداتٌ مؤکداتٌ بالیمینِ واللعنِ اور لعان کا رکن گواہیان ہین جو مؤکد بقسم ولعن ہون وحکمہٗ حرمۃ الوطی والاستمتاع بعد التلاعن
ولو قبل التفریق بینہما لحدیث المتلاعنان لا یجتمعان ابدًا اور لعان کا حکم حرمت وطی اور استمتاع ہے باہم لعنت کرنیکے بعد اگرچہ قبل تفریق زوجین
کے ہو یعنی بعد تلاعن کے وطی اور مساس حرام ہے اگرچہ حاکم نے ہنوز حکم جدائی کا نہ دیا ہو اور احکام لعان سے وجوب تفریق ہے اور واقع ہونا طلاق بائن کا
بعد تفریق کے اور وجوب نفقہ اور سکنی کا تا عدت دارقطنی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ
المتلاعنان اذا تفرقا لا یجتمعان یعنی زوجہ اور زوج لعان کرنیوالے جب جدا ہوں تو مجتمع نہوں حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس حدیث کی سند مین کچھ
مضایقہ نہین یعنی حدیث قوی نہین لیکن لائق عمل کے ہے اور حضرت عمر اور علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے عبدالرزاق نے روایت کی کہ یہی سنت
جاری ہے کہ لعان کرنیوالے کاہے مجتمع نہون یعنی جبتک لعان کی حقیت پر اصرار کرین تو بالاتفاق اونمین اتفاق کا ہو نہین ہوسکتا اور اگر بعد لعان کے اپنی
تکذیب کرین تو بعد طلاق بائن واقع ہونیکے امام اعظم اور محمد کے نزدیک باہم نکاح درست ہے اور امام ابو یوسف اور امام شافعی کے نزدیک حرمت ابدی ہے
کذا فی حاشیۃ المدنی واہلہٗ من ہو اہل للشہادۃ علی المسلم اور اہل لعان کا وہ ہے جو مسلمان پر گواہی دینے کا اہل ہے یعنی حر مسلم بالغ عاقل تو غلام اور
کافر اور لڑکا اور دیوانہ لائق اس کے نہین فمن قذف بصریح الزنا فی دار الاسلام زوجتہ الحیۃ بنکاح صحیح ولو فی عدۃ الرجعی العفیفۃ عن
فعل الزنا وتہمتہ بان لم توطأ حرامًا ولو مرۃ بشبہۃ ولا بنکاح فاسد ولا لہا ولد بلا اب سو جسنے عیب لگایا صریح زنا کا دارالاسلام مین اپنی زندہ
زوجہ کو جو کہ منکوحہ ہو بنکاح صحیح اگرچہ طلاق رجعی کی عدت مین عیب لگایا ہو اپنی زوجہ کو جو پاک دامن ہو فعل زنا سے اور تہمت زنا سے عفت زنا سے اسطرح سے
کہ اوس سے کسی نے حرام وطی نکی ہو ایکبار بھی بسبب شبہہ حلت کے اور نہ نکاح فاسد سے اور تہمت زنا اسطرح کہ عورت کا بیٹا بے باپ کا نہو ہم قید مذکور سے معلوم
ہوا کہ کنایات زنا سے اور قذف فی دار الحرب سے اور قذف مردہ عورت سے اور قذف غیر عفیفہ اور متہمہ سے لعان ساقط ہے وصلحا لاداء الشہادۃ علی
المسلم فخرج رقیقٌ وصغیرٌ ودخل الاعمی والفاسق لانہما من اہل الاداء اور زوج اور زوجہ صلاحیت رکھتے ہون مسلمان پر شہادت کی
تو اس قید سے غلام اور صغیر نکل گیا اور داخل ہوگیا اس قید مین اندھا اور مسلمان فاسق اسواسطے کہ وہ دونو اہل ہین ادای شہادت کے او من نفی نسب
الولد منہ او من غیرہ یا جسنے نسب ولد کی اپنے سے نفی کی ہو اور اپنی غیر سے یعنی یون کہا ہو کہ یہ لڑکا زنا کا ہے میرا نہین اور نہ اسکے زوج سابق کا
وطالبتہ او طالبہ الولد المنفی بہ ای بموجب القذف وہو الحد عند القاضی ولو بعد العفو والتقادم فان تقادم الزمان لا یبطل
الحق فی قذف وقصاص وحقوق عباد جوہرہ اور مطالبہ کیا ہو زوجہ نے زوج کا یا مطالبہ کیا ہو اوس ولد منفی النسب نے اوسکا جو قذف سے واجب

ہوتا ہے یعنی عورت یا مرد نے قاضی کے پاس حد قذف کا مطالبہ کیا ہو اگرچہ مطالبہ بعد عفو اور گذرنے مدت مدید کے ہو اسواسطے کہ حد قذف حق اللہ ہے تو عورت کے
عفو سے عفو نہیں ہوتا اور مدت کا گذر جانا بھی مبطل مطالبہ نہیں اسواسطے کہ زیادہ مدت گذر جانا حق کو باطل نہیں کرتا قذف و حد قصاص اور حقوق عباد مین
کذا فی الجوہرۃ پھر لعان مین مطالبہ اسواسطے مشروط ہوا کہ اگر عورت مطالبہ نکریگی تو لعان ساقط ہے اسواسطے کہ لعان حق ہے عورت کا تاکہ اپنی ذات سے دفع
عار کرے والافضل لہا الستر وللحاکم ان یامرہا بہ اور بہتر ہے عورت کو پردہ پوشی اور حاکم کو چاہیئے کہ عورت کو پردہ پوشی کا حکم کرے یعنی عورت کو
پردہ پوشی مناسب ہے تاکہ بدکاری مشہور نہو لاعن خبر لمن ای ان اقر بقذفہ او ثبت قذفہ بالبینۃ فلو انکر ولا بینۃ لہما لم یستحلف و سقط
اللعان لفظ لاعن کا خبر ہے من قذف کی یعنی جو اپنی زوجہ کو بشرائط مذکورہ عیب لگاوے وہ لعان کرے اگر اپنی قذف کا مقر ہویا اوسکا قذف گواہی سے
ثابت ہوگیا ہو پھر اگر مرد بعد قذف کے منکر ہوگیا ہو اور عورت کے پاس گواہ نہوں تو مرد سے قسم نہ لیجاویگی اور لعان ساقط ہوگا چنانچہ کتاب الدعوی
مین آویگا فان ابی حبس حتی یلاعن او یکذب نفسہ فیحد للقذف سو اگر زوج لعان سے انکار کرے تو قید کیا جاوے یہانتک کہ لعان کرے یا اپنی
ذات کو جھٹلاوے پھر جب اپنی دروغگوئی کو ظاہر کرے تو اوسکو حد قذف کی ماری جاوے یعنی اسّی کوڑے فان لاعن لاعنت بعدہ لانہ المدعی
فلو بدأ بہا اعادت فلو فرق قبل الاعادۃ صح لحصول المقصود سو اگر زوج لعان کرے تو زوجہ اوسکے بعد لعان کرے اسواسطے کہ زوج مدعی ہے
تو اوسکو تقدیم چاہیئے پھر اگر قاضی پہلے عورت سے لعان کرادے تو بعد لعان زوج کے عورت دوبارہ لعان کرے تاکہ ترتیب مشروع متحقق ہو سو اگر
قاضی تفریق کردے دونون مین قبل اعادہ عورت کی تو صحیح ہے بسبب حصول مقصود کے یعنی ملاعن مقصود تھا سو حاصل ہوچکا کذا فی الاختیار وان ابت
حبست حتی تلاعن او تصدقہ فینتفی بہ اللعان اور اگر عورت بعد لعان مرد کے لعان سے انکار کرے تو قید کیجاوے یہانتک کہ لعان کرے
یا زوج کی تصدیق کرے پھر جب زوج کی صدق گوئی کو تصدیق کریگی تو اسی تصدیق کے سبب سے زوجہ سے لعان کرنا دفع ہوگا ولا تحد وان صدقتہ اربعا لانہ لیس باقرار قصدا اور عورت
پر حد زنا نہ ماری جاویگی اگرچہ مرد کی چار بار تصدیق کرے اسواسطے کہ تصدیق اقرار زنا نہیں قصدا بلکہ مقصود عورت کا تصدیق مرد ہے کہ اوسکو
لعان نکرنا پڑے ولا ینتفی النسب لانہ حق الولد فلا یصدقان فی ابطالہ اور جبکہ مرد نے قذف بنفی ولد کیا اور عورت نے مرد کی تصدیق کی تو نسب
ولد کی نفی نہوگی اسواسطے کہ نسب حق ہے لڑکے کا تو زوجین کی تصدیق نہوگی اوسکے ابطال حق مین تو لڑکا زوجین ہی کا ٹھہریگا ولو امتنعا حبسا وحکاہ
فی البحر علیہ اذا لم تعف المرأۃ اور اگر بعد ثالث کے زوجین نے لعان سے انکار کیا تو دونو قید کیے جاوینگے اور مجہول کیا ہے حبس زوجین کو بحرالرائق
مین اوس حالت پر کہ عورت نے قذف کو معاف نکردیا ہو تو بعد معافی کے دونو محبوس نہونگے لیکن عورت کو حق مطالبہ ثابت رہیگا چنانچہ مذکور ہوچکا
واستشکل فی النہر حبسہا بعد امتناعہ لعدم وجوبہ علیہا حینئذ اور مشکل جانا ہے نہر الفائق مین حبس عورت کو بعد امتناع زوج کے بسبب
نہ وجوب ہونے لعان کے عورت پر اسوقت مین یعنی جب زوج لعان نہ کرے تو زوجہ پر لعان ہی واجب نہین تو اسوقت مین حبس کیا وجہ [illegible]
بحرالرائق وغیرہ مین مذکور ہے کہ زوجین امتناع لعان سے محبوس ہونگے [illegible]
یوں جواب دیا کہ امتناع زوجین سے یہہ مراد نہیں کہ دونوں نے آن واحد مین امتناع کیا تا دونو کا حبس ساتھ ہی لازم آوے [illegible]
او برو حد عند الطلب لعان نکریگا تو محبوس ہوگا اور طلب لعان زوج سے بعد قذف کے ہے اور زوجہ سے بعد لعان زوج کے واذا لم یصلح الزوج
شاہدا لرقہ او کفرہ وکان اہلا للقذف ای مکلفا عاقلا ناطقا حد للاصل ان اللعان اذا سقط لمعنی من جہتہ فلو القذف صحیحا حد
والا فلا حد ولا لعان اور جب کہ زوج لیاقت نرکھتا ہو شاہد ہونیکی بسبب مملوکیت اور کفر کے اور ہوا اہل قذف کا یعنی بالغ اور عاقل اور بولتا ہو تو اسپر
حد قذف کی ماری جاویگی اور اصل اسکی یہہ ہے کہ جب لعان ساقط ہو مرد کیطرف سے کسی علت سے تو اگر قذف صحیح ہے یعنی شروط قذف کی جامع ہے تو مرد
پر حد ماری جاویگی اور اگر قذف کی شروط حاصل نہیں چنانچہ زوج صغیر ہے یا دیوانہ ہے یا گونگا ہے تو نہ حد ہے نہ لعان وان صلح شاہدا والحال انہا
ہی لم تصلح وہی ممن لا یحد قاذفہا فلا حد علیہ کما لو قذفہا اجنبی ولا لعان لانہ خلفہ لکنہ یعزر حسما لہذا الباب وہذا تصریح بما فہم اور

اگر زوج لیاقت شاہد ہونیکی رکھتا ہو اور حالانکہ زوجہ لائق گواہی کے نہین یعنی صغیرہ ہو یا دیوانی ہے یا عیب لگانیکی مار کہا چکی ہو اور ایسی زوجہ نہین جسکو عیب لگانیسے قاذف پر حد جاری ہووے یعنی عفیفہ نہین ہے اینہ ہی تو ایسی عورت کو عیب لگانیسے زوج پر حد نہین چنانچہ اگر اجنبی آدمی ایسی عورت کو عیب لگا دیگا تو اوسپر بھی حد نہین اور زوج پر چنانچہ حد نہین ویسی ہی لعان بھی نہین اسواسطے کہ لعان قائم مقام حد کے ہے پس جب حد نہین تو اسکا قائم مقام بھی نہین لیکن زوج کو تعزیر دیجاویگی واسطے سد باب کے یعنی تعزیر اسواسطے ہے تاکہ گالی دینا اور عیب لگانا موقوف ہو جاوے شارح کہتا ہے یہہ قول مصنف کا یعنی عدم حد اور لعان تصریح ہے اوسکی جو اوسکی قول سابق سے مفہوم ہو چکا تہا یعنی من قذف زوجتہ العفیفۃ الخ ویعتبر الاحصان عند القذف فلو قذفہا وہی امۃ او کافرۃ ثم اسلمت او اعتقت فلا حد ولا لعان زیلعی اور معتبر ہے محصنہ ہونا زوجہ کا نزدیک قذف کے تو اگر قذف کیا زوج نے زوجہ کا اور حالانکہ وہ لونڈی یا کافرہ تھی پہر کافرہ مسلمان ہو گئی اور لونڈی آزاد ہوئی تو زوج پر نہ حد ہو نہ لعان کذا ذکرہ الزیلعی اسواسطے کہ لونڈی اور کافرہ کی قذف سے نہ حد ہے نہ لعان اور بعد مسلمان اور آزاد ہونیکے زوج سے قذف صادر نہین ہوا کہ حد ہو یا لعان ویسقط اللعان بعد وجوبہ بالطلاق البائن ثم لا یعود بتزوجہا بعدہ لان الساقط لا یعود اور لعان ساقط ہوتا ہے بعد وجوب لعان کے بسبب طلاق بائن کے یعنی قذف کے جب لعان مرد پر واجب ہوا پہر اوسنے زوجہ کو طلاق بائن دی تو لعان کا حکم ساقط ہو گیا پہر لعان عود نکریگا اوسکے نکاح کر لینے سے بعد طلاق کے اسواسطے کہ جو چیز ساقط ہو گئی وہ نہین پہرتی یعنی بعد قذف کے جب طلاق بائن دی تو لعان ساقط ہو گیا اسواسطے کہ زوجیت منقطع ہو گئی پہر بعد طلاق بائن کے اگر اوس سے نکاح کریگا تو بھی حکم لعان نہ عود کریگا وکذا یسقط بزناہا او وطیہا بشبہۃ وبردتہا ولا یعود لو اسلمت بعدہ اور ایسطرح ساقط ہوتا ہے لعان عورت کے زنا سے اور اوسکی دہوکہ کی وطی سے اور اوسکے مرتد ہونیسے اور عود نہین کرتا لعان اگر عورت مسلمان ہو جاوے بعد اسکے ویسقط بموت شاہد القذف وغیبتہ اور ساقط ہوتا ہے لعان شاہد قذف کی موت سے اور اوسکے غائب ہونیسے یعنی اگر بعد گواہی دینے کے شاہد مر جاوین یا غائب ہو جاوین تو لعان ساقط ہے لا یسقط لو عمی الشاہد او فسق او ارتد اور ساقط نہین ہوتا لعان اگر اندہا ہو جاوے شاہد یا فاسق یا مرتد ہو جاوے ولو قال لزوجتہ زنیت وانت صبیۃ او مجنونۃ وہو ای الجنون معہود فلا لعان لاسنادہ لغیر محلہ اور اگر زوج نے کہا اپنی زوجہ سے کہ تو نے زنا کیا جب کہ تو صغیرہ تھی یا مجنونہ تھی اور حالانکہ جنون اوسکا معلوم ہو تو لعان نہین واسطے منسوب ہونیکے زنا کو بغیر اپنے محل کے یعنی لڑکپن اور جنون ایسی حالت نہین جو قابل ہو قباحت زنا کا بخلاف زنیت وانت ذمیۃ او امۃ منذ اربعین سنۃ وعمرہا اقل حیث یلاعن لاقتصارہ فتح بخلاف اس قول کے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو نے زنا کیا جبکہ تو ذمیہ یا لونڈی تھی یا کہ تو نے زنا کیا چالیس برس کی ابتدا سے اور حالانکہ عمر زوجہ کی چالیس برس سے کم ہے مثلا بیس یا تیس برس کی ہے اسواسطے کہ اب زوجین لعان کرینگے واسطے کوتاہ کرنے زوج کے قذف کو وقت پر کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ زنا قبل ولادت عورت کے متصور نہین نہ حقیقۃً نہ مجازاً تو چالیس برس کا ذکر لغو ہو گیا تو فقط لفظ زنیت کا باقی رہ گیا اور یہی موجب ہے لعان کا کذا فی حاشیۃ المدنی وصفتہ ما نطق النص الشرعی من کتاب وسنۃ اور صفت لعان کی وہ ہے جسکو قرآن اور حدیث ناطق ہے ہم طریقہ لعان کا یہہ ہے کہ قاضی زوجین کو باہم روبرو کھڑا کرے اور اول زوج سے کہے کہ تو لعان کر تو زوج چار بار یون کہے کہ مین اللہ کے نام پر گواہی دیتا ہون کہ مین سچا ہون اوسکی طرف زنا کی نسبت کرنیمین اور پانچوین بار یون کہے کہ خدا کی لعنت اوسپر اگر وہ جہوٹہا ہو اوسکی طرف زنا کی نسبت مین اور ہر بار عورت کی طرف اشارہ کرتا جاوے پہر عورت چار بار یون کہے کہ مین اللہ کے نام کی گواہی دیتی ہون کہ وہ جہوٹہا ہے میری طرف زنا کی نسبت کرنیمین اور پانچوین بار یون کہے کہ اللہ کا غضب اوسپر یعنی عورت پر اگر مرد سچا ہو عورت کی طرف زنا کی نسبت کرنیمین [illegible] دریافت کرنا چاہیئے کہ لعنت دو قسم ہے ایک یہہ کہ رحمت الٰہی سے دور کرنا ایسی لعنت کافر کو مخصوص ہے مسلمان کے حق مین ہرگز جائز نہین دوسری قسم یہہ کہ درجات ابرار اور مرتبہ صالحین سے دور ڈالنا سو یہی دوسری قسم مراد ہے کتاب اللعان مین کذا فی حاشیۃ المدنی فان تلاعنا ولو اکثرہ بانت بتفریق الحاکم فیتوارثان قبل تفریقہ الذی وقع اللعان عندہ ویفرق وان لم یرضیا بالفرقۃ شمنی پہر اگر لعان کیا دونو نے اگرچہ چار بار مین سے اکثر بار یعنی تین بار لعان کیا تو عورت بائن ہو گی یعنی نکاح ٹوٹ جاویگا بسبب جدا کر دینے حاکم کے یعنی فقط لعان سے بدون تفریق حاکم کے جدائی نہوگی لہذا دونو

سمجھا جاوے تو اون کے قبل تفریق اوس حاکم کے جسکو سامنے لعان واقع ہوا ہی اور حاکم جدائی کرا دے اگرچہ دونو جدائی سے راضی نہون اسواسطے کہ حدیث مین ثابت
ہو چکا ہو کہ لعان کر چکے اونمین ملاپ نہین کذا ذکرہ الشمنی ولو زالت اھلیۃ اللعان فان بما یرجی زوالہ کجنون فرق والا لا اور اگر بعد لعان قبل تفریق
کے اہلیت لعان کی زائل ہوگئی تو اگر زوال اہلیت کا ایسی چیز سے ہوا ہو کہ اوسکا دور ہونا متوقع ہے جیسا کہ جنون تو حاکم دونو کو جدا کر دیگا اور اگر مزیل اہلیت
کا متوقع الزوال نہین جیسا کہ زوج نے اپنی تکذیب کی یا دونو مین سے کسی نے دوسری عورت کو عیب لگایا اور اوس پر قذف کی حد واقع ہوئی یا زوجہ سے کسی نے حرام وطی
کی یا زوجین مین سے کوئی گونگا ہوگیا تو ان صورتون مین حاکم زوجین مین تفریق نکرے کیونکہ باقی رہی اہلیت لعان کے کذا فی البحر الرائق ولو غابا اوغاب
احدھما ووکل بالتفریق فرق تاتارخانیہ ومفادہ انہ اذا لم یوکل ینتظر اور اگر دونو نے لعان کیا پھر ایک اونمین سے غائب ہوگیا قبل تفریق کے اور
کسیکو اپنا وکیل کر گیا تفریق کے واسطے تو حاکم حکم تفریق کا کر دے کذا فی التاتارخانیہ اور اوس قید سے مستفاد ہوا کہ اگر غائب کسیکو وکیل نکر جاوے تو واسطے
حکم تفریق کے حاکم منتظر رہے اوسکے آنیکا اسواسطے کہ قضا علی الغائب درست نہین اور یہہ تفریق حسب النہر الفائق لی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو لم یفرق الحاکم
حتی عزل او مات استقبلہ الحاکم الثانی کذا فی الاختیار یہ اگر بعد لعان کے حاکم نے تفریق نکی تھی یہانتک کہ حاکم معزول ہوگیا یا مرگیا تو دوسرا حاکم اپنے
روبرو دوسری بار لعان کرا دے اور تفریق کرے یعنی حاکم ثانی کو لعان اول پر تفریق کرنا جائز نہین بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک اعادہ لعان شرط
نہین تو بدون اعادہ بھی تفریق جائز ہی کذا فی الاختیار ولو اخطأ الحاکم ففرق بینھما بعد وجود الاکثر من کل منھما صح ولو بعد الاقل ای مرۃ
او مرتین لا اور اگر چوک گیا حاکم سو اوسنے تفریق کر دی زوجین مین بعد وجود اکثر لعان کے ہر ایک سے یعنی تین تین لعان کے بعد حاکم نے تفریق کر دی تو
صحیح ہے اسواسطے کہ اکثر بجائے کل کے ہے اور اگر حاکم چوک گیا اور بعد کمتر لعان کے یعنی ایکبار یا دو بار کے بعد تفریق اوسنے کر دی تو یہہ تفریق صحیح نہین
اسواسطے کہ اقل کالعدم ہے ولو فرق بعد لعانہ قبل لعانھا نفذ لانہ مجتھد فیہ تاتارخانیہ وقیدہ فی البحر بغیر القاضی الحنفی اما ھو فلا ینفذ اور
اگر تفریق کر دی حاکم نے بعد لعان زوج کے قبل لعان زوجہ کے تو یہہ تفریق نافذ ہوگی کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ اس مقام مین اختلاف مجتہدین ہی یعنی
حسب امام اعظم کے مذہب مین تفریق قبل لعان زوجہ کے جائز نہین لیکن امام شافعی کے نزدیک جائز ہی کذا فی النہر الفائق اور بحر الرائق کے اندر یہین
قید لگائی ہے غیر قاضی حنفی کی یعنی اگر حنفی مذہب کے سوا کوئی شافعی مذہب قبل لعان زوجہ کے تفریق کا حکم کریگا تو یہہ تفریق نافذ ہوگی خواہ زوجین
حنفی ہون یا شافعی اور اگر حنفی مذہب کا قاضی ایسی تفریق کریگا تو نافذ نہوگی اسواسطے کہ نفاذ قاضی کا حکم اپنے مذہب کے مخالف نافذ نہین ویحرم وطیھا بعد اللعان
قبل التفریق لا مس ولھا النفقۃ والعدۃ اور حرام ہو وطی زوجہ کی بعد لعان قبل تفریق حاکم کے بسبب اوس حدیث کے جو مذکور ہو گئی یعنی متلاعنین مین ا[illegible]
نہین اور نفقہ عورت کی مدت کا [illegible] بسبب وجوب عدت کو وان قذف الزوج بولد نفی الحاکم نسبہ عن ابیہ والحقہ بامہ بشرط صحۃ
النکاح وکون العلوق فی حال یجری فیہ اللعان حتی لو علقت وھی امۃ او کتابیۃ فعتقت او اسلمت لا ینفی لعدم التلاعن اور اگر عیب لگایا زوج
نے اپنی زوجہ کو زنا کے ولد کی نفی کر کے تو حاکم ولد کے نسب کو اوسکے باپ سے نفی کرے اور زوجہ کی ماں سے اوسکو ملا دے بشرط صحت نکاح کے اور ہونے علوق ولد کے
اوس حال مین جسمین لعان جاری ہو سکتا ہی یہانتک کہ اگر نطفہ ولد کا ٹھہرا جبکہ زوجہ لونڈی یا کتابیہ تھی پھر وہ آزاد ہوئی یا مسلمان ہوگئی تو اس صورت مین ولد
کی نفی نہوگی بسبب عدم تلاعن کے ف صحت نکاح اور حریت اور اسلام لعان کی شرطین ہین نہ نفی ولد کی تو نکاح فاسد مین نفی ولد سے لعان نہوگا اور نسب کی
بھی نفی نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی نقلا عن النہر والبحر واشتراط النفی فیستۃ مبسوطۃ مذکورۃ فی البدائع وسیجی اور نفی ولد کی شرطین تو چھہ
ہین بتفصیل مذکور ہین بدائع مین اور کچھ شرطین نفی ولد کی اسی باب مین عنقریب آوینگی ف شروط مذکورہ کا ذکر باجمال یہہ ہی پہلی شرط تفریق حاکم دوسری
قرب ولادت تیسری عدم اقرار نسب صراحۃً یا دلالۃً چوتھی حیات ولد چنانچہ مسئلہ سابقہ مین اوسکی تصریح ہوچکی پانچوین یہہ کہ بعد تفریق کے اوسی حمل سے
دوسرا لڑکا نہ جنی ہو چھٹے یہہ کہ ثبوت نسب کا کسی وجہ سے شرعاً نہ حکم ہو گیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی فان اکذب نفسہ ولو دلالۃ بان مات الولد المنفی
عن مال فادعی نسبہ حد للقذف پھر اگر زوج نے اپنی تکذیب کی بعد لعان کے اگرچہ صراحۃ تکذیب نکی دلالۃ کی اسطرح کہ جس ولد کی نفی کر چکا تھا سو اگر وہ

مرگیا سو اوسکے نسب کا اوسنے دعوی کیا تو اوسکو حد قذف کی ماریجاویگی وله بعد ما اکذب نفسه ان ینکحها حدّ اولا اور جائز ہے زوج ملاعن کو بعد اپنی تکذیب کے یہہ کہ نکاح کرے اوس عورت سے حد قذف کی اوسکو ماری گئی ہو یا نہ ماری گئی ہو اسواسطے کہ بعد تکذیب کے لعان باقی نہین تو جو حرمت کہ بسبب لعان کے طاری ہوئی تھی سو زائل ہوگئی وکذا ان قذف غیرها فحدّ او صدقته او زنت وان لم تحدّ لزوال العفة والحاصل ان له تزوجها اذا اخرجا او احدهما عن اهلية اللعان اور اسیطرح نکاح کرلینا جائز ہے اگر زوج نے عیب لگایا اپنی زوجہ کے سوا کسی عورت کو پھر اوسپر حد قذف کی ماری گئی یا عورت نے قذف زوج کی تصدیق کی یا زنا کیا اگرچہ اوسپر حد زنا نہوئی ہو نکاح جائز ہوگا بسبب زوال عفت کے خلاصہ یہہ ہے کہ زوج کو اپنی زوجہ سے نکاح کرلینا بعد لعان کے جائز ہے جبکہ دونو یا ایک اہلیت لعان سے نکل جاوے ولا لعان لو کانا اخرسین او احدهما وکذا لو طرأ ذلك الخرس بعده ای اللعان قبل التفریق فلا تفریق ولا حد لدرئه بالشبهة مع فقد الرکن وهو لفظ اشهد ولذا لا تلاعن بالکتابة اور لعان نہین اگر زوجین گونگے ہون یا ایک اونمین سے کوئی گونگا ہو اگرچہ یہہ گنگی پیدائشی نہو بلکہ لعان کے بعد طاری ہوگئی ہو قبل تفریق حاکم کے تو اب نہ تفریق ہوگی نہ حد اسواسطے کہ ٹل جانے حد کے بسبب شبہہ کے ساتھہ گم ہونے رکن لعان کے یعنی اشہد کا لفظ رکن ہے لعان کا سو یہہ گونگے سے متصور نہین اور چونکہ تلفظ اشہد کا ضرور ہے لہذا باہم لعان کرنا لکھنے سے جائز نہین ہم جب زوج گونگا ہوگا تو اوسکو حد قذف نہ ماریجاویگی اسواسطے کہ اوسکی قذف مین شبہہ ہے کما لا لعان بنفی الحمل لعدم تیقنه عند القذف چنانچہ لعان نہین حمل کی نفی سے بسبب نہ متیقن ہونے حمل کے نزدیک قذف کے اسواسطے کہ شاید حمل نہو بیماری سے پیٹ پھولا ہو ولو تیقنه بولادتها لاقل المدة یصیر کانه قال ان کنت حاملا فولدك لیس منی والقذف لا یصح تعلیقه بالشرط اور اگر حمل کا یقین ہوگیا بسبب ولادت کمتر مدت کی یعنی وقت قذف سے کمتر چھہ مہینے مین جنی تو بھی امام اعظم کے نزدیک لعان ثابت نہین غایة الامر یہہ ہے کہ نفی حمل اس صورت مین تعلیق ہوگئی گویا زوج نے یون کہا کہ اگر تو حاملہ ہوگی تو تیرا لڑکا مجھسے نہین حالانکہ قذف کی تعلیق شرط پر صحیح نہین اور صاحبین کے نزدیک بعد وضع حمل کے لعان جاری ہوگا وتلاعنا بقوله زنیت وهذا الحمل منه للقذف الصریح اور دونو لعان کرین زوج کے یون کہنے سے کہ تو نے زنا کیا اور یہہ حمل زنا کا ہے لعان کرین بسبب صریح قذف کے یعنی اس مسئلہ مین صریحا زنا کی نسبت ہے بخلاف مسئلہ سابقہ کہ اوسمین حمل کی نفی تھی نہ زنا کی نسبت ولم ینف الحاکم الحمل لعدم الحکم علیه قبل ولادته اور حاملہ کے لعان مین حاکم نفی حمل کی نکرے بسبب عدم حکم حمل پر قبل اوسکی ولادت کے یعنی بدون ولادت کے ثبوت حمل متصور نہین کہ شاید بیماری سے پیٹ پھولا ہو تو جب ثبوت حمل مین تردد ہوا تو حاکم کیونکر نفی کرے اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہے کہ سنن ابی داؤد مین عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ہلال بن امیہ نے اپنی حاملہ زوجہ سے لعان کیا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دونو مین تفریق کردی اور حکم کردیا کہ عورت کے بیٹے کو ہلال بن امیہ کا بیٹا کوئی نکہے پھر جب حضرت نے نفی حمل کی کردی پھر کیا وجہ کہ حاکم نکرے اسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول مین دیا ونفیه علیه الصلوة والسلام ولد هلال لعلمه بالوحی اور نفی کرنا رسول علیہ الصلوة والسلام کا ہلال کے ولد کا بسبب علم وحی کے تہا یعنی حضرت کو وحی سے معلوم ہوگیا تہا کہ عورت کے پیٹ مین لڑکا ہے تب نفی کی اب بعد ختم نبوت کے وحی سے علم ہونا متصور نہین نفی الولد الحی عند التهنیة ومدتها سبعة ایام عادة وعند ابتیاع آلة الولادة صح وبعده لا لاقراره دلالة ولو غائبا فحالة علمه کحالة ولادتها مرد نے زندہ ولد کی نفی نسب کی مبارکبادی دینے کے وقت اور مدت مبارکبادی دینے کے سات دن ہین باعتبار عادت خلق کے اور بلحاظ ایام عقیقہ کے اور نزدیک خرید کرنے سامان ولادت کی نفی کی تو یہہ نفی صحیح ہے اور بعد اسکی نفی کرنا صحیح نہین بسبب اوسکی اقرار کر لینے نسب کے باعتبار دلالت حال کے یعنی سات دن تک نفی نکرنا دلالت کرتا ہے کہ وہ نسب ولد کا مقر ہے تو اب نفی کرنا اوسکا مسموع نہوگا اور اگر مرد غائب ہو اور لڑکا اوسکی غیبت مین پیدا ہو تو اوسکی علم آنیکی حالت مانند حالت ولادت کے ہے یعنی جیسے عورت کے جنے سے سات دن تک نفی صحیح ہے ویسے ہی غائب کو بعد دریافت کے سات دن تک نفی صحیح ہے نزدیک امام کے اور صاحبین کے نزدیک بقدر مدت نفاس یعنی چالیس دن تک نفی صحیح ہے کذا فی الہدایہ ولاعن فیهما فیما اذا صح او لا لوجود القذف فعد یحقق اللعان بنفی الولد ولو ینتف النسب وفقوله فیما مر ونفی نسبه لیس علی اطلاقه اور لعان کرے دونو نفی کی صورتون مین یعنی جسمین کہ نفی صحیح ہو یا نہین صحیح بسبب پائی جانے قذف کے دونو صورتون مین تو حالت عدم صحت نفی مین لعان تو بسبب نفی ولد کے

ثابت اور نسب ولد کا منتفی ہو تو مصنف کا قول جو سابق گذر گیا کہ قذف ولد سے حاکم اوسکا نسب نفی کردیگا سو اپنے اطلاق پر نہین بلکہ وہ مقید ہے تقیید صحت
نفی کے یعنی جب نفی ولد کی باجتماع شرائط نفی کے صحیح موجب قذف ولد سے حاکم نفی نسب کی کرے نہ مطلقاً فنفى أوّل التوأمين وأقرّ بالثاني حُدّ إن
لم يرجع لتكذيبه نفسه مرد نے نفی کی اول توأم کی اور اقرار نسب کا کیا دوسرے توأم کا تو اوسکو حد قذف ماریجاوے بسبب تکذیب کرنے اپنی ذات
کے ۞ توأمان اون دو لڑکون کو کہتے ہین جنکی ولادت مین چھ مہینے سے کم مدت گذری ہو تو جب اول کی نفی کی اور ثانی کا اقرار کیا تو اوسکی تکذیب نفس
لازم آئی اسواسطے کہ وہ دونو ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ہین اسلئے کہ اقل مدت پورے حمل کی چھ مہینے کی ہے تو ایک کا اقرار اور ثانی کی نفی متصور نہین شارح نے
حد مین عدم رجوع کی قید لگائی یعنے اگر اپنے قول سے نہ پھر جائیگا تو حد ماریجائیگی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ یہہ قید شارح کی بےموقع ہے اسواسطے کہ ولد ثانی کے
اقرار سے اوسکو تکذیب نفس لازم ہوگئی اسواسطے کہ دونو ایک نطفہ سے ہین تو وہ قاذف ہوچکا اب رجوع کرنا اسکا اس قول سے مسقط حد نہین اور اسیواسطے
بحر الرائق اور نہر الفائق اور درر اور منح الغفار اور شرح ملتقی مین اس قید کو ذکر نہین کیا شاید کہ یہہ لفظ کاتب کی اغلاط سے ہے انتہی کلامہ کذا فی حاشیۃ المدنی
وإن عكس لاعن إن لم يرجع لقذفها بنفيه اور اگر سابق کے بالعکس کیا یعنے اول توأم کے نسب کا اقرار کیا اور ثانی کی نفی کی تو لعان کرے
بشرطیکہ اپنے قول سے یعنی نفی ثانی سے نہ پھرے لعان لازم ہوگا بسبب قذف عورت کے ثانی کی نفی سے یعنی جب اول کا اقرار کیا تو عورت کی عفت کا قائل
ہوا پھر جب ثانی کی نفی کی تو قذف عفیفہ لازم آیا لہذا لعان واجب ہوگا والنسب ثابتٌ فيهما لأنهما من ماءٍ واحدٍ اور نسب دونو لڑکون کا
دونو صورتون مین ثابت ہوا سواسطے کہ دونو ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ایک کا اقرار اور دوسرے کی نفی ممکن نہین ولو جاءت بثلاثة في بطنٍ واحدٍ
فنفى الثاني وأقرّ بالأول والثالث لاعن وهم بنوه اور اگر عورت تین لڑکے جنی ایک پیٹ سے سو مرد نے ولد ثانی کی نفی کی اور اول اور ثالث ولد
کے نسب کا اقرار کیا تو لعان کرے بسبب قذف عورت کی نفی ولد سے اور وہ تینون لڑکے بیٹے ہین مرد کے بحر الرائق مین نوادر سے بروایت فتح القدیر یہان لعان
ہی کو ثابت کیا ہے اور نہر الفائق مین جو کہا ہے کہ اسمین حد ہے سو لائق اعتماد کے نہین کہ قول مذہب کے مخالف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو نفى الأول والثالث
وأقرّ بالثاني حُدّ وهم بنوه كموت أحدهم قبله اور اگر ولد اول و ثالث کی نفی کی اور ولد ثانی کے نسب کا اقرار کیا تو اوسپر حد ماریجاوے بسبب
تکذیب اپنے نفس کے اور وہ لڑکے اوسکے بیٹے ہین مانند مرجانے ایک لڑکے کے کذا ذکرہ الشمنی یعنی اگر بعد نفی قبل لعان کے کوئی لڑکا مرجاوے تو اوسکا
نسب نفی نہین ہوسکتا اسواسطے کہ نفی مین حیات شرط ہے پھر جب ایک کا نسب ثابت ہوا تو باقی کا بھی ثابت ہوگا مات ولد اللعان وله ولد فادّعاه
الملاعن إن ولد اللعان ذكرًا ثبت نسبه اجماعًا وإن أنثى لا لاستغنائه بنسب أبيه خلافًا لهما ابن ملك مرگیا ولد لعان کا
اور اوسکا ایک ولد ہو لڑکی ہو یا لڑکا پھر ملاعن نے بعد نفی کے بامید ارث مال ولد لعان کی نسب کا دعوی کیا تو اگر ولد لعان کا مرد تھا تو اوسکا نسب ملاعن سے
ثابت ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ ہرچند میت نسب سے مستغنی ہے لیکن اوسکا لڑکا البتہ محتاج ہے نسب کا تو دعوی ملاعن کا صحیح ہوگا واسطے
اثبات نسب ولد میت کو اور اگر ولد لعان عورت تھی تو اوسکا نسب ملاعن سے نہ ثابت ہوگا واسطے مستغنی ہونے ولد البنت کے بسبب اپنے باپ کے نسب کے یعنی [illegible]
اوسکی ثابت النسب نہین لیکن اوسکا باپ تو ثابت النسب ہے تو اوسکی ماکے واسطے اثبات نسب کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ اعتبار نسب کا باپ سے ہے نہ ماسے بخلاف
مذہب صاحبین کے کہ اونکے نزدیک اس صورت مین بھی ملاعن سے نسب ثابت ہوگا کذا ذکرہ ابن ملک فروع مسائل ملحقہ شارح کے الإقرار بالولد الذي
ليس منه حرام كالسكوت لاستلحاق نسب من ليس منه بحر اقرار کرنا اوس لڑکے کے نسب کا جو اوسکے نطفہ سے نہین حرام ہے مانند
سکوت کے یعنی جب معلوم ہو کہ یہہ لڑکا میرے نطفہ سے نہین تو اوسکو اپنا بیٹا کہنا یا یہانتک سکوت کرنا کہ لوگ اوسکو اوسکا بیٹا کہنے لگین تو یہہ اقرار
اور سکوت حرام ہے واسطے ملانے نسب اوس شخص کے جو اوسکے نطفہ سے نہین کذا فی البحر الرائق یعنے نسب کا خلط ملط جائز نہین تو جو اپنے نطفہ سے نہو
اوسکی صاف نفی کردے تاکہ خلط نسب نہوجاوے تتمہ سنن ابی داؤد مین ابوہریرہؓ سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو
عورت ایک قوم مین اوسکو ملاویگی جو اوس قوم سے نہین یعنی ولد الزنا کو اپنے زوج کا بیٹا ظاہر کریگی اوسکو خدا بہشت مین نہ داخل کریگا اور جو مرد کہ اپنے بیٹے

کو نفی کریگا خدا اوسکو اوبین وآخرین مین فضیحت کریگا وفیہ متی سقط اللعان بوجہ ما اوثبت النسب بالاقرار او بطریق الحکم له ینتف

نسبه ابداً اور بحر الرائق مین ہے کہ جب لعان ساقط ہوکسی وجہ سے یا ثابت ہوچکا ہو نسب ایکبار کے اقرار سے یا نسب ثابت ہوچکا بطریق حکم قاضی کے تو ان

مسائل مین اوسکا نسب کبہی نفی نہین ہوسکتا فلو نفاہ ولم یلاعن حتی قذفہا اجنبی بالولد فحُدّ فقد ثبت نسب الولد ولا ینتفی بعد ذلک

سو اگر زوج نے ولد زوجہ کی نفی کی اور ہنوز لعان نہین کیا یہانتک کہ اجنبی شخص نے زوجہ کو لڑکے کا عیب لگایا یعنی یون کہا کہ یہہ لڑکا اوسکے زوج

کا نہین سو اجنبی پر بسبب اس قذف کے حد ماری گئی تو البتہ نسب ولد کا عورت کے زوج سے ثابت ہوگیا شرعاً تو اب بعد حکم قاضی کے اجنبی کی حد پر اوس لڑکے

کا نسب نفی نہین ہوسکتا اسواسطے کہ حکم حد سے الحاق نسب ضمناً ثابت ہوگیا ۱ھ یہہ مسئلہ قول سابق پر متفرع ہے نفی نسب التوأمین ثم مات احدہما

عن توأمه وأمه واخوین لأم فالارث ثلاثا فرضا وردّا للام السدس وللاخوین الثلث والباقی یرد علیہم وبه علم ان نفیہما یخرج

عن کونه عصبة اور بحر الرائق مین شرح تخلیص سے منقول ہے کہ نفی کی ایک مرد نے دو توام کی پہر ایک اونمین سے مرگیا اپنے توام بہائی اور اخیافی بہائی

کو چہوڑکر تو ان تین وارثونکا ارث تین ثلث سے ہوگا باعتبار فرض اور رد وبار دینی کے اسطرح کہ ماکا چہٹا حصہ اور دو نو بہائیون کا تہائی باقی رہا نصف سو

انہین تینونکو پہر دیا جاویگا برابر تو ہر ایک کو تہائی تہائی بعد فرض اور رد کے ملا اور اس مسئلہ کی توضیح سے معلوم ہوا کہ دو نو توام کی نفی نے زندہ توام

کو عصبہ میت کا نہونے دیا ہر چند دو نو توام ایک نطفہ سے پیدا ہین لیکن بسبب قطع نسب کے زندہ توام میت توام کا عصبہ نہین ہوسکتا اسواسطے کہ اگر عصبہ ہوتا

تو دو تہائی پاتا کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن البحر قال وقد صرحوا ببقاء نسبه بعد القطع فی کل الاحکام لقیام فراشہا الا فی حکمین الارث

والنفقة فقط حتی لا تصح دعوة غیر النافی وان صدقه الولد انتہی کہا صاحب بحر الرائق نے اور البتہ تصریح کر دی ہے فقہا نے ولد لعان

کے بقاء نسب کی بعد قطع نسب کے جمیع احکام مین یعنی ولد منفی مین جمیع احکام ولدیت کے ثابت ہین بسبب قائم رہنے فراش عورت کے یعنی زوجیت کے مگر

دو حکم مین اوسکی ولدیت ثابت نہین ایک وراثت مین اور ایک وجوب نفقہ مین فقط یعنی نہ مرد ولد کی وراثت پاسکتا ہے نہ ولد مرد کی اور ولد کا نفقہ مرد

پر واجب نہین لکہا اوسکی پرورش واجب ہے وراثت اور نفقہ کے سوا باقی سب احکام ولدیت کے ثابت ہین یہانتک کہ نفی کرنیوالے کے سوا کسیکو اوس ولد کے نسب

کا دعوی کرنا صحیح نہین چنانچہ ثابت النسب مین صحیح نہین اگرچہ ولد اوس غیر کے دعوی کی تصدیق بہی کرے تو بہی اوسکا دعوی صحیح نہین انتہی کلامہ م

فتاوی عالمگیری مین ذخیرہ سے منقول ہے کہ ولد ملاعنہ بعضے احکام مین ثابت النسب ہے چنانچہ اوسکی گواہی ملاعن کیواسطے مقبول نہین اور نہ ملاعن کی گواہی اوسکے

واسطے یا زکوۃ دینا ولد کا ملاعن کو جائز نہین اور نہ ملاعن کو زکوۃ دینا ولد کا جائز ہے اور ولد کے فروع ملاعن کے فروع پر حرام ہین اور کسی اجنبی

انسان کا دعوی نسب ولد مین صحیح نہین باوجود تصدیق ولد کے اور بعضے احکام مین ولد ملاعنہ مثل اجنبی کے ہے یعنی ارث اور نفقہ مین قلت قال البہنسی

الا ان یکون ممن یولد مثله لمثله او ادعاه بعد موت الملاعن فلیحفظ شارح کتاب بہنسی نے کہا کہ دعوی نسب ولد لعان کا غیر نافی کو صحیح نہین

مگر اس صورت مین صحیح ہے کہ شخص غیر اتنی عمر والا ہو کہ ویسی عمر والیکا ویسا ولد پیدا ہوسکتا ہو یا کہ غیر نے دعوی ولد کا بعد موت ملاعن کے کیا ہو سو اس

مسئلہ کو یاد رکہنا چاہئے م طحطاوی نے کہا کہ بہنسی نے اس قول کو کسی ایسی فقیہ کیطرف نسبت نہین کیا کہ جو لائق اعتماد ہو یعنی یہہ استثنا اطلاق کتب معتمدہ

کے مخالف ہے تو بدون سند کے لائق اعتماد کے نہین

باب العنین وغیرہ

یہہ باب ہے عنین یعنے نامرد وغیرہ کے احکام

مین غیر عنین مین خصی اور مسحور اور خنثی مشکل اور مجبوب اور شیخ کبیر اور شکاز داخل ہین شکاز بموزن شداد اوسکو کہتے ہین جو عورت کے کہینچنے سے منزل

ہوجاوے پہر آلہ تناسل کو استادگی نہو کہ جماع کرسکے کذا فی حاشیة المدنی ہو لغة من لا یقدر علی الجماع فعیل بمعنی مفعول وجمعه عنن

وہ یعنی عنین بموزن سکین لغت مین اوسکو کہتے ہین جو مطلق جماع کرنے پر قادر نہو عنین بروزن فعیل بمعنی مفعول ہو یعنی محبوس ممنوع ہو جماع اور جمع

اوسکی عنن ہے وشرعاً من لا یقدر علی جماع فرج زوجته یعنی لمانع منه ککبر سن او سحر اذ الرتقاء لا خیار لہا للمانع منہا خانیہ

اور اصطلاح شرع مین عنین اوسکو کہتے ہین جو اپنی زوجہ کے جماع فرج پر قادر نہو تو جو شخص کہ وطی فرج پر قادر نہو اور وطی دبر پر قادر ہو وہ بہی عنین ہے

نفیه

باب العنین وغیرہ

یعنی عدم قدرت بسبب قصور مرد کے ہو جیسا کہ زیادہ بڑا یا جاڑہ و اسواسطی کہ جس عورت کی شرمگاہ بسبب زیادتی گوشت کے بند ہو اوسکو اختیار تفریق کا نہین
اسواسطی کہ اس صورت مین نقصان عورت کی طرف سے ہے نہ مرد کیطرف سے کذا فی الخانیہ اذا وجدت المرأۃ زوجہا مجبوبا او مقطوع الذکر
فقط او صغیر جدا کالزر ولو قصیرا لا یمکنہ ادخالہ داخل الفرج فلیس لہا الفرقۃ بحر وفیہ نظر جب کہ پاوی عورت اپنی زوج کو
مجبوب یعنی مقطوع الذکر والخصیتین یا فقط مقطوع الذکر پاوے یا زوج کے آلہ تناسل کو نہایت صغیر پاوے جیسی قمیص کی گھنڈی اور اگر آلہ تناسل ایسا
چھوٹا ہو کہ اسکو اندرونی فرج مین نہ داخل کر سکے تو عورت کو جدائی کا اختیار نہین کذا فی البحر الرائق اور اسمین بحث اور گفتگو ہے یعنی جب بسبب
کوتاہی کے ادخال پر قادر نہوا تو وہ شخص مقطوع الذکر کی برابر ہے پھر کیا وجہ کہ عورت کو فرقت کا اختیار نہو کذا فی شرح الوہبانیہ اور اصل اس اعتراض
کی صاحب بحرالرائق سے ہے بعد نقل عدم خیار کے محیط سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ المجبوب کالعنین الا فی مسئلتین التأجیل ومجی الولد
اور بحر الرائق مین ہے کہ مجبوب مثل عنین کے ہے مگر دو مسئلو نمین ایک تاجیل مین یعنی عنین کی فرقت مین مدت ہے اور مجبوب مین مدت نہین اور دوسرا لڑکا ہونیمین
یعنی مجبوب کی زوجہ کے اگر لڑکا پیدا ہو دو برس کم بعد تفریق کے تو اوسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا اور تفریق باطل نہو گی اور عنین مین تفریق باطل
ہوجاویگی ھم بحرالرائق مین یہ بھی مذکور ہے کہ تفریق مجبوب مین بلوغ شرط نہین بخلاف عنین کے اور تفریق مجبوب مین صحت مجبوب شرط نہین بخلاف
عنین کے کذا فی حاشیۃ المدنی فرق الحاکم بطلبہا لو حرۃ بالغۃ غیر رتقاء و قرناء و غیر عالمۃ بحالہ قبل النکاح وغیر راضیۃ بہ بعدہ
اور اگر زوج مجبوب ہو تو جدائی کر دادے حاکم عورت کی درخوہست سے اگر عورت حرہ بالغہ ہو بشرطیکہ اوسکی شرمگاہ مین گوشت زائد اور ہڈی مانع جماع
نہو اور قبل نکاح کے زوج کا حال بھی نہ جانتی ہو یا بعد نکاح کے اوس حال پر راضی نہو گئی ہو اور اگر عورت مجبوب کی لونڈی ہو تو فرقت کا اختیار اوسکو
نہین بلکہ اوسکے مالک کو ہے اور اگر صغیرہ ہے تو تا بلوغ تفریق نہو گی کہ شاید وہ راضی ہوجاوے اور اگر اوسکی شرمگاہ مین گوشت زائد یا ہڈی ہو
تو نقصان عورت کی طرف سے ہے تو اوسکا طلب فرقت مین حق نہین اور اگر جان کر راضی ہوئی تو بھی اوسکو طلب فرقت مین اختیار نہین بینہما
فی الحال ولو المجبوب صغیرا لعدم فائدۃ التأخیر مجبوب اور اوسکی زوجہ مین حاکم بعد درخوہست عورت کے فورا جدائی کر دادے اگرچہ مجبوب
نابالغ صغیر ہو بسبب نہونے فائدہ تاخیر کے فلو جب بعد وصولہ الیہا مرۃ او صار عنینا بعدہ ای الوصول لا یفرق لحصول حقہا
بالوطی مرۃ سو اگر ایکبار عورت سے جماع کر نیکے بعد اوسکے آلات تناسل کاٹی گئی یا کہ زوج عنین ہو گیا عورت سے ایکبار جماع کرنیکے بعد تو دونو صورت
مین تفریق نکیجاویگی بسبب حاصل ہوجانے عورت کے حق کے ایکبار جماع کرنیسے اور ایکبار سے زیادہ جماع کرنیکا استحقاق دیانۃ ثابت ہے نہ قضاءً کذا فی
البحر الرائق ناقلا عن جامع قاضی خان اور اگر باوجود قدرت جماع کے شرارت سے ترک کریگا تو گنہگار ہوگا اور لونڈی کی ترک وطی مین کچھ گناہ نہین
کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر جاءت امرأۃ المجبوب بولد ولم تعلم بجبہ فادعاہ ثبت نسبہ ثم علمت فلہا الفرقۃ تتارخانیہ
اور اگر عورت مجبوب کی ایک لڑکا لائی یعنی جنی اور عورت کو زوج کا مقطوع الذکر ہونا معلوم نہین سو مجبوب نے اوس لڑکے کا دعوی کیا ثابت ہو جاویگا
نسب اوسکا بعد اسکے عورت کو مقطوع الذکر ہونا زوج کا معلوم ہوا تو اوسکو جدائی مین اختیار ہے کذا فی التاتارخانیہ ولو ولدت بعد
التفریق الی سنتین ثبت نسبہ لانزالہ بالسحق والتفریق باق بحالہ لبقاء جبہ اور اگر عورت مجبوب کی بعد تفریق کے دو برس
تک لڑکا جنی تو اوسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا بسبب احتمال انزال ہونے مجبوب کے رگڑنیسے اور باوجود ثبوت نسب کے تفریق بحال خود باقی ہے بسبب بقای
مجبوبیت کے ولو کان عنینا بطل التفریق لزوال عنتہ بثبوت نسبہ کما یبطل التفریق بالبینۃ علی اقرارہا بالوصول قبل التفریق
لا بعدہ للتہمۃ فسقط نظر الزیلعی اور اگر زوج عنین ہوگا اور قاضی نے تفریق کر دی ہو بعلت نامردی کے پھر عورت اوسکی لڑکا جنی دو برس
کے اندر تو تفریق باطل ہوگئی بواسطے زوال اوسکی نامردی کے بسبب ثابت ہونے اوسکے نسب کے چنانچہ باطل ہوتی ہے تفریق گواہون سے یعنی گواہون نے
گواہی دی کہ عورت جماع زوج کا اقرار کر چکی تھی قبل تفریق کے تو تفریق باطل ہوگی اور اگر گواہی دی کہ بعد تفریق کے عورت نے جماع کا اقرار کیا تو تفریق

نہ باطل ہوگی بسبب تہمت کے تو اعتراض زیلعی کا ساقط ہوگیا **م** زیلعی نے شرح کنز مین کہا کہ طلاق واقع ہوگئی حاکم کی تفریق سے اور یہ طلاق بائن ہے پھر یہ تفریق
کیونکر باطل ہوگی چنانچہ عورت کا اقرار جماع بعد تفریق کے مبطل تفریق نہین **جواب** اس اعتراض کا یہ ہے کہ ثبوت نسب محبوب کا باحتمال انزال ہے اور تفریق باعتبار
قطع آلات تناسل تھی سو موجود ہے بخلاف ثبوت نسب کے عنین سے اسواسطے کہ ثبوت نسب سے زوال نامردی ظاہر ہوتا ہے اور تفریق تھی باعتبار نامردی کے جب
نامردی زائل ہوئی تو تفریق بھی باطل ہوگئی بخلاف اقرار بعد تفریق کے کہ اسمین عورت پر تہمت ہے ابطال قضا کی یعنی احتمال ہے کہ عورت جھوٹا اقرار اسواسطے
کرتی ہو کہ قاضی کا حکم باطل ہوجاوے لہذا اوسکا اقرار لائق سماعت کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ولو وجدته عنينا هو من لا يصل
الی النساء لمرض او كبر او سحر ويسمى المعقود وهبانيه اور اگر عورت نے اپنے زوج کو عنین پایا عنین وہ ہے جو وطی نسا پر قادر نہو بسبب بیماری کے
یا بڑھاپے کے یا جادو کے یعنی مرد پر ایسا جادو کیا ہو کہ جماع نکرسکے اور مسحور کو معقود بھی کہتے ہین کذا فی الوہبانیہ اور بالفعل عرب مین اوسکو
مربوط بولتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی او خصیا لا ینتشر ذکره فان انتشر لم يخير بحر وعليه فهو من عطف الخاص على العام لخفائه و
امکان یا و کلات الفقهاء يتسامحون فی ذلک ظہر یا عورت نے اپنے زوج کو خصی پایا جسکے آلہ تناسل مین استادگی نہین خصی اوسکو کہتے ہین جسکے
آلہ تناسل ہو اور فوطے نہون خواہ ملڈالے ہون خواہ قطع کرلیے سو اگر ایسا خصی ہو کہ اوسکے آلہ تناسل کو استادگی ہوتی ہو تو اوسکی عورت کو اختیار
فرقت کا نہین کذا فی البحر الرائق تو بر تقدیر عدم استادگی آلہ تناسل کے خصی کا عطف عنین پر از قسم عطف خاص کے ہے عام پر اور ہرچند خاص عام کے
حکم مین داخل ہوتا ہے لیکن بالتخصیص اوسکو ذکر کیا بسبب اسکے مخفی ہونیکے یعنی شاید کسیکو اختصاص حکم کا ساتھ عنین کے گمان ہو اور ہرچند عطف
خاص کا عام پر بواو عاطفہ مخصوص ہے اور یہان عطف خصی کا عنین پر بلفظ او ہے لیکن فقہا ایسے امور مین تساہل کرتے ہین اسواسطے کہ اصل مقصود انکا
افادہ احکام ہے کذا فی النہر الفائق **م** نہر الفائق مین یہ جواب ہے اعتراض صاحب بحر کا کہ خصی کا عطف کرنا عنین پر کیا ضرور تھا اسواسطے کہ خصی کو
عنین شامل تھا اور اگر عطف خاص کا عام پر ہے تو بواو عاطفہ لازم تھا نہ بلفظ او اجل سنة لاشتمالها على الفصول الاربعة یعنی اگر عورت اپنے
زوج کو عنین یا خصی پاوے تو زوج کیواسطے ایک سال کی مدت مقرر کیجاوے اسواسطے مشتمل ہونے سال کے چار فصلون پر تو اگر نامردی پیدایشی نہو گی بیماری
سے ہوگی تو سال بھر مین بسبب تبدل فصول مختلفہ کے دفع ہوجاویگی اور عنین کیواسطے مدت ایک سال کی حضرت عمر اور علی مرتضی اور عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کذا فی الہدایہ ولا عبرة بتاجيل غير قاضي البلدة اور سوای قاضی شہر کے اور کسیکا مدت ٹھہرانا معتبر نہین **م** تاجیل
عورت کی اور غیر قاضی کی صحیح نہین کذا فی فتاوی قاضیخان قمرية بالاهلة على المذهب وهي ثلثمائة واربع وخمسون يوما وبعض يوم یعنی عنین
کی قمری سال سے بنا بر ظاہر روایت مذہب کے ہے اور قمری سال وہ ہے جسکے بارہ مہینون کا شمار ہلال نکلنے سے ہوتا ہے اور اوسکے تین سو چون دن پورے
ہوتے ہین کچھ تھوڑا دن اور بھی جسکی نو ساعت اور اڑتالیس دقیقے ہوتے ہین کذا فی القہستانی اور بعضے فقہا نے کسر کو ذکر نہین کیا کذا فی العالمگیریۃ
ناقلا عن الکافی اور واقعات ولوالجیہ مین سال قمری کی تصحیح کی ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی الہدایہ اور یہی قول معتمد ہے اسواسطے کہ صاحب مذہب سے
یہی ثابت ہے کذا فی منح الغفار وقيل شمسية بالايام وهي ازيد باحدى عشر يوما قيل وبه يفتى اور قول ضعیف یہ ہے کہ مدت عنین مین
سال شمسی معتبر ہے جسکا شمار ایام سے ہو نہ چاند دیکھنے سے اور وہ سال قمری سے گیارہ دن زیادہ ہے بعضون نے کہا یعنی صاحب خلاصہ نے
کہ اسی پر فتوی ہے اور یہ روایت حسن کی ہے امام سے اور شمس الائمہ سرخسی اور صاحب تحفہ اور صاحب غایۃ البیان اور قاضی خان اور ظہیر الدین نے
سال شمسی کو مختار کیا ہے بنا بر احتیاط کے اور کمال الدین محقق نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب اقوال محدث ہین اسواسطے کہ امیر المومنین عمر رض
نے قاضی شریح کو لکھ بھیجا کہ عنین کیواسطے ایک سال مقرر کرے اور خود حضرت عمر نے عنین کیواسطے ایک سال کی مدت مقرر کی بلا قید شمسی کے اور
چونکہ عرب سوای سال قمری کے سال شمسی کو ہرگز نجانتے تھے تو جہان مطلق سال مذکور ہوگا وہان قمری ہی مراد ہوگا تا وقتیکہ تصریح اسکے خلاف پر نہ ثابت
ہو اور سابق مین مذکور ہوچکا کہ سال قمری ظاہر الروایت ہے تو وہی معتمد ہوگا اور اوسکا خلاف لائق التفات کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اجل

فی اَثنَاءِ الشَّهرِ فبِالایّامِ اجماعاً اور اگر مدت عنین کی درمیان مہینے کے مقرر کیجاوے تو سال کا اعتبار ایام کے شمار سے ہوگا باجماع سب علما کے یعنی اختلاف سال قمری یا شمسی کا اوس صورت مین ہے جب کہ تاجیل شروع چاند سے ہو اور اگر مثلا دسوین یا پندرہوین تاریخ سے مدت مقرر کیجاوے تو بالاتفاق مطلب سال کا دنون سے ہوگا نہ مہینون سے یعنی تین سو ساٹھ دن کا سال لیا جاویگا اسکو سال عددی کہتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ویحتسب رمضان وایام حیضها منها وکذا حجّه وغیبته لامدة حجّها وغیبتها ومرضه ومرضها مطلقا وبه یفتی ولوالجیة اور رمضان اور عورت کے ایام حیض سال ہی مین داخل ہین اور اسیطرح مرد کے ایام حج اور اوسکو سفر کرنیکے ایام بھی سال مین داخل ہین نہ عورت کے حج کی مدت اور نہ اوسکی سفر کی مدت اور نہ مرد اور عورت کی بیماری کی مدت مطلقا خواہ پورا مہینہ ہو یا کم اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الولوالجیہ یعنی جتنی مدت بیماری زوجین کی ہوگی اوتنی مدت سال پر زیادہ کیجاویگی اور اسیطرح عورت کے حج اور سفر کی مدت سال پر بڑہائی جاویگی بخلاف رمضان اور ایام حیض اور ایام حج اور سفر مرد کے ویؤجّل من وقتِ الخصومةِ مالم یکن صبیًّا او مریضًا او محرمًا فبعدَ بلوغه وصحّته واحرامه اور مدت سال کی خصومت اور نالش کے وقت سے مقرر کیجاوے جبتک کہ زوج لڑکا اور بیمار اور محرم نہو اور اگر لڑکا ہو تو بعد بلوغ کے اور اگر بیمار ہوگا تو بعد صحت کے اور اگر محرم ہوگا تو بعد تمامی احرام کے حساب سال کا شروع ہوگا ولو مظاهرًا لایقدرُ علی العتقِ اُجّل سنةً وشهرین اور اگر زوج ظہار کر چکا ہو اور واسطے کفارہ ظہار کے غلام آزاد کرنے پر قادر ہو تو اوسکی مدت ایک برس اور دو مہینے مقرر کئے جاوینگے وہ مہینے اسواسطے زیادہ ہوئے تاکہ اون مین روزہ رکھکر کفارہ ادا کرے کیونکہ صحبت قبل کفارہ کے نہین فان وطی مرّةً فبها والّا بانت بالتفریقِ من القاضی ان ابی طلاقها بطلبها یتعلّق بالجمیع فیعم امراة المجبوب کما مرّ سو اگر عنین یا خصی نے ایکبار وطی کی سال کے اندر تو خوب ہوا کہ قضاءً عورت کا حق ادا ہو گیا اور اگر سال کی مدت مین ایکبار بہی وطی نکر سکا تو عورت کو طلاق بائن ہوگی قاضی کے جدا کر دینے سے اگر زوج اوسکی طلاق دینے سے انکار کرے تفریق واقع ہوگی عورت کی درخواست سے اور پہلی درخواست سے تا ایک سال کی مقرر ہوئی تہی اور طلب عورت کے جمیع مسائل گذشتہ سے متعلق ہے تو مجبوب کی عورت کو بہی شامل ہے چنانچہ تفریق مجبوب مین قید طلب کی شارح مذکور کر چکا ہے هم در صورت نہ طلاق دینے زوج کے قاضی اسواسطے تفریق کر دیگا کہ جب زوج عاجز ہوا امساک بالمعروف سے تو اوسپر تسریح بالاحسان واجب ہے پہر جب اوسنے نہ چھوڑا تو وہ ظالم ہوا لہذا قاضی اوسکا نائب ہوجاویگا دفع ظلم کیواسطے ولو مجنونةً بطلب ولیها او من نصبه القاضی اور اگر عورت دیوانی ہو تو قاضی تفریق کرے اوسکو ولی کی طلب سے یا اوس شخص کی طلب سے جسکو قاضی نے مجنونہ کیطرف سے مدعی قرار دیا ہو ولو امةً فالخیار لمولاها لانّ الولدَ له اور اگر زوجہ عنین کی لونڈی ہو تو اختیار تفریق کا اوسکے مالک کو ہے نہ لونڈی کو اسواسطے کہ اولاد لونڈی کی اوسکے مالک کی مملوک ہے وهو ای هذا الخیار علی التراخی لا الفور فلو وجدته عنّینًا او مجبوبًا ولم تخاصم زمانًا طویلًا لم یبطل حقّها وکذا لو خاصمته ثم ترکت مدةً فلها المطالبةُ ولو ضاجعته تلک الایام خانیه اور وہ یعنی یہ اختیار فرقت کا یا طلب تفریق کی درنگی کے ساتھہ ثابت ہے نہ فی الفور سو اگر عورت نے زوج کو عنین یا مجبوب پایا اور مدت دراز تک اوس سے جھگڑا نکیا تو اس درنگی سے اس عورت کا حق باطل نہین ہوتا اور اسیطرح اگر جھگڑا کرکے مدت تک چپ ہو رہی تو بہی اوسکو مطالبہ کا اختیار ہے اگرچہ ان دنوں مین زوج کے پاس لیٹا بہی کرتی ہو اور بدون جماع کے مساس وغیرہ سے دونو منزل بہی ہوجاتے ہون کذا فی الخانیہ والبحر کما لو رفعته الی قاضٍ فاجّله سنةً ومضت السنةُ ولم تخاصم زمانًا زیلعی چنانچہ اگر عورت نے عنین زوج کی نالش کی قاضی کے پاس سو قاضی نے ایک سال کی مدت مقرر کر دی اور وہ سال بہی گذر گیا اور مدت تک اوسنے مطالبہ نکیا تو بہی عورت کا اختیار باقی ہے کذا ذکرہ الزیلعی ولو ادّعی الوطی وانکرته فان قالت امرأة ثقةٌ واثنتان احوط هی بکرٌ بان تبول علی جدارٍ او یدخل فی فرجها مح بیضة خیّرت فی مجلسها اور اگر دعوی کیا زوج نے وطی کا اور اوسکا انکار کیا عورت نے تو اگر ایک متقی عورت نے کہا اور دو متقی عورتون کا کہنا قریب تر باحتیاط ہے کہ یہہ عورت باکرہ ہے اور باکرہ کی یہہ علامت ہے کہ وہ دیوار پر پیشاب کرے اگر پیشاب دیوار پر پڑے تو وہ باکرہ ہے اور اگر اوسکی ران پر پڑے تو وہ باکرہ نہین یا اوسکی شرمگاہ مین زردی انڈے کی ڈالی اگر داخل ہوجاوے تو باکرہ نہین اور اگر داخل نہو تو باکرہ ہے بہر صورت جب باکرہ ہونا ثابت ہو

تو عورت کو اختیار دیا جاوے اوسی مجلس مین وصال اور جدائی کا سو اگر راضی ہو گئی زوجہ سے یا کہڑی ہو گئی قبل طلب تفریق کے تو اختیار باطل ہو گیا ہم یہہ مسئلہ مخالف ہو مسئلہ سابق کے کہ وہان تا مدت دراز اختیار باقی ہوا اور یہان مجلس تک متصور ہے اوسکا جواب یہہ ہو کہ مسئلہ سابق بنا بر ظاہر الروایت کے ہے کما فی البحر عن البدائع اور یہہ مسئلہ بنا بر قول مفتی بہ کے ہو کما فی المحیط والواقعات کذا فی حاشیۃ الدنی وان قالت ھی ثیب او کانت ثیبا صدق بحلفہ فان نکل فی الابتداء اجل وفی الانتہاء خیرت اور اگر مستی عورت نے کہا کہ یہہ عورت ثیبہ ہو باکرہ نہین یا کہ وہ قبل نکاح اس زوج کے ثیبہ تہی تو زوج کے قول کی تصدیق کیجاویگی ساتھہ قسم کے سو اگر زوج نے قسم سے انکار کیا ابتداءً یعنی قبل تاجیل کے تو سال بہر کی مدت مقرر کیجاویگی اور اگر انتہا مین انکار کیا یعنی بعد تاجیل کے تو عورت کو مجلس تک اختیار دیا جاویگا چاہے زوج کے پاس رہے چاہے جدا ہو جاوے کما یصدق لو وجدت ثیبا وزعمت زوال عذرتہا بسبب اٰخر غیر وطیہ کاصبعہ مثلا لانہ ظاہر الاصل عدم اسباب اخر معراج چنانچہ زوج کی اس صورت مین بہی تصدیق ہو گی اگر عورت ثیبہ پائی جاوے اور وہ گمان کرے اپنے زوال بکارت کا دوسرے سبب سے سوای وطی زوج کے یعنی مثلا یون ظاہر کرے کہ زوال بکارت کا زوج نے اپنی اونگلی سے کر دیا اس صورت مین قول زوج کی اسواسطے تصدیق ہو گی کہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کہ زوال بکارت کا جماع ہی سے ہوا ہے نہ اونگلی سے اور اصل اور اسباب کا عدم ہو سوای جماع کے اور قول اوسیکا معتبر ہے جو متمسک بالاصل ہو اور ظاہر حال اوسکا شاہد ہو کذا فی المعراج وان اختارتہ ولو دلالۃ بطل حقہا کما لو وجد منہا دلیل اعراض بان قامت من مجلسہا او اقامہا اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان تختار شیئا بہ یفتی واقعات لامکانہ مع القیام فان اختارت طلق او فرق القاضی اور اگر عورت نے زوج کو اختیار کر لیا اگرچہ یہہ اختیار باعتبار دلالت حال کے ہو اسطرح کہ مہر اور نفقہ مانگے تو باطل ہو جاویگا حق اوسکا چنانچہ اوسطرح بہی اوسکا حق باطل ہو جاتا ہے اگر اوس سے اعراض کی دلیل پائی جاوے یعنی طلب فرقت سے بے التفاتی کرے اسطرح پر کہ کہڑی ہو جاوے اپنی مجلس سے یا اوسکو مددگار قاضی کے کہڑا کرین یا قاضی خود کہڑا ہو جاوے قبل اختیار کرنے فرقت کے اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الواقعات عورت اور قاضی کے کہڑے ہونیسے اسواسطے اوسکا حق باطل ہو گیا کہ کہڑے ہونیکے ساتھ بہی اوسکو خیار فرقت کا ممکن تہا پہر باوجود اسکے سکوت کرنا دلیل ہے رضا کی سو اگر عورت جدائی کو اختیار کرے تو زوج طلاق دے اور اگر وہ طلاق سے انکار کرے تو قاضی تفریق کر دے تزوج الاول او امرأۃ اخری عالمۃ بحالہ لا خیار لہا علی المذہب المفتی بہ بحر عن المحیط خلافا لتصحیح الخانیۃ نکاح کیا عنین نے پہلی زوجہ سے جو بعد تاجیل اور تفریق قاضی کے جدا ہو گئی تہی یا نکاح دوسری عورت سے جو عنین کا حال جانتی ہے کہ اوسکی زوجہ مین بسبب نامردی کے جدائی ہو چکی ہے تو بعد نکاح کے عورت کو جدائی کا اختیار نہین نہ زوجہ اولی کو نہ دوسری عورت کو بنا بر مذہب مفتی بہ کے اسواسطے کہ وہ اپنا حق دانستہ باطل کر چکی کذا فی البحر الرائق عن المحیط اور یہہ قول مفتی بہ مخالف ہے تصحیح خانیہ کے ولا یتخیر احد الزوجین بعیب الاخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن اور زوجین مین سے کسیکو اختیار جدائی کا نہین دوسرے کے عیب سے اگرچہ نہایت برا عیب ہو چنانچہ جنون اور جذام اور برص اور رتق اور قرن اول تین بیماریان تو مرد اور عورت دونو کو شامل ہین اور پچھلی دو بیماریان عورت کے مکان مخصوص کو مخصوص ہین کہ بسبب زیادتی گوشت اور ہڈی کے مانع ہین جماع سے لیکن قہستانی مین ہے کہ محمد کے نزدیک اگر زوج کو جنون یا جذام یا برص ہو تو عورت کو اختیار ہے فرقت کا اور اسیطرح ہر عیب زوج سے کہ عورت بدون مضرت کے اوسکے پاس نہ ٹہہر سکے عورت کو اختیار ہے کذا فی حاشیۃ الدنی وخالف الائمۃ الثلثۃ فی الخمسۃ لو بالزوج ولو قضی بالرد صح فتح اور اختلاف کیا ہے باقی تینون اماموں نے یعنی مالک اور شافعی اور احمد نے امراض خمسہ مذکورہ مین اگر یہہ بیماریان زوج مین ہون اور اگر قاضی مالکی یا شافعی یا حنبلی بسبب ان بیماریون کے نکاح کو رد کر دے تو صحیح ہوگا اوسکا حکم کذا فی فتح القدیر شارح کے اس قول مین چند خلل ہین اول یہہ کہ ظاہر کلام شارح اسکو مقتضی ہے کہ ائمہ ثلثہ کے نزدیک زوج کی بیماریون سے عورت کو تو اختیار فرقت کا ہے نہ زوج کو حالانکہ حق یہہ ہے کہ اونکے نزدیک جنون اور جذام اور برص مین دونو کو اختیار ہے اور پچھلی دو بیماریون مین فقط زوج کو اختیار ہے دوسرا خلل یہہ کہ اس قول سے لازم آتا ہے کہ رتق اور قرن کی بیماری زوج کو ہوتی ہے حالانکہ یہہ خلاف واقع ہے تیسرا خلل یہہ ہے کہ شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ فتح القدیر مین ہے

اس روایت کو تلاش کیا نہ پایا شاید کہ تحریف ہو کاتبون کی بلکہ صواب یہ ہو کہ یہہ مسئلہ بحر الرائق کا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو تراضیا العنین
وزوجتہ علی النکاح ثانیا بعد التفریق صح اور اگر دونو یعنی عنین اور اوسکی عورت راضی ہو گئی دوسری بار نکاح کرنے پر بعد تفریق کے تو صحیح
ہے یعنی تفریق عنین کی مثل لعان کی تفریق کے نہین جو دائمی حرمت ہو جاوے ولہ شق رتق امتہ وکذا زوجتہ وھل تجبر الطاہر نعم لان
التسلیم الواجب علیہا لا یمکن بدونہ ظہر اور مالک کو جائز ہو اپنی لونڈی کا رتق چیرنا یعنی بستگی مکان مخصوص کا چیرنا واسطے قربت کے درست ہے
اور مسیطرح زوج کو اپنی زوجہ کی بستگی چیرنا جائز ہے اور اگر زوجہ نہ مانی تو اسمین کیا زبردستی کرنا درست ہو ظاہرا یہہ معلوم ہوتا ہو کہ درست ہو واللہ اعلم
اسواسطے کہ تسلیم نفس کہ عورت پر واجب ہو وہ بدون اسکے ممکن نہین کذا فی النہر الفائق قلت وافادہ البہنسی انہا لو تزوجتہ علی انہ حر او سنی
او قادر علی المہر والنفقۃ فبان بخلافہ او علی انہ فلان بن فلان فاذا ھو لقیط او ابن زنا کان لہا الخیار فلیحفظ شارح کہتا ہو کہ
بہنسی نے بیان کیا ہو کہ اگر عورت نے نکاح کیا مرد سے اس شرط پر کہ زوج حر ہو یا سنی مذہب ہے یا قادر ہے مہر اور نفقہ پر پہر ظاہر ہوا کہ زوج اوسکی برخلاف
ہے یعنی غلام ہے یا رافضی یا خارجی ہو یا محتاج کہ اوسکو مہر اور نفقہ کا مقدور نہین یا اس شرط پر نکاح کیا کہ زوج فلان بن فلان ہو اور ناگہان وہ
لقیط یا ولد الزنا نکلا تو عورت کو ان مسائل مین اختیار ہو فرقت کا سو اسکو یاد رکہنا چاہیے لقیط وہ لڑکا جو کہین پڑا ہوا اور والدین اوسکے نہ معلوم
ہوں م عورت کو ان مسائل مین اختیار فسخ بسبب نقدان کفاءت کے اول مین رقیت کے سبب سے اور ثانی مین کفارت دینی نہین اور ثالث مین کفارت
مالی نہین اور رابع مین کفارت نسبی نہین

باب العدۃ

یہہ باب ہو احکام عدت کے بیان مین ھی لغۃ بالکسر الاحصاء و
بالضم الاستعداد للامر لغت مین عدت بکسر اول وتشدید ثانی بمعنی شمار اور گنتی کے ہے اور بضم اول اور تشدید ثانی کسی کام پر مستعد ہونے اور تیار ہونے
کو کہتے ہین اور اس مال اور ہتہیار کو بہی کہتے ہین جو حوادث زمانہ کیواسطے مہیا کر رکہے وشرعا تربص یلزم المرأۃ او الرجل عند وجود سببہ
اور عدت بالکسر شرع مین اوس توقف اور انتظار کو کہتے ہین جو عورت کو یا مرد کو لازم آتا ہو نزدیک پائے جانے سبب انتظار کے اور مرد کے سبب انتظار
سے وہ مواضع مراد ہین کہ جو موانع ہین وطی کے اور ہرچند انتظار مرد پر اطلاق عدت کا شرعا جائز ہو لیکن اصطلاح فقہا مین عدت مخصوص ہو عورت کے
انتظار کو نہ مرد کے کذا فی فتح القدیر ومواضع تربصہ عشرون مذکورۃ فی الخزانۃ وحاصلہا یرجع الی من امتنع نکاحہا علیہ لمانع
لزم زوالہ کنکاح اختہا واربع سواھا اور مواضع انتظار مرد کے بیس ہین خزانۃ الفقہ مین مذکور ہین اور حاصل ان بیس موضع کا رجوع کرتا ہو اس
قاعدہ کلیہ کیطرف کہ جس عورت کا نکاح یا وطی مرد پر ممتنع ہو بسبب کسی مانع شرعی کے تو لازم ہو انتظار کرنا مرد کو اوس مانع کے زوال تک جیسے نکاح کرنا
سالی سے زوجہ کی زندگی یا عدت مین یا چار عورتون سے نکاح کرنا سوا اپنی زوجہ کے فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ مین بیس مواضع کو یون ضبط
کیا ہو کہ اپنی زوجہ کی بہن اور اوسکی عمہ اور خالہ اور اوسکی بہانجی اور بہتیجی سے نکاح کرنا اور چار زوجہ کے ہوتے پانچوین عورت سے نکاح کرنا اور لونڈی کا
نکاح بی بی پر اور عورت سے بعد نکاح فاسد کے وطی کر کے پہر اوسکی بہن سے نکاح کرنا یا عورت سے بشبہہ نکاح وطی کر کے پہر اوسکی بہن سے نکاح کرنا یا پانچوین
عورت سے بنکاح فاسد یا بشبہہ نکاح وطی کر کے پانچوین سے نکاح کرنا بدون گذرنے عدت کے جائز نہین اسواسطے کہ نکاح فاسد اور شبہہ نکاح مین بعد وطی
کے عدت واجب ہوتی ہو اور عدت والی عورت سے شخص اجنبی کو نکاح کرنا اور مطلقہ ثلثہ سے نکاح کرنا اور خریدی لونڈی سے قبل استبرا کے وطی کرنا
اور حاملہ زانیہ سے نکاح کر کے قبل ولادت کے وطی کرنا اور اوس حربیہ سے جو دار الحرب مین مسلمان ہو کر دار الاسلام مین حاملہ آئی نکاح کرنا قبل ولادت
کے اور اس لونڈی سے جو دار الحرب سے گرفتار ہو کر آئی وطی کرنا درست نہین بدون ایکبار حیض ہو جانیکے یا ایک مہینہ گذر نیکے اگر صغیرہ یا کبیرہ ہو اور
اپنی مکاتبہ سے مالک کو نکاح کرنا بدون آزادی کے یا عاجزی ہونیکے بدل کتابت سے اور عورت بت پرست اور مرتد اور مجوسیہ سے بدون مسلمان
ہوئے نکاح کرنا ایسی بیس صورتون مین نکاح یا وطی جائز نہین بدون گذرنے مدت اور رفع موانع کے کذا فی منح الغفار اور اکیسوین صورت ایک یہہ ہے
کہ غیر کی منکوحہ سے نکاح کرنا جائز نہین واصطلاحا تربص یلزم المرأۃ او ولی الصغیرۃ عند زوال النکاح فلا عدۃ لزنا او شبہتہ کنکاح

فاسِدٍ وَمَنْ فَرقَۃٍ لِغیرِ زوجِہَا وینبغی زیادۃ اَوْ شبہۃٍ لیشتمِلَ عِدَّۃَ اُمِّ الولدِ اور اصطلاح فقہا مین عدت عبارت ہو اوس انتظار سے جو عورت کو لازم ہے یا صغیرہ کے ولی کو لازم ہے نزدیک زائل ہونے نکاح کے تو عدت نہین لازم ہے واسطے زنا کی اسواسطے کہ عدت نہین ہوتی مگر زوال نکاح سے یا زوال شبہہ نکاح سے جیسے کہ نکاح فاسد یا جیسے وہ عورت جسکو عورتین شب زفاف مین زوج کے سوا کسی اور مرد کے پاس چوک کر پہنچا دین اور کہین کہ یہہ تیری زوجہ ہو اور وہ مرد وطی کرے تو اوسپر عدت واجب ہو شارح کہتا ہے کہ تعریف عدت مین لائق یہہ ہو کہ مشابہ نکاح کا لفظ بھی زیادہ کیا جاوے تا کہ یہہ تعریف ام ولد کی عدت کو بھی شامل ہوجاوے کہ ام ولد کو مولی آزاد کرے یا اوسکو چھوڑ کر مولی مرجاوی اسواسطے کہ ام ولد کو بھی انتظار لازم ہو مانند زوجہ کے بسبب ہم بستری مولی کے کذا فی البحر الرائق ؎ شبہ بکسر اول وسکون ثانی اور بفتح اول وثانی بھی صحیح ہو یعنی مشابہ شارح نے ولی صغیرہ کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ صغیرہ پر بعد موت زوج کے انتظار واجب نہین اسواسطے کہ وہ ہنوز مکلف نہین تو اسوقت مین صغیرہ کے ولی پر انتظار کرانا لازم ہوگا تعریف عدت پر اعتراض وارد ہوتا ہو کہ یہہ تعریف طلاق رجعی کی عدت کو شامل نہین اسواسطے کہ طلاق رجعی مین نکاح نہین زائل ہوتا اسیواسطے بلا تجدید نکاح عدت مین رجعت کرنا صحیح ہے لہذا اور کتب فقہ سے بدائع اور ابن کمال کی تعریف عدت کی نہایت خوب ہو کہ عدت نام ہو اوس مدت کا جو کہ واسطے انقضاء بقیہ آثار نکاح اور فراش کے مقرر ہوئی ہو تو اوسمین سب افراد عدت کی داخل ہوگئی یہانتک کہ بقید فراش عدت ام ولد کی بھی داخل ہوگئی اور صغیرہ کا اعتراض رفع ہوگیا اسواسطے کہ اس تعریف مین کچھ لزوم نہین کذا فی حاشیۃ المدنی **حکایت عجیبہ** قبل مشہور ہونے امام اعظم کے ایک مقام پر طعام ولیمہ ہوا دو بھائیون کا جنکا نکاح ہوا تہا دو بہنون سے عورتون نے چوک کر اوسکی زوجہ اوسکے پاس کردی اور اوسکی اوسکے پاس آخر شب صبح کو یہہ حال کہلا اور فقہاء مشہور سے فتوی دریافت کیا گیا سب علما نے فتوی دیا کہ ہر عورت پر عدت لازم ہو بعد عدت کے ہر عورت اپنے زوج پاس جاوے اور ہر ایک بھائی پر بسبب وطی بالشبہہ کے مہر مثل دینا واجب ہے امام اعظم نے کہا کہ سب حضرات نے سخت حکم فرمایا میری نزدیک اس سے آسان تر حکم ہوسکتا ہو علما نے فرمایا کہ وہ کیا ہو بیان کرو امام اعظم نے دونو بھائیون کو بلایا اور پوچھا کہ تم دونو کو یہہ پسند ہو کہ ہر ایک کے پاس رہی رات والی عورت بنی رہے دونو نے کہا کہ ہم بدل اسی امر پر راضی ہین امام نے فرمایا کہ ہر شخص اپنی منکوحہ کو طلاق دے اور اپنی ہم بستر عورت سے نکاح کرلے تو اوسمین عدت لازم نہوگی اسواسطے کہ طلاق قبل دخول مین عدت نہین سب علما نے اسکو نہایت پسند کیا اور امام کی ذکاوت کی تعریف کی کہ ہر ایک کی ہم بستر ہر ایک کے پاس بنی رہی اور عدت کی حاجت نہوئی وسببُ وجوبِہا عقدُ النکاحِ المتاکِّدِ بالتسلیمِ وما جرٰی مجراہ من موتٍ وخلوۃٍ صحیحۃٍ فلا عدّۃَ بخلوۃِ الرتقاءِ اور عدت واجب ہونیکا سبب عقد نکاح ہو جو متاکد بتسلیم وطی یا قائم مقام وطی ہو وقائم مقام وطی عبارت ہو موت سے یا خلوت صحیحہ سے تو عدت لازم نہین رتقا کی خلوت سے اسواسطے کہ رتقا کی خلوت صحیح نہین بسبب مانع حسی کے رتقا وہ عورت جو بسبب تنگی شرمگاہ کے لائق جماع کے نہیں وشرطُہا الفرقۃُ اور شرط عدت کی جدائی ہو ورکنُہا حُرُماتٌ ثابتۃٌ لہا کحرمۃِ تزوُّجٍ وخروجٍ وصحّۃِ الطلاقِ فیہا ای فی العدّۃِ اور عدت کے رکن وہ حرمتین ہین جو بسبب عدت کے ثابت ہین جیسے غیر زوج سے نکاح کی حرمت اور زوج کے گہر سے نکلنے کی حرمت اور طلاق واقع ہونیکی صحت عدت کے اندر شیخ حسن محشی نے کہا کہ رکن کہتے ہین حقیقت شئے کو تو مصنف اور شارح کو مناسب تہا کہ انتظار کو رکن عدت کا کہتے اور حرمات مذکورہ کو جو عدت سے پیدا ہوتے ہین تو حرمات کو حکم عدت کا کہنا مناسب تہا اسواسطے کہ حکم اوسکو کہتے ہین جو شئے پر مبتنی ہو اور یہہ طریقہ صحت طلاق اور حرمت اخت زوجہ بہی حکم مین داخل ہے تو بعض کو رکن کہنا اور بعض کو حکم قرار دینا تحکم اور سخن بے دلیل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور صاحب درر غرر نے ایسا ہی کیا ہو یعنی جنکو یہان رکن کہا ہو اونکو حکم عدت مین مذکور کیا ہو وحکمُہا حرمۃُ نکاحِ اُختِہا اور عورت کی بہن سے نکاح حرام ہونا حکم ہو عدت کا وانواعُہا حیضٌ واشہرٌ ووضعُ حملٍ کما افادہ بقولہٖ اور اقسام عدت کی حیض اور مہینے اور وضع حمل ہین چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آئندہ قول مین مذکور کیا وہی فی حقِّ حرّۃٍ ولو کتابیّۃً تحتَ مسلمٍ تحیضُ لطلاقٍ ولو رجعیًّا او فسخٍ بجمیعِ اسبابِہٖ ومنہ الفرقۃُ بتقبیلِ ابنِ الزوجِ ثلٰثُ حیضٍ اور عدت حرہ کے حق مین اگرچہ حرہ کتابیہ ہو نیچے مسلمان کے عدت اوس حرہ کی جسکو حیض آتا ہو خواہ عدت بسبب طلاق کے ہو اگرچہ رجعی طلاق ہو یا بسبب فسخ نکاح کے ہو بجمیع اسباب فسخ چنانچہ

كتاب النكاح مين اسباب فسخ كے تفصيل مذكور ہوچكي اور منجملہ فسخ وہ جدائي ہے جو عورت كو حاصل ہوتي ہے اپنے زوج كے فرزند كے بوسہ لينے سے كذا في النہر منح الغفار مين مصنف نے كہا كہ فسخ كو مطلق كہنا تاكہ جميع اسباب فسخ كو شامل ہے خيار بلوغ اور خيار عتق اور ملك احد الزوجين اور ارتداد احد الزوجين اور عدم كفارت كو بعد الدخول حقيقةً او حكماً اسقطه في الشرح وجزم بان قوله الآتي ان وطئت اجمع للجميع بعد دخول كے دخول حقيقي ہوئے كہ وطي يا دخول حكمي چنانچہ خلوت مصنف نے اپني شرح منح الغفار مين حقيقة او حكما كو ساقط كرديا ہے اور يہ يقين كيا ہے كہ اوسكا آئندہ قول يعني ان وطئت سب كو شامل ہے يعني عدت بالحيض اور عدت بالاشہر كو تو بيان حقيقة او حكما كہنا كچھ ضرور نہين اسواسطے كہ وطي حقيقي اور حكمي دونو كو شامل ہے ثلث حيض كوامل لعدم تجزي الحيضة حرة مذكورہ كي عدت پوري تين حيض ہين بسبب عدم قسمت پذيري حيض كے يعني موجب نص قراني جب عدت كي تين حيض كامل ٹھہرے تو اگر عورت كو حيض كے اندر طلاق ہوئي تو لازم تہا كہ اوسكي تكميل بعض حيض سے كيجاوے ليكن چونكہ اصول مين ثابت ہوچكا ہے كہ حيض تجزي اور انقسام كے لائق نہين لہذا كل حيض رابع تك عدت ممتد ہوگي اور حيض اول بسبب نقصان كے كالعدم ہے فالاولى لتعرف براءة الرحم والثانية لحرمة النكاح والثالثة لفضيلة الحرية جب معلوم ہوا كہ عدت تين حيض ہين تو اب اوسكي مشروع ہونے كي حكمت دريافت كرنا چاہيے تو پہلا حيض واسطے دريافت ہونے صفائي رحم كي ہے اسواسطے كہ اگر حمل ہوتا تو حيض نہ آتا اور دوسرا حيض واسطے تعظيم نكاح كے يعني تاكہ زوجہ زوال نعمت نكاح كا تاسف كرے كہ عفت اوسكو حاصل تہي اور كہانے كپڑے كا كچھ اوسكو فكر نہتہا اور تيسرا حيض واسطے فضيلت آزادي كے اسواسطے كہ لونڈي كي عدت دو حيض ہين تو واسطے امتياز اور عزت حرہ كے تيسرا حيض زيادہ ہوا كذا في البحر الرائق اور يہ بہي احتمال ہے كہ واسطے احتياط مانب كے تين حيض كو مقرر فرمايا كہ شايد حيض اول استحاضہ ہو اسواسطے كہ استحاضہ حمل مين بھي ہوتا ہے اور تين بار حيض كا آنا قاطع ہر احتمال كا كان احدة ام ولد اذا مات مولاها او اعتقها لانه لها فراشا كالحرة ما لم تكن حاملا او آئسة او محرمة عليه اور اسيطرح عدت اوس ام ولد كي بھي تين كامل حيض ہين جسكا مالك مرگيا يا اوسكو اوسنے آزاد كرديا اسواسطے كہ ام ولد كو بھي ہم بستري ثابت ہے مانند حرہ كے پہہ عدت ام ولد كي اوسوقت تك ہے جب تك وہ حاملہ اور آئسہ اور مالك پر حرام نہوا اور اگر حاملہ ہوگي تو تا وضع حمل اوسكي عدت ہے اور اگر آئسہ ہوگي تو تين مہينے اوسكي عدت ہے اور اگر مالك پر حرام ہوگئي ہو كسي سبب سے تو كچھ عدت نہين اور مالك پر حرام ہونيكي يہہ صورت ہے كہ غير كے نكاح يا عدت مين ہو يا مولي كے فرزند كي بشہوت تقبيل كي ہو كذا في حاشية المدني ناقلا عن الخانية ولو مات مولاها وزوجها ولم يدر الاول تعتد باربعة اشهر وعشر او بابعد الاجلين بحر اور اگر مولي ام ولد كا اور زوج اوسكا مرگيا اور معلوم نہين كہ كون پہلے مرا تو وہ عدت چار مہينے دس دن كرے يا كہ جو دو مدتون بعيدتر ہے اوسكو عدت ٹھہراوے كذا في البحر الرائق اگر معلوم ہو كہ مولي پہلے مرگيا تو ام ولد پر عدت نہين اور اگر زوج كي موت اول ثابت ہو تو اوسكے دو مہينے پانچ دن عدت ہين اور اگر مولي زوج كي عدت مين مرگيا تو كچھ عدت نہين اور اگر مولي بعد عدت زوج كے مرگيا تو تين حيض كامل اوسكي عدت ہے اور اگر موت مولي اور زوج كي موت كا تقدم اور تاخر معلوم نہو تو اوسكي تفصيل بحر الرائق مين يون ہے كہ اگر اسقدر معلوم ہو كہ دونو كي موت مين دو مہينے اور پانچ دن كي مدت سے كمتر ہے تو اس صورت مين ام ولد كي عدت چار مہينے اور دس دنكي ہے احتياطاً بدون اعتبار كرنے تين حيض كے اور اگر معلوم ہو كہ دونو كي موت مين دو مہينے اور پانچ دنكي مدت يا زيادہ گذر گئي ہے تو اوسكي عدت چار مہينے اور دس دن ہين باعتبار استكمال تين حيض كے اور اگر دونون كي موت كے درميان كي مدت معلوم نہو اور نہ يہ معلوم ہو كہ كون پہلے مرگيا تو امام كے نزديك چار مہينے دس دنكي عدت ہے بدون اعتبار كرنے تين حيض كے اور صاحبين كے نزديك ابعد الاجلين عدت ہے يعني چار مہينے اور دس دن باستكمال حيض اور ابعد الاجلين كي تفسير اور توضيح بعد تين ورق كے آويگي كذا في حاشية المدني ولا ترث من زوجها لعدم تحقق حريتها يوم موته اور ام ولد وارث نہوگي اپنے زوج كي سب صورتون مين بسبب نہ ثابت ہونے آزادي ام ولد كے اپنے زوج كي موت كے دن ولا عدة على أمة ومدبرة كان يطأها لعدم فراش جوهرة اور عدت نہين لونڈي پر اور مدبرہ پر جس سے مولي وطي كرتا تہا بسبب نہ ثابت ہونے فراش كے كذا في الجوہرہ ولہذا لونڈي اور مدبرہ كے ولد كا نسب مولي سے ثابت نہوگا بدون اقرار مولي كے بخلاف ام ولد كے كہ اوسكا فراش مثل حرہ كے ثابت ہے يہانتك كہ اوسكي ولد كا نسب ہونے

سے ثابت ہو بدون اقرار کے بھی (وکذا موطوءۃ بشبہۃ کمزفوفۃ لغیر بعلہا او بنکاح فاسد کموتہ فی الموت و الفرقۃ یتعلق بالصورتین معًا) اور اسیطرح تین حیض کامل کی عدت ہو اوس عورت کی جسکی وطی لشبہہ ہوگئی چنانچہ عورت شب زفاف مین اپنے زوج کے سوا کسی اور مرد کے پاس بہجائی گئی یا اندہیری رات مین زوج نے اپنی زوجہ جان کے کسی اجنبی عورت سے وطی کی یا وطی بنکاح فاسد ہوئی چنانچہ نکاح موقت اور متعہ ہو اور نکاح بلا گواہ شہود سو عدت مذکور لازم ہے مرد کی موت مین بھی اور جدائی مین بھی شارح کہتا ہو موت اور جدائی دونو صورتسے متعلق ہے یعنی وطی لشبہہ سے موت اور جدائی مین تین حیض کی عدت ہے اور وطی بنکاح فاسد سے بھی موت اور فرقت مین تین ہی حیض کی عدت ہو ان صورتون مین مرد کی موت سے عدت وفات اسواسطے واجب نہوگی کہ عدت وفات واسطے اظہار غمناکی کے ہو زوج کے فوت ہو جسکا وہ تے دم تک ساتھ رہا بخلاف ان صورتون کے کہ انمین اصل زوجیت ثابت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی (والعدۃ فی حق من لم تحض حرۃ او ام ولد لصغر بان لم تبلغ تسعًا او کبر بان بلغت سن الایاس) اور عدت اوس عورت کی حق مین جسکو حیض نہین آیا ہو بی بی ہو یا ام ولد بسبب کم عمری کے کہ ہنوز وہ نو برس کو نہین پہونچی یا بسبب زیادتی عمر کے کہ نا امیدی کی عمر کو پہونچ گئی یعنی پچاس یا پچپن برس کی ہوئی (او بلغت بالسن وخرج بقولہ ولم تحض الشابۃ الممتدۃ الطہر بان حاضت ثم امتد طہرہا فتعتد بالحیض الی ان تبلغ حد الایاس جوہرۃ وغیرہا) یا بالغ ہوگئی عورت بسبب سن کے یعنی پندرہ برس کی ہوئی اور ہنوز اوسکو حیض نہین آیا اور حیض نہ آنیکی قید سے اس مسئلہ سے خارج ہوگئی جوان عورت لنبے طہر والی جسکو حیض آگیا پہر اوسکا طہر ممتد اور دراز ہوگیا تو اوسکی عدت باعتبار تین مہینے کے نہین بلکہ اوسکی عدت باعتبار حیض کے ہوگی یہانتک کہ نا امیدی کی حد کو پہونچی یعنی پچاس یا پچپن برس اگر حیض نہ آویگا تو اوسکی طلاق یا فسخ کی عدت آخر نہوگی اور جب پچاس یا پچپن برس کی ہوگئی تب تین مہینے کی اوسکی عدت ہوگی کذا فی الجوہرۃ وغیرہا (وما فی شرح الوہبانیۃ من انقضائہا بتسعۃ اشہر غریب مخالف لجمیع الروایات فلا یفتی بہ) اور جو روایت کہ شرح وہبانیہ مین ہو کہ لنبے طہر والی کی عدت نو مہینے مین منقضی ہوجاتی ہو سو نادر روایت ہو مخالف ہے جمیع روایات معتبرہ کے سو کوئی مفتی حنفی مذہب اوسکا فتوی ہرگز نہ دیوے ہم کہتے کوئی ظاہر عبارت شارح سے نسمجھے کہ اوسکی عدت نو مہینے کی ہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب جوان عورت کو چھہ مہینے تک حیض نہ آوے تب وہ تین مہینے کی عدت کرے تو اسطرح چھہ اور تین ملاکر نو مہینے ہوئے شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین کہا کہ اگر جوان عورت کو چھہ مہینے تک حیض نہ آیا اور بعد اسکے اوسنے تین مہینے کی عدت کی اور قاضی نے اوسپر حکم دیا تو جائز ہی اسواسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور یہہ یاد رکہنے کے لائق ہی اسواسطے کہ کثیر الوقوع ہی اور بعضون نے کہا اس روایت پر فتوی ہے اور یہی مذہب ہو امام مالک کا انتہی اور شرح زاہدی مین کہا کہ بعضے ہماری اصحاب اور اوستاد امام مالک کے قول پر فتوی دیتے ہین اس مسئلہ مین بنا بر ضرورت اور مجبوری کے اور جامع الفصولین اور شرح منظومہ مین بھی انقضای عدت نو مہینے مین مذکور ہے لیکن بحر الرائق مین یون ہی کہ روایت نو مہینے کی روایت معتمدہ کے مخالف ہو تو لائق فتوی کے نہین نہر الفائق مین کہا کہ اس روایت پر فتوی دینے کی کچہ ضرورت نہین بلکہ قاضی مالکی کیطرف مرافعہ کرنا کفایت کرتا ہو کہ وہ بموجب اپنے مذہب کے فیصل کر دیگا طحطاوی نے کہا کہ نہر الفائق کا قول غیر مسلم ہے اسواسطے کہ بقول حموی اکثر ملکون مین حنفی مذہب ہین مثلاً بخارا اور ہندوستان مین اور وہان قاضی مالکی نہین پہر کسکے پاس مرافعہ کرے اور فتوی دینا بقول مالک یہہ عین تقلید ہے اور اسکو جو از مین کسیکو نزاع اور گفتگو نہین بشرط عدم تلفیق کے (کیف وفی نکاح الخلاصۃ لو قیل لحنفی ما مذہب الامام الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابو حنیفۃ کذا نعم لو قضی مالکی بذلک نفذ کما فی البحر والنہر) اور کیونکر فتوی دیا جاوے امام مالک کے قول پر اور حالانکہ خلاصہ کی کتاب النکاح مین یون مذکور ہو کہ اگر حنفی مذہب سے کوئی مسئلہ پوچہے کہ امام شافعی کا مذہب اسی امر مین کیا ہے تو حنفی مذہب پر واجب ہو کہ یون کہے کہ امام ابو حنیفہ نے اس امر مین یون کہا ہے ہان اگر قاضی مالکی مذہب نو مہینے کی عدت کا حکم کر دے تو اوسکا حکم نافذ ہوگا یعنی حنفی مذہب اوسکو توڑ نہین سکتا اسواسطے کہ امر مجتہد فیہ بسبب حکم قاضی کے محکم ہوجاتا ہے کذا فی البحر الرائق والنہر الفائق ہم حنفی مذہب باوجود سوال مذہب شافعی کے بموجب امام اعظم کے مذہب کے جواب اسواسطے دے کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ تکلم بصواب کرے نہ بخطا اور حنفی کے اعتقاد مین غیر کا قول خطا محتمل الصواب ہو لیکن محل اس اعتقاد کا مجتہد ہے نہ مقلد یعنی مجتہد اپنے قول کو صواب محتمل الخطا جانتا ہو اور غیر کے قول کو

خطا محتمل الصواب اعتقاد کرتا ہو اور مقلد پر غیر مذہب کو خطا اعتقاد کرنا واجب نہین بلکہ فقہا نے تصریح کر دی ہو کہ تقلید مفضول کی جائز ہو باوجود فاضل کے حالانکہ
مفضول کی خطا زیادہ تر ہو فاضل سے چنانچہ صاحب بحر الرائق نے اپنے بعض رسائل مین اسکو بیان کیا ہو اور اسیواسطے حموی نے کہا ہو کہ صاحب نہر الفائق
نے جو خلاصہ کے قول سے اپنی بحث کی تقویت کی ہے وہ مسلم نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی فقال ؎ لممتدۃ طہر تبتبعۃ
اشہر ٭ وفاعدۃ ان مالکی یقرر ٭ ومن بعدہ لا وجہ للنقض ہکذا ٭ یقال بلا نقل علیہ فینظر ٭ شارح کہتا ہو اور البتہ نظم کیا ہو اسکو
ہمارے اوستاد خیر الدین رملی حنفی نے سو یون فرمایا ہو کہ واسطے اوس عورت کے جسکا طہر ممتد ہو نو مہینے پوری عدت ہو اگر مالکی قاضی اسکا حکم کر کے ثابت
کر دیوے اور بعد حکم قاضی مالکی کے کوئی وجہ نہین اس حکم توڑنیکی یعنی قاضی حنفی اس حکم کو نہین اوٹھا سکتا ایسا ہی قول کہنا چاہیے بلا نقل جسپر کوئی
اعتراض وارد نہین ہوتا ہو وفاعدۃ اصل مین وفائدۃ ہے لیکن بضرورت نظم ہمزہ کو محذوف کر دیا اور بعضے نسخون مین یقدر بجای یقرر کے ہو طحطاوی
نے کہا کہ جو اعتراض اس قول پر وارد ہوتا ہو سو مذکور ہو چکا یعنی اکثر ملکون مین مالکی قاضی میسر نہین تو وہان نہایت مشقت اور تنگی ہوگی واما ممتدۃ
الحیض فالمفتی بہ کما فی حیض الفتح تقدیر طہرہا بشہرین فستۃ اشہر للاطہار وثلث حیض بشہر احتیاطا اور جب عورت کا حیض دراز
ہو جاوے یعنی ہمیشہ خون جاری رہے اور وہ اپنے حیض کی عادت بھول جاوے تو قول مفتی بہ فتح القدیر کے باب الحیض مین مذکور ہے یہہ ہو کہ اوسکے طہر کا
اندازہ دو مہینے ہین تو اس حساب سے کل عدت اوسکی سات مہینے ہین چھ مہینے تین طہر کے اور ایک مہینہ تین حیض کا بنا بر احتیاط کے ھ اور یہہ قول حاکم کا
ہے اور غیر مفتی بہ مرغینانی کا قول ہے کہ اوسکے نزدیک اس عورت کی عدت تین مہینے ہین اور اگر عورت کا خون ہمیشہ جاری ہوا اور اوسکو اپنے حیض
کی مدت یاد ہو تو بموجب اپنی عادت کے حساب کر لے کذا فی البحر الرائق اور اگر شارح بجای ممتدۃ الحیض کے مستحاضہ کا لفظ کہتا تو خوب تھا اسواسطے کہ
حیض دس دن سے زیادہ نہین ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی ثلثۃ اشہر بالاہلۃ لو فی الغرۃ والا فبالایام بحر وغیرہ یعنی صغیرہ اور آئسہ اور بالغہ غیر
حائضہ کے حق مین تین مہینے کی عدت ہو اگر طلاق پہلی تاریخ واقع ہوئی تو حساب ہر مہینہ کا ہلال سے ہوگا اور اگر درمیان مہینے کے طلاق واقع ہوئی
تو حساب ہر مہینہ کا دنون سے ہوگا یعنے ہر مہینہ تیس ٣٠ دن کا کذا فی البحر الرائق وغیرہ ان وطئت فی الکل ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ کما مر عدت
واجب ہوگی اگر عورت سے وطی ہوئی ہو جمیع مسائل مذکور مین اگرچہ وطی حقیقی نہین بلکہ حکمی وطی ہو چنانچہ خلوت اگرچہ خلوت فاسدہ ہو چنانچہ اسکا بیان باب المہر
مین ہو چکا شارح نے خلوت کو مطلق کہا یعنی خلوت صحیحہ اور فاسدہ دونو سے عدت لازم ہوتی ہو اور یہی قول صحیح ہے اور ابتدای باب العدت مین فقط خلوت
صحیحہ کو سبب عدت کا کہا سو اتفاق قدوری کے قول کے ہو غیر صحیح ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو رضیعا تجب العدۃ لا المہر قنیہ اور اگر زوج شیرخوار ہوا اور بعد
خلوت کے فراق ہو تو عدت بالاتفاق واجب ہوگی اور امام محمد کے نزدیک مہر نہ واجب ہوگا کذا فی القنیہ صورت فراق شیرخوار کی یہہ ہو کہ شیرخوار کے باپنے
اوسکا نکاح فاسد کر دیا اور بعد خلوت کے بحکم قاضی تفریق ہوئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی والعدۃ للموت اربعۃ اشہر بالاہلۃ لو فی الغرۃ کما مر
وعشر من الایام بشرط بقاء النکاح صحیحا الی الموت اور عدت زوجہ کی موت کی چار مہینے ہین بحساب ہلال کے اگر موت پہلی تاریخ ہوئی ہو چنانچہ بیان
اسکا ہو چکا اور دس دن یعنی چار مہینے دس دن عدت موت ہو بشرطیکہ باقی رہنے نکاح کے صحیح موت تک اسواسطے کہ نکاح فاسد مین مرد کی موت سے عدت وفات کی
نہین اور اگر مکاتب نے اپنی زوجہ کو خرید کیا پھر بدل کتابت ادا کر کے مرگیا تو اوسکی زوجہ پر عدت وفات نہین اسواسطے کہ موت کے وقت نکاح باقی نہین بسبب آزاد
ہونے مکاتب کے ادای بدل کتابت سے پھر جب وہ قبل موت کے آزاد ہوا تو اپنی زوجہ کا مالک ہوا اور حالانکہ ملک احد الزوجین سے نکاح باقی نہین رہتا مطلقا
وطئت اولا ولو صغیرۃ او کتابیۃ تحت مسلم ولو عبدا فلم یخرج عنہا الا الحامل عدت وفات مطلقا واجب ہو عورت کی وطی ہوئی ہو یا نہوئی ہو اگرچہ
زوجہ صغیرہ یا کتابیہ ہو نیچے مسلمان کے اگرچہ مسلم غلام ہو تو زوج کی موت مین کسی زوجہ کی عدت چار مہینے اور دس دن سے خالی نہین سوای حاملہ کے کہ
اوسکی عدت وضع حمل ہے قلت وعموم کلامہ ممتدۃ الطہر کالمرضع وہی واقعۃ الفتوی ولم ارہا فلان فراجعہ شارح کہتا ہو کہ کلام مصنف کا بیان
عدت وفات مین ممتدۃ طہر کو بھی شامل ہو ممتدۃ طہر کی مثال جیسے دودھ پلانیوالی عورت کہ اوسکو اکثر حیض نہین ہوتا مدت تک اور اس مسئلہ کا فتوی ہو طلب ہوا

اور مین نے اسکو کسی کتاب فقہ مین مصرح نہین دیکہا سو آئے دیکہنے والے در المختار اب اس مسئلہ کو تلاش کیجو کتب فقہ مین ہم علماؤ سنے کہا جب فقہا تصریح کرچکے کہ عدت وفات سے کوئی خارج نہین سوا ہو حاملہ کے تو اوس قاعدہ کلیہ مین ممتدۃ الطہر بھی داخل ہے تو اب مراجعت اور تلاش کتب کی کیا حاجت ہے وفی حق امۃ تحیض للطلاق او فسخ حیضتان لعدم التجزی اور جس لونڈی کو حیض ہوتا ہے تو واسطے طلاق یا فسخ نکاح کے اوسکے حق مین دو حیض کی عدت ہے بواسطے عدم قسمت پذیری حیض کے یعنی قاعدہ شرع کا یہہ ہے کہ عدت لونڈی کی حرہ کی عدت سے آدہی ہوتی ہے یعنی ڈیڑہ حیض لیکن چونکہ حیض مین نصف اور ثلث متصور نہین لہذا نصف کو پورا کر دیا وفی امۃ لم تحض للطلاق او فسخ او مات عنہا زوجہا نصف ما للحرۃ لقبول التنصیف اور اوس لونڈی کے حق مین جسکو حیض نہین آتا بسبب خوردی یا بزرگی کی یا بعد بلوغ کے بھی واسطے طلاق یا فسخ کے یا اوسکا زوج اسکو زندہ چہوڑ کر مرگیا ہو حرہ کی آدہی عدت ہے بسبب لیاقت تنصیف کے یعنے حرہ کی عدت ایسی صورت تو نہین آدہی ہو سکتی تہی لہذا لونڈی کی عدت یہان آدہی مقرر ہوئی تو صغیرہ اور آئسہ اور بالغہ لا حیض کی عدت طلاق یا فسخ مین ڈیڑہ مہینہ ہے اور عدت وفات دو مہینے پانچ دن ہے وفی حق الحامل مطلقا ولو امۃ او کتابیۃ او من زنا بان تزوج حبلی من زنا فدخل بہا ثم مات او طلقہا تعتد بالوضع جواہر الفتاوی وضع جمیع حملہا لان الحمل اسم لجمیع ما فی البطن اور حاملہ کے حق مین مطلقاً اگرچہ حاملہ لونڈی ہو یا کتابیہ ہو یا حاملہ زنا سے ہو اسطرح پر کہ مثلاً زید نے نکاح کیا اوس عورت سے جسکو زنا کا حمل تہا پہر وطی کی اوس سے اگرچہ وطی تا وضع حمل حرام تہی پہر زید مرگیا یا اوسکو طلاق دی تو اوسکی بھی عدت بوضع حمل ہوگی کذا فی جواہر الفتاوی وضع جمیع حمل عدت ہے حاملہ کی اسواسطے کہ حمل نام ہے جمیع ما فی البطن کا تو اگر مثلاً آج ایک لڑکا جنی اور بعد مہینے کے دوسرا لڑکا جنی تو اوسکی عدت پہلے لڑکے سے منقضی ہوگی نہ اول ولد سے وفی البحر خروج اکثر الولد کالکل فی کل الاحکام الا فی حلہا للازواج احتیاطاً اور بحر الرائق مین ہے کہ نکلنا اکثر بدن ولد کا مانند نکلنے کل بدن کے ہے سب احکام مین مگر عورت کی حلال ہونے مین واسطے ازواج کے اکثر بجائے کل نہین بنا بر احتیاط کے یعنی اگر حاملہ کے پیٹ سے اکثر بدن ولد کا نکل آیا اور اقل اندر رہا تو عدت تمام ہوئی زوج اول پر حرام ہوگئی لیکن زوج ثانی کو ہنوز حلال نہین بنا بر اس احتیاط کے کہ جمیع حمل کا وضع نہین ہوا ولا عبرۃ بخروج الرأس ولو مع الاقل ولا قصاص بقطعہ اور کچہہ اعتبار نہین سر نکلنے کا اگرچہ قدرے بدن کے ساتھ سر نکلا ہو تو اوسقدر نکلنے سے عدت آخر نہوگی اور قصاص بھی نہوگا اوسکے قطع کرنے مین بلکہ پورا خون بہا بھی واجب نہوگا بلکہ بیسوان حصہ خون بہا کا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی اور اگر حمل گر گیا تو اگر کچہہ اعضا جدا جدا معلوم ہوتے ہون تو عدت آخر ہوئی اور اگر خون بستہ یا گوشت کا لوتہڑا گرا تو عدت منقضی نہین ہوئی کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن البدائع ولا یثبت نسبہ من المبانۃ لو لاقل من سنتین ثم باقیہ لاکثر اور ثابت نہین ہوتا نسب ولد کا سر نکلنے سے عورت بائنہ کے پیٹ سے اگر کمتر دو برس سے سر نکلا پہر اوسکا باقی بدن بعد دو برس کے نکلا ولو کان زوجہا المیت صغیرا غیر مراہق وولدت لاقل من نصف حول من موتہ فی الاصح لعموم آیۃ واولات الاحمال عدت حاملہ کی وضع حمل ہے اگرچہ زوج اوسکا جو مرگیا ہے صغیر ہو نہ قریب البلوغ اور جنی ہو صغیر کی زوجہ کمتر چہہ مہینے سے ابتداء موت زوج سے بنا بر قول اصح کے ہرچند صغیر سے حمل متصور نہین لیکن انقضاء عدت بدون وضع حمل کے نہین بسبب عموم آیت قرآنی کے حق تعالے نے فرمایا کہ حمل والیونکی عدت وضع حمل ہے اسمین خصوصیت بالغ کی نہین فرمائی تو صغیر اور کبیر کی موت یکسان ہوگئی اور یہہ قول امام اور محمد کا ہے بخلاف ابی یوسف کہ اونکے نزدیک موت کی عدت لازم ہے حمل کی وفیمن حبلت بعد موت الصبی بان ولدت لنصف حول فاکثر عدۃ الموت اجماعا لعدم الحمل حین الموت اور اوس عورت کے حق مین جو حاملہ ہوگئی بعد موت صغیر کے اسطرح کہ جنی چہہ مہینے یا زیادہ مین موت کے بعد سے تو اوسکو موت کی عدت لازم ہے بالاجماع بسبب نہ ثابت ہونے حمل کے صغیر کی موت کے وقت بلکہ بعد موت صغیر کے حمل حادث ہوا بخلاف پہلی صورت کے ولا نسب فی حالتیہ اذ لا ماء للصبی اور نسب ولد کا صغیر سے ثابت نہین دونو صورتون مین اسواسطے کہ صغیر مین منی نہین پہر جب منی نہین تو ولد کہان نعم ینبغی ثبوتہ من المراہق احتیاطا فتح ان لائق ہے ثبوت نسب ولد کا زوج قریب البلوغ سے بنا بر احتیاط کے کذا فی فتح القدیر قریب البلوغ دس برس کے لڑکے

کو کہتے ہین چنانچہ مذکور ہو چکا ولو مات فی بطنہا ینبغی بقاء عدتہا الی ان ینزل او تبلغ حد الایاس فہر اور اگر لڑکا حاملہ کے پیٹ مین مرگیا تو اوسکی
بقای عدت اوسکے گرنے تک سزاوار ہے یا کہ عورت ناامیدی کو پہنچی کذا فی النہر الفائق مترجم کہتا ہے یہہ مسئلہ امام اور صاحبین سے منقول نہین ہے یہہ تجویز ہو صاحب
نہر کی شیخ رحمتی نے کہا کہ جب عورت ناامیدی کی عمر کو پہنچی تو تین مہینے کی عدت ہوگی لیکن یہہ مخالف ہو عموم آیت قرآنی کے کہ حمل والیونکی عدت وضع
حمل ہے اور شاید صاحب نہر الفائق نے حد ایاس سے دو برس پوری کا ارادہ کیا ہو نہ سن ایاس کا اسواسطے کہ فقہا کا یہہ قول کہ لڑکا دو برس سے زیادہ
پیٹ مین نہین ٹھہرتا زندہ اور مردہ دونو کو شامل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی حق امرأۃ الفار من الطلاق البائن ان مات وہی فی العدۃ
ابعد الاجلین من عدۃ الوفاۃ وعدۃ الطلاق احتیاطا بان تتربص اربعۃ اشہر وعشرا من وقت الموت منہا ثلث حیض من وقت
الطلاق شمنی وفیہ قصور لانہا لو لم ترفیہا حیضا تعتد بعدہا بثلث حیض حتی لو امتد طہرہا تبقی عدتہا حتی تبلغ الایاس فتح
اور زوجۂ فار کے حق مین طلاق بائن کی عدت اگر مرد مرگیا ہو عورت کی عدت مین تو ابعد الاجلین ہے یعنی عدت وفات اور عدت طلاق مین جو بعید تر ہے
وہ عدت کرنا لازم ہے بنابر احتیاط کے اسطرح پر کہ چار مہینے اور دس دن انتظار کرے موت کے وقت سے اسی چار مہینے دس دنمین تین حیض بھی گذر جاوین
شروع طلاق سے کذا ذکرہ الشمنی اور اس بیان مین قصور ہے یعنی ابعد الاجلین کی تفسیر جو شمنی نے کی پوری نہین کہ سب صورتون کو شامل نہین
اسواسطے کہ اگر عورت نے چار مہینے دس دنمین حیض نہ دیکھا تو وہ بعد چار مہینے دس دن کے تین حیض کی عدت کریگی یہانتک کہ اگر عورت کا
طہر دراز ہو جاوے حیض نہ آوے تو اوسکی عدت باقی رہیگی ناامیدی کی عمر تک کذا فی فتح القدیر اور بعد پچاس برس کے تین مہینے کی عدت ہوگی
تفسیر ابعد الاجلین کی آسان طریق پر موافق فتاوی قاضیخان کے یون ہے کہ اگر چار مہینے دس دن مین تین حیض بھی گذر جاوین تو عدت منقضی
ہوگئی اور اگر چار مہینے دس دن ہو چکین اور تین حیض نہو چکین تو جبتک تین حیض نہو گا عدت آخر نہوگی اور اگر تین حیض قبل چار مہینے دس دن کے
ہو چکین تو بدون تمام ہونے چار مہینے دس دن کے عدت منقضی نہوگی **فائدہ** عدت ابعد الاجلین چار صورتون مین ہوتی ہے ایک فار کی عورت جسکا
بیان ابھی تہا دوسری صورت یہہ کہ زوج کی دو عورتین ہین اور اوسنے ایک کو معین کرکے طلاق دی بشرطیکہ دونو سے وطی کر چکا ہو اور دونو حیض والیان
ہون پھر زوج مرگیا اور یاد نرہا کہ دونو مین سے مطلقہ کون ہے تو ہر عورت پر واجب ہو ابعد الاجلین تیسری صورت یہہ کہ دو عورتون مین سے ایک کو بلا تعیین
تین بار طلاق دی اپنی صحت مین پھر مرگیا بدون بیان کرنے تعیین کے تو ہر عورت کی عدت ابعد الاجلین ہے چوتھی صورت یہہ کہ دو عورتون مین سے
ایک کو طلاق دی بلا تعیین صحت مین پھر اپنے مرض الموت مین بیان کر دیا کہ فلانی کو طلاق دی تہی اور قبل انقضا عدت طلاق مرگیا تو مطلقہ پر
ابعد الاجلین کی عدت واجب ہوگی کذا فی فتاوی قاضیخان اور پانچوین صورت ابعد الاجلین کی وہ ہے جسکو شارح اسی باب مین مذکور کر چکا یعنی جبکہ
ام ولد کا مولی اور زوج دونو مر جاوین اور معلوم نہو کہ کون پہلے مرگیا وقید بالبائن لان المطلقۃ الرجعی مالموت اجماعا اور فار کی زوجہ کی
ابعد الاجلین عدت ہونے مین مصنف نے طلاق بائن کی قید لگادی اسواسطے کہ اوسکی مطلقہ رجعی کی عدت وہ ہے جو موت کی عدت ہے بالاتفاق یعنی چار مہینے
دس دن کی عدت ہو گی اور اوسمین تین حیض مراد نہون والعدۃ فیمن اعتقت فی عدۃ رجعی لا عدۃ البائن ولا الموت ان تکون کعدۃ حرۃ
اور عدت اوس لونڈی کے حق مین جو آزاد ہوگئی طلاق رجعی کی عدت مین نہ طلاق بائن کی عدت مین اور نہ موت کی عدت مین یہہ ہے کہ پوری کرے
عدت کو مانند حرہ کے عدت کی یعنی لونڈی کے زوج نے اوسکو طلاق رجعی دی تو اوسکی عدت تہی دو حیض یا ڈیڑہ مہینا لیکن ہنوز اوسکی عدت منقضی
نہوئی تہی کہ اوسکو مولی نے اوسکو آزاد کر دیا تو اب اوسپر حرہ کی عدت پوری لازم ہوگئی یعنی تین حیض کی عدت اور اگر صغیرہ یا آئسہ ہو تو تین مہینے
کی عدت ولو اعتقت فی احدہما ای البائن او الموت فکعدۃ امۃ لبقاء النکاح فی الرجعی دون الاخیرین اور اگر لونڈی آزاد ہوئی طلاق
بائن یا زوج کی موت مین تو اوسکی عدت مانند لونڈی کی عدت کے ہے بسبب باقی رہنے نکاح کے طلاق رجعی مین نہ بائن اور موت مین یعنی چونکہ رجعی مین نکاح
قائم ہے لہذا مطلقہ رجعی کی عدت مانند حرہ کے ہے بخلاف بائن اور موت کے وقد تنتقل العدۃ ستا کامۃ صغیرۃ منکوحۃ طلقت رجعیا فتعتد بشہر

فائدہ شمنی کی ان صورتون مین ان کو ... دونکو ... ۱۲

ونصف فحاضت تصير حيضتين فاعتقت تصير ثلثا فامتد طهرها بلا اياس تصير بالاشهر فعاد دمها تصير بالحيض فمات زوجها
تصير اربعة اشهر وعشرا اور کاہی بدلتی ہے عدت چھہ طرح پر چنانچہ لونڈی صغیرہ منکوحہ کو طلاق رجعی ہوئی تو اوسکی عدت ہوئی ڈیڑھ مہینہ پہر اسکو
قبل گذرنے ڈیڑھ مہینے کے حیض آیا تو اب دو حیض کی عدت ہوگئی پہر قبل انقضاء عدت کے وہ آزاد ہوگئی تو اوسکی عدت تین حیض کی ہوگئی پہر قبل
تین حیض کے طہر اوسکا دراز ہوگیا یعنی پچاس برس کی عمر تک حیض نہ آیا تو اب اوسکی عدت تین مہینو کی ہوگئی پہر قبل گذرنے تین مہینے کے حیض جاری ہوا
تو تین حیض کی عدت ہوگئی پہر قبل انقضاء تین حیض کے زوج اوسکا مرگیا تو اب چار مہینے دس دنکی عدت ہوگئی تو یہہ پانچ بار انتقال ہوا اور شارح چہہ
کے انتقال کا قائل ہے تو شاید کہ اوسنے پہلی صورت کو بھی انتقال قرار دیا ہے واللہ اعلم آئسة اعتدت بالاشهر ثم عاد دمها على جاري
عادتها او حبلت من زوج آخر بطلت عدتها وفسد نكاحها واستانفت بالحيض لان شرط الخلفية تحقق الاياس عن الاصل
وذلك بالعجز الدائم الى الموت وهو ظاهر الرواية كما في الغاية واختاره في الهداية فتعين المصير اليه قاله في البحر بعد حكاية
ستة اقوال مصححة واقره المصنف آئسہ نے مہینو کی عدت کی پہر عود کیا اوسکے حیض نے بکثرت جاری ہوکر موافق عادت قدیمی کے یا کہ اوسکو
حیض نہ آیا لیکن بعد تین مہینے کے عدت کی اوسنے نکاح کیا اور دوسرے زوج سے وہ حاملہ ہوگئی تو اس حیض کے آنے یا حاملہ ہونیسے مہینو کی عدت باطل
ہوگئی اور نکاح ثانی فاسد ہوگیا اسواسطے کہ حیض عدت مین ہوا تو اب وہ عورت سرے سے عدت کو بحساب حیض شروع کرے اسواسطے کہ عدت بالاشہر خلف
تھی عدت بالحیض کی اور شرط خلف ہونیکی یہہ ہے کہ اصل سے ناامیدی متحقق ہو اور تحقق ناامیدی بسبب ناامیدی دائمی کے ہوتا ہے موت تک اور اس
صورت مین بسبب حیض آنے یا حاملہ ہونیکی ناامیدی نرہی اسواسطے کہ آئسہ وہ ہے جسکو نہ حیض ہو نہ حمل اور یہی بطلان اور استیناف عدت ظاہر الروایۃ
ہے کذا فی الغایہ اور اسیکو پسند کیا ہے ہدایہ مین تو اسی روایت پر رجوع اعتماد متقرر ہوگیا ایسا کچھہ کہا ہے بحر الرائق مین بعد نقل کرنے چھہ قول کے جنکی
تصحیح ہو چکی ہے اس مسئلہ مین اور اسی ظاہر الروایۃ کو ثابت رکھا ہے مصنف نے متن اور شرح مین ہم آئسہ کے حیض جاری ہونے کی مراد مین چند قول مین
لیکن ترجیح مین کثرت سیلان ہی کو مذکور کیا اسواسطے کہ بحر الرائق مین مذکور ہے کہ معراج الدرایہ مین اسی قول پر فتوی ہے لكن اختار البهنسي
ما اختاره الشهيد انها ان رأته قبل تمام الاشهر استانفت لا بعدها قلت وهو ما اختاره صدر الشريعة وملا خسرو والباقاني واقره
المصنف في باب الحيض وعليه فالنكاح جائز وتعتد في المستقبل بالحيض كما صحح في الخلاصة وغيرها وفي الجوهرة والمجتبى انه الصحيح المختار
وعليه الفتوى وفي تصحيح القدوري وهذا التصحيح اولى من تصحيح الهداية وفي النهر انه اعدل الاقوال وتمامه فيما علقته على الملتقى
لیکن اختیار کیا ہے بہنسی نے جسکو شہید نے اختیار کیا ہے وہ یہہ ہے کہ اگر آئسہ نے قبل تمام ہونے تین مہینے کے حیض کو دیکہا تو عدت مہینو کی باطل ہوئی پہر
سے حیض کی عدت شروع کرے اور بعد تمام ہونے تین مہینے کے حیض دیکہا تو عدت پوری ہوگئی اب استیناف عدت کا نکرے شارح کہتا ہے اسیکو صدر الشریعۃ
نے شرح وقایہ مین اور ملاخسرو اور باقانی نے پسند کیا ہے اور اسی قول کو مصنف نے باب الحیض مین ثابت رکھا ہے اور بموجب اس قول مختار کے بعد
تین مہینے کے نکاح زوج ثانی کا جائز ہے نہ فاسد اور زمان مستقبل مین اگر زوج ثانی طلاق دے تو عورت بحساب حیض عدت کرے چنانچہ اسکی تصحیح کی ہے
خلاصہ وغیرہا مین اور جوہرہ اور مجتبے مین کہا ہے کہ یہی قول صحیح اور مختار ہے اور اسی پر فتوی ہے اور تصحیح قدوری مین یون ہے کہ تصحیح اس قول کی
بہتر ہے تصحیح ہدایہ سے اور نہر الفائق مین لکھا ہے کہ یہی قول سب روایات مین معتدل تر ہے اور پوری تقریر اسکی شارح کی اوس شرح مین ہے جو ملتقی الابحر
پر لکہی ہے والصغيرة لو حاضت بعد تمام الاشهر لا تستانف الا اذا حاضت في اثنائها فتستانف بالحيض كما تستانف العدة
بالشهور من حاضت حيضة او ثنتين ثم ايست تحرزا عن الجمع بين الاصل والبدل اور صغیرہ کو اگر حیض آوے بعد تمام ہونے تین
مہینے کے تو استیناف عدت کا حیض سے نکرے مگر جبکہ اوسکو درمیان عدت کے حیض آوے یعنی تین مہینے کے اندر آوے تو حیض سے عدت شروع
کرے چنانچہ استیناف عدت کا مہینوں سے وہ عورت کرتی ہے جسکو ایکبار یا دوبار حیض آیا پہر وہ آئسہ ہوگئی یعنی پچپن برس کو پہنچ گئی ان صورتون

مین پہلی عدت چھوڑ کر دوسری عدت کا حکم اسواسطے ہوا تاکہ جمع ہو جانے اصل اور بدل سے بچا ہو رہے اسواسطے کہ بدل درصورت تعذر اصل ہوتا ہے تو کچھ عدت اصل ہوا اور کچھ بدل یہہ جائز نہین ولها ایاس سِتّة للرومية وغيرِها خمس وخمسون عند الجمهور وعليه الفتوى وقيل الفتوى على خمسين اور ایاس یعنی ناامیدی کی عمر خواہ عورت روم کی رہنے والی ہو خواہ اور کسی ملک کی پچپن برس ہے نزدیک اکثر فقہا کے اور اسی قول پر فتوی ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ پچاس برس پر فتوی ہے کذا فی النہر الفائق امام محمد سے روایت ہے کہ روم کی عورت مین حد ایاس پچپن برس اور اوسکے سوا مین ساٹھہ یا ستر برس لیکن اس روایت پر فتوی نہین کذا فی البحر الرائق وفی البحر عن الجامع صغيرة بلغت ثلثين سنة ولم تحض حكم باياسها اور بحر الرائق مین جامع سے منقول ہے کہ صغیرہ تیس برس کو پہونچی اور اوسکو حیض نہ آیا تو اوسپر ایاس کا حکم کیا جاویگا وعدة المنكوحة نكاحا

فاسدًا فلا عدة فى باطله وكذا موقوف قبل الاجازة اختيار لكن الصواب ثبوت العدة والنسب بحر اور عدت منکوحہ بنکاح فاسد کی حیض ہے تو نکاح فاسد کی قید سے نکاح باطل نکل گیا کہ اوسمین عدت نہین نکاح باطل یہہ کہ غیر کی عورت سے دانستہ نکاح کرے اور اسیطرح نکاح موقوف مین قبل اجازت کے عدت نہین کذا فی الاختیار نکاح موقوف جیسے نکاح فضولی کا یا نکاح غلام یا لونڈی کا بلا اذن مولی لیکن حق یہہ ہے کہ نکاح موقوف مین عدت اور نسب ولد کا ثابت ہے کذا فی البحر الرائق والموطوءة بشبهة ومنه تزوج امرأة الغير غير عالم بحالها كما سيجىء وللموطوءة بشبهة ان تقيم مع زوجها الاول وتخرج باذنه فى العدة لقيام النكاح بينهما انما حرم الوطى حتى تلزمه نفقتها وكسوتها بحر يعنى اذا لم تكن عالمة راضية كما سيجىء اور عدت اوس عورت کی جسکی وطی بشبہہ ہوئی اور منجملہ وطی بشبہہ غیر کی عورت سے نکاح کر لینا ہے نادانستہ چنانچہ آخر باب مین آویگا اور اگر مرد نے دانستہ غیر کی عورت سے نکاح کیا تو وہ شبہہ نہین صریح زنا ہے اوسمین عدت نہین اور جسکی وطی بشبہہ ہو گئی اوسکو اپنے اول زوج کے پاس رہنا جائز ہے اور نکلنا گھر سے اوسکی اجازت سے عدت مین لازم ہے بسبب قائم رہنے نکاح کے دونو مین اور زوج اول کو حرام تو فقط وطی ہے عدت تک قیام نکاح کا یہانتک ثابت ہے کہ زوج اول کو عورت کا نفقہ اور لباس دینا لازم ہے کذا فی البحر الرائق شارح کہتا ہے نفقہ زوج اول پر اوسوقت لازم ہوگا جبکہ عورت دانستہ اور راضی نہو یعنے دو قیدین یا ایک قید ضرور ہے وجوب نفقہ مین چنانچہ اگر عورت واقف ہو کہ یہہ شخص میرا زوج نہین لیکن بجبر اوسکو مرد کے پاس شب زفاف مین کر دیا ہوا اور مرد سے کہا ہو کہ یہہ تیری زوجہ ہے اور وقت وطی ہرچند عورت نے کہا ہو کہ مین غیر کی زوجہ ہون لیکن اوسنے اعتبار نکیا ہو اور مار سے دھمکایا ہو تو اس صورت مین کسی پر حد نہین مرد پر بسبب شبہہ کے اور عورت پر بسبب جبر کے اور عدت بعد وطی کے اوسپر واجب ہوگی اور نفقہ زوج اول پر لازم ہوگا اسواسطے کہ عورت کا کچھہ قصور نہین کذا فی حاشیة المدنی

وأم الولد فلا عدة على مدبرة ومعتقة غير الآئسة والحامل فان عدتهما بالاشهر والوضع اور عدت ام ولد کی تو اس قید سے مدبرہ اور معتقہ پر عدت نہین ورانحالیکہ ام ولد آئسہ اور حاملہ نہو اسواسطے کہ عدت آئسہ کی مہینون سے ہے اور عدت حاملہ کی بوضع حمل ہے الحيض للموت متعلق بموت الواطى وغيره كفرقة او متاركة لان عدة هؤلاء ليتعرف براءة الرحم وهو بالحيض ولم يكتف بحيضة احتياطا یعنی عدت منکوحہ بنکاح فاسد اور موطوءہ بشبہہ اور ام ولد کی بشرط عدم ایاس اور حمل کے فقط تین حیض ہین وطی کرنیوالی کی موت مین بھی حیض کی عدت ہے نہ مہینو کی اور غیر موت مین بھی تین حیض ہی کی عدت ہے غیر موت کی عدت جیسے نکاح فاسد مین فرقت ہوئی ہو بحکم قاضی یا اظہار ترک وطی کے عزم کا ایسی عورتونکی عدت بالحیض ہوئی نہ بالاشہر اسواسطے کہ عدت انکی محض واسطے دریافت کرنے صفائی رحم کے ہے اور یہہ دریافت نہین ہو سکتا مگر حیض سے اور ہرچند ایک حیض سے بھی صفائی معلوم ہو جاتی ہے لیکن ایک حیض پر کفایت نکی بلکہ بنا بر احتیاط کے تین حیض مقرر ہوئے ولا اعتداد بحيض طلقت فيه اجماعا اور اوس حیض کا جسمین طلاق واقع ہوئی عورت پر شمار نہین عدت مین بالاجماع اسواسطے کہ قرآن سے حرہ کی عدت مین تین حیض اور حدیث سے لونڈی کی عدت مین دو حیض ثابت ہین تو پورے حیض معتبر ہونگے نہ ناقص لہذا طلاق والا حیض ساقط الاعتبار ہے یعنی اوسکے سوا تین اور حیض حرہ مین اور دو حیض لونڈی مین لازم ہونگے واذا وطئت المعتدة بشبهة ولو من المطلق وجبت عدة اخرى لتجدد السبب وتداخلتا والمرئى من الحيض

منهما وعليها ان تتم العدة الثانية ان تمت الاولى اور جب وطی ہوگئی عدت والی عورت کی شبہہ سے اگرچہ طلاق دینے والی زوج نے بھی وطی کی تو واجب
ہوگی معتدہ پر دوسری عدت بسبب دوسرے سبب عدت کے اور دونو عدتین متداخل ہوجاوینگی یعنی ملجاوینگی اور جو حیض کہ بعد وجوب عدت ثانیہ کے
دکھائی دیگا وہ دونو عدتون مین شمار ہوگا اور واجب ہوگا معتدہ پر پورا کرنا دوسری عدت کا اگر تمام ہوگئی پہلی عدت چنانچہ اگر عورت کو طلاق بائن ہوئی اور
اوسکو ایکبار حیض آیا اور اوسنے دوسرے زوج سے نکاح کیا اور بعد وطی کے تفریق ہوئی پھر عورت کو دو بار حیض آیا تو یہ تینون حیض دونو عدتون مین
محسوب ہونگی تو زوج اوّل کی عدت تو پوری ہوگئی پہلا حیض اور یہ دو حیض ملکر اور زوج ثانی کی عدت مین فقط دو ہی حیض ہین تو جب ایک حیض اور
ہوگا تب ثانی کی عدت تمام ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ یہان چار حیض ہین پہلا حیض تو پہلی عدت کو مخصوص ہوا اور پچھلا حیض دوسری عدت کو مخصوص ہے اور درمیان
کے دو حیض دونو عدتون مین مشترک اور متداخل ہین اور معتدہ سے مراد طلاق بائن کی معتدہ ہے تاکہ زوج مطلق کی وطی داخل رہے وطی بالشبہہ مین اور
اگر طلاق رجعی کی عدت مین معتدہ سے زوج وطی کریگا تو رجعت ثابت ہوجاویگی کذا فی حاشیة المدنی وکذا لو کانا بالاشهر او باحدهما اذا معتدة وفاة
اور اسیطرح متداخل ہونگی دو عدتین اگر ہر ایک عدت مہینونکی ہو چنانچہ آئسہ کی عدت مین وطی بشبہہ ہوگئی تو اگر پہلی عدت آخر ہوگی قبل دوسری کے
تو دوسری عدت کا بھی پورا کرنا مہینون سے واجب ہوگا یا ایک عدت مہینون کی ہو اور دوسری حیض کی اگر معتدہ وفات ہو یعنے ایک عورت وفات
زوج سے چار مہینے دس دنکی عدت مین تھی کہ اوسکی وطی بشبہہ ہوگئی تو دوسری عدت حیض کی ہوگی تو اگر چار مہینے دس دنمین تین حیض بھی ہوگئے تو
دونو عدتین منقضی ہوگئین بسبب تداخل کے اور اگر اس مدت مین حیض جاری نہوا تو بعد اس مدت کے تین حیض کی عدت ثانیہ علیحدہ واجب ہوگی کذا فی
البحر الرائق فلو حذف قوله والمرئی منهما لعمّهما وعمّ الحامل لو حملت فیهما الوضع لا معتدة الوفاة فلا تتغیر بالحمل کما
مر وصحح فی البدائع یہ معلوم ہوا کہ تداخل دو عدتونکا جیسا حیض کی عدت مین ہوتا ہے ویسا ہی مہینونکی عدت مین بھی ہوتا ہے تو اگر مصنف اپنے قول المرئی
منها کو محذوف کرتا یعنی رویت حیض نہ مذکور کرتا تو دونو قسم کی عدتون کو شامل ہوتا اور اوس معتدہ کو بھی شامل ہوتا جو عدت مین حاملہ ہوگئی تو اوسکی
عدت وضع حمل ہے یعنی اس عورت کو دو عدتین لازم ہین ایک حیض کی دوسری وضع کی لیکن دونو عدتین وضع حمل سے منقضی ہوجاوینگی اسواسطے
کہ حاملہ کو حیض نہین آتا کذا فی الکافی ہر حاملہ کی عدت وضع حمل ہے مگر معتدہ وفات کی عدت مہینون کے حساب سے ہے سو اوسکو تغیر نہین ہوتا حمل سے
چنانچہ گذر گیا اسکا بیان زوجہ صغیرہ مین جب کہ بعد موت صغیر کے وہ حاملہ ہوجاوے اور اسی روایت کی تصحیح کی ہے بدائع مین ومبدأ العدة بعد
الطلاق وبعد الموت علی الفور اور عدت کا شروع بعد طلاق اور بعد موت کے ہوتا ہے فی الفور بلا توقف وتنقضی العدة وان جهلت المرأة
بهما ای بالطلاق والموت لانها اجل فلا یشترط العلم بمضیه سواء اعترف بالطلاق او انکر اور آخر ہوجاتی ہے عدت اگرچہ عورت کو خبر
نہو طلاق اور موت کی یعنے زوج نے طلاق دی اور تین حیض ہوگئے یا زوج مرگیا اور چار مہینے دس دن گذرگئے عدت آخر ہوگئی عورت کو طلاق اور
موت کی خبر ہو یا نہو اسواسطے کہ عدت نام ہے مدت معین کا سو گذرگئی تو اوسکے گذرجانیکا علم شرط نہین خواہ زوج طلاق کا مقر ہو یا منکر فلو انکر طلاقها
ثم انکر واقیمت علیه بینة وقضی القاضی بالفرقة کان ادعت علیه فی شوال وقضی به فی المحرم فالعدة من وقت الطلاق لا من
القضاء بزازیه سو اگر زوج نے طلاق دی اپنی عورت کو پھر منکر ہوگیا اور گواہون نے اوسکو ثابت کیا اور قاضی نے حکم کیا جدائی کا مثلا عورت نے
دعوی کیا کہ زوج نے اوسکو شوال مین طلاق دی تھی اور حکم جدائی کا ہوا محرم مین تو عدت کی ابتداء طلاق کے وقت سے ہوگی یعنی شوال سے
نہ قاضی کے حکم مہینے سے یعنی محرم سے کذا فی البزازیه وفی المطلاق المبهم من وقت البیان اور طلاق مبہم مین ابتدای عدت بیان کے وقت
سے ہوگی نہ طلاق سے ولو شهدا بطلاقها ثم بعد ایام عدلا فقضی بالفرقة فالعدة من وقت الطلاق لا القضاء اور اگر دو شاہدون نے
گواہی دی عورت کی طلاق کی پھر بعد چند روز کے عدالت شاہدونکی ثابت ہوئی پھر قاضی نے حکم جدائی کا دیا تو ابتداء عدت وقت طلاق سے ہوگی
نہ قضا سے بخلاف ما لو اقر بطلاقها منذ زمان ماض فان العدة انما من وقت الاقرار مطلقا نفیا لتهمة المواضعة بخلاف اس صورت

سکے کہ اگر زوج نے اقرار کیا عورت کی طلاق کا شروع زمان ماضی سے مثلاً رجب مین کہا کہ مین نے محرم مین طلاق دی تھی تو فتوی اسپر ہے کہ ابتداے عدت اقرار کے وقت
سے ہوگی مطلقاً خواہ عورت اوسکی تصدیق کرے یا تکذیب بلکے کہ مجھکو معلوم نہین یہہ فتوی ہوا تاکہ موافقت زوجین کی تہمت دور ہو جاوے یعنی احتمال ہے
کہ خلاف واقع اظہار انقضاے عدت مین زوج اور زوجہ موافق ہوگئے ہون کسی غرض سے مثلاً زوج کی یہہ غرض ہو کہ پانچوین عورت سے نکاح کرلے اور عورت
کی یہہ غرض ہو کہ زوج ثانی سے نکاح کرلے تو اس تہمت کے مندفع ہونیکے واسطے فتوی یہہ ہوا کہ اقرار طلاق سے عدت شروع ہو نہ زمان ماضی سے لیکن اگر زوج کذبتہ
فی الاسناد او قالت لا ادری وجبت العدۃ من وقت الاقرار ولہا النفقۃ والسکنی وان صدقتہ فکذلک غیر انہ ان وطیہا الزمہ
مہر ثان اختیار ولا نفقۃ ولا سکنی ولا کسوۃ لہا لقبول قولہا علی نفسہا خانیہ لیکن اگر عورت نے تکذیب زوج کی اسناد مین کی یعنی زوج
جو طلاق کو زمان ماضی کیطرف منسوب کیا تھا اوسکی تکذیب کی یا کہ عورت نے کہا کہ مین نہین جانتی تو عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے اور عورت کا نفقہ اور
سکنے مرد پر لازم ہوگا اور اگر عورت نے زوج کے طلاق دینے زمان ماضی کی تصدیق کی تو بھی اسیطرح عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے سواے اسبات کے
کہ اگر زوج نے وطی کی ہوگی بعد اوس وقت کے جسمین ایقاع طلاق کا اظہار کرتا ہے تو دوسرا مہر اوسپر لازم ہوگا بشرطیکہ طلاق بائن ہو کذا فی الاختیار
اور عورت کا نفقہ لازم نہوگا اور نہ سکنے اور نہ لباس بسبب مقبول ہونے عورت کے قول کے اوسکی ذات کی مضرت پر کذا فی الخانیہ یعنی عورت خود قائل
ہوچکی کہ میری عدت گذر گئی تو اوسکا حق ساقط ہوگیا وفیہا ابانہا ثم اقام معہا زماناً ان مقراً بطلاقہا تنقضی عدتہا وان منکراً اور خانیہ
مین ہے کہ زوج نے اپنی عورت کو طلاق بائن دی پھر اوسکے پاس رہا کیا مدت تک اگر مقر ہے اوسکی طلاق کا تو عدت اوسکی منقضی ہوگی اور اگر منکر ہے
طلاق کا تو عدت نہ آخر ہوگی وفی اول طلاق جواہر الفتاوی ابانہا واقام معہا فان اشتہر طلاقہا فیما بین الناس تنقضی والا لا و
کذا لو خالعہا ان بین الناس واشہد علی ذلک تنقضی والا لا ہو الصحیح وکذا لو کتم طلاقہا لم تنقض زجراً انتہی وبہذا
فمبدأہا من وقت الثبوت والظہور اور جواہر الفتاوی کی اول کتاب الطلاق مین یون ہے کہ زوج نے طلاق بائن دی عورت کو پھر اوسکے
ساتھہ رہا کیا سو اگر اوسکا طلاق دینا لوگون مین مشہور ہوگیا تو عدت اوسکی منقضی ہوگئی اور اگر طلاق مشہور نہین تو انقضا سے عدت نہین اور
اسیطرح اگر خلع کیا عورت سے سو اگر خلع مشہور ہوگیا لوگون مین اور گواہ کیا لوگون کو اسپر تو عدت منقضی ہوگی اور نہین تو نہین یہی قول صحیح ہے
اور اسیطرح اگر مرد نے عورت کی طلاق مخفی رکھی تو عدت منقضی نہوگی مرد کی جھڑکی کیواسطے انتہی کلام جواہر الفتاوی شارح کہتا ہے کہ اسوقت یعنی عدم
شہرت طلاق مین ابتداے عدت وقت ثبوت اور ظہور طلاق سے ہوگی ومبدأہا فی النکاح الفاسد بعد التفریق من القاضی بینہما
ثم لو وطیہا حُدّ جوہرہ وغیرہا وقیدہ فی البحر بحثاً بکونہ بعد العدۃ لعدم الحد بوطی المعتدۃ اور ابتداے عدت نکاح فاسد مین بعد تفریق
کردینے قاضی کے دونو مین پھر اگر مرد وطی اوس عورت سے کریگا تو اوسکو حد ماری جاوے گی کذا فی الجوہرہ وغیرہا اور بحر الرائق مین دلیل بیان کے مخصوص
کیا ہے وطی کو ساتھہ ہونے وطی کے بعد عدت کے یعنی حد اوس صورت مین لازم آویگی جب وطی بعد عدت کے ہوئی ہو اسواسطے کہ معتدہ کی وطی مین حد نہین او
المتارکۃ ای اظہار العزم من الزوج علی ترک وطیہا بان یقول بلسانہ ترکتک ونحوہ یا ابتداے عدت نکاح فاسد مین بعد متارکت کے
ہے یعنی قصد کرنا زوج کا عورت کی ترک وطی پر اسطرح کہ اپنی زبان سے کہے عورت سے کہ مین نے تجھکو چھوڑا یا اسیطرح کچھہ اور کہے ومنہ الطلاق وانکار
النکاح لو بحضرتہا والا لا لا بمجرد العزم لو مدخولۃ والا فیکفی تفرق الابدان اور از قسم متارکت ہے طلاق دینا یا نکاح فاسد سے انکار کرنا اگر
عورت کے سامنے طلاق اور انکار ہو اور اگر عورت کے پیچھے طلاق اور انکار کریگا تو متارکت صحیح نہوگی اگر منکوحہ بنکاح فاسد مدخولہ ہے تو اب فقط عزم ترک سے متارکت جائز ہوگی اور اگر مدخولہ نہین ہے تو فقط تفرق
ابدان کافی ہے یعنی عورت کو اسطرح چھوڑ کر چلا جاوے کہ پھر اوسکے پاس آنیکا ارادہ نہو والخلوۃ فی النکاح الفاسد لا توجب العدۃ اور خلوت کرنا نکاح فاسد مین خواہ خلوت صحیحہ ہو
خواہ فاسدہ موجب عدت کی نہین والطلاق فیہ لا ینقص عدد الطلاق لانہ فسخ جوہرہ ولا تعتد فی بیت الزوج بزازیہ اور
نکاح فاسد مین طلاق دینا عدد طلاق کو کم نہین کرتا یعنی اگر دوسری بار اوس عورت سے نکاح صحیح کریگا تو پوری تین طلاق کا مالک ہوگا اسواسطے کہ نکاح فاسد کی

طلاق فسخ ہے نہ طلاق واقعی کذا فی الجوہرہ اور نکاح فاسد مین عورت زوج کے گھر مین عدت کو نہ آخر کرے اسواسطے کہ واقع مین وہ زوج ہی نہین کذا فی البحر الرائق
قالت مضت عدتي والمدة تحتمله وكذبها الزوج قبل قولها مع حلفها وإلا تحتمل المدة لا لأن الأمين إنما يصدق فيما لا يخالف الظاهر کہا معتدہ نے کہ میری عدت ہو چکی اور مدت گنجایش
رکھتی ہے انقضاے عدت کو اور زوج عورت کی تکذیب کرتا ہو تو مقبول ہوگا قول عورت کا ساتھہ قسم کہانے عورت کے اور اگر مدت مین انقضاے عدت کا احتمال
نہین تو قول عورت کا مقبول نہیں اسواسطے کہ ہرچند عورت اس بابمین امین ہے اور امین کا قول البتہ مقبول ہوتا ہو لیکن امین کے قول کی اوسوقت تصدیق
ہوتی ہے جب ظاہر حال اوسکے بیان کے مخالف نہو اور جب مدت مین گنجایش انقضاے عدت کی نہوی تو ظاہر حال اوسکا مخالف ہوا لہذا اوسکا قول مقبول نہوگا ثم
لو بالشهور فالمقدر بالمذكور ولو بالحيض فاقلها للحرة ستون يوما وللأمة أربعون پہر اگر عدت عورت کی مہینونکی ہو جیسے صغیرہ اور آئسہ کی
تو تقدیر اوسکی مذکور ہو چکی یعنے طلاق اور فسخ مین تین مہینے اور موت مین چار مہینے دس دن اور اگر لونڈی ہو تو آدہی ہے اور اگر عدت حیضون کی ہو
تو کمتر مدت انقضاے عدت کی حرہ کے حق مین ساٹھہ ۶۰ دن ہین اور لونڈی کے حق مین چالیس ۴۰ دن ساٹھہ دن اس حساب سے ہوئے کہ گویا اول طہر مین طلاق
واقع ہوئی قبل وطی کے اسواسطے کہ معتبر طلاق سنتی ہے نہ بدعی تو تین طہر کے پینتالیس دن ہوئے اور تین حیض کے باعتبار اوسط مرتبہ کے پندرہ دن تو سب
ساٹھہ دن ہوئے اور اسیطرح لونڈی کے دو طہر کے تیس ۳۰ دن اور دو حیض کے دس دن مجموع چالیس دن ہوئے یہہ مذہب امام اعظم کا ہی بروایت امام محمد کے
اور صاحبین کے نزدیک اقل مدت حرہ کی انتالیس ۳۹ دن ہین اس حساب سے کہ گویا اوسکو آخر طہر مین طلاق ہوئی تو دو طہر کے تیس ۳۰ دن ہوئے اور تین حیض
کے نو دن بحساب اقل حیض کے اور لونڈی کی اقل مدت اکیس دن ایک طہر کے پندرہ دن اور دو حیض کے چھہ دن مجموعہ اکیس دن ہوئے تو موجب امام
اعظم کے مذہب کے اگر حرہ دعوی کرے ساٹھہ دن کے بعد کہ میری عدت آخر ہو گئی تو اوسکا قول مع الیمین مقبول ہوگا اور اس مدت سے کم مین مقبول نہوگا
ما لم تدع السقط كما مر في الرجعة وما لم يكن طلاقها معلقا بولادتها فيضم لذلك خمسة وعشرون للنفاس كما مر في الحيض اس اقل
مدت کا اعتبار اوسوقت تک ہی جبتک عورت نے سقوط ولد کا اپنے پیٹ سے دعوی نہین کیا چنانچہ اسکی تصریح باب الرجعۃ مین مذکور ہو چکی اور جبتک کہ طلاق
عورت کی اوسکی ولادت پر نہ معلق ہو اور اگر طلاق ولادت پر معلق ہوگی تو اقل عدت کے ساتھہ پچیس دن نفاس کے ملا دینگے چنانچہ اسکا بیان باب الحیض
مین ہو چکا خلاصہ یہہ کہ اگر عورت اسقاط حمل کا دعوی کریگی بشرطیکہ ولد کے کچھہ اعضا بن گئے ہون تو فورا بمجرد اسقاط کے عدت آخر ہو جاویگی اور اگر زوج
نے یون تعلیق کی کہ اگر تو جنیگی تو تو مطلقہ ہے تو اس صورت مین کمتر مدت انقضاے عدت حرہ کے پچاسی ۸۵ دن ہین ساٹھہ دن حیض کی عدت کے اور پچیس دن
نفاس کے ہرچند نفاس کی اقل مدت معین نہین لیکن عدت کی تعیین مین پچیس ہی دن مقرر ہو چکے ہین نكح نكاحا صحيحا معتدته ولو من فاسد فا
طلقها قبل الوطي ولو حكما وجب عليه مهر تام وعليها عدة مبتدأة لأنها مقبوضة في يده بالوطي الأول لبقاء أثره وهو العدة مرد نے نکاح
صحیح کیا اپنی معتدہ سے اگرچہ عدت اوسکی نکاح فاسد ہی کے سبب سے ہو اور طلاق دی اوسکو قبل وطی کے اگرچہ وطی حکمی ہو یعنے بعد خلوت کے تو واجب ہوگا
مرد پر پورا مہر اور لازم ہوگی عورت پر دوسری عدت سر نو سے اسواسطے کہ عورت مرد کے قبضہ و قابو مین ہے بسبب اول وطی کے بواسطے بقاے اثر وطی کے وہ اثر
وطی عبارت ہی عدت سے تو جب اوسنے دوسرا نکاح کیا تو قبض اول بجاے قبض ثانی ہو گیا چنانچہ اگر چیز مغصوب غاصب کے قبض مین ہو اور وہ اوسکے مالک سے
اوسکو خرید کرے تو بمجرد خریدنے کے وہ قابض ٹھہریگا تجدید قبض کی کچھہ حاجت نہین وهذه إحدى المسائل العشرة المبنية على أن الدخول في
النكاح الأول دخول في الثاني اور یہہ ایک مسئلہ ہے اون مسائل عشرہ کا جنکی بنا اس قاعدہ پر ہے کہ نکاح اول کی وطی قائم مقام ہے نکاح ثانی کے وطی کے
تفصیل ان مسائل عشرہ کی یون ہے کہ پہلا مسئلہ تو مذکور ہو چکا ۲ نکاح فاسد کیا اور بعد دخول کے تفریق ہوئی پہر اوسی عدت مین نکاح صحیح کیا اور
قبل دخول کے طلاق دی تو مہر کامل اور عدت مستقلہ واجب ہوگی شارح اس مسئلہ ثانیہ کو بلفظ ولو من فاسد مذکور کر چکا ہے ۳ نکاح کیا اور بعد دخول کے
صحت مین طلاق بائن دی پہر عدت کے اندر نکاح ثانی کیا پہر حالت مرض الموت مین قبل دخول طلاق بائن دی ۴ عورت نے غیر کفو سے نکاح کیا اور قاضی نے ولی
کی نالش سے تفریق کر دی دونون پہر عدت کے اندر اوس مرد نے نکاح ثانی بمہر جدید کیا اور قاضی نے پہر تفریق کر دی اور مرد نے قبل دخول کے طلاق

دی ۵ صغیرہ سے نکاح کیا اور بعد دخول کے طلاق بائن دی پھر عدت مین نکاح کیا پھر وہ بالغ ہوئی پھر وہ ناراض ہوئی نکاح سے قبل دخول کے ۶ ایک عورت سے نکاح کیا پھر بعد دخول کے اوسکو طلاق دی پھر وہ مرتدہ ہوگئی پھر مسلمان ہوئی پھر عدت مین زوج نے اوس سے نکاح کیا اور قبل دخول طلاق دی ۷ بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت مین نکاح کیا پھر وہ مرتدہ ہوگئی پھر مسلمان ہوئی پھر اوس سے عدت مین نکاح کیا پھر قبل دخول طلاق دی ۸ بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت مین نکاح کیا پھر وہ مرتدہ ہوگئی قبل دخول کے ۹ لونڈی سے نکاح کیا اور بعد دخول کے وہ آزاد ہوئی سو اپنے اپنی ذات کو اختیار کرکے نکاح فسخ کیا پھر عدت مین اوس سے دوسرا نکاح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی ۱۰ لونڈی کو بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت مین نکاح کیا پھر وہ آزاد ہوگئی اور اوسنے فسخ نکاح کردیا قبل دخول کے سو ان مسائل عشرہ مین دخول نکاح اول بجای دخول نکاح ثانی کے ہے امام اعظم اور ابی یوسف کے نزدیک پورا مہر اور عدت مستقلہ واجب ہوگی اور محمد کے نزدیک نصف مہر اور تکمیل عدت سابقہ واجب ہے نہ عدت مستقلہ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر و قول زفر لا عدۃ علیہا ابطلہ المصنف بما یطول وجزم بان القاضی المقلد اذا خالف مشہور مذہبہ لا ینفذ حکمہ فی الاصح کما لو ارتشی الا ان ینص السلطان علی العمل بغیر المشہور فیسوغ فیصیر حنفیا زفریا وھذا التدقیق بل الواقع خلافہ فلیحفظ اور زفر کا یہ قول کہ جس معتدہ مدخولہ کا نکاح ہوا اور قبل دخول مطلقہ ہوئی اوسپر عدت واجب نہین سو اس قول کو مصنف نے باطل کیا ہے بکلام طویل اور یقین کیا ہے اسپر کہ اگر قاضی مقلد نے اپنی مشہور مذہب کی مخالفت کی تو اوسکا حکم جاری نہوگا قول اصح مین چنانچہ اگر رشوت لیکر حکم کریگا جاری نہوگا مگر یہہ کہ سلطان تصریح کردے سند قضا مین غیر مشہور پر عمل کرنیکی تو حکم جاری ہوجاویگا تو اسوقت مین وہ حنفی زفری ہوگا اور ایسا حکم سلطان کا ہنوز واقع نہین ہوا بلکہ حکم سلطان روم کا اسکے مخالف واقع ہے یعنی قول راجح پر عمل کرنیکا حکم ہے روم اور شام اور حرمین شریفین مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ذمیۃ غیر حامل طلقہا ذمی او مات عنہا لو تعتد عند ابی حنیفۃ اذا اعتقد وا ذلک لانا امرنا بترکہم وما یعتقدون ذمیہ غیر حاملہ کو طلاق ذمی نے یا ذمیہ کو زندہ چھوڑ کر ذمی مرگیا تو اوسپر عدت نہین نزدیک امام اعظم کے جب کہ کفار ذمی عدم عدت کے معتقد ہون اسواسطے کہ ہم اہل اسلام مامور بعدم تعرض ہین اونسے اور اون کے اعتقادیات سے اور اسواسطے کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہین ولو کانت الذمیۃ حاملا لا تعتد بوضعہ اتفاقا وقیل انہ لا تجب بما اذا اعتقدوھا اور اگر ذمیہ حاملہ ہو تو وہ عدت کرے بوضع حمل باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ اوسکے پیٹ مین لڑکا ثابت النسب ہے کذا فی الہدایہ اور دو لوالجی نے وجوب عدت حاملہ ذمیہ کو مقید کیا ساتھ اس قید کے کہ جب کفار ذمی وجوب عدت حاملہ کے معتقد ہون اور یہہ قول ضعیف ہے اور پہلا اصح ہے کذا فی منح الغفار والذمیۃ لو طلقہا مسلم او مات عنہا فتعتد اتفاقا مطلقا لان المسلم یعتقدہا اور ذمیہ کتابیہ کو اگر مسلمان طلاق دیوے یا اوسکو زندہ چھوڑ کر مرجاوے تو وہ عدت کرے بالاتفاق مطلقا خواہ حاملہ ہو یا نہو اسواسطے کہ مسلمان عدت کا معتقد ہے وکذا لا تعتد مسبیۃ افترقت بتباین الدارین لان العدۃ حیث وجبت وجبت حقا للعباد والحربی ملحق بالجماد الا الحامل فلا یصح تزوجہا لا لانہا معتدۃ بل لان فی بطنہا ولدا ثابت النسب اور اسیطرح مثل ذمیہ کے وہ حربیہ عدت نکرے جو دار الاسلام مین گرفتار ہوکر اپنے زوج سے جدا ہوگئی بسبب تباین دارین کے اسواسطے کہ عدت جہان کہین واجب ہوئی ہے تو واسطے محفوظ رکھنے حق عباد کے واجب ہوئی ہے اور کافر حربی ملحق ہے ساتھ بہائم اور جماد کے سوا ہے حاملہ حربیہ کے کہ اوس سے نکاح کرلینا صحیح نہین یہہ عدم صحت اسوجہ سے نہین کہ وہ معتدہ ہے بلکہ اس وجہ سے کہ اوسکے پیٹ مین لڑکا ثابت النسب ہے کحربیۃ خرجت الینا مسلمۃ او ذمیۃ او مستامنۃ ثم اسلمت او صارت ذمیۃ لما مر انہ ملحق بالجماد الا الحامل لما مر چنانچہ وہ حربیہ عدت نکرے جو دار الحرب چھوڑ کر ہماری طرف نکل آئی مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر یا امان لیکر پھر مسلمان ہوگئی یا ذمیہ ہوگئی اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ حربی جانور اور پتھر مین داخل ہے سوا ہے حاملہ کے بدلیل گذشتہ یعنی حربیہ اوسپر عدت نہین لیکن بخیال ولد ثابت النسب اوس سے نکاح کرنا صحیح نہین وکذا لا عدۃ لو تزوج امرأۃ الغیر و وطیہا عالما بذلک وفی نسخ المتن ودخل بہا ولا بد منہ وبہ یفتی ولہذا یحد مع العلم بالحرمۃ لانہ زنا والمزنی

بها لا تحرم على زوجها وفي شرح الوهبانية لو زنت المرأة لا يقربها زوجها حتى تحيض لاحتمال علوقها من الزنا فلا يسقي ماءه زرع غيره فليحفظ لغرابته اور اسیطرح عدت نہین اگر نکاح کرے کوئی مرد غیر کی منکوحہ سے اور وطی کرے اوس سے غیر کی منکوحہ جان کر اور متن کے نسخون مین دخول داخل ہے اور مصنف کی شرح سے ساقط ہوا اور حالانکہ قید دخول کی ضرور ہے اسواسطے کہ اگر مرد ثانی نکاح کر کے دخول نکریگا تو عدت کا احتمال ہی نہین اور اسی قول پر یعنے عدم عدت منکوحہ غیر پر فتویٰ ہے اور چونکہ منکوحہ غیر پر عدت نہین بسبب نکاح ثانی کے اسیواسطے مرد پر حد ماریجاویگی ساتھہ دانست حرمت کے اسواسطے کہ غیر کی منکوحہ سے حرام جانکر وطی کرنا بھی زنا ہوا اور زنا موجب عدت کا نہین اور جس عورت سے زنا کیا وہ اپنے زوج پر حرام نہین اسواسطے کہ زانی کے نطفہ کی کچھہ شرع مین عزت نہین اور شرح وہبانیہ مین یون ہے کہ اگر عورت نے زنا کیا تو اوسکا زوج اوس سے قربت نکرے یہانتک کہ اوسکو ایکبار حیض آجاوے بسبب احتمال نطفہ رہجانے زناکے تو نہ سینچے زوج کا پانی غیر کی کہیتی کو سو اس روایت کو یاد رکہنا چاہئے بسبب غرابت کے نہ بسبب اعتماد کے اسواسطے کہ روایت معتمد مفتی بہ مین کچھہ عدت نہین اور فصل محرمات مین شارح تصریح کر چکا ہو کہ روایت وہبانیہ کی ضعیف ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر روایت وہبانیہ کو استحباب پر محمول کیجئے نہ وجوب پر تو کچھہ غرابت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف ما اذا لم یعلم حیث تحرم علی الاول الی ان تنقضی العدۃ ولا نفقۃ لعدتها علی الاول لانها صارت ناشزۃ خانیہ قلت ولو عالمۃ راضیۃ کما مر فتدبر بخلاف اسکے جبکہ زوج ثانی کو معلوم نہو کہ یہہ عورت غیر کی منکوحہ ہوا اور وہ نادانستہ نکاح اور وطی کرے تو اسوقت مین عورت حرام ہوگی زوج اول پر یہانتک کہ عدت نکاح ثانی کی منقضی ہوجاوے اسواسطے کہ یہہ زنا نہین شبہہ نکاح ہے اور زوج پر اسکی عدت کا نفقہ واجب نہین اسواسطے کہ وہ نافرمان ہوئی کذا فی الخانیہ شارح کہتا ہو کہ عورت نافرمان اسوقت ہوگی جب کہ وہ دانستہ اپنی خوشی نکاح کرے اور اگر نادانستہ یا جبر سے نکاح ہوا ہوگا تو وہ نافرمان نہین اور نفقہ عدت کا زوج اول پر لازم ہوگا چنانچہ اسکی تفصیل اسی باب مین مذکور ہوچکی سو اوسکو غور اور تامل کر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ادخلت منیہ فی فرجها هل تعتد فی البحر بحثا نعم لاحتیاجها لتعرف براءۃ الرحم وفی النهر بحثا ان ظهر حملها نعم والا لا عورت نے ڈالدی منی مرد کی اپنی شرمگاہ مین کیا اوسپر عدت لازم ہے بحر الرائق مین بنابر بحث کے جواب اس سوال کا دیا کہ ہان عدت لازم ہو واسطے دریافت ہوجانے صفای رحم کے اور نہر الفائق مین بدلیل اس سوال کے جواب مین تفصیل کی کہ اگر منی ڈالنے سے حمل عورت کا ظاہر ہوا تو عدت وضع حمل تک لازم ہے اور اگر حمل ظاہر نہین تو عدت بھی لازم نہین م دونو جوابکا ثمرہ اختلاف یہہ ہو کہ اگر قبل دریافت کرنے صفای رحم کے نکاح کیا اور بعد اسکے معلوم ہوا کہ رحم خالی تہا تو بطور صاحب نہر نکاح صحیح ہوا اور بطور جواب صاحب بحر کے نکاح صحیح نہین تتمہ رحمتی محشی نے کہا کہ جواب صاحب بحر کا قوی ہو اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کر دی ہو کہ منی ڈال لینے سے بھی لڑکا پیدا ہوتا ہے تو بخوف اضاعت ولد اور شتباہ نسب کے ہر صورت عدت لازم ہے اور بحث صاحب نہر کی اپنے بہائی یعنے صاحب بحر سے بلا وجہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ ولدت ثم طلقها ومضی سبعۃ اشهر فنکحت آخر لم یصح اذا لم تحض فیها ثلث حیض وان لم تکن حاضت قبل الولادۃ لان من لا تحیض لا تحبل اور قنیہ مین ہو کہ ایک عورت جنی پہر زوج نے اوسکو طلاق دی اور سات مہینے گذر گئے سو عورت نے دوسرے زوج سے نکاح کیا تو نکاح صحیح نہین جبتک کہ اوس مدت مین تین حیض اوسکو نہ آوین اگرچہ قبل ولادت کے اوسکو حیض نہ آیا ہو اسواسطے کہ جسکو حیض نہین آتا وہ حاملہ نہین ہوتی تو اوسکی عدت حیضونکی ہوگی نہ مہینونکی وفیها طلقها ثلثا ویقول کنت طلقتها واحدۃ ومضت عدتها فلو مضیها معلوما عند الناس لم یقع والا تقع اور قنیہ مین ہے طلاق دی زوج نے عورت کو تین بار اور بعد تین طلاق کے کہتا ہو کہ مین اوسکو ایک طلاق دیچکا تہا اور اوسکی عدت بھی گذر گئی یعنے تین طلاق سے پہلے ایک طلاق دی اور عدت گذر گئی زوج کی غرض اس کلام سے یہہ ہو کہ تین طلاق نہ واقع ہون بسبب عدم بقای ملک کے تاکہ بلا توسط زوج ثانی بنکاح جدید عورت اوسکو حلال ہوجاوے تو اگر طلاق اول کی عدت کا گذرنا لوگون کو معلوم ہو تو تین طلاق نہ واقع ہونگی اور اگر لوگون کو انقضای عدت نہ معلوم ہو تو تین طلاق واقع ہونگی اور بلا توسط زوج ثانی عورت اوسکو حلال نہوگی ولو حکم علیه بوقوع الثلث بالبینۃ بعد انکاره فلو برهن انه طلقها قبل ذلک بمدۃ طلقۃ لم تقبل بحر اور اگر قاضی کا حکم ہوچکا ہو زوج پر تین طلاق واقع ہونیکا بسبب

شہادت کے بعد انکار زوج کی پھر اگر زوج گواہون سے ثابت کرے کہ وہ عورت کو ایک طلاق مدت سے قبل ان تین طلاق کے دیچکا ہے تو یہہ گواہی مقبول ہوگی
کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ ابطال حکم قاضی گواہون سے نہین ہوسکتا وفیہ عن الجوہرۃ اخبرھا ثقۃ ان زوجہا الغائب مات او طلقہا
ثلثا او اتاھا منہ کتاب علی ید ثقۃ بالطلاق ان اکبر رأیہا انہ حق فلا بأس ان تعتد وتتزوج اور بحر الرائق مین جوہرہ سے منقول
ہے کہ عورت کو خبر دی ثقہ نے کہ اوسکے غائب زوج نے اوسکو طلاق دی تین بار یا وہ مرگیا یا عورت کے پاس زوج کیطرف سے خط آیا طلاق کا معتمد
شخص کے ہاتھہ سو اگر عورت کو ظن غالب ہو کہ خبر اور خط حق ہے تو کچھہ مضایقہ نہین کہ عدت کرے اور بعد عدت کے نکاح کرلے وکذا لو قالت امرأۃ
لرجل طلقنی زوجی وانقضت عدتی لا بأس ان ینکحہا اور اسیطرح اگر کسی عورت نے کسی مرد سے کہا کہ میرے زوج نے مجکو طلاق
دی ہے اور اوسکی عدت منقضی ہوگئی تو کچھہ مضایقہ نہین کہ مرد اوس سے نکاح کرلے ھم لا باس کی قید سے معلوم ہوا کہ نکاح نکرنا اولے ہے تا
تحقیق کامل وفیہ عن الحاکم لو شکت فی وقت موتہ تعتد من وقت تستیقن بہ احتیاطا اور بحر الرائق مین کافی حاکم سے منقول ہے
کہ اگر عورت کو شک پڑے زوج کی موت کے وقت مین تو عدت کرے اوس وقت سے کہ جسمین یقین ہوجاوے موت کا بنابر احتیاط کے وفیہ عن المحیط
کذبتہ فی مدۃ تحتملہ لم تسقط نفقتہا وجاز لہ نکاح اختہا عملا بخبرہما بقدر الامکان ولو ولدت لاکثر من نصف
حول ثبت نسبہ ولم یفسد نکاح اختہا فی الاصح فترثہ لو مات دون المعتدۃ اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہے مرد نے دعوی کیا
کہ عورت اپنی انقضاء عدت کی خبر دیچکی ہے اور عورت اوسکی تکذیب کرتی ہے اوس مدت مین جو انقضاء عدت کی محتمل ہے تو نفقہ عورت کی عدت کا مرد
سے ساقط نہوگا اور جائز ہوگا مرد کو نکاح کرلینا اوسکی بہن سے بنابر عمل کرنے دونو کی خبرون پر حتی الامکان عدم سقوط نفقہ مین عورت کی خبر پر عمل
کیا اور اوسکی بہن کے جواز نکاح مین مرد کی خبر پر عمل کیا اور اگر عورت مطلقہ جنی چھہ مہینے سے زیادہ مدت مین تو ولد کا نسب مرد سے ثابت ہوگا اور
نہ فاسد ہوگا نکاح عورت کی بہن کا قول اصح مین تو اوسکی بہن ہی وارث ہوگی مرد کی اگر وہ مرگیا نہ عورت معتدہ۔

فصل فی الحداد یہ فصل

ہے حداد مین یعنی سوگ مین حداد من باب احد ومد وفر وروی بالجیم لفظ حداد کا آیا ہے تین باب سے افعال اور نصر اور ضرب سے اور جیم سے بھی مروی
ہے بجای حاء مہملہ بمعنے قطع یعنی قطع زینت اور اصمعی منکر ہے الا باب افعال کا کذا فی الصحاح وھو لغۃ کما فی القاموس ترک الزینۃ للعدۃ
اور حداد لغت مین چنانچہ قاموس مین ہے عبارت ہے ترک زینت سے بسبب عدت کے خواہ طلاق بائن ہو خواہ رجعی عورت کافرہ ہو یا صغیرہ تو معنی لغوی
عام ہے معنی شرعی سے وشرعا ترک الزینۃ ونحوھا لمعتدۃ بائن او موت اور اصطلاح شرع مین حداد عبارت ہے ترک زینت اور خوشبو وغیرہ
سے واسطے معتدہ طلاق بائن اور موت کے نحو بضم الحاء وکسرھا کما مر مکلفۃ مسلمۃ ولو امۃ منکوحۃ بنکاح صحیح ودخل بہا بدلیل
قولہ اذا کانت معتدۃ بتۃ او موت وان امرھا المطلق او المیت بترکہ لانہ حق الشرع اظہارا للتاسف علی فوات نعمۃ النکاح
سوگ کرے عورت عاقلہ بالغہ مسلمہ اگرچہ زوجہ لونڈی ہی منکوحہ ہو بنکاح صحیح اور زوج اوسکی وطی کرچکا ہو سوگ اوسوقت واجب ہے جبکہ زوجہ قطع نکاح اور
موت زوج سے عدت مین ہو بتۃ یعنی قطع نکاح عبارت ہے تین طلاق سے یا طلاق بائن سے یا خلع سے یا عنین وغیرہ کی فرقت سے قطع نکاح اور موت سے
سوگ واجب ہے اگرچہ زوج طلاق دینے والا یا میت سوگ نکرنے کی وصیت کرگیا ہو اسواسطے کہ ترک زینت حق ہے شرع کا واسطے ظاہر کرنے افسوس کے
نعمت نکاح کے فوت ہوجانے پر تو اس مسئلہ کی قیود سے معلوم ہوا کہ صغیرہ اور مجنونہ اور کافرہ اور منکوحہ بنکاح فاسد اور مطلقہ رجعی پر سوگ کرنا لازم نہین شارح
کہتا ہے کہ نکاح مین دخول کی قید لگائی ہے مینے اس قول مصنف سے کہ معتدہ بت پر ترک زینت واجب ہے کیونکہ مبتوتہ پر عدت واجب نہین مگر بعد دخول کے
ھم حلبی نے کہا کہ قید دخول کی مبتوتہ کیواسطے تو صحیح ہے لیکن معتدہ موت کیواسطے مضر ہے اسواسطے کہ معتدہ موت پر بہر صورت ترک زینت واجب ہے
مدخولہ ہو یا نہو تو اس قید کا ساقط کرنا ہی لازم تہا بترک الزینۃ بحلی او حریر او امتشاط بضیق الاسنان والطیب وان لم یکن لہا
کسب الا فیہ والدھن ولو بلا طیب کزیت خالص والکحل والحناء ولبس المعصفر والمزعفر ومصبوغ بمغرۃ او ورس الا بعذر

وَالجَمْعُ لِلْجَمِيعِ اِذِ الضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ سوگ کرے عورت ترک زینت سے خواہ آرایش زیور کی ہو یا ریشمی کپڑے کی یا باریک دانتونکی کنگھی
کرنے سے تو کشادہ دانتونکی کنگھی منع نہین اسواسطے کہ وہ سنگھار کی چیز نہین دافع تکلیف ہے کذا فی البحر اور سوگ کرے خوشبو کے ترک سے اگرچہ عورت کا
کوئی اور پیشہ نہو سوا خوشبو سازی کے اور تیل سر مین ڈالنا یا بدن مین ملنا ترک کرے اگرچہ تیل بے خوشبو کا ہو جیسے خالص زیتون کا تیل یا میٹھا تیل یا
گھی کذا فی البحر اور سرمہ اور مہندی ترک کرے اور کسم اور زعفران اور گیرو اور ورس کا رنگین کپڑا نہ پہنے ورس گھاس ہے زرد رنگ خوشبودار یمن
مین ہوتی ہے اوس سے کپڑے رنگتے ہین ان سب چیزون کا استعمال جائز نہین مگر عذر سے اسواسطے کہ ضروریات مباح کردیتی ہین ممنوعات کو تو ریشمی کپڑا
پہننا واسطے دفع خارش اور جوون کے جائز ہے اور سرمہ لگانا آنکھونکی بیماری مین درست ہے لیکن بہتر یہہ ہے کہ شب کو لگاوے اور صبح کو دہو ڈالے اور اگر
اور کوئی کپڑا میسر نہو تو کسم اور زعفران کا رنگین کپڑا پہننا جائز ہے وَلَا بَأْسَ بِاَسْوَدَ وَاَزْرَقَ وَمُعَصْفَرٍ خَلَقٍ لَا رَائِحَةَ لَهُ اور کچھ مضایقہ
نہین سیاہ اور نیلے کپڑے مین اور کسم کے رنگین پرانے کپڑے مین جسمین کسم کی خوشبو باقی نہین لَا حِدَادَ عَلٰی سَبْعَةٍ كَافِرَةٍ وَصَغِيرَةٍ وَمَجْنُونَةٍ وَ
مُعْتَدَّةِ عِتْقٍ كَمَوْتِهِ عَنْ اُمِّ وَلَدِهِ وَمُعْتَدَّةِ نِكَاحٍ فَاسِدٍ اَوْ وَطْيٍ بِشُبْهَةٍ اَوْ طَلَاقٍ رَجْعِيٍّ سوگ نہین سات عورتون پر کافرہ اور صغیرہ
اور مجنونہ اور آزاد ہونیکی عدت والی پر چنانچہ مولی کی موت ام ولد کو چہوڑکر اور نکاح فاسد اور وطی بشبہ اور طلاق رجعی کی عدت والیون پر ہم کافرہ
اور صغیرہ اور مجنونہ پر اسواسطے سوگ واجب نہین کہ وہ مکلف نہین اور ام ولد قید مملوکیت سے چہوٹی تو اوسکو تاسف کا کیا مقام ہے اور نکاح فاسد اور
وطی بشبہ سے نعمت نکاح کی فوت نہین ہوئی کہ افسوس کی جگہ ہو بلکہ گناہ سے خلاصی ملی اور مطلقہ رجعی مین سوگ کا کیا ذکر ہے بلکہ اوسکو آرایش اور سنگار
کرنا چاہیے تاکہ اوسکا زوج مائل ہوکر رجعت کرے وَيُبَاحُ الْحِدَادُ عَلٰی قَرَابَةٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَقَطْ وَلِلزَّوْجِ مَنْعُهَا لِاَنَّ الزِّيْنَةَ حَقُّهٗ فَتْحٌ وَيَنْبَغِيْ حِلُّ
الزِّيَادَةِ عَلَى الثَّلٰثَةِ اِذَا رَضِيَ الزَّوْجُ اَوْ لَمْ تَكُنْ مُزَوَّجَةً نَهْرٌ اور مباح ہے ترک زینت کرنا قرابت والونکی موت مین فقط تین دن تک اور زوج کو
درست ہے کہ اپنی زوجہ کو تین دن کے اندر بھی منع کرے سوگ کرنیسے اسواسطے کہ آرایش حق ہے مرد کا کذا فی فتح القدیر اور لایق یون ہے کہ حلال ہو زیادتی
ترک زینت تین دن سے بھی زیادہ جبکہ زوج عورت کا راضی ہو یا وہ منکوحہ نہو کذا فی النہر الفائق ہم صحیحین مین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ
حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال نہین اوس عورت مسلمان کو جو حق تعالی اور قیامت کو حق جانتی ہو کہ تین دن سے زیادہ کسیکے
غم مین سوگ کرے مگر اپنے زوج پر چار مہینے اور دس دن فتح القدیر مین اسیقدر ہے کہ بموجب اس حدیث کے تین دن سے زیادہ ترک زینت حرام ہے غیر
ازواج کی موت مین اور یہہ جو شارح نے فتح القدیر کیطرف نسبت کیا کہ تین دنمین بھی منع کردینا زوج کو درست ہے سو یہہ وہم پڑگیا ہے اوسکو یہہ فتح القدیر
کی عبارت نہین بلکہ صاحب نہر الفائق کی یہہ عبارت ہے اور یہہ جو صاحب نہر نے بشرط رضای زوج یا عدم تزوج تین دن سے زیادہ سوگ کرنا قرابت والون
کے واسطے تجویز کیا سو مخالف ہے اطلاق حدیث مذکور کے اور مخالف ہے روایت فقہ کے امام محمد نے نوادر مین کہا کہ حلال نہین عورت کو سوگ کرنا ہی
باپ یا بیٹے یا بھائی یا ماں کی موت مین یعنے تین دن سے زیادہ سوگ مخصوص ہے زوج کیواسطے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی التاتارخانیۃ وَلَا تُعْذَرُ فِیْ
لُبْسِ السَّوَادِ وَهِيَ آثِمَةٌ اِلَّا الزَّوْجَةَ فِيْ حَقِّ زَوْجِهَا فَتُعْذَرُ اِلٰى ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ قَالَ فِي الْبَحْرِ وَظَاهِرُهٗ مَنْعُهَا مِنَ السَّوَادِ تَاَسُّفًا عَلٰى مَوْتِ
زَوْجِهَا فَوْقَ الثَّلٰثِ اور فتاوی تاتارخانیہ مین ہے کہ عورت معذور نہین سیاہ کپڑے پہننے مین بتقریب ماتم اور وہ اس سیاہ پوشش سے گنہگار
ہے مگر زوجہ اپنے زوج کے حق مین سو تین دن تک معذور ہے بحر الرائق مین کہا کہ ظاہر کلام تاتارخانیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ عورت کو سیاہ پوشی ممنوع ہے
اپنے زوج کی موت کی تاسف پر تین دن سے زیادہ ہم شارح عنقریب تصریح کرچکا ہے کہ سیاہ پوشش مین کچھ مضایقہ نہین اور تاتارخانیہ سے معلوم
ہوا کہ جائز نہین تو مطلب یہہ ہے کہ اگر قبل موت زوج کے سیاہ کپڑا رنگا ہو تو درست ہے اور اگر بعد موت کے بتقریب ماتم رنگین کیا تو جائز نہین چنانچہ
یہہ تفصیل تاتارخانیہ کی عبارت سے مفہوم ہوتی ہے وفی النہر لَوْ بَلَغَتْ فِی الْعِدَّةِ لَزِمَهَا الْحِدَادُ فِيْمَا بَقِيَ اور نہر الفائق مین ہے کہ اگر زوجہ صغیرہ
بالغ ہوگئی عدت کے اندر تو اوسپر سوگ کرنا لازم ہوگا باقی عدت مین وَالْمُعْتَدَّةُ اَیْ مُعْتَدَّةٍ كَانَتْ عَيْنِيْ فَيَعُمُّ مُعْتَدَّةَ عِتْقٍ وَنِكَاحٍ فَاسِدٍ

واما الخالیۃ فتخطب اذا لم یخطبها غیرہ وترضی بہ فلو سکتت فقولان تحرم خطبتہا بالکسر والضم اور عدت والی سے پیام نکاح کا دینا حرام ہے کوئی عدت والی ہو کذا فی العینی تو معتدۂ عتق اور معتدۂ نکاح فاسد کو بھی یہہ حرمت شامل ہے اور جو عورت کہ عدت سے خالی ہو تو اوس سے پیام دینا درست ہوا اوسوقت جبکہ دوسرے نے اوسکو پیام نہ دیا ہوا اور وہ راضی نہو گئی ہوا ور اگر بعد پیام کے عورت نے سکوت کیا ہو نہ اقبال کیا ہو نہ انکار تو اوسمین دو قول مین ایک قول یہہ ہے کہ پیام دینا جائز ہے اور دوسرا قول یہہ کہ جائز نہین ہم اصل ان روایات کی وہ حدیث متفق علیہ ہے جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ حضرت نے فرمایا کہ لایخطب احدکم علی خطبۃ اخیہ یعنی کوئی تم مین سے پیام نکاح کا ندیوے اپنے بھائی کی منگنی پر فقط خطبہ بکسر اول بمعنی پیام نکاح اور بعضی اہل لغت بضم اول بھی قائل ہین وصح التعریض کاریدُ التزوج لو معتدۃ الوفاۃ لا المطلقۃ اجماعا لافضائہ الی عداوۃ المطلق ومفادہ جوازہ لمعتدۃ عتق ونکاح فاسد ووطی بشبہۃ نهر اور صحیح ہے تعریض اگر معتدۂ وفات ہو یعنی گول گول پیام نکاح کا دینا درست ہو نہ کھول کر چنانچہ یون کہنا کہ مین نکاح کا ارادہ رکھتا ہون یا کہ مجھکو آرزو ہو کہ حق تعالے مجھکو نیکبخت عورت میسر کرے اور صحیح نہین تعریض مطلقہ سے بالاجماع اسواسطے کہ تعریض مطلقہ سے طلاق دینے والے کی عداوت کی نوبت پہنچتی ہے اور اس تعلیل سے استفادہ ہوتا ہے جواز تعریض کا واسطے معتدۂ عتق اور معتدۂ نکاح فاسد اور معتدہ وطی بشبہہ کے اسواسطے کہ ان صورتون مین کوئی طلاق دینے والا نہین جسکی عداوت کا خوف ہو لکن فی القہستانی عن المضمرات ان بناء التعریض علی الخروج لیکن قہستانی مین مضمرات سے یون منقول ہو کہ بنا تعریض عورت کے نکلنے پر ہے اسواسطے کہ گھر کے اندر جا کر تعریض کرنا درست نہین اور سوا معتدۂ وفات کے کسی معتدہ کا گھر سے نکلنا جائز نہین اسواسطے کہ نفقہ سب عدت والیون کا مرد پر فرض ہے سوا معتدۂ وفات کی پھر جب نکلنا اور عدت والیون کو جائز نہوا تو تعریض کرنا کیونکر ہوگا ولا تخرج معتدۃ رجعی وبائن بای فرقۃ کانت علی ما فی الظہیریۃ ولو مختلعۃ علی نفقۃ عدتہا فی الاصح اختیار او علی السکنی فیلزمہا ان تکتری بیت الزوج معراج لو حرۃ او کمۃ مبوأۃ ولو من فاسد اور نہ نکلے معتدۂ رجعیہ اور بائن کسی طرح جدائی ہو گئی ہو کذا فی الظہیریۃ اگرچہ عورت نے اپنی عدت کی عوض خلع کیا ہو تو بھی نہ نکلے قول اصح مین کذا فی الاختیار یا عوض سکنے کے خلع کیا ہو تو لازم ہوگا عورت پر اس صورت مین زوج کے گھر کو کرایہ لینا تا مدت کذا فی المعراج یہہ عدم خروج لازم ہے اگر معتدہ حرہ ہو یا ایسی لونڈی ہو جسکو زوج نے ایک مکان رہنے کیواسطے مقرر کر دیا ہوا اگرچہ عدت نکاح فاسد کی ہو تو بھی اپنے گھر سے نہ نکلے ہم اگر لونڈی کیواسطے زوج نے مکان کو نہ معین کر دیا ہو تو اوسکو عدت مین نکلنا درست ہے خواہ وہ خالص لونڈی ہو یا مدبرہ ہو خواہ ام ولد خواہ مکاتبہ اسواسطے کہ خدمت مولی کی اوسپر واجب ہے کذا فی البحر الرائق مکلفۃ من بیتہا اصلا لا لیلا ولا نہارا ولا الی صحن دار فیہا منازل لغیرہ ولو باذنہ لانہ حق اللہ تعالی بخلاف نحو امۃ لتقدم حق العبد یعنی نہ نکلے معتدہ مکلفہ اپنے گھر سے جسمین قبل عدت کے رہتی تھی اصلا نہ نکلے رات کو نہ دن کو اور نہ گھر کے اوس صحن مین کہ جسمین غیر زوج کے مکانات ہون اگرچہ زوج کی اجازت نکلنے مین ہو تو بھی نہ نکلے اسواسطے کہ گھر سے نہ نکلنا حق ہے اللہ تعالی کا تو زوج اوسکو باطل نہین کر سکتا قرآن مجید مین ارشاد فرمایا لاتخرجوہن من بیوتہن ولا یخرجن یعنی عدت والیونکو انکے گھرون سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلین بخلاف لونڈی کے کہ اوسکو عدت مین نکلنا جائز ہے بسبب مقدم ہونے حق عبد کے یعنی مولی کی خدمت کے ومعتدۃ موت تخرج فی الجدیدین وتبیت اکثر اللیل فی منزلہا لان نفقتہا علیہا فتحتاج للخروج حتی لو کان عندہا کفایتہا صارت کالمطلقۃ فلا یحل لہا الخروج فتح اور موت زوج کی عدت والی نکلے دنمین اور رات مین اور اکثر شب اپنے گھر مین شب باشی کرے اسواسطے کہ نفقہ اوسکا اوسی سے نہ وارثون پر تو ضرورت ہوئی اوسکو نکلنے کی واسطے تحصیل معاش کے یہانتک کہ اگر عورت کے پاس بقدر کفایت مال ہو تو وہ بھی مطلقہ کی مانند ہو جاویگی پھر اوسکو بھی باہر نکلنا جائز نہوگا کذا فی فتح القدیر ہم مراد جدیدین سے رات اور دن ہے اسواسطے کہ ہر دن نیا دن ہے اور ہر رات نئی رات ہے وجوز فی القنیۃ خروجہا لاصلاح ما لابد لہا منہ کزراعۃ ولا وکیل لہا اور جائز رکھا قنیہ مین نکلنا معتدہ کا اپنے ضروری کام کی

درستی کیواسطے جیسے کہیتی کی خبرگیری کے واسطے اوس حالت مین جب کہ کوئی اوسکا کارندہ نہو طُلِّقَتْ اَوْ مَاتَ وَهِیَ زَائِرَۃٌ فِیْ غَیْرِ مَسْکَنِهَا عَادَتْ اِلَیْهِ
فَوْرًا لِوُجُوْبِهٖ عَلَیْهَا مطلقہ ہوئی یا کہ زوج مرگیا اور حالانکہ وہ اپنے رشتہ دارون کے ملنے کو گئی تہی اور کسی مکان مین اپنے گہر کے سوا تو طلاق یا موت
سنکر فورا اپنے گہر مین پلٹ آوے اسواسطے کہ عورت پر پلٹ آنا واجب ہے وَتَعْتَدَّانِ اَیْ مُعْتَدَّۃُ طَلَاقٍ وَمَوْتٍ فِیْ بَیْتٍ وَجَبَتْ فِیْهِ وَلَا
تَخْرُجَانِ مِنْهُ اور معتدہ طلاق اور معتدہ موت عدت پوری کرین اوس مکان مین جسمین عدت واجب ہوئی ہے اور نہ نکالی جاوین اوس سے
اِلَّا اَنْ تُخْرَجَ اَوْ یَنْهَدِمَ الْمَنْزِلُ اَوْ تَخَافَ انْهِدَامَهٗ اَوْ تَلَفَ مَالِهَا اَوْ لَا تَجِدَ کِرَاءَ الْبَیْتِ وَنَحْوَ ذٰلِكَ مِنَ الضَّرُوْرَاتِ فَتَخْرُجُ لِاَقْرَبِ
مَوْضِعٍ اِلَیْهِ وَفِی الطَّلَاقِ اِلٰی حَیْثُ شَاءَ الزَّوْجُ معتدہ کو نکلنا جائز نہین مگر اوس وقت جبکہ کوئی بزور نکالے خواہ زوج یا صاحب مکان یا ورثہ
یا گہر منہدم ہوجاوے یا ڈر ہو گہر کے گرپڑنیسے یا اپنے مال کے تلف ہونیسے ڈر ہو یا گہر کے کرایہ دینے کا عورت کو مقدور نہو اسی قسم کی ضرورتو نمین نکلے
اور رہے اوس مکان مین جو مکان عدت سے قریب تر ہو یعنی حتی الامکان دور نہ جاوے یہہ حکم تہا معتدہ وفات کا اور طلاق کی عدت مین اگر اس
قسم کی ضرورتین پیش آوین تو وہان رہے جہان کہ زوج چاہے وَلَوْ لَمْ یَکْفِهَا نَصِیْبُهَا مِنَ الدَّارِ اِشْتَرَتْ مِنَ الْاَجَانِبِ مُجْتَبٰی وَظَاهِرُهٗ
وُجُوْبُ الشِّرَاءِ لَوْ قَادِرَۃً اَوِ الْکِرَاءِ بَحْرٌ وَاَقَرَّهٗ اَخُوْهُ وَالْمُصَنِّفُ قُلْتُ لٰکِنَّ الَّذِیْ رَاَیْتُهٗ فِیْ نُسْخَتَیِ الْمُجْتَبٰی اِسْتَتَرَتْ مِنَ الْاِسْتِتَارِ فَلْیُحَرَّرْ
اور اگر معتدہ وفات کو کفایت نکرے اوسکا حصہ جو زوج کے گہر سے بطور ورثت کے اوسکو ملا تو خرید کریگی اورون سے کذا فی المجتبے اور ظاہر کلام
مجتبے کا دلالت کرتا ہے مول لینے کے وجوب پر اگر اوسکو مقدور ہو یا کرایہ دینے کے وجوب پر کذا فی البحر الرائق اور اوسکو صاحب بحر کے بہائی یعنی
صاحب نہر نے اور مصنف نے اپنی شرح مین مسلم رکہا ہے شارح کہتا ہے لیکن جو کہ مین نے مجتبے کے دو نسخون مین دیکہا ہے بجای اِشْتَرَتْ کے اِسْتَتَرَتْ ہے
جسکا مصدر استتار ہے تو اسکو تحقیق اور تنقیح کرنا چاہیے تو اس تقدیر مین مطلب مجتبے کا یہہ ہوا کہ اگر حصہ عورت کا رہنے کو کفایت نکرے تو عورت بیگانے
لوگون سے پردہ کرے حلبی اور شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ جن نسخون مین شارح نے اِسْتَتَرَتْ دیکہا سو غلط نسخے تہے اسواسطے کہ صورت تو یہہ مفروض
ہے کہ حصہ عورت کا اتنا تنگ ہے کہ رہنے کو کفایت نہین کرتا پہر جب مکان بقدر کفایت نہوا تو پردہ کر لینے سے کیا کام نکلیگا علاوہ اسکے پوری عبارت
مجتبی کی یون ہے کہ اِشْتَرَتْ مِنَ الْاَجَانِبِ وَالْوَلَدِ الْکِبَارِ یعنی عورت خرید کریگی غیرون اور زوج کی اولاد کبار سے تو درصورت استتار کے مطلب
یہہ ہوگا کہ زوج کی اولاد کبار سے بہی پردہ کرے حالانکہ زوج کی اولاد سے پردہ نہین ہے اسواسطے کہ وہ عورت کے محرم ہین کذا فی حاشیۃ المدنی وَلَا بُدَّ مِنْ سُتْرَۃٍ بَیْنَهُمَا فِی الْبَائِنِ
لِئَلَّا یَخْتَلِیَ بِالْاَجْنَبِیَّۃِ وَمُفَادُهٗ اَنَّ الْحَائِلَ یَمْنَعُ الْخَلْوَۃَ الْمُحَرَّمَۃَ اور طلاق بائن مین ضرور ہے پردہ مرد اور عورت کے درمیان تاکہ مرد کو اجنبی
عورت سے خلوت نہو طلاق بائن سے عورت اجنبی ہوگئی تو پردہ کرنا ضرور ہوا اور اس کلام سے معلوم ہوا کہ حائل مانع ہے خلوت محرمہ کا یعنی اگر کوئی چیز درمیان
مین حائل ہو دیوار یا ٹاٹ کا پردہ یا کپڑے کا پردہ تو حرام خلوت ثابت نہین ہوتی وَاِنْ ضَاقَ الْمَنْزِلُ عَلَیْهِمَا اَوْ کَانَ الزَّوْجُ فَاسِقًا فَخُرُوْجُهٗ اَوْلٰی
لِاَنَّ مُکْثَهَا وَاجِبٌ لَا مُکْثَهٗ وَمُفَادُهٗ وُجُوْبُ الْحُکْمِ بِهٖ ذَکَرَهُ الْکَمَالُ اور اگر تنگی کرے مکان مرد و عورت پر یعنی پردہ کرنے سے لائق گذران کے
نرہے یا کہ زوج فاسق ہو جسکو حرام حلال کی کچہہ تمیز نہین تو نکل جانا مرد کا اوس مکان سے بہتر ہے اسواسطے کہ رہنا عورت کا اوس مکان مین تا عدت واجب ہے
مرد کا رہنا اوس مکان مین کچہہ واجب نہین اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ واجب ہے حکم کرنا زوج کے خروج پر کذا فی فتح القدیر ہم ہرچند فقہانے
زوج فاسق کے خروج کو اولی کہا ہے اور اولی سے وجوب نہین ثابت ہوتا ہے لیکن اولویت کی تعلیل مین وجوب مکث عورت کو ذکر کیا ہے تو اس قرینہ سے
اولی بمعنی ارجح ہے تو حکم خروج کا واجب ہوگا اسواسطے کہ جب مُبیح اور مُحرِّم متعارض ہوتے ہین تو ترجیح محرّم کو ہوتی ہے کذا فی فتح القدیر وَحَسَّنَ اَنْ
یَجْعَلَ الْقَاضِیْ بَیْنَهُمَا امْرَاَۃً ثِقَۃً تُرْزَقُ مِنْ بَیْتِ الْمَالِ بَحْرٌ عَنْ تَلْخِیْصِ الْجَامِعِ قَادِرَۃً عَلَی الْحَیْلُوْلَۃِ بَیْنَهُمَا اور مستحب یہہ ہے کہ قاضی مرد اور
عورت کے درمیان ایک ثقہ معتمد عورت کو مقرر کرے جسکی روزی بیت المال سے دیجاوے کذا فی البحر عن تلخیص الجامع وہ عورت ایسی ہو کہ قادر ہو مرد و عورت
مین حائل ہونے پر یعنی ہوشیار قوت والی ہو کہ مرد کو ڈانٹے اور اگر نہ مانے تو شور کرکے لوگون کو بلا سکے وَفِی الْمُجْتَبٰی اَلْاَفْضَلُ الْحَیْلُوْلَۃُ بِسِتْرٍ وَ

بِسُتْرَۃٍ

لو اسقا فیا مرأة قال لهما ان یسکنا بعد الثلث فی بیت واحد اذا لم یلتقیا التقاء الازواج ولم یکن فیہ خوف فتنۃ انتہے
اور مجتبے مین یون ہے کہ بہتر یہہ ہے کہ آڑ کر دی جاوے پردہ سے اور اگر زوج فاسق ہو تو ایک عورت معتبر رکہی جاوے کہ وہ حائل رہے دونو مین
کہا مجتبے کے مصنف نے کہ جائز ہے مرد اور عورت کو رہنا ایک گہر مین بعد عدت کے بشرطیکہ دونو زوج اور زوجہ کیطرح نہ ملتے ہون مثلا عورت سر
اور ہاتہون کو برہنہ نکرتی ہو مرد کے سامنے اور بشرطیکہ دونو کے یک جا رہنے مین کچہ فساد کا خوف نہو انتہے کلامہ وسئل شیخ الاسلام عن
زوجین افترقا ولکل منهما ستون سنۃ وبینهما اولاد تتعذر علیهما مفارقتهم فیسکنان فی بیتهم ولا یجتمعان فی فراش
ولا یلتقیان التقاء الازواج هل لهم ذلک قال نعم واقرہ المصنف اور کسی نے سوال کیا شیخ الاسلام سے زوجین کے باب مین جنمین طلاق
وغیرہ سے جدائی ہوگئی اور عدت گذر گئی اور ہر ایک کی ساٹھہ ساٹھہ برس کی عمر ہے اور دونو کے اولاد ہے کہ اونکا چھوڑنا دونو پر سخت مشکل ہے
سو وہ دونو اولاد والے گہر مین رہتے ہین اور ایک فرش پر جمع نہین ہوتے اور آپسمین جورو خاوند کیطرح نہین ملتے کیا اسطرح کا رہنا انکو
درست ہے شیخ الاسلام نے کہا کہ ہان درست ہے اور مصنف نے بھی اس روایت اپنی شرح مین مسلم رکہا ہے ابانها او مات عنها فی سفر
ولو فی مصر ولیس بینها وبین مصرها مدۃ سفر رجعت ولو بین مصرها مدۃ وبین مقصدها اقل مضت بائن دی عورت کو یا
اوسکو چھوڑ کر سفر مین مرد مر گیا اگرچہ راہ مین نہین بلکہ کسی شہر مین طلاق یا موت واقع ہوئی ہو اور دونو درمیان اس جگہ کے اور درمیان عورت
کے شہر کے سفر کی مدت یعنی تین دن کی راہ نہو تو عورت لوٹ آوے اپنے شہر مین اور اپنے گہر مین عدت منقضی کرے اور اگر عورت کے شہر مین
اور اوس جگہ مین تین دن کی راہ ہو اور جہان کو جاتی تھی اوسکی مسافت وہان سے تین منزل سے کم ہے تو وہین چلی جاوے وان کانت
تلث ای مدۃ السفر من کل جانب منها ولا یعتبر ما فی میمنۃ ومیسرۃ فان کانت فی مفازۃ خیرت بین رجوع ومضی معها
ولی اولا فی الصورتین اور اگر اوس جگہ سے دونو طرف مدت سفر کی ہو یعنی وہان سے وطن بھی تین منزل ہو یا زیادہ اور مکان مقصود
بھی تین منزل ہے یا زیادہ تو اگر مکان طلاق یا موت کا جنگل ہو تو عورت کو اختیار ہے وطن کے پہر آنے مین اور مکان مقصود کیطرف چلی جانے مین
اور داہنے بائین اگر کوئی شہر قریب ہو تو اوسکا کچہ اعتبار نہین عورت کے ساتھہ کوئی اوسکا محرم ہو یا نہو دونو صورتون مین یعنی جب وطن
تک مدت سفر نہو تو عورت پر رجوع وطن واجب ہے اوسکے ساتھہ محرم ہو یا نہو اور جب دونو طرف مدت سفر کی ہو تو عورت کو پہرنے اور چلی جانے
مین اختیار ہے خواہ محرم ساتھہ ہو یا نہو والعود احمد لتعتد فی منزل الزوج اور جبکہ دونو طرف مدت سفر کی ہو تو ہرچند عورت مختار ہے
لیکن وطن مین پہرآنا مستحب ہے تا کہ عدت کو زوج کے گہر مین منقضی کرے ولکن ان مرت بما یصلح للاقامۃ کما فی البحر وغیرہ وزاد فی
النهر وبینه وبین مقصدها سفر او کانت فی مصر او قریۃ تصلح للاقامۃ تعتد ثمه ان لم تجد محرما اتفاقا وکذا ان وجدت
عند الامام ثم تخرج بمحرم ان کان ولیکن اگر عورت کا جانے یا پہرنے مین ایسے مقام پر گذر ہوا جو رہنے کے لائق ہے یعنی شہر ہو یا گانو نہ جنگل
کما فی البحر وغیرہ اور نہر الفائق مین اتنی قید اور زیادہ کی کہ اوس محل اقامت مین جہان گذر ہوا اور عورت کے مکان مقصود مین سفر
کی مدت ہو یا کہ عورت طلاق اور موت کے وقت کسی شہر یا گانو مین ہو جو لائق رہنے کے ہے تو وہین عدت کرے اگر محرم کو نپاوے باتفاق
امام اور صاحبین کے اور اسیطرح وہین عدت کرنا چاہئے اگر محرم کو بھی پاوے ہو نزدیک امام کے پہر بعد عدت کے وہان سے نکلے اور اپنے وطن
کو آوے اگر محرم ساتھہ ہو اور اگر محرم نہو تو اوسکو تین منزل یا زیادہ سفر کرنا حرام ہے یہانتک کہ اوسکا محرم آوے یا کہ عورت وہان کسی سے نکاح
کرلے اور نہر الفائق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر درمیان اوسکے شہر سے اور مکان مقصود سے سفر کی مدت سے کم مسافت ہوگی تو عدت وہین کرنا واجب نہین
بلکہ اگر عورت چاہے تو مکان مقصود کو چلی جاوے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وتنتقل المعتدۃ المطلقۃ بالبادیۃ فی معہ اهل الکلاء فی محفۃ او
خیمۃ مع زوجها ان تضررت بالمکث فی المکان الذی طلقها به فله ان یتحول بها والا لا اور نقل مکان کرتی رہے وہ عدت والی جسے

طلاق واقع ہوئی جنگل مین کذا فی فتح القدیر یعنی جب زوج مرد صحرائی اور بادیہ نشین ہو اونکا دستور ہے کہ ایک جگہ نہین ٹھہرتے جہان جہان چارہ
اور پانی اونکے جانورون کو ملتا ہے وہان ٹھہرتے ہین پہر جب چارہ ہوچکا تو پہر کوچ کرتے ہین تو اگر کسی بادیہ نشین نے طلاق دی تو عورت اونہین
چارہ پانی تلاش کرنیوالون کے ساتھہ نقل مکان کرتی رہے ڈولی مین یا خیمہ مین اپنے زوج کے ساتھہ اگر عورت کو غیر لوگون کے پاس رہنے سے اُس
مکان مین جسمین زوج نے اوسکو طلاق دی کچھہ ضرر ہو جان یا مال کا تو اس صورت مین زوج کو جائز ہے کہ اوسکو ساتھہ لیکر چلتا پھرتا رہے ڈولی
یا خیمہ مین اور اگر عورت کو طلاق کے مکان مین کچھہ مضرت نہو تو وہین عدت کو آخر کرے زوج کے ساتھہ نہ پھرے ولیس للزوج المسافرۃ
بالمعتدۃ ولو عن رجعی بحر اور جائز نہین زوج کو سفر مین لیجانا عدت والیکا اگرچہ عدت رجعی کی ہو کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ بعد عدت
کے عورت اجنبی ہوجاویگی اور اجنبی عورت کو غیر محرم یا غیر زوج کے ساتھہ سفر کرنا جائز نہین ومطلقۃ الرجعیۃ کالبائن فیما مر غیر انہا تمنع
عن مفارقۃ زوجہا فی مدۃ السفر لقیام الزوجیۃ بخلاف المبائنۃ اور مطلقہ رجعیہ بائن کی مانند ہے احکام سابقہ مذکورہ مین یعنے اگر
سفر مین طلاق رجعی ہوئی تو اگر وطن تین منزل سے کم ہو تو ضرور پلٹے آوے اور اگر مکان مقصود کمتر ہو تو ادہر چلی جاوے وغیر ذلک مطلقہ بائنہ اور
رجعیہ مین فقط اتنا فرق ہے کہ اگر جنگل مین طلاق رجعی ہوئی ہو اور وطن تک اور مکان مقصود تک سفر کی مدت ہو تو مطلقہ رجعیہ کو ممنوع ہے اپنے
زوج کی مفارقت سفر کی مدت مین بسبب قائم رہنے زوجیت کے بخلاف مطلقہ بائنہ کے کہ اوسپر مفارقت لازم ہے **فروع** مسائل لحقۃ شارح کے طلب القاضی
ان یسکنہا بجوارہ لا یجیبہ وانما تعتد فی مسکن المفارقۃ ظہیریہ زوج نے درخواست کی قاضی سے کہ معتدہ کو اپنے پڑوس رکھے تو
قاضی اوسکو نہ قبول کرے وہین عدت کرے عورت جہان مفارقت ہوئی قبلت ابن زوجہا فلہا السکنی لا النفقۃ تتارخانیہ زوجہ نے
ابن زوج کا بوسہ بشہوت لیا تو جدا ہوگئی اور عدت لازم آئی تو زوج پر عورت کیواسطے سکونت کا مکان دینا لازم ہوگا نہ نفقہ دینا کذا فی التاتارخانیہ
لا تمنع معتدۃ نکاح فاسد من الخروج مجتبی قلت مر عن البزازیۃ خلافہ لکن فی البدایع لہ منعہا لتحصین مائہ کالکتابیۃ
والمجنونۃ وام ولد اعتقہا فلیحفظ روک نہین معتدہ نکاح فاسد کو باہر نکلنے سے کذا فی المجتبی شارح کہتا ہے کہ روایت بزازیہ کی اسکے مخالف گذر گئی
لیکن بدایع مین ہے کہ مرد کو جائز ہے منع کرنا معتدہ نکاح فاسد کا اپنے نطفہ کی حفاظت کیواسطے جیسے معتدہ کتابیہ اور مجنونہ اور ام ولد کا جسکو مولے
نے آزاد کر دیا ہو روکنا جائز ہے واسطے حفاظت نطفہ کے تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے شارح نے کلام بدایع سے مجتبے اور ظہیریہ کا تخالف مٹایا
یعنی مجتبے کی نفی منع خروج اسپر محمول ہے کہ روکنا حق الدین مین نہین اور روایت ظہیریہ کی اسپر محمول ہے کہ روکنا باعتبار وجوب شرعی کے نہین بلکہ اپنے نطفہ کی
حفاظت کیواسطے ہے اور یہہ جو شارح نے کہا کہ روایت بزازیہ اسکے مخالف ہے سو یہہ سہو کاتب ہے اسواسطے کہ روایت منع خروج ظہیریہ سے سابق مذکور ہوچکی نہ بزازیہ
فصل فی ثبوت النسب یہہ فصل ہے ثبوت نسب کے بیان مین یعنی ولد کا نسب زوج سے کس امر مین ثابت ہوتا ہے اور کس مین نہین اکثر مدۃ الحمل
سنتان لخبر عایشۃ رضی اللہ عنہا کما فی الرضاع وعند الائمۃ الثلثۃ اربع سنین زیادہ تر مدت حمل کی دو برس ہین بدلیل خبر عایشہ رضی اللہ
عنہا کے جو باب الرضاع مین مذکور ہوچکی اور تین امامون کے نزدیک یعنی امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اکثر مدت حمل چار برس ہین سنن دارقطنی
اور بیہقی مین بطریق ابن مبارک عایشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حمل زیادہ نہین ٹھہرتا دو برس سے بقدر گردش ظل مغزل یعنے جتنی دیر سایہ
چرخی کا گھومنے کے وقت ٹھہرتا ہے اسقدر بھی دو برس سے زیادہ حمل نہین ٹھہرتا یہہ کنایہ ہے کمال عسرت سے اور ہرچند یہہ اثر ہے حدیث مرفوع نہین لیکن
چونکہ تعیین مدت واحمل حیتا درجتہد نہین تو بالضرور یہہ مسموع ہوگا شارع سے اور بیہقی نے ولید بن مسلم سے روایت کی کہ مین نے حدیث عایشہ صدیقہ
کو امام مالک کے روبرو ذکر کیا اونہون نے کہا سبحان اللہ یہہ کیہو محمد بن عجلان کی زوجہ تین بار بارہ برس مین جنی ہر لڑکا چار برس مین لیکن یہہ استدلال
تمام نہین اسواسطے کہ حکایت معارض روایت کی نہین ہوسکتی اور انقطاع حیض اور پیٹ کا پہولنا دلیل نہین ہوسکتا اسواسطے کہ استدادطہر حالتہا
ہوتا ہے اور بیماری سے پیٹ بھی پہول جاتا ہے یہانتک کہ ہوا اور ریاح سے حرکت بھی حمل کی طرح معلوم ہوتی ہے اور حالانکہ حمل نہین ہوتا کذا فی فتح القدیر

الکر نسخہ من الباینۃ بعد کی اے یعنی نہ سنہ [illegible]

وَاَقَلُّهَا سِتَّةُ اَشْهُرٍ اجماعًا اور کمتر مدت حمل کی چہ مہینے ہین باجماع ائمہ اربعہ اسمین کسیکو خلاف نہین حق تعالے نے فرمایا کہ وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ
شَهْرًا یعنی حمل ولدکا اور فصال اوسکا تیس مہینے ہے بیان حمل اور فصال کو یکجا فرمایا بلاتفصیل مدت پہر دوسری آیت مین ارشاد ہوا کہ فصال کی مدت
دو برس ہین تو معلوم ہوگیا کہ باقی چہ مہینے حمل کی مدت ہین اور یہہ جو علمانے آیت مذکورہ سے باب الرضاع مین امام اعظمؒ کے مذہب کیواسطے استدلال
کیا ہو کہ تیس مہینے رضاع کی مدت اور تیس مہینے اکثر حمل کی مدت اس آیت سے ثابت ہوتی ہو لیکن حدیث عائشہ صدیقہ سے ثابت ہوا کہ دو برس سے زیادہ
حمل کی مدت نہین ہوتی سو یہہ استدلال صحیح نہین اسواسطے کہ لفظ ثلثون سے اطلاق واحد مین رضاعت کیواسطے تیس مہینے مراد لینا اور حمل کیواسطے چوبیس
مہینے ارادہ کرنا یہہ جمع بین الحقیقت والمجاز ہے حالانکہ یہہ صحیح نہین علاوہ اسکے تحقیق یہہ ہے کہ عدد مین گنجایش مجازیت کی نہین کذا فی فتح القدیر

فَیَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِ مُعْتَدَّةِ الرَّجْعِیِّ وَلَوْ بِالْاَشْهُرِ لِاِیَاسِهَا بَدَائِع وَفَاسِدُ النِّکَاحِ فِیْ ذٰلِکَ کَصَحِیْحِهٖ قُهُسْتَانِی وَاِنْ وَلَدَتْ
لِاَکْثَرَ مِنْ سَنَتَیْنِ وَلَوْ لِعَشْرِ سِنِیْنَ فَاَکْثَرَ لِاحْتِمَالِ امْتِدَادِ طُهْرِهَا وَعُلُوْقِهَا فِی الْعِدَّةِ تو ثابت ہوگا نسب معتدہ رجعی کے ولدکا اگرچہ
عدت اوسکی مہینون کے حساب سے ہو بسبب یاس کے کذا فی البدایع اور نکاح فاسد فقط ثبوت نسب مین برابر نکاح صحیح کے ہے کذا فی القہستانی
اگرچہ معتدہ رجعی بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ مین جنی ہو گو کہ بعد بیس برس یا زیادہ کے جنی تو بھی نسب ثابت ہوجاویگا بسبب احتمال دراز
ہونے اوسکے طہر کے اور باحتمال اوسکے حاملہ ہونیکے عدت مین یعنی احتمال ہو کہ مثلا بعد طلاق کے اٹھارہ برس تک اوسکو طہر رہا حیض نہ آیا تو عدت
ہنوز قائم ہے پہر عدت مین زوج نے وطی کی اور حمل رہ گیا اور دو برس مین لڑکا پیدا ہوا تو یہہ لڑکا ثابت النسب ہے یعنی زوج ہی کا ٹہریگا مَا لَمْ
تُقِرَّ بِمُضِیِّ الْعِدَّةِ وَالْمُدَّةُ تَحْتَمِلُهٗ زیادہ دو سال کی ولادت سے ولد ثابت النسب اوس صورت مین ہوگا جب کہ عورت اقرار نکرچکی ہو انقضای
عدت کا اور حالانکہ مدت بھی انقضای عدت کی محتمل تھی تو اگر طلاق سے بعد آٹھہ مہینے کے جنی اور پہلے انقضای عدت کا طلاق سے ساٹھہ دن کے
بعد اقرار کرچکی تھی تو ولد ثابت النسب نہوگا اسواسطے کہ اقل مدت عدت کی امام کے نزدیک ساٹھہ دن ہین اور اقل مدت حمل چہ مہینے ہین تو آٹھہ
مہینے انقضای عدت اور حدوث حمل اور تولد کے محتمل ہین اور اگر انقضای عدت کا اوسنے اقرار کیا اور وقت اقرار سے چہ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو ولد
ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ مدت انقضای عدت کی محتمل نہین تہی شرعا عورت کی تکذیب ہوگی اسواسطے کہ چہ مہینے سے کمتر مدت مین لڑکا پیدا نہین ہوسکتا تو معلوم
ہوا کہ عین عدت مین حمل رہا تہا تمام ہوا ہدایہ اور کنز اور باقی متون معتمدہ مین بھی روایت مصرح ہو کہ اقرار کے وقت سے اگر چہ مہینے سے کمتر مین عورت جنیگی تو
ولد ثابت النسب ہے اور یہہ جو شرح وقایہ مین بجای اقرار طلاق کا لفظ ہے سو اغلاط کاتب سے ہے کذا فی الدرر وَکَانَتِ الْوِلَادَةُ رَجْعَةً لَوْ فِی الْاَکْثَرِ مِنْهُمَا
اَوْ لِتَمَامِهِمَا لِعُلُوْقِهَا فِی الْعِدَّةِ لَا فِی الْاَقَلِّ لِلشَّکِّ وَاِنْ ثَبَتَ نَسَبُهٗ اور ہوگی ولادت رجعت اگر مطلقہ رجعی دو سال سے زیادہ یا پورے دو سال مین جنی
بسبب حمل رہنے کے عدت مین اور دو سال سے کمتر مدت مین جنی تو ولادت سے رجعت نہ ثابت ہوگی بسبب شک کے اگرچہ ولد کا نسب دو سال سے کمتر مین بھی ثابت ہوگا ہم
ثبوت رجعت مطلقہ عدت کی وطی پر موقوف ہو توجب دو سال سے زیادہ یا پورے دو سال مین ولادت ہوئی تو معلوم ہوا کہ بعد طلاق کے عدت مین حمل رہا تہا اور اگر دو
سال سے کم یعنی نو مہینے یا بارہ مہینے مین مثلا ولادت ہوئی تو احتمال ہو کہ حمل قبل طلاق کے ہوا اور محتمل ہو کہ بعد طلاق کے ہو تو بسبب اس شک کے رجعت ثابت نہین ہوسکتی
لیکن نسب بہر صورت ثابت ہو کَمَا یَثْبُتُ بِلَا دِعْوَةٍ اِحْتِیَاطًا فِیْ مَبْتُوْتَةٍ جَاءَتْ بِهٖ لِاَقَلَّ مِنْهُمَا مِنْ وَقْتِ الطَّلَاقِ لِجَوَازِ وُجُوْدِهٖ وَقْتَهٗ چنانچہ ثابت
ہوتا ہو نسب بدون دعوی زوج کے مبتوتہ مین یعنی مختلعہ اور مطلقہ بائنہ اور مطلقہ ثلثہ مین جو لڑکا جنی دو سال سے کمتر مین طلاق کیوقت سے ثبوت نسب ہوگا بسبب جواز
وجود حمل کے بوقت طلاق یعنی جب مبتوتہ دو سال سے کمتر مین جنی تو یہہ احتمال ہوسکتا ہو کہ طلاق کیوقت حمل موجود تہا خلاصہ یہہ کہ ثبوت نسب مین شارع کو اہتمام
زیادہ ہے تاکہ لڑکا ضائع نہو لہذا اوسکے ثبوت مین احتمال بھی کافی ہو یقین ہونا کچہہ ضرور نہین بخلاف ثبوت رجعت کے کہ اوسمین احتمال کافی نہین یقین چاہیے

وَلَوْ تُقِرَّ بِمُضِیِّهَا کَمَا مَرَّ یعنی ولد مبتوتہ کا نسب کمتر دو سال سے پیدا ہونے مین اوسوقت ثابت ہوگا جب کہ عورت انقضای عدت کا اقرار نکرچکی ہو بشرط احتمال
عدت چنانچہ یہہ مضمون عنقریب مذکور ہوچکا اور اگر بعد اقرار انقضای عدت دو سال سے کمتر اور چہ مہینے سے اکثر مین جنیگی تو ثبوت نسب نہوگا اور اگر بعد اقرار کے

چھ مہینے سے کمتر میں جنی گی تو ولد ثابت النسب ہوگا اس واسطے کہ عورت کی شرعاً تکذیب ہو گی لیکن یہ حکم مبتوتہ مدخولہ پر مخصوص ہے اور اگر مدخولہ نہو گی اور وقت
فرقت سے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی گی تو ثبوت نسب نہوگا اور اگر چھ مہینے سے کمتر میں جنی تو نسب ثابت ہوگا کذا فی البرجندی شیخ الاسلام مفتی ابو سعید نے
تصریح کی کہ اگر غیر مدخولہ وقت نکاح سے پورے چھ مہینے میں جنی تو نسب ولد کا ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ البرجندی ولو لتمامها لا یثبت النسب وقیل یثبت لتصور العلوق
فی حالۃ الطلاق وذکر فی الجوهرۃ انه الصواب۔ اور اگر مبتوتہ لڑکا جنی پورے دو برس میں تو نسب ثابت نہوگا یہ روایت ہے قدوری کی اس واسطے
کہ اگر نسب ثابت ہو تو لازم آوے کہ حمل قبل طلاق کے تھا اور حمل قبل طلاق سے لازم آتا ہے کہ دو برس سے زیادہ مدت میں ولادت ہوئی حالانکہ یہ ممنوع
ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ پورے دو سال سے نسب ثابت ہوگا بسبب احتمال رہنے حمل کے حالت طلاق میں تو قبل زوال زوجیت حمل ثابت ہوا اور یہی مذہب ہے
قاضیخان کا اور مصنف جوہرہ نے یہ اعتقاد کیا ہے کہ یہی قول ٹھیک ہے اور قدوری کی روایت میں سہو ہے بحر الرائق میں کہا کہ حق یہ ہے کہ اس مسئلہ میں دو
روایتیں ہیں اور عدم ثبوت نسب میں متون متفق ہیں چنانچہ کلام صاحب کنز اور وقایہ اور صدر الشریعۃ اور صاحب مجمع البحرین اس پر دلالت کرتا ہے اور
یہ علماء روایت مذہب سے زیادہ تر واقف ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی الا بدعوته لانه التزمه وهی شبهة عقد ایضا پورے دو سال کی ولادت سے
ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر زوج کے دعوی سے البتہ ثابت النسب ہوگا اس واسطے کہ زوج نے نسب کو اپنے اوپر خود لازم کر لیا اور یہاں شبہ عقد کا بھی ہے ہم
یہ شارح نے جواب دیا زیلعی کے اعتراض کا کہ وطی مبتوتہ کی عدت میں فقط شبہۃ الفعل ہے اس سے نسب نہیں ثابت ہوتا تو دعوی زوج سے کیونکر نسب ثابت
ہوگا بحر الرائق میں جواب دیا کہ یہاں فقط شبہۃ الفعل ہی نہیں کہ اعتراض لگے بلکہ اسکے ساتھ شبہۃ العقد بھی ہے تو اب دعوی مثبت نسب کا ہوگا اور تفسیر
شبہۃ الفعل اور شبہۃ العقد کی کتاب الحدود میں معلوم ہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی والا اذا ولدت توأمین احدهما لاقل من سنتین والاخر
لاکثر پورے دو سال میں ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر جب کہ مبتوتہ دو لڑکوں کو ایک حمل سے جنی اسطرح کہ بعد طلاق کے ایک لڑکے کو دو برس سے کمتر میں
جنی اور دوسرے لڑکے کو دو برس سے زیادہ میں جنی مثلاً پہلا لڑکا بائیس مہینے میں جنی اور دوسرا ستائیس مہینے میں جنی اس واسطے کہ پہلا لڑکا تو بلا شرط
دعوی ثابت النسب ہے تو دوسرا بھی بلا دعوی ثابت النسب ہوگا اس واسطے کہ دونوں ایک ہی نطفہ سے ہیں والا اذا ملکها فیثبت ان ولدته لاقل من ستة
اشهر من وقت الشراء ولو لاکثر من سنتین من وقت الطلاق پورے دو سال میں ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر جبکہ مبتوتہ کا مالک ہو جاوے
اسطرح کہ مثلاً لونڈی منکوحہ تھی پھر اسکو طلاق دی پھر اسکو خرید کیا تو اسکا ولد ثابت النسب ہوگا بلا دعوی اگر وہ خرید کے وقت سے چھ مہینے سے کمتر میں جنی اگرچہ
طلاق کے وقت سے دو برس سے زیادہ میں جنی ہو کذا فی العالمگیریۃ عن التبیین وکالطلاق سائر اسباب الفرقۃ بدائع اور مانند طلاق بائن کے ہیں سب
باقی اسباب جدائی کے کذا فی البدائع یعنی خیار بلوغ اور خیار عتق اور عدم کفاءت اور ارتداد تو یہ سب اسباب فرقت کے احکام سابقہ مفصلہ میں مانند طلاق بائن کے
ہیں لکن فی القهستانی عن شرح الطحاوی ان الدعوة مشروطة فی الولادة لاکثر منهما لیکن قہستانی میں شرح طحاوی سے یہ منقول ہے کہ ثبوت نسب میں
دعوت زوج کی مشروط ہے دو سال سے زیادہ کی ولادت میں یعنی پورے دو سال میں ثبوت نسب بلا دعوت ہوگا یہ شارح نے استدراک کیا متن کا م ظاہرا یہی روایت
ہے جو مختار ہے صاحب جوہرہ کی اور مصنف نے روایت قدوری کو اختیار کیا موافقت متون ولو لم تصدقه المرأة فی روایة وهو الاوجه یعنی پورے دو
سال کی ولادت مبتوتہ میں دعوی زوج سے نسب ثابت ہوگا اگرچہ عورت زوج کی تصدیق نکرے بموجب ایک روایت کے اور یہی روایت قوی اقرب بدلیل ہے کذا فی فتح القدیر
نہر الفائق میں ہے کہ دعوی زوج میں یہاں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ دعوی میں تصدیق عورت کی مشروط ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ شرط نہیں اور
اسی روایت کو ترجیح دی ہے صاحب فتح القدیر نے ویثبت نسب ولد المطلقة ولو رجعیا المراهقة المدخول بها وکذا غیر المدخول بها ان ولدت لاقل من
[illegible] ثابت ہے نسب مراہقہ مطلقہ کی ولد کا اگرچہ طلاق رجعی ہو مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ بشرطیکہ مراہقہ جنی ہو کمتر سے کمتر مدت میں ہم کمتر مدت چھ مہینے ہیں اور اوس سے
کمتر مثلاً ساڑھے پانچ مہینے یا پانچ مہینے خلاصہ یہ کہ اگر مراہقہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو اوسکا ولد ثابت النسب ہے مراہقہ
اوس لڑکی کو کہتے ہیں جو وطی کے لائق ہو پر نشانیاں بلوغ کی ہنوز ظاہر نہیں نو برس کی ہو یا زیادہ اور جو لڑکی نو برس سے کم ہو تو اوسکی ولادت متصور نہیں اس واسطے

که اوسمین نطفه نهین کذا فی غایة البیان فی غیر المقرة بانقضاء عدتها وکذا المقرة ان ولدت لذالک من وقت الاقرار اذ الوضع حجة اقوی منه فکذبها
جس مراہقہ نے کہ اپنی انقضاے عدت کا اقرار نہین کیا اوسکا ولد ثابت النسب ہے اور اسیطرح اوس مقرہ کا ولد ثابت النسب ہے جو چھہ مہینے سے کمتر مین جنی اقرار کے
وقت سے یہہ اوسوقت مین ہے جب کہ مراہقہ نے اپنے حاملہ ہونیکا دعوی نہین کیا اور اگر حمل کا دعوی کیا تو وہ بالغہ کی مانند ہے لاقل من تسعة اشهر
من طلاقها لکون العلوق فی النکاح او العدة والا لا لکونه بعدها لانها لصغرها یجعل سکوتها کاقرارها بمضی عدتها مراہقہ غیر مقرہ کا

مذ طلقها

ولد ثابت النسب ہے جبکہ جنے بعد طلاق کے نو مہینے سے کمتر مدت مین بواسطے حمل رہنے کے نکاح مین یا عدت مین اور اگر نو مہینے سے کمتر مین نہ جنی بلکہ پوری نو مہینے
یا زیادہ مین جنی تو ثبوت نسب نہوگا بسبب احتمال رہنے حمل کے بعد عدت کے اسواسطے کہ بسبب کم عمری مراہقہ کو اوسکا سکوت بجاے اقرار انقضاے عدت قرار دیا جاویگا
ھ یہہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ جب مراہقہ مدخولہ نو مہینے یا زیادہ مین جنی تو احتمال ہے کہ اوسکو نکاح مین یا عدت مین حمل رہا ہو پھر کیا وجہ عدم ثبوت نسب
کی اور مسئلہ مفروض ہے عدم اقرار کا ہان اگر اقرار انقضاے عدت کا کرتی اور اوسکے بعد پوری چھہ مہینے یا زیادہ مین لڑکا ہوتا تو البتہ نسب ثابت نہوتا خلاصہ
جواب کا یہہ ہے چونکہ انقضاے عدت مراہقہ کا بسبب کم عمری کے مخصوص ایک ہی طور پر تہا یعنی فقط مہینون پر جیسے ہین تو بعد طلاق کے تین مہینے کا گذر جانا اور بسبب
کم عمری کے اوسکا سکوت کرنا یہہ قائم مقام اقرار کے ہے تو جب کہ بعد تین مہینے کے پوری چھہ مہینے یا زیادہ مین جنی تو معلوم ہوا کہ حمل بعد عدت کے پیدا ہوا لہذا
نسب نہ ثابت ہوگا فلو ادعت حبلا فهی ککبیرة فی بعض الاحکام لاعترافها بالبلوغ سو اگر دعوی کیا مراہقہ نے حمل کا تو وہ اب برابر بالغہ کے
ہوگی بعضے احکام مین بسبب اقرار بلوغ کے ھ بحر الرائق مین کہا کہ اگر مراہقہ نے دعوی حمل کا کیا طلاق بائن مین پہر کمتر دو برس سے جنی اور طلاق رجعی مین ستائیس
مہینے سے کمتر مین جنی تو اوسکا ولد ثابت النسب ہوگا کذا فی غایة البیان مراہقہ اس حکم مین تو کبیرہ کی برابر ہوئی لیکن اور احکام مین برابر نہین مثلا
طلاق رجعی مین اگر مراہقہ مذکورہ ستائیس مہینے پوری مین یا زیادہ مین جنے گی تو نسب ثابت نہوگا بخلاف کبیرہ کے کہ اوسکے ولد کا نسب ایاس تک ثابت
ہوگا بسبب تمادی طہر کے کذا فی حاشیة المدنی ویثبت نسب ولد معتدة الموت لاقل منهما من وقته ای الموت اذا کانت کبیرة ولو
غیر مدخول بها اور ثابت ہوتا ہے نسب معتدہ موت کا اگر ابتداے موت سے کمتر دو سال سے جنے بشرطیکہ کبیرہ ہو اگرچہ وہ مدخولہ نہو اسواسطے کہ فراش عقد سے
ثابت ہوتا ہے نہ دخول اور اجتماع زوجین سے چنانچہ اسکا ذکر آویگا اما الصغیرة فان ولدت لاقل من عشرة اشهر وعشرة ایام ثبت والا لا اور معتدہ
موت کی اگر صغیرہ ہو اور دس مہینے اور دس دن سے کمتر مین جنے تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ اس سے ثابت ہوا کہ حمل موجود تہا قبل انقضاے عدت وفات
کے کیونکہ چار مہینے دس دن عدت کے ہوئے اور باقی اقل مدت حمل ہے اور اگر پوری دس مہینے اور دس دن یا زیادہ مین جنی تو نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ
حمل بعد عدت کے حادث ہوا ولو اقرت بمضیها بعد اربعة اشهر وعشر فولدت لستة اشهر لم یثبت اور اگر اقرار کیا کبیرہ یا مراہقہ نے
انقضاے عدت کا بعد چار مہینے دس دن کے موت سے پہر جنی پوری چھہ مہینے مین تو نسب ثابت نہوگا واما الآیسة فکالحائض لان عدة الموت بالاشهر للکل
الا للحامل زیلعی اور عدت موت مین آیسہ برابر حائضہ کے ہے اسواسطے کہ عدت موت کے مہینون کے حساب سے ہے ہر معتدہ کیواسطے سواے حاملہ کے کذا ذکرہ الزیلعی
وان ولدت لاکثر منهما من وقته لا یثبت بدایع ولو لهما فکذا لاکثر بحر بحثا اور اگر معتدہ موت کی جنی دو برس سے زیادہ مدت مین ابتداے
موت سے تو نسب ثابت نہوگا کذا فی البدائع اور اگر پوری دو سال مین جنی تو اوسکا حکم مثل اکثر دو سال کے ہے کذا فی البحر بحثا بحث یہہ ہے کہ معتدہ موت کو معتدہ
مبتوتہ کے ساتھہ لحق کیا ہے کذا فی حاشیة المدنی وکذا المقرة بمضیها لو لاقل من اقل مدته من وقت الاقرار ولاقل من اکثرها من وقت البت
للتیقن بکذبها اور اسیطرح ثابت ہوتا ہے نسب اوس عورت کے ولد کا جسنے اقرار کیا اپنی عدت کے گذر جانیکا اگر وہ جنی چھہ مہینے سے کمتر مدت مین اقرار
کے وقت سے اور اگر جنی دو برس سے کمتر مدت مین وقت فراق سے یعنی طلاق بائن یا موت سے نسب ثابت ہوگا بسبب یقین ہوجانے دروغگوئی عورت کے یعنی
جب وقت اقرار سے چار یا پانچ مہینے مین جنے تو معلوم ہوا کہ اوسوقت اوسکے رحم مین نطفہ تہا اور اوسکا اقرار انقضاے عدت کا محض غلط تہا اسواسطے کہ چھہ مہینے
سے کمتر مدت مین تولد ہونا ممکن نہین خلاصہ یہہ کہ ولد مقرہ کے ثبوت نسب مین دو شرطین ہین ایک یہہ کہ چھہ مہینے سے کمتر مدت مین جنی وقت اقرار سے دوسری شرط یہہ

وقت فراق سے دو سال سے کمتر مین جنی تو اگر دو سال سے زیادہ مدت مین جنی گی تو ولد ثابت النسب ہوگا اگرچہ وقت اقرار سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو چنانچہ اگر
بعد فراق کے بائیس مہینے کے بعد اوس نے اقرار انقضاء عدت کا کیا پھر وقت اقرار سے تین مہینے کے بعد لڑکا پیدا ہوا تو یہ ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ
شرط ثانی نہ پائی گئی اگرچہ شرط اول موجود ہے کذا فی فتح الغفار والا لا یثبت لاحتمال حدوثه بعد الاقرار اور اگر وقت اقرار سے پورے چھ مہینے یا
زیادہ مین یا وقت فراق سے دو برس سے زیادہ مین مقرہ جنی تو نسب نہ ثابت ہوگا بواسطہ احتمال حدوث حمل کے بعد اقرار کے یا بواسطہ انقضای اکثر مدت حمل کے
وقت فراق سے ویثبت نسب ولد المعتدة بموت او طلاق ان جحدت ولادتها بحجة تامة واکتفیا بالقابلة قبل وبرجل اور ثابت ہوتا ہے
نسب ولد معتدہ موت یا طلاق کا اگر عورت کی ولادت کا انکار ہوگیا ہو یعنے زوج نے طلاق مین اور زوج کے وارثون نے موت مین انکار کیا ہو کہ معتدہ نہیں
جنی اور معتدہ مدعی ہو ولادت کی تو ثبوت نسب پوری دلیل سے ہوگا یعنی دو مردون کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتونکی گواہی سے نسب ثابت ہوگا امام
کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط دائی جنائی کی گواہی ثبوت نسب مین کافی ہے اور ایک روایت یون ہے کہ صاحبین کے نزدیک ایک مرد کی گواہی
بھی کافی ہے او حبل ظاهر وهل تکفی الشهادة بکونه ظاهرا فی البحر بحثا نعم یا حمل ظاہر سے نسب ثابت ہوگا حمل ظاہر سے یہ مراد کہ چھ مہینے سے کمتر مدت
مین ولادت ہو کذا فی الجوہرہ اور مفتی ابو سعود نے لکھا کہ حمل ظاہر سے یہ مراد کہ نشانیان حمل کی اسقدر ظاہر ہون کہ حمل رہنے کا ظن غالب حاصل ہو اور
کیا کفایت کرتی ہے گواہی کہ قبل وضع کے حمل ظاہر تھا بحر الرائق مین بدلیل لکھا ہے کہ ہان شہادت ظہور حمل کی مثبت ہوگی نسب کی اسواسطے کہ بعد ولادت
اور انکار زوج کے حمل موجود نہیں تو واسطے اثبات کے ضرور شہادت کی حاجت ہوگی کذا فی حاشیة المدنی او اقرار الزوج به ای بالحبل
یا اقرار زوج سے کہ یہ حمل میرا ہے نسب ثابت ہوگا ولو لم تکن تعیینه تکفی شهادة القابلة اجماعا کما تکفی فی معتدة رجعی ولدت لاکثر من سنتین
لا لاقل اور اگر تعیین ولد مین انکار ہو یعنی زوج یا ورثہ کہتے ہون کہ یہ لڑکا معتدہ کا نہیں تو اس صورت مین دائی جنائی کی گواہی ثبوت نسب مین کافی
ہے باجماع امام اور صاحبین کے چنانچہ کافی ہے گواہی دائی جنائی کی معتدہ رجعی مین جو دو برس سے زیادہ مدت مین جنے نہ دو برس سے کم مین یعنی اگر معتدہ
رجعی دو برس سے کم مین جنی گی تو ثبوت مین درحالت انکار زوج دائی کی گواہی نہ کفایت کریگی بلکہ حجت تامہ یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتونکی گواہی لازم
ہوگی او تصدیق بعض الورثة فیثبت فی حق المقرین یا تصدیق کرنی بعضے وارثون سے نسب ثابت ہوگا یعنی زوج نے ولادت معتدہ کا انکار کیا اور
مرگیا اوسکے بعد بعضے وارثون نے تصدیق ولادت کی کی تو نسب ثابت ہوگا فقط اقرار کرنیوالے وارثون کے حق مین نہ سب وارثون کے حق مین یعنی ورثہ
مقرین ولد کو اپنے حصون سے ورثہ دینگے نہ ورثہ منکرین وانما یثبت النسب فی حق غیرهم حتی الناس کافة ان تم نصاب الشهادة بهم بان
شهد مع المقر رجل آخر وکذا لو صدق المقر بقیة الورثة وهو من اهل التصدیق فیثبت النسب ولا ینفعه الرجوع اور ثابت ہوجاویگا نسب
غیر مقرین کے حق مین یہانتک کہ سب لوگون کے حق مین اگر پوری ہوجاوے نصاب شہادت کی اونہین سے اسطرح پر کہ گواہی دے وارث مقر کے ساتھ دوسرا مرد
اور اسیطرح اگر تصدیق کرین وارث مقر کے باقی ورثہ اور وہ اہل بھی ہون تصدیق کے یعنی عاقل بالغ ہون تو اسوقت مین ثابت ہوگا نسب ولد معتدہ کا
اور نفع نکریگا بعد تصدیق کے منکر ہوجانا یعنی حصہ ولد کا دینا پڑیگا والا یتم نصابها لا یشارک المکذبین اور اگر نصاب شہادت کی نہ پوری ہوتی یعنے
دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین تصدیق نکرین وارثون سے بلکہ ایک مرد اور ایک عورت تصدیق کرین تو ولد معتدہ کا شریک مکذبین کا نہوگا بلکہ فقط ورثہ
مقرین سے حصہ لیگا وهل یشترط لفظ الشهادة ومجلس الحکم لا فی الاصح لا نظرا لشبهة الاقرار وشرطوا العدد نظرا لشبهة الشهادة اور
وارثونکی تصدیق مین کیا لفظ شہادت کا اور مجلس حکم قاضی بھی شرط ہے قول اصح یہ ہے کہ شرط نہیں برعایت شبہہ اقرار اور شرط کیا ہے فقہانے شمار مقرین کا
بمناسبت شبہہ شہادت خلاصہ یہ ہے کہ تصدیق ورثہ کے دو امر کی مشابہ ہے ایک اقرار اور دوسری شہادت اور چونکہ اقرار مین لفظ شہادت اور مجلس
حکم شرط نہین تو اسواسطے تصدیق مین بھی شرط نہیں اور چونکہ شہادت مین عدد لازم ہے تو تصدیق مین بھی لازم کیا ونقل المصنف عن الزیلعی
ما یفید اشتراط العدالة ثم قال فقول شیخنا وینبغی ان لا تشترط العدالة مما لا ینبغی قلت وفیه انه کیف تشترط العدالة فی المقر

الا ان یقال لاجل السرایۃ فتامل ولیراجع اور نقل کیا ہو مصنف نے اپنی شرح مین زیلعی کا ایسا کلام جو مفید ہو اشتراط عدالت کا یعنی ورثہ مقرین کی عدالت ضرور ہے پہر مصنف نے کہا کہ ہمارے استاد یعنی صاحب بحر الرائق کا یون کہنا کہ مناسب نہین مشروط ہونا عدالت کا یہہ مناسب نہین اسواسطے کہ روایت زیلعی کی مخالف ہے شارح کہتا ہو کہ اشتراط عدالت مین بحث ہو اور کیونکہ مشروط ہو گی عدالت اقرار کرنیوالے مین یعنی مقر کا اقرار ہر صورت اوسپر حجت ہو خواہ عادل ہو خواہ فاسق مگر یون جواب ہو سکتا ہو کہ عدالت مشروط ہو غیر پر حجت ہونیکے واسطے نہ کہ اپنی ذات کیواسطے سو اس مطلب کو غور کرا ور اس مسئلہ کی کتب معتمدہ مین تلاش کرنا چاہیے مترجم حلبی محشی نے کہا یہی جواب ٹھیک ہو جو شارح نے دیا کہ عدالت مقر اپنی ذات کیواسطے مشروط نہین غیر کیواسطے البتہ مشروط ہے لیکن شارح نے بنا بر دیانت اور احتیاط کے بالیقین حکم نہین دیا اب مراجعت کتب کی کچہ حاجت نہین اور شارح کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اگر سب وارث تصدیق کرین تو کچہ عدالت کی حاجت نہین ولو ولدت فاختلفا فی المدۃ فقالت المرأۃ نکحتنی منذ نصف حول وادعی الاقل فالقول لہا بلا یمین وقالا تحلف وبہ یفتی کما سیجیء فی الدعوی اور اگر معتدہ جنی پہر دونوین اختلاف ہوا سو عورت نے کہا کہ تو نے مجہسے نکاح کیا ہو چہہ مہینے سے اور مرد نے کمتر مدت کا دعوی کیا یعنی چار یا پانچ مہینے کا تو قول عورت کا بدون قسم کے معتبر ہوگا نزدیک امام اعظم کے اور صاحبین نے کہا کہ عورت سے قسم لیجاویگی اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہو چنانچہ کتاب الدعوی مین اسکا ذکر آویگا وہو ابنہ لانہ الولد بشہادۃ الظاہر لہا بالولادۃ من نکاح حملا لہا علی الصلاح اور وہ لڑکا جو معتدہ جنی اوسی مرد کا بیٹا ہو اسواسطے کہ ظاہر حال عورت ہی کا شاہد ہو بسبب لادت کے نکاح سے عورت کو نیک سیرت گمان کرکے قال ان نکحتہا فہی طالق فنکحہا فولدت لنصف حول منذ نکحہا لزمہ نسبہ احتیاطا لتصور الوطی حالۃ العقد ولو ولدتہ لاقل منہ لم یثبت وکذا لاکثر ولو بیوم لکن بحث فیہ فی الفتح واقرہ فی البحر کہا مرد نے کہ اگر نکاح کرونین اوس عورت سے تو اوسکو طلاق ہے پہر نکاح کیا اوس سے سو وہ پورے چہہ مہینے مین ابتداء نکاح سے جنی تو لازم ہوگا مرد پر نسب ولد کا بنا بر احتیاط کے بسبب متصور ہونے وطی کے حالت عقد نکاح مین یعنی عین ایجاب اور قبول کی حالت مین وطی ہوئی اور ختتام نکاح اور انزال ساتہی ہوا تو اس تقریر سے وطی بعد طلاق کے نہ لازم آئی اور اگر وہ عورت چہہ مہینو سے کمتر مین جنیگی اگرچہ ایک ہی دن کم ہو تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ یہہ نطفہ قبل نکاح کا ٹہہر گیا اور اسیطرح ولد ثابت النسب نہوگا اگر چہہ مہینے سے زیادہ مین عورت جنیگی اگرچہ ایک ہی دن زیادہ ہو گیا ہو لیکن فتح القدیر مین عدم ثبوت نسب مین بحث کی ہو اور اوسکو بحر الرائق مین مسلم رکہا ہو مترجم فتح القدیر مین کہا کہ مدت حمل دو برس تک ہے تو چہہ مہینے سے زیادہ مین نفی نسب کی کرنا مخالف ہو احتیاط کے اور یہہ احتمال کرنا کہ بعد طلاق کے حمل حادث ہوا نہایت بعید ہے اسواسطے کہ عادت اکثری ولادت کی نو مہینے ہین طحطاوی نے کہا کہ بحث اگرچہ مسلم ہو لیکن نقل مذہب کی معارض نہین ہو سکتی ولہا مہرہا بجعلہ واطئا حکما ولا یکون بہ محصنا نہایہ اور لازم ہوگا مرد پر عورت کا مہر اسواسطے کہ مرد کی وطی حکمی ثابت ہو گئی بسبب ثبوت نسب کے اور اس وطی حکمی سے مرد محصن نہوگا کذا فی النہایہ اسواسطے کہ محصن وہ مرد ہو جو نکاح صحیح کے بعد وطی کر چکا ہو اور نکاح مرکب ہے ایجاب اور قبول سے اور اس مسئلہ مفروضہ مین وطی واقع ہو قبل قبول کے تو وطی بعد النکاح اسپر صادق نہین علق طلاقہا بولادتہا لم تطلق بشہادۃ امرأۃ بل بحجۃ تامۃ خلافا لہما کما مر تعلیق کیا مرد نے طلاق عورت کو اوسکی ولادت پر تو طلاق نہ واقع ہوگی ایک عورت کی گواہی سے بلکہ پوری حجت سے طلاق ہوگی بخلاف صاحبین کے چنانچہ مذکور ہو چکا ولو اقر المعلق مع ذلک بالحبل اوکان ظاہرا طلقت بالولادۃ بلا شہادۃ لاقرارہ بذلک واما النسب ولوازمہ کامومیۃ الولد فلا یثبت بدون شہادۃ القابلۃ اتفاقا بحر اور اگر ایک عورت کی گواہی کے ساتہہ تعلیق کرنیوالے زوج نے عورت کے حمل کا اقرار کیا یا کہ حمل خود ظاہر ہو تو عورت مطلقہ ہوگی ولادت سے بدون شہادت کے بسبب اقرار کرلینے مرد کے لیکن ثبوت نسب اور لوازم اوسکے جیسے اوس عورت کا ام ولد ہونا اوس لڑکے کیواسطے سو وہ ثابت نہوگا بدون دائی جنائی کے شہادت کے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی البحر قال لامتہ ان کان فی بطنک ولد فہو منی فشہدت امرأۃ طاہرۃ بعیر القابلۃ بالولادۃ فہی ام ولدہ اجماعا ان جاءت بہ لاقل من نصف حول من وقت مقالتہ وان لاکثر منہ لا لاحتمال علوقہ بعد مقالتہ قید بالتعلیق لانہ لو قال ہذہ حامل منی ثبت نسبہ الی

سَنَتَين كحتى بقية غاية كہا مولے نے اپنی لونڈی سے کہ اگر تیرے پیٹ مین لڑکا ہو اور حالانکہ حمل اوسوقت موجود تہا تو وہ میرا لڑکا ہو پہر ایک عورت نے گواہی دی ولادت کی وہ عورت دائی جنائی ہو یا کوئی اور عورت ہو تو وہ لونڈی بحکم ام ولد ہو باتفاق اگر وہ جنی کمتر چہ مہینے سے مقالہ مولی کیوقت سے اور اگر چہہ مہینے سے زیادہ مدت مین جنی تو ام ولد نہو گی بواسطے احتمال حمل رہنے کے بعد مقالہ مولی کے مصنف نے اس مسئلہ کو تعلیق کر مقید کیا اسواسطے کہ اگر مولے نے بلا تعلیق یون کہا کہ یہہ لونڈی حاملہ ہو مجہسے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا دو برس تک یہانتک کہ اوسکی نفی کرے مولی کذا فی غایة البیان قال لِغلام هو ابني ومات المقر فقالت أمه المعروفة بحريته بالاصل وبالاسلام وبأنها أم الغلام انا امرأته وهو ابنه يرثانه استحسانا کہا کسی مرد نے ایک لڑکے کو کہ یہہ میرا بیٹا ہو اور مرگیا مقر سو کہا اوسکی مان نے جسکی حریت اصلی اور اسلام اور لڑکے کی ماہونا مشہور ہے کہ مین عورت ہون مقر کی اور لڑکا اوسکا بیٹا ہو تو یہہ دونو وارث ہون گے اوس مرد مقر کے بدلیل استحسان بشرطیکہ مقر کی اتنی عمر ہو کہ ویسا لڑکا اوس سے پیدا ہوسکتا ہو اور لڑکا معروف النسب نہو اور مرد کی تکذیب بھی نکرے کذا فی حاشیة المدنی فان جهلت حريتها اوامومتها لم ترث وقوله فقال وارثه انت ام ولد ابي فكذا تقاقي فهذا الحكم كذلك لو لم يقل شيئا او كان صغيرا كما في البحر او كنت نصرانية وقت موته ولم يعلم اسلامها وقته او قال وارثه كانت زوجة له وهي امة لا ترث في الصور المذكورة وهل لها مهر المثل قيل نعم پہر اگر عورت کا حرہ ہونا اور ولد کی ماہونا معروف اور مشہور نہو تو عورت وارث مقر کی نہو گی تو عدم وراثت مین مصنف کا یہہ قید لگانا کہ جب وارث مقر کا کہے کہ تو میرے باپ کی ام ولد ہو یہہ قید اتفاقی ہو نہ احترازی اسواسطے کہ اسیطرح عدم وراثت کا ہی حکم ہے اگر وارث کچہہ نہ کہیگا یا صغیر ہوگا کذا فی البحر یا مقر کے وارث نے عورت سے کہا کہ تو نصرانیہ تہی وقت مرنے مقر کے یا وقت مرگ مقر عورت کا اسلام نہ معلوم ہو یا وارث نے یون کہا کہ وارث کی زوجہ اور تہی اور یہہ عورت لونڈی ہو تو ان مسائل مذکورہ مین وارث نہو گی فقط لڑکا وارث ہوگا اور کیا اس عورت کو مہر مثل ملیگا بعضون نے کہا کہ ہان مہر ملیگا ہم ترتاشی اور صاحب فتح القدیر وجوب مہر کے قائل ہین اور اتقانی نے اوسکو رد کیا ہو کذا فی النہر الفائق زوّج امته من عبده فجاءت بولد فادعاه المولى لم يثبت نسبه للزوم فسخ النكاح وهو لا يقبل الفسخ مالک نے نکاح کر دیا اپنی لونڈیکا اپنے غلام سے پہر لونڈی لڑکا جنی سو اوسکا دعوی کیا مالک نے یعنی کہا کہ میرا بیٹا ہو تو اوسکا نسب مالک سے ثابت نہو گا بسبب لازم ہونے فسخ نکاح کے یعنی اگر نسب لڑکا مالک سے ثابت ہو تو لازم آتا ہو کہ نکاح غلام فسخ ہو جاوے اور حالانکہ نکاح فسخ نہین ہوتا بعد تمام ہونیکے ہم ترجمہ مین تمام ہونیکی قید لگائی تاکہ فسخ بعد کفارت اور فسخ خیار بلوغ اور خیار عتق کا اعتراض نہ لگے اسواسطے کہ وہ فسخ قبل از تمام ہو اگر کوئی کہے کہ ارتداد سے بھی نکاح فسخ ہوتا ہو اوسکا جواب یہہ ہو کہ یہہ فسخ نہین بلکہ انفساخ ہو یعنی نکاح خود ٹوٹ گیا بدون توڑنے کسی کے اور فسخ عبارت ہو توڑ دینے سے وعتق الولد وتصير الامة ام ولده لاقراره بنبوته وامومتها اور لڑکا آزاد ہوگا اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی بواسطے اقرار کرنے مولی کے ولد کے بیٹے ہونیکا اور لونڈی کے ماہونیکا ولدت امته الموطوءة له ولدا توقف ثبوت نسبه على دعوته لضعف فراشها مالک کی لونڈی مدخولہ جنی ایک لڑکا تو موقوف ہوگا ثبوت نسب لڑکے کا مالک کے دعوی پر یعنی بدون دعوی مولی کے وہ ولد ثابت النسب نہو گا بسبب ضعیف ہونے فراش لونڈی کے بخلاف ام ولد کے کہ اوسکا ولد بدون دعوی مولی کے بہی ثابت النسب ہے لیکن نفی کرنے سے نفی ہو جاویگا اسواسطے کہ ام ولد کا فراش لونڈی سے قوی ہو اور منکوحہ سے ضعیف کامة مشتركة بين اثنين استولدها واحد عبارة الدرر استولدها فجاءت بولد لا يثبت النسب بدونها لحرمة وطيها كام ولد كاتبها مولها چنانچہ لونڈی مشترک دو شخصون مین کہ اوس سے ایک شخص طلب ولد کی یعنی اوسکی وطی سے اولاد کی خواہش کی اور کتاب درر کی یہہ عبارت ہو کہ دونو نے خواہش اولاد کی پہر وہ مشترک لونڈی ایک لڑکا جنی تو نسب ثابت نہو گا بدون دعوی کے بسبب حرام ہونے وطی لونڈی مشترک کے جیسے اُس ام ولد کی وطی حرام ہے جسکے مولی نے اوسکو مکاتبہ کیا تو اوسکا ولد بھی ثابت النسب نہو گا بدون دعوی مولی کے وسيجيء في الاستيلاد ان الفراش على اربع مراتب اور عنقریب باب الاستیلاد مین آویگا کہ فراش عورت کا چار مرتب پر ہو ایک مرتبہ ضعیف وہ فراش لونڈیکا کہ اوسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب نہین دوسرا متوسط یعنی فراش ام ولد کا

کہ اوسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب ہے لیکن نفی کرنیسے نفی ہوجاتا ہو تیسرا قوی یعنی فراش منکوحہ اور معتدہ رجعی کا کہ اونکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب ہے
اور اوسکی نفی نہین ہوسکتی بدون لعان کے چوتھا اقوی یعنی فراش معتدہ بائن کہ اوسکا ولد ثابت النسب ہے بلا دعوی اور اوسکے ولد کی نفی نہین ہوسکتی کیطرح
اسواسطے کہ نفی موقوف ہو لعان پر اور لعان کی شرط ہو قیام زوجیت سو وہ بائنہ مین قائم نہین اور اسیطرح منکوحہ فاسدہ اور لونڈی منکوحہ کو ولد کی نفی نہین
ہوسکتی بسبب عدم ہونے شروط لعان کے یعنی نکاح صحیح اور حریت و قد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیۃ
بینہما مسافۃ سنۃ فولدت لستۃ اشہر مذ تزوجہا لتصور کرامۃ واستخدام فتح اور البتہ کفایت کی ہو فقہا نے قیام فراش بلا دخول
پر ثبوت نسب مین قیام فراش عبارت ہو ملت وطی سے جو بسبب عقد کے ہو اگرچہ دخول حقیقی اور حکمی کچھ بھی نہو مانند نکاح مرد مغربی کے عورت مشرقیہ سو یعنی مرد
منتہاے مغرب اور عورت منتہاے مشرق مین اتنے فاصلہ سے رہتے ہون کہ دونوں کے درمیان سال بھر کی راہ ہو سو منکوحہ مشرقیہ پوری چھہ مہینے مین جنی ابتدا
نکاح سے تو بیہ ولد ثابت النسب ہے بسبب متصور ہونے وطی کے باعتبار کرامت یا استخدام جن کے کذا فی فتح القدیر یعنی ممکن ہے کہ بعد نکاح کے ازراہ کرامت یا
بدولت تسخیر جن کے زوج مشرق سے مغرب مین ساعت واحد مین آوے اور وطی کرے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ ہو کہ بعد نکاح کے چھہ مہینے اور ایک ساعت مین لاوے
ورنہ کیا بات کہ اوس ساعت مین زوج کا زوجہ کے پاس پہونچنا متخیل اور متصور ہو لکن فی النہر الاقتصار علی الثانی اولی لان طی المسافۃ
لیس من الکرامۃ قلت لکن فی عقائد التفتازانی جزم بالاول تبعا لمفتی الثقلین النسفی بل سئل عما یحکی ان الکعبۃ کانت
تزور واحدا من الاولیاء ہل یجوز القول بہ فقال خرق العادۃ علی سبیل الکرامۃ لاہل الولایۃ جائز عند اہل السنۃ و
لا یلتبس بالمعجزۃ لانہا اثر دعوی الرسالۃ وبادعائہا یکفر فورا فلا کرامۃ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ من السیر عند قولہ و
من لولی قال طی مسافۃ * یجوز جہول ثم بعض یکفر * واثباتہا فی کل ما کان خارقا * عن النسفی النجم یروی وینصر * اھ
ونصر ہذا القول بنص محمد انا نؤمن بکرامات الاولیاء لیکن نہر الفائق مین ہو کہ تصور وطی مغربی مین دوسری وجہہ یعنی استخدام جن پر
انحصار کرنا بہتر ہو اسواسطے کہ مسافت بعیدہ کا طی کرنا زمانہ قلیل مین کرامات مین داخل نہین شارح کہتا ہو لیکن شرح عقائد نسفی مین ملا سعد الدین تفتازانی
نے وجہہ اول کا یقین کیا ہو یعنی طی مسافت کو کرامت مین داخل کیا ہو باتباع مفتی ثقلین امام نجم الدین عمر نسفی کے بلکہ امام ممدوح سے سوال ہوا کہ یہہ جو حکایت
ہے کہ کعبہ معظمہ ایک ولی کی زیارت کو جاتا تھا یہہ کہنا جائز ہو یا نہین سو مفتی ثقلین نے جواب مین کہا کہ خرق عادت بطریق کرامت کے اہل ولایت کیواسطے جائز
ہے اہل سنت کے نزدیک اور کچھ التباس نہین کرامت مین ساتھہ معجزے کے یعنی بھہ کوئی نہ سمجھے کہ کرامت اور معجزہ دونو خارق عادت ہین تو کیا فرق ہے
کرامت اور معجزہ مین اسواسطے کہ معجزہ نہین ہوتا مگر بعد دعوی پیغمبری کے اور ادعای رسالت سے فورا کافر ہوتا ہو ولی پھر کرامت کہان بلکہ وہ استدراج ہے
اور پوری تقریر اسکی شرح وہبانیہ مین کتاب السیر سے اس قول منظوم کے پاس ہے کہ جو ولی کے واسطے طی مسافت کو جائز کہے وہ جاہل ہے پھر بعض علما اوسکو کافر
کہتے ہین اور اثبات کرامت کا ہر امر خارق عادت مین خواہ طی مسافت ہو یا غیر اسکے نجم الدین عمر نسفی سے منقول اور منصور ہے یعنی اس قول کی نصرت از روے نص امام
محمد کی اس قول سے ہو کہ ہم تصدیق کرتے ہین کرامات اولیا کی ہم اگر خرق عادت مدعی رسالت کے ہاتھہ پر ہو وہ معجزہ ہو اور اگر مومن متقی کے ہاتھہ پر ہو وہ کرامت
ہے اور اگر کافر اور فاسق کے ہاتھہ پر ہو وہ استدراج اور مکر ہے تو اس تقریر سے ایک قسم کا دوسری قسم سے اشتباہ نہین شرح وہبانیہ مین ہے کہ طی مسافت
بعیدہ کو زمانہ قلیل مین ولی کیواسطے بعضے علما جائز نہین رکہتے اور اوسکے مجوز کو جاہل کہتے ہین اور بعضے کافر اور اسیطرح ظہور معجزات کبار کا مانند احیاء میت
اور عصا کو سانپ کر ڈالنا اور انشقاق قمر اور جوش کرنا پانی بہنا انگلیون سے اور طعام قلیل مین جماعت کثیر کو آسودہ کر دینا بطریق کرامت کے ناجائز جانتے ہین اور
حق یہہ ہو کہ طی مسافت کرامت مین داخل ہے اور اوسکا معتقد جاہل یا کافر نہین امام الحرمین نے کہا کہ قول پسندیدہ ہمارے نزدیک یہہ ہے کہ خوارق عادات بطریق کرامت
کے جائز ہین سوای اوس امر کے جو بدلیل قطعی ممنوع الوقوع ہے جیسے قرآن کی برابر دوسرا کلام ظاہر کرنا اور قول بانصاف امام نسفی کا کلام ہو جو مذکور ہو چکا انتہے
کذا فی حاشیۃ المدنی غاب عن امرأتہ فتزوجت باخر وولدت اولادا ثم جاء الزوج الاول فالاولاد للثانی علی المذہب الذی رجع الیہ

الامام وعليه الفتوى كما في الخانية والجوهرة والكافي وغيرها وفي حاشية شرح المنار لابن الحنبلي وعليه الفتوى ان احتمله الحال لكن في آخر دعوى المجمع حكى اربعة اقوال ثم افتى بما اعتمده المصنف وعلله ابن ملك بانه المستفرش حقيقة والولد للفراش الحقيقي وان كان فاسدا وتمامه فيه فراجعه غائب ہوا مرد اپنی عورت سے پھر اوسکو موت زوج کی یا طلاق کی خبر پہونچی سو اوسنے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا یا عورت نے بدون خبر سننے دعوی موت یا طلاق کا کرکے بعد عدت کے نکاح کیا اور زوج ثانی سے اولاد ہوئی پھر زوج اول آیا تو یہہ لڑکے زوج ثانی کے ہونگے بنابر مذہب مفتی بہ کے جسکی طرف امام اعظم رحمہ اللہ نے آخر کار رجوع کیا کذا فی التجنیس عن القدوری اور اسی پر فتوی ہے کما فی الخانیہ والجوہرہ والکافی وغیرہا اور قول اول غیر مفتی بہ امام کا یہہ ہے کہ یہہ اولاد زوج اول کی ہوگی بسبب بقاء نکاح کے اور شرح منار کے حاشیہ مین جو ابن حنبلی کا تصنیف ہے یون ہے کہ زوج ثانی کی اولاد ہونے پر فتوی ہے بشرطیکہ ظاہر حال اوسکا محتمل ہو اسطرح کہ بعد نکاح ثانی کے پورے چھہ مہینے مین لڑکا پیدا ہوا ہو اور اگر اس سے کم مدت مین ہوگا تو زوج اول ہی کا نسب ثابت ہوگا لیکن مجمع البحرین کی آخر کتاب الدعوی مین اس مسئلہ مین چار قول نقل کئے ہین پھر فتوی اوسی پر دیا ہے جسکو مصنف نے معتمد جانا ہے یعنی زوج ثانی کی اولاد ہونے پر اور دلیل مفتی بہ ہونیکی ابن ملک نے شرح مجمع البحرین مین یون بیان کی ہے کہ حقیقت مین زوج ثانی ہی مستفرش ہے یعنی مالک فراش ہے عورت اوسیکے تحت تصرف مین ہے تو نسب ولد کا فراش حقیقی کیواسطے ثابت ہوگا اگرچہ نکاح فاسد ہوا اور پوری تقریر اسکی شرح مجمع البحرین مین ہے سو اوسکی طرف رجوع کرو طحطاوی نے لکہا زوج ثانی کے ثبوت نسب مین یہہ شرط ضروری ہے کہ نکاح ثانی سے پورے چھہ مہینے یا زیادہ مین ولادت ہو چنانچہ حاشیہ منار سے اوسکی تصریح ہوچکی اور یہہ اختلاف اور مفتی بہ ہونا فقط اولاد کے نسب مین ہے نہ عورت مین اسواسطے کہ جب زوج اول آویگا تو عورت اسیکو دلائی جاویگی باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے نكح امة فطلقها فشراها فولدت لاقل من نصف حول منذ شراها لزمه نکاح کیا ایک مرد نے غیر کی لونڈی سے پھر اوسکو طلاق دی پھر اوسکو مول لیا پھر وہ جنی چھہ مہینے سے کمتر مدت مین ابتدای خرید سے تو نسب ولد کا مرد کو لازم ہوگا خواہ مرد اقرار کرے نسب کا یا انکار کرے اسواسطے کہ وہ ولد منکوحہ ہے یا معتدہ نہ ولد مملوکہ اسواسطے کہ خرید کیوقت سے اقل مدت حمل نہین گذری اور ذکر طلاق کا اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر بدون طلاق کے بھی اوسکو خرید کریگا تو بھی یہی حکم ہے اور اسیطرح ذکر خرید کا بھی اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر بطریق ہبہ یا وراثت لونڈیکا مالک ہوگا تو بھی یہی حکم ہے ولا الا المطلقة قبل الدخول والمبانة بثنتين فمذ طلقها اور اگر وہ لونڈی بعد خرید کے پورے چھہ مہینے یا زیادہ مین جنی تو ولد کا نسب مرد سے ثابت نہوگا بدون اقرار مرد کے اسواسطے کہ وہ اس صورت مین ولد مملوکہ ہے نہ ولد منکوحہ یا معتدہ اسواسطے کہ بعد خرید کے اقل مدت حمل پائی گئی لیکن اگر لونڈی منکوحہ کو طلاق قبل دخول ہوئی ہے یا بعد دخول کے دوبار طلاق بائن ہوگئی ہے تو وہان اعتبار ولادت کا ابتدا طلاق سے ہوگا نہ ابتدای خرید سے تو اگر مطلقہ قبل دخول طلاق سے چھہ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو اوسکا ولد ثابت النسب ہے بلا شرط اقرار لكن في الثانية يثبت لسنتين فاقل لیکن دوسری صورت مین یعنی جسکو دوبار طلاق بائن ہوئی تو اوسکے ولد کا نسب ثابت ہوگا پورے دو برس تک یا کمتر مدت مین جننے سے اس صورت مین بعد طلاق کے چھہ مہینے سے کمتر مدت کا اعتبار نہین بلکہ اگر وہ پورے دو برس یا اس سے کم مدت مین جنی گی بعد طلاق کے تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ دو طلاق کے بعد لونڈی حرام ہوجاتی ہے بحرمت غلیظہ تو بعد خرید کے اوسکی وطی نہین ہوسکتی لہذا اوسکے حمل کو بعد اوقات کیطرف نسبت کیا یعنی قبل طلاق کے کذا فی حاشیۃ المدنی وفي الرجعي لاكثر مطلقا بعد ان يكون لاقل من نصف حول منذ شراها في المسئلتين اور طلاق رجعی مین ولد ثابت النسب ہوتا ہے اگر بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ مدت مین پیدا ہو کتنی ہی مدت زیادہ ہو پانچ برس یا دس برس بشرطیکہ ابتدای خرید سے چھہ مہینے سے کمتر مدت ہو دونو صورتون مین پہلی صورت سے وہ مطلقہ مراد ہے جسکو بعد دخول کے ایک طلاق بائن ہوئی اور دوسری صورت سے مطلقہ رجعی مراد ہے خلاصہ ان مسائل مذکورہ کا یہہ ہے کہ جب غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسکو طلاق دی پھر اوسکو خرید کیا تو دو حال سے خالی نہین یا طلاق قبل دخول کے ہے یا بعد دخول کے اور بعد دخول کے طلاق دو حال سے خالی نہین کہ یا طلاق رجعی ہے یا بائن اور طلاق بائن دو حال سے خالی نہین یا بینونت صغری ہے یعنی ایک طلاق بائن یا بینونت کبری یعنی دو طلاق بائن بخلاف حرہ کے کہ اوسمین تین طلاق سے بینونت کبری ہوتی ہے نہ دو سے تو اگر طلاق قبل دخول کے دی تو اگر ولادت اوسکی

طلاق مین چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور نکاح سے پورے چھ مہینے یا زیادہ مین تو نسب ثابت ہے اور اگر نکاح سے چھ مہینے سے کم مدت ہو ولادت مین تو نسب ثابت نہین اور اگر ایک طلاق بائن دی بعد دخول کے تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور ولادت اور طلاق مین دو برس سے کم مدت ہو تو نسب ثابت ہے اور اگر ولادت اور خرید مین پوری چھ مہینے یا زیادہ کی مدت ہو تو دو برس پر اوسکا نسب لازم نہین بلکہ ولادت اور طلاق مین پوری دو برس یا کم کی مدت ہو تو نسب ثابت ہوگا اور اگر طلاق رجعی دی تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور ولادت اور طلاق سے دو برس سے زیادہ کتنی ہی مدت کیون نہو ہر صورت نسب ثابت ہے کذا فی حاشیۃ الکرخی وکذا لو اعتقہا بعد الشراء اور اسیطرح اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسکو آزاد کر دیا بعد خرید کے فوراً تو نسب ثابت ہوگا اگر چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی خرید کیوقت سے اور اگر وقت خرید سے چھ مہینے سے زیادہ مدت مین جنی تو نسب ثابت نہوگا مگر باقرار زوج کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الکافی فلو باعہا فولدت لاکثر من الاقل منذ باعہا فادعاہ ہل یفتقر لتصدیق المشتری قولان اور اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسکو خرید کیا پھر اوسکو بیچ ڈالا پھر جنی چھ مہینے سے زیادہ مدت مین ابتدای بیع سے پھر زوج بائع نے ولد کا دعوی کیا تو اس صورت مین تصدیق مشتری کی حاجت ہے یا نہین بیان دو قول ہین ابو یوسف کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت ہے بدون تصدیق مشتری کے ثبوت نسب نہین اگرچہ بائع دعوی کرے کیونکہ بسبب خرید کے نکاح باطل ہوگیا اور محمد کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت نہین کذا فی العالمگیریۃ مات عن ام ولدہ او اعتقہا فولدت لاقل من سنتین لزمہ ولاکثر لا الا ان یدعیہ مولی مرگیا اپنی ام ولد کو چھوڑ کر یا اوسکو آزاد کر دیا پھر وہ جنی دو سال سے کم مین بعد موت یا آزادی کے تو نسب لڑکا مولی کو لازم ہوگا اور اگر دو سال سے زیادہ مدت مین جنی تو نسب اوسکا مولی کو نہ لازم ہوگا مگر یہ کہ مولی بعد عتق کے دعوی ولد کا کرے تو نسب ثابت ہوگا ولو تزوجت فی العدۃ فولدت لسنتین من عتقہا وموتہ ولنصف حول فاکثر منذ تزوجت وادعیاہ معا کان للمولی اتفاقا لکونہا معتدۃ بخلاف ما لو تزوجت ام الولد بلا اذنہ فانہ للزوج اتفاقا اور اگر ام ولد نے نکاح کیا عدت موت یا عتق مین پھر جنی پوری دو برس مین آزاد کرنے مولی سے یا اوسکی مرنے سے اور پوری چھ مہینے یا زیادہ مین ابتدای نکاح سے اور مولی اور زوج نے دعوی کیا ولد کا ساتھی مولی کہتا ہے یہ میرا لڑکا ہے اور زوج ام ولد کا کہتا ہے کہ میرا ہے تو یہ ولد مولی ہی کا ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ ام ولد مولی کی معتدہ ہے بخلاف اوس صورت کے کہ اگر ام ولد نے نکاح کر لیا بدون اذن مولی کے پھر وہ پوری چھ مہینے یا زیادہ مین جنی ابتدای نکاح سے پھر ولد مین مولی اور زوج نے دعوی کیا تو ولد زوج ہی کا ہوگا بالاتفاق نہ مولی کا م شارح کے قول مین موت کا ذکر بے معنی ہے اسواسطے کہ بعد موت مولی کے دعوی کرنا مولی کا غیر متصور ہے ولو تزوجت معتدۃ بائن فولدت لاقل من سنتین منذ بانت ولاقل من الاقل منذ تزوجت فالولد للاول لفساد نکاح الاخر اور اگر نکاح کر لیا معتدہ بائن نے پھر وہ جنی دو سال سے کم مدت مین ابتدای طلاق بائن سے اور چھ مہینے سے کمتر مین ابتدای نکاح ثانی سے تو یہ ولد زوج اول کا ہوگا بسبب فاسد ہونے نکاح ثانی کے اسواسطے کہ عدت مین ہوا ولو لاکثر منہما منذ بانت ولنصف حول منذ تزوجت فالولد للثانی اور اگر معتدہ بائن نے نکاح کیا اور جنی دو برس سے زیادہ مدت مین ابتدای طلاق بائن سے اور پوری چھ مہینے مین ابتدای نکاح ثانی سے تو یہ بیٹا زوج ثانی کا ہوگا اسواسطے کہ زوج اول کی طرف نسبت ولد کی متعذر ہوگئی کیونکہ دو برس سے زیادہ حمل نہین ٹھہرتا اور زوج ثانی کیطرف نسبت بلا معارض ثابت ہے ولو لاقل من نصفہ لم یلزم الاول ولا الثانی والنکاح صحیح اور اگر معتدہ مذکورہ ابتدای طلاق بائن سے دو سال سے زیادہ مدت مین جنی تو نسب اس فرزند کا نہ زوج اول کو لازم ہوگا اور نہ زوج ثانی کو اور نکاح ثانی صحیح ہوگا زوج اول کو اسواسطے نسب لازم نہوا کہ نسبت اوسکی زوج اول کیطرف بسبب زیادہ ہوجانے اکثر مدت حمل سے متعذر ہے اور زوج ثانی کی طرف بھی نسبت متعذر ہوگئی اسواسطے کہ کمتر مدت حمل سے بھی کمتر ہے اور نکاح ثانی اسواسطے صحیح ہوا کہ بعد طلاق بائن کے دو سال سے زیادہ مدت مین ولادت ہونا یہ دلیل ہے کہ زوج اول کا نطفہ معتدہ کے پیٹ مین نہ تہا تو حاملہ ثابت نہ ہے نکاح کرنا نہ لازم آیا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو لاقل منہما ولنصفہ ففی عدۃ البحر بحثا انہ للاول لکن نقل ہنا عن البدائع انہ للثانی مع لا بان اقدامہا علی التزوج دلیل انقضاء عدتہا حتی لو علم بالعدۃ فالنکاح فاسد وولدہا للاول ان امکن اثباتہ منہ بان تلد لاقل من سنتین منذ طلق او مات

اوسنے اگر نکاح کیا معتدہ سے پھر جنی کمتر دو سال سے ابتداء طلاق باین سے اور پورے چھ مہینے مین نکاح ثانی سے تو بحر الرائق کے باب العدت مین بحث کرکے کہا ہے کہ یہہ ولد زوج اول کا ہی اسواسطے کہ نکاح ثانی فاسد ہے بخلاف اول کے لہذا ولد زوج اول ہی کو ملحق ہوگا لیکن صاحب بحر الرائق نے وہین نقل کیا ہی بدائع سے کہ بچہ ولد زوج ثانی کا ہوگا اس دلیل سے کہ پیش قدمی کرنا عورت کا نکاح پر دلیل ہے اوسکے انقضاء عدت پر اور بعد عدت کی زوج اول سے ملحق نہین ہوسکتا اور یہی یعنے روایت بدائع کی قوی ہی تو بحث صاحب بحر لائق اعتماد کے نہین اور الحاق ولد کا زوج ثانی کیواسطے اوس صورت مین ہی جبکہ اوسکو بقاء عدت اول کا علم نہو یہانتک کہ اگر زوج ثانی نکاح کیوقت بقاء عدت کو جانتا ہو تو نکاح فاسد ہوگا اور ولد معتدہ کا زوج اول کا ہوگا اگر ممکن ہو ثبات اوسکا زوج اول سے اسطرح پر کہ جنی معتدہ دو سال سے کمتر مین ابتداء طلاق سے یا زوج اول کی موت سے اور اگر طلاق سے دو سال سے زیادہ مدت مین اور نکاح سے پورے چھ مہینے مین جنی تو ولد زوج ثانی کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع ولو نکح امرأۃ فجاءت بسقط مستبین الخلق فان لاربعۃ اشھر فنسبہ للثانی وان لاربعۃ الا یوما فنسبہ للاول وفسد النکاح الکل من البحر اور اگر نکاح کیا مرد نے عورت معتدہ سے پھر اوسکے پیٹ سے بچہ ناتمام جسکے بعض اعضا ظاہر ہو چلے تھے گرا تو اگر بعد نکاح ثانی کے پورے چار مہینے مین گرا تو نسب اوسکا زوج ثانی سے ثابت ہوگا اور اگر ایک دن کم چار مہینے مین گرا تو نسب اوسکا زوج اول سے ہوگا اور نکاح فاسد ہوگا یہہ مسائل بحر الرائق سے منقول ہین پورے چار مہینے مین زوج ثانی کا نسب اسواسطے ہوا کہ خلقت اعضا ظاہر نہین ہوتی مگر ایک سو بیس دن مین تو چالیس دن نطفہ پیٹ مین رہتا ہی اور چالیس دن خون بستہ ہوتا ہی اور چالیس دن گوشت کا لوتھڑا ہوتا ہی کذا فی البحر اور نکاح ثانی صورت ثانیہ مین اسواسطے فاسد ہوا کہ نکاح عدت مین واقع ہوا قلت وفی مجموع الفتاوی نکح کافر مسلمۃ فولدت منہ لا یثبت النسب منہ ولا تجب العدۃ لانہ نکاح باطل شارح کہتا ہی کہ مجموع الفتاوی مین ہی کہ نکاح کیا کافر نے مسلمان عورت کا پھر جنی اوس سے تو ولد کا نسب کافر سے نہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ زنا سے نسب ثابت نہین ہوتا اور عورت پر عدت بھی واجب نہین اسواسطے کہ یہہ نکاح باطل ہے بخلاف نکاح فاسد کے اسواسطے کہ اوسکی وطی بشبہہ ہے لہذا اوسمین نسب ثابت ہوتا ہی ام اگر ایک مرد نے زنا کیا ایک عورت سے پھر وہ حاملہ ہوئی پھر اوس سے نکاح کیا پھر وہ جنی تو اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ مین جنی تو ولد کا نسب مرد سے ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو نسب ثابت ہوگا اگر دعوی کرے ... یہہ ثابت ہوگا ... نہ کہا ہو کہ یہہ میرا بیٹا زنا سے ہی اور اگر یون کہیگا کہ یہہ میرا بیٹا زنا سے ہے تو نسب ثابت نہوگا اور لڑکا اوسکا وارث نہوگا کذا فی الینابیع مرد مسلمان نے نکاح کیا اپنی محارم سے پھر اولاد ہوئی تو وہ اولاد امام کے نزدیک مرد سے ثابت النسب ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ثابت النسب نہین اسواسطے کہ نکاح محارم کا فاسد ہی امام کے نزدیک اور باطل ہے صاحبین کے نزدیک کذا فی الظہیریۃ نسب شہادہ کرنے سے بھی ثابت ہوتا ہی ... کذا فی الدرایۃ ... فی الدر ... گیریۃ

باب الحضانۃ

الحضانۃ بفتح الحاء وکسرھا تربیۃ الولد یہہ باب حضانت مین حضانت بفتح وکسر حا عبارت ہی تربیت ولد سے یعنی لڑکے کی پرورش کے احکام اس باب مین مذکور ہین صراح اور قاموس مین حضانت کو بکسر اول کہا ہے اور شارح نے باتباع مصباح اور بحر اور نہر کے فتح اول کو بھی مذکور کیا ہی اور حاضنہ وہ عورت ہی جو لڑکے کی پرورش کرے اور گود مین رکھے اور خیر الدین رملی نے کہا کہ شروط حضانت کی یہہ ہین کہ حاضنہ حرہ بالغہ امینہ ہو قادر ہو پرورش پر اور زوج اجنبی کے نکاح مین نہو اور اگر پرورش کرنیوالا مرد ہو تو اوسمین بھی یہی شروط ہین سواے شرط اخیر کے کذا فی حاشیۃ المدنی تثبت للام النسبیۃ ولو کتابیۃ او مجوسیۃ او بعد الفرقۃ الا ان تکون مرتدۃ فحتی تسلم لانھا تحبس ثابت ہی حق پرورش کا نسبی ماکو اگرچہ کتابیہ یا مجوسیہ ہو اگرچہ بعد جدائی زوج کے ہو مگر جبکہ ماں ولد کی مرتدہ ہوگئی ہو تو اوسکو حق پرورش نہین یہانتک کہ وہ اسلام قبول کرے اسواسطے ارتداد مین حق پرورش نہین کہ مرتدہ تا زمان ارتداد محبوس رہیگی پھر محبس مین پرورش کیونکر ہو تو جو سبب ہونیکی ... کہ ولد کے ماں باپ دونو مجوسی تھے پھر باپ مسلمان ہوگیا اور عورت مجوسی بنی رہی تو بھی حق پرورش اوسیکا ہوگا اسواسطے کہ عورت کو محبت ولد کی پیدائشی امر ہے کافرہ ہو یا مسلمہ او فاجرۃ فجورا یضیع الولد بہ کزنا وغناء وسرقۃ ونیاحۃ کما فی البحر والنھر بحثا قال المصنف والذی یظھر العمل باطلاق کما ھو مذھب الشافعی ان الفاسقۃ بترک الصلوۃ لا حضانۃ لھا وفی القنیۃ الام احق بالولد ولو سیئۃ السیرۃ معروفۃ بالفجور مالم یعقل ذلک یا ولد کی ماں فاسقہ ہو ایسا فسق اور گناہ کرتی ہو جس سے لڑکا ضائع ہو جاے مانند زنا اور گانا اور چوری اور نوحہ گری ... ہی ... تفصیل بحر الرائق

ونہرالفائق مین ہے بحث کے ساتھہ اسواسطے کہ جب عورت حرام کار ہوئی یا گانے یا نوحہ گری کا پیشہ لیا یا چوری کرنیکی اوسکو خو پڑی تو گہر مین نہ ٹھہریگی تو لڑکا تباہ ہوگا مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ جو امر کہ عمل بالطلاق فقہا سے ظاہر ہوتا ہو چنانچہ وہی مذہب شافعی بھی ہے وہ یہہ ہو کہ جو عورت کہ فاسقہ ہو بسبب ترک نماز کے تو اوسکو حق پرورش نہین اور قنیہ مین ہے کہ ماسزاوارتر ہے پرورش ولد مین اگرچہ وہ بدطریق مشہور بفسق ہو جبتک کہ لڑکا کو بدکاری کا شعور ہو انتہی کلام المصنف ھم اکثر کتب فقہ مین وارد ہو کہ فاجرہ ماکو حق پرورش نہین صاحب بحر نے کہا کہ فاجرہ سے مراد زانیہ ہے جو پرورش ولد سے غافل ہوجاوے نہ مطلق فسق کہ شامل ہو ترک صلوۃ کو اسواسطے کہ جب کتابیہ احق بالولد ہوئی تو مسلمہ فاسقہ اولی ہوگی مصنف نے کلام صاحب بحر کا پسند نہ کیا اور مطلق فسق کو قائم رکھا اور کتابیہ اور فاسقہ مین فرق کیا کہ کتابیہ اپنے اعتقاد پر ہے بخلاف مسلمہ فاسقہ کے شیخ رمتی اور طحطاوی و محشیون نے لکہا کہ جب مدار حکم کا ولد کے ضائع ہونے پر ہوا تو بحث مصنف کی بیجا ہے اور بحث صاحب بحر کی قوی ہے اور تفرقہ کتابیہ اور فاسقہ کا حضانت مین کچہہ مفید نہین مفتی ابوسعود نے کہا کہ مطلق فجور مسقط حضانت کا نہین تا وقتیکہ خوف ولد کے ضائع ہونیکا غرمی زادہ نے کہا کہ لحاظ اس قید کا ضرور ہے کذا فی حاشیۃ المدنی او غیر مامونۃ ذکرہ فی المجتبی بان تخرج کل وقت وتترک الولد ضائعًا یا ولد کی ما غیر مامونہ ہو یعنی اوسپر اطمینان نہو مجتبے مین تفسیر غیر مامونہ کی اسطرح پر کی ہو کہ ہر وقت گہر سے نکلا کرتی ہو اور لڑکے کو تباہ حالت چہوڑ جاتی ہو خواہ بلاضرورت نکلتی ہو خواہ بضرورت مانند کشتکاری کے یا کہ وہ دائی جنائی ہو یا مردہ شو او تکون امۃ او ام ولد او مدبرۃ او مکاتبۃ ولدت ذلک الولد قبل الکتابۃ لاشتغالھن بخدمۃ المولی لکن ان کان الولد رقیقًا کان الحق بہ لانہ للمولی مجتبے یا ولد کی لونڈی ہو یا ام ولد یا مدبرہ ہو یا مکاتبہ ہو جو کہ اس لڑکے کو قبل کتابت کے جنی ان سب کی پرورش ساقط ہو بسبب مشغول رہنے ان عورتون کے خدمت مولی مین تو چونکہ پرورش ولد کی فرصت کہان لیکن اگر ولد انکا مملوک ہوگا مولی کا تو یہی عورتین اوس ولد کی پرورش کیواسطے لائق تر ہین اسواسطے کہ وہ ولد مولی کا ہے تو اوسکی پرورش کرنا گویا مولی کی خدمت ہے کذا فی المجتبے ھم تعلیل مذکور مکاتبہ پر صادق نہین آتی اسواسطے کہ مکاتبہ پر مولی کی خدمت واجب نہین تو نفی حضانت کی یون علت بیان کرنا بہتر ہے کہ حضانت ایک نوع کی ولایت ہے اور ان عورتون کو اپنی ذات پر ولایت نہین تو غیر پر بطریق اولی ولایت نہوگی او متزوجۃ بغیر محرم الصغیر یا ولد کی مانے نکاح کر لیا ہو صغیر کے غیر محرم کے ساتھہ اسواسطے کہ مرد اجنبی ولد کی پرورش سے راضی نہوگا اور اگر اوسکی ماںنے اوسکے محرم کے ساتھہ نکاح کیا ہو مثلاً ولد کے چچا کے ساتھہ نکاح کیا ہو تو حق حضانت کا ساقط نہین اور مراد محرم سے محرم نسبی ہے نہ رضاعی او ابت ان تربیۃ مجانًا والحال ان الاب معسر والعمۃ تقبل ذلک ای تربیتہ مجانًا ولا تمنعہ عن الام قیل للام اما ان تمسکیہ مجانًا او تدفعیہ للعمۃ علی المذھب وھل ترجع العمۃ والعمۃ علی الاب اذا ایسر قیل نعم مجتبے والعمۃ لیست بقید فیما یظھر یا کہ ما انکار کرے ولد کے مفت پالنے سے اور حالانکہ باپ کو مقدور تنخواہ کا نہین اور عمہ ولد کی اس پرورش کو مفت قبول کرتی ہو اور ماکو بچے کے پاس آنے جانے سے روکتی بہی نہین تو اس صورت مین اوسکی ماسے کہا جاوے کہ یا لڑکیکو مفت اپنے پاس رکہے یا کہ اوسکی عمہ کو دیدے کہ وہ رکہے یہی حکم ہے بنا بر مذہب صحیح کے اور جسقدر مال چچا یا عمہ کا پرورش مین صرف ہوا ہے اوسکو باپ سے پہیر لینا جب کہ باپ کو مقدور ہو درست ہے یا نہین بعضے علما نے جواب دیا کہ ہان پہیر لینا پہونچتا ہے کذا فی المجتبے اور ظاہرا ذکر عمہ کا اس مسئلہ مین کچہہ قید نہین بلکہ جب کہ ما مفت پرورش سے انکار کرے اور باپ کو مقدور نہو اور کوئی اجنبی عورت مفت پرورش کا اقبال کرے تو بہی یہی حکم ہے کہ اجنبی پالے کذا ذکر شرنبلالی فی کشف النتائج علی حاشیۃ الدرر تو توقف شارح کا عمہ کے اتفاقی قید ہونے مین اس روایت سے زائل ہوگیا کذا فی حاشیۃ المدنی وفی المنیۃ تزوجت ام صغیر توفی ابوہ وارادت تربیتہ بلا نفقۃ مقدرۃ وارادت وصیہ تربیتہ بھا دفعہ الیھا لا الیہ ابقاء لمالہ اور منیہ مین ہے کہ نکاح کر لیا صغیر کی ماںنے جس صغیر کا باپ مر گیا اور صغیر کی ماںنے بدون صرف مقرری کے اوسکی پرورش کا ارادہ کیا اور صغیر کے وصی نے چاہا کہ نفقہ دیکر کسی اور اجنبی عورت سے پرورش کرا دے تو لڑکا ماہی کو دلایا جاویگا نہ وصی کو تا کہ مال صغیر کا باقی رہے وفی الحاوی تزوجت باجنبی وطلبت تربیتہ بنفقۃ والتزم ابن عمہ مجانًا ولا حاضنۃ لہ فلہ ذلک اور حاوی مین ہے کہ نکاح کیا صغیر کی ماںنے اجنبی سے اور پرورش ولد کی درخواست کی بعوض نفقہ کے اور صغیر کے ابن عم نے اپنے اوپر لازم

کرتی ہو تو اوسکی صفت اور حالانکہ صغیر کی کوئی اور عورت حاضنہ نہیں تو ابن عم کو اسکا اختیار ہو وَلَا تُجْبَرُ مَنْ لَهَا الْحَضَانَةُ عَلَيْهَا إِلَّا إِذَا تَعَيَّنَتْ لَهَا بِأَنْ لَمْ يَأْخُذْ ثَدْيَ غَيْرِهَا أَوْ لَمْ يَكُنْ لِلْأَبِ وَلَا لِلصَّغِيرِ مَالٌ بِهِ يُفْتَى خَانِيَه وَسَيَجِيءُ فِي النَّفَقَةِ اور جس عورت کو حق حضانت شرعاً ثابت ہوا وسپر جبر کرنا پرورش کیواسطے نہین ہوسکتا کہ شاید اوس سے نہوسکتی ہو مگر جبکہ حاضنہ متعین ہوجاوے اسطرح پر کہ صغیر کسیکی چھاتی نہ لیتا ہو سوا ہے اوس عورت کے یا کہ باپ اور صغیر مالدار نہون تاکہ خادمہ نوکر رکھی جاوے تو اس صورتمین بالاتفاق حاضنہ پر جبر کیا جاویگا پرورش کیواسطے اور اسی پر فتویٰ ہے یعنی عدم جبر پر الا درصورت تعیین کذا فی الخانیہ اور عنقریب اسکا ذکر باب النفقہ مین آویگا م ہدایہ اور تبیین اور درر و لوالجیہ اور دررانعات اور خلاصہ مین اسی روایت پر فتویٰ ہے کہ حاضنہ پر جبر نہین اور ظہیریہ مین ہے کہ اگر صغیر کا کوئی محرم نہو تو پرورش کیواسطے ماں پر جبر کیا جاویگا تاکہ صغیر ضائع نہوجاوے کذا فی حاشیۃ المدنی وَإِذَا أَسْقَطَتِ الْأُمُّ حَقَّهَا صَارَتْ كَمَيِّتَةٍ أَوْ مُتَزَوِّجَةٍ فَيَنْتَقِلُ لِلْجَدَّةِ بَحْر اور جب کہ ماںنے اپنا حق پرورش کا ساقط کردیا تو مانند میت اور متزوجہ کے ہوگئی تو اس صورتمین حق حضانت کا نانی کیطرف منتقل ہوگا کذا فی البحر وَلَا تَقْدِرُ الْحَاضِنَةُ عَلَى إِبْطَالِ حَقِّ الصَّغِيرِ فِيهَا حَتَّى لَوِ اخْتَلَعَتْ عَلَى أَنْ تَتْرُكَ وَلَدَهَا عِنْدَ الزَّوْجِ صَحَّ الْخُلْعُ وَبَطَلَ الشَّرْطُ لِأَنَّهُ حَقُّ الْوَلَدِ فَلَيْسَ لَهَا أَنْ تُبْطِلَهُ بِالشَّرْطِ وَإِنْ لَمْ يُوجَدْ غَيْرُهَا أُجْبِرَتْ بِلَا خِلَافٍ فَتْح وَهٰذَا يَعُمُّ مَا لَوْ وُجِدَ وَامْتَنَعَ مِنَ الْقَبُولِ بَحْر وَحِينَئِذٍ فَلَا أُجْرَةَ لَهَا جَوْهَرَة اور قدرت نہین حاضنہ کو حق صغیر کے باطل کرنے پر وہ حق صغیر کا جو حاضنہ کی ذات مین ثابت ہے یہانتک کہ اگر خلع کیا عورت نے اس شرط پر کہ صغیر کو چھوڑ جاویگی زوج کے پاس تو خلع صحیح ہوگا اور شرط عدم پرورش کی باطل ہوجاویگی اسواسطے کہ پرورش حق ہے صغیر کا تو عورت کو اختیار نہین کہ اوسکو باطل کرسکے شرط کرکے اور اگر ماں کے سوا کوئی حاضنہ نپائی جاوے تو ماں پر جبر کیا جاویگا بلاخلاف کذا فی فتح القدیر اور یہ یعنی غیر ام کا نپایا جانا شامل ہے اسصورت کو کہ غیر ام موجود ہو اور پرورش کا قبول نکرے کذا فی البحر اور اسوقت مین یعنے سوا ہے ماں کے کوئی حاضنہ نہو یا ہو مگر قبول نکرے تو ماں کچھ اجرت پرورش کی نپاویگی اسواسطے کہ واجب کرنے پر کچھ اجر نہین کذا فی الجوہرہ م معلوم ہوا کہ اس مسئلہ مین دو قول مین ایک قول یہ ہے کہ ماں پر جبر نہین پرورش مین چنانچہ قبل اسکے تفصیل اوسکی مذکور ہوچکی اور دوسرا قول یہ ہے کہ ماں مجبور ہے پرورش صغیر مین اور یہی منقول ہے فقہاء ثلثہ سے یعنی فقیہ ابو اللیث اور ہندوانی اور خواہرزادہ سے اور فتح القدیر مین کافی حاکم سے خلع مشروط کا مسئلہ نقل کرکے فقہاء ثلثہ کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ کافی جامع ہے کلام محمد کی تو معلوم ہوا کہ یہی ثبوت جبر ظاہر الروایت ہے طحطاوی نے کہا کہ کیونکہ ماں پر جبر ثابت ہوگا یعنے درصورت عدم تعیین اور حالانکہ اقوال مشائخ کے عدم جبر کے مفتی بہ ہونے پر مطابق ہوگئے ہین اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر روایت سے عدول کرکے مفتی بہ پر عمل ہوتا ہے انتہے اور تعجب ہے مصنف اور شارح سے کہ اس مقام مین جمع بین المتناقضین سے راضی ہوئی اور لازم یون تھا کہ ایک قول کو پسند کرتے اور دوسرے پر جاتے تو اشارہ کردیتے کذا فی حاشیۃ المدنی وَتَسْتَحِقُّ الْحَاضِنَةُ أُجْرَةَ الْحَضَانَةِ إِذَا لَمْ تَكُنْ مَنْكُوحَةً وَلَا مُعْتَدَّةً لِأَبِيهِ وَهِيَ غَيْرُ أُجْرَةِ إِرْضَاعِهِ وَنَفَقَتِهِ كَمَا فِي الْبَحْرِ عَنِ السِّرَاجِيَّةِ خِلَافًا لِمَا نَقَلَ الْمُصَنِّفُ عَنْ جَوَاهِرِ الْفَتَاوٰى اور مستحق ہوتی ہے حاضنہ اجرت حضانت کی جب کہ وہ منکوحہ اور معتدہ اوسکے باپ کی نہو لیکن ملکیہ صغیر منکوحہ یا معتدہ کے بیٹے سے ہو اور اگر منکوحہ یا معتدہ کی سوت کا بیٹا ہوگا تو بھی وہ اجرت کی مستحق ہوگی کذا فی الزیلعی اور یہ اجرت پرورش کی دودھ پلانے اور نفقہ ولد کے سوا ہے کذا فی البحر عن السراجیہ تو باپ پر تین چیزین واجب ہوئین اجرت حضانت اور اجرت رضاعت اور نفقہ ولد کذا فی الشرنبلالیہ اور مغائر ہونا اجرت حضانت کا رضاعت سے مخالف ہے اوس قول کے جو مصنف نے اپنی شرح مین جواہر الفتاویٰ سے نقل کیا م منح الغفار مین جواہر الفتاوی مین یون منقول ہے کہ قاضی خان سے سوال ہوا کہ مبتوتہ کو اجرت حضانت کی پہونچتی ہے بعد ایام شیرخوارگی کے جواب دیا کہ نہین تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجرت حضانت اور رضاعت مغائر نہین شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ شاید جواہر الفتاوی کی عبارت مین تحریف یا سقوط ہے اسواسطے کہ حضانت اور رضاعت دو متغائر چیزین ہین رضاعت کی مدت دو سال اور حضانت کی سات برس یا نو برس پھر ایک کے سقوط سے دوسری کیونکر ساقط ہو اور شرح النقایۃ للباقانی عن البحر المحیط سُئِلَ أَبُو حَفْصٍ عَمَّنْ لَهَا إِمْسَاكُ الْوَلَدِ وَلَيْسَ لَهَا مَسْكَنٌ مَعَ الْوَلَدِ فَقَالَ عَلَى الْأَبِ سُكْنَاهُمَا جَمِيعًا وَقَالَ نَجْمُ الْأَئِمَّةِ الْمُخْتَارُ أَنَّ عَلَيْهِ السُّكْنٰى فِي الْحَضَانَةِ وَكَذَا إِنِ احْتَاجَ الصَّغِيرُ إِلَى خَادِمٍ يَلْزَمُ الْأَبَ اور باقانی کی شرح نقایہ مین بحر محیط سے منقول ہے کہ ابو حفص سے کسی نے سوال کیا اوس عورت کا مسئلہ کہ جسکو صغیر کے رکھنے کا حق پہونچتا ہے اور اوس عورت کا کوئی مکان نہین جہان صغیر کو

ساتھہ لیکر رہے تو جواب مین کہا باپ پر دونو کیواسطے مکان دینا واجب ہے اور نجم الائمہ نے کہا کہ قول مختار یہہ ہے کہ باپ پر مکان دینا ایام پرورش مین واجب ہے اور
اسیطرح اگر صغیر خادم کا محتاج ہو تو باپ پر خادم کا دینا لازم کیا جاویگا و فی کتب الشافعیۃ مؤنۃ الحضانۃ فی مال المحضون لو لہ مال والا فعلی
من تلزمہ نفقتہ قال شیخنا و قواعدنا تقتضیہ فیفتی بہ ثم حرر ان الحضانۃ کالرضاع اور کتب شافعیہ مین ہے کہ خرچ پرورش کا صغیر کے مال سے
ہوگا اگر اوسکو مال وراثت سے ملا ہو اور اگر صغیر کا مال نہو تو حضانت کا صرفہ اوسیہ واجب ہے جس پر صغیر کا نفقہ لازم ہے شارح کہتا ہے ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے
کہا کہ ہم حنفیون کے قواعد بھی اسیکو مقتضی ہین تو اسی پر فتوی دینا چاہیئے پھر خیر الدین رملی نے تحریر اور تنقیح کی ہے کہ حضانت مانند رضاعت کے ہے یعنی بنا بر قول
راجح کے جیسے رضاعت بقدر ارث کے وارثون پر واجب ہے ویسی ہی حضانت بھی بقدر ارث واجب ہے خلاصہ یہہ ہے کہ اسمین تصریح روایت کی نہین ہے لیکن نظر
فقہی اسکو مقتضی ہے کہ جب صغیر کا باپ نہو اور مال بھی نہو تو حضانت کی اجرت وارثون پر واجب ہے بقدر ارث کے مانند رضاعت کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا
من فتاوی خیر الدین الرملی ثم ای بعد الام بان ماتت او لم تقبل او اسقطت حقہا او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم
اہلیۃ القربی پھر بعد ما کے اسطرح کہ ما مر گئی یا وہ فاجرہ غیر مامونہ ہو یا اوسنے حضانت قبول نکی یا اوسنے اپنی حق کو ساقط کر دیا یا اجنبی سے نکاح کر لیا تو نانی
کو حق حضانت ثابت ہے اگرچہ بجند واسطہ نانی بعید ہو مثلا نانی کی ما یا نانی کی نانی لیکن نانی بعیدہ کو حضانت ثابت ہوگی نزدیک عدم اہلیت نانی قریبہ کے
یعنی اگر نانی غیر کی شلا منکوحہ ہوگی تو اوس صورت مین حق پرورش صغیر کا نانی کو پہونچیگا ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور پھر بعد نانی کے حق پرورش
صغیر کی دادی کو ثابت ہے اگرچہ دادی بچند واسطہ بعیدہ ہو بشرط مذکور یعنی دادی بعیدہ کو درصورت عدم اہلیت قریبہ کے حق پہونچیگا واما ام اب الام
فتؤخر عن ام الاب بل عن الخالۃ ایضا بحر اور نانا کی ماں دادی سے موخر کیجاویگی بلکہ خالہ سے بھی کذا فی البحر الرائق ثم الاخت لاب وام ثم لام لان
ہذا الحق لقرابۃ الام پھر دادی کے بعد سگی بہن ہے پھر مادری بہن مقدم ہے سوتیلی بہن سے اسواسطے کہ یہہ حق پرورش صغیر کا مخصوص ہے ماکی قرابت والیون کو
ثم الاخت لاب ثم بنت الاخت لابوین ثم لام ثم لاب پھر مادری بہن کے بعد سوتیلی بہن کو حق ہے پرورش کا پھر سگی بہن کی بیٹی کو پھر مادری
بہن کی بیٹی کو پھر سوتیلی بہن کی بیٹی کو ہم سوتیلی بہن کی بیٹی خالہ پر مقدم نہین بنا بر قول صحیح کے کذا فی فتاوی قاضیخان وبحر الرائق یہہ روایت غیر صحیح ہے جو
شارح نے یہان ذکر کی چنانچہ قول آیندہ مین خود شارح خالہ کی تقدیم کو سوتیلی بہن کی بیٹی پر بیان کریگا ثم الخالات کذلک ای لابوین ثم لام ثم لاب
ثم بنت الاخت لاب ثم بنات الاخ پھر مادری بہن کی بیٹی کے بعد خالائین مرتب ہین اسیطرح یعنی پہلے سگی خالہ پرورش کیواسطے مقدم ہے پھر مادری خالہ
پھر سوتیلی خالہ پھر سوتیلی بہن کی بیٹی پھر صغیر کے بہائی کی بیٹیان ثم العمات کذلک پھر بہتیجیون کے بعد پہوپیان اوسیطرح ہین یعنی پہلے سگی پہوپی پھر
مادری پہوپھی پھر سوتیلی پہوپھی ثم خالۃ الام کذلک پھر پہوپیون کے بعد ما کی خالہ اوسیطرح پر یعنی پہلے ماکی سگی خالہ پھر مادری خالہ اوس کے بعد
سوتیلی خالہ ثم خالۃ الاب کذلک پھر ماکی خالہ کے بعد باپ کی خالہ اوسیطرح پر یعنی اول سگی خالہ باپ کی پھر مادری خالہ پھر سوتیلی خالہ ثم عمات
الامہات والاباء بہذا الترتیب پھر باپ کی خالہ کے بعد ماکی پہوپیان پھر باپ کی پہوپیان اسی ترتیب گذشتہ سے یعنی ماکی سگی پہوپھی مقدم ہے پھر مادری
پہوپھی پھر سوتیلی پہوپھی پھر اسکے بعد باپ کی سگی پہوپھی پھر مادری پہوپی پھر سوتیلی پہوپھی کذا یفہم من فتح القدیر اس ترتیب مذکور کی وجہ یہہ ہے کہ ولایت
پرورش کی اصل استفادہ ہے ماکی جانب سے لہذا ارباب حضانت قرابت ماکے مقدم ہین باپ کی قرابت پر کذا فی الاختیار سنن ابو داؤد مین عبد اللہ بن عمرو
سے روایت ہے کہ ایک عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہہ میرا بیٹا ہے میرا پیٹ اسکا ظرف تہا اور میری چہاتی اسکو دودہ کی مشک تہی اور
میری گود اسکا گہوارہ اور جہولا تہا اور اسکے باپ نے مجھکو طلاق دی ہے اور چاہتا ہے کہ اس لڑکے کو مجھسے چہین لے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ اسکو رکہنے مین تو احق ہے جبتک کہ تو دوسرا نکاح نکرے اور اختیار شرح مختار مین سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ ام عاصم
کو طلاق دی اور ولد کو لینا چاہا تو دونو مین جہگڑا ہوا اسقدر مسعدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس رجوع ہوا صدیق اکبر نے فرمایا کہ اے عمر اسکی رال لڑکے
کیواسطے بہتر ہے تیری شہد سے پہر لڑکا عورت کو دیدیا پرورش کیواسطے آمدم اصل اس روایت کی امام مالک کی مؤطا اور بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ مین ہے

کذا فی فتح القدیر اور سنن ابو داؤد مین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ زید بن حارثہ حضرت حمزہ کی دختر کو مکہ سے لائے یعنی مدینہ مین تو جعفر طیار نے کہا کہ
مین اسکو پالونگا مین احق ہون یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اسکی خالہ میرے پاس ہے علی مرتضے نے کہا کہ مین احق ہون کہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور رسول اللہ کی بیٹی میرے
پاس ہے وہ اسکی احق ہے پھر زید نے کہا کہ مین اسکا احق ہون کہ مین اسکو مکہ سے لے آیا ہون پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبیہ تو جعفر کے پاس
اپنی خالہ کے ساتھ رہیگی اسواسطے کہ خالہ ماکی برابر ہے ثم العصبات بترتیب الارث فیقدم الاب ثم الجد ثم الاخ الشقیق ثم لاب ثم بنوہ کذلک
ثم العم ثم بنوہ پھر بعد نساء مذکورات کے عصبات رجال بترتیب وراثت حضانت مین احق ہین تو باپ صغیر کا مقدم ہے پھر دادا پھر سگا بھائی پھر سوتیلا بھائی پھر بھتیجے
اوسیطرح یعنی سگے بھائی کا بیٹا سوتیلے بھائی کے بیٹے پر مقدم ہے پھر چچا پھر اوسکے بیٹے اوسی ترتیب یعنی سگا مقدم ہے سوتیلے پر واذا اجتمعوا فالاورع
ثم الاسن اختیار سوی فاسق ومعتوہ وابن عم لمشتہاۃ وھو غیر مامون اور اگر مستحق حضانت چند شخص کیدرجہ جمع ہون جیسے سگے بھائی یا سگے
چچا تو اونمین جو پرہیزگار زیادہ ہو وہ مقدم ہے اور اگر پرہیزگاری مین دونو برابر ہون تو پھر زیادہ عمر والا مقدم ہے کذا فی الاختیار شرح المختار سوای عصبہ
فاسق اور بیہوش کے یعنی عصبہ فاسق اور بدحواس لائق حضانت کے نہین اور اسیطرح چچا کا بیٹا جسپر اطمینان نہو وہ صغیرہ لائق شہوت کی حضانت کیواسطے
مقرر نہین ثم اذا لم یکن عصبۃ فلذوی الارحام فیقدم الاخ لام ثم لابنہ ثم للعم لام ثم للخال لابوین ثم لام برھان وعینی بحر
پھر جب کوئی عصبہ صغیر کا نہو تو ذوی الارحام پرورش کیواسطے احق ہونگے تو مادری بھائی کو صغیر دیا جاویگا پھر اوسکے بیٹے کو پھر مادری چچا کو پھر سگے ماموں
کو پھر مادری ماموں کو کذا فی البحر ناقلا عن البرھان والعینی فان تساووا فاصلحھم ثم اورعھم ثم اکبرھم ولاحق لولد عم وعمۃ وخال وخالۃ
لعدم المحرمیۃ پھر اگر چند ذوی الارحام درجہ مین برابر ہون تو جو اونمین صلاحیت مین زیادہ ہو اور اگر اسمین بھی برابر ہون تو اونمین سے جو زیادہ تر کارساز ہو صغیر کا وہ مقدم ہے پھر جو زیادہ
متقی ہو پھر جو عمر مین زیادہ ہو اور چچا زاد اور پھوپھی زاد اور ماموں زاد اور خالہ زاد کے بیٹون کو حق پرورش نہین بسبب نامحرم ہونیکے والحاضنۃ الذمیۃ ولو مجوسیۃ
کمسلمۃ مالم یعقل دینا ینبغی تقدیرہ بسبع سنین لصحۃ اسلامہ [illegible] او ان یخاف ان یألف الکفر فینزع منہا وان لم یعقل
دینا بحر اور حاضنہ ذمیہ اگرچہ مجوسیہ ہو برابر مسلمہ کے ہے جبتک کہ لڑکا دین کو نہ سمجھے [illegible] مین کہا مناسب یون ہے کہ دین سمجھنے کی عمر سات برس کی مقرر
کیجائے بسبب صحیح ہونے اسلام ولد کے اسوقت مین یا یہانتک کہ ڈر معلوم ہونے لگے الفت کفر کا یعنی کافرہ ماں کی صحبت سے جب اوسکو خوف ہونے کفر کا کہٹکا ہو اگرچہ صغیر
دین کو نہ بوجہتا ہو تو اوسکے پاس سے لیا جاتا ہے کذا فی البحر والحاضنۃ یسقط حقھا بنکاح غیر محرمہ ای الصغیر وکذا بسکناھا عند المبغض
لہ لما فی القنیۃ لو تزوجت الام باخر فامسکتہ ام الام فی بیت الراب فللاب اخذہ اور حاضنہ کا حق ساقط ہوجاتا ہے صغیر کے غیر محرم سے نکاح
کر لینے سے اور اسیطرح حق ساقط ہوتا ہے حاضنہ کے رہنے سے اوس شخص کے پاس جو صغیر سے بغض اور کراہت رکہتا ہے اسواسطے کہ قنیہ مین ہے کہ اگر ماں نے نکاح کیا اجنبی سے
پھر صغیر کو اوسکی نانی نے رکہا اوسی اجنبی کے گہر مین تو باپ کو صغیر کا لے لینا نانی سے پہنچتا ہے اسواسطے کہ شخص اجنبی اپنی زوجہ کی پہلی شوہر کی اولاد سے غالبا
خوش نہین ہوتا وفی البحر قد ترددت فیما لو امسکتہ الخالۃ ونحوھا فی بیت اجنبی عاریۃ والظاھر السقوط قیاسا علی ما مر لکن فی
النھر والظاھر عدمہ للفرق البین بین زوج الام والاجنبی اور بحر الرائق مین ہے کہ مین متردد ہون اس حکم مین کہ اگر صغیر کو خالہ یا مانند اسکی کسی
حاضنہ اجنبی کے گہر مین رکہے حالانکہ خالہ مجرد ہے بلا زوج ظاہرا میہ معلوم ہوتا ہے کہ حق حضانت ساقط ہے بقیاس اوسکے کہ مذکور ہوچکا یعنی جیسے نانی کا حق پرورش
ساقط ہوگیا دوسرے داماد کے گہر کے رہنے سے ویسا ہی خالہ کا حق بہی ساقط ہو اجنبی کے گہر مین رہنے سے لیکن نہر الفائق مین ہے کہ مسئلہ مذکورہ مین ظاہر حکم
عدم سقوط حضانت ہے اسواسطے کہ زوج ام اور اجنبی کے درمیان مین فرق صریح ہے اسواسطے کہ اجنبی کو صغیر سے ملال اکثر نہین ہوتا بخلاف زوج ام کے قال
والرحم فقط کابن العم کالاجنبی صاحب نہر نے کہا فقط قرابت جسمین محرمیت نہین جیسا چچا کا بیٹا وہ اجنبی کی برابر ہے یعنی اگر صغیر کی ماں صغیر کے ابن
عم سے نکاح کریگی تو حق حضانت ساقط ہوجاویگا اور اسیطرح شیرخوارگی کے رشتے جیسے چچا رضاعی یا ماموں رضاعی بلکہ رضاعی باپ اجنبی کے برابر
ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی وتعود الحضانۃ بالفرقۃ البائنۃ لزوال المانع اور پھر آتا ہے حق حضانت کا بسبب فرقت بائنہ کے زوج اجنبی

سے بسبب دور ہونے مانع کے یعنی حق حضانت بسبب نکاح اجنبی کے ساقط ہوا تہا پہر جب پوری جدائی ہوگئی تو حق حضانت بسبب زوال مانع عود کر آویگا تو بائن کی قید
سے معلوم ہوا کہ طلاق رجعی سے عود حق نہوگا والقول لہا فی نفی الزوج اور قول عورت ہی کا معتبر ہوگا نفی زوج مین یعنی زوج نے مطلقہ سے کہا کہ تونے
دوسرا نکاح کر لیا ہی تیرا حق حضانت ساقط ہوگیا اور عورت اسکی منکر ہوا اور زوج کے دعوی کے گواہ موجود نہین تو اوس وقت مین عورت ہی کا قول مقبول ہوگا اور
حق حضانت ساقط نہوگا وکذا فی تطلیقہا ان ابہمتہ لا ان عینتہ اور اسیطرح قول عورت کا مقبول ہوگا زوج ثانی کے طلاق دینے مین اگر اوسنے زوج ثانی
کو مبہم بیان کیا مقبول ہوگا قول عورت کا اگر اوسکو معین ذکر کیا یعنی اگر عورت نے دعوی کیا کہ مینے کسی شخص سے نکاح کیا تہا سو اوسنے مجھے طلاق
دی تو اس صورت مین اوسکا قول مقبول ہوگا اور حق حضانت ثابت ہوگا اور اگر اوسنے کہا کہ مینے زید سے نکاح کیا تہا سو اوسنے مجکو طلاق دی تو اس
صورت مین دعوی طلاق کا مسموع نہوگا بدون گواہون کے یا اقرار زید کے اسواسطے کہ بیان صاحب حق ایک شخص متعین ہے والحاضنۃ اماً او غیرہا
احق بہ بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی لانہ الغالب اور حاضنہ ما ہو یا کوئی اور عورت مستحق پرورش کی احق ہے لڑکا
رکہنے مین یہانتک کہ اوسکو حاجت نرہے عورتون کے پاس رہنے کی اور اس استغنا کی مدت سات برس کی مقرر ہوئی ہے اور اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ تقدیر
سات برس کے حصول استغنا مین غالب ہے ہم یہہ تقدیر خصاف کی ہے اور قدوری نے کہا کہ جب لڑکا اپنے ہاتہ سے کہانے پینے لگے اور بول و براز سے آپ
طہارت کرلے بدون اعانت کے تو مستغنی ہوا عورتون سے اور واقع مین دونو قولون مین کچہہ تفاوت نہین اسواسطے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ سات برس لڑکا
خود کہاتا پیتا ہے اور استنجا کر لیتا ہے ولو اختلفا فی سنہ فان اکل وشرب ولبس واستنجی وحدہ دفع الیہ ولو جبراً والا لا اور اگر اختلاف
کرین ما اور باپ لڑکے کی عمر مین باپ کہتا ہو کہ سات برس کا ہے اور ما کہتی ہو کہ چہہ برس کا ہے تو قاضی کسی سے قسم نلے بلکہ لڑکے کا حال دریافت کرے سو اگر لڑکا
خود کہاتا پیتا اپنے کپڑے پہنتا اپنا استنجا کر لیتا ہو تو لڑکا باپ کو دلایا جاوے اگرچہ باپ پر جبر ہو یعنی اگر باپ نہ قبول کرے تو حاکم زبردستی سے دے اسواسطے کہ
بعد مدت پرورش کے باپ پر تعلیم اور تادیب اور نماز سکہانا واجب ہے اور اگر لڑکا کہانے پینے اور لباس اور استنجا کرنے مین غیر کا محتاج ہو آپ نکر سکتا ہو تو باپ
کو نہ دلایا جاویگا ما یا خالہ کے پاس رہیگا والام والجدۃ لام او لاب احق بہا بالصغیرۃ حتی تحیض ای تبلغ فی ظاہر الروایۃ اور ما اور نانی
یا دادی صغیرہ کے رکہنے مین سزاوار ترہین یہانتک کہ اوسکو حیض آنے لگے حیض سے مراد یہہ ہے کہ بالغ ہوجاوے خواہ بلوغ حیض سے ہو خواہ احتلام سے خواہ
عمر سے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اسواسطے کہ لڑکی بعد مدت حضانت کے عورتون کے آداب دریافت کرنیکی محتاج ہے جیسے سینا کاتنا کہانا پکانا اور ایسی امور
کی تعلیم مین عورت زیادہ تر قادر ہے مرد سے اور جب کہ صغیرہ بالغ ہوئی تو عفت اور حفاظت کی محتاج ہے سو اسپر باپ زیادہ تر قوی اور قادر ہے بہ نسبت ما
یا نانی کے کذا فی البحر الرائق ولو اختلفا فی حیضہا فالقول للام بحر بحثاً واقول ینبغی ان یحکم سنہا ویعمل بالغالب اور اگر اختلاف کرین
ما اور باپ صغیرہ کے حیض ہونے مین ما کہتی ہو کہ ہنوز اوسکو حیض نہین آیا اور باپ کہتا ہو کہ ہوتا ہے تو ما کا قول معتبر ہوگا کذا فی البحر الرائق بنا بر بحث کے نہ بنابر
روایت کے بحث یہہ ہے کہ عورت منکر ہے اور قول نہین ہوتا مگر منکر کا شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ اختلاف والدین مین یہ لائق ہے کہ صغیرہ کی عمر پر حکم کیا جاوے اور عمل کیا جاوے
غالب حال پر یعنی اگر صغیرہ اتنی عمر کو پہنچی ہو کہ جسمین حیض آتا ہو تو باپ کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہنوز حیض کی عمر کو نہ پہنچی تو ما کا قول لائق اعتبار کے ہو
یہہ قول ہے صاحب نہر الفائق کا شیخ رحمتی محشی نے لکہا کہ اس مسئلہ مین بحث اور تجویز علماء کی کچہہ حاجت نہین بلکہ روایت مصرح پر عمل کرنا مناسب ہے
کہ جب اختلاف پڑے ما باپ مین تو صغیرہ اور صغیرہ سے دریافت کرنا چاہیے اگر وہ بلوغ کا اقرار کرین تو اونکی تصدیق کرنا چاہیے کہ وہ امین ہین
اس امر مین ما باپ کو اسکی کیا اطلاع ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وعند مالک حتی یحتلم الغلام وتتزوج الصغیرۃ ویدخل بہا الزوج وصحیح
اور امام مالک کے نزدیک ما اور نانی احق ہین اپنے پاس رکہنے مین یہانتک کہ صغیر کو احتلام ہو اور صغیرہ کا نکاح ہو اور زوج اوسکی وطی کرنے لگے
کذا فی العینی وغیرہما احق بہا حتی تشتہی وقدر بتسع وبہ یفتی وبنت احدی عشر مشتہاۃ اتفاقاً زیلعی اور ما اور نانی یا دادی کے
سوا اور حاضنہ جیسے خالہ یا عمہ احق ہے صغیرہ کی پرورش مین یہانتک کہ وہ مشتہاۃ یعنی لائق شہوت اور رغبت کے ہو اور نو برس کی عمر حد ٹہرائی گئی ہے

مشتہاۃ کی یہہ تقدیر ہے فقیہ ابو اللیث کی اور اسی پر فتوی ہے اور گیارہ برس کی لڑکی مشتہاۃ ہے باتفاق علما کذا فی الزیلعی ھ ما یا نانی کے پاس تو بلوغ تک
رکھنے کا حکم ہوا اور دادی یا سوا خالہ یا عمہ کے پاس نو برس تک حکم ہوا نہ بلوغ تک اسواسطے کہ تعلیم آداب نسا کی جیسے سینے پکانیکے بدون خدمت لینے کی نہیں
ہو سکتی اور ما یا نانی یا دادی کے سوا خالہ یا عمہ اونکی طرح خدمت نہیں لے سکتی وعن محمد ان الحکم فی الام والجدۃ کذلک وبہ یفتی لکثرۃ
الفساد زیلعی اور امام محمد سے ایک روایت خلاف ظاہر الروایت یہہ ہے کہ ما اور نانی مین بھی یہی حکم ہے یعنی ما اور نانی کے پاس بھی صغیرہ نو برس سے
زیادہ نہ رہے اور اسی روایت پر فتوی ہے بسبب کثرت فساد زمانہ کے کذا فی الزیلعی اور نقایہ اور وقایہ اور خلاصہ اور غیاث المفتی اور بحر الرائق مین بھی
اسی روایت پر فتوی معترم ہے نقایہ مین کہا کہ ایک روایت ابی یوسف سے بھی ثابت ہے موافق محمد کے کذا فی حاشیۃ المدنی ھ صغیرہ کو بعد نو برس کے ما کے
پاس نہ رکھنا ظاہرا اوس صورت مین ہے جب کہ باپ نے اوسکو طلاق دی ہو اور وہ کہین جدی رہتی ہو اور اگر ما مطلقہ نہو اور صغیرہ کے باپ کے پاس رہتی ہو
تو اوس سے جدا کرنیکی کوئی وجہ ظاہر نہین ہوتی واللہ اعلم وافاد انہ لا تسقط الحضانۃ بتزوجہا مادامت لا تصلح للرجال الا فی روایۃ
عن الثانی اذا کان یستانس بہا کما فی القنیۃ اور مصنف کے اس قول سے کہ حضانت صغیرہ کی تا حد مشتہاۃ ہے یہہ فائدہ معلوم ہوا کہ حق حضانت
کا ساقط نہین صغیرہ کے نکاح سے جبتک صغیرہ مرد کے پاس لائق رہنے کے نہو مگر ایک روایت مین ابو یوسف سے یون ہے کہ جب صغیرہ لائق مؤانست زوج کے
ہو اور زوج اوسکے رکھنے سے راضی ہو تو حق حضانت ساقط ہے اگرچہ صغیرہ مشتہاۃ نہو کذا فی القنیہ مؤانست سے یہہ مراد ہے کہ زوج کا تنہائی مین صغیرہ
سے جی لگتا ہو طحطاوی و محشی نے لکہا کہ یہہ روایت ابی یوسف کی ضعیف ہے کہ مذہب معتمد کے مخالف ہے یعنی نو برس تک کسیطرح حق حضانت ساقط نہوگا کذا فی
حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ امرأۃ قالت ہذا ابنک من بنتی وقد ماتت امہ فاعطنی نفقتہ فقال صدقت لکن امہ لم تمت وہی
فی منزلی واراد اخذ الصبی یمنع حتی یعلم القاضی امہ وتحضر فتاخذہ لانہ اقر بانہا جدتہ وحاضنتہ ثم ادعی احقیۃ غیرہا
وذا محتمل فان احضر الاب امرأۃ وقال ہذہ ابنتک وہذا ابنی منہا وقالت الجدۃ لا ما ہذہ ابنتی وقد ماتت ابنتی ام ہذا فالقول
للرجل والمرأۃ التی معہ ویدفع الصبی الیہما لان الفراش لہما فیکون الولد لہما اور ظہیریہ مین ہے کہ ایک عورت نے ایک مرد سے کہا
کہ یہہ تیرا بیٹا ہے میری بیٹی سے اور میری بیٹی مر گئی ہے تو مجکو اس لڑکے کا خرچ دے اسواسطے کہ بعد ما کے نانی پرورش کی مالک ہے سو مرد نے کہا کہ تو سچی ہے یہہ میرا
بیٹا ہے لیکن ما اسکی نہین مرگئی اور وہ میرے گہر مین ہے اور ارادہ کیا اوس لڑکا لینے کا تو منع کیا جاویگا یہانتک کہ قاضی اوسکی ما کو جانے اور لڑکے
کی ما قاضی کے پاس حاضر ہو پہر لڑکے کو لیجاوے اسواسطے مرد کو لڑکا نہ دیا جاویگا کہ مرد نے اوس عورت کی نانی اور حاضنہ ہونیکا اقرار کیا پہر دعوی کیا احقیت
غیر کا یعنے نانی اور ما دونو کو حق پرورش ثابت ہے لیکن مرنے ما کی نانی سے ما احق ہے پرورش مین اور یہہ دعوی احق ہونیکا محتمل ہے صدق اور کذب کا سو اگر باپ
نے حاضر کیا ایک عورت کو اور پہلی عورت یعنی نانی سے کہا کہ یہہ تیری بیٹی ہے اور یہہ میرا بیٹا ہے اسکے پیٹ سے اور نانی نے کہا یہہ میری بیٹی نہین اور میری بیٹی
اس لڑکے کی ما تو مر گئی ہے تو اس صورت مین قول مرد کا اور اوس عورت کا جو اوس مرد کے ساتھ ہے معتبر ہوگا اور لڑکا انہین دونو کو دلایا جاویگا اس
واسطے کہ فراش دونو کا ثابت ہے تو ظاہرا یہہ لڑکا انہین دونو کا ہے کرخی جلبی بینہما ولد فادعی الزوج انہ ابنہ لا منہا بل من غیرہا و
عکست فقالت ہو ابنی لا منہ حکم بکونہ ابنا لہما لما قدمنا چنانچہ زوج اور زوجہ کے پاس ایک لڑکا ہے پہر دعوی کیا زوج نے کہ یہہ لڑکا
میرا بیٹا ہے نہ اس زوجہ سے بلکہ اور عورت سے اور اوسکے بالعکس دعوی کیا عورت نے سو اوسنے یون کہا کہ یہہ میرا بیٹا ہے اور مرد سے نہ اس سے اور دونوں
گواہ کسیکے پاس نہین تو حکم کیا جاویگا کہ یہہ لڑکا دونو کا بیٹا ہے اوسی دلیل سے جو ہمنے بیان کی یعنی بسبب ثبوت فراش یعنی حلت زوجین کے ظاہر حال
یہی ہے کہ دونو کا بیٹا ہے وکذا لو قالت الجدۃ ہذا ابنک من بنتی المیتۃ فقال بل من غیرہا فالقول لہ ویاخذ الصبی منہا وکذا لو
احضر امرأۃ وقال ابنی من ہذہ لا من بنتک وکذبتہ الجدۃ وصدقتہ المرأۃ فالاب اولی بہ لانہ لما قال ہذا ابنی من ہذہ
المرأۃ فقد انکر کونہا جدتہ فیکون منکرا لحق حضانتہا وہی اقرت لہ بالحق انتہی ملخصا اور اسیطرح اگر کہا نانی نے ایک مرد سے کہ یہہ لڑکا

تیرا بیٹا ہے میری بیٹی سے جو مر گئی سو مرد نے کہا کہ یہ میرا بیٹا تیری بیٹی سے نہیں بلکہ اور عورت سے ہے تو قول مرد ہی کا معتبر ہوگا اور لیگا صغیر کو اوس عورت سے
اور اسیطرح اگر مرد نے حاضر کیا ایک عورت کو اور کہا کہ میرا بیٹا اس عورت سے ہے نہ تیری بیٹی سے اور تکذیب کی نانی نے مرد کی اور اوس عورت نے مرد کی تصدیق
کی تو باپ ہی سزاوار تر ہے صغیر کا اسواسطے کہ جب مرد نے کہا کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہے اس عورت سے نہ تیری بیٹی سے تو اوسنے نانی ہونیکا انکار کیا تو اوسکے حق حضانت
کا بھی منکر ہوا اور وہ عورت جو آپ کو نانی بتاتی ہے مرد کے حق کا اقرار کر چکی اوسکا بیٹا کہکر آخر ہوگیا یہانتک قول ظہیریہ کا خلاصہ ہوکر لا خيار للولد عندنا
مطلقا ذكرا او انثى خلافا للشافعي قلت وهذا قبل البلوغ اما بعده فيخير بين ابويه وان اراد الانفراد له ذلك مؤيد زاده معزيا
للمنية اور نہیں ہے اختیار صغیر کو ہمارے نزدیک مطلقا لڑکا ہو یا لڑکی بخلاف امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک بعد ایام حضانت کے صغیر کو اختیار ہوجاتا ہے ماں
کے پاس رہے چاہے باپ کے پاس رہے شارح کہتا ہے کہ یہ عدم اختیار صغیر کا ہمارے نزدیک قبل بلوغ کے ہے اور بعد بالغ ہونیکے تو اوسکو اختیار ہے ماں باپ کے پاس
رہنے میں اور اگر بعد بلوغ کے تنہا رہنے کا ارادہ کرے تو بھی اوسکو جائز ہے چنانچہ اسکو مؤید زادہ نے ذکر کیا ہے منیہ کیطرف منسوب کرکے تنہا رہنا
مشروط ہے اوسکے رشید ہونے پر اور اگر اوسکی تنہائی میں خوف ہو فساد کا تو باپ ہی کے پاس رہے کذا فی الولوالجیہ امام شافعی کی دلیل ترمذی
کی حدیث ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرا زوج میرے بیٹے کو لئے جاتا ہے اور حالانکہ بیٹا کنوئیں سے پانی بہر لاتا
ہے میرے واسطے اور میری خدمت کرتا ہے تو حضرت نے لڑکے سے فرمایا کہ یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے تو ہاتھ پکڑ لے جسکا تو چاہے تو اوسنے ماں کا ہاتھ
پکڑ لیا سو وہی اوسکو لیگئی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکا مختار ہے حنفیہ یہہ جواب دیتے ہیں کہ قرینہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہہ لڑکا بالغ ہوگیا تھا
اسواسطے کہ کنوئیں سے پانی بہر لانا دلیل ہے بلوغ کی اور نابالغ کو ہمارے نزدیک اسواسطے اختیار نہیں کہ لڑکا نافہم ہے وہیں کا رہنا اختیار کریگا جہاں
کھیلنے اور پہرنے سے کوئی مانع نہوگا اور البتہ صحیح روایت سے ثابت ہوا ہے کہ صحابہ کرام لڑکون کو اختیار نہیں دیتے تھے کذا فی الہدایہ وحاشیۃ المدنی
وافاده بقوله بلغت الجارية مبلغ النساء ان بكرا ضمها الاب الى نفسه الا اذا دخلت في السن واجتمع لها راي فتسكن
حيث احبت حيث لا خوف عليها اور حکم بلوغ کو مصنف نے اپنے اس قول میں بیان کیا کہ جبکہ لڑکی عورتونکی حد پر یعنی بالغ ہوئی تو اگر وہ کنواری
ہے تو اوسکو باپ اپنے پاس رکھے اسواسطے کہ اوسکو فاسق مردون کے مکر و فریب کی خبر نہیں مگر جبکہ کنواری کی زیادہ عمر ہوجاوے اور عقل کامل ہوجکے
تو رہے جہاں اوسکا جی چاہے اسواسطے کہ اسپر اب خوف باقی نہیں رہا اور دخول فی السن سے مراد یہہ ہے کہ مسنہ اور رنڈ ہی ہوجاوے کذا فی حاشیۃ المدنی
ناقلا عن النوح وكفاية المتحفظ وان ثيبا لا يضمها الا اذا لم تكن مامونة على نفسها فللاب والجد ولاية الضم لا لغيرهما كما في الابتداء
بحر عن الظهيرية اور اگر لڑکی ثیبہ ہو یعنی ایکبار اوسکا نکاح ہوچکا ہو تو باپ کو ولایت اوسکو پاس رکھنے کی نہیں مگر جبکہ ثیبہ کی ذات پر اطمینان نہو یعنی
خوف ہو فساد کا تو باپ اور دادا کو اپنے پاس رکھنے کی ولایت اور قدرت ہے نہ اور اولیا کو جیسا کہ باپ دادا کو ابتدا مین پاس رکھنے کی ولایت تھی ویسے
ہی خوف فساد مین بھی ولایت ہے کذا فی البحر الرائق ناقلا عن الظهيرية والغلام اذا عقل واستغنى برايه ليس للاب ضمه الى نفسه الا اذا
لم يكن مامونا على نفسه فله ضمه لدفع فتنة او عار وتاديبه اذا وقع منه شيء ولا نفقة عليه الا ان يتبرع بحر اور لڑکا جب
عاقل ہوا اور ایسا ہوشیار ہوجاوے کہ دوسرے کا محتاج نہ رہے سکھانیکا تو باپ کو اوسپر ولایت نہیں اپنے پاس رکھنے کی مگر جبکہ اوسپر اطمینان اور اعتماد نہو یعنی
امرد خوبصورت ہو یا فاسق ہو تو اسوقت مین باپ کو اختیار ہے اوسکو اپنے پاس رکھنے کا واسطے دفع فتنہ اور دفع عار و ننگ کے اور باپ کو ولد بالغ
کی تادیب کا اختیار ہے اگر اوس سے کوئی فعل بد واقع ہوا اور باپ پر اوسکا نفقہ واجب نہیں اگر بالغ کسب سے عاجز نہو مگر بطریق احسان کے کذا فی
حاشیۃ بحر الرائق وحاشیۃ المدنی والجد بمنزلة الاب فيه فيما ذكر اور دادا باپ کی برابر ہے اسمین جو مذکور ہوچکا وان لم يكن لها اب ولا جد
ولكن لها اخ او عم فله ضمها ان لم يكن مفسدا وان كان مفسدا لا يمكن من ذلك وكذا الحكم في كل عصبة ذي رحم محرم منها اور اگر بالغہ
کا باپ اور دادا نہو اور اوسکا بھائی یا چچا ہو تو اوسکو اختیار ہے بالغہ کے پاس رکھنے کا بشرطیکہ بھائی یا چچا مفسد نہو مراد مفسد سے فاسق ہے نہ مفسد مال

بالغہ اسواسطے کہ جب فساد مال کا خوف ہو تو کسی امین کے پاس امانت رکھنا کفایت کرتا ہے اور اگر بھائی یا چچا فاسق ہو تو اوسکو بالغہ کے پاس کا اختیار نہوگا اور
اسیطرح حکم ہے ہر عصبہ مین جو بالغہ کا قرابت دار محرم ہے یعنی صالح کو پاس رکھنے کا اختیار ہے اور فاسق کو نہین کذا فی حاشیۃ المدنی فان لم یکن لہا
اب ولا جد ولا غیرہما من العصبات او کان لہا عصبۃ مفسد فالنظر فیہا الی الحاکم فان کانت مامونۃ خلاہا تنفرد بالسکنی
والا وضعہا عند امرأۃ امینۃ قادرۃ علی الحفظ بلا فرق فی ذلک بین بکر وثیب لانہ جعل ناظرا للمسلمین ذکرہ العینی وغیرہ
پھر اگر بالغہ کا باپ اور دادا اور نہ اونکے سوا کوئی اور عصبہ ہو یا عصبہ فاسق ہو تو اوسمین حاکم کو فکر کرنا چاہیے سو اگر بالغہ پر خوف فساد کا نہو تو حاکم
اوسکو چھوڑ دے جہان چاہے تنہا رہے اور اگر خوف فساد ہو تو حاکم اوسکو کسی امانت دار عورت کے پاس رکھے جو قادر ہو اوسکی حفاظت پر کچھ فرق
نہین اسمین باکرہ اور ثیبہ مین حاکم کو اسواسطے اختیار ہوا کہ وہ اسیواسطے مقرر ہوا ہے کہ مسلمانون کو دیکھتا رہے تاکہ مفاسد سے بچاوے ذکرہ العینی فی شرح
الکنز وغیرہ کالزیلعی واذا بلغ الذکور حد الکسب یدفعہم الاب الی عمل لیکتسبوا او یوجرہم وینفق علیہم من اجرتہم بخلاف
الاناث ولو الاب مبذرا یدفع کسب الابن الی امین کما فی سائر الاملاک مؤید زادہ معزیا للخلاصۃ اور جب کہ بیٹے لڑکے کسب کی
حد کو یعنی کسب کار کے لائق ہون قبل بلوغ کے کذا فی الطحطاوی تو باپ اونکو کام کیواسطے سپرد کرے تاکہ وہ کسب مال پیدا کرین یا اون سے نوکری اور
مزدوری کراوے اور اونکی اجرت سے اونپر خرچ کرے بخلاف لڑکیون کے کہ اونکا خرچ باپ پر واجب ہے نکاح کر دینے تک اگرچہ وہ قادر ہون نوکری اور
مزدوری پر اور اگر باپ فضول خرچ ہو کہ جو لڑکے پیدا کرتے ہون اوسکو بیہودہ خرچ کر ڈالتا ہو تو کسب لڑکے کا امین کے پاس سپرد کیا جاوے جیسا کہ تمام
املاک صغیر کے امین کے پاس سپرد رہین گے اگر باپ فضول خرچ ہو گا چنانچہ اسکی تصریح کی ہے مؤید زادہ نے خلاصہ کیطرف منسوب کر کے لیس للمطلقۃ
بائنا بعد عدتہا الخروج بالولد من بلدۃ الی اخری بینہما تفاوت فلو لم یکن بینہما تفاوت بحیث ان یمکنہ ان یبصر ولدہ
ثم یرجع فی نہارہ لم تمنع مطلقا لانہ کالانتقال من محلۃ الی اخری شمنی جائز نہین مطلقہ بائنہ کو بعد عدت کے لیجانا لڑکے کا ایک
شہر سے دوسرے شہر کو جنکے درمیان مین زیادہ تفاوت ہو پھر اگر دونو شہر نہین زیادہ تفاوت نہو اسطرح پر کہ ممکن ہو باپ کو اپنے لڑکے کا دیکھنا پھر
اوسیدن اپنے شہر مین پھر آنا تو لیجانے سے عورت کو روکا نہ جاویگا مطلقا خواہ دوسرا شہر عورت کا وطن ہو یا نہو اسواسطے کہ جب دونو شہر نہین اتنی مسافت
قریب ہوئی کہ ایک دن مین جانا اور آنا متصور ہے تو اوس شہر مین جانا ایسا ہی ہے جیسے شہر کے ایک محلہ سے دوسرے محلہ کیطرف نقل مکان کیا کذا فی الشمنی
لا اذا انتقلت من القریۃ الی المصر وفی عکسہ لا لتضرر الولد بتخلقہ باخلاق اہل السواد الا اذا کان ما انتقلت الیہ وطنہا
وقد نکحہا ثمۃ ای عقد علیہا فی وطنہا ولو قریۃ فی الاصح الا دار الحرب الا ان یکونا مستامنین درصورت تفاوت دوشہرون کے
مطلقہ کو لیجانا ولد کا جائز نہین مگر اوس صورت نہین جائز ہے کہ مطلقہ گانون سے شہر کیطرف جاوے اسواسطے کہ شہر مین صغیر کو شعور اور سلیقہ
حاصل ہوگا اور بالعکس اسکے یعنی شہر سے گانون مین لیجانا درست نہین بسبب ضرر صغیر کے اسواسطے کہ گنوارون کی صحبت سے صغیر کی خو بری ہو جاویگی
مگر اوس صورت مین شہر سے دوسری بستی مین بھی لیجانا درست ہے جبکہ وہ بستی جسمین مطلقہ گئی ہو وطن ہے اوسکا اور حالانکہ وہین زوج نے
اوسکا عقد نکاح کیا تھا اگرچہ وہ بستی گانون ہو بنا بر قول اصح کے مگر یہ کہ وطن مطلقہ کا دارالحرب ہو تو وہان صغیر کا لیجانا درست نہین مگر یہ کہ
زوج اور زوجہ دونو کافر مستامن ہون تو مطلقہ کو صغیر کا لیجانا دارالحرب مین بھی جائز ہے وہذا الحکم فی الام المطلقۃ فقط اما غیرہا
کجدۃ وام ولد اعتقت فلا تقدر علی نقلہ لعدم العقد بینہما الا باذنہ کما یمنع الاب من اخراجہ من بلد امہ بلا رضاہا
ما بقیت حضانتہا اور یہ حکم یعنی صغیر کا دوسری بستی مین لیجانا فقط مطلقہ ماں کے حق مین ہے اور ماں کے سوا جیسے نانی اور دادی اور ام ولد جو آزاد
ہوئی ہو سو قادر نہین صغیر کے لیجانے پر اسواسطے کہ دونون مین عقد نکاح نہین مگر باپ کی اجازت سے لیجانا درست ہے چنانچہ باپ بھی منع کیا جاویگا اخراج
صغیر سے ماں کے شہر سے بدون ماں کے رضامندی کے جبتک صغیر ماں کی پرورش مین ہو فلو اخذ المطلق ولدہ منہا لتزوجہا جاز لہ ان یسافر

ان يتزوج حتى امه كما في السراجية وقيده المصنف في شرحه بما اذا لم يكن له من ينتقل الحق اليه بعدها وهو ظاهر سو اگر طلاق دیتو وسلے زوج نے اپنا ڈالا یا مطلقہ سے بسبب نکاح کر لینے مطلقہ کے تو جائز ہو باپ کو سفر مین ساتھ لیجانا صغیر کا یہان تک کہ جو وکرو وہ حق اوسکی ماکا یعنی جب صغیر کی ماکو زوج ثانی طلاق دے تو اب سفر مین صغیر کا رکھنا جائز نہین بلکہ ماکے پاس بہجانا چاہیے کہ مانع حضانت کا زائل ہوگیا حق حضانت عود ہو کیا کذا فی السراجیۃ اور مصنف نے اپنی شرح مین جواز سفر کو مقید کیا ہو اوس شرط سے کہ جب بعد ماکے حق حضانت نے کسیطرف انتقال نکیا ہو اور یہہ تقیید ظاہر ہے مقام تردد اسمین نہین یعنے ماکے نکاح کر لینے کے بعد اگر نانی صغیر کی نہوگی تو البتہ باپ کو سفر مین لیجانا صغیر کا درست ہوگا اور اگر نانی موجود ہوگی تو سفر مین لیجانا نہ جائز ہوگا اسواسطے کہ بعد ماکے حق پرورش کا نانی کو ثابت ہو ھم شرنبلالیہ مین برہان سے وہ روایت منقول ہو جو سراجیہ کے مخالف ہے کہ باپ کو صغیر کا لیجانا محل اقامت سے قبل استغناء صغیر کے جائز نہین اگرچہ ماکے حضانت نرہی ہو بسبب احتمال عود حضانت کے زائل ہوجانے مانع سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الحاوی له اخراجه الى مكان يمكنها ان تبصر ولدها كل يوم كما في جانبها فليحفظ اور حاوی مین ہے کہ بعد نکاح کر لینے ماکے باپ صغیر کا لیجانا باہر شہر کے اوس مکان تک درست ہو کہ ممکن ہو ماکو دیکھ آنا اپنے ولد کا ہر روز چنانچہ ایک شہر کے دوسرے کنارے مین لیجانا بہی اسی شرط کر مشروط ہے یعنی ہر روز دیکھ آنا ممکن ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قلت وفی السراجیۃ اذا سقطت حضانة الام واخذه الاب لا يجبر على ان يرسله لها بل هي اذا ارادت ان تراه لا تمنع من ذلك وافتى شيخنا الرملي بان يسافر به بعد تمام حضانتها وبان غير الاب من العصبات كالاب وعزاه للخلاصة والتاتارخانية شارح کہتا ہو اور سراجیہ مین ہو کہ جب ساقط ہوئی حضانت ماکی اور لیلیا صغیر کو باپ نے تو زبردستی نہین باپ پر کہ بہیجا کرے صغیر کو ماکے پاس بلکہ ماجب صغیر کے دیکہنے کا ارادہ کرے تو روک نجاویگی اور فتوی دیا ہو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اسکا کہ بعد تمام ہونے ایام حضانت کے باپ صغیر کو سفر مین لیجاوے اور اسکا فتوی بہی دیا ہو کہ صغیر کے عصبات برابر باپ کے ہین صغیر کو اپنے پاس رکہنے مین مگر صغیرہ کو عصبہ غیر محرم جیسے چچا کا بیٹا نہین رکہہ سکتا کذا فی الخلاصۃ والتاتارخانیہ فرع مسئلۃ ملحقہ شارح کا خرج بالولد ثم طلقها فطالبته بردّه ان اخراجه باذنها لا يلزمه ردّه وان بغير اذنها لزمه كما لو خرج به مع امه ثم ردّها ثم طلقها فعليه ردّه بحر الرائق بزطهيرية اور منتقی سے منقول ہے کہ مردنے عورت سے نکاح کیا بصرہ مین پہر وہ لڑکا جنی پہر صغیر کو مرد کوفہ مین لیگیا پہر عورت کو طلاق دی پہر مطالبہ کیا عورت نے صغیر کے پہیر دینے کا تو اگر مرد صغیر کو عورت کی اجازت سے کوفہ مین لیگیا ہو تو اوسکو بصرہ مین عورت کے پاس بہیجا دینا لازم نہین بلکہ عورت سے کہا جاویگا کہ اگر تو چاہے تو وہان جاکے لے آ اور اگر بے اجازت اوسکی لیگیا تہا تو صغیر کو بہیجا دینا ماکے پاس لازم ہوگا باپ پر چنانچہ اگر صغیر کو ساتہہ اوسکی ماکے لیگیا تہا پہر ماکو کوفہ سے بصرہ روانہ کردیا پہر اوسکو طلاق دی تو مرد پر لازم ہو بہیجا دینا صغیر کا ماکے پاس کذا فی حاشیۃ المدنی باب

النفقة هي لغة ما ينفقه الانسان على عياله یہہ باب ہے نفقہ کے احکام مین نفقہ لغت عرب مین اوسکو کہتے ہین جسکو خرچ کرے آدمی اپنے اہل و عیال پر وشرعا هي الطعام والكسوة والسكنى اور شرع مین نفقہ عبارت ہو طعام اور لباس اور مکان سکونت سے یہہ معنی شرعی محمد سے منقول ہین کذا فی منح الغفار اور یہہ تفسیر نفقہ کی باعتبار استعمال غالب کے ہو اور تفسیر عام نفقہ کی فتح القدیر مین یون ہے کہ اصطلاح شرعی مین نفقہ شئی کا عبارت ہے اوس خرچ معین کرنیسے جس سے وہ شئی باقی رہے تو اسمین بہائم مملوکہ کا بہی نفقہ شامل ہوگیا وعرفا هي الطعام اور عرف مین نفقہ فقط طعام ہے کو کہتے ہین لہذا اکثر کتب فقہ مین نفقہ پر کسوت اور سکنی کو عطف کرتے ہین اسواسطے کہ عطف مقتضی ہو مغایرت کا ھم وجوب نفقہ کا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے حق تعالی نے ایک آیت مین یون ارشاد کیا کہ رزق اور کسوت زوجات کی ازواج پر ہے دستور کے موافق اور دوسری آیت مین فرمایا کہ رکہو عورتونکو جہان تم رہتے ہو اور تیسری آیت مین ارشاد ہوا چاہیئے کہ مقدور والا اپنے مقدور سے خرچ کرے اور جسپر روزی تنگ ہو تو جسقدر خدا نے اوسکو دیا ہے اوسنا صرف کرے حق تعالی کسی جان پر مقدور سے زیادہ حکم نہین فرماتا اور صحیح مسلم مین مروی ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین خطبہ کے اندر یہہ مضمون بہی فرمایا کہ زوجات کا تم پر رزق وجب ہے موافق دستور کے اور اسی وجوب نفقات پر اجماع امت منعقد ہوگیا ہو کذا فی فتح القدیر ونفقة

الغیر تجب علی الغیر باسباب ثلثۃ زوجیۃ وقرابۃ وملک بدا بالاول لمناسبۃ ما مر ولانھا اصل الولد اور نفقہ غیر کا واجب ہوتا ہے غیر
شخص پر تین سبب سے ایک زوجہ ہونیسے اور دوسرا قرابت سے اور تیسرا مالک ہونیسے جیسے لونڈی غلام کا نفقہ یا ابو یوسف کے نزدیک بہائم مملوکہ کا نفقہ مصنف نے
پہلے زوجہ کا نفقہ بیان کیا بواسطہ مناسبت ماقبل کے یعنی کتاب النکاح سے یہان تک فقط زوجہ کے احکام بالاصالت مذکور ہوتے چلے آئے ہین لہذا باب النفقہ
مین بھی پہلے اوسیکا ذکر کرنا مناسب ہوا یا اسواسطے نفقۂ زوجہ کی تقدیم کی کہ زوجہ اصل ہے ولد کی اور ولد شاخ ہے زوجہ کی تو نفقۂ ولد سے نفقہ زوجہ کا
مقدم ٹھہرا فتجب للزوجۃ بنکاح صحیح فلو بان فسادہ او بطلانہ رجع بما اخذتہ من النفقۃ بحر تو واجب ہے نفقہ زوجہ کا صحیح نکاح سے
سو اگر فساد نکاح کا ظاہر ہوا اسطرح پر کہ وہ معتدہ تھی غیر کی یا بطلان نکاح ظاہر ہوا اسطرح پر کہ منکوحہ رضاعی بہن نکلی تو پہیر لے مرد اوس نفقہ کو جو
عورت نے لیا ہے کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ وہ شرعا زوجہ نہین تو اوسکا نفقہ بہی واجب نہین لیکن نکاح فاسد مین عدت واجب ہے اور نکاح باطل
مین عدت نہین اسواسطے کہ وہ زنا ہے اور زانیہ پر عدت نہین ملحوظ رہے تھا کہ بحر الرائق مین نفقہ پہیر لینا مذکور نہین مگر نکاح باطل مین اور شلبی نے البتہ نکاح
فاسد مین نفقہ پہیر لینا مذکور کیا ہے بشرطیکہ بحکم قاضی نفقہ مقدر ہوا ہو اور اگر بےحکم قاضی زوج نے آپ نفقہ دیا ہو تو رجوع نہین اور یہی عالمگیری مین بھی
مذکور ہے کذا فی حاشیۃ المدنی علی زوجہا لانہا جزاء الاحتباس نفقہ زوجہ کا واجب ہے زوج پر اسواسطے کہ نفقہ بدلا ہے احتباس کا یعنی زوجہ زوج
کے گہر مین مقید ہوئی تلاش معاش کو نہین جا سکتی لہذا زوج پر اوسکی خبرگیری ضروریات کی واجب ہوئی یہہ دلیل عقلی ہے وجوب نفقہ کی اور دلیل نقلی
وہ ہے جو قرآن اور حدیث اور اجماع سے ترجمہ مین مذکور ہو چکی وکل محبوس لمنفعۃ غیرہ تلزمہ نفقتہ کمفت وقاض ووال وعامل ووصی زیلعی
ومقاتلۃ قاموا بدفع العدو ومضارب سافر بمال مضاربۃ اور جو شخص کہ محبوس ہو غیر کی منفعت کی واسطے تو غیر پر اوس محبوس کا نفقہ لازم
ہوگا جیسے کہ مفتی اور قاضی اور زکوٰۃ کی تحصیل کا عامل تو نفقہ اونکا بقدر کفایت انکی اور انکے اہل وعیال کی مسلمین کے بیت المال سے واجب ہے اسواسطے کہ مفتی اور
قاضی اور عامل صدقات مسلمین کی کارسازی مین مصروف اور محبوس ہوئے اپنی تلاش معاش نہین کر سکتے اور اسیطرح نفقہ وصی کا میت کے مال مین جبتک
ہے اوس مدت تک کہ صغیر کی مہمات مین مصروف رہے کذا فی الزیلعی اور اسیطرح رزق مجاہدین کا بیت المال مین واجب ہے کہ دفع اعدا دین پر وہ قائم
اور مستعد ہین اور جیسے مضارب کہ مضاربت کیواسطے سفر کیا تو مال مضاربت مین اوسکی روزی واجب ہے ولا یرد الرھن لحبسہ لمنفعتہما اور
اعتراض نہ وارد ہوگا مرہون کا بسبب محبوس ہونے مرہون کے راہن اور مرتہن دونوں کی منفعت کیواسطے یعنی اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب یہہ قاعدہ ہوا
کہ جب کوئی غیر کی منفعت کیواسطے محبوس ہو تو غیر پر اوسکی روزی واجب ہے تو لازم یہہ ہے کہ اگر غلام یا گہوڑا مرہون ہو تو مرتہن پر اوسکی روزی واجب
ہو حالانکہ راہن پر واجب ہے نہ مرتہن پر شارح نے اسکا جواب دیا کہ مرہون کی منفعت فقط مرتہن ہی کو نہین جو اعتراض لگے بلکہ راہن اور مرتہن دونوں کو
فائدہ ہے راہن کو یہہ فائدہ ہے کہ بسبب رہن کے قرض ملا اور مرتہن کو بسبب رہن کے اپنے مال ملنے پر تسکین کا فائدہ حاصل ہے تو جب دونوں کی منفعت
ہوئی تو ساقط الاعتبار ہوئی لہذا مالک پر بجہت ملکیت کے نفقہ اوسکا واجب ہوگا نہ مرتہن پر ولو صغیرا جدا فی مالہ لا علی ابیہ الا اذا کان ضمنہا
کما مر فی المھر اگرچہ زوج نہایت صغیر ہو نفقہ زوجہ کا واجب ہوگا اوسکے مال مین نہ صغیر کے باپ پر مگر اوس صورت مین باپ پر واجب ہوگا جب کہ وہ
ضامن ہوا ہو نفقہ کا چنانچہ باب المہر مین اسکا ذکر ہو چکا لا یقدر علی الوطی لان المانع من قبلہ اگرچہ صغیر وطی پر قادر نہیو نفقہ زوجہ کا واجب ہے
اسواسطے کہ مانع وطی کا زوج کیطرف سے ہے نہ زوجہ کیطرف سے ہان اگر زوجہ بہی صغیرہ لائق وطی کے نہوگی تو نفقہ واجب نہوگا چنانچہ شارح قول آئندہ
مین مذکور کریگا او فقیرا اگرچہ زوج فقیر محتاج ہو بہی نفقہ واجب ہوگا ولو کانت مسلمۃ او کافرۃ او کبیرۃ او صغیرۃ تطیق الوطی او تشتہی للوطی
فیما دون الفرج حتی لو لم تکن کذلک وکان المانع منہا فلا نفقۃ کما لو کانا صغیرین نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہے برابر ہو کہ زوجہ مسلمہ
یا کافرہ کتابیہ خواہ کبیرہ ہو یا ایسی صغیرہ جو وطی کے لائق ہو یا ایسی صغیرہ کہ جماع کے سوا تقبیل اور مساس کے لائق ہو یہانتک کہ اگر تقبیل اور مساس کے
بہی لائق نہوگی تو مانع استمتاع کا زوجہ کی طرف سے ثابت ہوگا تو اس صورت مین نفقہ اوسکا زوج پر نہ واجب ہوگا بسبب عدم تسلیم جیساکہ اسطرح بہی نفقہ

واجب نہین جبکہ زوج اور زوجہ دونو نہایت صغیر ہون ہرچند صغیرین مین دونو طرف سے مانع موجود ہے لیکن مانع صغیر کالمعدوم ہے اور مانع صغیرہ کا قائم ہے
تو باوجود قیام مانع کے جانب صغیرہ سے مستحق نفقہ کی نہوگی کذا فی منح الغفار ناقلا عن النہایہ م مصنف کو مناسب تھا کہ بجای ولو کانت مسئلہ کے سوا کانت کہتا
کما لا یخفی علی الماہرین ہذا مترجم نے ترجمہ کو کانکیا فقیرۃ او غنیۃ موطوءۃ او لا کان کان الزوج صغیرا او کانت رتقاء او قرناء خواہ زوجہ
محتاج ہو یا مالدار مدخولہ ہو یا نہو اسیطرح یہ کہ زوج صغیر ہو یا زوجہ کی شرمگاہ و بند ہو گوشت زائد یا ہڈی سے م اگر کوئی کہے کہ جب زوجہ بسبب بڑھتی ہڈی یا
گوشت زائد کے لائق جماع کے نہوئی تو مانع عورت ہی کیطرف سے ہوا تو قیاس چاہتا ہے کہ اوسکا نفقہ زوج پر واجب نہو اوسکا جواب یہ ہے کہ مانع زوجہ کیطرف سے
ثابت نہین کہ زوج ایسی صورت مین تقبیل اور مساس وغیرہ سے منتفع ہوسکتا ہے اور نفقہ واجب ہوتا ہے احتباس یا منفعت سے مطلقا نہ بالخصوص بامر وطی
او معتوھۃ او کبیرۃ لا توطأ وکذا صغیرۃ تصلح للخدمۃ او للاستیناس ان امسکہا فی بیتہ عند الثانی واختارہ فی التحفۃ
خواہ زوجہ بیہوش ہو یا ایسی کبیرہ کہ وطی کے لائق نہو اور اسیطرح اوس زوجہ صغیرہ کا نفقہ واجب ہے جو لائق خدمت گذاری اور موانست کی ہو اگر زوج
اوسکو اپنے گھر مین رکھے نزدیک ابو یوسف کے اور اسی قول کو پسند کیا ہے صاحب تحفہ اور ایضاح نے کذا فی البحر الرائق ولو منعت نفسہا
للمہر دخل بہا او لا ولو کلہ مؤجلا عند الثانی وعلیہ الفتوی کما فی البحر والنہر وارتضاہ محشی الاشباہ لانہ منع بحق فتستحق
النفقۃ نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگرچہ اوسنے اپنی ذات کو روکا ہو یعنی وطی پر قادر نہونے دیتی ہو واسطے مہر معجل لینے کے باتفاق ائمہ ثلثہ خواہ مدخولہ
ہو چکی ہو یا نہین اگرچہ تمام مہر موجل ہو تو بھی منع نفس سے نفقہ ساقط نہین ہوتا نزدیک ابی یوسف کے اسواسطے کہ جب زوج نے مہر کو موجل کر دیا کچھ تھوڑا
مہر سے زوجہ کو بالفعل نہ دیا تو اپنے حق استمتاع کے سقوط سے راضی ہوا اور اسی قول ابو یوسف پر فتوی ہے چنانچہ بحر الرائق اور نہر الفائق مین ہے اور
اشباہ کے محشی نے بھی اسکو پسند کیا ہے اسلئے کہ مہر دینے کیواسطے روکنا زوجہ کا حق واجبی ہے تو باوجود اسکے بھی نفقہ کی مستحق ہوگی بقدر حالہما نفقہ
ویخاطب بقدر وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ ولو موسرا وھی فقیرۃ لا یلزمہ ان یطعمہا مما یاکل بل یندب نفقہ واجب ہے موافق حال
زوجین کے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الہدایہ تو اگر زوج اور زوجہ دونو مقدور والے ہین تو نفقہ فراخی کے ساتھ واجب ہے اور اگر دونو مفلس ہین تو تنگی نفقہ کی
لازم ہے اور اگر زوج کم مقدور ہو اور زوجہ مقدور والی ہے تو زوج مخاطب ہے بقدر مقدور کے دینے کا اور باقی نفقہ زوج پر دین ہوگا بوقت قدرت اوسکو ادا
کرے اور اگر زوج مقدور والا ہو اور زوجہ محتاج ہے تو لازم نہین زوج پر کہ کھلاوے اوس کو جس سے آپ کھاتا ہے بلکہ اپنا سا کھانا کھلانا مستحب ہے خلاصہ
یہ ہے کہ جب زوج اور زوجہ کا حال یکسان نہو ایک صاحب مقدور ہو اور دوسرا مفلس تو وہان متوسط نفقہ واجب ہے یعنی مالدار عورتون سے کم اور محتاجون
سے زیادہ کذا فی الدرر اور یہ قول مفتی بہ یعنی وجوب نفقہ برعایت حال زوجین خصاف کا قول ہے اور کرخی نے کہا کہ وجوب نفقہ مین زوج کا حال معتبر ہے نہ زوجہ
کا اور یہی ظاہر الروایت ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی کا ظاہر الروایت کی دلیل نص قرآنی ہے کہ مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے اور جسپر رزق تنگ ہو
وہ اوسکے موافق ہو سے تو ایہ مین قول مفتی بہ کیواسطے اوس حدیث سے استدلال کیا ہے جو صحیح بخاری مین عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ہندہ بنت عتبہ نے کہا
یا رسول اللہ ابو سفیان مرد بخیل ہے مجھکو اوسقدر نہین دیتا جو مجھکو اور میرے ولد کو کفایت کرے لیکن اگر اوسکی ناواستگی مین لیلون تو مجھکو کفایت کر سکتا
ہے حضرت نے فرمایا کہ لیلیا کر جو تجھکو اور تیرے ولد کو کفایت کرے موافق دستور کے یعنی متوسط نہ زیادہ نہ کم تو اس حدیث مین حضرت نے عورت کے حال کو بھی
معتبر رکھا اور رعایت حال زوجین نص قرآنی کے بھی موافق ہے کہ زوج محتاج بقدر اپنی طاقت کے دے اور باقی نفقہ جو زیادہ ہے اوسکے مقدور سے وہ اوسپر دین
رہیگا جب مقدور ہوگا تب ادا کریگا ولو ھی فی بیت ابیہا اذا لم یطالبہا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگرچہ زوجہ اپنے باپ کے گھر مین ہو
بشرطیکہ زوج نے مطالبہ نقل مکان کا نکیا ہو اور سسرال مین استمتاع پر قادر ہوتا ہو اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر الرائق اور اگر زوج بلاتا ہو زوجہ
اپنے گھر مین اور وہ نہ آتی ہو یا سسرال مین دونون مین خلوت نہوتی ہو تو نفقہ واجب نہوگا بسبب عدم تسلیم کے وکذا اذا طلبہا ولم تمتنع او امتنعت للمہر
او مرضت فی بیت الزوج فان لہا النفقۃ استحسانا لقیام الاحتباس وکذا لو مرضت ثم الیہ نقلت او فی منزلہا بقیت ولنفسہا

مَا مَنَعَتْ وَعَلَيْهِ الفتوی کذا فی الفتح اور اسیطرح نفقہ واجب ہے جبکہ زوج نے زوجہ کو بلایا ہو اور اوسنے آنیسے انکار نکیا ہو یا انکار کیا ہو مگر مہر معجل
لینے کیواسطے یا بیمار ہوگئی ہو زوج کے گھر مین اگرچہ بسبب بیماری کے لائق وطی کے نرہی ہو تو بھی وہ مستحق ہے نفقہ کی بدلیل استحسان کے بسبب قائم ہونے احتباس
کے اور حاصل ہونے استیناس اور دواعی جماع اور حفظ بیت کے اور اسیطرح واجب ہے نفقہ اگر بیمار ہوئی اپنے گھر مین پھر زوج کے گھر مین آئی یا اپنے گھر مین بیمار رہی
اور زوج کو اپنے پاس سے آنیسے منع نہوئی اور یہی روایت پرفتوی ہے چنانچہ فتح القدیر مین اسکو تحریر کیا ہے وفی الخانیہ مَرِضَتْ عِنْدَ الزوجِ فانتقلت
لِدار ابیہا اِنْ لم یمکن نقلها بمحفة ونحوها فلها النفقة والا لا کما لا یلزمه مداواتها اور خانیہ مین ہے کہ بیمار ہوئی زوجہ زوج کے پاس پھر آئی
اپنے باپ کے گھر مین پھر زوج نے اپنے گھر بلایا تو اگر ایسی بیمار ہو کہ ممکن نہوا اوسکا لانا ڈولی وغیرہ کی سواری مین تو وہ نفقہ کی مستحق ہے اور اگر ڈولی مین آسکتی
ہو اور نہ آوے تو اوسکا نفقہ لازم نہین چنانچہ زوج پر زوجہ مریضہ کی دوا علاج کرنا واجب نہین اور اجرت طبیب اور فصد کی واجب ہے کذا فی العالمگیریۃ لا
نفقة لاحد عشر مرتدة ومقبّلة ابنه ومعتدة موت ومنكوحة فاسد وعدته وامة لم تبوأ وصغيرة لم توطأ والخارجة من بيته
بغير حق وهي الناشزة حتى تعود ولو بعد سفره خلافا للشافعی زوج پر نفقہ واجب نہین گیارہ عورتونکا زوجہ مرتدہ کا اور اوس عورت کا جسنے زوج
کے ولد کا بوسہ لیا ہو اور یہی حکم ہے جمیع اصول اور فروع زوج کی تقبیل کا اور منکوحہ نکاح فاسدہ کا اور منکوحہ عدت فاسدہ کا اور اوس لونڈی منکوحہ کا جسکے
مولی نے اوسکے واسطے علیحدہ مکان رہنے کو نہین دیا اور زوجہ صغیرہ کا جو لائق وطی اور خدمت اور مؤانست کے نہین اور نفقہ واجب نہین اوس زوجہ کا جو نکل گئی
زوج کے گھر سے ناحق بلا عذر شرعی اور ایسی عورت کو شرع مین ناشزہ کہتے ہین یہانتک کہ زوجہ کے گھر مین پھر آوے تو ناشزہ نرہیگی اگرچہ بعد مسافرت کر جانے
زوج کے گھر مین آئی ہو بخلاف مذہب شافعی کے کہ اونکے نزدیک اگر زوج کے روبرو گھر سے نکل گئی اور زوج نے سفر کیا پھر بعد اسکے زوجہ اپنے زوج کے گھر
مین آئی تو نفقہ اوسکا واجب نہوگا تا وقتیکہ زوج گھر مین نہ آوے کذا فی حاشیۃ الدرر عن حاشیۃ البحر للرملی نشوز لغت مین عبارت ہے ناموافقت اور نافرمانی
زوجہ سے اور علماء فقہ مین عبارت ہے خروج ناحق اور منع نفس سے اور یہ تعریف خصاف سے منقول ہے کذا فی البحر واقول لعل عدم النشوز بتمکینها
وتسقط به المفروضة لا المستدانة فی الاصح کالموت اور قول زوجہ کا معتبر ہے عدم خروج مین مانند قسم کے یعنی اگر زوج نے دعوی کیا زوجہ
نشوز کا اور گواہ نہین ہین اور زوجہ منکر ہے نشوز کی اور اسپر قسم کھائی ہے تو زوجہ ہی کا قول معتبر ہوگا زوج پر نفقہ دینا لازم آویگا اور ساقط ہوتا ہے بسبب نشوز
کے نفقہ مفروضہ نہ مستدانہ قول اصح مین مانند موت کے یعنی اگر زوجہ کا نفقہ کچھ ٹھہر گیا ہو اور چند ماہ اوسپر گذر گئے اور اوسنے نہ پایا اور پھر وہ گھر سے نکل گئی
تو وہ نفقہ ساقط ہوگیا اور اگر بموجب اجازت زوج یا بحکم قاضی اوسنے نفقہ قرض لیا ہو اور پھر نکل گئی تو یہ ساقط نہوگا زوج کو دینا پڑیگا اور یہی حکم ہے موت
کا خواہ زوج مرگیا ہو یا زوجہ مفروضہ ساقط ہوگا نہ مستدانہ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الذخیرۃ قَید بالخروج لانها لو مانعته من الوطی لم تکن ناشزة
اور مقید کیا مصنف نے ناشزہ کو ساتھہ خروج کے اسواسطے کہ اگر زوجہ زوج کو گھر مین وطی سے ممانعت کریگی تو ناشزہ نہوگی اسواسطے کہ بظاہر حال قدرت زوج پر دلالت
کرتا ہے چنانچہ باکرہ کی وطی نہین ہوتی مگر زبردستی ہے کذا فی الزیلعی وشمل الخروج الحکمی کان کان المنزل لها فمنعته من الدخول علیها فهی کالخارجة
مالم تکن سألته النقلة اور خروج ناشزہ کا خروج حکمی کو بھی شامل ہے چنانچہ مکان عورت ہی کا ہو اور وہ زوج کو اپنے پاس ہنآنی دے تو یہ عورت برابر
خارجہ کے ہے اسکا نفقہ زوج پر لازم نہوگا جبتک کہ زوجہ نے زوج سے نقل مکان کا نہ سوال کیا ہو یعنی اگر زوجہ اپنے گھر مین رہتی ہو اور زوج سے کہے کہ مجکو
مکان مین لیچل مین یہان نرہونگی اور زوج نے اسمین توقف کیا ہو اور زوجہ نے اس حالت مین اپنے پاس آنیسے روکا ہو تو نفقہ اوسکا ساقط نہوگا ولو کانت
فیه شبهة کبیت السلطان وامتنعت منه فهی ناشزة لعدم اعتبار الشبهة فی زماننا بخلاف ما لو خرجت من بیت الغصب
او ابت الذهاب الیه او السفر معه او مع اجنبی بعثه لینقلها فلها النفقة اور اگر اوس گھر مین جسمین زوج نقل مکان کا ارادہ کرتا ہے شبہہ ہو
معلوم نہین کہ حلال مال سے بنا ہے یا حرام سے جیسے مکان بادشاہی سو عورت نے وہان جانے سے انکار کیا تو وہ عورت ناشزہ ہے بسبب معتبر ہونے شبہات
کے ہمارے زمانہ مین یعنی پچھلا زمانہ بسبب کثرت بد دیانتی کے اس لائق نہین کہ شبہات سے آدمی بچے حرام خالص سے بچنا البتہ ضرور ہے علاوہ اسکے جنات

مستحب ہے اور اطاعت زوج فرض ہے اور ترک فرض کا واسطے مستحب کے جنون ہے بخلاف اسکے کہ زوج کے ساتھہ غصب کے گھر مین رہے پھر معلوم ہوا کہ یہہ گھر غصب کا
ہے سو وہ وہان سے نکل گئی تو ناشزہ نہوگی اسواسطے کہ بعذر شرعی نکلی ہے یا زوج غصب کے گھر مین رہتا ہے اور وہان زوجہ کو بلایا اور وہان جانیسے اوسنے انکار
کیا یا زوج نے بلایا کہ سفر مین ساتھہ لیجاوے اور اوسنے ساتھہ جانیسے انکار کیا تو وہ ناشزہ نہین اور اوسکا نفقہ بقول مفتی بہ واجب ہے اسواسطے کہ سفر مین لیجانا
بدون رضی زوجہ کے زوج کو جائز نہین یا زوج سفر مین ہے اور اوسنے ایک اجنبی نامحرم کو بھیجا تاکہ زوجہ کو اپنے ساتھہ لے آوے اور اوسنے اوسکے ساتھہ جانیسے
انکار کیا تو بھی وہ ناشزہ نہین اور اوسکا نفقہ زوج پر لازم ہے اسواسطے کہ نامحرم کے ساتھہ عورت کو سفر کرنا جائز نہین اور اگر سفر سے کم مدت ہے یعنی ایک دو
منزل ہے اور نامحرم کے ساتھہ جانیسے انکار کریگی تو نفقہ ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو آجرت نفسہا لارضاع صبی بغیر رضی زوجہا شرنبلالیۃ ولو تحرج
وقیل تکون ناشزۃ اور اسیطرح نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگر اوسنے نوکری کرلی لڑکیکے دودہ پلانیکی اور زوج اوسکا شریف ہے کہ اوسکو عار آتی ہے دودہ پلانے
کی نوکری سے اور حالانکہ زوجہ زوج کے گھر سے باہر نہین نکلی بلکہ گھر مین دودہ پلاتی ہے تو ناشزہ نہین اور دوسرا قول ہے کہ یہ عورت بھی ناشزہ ہے اور اسی قول کو
جسکو شارح نے ضعیف کہا ہے محشیون نے قوی کہا ہے اس دلیل سے کہ نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہے پھر کیون وہ ننگ اور عار شریف زوج کو لگاتی ہے ولو
سلمت نفسہا باللیل دون النہار اوعکسہ فلا نفقۃ لنقص التسلیم قال فی المجتبی وبہ عرف جواب واقعۃ فی زماننا بانہ لو
تزوج من المحترفات التی تکون بالنہار فی مصالحہا وباللیل عندہ فلا نفقۃ لہا انتہی قال فی النہر وفیہ نظر اور اگر زوجہ نے تسلیم
کی اپنی ذات رات کو نہ دن کو یعنی رات کو زوج کے پاس رہتی ہے اور دن کو اپنے کاروبار کو جاتی ہے یا بالعکس اسکے یعنی دن کو زوج کے پاس رہتی اور رات کو
اپنی ضروریات کیواسطے جاتی ہے تو اوسکا نفقہ زوج پر لازم نہین بسبب نقصان تسلیم کے اور مجتبی مین ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوگیا جواب اوس واقعہ کا
جو ہمارے زمانہ مین پیش ہوا اسطرح کہ اگر پیشہ ور عورتون سے نکاح کرے جیسے دائی جنائی یا مردہ شو یا مشاطہ جو دن کو اپنے کامون مین رہتی ہین اور
رات کو اپنے ازواج کے پاس رہتی ہین تو اونکا نفقہ ازواج پر لازم ہوگا بسبب نقصان تسلیم کے انتہی کلام المجتبی نہر الفائق مین کہا کہ اس جواب مین اعتراض
ہے ہم شارح نے اعتراض کو بیان نہین کیا حلبی محشی نے کہا وجہ اعتراض کی یہہ ہے کہ قابلہ وغیرہ اپنے کسب مین معذور ہین بخلاف اوسکے جو بلا عذر رات
یا دنکو تسلیم نفس نکرے شیخ رحمتی نے اسکا جواب دیا کہ کسب قابلہ وغیرہ کا عذر نہین اسواسطے کہ نفقہ عورت کا زوج پر لازم ہے تو وہ کسب سے منع کرسکتا ہے طحطاوی
نے کہا کہ مغصوبہ اور محبوسہ اور حاجہ باوجود معذور ہونیکے بھی ساقط النفقہ ہین بسبب عدم تسلیم کے تو ثبوت عذر وجوب نفقہ کی دلیل نہین ہوسکتی و
محبوسۃ ولو ظلما الا اذا حبسہا ہو بدین لہ فلہا النفقۃ فی الاصح جوہرۃ وکذا لو قدر علی الوصول الیہا فی الحبس صیرفیۃ کحبسہ مطلقا
قیدی عورتکا نفقہ زوج پر نہین اگرچہ بظلم قید ہو اسواسطے کہ زوج کی احتباس اور قابو مین نہین مگر جبکہ زوج ہی نے اوسکو قید کیا ہو بسبب اپنے قرض کے کہ عورت پر ہے تو اسکو
نفقہ ملیگا قول اصح مین کذا فی الجوہرہ اور اسیطرح زوجہ محبوسہ نفقہ پاویگی اگر زوج قید خانہ مین اوس تک پہنچکر اوسپر قادر رہتا ہو کذا فی الصیرفیہ جیسا کہ زوج کے
قید ہونے مین نفقہ اوسپر لازم ہے ہر طرح سے خواہ وہ ناحق قید ہو یا حق پر عورت اوس تک پہنچ سکتی ہو یا نہ اسواسطے کہ فوت احتباس اور عدم تسلیم یہان عورت کی
طرف سے نہین علاوہ اسکے زوج کے گھر مین وہ موجود بھی ہے اور وہ نکل جانیسے راضی بھی نہوگا تو فی الحقیقت احتباس قائم ہے لکن فی تصحیح القدوری لو حبس
فی سجن السلطان فالصحیح سقوطہا لیکن تصحیح قدوری مین یون ہے کہ اگر زوج قید خانہ سلطانی مین ہوگا تو قول صحیح یہہ ہے کہ نفقہ ساقط ہے طحطاوی اور مدنی
محشیون نے تصریح کی کہ تصحیح قدوری مین یہہ مسئلہ قاضیخان سے منقول ہے حالانکہ فتاوی ہندی یعنی عالمگیری مین اسکے مخالف ہے تو خطا نقل مین یا صاحب تصحیح قدوری سے
یا صاحب نہر سے جہان سے شارح نے نقل کیا ہے اور صریح روایت مذہب او توجیہ مذہب کے مخالف ہے کہ زوج صغیر پر نفقہ واجب ہے باوجود عدم قدرت جماع کے اسواسطے کہ
عورت کی طرف سے مانع تسلیم نہین تو محبوس سلطانی مین بطریق اولی واجب ہوگا ہم فتاوی قاضیخان اور عالمگیری کو مین نے خود دیکھا فی الواقع تصحیح قدوری کی نقل
سے عبارت قاضیخان کی یہہ ہے وان حبس فی سجن السلطان ظلما اختلفوا فیہ والصحیح انہا تستحق النفقۃ یعنی اگر زوج محبوس ہو قید خانہ سلطانی مین بظلم تو اسمین
فقہا کا اختلاف ہے اور قول صحیح یہہ ہے کہ زوجہ مستحق ہے نفقہ کی اور فتاوی عالمگیری مین بھی عبارت بعینہ مذکور ہے واللہ اعلم وفی البحر عن مآل الفتاوی انہ لو

خِیْفَ عَلَیْهَا الفَسَادُ تُحْبَسُ مَعَهٗ عِنْدَ المُتَاَخِّرِیْنَ اور بحر الرائق مین آل القضا دی سے منقول ہے کہ اگر زوجہ پر فساد کا خوف ہو تو وہ بہی قید کیجاوے ساتہہ زوج کے
نزدیک متاخرین کے خواہ زوجہ نے اوسکو اپنے دین کے سبب سے قید کروایا ہو یا کسی غیر نے بشرطیکہ وہان اجنبی مرد نہون کذا فی حاشیۃ المدنی وَمَرِیْضَۃٌ لَمْ تُزَفَّ
اَیْ لَا یُمْکِنُهَا الاِنْتِقَالُ مَعَهٗ اَصْلًا فَلَا نَفَقَۃَ لَهَا وَاِنْ لَمْ تَمْنَعْ نَفْسَهَا لِعَدَمِ التَّسْلِیْمِ نقل عن البحر اور اوس مریضہ کا نفقہ زوج پر نہین جو بیماری کے سبب سے زوج
کے گہر مین نہین آئی یعنی ایسی بیمار ہو کہ بعد نکاح کے ہرگز نہین آسکتی زوج کے ساتہہ تو اوسکا نفقہ واجب نہین اگرچہ وہ زوج کے گہر مین آنیسے انکار نکرتی ہو تو بہی نفقہ
واجب ہوگا بسبب عدم تسلیم کے تقدیراً کذا فی البحر وَمَغْصُوْبَۃٌ کَرْهًا اور اوس زوجہ کا نفقہ زوج پر نہین جسکو زبردستی کسی نے چہین لیا اور ابی یوسف کے نزدیک نفقہ
اوسکا لازم ہو زوج پر اور اگر عورت رضامندی سے غاصب کے ساتہہ چلی گئی تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وَحَاجَّۃٌ وَلَوْ نَفْلًا لَا مَعَهٗ
لِفَوَاتِ الاِحْتِبَاسِ اور اوس زوجہ کا نفقہ نہین جو حج کرنے گئی نہ اپنے زوج کے ساتہہ اگرچہ محرم کے ساتہہ گئی ہو اگرچہ نفل حج ہو نفقہ ساقط ہے
بسبب نہ پائے جانے احتباس کے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر حج فرض ہوگا تو زوج پر نفقہ لازم ہو حلبی محشی نے کہا کہ شارح کو لازم تہا کہ لو نفلا کے مقام پر لو فرضا
کہتا اسواسطے کہ فرض حج کے جانے مین سقوط اور عدم سقوط نفقہ مین اختلاف ہے اور نفل حج مین تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہے وَلَوْ مَعَهٗ فَعَلَیْهِ نَفَقَۃُ الْحَضَرِ
خَاصَّۃً لَا نَفَقَۃَ السَّفَرِ وَلَا الْکِرَاءِ اور اگر زوجہ زوج کے ساتہہ حج کرنیکو چلی تو زوج پر فقط نفقہ حضر کا واجب ہے نہ نفقہ سفر کا اور نہ کرایہ سواری کا
کذا فی الدرر امْتَنَعَتِ الْمَرْأَۃُ مِنَ الطَّحْنِ وَالْخَبْزِ اِنْ کَانَتْ مِمَّنْ لَا تَخْدُمُ اَوْ کَانَ بِهَا عِلَّۃٌ فَعَلَیْهِ اَنْ یَّاْتِیَهَا بِطَعَامٍ مُهَیَّأٍ انکار کیا عورت نے
چکی پیسنے اور روٹی پکانیسے تو یہان غور کرنا چاہیے اگر زوجہ اون لوگون مین سے ہو جو ایسے کام نہین کرتے جیسے عمدہ خاندان رئیس زادی یا کہ زوجہ
ہرچند امیر زادی نہین لیکن اوسکو ایسی بیماری ہو کہ اپنا کہانا پکا نہین سکتی تو زوج پر واجب ہے کہ اوسکو پکا پکایا کہانا طیار دیوے وَاِنْ کَانَتْ مِمَّنْ
تَخْدُمُ نَفْسَهَا وَتَقْدِرُ عَلٰی ذٰلِكَ لَا یَجِبُ عَلَیْهِ اور اگر زوجہ اون عورتون مین سے ہو جو اپنا کام آپ کرتی ہون اور وہ بسبب عدم مرض کے قادر ہو آٹا
پیسنے اور روٹی پکانے پر تو زوج پر پکا طیار کہانا دینا واجب نہین بلکہ اوسکو اناج دیوے اپنے واسطے پیس پکا لیا کرے اسواسطے کہ ایسے کام عورت پر باعتبار
دیانت کے واجب ہین اگرچہ قاضی اوسپر جبر نہین کرسکتا سرخسی نے کہا کہ عورت پر جبر نہین لیکن اگر عورت نے باوجود قدرت کے نہ پکایا تو اوسکو دال اور سالن
نہ دے کذا فی منح الغفار شیخ رحمتی نے کہا کہ سرخسی کا یہ مطلب نہین کہ پکایا ہوا سالن نہ دے بلکہ دو دہ یا گہی دے تا کہ روٹی بخوبی کہا سکے کذا فی حاشیۃ المدنی
وَلَا یَجُوْزُ لَهَا اَخْذُ الاُجْرَۃِ عَلٰی ذٰلِكَ لِوُجُوْبِهٖ عَلَیْهَا دِیَانَۃً وَلَوْ شَرِیْفَۃً لِاَنَّهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ قَسَمَ الاَعْمَالَ بَیْنَ عَلِیٍّ وَفَاطِمَۃَ
فَجَعَلَ اَعْمَالَ الْخَارِجِ عَلٰی عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَالدَّاخِلِ عَلٰی فَاطِمَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا مَعَ اَنَّهَا سَیِّدَۃُ نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ اور جائز نہین زوجہ
کو اجرت لینا اسپر یعنی آٹا پیسنے اور روٹی پکانے پر بسبب واجب ہونے ان اعمال کے اوسپر باعتبار دیانت کے اگرچہ عورت شریف ہو اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم نے امور خانگی کو علی مرتضی اور فاطمہ زہرا مین بانٹ دیئے تو باہر کے کام جیسے اونٹ کو پانی پلانا اور بازار سے سودا کر لانا یہ علی مرتضی کے ذمہ پر کردیئے
اور اندر کے کام جیسے چکی پیسنا اور روٹی پکانا اور گہر مین جہاڑو دینا یہ جناب فاطمہ زہرا کے ذمہ پر کردیئے حالانکہ وہ تمام عالم کی عورتونکی سردار ہین یہانتک کہ
عائشہ صدیقہ اور خدیجۃ الکبری اور مریم اور سارا اور آسیہ سے بھی وہ سیدہ افضل ہین اسواسطے کہ جگرپارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین جو سید الخلق ہے
اجمعین ہے جب اندر گہر کے کام سیدہ عالمین کے ذمہ پر ہوئے تو اب کون شریف زادی عذر کرسکتی ہو لیکن چونکہ بعضے علما ثبوت تقسیم اعمال خارجی اور باطنی
مین گفتگو کرتی مین کہتے ہین کہ ان کامون کو سیدہ بنابر عادت عرب کے کرتی تہین نہ بحکم رسالت اور اسمین بہی تامل ہے کہ صحابی عورتین کاروبار خانگی بنابر
ضرورت افلاس یا عادت کے کرتی تہین یا بنابر حکم شرعی کے لہذا مجتہدینے دیانۃً واجب کہا نہ قضاءً اسواسطے کہ جنکو کہ یہی عادت نہین ایسی کامون کی اونکی تحقیت
مصیبت ہو لہذا قاضی اونپر جبر نہین کرسکتا کذا فی حاشیۃ المدنی وَیَجِبُ عَلَیْهِ آلَۃُ طَحْنٍ وَآنِیَۃُ شُرْبٍ وَطَبْخٍ کَکُوْزٍ وَجَرَّۃٍ وَقِدْرٍ وَمِغْرَفَۃٍ وَکَذَا
سَائِرُ اَدَوَاتِ الْبَیْتِ کَحَصِیْرٍ وَلِبَدٍ وَطِنْفِسَۃٍ وَمَا تَتَنَظَّفُ بِهٖ وَتُزِیْلُ الْوَسَخَ کَمُشْطٍ وَاُشْنَانٍ وَمَا یَمْنَعُ الصُّنَانَ وَمَدَاسٌ رِجْلِهَا وَتَمَامُهٗ
فِی الْبَحْرِ وَالنَّهْرِ اور زوج پر واجب ہین آلات پیسنے کے جیسے چکی اور سل لوڑہ اور پانی پینے اور پکانیکے برتن جیسے کوزہ اور گہڑا یا مٹکا اور ہانڈی اور ڈوئی

اسیطرح اور باقی سامان گھر کا جیسے چٹائیان اور چارپائیان اور نمدہ اور فرش جیسے دری شطرنجی اور وہ چیز جس سے عورت کو بدنکی صفائی ہو اور میل چھوٹے جیسے
کنگھی اور اُشنان جو مدینہ مین گھاس ہے بال صاف ہوجاتے ہین اوس سے یا کھلی یا صابون بطور عادت ہر ملک کے اور وہ چیز زوج پر واجب ہے جو عورت کی بغل کی گندگی
کو دور کردے اور زوجہ کے پائون کی جوتیان واجب ہین اور پورا بیان اسکا جوہرہ اور بحر الرائق مین ہے حاشیہ مدنی مین باقی مضمون جوہرہ کا یون منقول
ہے کہ لذت اور زینت کی چیز جیسے خضاب اور سرمہ سو زوج پر واجب نہین اوسکا اختیار ہے چاہے دے چاہے نہدے جب دے تو عورت استعمال کرے اور خوشبو
بھی زوج پر واجب نہین مگر اُسقدر کہ بساہند کو دور کرے نہ زیادہ اس سے اور علاج بیماری کی اجرت طبیب اور فصد اور پچھنو کی زوج پر واجب نہین اور اتنا
پانی دینا واجب ہے جس سے عورت اپنے کپڑے دہوئے اور اپنے بدنکا میل چھوڑا دے نہاکر اور بحر الرائق کا باقی مضمون یہہ ہے کہ زوج پر واجب ہین لکڑیان
جلانیکی اور صابون اور تیل چراغ کیواسطے اور پانی غسل اور وضو کا زوج پر واجب ہے کذا فی الظہیریۃ والواقعات اور یہہ جو خلاصہ مین ہے کہ وضو کا پانی زوج پر
فرض نہین سو ضعیف روایت ہے وفیہ اجرۃ القابلۃ علی من استاجرہا من زوجۃ او زوج ولو جاءت بلا استیجار قیل علیہ وقیل علیہا
اور بحر الرائق مین ہے کہ اجرت دائی جنائی کی اوسپر ہے جسنے اوسکو بلایا مزدوری ٹھہرا کر خواہ زوجہ نے یا زوج نے اور اگر دائی خود بلا درخواست آئی
تو دونو پر اوسکی مزدوری محتمل ہے وتفرض لہا الکسوۃ فی کل نصف حول مرۃ لتجدد الحاجۃ حرا وبردا اور فرض ہے عورت کو پوشاک دینا
ہر نصف سال مین ایک بار یعنی سال مین دو جوڑے کپڑے زوج پر فرض ہین بسبب تجدد حاجت کے باعتبار گرمی اور سردی یعنی گرمی کی پوشاک جاڑے
مین کام نہین آسکتی اور نہ جاڑے کی گرمی مین کام آتی ہے لہذا سال بہر مین دو بار پوشاک کی حاجت ہوئی ھ اور اگر قبل مدت کے کپڑے عورت کے پہٹ گئے
تو اگر اوسنے موافق عادت کے احتیاط سے پہنے اور پہر پہٹ گئے تو زوج پر اور پوشاک دینا واجب ہوگا اور اگر خلاف عادت بی احتیاطی سے پہنے تو پہر
تو زوج پر نئی پوشاک دینا واجب نہین کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الجوہرۃ وللزوج الانفاق علیہا بنفسہ ولو لم یعط فرض القاضی خلاصہ
الا ان یظہر للقاضی عدم انفاقہ فیفرض ای یقدر لہا بطلبہا مع حضرتہ ویامرہ لیعطیہا ان شکت مطلہ ولم یکن صاحب
مائدۃ لان لہا ان تاکل من طعامہ وتتخذ ثوبا من کرباسہ بلا اذنہ فان لم یعط حبسہ ولا تسقط عنہ النفقۃ خلاصہ
وغیرہا اور زوج کو جائز ہے نفقہ دینا عورت کو بذات خود یعنی اوسکی ضروریات کا خرید کردینا تاکہ عورت کو باہر نکلنے کی حاجت نہ پڑے اگر یہہ خرید کر دینا بعد معین کردینے
قاضی کے ہو کذا فی الخلاصہ مگر یہہ کہ قاضی کو ظاہر ہو نہ نفقہ دینا زوج کا تو اگر قبل اسکے قاضی نے نفقہ نہ معین کردیا ہو تو اب عورت کا نفقہ ٹھہرا دے دو شرط سے ایک شرط
یہہ کہ عورت کی درخواست سے معین کرے نہ بلا درخواست دوسری شرط یہہ کہ بوقت حاضر ہونے زوج کے معین کرے اسواسطے کہ غائب پر حکم جائز نہین اور بعد معین کردینے نفقہ
کے اگر نہ دینا معلوم ہو تو قاضی حکم کرے یا زوج عورت کو نفقہ دیوے اگر شکایت کرے عورت اوسکے ٹالنے اور دیر لگانے کی بشرطیکہ زوج سخی اور صاحب دسترخوان نہو
اور اگر زوج سخی اور صاحب دسترخوان ہو کہ بہت لوگ اوسکی کشادہ چشمی کے سبب سے اوسکے دسترخوان پر کہاتے ہین تو قاضی کو نفقہ دینے کا اوسپر حکم کرنا نچاہیے اسواسطے کہ
عورتکو بھی اختیار ہے کہ اوسکے کہانے مین کہالے اور اوسکے کپڑے مین سے کپڑا لیلیا کرے بلا اوسکی اجازت کے اسواسطے کہ جو شخص بسبب اپنی جود اور سخاوت کے غیرون کو
بلا وجوب کہلاتا اور پہناتا ہو وہ عورت کی نفقہ واجب مین کیونکر کمی کریگا پہر اگر بعد نفقہ دینے قاضی کے اور بعد حکم انفاق کے زوج سرکشی سے نہ دے تو قاضی اوسکو
قید کرے اور ایام قید مین جسکو حبس کہتے ہین ایام حبس کا نفقہ زوج سے نہ ساقط ہوگا کذا فی الخلاصہ وغیرہا قولہ فی کل شہر ای کل مدۃ تناسبہ کیوم للمحترف
وسنۃ للدہقان اور مصنف کا یہہ قول کہ قاضی ہر مہینہ کا نفقہ معین کردے مراد اسکی یہہ ہے کہ ہر شخص کیواسطے وہ مدت ٹھہرا دے جو مناسب ہو اوس شخص کے چنانچہ
پیشہ ور کیواسطے ایک دن کی مدت ٹھہرا دے اور زمیندار اور کاشتکار کیواسطے سال بہر کی مدت ٹھہرا دے اسواسطے کہ پیشہ ور جیسے لوہار اور بڑہئی اور مزدور ہر روز
محنت کرکے کماتے ہین سو کہاتے ہین تو قاضی ایسے لوگون پر حکم کرے کہ نفقہ مقرر شدہ ہر روز دیا کرین اسواسطے کہ ان پیشہ ورون سے ایک مہینہ کا خرچ یکبارگی نہین ہوسکتا
بخلاف زمیندار کہیتی والے کے کہ وہ سال بہر کا خرچ دیسکتا ہے اور اگر زوج سوداگر ہو یا ایسا نوکر ہو جسکو بعد مہینے کے تنخواہ ملتی ہو اوسپر مہینہ بہر کا خرچ معین کرے
کذا فی فتح القدیر وغیرہ تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ کل شہر کا لفظ قید اتفاقی ہے نہ احترازی ولہا الاخذ کل یوم کما لہا الطلب کل یوم عند المساء للیوم

الآتی اور زوج کو اختیار ہو ہر روز کا نفقہ دینے کا جیسے عورت کو اختیار ہی ہر روز طلب کرنیکا شام کیوقت دی اگلی دنکا نفقہ تاکہ بفراغت پیسی اور پکاوی دنہایہ میں ہی کہ مہینے
اور سال کی مدت نفقہ کیواسطے لازم نہیں کہ اوسکا ترک جائز نہو بلکہ بنابر تخفیف زوجین کے ہی اور اگر وہ راضی ہون کہ ہر روز دیا لیا کرین تو بہی جائز ہی ولہا اخذ
کفیل بنفقۃ شہر فاکثر خوفًا من غیبتہ عند الثانی وبہ یفتی فیقیس سائر الدیون علیہ وبہ یفتی بعضہم جواہر الفتاوی من کفالۃ الباب
الاول اور زوجہ کو جائز ہی مہینہ بہر کے نفقہ یا زیادہ کا ضامن لینا بخوف غائب ہوجانے زوجہ کے یعنی اگر زوجہ ڈرے کہ زوج کہین چلا جاویگا اور وہ زوج سے مہینہ یا سال
کے نفقہ کا ضامن مانگے تو ابی یوسف کے نزدیک یہہ جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی کہ بجبر ضامن لیا جاوی کذا فی فتح القدیر اور عورت کی نفقہ پر باقی دیون کو قیاس کر کے جس مدیون کے
غائب ہونیکا خوف ہو تو اوس سے ضامن لیا جاوے اور اسی پر بعضی فقہا نے فتوی دیا ہی چنانچہ جواہر الفتاوی کی کتاب الکفالت کے پہلے باب میں یہہ مذکور ہی فتح القدیر
مین ہے کہ ابی یوسف کے نزدیک اگر عورت تمام عمر کے نفقہ کا یا ہر مہینہ کا یا بقاء نکاح کا ضامن طلب کرے تو صحیح ہے ولو کفل لہ کل شہر کذا ابدًا وقع علی الابد و
کذا الولم یقل ابدًا عند الثانی وبہ یفتی بحر اور اگر کوئی کفیل ہوا زوج کا یعنی ہر مہینے مین اسقدر نقد یا اناج ہمیشہ دیا کریگا زوجہ کو تو یہہ ضمانت دائمی ہوگی
باتفاق ائمہ ثلثہ کے اور اسیطرح دائمی ضمانت ثابت ہوگی نزدیک ابی یوسف کی اگر ہمیشہ کا لفظ نکہا یعنی فقط اسیقدر کہا کہ مین ہر مہینے مین اتنا دیا کرونگا زوج کیطرف
سے تو یہہ بہی دائمی ضمانت ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی البحر الرائق وفیہ علیہا دین لزوجہا لم یلتقیا قصاصًا الا برضاہ لسقوطہا بالموت بخلاف
سائر الدیون اور بحر الرائق مین ہی عورت نے طلب کیا قاضی سے کہ نفقہ معین کردے اور زوج کا دین تہا عورت پر تو نفقہ اور دین زوج کا باہم ملکر مجرا نہونگے
بدون رضامندی زوج کے یعنی اگر زوج کہیگا کہ نفقہ کو میرے دین مین سے حساب کر لو تو البتہ برابر ہوجا دینگے اور بدون رضامندی زوج کے نفقہ اوسکی
دین مین نہ مجرا ہوگا اسواسطے کہ نفقہ دین ضعیف ہے کہ موت سے ساقط ہوجاتا ہی بخلاف اور باقی دیون کے کہ وہ موت سے ساقط نہیں ہوتے تو وہ باہم حساب مین مجرا
ہوجاتے مین خواہ دونو شخص باہم مجرا دین یا نہ دین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وفیہ اجرت دارہا من زوجہا وہما یسکنان فیہ لا اجر
علیہ اور بحر الرائق مین ہی کہ زوجہ نے کرایہ دیا اپنا گہر زوج کو اور وہ دونو اوسمین رہتے ہین تو کرایہ مرد پر نہ دیوے گا لیکن شارح نے اجارہ فاسدہ کے فروع
مین حاشیہ اشباہ سے نقل کیا ہی کہ فتوی اس روایت کی مخالف ہی یعنی زوج پر کرایہ اس صورت مین واجب ہے چنانچہ وہان معلوم ہوگا ولو دخل بہا فی منزل کانت
فیہ باجر فطولبت بہ بعد سنۃ فقالت لہ اخبرتک بان المنزل بالکراء علیک الاجر فہو علیہا لانہا العاقدۃ بزازیہ اور اگر زوج نے
وطی کی زوجہ کی اوس گہر مین جسمین وہ بکرایہ رہتی تھی پہر عورت سے کرایہ کا مطالبہ ہوا بعد سال کے تو اوسنے زوج سے کہا کہ مین تجکو خبر دیچکی ہون کہ یہہ مکان کرایہ کا ہی اور
کرایہ تیری ذمہ پر ہی تو زوج پر کرایہ لازم نہوگا زوجہ ہی پر لازم ہوگا اسواسطے کہ کرایہ ٹہرانے والی وہی ہی نہ زوج کذا فی البزازیہ ومفہومہ انہا لو سکنت بغیر
اجارۃ فی وقف او مال یتیم او معد للاستغلال فالاجرۃ علیہ فلیحفظ اور مفہوم تعلیل عاقدہ ہونیکا یہہ ہی کہ بدون اجارہ کے مکان وقف
یا مکان مال یتیم مین یا اوس مکان مین جو غلہ رکہنے کیواسطے تیار رہا زوجہ رہی تو اوسکا کرایہ زوج پر لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد اجارہ زوجہ نے نہین کیا اور سکنی زوجہ کا
زوج پر لازم ہی لہذا زوج کو اجرت دینا لازم ہوگا تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ویقدرہا بقدر الغلاء والرخص ولا تقدر بدراہم ودنانیر کما فی الاختیار
وعزاہ المصنف لشرح المجمع للمصنف اور قاضی ٹہرا دے نفقہ زوجہ کا بقدر گرانی اور ارزانی غلہ کے اور نہ اندازہ کرے نفقہ کا دراہم اور دنانیر سے
کذا فی الاختیار شرح المختار اور مصنف نے اپنی شرح مین اس عدم تقدیر کو متن کی شرح مجمع کیطرف منسوب کیا ہی لکن فی البحر عن المحیط ثم المجتبی ان
شاء القاضی فرضہا اصنافًا او قومہا بالدراہم ثم یقدر بالدراہم لیکن بحر الرائق مین محیط پہر مجتبی سے منقول ہے کہ اگر قاضی چاہے تو
نفقہ کو قسم قسم مقرر کرے مثلا گیہون آٹے اور گوشت اتنا اور گہی اتنا اور دال اتنی خواہ ہر روز کی تقدیر کرے خواہ مہینے خواہ سال کی علی حسب المراتب یا قسم
ماکولات کی قیمت ٹہرا دے دراہم سے پہر مجموعہ کا اندازہ دراہم سے کرے اور زوج کو حکم کرے کہ ہر مہینے یا ہر سال اتنے روپیہ زوجہ کو دیا کرے وفیہ لو قترت
علی نفسہا فلہ ان یرفعہا للقاضی لتاکل ما فرض لہا خوفًا علیہا من الہزال فانہ یضرہ کما لہ ان یرفعہا للقاضی لتلبس الثوب
لان الزینۃ حقہ اور بحر الرائق مین ہی جب کہ قاضی نے زوجہ کا نفقہ معین کردیا پہر اگر زوجہ اپنی ذات پر تنگی کرے اور جمع کرنیکی طمع سے کم کہاوے تو زوج

له صواب یہ ہے ذکر تقدیر یون ہونا اور نہ دراہم کیا جاوی بعینہ مجہول ۱۲

جائز ہے کہ اوسکی نالش قاضی کے پاس کرے تاکہ وہ اچھی طرح کھایا کرے اوسمین سے جو اوسکے لئے مقرر ہوگیا ہے مبادا کہ نہایت ضعیف اور دُبلی ہوجائے اسواسطے کہ لاغری زوجہ کی
زوج کیواسطے مضر ہے کہ لائق رغبت اور شہوت کے نہین رہتی چنانچہ جائز ہے زوج کو کہ اوسکی نالش قاضی کے پاس پوشاک کیواسطے کرے کہ کیون پوشاک نہین پہنتی اور
کپڑون میلی کچیلی رہتی ہے اسواسطے کہ سنگار کرنا زوج کا حق ہے ہم جیسے عورت کو زینت کرنا مرد کیواسطے لازم ہے ویسی ہی مرد کو زینت شرعی کرنا عورت کیواسطے
ضرور ہے یعنی حجامت بنوانا اور مونچہونکا کترانا اور موی زہار کا مونڈنا اور غسل کرنا اور موافق مقدور کے پوشاک پہننا ضرور ہے اسواسطے کہ جب عورت یا مرد
کوئی ایک سے ترک زینت کا کریگا تو دوسرے کیو خواہ مخواہ نفرت آویگی تو غیرونکی طرف نظر جا لگی کی پہر وہ فساد ہونگے کہ خدا پناہ مین رکھے چنانچہ بنی اسرئیل مین عورتونکے
ترک کرنے سے انواع مفاسد درپیش ہوئے بلکہ عورت کے حق تو سمیہ بہی بعض ہے کہ مرد بعد انزال کے اوسکو چھوڑدے اور اسکا خیال نکرے اسواسطے کہ
عورت کو اکثر بعد دیر کے انزال ہوتا ہے عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ علاوہ سرمہ لگانا زوجہ کا پسند آتا ہے جیسا کہ اپنا سرمہ لگانا پسند آتا ہے اور یہہ مطالب اوس
آیت قرآنی سے مفہوم ہوتے ہین جو حق تعالے نے فرمایا کہ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ یعنی عورتونکا حق مردون پر ویسا ہی ہے جیسا مردونکا حق عورتون
پر ہے بطریق مشروع کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وَتُزَادُ فِي الشِّتَاءِ جُبَّةٌ وَسِرْوَالًا اور زیادہ کیا جاوے موسم سرما مین جبہ اور پایجامہ ہم یہہ بعض ملکون کے
لوگ ہین جو فقط قمیص مین گذران کرتی ہین جیسے عرب کی گنوار عورتین جنکو بدوی کہتے ہین اور جنکو مدام پایجامہ کی عادت ہو چنانچہ شرفاء ہند مین تو اونکو
سرما اور گرما مین پایجامہ دینا لازم ہے اور ظہیریہ مین منقول ہے کہ امام محمد نے پوشاک عورت کی سال بہر کی یون بیان کی ہے کہ دو درع اور دو خمار اور ایک
ملحفہ اور درع کرتہ گلے سے قدم تک اور خمار وہ جو سر پر اوڑھا جاوے اور ملحفہ کی تفسیر مختلف ہے بعضے کہتے ہین وہ بڑی چادر ہے جس سے تمام بدن لپیٹ کر عورت
نکلتی ہے اور بعضون کے نزدیک شب خوابی کا کپڑا اور خصاف نے بجای درع کے قمیص کو مذکور کیا ہے درع اور قمیص حقیقت مین ایک ہی چیز کا نام ہے
فرق اتنا ہے کہ درع وہ ہے جسکا چاک سینہ کیطرف ہو اور قمیص وہ جسکا دونو مونڈہون کیطرف ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اور فتاوی عالمگیری مین
بہی ہے سے منقول ہے کہ لباس عورت کا مرد پر واجب ہے موافق دستور کے جیسا کہ عورت کیواسطے مناسب ہو باعتبار عادت گرمی اور جاڑے کے لیکن عادت ہر
ملک کے مختلف ہے تو ہر ملک مین ویسا ہی کرنا لازم ہوگا لیکن بشرطیکہ ویسا لباس ہو جس سے بدن چھپا رہے نہ وہ لباس شیطانی جو لکھنو وغیرہ مین بالفعل رائج ہے کہ سر
سینہ بالکل کھلا رہتا ہے حق تعالے اونکو حیا نصیب کرے وَمَا يُدْفَعُ بِهِ أَذَى حَرٍّ وَبَرْدٍ اور وہ لباس زیادہ کرنا چاہئے سرما اور گرما مین جس سے گرمی اور جاڑا
دفع ہو ولحافا وفراشا وحدها لانها ربما تعتزل عنه ايام حيضها ومرضها اور زیادہ دیا جاوے جاڑے مین لحاف اور بچھونا عورت کو علیحدہ یعنی سوا
لحاف اور توشک کے جسمین زوج اور زوجہ پاس ملکر لیٹتے ہین علیحدہ اسواسطے چاہئے کہ گاہ عورت جدا رہتی ہے زوج سے حیض کے ایام مین یا بیماری کے دنونمین
ہم حدیث مین وارد ہے کہ ایک اوڑھنا بچھونا زوج کا اور ایک واسطے زوجہ کا اور تیسرا مہمان کیواسطے اور چوتھا شیطان کا یعنی فضول ہے اِنَّ الملبنۃ لباس
ان اقسام مذکورہ کو قاضی مقرر کردے اگر عورت درخواست کرے قاضی سے اسواسطے کہ یہہ حق ہے زوجہ کا بدون اوسکی نالش اور خواہش کے حاکم پر ٹھہرا دینا
ضرور نہین ويختلف ذلك يسارا واعسارا وحالا وبلدا اختیار اور مختلف ہوتی ہے یہہ خوراک اور پوشاک باعتبار مقدور اور افلاس کے اور بنا بر رسم
ملک کے کذا فی الاختیار تو مقدور والے پر اوسکے موافق خوراک اور پوشاک زوجہ کی واجب ہے اور مفلس پر اوسکے موافق اور گرمی مین گرمی کے موافق اور سردی
مین سردی کے موافق جیسی جس ملک کی عادت اور رواج ہو بشرطیکہ مخالف شرع شریف کے نہو ولبس عليه خفها بل خف امتها يجب اور واجب نہین مرد پر
موزہ دینا عورت کا بلکہ اوسکی لونڈیکا موزہ واجب ہے اسواسطے کہ لونڈی باہر نکلتی ہے نہ زوجہ کذا فی البحر یعنی اگر مرد با مقدور ہو اور ملک کی رسم ہو کذا فی حاشیۃ الدر
قد يستفيد من هذا انه لو كان لها امتعة من فرش ونحوها لا يسقط عن الزوج ذلك بل يجب عليه قد رأينا من يأمرها
باستعمالها ولا ضيافة جبرا عليها وذلك حرام كمنع كسوتها انتهى اور بحر الرائق مین ہے کہ مستفاد ہوا اس سے یعنی وجوب لباس اور
ثابت ہوا کہ اگر عورت کے سامان اور اسباب ہو از قسم فرش اور ظروف کے تو بہی زوج سے اوسکا دینا ساقط نہوگا بلکہ واجب ہوگا اوسپر اور مقرر دیکھا ہے ہمنے
بعض لوگ عورت کو فرش اور ظروف پر حکومت کرتے مین اپنے واسطے اور اپنے مہمانون کیواسطے عورت پر ظلم کرکے اور حالانکہ یہہ زبردستی اوسکے مال پر حرام ہے

سے جیسے اوسکی پوشاک نہ دینا حرام ہے انتہی کلامہ لکن قدمنا فی المہر عنہ عن المبتغی لو زفت الیہ بلا جہاز یلیق بہ فلہ مطالبۃ الاب بالنقد الا اذا سکت انتہی وعلیہ فلو زفت الیہ لا یحرم علیہ الانتفاع بہ وفی عرفنا یلتزمون کثرۃ المہر لکثرۃ الجہاز وقلتہ لقلتہ ولا شک ان المعروف کالمشروط فینبغی العمل بما مر کذا فی النہر شارح کہتا ہے ہم پہلے ذکر کر چکے ہین باب المہر مین بحر الرائق سے بروایت مبتغی کہ اگر زوجہ بیچائی جاوے زوج کے پاس بدون اوسقدر جہیز کے جو اوسکو مناسب حال ہے تو زوج کو مطالبہ کرنا نقد مال کا زوجہ کے باپ سے پہنچتا ہے مگر اوس صورت مین مطالبہ نہین جب زوج چند مدت چپ ہو رہے تو اس تقدیر پر یعنی جب زوج کو نقد کا مطالبہ جائز ہوا تو اگر جہیز بین زوجہ کے ساتھہ فرش اور ظروف آئی تو زوج پر اوس سے منتفع ہونا اور استعمال کرنا حرام نہوگا اسواسطے کہ ہماری عرف اور رواج مین یعنی مصر مین کثرت مہر التزام کرتے ہین واسطے زیادتی جہیز کے اور قلت مہر کا التزام کرتے ہین واسطے قلت جہیز کے اور بلا شک جو چیز کہ مروج اور معروف ہے وہ مشروط کی برابر ہے تو لائق ہے عمل کرنیکے جو مذکور ہو چکا یعنی عورت کے جہیز کا استعمال مرد پر حرام نہین کذا فی النہر الفائق م صاحب نہر کے کلام پر محشیون نے بہت گفتگو کی ہے اور ذکر کرنا اوسکا بتفصیل طوالت کلام کا موجب ہے خلاصہ یہہ ہے کہ جہان بالیقین اسکا رواج ہو کہ مہر مقرری سے زیادہ جہیز دینی کیواسطے کچھہ دیتے ہون مثلا مہر وہان کا سو درم ہوا اور زوج نے دوسو درم دئے سو مہر کے اور سو جہیز کے اور زوجہ کے باپ نے موافق سو درم کے جہیز دیا تو البتہ زوج کو استعمال کرنا اسباب جہیز کا بدون رضامندی زوجہ کے بھی جائز ہے اور اگر باپ اوسکا جہیز دے یا سو درم سے کم دے تو البتہ اس صورت مین زوج کو نقد مال کا باپ سے مطالبہ پہنچتا ہے اور اگر اسطرح کا معمول اور رواج نہو تو جہیز کے اسباب کو اپنے صرف مین لانا زوج کو جائز نہین بدون خوشی زوجہ کے اسواسطے کہ مالک جہیز کی زوجہ ہے نہ زوج ہان زوجہ کو البتہ اپنے باپ سے مطالبہ مہر کا اختیار ہے اگر وہ مہر لیچکا ہو وجہ سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ عن قضاء البحر ہل تقدیر القاضی للنفقۃ حکم منہ قلت نعم لان طلب التقدیر بشرطہ دعوی فلا تسقط بمضی المدۃ م اور نہر الفائق اور بحر الرائق کی کتاب القضا سے منقول ہے کہ قاضی کا نفقہ مقرر کر دینا قاضی کے حکم مین داخل ہے یا نہین مین کہتا ہون کہ ہان تقدیر قاضی کی حکم سے ہے اسواسطے کہ طلب کرنا تقدیر نفقہ کا اوسکی شرط کے موافق یعنے زوج کے حضور مین یہہ دعوی ہے اور بعد دعوی کے مقرر کر دینا قاضی کا اسیکا نام حکم ہے پھر جب یہہ حکم ہوا تو نفقہ ساقط نہوگا مدت گذرنے سے یعنی اگر چند مدت زوج نہ دیگا تو زوج کے ذمہ سے ساقط نہوگا بلکہ اوسکو ایام گذشتہ کا نفقہ دینا لازم ہوگا ولو فرضت لہا کل یوم او کل شہر ہل یکون قضاء ما دام النکاح قلت نعم الا لمانع ولذا قالوا الابراء قبل الفرض باطل وبعدہ یصح مما مضی ومن شہر مستقبل اور جب کہ بتقدیر قاضی نفقہ معین ہوگیا عورت کیواسطے ہر دن کا یا ہر مہینے کا تو یہہ حکم قضا بقائے نکاح تک ہوگا یا ایک دن یا ایک مہینہ تک مین کہتا ہون کہ ہان یہہ حکم تا بقائے نکاح زوجین مین جاری چلا جاویگا مگر بسبب مانع کے البتہ موقوف ہو جاویگا چنانچہ نشوز سے نفقہ ساقط ہو جاویگا باوجود قائم رہنے نکاح کے اور چونکہ تقدیر قاضی سے نفقہ دین ہو جاتا ہے لہذا فقہانے کہا ہے کہ ابرا کرنا نفقہ سے قبل معین کر دینے قاضی کے یا قبل تراضی طرفین کے باطل ہے اسواسطے کہ ابرا نہین ہوتا مگر دین مین اور دین ہونا نفقہ کا بدون حکم قاضی یا بدون تراضی طرفین کے نہین ہوتا اور قاضی کے معین کرنے یا تراضی طرفین کے بعد ابرا کرنا نفقہ زمان ماضی اور ماہ مستقبل سے صحیح ہے اسواسطے کہ ابرا بعد الوجوب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والنہر حتی لو شرط فی العقد ان النفقۃ تکون من غیر تقدیر والکسوۃ کسوۃ الشتاء والصیف لم یلزم فلہا بعد ذلک طلب التقدیر فیہما یہان تک کہ اگر زوج نے نکاح مین یہہ شرط کی کہ نفقہ بقدر ضرورت ہے بلا تقدیر یعنی نہایت قلیل بقدر ضرورت اور اسیطرح لباس مین شرط کی کہ ایک ہی لباس ملیگا گرمی اور جاڑے مین تو یہہ شرط لازم نہوگی تو عورت کو اختیار ہے کہ بعد اس شرط کے بھی نفقہ اور لباس مین قاضی سے درخواست تقدیر کی کرے اسواسطے کہ یہہ شرط حکم قاضی نہین اور اوس امر مین شرط کی ہے کہ ہنوز واجب نہین ہوا اور یہہ بحث ہے صاحب بحر کی روایت صریح نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو حکم بموجب العقد مالکی یرے ذلک فللحنفی تقدیرہا لعدم الدعوی والحادثۃ اور اگر بموجب عقد مشروط کے حکم کیا قاضی مالکی نے جو ایسی شرط کو صحیح جانتا ہے تو قاضی حنفی کو تقدیر نفقہ کی جائز ہے بسبب نہ پائے جانے دعوی اور حادثہ کے م صاحب بحر الرائق نے لکھا کہ مین نے یہہ مسئلہ صریح نہین دیکھا لیکن فصول عمادی اور بزازیہ کی کتاب القضا مین یون منقول ہے کہ حکم قاضی کا اختلاف مذہب کو نہین مٹاتا اگر اس شرط سے کہ قاضی نے حکم کیا ہو بعد دعوی صحیح کے حادثہ مدعی اور مدعا علیہ مین تو یہہ مقتضی ہے کہ بعد حکم قاضی

مالکی کے بھی حنفی کو تقدیر جائز ہو اسواسطے کہ یہ مسئلہ اوس صورت مین مفروض ہے کہ قاضی مالکی کے روبرو عقد اور شرط واقع ہوئی اور قاضی نے اوسکی صحت کا حکم کیا تو بیان
خصومت اور دعوی پہلے نہین واقع ہوا کہ قاضی مالکی کا حکم نافذ ہو کر رافع اختلاف کا ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی بقی لو حکم الحنفی بفرض دراہم ہل للشافعی
بعدہ ان یحکم بالتموین قال الشیخ قاسم فی موجبات الاحکام لا وعلیہ فلو حکم الشافعی بالتموین فلیس للحنفی الحکم بخلافہ ولا یخفی انہم
لو اتفقا بعد الفرض علی ان تاکل معہ تموینا بطل الفرض السابق لرضاہا بذلک باقی رہا یہ امر کہ اگر حکم کیا قاضی حنفی نے تقدیر نفقہ کا دراہم سے
یعنی طعام کی نقدی مقرر کر دی تو شافعی قاضی کو بعد اسکے تموین کا حکم کرنا یعنی قلیل بقدر ضرورت کی نفقہ کا حکم کرنا جائز ہے یا نہین کہا شیخ قاسم نے موجبات الاحکام
مین کہ جائز نہین اور بنا بر اس عدم جواز کے اگر پہلے حکم کر چکا قاضی شافعی تموین کا تو قاضی حنفی کو حکم کرنا اوسکے مخالف جائز نہین اسواسطے کہ جب حکم اول جامع
شروط رافع اختلاف کا ہو چکا تو اب حکم ثانی اوسکو توڑ نہین سکتا سو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہان اگر زوج اور زوجہ دونو بعد تقدیر نفقہ کے راضی ہو گئے کہ
زوجہ زوج کے ساتھہ بقدر ضرورت کی کہا وے تو باطل ہو جاویگی تقدیر سابق یعنی جو قاضی نے نفقہ مقرر کر دیا تہا سو اوسکا حکم موقوف ہو جاویگا اسواسطے کہ
زوجہ اسی پر راضی ہو گئی وہ مثل مشہور بیان صادق آئی کہ جو رو خصم راضی تو کیا کریگا قاضی لیکن اگر بعد اسکو پہر ناراض ہو گی زوج کے ساتھہ کہانے سے
تو نفقہ مفروضہ پہر عود کریگا اسواسطے کہ حکم قاضی کا مادام النکاح جاری ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی السراجیۃ قدر کسوتہا دراہم ورضیت وقضی
ہل لہا ان ترجع وتطلب کسوۃ قماشا اجاب نعم اور سراجیہ مین ہے کہ عورت کی پوشاک مین درم مقرر ہو گئے اور وہ راضی ہو گئی اور ہو اتفاق اوسکی قاضی کا
حکم بھی ہو گیا تو اب عورت کو اوس سے پہرنا اور پوشاک مین کپڑا طلب کرنا درست ہے یا نہین جواب دیا کہ ہان درست ہے وقالوا ما بقی من النفقۃ لہا فیقضی
باخری بخلاف اسراف وسرقۃ وہلاک ونفقۃ محرم وکسوۃ الا اذا تخرقت بالاستعمال المعتاد او استعملت معہا اخری فیفرض اخری
اور فقہا نے کہا ہے کہ جتنا بچ رہیگا نفقہ مفروضہ سے وہ عورت کا مملوک ہے تو اوسکو اور نفقہ قاضی دلا دیگا یعنی مثلا قاضی نے دس درم ماہ رمضان کا نفقہ مقرر
کر دیا یا زوج نے اپنی خوشی دس درم مہینہ مقرر کر دیا اور عورت نے پانچ درم مین رمضان کو بسر کر دیا پانچ درم بچ رہے تو اوسکی مالک عورت ہے ماہ شوال مین
یہ درم باقی ماندہ مجرا نہ لگے بلکہ ماہ شوال مین اور دس درم کا قاضی حکم کریگا بخلاف فضول خرچی اور چوری اور ہلاکی اور نفقہ محرم اور لباس زوجہ کی یعنی اگر
عورت نے فضول خرچ کیا کہ مثلا مہینے بہر کے خرچ کو دس دنمین اوڑا ڈالا یا نفقہ چوری ہو گیا یا گم ہو گیا تو زوج پر اور نفقہ دینا لازم نہو گا اور اگر اقربا ذ
محرم کا نفقہ بچ رہیگا تو مدت آئندہ مین مجرا ہو گا دوسرا نفقہ دینا لازم نہو گا اور اسیطرح اگر قاضی نے سال بہر کی پوشاک زوجہ کو دلا دی اور چار یا پانچ مہینے
مین سب کپڑے پہٹ گئے تو قاضی زوج سے دوسری پوشاک نہ دلا دیگا مگر جبکہ پوشاک پہٹ گئی ہو استعمال معتاد سے موافق عادت اور رواج کے باحتیاط استعمال
ہوئی اور باوجود اسکے پارہ پارہ ہو گئی تو اس صورت مین دوسری پوشاک دلائیجاویگی یا عورت نے اوس پوشاک کے ساتھہ اپنی دوسری پوشاک بھی استعمال کی اور
دونو پوشاکین سال کے اندر ساتہہ پارہ پارہ ہو گئین تو اوسکے واسطے دوسری پوشاک مقرر کیجاویگی اسواسطے کہ ان دونو صورتونمین تجویز قاضی کی خطا ظاہر
ہو گئی کہ اتنی پوشاک اوتنی مدت مین عورت کیواسطے کافی نہتی تو اب دوسری پوشاک لازم ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی ویجب لخادمہا المملوک لہا علی الظاہر
ملکا تاما ولا شغل لہ غیر خدمتہا بالفعل فلو لم یکن فی ملکہا او لو یخدمہا لا نفقۃ لہ لان نفقۃ الخادم بازاء الخدمۃ اور نفقہ واجب
ہے ظاہر الروایت مین زوجہ کے خادم مملوک کا جسپر پوری ملکیت ہو اور کچہہ کام نہو خادم کو سوا اسکے اوسکی خدمت کی تو اگر خادم مملوک نہو زوجہ کا یا مملوک ہو مگر
بالفعل خدمت نکرتا ہو تو وہ نفقہ نپا دیگا اسواسطے کہ نفقہ خادم کا بمقابلہ خدمت ہے جب خدمت نہین تو نفقہ بھی نہین اور اگر زوجہ کا خادم مکاتب ہو تو
بھی اوسکا نفقہ نہین اسواسطے کہ مکاتب پر پوری ملکیت نہین ولو جاءہا بخادم لم یقبل منہ الا برضاہا فلا یملک اخراج خادمہا بل ما زاد علیہ
بینہ لو حرۃ لا امۃ جوہرۃ لعدم ملکہا اور اگر زوج خادم کو لایا زوجہ کیواسطے تو زوج کا خادم مقبول نہوگا بدون رضامندی زوجہ کے تو زوج مالک نہو گا زوجہ
کے خادم کے نکالنے پر بلکہ جو خادم کہ ایک سے زیادہ ہو اوسکو نکال دینے پر زوج کو اختیار ہو گا کذا فی البحر مختار للروایۃ زوجہ کے خادم کا نفقہ واجب ہوگا اگر زوجہ حرہ
ہو نہ لونڈی کذا فی الجوہرہ بسبب عدم ملکیت لونڈی کے موسرا لا معسرا فی الاصح والقول لہ فی الاعسار ولو برہنا فبینتہا اولی خانیہ زوجہ کے خادم

کا نفقہ اوسوقت واجب ہوگا جب زوج مقدور والا ہو نہ مفلس قول اصح مین اور قول زوج ہی کا معتبر ہوگا اظہار تنگی اور افلاس مین اور اگر دونو گواہ گذرانین
زوجہ گواہون سے مقدور زوج کا ثابت کرتی ہو اور زوج گواہون سے افلاس ثابت کرتا ہو تو عورت کی گواہ زیادہ تر لائق اعتماد کے ہونگی کذا فی الخانیہ ولو کان اولاد
لا یکفیہ خادم واحد فرض علیہ لخادمین او اکثر اتفاقاً فتح اور اگر زوج کے چند لڑکے ہون جنکو ایک خادم کفایت نکرتا ہو تو زوج پر دو خادم یا
زیادہ کا نفقہ بقدر حاجت مقرر کیا جاویگا بالاتفاق کذا فی فتح القدیر وعن الثانی غنیۃ زفت الیہ بخدم کثیر استحقت نفقۃ الجمیع ذکرہ المصنف ثم
قال وفی البحر عن الغایۃ وبہ نأخذ قال وفی السراجیۃ ویفرض علیہ نفقۃ خادمہا وان کانت من الاشراف فرض نفقۃ خادمین وعلیہ
الفتوی اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ عورت مالدار بیاہی گئی زوج کے پاس بہت خادمون کے ساتھہ تو سب خادمونکی نفقہ کی عورت مستحق ہوگی چنانچہ اس روایت کو
ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین پھر مصنف نے کہا اور بحر الرائق مین غایۃ البیان سے منقول ہے کہ ہم اسی روایت کو لیتے ہین کہا صاحب بحر نے اور سراجیہ
مین ہے کہ زوج پر نفقہ ایک خادم کا فرض ہے اور اگر عورت منجملہ اشراف ہے تو دو خادم کا نفقہ فرض ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے خلاصہ یہہ ہے کہ ظاہر الروایت
مین نفقہ ایک خادم کا مذکور ہے لیکن فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے اور اگر عورت کی پاس خادم مملوک نہو تو زوج پر لازم نہین کہ اوسکی واسطے خادم نوکر رکھدے
بلکہ بازار سے سودا خرید کر لا دینا زوج پر لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن السراجیۃ ولا یفرق بینہما لعجزہ عنہا بانواعہا الثلثۃ ولا بعدم
ایفائہ لو غائباً حقہا ولو موسراً اور نہ جدائی کیجاویگی دونون مین بسبب عاجز ہونے زوج کے تینون قسم کے نفقہ سے یعنی طعام اور لباس اور سکنی سے
اور نہ جدائی ہوگی اگر زوج غائب ہو اسکو عدم ایفا ہے حق زوجہ سے اگرچہ زوج مالدار ہو یعنی اگر زوج سفر مین ہو اور زوجہ کو خرچ نہ بھیجتا ہو باوجود مقدور کے
تو بھی قاضی دونون مین تفریق نہین کرسکتا وجوّزہ الشافعی باعسار الزوج وبتضررہا بغیبتہ ولو قضی بہ حنفی لم ینفذ نعم لو امر
شافعیاً فقضی بہ نفذ اذا لم یرتش الآمر والمأمور اور جائز رکہی ہے امام شافعی نے تفریق زوجین کی زوج کے افلاس سے اور بسبب ضرر پہنچنے عورت کے
زوج کے غائب ہونے سے اور اگر حکم کرے قاضی حنفی تفریق زوجین کا بسبب افلاس یا غائب ہونے زوج کے تو اوسکا حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ اپنے خلاف مذہب حکم کرنا
جاری نہین ہوتا ہان اگر حکم کرے قاضی حنفی شافعی مذہب کو پھر شافعی تفریق کا حکم کردے تو نافذ ہوگا بشرطیکہ رشوت نہ لی ہو آمر اور مامور نے کذا فی البحر الرائق
اسواسطے کہ رشوت کا حکم نافذ نہین ہوتا اور دوسری شرط نفاذ حکم کی یہہ ہے کہ قاضی حنفی کو اجازت ہو حاکم کیطرف سے تفویض حکم کی یعنی اختیار ہو کہ جسکو چاہے
حکم کرنا سپرد کرے تب مامور کا حکم نافذ ہوگا لیکن یہہ نفاذ حکم بھی بقول صحیح زوج حاضر کے افلاس پر ہوگا نہ زوج غائب کے افلاس پر اگرچہ زوجہ نے گواہ گذرانے
ہون افلاس زوج غائب پر اسواسطے کہ افلاس اور مقدور سریع الزوال ہے اور سریع الحصول امر ہے شاید کہ بعد شہادت شاہدون کے سفر مین زوج مالدار
ہوگیا ہو تو غائب کے افلاس پر حکم کرنا نافذ نہین ہوسکتا اگرچہ قاضی شافعی المذہب نے حکم کردیا ہو اسواسطے کہ قضا علی الغائب شافعی کے نزدیک ہان جائز ہے جہان شہرہ
ثابت ہوگیا ہو سو یہان ثابت نہین ہوسکتا کہ شاید وقت قضا زوج غائب مالدار ہوگیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن البحر والذخیرہ وبعد الفرض یأمرہا القاضی
بالاستدانۃ لتحیل علیہ وان ابی الزوج اما بدون الامر ترجع علیہا وعلیہ ان صرحت بانہا علیہ او نوت ولو انکر نیتہا فالقول لہ
مجتبٰی اور بعد فرض کرنے نفقہ کے زوج مفلس یا غائب پر حکم کرے قاضی عورت کو قرض لینے کا تاکہ حوالہ کرے ادای قرض کا زوج پر یعنی جس سے قرض لے عورت اسسے کہے
کہ مین تجسے بحکم قاضی قرض لیتی ہون تو اپنا قرض میرے زوج سے پھر لیجو اگرچہ زوج عورت کے قرض لینے سے راضی نہو اور قاضی کے بدون حکم اگر عورت قرض لیگی تو
قرض دینے والا اپنا قرض عورت سے لیگا اور عورت زوج سے پھر لیگی بشرطیکہ عورت نے قرض لیتے وقت تصریح کردی ہو کہ مین زوج پر قرض لیتی ہون یا اپنے دلمین
اسکی نیت کرلی ہو اور اگر زوج عورت کی نیت کا انکار کرے یعنی یون کہے کہ غلط ہے تو نے قرض لیتے میری نیت نہین کی تو زوج ہی کا قول معتمد ہوگا کذا فی المجتبٰی ویجبر
الادانۃ علی من تجب علیہ نفقتہا ونفقۃ الصغار لولا الزوج کاخ وعم ویحبس الاخ ونحوہ اذا امتنع لان ہذا من المعروف زیلعی و
الاختیار وسیتضح اور واجب ہے قرض دینا اوسپر جسپر عورت اور اوسکی چھوٹے لڑکون کا نفقہ واجب ہوتا اگر زوج نہوتا جیسے بھائی عورت کا یا چچا اور قید
کیا جاویگا بھائی اور جو اسکی مانند ہے جبکہ وہ قرض دینے سے انکار کرے اسواسطے کہ یہہ معروف امر ہے کذا فی الزیلعی والاختیار اور عنقریب یہہ واضح ہوگا فروع مین ہم

زیلعی نے لکھا کہ اختیار شرح مختار مین ہے کہ اگر عورت اور اوسکا زوج مفلس ہین اور اوسکا بیٹا دوسرے زوج سے مالدار ہی یا بہائی مالدار ہے تو نفقہ عورت کا زوج پر
واجب ہی اور حکم کیا جاویگا عورت کی بہائی یا بیٹے پر کہ نفقہ دی عورت کو اور جب اوسکی زوج کو مقدور ہو تو اوس سے اپنا قرض بہر لے جتنا کہ عورت کو دیا ہی اور اگر بہائی یا بیٹا
خرچ دینے سے انکار کری تو مقید ہوگا اسو اسطے کہ ایسی حال مین بطور قرض دینا لازم اور مشہور ہے تو اس روایت سی معلوم ہوا کہ قرض دینا عورت کی نفقہ کیو اسطے جب کہ عورت اور
اوسکا زوج مفلس ہون واجب ہی اوس شخص پر جسپر نفقہ عورت کا واجب ہوتا اگر زوج عورت کا نہوتا اور اسیطرح اگر زوج مفلس کی اولاد صغیر ہو اور اوسکو اونکی خرچ کی
طاقت نہو تو واجب ہوگا نفقہ اولاد صغار کا اوسپر جسپر صغار کا نفقہ واجب ہوتا اگر اونکا باپ نہوتا جیسے ماں اور بہائی اور چچا پہر جب صغار کا باپ مقدور والا ہو تو جسقدر
اونکو کہلایا پہنایا ہو اوس سے بہر لے کذا فی حاشیۃ المدنی قَضٰی بنفقۃِ الاعسارِ ثم ایسر فخاصمتہ تمم نفقۃ یسارہ فی المستقبل قاضی نے حکم کیا زوج
پر نفقہ افلاس کا بسبب مفلس ہونے زوجین کے پہر بعد مدت کے مالدار ہوگیا اور عورت مفلس بنی رہی پہر جہگڑا کیا عورت نے زوج سی نفقہ مین تو پورا کردیگا قاضی نفقہ
کو موافق مقدور زوج کے آیندہ کیو اسطے زمان گذشتہ کیو اسطے نفقہ یسار زوج سی مراد بیان نفقہ متوسط ہی اسو اسطے کہ جب زوج مالدار ہو اور زوجہ مفلس یا بالعکس تو
بموجب قول مفتی بہ کے متوسط نفقہ واجب ہی اور اگر مصنف یون کہتا کہ بعد مقدور ہو لینے کے نفقہ متوسط واجب ہی جیسا کہ قول آیندہ مین ہی تو واضح ہوتا کذا فی
حاشیۃ الحلبی او بالعکس وجب الوسط کا م یا اسکی بالعکس ہو یعنی زوج اور زوجہ دونو مالدار تھی سو قاضی نے نفقہ یسار کا حکم کر دیا تہا پہر زوج مفلس ہوگیا تو
اب متوسط نفقہ واجب ہوگا یعنی مالدار عورت سی کم اور مفلس عورت سی زیادہ تو زوج مفلس بقدر وسعت کے دیگا اور باقی اوسپر قرض رہیگا مقدور ہونے تک چنانچہ
شروع باب مین اسکا بیان گذر گیا صالحت زوجہا علی نفقۃ کل شہر علی دراہم ثم قالت لا تکفینی زیدت مصالحہ کر لیا عورت نے اپنی زوج سے
بعوض نفقہ ہر مہینے کے چند درم پر پہر عورت نے کہا مجہکو اسقدر درم کفایت نہین کرتے ہین تو زیادہ دلائی جاوینگے ھ ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتا ہی کہ مجرد
دعوی کے بدون ملاحظہ کرنے قاضی کے غلہ کے نرخ مین زیادتی ہوگی حالانکہ ایسا نہین بلکہ قاضی نظر کری سو اگر دراہم متعین ہون تو اوسکے دعوی کو نہ سنے اور لا
بقدر کفایت زیادہ کردی چنانچہ خانیہ مین ہی کہ اگر زوجہ نے مصالحہ کیا زوج سے اوسقدر پر کہ اوسکو کفایت نہین کرتا تو عورت کو اس صلح سے پہرنا اور بقدر
کفایت کو طلب کرنا جائز ہی اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے منقول ہی کہ جب قاضی عورت کا نفقہ معین کردی پہر غلہ گران ہوگیا یا سستا ہوگیا تو قاضی اوسکو بدلدالے
کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال الزوج لا اطیق ذلک فھو لازم فلا التفات لمقالتہ بکل حال اور اگر عورت نے مصالحہ کیا نفقہ کا دراہم پر پہر زوج نے کہا
کہ مجہکو اسقدر درم دینے کی طاقت نہین تو یہ صلح لازم ہے تو کچہہ التفات نکیا جاویگا اوسکے قول پر کسی حال مین اپنا مقدور ظاہر کری یا نکری اسو اسطے کہ مصالحہ
پر راضی ہونا دلیل ہے اوسکو قادر ہونے پر الا اذا تغیر سعر الطعام وعلم القاضی ان ما دون ذلک المصالح علیہ یکفیہا فحینئذ یفرض کفایتہما
نقلہ المصنف عن الخانیۃ وفی البحر عن الذخیرۃ الا ان یتعرف القاضی عن حالہ بالسؤال من الناس فیوجب بقدر طاقتہ مگر جب بدلجاوے
نرخ غلہ کا اور جانے قاضی کہ جسقدر پر صلح ہوگئی ہی اوس سے کم تر نفقہ عورت کو کفایت کرتا ہی تو اسوقت مین قاضی بقدر کفایت عورت کے مقرر کردی نقل کیا ہی
اسکو مصنف نے اپنی شرح مین خانیہ سے اور بحر الرائق مین ذخیرہ سے منقول ہے کہ مصالحہ زوج پر لازم ہی مگر یہ کہ معلوم کر لے قاضی زوج کی ہمیقدری لوگون سے
پوچہہ کر تب ٹہرا اوی نفقہ کو بقدر اوسکی طاقت کی وفی الظھیریۃ صالحہا عن نفقتہا کل شہر علی مائۃ درھم والزوج محتاج لم یلزمہ الا نفقۃ مثلہا
اور ظہیریہ مین ہے ہی کہ صلح کی زوج نے زوجہ سی ہر مہینہ کے نفقہ مین سو درم پر اور حالانکہ زوج محتاج ہی تو لازم نہوگا زوج کو مگر نفقہ مثل کا یعنی عورت کے مناسب حال
نفقہ لازم ہوگا مصالحہ کا کچہہ اعتبار نہوگا والنفقۃ لا تصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحہما علی قدر معین اصنافا او دراھم
فقبل ذلک لا یلزم شیء اور نفقہ زوجہ کا دین نہین ہوتا زوج پر مگر بحکم قاضی یا برضای طرفین یعنی دونو کے مصالحہ کر لینے سے قدر معین پر خواہ درمون پر صلح
ہوگئی ہو خواہ طعام کی قسمون پر مثلاً گیہون اتنے اور دال اتنی اور گوشت آتنا تو قبل قضا یا رضا کے زوج پر کچہہ لازم نہوگا یعنی جیند مدت بدون نفقہ گذر گئے
اور پہر قاضی نے نفقہ معین کر دیا یا دونو قدر معین پر راضی ہوگئے تو مدت گذشتہ کا نفقہ دینا لازم نہوگا وبعدہ ترجع بما انفقت ولو من مال نفسہا
بلا امر قاضی اور بعد قضا یا رضا کے جسقدر عورت خرچ کریگی اوسکو زوج سے بہر لیگی اگرچہ اپنا ہی مال خرچ کیا ہو بدون قاضی کے حکم کے ولو اختلفا فی المدۃ فالقول

له والبينة لها ولو انكرت انفاقه فالقول لها بيمينها ذخيرة اور اگر دونوں مین اختلاف پڑا مدت مین مثلاً عورت کہتی ہو کہ قاضی نے دو مہینے سے نفقہ معین کر دیا ہے اور مرد کہتا ہو کہ ایک مہینے سے تو قول زوج ہی کا معتبر ہوگا اور گواہ عورت کے مقبول ہونگے اور اگر عورت نفقہ دینے کا انکار کرتی ہو تو عورت ہی کا قول معتمد ہوگا ساتھ اوسکی قسم کہانیکے کذا فی الذخیرۃ وبموت احدهما وطلاقها ولو رجعيا كما في الظهيرية والخانية واعتمد في البحر بحثا عدم سقوطها بالطلاق لكن اعتمد المصنف في جواهر الفتاوى والفتوى عدم سقوطها بالرجعي كيلا يتخذ الناس ذلك حيلة واستحسنه محشي الاشباه وبالاول افتى شيخنا لكن صحح الشرنبلالي في شرحه للوهبانية ما بحثه في البحر من عدم السقوط ولو بائنا قال وهو الاصح ورد ما ذكره ابن الشحنة فتامل عند الفتوى سقط المفروض لانه صلة اور ساقط ہوتا ہے نفقہ مفروضہ زوج یا زوجہ کی موت سے یا عورت کی طلاق سے اگرچہ طلاق رجعی ہو کما فی الظہیریۃ والخانیۃ اسواسطے کہ نفقہ از قسم عطا ہے اور عطا موت اور طلاق سے ساقط ہو جاتی ہے جیسے ہبہ قبل القبض موت سے ساقط ہوتا ہے اور بحر الرائق مین بذکر چند دلائل عدم سقوط نفقہ پر اعتماد کیا ہے طلاق مین رجعی ہو یا بائن لیکن مصنف نے اپنی شرح مین جواہر الفتاوی کے اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ طلاق رجعی مین عدم سقوط نفقہ پر فتوی ہے تا کہ لوگ اسکو حیلہ نہ ٹھہرالین اسقاط نفقات مفروضہ کا یعنی جب بہت نفقہ جمع ہو تو عورت کو طلاق رجعی دیکر رجعت کر لین تا کہ اگلا نفقہ دینا نہ پڑے کہ اسمین عورتون کا بڑا نقصان ہے، اور اسی عدم سقوط کو طلاق رجعی مین اشباہ کے محشی یعنی حموی نے پسند کیا ہے شارح کہتا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے قول اول پر فتوی دیا ہے یعنے مطلق طلاق کے سقوط نفقہ پر لیکن شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین اوس قول کی تصحیح کی ہے جسکی بحث بحر الرائق مین کی ہے یعنی عدم سقوط نفقہ کی اگرچہ طلاق بائن ہو اور کہا ہے کہ عدم سقوط بھی اصح ہے اور رد کیا ہے اسکو جسکو ابن شحنہ نے ذکر کیا ہے واسطے اثبات سقوط کے شارح کہتا ہے سو تامل اور غور کیجیے مفتی اس مسئلہ مین فتوی دینے کے وقت یعنے اگر بعد نفقہ مفروض ہونیکے زوج نے طلاق دی ہو تو قاضی اور مفتی کو غور کرنا چاہیے سو اگر معلوم ہو کہ نفقہ نہ دینے کیواسطے اوسنے طلاق دی ہے تو عدم سقوط پر حکم کرے یا فتوی دے اور اگر زوجہ کی بدمزاجی سے طلاق دی ہے تو سقوط نفقہ کا حکم یا فتوی دے مقدسی نے رمز الحقائق مین کہا ہے کہ بلکہ طلاق بائن مین بھی اسی پر اعتماد کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا استدانت بامر قاض فلا تسقط بموت او طلاق في الصحيح لما مر انها كاستدانته بنفسه وعبارة ابن الكمال الا اذا استدانت بعد فرض قاض ولو بلا امره يعني مگر جبکہ بعد مفروض ہونے نفقہ کے عورت نے قرض لیا ہو نفقہ قاضی کی اجازت سے تو اب نہ ساقط ہوگا موت یا طلاق سے قول صحیح مین کذا فی المحیط اسواسطے کہ مذکور ہو چکا ہے کہ بحکم قاضی قرض لینا عورت کا مانند قرض لینے زوج کے ہے بذاتہ خود تو جیسے زوج کا قرض لازم الادا ہے ویسی عورت کا کذا فی البحر اور عبارت ابن کمال کی یون ہے کہ موت اور طلاق سے نفقہ مفروضہ ساقط ہوتا ہے مگر جب کہ عورت نے نفقہ قرض لیا بعد فرض قاضی کے تو ساقط نہین ہوتا اگرچہ بدون حکم قاضی کے قرض لیا ہو تو اسکی تحریر اور تنقیح کتب نفقہ سے کرنا چاہیے سوم حلبی نے لکھا کہ قول ابن کمال کا متون اور شروح کے مخالف ہے تو لائق اعتماد کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولا ترد النفقة والكسوة المعجلة بموت او طلاق عجلها الزوج او ابوه ولو قائمة به يفتى اور نہ پھیر دیا جاویگا نفقہ اور لباس جو پیشگی دیا گیا نہ موت سے پھر سکتا ہے نہ طلاق سے زوج نے پیشگی دیا ہو یا اوسکے باپ نے اگرچہ نفقہ اور لباس بعد موت اور طلاق کے موجود و موصوف مین ثابت ہو تو بھی مسترد نہوگا اسی پر فتوی ہے کذا فی منح الغفار ناقلا عن الخانية والفتح ويباع القن ويسعى المدبر والمكاتب لم يعجز الماذون بالنكاح وبدونه يطالب بعد عتقه في نفقة زوجته المفروضة اذا اجتمع عليه ما يعجز عن ادائه ولم يفده ذخيرة ولو بنت المولى اپنی زوجہ کی نفقہ مفروضہ مین بیچا جاویگا خالص غلام جسکو اذن دیا مولے نے نکاح کا اور بدون اذن مولی کے اگر غلام نے نکاح کیا تو اوس سے مطالبہ نفقہ کا بعد اوسکی آزادی کے ہوگا اور مدبر اور مکاتب جو عاجز نہین ہوا بدل کتابت سے محنت مزدوری کریگا واسطے نفقہ زوجہ کے اور خالص غلام اوس نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا جب کہ اوسپر اسقدر نفقہ مجتمع ہو جاوے کہ وہ ادا نکر سکے اور اگر عاجز ہو ادا سے اور مالک اوسکی عوض نفقہ نہ دے کذا فی الذخیرۃ اگرچہ غلام کی زوجہ مالک کی بیٹی ہو تو بھی اوسکے واسطے بیچا جاویگا لا امته ولا نفقة ولده ولو زوجته حرة بل نفقته على امه ولو امة مكاتبة لتبعيته للام اور نہ واجب ہوگا نفقہ غلام پر اوس زوجہ کا جو لونڈی ہے غلام کے مولی کی اور نہ واجب ہوگا غلام پر نفقہ اوسکی ولد کا اگرچہ زوجہ اوسکی حرہ ہو بلکہ نفقہ غلام کے ولد کا لڑکی ماں پر واجب ہوگا اگرچہ ماں اوسکی مکاتبہ ہو اسواسطے کہ ولد تابع ہے اپنی ماں کا حرہ اور مکاتب ہونے مین یعنی اگر ماں حرہ ہے تو لڑکا بھی حر ہے پھر جب وہ حر ہوا تو غلام پر اوسکا نفقہ کیونکر ہوا اور ماں اوسکی مکاتبہ ہے

تو لڑکا بھی مکاتب ہو اور اگر ماں لڑکے کی لونڈی ہو یا مدبرہ یا ام ولد تو نفقہ اوسکا مولی پر ہے اسواسطے کہ لڑکا مملوک ہو مولی کا ولو مکاتبین سعی لامہ ونفقتہ علی
ابیہ بجوہرہ م اور اگر زوج اور زوجہ دونو مکاتب ہون تو کوشش کریگا لڑکا اپنی ماں کیواسطے یعنی اوسکی کسب کی ماں مالک ہوگی اسواسطے کہ لڑکا ماں کا تابع ہو اور نفقہ ولد کا
اوسکے باپ پر ہو کذا فی الجوہرہ م عبارت جوہرہ کا یہہ مضمون ہو کہ اگر مولی نے اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کر دیا پھر دونو کو مکاتب کیا پھر دونو کے ولد پیدا ہوا
تو ولد اپنی ماں کی کتابت مین داخل ہوگا اور کسب ولد کا ماں کا ہوگا اور نفقہ ولد کا اوسکی مکاتبہ ماں پر واجب ہوگا اور نفقہ مکاتبہ کا زوج پر واجب ہوگا انتہی مضمون الجوہرہ
تو اس سے معلوم ہوا کہ یہہ جو شرح مین ہو کہ نفقہ ولد کا اوسکے باپ پر ہو سو غلط ہو اسواسطے کہ مخالف ہو جوہرہ کے اور بحر الرائق کے بھی مخالف ہو کذا فی حاشیۃ الکنز
اور فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہو کہ اگر مولی نے مکاتب کیا اپنے غلام اور لونڈی کو پھر دونو کا نکاح کر دیا پھر وہ لڑکا جنی تو نفقہ ولد کا ماں پر ہوگا نہ باپ پر تو بالیقین
معلوم ہو گیا کہ عبارت شرح کی بیان غلط ہو گئی ہے مرۃ بعد اخرے ای لو اجتمع علیہ نفقۃ اخرے بعد ما اشتراہ من علم بہ اولم یعلم ثم علم
فرضی بیع ثانیا وکذا المشتری الثالث وھلم جرا لانہ دین حادث قالہ الکمال وابن الکمال فما فی الدرر تبعا للصدر سھو ف غلام خالص اپنی زوجہ
کے نفقہ مین بار بار بیچا جاویگا یعنی اگر غلام پر دوسرا نفقہ مجتمع ہوا بعد خرید کرنے اوس شخص کے جو غلام کا حال جانتا تھا یا اوسکو معلوم نہ تھا پھر خرید کرنیکے بعد اوسنے جانا اور راضی ہو گیا
یعنے یہہ نقصان جانکر رد بیع نکیا تو دوسری بار غلام بیچا جاویگا نفقہ ثانیہ کیواسطے اور اسیطرح اگر مشتری ثالث خرید کریگا یہہ حال جانکر یا بعد علم کے راضی ہوگا تو تیسرے
نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا وعلی ہذا القیاس چوتھی بار اور پانچوین بار اسواسطے کہ نفقہ دین حادث ہو یعنی روز بروز پیدا ہوتا جاتا ہو تو جتنی بار اتنا نفقہ جمع ہوگا کہ غلام
اوسکے دینے سے عاجز ہوگا تو اوتنی بار اوسی نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا بخلاف اور دیون کے کہ وہ روز بروز پیدا نہین ہوتے جاتے لہذا مہر وغیرہ دیون مین ایکبار
غلام بیچا جاویگا نہ بار بار اسیطرح مذکور کیا ہو کمال الدین نے فتح القدیر مین اور ابن کمال نے ایضاح مین اور اصلاح مین سو جو کہ درر غرر مین باتباع صدر الشریعۃ
مذکور ہو سو سہو اور غلط ہے م شرح وقایہ مین صدر الشریعۃ کے کلام کا حاصل یہہ ہو کہ غلام نے باجازت مولی ایک عورت سے نکاح کیا اور قاضی نے اوسکا نفقہ غلام
پر مقرر کر دیا سو اوسپر ہزار درم جمع ہو گئے اور پانسو درم پر غلام بیچا گیا اور یہی اوسکی قیمت تھی اور مشتری جانتا تھا کہ اوسپر دین نفقہ کا ہنوز موجود ہو تو دوسری
بار بیچا جاویگا بخلاف اسکے کہ اگر غلام پر ہزار درم کا دین ہوگا اور کسی سبب سے اور وہ پانسو کو بیچا جاویگا تو دوسری بار نہ بیچا جاویگا انتہے اور یہی عبارت بعینہ
درر غرر مین ہو تو ظاہر کلام صدر الشریعۃ سے یہہ مستفاد ہوتا ہو کہ بیع ثانی غلام کیواسطے ادا کرنے باقی پانسو درم کے ہوگی آخر کلام کے قرینہ سے اور حالانکہ یہہ صحیح
نہین اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہو کہ دین نفقہ مین جو غلام بار بار بیچا جاتا ہو سو اوسکی علت یہہ ہو کہ نفقہ تھوڑا تھوڑا حادث ہوتا جاتا ہو مشتری کے پاس اور حالانکہ
پانسو باقی درم مشتری کے پاس حادث نہین ہوئے تو اوسکے واسطے دوسری بار ہرگز نہ بیچا جاویگا بلکہ اوسکو اوسکیواسطے تا زمان عتق انتظار کیا جاویگا کذا فی منح
الغفار وحاشیۃ الدرر وتسقط بموتہ وقتلہ فی الاصح اور ساقط ہوتا ہو نفقہ غلام کی موت اور مقتول ہونیسے قول صحیح مین ویباع فی دین غیرھا مرۃ لعدم
التجدد اور غلام بیچا جاویگا نفقہ زوجہ کے دین کے سوا اور دین مین ایکبار بسبب عدم تجدد کے یعنی نفقہ کے سوا اور دین روز بروز پیدا نہین ہوتا جاتا ہو بلکہ یکبارگی ہوتا
ہے تو اوسکے واسطے ایک ہی بار بیع بھی ہوگی ومبیحی فی الماذون ان للغرماء استسعاءہ ومفادہ ان لھا استسعاءہ ولو لنفقۃ کل یوم بحر
اور آویگا احکام عبد ماذون مین کہ صاحبان دین کو کسب کروانا غلام سے اور اوسکی اجرت لینا درست ہو اپنے دین مین تو اس سے مستفاد ہوا کہ زوجہ کو بھی اوس سے
محنت مزدوری اپنے نفقہ کیواسطے کروانا جائز ہو اگرچہ ہر دن کے نفقہ کیواسطے ہو کذا فی البحر اسواسطے کہ زوجہ بھی صاحب دین ہو قال وھل یباع فی کفنھا ینبغی علی
قول الثانی المفتی بہ نعم کما یباع فی کسوتھا کہا صاحب بحر نے کہ غلام زوجہ کی کفن کیواسطے بیچا جاویگا بنا بر قول ابو یوسف کے جو مفتی بہ ہو یا نہین جواب یہ
کہ ہاں کفن کیواسطے بیچا جاویگا چنانچہ عورت کی پوشاک کیواسطے بکتا ہے م یہہ جواب روایت مذہب نہین بلکہ ابی یوسف کے اس قول سے کہ کفن برابر پوشاک کے ہو صاحب
بحر نے استخراج کیا ہو اور صاحب نہر اور حموی نے بھی اسکو پسند کیا کذا فی حاشیۃ الدر فی ونفقۃ الامۃ المنکوحۃ ولو مدبرۃ وام ولد اما المکاتبۃ فکالحرۃ
انما تجب علی الزوج ولو عبدا بالتبوئۃ بان یدفعھا الیہ ولا یستخدمھا اور نفقہ منکوحہ لونڈی کا اگرچہ مدبرہ اور ام ولد ہو نہین واجب ہوتا ہو زوج
پر اگرچہ وہ غلام ہو مگر علیحدہ مکان دینے سے اسطرح پر کہ لونڈی اوسکو سپرد کر دے مالک اور اوس سے خدمت نلے اور اگر مالک لونڈی کو اپنے کار بار مین رکھیگا تو زوج پر نفقہ

نہ واجب ہوگا اور مکاتبہ تو برابر حرہ کے ہے یعنی اوسکو نفقہ کا وجوب جدا مکان ہونے پر موقوف نہین اور اگر مولی دن بہر لونڈی سے خدمت لیوے اور رات کو زوج کے پاس بہیجدے تو
نفقہ زوج پر لازم رہیگا بعد اگر رات کو لونڈی مولی کی خدمت مین رہے تو رات کا نفقہ مولی پر اور دنکا زوج پر لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی فلو استخدمہا المولی وقد اھلہ
بعدما بوأھا بعد الطلاق لاجل انقضاء العدۃ لا قبلہ ای لو لم یکن بوأھا قبل الطلاق سقطت بخلاف حرۃ نشزت فطلقت فعادت
سو اگر لونڈی سے کام لیا مولی نے یا مولی کے لوگون نے یا علیحدہ مکان دیا اوسکو بعد طلاق کے واسطے انقضاء عدت کے نہ قبل اسکے یعنے قبل طلاق کے مولی نے جدا مکان اسکو
ندیا تھا تو ساقط ہوگا نفقہ زوج سے بلکہ واجب ہی نہوگا نہ مکان دینے سے بخلاف حرہ کے جو زوج کے گھر سے نکل گئی پہر وہ مطلقہ ہوئی پہر زوج کے گہر مین پلٹ آئی تو اسے
عدت کی تو اوسکا نفقہ واجب ہوگا زوج پر وفی البحر بحثا فرض النفقۃ قبل التبوئۃ باطل ونفقات الزوجات المختلفۃ مختلفۃ بحالہما اور بحر الرائق
فرضہا
مین بنا بر بحث کے ہے کہ لونڈی منکوحہ کا نفقہ ٹھہرانا قبل تبویہ زوج کے باطل ہے اور زوجات مختلفہ کے نفقات بھی مختلف ہین بمناسب حال زوجین کے بنا بر قول مفتی بہ کے
یعنے اگر مثلا زوج غنی کی دو زوجہ ہین ایک غنیہ اور دوسری فقیرہ تو زوجۂ غنیہ کا نفقہ بحیثیت یسار ہوگا موافق مقدور زوجین کے اور زوجۂ فقیرہ کا نفقہ متوسط ہوگا
اور اگر زوج فقیر ہے تو غنیہ کا نفقہ متوسط ہوگا اور فقیرہ کا مناسب افلاس کے وکذا تجب لہا السکنی فی بیت خال عن اہلہ سوی طفلہ الذی لا یفہم الجماع
وامتہ وام ولدہ واہلہا ولو ولدہا من غیرہ بقدر حالہما کطعام وکسوۃ اور اسیطرح طعام اور لباس زوجہ کا زوج پر واجب ہے اسیطرح سکنی بھی واجب ہے
یعنے زوجہ کے رہنے کو ایک ایسی کوٹھری دینا واجب ہے جو خالی ہو زوج کے لوگون سے یعنی اوسمین زوج کی ماں بہن یا بھائی نہ رہتا ہو سوا زوج کے طفل کے جو جماع کو نہین جانتا اور زوج
کی لونڈی اور ام ولد کے سوا اسواسطے کہ انکا رہنا کچھ حرج کا موجب نہین اسواسطے کہ نا فہم طفل سے شرم نہین آتی اور لونڈی اور ام ولد کا ہٹا دینا صحبت کے وقت اختیاری کام
ہے اور چنانچہ مکان زوجہ کا زوج کے لوگون سے خالی چاہیے ویسیہی زوجہ کے لوگون سے بھی خالی چاہیے اگرچہ زوجہ کا ولد ہو دوسرے زوج سے مکان دینا زوجہ کا زوج
پر واجب ہے بقدر حال زوجین کے مانند طعام اور لباس کے اسواسطے کہ مکان مالدار کا برابر نہین محتاج کے مکان سے وبیت منفرد من دار لہ غلق زاد فی الاختیار و
العینی ومرافق ومفادہ لزوم کنیف ومطبخ وینبغی الافتاء بہ بحر کفاہا لحصول المقصود ہدایہ اور کفایت کرتی ہے زوجہ کو گہر سے ایک کوٹھری
قفل والی اور اختیار شرح مختار اور عینی شرح کنز مین کوٹھری متقفل پر مرافق کو زیادہ کیا ہے یعنی کوٹھری کے ساتھہ ضرورت کے مکان بھی ہونا لازم ہین تو مستفاد ہوا
اس سے لازم ہونا پاخانہ اور باورچی خانہ کا اور اسی پر فتوی دینا لائق ہوا کذا فی البحر الرائق ہدایہ مین ہے کہ کوٹھری متقفل عورت کو کافی ہے واسطے حصول مقصود کے
یعنے اسباب محفوظ رہیگا اور معاشرت بلا دخل اغیار حاصل ہے خلاصہ یہہ ہے کہ ہدایہ مین فقط کوٹھری متقفل کو کافی کہا ہے مرافق کو مذکور نہین کیا اور صاحب بحر نے
بروایت اختیار اور عینی کے مرافق کا ہونا مفتی بہ جانا ہے اور شرنبلالی نے برہان سے نقل کیا ہے کہ کوٹھری کامل المرافق لازم ہے شیخ رحمتی نے کہا کہ پاخانہ زوجہ کا
علیحدہ لازم ہے اسواسطے کہ پاخانہ مشترک اگرچہ اجنبی مرد اوسمین نہ جاتے ہون خالی مضرت سے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ہم جب ثابت ہوا کہ عورت کو علیحدہ مکان
قفل کنجی والا مرد پر دینا واجب ہے تو یہہ جو ہندوستان مین علی الخصوص قصبات مین رواج ہے کہ زوجہ کیواسطے علیحدہ مکان دینے کا اہتمام نہین کرتے خصوصا جسکے
گہر مین فقط ایک دالان یا ایک چھپر ہے اوسمین سب گہر کے لوگ رہتے ہین اور دالان یا چھپر مین ایک کپڑا یا پردہ زوج اور زوجہ کیواسطے کر دیتے ہین یہہ مخالف
ہے شرع شریف کے اور اسمین صریحا زوجہ کی حق تلفی ہے اور صاف بیحیائی ہے کہ بسبب اتحاد مکانی کے زوجین کی حرکات سے خبردار رہنا متصور نہین تو اسکو منکرات سمجھنا چاہیے
علیحدہ مکان سقیہ کا اہتمام بالضرور لازم ہے وفی البحر عن الخانیۃ یشترط ان لا یکون فی الدار احد من احماء الزوج یؤذیہا اور بحر الرائق
مین خانیہ سے منقول ہے کہ شرط سکنی یہہ ہے کہ گھر مین کوئی زوج کے اقربا سے جو زوجہ کو ایذا اور تکلیف دیتا ہو ہم لغت عرب مین احما انکو کہتے ہین جو زوجہ کے رشتہ دار
ہون جانب زوج سے جیسے عورت کا سسر یا جیٹہہ یا دیور لیکن بزازیہ مین تصریح ہے کہ جب ایک گھر مین مکانات متعدد ہون اور زوجہ کو ایک کوٹھری متقفل علیحدہ مل گئی ہو
تو سسر اور دیور کا گھر مین رہنا درست ہے زوجہ کو مطالبہ کرنا علیحدہ مکان کا نہین پہنچتا کذا فی منح الغفار ونقل المصنف عن الملتقط کفایۃ مع الاحماء لا
مع الضرائر فلکل من زوجتیہ مطالبتہ ببیت من دار علی حدۃ اور نقل کیا ہے مصنف نے ملتقط سے کفایت کرنا گھر کا ساتھہ سسر یا دیور کے نہ ساتھہ سوتون
کے تو دو زوجہ مین سے ہر ایک کو ایک ایک کوٹھری کا علیحدہ علیحدہ گھر سے مطالبہ کرنا زوج سے پہنچتا ہے اسواسطے کہ جسقدر عورت کو سوت کے پاس رہنے سے تکلیف

ہوتی ہے اور تنہی سسر یا دیور سے نہین ہوتی ہم علی الخصوص ہندوستان کی عورتین کہ سوت سے نہایت رنج مین ہوتی ہین بسبب قلت رواج کے تو ہندوستان مین دو یا تین یا چار سوتون کو ایک گھر مین رکھنا اگرچہ ہر ایک کا مکان علحدہ علحدہ ہو گویا اپنی زندگی تلخ کرنا ہے ولا یلزمه اتیانها بمونسة ویؤمر الزوج بان یسکنها بین جیران صالحین بحیث لا تستوحش سراجیة اور واجب نہین زوج پر زوجہ کے پاس ایسی عورت رکھنا جو اوسکا دل لگایا کرے اور زوج پر از اقتضا سے حکم کیا جاوے کہ زوجہ کو رکھے نیکبخت ہمسایہ مین ایسی جگہ جہان وہ نہ گھبرائے اور اوسکو وحشت نہو کذا فی السراجیہ بیان سراجیہ سے مراد فتاوی سراج الدین قاری ہدایہ ہے شرح فتاوی کہ سراجیہ کر کے مشہور ہے کذا فی منح الغفار شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ پڑوسیون کے ایسے گھر قریب ہون کہ اگر عورت کو کوئی مصیبت پیش آوے تو اونکو پکار سکے یا تنہائی کیوقت ہمسائی عورتون سے کلام کر سکے تو ایسے مکانات بلند کے پاس رہنا جہان پکارنے سے آواز نہ جا سکے کافی نہین کذا فی حاشیة المدنی ومفاده ان البیت بلا جیران لیس مسکنا شرعیا بحر اور سراجیہ کے کلام سے مستفاد ہوا کہ ایسا مکان جسکے گرد پیش پڑوسی لوگ نہون وہ مکان مسکن شرعی نہین اسواسطے کہ ایسے مین عورت کو ضرر ہے کذا فی البحر الرائق وفی النہر وظاهره وجوبها لو البیت خالیا عن الجیران لا سیما اذا خشیت علی عقلها من سعته قلت الذی نظر له المشائخ لا یدل امترانه والاجیران لیه خیر مسکن شرعی فتنبه اور نہر الفائق مین ہے کہ ظاہر کلام سراجیہ وجوب مونسہ پر دلالت کرتا ہے یعنی زوج پر واجب ہے کہ ایک عورت بات چیت کرنیوالی زوجہ کے پاس مقرر کر دے اگر مکان خالی ہو پڑوسیون سے خصوصا جب کہ زوجہ کو ڈر ہو اپنے زوال عقل کا بسبب کشادگی مکان کے شارح کہتا ہے لیکن اسپر اعتراض کیا ہے شرنبلالی نے اوس قول سے جو ذکر ہو چکا یعنے جس مکان کے پڑوسی نہون اوسکو شرع مین مکان ہی نہین کہتے تو خبردار ہو جاؤ یعنے مکان کی کشادگی اور تنگی کا کچھ اعتبار نہین بلکہ پڑوسیونکا اعتبار ہے تو جہان پڑوسی نیکبخت نہین تو وہان سے نقل مکان لازم ہے دوسری عورت کا مقرر کرنا مونست کیواسطے لازم نہین ولا یمنعها من الخروج الی الوالدین فی کل جمعة ان لم یقدرا علی اتیانها علی ما اختاره فی الاختیار ولو ابوها زمنا مثلا واحتاج فعلیها تعاهده ولو کافرا وان ابی الزوج فتح اور نہ منع کرے زوج زوجہ کو ماں باپ کے پاس جانے سے ہر جمعہ مین یعنی ہفتہ بھر مین ایکبار بشرطیکہ والدین اوسکے پاس نہ آسکتے ہون یہہ حکم بنابر اوس روایت کے ہے جسکو اختیار مین مختار کیا ہے اور اگر زوجہ کا باپ لنگڑا ہو یا کوئی اور بیماری اوسکو ہو اور وہ اوسکی خدمت کا محتاج ہو تو عورت پر اوسکی خبر گیری اور خدمت واجب ہے اگرچہ باپ کافر ہو اور اگرچہ زوج اوسکی خدمت سے منع کرتا ہو کذا فی فتح القدیر اور اگر باپ کا کوئی خادم ہو تو اوسپر خبر گیری واجب نہین اور عورت اسقدر عصیان زوج سے ناشزہ نہوگی کہ اوسکا نفقہ زوج پر واجب نہو کذا فی حاشیة المدنی ولا یمنعهما من الدخول علیها فی کل جمعة وفی غیرهما من المحارم فی کل سنة لها الخروج ولهم الدخول زیلعی اور زوج منع نہ کرے زوجہ کے والدین کو اوس کے پاس آنے سے ہر ہفتہ مین ایکبار اور ماں باپ کے سوا اور محارم کو جیسے چچا ماموں بہائی عمہ خالہ بہن کو ہر سال مین ایکبار آنے سے منع نکرے تو عورت کو اونکے پاس جانا اور اونکو عورت کے پاس آنا جائز ہے کذا فی الزیلعی ویمنعهم من الکینونة وفی نسخة من البیتوتة لکن عبارة ملا مسکین من القرار عندها به یفتی خانیه اور زوج منع کرے ماں باپ اور محارم کو زوجہ کے پاس رہنے ٹھہرنے سے اسواسطے کہ ٹھہرنے سے گھر کا ہے زوج کو ضرر پہنچتا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ اور متن کے ایک نسخہ مین بیتوتت ہے بجای کینونت یعنی محارم کو شب باشی سے منع کرے اور عبارت ملا مسکین یہہ ہے کہ محارم کو عورت کے پاس قرار سے یعنے ٹھہرنے سے منع کرے تو قرار کے لفظ سے کینونت کا نسخہ راجح ہو گیا ہم فتاوی عالمگیری مین قاضیخان اور رعایة سرخسی سے منقول ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ زوجہ کو والدین کے پاس جانے سے اور اوسکو اونکی پاس آنے سے ہر جمعہ مین ایکبار منع کرنا جائز نہین اور محارم کے پاس آنا جانا سال بہر مین ایک بار مفتی بہ ہے ہان یہہ البتہ زوج کو اختیار ہے کہ اونکو زوجہ کے پاس ٹھہرنے نہ دے اور ہدایہ اور اختیار شرح مختار مین مصرح ہے کہ محارم کو ہر وقت اختیار ہے کہ عورت سے باتین کرین اور اوسکو دیکہین بشرطیکہ گھر مین نہ داخل ہون زوج کو اوسکا منع کرنا نہین پہنچتا کہ اسمین قطع رحم ہوتا ہے اور صحیح حدیث مین ثابت ہوا ہے کہ قاطع رحم بہشت مین نہ داخل ہوگا بحر الرائق مین ہے کہ بموجب قول صحیح مفتی بہ کے عورت کو نکلنا والدین کے ملنے کو جمعہ مین ایک بار اور محارم کے ملنے کیواسطے سال مین ایکبار با اجازت و بلا اجازت شوہر کے جائز ہے اور اس سے زیادہ والدین اور محارم کیواسطے جانا بدون اجازت کے جائز نہین اور خلاصہ مین ہے کہ زوج کو جائز ہے کہ زوجہ کو سات جگہ نکلنے کی اجازت دے ماں باپ کے ملنے کو اور اونکی بیمار پرسی کو اور اونکی ماتم پرسی کو یا اون دونون مین سے فقط ایک کے

ملنے کو یا ایک کی بیمار پرسی کو یا ایک کی ماتم پرسی کو اور ساتوین محارم کے ملنے کو کذا فی منح الغفار ویمنعہا من زیارۃ الاجانب وعیادتہم والولیمۃ وان
اذن کانا عاصیین کما مر فی باب المہر اور منع کرے زوج عورت کو اجنبی لوگون کے ملنے سے اور اونکی بیمار پرسی کے جانے سے اور ولیمہ نکاح کے جانیسے اجنبی لوگون
سے مراد وہ لوگ ہین جو عورت کے محرم نہین جیسے چچا یا ماموں کا بیٹا اور اگر زوج اجازت دیگا زوجہ کو نامحرمون کے ملنے کی تو زوج اور زوجہ دونو گنہگار ہونگے چنانچہ
اسکا بیان باب المہر مین مذکور ہو چکا ہم محفل شادی کے طعام کو ولیمہ کہتے ہین ولیمہ مین عورت کا جانا جائز نہین اگرچہ اوسکے باپ ہی کا نکاح ہو اسواسطے کہ ولیمہ مجمع سے
خالی نہین اور اوسمین انواع فساد محتمل ہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفی البحر لہ منعہا من الغزل وکل عمل ولو تبرعًا لاجنبی ولو قابلۃ او مغسلۃ
لتقدم حقہ علی فرض الکفایۃ اور بحر الرائق مین ہے کہ زوج کو جائز ہو منع کرنا زوجہ کا چرخہ کاتنے سے اور ہر کام سے خواہ وہ کام اپنے واسطے کرتی ہو یا اجنبی
کیواسطے بطریق احسان کرتی ہو اگرچہ زوجہ دائی جنائی یا مردہ شو ہو بلا اجازت زوج کے یہ کام نہین کرسکتی بسبب مقدم ہونے حق زوج کے فرض کفایہ پر یعنی لڑکا جننا
اور مردہ کو غسل دینا فرض عین نہین بلکہ فرض کفایہ ہو عورت پر لہذا زوج کا حق اوسپر مقدم ہوگا بخلاف حج مفروض کے کہ اوسمین زوج منع نہین کرسکتا اگر
اوسکے ساتھہ کوئی اوسکا محرم ہو اسواسطے کہ فرض عین پر حق زوج کا مقدم نہین ہوسکتا ہم خلاصہ مین روایت ہو کہ دائی جنائی اور مردہ شو اور اپنی قرض کی
نالش کو عورت کا نکلنا جائز ہو زوج اجازت دے یا نہ دے تو یہ محمول ہے قبل مہر معجل کے مقبوض ہونے پر کذا فی النہر یعنے جب تک مہر معجل کو زوج نے نہین دیا تب تک زوجہ
بے اجازت نکل سکتی ہو یا اسپہ محمول ہے کہ اوس جگہ سوا اسکے اوس عورت کے کوئی دائی جنائی یا مردہ شو نہین تو اسوقت مین اوسکو نکلنا ضرور ہوگا اگرچہ زوج منع کرتا ہو
اسواسطے کہ اب جننا یا مردہ کو غسل دینا فرض کفایہ نہ رہا بلکہ فرض عین ہوگیا اور قرض کیواسطے نکلنا اگر عورت پردہ دار نہین تو بلا اجازت جائز ہو اور اگر پردہ دار ہو
تو اوسکو بلا اجازت نکلنا جائز نہین اسواسطے کہ نالش کیواسطے اوسکی طرف سے وکیل کفایت کرتا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ومن مجلس العلم الا لنازلۃ امتنع زوجہا
من سؤالہا اور جائز ہو زوج کو منع کرنا عورت کا علم کی مجلس سے یعنی وعظ اور درس مین جانے دینا درست ہو مگر زوجہ کو اوس مسئلہ ضروری کے دریافت کرنیکے واسطے بلا اجازت
زوج کے نکلنا درست ہو جس مسئلہ کو زوج اوسکا کسی عالم سے سوال کرکے دریافت نہین کردیتا اور اگر زوج کسی عالم سے دریافت کرکے اوسکو بتا دیگا تو پھر عورت کو نکلنا
جائز نہوگا اور اگر عورت کو مسئلہ دریافت کرنیکی نہایت ضرورت ہو اور اسنے چاہا کہ مجلس علم مین مین جاؤن کہ مسائل وضو اور صلوۃ کو سیکھون تو اگر زوج مسئلہ دان
ہو تو اوسکو بتا دے اور روکنا جانیسے روا ہے اور اگر جاہل ہو تو بہتر یہی ہو کہ گاہی گاہی مجلس علم مین جانے دے لیکن اگر منع کریگا تو بھی درست ہے اسلئے کہ کسی مسئلہ خاص کے دریافت کرنیکی اسکو ضرورت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی
ناقلا عن البحر ومن الحمام الا لنفساء وان جاز بلا تزیین وکشف عورۃ عند احد قال الباقانی وعلیہ الفتوی فلا خلاف فی منعہن للعلم بکشف
بعضہن وکذا فی الشرنبلالیۃ معزیا للکمال اور جائز ہو زوج کو منع کرنا زوجہ کا حمام کے جانے سے مگر نفاس والی اور بیمار عورت کو کذا فی فتح القدیر اگرچہ حمام مین
جانا عورتونکا بدون آرایش اور بدون اس امر کے کسیکے سامنے بدن کھل جاوے جائز ہو باقانی نے کہا کہ اسی پر فتوی ہو پھر جب عدم آرایش اور عدم کشف عورت شرط
ہوئی خروج کی تو اس زمانہ مین کچھہ اختلاف باقی نرہا عورتون کے منع کرنے مین دخول حمام سے اسواسطے کہ بالیقین معلوم ہے کہ بعضی عورتین بلکہ اکثر مکشوف العورۃ
ہوجاتی ہین اور اسیطرح شرنبلالیہ مین ہو بنقل کلام کمال الدین کے شیخ رحمتی نے کہا اور اسیطرح عورتون کے نکلنے مین فی الحقیقت اختلاف نہین اسواسطے کہ اونکی
عادت ہو کہ بدون آرایش اور زینت کے نہین نکلتی ہین اور حالانکہ ایسا نکلنا حرام ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ہم فتح القدیر مین کمال الدین نے کہا ہو قول فقیہ یہی ہے
کہ دخول حمام عورت کو ممنوع ہو اور قاضی خان نے کہا کہ مشروع ہو بشرط عدم کشف عورۃ تو فی الحقیقت اب کچھہ اختلاف دونو قول مین نرہا اور منع کرنا عورتونکا
متفق علیہ ہوگیا اسواسطے کہ اکثر نساء مکشوف العورۃ ہوجاتی ہین حمام مین اور چند احادیث مؤید ہین فقیہ کے قول کی یعنے منع دخول حمام کی لیکن نفاس والی عورت
اور مریضہ کا استثنا ابوداؤد اور ابن ماجہ کی حدیث مین ثابت ہو انتہی کلامہ وتفرض النفقۃ بانواعہا لزوجۃ الغائب مدۃ سفر صیرفیہ واستحسنہ
فی البحر ولو مفقودا اور مقرر کیا جاویگا تینون قسم کا نفقہ زوج غائب کی زوجہ کیواسطے جسکی غیبت بقدر مدت سفر ہو یعنی جو تین منزل وطن سے دور ہو کذا فی الصیرفیہ
اور اسکو بحر الرائق مین پسند کیا ہو اگرچہ زوج غائب مفقود الخبر ہوگیا ہو ہم زوجہ غائب کے نفقہ ٹھہرانے مین مدت سفر مشروط نہین کذا فی العالمگیریہ عن القنیہ
عن قاضیخان والمحیط وطفلہ ومثلہ کبیر زمن او انثی مطلقًا اور مقرر کیا جاوے نفقہ طفل غائب کے واسطے اور مانند طفل کے بالغ بیٹا جو لنگڑا ہو اور بیٹیان مطلقا

ہون یا کبیرہ وابویہ فقط فلا تفرض لمملوکہ واخیہ ولا یقضی عنہ دینہ لانہ قضاء علی الغائب اور مقرر کیا جاوے نفقہ غائب کے والدین کے واسطے فقط تو اسکی غلام اور بھائی کیواسطے نہ مقرر ہوگا اور نہ غائب کیطرف سے اسکا دین ادا کیا جاوے اسواسطے کہ اوسکی طرف سے دین ادا کرونا یہ غائب پر حکم کرنا ہے اور قضا علی الغائب جائز نہین فی مال لہ من جنس حقہم کتبر وطعام اما خلافہ فیفتقر للبیع ولا یباع مال الغائب اتفاقاً غائب کے اوس مال مین نفقہ ٹھہرایا جاوے جو زوجہ و طفل اور والدین کے حقوق کی جنس سے ہو جیسے سونا چاندی اور اناج یا کپڑا ہو اون کے لباس کے مناسب رہا مال کہ اونکے حقوق کے مخالف ہو جیسے اسباب اور زمین تو اسمین بیچنے کی حاجت ہوگی تاکہ نفقہ انکا حاصل ہو اور حالانکہ مال غائب کا بیچنا باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین عند ہم وعلی من یقربہ عندہ الامانۃ وعلی المدیون بیان الاول غائب کے اوس مال سے نفقہ مفروض ہوگا جو اون لوگون کے پاس یا اوس شخص پر ہو جو امانت یا دین کا اقرار کرتا ہو اتن کے کلام مین لفظ عند کا واسطے امانت کے اور لفظ علی کا واسطے دین کے مستعمل ہوا ہے اسواسطے کہ امانت کا مال بعینہ امین کے پاس رہتا ہے اور مدیون کے پاس دین بعینہ نہین ہوتا بلکہ دین عبارت ہے وصف سے کہ اوسکے ذمہ پر لازم ہوتا ہے پھر جب ثابت ہو کہ غائب کا مال ایک شخص کے پاس امانت ہے اور دوسرے شخص پر دین ہے تو نفقہ زوجہ وغیرہا کا پہلے امانت کے مال سے لیا جاوے اسواسطے کہ امانت مین ہلاکی متصور ہے بلا ضمان بخلاف دین کے اور چونکہ قاضی ناظر اور خیر خواہ ہے غائب کا تو اوسپر لازم ہے کہ پہلے امانت کو صرف کرا وے بعد اسکے دین کو اور شیخ رحمتی نے کہا کہ اگر مال غائب کا زوجہ کے پاس ہو گھر مین تو بہتر یہ ہے کہ قاضی اول اوسیکو صرف کراوے پھر امانت کو پھر دین کو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو انفقا بلا فرض ضمنا بلا رجوع اور اگر غائب کے امانت دار و مدیون نے زوجہ اور طفل اور والدین کو نفقہ دیا بلا فرض کرنے قاضی کے تو دونو ضامن ہونگے مال کے بلا رجوع کے یعنی زوجہ وغیرہا سے نفقہ کو نہ پھیر سکینگے ویقبل قول المودع فی الدفع للنفقۃ لا المدیون الا ببینۃ او اقرارہا بہ وسیجیئ یعنی بعد حکم قاضی کے اگر امانت دار کہے کہ مین نے نفقہ زوجہ کو دیا اور عورت منکر ہو تو امانت دار کا قول مقبول ہوگا اور مدیون کا قول اسمین مقبول نہوگا بدون گواہون کے یا بدون زوجہ کے اقرار کے کذا فی البحر اور اسکا ذکر آویگا وبالزوجیۃ وبقرابۃ الولادۃ اور زوجیت اور قرابت ولادت کا اقرار کرے امانت دار یا مدیون یعنی فرض نفقہ کی دو شرطین ہین ایک یہ ہے کہ امانت دار اور مدیون مال غائب کا اقرار کرین دوسری شرط یہ کہ اقرار کرین اسکا کہ ہان یہ عورت غائب کی زوجہ ہے یا یہ طفل غائب کا بیٹا ہے یا یہ دو شخص غائب کے والدین ہین وکذا الحکم ثابت اذا علم قاض بذلک ای بمال وزوجیۃ ونسب اور اسیطرح فرض کرنے نفقہ کا حکم ثابت ہے جبکہ قاضی کو اسکا علم ہو یعنی غائب کے مال کا اور زوجیت اور نسب کا ولو علم باحدہما احتیج للاقرار بالآخر ولا یمین ولا بینۃ ہنا لعدم الخصم اور اگر قاضی دو چیز دنین سے ایک چیز کو جانتا ہو تو دوسرے امر کیواسطے اقرار کی حاجت ہوگی یعنی اگر مال کو جانتا ہو اور زوجیت اور نسب کو نجانتا ہو تو اسکی حاجت ہوگی جسکے پاس مال ہو وہ اقرار زوجیت اور نسب کا کرے اور اگر زوجیت اور نسب کو جانتا ہو تو اوسکی حاجت ہوگی کہ امانت دار اور مدیون مال غائب کا اقرار کرے اور قسم اور گواہون کا بیان کام نہین دوسرے امر کے اثبات کیواسطے بسبب نہونے خصم کے یعنی غائب یا اوسکا وکیل نہین جو قسم یا گواہ سے کام نکلے وکفلہا ای اخذ منہا کفیلا بما اخذتہ وجوباً فی الاصح اور ضامن لے قاضی زوجہ سے اوس مال کا جسکو زوجہ نے نفقہ مین لیا بنا بر وجوب ضمانت کے قول اصح مین ہم قاضی کو ضامن لینا عورت سے مال پر واجب ہے سرخسی کے قول سے اور مستحب ہے خصاف کے قول سے اور مسند شہید نے وجوب کی تصحیح کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وحلفہا معاً ای مع الکفیل احتیاطاً وکذا کل آخذ نفقۃ فلو ذکر الضمیر کابن الکمال لکان اولی اور قاضی قسم لے زوجہ سے ساتھ ضامن کے یعنی دونو سے قسم لے بنا بر احتیاط کے اور زوجہ کیطرح ہر شخص نفقہ لینوالے سے قسم لے یعنی والدین سے اور لنگڑے ولد سے اور جوان بیٹیون سے سوا صغیر کے تو اگر ماتن ضمیر مذکر لاتا بجای مؤنث کے یعنی بجای کفلہا و حلفہا کے کفلہ و حلفہ لاتا چنانچہ ابن کمال نے مذکر ضمیر کو مذکور کیا ہے ایضاح الاصلاح مین تو بہتر ہوتا ہر آخذ یعنی ہر لینے والیکو شامل ہوتا اور ماتن کے کلام مین فقط زوجہ پر کفالت اور قسم مقصور ہے کذا فی حاشیۃ الکہ ان الغائب لم یعطہا النفقۃ ولا کانت ناشزۃ ولا مطلقۃ مضت عدتہا زوجہ اور کفیل سے قاضی یہ قسم لے کہ زوج غائب نے اوسکو نفقہ نہین دیا اور نہ زوجہ ناشزہ تھی اور نہ وہ ایسی مطلقہ ہے جسکی عدت منقضی ہو چکی ہو ہم واو کا لفظ ترتیب کو مقتضی نہین ہے کوئی تحلیف کو بعد فرض اور تکفیل کے سمجھے بلکہ ترتیب واقعی یون ہے کہ قاضی پہلے قسم لے پھر نفقہ دے اور ضامن لے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا من ایضاح الاصلاح فان حضر الزوج وبرہن انہ اوفاہا

النفقة مطولبت هي او كفيلها برجع ما اخذت وكذا لو لم يبرهن ونكلت ہے اگر بعد اسکے زوج غائب حاضر ہوا اور اوسنے گواہ گذرانے کہ وہ زوجہ کو نفقہ دیچکا ہو تو زوجہ

یا اوسکے ضامن سے مطالبہ ہوگا اوسکے پہیر دینے کا جو وہ لیچکی ہے بابت نفقہ کے اور اسیطرح اگر زوج گواہ نہ لاسکا اور زوجہ نے قسم سے انکار کیا تو بھی زوجہ یا کفیل سے

مطالبہ ہوگا پہیر دینے کا ولو حلفت طولبت فقط اور اگر زوج گواہ نہ لاسکے گا اور زوجہ قسم کہا ویگی کہ مجکو زوج نے نفقہ نہیں دیا تو فقط زوجہ سے مطالبہ ہوگا

یہ عبارت صحیح نہیں اسمین کاتبون کی تحریف ہو کہ کتب معتمدہ کے مخالف ہو اسواسطے کہ بحر الرائق میں ہو کہ اگر زوج کے پاس نفقہ دینے کے گواہ نہوں اور عورت قسم کہاوے

کہ مین نے نفقہ نہیں پایا تو عورت اور کفیل دونو بچالذمہ ہوگئے کذا فی حاشیۃ المدنی اور عالمگیری مین بدائع سے منقول ہے کہ اگر عورت نے اقرار کیا کہ زوج مجکو نفقہ پہلے

دیگیا تہا تو زوج مطالبہ کریگا زوجہ سے نہ کفیل سے تو معلوم ہوتا ہو کہ اصل عبارت شارح کی یون ہوگی کہ لو اقرت طولبت فقط کاتبون نے تحریف کرکے بجای اقرت کے حلفت

لکہدیا اور دلیل واضح کاتبون کی تحریف پر یہ ہو کہ محشی مدنی نے شرح ملتقی الابحر شارح کی تصنیف سے یہہ عبارت بدائع کے موافق کی ہو فاذا رجع وبرہن انہ خلفہا

مالا او حلفہا فنکلت رجع علی الکفیل او الزوجۃ وان اقرت باخذہا ای النفقۃ رجع علیہا فقط کما فی القہستانی عن شرح الطحاوی انتہی ولا تفرض علی غائب بلا قلم

الزوجۃ بینۃ علی النکاح او النسب نہ مقرر کیا جاویگا نفقہ زوج غائب پر زوجہ کے گواہ گذرانے سے نکاح پر یا گواہ لانے قریب کے مثلا نسب پر یعنی اگر عورت گواہ

لاوے قاضی کے پاس کہ مین منکوحہ ہون غائب کی یا قرابت والا گواہ لاوے کہ مین غائب کا باپ ہون اور غائب کا بیٹا ہون یا ابن اسکا اقرار کرین تو قاضی نفقہ نہ دلاویگا

ولا تفرض ایضا ان لم یخلف مالا فاقامت بینۃ لیفرض علیہ ویامرہا بالاستدانۃ ولا یقضی بہ لانہ قضاء علی الغائب اور اس صورت مین

بھی نفقہ نہ مقرر کیا جاویگا اگر زوج غائب مال نہ چھوڑ گیا ہو سو عورت نے گواہ گذرانے تاکہ قاضی زوج غائب پر نفقہ مقرر کرے اور عورت کو اجازت دے قرض لینے کی تو

اسمین قاضی نفقہ نہ مقرر کرے اور نہ ثبوت نکاح پر حکم دے اسواسطے کہ یہہ قضاء علی الغائب ہے اور حالانکہ یہہ صحیح نہیں وقال زفر یقضی بہا ای بالنفقۃ لا بہ

ای بالنکاح وعمل القضاۃ الیوم علی ہذا للحاجۃ فیفتی بہ وہذا من الست التی یفتی بہا بقول زفر اور زفر نے کہا کہ جب عورت نکاح کے گواہ

گذرانے تو نفقہ کا حکم دیا جاوے نہ نکاح کا اور قاضیون کا عمل بالفعل اسی زفر کے قول پر ہے بسبب حاجت کے تو یہی قول مفتی بہ ہے اور یہہ مسئلہ ایک ہے ان چہ مسائل سے

جنمین زفر کے قول پر فتوی ہے کذا فی البحر والنہر والقاضیخان والعالمگیریۃ عن العینی شرح الکنز اور حموی نے پندرہ مسائل مفتی بہا قول زفر کے ثابت کئے ہین نظم

مین کہ تحصیل انکی موجب تطویل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وعنایۃ فلو غاب لہ زوجۃ وصغار تقبل بینتہا علی النکاح ان لم یکن عالما بہ ثم تفرض لہم

ویامرہا بالانفاق او الاستدانۃ لترجع بحر اور بنا بر قول مفتی بہ زفر کے اگر زوج غائب ہوا اور اوسکی ایک زوجہ اور چہوٹے لڑکے ہین تو مقبول ہونگے گواہ اوسکی

نکاح ہونے کے واسطے نفقہ ٹہرانیکے نہ نکاح پر حکم کرنیکے واسطے اگر قاضی کو علم نہو نکاح کا پہر قاضی انکو لیئے نفقہ مقرر کرے اور حکم کرے عورت پر نفقہ دینے کا اگر اوسکے

پاس مال ہو یا عورت کو قرض لینے کا حکم کرے تاکہ بعد حاضر ہونے زوج کے اوس سے بہرلے کذا فی البحر الرائق وتجب لمطلقۃ الرجعی والبائن والمفرقۃ بلا معصیۃ

کخیار عتق وبلوغ والتفریق بعدم الکفاءۃ النفقۃ والسکنی والکسوۃ ان طالت المدۃ اور مطلقہ رجعی اور بائن کیواسطے اور اس جدا شدہ عورت

کے واسطے کہ بلا قصور ہو جیسے خیار عتق اور خیار بلوغ سے یا عدم کفاءت کی تفریق سے واجب ہو نفقہ اور سکنی اور پوشاک لیکن پوشاک واسطے نہیں جب ہو گی

جب مدت عدت کی دراز ہوجاوے ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا زیلعی وغیرہ نے طلاق اور فرقت کی عدت مین پوشاک کا ذکر نہیں کیا اور ذخیرہ اور خانیہ اور مجتبے مین

لباس کو بھی ساتہ نفقہ اور سکنے کے مذکور کیا ہے کیا وجہ ہے شارح نے جواب دیا کہ عدت اکثر جلد منقضی ہوجاتی ہے تو پوشاک کی حاجت نہیں ہوتی لہذا اوسکو مذکور

نہیں کیا اور اگر بسبب امتداد طہر کے عدت دراز ہوگی تو ضرور پوشاک کی حاجت ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ولا تسقط النفقۃ المفروضۃ

بمضی العدۃ علی المختار بزازیۃ اور ساقط نہیں ہوتا نفقہ مفروضہ عدت کے گذر جانے سے بنا بر قول مختار کے کذا فی البزازیۃ ہم معتدہ نے جب کہ نفقہ لیا یا زوج

نے اوسکو دیا اور عدت گذر گئی تو حلوانی نے کہا کہ قول مختار یہہ ہو کہ ساقط نہوگا کذا فی منح الغفار عن البزازیۃ ولو ادعت امتداد الطہر فلہا النفقۃ

ما لم یحکم بانقضائہا بالمرتدح الحبل فلہا النفقۃ الی سنتین منذ طلقہا اور اگر عورت نے دعوی کیا امتداد طہر کا تو اوسکو واسطے نفقہ لازم ہوگا جبتک کہ

قاضی نے انقضاء عدت کا نہ حکم کیا ہو اسطرح پر کہ زوج نے گواہ گذرانے ہون کہ عورت انقضاء عدت کا اقرار کرچکی ہے پہر جب قاضی انقضاء عدت کا حکم

لہ یعنی اگر زوجہ اقرار کریگی تو تنہا اسی سے مطالبہ ہوگا سلہ جب شوہر نے ... اور گواہ گذرانے کہ ... سنکے واسطے مال چھوڑ گیا ... عورت نے قسم ... انکار کیا ... شوہر کفیل پر رجوع کرے ... زوجہ پر ... نفقہ ... رجوع کرے

دیگا تو یہہ اسکے دعوی مستند اور کا مسموع نہوگا اور نفقہ عورت کو نہ ملیگا تاوقتیکہ حمل کی مدعی نہو گئی ہو اور اگر عورت نے حمل کا دعوی کیا تو اوسکو نفقہ دیا جاویگا دو سال تک
ابتدای طلاق سے ہم یہہ ترکیب اوسکو مقتضی ہے کہ جب عورت دعوی حمل کا بعد حکم انقضای عدت کے کریگی تو وہ مستحق ہوگی نفقہ کی حالانکہ یہہ صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ ثبوت النسب کے
باب مین مذکور ہو چکا کہ اگر عورت انقضای عدت کا اقرار کریگی مدت محتمل مین پہر لڑکا جنیگی تو ولد ثابت النسب نہوگا پہر جب نسب ہی ثابت نہوگا تو نفقہ کیونکر واجب ہوگا تو
اگر شارح اوعا طفہ لاتا یعنے یون کہتا وما لم تدع الحبل تو یہہ قباحت نہ لازم آتی اسواسطے کہ ادعای حمل کا مسئلہ جداگانہ ٹھہرتا ماقبل سے متعلق نہ رہتا کذا فی تحفۃ الاخیار
حاشیۃ الجلبی فلو مضت اکثر منہ تبین ان لاحبل فلا رجوع علیہا وان شرطہ لانہ شرط باطل بحر سو اگر عورت نے حمل کا دعوی کیا اور بعد طلاق کے دو برس تک
نفقہ جاری رہا پہر ظاہر ہوا کہ حمل نہ تہا تو عورت سے نفقہ پہیر لینا نہیں پہنچتا اگرچہ زوج نے اسکو شرط بہی کر لیا ہو یعنے کہا ہو کہ اگر حمل کا دعوی جہوٹا نکلا تو مین نفقہ پہیر لونگا
اسواسطے کہ یہہ شرط باطل ہے کذا فی البحر الرائق ولو صالحہا علی نفقۃ العدۃ ان بالاشہر صح وان بالحیض لا للجہالۃ اور اگر زوج نے صلح کر لی معتدہ سے
عدت کے نفقہ کی یعنے چند درم مقرر کر لیے تو اگر عدت اوسکی مہینون کے حساب سے ہوگی بسبب صغر یا ایاس کے تو یہہ صلح صحیح ہوگی اور اگر عدت اوسکی حیض سے ہوگی
تو یہہ صلح صحیح نہین بسبب جہالت مدت کے اسواسطے کہ بسبب احتمال درازی طہر کے اوسکی مدت معین نہین ہو سکتی لا تجب النفقۃ بانواعہا لمعتدۃ موت
مطلقا ولو حاملا واجب نہیں تینون قسم کا نفقہ معتدہ موت کیواسطے مطلقا اگرچہ وہ حاملہ ہو اسواسطے کہ ٹہرنا معتدہ موت کا زوج کے گہر مین باعتبار حق زوج کے
نہین بلکہ باعتبار حق شرع کے ہے اور عدت موت مین معرفت صفای رحم ملحوظ نہین لہذا اوسکی عدت حیض سے نہین اور نفقہ جو واجب ہوتا ہے تو اوس ملک زوج
کی ملک مین واجب ہوتا ہے اور بعد موت زوج کے اوسکی ملک باقی نہین اور وارثون پر واجب کرنا ممکن نہین کذا فی منح الغفار لیکن حموی نے برجندی سے نقل کیا ہے
کہ معتدہ وفات اگر حاملہ ہو تو اوسکا نفقہ واجب ہے اور قہستانی مین بہی مضمرات سے قول ضعیف اسمین منقول ہے تو معلوم ہوا کہ اسمین اختلاف ہے کذا فی حاشیۃ الدر
الا اذا کانت ام ولد وہی حامل من مولاہا فلہا النفقۃ من کل المال جوہرۃ معتدہ وفات کیواسطے نفقہ واجب نہین مگر جبکہ ام ولد حاملہ ہو اپنے مولی سے
تو اوسکے واسطے نفقہ واجب ہے کل مال میت سے کذا فی الجوہرہ بشرطیکہ مولی نے حمل کا اعتراف کیا ہو اسواسطے کہ بدون اقرار مولی کے ولد ثابت النسب نہوگا وتجب السکنی
فقط لمعتدۃ فرقۃ بمعصیتہا الا اذا خرجت من بیتہ فلا سکنی لہا وہذہ الفرقۃ قہستانی وکفایہ کردی وتقبیل ابنہ لا غیرہا من طعام و
کسوۃ والفرق ان السکنی حق اللہ تعالی فلا تسقط بخلاف النفقۃ حقہا فتسقط بالفرقۃ بمعصیتہا اور واجب ہے فقط سکنی اوس عدت والی کے
واسطے جسکی معصیت سے جدائی ہوگئی مگر جبکہ زوج کے گہر سے نکل گئی تو اوسکو حق سکنے بہی نہوگا اس جدائی مین کذا فی القہستانی والکفایہ معصیت کی فرقت کی مثال
جیسے عورت کا مرتد ہو جانا یا زوج کے ولد کا بوسہ لشہوت لینا سوای سکنے کے طعام اور لباس واجب ہوگا فرقت معصیت مین اور وجہ فرق کی یہہ ہے کہ سکنی حق ہے
اللہ تعالی کا سو وہ کسی حال مین ساقط نہین ہوتا اور طعام اور لباس حق ہے عورت کا سو وہ عورت کی فرقت معصیت سے ساقط ہوگیا ہم خلاصہ مین ہے کہ جب جدائی
زوج کیطرف سے ہوگی تو معتدہ کا نفقہ واجب ہوگا اور اگر جدائی عورت کیطرف ہو اگر بلا معصیت ہو چنانچہ خیار عتق اور خیار بلوغ اور عدم کفاءت مین تو نفقہ
واجب ہے اور اگر جدائی بمعصیت ہو چنانچہ ارتداد اور تقبیل زوج کے اصول یا فروع کی تو اسمین نفقہ ساقط ہے تو لعان اور خلع اور ایلا اور ارتداد زوج مین اور
اسیطرح خوشدامن کی وطی مین نفقہ عورت کا واجب ہے اسواسطے کہ جدائی زوج کیطرف سے ہے نہ زوجہ کیطرف سے کذا فی العالمگیریہ وتسقط النفقۃ بردتہا بعد
البت ای ان خرجت من بیتہ والا فواجبۃ قہستانی اور نفقہ ساقط ہوتا ہے عورت کے مرتد ہونیسے بعد طلاق بائن کے اگر وہ زوج کے گہر سے نکل گئی
اور اگر گہر مین موجود ہو تو نفقہ واجب ہے کذا فی القہستانی یعنی اگر زوج نے طلاق بائن دی پہر وہ عدت مین مرتد ہوگئی تو اوسکا نفقہ ساقط ہوگیا فقط ارتداد
کے سبب سے نہین بلکہ وہ حاکم کے پاس مقید رہیگی تو بہ کرنے تک تو سقوط نفقہ کی علت حبس ہے نہ ارتداد اور اگر وہ محبوس نہوگی زوج کے گہر مین رہیگی تو نفقہ واجب
ہوگا بخلاف اوس ارتداد کے جو قبل طلاق ہو کہ اوسمین مطلقا نفقہ ساقط ہے لا بتمکین ابنہ لعدم حبسہا بخلاف المرتدۃ حتی لو لم تحبس فلہا
النفقۃ نہ ساقط ہوگا نفقہ تمکین ابن زوج سے یعنی اگر زوج نے طلاق بائن دی اور زوجہ نے زوج کے ولد کو اپنے اوپر قادر کر دیا یعنی وطی سے راضی ہوگئی تو اوسکا
نفقہ نہ ساقط ہوگا بسبب محبوس ہونے زوجہ یعنی حاکم کے پاس اوسکا مقید ہونا لازم نہین جو اوسکا نفقہ ساقط ہو جاوے بخلاف مرتدہ کے کہ اوسکا نفقہ بسبب حبس حاکم کے

ساقط ہو یہانتک کہ اگر مرتدہ محبوس ہوئی یا حاکم نے اوسکو زوج ہی کے پاس محبوس کیا تو اوسکے واسطے نفقہ واجب نہ ہوگا الا اذا لحقت بدار الحرب ثم جاءت تائبۃ
لسقوط العدۃ باللحاق لانہ کالموت بحر وھو یشیر الی انہ قد حکم بلحاقھا والا فلا تعود نفقتھا بعودھا فلیحفظ اگر جب کہ عورت مرتد ہوکر دارالحرب میں
چلی گئی پھر وہاں سے آئی اور توبہ کرکے مسلمان ہوگئی تو اس صورت میں نفقہ اوسکا نہ واجب ہوگا بسبب ساقط ہونے عدت کے لحوق دارالحرب سے اسواسطے کہ لحوق دارالحرب
کا برابر موت کے ہے کذا فی البحر اور یہہ تعلیل لحوق کی اسکی طرف مشیر ہے کہ سقوط نفقہ میں حکم ہوگیا لحوق دارالحرب کا اسواسطے کہ جبتک قاضی مرتدکیواسطے لحوق دارالحرب کا حکم نہ دے
تو لحوق مرتدہ کا موت حکمی میں نہ داخل ہوگا اور اگر بدون حکم لحوق کے مرتدہ دارالحرب سے دارالاسلام میں مسلمان ہوکر آویگی تو اوسکا نفقہ عود کریگا مرتدہ کے عود کرنیکے
ساتھہ سو اوسکو یاد رکہنا چاہئے تو اس تقریر سے مناقض روایت جامع اور ذخیرہ کا مندفع ہوگیا جامع میں روایت یہہ ہے کہ نفقہ عود نہیں کرتا بعد لحوق دارالحرب اور
عود کے تو وہاں مراد یہہ ہے کہ بعد حکم لحوق کے عود نہیں کرتا اور ذخیرہ کی روایت یہہ ہے کہ عود کرتا ہے تو اوسکا مطلب یہہ ہے کہ قبل از حکم لحوق نفقہ عود کرتا ہے کذا فی
حاشیۃ المدنی وتجب النفقۃ بانواعھا علی الحر لطفلہ یعم الانثی والجمع اور واجب ہے نفقہ تینون قسم کا حر پر اوسکے طفل کا شامل ہے مونث اور جمع کو تو بیٹا اور
بیٹی جتنے ہوں یا ایک سبکا وجوب نفقہ ثابت ہوا وبعد بلوغ قید ہے غلام نکل گیا کہ اوسپر والد صغیر کا نفقہ واجب نہیں ہم طفل عبارت ہے صغیر سے جب سے کہ اپنی ماں کے پیٹ سے
پیدا ہوا تا بلوغ اور طفل صبی اور صبیہ دونوکو شامل ہے کذا فی المغرب اور کہا ہے طفل واحد و جمع بھی ہوتا ہے مثل جنب کے کذا فی منح الغفار الفقیر الحر فان نفقۃ المملوک
علی مالکہ والغنی فی مالہ الحاضر فلو غائبا فعلی الاب ثم یرجع ان اشہد لا ان نوی الا دیانۃ باپ پر طفل فقیر آزاد کا نفقہ واجب ہے اسواسطے کہ طفل
مملوک کا نفقہ اوسکے مالک پر ہے اور طفل مالدار کا نفقہ اوسکے موجود مال میں ہے جو اوسکو بطریق ارث کہیں سے ملا اور اگر طفل کا مال غائب ہو وہاں حاضر نہو تو اوسکے باپ پر
نفقہ ہے پھر اوسکا باپ اوسکے مال سے اپنا نفقہ دیا ہوا بدلے اگر نفقہ دینیکیوقت اوسنے رجوع پر گواہ کرلئے ہوں نہ رجوع کرسکیگا اگر اوسنے نیت اسکی کی ہوگی مگر باعتبار
دیانت کے البتہ رجوع کرسکتا ہے نہ باعتبار قضا کے ولو کانا فقیرین فالاب یکتسب او یتکفف وینفق علیہم ولو لم یتیسر انفق علیہم القریب ورجع
علی الاب اذا ایسر ذخیرہ اور اگر باپ اور اوسکا ولد صغیر دونو محتاج ہوں تو باپ کمائی کریگا اور اگر کسب کی اوسکو طاقت نہو تو سوال کریگا اور اولاد صغیر کو کھلاوے
اور اگر کسب میسر آوے یا کفایت نکرے تو قرابت والا اوچھا ہو یا ماموں اونکو نفقہ دیگا اور جب باپ کو مقدور ہو تو اوس سے بدلے کذا فی الذخیرہ ولو خاصمتہ
الام فی نفقتھم فرضھا القاضی وامرہ بدفعھا للام ما لم تثبت خیانتھا فیدفع لھا صباحا ومساء او یامر من ینفق علیہم اور اگر اولاد صغار کی
ماں نے باپ سے جھگڑا کیا اونکے نفقہ میں تو قاضی اونکا نفقہ مقرر کردے اور باپ کو حکم کرے کہ اونکا نفقہ ماکو دے جبتک کہ ماکی خیانت ثابت نہو اور اگر خیانت اوسکی
ثابت ہو تو یکبارگی نفقہ ندے بلکہ ہر روز صبح یا شام ماکو دیا کرے یا قاضی کسی شخص سے کہدے کہ وہ اونپر خرچ کیا کرے ہم صباحا ومساء کا واو بمعنی او ہے کذا فی
حاشیۃ المدنی وصح صلحھا عن نفقتھم ولو بزیادۃ یسیرۃ تدخل تحت التقدیر وان لم تدخل طرحت ولو علی ما لا یکفیھم زید تبحر اور صحیح ہے صلح
کرلینا ماکا باپ سے اولاد صغار کے نفقہ پر اگرچہ ایسی تہوڑی زیادتی پر صلح ہوگئی ہو جو تحت تقدیر داخل ہوسکتی ہے مثلا دس درم پر صلح ہوئی ہو اور حالانکہ اونکو
آٹھہ یا نو درم کافی ہیں لیکن جب اندازہ کرنیوالے لوگ آئے تو کوئی اونمیں سے دس درم اندازہ کرتا ہو اور کوئی کم تو ایسی قلیل زیادتی صلح کی منافی نہیں
اور اگر ایسی زیادتی ہو کہ تحت تقدیر مقدرین کے نہ داخل ہوتی مثلا سب اندازہ کرنیوالے آٹھہ ہی درم پر متفق ہوں تو ایسی زیادتی گھٹائی جاویگی اور اگر صغار کی
ماں نے ایسے مقدار پر صلح کرلی کہ اونکو کافی نہیں ہوتی تو صلح سے زیادہ نفقہ دیا جاویگا بقدر کفایت کے کذا فی البحر ولو ضاعت رجعت بنفقتھم دون
حصتھا اور اگر اولاد کا نفقہ ضائع ہوا ماکے پاس سے تو اونکا نفقہ دوبارہ لے نہ اپنا حصہ وفی المنیۃ اب معسر وام موسرۃ تؤمر الام بالانفاق وتکون دینا
علی الاب وھی اولی من الجد الموسر وفیھا لا نفقۃ علی الحر لاولادہ من الامۃ ولا علی العبد لاولادہ ولو من حرۃ وعلی الکافر نفقۃ ولدہ
المسلم کذا فی البحر اور منیہ میں ہے کہ باپ مفلس ہے اور ماں مالدار تو ماں پر حکم کیا جاوے اوسپر قرضا نفقہ دینے کا اور یہہ نفقہ دین ہوگا باپ پر یعنی جب اوسکو مقدور ہو
تو ادا کرے اور ماں مالدار مقدم ہے دادا مالدار سے یعنی اگر ماں اور دادا دونو مقدور والے ہوں تو صغار کا نفقہ ماں ہی پر ہوگا بسبب جزئیت اور مزید شفقت
کے اور اسی کتاب میں ہے کہ مرد آزاد پر نفقہ واجب نہیں اوسکی اولاد کا جو لونڈی منکوحہ سے ہو اور نہ غلام پر نفقہ واجب ہے اوسکی اولاد کا اگرچہ حرہ کے

بیٹھ رہے ہون بلکہ اونکی ماں پر نفقہ لازم ہے اور کافر باپ پر اوسکے مسلمان لڑکا کا نفقہ لازم ہو چنانچہ ہم ذکر کر آوینگے کذا فی البحر ہم یہ بعد عادہ ذکر نفقہ ولد مسلم کا صاحب
بحر کا ہو اپنی کتاب مین نہ غایۃ کا کذا فی حاشیۃ السندی وکذا تجب لولدہ الکبیر العاجز عن الکسب کانثی مطلقا و زمن و من یلحقہ العار
بالتکسب وطالب علم لا یتفرغ لذلک کذا فی الزیلعی والعینی اور اسیطرح سے واجب ہو نفقہ ولد بالغ کا جو عاجز ہے کمائی سے چنانچہ پانون سے لولا ہو یا
جیسے بیٹی کا نفقہ مطلقا واجب ہو صغیرہ ہو یا کبیرہ تا عدم نکاح اور اوس ولد کا نفقہ باپ پر واجب ہو جسکو عار و ننگ لاحق ہوتا ہو پیشہ وری سے مانند انبیاء کرام
کے اور اوس طالب علم کا نفقہ باپ پر واجب ہے جسکو تحصیل علم سے فراغت نہوتی ہو پیشہ وری کی واسطے کذا فی الزیلعی واضح ہو یہہ کوئی نہ سمجھے کہ اشراف اولاد
کرام کو پیشہ کرنا عار ہی اسواسطے کہ صحابہ اور اہل بیت کسب کرتے تھے بلکہ مراد یہہ ہو کہ اونکی عمدگی خاندان کے سبب سے لوگ شرماتے ہون اور اونکو نوکر نرکھتے ہون
مزدوری نہ لگاتے ہون چنانچہ حلوانی نے کہا ہو کہ اگر لڑکا انبیاء کرام سے ہو اور لوگ اوسکو مزدوری مین نہ لگاتے ہون تو وہ عاجز ہی اوسکے باپ پر نفقہ اوسکا
واجب ہو کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الوجیز وکذا فی منح الغفار ناقلا عن الخلاصۃ وافتی ابو حامد بعدمہا لطلبۃ زماننا کما بسطہ فی القنیۃ وکذا قیدہ
فی الخلاصۃ بذی رشد اور فتوی دیا ہے ابو حامد نے عدم وجوب نفقہ کا ہمارے زمانہ کے طالب علمون کے واسطے بسبب فسق اور عدم تدین کے چنانچہ اوسکو خوب
واضح بیان کیا ہے قنیہ مین اور اسیواسطے وجوب نفقہ کو مقید کیا ہے خلاصہ مین رشید الہمۃ کے ساتھہ یعنے جس طالب علم کی ہمت عالی ہو طلب علم مین آخرت مطلوب
ہو نہ منصب دنیای ناپائیدار اوسکا نفقہ باپ پر واجب ہے ہم فتاوی عالمگیری مین وجیز سے منقول ہے کہ جب طالب علم عاجز ہون بسبب اشتغال علم کے کسب کرنے سے
تو اونکا نفقہ اونکے باپون پر واجب ہے بشرطیکہ علوم شرعیہ مین مشغول ہون نہ خلافیات رکیکہ اور ہذیان فلاسفہ مین اور اونمین آثار صلاح اور تقوی کے معلوم
ہوتے ہون اور اگر ایسے نہون تو اونکا نفقہ بھی واجب نہین ولا یشارکہ ای الاب ولو فقیرا احد فی ذلک کنفقۃ ابویہ وعرسہ بہ یفتی ما لم یکن
معسرا فیلحق بالمیت فتجب علی غیرہ فلا رجوع علیہ علی الصحیح من المذہب الا لام موسرۃ بحر نہین مشارک ہو کوئی باپ کا اس امر مین اگرچہ
باپ محتاج ہو یعنی طفل اور بالغ عاجز اور بیٹیون کے نفقات مین باپ کا کوئی شریک نہین اوسی پر واجب ہو نہ اوسکے غیر پر چنانچہ محتاج والدین کا نفقہ فرزند
پر ہے نہ اوسکے چچا یا دادا پر اور اسیطرح زوجہ کا نفقہ زوج پر ہے نہ غیر پر اور اسی پر فتوی ہے یعنی طفل وغیرہ کا نفقہ تمام و کمال باپ پر ہوتا وقتیکہ نہایت تنگدست نہو
اور جب کہ تنگ دست ہوگا تو وہ میت مین داخل ہو تو اس صورتمین باپ کے سوا اوس قرابت والے پر واجب ہوگا جسپر نفقہ طفل کا واجب ہوتا درصورت نہ باپ ہونے
کے تو ایسے قریب پر نفقہ واجب ہو بدون اسکے کہ باپ سے پہیر لے بنا بر صحیح مذہب کے مگر ماں ادا ولد پر نفقہ کرے پھر جب باپ کو مقدور ہو تو اوس سے پہیر لے کذا فی
البحر الرائق قال وعلیہ فلا بد من اصلاح المتون جوہرہ صاحب بحر نے کہا بنا بر مذہب صحیح مذکور کے متون فقہ کو اصلاح دینا لازم ہو کذا فی الجوہرہ
یعنے جب مذہب صحیح یہہ ٹھہرا کہ جب باپ نہایت تنگ دست ہو تو قرابت والے پر طفل کا نفقہ واجب ہو اور حالانکہ متون فقہ مین اسپر اتفاق ہو کہ ہوتے باپ کے نفقہ
طفل وغیرہ مین کوئی شریک نہین تو بموجب مذہب صحیح کے متون اور شروح کو درست کرنا ضرور ہوا خیر الدین رملی نے بحر الرائق کے حاشیہ مین کہا ہو کہ اصحاب
متون نے قدوری کی روایت اختیار کی ہے کہ باپ کے ہوتے اوسکی اولاد کے نفقہ مین کوئی شریک نہین خواہ باپ مالدار ہو خواہ تنگدست اور تنگ دستی مین
اوسکی اولاد کا نفقہ قرابت والے پر لازم ہے جب باپ کو مقدور ہو تو اوس سے پہیر لے متون اور شروح مین اسی روایت پر اتفاق ہے اور یہی معتمد اور مفتی بہ ہے
اور صاحب بحر الرائق نے جسکو مذہب صحیح گمان کیا ہو وہ لائق التفات کے نہین اسواسطے کہ نقل مذہب کیواسطے متون ہی مخصوص ہین شیخ رحمتی نے کہا کہ تعجب
ہے صاحب نہر الفائق سے کہ اس مقام مین چپ رہا باوجود خلل کے حالانکہ بحث اور اعتراض کرنا صاحب بحر پر اوسکی عادت ہو اور زیادہ تر تعجب آتا
ہے کہ شارح نے بھی کلام صاحب بحر کو مسلم رکھا حالانکہ اوسکے اوستاد خیر الدین رملی نے اوسکے خلل پر آگاہ کردیا ہو اور دوسرا خلل صریح شارح
کی عبارت مین یہہ ہو کہ بعد نقل کلام صاحب بحر کے جوہرہ لکہا اکثر نسخ در المختار مین موجود ہے تو اس سے لازم آتا ہو کہ صاحب جوہرہ نے بحر الرائق کی عبارت
نقل کی حالانکہ یہہ غلط ہو اسواسطے کہ صاحب جوہرہ کا زمانہ بہت مقدم ہے صاحب بحر سے لہذا بعض محشی نے کہا کہ اگر اوسکا یہہ مطلب خلاف تبادر کہا جاوے
کہ صاحب بحر نے جوہرہ سے یہہ روایت کی ہو سو بھی نہین ہوسکتا اسواسطے کہ بحر مین یہہ روایت جوہرہ سے منقول نہین محشی مدنی نے کہا کہ مین نے ایک نسخہ در المختار

گا دیکھا جسکو شیخ چلپی نے محشی کیا تھا اوسمین یون عبارت تھی وفی الجوہرۃ فروع یعنی فروع مذکورہ شارح کے جوہرہ سے منقول مین اور یہی بلا شبہ ٹھیک ہے اور باقی نسخ سب غلط ہین **فروع** مسائل لمتہ شارح کے قولہ ویقدّم الاب علی نفقۃ آحدأبویه فالام احق اگر بیٹا نادار ہو مگر ایک کے نفقہ پر یعنی فقط ایک ہی ماں باپ دو نو کو نفقہ نہ دیسکتا ہو ایک کو دیسکتا ہو تو ماں زیادہ تر حقدار ہے اسواسطے کہ تکلیفات جسمی ولد کی جہت سے ماں پر زیادہ تر گذرتی ہین تو خدمت گذاری مین ماں مقدم ہو چنانچہ تعظیم اور توقیر مین باپ مقدم ہے اور روایت ضعیف یہہ ہے کہ باپ مقدم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاعن الجوہرۃ ولوله آب وطفل فالطفل احق وقیل یقسمها فیهما اور اگر ایک شخص کا باپ اور طفل ہو اور وہ ایک ہی کو دیسکتا ہو تو طفل زیادہ تر حقدار ہے اسواسطے کہ مطلق کسب پر قادر نہین اور بہوک پر اوسکو صبر نہین اور قول ضعیف یہہ ہے کہ نفقہ کو دو نو مین تقسیم کرے ویجب علیه نفقۃ زوجۃ أبیه وأم ولده بل وعلیه تزویجه او تسریه اور فرزند پر اپنی باپ کی زوجہ کا اور اوسکی ام ولد کا نفقہ واجب ہے بلکہ فرزند پر باپ کا نکاح کر دینا یا تسرّی کیواسطے لونڈی لے دینا واجب ہے بشرطیکہ باپ کو عورت کی حاجت ہو اور فرزند مقدور والا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی عن الجوہرۃ ولوله زوجات فعلیه نفقۃ واحدۃ یدفعها للاب یوزعها علیهن اور اگر باپ کے چند زوجات ہون تو فرزند پر ایک ہی زوجہ کا نفقہ دینا واجب ہے ایک کا نفقہ باپ کو دیوے تاکہ اونپر وہ تقسیم کردے بقدر اونکے استحقاق کے وفی المختار والملتقی ونفقۃ زوجۃ الابن علی ابیه ان کان صغیرا فقیرا او زمنا اور مختار اور ملتقی مین ہے کہ نفقہ بہو کا سسر پر ہے اگر بیٹا ایسا محتاج ہو یا لولا لنگڑا ہو وفی واقعات المفتین لقدری افندی ویجبر الاب علی نفقۃ امرأۃ ابنه الغائب وولدها اور قدری افندی کے واقعات المفتین مین ہے اور باپ پر زبردستی ولایا جاویگا ولد غائب کی زوجہ کا نفقہ اور بہو کے ولد کا نفقہ قدری افندی کا نام عبد القادر بن یوسف ہے چنانچہ کتاب واقعات المفتین کے خطبہ مین مذکور ہے اور یہہ بزرگ بلاد روم کے مفتیون کے رئیس تھے کذا فی حاشیۃ المدنی افندی ترکی زبان مین مولوی اور فاضل کو کہتے مین وکذا الام علی نفقۃ الولد لترجع بها علی الاب اور اسیطرح ماں پر زبردستی ولایا جاویگا ولد کا نفقہ تاکہ اوسکے باپ سے نفقہ پہیرے جب کہ وہ سفر سے آوے وکذا الابن علی نفقۃ الام لیرجع علی زوج أمه اور اسیطرح ولد سے زبردستی ماں کا نفقہ دلایا جاویگا تاکہ وہ اپنی ماں کے زوج سے پہیرے جب وہ سفر سے آوے خواہ ولد کا وہ باپ ہو یا نہو وکذا الاخ علی نفقۃ اولاد اخیه لیرجع بها علی الاب وان الابعد اذا غاب الاقرب انتهی اور اسیطرح بہائی دوسرے بہائی کی اولاد کے نفقہ پر مجبور ولایا جاویگا تاکہ پہیرے انکے باپ سے جب وہ سفر سے آوے اور اسیطرح ابعد پر زور نفقہ اقرب اولاد کا ولایا جاویگا جب کہ غائب ہو جو قریب تر ہے تو ابعد خرچ کیا ہوا اوس سے پہیرے انتہی کلام الواقعات وفی القنیۃ ولابن من الرابع والثلثین اجنبی انفق علی بعض الورثۃ فقال انفقت بامر الوصی واقربه الوصی ولا یعلم ذلک الا بقول الوصی بعدما انفق یقبل قول الوصی لو المنفق علیه صغیرا انتهی اور فصولین کی چونتیسوین فصل مین ہے کہ ایک مرد اجنبی نے میت کے بعض وارثون کو نفقہ دیا پھر اجنبی نے کہا کہ مین نے وارثون کو نفقہ وصی کے کہنے سے دیا اور اوسکا وصی نے بھی اقرار کیا اور وصی نفقہ دینے کا حال معلوم نہین ہو تا بعد خرچ کر چکنے کے مگر وصی ہی کے قول سے تو اس صورت مین قول وصی کا مقبول ہو گا بشرطیکہ جس وارث کو کہ نفقہ دیا ہو صغیر ہو انتہی کلامه اور اگر وارث بالغ ہو گا تو نفقہ اجنبی کا احسان ہوگا نہ دین جیسا اوسکا منتر کہ میت سے لازم ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وفیه قال انفق علی وعلی عیالی واولادی ففعل قیل یرجع بلا اشتراطه وقیل لا ولو قضی دینه بامره یرجع بلا اشتراطه وکذا کل ما کان مطالبا من جهۃ العباد کجنایۃ ومؤن مالیۃ ثم ذکر ان الاسیر ومن اخذه السلطان لیصادره لو قال لرجل خلصنی فدفع المأمور مالا فخلصه قیل یرجع وقیل لا فی الصحیح به یفتی اور فصولین مین ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ مجکو نفقہ دے یا میری عیال اور اولاد کو نفقہ دے پھر اوسنے نفقہ دیا تو ایک قول یہہ ہے کہ اوس سے پہیرے بلا شرط رجوع اور دوسرا قول یہہ ہے کہ بدون شرط کے پہیر نہین سکتا اور اگر ایک نے دوسرے کا دین ادا کر دیا اوسکے کہنے سے تو پہیرے اگرچہ پہیر لینے کی شرط نکی ہو اور اسیطرح سے بلا شرط پہیر سکتا ہے جمیع مصارف مین جنمین امر کیوا سطے پر مطالبہ ہو جانب عباد سے چنانچہ جنایت مین اور مصارف مالیہ مین مانند عشر اور خراج کے جنایت یعنی قصور کی صورت یہہ ہے کہ شلا زید نے کسی شخص کی انگلی کاٹ ڈالی اور زید پر خون بہا لازم آیا اور زید نے کہا خالد سے کہ تو میری طرف سے خون بہا دے اور اوسنے دیا تو اگرچہ شرط پہیر لینے کی نکی ہو لیکن خالد زید سے اوسقدر مال اپنا پہیر لیگا اور اسیطرح اگر زید کے امر سے خالد نے عشر یا خراج ادا کیا تو اوسکو بھی پہیر لیگا بلا شرط پہر صاحب فصولین نے ذکر کیا کہ محبوس نے اور اوس نے جسکو بادشاہ نے بظلم مال لینے کیواسطے گرفتار کیا اگر کہا ایکرد سے کہ مجھکو چھڑا لے

سو مردار مونے اپنا مال دیا سو اوسکو قید سے یا بادشاہ کی گرفتاری سے چھوڑایا تو بعضون نے کہا کہ وہ شخص اپنا مال آمر سے پھیر لے اور بعضون نے کہا نہ پھیر لے بنا بر قول صحیح کے
اور اسی پر فتوی ہے یعنے نہ پھیر لیوے بر ولیس علی امہ ارضاعہ قضاءً بل دیانۃً اور واجب نہین صغیر کی ماپر دودہ پلانا اوسکا بنا بر قضا کے بلکہ واجب ہے باعتبار
دیانت کے ہم بالسبب وفور شفقت کے اپنے ولد کی رضاعت سے پہلو تہی نہین کرتی اور اگر وہ انکار کرے کہ مجکو دودہ پلانیسے تکلیف ہوتی ہے تو قاضی اوسپر جبر
نہین کرسکتا اسواسطے کہ حق تعالے نے فرمایا لا تضار والدۃ بولدہا یعنی والدہ کو اوسکو ولد کی جہت سو ضرر رسانی نچاہیے تو دودہ کیواسطے جبر کرنا یقینا ضرر
رسانی ہے لیکن باعتبار دیانت کے البتہ اوسپر واجب ہے اسواسطے کہ حق تعالے نے فرمایا کہ (والوالدات یرضعن اولادہن حولین کاملین) یعنی مائین دودہ پلاتی
ہین اپنی اولاد کو دو برس پورے تو دودہ پلانا ایسا ہو جیسے اور گہر کے کام ہین چنانچہ کہانا پکانا یا جہاڑو دینا کہ باعتبار دیانت کے واجب ہین نہ باعتبار قضا یعنے
اگر وہ انکار کرے کہ مجسے نہین ہوسکتا تو اوسپر کوئی زبردستی نہین کرسکتا کہ شاید عاجزی سے قبول نکرتی ہو الا اذا تعینت فیجب علیہا کما مر فی الحضانۃ مگر جب
ماہی متعین ہوجاوی دودہ پلانیکے واسطے اسطرح پر کہ بچہ کسی عورت کا دودہ نہ پیتا ہو سوا اپنی ماکے یا کوئی دائی دودہ پلائی نہ ملتی ہو یا ملتی ہو مگر بدون اجرت
کے نہ پلاتی ہو اور حالانکہ باپ اور بچہ دونو محتاج بے مال ہون تو ایسی صورتون مین ماپر دودہ پلانا قضاءً بھی واجب ہوگا یعنی قاضی اوسپر زبردستی کریگا تاکہ بچہ
ہلاک ہونیسے محفوظ رہے چنانچہ یہ مسئلہ باب الحضانت مین مذکور ہوچکا وکذا الظئر تجبر علی ابقاء الاجارۃ بزازیہ اور اسیطرح دائی پر جبر کیا جاوے نوکری کے
باقی رکہنے پر کذا فی البزازیہ یعنی مثلا دائی کو ایک مہینے کیواسطے نوکر رکہا اور بعد مہینے کے اوسنے نوکری سے انکار کیا اور حالانکہ دوسری دائی نہین ملتی یا لڑکا
اوسسے نہایت ہلگیا ہو تو نوکری باقی رکہنے مین اوسپر جبر کیا جاویگا تاکہ صغیر تلف نہو ویستاجر الاب من ترضعہ عندہا لان الحضانۃ لہا والنفقۃ علیہ
اور دودہ پلانیوالی کو باپ نوکر کرکے صغیر کی ماکے پاس رکہے اسواسطے کہ حق پرورش ماکیواسطے ہے اور نفقہ دائی اور صغیر اور اوسکی ماکا باپ پر واجب ہے اور اگر صغیر
کی ما نہو تو جسکو حق حضانت پہنچتا ہو اوسکے پاس صغیر رہے ولا یلزم الظئر المکث عند الام مالم تشترط فی العقد اور لازم نہین دائی کا قیام کرنا ماکے
پاس جبتک اسکی شرط نہوئی ہو عقد اجارہ مین اسواسطے کہ دائی کو اختیار ہے کہ ماکی رضامندی سے صغیر کو اپنے گہر لیجاوے یا گہر مین نہ داخل ہو ڈیوڑہی مین دودہ
پلا جایا کرے اور اگر نوکری کیوقت دائی سے شرط کرلی ہو ماکے پاس رہنے کی تو اس صورت مین اوسکو رہنا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر لا یستاجر الاب
امہ لو منکوحۃ ولو من مال الصغیر خلافا للذخیرۃ والمجتبیٰ نوکر نکرے باپ صغیر کی ماکو اگر وہ منکوحہ ہو اگرچہ اوسکو صغیر کے مال سے نوکر رکہے ورنہ اپنے
مال سے بخلاف ذخیرہ اور مجتبے کے کہ اونمین مال صغیر سے نوکر رکہنا منکوحہ ماکا جائز رکہا ہے اور حموی نے برجندی سے نقل کیا ہے کہ فتوی اسی روایت پر ہے کہ مال صغیر
سے ماکو نوکر رکہنا دودہ پلانیکے واسطے جائز ہے طحطاوی نے کہا تو اب ذخیرہ اور مجتبے کا قول مفتی بہ ٹہرا کذا فی حاشیۃ المدنی او معتدۃ رجعی اگر صغیر کی ما منکوحہ
یا معتدہ رجعی ہو تو اوسکو نوکر نرکہے وجاز فی البائن فی الاصح جوہرۃ کاستیجار منکوحۃ لولدہ من غیرہا اور صغیر کی ماکو طلاق بائن مین نوکر رکہنا
جائز ہے قول اصح مین یعنی [illegible] اوسکو طلاق بائن دی ہو اور وہ عدت مین ہو تو اوسکا نوکر رکہنا دودہ پلانیکے واسطے صحیح ہے کذا فی الجوہرہ جیسے نوکر رکہنا
منکوحہ کا اوس ولد [illegible] جائز ہے جو اوس منکوحہ کے پیٹ سے نہین چنانچہ زید کا لڑکا ہے حلیمہ سے اور اوسکی دوسری زوجہ کریمہ ہے تو کریمہ کو نوکر رکہنا
حلیمہ کے لڑکیکے واسطے درست ہے اسواسطے کہ کریمہ کو اوسکا دودہ پلانا واجب نہین جو نوکری نہ درست ہو وہی احق بارضاع ولدہا بعد العدۃ اذا لم تطلب
زیادۃ علی ما تاخذ الاجنبیۃ ولو دون المثل بل الاجنبیۃ المتبرعۃ احق منہا زیلعی ای فی الارضاع اور ما زیادہ تر سزاوار ہے اپنے ولد کے دودہ پلانیکی
نوکری مین بعد گذر جانے عدت کے بشرطیکہ ما زیادہ نہ مانگتی ہو اوس اجرت سے جسکو اجنبی عورت پاتی ہو اگرچہ وہ اجرت مثل سے کم پاتی ہو اور ما اجرت مثل مانگتی ہو بلکہ
اجنبیہ مفت دودہ پلانیوالی زیادہ تر سزاوار ہے دودہ پلانیمین اوس ماسے جو بدون اجرت کے نہین پلاتی کذا فی شرح الزیلعی اما اجرۃ الحضانۃ فللام کما مر
اور پرورش کی اجرت تو ماہی پاویگی چنانچہ باب الحضانۃ مین مذکور ہوچکا یعنے اگر باپ نے صغیر کے دودہ پلانیکے واسطے کسی عورت کو نوکر رکہا تو مطلقہ ماکا حق پرورش
ہنوز باقی ہے ساقط نہین اوسکی اجرت وہی پاویگی وللرضیع النفقۃ والکسوۃ اور باپ پر لازم ہے شیرخوار کیواسطے نفقہ اور پوشاک دینا اسواسطے کہ فقط دودہ صغیر کو
کفایت نہین کرتا بلکہ چٹانیکے واسطے اور چیز کی بھی حاجت ہوتی ہے جیسے کہیر یا کہچڑی مثلا تو قاضی اسکو بھی مقرر کردے سوا اجرت رضاعت اور اجرت حضانت کے

کذا فی حاشیۃ الحموی ولا ام اخذ الاجر لارضاع بلا عقد اجارۃ اور مطلقہ ماکیواسطے اجرت دودھ پلانیکی ثابت ہے بدون عقد اجارہ کے یعنی جب دو سال کی مدت کے اندر
صغیر کو ماں دودھ پلاویگی تو باپ پر اجرت دینا لازم ہوگا اگرچہ باپ نے اوسکو نوکر نہ کہا ہو تو یہ مسئلہ مستثنی ہے اوس قاعدہ فقہیہ سے کہ اجرت لازم نہیں ہوتی بدون عقد کے
وحکم الصلح کالاستیجار اور حکم صلح کا مانند حکم استیجار کے ہے یعنی صلح نوکری کی برابر ہے احکام مذکورہ مین تو اگر ماں نے باپ سے مصالحہ کرلیا ہو کہ اتنے درم مزدوری سے
مین لیا کرونگی اور دودھ پلاؤنگی تو اگر ماں منکوحہ یا معتدہ رجعی ہے تو صلح جائز نہیں جیسے نوکری جائز نہیں اور اگر تین طلاق یا بائن کی عدت مین صلح کی تو بموجب
روایت جوہرہ کے جائز ہے اور اگر بعد عدت کے صلح کی تو بالاتفاق جائز ہے جیسے نوکری جائز ہے کذا فی حاشیۃ الحموی وفی کل موضع جاز الاستیجار ووجبت النفقۃ
لا تسقط بموت الزوج بل تکون اسوۃ للغرماء لانھا اجرۃ لا نفقۃ اور جس جگہ زوجہ یعنی صغیر کی ماں کو نوکری کرنا جائز ہے اور نفقہ اوسکو واسطے
واجب ہے تو اوسکے دودھ پلانیکی اجرت ساقط نہیں ہوتی زوج کے مرنیسے یعنی صغیر کے باپ کے مرنیسے بلکہ ماں صغیر کی برابر ہوگی سب دَین والون کے یعنی جیسے اور
قرض والون کو میت کے مال سے حصہ ملیگا ویسے ہی صغیر کی ماں کو بھی ملیگا اسواسطے کہ یہہ اجرت ہے نہ نفقہ جو زوج کی موت سے ساقط ہو جاوے وتجب علی الموسر ولو
صغیرا انفاق الفطرۃ علی الارجح اور نفقہ اصول کا واجب ہے ایسے ولد مقدور والے پر جسپر صدقہ فطر واجب ہے بنابر قول ارجح کے یعنی جو مالک ہو ایسے نصاب کا
کہ فاضل ہے حوائج اصلیہ سے اگرچہ نامی نہو اور یہہ قول ابو یوسف کا ہے اور یہی مختار ہے صاحب ہدایہ کا اور اسی پر فتوی ہے اور بعضون نے کہا کہ وجوب نفقہ اصول
مین نصاب زکوۃ کا مالک ہونا مشروط ہے اجناس مین کہا کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی حاشیۃ الحموی ورجح الزیلعی والکمال انفاق فاضل کسبہ اور ترجیح دی
زیلعی اور کمال الدین نے فتح القدیر مین نفقہ دینی اصول مین ولد کے فاضل کسب سے م نہر الفائق مین فتح القدیر سے منقول ہے کہ اگر بیٹا پیشہ ور ہو تو وہان
امام محمد کا قول معتبر ہے یعنی جو اوسکی اور اوسکی عیال کے خرچ سے باقی بچے وہ اصول پر خرچ کرے مثلا بیٹا ہر روز جیسے کماتا ہو اور چار پیسے مین اوسکی عیال کا
خرچ ہو جاتا ہو اور دو پیسے بچتے ہون تو اوسپر واجب ہے کہ دو پیسے اپنے والدین کو دے صاحب نہر نے کہا کہ اسی قول عجز کا ذکر نا واجب ہے اور یہی لائق فتوی
کے ہے کذا فی حاشیۃ الحموی وفی الخلاصۃ المختار ان الکسوب یدخل ابویہ فی نفقتہ اور خلاصہ مین ہے کہ قول مختار یہہ ہے کہ بیٹا کمائی والا اپنے
ماں باپ کو اپنے خرچ مین داخل اور شریک کرلے خواہ اوسکی کمائی اوسکے خرچ سے فاضل ہو یا نہو فتح القدیر مین ہے کہ حق تعالے نے والدین کافرین کے حق مین فرمایا ہے
وصاحبھما فی الدنیا معروفا یعنی والدین کے ساتھ دنیا مین بسر کر تو خود کھانا اور والدین کو بھوکا ننگا چھوڑنا احسان اور نیکی کے خلاف ہے وفی المبتغی
للفقیر ان یسرق من مال ابنہ الموسر ما یکفیہ ان ابی ولا قاضی ثمۃ ولا اثم اور مبتغی مین ہے کہ محتاج باپ کو جائز ہے اپنے مقدور والے بیٹے کے
مال سے چورا لینا بقدر کفایت کے جس صورت مین کہ بیٹا نہ دیتا ہو اور وہان قاضی نہو اور اس چوری مین اوسپر کچھہ گناہ نہین اور اگر وہان قاضی ہو تو چوری کرنا درست
نہین قاضی سے نالش کرے وہ نفقہ دلا دیگا کذا فی حاشیۃ الحموی عن البحر النفقۃ لاصولہ ولو ابا امہ ذخیرۃ الفقراء ولو قادرین علی الکسب مقدور والے
ولد پر اپنے اصول محتاجین کا نفقہ واجب ہے اگرچہ اصل نانا ہو کذا فی الذخیرہ اور اگرچہ اصول محتاجین کسب پر قادر ہون م اصول سے مراد ماں اور باپ اور دادا دادی
اور نانا نانی لیکن پوتے پر دادا کا نفقہ اوسوقت فرض ہوگا جب باپ مرگیا ہو یا محتاج ہو اور نانا کا بھی نفقہ اوس صورت مین نانی پر واجب ہوگا جب ماں نہو یا محتاج ہو
اور اصول کے وجوب نفقہ مین عدم قدرت کسب کی شرط نہین بلکہ والدین اگر کسب پر قادر بھی ہون تو بھی ولد مالدار پر اونکا نفقہ واجب ہے اسواسطے کہ احسان اور نیکوکاری
سے بعید ہے کہ باوجود مقدور کے اونکو کسب کی مشقت مین ڈالے والقول لمنکر الیسار والبینۃ لمدعیہ اور قول معتبر ہے مقدور کے منکر کا اور گواہ مقبول ہین
مقدور کے مدعی کے یعنی اگر باپ دعوی کرتا ہو کہ بیٹا مقدور والا ہے اور بیٹا منکر ہو مقدور کا تو بیٹے کا قول معتمد ہوگا اور اگر بیٹا دعوی کرتا ہو کہ باپ مقدور والا ہے جسمین
اسکا نفقہ واجب نہین اور باپ اپنی مقدور کا منکر ہو تو باپ ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر ایک نے اپنے دعوی کے گواہ گذرانے ہون یعنی مدعی نے تو گواہون سے ثابت کردیا اور
منکر بھی گواہ دے تو جو مدعی ہوگا مقدور کا اوسکے گواہ مقبول ہونگے نہ منکر کے بالتسویۃ بین الابن والبنت وقیل کالارث وبہ قال الشافعی نفقہ اصول کا
اولاد پر برابر واجب ہے بیٹے اور بیٹی مین کچھہ فرق نہین تو اگر محتاج باپ کے بیٹی اور بیٹا ہو تو آدھا نفقہ اوسپر واجب ہے اور آدھا اوسپر یہی قول حق ہے اور اسی پر
فتوی ہے کذا فی فتح القدیر والخلاصہ اسواسطے کہ علت وجوب نفقہ ولادت ہے سو دونون برابر ہین اور قول ضعیف یہہ ہے کہ بطور ارث واجب ہے تو بیٹا دو حصہ دے

اور بیٹی ایک حصہ اور یہی قول ہے امام شافعی کا شمس الائمہ نے کہا کہ نفقہ اصول کا اولاد پر برابر ہے اگر مقدور ہین کم تفاوت ہو اور اگر ایک نہایت زیادہ مقدور والا
ہو اور دوسرا کم مقدور ہو تو قدر نفقہ مین بھی تفاوت لازم ہو کذا فی العالمگیریہ عن الذخیرہ والمعتبر فیہ القرب والجزئیۃ فلو لہ بنت وابن ابن او
بنت بنت واخ النفقۃ علی البنت او بنتہا لانہ لا یعتبر الارث الا اذا استویا کجد وابن ابن فکارثیہما الا المرجح کوالد وولد فعلی
ولدہ لترجحہ بانت ومالک لابیک اور نفقہ ولادت کے وجوب مین معتبر ہے قرب اور جزئیت تو اگر دو شخصون مین جزئیت پائی جاوے اور ایک زیادہ
قریب ہو دوسرے سے تو اقرب ہی پر نفقہ واجب ہوگا بلا اعتبار ارث نہ ابعد پر سو اگر ایک شخص کے بیٹی ہو اور پوتا یا ناتی ہو اور بھائی تو نفقہ اوسکا پہلی صورتین
بیٹی پر واجب ہوگا نہ پوتی پر اور دوسری صورتین ناتی پر واجب ہوگا نہ بھائی پر اسواسطے کہ یہان ارث معتبر نہین ہان مگر ارث وہان معتبر ہے جب قرب مین دونو
برابر ہون جیسے دادا اور پوتا یعنی ایک محتاج کا دادا اور پوتا ہو تو اوسکا نفقہ دونو پر بقدر اونکی ارث کے ہوگا یعنی سدس دادا پر اور باقی پوتے پر اسلیے
کہ دونو سے قرابت بیک واسطہ برابر ہے تو یہان ترجیح نہو گی مگر بجہت ارث کے اور بصورت تساوی قرابت کے ارث معتبر ہے مگر کسی مرجح کی جہت سے تساوی قرابت
اور ارث بھی ساقط الاعتبار ہے چنانچہ ایک محتاج کا باپ اور بیٹا مالدار ہون تو اوسکا نفقہ ولد پر ہوگا نہ باپ پر حالانکہ قرابت دونکی بلا واسطہ برابر ہے اور اگر
ارث کا یہان اعتبار ہوتا تو سدس نفقہ باپ پر ہوتا اور باقی ولد پر بااین ہمہ رجحان وجوب ولد ہی پر ہوا بمقتضای اس حدیث شریف کے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا
کا ہے تو ولد کے مال کو باپ کا مال قرار دینا یہی وجہ ترجیح وجوب انفاق کی ہوئی اور یہہ نہین فرمایا کہ باپ کا مال بیٹے کا ہے ہم بھائی اور باپ اور دادا کا ذکر
شارح کا ان مثالونمین اور آئندہ مثالون مین بھی مجمل ہو گیا اسواسطے کہ گفتگو یہان ہے وجوب نفقہ اصول کی فروع پر کذا فی حاشیۃ الدر فی وفی الخانیۃ
لہ ام واب اب فکارثیہما اور خانیہ مین ہے کہ ایک محتاج کی ماں ہے اور دادا تو اوسکا نفقہ بقدر اونکی ارث کے ہے جیسا کہ اوپر ترجمہ مین اوسکی مثال گذری
اسواسطے کہ ماں کو ترجیح ہے بسبب قرب کے اور دادا کو ترجیح ہے بسبب قوت نسب کے لہذا ارث کا اعتبار ٹھہرا وفی القنیۃ لہ ام واب ام فعلی الام اور قنیہ مین ہے
کہ ایک محتاج کی ماں ہے اور نانا تو اوسکا نفقہ ماں پر ہوگا اسواسطے کہ نانا دادا سے کمتر ہے لہذا ماں کو ترجیح ہوئی بخلاف پہلی صورت کے ولو لہ عم واب ام فعلی
اب الام اور اگر محتاج کا چچا ہے اور نانا تو اوسکا نفقہ نانا پر ہے بسبب ترجیح جزئیت کے اور ارث کا یہان اعتبار نہین اگرچہ وارث چچا ہے نہ نانا واستشکل
فی البحر بقولہم لہ ام وعم فکارثیہما اور بحر الرائق مین فقہا کے اس قول کو مشکل جانا ہے کہ ایک محتاج کے ماں ہے اور چچا تو اسکا نفقہ دونو پر بقدر انکے
ارث کے ہے یعنی ایک ثلث ماں پر اور دو ثلث چچا پر وجہ اشکال کی یہہ ہے کہ وجوب نفقہ مین ماں مقدم تھی بسبب جزئیت کے پہر ارث کی اعتبار کرنیکی کیا وجہ قال ولو لہ ام و
عم واب ام ہل یلزم الام فقط ام کالارث احتمالان کہا صاحب بحر نے کہ اگر ایک شخص کے ماں ہو اور چچا اور نانا تو آیا نفقہ فقط ماں ہی کو لازم ہوگا یا بانداز ارث کے
ہوگا یہان دونو کا احتمال ہے ہم شیخ حموی محشی نے کہا کہ اصل اشکال صاحب قنیہ کا ہے صاحب بحر نے اسکی پیروی کی ہے اور حقیقت الحال یہہ ہے کہ یہان دو روایتین ہین
ایک قوی اور دوسری ضعیف قوی یہہ ہے کہ ترجیح قرب اور جزئیت کو ہے اور ضعیف یہہ ہے کہ ارث معتبر ہے صاحب قنیہ نے دونو روایتون کو ذکر کیا اور ایک کو دوسری
متناقض جانکر اشکال پیدا کیا حالانکہ ضعیف روایت ہرگز قوی سے معارضہ کے لائق نہین تو مسئلہ سابقہ مین یعنی جسکو صاحب بحر نے مشکل جانا ہے اور اس مسئلہ مین
جسمین صاحب بحر کو احتمال اور تردد ہے بموجب روایت قوی کے یہہ حکم ہے کہ ماں پر نفقہ واجب ہے نہ چچا پر واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الدر فی ملخصا وتجب ایضا لکل ذی
رحم محرم صغیر او انثی مطلقا ولو کانت الانثی بالغۃ صحیحۃ اور بھی واجب ہے نفقہ ہر قرابت والے محرم کا صغیر ہو یا انثی مطلقا اگرچہ انثی تندرست
ہو ہم وجوب نفقہ کا مسبب قرابت ہے ساتھہ محرمیت کے تو چچا کے بیٹے کا نفقہ واجب نہین اسواسطے کہ وہ اگرچہ قریب ہے لیکن محرم نہین اور رضاعی بھائی بہن کا نفقہ
واجب نہین اگرچہ وہ محرم ہین لیکن قرابت نسبی نہین محرم سے مراد وہ ہے کہ جسکو ساتھہ نکاح نہ جائز ہو بجہت قرابت کے اور صغیر کی قید سے بالغ نکل گیا اور محرم
قرابت مین خالہ عمہ بہن بھانجی بھتیجی داخل ہین انکا نفقہ واجب ہے صغیر ہون یا بالغہ تندرست ہون یا بیمار بشرطیکہ محتاج ہون اور غیر منکوحہ اسواسطے کہ منکوحات کا
نفقہ اونکی ازواج پر فرض ہے او کان الذکر بالغا لکن عاجزا عن الکسب بنحو زمانۃ کعمی وعتہ وفلج یا ایسا قریب محرم کا نفقہ واجب ہے جو مرد بالغ ہو لیکن
کسب سے عاجز ہے بسبب مرض دائمی بیماری کے جیسے لولا ہونا اور اندھا ہونا اور ناقص الفہم ہونا اور فالج ہونا زاد فی الملتقی والمختار او لا یحسن الکسب لحرفۃ

اولکونہ من ذوی البیوتات اوکطالب علم زیادہ کیا ہو ملتقی اور مختار مین یا بالغ نحوی پیشہ نکر سکتا ہو بسبب دو حماقت کے یا عمدہ خاندان ہو یا طالب علم ہو تو اونکا نفقہ بھی واجب ہی اور شرط وجوب نفقہ عمدہ خاندان اور طالب علم کے نفقہ ولد کبیر مین عنقریب مذکور ہو چکی فقیر احال من المجموع بحیث تحل لہ الصدقۃ ولو لہ منزل وخادم علی الصواب بدایع لفظ فقیر حال ہی جمیع محارم مذکورین سے یعنی صغیر اور انثی اور مرد عاجز جب کہ ایسے محتاج ہون کہ اونکو صدقہ لینا حلال ہو تب اونکا نفقہ واجب ہے اگرچہ اونکی ملک مین مکان ہو رہنے کا اور خادم ہو خدمت کیواسطے بنا بر قول درست کے کذا فی البدایہ اسواسطے کہ رہنے کا مکان اور خدمت کا خادم حاجت اصلی سے فاضل نہین تو اوسکا وجود بجای عدم ہی بقدر الارث لقولہ تعالی وعلی الوارث مثل ذلک ولذا یجبر علیہ محارم نسبیہ کا نفقہ واجب ہے بقدر ارث کے بدلیل قول حق تعالی کے کہ وارث پر ہی مثل اسکے یعنی جنکا نفقہ مورث پر واجب ہو تو مورث کے بعد وارثون پر ویسا ہی نفقہ واجب ہو تو اس آیۃ شریفہ مین حکم مرتب ہوا وارثیت کے وصف پر تو معلوم ہوا کہ وجوب نفقہ کی علت ارث ہی تو موافق ارث کے نفقہ واجب ہوگا سو اگر یہ فقیر غنی ہوتا اور مرجاتا مال چھوڑکر تو اوسکا قریب کتنی وراثت پاتا سو اگر اوسکے کل مال کا وارث ہوتا تو اوس فقیر کا کل نفقہ اوس قریب پر واجب ہوگا اور اگر بعض کا وارث ہوتا تو اسیقدر اوس پر نفقہ بھی واجب ہوگا اسواسطے کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ الغرم بالغنم یعنی تاوان بعوض فائدہ کے ہوتا ہے [illegible] قریب پر نفقہ رسانی مین یعنی اگر نفقہ اپنے قریب محرم کو نہ دیگا تو قاضی زبردستی اوسپر [illegible] بسبب [illegible] کذا فی البحر وحاشیۃ الحموی [illegible] علی اعتبار الارث بقولہ فنفقۃ من ای فقیر لہ اخوات متفرقات موسرات علیہن اخماسا اس تفریع [illegible] اس قول سے کہ نفقہ اوس فقیر کا جسکی چند قسم کی مالدار بہنین ہین بحساب پانچ حصون کے اونپر واجب ہی یعنی اگر اوسکی تین بہنین ہین ایک سگی اور دوسری سوتیلی اور تیسری ماں جائی تو تین خمس نفقہ سگی بہن پر ہے اور ایک خمس سوتیلی پر اور ایک خمس مادری بہن پر اسواسطے کہ ان بہنون کے ارث بھی اسی حساب سے ہے یعنی اگر انکا بھائی مرتا تو اوسکا نصف مال سگی بہن وارث ہوتی اور ششم حصہ کی سوتیلی بہن وارث ہوتی بنا بر تکمیل ثلثین کے اور مادری بہن بھی ششم حصہ کی وارث ہوتی تو اصل مسئلہ چھہ سے ہے کہ ہر ایک چونکہ ایک سہم زیادہ ہوتا تھا لہذا اوسکو پانچ حصون کیطرف پھیرا ولو اخوۃ متفرقون فسدس علی الاخ لام والباقی علی الشقیق کارثہ اور اگر اوس فقیر کے چند قسم کے بھائی مالدار ہون تو اوسکو نفقہ کا ششم حصہ مادری بھائی پر واجب ہے اور باقی سگے بھائی پر مانند ارث اس فقیر کے یعنی اگر فقیر بھائی مالدار ہوتا اور مرجاتا تو اوسکا مادری بھائی ششم حصہ اوسکے مال سے پاتا اور باقی مال سگا بھائی بسبب عصبہ ہونیکے لیتا اور سوتیلا بھائی محجوب ہوتا لہذا سوتیلے بھائی پر نفقہ بھی واجب نہین اور سگے اور مادری بھائی پر بقدر انکی ارث کے نفقہ واجب ہوا وکذا لو کان معہن او معہم ابن معسر لانہ یجعل کالمیت لیصیروا ورثۃ اور اسیطرح حکم بحال رہیگا اگر متفرق بہنون کے ساتھ یا متفرق بھائیون کے ساتھ فقیر کا مفلس بیٹا ہو اسواسطے کہ وہ بسبب افلاس کے میت کی مانند قرار دیا جاویگا تاکہ بہنین یا بھائی اوسکو وارث ہوجاوین اور بموجب ارث کے اونپر نفقہ اوسکا واجب ہو اور اگر اوسکو زندہ قرار دیجو تو بھائی اور بہنین اوسکی موجودگی میں وارث نہونگے پھر نفقہ اوس فقیر کا کسپر واجب ہو ولو کان مکانہ بنت فنفقۃ الاب علی الاشقاء فقط لارثہم معہا اور اگر بجای ولد کے بیٹی ہو فقیر کی تو اوسکے باپ کا نفقہ سگے بھائی یا سگی بہنون پر ہوگا فقط نہ کسی اور بھائی بہن پر اسواسطے کہ سگی بھائی بہن وارث ہوتے ہین میت کے بیٹی کے ساتھ اسواسطے کہ مادری بہن بیٹی کے سبب سے محجوب ہے اور سوتیلی بہن سگی بہن کی جہت سے محجوب ہے اسواسطے کہ سگی بہن بیٹی کے ساتھ ملکر عصبہ ہوجاتی ہی تو وراثت بیٹی اور سگی بہن مین نصفا نصف ہے لیکن چونکہ بیٹی بسبب افلاس کے کالمیت ہی لہذا تمام نفقہ سگی بہن پر واجب ہوگا اور اگر فقیر کی بیٹی اور بھائی متفرق ہون تو مادری بھائی بیٹی کی جہت سے محجوب ہے اور سوتیلا بھائی سگی بہن کے سبب سے ساقط ہی لہذا تمام نفقہ سگے بھائی پر واجب ہوگا وعندالتعدد یعتبر المعسرون احیاء فیما یلزم الموسرین ثم یلزمہم الکل کذی ام واخوات متفرقات والام والشقیقۃ موسرتان فالنفقۃ علیہما ارباعا اور جب چند اشخاص مالدار اور مفلس ہون تو مفلسون کو زندہ اعتبار کیا جاوے جو مالدارون کے لزوم مین یعنی مفلسون کا زندہ اعتبار کرنیکا یہہ فائدہ ہوتا کہ ظاہر ہوجاوے کہ ہر مالدار پر کسقدر نفقہ لازم ہی پھر بعد دریافت قدر لزوم کے نفقہ اوسکا فقط مالدارون ہی پر لازم ہوگا تمام وکمال چنانچہ ایک فقیر عاجز کی ما اور متفرق بہنین ہین اور مال انکی ماں اور سگی بہن کو مسقدر ہو اور سوتیلی اور مادری بہن دونو مفلس ہین تو نفقہ اوسکا ما اور سگی بہن پر لازم ہوگا چار حصہ ہوکر چہارم ما پر اور تین ربع سگی بہن پر تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ ایک مرد ما اور تین متفرق بہنین چھوڑکر مرگیا تو وارث اوسکی یون ہے کہ

ماں کا چھٹا حصہ اور سگی بہن کا آدھا اور سوتیلی بہن کا ششم حصہ اور مادری بہن کا بھی ششم حصہ تو تقسیم اسکی چھ سہم سے ہے ایک سہم ماں کا اور تین سہم سگی بہن کے اور ایک ایک سہم سوتیلی اور مادری بہن کا لیکن چونکہ سوتیلی اور مادری بہنیں مفلس تہیں انکو بعد دریافت کرنے سہم وارثین کے میت قرار دیا تو انکے دو سہم ساقط ہو گئے باقی ہو چار سہم لہذا یہہ حکم ہوا کہ ماں پر ربع نفقہ واجب ہوا اور سگی بہن پر تین ربع سو یہہ مطلب ہے شارح کے اس قول کا کہ بعد دریافت کرنے مقدار سہم کے کل نفقہ ان وارثوں پہ لازم ہوگا والمعتبر فیہ ای فی الرحم المحرم اھلیۃ الارث لا حقیقتہ اذ لا یتحقق الا بعد الموت اور معتبر قرابت محرم مین ارث کی لیاقت ہونی ہے یعنے کہ وہ وارث ہونا ہو محرم محض نہ یہ کہ حقیقت ارث معتبر ہے اسواسطے کہ حقیقت ارث ثابت نہیں ہوتی مگر بعد موت کے فنفقۃ من لہ خال وابن عم علی الخال لانہ محرم سو نفقہ اوس فقیر عاجز کا جسکا ایک ماموں ہو اور چچا کا بیٹا ماموں پر ہے اسواسطے کہ وہ محرم ہے بخلاف چچا کے بیٹے کے کہ ہر چند وارث بالفعل فقیر کا وہی ہے نہ ماموں لیکن مدار وجوب نفقہ کا محرم ہونے پر ہے نہ محض وراثت پر دونواسطے تعتبر فی المحرمیۃ فعم وخال یجب الوارث للحال مالم یکن معسرا فیجعل کالمیت اور اگر دو شخص محرمیت مین برابر ہوں جیسے چچا اور ماموں تو ترجیح دیجاویگی وارث فی الحال کو یعنی چچا کو تاوقتیکہ وارث فی الحال مفلس نہو اور اگر وارث فی الحال مفلس ہوگا تو وہ میت کے شمار مین ہوگا تو اب نفقہ ماموں پر واجب ہوگا نہ مفلس چچا پر وفی القنیۃ یجبر الابعد اذا غاب الاقرب اور قنیہ مین ہے کہ محرم ابعد پر جبر کیا جاوے نفقہ دینے مین جب کہ محرم اقرب حاضر نہو صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک فقیر کا سگا بھائی ہے اور دوسرا سوتیلا اور سگا بھائی کہیں چلا گیا تو حاکم سوتیلا بھائی سے زبردستی نفقہ دلاویگا پھر جب سگا بھائی آوے تو جسقدر دیا ہے اوتنا اوس سے بھر لے کذا فی حاشیۃ المدنی عن القنیۃ وفی السراج معسر لہ زوجۃ ولہ اخ موسر یجبر اخوھا علی نفقتہا ویرجع بہ علی الزوج اذا ایسر انتہی اور سراج مین ہے کہ ایک مفلس کے زوجہ ہے اور اوس زوجہ کا ایک بھائی ہے مالدار تو جبر اوس سے اوسکی بہن کا نفقہ دلایا جاوے اور جب اوسکا زوج مقدور والا ہو تو اوس سے پھیر لے انتہی کلامہ وفیہ النفقۃ انما ھی علی من تحتہ کاملۃ ولذا قال القہستانی قولہ وابن العم فیہ نظر لانہ لیس بمحرم والکلام فی ذی الرحم المحرم فافھم اور سراج مین یہہ ہے کہ وجوب نفقہ کا تو اوسی پر منحصر ہے جسکی قرابت کامل ہے یعنی قرابت با محرمیت اور اسیواسطے قہستانی نے کہا کہ فقہا کے اس قول مین کہ نفقہ ماموں پر ہے نہ چچا کے بیٹے پر اسمین اعتراض ہے اسواسطے کہ چچا کا بیٹا محرم نہیں اور بیان گفتگو ہے قریب محرم کی ترجیح مین سو اسکو سمجھ لے یعنی جب چچا کا بیٹا محرم نہوا تو اوسکو ماموں کے ساتھ ذکر کرنا مناسب نہیں ولا نفقۃ بواجبۃ مع الاختلاف دینا الا للزوجۃ والاصول والفروع علوا وسفلوا اور نفقہ واجب نہیں ساتھ اختلاف دین کے مگر زوجہ اور اصول اور فروع کا البتہ باوجود اختلاف دینی کے بھی واجب ہے عالی ہوں اصول چنانچہ باپ دادا پردادا یا سافل ہوں فروع چنانچہ بیٹا پوتا پڑپوتا یعنی کافر کا نفقہ مسلم پر واجب نہیں اور نہ مسلم کا کافر پر اسواسطے کہ مدار وجوب نفقہ کا بموجب نص قرآنی کے وراثت پر ہے اور حالانکہ مسلم اور کافر مین وراثت نہیں بخلاف زوجہ اور اصول اور فروع کے کہ زوجہ مین وجوب نفقہ کی علت احتباس ہے اور اصول اور فروع مین وجوب نفقہ کی علت جزئیت ہے اور حالانکہ احتباس اور جزئیت مین بسبب اختلاف دین کے اختلاف نہیں ہوتا قہستانی وغیرہ نے کہا کہ جب اختلاف دین عدم وجوب نفقہ کی علت ٹھہری تو محرم سُنّی کا نفقہ شیعی مالدار پر اور شیعی کا سنی مالدار پر ضرور لازم ہوگا البتہ بلکہ تفضیلیہ شیعہ مراد اگر یعنی شیعہ ہو یعنی اصحاب کبار علی الخصوص شیخین پر تبرا کرتا ہو تو وہ مرتد ہے اگر اوسکا تبرا ثابت ہے تو حاکم اسکو قتل کرے کذا فی حاشیۃ المدنی فلذمیین لا لحربیین ولو مستامنین ان اصول و فروع کا نفقہ واجب ہے جو کافر ذمی ہیں نہ حربی اگرچہ حربی مستامن ہوں اور اصول اور فروع حربیوں کا نفقہ اسواسطے واجب نہیں کہ انکے ساتھ احسان کرنا اہل اسلام کو جائز نہیں لانقطاع الارث لا لاختلاف دین مین نفقہ واجب نہیں بسبب انقطاع ارث کے سلم یہہ تعلیل ہے نفقہ اختلاف دینی کی تو اسکا بلا فاصلہ ذکر کرنا وہیں مناسب تھا یعنی یوں کہنا تھا کہ لا نفقۃ مع الاختلاف دینا لانقطاع الارث کذا فی حاشیۃ الحلبی والمدنی بیع الاب لانہ لہ ولایۃ التصرف لا الام ولا بقیۃ اقاربہ ولا القاضی اجماعا عرض ابنہ الکبیر الغائب لا الحاضر بیچے باپ اپنے بالغ غائب ولد کا مال منقول نہ ولد حاضر کا اور ماں اور باقی اقارب اور قاضی اسکا مال نہ بیچیں باجماع امام اور صاحبین کے باپ کو بیچنا اسواسطے جائز ہوا کہ اوسکو ولایت ہے تصرف کی نہ غیر کو لا عقارہ فبیع عقار صغیر ومجنون اتفاقا نہ بیچے اوسکے عقار کو یعنی مال غیر منقول کو جیسے زمین اور باغ سو جب فقط عقار بالغ کا بیچنا نہ جائز ہوا تو معلوم ہوا کہ صغیر اور مجنون ولد کے عقار کو بیچنا لا اتفاق للنفقۃ

ولزوجته ولاطفاله كما في النهر بحثاً بقدر حاجته لا فوقها ولد غائب کے مال منقول کو باپ بیچے اپنے نفقہ کیواسطے اور ولد غائب کی زوجہ اور اوسکی اطفال کے
نفقہ کیواسطے کذا فی البحر بحثاً یعنی بقدر حاجت بیچے نہ حاجت سے زیادہ م شیخ رحمتی نے کہا کہ یہہ بھی احتمال ہے کہ مرجع ضمیر کا باپ ہو [illegible] یعنی باپ اپنے نفقہ
اور اپنی زوجہ اور اپنی اطفال کے نفقہ کیواسطے اوسکے مال منقول کو بیچ لے اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا ہے کہ محتاج باپ کی زوجہ اور اوسکی اطفال کا نفقہ [illegible]
ولد پر واجب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا في دين له عليه سواها لمخالفة دين النفقة لسائر الديون اور نہ بیچے باپ اپنے ولد غائب کے مال کو اپنے قرض میں جو
اوسپر ہے سوا نفقہ کے بسبب مخالف ہونے دین نفقہ کے باقی دیون سے یعنی اور دیون میں بیچنا درست نہیں اسواسطے کہ یہہ قضا علی الغائب ہے بخلاف دین نفقہ کے
کہ وہ واجب ہو چکا ہے قبل قضا کے سو قاضی کا اب حکم دینا اسطرح ہے کہ امانت ہو وجوب سابق کی نہ قضا علی الغائب کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر وضمن قضاءً
لا ديانةً مودع الابن كما يضمن لو انفق الوديعة على ابويه وزوجته واطفاله بغير امر مالك او قاض ان كان ثمة قاض والا لا ضمان استحساناً
تاوان دیگا قضاءً نہ دیانۃً امانت دار ولد کا چنانچہ اوسکا مدیون تاوان دیگا اگر ودیعت کو خرج کریگا ولد غائب کے ماں باپ اور زوجہ اور اطفال پر بدون حکم
مالک یا قاضی کے اگر قاضی وہاں ہو اور اگر قاضی وہاں نہو گا اور امانت دار غائب کی عیال پر امانت کو صرف کریگا تو اوسپر تاوان نہیں بدلیل استحسان کے
وجہ استحسان کی یہہ ہے کہ اوسنے مال مستحق کو دیا تو وہ مصلح ٹھہرا نہ مفسد كما لا رجوع چنانچہ امانت دار کو پھیر لینا جائز نہیں بعد تاوان دینے کے اسواسطے
کہ بعد تاوان دینے کے امانت دار مالک ہوا نفقہ مدفوعہ کا تو اب وہ محسن ٹھہرا اپنا مال مملوک دیکر کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر وكما لو [illegible] في
المدفوع اليه لانه وصل اليه عين حقه اور اسیطرح پھیر لینا جائز نہیں امانت دار کو اگر ظاہر ہو وارث غائب کی اوسی شخص میں جسکو اوسنے نفقہ
دیا اسواسطے کہ اوسکو بعینہ اوسکا حق پہنچ گیا مثلاً زید نے کچھ امانت رکھی خالد کے پاس پھر زید سفر کو گیا اور مر گیا اور خالد نے وہ امانت زید کے وارث پر صرف کی
اور حالانکہ سوا اوس وارث کے زید کا کوئی وارث نہیں تو اب خالد اوس امانۃ کو وارث سے نہیں پھیر سکتا ولا يبرئان لو انفقا ما عندهما للغائب من ماله
على انفسهما وهو من جنسه اى جنس النفقة لا يضمنان لوجوب نفقة الولاد والزوجية قبل القضاء حتى لو ظفرا بجنس حقهما لهما
اخذه ولذا فرضت في مال الغائب بخلاف بقية الاقارب اور ماں باپ اگر [illegible] غائب ولد کے اوس مال کو جو انکے پاس ہے اپنے اوپر خرچ کر لیں اور
وہ مال از قسم نفقہ ہو یعنی اناج اور کپڑا ہو تو وہ تاوان نہ دینگے بسبب واجب ہونے نفقہ اصول اور فروع اور نفقہ زوجہ کے قبل حکم کرنے قاضی کے یہانتک
کہ اگر باپ یا ولد صغیر یا زوجہ غائب کا مال کہیں پا جاوے اور وہ مال از جنس نفقہ بھی ہو تو اوسکو لینا اوسکا جائز ہے بلا حکم قاضی اور بدون رضا ہے غائب کے
ولہذا مال غائب میں اونکا نفقہ مفروض ہے بخلاف باقی اقارب محارم کے کہ اونکو غائب کے مال سے لینا جائز نہیں بدون حکم قاضی یا بلا رضا ہے غائب کے
ولو قال الابن انفقته وانت موسر وكذبه الاب حكم الحال يوم الخصومة فلو معسراً فبينة الابن خلاصه اور اگر ولد غائب سفر سے آیا بعد نفقہ
لینے باپ کے اور اوسنے باپ سے کہا کہ تو نے نفقہ لیا اور حالانکہ تو مقدور والا تھا اور باپ نے اوسکی تکذیب کی تو باپ کا حال حکم کریگا خصومت کے دن یعنی اگر نزاع
اور خصومت کے دن اوسکا باپ مقدور والا ہو گا تو قول ولد کا مقبول ہو گا اور اگر اوس دن وہ محتاج ہو گا تو باپ کا قول معتبر ہو گا اور اگر دونو اپنے دعوے کے
گواہ گذرانیں تو ولد کے گواہ مقبول ہونگے کذا فی الخلاصہ اسواسطے کہ گواہ اثبات کے مقدم ہیں نفی کے قضى بنفقة غير الزوجة زاد الزيلعي
والصغير ومضت مدة شهر فاكثر سقطت لحصول الاستغناء فيما مضى دار القضا سے حکم ہو گیا زوجہ کے سوا اور اقارب کے نفقہ کا اور گذر گئی
ایک مہینہ یا زیادہ مدت بلا نفقہ تو گذشتہ مدت کا نفقہ ساقط ہو گیا بسبب حاصل ہونے استغنا کے زمان گذشتہ میں یعنی اقارب کا نفقہ واجب ہے واسطے دفع حاجت
کے سو جب مدت گذر گئی تو حاجت بھی نہ رہی اور زیلعی نے زوجہ کے ساتھ صغیر بھی زیادہ کیا ہے م زیلعی نے حاوی سے نقل کیا کہ نفقہ صغیر کا دین ہوتا ہے
قاضی کے حکم سے نہ غیر صغیر کا اسیلئے اور صاحب بحر اور نہر نے بھی اسکو مسلم رکھا ہے شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ یہہ غفلت ہے ان علما کی کہ مقید کو مطلق بیان
کرتے ہیں اسواسطے کہ ذخیرہ میں حاوی سے التصریح ثابت ہے کہ قضاے قاضی سے نفقہ ولد صغیر کا اوس شرط سے دین ہوتا ہے جب قاضی صغیر کی ماں کو نفقہ کیواسطے
قرض لینے کا حکم کرے اور بدون اس شرط کے محض حکم قاضی سے نفقہ صغیر کا ہرگز دین نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی ملخصاً واما ما دون الشهر فنفقة

الزوجة والصغير فتصير دينًا بالقضاء اور مہینہ سے کم مدت کا نفقہ محارم کا اور زوجہ اور صغیر کا نفقہ دین ہوجاتا ہو قاضی کے حکم سے ہم مہینہ کی مدت بل
ٹھہری اور اس سے کم مدت قصیر ہوئی اسواسطے کہ قاضی ہر مہینے مین نفقہ کا حکم دیتا ہو تو باعتبار عادت قضات کے طول اور قصر مذکور ہوا باقی گفتگو نفقۂ صغیر کی قول سابق
مین مذکور ہو چکی اور وہی حق ہے واللہ اعلم الا ان یستدین غیر الزوجة بامر قاض فلولم یستدن بالفعل فلا رجوع نفقہ اقارب کا مدت گذرنے
سے ساقط ہی مگر یہ کہ زوجہ کے سوا کوئی محرم قرض لے بحکم قاضی تو دین ہوجاویگا سو اگر بعد حکم قاضی کے محرم نے قرض بالفعل نہ لیا مثلا غیر کے صدقات سے
اپنی گذران کی تو اوسکو رجوع کرنیکا اختیار نہوگا بسبب عدم حاجت اور حصول کفایت کے بل فی الذخیرة لو اکل اطفاله من مسألة الناس فلا رجوع
لامهم بلکہ ذخیرہ مین ہو کہ اگر غائب کی اطفال نے لوگون سے سوال کر کے کھایا یا بعد حکم استدانت کے تو اونکی ماکو پھیر لینا نفقہ کا اونکے باپ سے جائز نہین اسواسطے
کہ حاجت دفع ہوگئی ولو اعطوا شيئا واستدانت شيئا او انفقته من مالها رجعت بما ازادت خانیہ اور اگر اطفال کو کچھ نفقہ بطریق
سوال ملا اور کچھ نفقہ اوسکی ماں نے قرض لیا بحکم قاضی یا اپنے مال سے خرچ کیا تو اونکے باپ سے پھیرلے جسقدر زیادہ ہو نفقہ سوال سے کذا فی الخانیہ وتنفق منها
عزاه فی البحر للمبسوط لكن نظر فيه فی النهر بانه لا اثر لانفاقه مما استدانه حتى لو استدان وانفق من غيره وفی ما استدانه لم
يسقط ايضا انتهى نفقہ محارم کا اوسوقت دین ہوتا ہی جب قاضی قرض لینے کا حکم کرے اور محرم اوسی مال مقروض سے صرف کرے بحر الرائق مین اس شرط
انفاق کو مبسوط کیطرف نسبت کیا ہی لیکن نہر الفائق مین اس شرط مین گفتگو کی ہی کہ مال مقروض سے صرف کرنیکا کچھ اثر نہین یہانتک کہ اگر محرم قرض لے اور
غیر قرض سے صرف کرے اور اوسکو قرض سے ادا کرے تو بھی نفقہ ساقط نہوگا انتہی کلامہ شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ غیر قرض دوحال سے خالی نہین کہ وہ محرم کا
مال ہے یا کسی اجنبی کا اگر اوسیکا مملوک ہی تو نفقہ ساقط ہوا بسبب دفع حاجت کے اور اگر غیر کا مال ہو تو اسی کا نام قرض ہی تو قرض سے صرف کرنا اوسپر
صادق آیا تو معلوم ہوا کہ اعتراض صاحب نہر کا محض بیجا ہی کذا فی حاشیة المدنی فلو مات الاب او من عليه النفقة بعدها ای الاستدانة المذكورة
فهی ای النفقة دين ثابت فی تركته فی الصحيح بحر ثم نقل عن البزازية تصحيح ما يخالفه ونقل المصنف عن الخلاصة قال ولو لا ان حجة
حتى مات لم تاخذها من تركته هو الصحيح انتهى ملخصا فليتامل سو اگر باپ مر گیا یا وہ شخص مر گیا جسپر نفقہ دینا واجب ہو بعد استدانت مذکورہ
تو وہ نفقہ دین ثابت ہوگا میت کے مال مین بقول صحیح کذا فی البحر عن الذخیرة پھر صاحب بحر نے اسکے مخالف بزازیہ سے تصحیح نقل کی یعنی نفقہ مذکورہ مال میت سے نہ
لیا جاویگا بقول صحیح اور مصنف نے منح الغفار مین خلاصہ سے نقل کیا یون بیان کر کے کہ اگر ماں نے صغیر کا نفقہ بحکم قاضی قرض لیا اور اوسکو اوسکے باپ سے نہ پھیر لیا
یہانتک کہ اوسکا باپ مر گیا تو باپ کے مال متروک سے نہ لے سکی گی یہی قول صحیح ہو انتہی قول المصنف ملخصا تو اس مقام مین تامل کرنا چاہئے ہم حلبی نے کہا کہ
یہہ امر تامل کرنیکا مفتی کیواسطے ہے یعنی جب دو قولون مین تصحیح مختلف ہوئی تو مفتی غور اور تامل کرے جسمین آسانی خلق پر مراد اوس قول کو اختیار کرے چنانچہ
شارح نے خطبۂ کتاب مین اس قاعدہ کیطرف اشارہ کیا ہی وفی البدائع الممتنع من نفقة القريب يضرب ولا يحبس لفواتها بمضی الزمن فيستدرك
بالضرب وفيه فی البحر ايضا بما فوق الشهر لعدم سقوط ما دونه كما مر اور بدائع مین ہی کہ جو شخص اپنے قریب محرم کو نفقہ نہ دے تو اوسپر مار پڑیگی
اور قید نہوگا بسبب ساقط ہوجانے نفقہ کے مدت گذر جانے سے تو اسکا تدارک مار سے ہو اور بحر الرائق مین بنابر بحث کے نہ بنابر روایت کے عدم حبس کو مقید کیا ہی بقيد
ما فوق الشهر اسواسطے کہ مہینے سے کمتر مدت کا نفقہ ساقط نہین ہوتا چنانچہ اسکا بیان عنقریب ہو چکا ہم عدم حبس سے یہہ مراد نہین کہ حبس اوسکا مطلقا جائز
نہین بلکہ مراد یہہ ہی کہ مجرد حبس بلا ضرب کافی نہین اسواسطے کہ فصل حبس مین اشباہ سے منقول ہوگا کہ محبوس کا مارنا جائز ہی اگر وہ اپنے قریب کو نفقہ نہ دیتا ہو
کذا فی حاشية المدنی ولا يصح الامر بالاستدانة لانه لا يرجع عليه بعد بلوغه اور قاضی کا حکم صغیر کیواسطے قرض لینے کا صحیح نہین تاکہ ماں قرض لیکر اوسکو
کھلاوے اور بعد بالغ ہونے صغیر کے اوس سے پھیرلے یعنی قاضی کو استدانت کا حکم دینا جائز نہین مگر دو صورت مین ایک یہہ کہ صغیر کا مال ہو مگر اوس شہر مین
نہو دوسری صورت یہہ ہو کہ جس صغیر کا نفقہ واجب ہے وہ زندہ ہو کذا فی منح الغفار وتجب النفقة بانواعها لمملوكه منفعة وان لم يملك رقبته
كموصى بخدمته اور واجب ہے تینون قسم کا نفقہ اپنے مملوک کا اگرچہ اوسکی ذات کا مالک نہو فقط منفعت کا مالک ہو چنانچہ کسی نے اپنے غلام کو دوسرے کی خدمت کے

وسطو دیا ہو تو خدمت لینیوالے پر اوسکا کھانا کپڑا واجب ہے هم لونڈی غلام کا کھانا اور کپڑا بقدر حاجت بطور غالب عادت اوس شہر کے واجب ہے یعنی اوس شہر کی اکثر
خلق جیسا کچھ کھاتے اور پہنتے ہون ویسا ہی نفقہ دینا مالک پر واجب ہے اور تھوڑا کپڑا جو بقدر ستر عورت کے دینا اور اسی پر کفایت کرنا جائز نہیں اور اگر مالک عمدہ کھاتا
ہو اور نفیس پوشاک پہنتا ہو تو اوسپر واجب نہیں کہ غلام کو بھی ویسا ہی کھلاوے اور پہناوے بلکہ یہہ مستحب ہے اور اگر مالک بخیل یا زاہد یا ریاضت کیلئے اپنے طعام اور
لباس مین بنسبت رواج شہر کے تنگی کرتا ہو تو غلام کیلئے غالب عادت شہر کی رعایت رکہنا چاہئے بنا بر قول اصح کے اور اگر مالک کے چند غلام ہون تو اونکو کہانے کپڑے
مین برابر رکھنا مستحب ہے اور اگر غلام یا لونڈی کہانا پکا کر لاوے تو بہتر ہے اور ایمان کے مناسب یہہ ہے کہ اوسکو ساتھ کھلاوے پہر اگر وہ بنا بر ادب کے نہ بیٹھے اور ساتھ نہ کھاوے
تو مالک کو لائق ہے کہ اوس طعام سے اوسکو بھی کچھ کھانیکو دیوے اور پاس بٹھلانا غلام کا افضل ہے کہ دلیل ہے تواضع اور مکارم اخلاق کی کذا فی السراج الوهاج
اور جو لونڈی کہ مالک کے تصرف مین ہو تو اوسکی امتیاز چاہئے کھانے اور کپڑے مین بنا بر عرف کے کذا فی العالمگیریہ عن خزانة السراجی اور صحیحین مین ابو ذر غفاری
سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غلام تمہارے بہائی ہین یعنے بنی آدم ہین حق تعالی نے اونکو تمہارا زیر دست کیا ہے سو جسکے پاس
اوسکا بہائی زیر دست ہو تو اوسکو کہلاوے جیسے آپ کہاتا ہے اور پہناوے جیسے آپ پہنتا ہے اور نہ لیوے تکلیف کا کام جو اونپر شاق اور سخت ہو اور اگر سخت
کام لو تو آپ بھی اونکے مددگار ہو یعنی کام مین شریک ہو اس حدیث کا یہہ مطلب نہیں کہ غلام کا کھلانا اور پہنانا اپنی برابر واجب ہے بلکہ مستحب ہے اسواسطے کہ مسلم
نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ للمملوک طعامه وکسوته یعنی غلام کا کھانا کپڑا واجب ہے اسمین یہہ نہیں فرمایا کہ مالک پر
اپنا سا طعام اور لباس لازم ہے بلکہ حدیث صحیحین کا یہہ مطلب ہے کہ اپنے ماکول اور ملبوس کی جنس سے اونکو بھی دو مثلا اگر مالک سوت کا کپڑا پہنتا ہو تو غلام کو بھی سوتی
پہناوے اگرچہ خود ململ اور نینسوک پہنے اور غلام کو گاڑہا یا گزی پہناوے اور صحابہ کبار سے ہرگز منقول نہیں کہ غلامون کو اپنا سا پہناتے ہون مگر بعضے صحابہ ابو ذر
باستحباب برابر رکھتے تھے کذا فی فتح القدیر وحاشیة المدنی وفی القنیة نفقة المبیع علی البائع ما دام فی یدہ هو الصحیح واستشکله فی البحر بانه لا ملك
للبائع رقبة ولا منفعة فلینبغی ان تلزم المشتری اور قنیہ مین ہے کہ نفقہ غلام یا حیوان مبیع کا بائع پر ہے جبتک کہ وہ اوسکے ہاتھ مین ہے اور یہی
قول صحیح ہے اور مشکل جانا ہے اس قول کو بحر الرائق مین اس دلیل سے کہ مبیع پر بائع کی کچھ ملکیت نہیں نہ باعتبار ذات کے نہ باعتبار منفعت لینیکے تو لائق یہہ ہے
کہ مشتری پر نفقہ لازم ہو نہ بائع پر بعض علما نے اس اشکال کا یون جواب دیا ہے کہ جب تک مبیع بائع کے پاس ہے تو اوسکے ضمان مین ہے تو اوسپر نفقہ بھی دینا
جیسے مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہے حالانکہ غاصب اوسکا مالک نہیں نہ ذات کا نہ منفعت کا کذا فی حاشیة المدنی فان امتنع فهی فی کسبه ان قدر
بان کان صحیحا ولو غیر عارف بصناعة فیوجر نفسه کمعین البناء بحر پہر اگر مولی غلام کو نفقہ نہ دیوے تو اوسکا نفقہ اوسکی کمائی مین ہے اگر وہ
قادر ہو اسطرح پر کہ تندرست ہو اگرچہ کوئی صنعت اور پیشہ نجانتا ہو تو مزدوری کرے جیسے معمار کا مددگار یعنی معمار کو اینٹ گارہ دینا ہر تندرست سے ہو سکتا ہے جاہل
ہو یا احمق والا لکونه زمنا او جاریة لا یوجر مثلها امرہ القاضی ببیعه وقالا یبیعه القاضی وبه یفتی اور اگر غلام مزدوری نکرسکتا ہو
چنانچہ لولا ہو یا ایسی لونڈی ہو کہ مزدوری نکرسکتی ہو یعنی خوبصورت ہو کہ اوسکی مزدوری مین فساد کا احتمال ہو تو قاضی اوسکے مالک پر بیچنے کا حکم کریگا اور اوسکو
بیچ ڈالیگا اور صاحبین نے کہا کہ قاضی خود اوسکو بیچ ڈالے مالک سے کہنے کی کچھ حاجت نہیں اور اسی پر فتوی ہے ان محلا له والا کمدبر وام ولد الزمه
بالانفاق علیه ای غلام مذکور کو بیچے اگر وہ محل ہو بیع کا یعنی اگر اوسکا بیچنا جائز ہو اور اگر اوسکا بیچنا ناجائز ہو جیسے مدبر اور ام ولد تو اوسکے مالک پر اوسکا
نفقہ قاضی لازم کردیگا بجہت اسکے سوا اور کچھ نکر سکے حینئذ لا ینفق علیه مولاہ اکل واخذ من مال مولاہ قدر کفایته بلا رضاہ ان عجز
عن الکسب جاز او لو بان لم یاذن له فیه ایک غلام ہو کہ اوسکا مالک اوسکو نفقہ نہیں دیتا سو اوس نے کھایا یا لیا اپنے مولی کے مال سے اپنی بقدر حاجت کے بدون
اوسکی رضامندی کے تو اگر غلام عاجز ہو کمائی سے یا قادر ہو کسب پر لیکن اوسکا مالک کسب کی اجازت نہ دیتا ہو تو اوسکو کہانا اور لینا جائز ہے والا کما
لو قتر علیه مولاہ لا یاکل منه بل یکتسب ان قدر یعنی اور اگر غلام کسب پر قادر ہوا اور مالک کسب سے روکتا نہو تو بدون رضامندی مولا کے
غلام کو اوسکا مال کہانا اور لینا جائز نہیں چنانچہ اگر غلام پر تنگی کرتا ہو مولی یعنی بقدر حاجت کہانا کپڑا نہ دیتا ہو تو اوسکا مال بدون اوسکی رضامندی

سکے نکھا ہو کیونکہ کوئی کری اگر اوسکو طاقت ہو کذا فی المجتبی وفیہ تمانعا فی عبد او دابۃ فی ید یھما یجبر ان علی نفقتہ اور مجتبی مین ہے کہ دو شخصون نے جھگڑا
کیا غلام یا جانور مین جو اُن دونو کے قبضہ مین ہو تو دونو پر جبر کیا جاویگا اوسکو نفقہ مین یعنی دونو ہے نبرد ستی اوسکا قوت دلایا جاویگا تا وقتیکہ ایکا دعوی ثابت ہو نفقۃ
العبد المغصوب علی الغاصب الی ان یردہ الی مالکہ غلام مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہو یہانتک کہ اوسکو مالک کے پاس اوسکو پہنچا دے فان طلب الغاصب
من القاضی الامر بالنفقۃ او البیع لا یجیبہ لانہ مضمون علیہ ولکن ان خاف القاضی علی العبد الضیاع باعہ القاضی لا الغاصب
وامسک القاضی ثمنہ لمالکہ اگر طلب کرے غاصب قاضی سے اجازت نفقہ کی یعنی قرض لیکر نفقہ دیا جاوے اور غلام کی قیمت مین قرض مجرا ہو یا بیع کی اجازت
مانگے تو قاضی اسکو نہ قبول کرے اور حکم دے کہ غاصب خود ادا کرے یہ بات ہے تو غلام زندہ رہے یا مرے لیکن اگر قاضی ڈرے غلام کی ہلاکی پر بسبب فاقہ کشی کے تو اوسکو
قاضی بیچ ڈالے نہ غاصب اور اوسکی قیمت کو قاضی اوسکے مالک کے واسطے رکھ چھوڑے جب آوے تب اوسکو دے طلب المودع او الآبق او احد شریکی
عبد غاب احدھما من القاضی الامر بالنفقۃ علی عبد الودیعۃ ونحوھا لا یجیبہ لئلا تاکلہ النفقۃ بل یؤجرہ وینفق منہ او یبیعہ ویحفظ
ثمنہ لمولاہ دفعا للضرر طلب کیا امانت دار نے یا بھاگے غلام کے پکڑ لانے والے نے یا غلام کے ایک مالک نے دوسرے مالک کی غیبت مین طلب کیا قاضی سے قرض لینے کا حکم
امانت کے غلام کے نفقہ کیواسطے اور مانند اسکی یعنی غلام گریختہ یا مشترک کے نفقہ کیواسطے تو قاضی اسکو نہ قبول کرے یعنی اجازت قرض کی ان غلامون کے نفقات کے
واسطے نہ دیگا کہ نفقہ اوسکو کھا جاوے یعنی کثرت قرض سے غلام کی قیمت نہ اوسمین مجرا ہو جاوے بلکہ قاضی اوس غلام کو اجارہ دیگا اور اوسکی مزدوری سے اوسکو کھلا دیگا
اور اوسکو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت کو اوسکے مولی کیواسطے رکھ چھوڑے تاکہ مولی کا ضرر نہو ہم اجارہ غلام گریختہ کا یہہ تجویز ہو صاحب نہر کی نہ روایت مذہب کی تو شارح پر
اسکا اگاہ کرنا ضرور تھا کذا فی حاشیۃ المدنی والنفقۃ علی الآجر والراھن والمستعیر اما کسوتہ فعلی المعیر وتسقط بتقدیر لو نسیا ولم یمض البائع
خلافا لہ اور نفقہ غلام کا اجارہ دینے والے پر ہے نہ مستاجر پر اور گرو کر نیوالے پر ہے نہ مرتہن پر اور عاریت مانگنے والے پر ہے عاریت دینے والے پر اور لباس تو عاریت دینے والے
پر واجب ہے اور ساقط ہوتا ہے نفقہ غلام کا اوسکو آزاد کر دینے سے اگر یہ غلام لولا ہو اور ایسے عاجز کا نفقہ مسلمین کے بیت المال مین لازم ہے کذا فی الخلاصہ اور اسیطرح شیخ کبیر
اور مرد بیمار کا نفقہ بیت المال مین ہے اگر اوسکو اپنا مال نہو اور کوئی قرابت دار نہو کذا فی العالمگیریۃ عن المضمرات دابۃ مشترکۃ بین اثنین امتنع احدھما من
الانفاق اجبرہ القاضی لئلا یتضرر شریکہ جوہرۃ جانور چارپایہ مشترک ہو دو مالکون مین ایک مالک اوسپر کچہ صرف نہین کرتا تو قاضی اوسپر زبردستی کرے
اور اوسپر بھی صرف کرا دے تاکہ اوسکے شریک پر ضرر نہو کذا فی الجوہرۃ وفیھا ویؤمر اما بالبیع واما بالانفاق علی بھائمہ دیانۃ لا قضاء علی ظاھر
المذھب للنھی عن تعذیب الحیوان واضاعۃ المال اور جوہرہ مین ہے کہ جانورون کے مالک سے کہا جاوے کہ یا اونکو بیچ ڈالے یا اپنے چوپایون کو چارہ پانی
دے یہ امر دیانۃ کیا جاوے یعنی اگر کوئی فتوی پوچھے تو فتوی دے بطریق امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کے نہ قضاء یعنی بحکومت جبر نکرے بنا بر ظاہر مذہب کے ہدایہ مین
کہا کہ عدم جبر اصح ہے انفاق کا امر اسواسطے کرے کہ حدیث مین نھی وارد ہے جاندار کی تکلیف رسانی سے اور مال کے ضائع کرنے سے اور حیوان کے نفقہ نہ دینے مین دونو
ممنوع کام مجتمع ہین تعذیب بھی اور اضاعت بھی وعن الثانی یجبر ورجحہ الطحاوی والکمال وبہ قالت الائمۃ الثلثۃ اور ابو یوسف سے منقول ہے کہ مالک
کے مالک پر جبر کیا جاوے انفاق پر اور اسی قول کی ترجیح دی ہے طحاوی اور کمال الدین نے فتح القدیر مین کہ اگرچہ یہان کوئی مدعی نہین لیکن مالک کے ترک واجب مین تامل
نہین تو قاضی ترک واجب پر جبر کرے اور یہی قول ہے تینون اماموں کا یعنی مالک اور شافعی اور احمد کا اور یہی حق ہے کذا فی فتح القدیر ولا یجبر فی غیر
الحیوان وان کرہ تضییع المال ما لم یکن لہ شریک کما مر اور نہ جبر کیا جاوے سوا جاندار کے اور مال پر صرف کرنیکا چنانچہ گھر اور زمین اور باغ کی مرمت مین اگرچہ
مکروہ ہے مال کا ضائع کرنا جبتک کہ اوسکا دوسرا شریک نہو اور اگر اوسکا دوسرا شریک ہوگا تو بنظر ضرر شریک کے غیر حیوان مین بھی جبر ہوگا چنانچہ مضرت شریک کا
مسئلہ مذکور ہے کما قلت وفی الجوھرۃ فان کان العبد مشترکا فامتنع احدھما انفق الثانی ورجع علیہ ونقل المصنف تبعا للبحر عن الخلاصۃ
انفق الشریک علی العبد فی غیبۃ شریکہ بلا امر الشریک او القاضی فھو متطوع وکذا النخل والزرع والودیعۃ واللقطۃ والدار المشترکۃ
اذا استغنی شارح کہتا ہے اور جوہرہ مین ہے کہ اگر غلام مشترک ہو دو شخصون مین اور ایک شریک اوسکو نفقہ نہ دیتا ہو تو دوسرا شریک اوسکو نفقہ دے اور اپنے شریک سے

سے بقدر اوسکے حصے کے پھیر لے برابر ہو کہ اوسکو قاضی نے صرف کرنیکا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور مصنف نے منح الغفار مین اتباع بحر الرائق مین خلاصہ سے نقل کیا ہو کہ ایک شریک نے عبد مشترک پر صرف کیا دوسرے شریک کی غیبت مین بلا اجازت شریک اور بدون حکم قاضی کے تو اوسنے احسان کیا یعنی شریک غائب بقدر اوسکے حصے کے پھیر نہین سکتا اور یہی حکم ہو نخلستان اور کھیت اور ودیعۃ اور لقطہ اور مشترک گھر کا جب کہ وہ مرمت طلب ہو تو ان چیزون کو صرف کرنیوالا بدون حکم قاضی کے اپنے مصارف کو اونکے مالک یا شریک سے پھیر نہین سکتا ام حلبی نے کہا کہ جوہرہ اور خلاصہ کی روایت مین یہہ فرق ہو کہ جوہرہ کی روایت مین شریک وہان حاضر ہو اور غلام مشترک پر صرف نہین کرتا ہے بسبب رذالت اور سرکشی کے لہذا اوس سے پھیر لینا صرف کا درست ہو بخلاف خلاصہ کی روایت کے کہ وہان شریک حاضر نہین غائب ہو لہذا اوسکی سرکشی ثابت نہین تو پھیر لینا بھی لازم نہین تو معلوم ہوا کہ دونو روایتون مین تناقض نہین واللہ اعلم جوہرہ مین ہو کہ اگر جانور کو چارہ کم ملتا ہو تو اوسکا دودہ نہایت نچوڑ کر دوہنا مکروہ ہے اور اگر دودہ کی کثرت ہو نہ دوہنا بھی مکروہ ہو کہ تکلیف کا سبب ہے اور اگر جانور کا بچہ ہو تو اوسکے پینے سے زیادہ بچے تو اوسکو دوہے جبتک کہ بچہ چارہ کھاتا ہو اور مستحب ہے کہ دوہنے والا اپنے ناخن بڑہنے نہ دے تاکہ جانور کو تکلیف نہو اور اگر سواری اور لادنیکا جانور ہو تو طاقت سے زیادہ اوسپر بوجہ نہ لادے اور زیادہ منزل نہ کرے کذا فی العالمگیریہ

کتاب العتق

یہہ کتاب ہے آزادی کے احکام مین کتاب الطلاق کے بعد کتاب العتق کو اسواسطے مذکور کیا کہ دونو مشترک ہین رفع قید مین یعنی طلاق عبارت ہو رفع قید نکاح سے اور عتق عبارت ہو رفع قید غلامیت سے اہل تاریخ نے ذکر کیا ہو کہ سید الابرار رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ غلام آزاد کئے اور حجۃ الوداع مین تریسٹھ اونٹ دست مبارک سے نحر کئے اور تریسٹھ ہی برس اس عالم مین رہے اور صدیق اکبر بھی اتنا ہی جئے اور اتنے ہی غلام آزاد کئے اور عبد الرحمن بن عوف نے تیس ہزار غلام آزاد کئے کذا فی حاشیۃ الہدایہ فی مسئلۃ الاسقاطات یاسماء اختصارا فاسقاط الحق عن القصاص عفو وحما فی الذمۃ ابراء وعن البضع طلاق وعن الرق عتق حقوق کے اسقاط تین پچیدہ ہما ممتاز ورحدہ رالکئے گئے ہین بنا برخنصار کے تاکہ بولنے مین زیادتی کلمات کی حاجت نہ پڑے تو حق قصاص کے اسقاط کا نام عفو ہو اور اسقاط دین کا نام ابراء ہو اور اسقاط حق وطی کا نام طلاق ہو اور اسقاط ملک رقبہ کا نام عتق ہو مناسب یون تہا کہ شارح یون کہتا کہ عن الرق اعتاق اسواسطے کہ عتق لازم ہے اور اعتاق متعدی تو عتق سقوط حق ملک ہو اور اعتاق اسقاط حق ہے وعنون بہ لا بالاعتاق لیعم نحو استیلاد وملک قریب اور مصنف نے اس کتاب کا عنوان بلفظ عتق کیا نہ بلفظ اعتاق یعنی کتاب العتق کہا نہ کتاب الاعتاق تاکہ لفظ عتق کا ماتنہ احکام استیلاد اور ملک قریب کو بھی شامل رہے اسواسطے کہ استیلاد اور ملک قریب عتق ہے نہ اعتاق کیونکہ اعتاق عبارت ہے ایقاع عتق سے اور استیلاد اور ملک قریب مین وقوع عتق ہے نہ ایقاع عتق اور یہہ تقریر شارح کی مخالف ہے قول سابق کے کہ وہان اسقاط ملک مولی کو عتق بولا ہے اور اسقاط مولی کا فعل ہے اور اوسیکا نام اعتاق ہے اور کنز اور ملتقی الابحر مین کتاب الاعتاق کر تعبیر کیا ہے نظر بغالب احکام وھو لغۃ الخروج عن المملوکیۃ من باب ضرب مصدرہ عتق وعتاق وعتق لغت عرب مین مملوکیت سے نکلنے کو کہتے ہین کذا فی المغرب عتق بالکسر اور عتاق بالفتح اور اسیطرح عتاقہ باب ضرب یضرب کے مصادر ہین مر چند لغت عرب مین عتق بمعنی کرم اور جمال اور سبقت اور قدم اور قوت کے بھی آیا ہو لیکن چونکہ معنی لغوی اور شرعی مین مناسبت ضرور ہو لہذا شارح نے یہان فقط حریت یعنی خروج عن المملوکیت کو اختیار کیا کہ معنی شرعی سے اسکو نہایت مناسبت ہو بلکہ درحقیقت اتحاد ہو بخلاف اور معانی کے کہ اونمین ایسی مناسبت صریح نہین اور جب کہ غلام آزاد ہوا تو اوسکو عتیق اور معتق اور محرر کہتے ہین وشرعا عبارۃ عن اسقاط المولی حقہ عن مملوکہ بوجہ مخصوص یصیر المملوک بہ ای بالاسقاط من الاحرار اور اصطلاح شرع مین عتق عبارت ہو اسقاط حق مالکیت سے یعنی مولی اپنے حق کو اپنے مملوک سے ایسی مخصوص وجہ سے ساقط کر دے کہ اوسکا مملوک اوس اسقاط کے سبب سے احرار مین داخل ہو یعنی آزاد ہو جاوے غلام نہ باقی رہے تو تدبیر قبل موت مولی کے اور کتابت قبل ادائے بدل کتابت کے عتق کی تعریف سے نکل گئی ہو کہ مولی کے حقوق جیسے بیع کرنا اور ہبہ کرنا اور مملوکہ کی وطی اور غیر سے نکاح کر دینا اور خدمت لینا عتق سے یعنی سب ساقط ہو جاتے ہین اور وجہ مخصوص سے مراد صریحا لفظ عتق کا کہنا یا کنایۃ بہ نیت عتق مملوک کو اپنا قریب بتانا یا حریت کا اقرار کرنا یعنی اگر غیر کے غلام کو کوئی آزاد کہے پھر اوسکا مالک ہو تو وہ آزاد ہو گا چنانچہ عنقریب یہہ اور وجوہ کئی مسائل سے معلوم ہوگی وحکمہ للفظ الدال علیہ او ما یقوم مقامہ کملک قریب ودخول حربی اشتری مسلما دار الحرب اور رکن عتق کا

وہ منظور ہو آزادی پر دلالت کرے یا وہ فعل جو قائم مقام ہو اوسکے جیسے قریب کا مالک ہونا اور داخل ہونا حربی کا دارالاسلام میں بامان پھر غلام مسلمان کو خرید
کرکے دارالحرب میں لیجانا تو بمجرد داخل ہونے دارالحرب کے غلام مسلمان آزاد ہوجاویگا بدون آزاد کرنے کے نزدیک امام کے اور اسیطرح اگر حربی غلام مسلمان ہوکر
دارالاسلام میں آویگا تو آزاد ہوجاویگا اور اگر حربی غلام دارالحرب میں مسلمان ہوگا تو باتفاق امام و صاحبین کے آزاد نہوگا کذا فی حاشیة المدنی عن المنح و صفته
ولیجب لکفارة و مباح بلا نیة لانه لیس بعبادة و صح من الکافر و مندوب لوجه الله تعالی للحدیث عتق الاعضاء اور وصف عتق کا یہ ہے
کہ وہ واجب ہے اور مباح اور مستحب اور مکروہ اور حرام عتق واجب تو وہ ہے جو کفارہ قتل اور ظہار اور فطار اور قسم میں آزاد کرے اور عتق مباح وہ جو بلانیت ہو عتق
میں نیت شرط نہیں اسواسطے کہ وہ عبادت نہیں ہے یہانتک کہ کافر کا آزاد کرنا بھی صحیح ہے اور حالانکہ کافر لائق عبادت کے نہیں ہاں اگر مسلمان واسطے رضاے حق تعالے
کے آزاد کریگا تو اوسوقت عتق البتہ عبادت ہوجاویگا اور عتق مستحب وہ ہے جو حق تعالی کی خوشنودی کیواسطے ہو بموجب اوس حدیث کے جسمین عتق اعضا کا ذکر ہے
ہم صحاح ستہ میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کو آزاد کریگا تو حق تعالے اوسکے ہر عضو کے عوض میں آزاد کرنیوالے کا ہر
عضو دوزخ سے آزاد کریگا کذا فی حاشیة المدنی و ھل یحصل ذلک بتدبیر و شراء قریب الظاھر نعم اور کیا یہ ثواب یعنے عتق اعضا مدبر کرنے میں اور اپنے
قریب کے مول لینے میں حاصل ہوگا یا نہیں ظاہر جواب یہ ہے کہ ہاں ان دونوں میں بھی ایسا ہی ثواب متوقع ہے اسواسطے کہ مدبر کرنا بھی عبادت ہے اعتاق سے اگرچہ بعد موت مالک
کے ہو اور شراء قریب میں دوہرا ثواب ہے ایک اعتاق کا اور دوسرا صلہ رحمی کا و مکروہ لفلان اور عتق مکروہ وہ ہے جو کسی آدمی کی خاطر سے ہو مگر وہ آدمی اسواسطے
ہوا کہ ایسا عمدہ کام بیفائدہ ہوگیا اور بحرالرائق میں بروایت محیط اسکو مباح میں شمار کیا ہے تو ظاہرا کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہوگی کذا فی حاشیة المدنی
وحرام بل کفر للشیطان اور عتق حرام وہ ہے جو شیطان کیواسطے ہو بلکہ یہ تو کفر ہے یعنی اگر عتق سے تعظیم شیطان مقصود نہو تو حرام ہے اور اگر تعظیم منظور
ہو تو صاف کفر ہے بہرصورت شیطانی کام ہے اور اسیطرح بت کیواسطے آزاد کرنا اور اگر ظن غالب ہو کہ غلام دارالحرب میں چلاجاویگا یا مرتد ہوجائیگا یا چوری
یا قطاع الطریقی کریگا تو اوسکا بھی آزاد کرنا حرام ہے کذا فی حاشیة المدنی و یصح من حر مکلف و لو سکران او مکرھا او مخطئا او مریضا او لا یعلم
بانه مملوکه کقول الغاصب للمالک او البائع للمشتری اعتق عبدی ھذا و اشار الی المبیع عتق صحیح ہے آزاد کرنا ہر مکلف سے یعنے عاقل بالغ سے
اگرچہ وہ مست ہو یا زبردستی کسی نے آزاد کروایا ہو اوس سے یا کہ مولی چوک گیا ہو اسطرح پر کہ مثلا اوسکے غلام کا نام صالح تھا سو اوسنے چاہا کہ یوں پکارے کہ یا
صالح سو اوسکے منہ سے نکل گیا یا حر یعنی اے آزاد یا اگرچہ مولی بیمار ہو بمرض الموت یا وہ نجانتا ہو کہ یہہ میرا غلام ہے چنانچہ غاصب نے مالک سے یا بائع نے مشتری
سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر دو اور اشارہ کیا مبیع کیطرف مشتری نے اور مغصوب کیطرف غاصب نے تو وہ آزاد ہوجاویگا یعنی غاصب نے غلام مغصوب
کیطرف اشارہ کرکے مالک سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر سو مالک نے نادانستہ اوسکو آزاد کر دیا تو وہ غلام مالک کا آزاد ہوجاویگا اور اسیطرح اگر مشتری نے غلام مبیع
کیطرف اشارہ کرکے بائع سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر اور حالانکہ مشتری کو یہہ معلوم نہیں کہ یہہ میرا غلام ہے سو بائع نے اوسکو آزاد کر دیا تو وہ غلام آزاد
ہوگا مشتری کیجانب سے اور مشتری اوسکا قابض ٹھہریگا اور قیمت دینا اوسکو لازم ہوگا کذا فی المنح عن الکشف الکبیر ھم مستی اور اکراہ اور خطا اور نادانستگی مانع
عتق کی نہیں اسواسطے کہ احادیث سے ثابت ہوچکا ہے کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ قصد اور دانستگی اسمین شرط نہیں چنانچہ اسکی تقریر کتاب النکاح
اور کتاب الطلاق میں مذکور ہوچکی لا من صبی و مدھوش و معتوہ و مبرسم و مغمی علیہ و مجنون و نائم کما لا یصح طلاقھم صحیح نہیں آزاد کرنا صغیر
کا اور شخص متحیر کا اور مختلط الکلام فاسد التدبیر کا اور جسکی عقل بجا نرہی ہو برسام کے مرض سے اور بیہوش کا اور مجنون کا اور سوتے ہوا ایسا جیسے کہ انکی طلاق صحیح نہیں و
لو اسنده لحالة کما ذکر او قال و انا حربی فی دار الحرب و قد علم ذلک فالقول له اور اگر مالک نے عتق کو منسوب کیا حالات مذکورہ کیطرف یعنی یوں کہا کہ
میں نے غلام کو بچپن یا جنون یا بیہوشی میں آزاد کیا تھا یا یوں کہا کہ جب میں نے آزاد کیا تھا تو میں حربی تھا دارالحرب میں اور یہہ حال لوگوں کو معلوم بھی
تھا تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا یعنی غلام نہ آزاد ہوگا بسبب عدم اہلیت عتق کے فی ملکه و لو رقبة کمکاتب فیصح عتق الحمل اذا ولدت لستة اشہر
لاقل و لو لاکثر لا صحیح ہے عتق ہر مکلف کا اپنی ملک میں اگرچہ ذات کی ملکیت ہو نہ تصرف کی جیسے مکاتب اور قید ملکیت سے نکل گیا عتق حمل جب کہ لونڈی پورے

چھ مہینے یا زیادہ میں جنی اور اگر چھ مہینے سے کمتر میں جنی تو عتق صحیح ہے یعنی اگر مالک نے اپنی لونڈی سے کہا کہ مین نے تیرے حمل کو آزاد کیا تو اگر بعد اس قول کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو لڑکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ وقت قول مولی کے بالیقین لڑکا پیٹ مین موجود تھا تو مملوک بھی تھا اسواسطے کہ اقل مدت حمل چھ مہینے مین اور اگر پوری چھ مہینے یا زیادہ مین پیدا ہوگا تو قول مولی کے وقت حمل کا ہونا مشکوک ہے ہوا یا نہو تو شک سے ملکیت نہ ثابت ہوگی تو آزاد بھی نہوگا اسواسطے کہ بدون ملک کے عتق صحیح نہین ولو باضافته الیه کان ملکتک وان سببه کان اشتریتک فانت حر یعنی مالک کا صحیح ہے اگرچہ باضافت الی الملک ہو چنانچہ زید نے عمرو کے غلام سے کہا کہ اگر مین تیرا مالک ہوں تو تو آزاد ہے پھر اوسکو خرید کیا تو وہ آزاد ہوجائیگا یا سبب ملک کیطرف اضافت کی چنانچہ یون کہا عمرو کے غلام سے کہ اگر مین تجھکو خرید کرون تو تو آزاد ہے تو بعد خریدنے کے وہ آزاد ہوگا خلاصہ یہ ہے کہ عتق صحیح نہین مگر ملک سے یا تعلیق ساتھ اوسکے یا تعلیق سبب ملک سے بخلاف ان مات موزرثی فانت حر لا یصح لان الموت لیس سببا للملک بخلاف اس قول کے کہ وارث نے مورث کے غلام سے کہا کہ اگر میرا مورث مرجائیگا تو تو آزاد ہے تو یہہ عتق صحیح نہین اسواسطے کہ موت مورث ملک کا سبب نہین اسواسطے کہ جائز ہے کہ موت مورث کی وارث کو قتل کرنیسے ہو اور حالانکہ قتل مورث سے وارث کو وراثت نہین پہنچتی یا احتمال ہے کہ مورث کی موت کے وقت وارث مرتد ہوجاوے یا کہ وہ غلام مورث کی قبل از موت اوسکی ملک سے نکل جاوے ہان اگر یون کہے کہ اگر مین تجکو ارث مین پاؤن تو تو آزاد ہے تو عتق صحیح ہوگا اسواسطے کہ ملک کا سبب ہے ومن لطائف التعلیق قوله لامته ان مات ابی فانت حرة فباعها ثم تزوجها فقال ان مات ابی فانت طالق ثنتین فمات الاب لم تطلق ولم تعتق ظہیریه وکانه لان الملک ثبت مقارنا لهما بالموت فتأمل اور تعلیق کے عمدہ مسائل سے مسئلہ یہہ قول ہے اپنی لونڈی سے کہ اگر میرا باپ مرے تو تو آزاد ہے پھر اوس لونڈی کو اپنے باپ کے ہاتھ بیچ ڈالا پھر اوس سے نکاح کیا پھر یون تعلیق کی کہ اگر میرا باپ مرے تو تجکو دوبار طلاق ہے پھر اوسکا باپ مرگیا تو وہ لونڈی نہ مطلقہ ہوگی نہ آزاد کذا فی الظہیریہ اور شاید کہ طلاق اور عتق اسواسطے واقع نہوگی کہ ولد کی ملک ثابت ہوئی مقارن اور متصل طلاق اور عتاق کے باپ کی موت کے سبب سے یعنی باپ کے مرتے ہی ملک اور طلاق اور عتاق معاپائی اسواسطے کہ وارث نہین ہوتا مگر بعد موت مورث کے اور طلاق اور عتاق بسبب تعلیق بالموت کے وارد ہوئی تو جب تینون دفعۃ پائی گئی تو ملک کا مقدم ہونا طلاق اور عتاق کی شرطون پر نہ ثابت ہوا تو مجرد مالک بنکے نکاح لونڈی کا فسخ ہوگیا تو طلاق کیواسطے محل وقوع نہ باقی رہا اسواسطے کہ محل طلاق منکوحہ ہے نہ مملوکہ اور عتق نہین ہوتا مگر بعد تقدم ملک کے حالانکہ یہان ملک اور عتق مین تقدم نہین بلکہ اقتران ہوا اور چونکہ یہہ تعلیل دقیق اور مشکل تھی لہذا شارح نے کہا کہ اسمین تامل اور غور کر بصریحه بلا نية عتق صحیح ہے صریح عتق سے بدون نیت کے الفاظ عتق دو قسم ہین صریح اور کنایہ صریح وہ ہے جو لغت اور شرع مین مستعمل ہوتا ہو کر عتق مین تو لفظ صریح کے بولنے سے بدون نیت کے بھی عتق واقع ہوتا ہے اسواسطے کہ نیت اوس وقت مشروط ہے جب مراد متکلم مین اشتباہ ہو اور صریح مین تو اشتباہ نہین لہذا نیت کی بھی حاجت نہین کذا فی منح الغفار سواء وصفه به کانت حر برابر ہے کہ عتق صریح کو بصیغہ وصف لادے یا بصیغہ خبر وصف سے وہ لفظ مراد ہے جو ذات اور مصدر پر دلالت کرے چنانچہ یون کہے کہ تو حر ہے لفظ حر کا وصف ہے اسواسطے کہ حر اوس ذات کو کہتے ہین جسمین حریت پائی جاوے او عتیق یا یون کہے غلام سے کہ تو عتیق ہے یعنی معتق ہے ہرچند لفظ عتیق کا مصدر ہے اوسمین ذات کے معنی نہین لیکن مصدر بمعنی وصف مستعمل ہے چنانچہ زید عدل مین عدل بمعنی عادل مشہور ہے او معتق او محرر یا یون کہے غلام سے کہ تو عتیق یا معتق یا محرر ہے یعنی آزاد ہے ولو ذکر الخبر فقط کان کنایة اور اگر ان الفاظ مذکورہ کو فقط خبر ڈالے بدون ذکر مبتدا کے تو کنایہ ہونگے یعنی انت حر نکہے بلکہ یون کہے کہ حر یا عتیق یا معتق یا محرر تو اوس وقت یہ عتق صریح نہ ہونگے بلکہ کنایہ ہون گے یعنی بدون نیت کے عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ خانیہ مین ہے کہ اگر کسی نے کہا حر پھر کسی نے اوس سے پوچھا کہ تو نے کسکو حر کہا سو اوسنے جواب دیا کہ اپنے غلام کو کہا تو اب اوسکا غلام آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار او اخبر نحو حررتک او عتقتک او اعتقتک یا اوس کو بصیغہ خبر لادے اگرچہ جملہ خبریہ ہیان فی الحقیقت بمعنی انشا ہے چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تجکو محرر کیا یا معتق کیا یا مین نے تجکو آزاد کیا او اعتقک الله قول اصح مین عتق صریح ہے نیت کا محتاج نہین کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ یہہ لفظ عرف مین مستعمل نہین مگر انشاء عتق مین جیسے مدیون سے آزاد کے الله کہنا ابراء کے واسطے مستعمل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی او هذا مولای او یا مولای او نادی نحو یا مولای او یا مولاتی یا غلام کیطرف اشارہ کرکے کہا کہ یہہ میرا مولی ہے یا غلام کو خطاب

پکارا کہ یا مولای یا لونڈی کو یون پکارا کہ یا مولاتی ھم مولی کا لفظ مشترک ہی معانی کثیرہ مین چنانچہ ابن اثیر نے بیس معانی سے زیادہ شمار کئے ہین از انجملہ ناصر اور ابن عم
اور مالک اور غلام آزاد لیکن جب غلام کو مولی کہا تو کوئی معنی مناسب نہین ہوتے سوای آزاد کے لہذا اس لفظ سے بلا نیت عتق ثابت ہوگا بنا بر قول اصح کے کذا فی الملتقی
من الولوالجیہ بخلاف انا عبدک فی الاصح بخلاف اس قول کے کہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین تیرا غلام ہون اس قول سے عتق نہین ہوتا قول اصح مین اسواسطے کہ
یہہ کلمہ لطف اور مہربانی کا ہے نہ عتق کا او یا حُرّ او یا عتیق ولو قال اردت الکذب او حرٌّ من العمل دُیّن یا غلام کو یون پکارا کہ یا حر یا عتیق اور اگر مالک
نے کہا کہ مین نے اس قول سے کذب کا ارادہ کیا یا کام لینے سے آزاد کرنا مقصود تھا نہ عتق تو دیانۃً اوسکی تصدیق ہوگی بسبب احتمال کے نہ قضاءً اسواسطے کہ ظاہر لفظ کی مخالف
ہے الا اذا سماہ بہ واشہد وقت تسمیتہ خانیہ فلا یعتق مالم یرد الانشاء وکذا فی الطلاق حر او عتیق سے عتق ثابت ہوتا ہے مگر جب کہ مالک نے اپنے
غلام کا حر یا عتیق نام رکھے اور نام رکھنے کیوقت لوگون کو اسکا شاہد بھی کردے کذا فی الخانیہ تو اب حر یا عتیق کہنے سے غلام آزاد نہوگا جبتک کہ ایجاد عتق کا
ارادہ نکریگا اور اسیطرح طلاق کا بھی حکم ہے یعنی اگر زوجہ کا طالق یا مطلقہ نام ہو اور لوگ اسکو جانتے ہون تو طالق یا مطلقہ کہنے سے طلاق نہ واقع ہوگی جبتک کہ طلاق
کا ارادہ نکریگا ثم بعد تسمیتہ بالحر اذا ناداہ بمرادفہ بالعجمیۃ کیا آزاد او عکس بان سماہ بآزاد وناداہ بالعربیۃ بیا حر عتق لعدم العلمیۃ
پہر غلام کو مسمی بحر کرنیکے بعد جب اوسکو زبان عجمی مین بلفظ مترادف پکاریگا چنانچہ یا آزاد یا اسکے بالعکس کرے یعنی اوسکا آزاد نام رکہے اور زبان عربی مین اوسکو
بلفظ عربی پکارے چنانچہ یا حر تو وہ غلام آزاد ہو جاویگا بسبب عدم علمیت کے اسواسطے کہ پہلی صورت مین اوسکا حر نام ہے نہ آزاد اور دوسری صورت مین اوسکا آزاد نام
ہے نہ حر کما لو قال راسک حر وجہک حر ونحوہما مما یعبر بہ عن البدن کما مر فی الطلاق اسیطرح غلام آزاد ہوگا یون کہنے سے کہ تیرا سر آزاد ہے یا
تیرا چہرہ آزاد ہوا اور مثل ان اعضا کے جنسے کل بدن کی تعبیر ہوتی ہے چنانچہ ذکر ان اعضا کا کتاب الطلاق مین گذر گیا ولو اضافہ لجزء شائع کثلثہ عتق ذلک
القدر لتجزیہ عند الامام کما سیجئ اور اگر عتق کو جزء شائع کیطرف مضاف کیا مثلا یون کہا کہ ثلث آزاد ہے یا نصف آزاد ہے تو اوسیقدر آزاد ہوگا جتنا
مولی نے ذکر کیا یعنی اگر ثلث کہا تو ثلث آزاد ہوگا اور اگر نصف کہا تو نصف آزاد ہوگا نہ کل بدن بسبب تجزی پذیری عتق کے نزدیک امام اعظم کے چنانچہ اسکا ذکر آویگا
وصح الصریح قولہ لعبدہ انت حر وامتہ انت حرۃ خانیہ وغیرہ صریح کی قسم سے یون کہنا ہے مولی کا اپنے غلام سے کہ تو حر ہے یا اپنی لونڈی سے کہ
تو حرۃ ہے اسواسطے کہ فقہا کے نزدیک ایسے مقامون مین اعراب اور تذکیر و تانیث کا اعتبار نہین ومنہ وہبتک وبعتک نفسک فیعتق مطلقا ولو کان
بلا نیۃ توقف علی القبول فتح اور عتق صریح سے ہے یون کہنا مولی کا اپنے غلام سے کہ مین نے تیری ذات تجکو بخشی اور مین نے تیری ذات تیرے ہاتھ بیع کی تو اس قول سے
غلام آزاد ہو جاویگا خواہ ہبہ یا بیع کو قبول کرے یا نکرے اگرچہ اوسنے عتق کی نیت کی ہو اور اگر مولی نے یون زیادہ کرکے کہا کہ مینے تیری ذات تجکو بخشی
دس درہم کے عوض یا بیچی کہ پانچ درہم کے عوض مثلا تو غلام کا آزاد ہونا اوسکے قبول کرنے پر موقوف ہوگا کذا فی فتح القدیر ھم ہبہ اور بیع نفس کو فتح القدیر مین
ملحق بصریح کہا ہے نہ صریح اور عالمگیری مین حاوی قدسی سے بھی یہی قول منقول ہے اور شارح نے اسکو صریحا صریح مین داخل کیا ہے اور محشی مدنی نے بحر الرائق سے
نقل کیا ہے کہ مختار صاحب فتح القدیر کا یہہ ہے کہ یہہ صریح ہے لیکن مترجم نے جو فتح القدیر کو دیکھا تو یہہ عبارت تھی وتلحق بالصریح قولہ لعبدہ وہبتک نفسک وبعتک
نفسک الی آخرہا واللہ اعلم ومنہ المصدر نحو العتاق علیک وعتقک علی فیعتق بلا نیۃ ولو زاد واجب لم یعتق لجواز وجوبہ لکفارۃ
ظہیریۃ اور عتق صریح سے ہے مصدر چنانچہ یون کہنا کہ عتاق تجپر لازم ہے یا تیرا عتق مجپر ثابت ہے اور اگر واجب کا لفظ زیادہ کریگا یعنی یون کہے کہ تیرا عتق مجپر واجب ہے تو غلام نہ آزاد
ہوگا اسی احتمال سے کہ شاید مولی پر آزاد کرنا کفارہ کیواسطے واجب ہو کذا فی الظہیریہ پہر جب احتمال کی گنجایش ہوئی تو صریح نہ باقی رہا وفی البدایع قیل لہ
اعتقت عبدک فاومی برأسہ ان نعم لم یعتق اھ بدایع مین ہے مولی سے کسی نے کہا کہ تو نے اپنے غلام کو آزاد کیا سو اوسنے سر سے اشارہ کیا کہ ہان
اسطرح سے غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ اوسنے عتق کا لفظ نہین کہا باوجود قدرت کی بخلاف گونگے کے کہ اوسکا اشارہ کافی ہے عتق مین ولو زاد من ہذا العمل
عتق قضاءً اور اگر اسنے بعد من ہذا العمل زیادہ کریگا یعنی اگر یون کہیگا تو آزاد ہے اس کام سے تو غلام آزاد ہوگا قضاءً نہ دیانۃً ھم یہہ عبارت شارح کی
مسئلہ بالا سے اور اس سے تعلق نہین کما ہو المتبادر بلکہ اصل کلام کیطرف راجع ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی والمدنی ناقلا عن البحر ولو قال یا سالم فاجابہ غانم فقال

انت حرٌّ ولا نیة له عتق المجیب لو قال عنیت سالمًا عتقا قضاءً اور اگر ایک مولی کے دو غلام ہون سالم اور غانم سو مولی نے کہا کہ اے سالم تو جواب یا غانم نے
سو مولی نے کہا کہ تو آزاد ہے اور حالانکہ مولی کو قصد آزاد کرنیکا نہ تھا تو جواب دینے والا غلام یعنی غانم آزاد ہو جاویگا بسبب خطاب کے اور صریح محتاج نیت کا نہیں اور اگر
مولی نے کہا کہ انت حر سو میں نے سالم کو آزاد کیا ارادہ کیا تھا نہ غانم کا تو قضاءً دونو آزاد ہو جاوینگے لیکن دیانةً وہی آزاد ہوگا جسکے عتق کا مولی نے ارادہ
کیا وفی الجوھرة قال لمن لا یحسن العربیة قل لعبدک انت حر فقال له عتق قضاءً اور جوہرہ میں ہے کہا ایک شخص نے اوس سے جو عربی زبان خوب نہیں جانتا
کہ تو اپنے غلام سے یون کہہ کہ انت حر سو اوسنے اپنے غلام سے یون ہی کہا تو قضاءً اوسکا غلام آزاد ہوگا بسبب صریح خطاب کے لیکن دیانةً نہ آزاد ہوگا بسبب عدم قصد
کے ولو قال له رأسک رأس حرٍّ بالاضافة لا یعتق اور اگر مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ تیرا سر مانند سر حر ہے اگر رأس حر کو ترکیب اضافت کہا تو آزاد نہوگا
اسواسطے کہ یہ تشبیہ ہے اور تشبیہ کا ہے عام ہوتی ہے اور کا ہے خاص تو عتق میں شک واقع ہوا لہذا بدون نیت کے آزاد نہوگا وبالتنوین عتق لانه وصف
لا تشبیه اور اگر رأسک رأس حرٌّ میں لفظ رأس کو تنوین سے کہا تو غلام آزاد ہوگا اسواسطے کہ اوس صورت میں حر صفت ہے رأس کی نہ تشبیہ تو گویا یہ مطلب ہے
کہ تو حر ہے وبکنایتہ ان نوی للاحتمال کلا ملک لی علیک او لا سبیل او لا رق وخرجت من ملکی وخلیت سبیلک اور صحیح ہے عتق کنایات
عتق سے اگر کنایات سے عتق کی نیت کریگا اسواسطے کہ کنایات میں عتق اور غیر عتق دونو کا احتمال ہے چنانچہ مولی نے غلام سے کہا کہ میری ملک تجھپر نہیں یا میری کوئی
سبیل نہیں تجھپر یا میری ملکیت تجھپر نہیں اور تو میری ملکیت سے نکل گیا اور تجکو میں نے چھوڑا ہم یہ اقوال کنایات میں کہ انمیں عتق اور غیر عتق دونو محتمل ہین
اسواسطے کہ معنی ان اشیاے مذکورہ کی محتمل ہے کہ بسبب بیع یا کتابت کے ہو یا بسبب عتق کے ہو پھر جب ان اقوال میں مولی عتق کی نیت کریگا تو احتمال مندفع ہوکر
تعیین مقصود ہوگا کذا فی الدرر وکقوله لامته قد اطلقتک وانت اعتق او لزوجته انت طالق من فلانة وھی مطلقة تعتق وتطلق ان نوی
کتہجیتھما اور جیسا کہ مولی کا یہ قول اپنی لونڈی سے کہ مین نے تجکو مطلق العنان کیا اور تو زیادہ تر آزاد ہے فلانی سے اور حالانکہ فلانی آزاد ہو چکی ہے یا اپنی زوجہ سے
زوج نے کہا کہ تو زیادہ تر مطلقہ ہے فلانی عورت سے اور حالانکہ وہ عورت مطلقہ ہے تو پہلی مثال مین لونڈی آزاد ہوگی اور دوسری مثال مین زوجہ اوسکی مطلقہ ہوگی
بشرطیکہ متکلم نیت عتاق اور طلاق کی کریگا جیسے عتاق اور طلاق کی تہجی مین نیت شرط ہے چنانچہ غلام سے یون کہے کہ انت ح ر یا زوجہ سے یون کہے کہ انت ط
ال ق شرح النقایہ مین محیط سے ابو یوسف کا قول نقل کیا ہے کہ عتاق اور تطلیق کو اگر کوئی تہجی کرے اور عتق اور طلاق کی نیت کرے تو واقع ہوگی کذا فی حاشیة الہدایہ
وفی الخلاصة قال لعبده انت غیر مملوک لا یعتق بل یثبت له احکام الاحرار حتی یقر بانه مملوکه ویصدقه فیملکه وکذا لیس ھذا
بعبدی لا یعتق وقاس علیه فی البحر لا ملک لی علیک لکن نازعه فی النهر اور خلاصہ مین ہے کہ کہا مولی نے اپنے غلام سے کہ تو مملوک نہیں تو وہ آزاد نہوگا
بلکہ ثابت ہونگی اوس غلام کو آزادون کے احکام یعنی اب مولی اوسکی مملوکیت کا دعوی نکر سکیگا بسبب تناقض کے اور اوس سے خدمت نہ لے سکیگا اور اگر وہ مرجاوے
تو مولی بطریق ولاء اوسکی وراثت نہ پاویگا بحر الرائق مین کہا کہ اگرچہ وہ معتق نہیں لیکن بظاہر حر ہے تو احرار کے احکام اوسپر جاری رہینگے یہانتک کہ اوسکی
عبدیت کا کوئی مدعی ہو اور اپنے دعوے کو ثابت کرے تو اوسکا مالک ہوگا یا خود غلام اپنے مولی کے قول مذکور کی بعد اقرار کرے کہ مین مملوک ہون اوسکا اور مولے
بھی اوسکی تصدیق کرے کہ ہان سچ کہتا ہے تب اوسکا مالک ہوگا اور اسیطرح غلام کو عتق ثابت نہوگا لیکن حکم احرار کے ہونگے اگر مولی نے کہا کہ یہ میرا غلام نہیں اور
بحر الرائق مین خلاصہ کے قول پر لا ملک لی علیک کو قیاس کیا ہے بسبب اشتراک نفی ملک کے یعنی اگر کوئی غلام سے کہیگا کہ میری ملک تجھپر نہیں تو وہ آزاد نہوگا لیکن
احکام احرار اوسپر ثابت رہینگے تا وقتیکہ غلام خود مملوکیت کا اقرار کرے اور مولی بھی اوسکی تصدیق کرے تب اوسکا مالک ہوگا لیکن نہر الفائق مین صاحب
بحر الرائق سے اس قیاس مین نزاع کیا ہے یعنی یون کہا ہے کہ میرے نزدیک یہ قیاس صحیح نہیں اسواسطے کہ لا ملک لی علیک مین متکلم کی نفی ملکیت البتہ ثابت ہے
غیر کی ملکیت کی نفی نہیں بخلاف مسئلہ خلاصہ کے یعنی انت غیر مملوک مین مطلقا نفی ہے طحطاوی محشی نے کہا کہ اتنا فرق کچھ مضر قیاس نہیں جب کوئی دوسرا مالک
اوس غلام کا نہو تو مولی کی ملکیت نفی کرنے سے نفی علی الاطلاق ثابت ہوگی تو دونو قول برابر ہو گئے علی الخصوص قول ثانی خلاصہ کا یعنی لیس ھذا بعبدی ولا ملک لی
علیک بلا تکلف یکسان ہین تو معلوم ہوا کہ قیاس صاحب بحر کا حق ہے کذا فی حاشیة الدر وکذا ایضا ھذا ابنی وبنتی للاصغر سنا من المالک والاکبر

وکذا ھذا ابی او جدی او ھذہ امی وان لم یصلحوا لذلک او لم ینووا العتق لانھا صرائح لا کنایۃ ولذا جاء بالباء وشرعھا التفصیل اور کہیجو
مملوک یون کہنے سے کہ یہہ میرا بیٹا ھے اور لونڈی کو یون کہنے سے کہ یہہ میری بیٹی ہے خواہ مملوک عمر مین چہوٹا ہو مالک سے یا بڑا اور اسیطرح سے یون کہنا غلام کو یہہ میرا باپ
یا دادا یا لونڈی سے یون کہنا کہ یہہ میری ماں ہے اگرچہ لونڈی اور غلام ایسے عمر مناسبت کے بیٹا یا باپ ہونیکی یا بیٹی اور ماں ہونیکی صلاحیت اور لیاقت نرکھتے ہون
مالک نے اس قول سے عتق کا قصد نکیا ہو تو بھی آزاد ہو جاوینگے اسواسطے کہ یہہ الفاظ صریح عتق مین نہ کنایہ کہ نیت کے محتاج ہون ولہذا ماتن ان الفاظ پر بای جارہ لا
تا کہ کنایات پر ان الفاظ کا عطف نہ ثابت ہو اور ان الفاظ کو صریح سے موخر لایا واسطے تفصیل احکام کے یہہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی جب یہہ الفاظ صریح ٹھہری تو کیا
وجہ ہے کہ انکو صریح کے ساتھہ نہ مذکور کیا شارح نے جواب دیا کہ انکے احکام مین تفصیل زیادہ تھی لہذا انکو موخر لانا مناسب ہوا ام مملوک کو بیٹا کہنے سے عتق ثابت ہوتا
بطریق مجاز کے اسواسطے کہ فرزندی کو حریت لازم ھے اور ملزوم بولنا اور لازم کا ارادہ کرنا مجاز ھے اور اسیطرح باپ یا دادا یا ماں کہنے مین عتق بطریق مجاز ہے فان
صلحوا وجھل نسبھم فی مولدھم ولیس للقائل اب معروف ثبت النسب ایضا ثم یقبل ابنی من الزنا فیعتق فقط یہہ اگر مملوک باعتبار عمر کے صلا
رکہتے ہون مولیٰ کا باپ یا بیٹا ہونیکی اور غلامون کا نسب بھی انکے وطن مین مجہول ہو اور جس مولیٰ نے غلام کو اپنا باپ کہا ہو اوسکا باپ معلوم اور مشہور نہین کہ کون ہے
تو عتق کے ساتھہ نسب بھی ثابت ہوگا جبتک یون نکہا ہو مولیٰ نے کہ یہہ میرا بیٹا زنا سے ھے اور اگر یون کہیگا کہ یہہ غلام میرا بیٹا ہے زنا سے تو نسب اوسکا ثابت نہوگا بلکہ
فقط عتق غلام کا ثابت ہوگا ام تفصیل اس اجمال کی یون ہے کہ زید کی عمر چالیس برس کی ہے اور اوسکا غلام بیس برس کا ہے مجہول النسب پہر زید نے غلام کو کہا کہ یہہ
میرا بیٹا ہے تو غلام آزاد بھی ہوگا اور زید کا بیٹا بھی ٹھہریگا اور اگر غلام کا نسب معلوم ہوگا تو فقط عتق ثابت ہوگا نہ نسب اور اگر زید بیس برس کا ہو اور غلام
چالیس برس کا تو اوسوقت مین بیٹا کہنے سے نسب نہ ثابت ہوگا بسبب عدم صلاحیت کے فقط عتق ہی ثابت ہوگا نزدیک امام کے کذا فی العالمگیریۃ عن قاضیخان اور اسیطرح کی تفصیل
سے غلام کو باپ کہنے مین یا لونڈی کو ماں کہنے مین لیکن ثبوت نسب مین اشتراط تصدیق مملوک مختلف فیہہ ھے چنانچہ شارح اسکی طرف اشارہ کرتا ہے وھل یشترط تصدیقہ
فیما سوی دعوۃ البنوۃ قولان اور کیا مشروط ہے ثبوت نسب مین تصدیق غلام کی سوا دعوی فرزندی کے اسمین دو قول مین ایک قول یہہ ہے کہ تصدیق غلام
کی شرط نہین اسواسطے کہ اقرار مالک اپنے مملوک پر صحیح ھے بلا تصدیق مملوک اور دوسرا قول یہہ ہے کہ دعوی فرزندی کے سوا مین تصدیق مملوک کی شرط ہے اسواسطے کہ
اسمین تحمیل ھے نسب کی غیر پر بخلاف فرزندی کے اوسمین غیر کا تحمیل نسب ھے اپنی ذات پر کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولا تصیر امہ ام ولد اور نہین ہو جاتی ماں غلام کی
ام ولد یعنی جس غلام کو مولیٰ نے اپنا بیٹا کہا تو اوسکی ماں مولیٰ کی ام ولد نہوگی ولو قال لعبدہ ھذہ بنتی او لامتہ ھذا ابنی افتقر للنیۃ اور اگر کہا اپنے
غلام کو یہہ میری بیٹی ھے اور اپنی لونڈی سے کہا کہ یہہ میرا بیٹا ہے تو عتق مین احتیاج ہوگی نیت کی یعنی بدون نیت کے آزادی نہوگی اسواسطے کہ اشارہ موافق مشار الیہ کے
نہین تذکیرا و تانیث مین کذا فی الھدایہ و فتح القدیر و فی ھذا خالی او عمی عتق ولیس لا مالو بینو من النسب اور مولیٰ کے یون کہنے مین کہ یہہ میرا ماموں یا چچا ہے
غلام آزاد ہوگا اور یون کہنے مین کہ یہہ میرا بہائی ھے آزاد نہوگا جبتک اخوت نسبی کی نیت نکرے اسواسطے کہ اخوت مشترک ہوتی ہے نسبی اور دینی مین قال اللہ تعالیٰ
(انما المؤمنون اخوۃ) اور مشترک بدون نیت کے متعین نہین ہو سکتا بخلاف عم اور خال کے لا یعتق بیا ابنی و یا اخی و یا اختی و یا ابی غلام آزاد نہین ہوتا
یون کہنے سے کہ اے میری بیٹی اور اے میری بہائی اور اے میری بہن اور اے میرے باپ اسواسطے کہ ندا کرنیسے متوجہ کرنا منادی کا مقصود ہوتا ہے بلا قصد معنی کے
بخلاف یا حر کے اسواسطے کہ یا حر عتق صریح ہے اوسمین معنی قصد کرنیکی حاجت نہین کذا فی منح الغفار و لا سلطان لی علیک اور غلام سے یون کہنے مین بھی عتق نہین
کہ میری قدرت نہین تجہپر اسواسطے کہ باوجود بقاء ملک کے بھی عدم قدرت اور عدم تصرف عبد مین متصور ھے چنانچہ غلام مکاتب مین و لا بالفاظ الطلاق صریحہ
وکنایتہ بخلاف عکسہ کما مر اور عتق واقع نہین ہوتا طلاق کے الفاظ سے نہ صریح طلاق سے نہ کنایہ طلاق ہے اور طلاق واقع ہوتی ہے بلفظ عتق چنانچہ اسکی
تصریح باب الطلاق مین مذکور ہو چکی تو اگر مولیٰ اپنی لونڈی سے کہے کہ تجہکو طلاق ھے یا تو مجہپر حرام ھے تو آزاد نہوگی وان نوی قید للاخیرۃ لتوقفہ فی البداء
علی النیۃ کما نقلہ ابن الکمال وکذا فی السلطان کما حققہ الکمال واقرہ فی البحر الفاظ طلاق سے عتق نہین ہوتا اگرچہ مولیٰ عتق کی نیت بھی کرے اسواسطے
کہ نیت وہان مفید ہوتی ہے جہان لفظ مین مراد کا احتمال ہو بخلاف لفظ طلاق کے کہ اوسمین معنی عتق کی صلاحیت نہین شارح کہتا ہے باوجود نیت کے عتق نہونا یہہ عبارت

اخیرہ کی قید سے نہ منادی کی اور نفی سلطان کی بسبب سے موقوف ہے عتق منادی مذکور کے نیت پر چنانچہ ابن کمال نے اسکو نقل کیا ہے کہ یا ابنی میں اگر عتق کی نیت کریگا
تو غلام آزاد ہوگا اور اسیطرح لا سلطان لی علیک میں عتق کی نیت کریگا تو آزاد ہوگا چنانچہ اسی قول کی ترجیح دی ہے کمال نے فتح القدیر میں اور مسلم کہا ہے اسکو
بحر الرائق میں ھ فتح القدیر میں کہا ہے کہ بعض مشائخ کا یہ قول ہے کہ لا سلطان لی علیک میں نیت سے عتق ثابت ہوگا اور یہی مذہب ہے امام مالک اور شافعی اور احمد کا
اور اپنے قول کو دلیل منعقد ہے وکذا انت مثل الحر تعتق بالنیۃ ذکرہ ابن الکمال وغیرہ اور اسیطرح یہ قول کہ تو حر کی مانند ہے غلام آزاد ہوگا عتق کی
نیت سے چنانچہ اسکو ابن کمال وغیرہ نے ذکر کیا ہے اسواسطے کہ اس قول میں مماثلت اور تشبیہ ہے اور تشبیہ کا ہے عام ہوتی ہے اور گاہے خاص لہذا بدون نیت عتق آزاد
نہوگا تو معلوم ہوا کہ یہ لفظ کنایات عتق سے ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الزیلعی الا فی قولہ اطلقتک ولو لعبدہ فیحتاج امرک بیدک او اختاری فانہ
یعتق مع النیۃ فھو من کنایات العتق ایضا ولا یدع بدایع ویتوقف علی القبول فی المجلس لفظ طلاق سے عتق نہیں ہوتا مگر مولی کے اس قول میں
کہ میں نے تجھکو مطلق العنان کیا اگرچہ یہ قول لونڈی سے نہیں بلکہ اپنے غلام سے کہا ہو کذا فی فتح القدیر اور مولی کے اس قول میں اپنی لونڈی سے کہ تیرا امر تیرے
ہاتھ میں ہے یا تو اختیار کرلے یعنی عتق کو تو ان تینوں قولوں میں مملوک آزاد ہوگا ساتھ نیت عتق کے تو اطلاق اور امر بالید اور اختیار کنایات عتق سے بھی ہیں
چنانچہ یہی الفاظ کنایات طلاق بھی ہیں اور اسمیں کچھ غرابت اور تعجب نہیں کہ ایک لفظ دو چیزوں کے کنایہ ہونیکی صلاحیت رکھے علی الخصوص کہ دونوں متقارب
المعنی بھی ہوں کذا فی البدائع اور چونکہ امر بالید اور اختیار تفویض اعتاق کی کنایات سے ہے نہ ایقاع عتاق کی کنایات سے ہے لہذا شارح نے کہا کہ امرک بیدک
اور اختیاری میں عتق موقوف ہوگا قبول فی المجلس پر یعنی اگر لونڈی نے اوس مجلس میں عتق کو قبول کرلیا تو آزاد ہوگی اور بعد مجلس کے آزاد نہوگی بخلاف
اطلقتک کے کہ اسمیں قبول کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ وہ تفویض نہیں بلکہ ایقاع ہے وکذا اختر العتق او امر عتقک بیدک وان لم ینو
لتنبیہ لانہ تملیک کالطلاق اور اسیطرح قبول فی المجلس پر عتق موقوف ہی ہوگا اس قول میں کہ آزادی اختیار کر یا امر آزادی کا تیرے ہاتھ
میں اگرچہ اس قول میں نیت مولی کی حاجت نہیں کہ صریح ہے نہ کنایہ لیکن قبول مملوک پر عتق موقوف ہے اسواسطے کہ یہ تملیک عتق ہے مانند طلاق کے اور تملیک
بدون قبول کے تمام نہیں ولا یعتق بقولہ انت علی حرام وان نوی لکن یکفر بوطیھا اور عتق ثابت نہیں اس قول سے کہ تو مجھپر حرام ہے اگرچہ مولی عتق کی
نیت بھی کرے لیکن اگر بعد اس کلام کے لونڈی سے وطی کریگا تو کفارہ دے یمین کا اسواسطے کہ تحریم حلال قسم ہے وتصح ایضا بقولہ عبدی او حماری او جملی
حر والعتق صحیح ہے اس قول سے بھی کہ میرا غلام یا میرا گدہا آزاد ہے یا میری دیوار آزاد ہے چونکہ گدہا اور دیوار لائق حریت کے نہیں لہذا حریت غلام ہی کیواسطے
مخصوص ہے کما لو جمع بین امرأتہ وبھیمۃ او حجر وقال احدکما طالق طلقت امرأتہ چنانچہ اگر زوج نے اپنی عورت اور جانور یا پتھر کو ملایا اور کہا دو
میں ایک کو طلاق ہے یعنی زوجہ یا جانور کو تو اوسکی زوجہ ہی مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ جانور اور پتھر میں صلاحیت طلاق کی نہیں لا لو جمع بین امرأتہ وامتہ
الحیۃ والمیتۃ جوھرۃ نہ طلاق واقع ہوگی اگر ملا دیگا اپنی زوجہ اور اپنی لونڈی مردہ اور زندہ کو کذا فی الجوہرہ ھ بہتر یوں تھا کہ شارح موافق جوہرہ
کے یوں کہتا لا لو جمع بین امتیہ الحیۃ والمیتۃ یعنی مولی کی ایک لونڈی زندہ ہے اور دوسری مردہ سو اوس نے یوں کہا کہ ان دونوں میں سے ایک آزاد ہے
تو زندہ آزاد نہوگی اسواسطے کہ مردہ پر بھی اطلاق آزادی صحیح ہے اور جوہرہ میں مسئلہ طلاق کا مذکور نہیں شارح نے زیادہ کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وتعتق
ایضا بملک ذی رحم محرم ای قریب حرم نکاحہ ابدا اور یہی صحیح ہے عتق قریب محرم کی ملک سے یعنی وہ قرابت والا جس سے نکاح کرنا دائمی حرام
ہے تو اگر ایک شخص نے اپنی ماموں یا چچا کو خرید کیا تو مجرد خریدنے کے آزاد ہوجاویگا خرید کرنیوالے آزاد کرے یا نکرے اسواسطے کہ چچا بھتیجے یا ماموں بھانجے میں محرمیت
ثابت ہے یعنی اگر ان دونوں مردوں میں کوئی عورت ہوتا تو آپسمیں کا ہے نکاح کرنا حلال نہوتا اور اگر بنی اعمام اور بنی اخوال کو خرید کریگا تو آزاد نہونگے اسواسطے
(چچا کی اولاد ۱۲ — ماموں کی اولاد ۱۲)
کہ اگرچہ یہ قرابت والے ہیں لیکن محرم نہیں اور اگر رضاعی بھائی کو خرید کریگا تو بھی آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ اگرچہ محرم ہے لیکن قریب نہیں نسائی نے
عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مالک ہو قرابت والے محرم کا وہ اوسپر آزاد ہوگا ھ چنانچہ نسائی نے اس حدیث کی حمزہ
راوی کے سبب سے تضعیف کی ہے لیکن عبدالحق نے اسکو صحیح حدیث کہا ہے اور ابن قطان اور ابن معین نے حمزہ کی توثیق کی اور شاہد اس حدیث کا سنن اربعہ میں

موجود ہے تو یہہ مذہب مخبت ہے شافعیہ پر کذا فی فتح القدیر یعنی امام شافعی کے نزدیک اصول و فروع کی ملک سے البتہ عتق ہوتا ہے نہ جمیع محارم کی ملک سے ولو شقصاً فیعتق منہ
بقدرہ عندہ وعندھما کلہ کشراء زوجۃ ابیہ الحامل منہ اگرچہ قریب محرم کا کل کا مالک نہو بلکہ بعض مملوک ہو جیسے ثلث یا نصف تو اوسیقدر آزاد ہوگا نزدیک
امام صاحب کے یا حمل کا مالک ہو جیسے خرید کرنا اپنے باپ کی زوجہ کا جو حاملہ ہو اوسکے باپ سے یعنی ایک شخص کہ باپ نے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور وہ حاملہ ہوئی پہر اوسکے بیٹے
اوس حاملہ کو خرید کیا تو یہہ لونڈی مملوکہ ہوگی لیکن قبل ولادت اوسکا بیچنا جائز نہوگا اور جب جنیگی تو ولد اوسکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ مالک کا بھائی ہے ولو
المالک صبیاً او مجنوناً او کافراً فی دارنا حتی لو اعتق المسلم او الحربی عبدہ فی دار الحرب لا یعتق بعتقہ بل بالتخلیۃ فلا ولاء خلافاً
للثانی محرم قریب کا عتق مالک ہونے سے صحیح ہے اگرچہ مالک صغیر ہو یا دیوانہ یا کافر جو دار الاسلام میں ہے اور اگر کافر حربی دار الحرب مین اپنے قریب محرم کا مالک ہو تو محرم
ملک سے آزاد نہوگا اسواسطے کہ احکام مسلمین کے وہان جاری نہیں یہانتک کہ اگر مسلمان یا حربی دار الحرب مین اپنے غلام کو آزاد کریگا تو اوسکے آزاد کرنیسے آزاد
نہوگا بلکہ تخلیہ سے یعنی بعد اعتاق باللفظ کے رفع تصرفات مالکانہ سے عتق ثابت ہوگا تو امام اعظمؒ اور محمدؒ کے نزدیک مالک کے واسطے حق ولا ثابت نہیں اسواسطے کہ آزادی
اعتاق سے نہیں بلکہ مخلی بالطبع کر دینے سے ہے بخلاف ابو یوسفؒ کے کہ اونکے نزدیک ولا مولی کو ثابت ہے کیونکہ اونکے نزدیک اعتاق باللفظ دار الحرب مین صحیح ہے کذا
فی حاشیۃ المدنی عن الزیلعی ولو حربیاً مسلماً او ذمیاً عتق بالاتفاق لعدم محلیۃ الاسترقاق زیلعی اور اگر مولی کا غلام دار الحرب مین مسلمان ہو
یا ذمی تو فقط لفظ اعتاق سے بلا شرط تخلیہ آزاد ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ مسلم اور ذمی محل ملکیت نہیں کذا فی الزیلعی وصح ایضاً بتحریر لوجہ
اللہ والشیطان والصنم وان اثم اور خدا کی رضامندی کیواسطے آزاد کرنا اور شیطان اور بت کیواسطے آزاد کرنیسے بھی عتق صحیح ہے اگرچہ شیطان اور بت کیواسطے
آزاد کرنیسے وہ گنہگار ہوگا صنم اوس بت کو کہتے ہین جو بصورت انسان ہو خواہ سونے خواہ چاندی خواہ لکڑی سے اور جو پتھر سے ہو اوسکو وثن کہتے ہین کذا فی
غایۃ البیان وکفر بہ ای بالاعتاق للصنم المسلم عند قصد التعظیم لان تعظیم الصنم کفر وعبارۃ الجوھرۃ ولو قال للشیطان او للصنم
کفر اور بت کیواسطے آزاد کرنیسے مسلمان کافر ہوجاویگا نزدیک قصد کرنے تعظیم کے اسواسطے کہ تعظیم صنم کی کفر ہے اور جوہرہ مین یہہ عبارت ہے کہ اگر یون کہیگا کہ
مین نے غلام کو شیطان یا صنم کیواسطے آزاد کیا تو کافر ہوجاویگا وصح ایضاً بکرہ ای اکراہ ولو غیر ملجئ اور زبردستی آزاد کرانے سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے
اگرچہ جبر اور زیادتی دوسرے شخص نے اتنی نہ کی ہو جسمین جان یا عضو تلف ہونیکا خوف ہو ہرچند اکراہ مین رضای مالک نہیں لیکن عتق رضا پر موقوف نہیں
اسواسطے کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے اور حالانکہ ہزل مین رضا نہیں کذا فی فتح القدیر لیکن زبردستی کرنیوالے پر قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ
الدر عن الحموی وسکر بسبب محظور یجیئ ان کل مسکر حرام فلا یخرج الا شرب المضطر فانہ کالاغماء اور صحیح ہے عتق اوس مستی اور نشی مین
جو حاصل ہوئی ہو بسبب استعمال کرنے حرام چیز کے مصنف کا مطلب یہہ ہے کہ اشیاء مباحہ کی مستی سے عتق نہوگا جیسے مضطر کا شرب خمر اور مثلث کا استعمال بقصد تقوی
او نقیع زبیب بلا طبخ کا اور اودیہ اور اغذیہ جو انگور سے نہون کذا فی المنح شارح کہتا ہے باب الاشربہ مین امام محمدؒ کا قول مفتی بہ مذکور ہوگا کہ جو مسکر ہے حرام ہے اور مسکر کا
قلیل اور کثیر سب حرام ہے تو اشیاء مذکورہ مین سے کوئی چیز مسکر محرم سے خارج نہیں یعنی سب پر مسکر محرم صادق ہے سوای شرب مضطر کے یعنی جسکے حلق مین
لقمہ اٹک گیا نیچے نہیں اُترتا اور پانی وہان نہیں تو اوسوقت لقمہ اُتارنیکے واسطے شراب پی لینا حرام نہیں تو اگر اوسکو بعد نشہ ہوگا تو مانند بیہوشی کے اوس مستی
سے عتاق صحیح نہوگا محشی مدنی نے کہا کہ اودیہ اور اشیاء مباحہ کے سکر کا بھی یہی حال ہے جیسے کہ شہد سے بعضے صفراوی مزاجون کو نشہ ہوجاتا ہے تو اوس مستی سے
بہی عتق صحیح نہوگا ویصح ایضاً مع ہزل ھو عدم قصد حقیقۃ ولا مجازاً اور عتق صحیح ہے ہزل یعنی بیہودگی کے ساتھہ بھی ہزل عبارت ہے عدم قصد حقیقت
اور مجاز سے یعنی جس کلام کے معنی حقیقی اور مجازی متکلم کو کچہہ مقصود نہون وہ ہزل ہے چنانچہ خوش طبعی مین حقیقت اور مجاز کلام اکثر مراد نہیں ہوتا وان
علق العتق بشرط کدخول دار صح وعتق اذا دخل اور اگر معلق کیا مولی نے عتق کو کسی شرط پر جیسے دخول دار پر تو یہہ تعلیق صحیح ہے اور غلام آزاد ہوگا
جب گھر مین داخل ہوگا اور مولی کو اختیار ہے کہ قبل دخول دار اوسکو بیچ ڈالے اور بعد بیع کے اگر غلام گھر مین داخل ہوا پہر اوسکو مالک اول نے خرید کیا اور
دوسری بار گھر مین غلام داخل ہوا تو اب آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والتعلیق بامر کائن تنجیز فلو قال لعبدہ وھو فی ملکہ ان ملکتک فانت حر

عتق للحال بخلاف قوله لمكاتبه إن انت عبدي فانت حر لا يعتق لقصور الاضافة ظهيريه ۹ اور معلق کرنا عتق کا اوس امر پر جو حاصل اور موجود ہو تنجیز ہے نہ تعلیق یعنے فی الحال عتق واقع ہوگا تو اگر مولی نے اپنی اوس غلام سے کہا جو اوسکی ملکیت مین ہو کہ اگر مین تیرا مالک ہون تو تو آزاد ہے تو وہ غلام فی الحال آزاد ہوجاویگا بخلاف یون کہنے مولی کے اپنے مکاتب سے کہ اگر تو میرا غلام ہے تو تو آزاد ہے تو مکاتب نہ آزاد ہوگا بسبب ناقص ہونے اضافت عبدیت کے کذا فی الظہیریہ پورا غلام وہ ہو جو بدون مرضی مولی کے کوئی تصرف نکر سکے اور غلام مکاتب اپنے تصرفات مین مختار رہے تو پورا غلام نہوا تو شرط عتق نپائی گئی لہذا آزاد نہوگا وفیہا تصبح حرا تعلیق اور ظہیریہ مین ہے کہ یون کہنا مولی کا غلام سے کہ تو صبح کریگا آزاد ہوکر تعلیق ہے عتاق کی صبح کے وقت پر گویا یون کہا کہ جب تو صبح کیوقت مین داخل ہوگا تو آزاد ہوگا وتقوم حرا وتقعد حرا تنجیز اور یون کہنا غلام سے کہ تو کہڑا ہوتا ہے آزاد ہوکر اور بیٹھتا ہے آزاد ہوکر یہہ فی الحال اعتاق ہے اسواسطے کہ مقصود اس کلام کا یہہ ہے کہ تو ہر حال مین آزاد ہے قال ان سقیت حماری فذهب به للماء ولو لم یشرب عتق لان المراد عرض الماء علیه کہا مولی نے اپنے غلام سے کہ اگر تو میرے گدہے کو پانی پلاوے تو تو آزاد ہے سو غلام اوسکو پانی پلانے کو لیگیا اور اوس نے پانی نہ پیا تو غلام آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ مراد اس کلام کی یہہ ہے کہ گدہے کے سامنے پانی ہوجاوے تاکہ اگر وہ پیاسا ہو تو پی لے اور یہہ مراد نہین کہ پیاس ہو یا نہو پانی پلانا اوسکو لازم ہے قال عبدی الذی هو قدیم الصحبة حر عتق من صحبته سنة هو المختار مرد نے کہا جو میرا غلام قدیم الصحبت ہے وہ آزاد ہے تو وہ غلام آزاد ہوگا جو اوسکو ساتھہ سال بہر رہا اور یہی قول مختار ہے ولو قال انت عتیق ونوی فی الملك دین اور اگر مولی نے کہا اپنے غلام سے کہ تو عتیق ہے اور لفظ عتیق سے یہہ نیت کی کہ قدیمی مملوک ہے تو دیانۃً البتہ اوسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ عتیق لغت مین بمعنی قدیم بھی ہے لیکن قاضی نہ تصدیق کریگا اسواسطے کہ صریح عتق ہے محتاج نیت کا نہین ولو زاد فی السن لا یعتق اور اگر یون زیادہ کرکے کہا کہ انت عتیق فی السن یعنے تو عمر مین بڑا ہے تو آزاد نہوگا غلام نہ قضاءً نہ دیانۃً اسواسطے کہ بقرینہ عمر عتق سے کچھ علاقہ نرہا وعتق بما انت الا حر اور آزاد ہوگا اس قول سے کہ تو نہین مگر حر ہے اسواسطے کہ استثنا نفی سے کرنا اثبات علی وجہ التاکید ہے چنانچہ کلمہ توحید مین لا بما انت الا مثل الحر وان نوی اس قول سے کہ تو نہین مگر مثل حر کے آزاد نہوگا اگرچہ عتق کی نیت بھی کرے کذا فی المحیط ولکل مالی حر اور یون کہنے سے آزاد نہوگا کہ میرا سب مال حر ہے اسواسطے کہ حر سے مراد یہان صاف اور خالص ہے تو مطلب یہہ ہوا کہ میرا تمام مال صاف اور خالص ہے غیر کی شرکت سے کذا فی حاشیۃ الحموی عن البحر ولا بکل عبد لی فی الارض او کل عبید الدنیا او اهل بلخ حر عند الثانی وبه یفتی اور متکلم کا غلام اس قول سے آزاد نہین کہ تمام زمین مین سب غلام آزاد ہین یا دنیا کے تمام غلام آزاد ہین یا بلخ کے رہنے والے آزاد ہین اور حالانکہ متکلم کا غلام بھی بلخ مین داخل ہے ابو یوسف کے نزدیک اقوال ثلثہ سے عتق ثابت نہین اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریہ عن قاضیخان بخلاف اهل هذه السکة او الدار بخلاف اس قول کے کہ اس کوچہ کے رہنے والے آزاد ہین یا اس گہر کے رہنے والے آزاد ہین کذا فی البحر الرائق ظاہر کلام شارح کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ان دونو قولون مین ابو یوسف کے نزدیک عتق ثابت ہے بحر الرائق مین حالانکہ یہ خلاف واقع کے ہے اسواسطے کہ بحر الرائق مین بروایت ظہیریہ فقط مسئلہ عبید دار کا یون مذکور ہے کہ اوسمین بالاتفاق عتق ثابت ہے اور مسئلہ سکہ اوسمین مذکور نہین لیکن صاحب بحر نے اشباہ مین کہا کہ اگر یون کہا کہ سب غلام اس سکہ کے آزاد ہین اور حالانکہ اوسکا غلام بھی اہل سکہ مین داخل ہے تو ابو یوسف کے نزدیک آزاد نہوگا اور محمد کے نزدیک آزاد ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی اور فتاوی عالمگیری مین فتاوی قاضیخان سے یہی منقول ہے کہ ابی یوسف کے نزدیک اہل سکہ مین عتق نہین اور اہل دار مین بالاتفاق عتق ہے تو معلوم ہوا کہ یہان یا تحریف کاتب ہے یا شارح کا سہو ہے والله اعلم حرر حاملا اعتقا اصالة وقصدا اذا ولدته بعد عتقها لاقل من نصف حول مولی نے آزاد کیا حاملہ لونڈی کو اپنی تو لونڈی اور اوسکا ولد دونو بالاصالت اور بالقصد آزاد ہونگے جب کہ بعد عتق اپنی کے اوسکو کمتر چہہ مہینے سے جنتی گی ماکا بالاصالت آزاد ہونا تو صریح ہے اور بچہ اس واسطے بالقصد اور بالاصالت آزاد ہوا کہ وہ جز تہا اوسوقت اپنی ماکا اور اعتاق کل بعینہ اعتاق جز ہے اسواسطے کہ جب اقل مدت حمل مین جنی بعد اعتاق کے تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ ولد قبل اعتاق کے اوسکے پیٹ مین موجود تہا ولو لاکثر عتق تبعا وثمرته الجر اذ لا یه اور اگر بعد عتق کے پوری چہہ مہینے یا زیادہ مدت مین جنی تو اوسکا ولد بالاصالت نہ آزاد ہوگا اسواسطے کہ وقت اعتاق متیقن الوجود نہین بلکہ تبعاً آزاد ہوگا یعنی ماکے آزاد ہونے سے وہ بھی آزاد ہوگا اگر کوئی کہے کہ جب ولد دونو صورتون مین آزاد ہوا تو بالاصالۃ اور بالتبع کے فرق نکالنے سے کیا فائدہ اور کون ثمرہ ہے تو شارح

اسکا جواب دیا کہ ثمرہ اس فرق کا ولاء ولد کے حق میں ظاہر ہوتا ہے یعنی اگر ولد بالاصالۃ آزاد ہوا تو ولد کا حق ولاء یعنی ورثت اوسکی مال کی اوسکی ماں کے مالکون کو ملیگی اوسکے باپ کے
مالکون کیطرف انتقال نکریگی اور اگر ولد بالطبع آزاد ہوا تو اوسکے مال کی ورثت اوسکے باپ کے مالکون کیطرف انتقال کرجاویگی اور انتقال ولا کی یہہ صورت ہو کہ زید کے
غلام نے باجازت زید کے خالد کی آزاد لونڈی سے نکاح کیا اور اوس سے لڑکا پیدا ہوا تو یہہ لڑکا اپنی ماں کی تبعیت سے آزاد ہوگا اور ولد کی ورثت اوسکی ماں کے مالکون
کو جنھون نے اوسکو آزاد کیا تھا پہنچیگی پھر جب زید نے اس غلام کو آزاد کر دیگا تو یہہ غلام اپنے آزاد ہونے سے اپنے ولد کی ولا کو اپنی طرف کھینچ کر اپنے مولی کو پہنچا دیگا
پھر اگر اپنے مولی کی زندگی مین غلام آزاد مرگیا اور اوسکے بعد اوسکا ولد مرگیا تو ولد کے مال کا اوسکا مولی یعنے زید وارث ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی و حسن الچلپی
علی شرح الوقایہ ولو حررہ و لو بلفظ علقۃ و مضغۃ او ان حملت بولد فھو حر عتق فقط ولم تجز بیع الام وجاز ھبتہا اور اگر مولی نے اپنی
لونڈی کے حمل کو آزاد کیا اگرچہ حمل کو بلفظ علقہ او مضغہ آزاد کیا یعنی یون کہا کہ جو خون بستہ یا گوشت کا لوتھڑا تیرے پیٹ مین ہے سو آزاد ہے یا یون کہا کہ اگر تیرے
پیٹ مین بچہ ہو تو وہ آزاد ہے تو یون کہنے مین فقط بچہ آزاد ہوگا نہ اوسکی ماں اور بیع ماں کی جائز نہین جبتک کہ وہ حاملہ رہیگی اور ہبہ اوسکا جائز ہے اسواسطے کہ بیع مین
استثنا کر لینا حمل کا جائز نہین اور ہبہ مین جائز ہے لہذا بیع صحیح نہوئی اور ہبہ صحیح ہو لیکن اگر لونڈی کو بیع کریگا تو بطلان ثابت نہوگا تا وقتیکہ اقل مدت
حمل مین نہ جنے گی کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولو دبرہ لم تجز ھبتہا فی الاصح لانہ کمشاع اور اگر مولی لونڈی کے حمل کو مدبر کریگا یعنی یون کہے کہ میری
موت کے بعد بچہ حمل آزاد ہے تو اوس حاملہ لونڈی کا ہبہ کرنا قول اصح مین صحیح نہین اسواسطے کہ وہ ہبہ مشاع کی مانند ہے اسواسطے کہ مدبر کرنے مین ملک مولی کی حمل سے زائل
نہین ہوتی پھر جب بعد مدبر کرنیکے لونڈی کسیکو دی تو موہوب متصل ہوا غیر موہوب سے تو اسمین ہبہ مشاع کی معنی پائے گئے اور حالانکہ ہبہ مشاع قسمت پذیر چیز مین درست
نہین ویبطل شرط المال علیہ وکذا علی امہ لکن یشترط قبولہا للعتق اور باطل ہے شرط کرنا مال کا حمل کی آزادی پر اسواسطے کہ پیٹ کا بچہ الزام مال کے قابل نہین
اور اسیطرح اوسکی ماں پر مال کا شرط کرنا بچہ کی آزادی کیواسطے باطل ہے لیکن اگر مولی حمل کو بشرط مال آزاد کرے تو اوسکی ماں کا قبول کر لینا شرط ہے واسطے عتق حمل کے اگرچہ
اوسکو مال کا دینا لازم نہوگا وفی الظہیریۃ قال ما فی بطنک حر متی ادی الی الفا تعلیق اور ظہیریہ مین ہے کہ اگر مولی نے لونڈی سے کہا کہ جو تیرے پیٹ مین ہے سو آزاد ہے
جب کہ وہ مجکو ہزار درم دیوے تو یہہ قول تعلیق ہے عتق کی یعنی اگر اقل مدت حمل مین وہ جنی اور ولد نے ایسے ہوشیاری کے کسیطرح سے ہزار درم ادا کئے تو اوسوقت آزاد ہوگا
کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر وفیہا اوصی بہ ومات فاعتقہ الورثۃ جاز وضمنوہ یوم الولادۃ اور ظہیریہ مین ہے کہ مولی نے لونڈی کے حمل کی مثلا زید کے
واسطے وصیت کی اور مولی مرگیا پھر وارثون نے حمل کو آزاد کر دیا تو قیمت حمل کی وارث ضامن ہونگے بروز ولادت یعنی جسقدر قیمت بعد ولادت اوسکی ٹھہرے
سو زید کو وارث دیوینگے کہ درمختار مین جو کہا اعتاق حمل سے مراد یہہ ہے کہ اوسکی ماں کو آزاد کیا تو بالتبع وہ بھی آزاد ہوگیا اور یہہ ظاہرا مطلب نہین ہوسکتا کہ حمل کو وارثون
نے بالاصالۃ آزاد کیا اسواسطے کہ وہ بسبب وصیت کے وارثون کا مملوک نہ تھا ولو قال اکبر ولد فی بطنک حر فولدت ولدین فاولہما خروجا اکبر اور اگر مولی نے
اپنی لونڈی سے کہا کہ تیرے پیٹ کا بڑا بچہ آزاد ہے پھر وہ دو لڑکے جنی تو جو اول نکلیگا وہ بڑا ہے سو وہی آزاد ہوگا کذا فی المحیط والولد ما دام جنینا یتبع الام
ولو بھیمۃ فیکون لصاحب الانثی ویتبع ولا یضحی بہ لو امہ کذالک اور بچہ جبتک کہ ماں کے پیٹ مین ہے تو حکم مین اپنی ماں کا تابع ہے بالاجماع نہ باپ کا اسواسطے
کہ باپ کا نطفہ ماں کے نطفہ مین مستہلک ہے تو ماں ہی کی جانب غالب ٹھہری اور اسواسطے کہ بالخصوص باپ کا نطفہ متیقن نہین اور ماں کے نطفہ مین کچھ تردد نہین بالیقین ثابت
ہے ولہذا ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا نسب فقط ماں کو ثابت ہے ماں اوسکی وارث اور وہ ماں کا وارث ہے کذا فی البحر بالجملہ بچہ ماں کا تابع ہے اگرچہ ماں جانور ہو تو بچہ ماں کے
مالک کا ہوگا یعنی حاملہ جانور بعد بیع اور ہبہ کے اگر جنی تو اوسکا مشتری اور موہوب لہ مالک ہوگا اور اسیطرح اگر زید کا گھوڑا خالد کی گھوڑی پر جست کرے اور وہ بچہ جنی
تو اوسکا مالک خالد ہے نہ زید اور بچہ ماکول اللحم ہے اگر اوسکی ماں ماکول اللحم ہے اور بچہ بھی قربانی کیا جاوے اگر اوسکی ماں قربانی کے لائق ہے بحرالرائق مین ہے کہ اگر
وحشی جانور اور اہلی سے بچہ پیدا ہوا یا غیر ماکول اللحم اور ماکول اللحم سے بچہ ہو تو اوسکا کھانا درست ہے اگر ماں اوسکی ماکول اللحم ہو اور قربانی بھی درست ہے اگر ماں قربانی
کے لائق ہو مثلا اگر گورخر اور گاے سے بچہ پیدا ہوا نیل گاو اور گاے سے بچہ پیدا ہو تو قربانی اوسکی جائز ہے اور یہی قول معتمد ہے اور جو لوگ کہ اعتبار مشابہت کے قائل
ہوے کہ مین سو قول ضعیف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فی الملک بسائر اسبابہ والرق الا ولد المغرور بچہ تابع ہے ماں کا ملک مین جمیع اسباب ملک کے ساتھ مثلا خرید اور

هبه اور ارث تو اگر حامله لے بیع یا هبه یا ارث سے تو اوسکا حمل بھی مملوک ہوگا اور رق مین بچہ تابع ہوگا ماں کا والمغرور ولدہ حر فتابع اپنی ماں کا رق مین نہین مغرور وہ مرد جسنے دہوکا کھایا
اسطرح پر کہ ایک عورت سے بشرط اوسکی حریت کے نکاح کیا پھر وہ لونڈی نکلی تو اوسکا ولد حر ہوگا بعد قیمت دینے کے اور جس مرد نے لونڈی کے مالک سے اپنی اولاد کی حریت شرط
کرلی تو اوسکی اولاد تابع ماں کی نہوگی شارح کو اس مسئلہ کا استثنا کرنا مناسب تھا ام رق عبارت ہے اوس ذلت اور خواری سے جو شارع نے کافرون پر بعوض سرکشی اور
نافرمانی کے ٹھہرائی یعنی جب کفار نے مالک حقیقی کی بندگی سے سرکشی اور تجبر کیا تو اوس ملک علی الاطلاق نے اپنے غلامون کا اونکو غلام بنا دیا تو سبب رق کا اونکا
کفر ہے یا اون کے اصول کا کفر خلاصہ یہہ ہے کہ رق اوس عجز حکمی کا نام ہے کہ جسسے انسان ولایت اور شہادت اور قضا اور مالکیت مال کے لائق نہو اور جو کہ
بظاہر ملک اور رق مترادف معلوم ہوتے ہین اور حالانکہ اونمین مغایرت ہے لہذا شارح نے واسطے اثبات مغایرت کے قول آیندہ مین اوسکی تصریح فرمائی وصورة
الرق بلا الملك كالكفار في دار الحرب فان كلهم ارقاء غير مملوكين لاحد فاذا اخذ الاسير يوصف بالرق لا المملوكية حتى يحرز بدار
فاذا اخذت ومعها ولدها يتبعها في الرق قهستانی اور صورت رق کی بلا ملک جیسے کافر دار الحرب مین کہ وہ سب رقیق ہین پر کسیکے مملوک نہین تو اسیر
حربی اول گرفتاری مین موصوف بوصف رقیت ہے نہ بوصف مملوکیت یہانتک کہ جب دار الاسلام مین بھیجکر قابو مین آجاوے تب مملوکیت اوسپر صادق آویگی تو کافرہ
اسیر جب گرفتار ہوی اپنے ولد کے ساتھہ تو ولد اوسکا تابع ہوگا رقیت مین کذا فی القہستانی ام تفرقہ رق اور ملک کا جو شارح نے بیان کیا سو صحیح ہے لیکن مثال صحیح
نہین اسواسطے کہ اس صورت مین ولد تابع اپنی ماں کا نہین رقیت مین بلکہ وصف رقیت اوسکو بالاصالۃ ثابت ہے بلکہ مثال صحیح یہہ ہے کہ کافرہ حاملہ گرفتار ہوئی تو
حمل تابع ہوگا اوسکا رقیت مین اسواسطے کہ یہان گفتگو ہے اتباع جنین مین کذا فی حاشیۃ الحلبی ہر صورت ملک اور رق مین فرق ظاہر ہوگیا اور معلوم ہوا کہ کسی شے
کے تصرف پر قادر ہوتا ہے اسکا مالک ہے خواہ مملوک جماد ہو یا حیوان یا انسان اور رق نہین ہوتا مگر انسان مین اور بیع سے مالک کی ملک زائل ہوجاتی ہے نہ رق اور
عتق سے ملک زائل ہوتی ہے قصدا اسواسطے کہ وہ حق مالک ہے اور رق زائل ہوتا ہے ضمنا اسواسطے کہ فرغت ہوگئی حقوق العباد سے اور زیادہ تر ملک اور رق کا فرق
قن اور ام ولد اور مکاتب مین ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ قن مین ملک اور رق دونو کامل ہین اور ام ولد مین ملک کامل ہے اور رق ناقص لہذا کفارہ مین اوسکا اعتاق
صحیح نہین اور مکاتب مین رق کامل ہے یہانتک کہ کفارہ مین اوسکا اعتاق صحیح ہے اور ملک اوسمین ناقص ہے اسواسطے کہ مکاتب مولی کے تصرف مین نہین اور
اگر مولی کہے کہ ہر مملوک میرا آزاد ہے تو مکاتب نہ آزاد ہوگا بسبب نقصان ملک کے کذا فی الدرر عن الزیلعی والحرية والعتق وفروعه ككتابة وتدبير
مطلق واستيلاد اذا لم تشترط الزوج حرية الولد كامر اور جنین تابع ہے ماں کا حریت اصلیہ مین اور عتق مین اور عتق کی فروع مین جیسے کتابت اور تدبیر مطلق
اور استیلاد مین تاوقتیکہ لونڈی کے زوج کی حریت کی مولی سے نہ شرط کرلی ہو چنانچہ کتاب النکاح کے باب نکاح رقیق مین اسکا حکم مذکور ہوچکا ام حریت اصلیہ کی
مثال یہہ ہے کہ غلام نے حرہ سے نکاح کیا سو وہ حاملہ ہوئی اوس سے تو اوسکا بچہ بھی ماں کا تابع ہوکر حر اصلی ہوگا اور حریت غیر اصلی کا ذکر ہوچکا حاملہ کے عتق مین
اور کتابت کی یہہ مثال ہے کہ مولی نے حاملہ لونڈی کو مکاتب کیا اور بعد کتابت کے اقل مدت حمل مین بچہ پیدا ہوا تو بعد ادای بدل کتابت کے ماں اور بچہ ساتھہ آزاد
ہونگے اور تدبیر مطلق یہہ کہ مولی نے حاملہ لونڈی سے کہا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے تو دونو ساتھہ آزاد ہونگے اور اگر مولی تدبیر مقیدہ اسطرح پر کریگا کہ اگر مین اس
بیماری مین مرگیا تو تو آزاد ہے تو اسمین ولد تابع ماں کا نہوگا اور استیلاد کی مثال یہہ ہے کہ مولی نے اپنی ام ولد کا نکاح کردیا سو وہ حاملہ ہوئی تو بعد موت مولے
کے دونو آزاد ہونگے وفی رهن اور رہن مین تابع ہے ماں کا یعنی اگر حاملہ کو رہن رکھا اور بچہ پیدا ہوا تو وہ بھی مرہون ہوگا یہانتک کہ راہن اوسکو مرتہن سے نہین
لے سکتا ودين اور دین مین تابع ہے ماں کا یعنی حاملہ لونڈی کو مولی نے تجارت کرنیکی اجازت دی پھر وہ متقروض ہوگئی تو بچہ بھی دین مین اوسکا تابع ہوگا
یعنے قرض دینے والے ولد کو بیچ لینگے وحق اضحية اور حق اضحیہ مین ماں کا تابع ہوگا اسطرح پر کہ مثلا قربانیکے واسطے گای یا بکری کا بعض خریدی اور اوسکے بچہ پیدا
ہوا تو ماں کے ساتھہ بچہ بھی ذبح کیا جاویگا یا پیٹ سے زندہ نکلیگا تو ذبح ہوگا واسترداد بیع اور استرداد بیع مین ماں کا تابع ہوگا یعنی لونڈی یا گای یا بکری کی
بیع فاسد ہوئی پھر مشتری کے پاس حاملہ ہوئی تو استرداد بیع مین ولد تابع ہوگا ماں کا وسراية ملك اور سرایت ملک مین تابع ہے ماں کا یعنی مالک قدیم کا حق ملکیت
اوس تک پہنچ جاتا ہے صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک لونڈی چند بار دست بدست بکی بعد اوسکے بسبب عیب قدیمی کے مالک اول پر مسترد ہوئی اور حالانکہ وہ حاملہ تھی

تو اوسکا حمل بھی مالک ولد کا مملوک ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن الاشباہ فھی اثنا عشر تو یہہ بارہ مواضع مین جنمین حمل تابع اپنی ماکا ہوتا ہو یعنی ملک مین
عتق حریت عتق کتابت تدبیر مطلق استیلاد رہن دین حق اضحیہ استرداد بیع سریان ملک ولا یتبعھا فی کفالۃ اور جنین تابع نہین ہوتا اپنی ماکا کفالت
مین یعنی اگر حرہ حاملہ نے یا لونڈی نے باجازت مولی مال ضامنی یا حاضر ضامنی کی اور ضمانت مدت تک بنی رہی یہانتک کہ لڑکا پیدا ہوا اور بالغ ہوا تو یہہ لڑکا
ضمانت مین ماکا تابع نہین ولا اجارۃ اور اجارہ مین ماکا تابع نہین یعنی دس برس حاملہ کو اجارہ لیا پھر وہ جنی تو یہہ لڑکا اجارہ مین داخل نہین تو ماکی طرح
خدمت کرنا اسکو لازم نہوگا وجنایۃ اور جنایت مین تابع ماکا نہوگا یعنی اگر حاملہ نے کوئی جنایت کی تو ولی جنایت کو ماکے ساتھہ ولد نہ دیا جاویگا اور اگر مالک فدیہ
دیگا تو فقط اوسکا فدیہ دیگا کذا فی الجامع الصغیر اور حاکم شہید نے مختصر مین کہا کہ جنایت ماکی طرف سے ولد تک سرایت کریگی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی وحد
وقود اور حد اور قصاص مین تابع ماکا نہوگا تو حاملہ پر حد نہ ماری جاویگی مگر بعد ولادت کے اور قصاص نہ لیا جاویگا مگر بعد وضع حمل کے وذکوۃ سائمۃ اور
زکوۃ کے جانورون مین بچہ تابع ماکا نہین ورجوع فی ھبۃ اور ہبہ پھیر لینے مین بچہ تابع ماکا نہین یعنی اگر لونڈی کسیکو بخشی اور وہان حاملہ ہوئی اور واہب نے
اوسکے پھیر لینے کا ارادہ کیا تو حمل مین رجوع کرنا جائز نہین کذا فی السراج اور زیلعی نے رجوع حمل کو جائز کہا ہو چنانچہ اسکا ذکر کتاب الہبہ مین آویگا ووصایۃ
بخدمتھا اور اوسکی خدمت کی وصیت مین یعنی مولی نے اپنی حاملہ لونڈی کی خدمت کسی شخص کے واسطے وصیت کی تو اوسکا بچہ وصیت مین تابع ماکا نہین وح
ہیت گی بذکوۃ امہ اور حلال نہین ہوتا بچہ اپنی ماکے ذبح کرنیسے تو پھر اگر گیا ہو یا ناقص یعنی گابھن گائی یا بکری کو ذبح کیا اور اوسکے پیٹ سے زندہ بچہ
نکلا تو اوسکی ماکا ذبح کرنا کفایت نہین کرتا اوسکو بھی ذبح کرنا چاہئے اور یہہ جو حدیث مین آیا ہو کہ ذکوۃ الجنین ذکوۃ امہ سو بنا بر تشبیہ کے ہے یعنی ذبح کرنا جنین
کا مانند ذبح کرنے اوسکی ماکے ہے بدلیل روایت نصب کے تو اگر بچہ مردہ نکلا تو نکھانا چاہئے نزدیک امام اعظم کے اور زفر اور حسن بن زیاد کے اور صاحبین کے
نزدیک اگر بچہ پورا ہو چکا ہو تو اوسکا کھانا حلال ہے بسبب ذبح ہونے اوسکی ماکے فھی تسع کما بسطہ فی بیوع الاشباہ تو یہہ نو مواضع ہین جنمین جنین تابع
ماکا نہین چنانچہ ابن نجیم نے اسکو شرح بیان کیا ہو اشباہ کے باب البیوع مین وزاد فی البحر ولا فی نسب حتی لو نکح ھاشمی امۃ فولدھا ھاشمی کابیہ رقیق
کامہ اور ابن نجیم نے بحر الرائق مین مسائل مذکورہ پر یہہ مسئلہ اور زیادہ کیا ہو کہ ولد تابع نہین اپنی ماکا نسب مین تا اینکہ اگر نکاح کیا سید نے لونڈی سے تو اوسکا
بیٹا ہاشمی سید ہوگا مانند اپنے باپ کے اور غلام مملوک ہوگا مانند اپنی ماکے اسواسطے کہ زوج ہاشمی راضی ہوگیا اپنے ولد کی رقیت سے جبھی تو اوسنے لونڈی کے نکاح
پر اقدام کیا اور نسب مین ولد اپنے باپکا اسواسطے تابع ہوا کہ نسب واسطے تعریف اور شناخت کے ہو تو مرد کیجانب اسمین غالب ہوئی اسواسطے کہ مردونکا حال مشہور
ہوتا ہو نہ عورتونکا کذا فی منح الغفار حموی نے کہا کہ یہہ نص صریح ہو کہ اگر باپ سید نہو اور ما سیدہ ہو تو بیٹا سید نہوگا اگرچہ اوسکو فی الجملہ شرافت نسبی ثابت
ہے اور شیخ ابراہیم دمشق کے مفتی حنفیہ نے لکھا ہو کہ جسکا باپ سید نہو اور ما سیدہ ہو تو اوسکا ولد سید شریف ہو اسواسطے کہ سیادت اور شرافت اس نسب مطہر کی
مشرف کی ابتدا اسی ماکیطرف سے آئی ہو یعنی سیدۃ النساء بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے اور سغناقی نے کہا کہ مین نے حمید الدین ضریر سے یہہ مسئلہ
پوچھا اوس نے کہا مین نے اپنے استاد شمس الدین کردری سے سنا کہ وہ سید ہونے کے قائل تھے اس دلیل سے کہ حق تعالے نے قرآن مجید مین عیسی علیہ السلام کو
نوح اور ابراہیم علیہما السلام کی ذریت مین فرمایا ماکی جہت سے اور فتاوی وجیز مین ہو کہ جب ما سیدہ ہو تو قول مختار یہہ ہو کہ ولد سید ہے اور جامع الفتاوی مین ہے
کہ جسکا باپ سید نہو اور ما ہو تو اوسکے سید ہونے مین اختلاف ہے شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ مفتی بہ قول یہہ ہو کہ وہ سید ہے اور بعض علما نے کہا کہ جسکی ما سیدہ ہو
اوسکو شرافت نسبی حاصل ہے تو یہہ قول اختلاف بین القولین کی توفیق کیواسطے صالح ہو تو جسنے کہا کہ وہ سید نہین تو مطلب اوسکا یہہ ہے کہ جسکی فقط ما سیدہ ہو
اوسکی شرافت اوسکی برابر نہین جسکا باپ سید ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ملخصا ولا یتبعھا بعد الولادۃ الا فی مسئلتین اذا استحقت لام بنتیہ
واذا بیعت البھیمۃ ومعھا ولدھا وقتہ اور بچہ اپنی ماکا تابع نہین ہوتا بعد ولادت کے مگر دو مسئلو مین ایک تو یہہ کہ جب ما غیر کی مستحق ملک ٹھہری لگو ام ولد
کے اور دوسری یہہ کہ جب جانور بیچا گیا اور اوسکا بچہ موجود ہے بیع کے وقت تو وہ بھی بیع مین تابع اپنی ماکا ہوجاویگا بشرطیکہ بائع اور مشتری نے سکوت کیا ہو اور اگر
عدم دخول بیع کی تصریح ہوگئی ہو تو تابع نہو گا کما فی الدر المنتقی اور قنیہ مین ہو کہ شیرخوار بچہ گا ہے اور بکری اور اونٹنی اور گھوڑی کا بیع مین تابع ہو مالہ

بچہ کو دو دو پھیں پتیا کذا فی حاشیۃ المدنی وولد الامۃ من زوجہا ملک لسیدہا تبعا لہا اور ولد لونڈی کا اوسکے زوج کے نطفہ سے ملک ہے اوسکو مولی کا
تابع ہوکر وولدہا من مولاہا حر اور لونڈی کا ولد اپنے مولی کے نطفہ سے آزاد ہے اسواسطے کہ وہ ابتدا علوق سے آزاد ہے اسواسطے کہ ابراہیم ابن النبی صلے اللہ
علیہ وسلم تھے مگر حر اور یہ نہیں کہ اول مملوک ہوکر ولد مولی کا آزاد ہوجاتا ہے جیسا کہ متبادر ہوتا ہے ہدایہ وغیرہ سے کذا فی منح الغفار وقد یکون حراً من رقیقین
بلا تحریر کان نکح عبد امۃ ابیہ فولدہ حر لانہ ولد ولد المولی ظہیریہ اور کبھی دو رقیق کا ولد حر ہوتا ہے بدون آزاد کرنیکے چنانچہ نکاح غلام نے
اپنے باپ کی لونڈی سے کیا تو اوسکا ولد آزاد ہوگا کہ وہ مالک کا پوتا ہے کذا فی الظہیریہ وعلیہ فولدہا من سیدہا او من ابنہ او ابیہ حر اور بنا بر
قول ظہیریہ کے ولد لونڈی کا اپنے مالک سے یا مالک کے بیٹے سے یا مالک کے باپ سے آزاد ہے اسواسطے کہ دونوں قول قریب محرم کی ملک میں یکساں ہیں **فرع** مسئلہ
متعہ شارح کا حملت امۃ لکافر من کافر فاسلم فہل یؤمر مالکہا الکافر ببیعہا لاسلامہ تبعا قال فی الاشباہ لم ارہ قلت الظاہر انہ
لا یجبر لانہ قبل الوضع موہوم وبہ لا یسقط حق المالک کافر لونڈی ایک کافر کی حاملہ ہوئی دوسرے کافر سے پھر وہ مسلمان ہوگیا یعنی زوج تو
لونڈی کے مالک کافر پر لونڈی کی بیع کا بسبب اسلام جنین کے باپ کا تابع ہوکر حکم کیا جاویگا اسوجہ سے کہ حمل دین میں خیر الابوین کا تابع ہوتا ہے یا نہ حکم
کیا جاویگا اشباہ میں کہا کہ میں نے اسکا حکم کلام فقہا میں مصرح نہیں دیکھا شارح باتباع صاحب نہر کہتا ہے ظاہر اجواب اس سوال کا یہ ہے کہ مالک پر بیع
میں جبر نہوگا اسواسطے کہ حمل قبل ولادت کے امر موہوم ہے احتمال ہے کہ حمل ہو یا بیماری اور بسبب امر موہوم کے مالک کا حق نہ ساقط ہوگا ولہذا خانیہ میں کہا ہے
کہ اگر مالک نے اپنی لونڈی کے حمل کی کسیکے واسطے وصیت کی تو اگر وصیت کے دن اوسکے پیٹ میں بچہ ہو اسطرح پر کہ اقل مدت حمل میں جنی اوسدن سے تو وصیت
صحیح ہے اور اگر پورے چھہ یا زیادہ میں جنی تو وصیت باطل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن النہر

باب عتق البعض

یہہ باب ہے عتق البعض کے
احکام میں جب پورا اعتاق مذکور ہوچکا تب ادہورا اعتاق شروع ہوا اسواسطے کہ ادہورا قلیل الوقوع ہے اور تو ابع میں کمتر ہوتا ہے اعتق بعض عبدہ
ولو مبہما صح ولزمہ بیانہ آزاد کیا مولی نے اپنے غلام کا کچھ حصہ اگرچہ غیر معین ہو تو بھی صحیح ہے اور لازم ہوگا مالک پر بیان کر دینا بعض مبہم کا امام
اعظم کے نزدیک اگر غلام پورا نہ آزاد کرے بلکہ بعض آزاد کرے تو صحیح ہے خواہ بعض معین کو آزاد کرے چنانچہ نصف یا ثلث یا بعض غیر معین کو آزاد کرے
مثلاً یوں کہے کہ میں نے بعض غلام کا یا جزو غلام کا آزاد کیا لیکن درصورت ابہام کے مالک پر بیان کرنا واجب ہے کہ بعض یا جزو سے کیا مراد ہے نصف یا ثلث اور اگر مالک یوں
کہے کہ میں نے اپنے غلام کا ایک سہم آزاد کیا تو امام اعظم کے نزدیک چھٹا حصہ آزاد ہوگا کذا فی الفتح وسعی فیما بقی وان شاء حررہ اور سعی کرے غلام باقی میں
اور اگر مولی چاہے تو باقی کو بھی آزاد کر دے یعنی اگر مثلاً سو درم قیمت تھی غلام کی اور مولی نے آدھا آزاد کیا باقی رہے پچاس درم تو محنت مزدوری کرکے غلام بقدر
مولی کو پہنچاوے تو پورا آزاد ہو جاویگا لیکن اوسکا باقی عتق فقط سعی ہی پر منحصر نہیں بلکہ اگر مالک باقی کو بھی آزاد کر دیگا تو سعی کی کچھ حاجت نہوگی وہو کمعتق البعض
کالمکاتب حتی یوجر کلاً وثلث بلا رد الی الرق لو عجز ولو جمع بینہ وبین قن فی البیع بطل فیہما ولو قتل ولم یترک وفاء فلا قود بخلاف
المکاتب اور وہ یعنی معتق البعض مکاتب کی مانند ہے یہانتک کہ باقی کو ادا کرے سعی کرکے مگر تین امر میں مکاتب کی مانند نہیں ایک یہہ کہ اگر عاجز ہو سعایت سے تو رق
کی طرف نہیں پھیرا جاتا بخلاف مکاتب کے کہ وہ بدل کتابت کے عجز سے رقیت کیطرف عود کرتا ہے امر ثانی یہہ ہے کہ اگر جمع کیا جاوے درمیان معتق البعض اور خالص غلام کے
بیع میں یعنے دونوں کو ساتھی بیچے تو دونوں میں بیع باطل ہوگی نہ معتق البعض کی صحیح ہوگی اور نہ خالص غلام کی اور اگر مکاتب اور
خالص غلام کی ساتھی بیع ہوگی تو مکاتب کی بیع باطل اور خالص کی صحیح ہوگی اور امر ثالث یہہ ہے کہ اگر معتق البعض قتل کیا جاوے اور نہ چھوڑا ہو اتنا مال جس سے قدر باقی
ادا ہو تو اوسکے قاتل پر قصاص واجب نہیں اسواسطے کہ اسمین اختلاف ہے کہ وہ آزاد مرا یا غلام تو شبہہ پڑا کہ اوسکے خون کا دعویدار کون ہے اگر وہ غلام تہا تو
مولی مدعی ہے اور اگر آزاد تہا تو اوسکے وارث مدعی ہیں بخلاف مکاتب کے کہ بدون ادائے بدل کتابت کے جب وہ مقتول ہوگا تو رقیت اوسکی ثابت تھی تو بلاشبہہ اوسکے
خون کا مدعی فقط مولی ہوگا نہ وارث تو مکاتب کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر معتق البعض کا کوئی وارث نہو گا سوائے مولی کے تو ظاہر امقتضائے تعلیل یہہ ہے
کہ اس صورت میں اوسکے قاتل کا بھی قصاص لیا جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشیخ الرحمتی وقالا من اعتق بعضہ عتق کلہ والصحیح قول الامام قہستانی

باب عتق البعض

عن المضمرات اور صاحبین اور امام شافعی نے کہا کہ جو بعض غلام کو آزاد کریگا تو کل آزاد ہوجاویگا تو سعایت اوسپر لازم نہوگی اور صحیح امام اعظم کا قول ہے کذا فی القہستانی
عن المضمرات م صحیحین مین موافق مذہب امام کے عبد اللہ بن عمر و سے حدیث مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنا حصہ غلام مین سے آزاد کرے
اور اوسکے پاس مال ہو بقدر قیمت غلام کے تو اوسکی معتدل قیمت ٹھہرائی جاوے تو اور شرکوں کے حصے آزاد کرنیوالا ادا کرے اور غلام اوسکی طرف سے آزاد ہوگا اور اگر
اوسکا مقدور نہو تو غلام سے اوسیقدر آزاد ہوگا جتنا اوسنے آزاد کیا اس حدیث سے صاف معلوم ہوگیا کہ اعتاق بعض صحیح ہے والخلاف مبنی علی ان الاعتاق
یوجب زوال الملک عندہ وھو متجز وعندھما زوال الرق وھو غیر متجز اور امام اور صاحبین کے خلاف کی بنا اسپر ہے کہ امام کے نزدیک آزاد کرنا
موجب ہے زوال الملک کا اور چونکہ ملک بالاتفاق قسمت پذیر ہے تو اعتاق بھی قسمت پذیر ہے اور صاحبین کے نزدیک اعتاق موجب ہے زوال رق کا اور رق قسمت پذیر
نہین تو عتق بھی قسمت پذیر نہین ھم معلوم ہوا کہ اختلاف ہر دو اعتاق کی تفسیر پر مبنی ہے خلاصہ دلیل امام کے مذہب کا یہہ ہے کہ اعتاق ازالہ رق سے عبارت نہین
جیسا کہ صاحبین کہتے ہین بلکہ اعتاق عبارت ہے ازالہ ملک سے اسواسطے کہ انسان کا اختیار نہین مگر اپنی ازالہ ملک مین اور ملک بالاتفاق متجزی ہے تو اسیطرح اوسکا ازالہ
بھی متجزی ہے تو اعتاق بعض کا بعض علت کا مثبت ہے تو تحقق معلول یعنی عتق کا نہوگا بدون تحقق علت کل کے یعنی ازالہ کل ملک کے کذا فی منح الغفار وعلی ھذا الخلاف
التدبیر والاستیلاد لا خلاف فی عدم تجزی العتق والرق اور اسی خلاف پر تدبیر اور استیلاد بھی مختلف فیہ ہے کہ امام کے نزدیک تدبیر اور استیلاد متجزی ہے تو صاحبین کے نزدیک تو اگر نصف غلام کو
مدبر کریگا تو بعد موت مولی کے نصف باقی کے واسطے غلام سعی کریگا اور صاحبین کے نزدیک بالاسعایت وہ آزاد ہے اور اگر مشترک لونڈی کا استیلاد کریگا تو نصف مین
استیلاد متحقق ہوگا اور نصف باقی کو ضمان سے مالک ہوگا اور امام اور صاحبین مین اختلاف نہین عتق اور رق کی قسمت پذیری مین اسواسطے کہ عتق عبارت ہے اوس
قوت حکمیہ سے جسکے سبب سے آدمی لائق قضا اور شہادت اور تصرفات مالیہ کے ہو اور یہہ قوت حاصل نہین ہوسکتی تا وقتیکہ اسکی ضد نہ زائل ہو یعنی رق اور رق عبارت
ہے اوس ضعف حکمی سے جسکے سبب سے انسان اہل قضا اور شہادت اور تصرفات مالیہ کے نہو تو معلوم ہوا کہ ایک انسان مین عتق اور رق جمع نہین ہوسکتی کہ آدھا آزاد ہو
اور آدھا رقیق اور جیسا عتق اور رق کے عدم تجزی پر امام اور صاحبین کا اتفاق ہے ویسیہی ملک کے متجزی ہونے پر بھی اتفاق ہے تو اختلاف نہین مگر اعتاق کی قسمت پذیری
مین ومن الغریب ما فی البدائع من تجزیہما عند الامام لان الامام لو ظہر علی جماعۃ من الکفرۃ وضرب الرق علی انصافہم ومن علی الانصاف
جاز ویکون حکمہ بقاءہ کالمعتق البعض اور غریب روایت وہ ہے جو بدائع مین ہے کہ امام کے نزدیک عتق اور رق قسمت پذیر ہین اسواسطے کہ امام المسلمین جب غالب ہو کافرون
کے کسی گروہ پر اور انمین سے ہر شخص کے نصف نصف پر رقیت قائم کرے اور نصف نصف پر احسان کر کے سبب آزاد کرنیکے تو یہہ جائز ہے اور ہوگا حکم ہر شخص کا بعد اس
فعل کے مانند معتق البعض کے جو ہے امام ازنکو آزاد کرے اور رہا ہے باقی کیواسطے سعی کرا وے ھم اس روایت سے صاحب بدائع نے استدلال کیا کہ عتق اور رق امام کے نزدیک
قسمت پذیر ہے حالانکہ احسان امام کا عتق نہین بلکہ اعتاق ہے خلاصہ یہہ ہے کہ قول بدائع کا غریب ہے لائق اعتماد کے نہین کہ روایات معتمدہ کے مخالف ہے لہذا فتح القدیر
مین اوسکو مستبعد کہا ہے ولو اعتق نصیبہ فلشریکہ ست خیارات بل سبع اما ان یحرر نصیبہ منجزا او مضافا الی مدۃ کمدۃ الاستسعاء
فتح اور اگر ایک غلام کے دو مالک ہون اور ایک شخص نے اپنا حصہ آزاد کردیا تو دوسرے شریک کو چھ بلکہ سات امر مین اختیار رہے یا اپنا حصہ فی الحال آزاد کردیا آزادی
کی کچھ مدت مقرر کردے یا مانند مدت سعی کرنیکے کذا فی فتح القدیر یعنی اعتاق کو مدت طویل کیطرف اضافت نکرے نہیں تو وہ تدبیر کے مساوی ہوجاویگی بلکہ یون کہے کہ
برس یا دو برس مین تو آزاد ہوگا نہایت یہہ ہے کہ جتنی مدت مین وہ محنت مزدوری کرکے اپنی نصف قیمت ادا کر سکے اوتنی مدت کیطرف اوسکے عتق کو مضاف
کرے او یصالح او یکاتبہ علی الاکثر من نصف قیمتہ لو من النقدین ولو عجز استسعی فان امتنع آجرہ جبرا یا شریک صلح کرلے مال پر یا مکاتب
کرے غلام کو بشرطیکہ اوسکی نصف قیمت سے بدل کتابت زیادہ نہو اگر بدل کتابت چاندی سونیکی قسم سے ہو اور غیر نقدین مین زیادتی بھی جائز ہے اور اگر غلام
عاجز ہوا ادای بدل کتابت سے تو اوسسے سعایت کرا وے اگر وہ سعایت نکرے تو زبردستی اوس سے مزدوری کرا وے او یدبرہ وتلزمہ السعایۃ للحال فلو مات
المولی فلا سعایۃ ان خرج من الثلث یا شریک غلام کو مدبر کرے اور مدبر کرنیسے فی الحال اوسکو سعایت لازم ہوگی اور نصف قیمت ادا کرکے آزاد
ہوجاویگا سوا اگر مولی یعنی شریک مرگیا تو غلام پر سعایت لازم نہین اگر غلام ثلث مال سے نکلے یعنی ثلث مال سے آزاد ہوسکے او یستسعی العبد کما مر یا شریک سعایت

کرا دے غلام سے چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا ھ سعایت بالکسر عبارت ہی اوس عمل سے جس کو معتق البعض ادا کرے اپنی ذات کیطرف سے تا کہ ما بقی آزاد ہو جاوے کذا فی
القاموس و الولاء لهما لانهما المعتقان اور وراثت آزاد غلام کی مسائل سابقہ مین بعض شریکون کیواسطے ہے پہلا شریک جسنے اپنا حصہ بلا عوض آزاد کیا ہو دوسرا شریک جسنے اپنا حصہ آزاد کیا
یا مال پر صلح کر لی یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا اوس سے سعایت کی درخواست کی ہر صورت اس آزاد غلام کی یہی دونو شریک وارث ہونگے اسواسطے کہ اوسکو آزاد کرنیوالے
بھی یہی دونو ٹھہرے او لتعلق المعتق لو موسرًا و قد اعتق بلا اذنه فلو به استسعاء لاهل المذهب یا شریک مذکور کو اختیار ہے کہ آزاد کرنیوالے سے
اپنے حصہ کا ضمان لے اگر معتق دولتمند ہو الا مو شرطیکہ بے اذن شریک کے اوسنے آزاد کیا ہو اور اگر اوسنے اجازت لیکر آزاد کیا ہو تو شریک ضمان نہ لے سکیگا غلام سے
سعایت کراویگا بنا بر ظاہر الروایت کے ھ در صورت اجازت ضمان کی نفی مراد ہو نہ اعتاق اور صلح اور کتابت اور تدبیر کی اسواسطے کہ یہہ امور بھی برابر سعایت کے ہین کذا
فی حاشیۃ المدنی عن البحر و یرجع بما ضمن علی العبد و الولاء کله له لصدور العتق کله من جهته حیث ملکه بالضمان اور آزاد کرنیوالا
پھیر لے غلام سے اوتنا مال جتنا اوسنے ضمان دیا یعنی اوسقدر مال کے واسطے سعایت کرا لے اور تمام وراثت غلام کی آزاد کرنیوالیکو ملیگی بسبب واقع ہونے کل عتق کے
اسیکی جہت سے اسواسطے کہ غلام کا پورا مالک ہو گیا ضمان دیکر و هل یجوز الجمع بین السعایة و الضمان ان تعدد الشرکاء نعم و الا لا اور کیا جائز ہے
جمع کرنا سعایت اور ضمان مین یا جائز نہین جواب یہہ ہے کہ ہان جائز ہے اگر چند شریک ہون یعنی اگر مثلاً ایک غلام کے تین مالک ہون اور ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا
تو دونو شریکون کو اختیار ہے کہ ایک ضمان لے اور دوسرا سعایت کراوے اور اگر ایک ہی شریک ہو تو ضمان اور سعایت کا جمع کرنا جائز نہین کذا فی حاشیۃ المدنی
عن البدائع و المبسوط و متی اختار امرًا تعین الا السعایة فله الاعتاق اور جب کہ شریک نے اختیار کیا ایک امر کو خیارات سبعہ سے تو وہی امر معین اور مقرر
ہو جاتا ہے یعنی اوسکو بدل کر دوسرا امر اختیار نہین کر سکتا سوا سعایت کے اسواسطے کہ اگر شریک معتق البعض کی سعایت کو اختیار کریگا تو اوسکو آزاد کر دینے کا
اختیار ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر ان کتابت اور تدبیر اور صلح سعایت کو شامل ہے واللہ اعلم و لو باعه او وهبه نصیبه لم یجز لانه کمکاتب اور اگر شریک اپنا
حصہ آزاد کرنیوالیکے ہاتھ بیچ ڈالا یا اوسکو ہبہ کر دیا تو جائز نہین اسواسطے کہ معتق البعض مکاتب کی مانند محل تملیک نہین و یساره بکونه مالکا قدر قیمة
نصیب الآخر لیوم الاعتاق سوی ملبوسه و قوت یومه فی الاصح مجتبی اور آزاد کرنیوالیکا مقدور ثابت ہوتا ہے بقدر قیمت حصہ شریک کے مالک ہونے سے عتاق
کے دن سوا لباس اور اوس دن کے کھانیکے یعنی اگر معتق بقدر قیمت حصہ شریک کے مالک ہو تو ضمان دینے مین اوسکا مقدور ثابت ہو قول اصح مین کذا فی المجتبی و لو
اختلفا فی قیمته ان قائما قوم للحال و الا فالقول للمعتق لانکاره الزیادة و کذا لو اختلفا فی یساره و اعساره اور اگر معتق اور شریک اختلاف
کرین غلام کی قیمت مین اعتاق کے دن تو اگر غلام موجود ہو تو فی الحال اوسکی قیمت ٹھہرائیجاوے اور اگر مر گیا ہو تو معتق کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے
زیادتی قیمت کا اور قول معتبر نہین ہوگا منکر کا اور اسیطرح اگر دونو مین اختلاف ہو معتق کی مالداری و مفلسی مین تو بھی معتق کا قول معتبر ہوگا و لو شهد
ای اخبر لعدم قبولها و ان تعدد و اجرهم مغنما بدایع کل من الشریکین بعتق الآخر حظه فانکر کل سعی لهما اور اگر گواہی دی ہر شریک
دوسرے شریک کے آزاد کرنیکی اور ہر ایک منکر ہو اپنے حصہ کے آزاد کرنیکا تو غلام سعایت کرے دونو کے حصہ ادا کرنیکے واسطے شارح کہتا ہے شہادت یہان
بمعنی خبر دینے کے ہی یہ اسواسطے کہ مقبول نہین شہادت گو اگرچہ چند شریک ہون اور اونمین سے دو شریک تیسرے کے اعتاق کی گواہی دین تو بھی گواہی نہ مقبول ہوگی اسواسطے
کہ دونو اپنے واسطے منفعت کو کھینچتی ہین یعنی چاہتے ہین کہ اگر تیسرے پر اعتاق ثابت ہو تو ہم اپنے حصون کا ضمان اوس سے لین کذا فی البدائع ما لم یحلفهما القاضی
فحینئذ یسترق او یستسعی فی حظهما دونو شریکون کیواسطے غلام سعایت کرتا ہے جبتک قاضی نے دونو سے قسم نہ لی ہو اور اگر قاضی نے دونو سے قسم لی تو حق
مین غلام کو اختیار ہوگا خواہ اپنی رقیت اختیار کرے خواہ دونو کے حصون مین سعایت کرے ھ در صورت تحلیف قاضی رقیت کا اثبات خلاف متن کے ہے اسواسطے کہ
فتح القدیر مین مصرح ہے کہ اگر قاضی کے پاس جانے سے پہلے باہم دونو شریکون نے اعتاق کو دوسرے کی طرف نسبت کیا تو اسکا حکم کچھ نہین سوای سعایت کے اور اگر قاضی کے
پاس مقدمہ رجوع کیا اور قاضی سے دونو نے اعتاق کا حال بیان کیا اور دونو نے انکار کیا اور قاضی نے دونو کو قسم دلائی اور ہر ایک نے قسم کھائی کہ مین نے آزاد نہین کیا تو
غلام پر رقیت نہ ثابت کیجاویگی اسواسطے کہ ہر شریک کا یہی گمان ہے کہ اوسکے شریک نے جھوٹی قسم کھائی مقرر اوسنے اپنا حصہ آزاد کیا ہو تو ہر ایکا یہی جہت ... اور یہ کہ غلام کا استرقاق

حرام ہے اسواسطے کہ معتق البعض بمنزلہ مکاتب ہے اور اسکا استرقاق صحیح ہوا تو ہر شریک کو سعایت کا اختیار ہوگا وکذا فی حاشیۃ الدر نحو من البحر ولو قال لعبد ما صار معترفا فلا استغنا
اور اگر قاضی کے روبرو ایک شریک نے قسم کھائی کہ میں نے نہیں آزاد کیا اور دوسرے شریک نے قسم سے انکار کیا تو وہ معترف ہوا اپنے اعتاق کا تو اوسکو واسطے سعایت کا حق نرہا تو قسم
کھانیوالا سعایت کرالیگا ونوۃ الشیخ ان ابیعقا فلبیت المال بحر اور اگر غلام مرگیا قبل اس بات کے کہ دونو مالک ایک شخص کے اعتاق پر متفق ہوں تو غلام کی ولا بیت المال
کی ہوگی نہ مالکوں کی اسواسطے کہ ہنوز کسیکا اعتاق ثابت نہیں کذا فی البحر ہم یہ مذہب ہی صاحبین کا نہ امام کا تو لازم تھا کہ اسکا ذکر صاحبین کے آیندہ قول میں ہوتا اور امام
کے مذہب میں اسکو ذکر کرنے سے خلط مذہبین ہوگیا مطلقا ولو موسرین او مختلفین والولاء لہما سعایت کریگا غلام امام اعظم کے نزدیک ہر طرح اگرچہ دونوں
شریک مالدار ہوں یا مفلس یا ایک مالدار ہو اور دوسرا مفلس بدل دونوکا حق ہوگا فلا یسعی للمعسرین لا الموسرین ولو مختلفا یسارا سعی للموسر
لا یضمنہ وھو المعسر والولاء موقوف فی الکل حتی یتصادقا قال اذا فی البحر والملتقی وعامۃ الکتب قلت ففی المتن خلل لا یخفی فتنبہ ثم رأیت
شیخنا الرملی نبہ علی ذلک کذلک اھ صاحبین نے تھا کہ غلام مذکور مفلس شریکوں کیواسطے سعایت کریگا نہ مالداروں کیواسطے اور اگر دونو مقدور میں مختلف ہوں
یعنی ایک شریک مالدار ہو اور دوسرا مفلس تو سعایت کریگا مالدار کیواسطے نہ مفلس کیواسطے اسواسطے کہ مفلس بسبب مالداری اپنے شریک کے ضمان کا طالب تھا نہ سعایت کا اور ولا
یعنی میراث غلام کی صاحبین کے نزدیک سب صورتوں میں موقوف رہیگی اسواسطے کہ ہر شخص اعتاق کو دوسرے پر ڈالتا ہے یہانتک کہ دونو شریک متفق ہوں ایک شخص کے
اعتاق پر تب معتق ولدیث ہوگا اور اگر قبل اتفاق شریکین کے غلام مرگیا تو اوسکا مال بیت المال میں داخل ہوگا امام اور صاحبین کا مذہب اسیطرح مصرح ہے بحر الرائق
اور ملتقی الابحر اور شرح وقایہ اور ہدایہ اور باقی کتب فقہ میں شارح کہتا ہے تو متن میں خلط مذہبین ہوگیا ہے کہ مخفی نہیں سوا ملاحظہ کرنیوالے ہوشیار رہیو پھر میں نے
اپنے استاد خیر الدین رملی کو دیکھا کہ اوسنے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ میں اس خلط مذہبین سے اسیطرح سے آگاہ کردیا ہے ہم فی الحقیقت ماتن سے خلط دونو
مذہبکا ہوگیا کہ مذہب امام میں بلا تنبیہ مذہب صاحبین کو مذکور کردیا یعنی مخالف یسار میں مالدار کے واسطے سعایت ہے نہ مفلس کیواسطے اسلئے کہ امام کے نزدیک مطلقا
سعایت لازم ہے اور ولا غلام کی شریکوں کو ہے اور صاحبین کے نزدیک قبل از اتفاق موقوف ہے لیکن طرفہ ماجرا ہے کہ اگر ماتن سے ایک خطا ہوئی تو شارح رحمۃ اللہ علیہ
سے بھی مقام میں دو خطائیں ہوئیں اول خطا یہ کہ بصورت تحالف قاضی کے استرقاق کو ذکر کیا حالانکہ فتح القدیر میں مذکور ہو چکا کہ یہاں ہرگز استرقاق نہیں اور ثانی خطا یہ کہ
خلط مذہبین کا اعتراض ماتن پر کیا پھر اوسیمیں آپ بھی مبتلا ہوئے یعنی بیت المال کا مسئلہ مذہب صاحبین کا اوسکو امام کے مذہب کے ساتھ کمال سہل کرکے بلا تنبیہ
مذکور کردیا انسان ہرچند اپنے فن میں کامل ہو لیکن خطا و نسیان سے خالی نہیں اور لہذا ماخوذ اور معاتب نہیں **فع** مسئلہ ملحقہ شارح کا قال احد الشریکین
للاٰخر بعت منک نصیبی وان لم اکن بعتہ منک فھو حر وقال الاٰخر ما اشتریتہ وان کنت اشتریتہ منک فھو حر فالقول للمنکر الشراء
بیمینہ فان حلف ولا بینۃ للبائع عتق بلا سعایۃ لمدعی البیع بل للاٰخر فحظہ بکل حال ایک غلام کے دو مالک ہیں سو ایک شریک نے دوسرے شریک سے کہا
کہ میں نے اپنا حصہ تیرے ہاتھ بیچڈالا اگر نہ بیچا ہو تو اپنا حصہ آزاد کرتا اور اگر میں نے اپنا حصہ تیرے ہاتھ نہ بیچا ہو تو وہ آزاد ہے اور دوسرے شریک نے کہا کہ میں نے
تیرا حصہ نہیں خریدا اور اگر میں نے اوسکو تجھسے خرید کیا ہو تو وہ آزاد ہے تو اس صورتمیں جو شریک کہ منکر ہے خرید کا اوسیکا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے پھر اگر
اوسنے قسم کھائی عدم خرید کی اور حالانکہ بائع کے گواہ نہیں تو غلام آزاد ہوجاویگا بلا سعایت کے یعنی بائع کیواسطے اوسپر سعایت کرنا لازم نہوگا مفت آزاد ہوجاویگا
اسواسطے کہ اوسنے عتق کو عدم بیع پر معلق کیا تھا سو عدم بیع بسبب قسم کھانے مدعا علیہ کے ثابت ہوگئی بلکہ دوسرے شریک کے واسطے بقدر اوسکے حصہ کے سعایت
کریگا ہر حال میں خواہ بائع مالدار ہو خواہ مفلس وکذا عندھما لو البائع معسرا ولو موسرا فالمشتری لا حق فی الاصح اور اسیطرح صاحبین کے نزدیک سعایت
حصہ منکر شرا کی واسطے ثابت ہے اگر بائع مفلس ہوگا اسواسطے کہ اونکے نزدیک مفلس پر ضمان نہیں اور اگر بائع مالدار ہو تو غلام کسیکے واسطے سعایت نکریگا قول اصح میں
اسواسطے کہ صاحبین کے نزدیک دوسرے کی توانگری کی حالت میں سعایت نہیں ہے تضمین بھی نہیں اسواسطے کہ دوسرا منکر ہے ولو علق احدھما عتقہ بفعل غدا
مثلا کان دخل فلان الدار غدا فانت حر وعکس الشریک الاٰخر فمضی الغد ولم یدر الدخول وجہل شرطہ ہل دخل ام لا عتق نصفہ لحنث
احدھما بیقین وسعی فی نصفہ لہما مطلقا والولاء لہما اور اگر ایک شریک نے معلق کیا غلام کا عتق روز آیندہ کے کسی کام پر مثلا یوں کہا کہ اگر داخل

ہوگا زید گھر مین کل تو تو آزاد ہے اور اسکی بالعکس دوسرے شریک نے یون کہا کہ اگر زید گھر مین داخل نہوگا تو تو آزاد ہے سو کل کا دن گذر گیا اور شرط عتق کی نہ معلوم ہوئی کہ
زید گھر مین داخل ہوا یا نہین تو غلام مشترک نصف آزاد ہوگا بسبب حانث ہونے ایک شریک کے بالیقین اور سعایت کریگا غلام اپنے نصف باقی مین دونو شریکون کے واسطے اسلیے
کہ ہر شریک یہ کہتا ہے کہ نصف باقی میرا حصہ ہے اور دوسرے شریک کا حصہ ساقط ہوگیا اور ترجیح کسیکو نہین لہذا نصف باقی کی سعایت دونو شریکون مین نصفا نصف
ہوگی مطلقا خواہ دونو مالدار ہون یا مفلس یا مختلف اور میراث غلام کی دونو کے واسطے ہے ولا عتق والمسئلۃ بحالہا لو حلفا علی عبدین کل واحد منہما
لاحدھما لتفاحش الجہالۃ اور اگر بطور سابق کے تعلیق کی دو مالکون نے اپنے دو غلامون مین جو ہر غلام ہر مالک کا جدا مملوک ہے تو کوئی غلام نہ آزاد ہوگا بسبب
زیادتی جہالت کے یعنی مثلا زید نے کہا کہ میرا سعید غلام آزاد ہے اگر خالد کل گھر مین داخل ہوا اور محمود نے کہا کہ میرا مبارک غلام آزاد ہے اگر خالد کل گھر مین نہ داخل ہو پھر
وہ دن گذر گیا اور معلوم نہوا کہ خالد گھر مین داخل ہوا یا نہین تو کوئی غلام نہ آزاد ہوگا نہ سعید نہ مبارک اسواسطے کہ اس مسئلہ مین بہ نسبت مسئلہ سابق کے دونی جہالت
ہوگئی غلام مین بھی اور حانث مین بھی یعنی معلوم نہین کہ کون غلام آزاد ہوا سعید یا مبارک اور حانث بھی معلوم نہین کہ کون ہوا زید یا محمود بخلاف مسئلہ سابقہ
کہ وہان ایک ہی جہالت ہے یعنی حانث مین جہالت ہے معلوم نہین کہ کون شریک حانث ہوا اور غلام مین جہالت نہین اسواسطے کہ دونو کا ایک ہی غلام ہے حتی
لو اتحد المالک کان لشتراھما من علم بحلفہما عتق علیہ احدھما وامر بالبیان فتح یعنی اگر دونو غلامون کا ایک ہی شخص مالک ہو جاوے اسطرح
کہ دونو غلامون کو وہ شخص خرید کرلے جو دونو مالکون کی قسم یعنی تعلیق کو جانتا تھا تو اسکو بس ایک غلام آزاد ہو جاویگا اور مشتری پر بیان کا حکم کیا جاویگا یعنی
دونو مین سے ایک غلام کو معتق کیواسطے معین کرلے کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ سابقہ مین بسبب تعدد مملوک اور مالک کے جہالت زائد تھی اور اب بسبب اتحاد
مالک کی جہالت کم ہوگئی اور ہر چند تعلیق عتق کی مشتری کیجانب سے نہین تھی لیکن چونکہ مشتری دونو مالکون کی تعلیق کو جانتا تھا لہذا اپنے زعم پر ماخوذ ہوا و
الحالف بان قال عبدہ حر ان لم یکن فلان دخل ہذہ الدار الیوم ثم قال امرأتہ طالق ان کان دخل الیوم عتق وطلقت لانہ بکل یمین زعم
الحنث فی الاخرے بخلاف ما لو کانت الاولی باللہ اذ الغموس لا تدخل تحت حکم الحاکم لیکذب بہ والاخرے اور قسم کھانیوالا ہوا ایک اسطرح پر کہ
مثلا زید نے کہا کہ اوسکا غلام آزاد ہے اگر اس گھر مین آج خالد نہ داخل ہوا ہو پھر زید نے کہا کہ اوسکی زوجہ مطلقہ ہے اگر اس گھر مین آج خالد داخل ہوا ہو تو زید کا غلام
آزاد ہوگا اور اوسکی زوجہ مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ ہر قسم مین دوسری قسم ٹوٹنے کا گمان کریگا یعنی پہلے یمین مین شرط طلاق کے موجود ہونیکا مقر ہوا اور دوسرے یمین
مین شرط عتق کے موجود ہونیکا اقرار کیا برخلاف اسکے وہ صورت ہے اگر پہلی یمین بنام خدا ہوتی یعنی اگر یون کہے کہ واللہ مین اس گھر مین داخل نہین ہوا پھر یون کہا
اگر مین اس گھر مین داخل ہوا تو میرا غلام آزاد ہے تو اسمین نہ کفارہ لازم ہے نہ عتق ثابت ہے اسواسطے کہ اگر عدم دخول مین صادق ہے تو کفارہ نہین اور اگر عمدا کذب
بولا ہے تو یہ یمین غموس ہے اور یمین غموس سے دوسری یمین کی تکذیب نہین ہوسکتی اسواسطے کہ غموس حاکم کے حکم کی تحت مین داخل نہین ہوتی تاکہ اوسکو سبب سے
دوسری یمین کی تکذیب کرسکے معلوم رہے کہ یمین اولی کا غموس ہونا اتفاقی قید ہے اگر دوسری یمین بھی غموس ہوگی تو بھی یہی حکم ہے چنانچہ اس مسئلہ کا ذکر
کتاب الطلاق مین ہوچکا کذا فی حاشیۃ الدر ومن ملک قریبہ بسبب مع رجل اخر عتق حظہ بلا ضمان علم الشریک بقرابتہ ولا علی الظاہر لان
الحکم یدار علی السبب اور جو شخص کہ مالک ہو دوسرے شخص کے ساتھ اپنے قریب محرم کا کسی سبب سے خواہ وہ سبب ملک کا خرید ہو یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت یا بدل مہر یا میراث تو
آزاد ہوگا حصہ قرابت والیکا بدون ضمان کے شریک کو اوسکی قرابت معلوم ہو یا نہو بنابر ظاہر الروایت کی اسواسطے کہ حکم کا مدار سبب پر ہے یعنی ضمان کا سبب تعدی ہے
سو یہان موجود نہین اسواسطے کہ اعتاق قریب محرم کا امر اختیاری نہین وللشریک ان یعتق او یستسعی اور اوسکے شریک کو اختیار ہو کہ اپنا حصہ آزاد کرے یا
اوس سے سعایت کرا دے اما لو ملک مستولدتہ بالنکاح مع اخر فیضمن حظ شریکہ لکونہ ضمان تملک اور اگر اپنی مستولدہ منکوحہ کا مالک ہوگا دوسرے
شخص کے ساتھ یعنی غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور اوس سے لڑکا پیدا ہوا پھر اوسکو خرید کیا دوسرے شخص کے ساتھ شریک ہوکر تو اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا اس
واسطے کہ یہ ضمان ہر مالک ہونیکا وان اشتری نصفہ اجنبی ثم القریب باقیہ فلہ ان یضمن المشتری موسرا او یستسعی العبد ہذہ ساقطۃ
من نسخۃ الشرح اور اگر خرید کیا نصف غلام کو اجنبی نے پھر باقی کو غلام کی قرابت والے نے مول لیا تو اجنبی کو اختیار ہے چاہے مشتری قریب سے ضمان لے اگر وہ مالدار

ہے اور چاہے غلام سے سعایت کرا دے یہہ مسئلہ متن کے نسخ نہین داخل ہے اور شرح مصنف کے نسخون سے ساقط ہے وان اشتری نصف عبد ممن ملکہ کلہ لا یضمن
لبائعہ مطلقاً لمشارکتہ فی العلۃ اور اگر خرید کیا اپنے قرابت دار کے نصف کو اوس شخص سے جو اوسکا پورا مالک ہے تو قریب بائع کو ضمان نہ دیگا مطلقاً خواہ مالدار
ہو خواہ مفلس بسبب شریک کر لینے بائع کو علت مین یعنی ملک مشتری مین دخول مبیع کی علت ایجاب اور قبول ہے سو اوسمین بائع نے مشتری کو اپنا شریک کر لیا وقید بقولہ ممن ملکہ
لانہ لو اشتراہ من احد الشریکین لزمہ الضمان اجماعاً للشریک الذی لم یبع لو المشتری موسراً اور عدم ضمان مشتری مین مصنف نے بائع پوری
ملک کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اپنے قریب کو ایک شریک سے خرید کریگا تو اوسپر ضمان دینا لازم ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے دوسرے شریک کیواسطے جسنے اپنا حصہ
نہین بیچا اسواسطے کہ شریک ثانی نے مشتری کو بیع مین اپنا شریک نہین کر لیا ضمان مشتری پر اوسوقت لازم ہوگا جبکہ وہ مالدار ہو اور اگر مشتری مفلس ہو تو شریک غلام
سے سعایت کرا دیگا کذا فی الدرر عبد بین ثلثۃ دبرہ واحد و بعدہ اعتقہ آخر وھما موسران ضمن الساکت الذی لم یدبر و لم یحرر مدبرہ
ان شاء ثلث قیمتہ قناً و یرجع بھا علی العبد لا معتقہ لان التدبیر ضمان معاوضۃ و ہو الاصل ایک غلام ہے جسکے تین مالک ہین اونمین سے ایک
مالک نے اوس غلام کو مدبر کیا اور بعد اوسکے دوسرے مالک نے اوسکو آزاد کر دیا اور وہ دونو مالک مالدار ہین تو تیسرا ساکت مالک جسنے نہ مدبر کیا نہ آزاد کیا اگر چاہے تو مدبر
کرنیوالے سے خالص غلام کی تہائی قیمت کا ضمان لے اور مدبر کرنیوالا اوسقدر غلام سے پھر لے نہ ضمان لے تیسرا مالک آزاد کرنیوالے سے اسواسطے کہ مدبر کا ضمان ہے معاوضہ
کا اور ضمان معاوضہ کا یہی اصل ہے ضمان مین خلاصہ یہہ ہے کہ شریک اول کے مدبر کرنے سے دونو شریکون کے حصون مین نقصان واقع ہوگیا تو ہر ایک کو اپنے حصہ مین تدبیر
اور کتابت اور ضمان اور سعایت عتق کا اختیار تہا جب دوسرے شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو فقط تیسرے شریک کا حصہ باقی رہا تو اب تیسرے شریک کیواسطے دو طرف ضمان
متوجہ ہوا ایک ضمان تدبیر اور دوسرا ضمان اعتاق لیکن چونکہ ضمان تدبیر ضمان معاوضہ ہے یعنی مالک بنیکا ضمان ہے اور ضمان اعتاق ضمان اتلاف ہے اسواسطے کہ غلام
مدبر کا اجارہ اور اجارہ اور استخدام درست ہے اور اعتاق مین یہہ امور جائز نہین لہذا شریک ثالث کو مدبر کرنیوالے سے ضمان لینا متعین ہوگیا نہ آزاد کرنیوالے سے کذا
حاشیۃ المدنی وضمن المدبر لمعتقہ ثلثہ مدبراً لا ما ضمنہ المدبر من ثلثہ قناً لنقصہ بتدبیرہ اور ضمان لے مدبر کرنیوالا غلام کے آزاد کرنیوالے سے
تہائی قیمت مدبر کی نہ ضمان پہلے مدبر کرنیوالا اوسقدر جتنا آپ ضمان دیچکا ہے یعنی خالص غلام کی تہائی بسبب ناقص ہوجانے غلام کے اسکو مدبر کرنیسے وسیجئ ان قیمۃ
المدبر ثلثا قیمتہ قناً اور باب التدبیر مین آویگا کہ غلام خالص کی قیمت سے مدبر غلام کی قیمت تہائی کم ہوتی ہے اسواسطے کہ منافع مملوک کی تین قسمین ہین ایک تو
زنا دوسرے خدمت لینا اور تیسرے بیع کرنا اور مدبر کر دینے سے بیع کا فائدہ فوت ہوجاتا ہے لہذا مدبر کی قیمت ثلث کم ہوگئی مثلاً اگر غلام خالص کی قیمت ستائیس درم
ہون تو شریک ثالث مدبر کرنیوالے سے نو درم ضمان لیگا اور مدبر کرنیوالا آزاد کرنیوالے سے چھہ درم ضمان لیگا اسواسطے کہ مدبر کی قیمت تہائی کم ہوکر اٹھارہ درم
ہوگئے اور اٹھارہ کا ثلث چھہ ہے والولاء بین المعتق والمدبر اثلاثاً ثلثاہ للمدبر و ما بقی للمعتق لعتقہ ھکذا علی ملکیہما اور میراث غلام مذکور کی
آزاد کرنیوالے اور مدبر کرنیوالے مین تین تہائی ہوگی دو تہائیان مدبر کرنیوالے کی اور ایک تہائی آزاد کرنیوالے کی اسواسطے کہ آزاد ہونے غلام کے اسطرح پر دونو کی ملک
پر آزاد کرنیوالا ایک تہائی کا مالک تہا تو میراث بھی اوسنے ایک تہائی پائی اور مدبر کرنیوالا دو تہائی کا مالک تہا ایک تہائی کا تو خود مالک تہا اور دوسری تہائی
کا ضمان دیکر مالک ہوا لہذا دو تہائی میراث کی پاویگا ولو قال ھی ام ولد لشریکی وانکر شریکہ و لا بینۃ تخدمہ یوماً و تتوقف یوماً بلا خدمۃ یوماً عملاً
بالفواید اور اگر لونڈی کے ایک مالک نے کہا کہ یہہ لونڈی میرے شریک کی ام ولد ہے اور اوسکے شریک نے انکار کیا کہ یہہ میری ام ولد نہین اور گواہ نہین ہین
تو یہہ لونڈی شریک منکر کی ایک دن خدمت کرے اور ایکدن کسیکی خدمت نکرے یہہ اوسکے اقرار پر عمل کرنے سے اسواسطے کہ جب اوسکی ام ولد ہونیکا قائل
ہوا تو اپنے سقوط حق کا مقر ہوا لہذا اپنے اقرار پر ماخوذ ہوا اور شریک منکر کا یہہ گمان ہے کہ لونڈی ویسی ہی ہے جیسی کہ پہلے تھی تو نصف لونڈی مین اوسکا حق موجود ہے
ونفقتہا فی کسبہا و ان لم یکن فعلی المنکر اور نفقہ لونڈی کا اوسکی محنت مزدوری مین ہے اور اگر کسب نکر سکے تو شریک منکر پر اوسکا پورا نفقہ ہے کذا فی المختلف من باب محمد
اور دوسرا قول یہہ ہے کہ نصف نفقہ منکر پر ہے اسواسطے کہ وہ نصف کا مالک ہے فتح القدیر مین کہا کہ یہی قول الیق بقول امام ہے کذا فی حاشیۃ المدنی واما جنایتہا فموقوفۃ
اور جنایت لونڈی کی موقوف رہیگی تا وقتیکہ ایک شریک دوسرے کی تصدیق کرے ہم لونڈی کی نصف میراث اور اوسکا نصف کسب منکر کا ہوگا اور اگر منکر مر جاوے تو

امام اعظم کے نزدیک وہ آزاد ہوگی اور بقدر حصہ شریک کے اوسکو وارثون کیواسطے سعایت کریگی کذا فی العالمگیریہ ولا قیمۃ لام ولد یعنی کچہ قیمت نہین ام ولدکی امام کے
نزدیک اسواسطے کہ ابن ماجہ اور دارقطنی اور حاکم نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ ابراہیم کی ما یعنی ماریہ قبطیہ کا ذکر ہوا رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو تو حضرت
نے فرمایا کہ اوسکو اوسکے ولد نے آزاد کردیا تو یہہ حدیث مقتضی ہے حریت اور زوال قیمت کی لیکن حریت مین دوسری حدیث سے معارضہ ثابت ہوا ابن ماجہ اور حاکم نے حدیث
مرفوع روایت کی کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس لونڈی کے اولاد پیدا ہو مالک سے وہ بعد موت مالک کے آزاد ہے تو زوال تقوم بلا معارض باقی رہا کذا
فی حاشیۃ الہدایۃ الا لضرورۃ اسلام ام ولد النصرانی وقوما ھا بثلث قیمتھا قنۃ ام ولد کی کچہ قیمت نہین مگر ام ولد نصرانی کی اسلام کی ضرورت
یعنی اگر نصرانی کی ام ولد اسلام قبول کرے تو البتہ اس ضرورت سے بقدر اپنی قیمت کے اوسپر سعایت لازم ہوگی اسواسطے کہ مسلمان ہوکر کافر کی مملوک نہین رہ سکتی اور
مالک کی ملک صحیح باطل بھی نہین ہوسکتی لہذا مانند مکاتبہ کے اوسکی قیمت پر سعایت لازم آویگی اور صاحبین نے ام ولد کی قیمت بقدر ثلث قیمت لونڈی کے ٹھہرائی
ہے فلا یضمن غنی اعتقھا مشترکۃ بان ولدت فادعیاہ وصارت ام ولد لھما فاعتقھا احدھما لم یضمن وکذا لو ولدت فادعاہ احدھما
یثبت نسبہ ولا ضمان ولا سعایۃ خلافا لھما پہر جب ام ولد کی کچہ قیمت نہوئی تو ضمان نہ دیگا وہ مالدار جسنے مشترک ام ولد کو آزاد کردیا اسطرح پر کہ
مشترک لونڈی ایک ولد جنی سو دونو مالکون نے اوسکے نسب کا دعوے کیا اور وہ دونو کی ام ولد ہوگئی پہر ایک مالک نے اوسکو آزاد کردیا تو دوسرے مالک کو آزاد کرنیوالا
ضمان نہ دیگا اور اسیطرح مشترک لونڈی سے لڑکا پیدا ہوا اور ایک مالک نے اوسکا دعوے کیا تو اوسکا نسب ثابت ہوگا اور مدعی نسب پر ضمان دینا لازم نہوگا اور نہ لونڈی
پر یا اوسکے ولد پر سعایت لازم ہوگی اسلئے کہ امام کے نزدیک ام ولد کی قیمت ہی نہین جو ضمان اور سعایت اوسپر متفرع ہو بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک اگر مدعی نسب
مالدار ہے تو اوسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر مفلس ہے تو ولد پر سعایت لازم ہوگی وانما تضمن بالجنایۃ اجماعا فلو قربھا الی سبع فافترسھا ضمن لانہ ضمان
جنایۃ لا ضمان غصب ولذا یضمن الصبی الحر عنایۃ زیلعی اور البتہ ام ولد کا ضمان دیا جاویگا بسبب جنایت کے باتفاق امام اور صاحبین کے تو اگر ایک مالک
نے ام ولد کو مثلا شیر کے پاس کردیا اور شیر نے اوسکو پہاڑ ڈالا تو یہہ شخص ضمان دیگا دوسرے مالک کو اسلئے کہ یہہ جنایت کا ضمان ہے نہ غصب کا ضمان اور ضمان جنایت کا
تقوم پر موقوف نہین بخلاف ضمان غصب کے اور اسیواسطے صغیر حر کا ضمان دیا جاتا ہے مانند اسکے کذا فی الزیلعی یعنی اگر صغیر حر کو کوئی تلف کرے اوٹھا لیجاوے تو اوسپر ضمان
جنایت لازم آویگا اور حالانکہ حر لائق قیمت کے نہین ولو قال لعبید عندہ من ثلثۃ اعبد لہ احدکما حر فخرج واحد ودخل آخر فاعاد قولہ احدکما
حر فمات حیا بلا بیان ایک شخص کے تین غلام ہین سعید اور مرجان اور فیروز سو اوسنے اگر مثلا سعید اور مرجان دو حاضر غلامون سے کہا کہ تم مین ایک
آزاد ہے پہر ایک غلام مثلا سعید باہر گیا اور تیسرا غلام آیا یعنی فیروز پہر مالک نے وہی اپنا قول دوبارہ کہا کہ ایک تم مین آزاد ہے سو تا وقتیکہ مالک زندہ ہے تو اوسپر
بیان کرنیکا حکم کیا جاویگا یعنی اگر غلام قاضی سے نالش کرینگے تو قاضی بجبر مالک پر حکم کریگا کہ بیان کردے کہ قول اول اور ثانی مین کس کس غلام کو تونے آزاد کیا
ہے جس جس کو مالک بیان کریگا وہی آزاد ہوگا وان مات بلا بیان عتق ممن ثبت ثلثۃ ارباعہ نصفہ بالاول ونصف نصفہ بالثانی اور
اگر مالک بلا بیان مرگیا تو جو غلام کہ دونو قولون مین ٹھہرا رہا یعنی مرجان سے تین ربع یعنی پون آزاد ہوگا نصف تو ایجاب اول سے آزاد ہوگا اور نصف النصف یعنی
چوتھائی ایجاب ثانی سے آزاد ہوگا تفصیل اس اجمال کی یون ہے کہ جب مالک نے سعید اور مرجان سے کہا کہ تم دو مین ایک آزاد ہے اور تعیین کسیکی مالک کے قول سے
ثابت نہوئی تو ایجاب اول سعید اور مرجان مین دائر ہوا لہذا نصفا نصف ہوگیا آدھا سعید آزاد ہوا اور آدھا مرجان پہر جب سعید باہر گیا اور فیروز داخل ہوا پہر مالک
نے وہی کہا کہ ایک تم دونون مین آزاد ہے تو یہہ ایجاب ثانی بھی داخل اور ثابت مین یعنی مرجان اور فیروز مین دائر ہوا تو یہہ بھی دونو مین نصفا نصف ہوگیا نصف
مرجان کو اور نصف فیروز کو سو جو نصف کہ مرجان کو پہونچا وہ بالکل مرجان مین شائع ہوا اور پہیل گیا اور چونکہ نصف مرجان کا ایجاب اول سے آزاد ہوچکا تہا
اور نصف فارغ غیر آزاد تہا تو جسقدر نصف آزاد کو پہونچا وہ تو لغو اور بیفائدہ ہوگیا اور جتنا فارغ کو پہونچا وہ باقی رہا یعنی چوتھائی اسواسطے کہ نصف کو جو
حصہ پہونچے تو ربع ہوتا ہے تو اس تفصیل سے صاف معلوم ہوگیا کہ مرجان سے تین ربع آزاد ہوگئے دو ربع ایجاب اول سے اور ایک ربع ایجاب ثانی سے کذا فی الدرر
وعامۃ الکتب وعتق مین کل من غیرہ نصفہ اور سوا مرجان کے ہر ایک غلام خارج اور داخل سے نصف نصف آزاد ہوا ایجاب اول سے سعید نصف آزاد ہوا اور

ایجاب ثانی سے فیروز نصف آزاد ہوا نزدیک امام اور ابو یوسفؒ کے اور محمدؒ کے نزدیک غلام داخل سے یعنی فیروز سے فقط چارم آزاد ہوا اسواسطے کہ ایجاب ثانی سے جو بیشتر ثابت غلام
یعنے مرجان چہارم آزاد ہوا ویسے فیروز بھی چہارم ہی آزاد ہوا اگر کوئی سوال کرے کہ صاحبین کے نزدیک عتق تو قسمت پذیر نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اس مسئلہ مین صاحبین تجزی
عتق کے قائل ہین نہ اسکے سوا اور مسائل مین اسکا جواب شارح نے آئندہ قول مین بیان کیا لیثبوتہ بطریق التوزیع والقصر ولا فلم یتعدّ یعنی ثبوت تجزی عتق کا
اس مسئلہ مین بطور تقسیم اور ضرورت کے ہوگیا ہے تو سوا محل ضرورت کے اور مسائل مین متعدی اور متجاوز نہو گا یعنی ایک غلام کا عتق مبہم بضرورت عدم تعیین کے دو مین
منقسم ہوگیا تو سوا اپنے محل کے اور محل مین متجاوز نہین ہوسکتا کذا فی حاشیۃ المدنی و شرح الملا رم عن المختصر وان صدر ذلک المذکور منہ فی مرضہ وضاق
الثلث عنہم ولم یجز الورثۃ وقیمتہم سواء قسم الثلث بینہم کما مر بان جعل کل عبد سبعۃ اسہم کسہام العتق لاحتیاج الی مخرج لہ نصف
وربع وأقلہ اربعۃ فتعول لسبعۃ ہو ثلث المال اور اگر یہی دونو قول مذکور صادر ہون مالک سے اوسکی بیماری مین اور بلا بیان وہ مرگیا اور ثلث مال سے غلام آزاد
ہوسکین اسلئے کہ سوا ان تینون غلامون کے کچھ اور متروکہ میت کا نہین اور وارث میت کے اسقدر آزاد ہونیکو جائز نہین رکھتے اور حالانکہ قیمت تینون غلامونکی برابر ہو تو اس
صورت مخصوص مین بحساب سابق مذکور کے ثلث مال ان تینون غلامون مین منقسم کیا جاویگا اسطرح پر کہ ہر غلام کے سات سہم قرار دیجاوین مانند سہام عتق کے
چنانچہ اسکی تفصیل مذکور ہوچکی کہ تین سہم مرجان کے اور دو سہم سعید کے اور دو سہم فیروز کے آزاد ہوئی تھی۔ تین ربع ایک کے اور نصف نصف دو کے ہر غلام کے سات سہم اسلیے
مقرر ہوئی کہ اس تقسیم مین ہمکو احتیاج ہوئی اوس مخرج کی جسمین نصف اور ربع ہو اور اسکا اقل مخرج چار ہین اسواسطے کہ نصف چار کا دو ہین اور ربع ایک اور چونکہ چار
مین گنجایش سات سہم کی نہین لہذا چار کو زیادہ کرکے سات قرار دیا اور یہی سات سہم ثلث مال سے میت کا اور چونکہ عتق مرض کا در حکم وصیت کے ہو لہذا ثلث مین
جاری ہوا اگر کوئی کہے کہ اہل فرائض نے تصریح کردی ہو کہ چار کی زیادتی سات تک نہین ہوتی اوسکا جواب یہ ہے کہ چونکہ فرائض مین اجتماع دو نصف اور ربع کا نہین ہوتا
لہذا اہل فرائض سات عول کے قائل نہوئے تو اس سے یہ لازم نہین آتا ہو کہ فرائض کے سوا اور کہین بھی جائز نہین اسیطرح مصرح کیا ہے شراح کلام اہل فرائض
نے کذا فی الدرر وحق مرجان ثبت ثلثۃ من سبعۃ وہی فی اربعۃ وحق من کل غیرہ سہمان وسعی فی خمسۃ فبلغ سہام السعایۃ اربعۃ
عشر وسہام الوصایا سبعۃ لنفاذہا من الثلث اور اوس غلام سے جو ثابت رہا دونو ایجاب مین یعنی مرجان کے تین سہم آزاد ہوئے سات سہم سے اور سعایت
کریگا چار سہم مین اور ثابت کے سوا ہر ایک غلام سے دو سہام آزاد ہوئی یعنے سعید کے دو سہم آزاد ہوئی تو باقی پانچ سہم مین وہ سعایت کریگا اور فیروز کے بھی دو سہم
آزاد ہوئے تو وہ بھی باقی پانچ سہم مین کوشش کریگا تو سعایت کے سہام تینون غلامون مین چودہ ہوئے اور وصیت یعنی عتق کے سہام سات ہوئے بسبب جاری ہونے
وصیت کے کل مال کی تہائی سے تو کل مال میت کا اکیس سہام ہوا اونمین سے ثلث آزاد ہوئے یعنی سات باقی رہے دو ثلث یعنی چودہ ولو طلق نسوۃ لہ ثلثا کذلک
دخل بہن سوآئہ اور اگر طلاق دی ایک زوج نے اپنی تین عورتون کو اسیطرح یعنی ایک شخص کے تین عورتین ہین سو ایکدن اوسکے پاس دو عورتین حاضر تھین سو اون سے
کہا کہ تم دو مین سے ایک مطلقہ ہے پھر ایک اونمین سے باہر گئی اور تیسری آئی سو اوسنے دوبارہ کہا کہ تم مین سے ایک مطلقہ ہے اور حالانکہ مہر اون تینون کے برابر ہین مہر
مہر کا برابر ہونا کچھ ضرور نہین شارح نے یہ قید باتباع صاحب درر کے زیادہ کی اسواسطے کہ حکم مسئلہ کا درصورت تفاوت مہر کے بھی یکسان ہے بلا تفاوت کذا فی حاشیۃ
المدنی عن المفتی ابی السعود قبل وطی لیفید البینونۃ معنی طلاق دی قبل وطی کے قید قبل وطی کی اسواسطے لگائی تاکہ ایجاب اول مفید جدائی کا اسلیئے کہ زوجہ غیر
مدخولہ ایک ہی طلاق سے جدا ہوجاتی ہے تو جس عورت کو ایجاب اول پہنچا وہ ایجاب ثانی کی محل باقی نہ رہی تو اس امر مین طلاق عتق کی مانند نہ کئی کذا فی شرح الوقایۃ
اور مدرہم اس مسئلہ مفروضہ مین تین طرح کے احکام ہین ایک حکم مہر کا دوسرا حکم میراث کا اور تیسرا حکم عدت کا اور یہ سب احکام اس صورت مین مبتنی ہین جبکہ
زوج بعد طلاق مبہم دیکر بلا بیان مرگیا اور اگر زوج بیان کردیگا کہ طلاق سے فلانی عورت مراد تھی تو وہ عورت بائنہ ہوجاویگی بلا عدت اور نصف مہر اپنا لیگی اور
دوسری عورت کہ بوقت خطاب تھی وہ نکاح مین ثابت رہی گی اور اگر بعد اس بیان کے زوج مرجاویگا تو وہ باقی عورت میراث اور پورا مہر پاویگی اور عدت
وفات اوسپر لازم ہوگی کما لا یخفی سقط ربع مہر من خرجت وثلثۃ اثمان من ثبتت وثمن من دخلت لان بالایجاب الاول سقط نصف
مہر الواحدۃ منصفا بین الخارجۃ والثابتۃ فسقط ربع کل ثم بالایجاب الثانی سقط الربع منصفا بین الثابتۃ والداخلۃ تو ساقط ہوگا

زوجہ خارجہ کا چہارم مہر اور مدخولہ ثابتہ کے مہر سے تین ہشتم حصے ساقط ہو گئے اور مدخولہ کا ہشتم حصہ مہر کا ساقط ہو گا اسواسطے کہ ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر ساقط
ہو کر خارجہ اور ثابتہ مین نصفا نصف ہو گیا تو ہر زوجہ کا چہارم حصہ ساقط ہو گیا پھر ایجاب ثانی سے چہارم مہر ساقط ہو کر ثابتہ اور مدخلہ مین آدھون آدھ ہو گیا پھر ایجاب
اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر اسواسطے ساقط ہوا کہ زوج نے طلاق نہین دی مگر ایک عورت کو اور طلاق قبل دخول مین نصف مہر ساقط ہوتا ہے اور چونکہ طلاق ایک
عورت پر مخصوص نہین لہذا اسکو وہ نصف مہر کا دو عورتون مین برابر منقسم ہو گیا تو خارجہ کا بھی چہارم ساقط ہوا اور ثابتہ کا بھی چہارم ساقط ہوا بعد اسکے ایجاب ثانی میں
یہ تردد واقع ہوا کہ ایجاب اول مین خارجہ مطلقہ ہوئی یا ثابتہ تو اگر واقع مین ثابتہ مطلقہ ہوئی تو ایجاب ثانی کا حکم ثابتہ پر باطل ہے اسواسطے کہ طلاق مانند عتاق
کے متجزی نہین ہوتی کہ کچھ ثابتہ مطلقہ اور کچھ خارجہ اور اگر ایجاب اول مین خارجہ مطلقہ ہوئی تو اس تقدیر مین ایجاب ثانی دائر ہو گا ثابتہ اور مدخلہ مین برابر
تو بسبب اس تردد کے ایجاب ثانی مین ربع مہر ساقط ہوا اور ربع دونون مین نصفا نصف ہو گیا ثابتہ کا بھی آٹھوان حصہ مہر کا ساقط ہوا اور مدخلہ کا بھی بعضے
علما نے کہا کہ یہ محمدؒ کا قول ہے اور بعضون نے کہا شیخین کا قول بھی ہے اگر امام محمدؒ کا فقط قول ہے تو ظاہر ہے اور اگر شیخین کا بھی قول ہو تو عتق اور طلاق مین فرق
مذکور کے بیان کرنیکی البتہ حاجت ہو کذا فی الہدایہ و شرح الوقایہ و حواشیہا المفصلۃ واما المیراث فلہن ربع و ثمن فللداخلۃ نصفہ لانہ لا
یزاحمہا الا الثابتۃ والنصف الآخر بین الخارجۃ والثابتۃ نصفان لعدم المرجح اور زوجات ثلثہ کی میراث خواہ ربع ہو خواہ ثمن مدخلہ کو
تو نصف میراث ہے اگر زوج کے اولاد نہین تو نصف ربع ہوا اور اگر اولاد ہے تو نصف ثمن ہوا اسواسطے کہ مدخلہ کے ساتھ کوئی زوجہ شریک نہین مگر ثابتہ اور نصف
ثانی خارجہ اور ثابتہ مین نصفا نصف ہے اسلئے کہ کوئی مرجح نہین ایک کا دوسری پر تو زوجیت کی میراث نصف مدخلہ کی اور ربع خارجہ کی اور ربع ثابتہ کی وعلی
کل منہن عدۃ الوفاۃ احتیاطا لا الطلاق لعدم الدخول اور ہر زوجہ پر انمین زوجات ثلثہ سے عدت وفات کی لازم ہوگی بنا بر احتیاط کے نہ عدت
طلاق کی بسبب عدم وطی کے عدت وفات مین احتیاط ہے بسبب احتمال منکوحہ ہونیکے کذا فی الکافی والوطی والموت بیان فی طلاق بائن مبہم کقولہ
لامرأتیہ احدکما بائن فوطی احدہما او ماتت کان بیانا للاخری قیل وکذا التقبیل لا الطلاق اور وطی اور موت زوجہ بیان ہے طلاق بائن
مبہم مین چنانچہ یون کہنا زوج کا اپنی دو عورتون سے کہ ایک تم مین سے بائن ہے پھر زوج نے ایک زوجہ کی وطی کی تو ظاہر ہو گیا کہ زوج کے نزدیک طلاق مبہم سے
زوجہ ثانیہ مراد تھی اگر موطوءہ مطلقہ ہوتی تو اوس سے وطی نکرتا یا بعد طلاق مبہم کے ایک زوجہ مر گئی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی اسلئے کہ مردہ محل طلاق
نہین بعضے علما نے کہا اور اسیطرح تقبیل کا بھی حکم ہے یہہ کرخی کا قول زیادات کے مخالف ہے یعنی اگر بعد طلاق بائن مبہم کے ایک زوجہ کا بوسہ لیگا تو معلوم
ہو گا کہ زوجہ ثانیہ مطلقہ تھی اور طلاق بیان نہین ہوتی یعنی اگر دو عورتون سے کہا ایک تم مین بائن ہے پھر ایک زوجہ کو معین کرکے طلاق دی تو یہہ طلاق ثانی
مبہم کا بیان نہو گی یعنی دوسری زوجہ مطلقہ ثابت ہو گی اسواسطے کہ طلاق بائن کے بعد عدت مین دوسری طلاق بھی واقع ہو سکتی ہے تو جائز ہے کہ جسکو
اول طلاق بائن ہوئی تھی اوسیکو دوسری طلاق بھی ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر وہل التہدید بالطلاق کالطلاق والعرض علی البیع
کالبیع لم ارہ شارح کہتا ہے طلاق کی دہمکی طلاق کی مانند اور بیع کیواسطے پیش کرنا بیع کی مانند ہے بیان مین یا نہین مین نے اسکو مصرح نہین دیکھا مین کہتا ہون جب
طلاق بیان نہوئی تو بھلا دہمکی طلاق کیونکر بیان ہوگی اور عرض علی البیع کو شارح نے مانند بیع کے کسی کتاب مین نہین دیکھا الحمد للہ کہ مترجم نے جتنیا
شرح مختار مین مصرح دیکھا کہ عرض بھی مانند بیع کے بیان ہے عتق مبہم کا چنانچہ اوسکی ملخص عبارت یہہ ہے ولو قال لعبدیہ احدکما حر ثم باع احدہما
او عرضہ علی البیع عتق الآخر لانہ بالعرض قصد وصول الثمن وانہ ینافی الحریۃ اور ملتقی الابحر مین یون ہے والبیع بیان فی العتق المبہم کذا العرض علی
البیع باوجود یکہ شارح ملتقی پر شرح لکھہ چکا ہے در المختار سے پہلے پھر بھی یہہ مسئلہ یاد نہ پڑا انسان کتنا ہی بڑا اکامل ہو لیکن خطا اور نسیان سے خالی نہین معاذ اللہ
یہہ شارح علامہ پر طعن نہین ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک غرض اس بیان سے عجز بشریت کا بیان ہے کبیع ولو فاسدا او موقوفا لو بقبل العقد نفسہ
وتحریر ولو معلقا وتدبیر ولو مقیدا واستیلاد وکذا کل تصرف لا یصح الا فی الملک ککتابۃ واجارۃ وابضاع وتزویج ورہن
وہبۃ وصدقۃ ولو غیر مسلمتین ابن الکمال لان المساومۃ بیان فہذہ اولی بلا قبض بدایۃ چنانچہ بیع کرنا ایک غلام کا عتق مبہم کا

بیان ہے اگرچہ بیع فاسد ہی ہو اور مرجانا ایک غلام کا اگرچہ غلام نے اپنی ذات کو آپ قتل کیا ہو اور آزاد کرنا ایک غلام کا اگرچہ اعتاق معلق ہو اور مدبر کرنا ایک غلام کا اگرچہ
تدبیر مقید ہو چنانچہ تدبیر مطلق اور مقید کا بیان باب التدبیر میں آویگا اور استیلاد یعنی دعوی ولد کا کرنا اور اسیطرح عتق مبہم کا بیان ہے وہ تصرف جو صحیح نہیں ہوتا مگر ملک
میں جیسے مکاتب کرنا یا اجارہ یا وصیت کرنا یا مملوک کا نکاح کردینا یا گرو رکھنا اور اسیطرح ہبہ کرنا اور خیرات میں دینا اگرچہ ہبہ اور خیرات بلا قبض ہو یہ قول ہے ابن کمال کا
اسواسطے کہ فقط قیمت ٹھہرانا بلا تسلیم جب کہ بیان ہوتا ہے عتق مبہم کا تو ہبہ اور صدقہ بلا قبض اولی ہیں بیان ہونے میں کذا فی البدائع اسواسطے کہ ہبہ اور صدقہ بلا قبض
میں ایجاب اور قبول ہوتا ہے بخلاف قیمت ٹھہرانیکے **فی حق عتق مبہم کقوله احدکما حر ففعل ما ذکر تعین الآخر** امور مذکورہ عتق مبہم کے حق میں بیان ہیں چنانچہ
مالک نے اپنے دو غلاموں سے یا دو لونڈیوں سے کہا کہ ایک تم میں آزاد ہے تو یہ عتق مبہم ہے معلوم نہیں کہ کسکی آزادی مراد ہے پھر امور مذکورہ میں سے کوئی امر کیا یعنی دو
غلاموں میں ایک کو بیع کرڈالا یا ایک غلام مرگیا یا ایک کو آزاد کیا معین کرکے یا مدبر کیا یا ایک لونڈی کے ولد کو اپنا بیٹا کہا یا ایک غلام کو مکاتب کیا یا اجارہ
میں دیا یا ایک غلام کے استخدام کی کسی کے واسطے وصیت کی یا ایک کا نکاح کردیا یا گرو رکھا یا ایک غلام کسی کو ہبہ کردیا یا خیرات میں دیا تو ان افعال سے دوسرے غلام کا
عتق متعین اور منحصر ہوگیا ابہام دفع ہوا اسواسطے کہ تصرف الکانہ قرینہ ہے کہ عتق اوسکا مالک کو مقصود نہ تھا بلکہ دوسرے غلام کی آزادی مراد تھی **ولو قیل له ایهما**
نویت فقال لم اعتق هذا عتق الآخر فان قال لم اعن هذا عتق الآخر ایضا وکذا الطلاق بخلاف الاقرار اختیار اور اگر مالک نے اپنے دو غلاموں سے
کہا کہ ایک تم میں سے آزاد ہے اور کسی نے مالک سے پوچھا کہ کس غلام کے آزاد کرنیکا تو نے ارادہ کیا سو مالک نے کہا ایک کی طرف اشارہ کرکے کہ اسکو میں نے نہیں آزاد کیا تو دوسرا
آزاد ہوگا اسواسطے کہ ایک کی نفی کرنیسے دوسرا متعین ہوگیا پھر بعد اسکے دوسرے غلام کیطرف جسکا عتق متعین ہوگیا اشارہ کرکے کہا کہ اسکی آزادی کا میں نے ارادہ نہیں کیا
تو اول غلام بھی آزاد ہوجاویگا یعنی دونو غلام آزاد ہوجاوینگے نفی اول سے دوسرا غلام آزاد ہوا اور نفی ثانی سے پہلا غلام آزاد ہوا اور یہی حکم ہے طلاق مبہم میں یعنے
زوج نے اپنی دو عورتوں سے کہا کہ ایک تم میں مطلقہ ہے پھر کسی نے پوچھا کہ کسکو تو نے ارادہ کیا سو زوج نے کہا کہ اسکو میں نے ارادہ نہیں کیا تو دوسری عورت مطلقہ
ہوگی پھر اگر دوسری عورت کیطرف اشارہ کرکے کہا کہ اسکو بھی میں نے ارادہ نہیں کیا تو دونو مطلقہ ہونگی بخلاف اقرار مبہم کے کہ اسمیں ایک کی نفی سے دوسرے کی تعیین
نہیں ہوتی چنانچہ اگر یوں کہا کہ ان دو شخصوں میں سے ایک شخص کے ہزار درم مجھپر ہیں سو اگر کسی نے پوچھا کہ کون مراد ہے اور مقر نے ایک کی نفی کی تو دوسرے شخص کے
واسطے کچھ واجب نہوگا وجہ فرق کی یہ ہے کہ طلاق اور عتاق میں اوس شخص پر تعیین واجب ہے تو جب ایک کی نفی کی تو دوسرا متعین ہوگا بنابر ضرورت اقامت وجوب کے
بخلاف اقرار کے کہ اوسکی تعیین مقر پر واجب نہیں اسواسطے کہ اقرار مجہول سے مقر پر کچھ لازم نہیں آتا کہ جبر اوسپہ جائز ہو تو اقرار میں ایک کی نفی سے دوسرے کی
تعیین بھی نہوگی کذا فی الاختیار شرح المختار **ولو جنی احدهما تعین الجانی وعلیه الدیة دفعا للضرر ولو الجیة** اور اگر ایک غلام نے جنایت کی یعنے
کسیکو مارڈالا تو مارنیوالا غلام متعین ہوجاویگا واسطے عتق کے اور اوسی پر خون بہا دینا لازم ہوگا واسطے دفع ضرر مولی کے کذا فی الولوالجیہ یعنی غلام قاتل کی آزادی
اسواسطے متعین ہوگئی تاکہ مولی کا ضرر نہو قاتل ہی پر خون بہا دینا لازم ہوگا اور اگر غلام غیر قاتل کو آزاد قرار دیجیے تو قاتل کیطرف سے خون بہا دینا مولی پر لازم ہوگا
لا یکون الوطی مودواعیه بیانا فیه وقالا هو بیان حبلت او لا وعلیه الفتوی لعدم حله الا فی الملک نہوگی وطی اور اوسکے دواعی بیان عتق
مبہم میں یعنی اگر ایک لونڈی سے مولی نے وطی کی تو دوسری لونڈی کا عتق ثابت نہوگا نزدیک امام اعظم کے اور صاحبین نے کہا کہ وطی بیان ہے عتق مبہم میں لونڈی
اس وطی سے حاملہ ہو یا نہوا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الہدایہ اسواسطے کہ وطی حلال نہیں مگر ملک میں اور ظاہر حال مسلم کا دلالت کرتا ہے کہ وہ مرتکب حرام کا نہوا ہوگا

وکذا الموت لا یکون بیانا فی الاخبار اتفاقا فلو قال لغلامین احدکما ابنی او قال لجاریتین احدکما ام ولدی فمات احدهما لا یتعین الباقی
للعتق ولا للاستیلاد لان الاخبار یصح فی الحی والمیت بخلاف الانشاء اور اسیطرح موت بھی بیان نہیں ہوتی خبر دینے میں باتفاق امام اور
صاحبین کے سو اگر مولی نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک میرا بیٹا ہے یا دو لونڈیوں سے کہا کہ تم میں سے ایک میری ام ولد ہے پھر ایک غلام یا ایک لونڈی
مرگئی تو باقی غلام عتق کیواسطے اور باقی لونڈی استیلاد کیواسطے متعین نہونگے اسلئے کہ خبر دینا زندہ اور مردہ دونو میں صحیح ہوسکتا ہے لہذا موت بیان نہیں

ہے خبر دینے میں بخلاف انشاء کے کہ وہ مردہ میں صحیح نہیں لہذا انشاء میں موت بیان ہوتی ہے **قال لامته ان کان اول ولد تلدینه ذکرا فانت**

حرة فولدت ذکرا و انثی ولم یدر الاول رق الذکر بکل حال وعتق نصف الام والانثی لعتقهما بتقدم الذکر ورقهما بعکسه فیعتق
نصفهما وتسعیان فی نصف قیمتهما کہا مالک نے اپنی حاملہ لونڈی سے کہ اگر تو پہلا بچہ مذکر جنیگی تو تو آزاد ہے پھر وہ مذکر اور مونث ساتھ جنی اور معلوم نہین
کہ پہلے مذکر جنی یا مونث تو ولد مذکر تو ہر حال مین غلام ہی رہیگا خواہ مذکر کا اول تولد ہوا ہو خواہ مونث کا اسواسطے کہ اگر اول مذکر ہوا تو وہ مملوک ہوگا اسلئے کہ وقت
تولد کے ماں اوسکی مملوکہ تھی اور وہ آزاد نہوگی مگر بعد وضع حمل کے باعتبار شرط کے اور اگر اول مونث کا تولد ہوا تو نہ ماں اوسکی آزاد ہوگی نہ مولود بسبب پائے جانے
شرط کے اور جس صورت مین اولیت کسیکی معلوم نہو تو ماں اور اوسکی بیٹی نصف نصف آزاد ہونگی بسبب آزاد ہونے دونوں کے درصورت تقدم مذکر کے اور مملوک ہونے
دونوں کے درصورت تقدم مونث کے تو درصورت عدم ثبوت تقدم کے دونوں نصف نصف آزاد ہونگی اور دونوں سعایت کرینگی اپنی نصف نصف قیمت مین

شهدا بعتق احد مملوکیه ولو امتیه لغت عند ابی حنیفة لکونها علی عتق مبهم دو گواہوں نے دو غلامون مین سے ایک کے آزاد کرنیکی گواہی دی
تو نزدیک امام اعظم کے یہہ گواہی لغو ہے اگرچہ دونوں گواہوں نے دو لونڈیوں مین سے ایک لونڈی کے بھی اعتاق کی گواہی دی ہو اسواسطے کہ یہہ گواہی عتق مبہم
ہے اور عتق مجہول کی گواہی لائق سماعت کے نہین الا ان تکون شهادتهما فی وصیة ومنها التدبیر فی الصحة والعتق فی المرض او طلاق مبهم
فیقبل اجماعا اعتاق مبہم کی گواہی کسی صورت مین مقبول نہین مگر اسطرح مقبول ہے کہ دونوں کی گواہی وصیت مین ہو اور وصیت مین داخل ہے صحت مین مدبر
کرنا اور مرض الموت مین آزاد کرنا یا گواہی طلاق مبہم مین ہو تو باجماع امام اور صاحبین کے مقبول ہوگی جیسے کہ تدبیر فی الصحة وصیت مین داخل ہوئی تو
تدبیر فی المرض بطریق اولی وصیت مین داخل ہوگی بحر الرائق اور نہر الفائق مین گواہی وصیت کی یون مثال دی ہے کہ دونوں گواہ گواہی دین کہ مالک نے اپنے
مرض الموت مین دو غلامون سے ایک غلام کو آزاد کیا طحطاوی محشی نے لکھا تو اس مثال مین وصیت اور عتق فی المرض مین کچھہ فرق نہین معلوم ہوتا اور ممکن
ہے کہ وصیت سے یہہ مراد ہو کہ اپنے غلام کے اعتاق کے وارثون کو وصیت کر جاوے اور مرض الموت کے اعتاق سے یہہ مراد کہ خود آزاد کرکے مرے والاصل
ان الطلاق المبهم یحرم الفرج اجماعا فلا یشترط له الدعوی بخلاف العتق المبهم فلا یحرم عنده لکن لم یجز ان یفتی به فلیحفظ اور
طلاق مبہم اور عتق مبہم مین اصل فارق یہہ ہے کہ طلاق مبہم حرام کر دیتی ہے شرمگاہ کو باجماع امام اور صاحبین کے تو طلاق مبہم کی گواہی کیواسطے دعوے
مشروط نہین اسواسطے کہ یہہ حق اللہ ہے نہ حق العباد اور حق اللہ مین بلا شرط دعوی گواہی مقبول ہے بخلاف عتق مبہم کے کہ وہ محرم شرمگاہ کا نہین نزدیک امام کے
لیکن اسمقام مین امام کے قول پر فتوی دینا جائز نہین کذا فی الهدایه اسواسطے کہ مزید احتیاط تحریم مین ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کما تقبل لو شهدا بعد موته
انه ای المولی قال فی صحته لقنتیه احدکما حر علی الاصح لشیوع العتق فیهما بالموت فصار کل خصما متعینا وصححه ابن الکمال وغیره
چنانچہ مقبول ہے گواہی اگر دو شاہدون نے گواہی دی بعد موت مولی کے کہ اوس نے اپنی صحت مین کہا تھا اپنے دو غلامون سے کہ ایک تم مین سے آزاد ہے گواہی
مقبول ہوگی بنابر قول اصح کے بسبب شائع ہوجانے عتق کے دونوں غلامون مین مولی کی موت سے یعنی جب تک مولی زندہ تھا تو شہادت مذکورہ مقبول نتھی اس
سبب سے کہ دعوی صحیح نتھا اسواسطے کہ مدعی مجہول تھا معلوم نتھا کہ دونوں مین سے کون آزاد ہے اور جب مولی مرگیا تو دونوں غلامون پر عتق پھیل گیا تو ہر غلام
مدعی متعین ہوگیا اور تصحیح کی ہے اس قول کی ابن کمال وغیرہ نے یعنی فخر الاسلام اور صاحب کافی نے اور شارحین نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے کذا فی
حاشیة المدنی **فروع** مسائل ملحقه شارح کے شهدا بعتقه سالما ولا یعرفونه عتق گواہی دی دو گواہوں نے کہ مولی نے اپنے سالم غلام کو آزاد
کیا اور گواہ سالم کو پہچانتے نہین ہین تو سالم آزاد ہوگا بشرطیکہ مولی کے غلامون مین سے سالم ایک ہی غلام ہو ولو عبدان کل اسمه سالم وجحد
فلا عتق کشهادتهما بعتقه لمعینة سماها فنسیا اسمها وبطلاق احدی زوجتیه وسماها فنسیاها لم تقبل للجهالة فتح اور اگر
مولی کے دو غلامون کا نام سالم ہو اور مولی اعتاق کا منکر ہو تو گواہوں کی اس گواہی سے کہ مولی نے سالم کو آزاد کیا عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ دو گواہوں کی
ایسی گواہی کہ مولی نے معین لونڈی کا نام لیکر آزاد کیا اور گواہوں کو اوسکا نام یاد نرہا یا دو عورتوں مین سے ایک عورت کی طلاق کی گواہی دی جسکا زوج
نے نام لیا تھا اور گواہ اوسکو بھول گئے تو ایسی گواہی نہ مقبول ہوگی بسبب جہالت کے کذا فی فتح القدیر

باب الحلف بالعتق

یہ باب ہے عتق کی قسم کھانے میں حلف بفتح حا و سکون لام مصدر ہے بمعنی قسم کھانے کے اور حلف بمعنی عہد اور پیمان کے ہے کذا فی الصراح اور حلف سے مراد یہاں تعلیق ہے عتق کی
اور مسئلہ تعلیق بالولادۃ کا عتق البعض میں اس واسطے مذکور ہوا کہ درصورت عدم علم شرط کے بعض عتق ہوتا ہے نہ کل کذا فی المنح قال ان دخلت الدار فكل مملوك
لی یومئذ حرٌ عتق من له حین دخوله ولو لیلا سواء ملكه بعد حلفه او قبله لان المعنی یوم اذ دخلت فاعتبر ملكه وقت دخوله کہا
قائل نے کسی مخاطب سے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگا تو جو میرا مملوک ہوگا اوس دن سو آزاد ہے تو آزاد ہو جاویگا جو لونڈی یا غلام کہ متکلم کا مملوک ہوگا مخاطب کے داخل
ہونیکے وقت اگرچہ مخاطب رات کو گھر میں داخل ہوا ہو خواہ متکلم مملوک کا بعد تعلیق کے مالک ہوا ہو یا قبل تعلیق کے اس واسطے کہ معنی یومئذ کے یہاں یہہ ہیں کہ
جس روز کہ تو گھر میں داخل ہوگا تو وقت دخول مخاطب کے ملک متکلم کی معتبر ہوئی تو گویا یوں متکلم نے کہا کہ وقت دخول کے جس غلام اور لونڈی کا میں مالک ہونگا
وہ آزاد ہیں مملوک لونڈی اور غلام دونو کو شامل ہے چنانچہ لفظ آدمی کا کذا فی الذخیرہ اور یوم اس مثال میں بمعنی مطلق وقت کے ہے لہذا دخول لیل سے بھی عتق
ثابت ہوگا ولذا لو لم یقل یومئذ عتق من له وقت حلفه فقط کقوله كل عبدی او املكه حرٌ بعد غدٍ او بعد شهرٍ اعتبر وقت حلفه لان
لی او املكه للحال فلا یتناول الاستقبال حتی لو لم یملك شیئا یوم حلفه لغا یمینه [illegible] مثال سابق میں یوم دخول سے ملک معتبر ہوئی لہذا اگر
مولی یومئذ کا لفظ نکہتا تو وہی فقط غلام آزاد ہوتا جو تعلیق کے وقت اوسکا مملوک تہا چنانچہ یہہ قول ہوا کہ جو غلام کہ میرا ہے وہ پرسوں آزاد ہے یا جس غلام
کا کہ مالک ہوں وہ پرسوں یا بعد مہینے کے آزاد ہے تو اس مثال میں تعبیر ہوگی ملکیت مولی کی [illegible] وقت اس واسطے کہ لفظ لی اور املك موضوع ہے زمانہ
حال کیواسطے [illegible] ثابت اسم فاعل ہے [illegible] ہوکہ وہ حال کیواسطے ہے اور صیغہ فعل کا اگرچہ حال
اور استقبال دونوں میں مستعمل ہوتا ہے لیکن عند الاطلاق عرفا اور شرعا اور لغۃ زمانہ حال ہی مراد [illegible] تو قول مذکور شامل نہوگا استقبال کو یہانتک کہ اگر متکلم مالک
نہوگا کسی غلام کا تعلیق کے دن تو اوسکی تعلیق لغو ہو جاویگی اور جس غلام کو کہ بعد تعلیق کے مالک ہوگا وہ ہرگز آزاد نہوگا ولو قال كل عبدی او املكه
حرٌ بعد موتی من كان له مملوك يوم قال [illegible] القول اور اس قول سے کہ جو میرا غلام ہو یا جس غلام کا میں مالک ہوں وہ بعد میری موت کے آزاد ہے
تو مدبر ہو جاویگا جو غلام کہ اوسکا مملوک ہوگا [illegible] اس واسطے کہ اسم فاعل اور مضارع زمانہ حال کیواسطے ہو لاملک اما مطلقا او مقیدا
من ملكه بعده [illegible] التعلیقه بالموت فیصیر وصیة اور جس غلام کا کہ مولی مالک ہوگا بعد تعلیق مذکور کے وہ غلام مدبر مطلق
نہوگا بلکہ مدبر مقید ہوگا [illegible] دونو غلام یعنی جو مملوک تہا قبل تعلیق کے اور جو مملوک ہوا بعد تعلیق کے آزاد ہو جاوینگے
[illegible] تعلیق [illegible] تو یہہ تعلیق وصیت ہوگئی اور وصیت نہیں واقع ہوتی مگر بعد موت کے خلاصہ یہہ ہے کہ جو غلام
مملوک تہا قبل تعلیق کے [illegible] آزاد ہوگیا اور جو غلام کہ بعد تعلیق کے مملوک ہوا وہ [illegible] آزاد نہیں ہوا کہ جمع بین الحال والاستقبال
لازم آوے [illegible] وصیت حال اور استقبال دونو کو شامل ہے ولہذا اگر کوئی ثلث مال کی وصیت
کرے [illegible] تو وصیت اوسمیں جاری ہوگی کذا فی الدرر وحاشیۃ المدنی المملوك لا یتناول
الحمل لانه [illegible] یعنی مملوک سے متبادر وہ ہے جو بالقصد مملوک ہوا اور جنین بالتبع مملوک
ہے [illegible] من قال كل مملوك لی ذكر فهو حر ولو لم یقل ذکر لدخل الحامل فیعتق الحمل تبعا تو نہ آزاد ہوگا حمل
اوس مولی کی لونڈی کا [illegible] مملوک ہے وہ آزاد ہے اس واسطے کہ لفظ مملوک کا حمل کو شامل نہیں اور اگر مولی لفظ مذکر کو نہ کہتا یعنی فقط
اسیقدر کہتا کہ جو میرا مملوک ہے وہ آزاد ہے تو حاملہ لونڈی بھی عتق میں داخل ہوجاتی تو جنین بھی تابع اپنی ماں کا ہوکر آزاد ہوجاتا شارح کے کلام سے ثابت
ہوا کہ لفظ مملوک کا لونڈیوں کو بھی شامل ہے چنانچہ اسکا بیان ذخیرہ سے منقول ہوچکا وكذا لفظ المملوك والعبد لا یتناول المكاتب والمشترك
ویتناول المدبر والمرهون والماذون علی الصواب اور اسیطرح لفظ مملوک کا شامل نہیں مکاتب اور عبد مشترک کو اور شامل ہے غلام مدبر اور مرہون
اور ماذون فی التجارۃ کو بنا بر قول درست کے شارح نے قول درست کے کہنے سے مجتبے کی عبارت کو رد کیا اوسمیں کہا ہے کہ لفظ

مدبر اور مرہون اور ماذون کو لفظ مملوک کا شامل نصین و لو نوی الذکور او لم ینوالمدبر دُیّن اور اگر مولی نے کہا کہ ہر مملوک میرا آزاد ہے اور مملوک سے
نیت نقط غلامون کی کی نہ لونڈیون کی یا غلامون کی نیت کی تو دیانۃً اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اسواسطے کہ ظاہر استعمال کے مخالف ہے اور دیانۃً اسواسطے تصدیق
ہوگی کہ تخصیص عام کا اوسنے ارادہ کیا اور تخصیص عام کو لفظ محتمل ہے وفی ممالیکی کلّھم احرار لم یدّین لرفع احتمال الاختصاص بالتاکید اور
اس قول مین کہ میرے مملوک بالکل آزاد ہین اگر فقط ذکور کی نیت کریگا تو دیانۃً بھی اوسکی تصدیق نہوگی بواسطہ دور ہوجانے احتمال خصاص کے بسبب تاکید کے
یعنی جب عام کی تاکید ہوگئی تو اب تخصیص عام کا احتمال نہ باقی رہا لہذا دیانۃً بھی تصدیق نہوگی جب غلام اور لونڈیان اسکی آزاد ہوجاوینگی **فروع** مسائل
ملحقہ شارح کے حلف لا یعتق عبدہ فکاتب او اشتری قریبًا او اشتری العبد نفسہ حنث قسم کھائی مولی نے کہ اپنے غلام کو نہ آزاد کریگا پھر اوسنے
اپنے غلام کو مکاتب کیا یا اوسنے قریب محرم کو خرید کیا یا غلام نے خود اپنی ذات کو مولی سے مول لیا تو قسم ٹوٹ جاویگی اسواسطے کہ کتابت بعد حصول بدل کتابت
کے عتق ہوا اور خرید کرنا قریب محرم کا سبب ہے عتق کا اور غلام کا خود غلام سے بیع کرنا اعتاق ہے ان بعتک فانت حر فباعہ فاسدًا عتق وصحیحًا لا
اگر مولی نے غلام سے کہا کہ اگر تجھکو مین بیچون تو تو آزاد ہے پھر اوسکو بیچا بیع فاسد کر تو وہ آزاد ہوگا اور اگر بیچا بیع صحیح کر تو آزاد نہوگا اسلئے کہ بیع فاسد
کے بعد ملک بائع کی ضائع نہین ہوتی بدون تسلیم کے تو شرط عتق کی پہلے ملکیت مین پائی گئی لہذا وہ آزاد ہوجاویگا اور بیع صحیح مین بائع کی ملک باقی
نہین رہتی تو شرط عتق کی اوسوقت پائی گئی جب کہ مولی کی ملک باقی نرہی لہذا وہ آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن المبسوط ان دخلت دار
فلان فانت حر فشہد فلان و اخر انہ دخل عتق مولی نے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلا زید کے گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے
شخص نے گواہی دی کہ غلام زید کے گھر مین داخل ہوا تو غلام آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ دخول فعل غلام کا ہے نہ صاحب خانہ کا کہ وہ گواہی مین متہم ہو دفی ان
کلمتہ لا لانہا علی فعل نفسہ اور اس قول مین کہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلا زید سے کلام کریگا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے شخص نے
گواہی دی کہ غلام نے زید سے کلام کیا تو غلام آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ گواہی زید نے اپنی ذات کے فعل پر دی لہذا مقبول نہوگی باقی رہی گواہی ایک آدمی
کی اور مسئلہ شرع مین اعتبار نصین و لو شہد ابناہ ان فلانا کلمہ ابا ہما جازت ان جحد اور اگر مثلا زید کے دو بیٹون نے گواہی دی کہ غلام نے کلام کیا
اونکے باپ سے تو گواہی اونکی درست ہوگی اگر باپ اونکا منکر ہو کلام کرنیکا اسلئے کہ بیٹونکی گواہی برخلاف باپ کے درست ہے محل تہمت نہین وکذا ان ادعاہ عند
محمد و ابطلہا الثانی اور اسیطرح باپ اگر مدعی تھا کہ کلام کیا تو بھی بیٹون کو گواہی جائز ہے نزدیک محمد کے اسواسطے کہ اس دعوی مین باپکو کچھ منفعت نہین اور
ابو یوسف نے بیٹونکی گواہی کو درصورت دعوی باپ کے باطل کہا باب العتق علی جعل بالضم ویقع المال یعنی یہ باب ہے عتق کا بشرط مال کے
جعل بضم جیم بمعنی مال ہے اور بفتح جیم کا لغت قلیل ہے جعل اوس مال کو کہتے ہین جو انسان کو کسی فعل کیواسطے مقرر کیا جاوے اور جعالۃ بالکسر اور جعیلہ بھی اسکی
مانند ہے کذا فی الصحاح اعتق عبدہ علی مال ولو ہبۃ معلوم الجنس والقدر فقبل العبد کل المال فی المجلس بعد مجلس علمہ لو غائبا عتق و
ان لم یؤدّ لانہ معلّق علی القبول فاذا وجد عتق ولو ردّہ او اعرض بطل آزاد کیا مولی نے اپنے غلام کو بعوض مال پر جسکی جنس اور قدر معلوم ہو سو قبول کیا
غلام نے سب مال کو مجلس مین مجلس سے مطلب مجلس علم ہے یعنی مجلس سے مطلب کو اگر غلام حاضر ہو اور اوسکی علم کی مجلس کو اگر وہ غائب ہو تو غلام مجرد قبول کے آزاد ہوجاویگا اگرچہ
اوسنے مال ہنوز ادا نہین کیا اسواسطے کہ عتق قبول پر معلق ہے اور یہ بیان تک کہ اگر غلام اس کلام کو رد کر دیا اس سے اعراض کرے یعنی بلا قبول اٹھکھڑا
ہو مجلس سے تو عتق باطل ہوجاویگا بسبب نہ پائے جانے قبول کے اسواسطے کہ یہ معاوضہ ہے مال کا بغیر مال کے اسواسطے کہ غلام اپنی ذات کا مالک نہین اور معاوضہ قبول
عوض کا ضرور ہے جیسے بیع مین کذا فی الدرر و ہم مال صحیح کی اسواسطے قید لگائی کہ بعوض خمر یا خنزیر کے عتق صحیح نہین مسلم کے حق مین اور لفظ مال شامل ہے
نقد اور اسباب اور حیوان اور مکیل اور موزون کو بشرطیکہ معلوم الجنس ہو اور جہالت وصف کی مضر نہین اسواسطے کہ کمتر جہالت ہے کذا فی الدرر و شرح
الملتقی و اما لو علقہ باداۂ کان اذیت فانت حر صار ماذونا لہ ولا ادا اور اگر معلق کیا عتق کو مال کے ادا کرنے پر جیسا کہ یون کہا کہ اگر تو مجھکو
مال ادا کریگا تو تو آزاد ہے تو غلام ماذون فی التجارۃ ہوگا باعتبار دلالت حال کے اسواسطے کہ مولی نے غلام کو ادا کرنیکی رغبت دلائی اور مال بدون کسب

باب "العتق علی جعل"

تعلیق کے حاصل نہین ہوتا تو گویا اوسنے تجارت کی اجازت دی کذا فی التبیین وهل یصیر محجوراً بردّه فیه فی البحر اور بعد اس قول کے غلام کو رد کرنا تجارت سے جائز ہی یا نہین
اسکے جواب مین بحر الرائق مین تردد کیا ہے اسکو ملکیت مین صریح روایت پائی نہ تو ہمنے مذہب سے استخراج کیا اور محشیون نے بھی اسمین قول فیصل نہین مذکور کیا وابتداءً علم
لا مکاتباً لانه صریح فی تعلیق العتق بالاداء وهو یخالف المکاتب فی عشرین مسئلة ذکر منها تسعة ادا ہی مال کی تعلیق سے غلام ماذون ہوگا
نہ مکاتب ہوگا اسواسطے کہ قول مذکور مین ادا ہی مال پر تعلیق عتق کی صریح ہی بخلاف کتابت کے کہ اوسمین تصریح عتق کی نہین ہوتی بلکہ کتابت مین مولی یون کہتا ہی
کہ مین نے تجھکو مکاتب کیا ہزار درم پر مثلاً اور وہ دینی جسمین غلام کا عتق ادا ہی مال پر معلق ہوا وہ مخالف ہی مکاتب سے بیس مسئلون مین اسمین سے نو مسئلون
کو ماتن نے ذکر کیا اور باقی مسائل کو شارح نے متن کی عبارت کے ساتھ ملا کر بمناسبت کلام پورا کر دیا مترجم شارح مسائل کو اسطرح ہر مسئلہ پر ہندسہ عدد کا واسطے
اختصار کے رقم کریگا فقال ولا یتوقف عتقه علی قبوله سو آپنے کہا ١ موقوف نہین عتق غلام مذکور کا اوسکے قبول پر یعنی اگر بلا قبول مال کو ادا کریگا تو آزاد
ہوگا بخلاف مکاتب کے کہ اوسکا قبول کرنا مشروط ہی ولا یبطل بردّه ٢ اور باطل نہوگا عتق غلام کے رد کرنیسے بخلاف مکاتب کے وللمولی بیعه قبل وجود شرطه
وهو الاداء ٣ اور مولی کو جائز ہی بیع کرنا اوس غلام کا قبل وجود عتق کے شرط کی اور وہ شرط ادا ہی مال ہی بخلاف مکاتب کے کہ بدون عجز اداء بدل کتابت
کے اوسکا بیع کرنا مولی کو جائز نہین ولو باعه ثم اشتراه هل یجب قبول ما یأتی به خلاف ٤ اور اگر مولی اوسکو بیچے پھر اوسکو خرید کرے کیا واجب ہے
قبول کرنا اوس مال کا جسکو غلام لاوے اسمین اختلاف ہی ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا واجب ہی اور محمد کے نزدیک واجب نہین لیکن اگر مولی مال مذکور قبض کریگا
تو بالاتفاق آزاد ہوگا بخلاف مکاتب کے کہ اوسکی مال کے وجوب قبول مین اختلاف نہین کذا فی منح الغفار ویعتق بالتخلیة بحیث لو مدّ یده للمال اخذه ٥
اور آزاد ہوگا غلام مذکور مال کو آگے رکھدینے سے اسطرح پر کہ اگر مولی ہاتھ اپنا بڑھا دے تو مال کو اوٹھا لے مکاتب بھی تخلیہ مال سے آزاد ہو جاتا ہی وکذا فی التبیین
تو دونو مین کچھ فرق نہوا تو اوسکا ذکر یہان بیموقع ہوا کذا فی حاشیة المدنی ولو ادی عنه غیره تبرعاً او امر غیره بالاداء فادی لا یعتق لان الشرط
اداؤه ولو حط عنه لا یعتق لو قید بدراهم فادی دنانیر او بکیس ابیض فدفع فی کیس اسود او بهذا الشهر فادی فی غیره ٦ اور اگر
مال ادا کیا غلام کیطرف سے کسی غیر شخص نے بطریق احسان کے ٧ یا غلام نے غیر شخص کو ادا ہی مال کا امر کیا سو اوسنے ادا کر دیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ شرط عتق
کی خود غلام کا ادا کرنا تہا سو پایا نگیا ٨ چنانچہ غلام آزاد نہوگا اگر مولی نے ادا ہی مال مین درہم کی قید لگائی پہر غلام نے دینار ادا کئے ٩ یا مولی نے مثلاً ہزار
درم دینے کی سفید تھیلی مین قید لگائی سو غلام نے ہزار درم سیاہ تھیلی مین دئے ١٠ یا مولی نے اس مہینے مین ادا کرنیکی شرط کی تھی سو غلام نے دوسرے مہینے مین
مال ادا کیا سو ان چارون مسائل مین غلام آزاد نہوگا بسبب نپائے جانے شروط مذکورہ کے بخلاف مکاتب کے کہ وہ چارون صورتونمین آزاد ہوگا بسبب حاصل ہونے
مقصود بدل کتابت کے او حط عنه البعض بطلبه وادی الباقی ١١ یا مولی نے مال معین سے کچھ کم کر دیا غلام کی درخواست سے اور باقی مال کو اوسنے ادا کیا تو
آزاد نہوگا اسواسطے کہ شرط عتق کی کل مال تہا نہ بعض بخلاف کتابت کے کہ مکاتب باقی دینے سے آزاد ہوگا وکذا لو ابرأه ١٢ اور اسیطرح غلام آزاد نہوگا
اگر مولی مال کو معاف کر دیگا بخلاف مکاتب کے کہ وہ معاف کرنیسے آزاد ہوتا ہی اس مسئلہ کا ذکر بھی یہان بیموقع ہی اسواسطے کہ ابرا نہین ہوتا مگر دین مین اور
یہان غلام مذکور پر دین کہان ہے جو ابرا کی گنجایش ہو کذا فی منح الغفار او مات المولی فاداه الی الورثة لعدم الشرط بل العبد واکسابه
للورثة ١٣ یا مولی مر گیا اور غلام نے مال معین وارثون کو ادا کیا تو آزاد نہوگا بسبب نپائے جانے شرط کے اسواسطے کہ شرط یہ تھی کہ مولی کو دیوے بلکہ غلام اور
غلام کا کمایا ہوا مال وارثون کا مملوک ہی تو غلام بیچا جاویگا بخلاف مکاتب کے کالو مات العبد قبل الاداء فترکته لمولاه ١٤ چنانچہ اگر غلام مر جاوے
قبل ادا کرنے مال معین کے تو متروکہ اوسکا مولی کا ہوگا اور اوس مال سے غلام میت کے آزاد ہونیکے واسطے ادا کیا جاویگا بخلاف مکاتب کے وله
اخذ ما ظفر به او ما فضل عنده من کسبه ١٥ بلکہ مولی کو جائز ہی کہ قبل ادا کرنے مال کے جو مال کہ غلام کا پاوے لے لیوے بخلاف مکاتب کے ١٦ یا کمائی
غلام کی جو زیادہ ہو مال معین سے اوسکے پاس اوسکا لینا بھی جائز ہی بخلاف مکاتب کے ولو ادی من کسبه قبل التعلیق عتق ورجع السید بمثله
علیه ١٧ اور اگر مال معین کو غلام نے ادا کیا اوس کمائی سے جو قبل تعلیق عتق کے تھی وہ آزاد ہو جاویگا اور اوتنا مال غلام سے مولی پھر لیگا بخلاف

مکاتب کے کہ قبل ادائے کتابت کمائی سے وہ آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ مال مولی کی ملک ہے وتعلق اداء الدرہم بالمجلس ان علق اداؤہ بان وبإذا ۱۸ اور متعلق ہوگا
اوسکے ادا مال کا مجلس ایجاب پر نحو عبدالرحیم اگر مولی نے تعلیق بلفظ ان شرطیہ کی ہو اسواسطے کہ یہہ تخییر ہے تو مجلس ہی پر موقوف ہوگی اور اگر تعلیق بلفظ اذا اور
متی کی تو ادا اسوقت مجلس پر مقصور نہوگا بخلاف مکاتب کے ولایتبعہا ولدہا بخلاف المکاتب فی الکل ۱۹ اور تابع اوسکی نہوگی اولاد اوسکی عتق
مین یعنی اگر لونڈی کا عتق ادائے مال پر معلق ہو پہرہ اولاد جنی پہر مال کو ادا کیا تو اوسکی اولاد نہ آزاد ہوگی اسواسطے کہ وقت ولادت کے لونڈی پر
کتابت کا حکم نہیں کہ اولاد بھی اوسکی تمہ ہوجاوی بخلاف مکاتب کے جمیع مسائل سابقہ مین چنانچہ مترجم نے ہر مسئلہ مین اوسکی تصریح کردی وھوای المال
دین صحیح یصح التکفیل بہ بخلاف بدل الکتابۃ فانہ لایصح الکفالۃ بہ وھذہ الموفیۃ عشرون ۲۰ اور وہ یعنی مال مذکور دین
صحیح ہے تو کفالت اوسکی جائز ہوگی بخلاف بدل کتابت کے کہ اوسکی کفالت صحیح نہیں اسواسطے کہ بدل کتابت عجز سے ساقط ہوجاتا ہے اور یہہ مسئلہ بیداکرنیوالے
بیس مسائل کا شارح کو مناسب تہا کہ بجائے عشرون کے عشرین کہتا اسواسطے کہ مفعول ہے موفیۃ کا ہم یہہ جواب دیتے ہین نے مال معلق کو دین صحیح کہا ہو صحیح نہیں اسواسطے
کہ قبل حکم قاضی کے یہہ مال دین نہیں اسلیئے کہ مولی نے اس مال کو اپنے غلام پر واجب نہیں کیا بلکہ بطریق تعلیق ذکر کیا اور بعد ادا کے بھی دین نہیں تو اس مسئلہ کا
یہان ذکر کرنا ہی غلط ہے بلکہ اس مسئلہ کا محل ذکر ادس باب تہا جہان اعتاق علی المال مذکور ہوا چنانچہ صاحب بحر اور صاحب درر غرر نے وہین ذکر کیا ہے اسلیئے
کہ اعتاق علی المال میں بمجرد قبول کے غلام آزاد ہوجاتا ہے اور آزاد پر دین کا ہونا صحیح ہے تو کفالت بھی اوسکی جائز ہے بخلاف بدل کتابت کے کہ وہ دین صحیح نہین
اسواسطے کہ مکاتب جبتک آزاد نہین کذا فی حاشیۃ الدر للسید الحلبی ویزاد ما فی الذخیرۃ لو علقہ بالف فاستقرضھا ودفع لمولاہ عتق ورجع الغرماء
علی المعاني لان غرماء المأذون احق بمالہ حتی تأدی دیونھم اور مسائل مذکورہ پر دو مسئلے اور زیادہ کیئے جاتے ہین جو ذخیرہ مین مذکور ہین کہ اگر عتق
غلام کا معلق کیا مولی نے ہزار پر پہر غلام نے ہزار قرض لیئے اور اپنے مولی کو دیئے تو غلام آزاد ہوجاویگا اور قرض دینے والا مولی سے ہزار پھیر لیگا اسواسطے کہ
قرض دینے والے غلام ماذون کے غلام کے مال مین حقدار ہین تاوقتیکہ اونکی دیون تمام ہون ولو استقرض الفین فدفع احدھما واکل الاخری
فللغریم مطالبۃ المولی بھما لتعلق حقہ بتبعیدہ ببیعہ اور اگر غلام مذکور نے دو ہزار قرض لیئے سو ایکہزار مولی کو دیئے اور ایکہزار خود کہا گیا تو قرض
دینے والیکو مولی سے دو نو ہزار کا مطالبہ جائز ہے اسواسطے کہ مولی نے بسبب اعتاق غلام کے دین کی بیع سے روک دیا یعنی اگر غلام آزاد نہوا ہوتا تو قرض دینے والا
اپنے دین کیواسطے غلام کو بیچ لیتا اور اب غلام آزاد ہے تو وہ بیچ نہیں سکتا اور چونکہ سبب عتق کا مولی ہے لہذا وہ اپنے دین کا مطالبہ مولی سے کریگا ولو قال
انت حر بعد موتی بالف ان قبل بعدہ ای موتہ واعتقہ مع ذلک وارث او وصی او قاض عند امتناع الوارث ھو الاصح لان
المیت لیس باھل للاعتاق عتق بالالف والولاء للمیت اور اگر مولی نے کہا اپنے غلام سے کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد بعوض ہزار درم کے اگر غلام نے
ہزار درم کو قبول کر لیا بعد موت مولی کے اور ساتھ اس شرط کے مولی کے وارث یا وصی یا قاضی نے امتناع وارث کے وقت غلام کو آزاد کر دیا تو غلام آزاد
ہوجاویگا ہزار درم پر اور یہی قول اصح ہے مولی کا آزاد کرنا کافی نہیں اسواسطے کہ مردہ آزاد کرنیکے لائق نہیں اور وارث غلام کی میت کیواسطے ہے تو عصبات
مذکر مولی کے وارث ہونگے عورتونکو وراثت نہ ملیگی اور اگر میت کا وارث نہ ملتی وارثونکو ملتی تو عورت مرد سب وارث ہوتے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور
البحر اور قبول غلام کا بعد موت مولی کے اسواسطے مشروط ہوا کہ ایجاب عتق کا مابعد موت کیطرف مضاف ہوا تو اگر مولی کی حیات مین قبول معتبر ہوتا تو قبول
مقدم ہوتا ایجاب پر اور حالانکہ یہہ صحیح نہین اور یہہ بھی مشروط ہے کہ بعد موت مولی کے فی الفور غلام قبول کرے تب آزاد ہوگا کذا فی فتح القدیر والا بوجد
الکلام مرین لا یعتق بذلک اور اگر دو نوامر نہ پائے جاوین یعنی بعد موت مولی کے غلام ہزار درم کو مثلا فوراً نہ قبول کرے یا وارث وغیرہ نہ آزاد کرینا
اوسکو تو فقط اس مولی کے قول سے غلام آزاد نہوگا ولو حررہ علی خدمتہ سنۃ مثلا کاعتقتک علی ان تخدمنی سنۃ فقبل عتق فی الحال
اور اگر آزاد کیا غلام کو اوسکی ایک سال کی خدمت پر مثلا چنانچہ یون کہا کہ مین نے تجکو آزاد کیا اس پر کہ تو سال بہر میری خدمت کرے سو غلام نے اسکو قبول
کیا تو فی الحال آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ علی الشئی قبول مجلس پر مشروط ہے وفی ان خدمتنی سنۃ فانت حر لا یعتق الا بالشرط فلو خدمہ اقل

منها او عوضه عنها او قال ان خدمتنی و اولادی فمات بعض اولادہ لا یعتق لان ان للتعلیق و علی للمعاوضۃ اور مولی کے اس قول مین
کہ اگر تو میری خدمت سال بھر کرے تو تو آزاد ہے تو غلام آزاد نہوگا بدون پائے جانے شرط کے یعنی خدمت یکسالہ سو اگر غلام مولی کی خدمت سال بھر سے کم کریگا یا بعوض
خدمت کے مولی کو مال دیگا یا مولی نے غلام سے یون شرط کی کہ اگر تو میری اور میری اولاد کی خدمت کرے تو تو آزاد ہے پھر اوسکی اولاد سے کوئی مر گیا تو ان تینون صورتون مین
آزاد نہوگا اسواسطے کہ ان شرطیہ تعلیق کے واسطے موضوع ہوا اور علی معاوضہ کے واسطے اور تعلیق مین بدون وجود شرط معلق علیہ کے معلق نہین ہوتا اور معاوضہ یعنی
مبادلہ مین فقط قبول کرنا کفایت کرتا ہے چنانچہ جمیع عقود معاوضات کا یہی حکم ہے والخدمۃ الخدمۃ المعروفۃ بین الناس قدرۃ ایّا کانت اور جب خدمت
پر عتق ٹھہرے تو غلام مولی کی وہ خدمت کرے جو لوگون مین معروف اور مروج ہے بقدر مدت مقرری کے جتنی مدت ہو فان جہلت او مات ہو ولو حکما
کعمی او مولاہ قبلہا پھر اگر مدت خدمت کی مجہول ہے یا غلام قبل خدمت کے مرجاوے اگرچہ موت حکمی ہو چنانچہ اندھا ہو جانا یا مولی مرجاوے ہم اندھے کو بجاے
میت کے قرار دینا یہ تجویز ہے صاحب نہر کی نہ روایت مذہب کی لیکن شارح نے بطور روایت کے ذکر کیا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خدمہ بعضہا فبحسابہ
اور اگر غلام مولی کی تھوڑی مدت خدمت کرکے مر گیا تو اوسکے موافق حساب کیا جاویگا مثلا چار برس کی خدمت پر عتق ٹھہرا تھا سو غلام ایک سال خدمت کرکے
مر گیا تو شیخین کے نزدیک چہارم وضع کرکے پون قیمت غلام کی اوسپر لازم آویگی اور محمد کے نزدیک تین سال کی خدمت کی قیمت اوسپر لازم ہوگی کذا فی البحر
من شرح الطحاوی تجب قیمتہ فتؤخذ منہ للورثۃ او من ترکتہ للمولی وعند محمد تجب قیمۃ خدمتہ وبہ نأخذ حاوی اگر قبل خدمت
کے غلام یا مولی مر گیا تو امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک قیمت غلام کی واجب ہوگی سو اگر مولی مر گیا ہے تو غلام سے اوسکی قیمت وارثون کیواسطے لیجاویگی اور
یا غلام مر گیا ہے تو اوسکی متروکہ سے مولی کیواسطے قیمت مذکورہ لیجاویگی اور محمد کے نزدیک غلام کی قیمت واجب نہین بلکہ اوسکی خدمت کی قیمت واجب ہے اور یہی روایت
ماخوذ اور مفتی بہ ہے کذا فی الحاوی القدسی وہل نفقۃ عیالہ لو فقراء علی مولاہ فی المدۃ کالموصی لہ بالخدمۃ او یکتسب للانفاق حتی یستغنی
ثم یخدم کالمعسر بحث فی البحر الثانی والمصنف الاول اور کیا نفقہ غلام کی عیال کا اگر وہ محتاج ہون خدمت کی مدت مین اوسکے مولی پر ہے جیسے اوس
غلام کا نفقہ مولی پر ہے جسکو مولی نے خدمت مین دیا کسی غیر شخص کی یا غلام اول کسب کرے عیال کی نفقہ رسانی کیواسطے یہانتک کہ کسب کی حاجت نرہے پھر خدمت
کرے مولی کی مدت معین تک جیسے مفلس غلام کا عتق مال پر ٹھہرے تو متعذر رہنے تک اوسکو مہلت ملتی ہے بحر الرائق مین امر ثانی کو تجویز کیا ہے یعنی کسب کو خدمت
پر مقدم کیا ہے بقیاس غلام مفلس کے اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین امر اول کو تجویز کیا ہے یعنی مولی پر اوسکا اور اوسکی عیال کا نفقہ واجب ہے بقیاس
وصیت خدمت کے ہم محشی حلبی نے کہا کہ ظاہرا قیاس صاحب بحر کا صحیح ہے لہذا صاحب نہر نے بھی اوسکو مسلم رکھا ہے اور قیاس مصنف کا وصیت کی خدمت پر
قیاس مع الفارق ہے اسواسطے کہ وصیت کی خدمت غلام بلا عوض کرتا ہے لہذا اوسکا نفقہ مولی پر واجب ہے اور یہان مولی کی خدمت بعوض اپنی گلو خلاصی
کے کرتا ہے تو مانند مستاجر کے ہوا کبیع عبد منہ بعین کبعتک نفسک بہذا العین فہلکت او استحقت یجب قیمتہ وعند محمد قیمتہا
قیمتہا چنانچہ غلام کو بیچنا خود غلام سے بعوض کسی چیز معین کے چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تیری ذات کو تیرے ہاتھہ بیچا بعوض اس گھوڑی
کے مثلا سو قبول کر لیا غلام نے پھر وہ گھوڑی یا لونڈی ہلاک ہوگئی یا کسی اور شخص کی مملوک نکلی تو غلام کی قیمت غلام پر واجب ہوگی اور محمد کے نزدیک
گھوڑی یا لونڈی کی قیمت واجب ہوگی ولو قال رجل لمولی امۃ اعتق امتک بالف علی ان تزوجنیہا ان فعل العتق وابت ان تنکح عتقت
مجانا ولا شئ لہ علی آمرہ لصحۃ اشتراط البدل علی الغیر فی الطلاق لا فی العتاق اور اگر کہا ایک مرد نے لونڈی کے مالک سے کہ آزاد کردے
اپنی لونڈی کو بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ میرے ساتھہ اوسکا نکاح کردینا اگر مولی نے اوسکو آزاد کردیا اور عورت نے نکاح سے انکار کیا تو وہ
مفت آزاد ہو جاویگی اور آزاد کرنیوالے پر کچھہ دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ شخص غیر پر عوض کا شرط کرنا طلاق یعنی خلع مین صحیح ہے نہ عتاق مین
اگر عورت اوس مرد سے نکاح کریگی تو ہزار درم اوسکی قیمت اور اوسکے مہر مثل پر تقسیم ہونگے تو جسقدر قیمت کے درم ہونگے وہ ساقط ہو جاوینگے اور جسقدر مہر
مثل کے مقابلہ مین پڑینگے وہ مرد پر لازم ہونگے کذا فی فتح القدیر تو انکار نکاح کی قید بیفائدہ ہے لونڈی نکاح کرے یا نکاح سے انکار کرے ہر صورت مفت

آزاد ہوگی آزاد کرنیوالے پر کچھ لازم نہوگا ولو زاد لفظ عنی فتشوا لالف علی قیمتہا ومہرہا ای مہر مثلہا لتضمنہا الشراء اقتضاء ولا یجب
حصۃ ما سلم ای القیمۃ وتسقط حصۃ المہر اور آزاد کرنیوالے نے اگر قول مذکور مین لفظ عنی کا زیادہ کیا یعنی یون کہا مولی سے کہ اپنی لونڈی
کو آزاد کردے میری طرف سے عوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ میرے ساتھہ اوسکا نکاح بھی کردے پس مولی نے لونڈی کو آزاد کردیا اور اوس نے نکاح سے
انکار کیا تو ہزار درم تقسیم ہونگے لونڈی کی قیمت اور اوسکے مہر مثل پر بسبب متضمن ہونے اس کلام کے خریداری کو بنا بر اقتضاء کلام کے گویا اوس نے یون
کہا کہ لونڈی کو میرے ہاتھہ بیع کر اور اوسکو میری طرف سے آزاد کر لیکن چونکہ قائل نے رقبہ کے ساتھہ اوسکے نکاح کو بھی ملایا اور ہزار درم کو بعوض مجموع کے
مقابل کیا لہذا ہزار درم مجموع پر منقسم ہوگئے اور اسیواسطے قائل پر حصہ قیمت کا جسکی تسلیم ہوئی واجب ہوا اور حصہ مہر کا ساقط ہوگیا بسبب عدم تسلیم کے فلو
نکحت القائل فحصۃ مہر مثلہا من الالف مہرہا فیکون لہا فی وجہیہ ضم عنی اور ترکہ سو اگر آزاد لونڈی نے مرد قائل سے نکاح کیا تو ہزار
درم سے اوسکے مہر مثل کا حصہ جسقدر ہوگا وہی اوسکا مہر ہوگا تو اوسیقدر عورت کا مہر ہوگا دونوں صورتوں مین لفظ عنی کے ملانے مین اور اوسکو ترک کرنے مین
اگر قیمت لونڈی کی اور اوسکا مہر مثل دونون برابر ہین اسطرح پر کہ سو درم کی اوسکی قیمت ہے اور اسیقدر کا اوسکا مہر مثل ہے تو ہزار درم دونون پر منقسم
ہونگے پانسو درم قیمت کا حصہ ہوگا اور پانسو مہر مثل کا تو مسئلہ سابقہ مین یعنی جب کہ قائل نے لفظ عنی کا نہین ملایا تو قیمت کا حصہ ساقط ہوگا اور مہر کا
حصہ یعنی پانسو درم قائل پر واجب ہونگے اور جب کہ قائل نے لفظ عنی کا زیادہ کیا تو اوسپر پانسو درم قیمت کے بابت مولی کے واجب ہونگے اور پانسو درم
مہر کے لازم آوینگے اور اگر قیمت اور مہر مثل مین تفاوت ہوگا اسطرح پر کہ قیمت کے دو سو ہون اور مہر کے ایک سو تو ہزار درم کے دو ثلث قیمت پر اور
ایک ثلث مہر پر منقسم ہوگا تو مسئلہ سابقہ مین حصہ قیمت کا تو ساقط ہوگا اور حصہ مہر کا اوسپر لازم ہوگا اور مسئلہ لاحقہ مین دو ثلث مولی کے واجب ہونگے
اور ایک ثلث عورت کے مہر کا وما اصاب قیمتہا فی الاولی ہدر وفی الثانیۃ لمولاہا باعتبار تضمن الشراء وعدمہ اور ہزار درم سے جسقدر
لونڈی کی قیمت کو پہنچا وہ مسئلہ اولی مین رایگان گیا اسواسطے کہ وہ مفت آزاد ہوگئی اور جسقدر اوسکی قیمت کو مسئلہ ثانیہ مین پہنچا وہ اوسکے مولی کا
ہے باعتبار متضمن ہونے خریداری کے اور عدم تضمن کے کما مر تفصیلہ اعتق المولی امتہ علی ان تزوجہ نفسہا فزوجتہ فلہا مہر مثلہا وجوزہ
الثانی اقتداء بفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام فی صفیۃ قلنا کان علیہ الصلوۃ والسلام مخصوصا بالنکاح بلا مہر آزاد کیا
مولی نے اپنی لونڈی کو اس شرط پر کہ اپنا نکاح مولی سے کرے سو اوس نے اپنی ذات کا نکاح مولی سے کیا تو اوسکا مہر مثل مولی پر لازم آویگا امام اعظم اور
محمد کے نزدیک اسواسطے کہ عتق مال نہین اور مہر بدون مال کے نہین ہوتا اور جائز کہا ہے اس معاوضہ کو ابو یوسف نے باقتدای فعل آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے ام المومنین حضرت صفیہ مین صحیحین مین بروایت انس کے حدیث ثابت ہے کہ حضرت صفیہ بنت حیی کو خیبر کے قیدیون مین سے حضرت نے اپنے
واسطے اختیار کیا اور اونکو آزاد کیا اور اون سے نکاح کیا اونکے عتق کو اونکا مہر قرار دیا شارح کہتا ہے ہم طرفین کیطرف سے ابو یوسف کو جواب دیتے
ہین کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم بنص قرآنی مخصوص تھے ساتھہ نکاح بلا مہر کے یعنی نکاح حضرت صفیہ کا بھی بلا مہر تہا نہ بعوض عتق کے اور امور مخصوصہ
مین قیاس جائز نہین فان ابت فعلیہا السعایۃ فی قیمتہا اتفاقا اور اگر بعد اعتاق کے بشرط مذکور کے آزاد لونڈی نکاح سے انکار کرے تو
اوسپر اپنی قیمت کے ادا کرنے مین سعایت واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے وکذا لو اعتقت المرأۃ عبدا علی ان ینکحہا فان فعل
فلہا مہرہا وان ابی فعلیہ قیمتہ اور اسیطرح اگر بی بی اپنے غلام کو آزاد کرے اس شرط پر کہ بی بی سے وہ نکاح کرے تو اگر غلام نے بی بی سے
بعد آزاد ہونیکے نکاح کر لیگا تو بی بی کا مہر اوسپر لازم ہوگا اور اگر نکاح سے انکار کریگا تو اوسپر قیمت اپنی ادا کرنا واجب ہوگا ولو کانت المعتقۃ
علی ذلک ام ولدہ فقبلت عتقت فان ابت نکاحہ فلا شیء علیہا خانیہ لعدم تقوم ام الولد اور اگر ام ولد آزاد ہو بشرط
نکاح کے پہر اوس نے بعد شرط قبول کی تو آزاد ہو جاویگی پہر اگر ام ولد نے مولی کے ساتھہ بعد آزاد ہونیکے انکار کیا تو اوسپر کچھ واجب نہوگا
کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ ام ولد لائق قیمت کرنیکے نہین جو بقدر قیمت اوسپر سعایت لازم آوے **فرع** مسائل ملحقہ شارح کے قال اعتق عنی

عبدًا او انت حرٌّ فاعتق عبدًا اجیرًا لا یعتق وفی ادّاء ان یعتق لانه ادخل فی ملکه فیکون راضیًا بالزیادة واما العتق آخراً لانه کسبه ملک المولی۔ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ میری طرف سے آزاد کر غلام کو اور تو آزاد ہے تو یہہ غلام ماذون فی التجارۃ ہوا اور بتوسط غلام کا آزاد کرنا اور بیع لازم ہوا سو اس غلام مخاطب نے عمدہ غلام مول لیکر آزاد کر دیا تو یہہ آزاد نہوگا اور اسیطرح ناقص غلام کے آزاد کرنیسے بھی آزاد نہوگا کذا فی العالمگیریہ اور مولی کے اقبال سے کہ مجکو ایک غلام دے اور تو آزاد ہے سو ادنے عمدہ غلام دیا تو غلام مخاطب آزاد ہوگا اسواسطے کہ عمدہ غلام کو ادنے مولی کی ملک میں داخل کر دیا تو مولی راضی ہوگا زیادتی ملک سے اور عمدہ غلام کا آزاد کرنا تو اسکو ملک مولی سے نکالنا ہے اسواسطے کہ غلام ہی کے سبب سے ہے مولی کا زوال جسکے اخراج سے مولی کیونکر راضی ہوگا

باب التدبیر

یہہ باب مدبر کے احکام میں یعنی غلام کے مدبر کرنیکے احکام میں زندگی کے اعتاق کے بعد اعتاق بعد الموت کو شروع کیا اور بسبب تباین کے تدبیر کو مقدم کیا اسواسطے کہ تدبیر غلام اور لونڈی دونو کو شامل ہے بخلاف استیلاد کے کہ وہ مخصوص لونڈی سے مخصوص ہے هو لغةً الاعتاق عن دبرٍ وهو ما بعد الموت وہ یعنی تدبیر لغت میں عبارت ہے اعتاق سے دبر سے یعنی بعد موت کے آزاد کرنا تدبیر کی اصل دبر ہے اور دبر بضم اول وسکون ثانی دونو ضمتین ضد ہے قبل کی قبل آگا اور دبر پیچھا اور لہذا مدبر اس غلام کو کہتے ہیں جو پیچھے مرنے مولی کے آزاد ہو اور چونکہ یہہ معنی لغوی معنی شرعی سے زیادہ مناسب ہے اسواسطے اکثر فقہا اسیکو بیان کرتے ہیں اور معنی لغوی تدبیر کے فکر ہیں کذا فی الصحاح یعنی انجام کار کو سوچنا اور یہی معروف ہے اور بعضے فقہا نے اسیکو پسند کیا ہے مانند اتقانی اور صاحب درر کے اور وجہ مناسبت معنی شرعی سے یون بیان کی ہے کہ جب مولی نے اپنے انجام کار کا سوچ کیا تو اپنے غلام کو آزاد کیا تاکہ بعد موت کے تقرب خدا حاصل ہو وشرعًا تعلیق العتق بالملک موته ولو معنًی کان مُتَّ الی مائة سنة اور شرع میں تدبیر عبارت ہے تعلیق عتق سے ساتھہ مطلق موت مولی کے اگرچہ اطلاق معنوی ہو نہ لفظی چنانچہ یون کہنا کہ اگر میں سو برس تک مروں تو تو آزاد ہے تدبیر دو قسم ہے ایک تدبیر مطلق اور دوسری تدبیر مقید اور یہہ تعریف تدبیر مطلق کی ہے نہ مطلق تدبیر کی کہ دونو قسم کو شامل ہو خلاصہ یہہ ہے کہ جب مولی اپنی موت پر بلا قید تعلیق عتق کی اسکو تدبیر مطلق کہتے ہیں اور اگر مولی کی عمر اسی برس کی تھی اور اسنے اپنے غلام سے کہا کہ اگر میں سو برس تک مروں تو تو آزاد ہے ہرچند ظاہر میں یہہ کلام مقید ہے لیکن باعتبار معنی کے مطلق ہے اسواسطے غالب حال یہہ ہے کہ اسی برس کا آدمی سو برس اور کا جیا تو زندہ رہیگا تو فی الحقیقت تقیید عین اطلاق ہے بخلاف نکاح کے کہ وہان توقیت اگرچہ مدت دراز کی ہو صحیح نہیں اسواسطے کہ نکاح موقت ممنوع ہے تو تابید معنوی کا اعتبار بھی وہان معتبر نہیں اور تدبیر میں چونکہ کوئی مانع شرعی نہیں لہذا تابید معنوی صحیح ہے اسواسطے کہ اعتبار معنی کا اصل ہے درصورت عدم مانع کذا فی حاشیۃ البدی عن الشرنبلالیہ وخرج بقید الاطلاق التدبیر المقید کما سیجیء وبموته تعلیقه بموت غیره فانه لیس بتدبیر اصلا بل تعلیق بشرط اور نکل گئی اطلاق کی قید سے تدبیر مقید چنانچہ اسکا ذکر آخر باب میں آویگا اور مولی کی موت کی قید سے تعلیق عتق موت غیر نکل گئی یعنی یون مولی کا کہنا کہ تو بعد موت زید کے آزاد ہے تو یہہ قول اصلا تدبیر نہین نہ یہہ تدبیر مطلق ہے نہ مقید بلکہ یہہ تعلیق ہے شرط پر گویا یون کہا کہ اگر زید مرے تو تو آزاد ہے تو یہہ غلام بمجرد مرنے زید کے مولی کی زندگی میں مفت آزاد ہو جاویگا بسبب وجود شرط کے کذا فی المنح عن البحر کاذا او متی او ان مُتُّ او هلکتُ او حدث لی حادثٌ فانت حرٌّ او عتیقٌ او معتقٌ او انت حرٌّ عن دبرٍ منی او انت مدبرٌ او دبّرتُك زاد بعد موتی او لا چنانچہ یون کہنا مولی کا اپنے غلام سے کہ جب میں مروں یا جسدم کہ مروں یا اگر میں مروں یا جب مجھپر حادثہ ہو یعنی موت آوے تو تو حر ہے یا عتیق یا معتق یا تو آزاد ہے میرے پیچھے یا تو مدبر ہے یا میں نے تجکو مدبر کیا ان الفاظ کے کہنے کے بعد لفظ بعد موتی کا زیادہ کرے یا نکرے اسواسطے کہ معنی موت کے مدبر اور تدبیر میں داخل ہیں تو ذکر کرنا بعد موتی کا اور نہ ذکر کرنا دونو برابر ہے عرب کے عرف میں حدث اور حادث اوسیطرح وفات اور ہلاک موت میں مستعمل ہیں اسواسطے کہ اوسمین معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا فقط کذا فی البحر تو عرف ہندوستان میں انتقال کرنا اور رحلت کو بھی اسیطرح ہوگا او انت حرٌّ یوم اموت ارید به مطلق الوقت لقرانه بما لا یمتد فان نوی النهار صحّ وکان مقیدًا یا مولی نے یون کہا کہ تو حر ہے جسدن کہ میں مروں یوم سے مراد اس مثال میں مطلق وقت ہے بسبب متصل ہونے یوم کے اوس چیز سے جسکو امتداد اور قیام نہیں ہے یعنی موت سے اور قاعدہ یہہ ہے کہ جب لیل یا یوم

غیر معتد سے قرین ہوگا تو مطلق وقت مراد ہوگا یعنی رات اور دن دونو شامل ہے تو اگر بعد اس قول کے مولی رات کو مر گیا تو بھی غلام آزاد ہوگا پھر اگر مولی بلفظ
یوم نہار کا یعنی فقط دن کا ارادہ کرے گا نہ رات کا تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ معنی حقیقی کا ارادہ کیا اور اس صورت مین بھی تدبیر مطلق نہ ہوگی بلکہ تدبیر مقید ہوجاویگی
اسواسطے کہ یہہ ضرور نہین کہ موت اوسکی دن ہی کو ہو (وَ) اِنْ مِتُّ اِلٰی مِائَةِ سَنَةٍ مَثَلًا وَغَلَبَ مَوْتُهٗ قَبْلَهَا فَهُوَ الْمُخْتَارُ لِاَنَّهٗ كَالْكَائِنِ لَا مَحَالَةَ
یا مولی نے یون کہا کہ اگر مین سو برس تک مثلا مرون تو تو آزاد ہے اور ظن غالب اوسکی موت کا قبل سو برس کے ہو تو یہہ مقید بھی مطلق کے ہے قول
مختار مین اسواسطے کہ مثلا اسی برس کی عمر والے کی موت قبل سو برس کے مانند ثابت کے ہے نہ مشکوک باعتبار غالب [illegible] اور غیر مختار وہ قول ہے جو نہایہ
اور جامع الفقہ مین ہے کہ مثال مذکور تدبیر مقید ہے نہ مطلق باعتبار لفظ کے اور [illegible] تفصیل [illegible] وَاَفَادَ بِالْكَافِ
عَدَمَ الْحَصْرِ حَتّٰى لَوْ اَوْصٰى لِعَبْدِهٖ بِسَهْمٍ مِنْ مَالِهٖ عَتَقَ بِمَوْتِهٖ وَ[illegible] لَا شَيْءَ [illegible] الْمُلْتَقٰى [illegible] مصنف نے
کاف تشبیہ سے عدم حصر کا اشارہ کیا یعنی امثلہ مذکورہ مین تدبیر مطلق منحصر نہین [illegible]
تو وہ آزاد ہوجاویگا اوسکی موت کے بعد اور ایک جز کی اگر وصیت کریگا تو آزاد نہو گا [illegible]
ملتقی الابحر مین فرق کو بیان کیا ہے (م) اختیار شرح مختار دونو مین فرق یون بیان کیا ہے کہ سہم عبارت [illegible]
معین سے تو جب مولی نے اپنی کل مال سے غلام کیواسطے سدس کی وصیت کی [illegible] غلام کا بھی [illegible] اسواسطے کہ غلام بھی مولی کا مال
ہے تو غلام اپنی ذات سے سدس کا مالک ہوا لہذا آزاد ہوگا اور چونکہ جز مبہم ہے تو اوسکی تعیین وارثوں کے اختیار مین ہے لہذا رقبہ غلام کا بلا تردد جز
مین داخل نہین ہو سکتا تو آزاد بھی نہو گا اور محشی [illegible] فرق ملتقی سے مذکور کیا ہے [illegible] کیا چاہیے کہ الفاظ مدبر کرنے کے چار طرح
پر ہین اول صریح جسمین تدبیر مصرح ہو اور ثانی بلفظ تعلیق موت اور ثالث ان الفاظ سے مدبر کیا جسسے تعلیق بعد الموت مفہوم ہو جیسے یون کہنا
کہ میری موت کے بعد کسیکا اختیار تجھپر نہین اور رابع بلفظ وصیت ثلث مال یا سدس یا یون کہنا کہ مین نے وصیت کی تیرے واسطے تیری ذات کی یا تیری
گردن کی اسواسطے کہ ایسی وصیت عبارت ہے ازالہ [illegible] کیونکہ غلام مین ملکیت کی صفت بدون اعتاق کے نہین ہوتی (وَ) لَوْ دَبَّرَ عَبْدَهٗ ثُمَّ ذَهَبَ عَقْلُهٗ
فَالتَّدْبِيْرُ عَلٰى حَالِهٖ لِمَا مَرَّ اَنَّهٗ تَعْلِيْقٌ وَهُوَ لَا يَبْطُلُ بِالْجُنُوْنِ وَلَا رُجُوْعَ مدبر کیا اپنے غلام کو پھر مولی کی عقل زائل ہوگئی تو تدبیر قائم اپنے حال
پر اسواسطے کہ تعریف مین گذر گیا کہ تدبیر تعلیق ہے اور تعلیق باطل نہین ہوتی جنون اور رجوع کرنے سے بِخِلَافِ الْوَصِيَّةِ بِرَقَبَتِهٖ لِاِنْسَانٍ
ثُمَّ جُنَّ ثُمَّ مَاتَ بَطَلَتْ بخلاف وصیت کے یعنی مولی نے غلام کے رقبہ کی کسی انسان کیواسطے وصیت کی پھر مولی مجنون ہوگیا بعد اسکے مر گیا تو یہہ
وصیت باطل ہوجاویگی وَلَا يَقْبَلُ التَّدْبِيْرُ الرُّجُوْعَ عَنْهُ وَيَصِحُّ مَعَ الْاِكْرَاهِ بِخِلَافِهِمَا فَالتَّدْبِيْرُ كَوَصِيَّةٍ اِلَّا فِيْ هٰذِهِ الثَّلٰثِ اَشْبَاهٌ
وَزَادَ مُدَبَّرَ السَّفِيْهِ وَمُدَبَّرًا قَتَلَ سَيِّدَهٗ اور تدبیر قبول نہین کرتی رجوع کو یعنی تدبیر کرکے اوس سے پھر جانا جائز نہین اور تدبیر جبر اور زبردستی
سے بھی صحیح ہے بخلاف وصیت کے کہ اوس سے پھر جانا درست ہے اور وصیت زبردستی سے صحیح نہین تو تدبیر مانند وصیت کے ہے سوا ان تین
امور مذکورہ کے یعنی جنون اور رجوع اور اکراہ کے کذا فی الاشباہ والنظائر اور اشباہ کے تین امر پر دو امر اور زیادہ کیے گئے مین ایک
سفیہ کا مدبر دوسرا وہ مدبر جسنے اپنے مالک کو قتل کر ڈالا یعنی مرد احمق کی وصیت امر خیر مین ثلث مال مین نافذ ہے اور تدبیر اوسکی اگرچہ نافذ ہے
لیکن اوسکے مدبر پر کل قیمت مین سعایت لازم ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی اور مدبر اگر مولی کو قتل کریگا تو آزاد ہوگا اور کل قیمت مین سعایت
کرے اور موصی لہ اگر وصیت کرنیوالیکو قتل کریگا تو وصیت باطل ہوگی فَلَا يُبَاعُ الْمُدَبَّرُ الْمُطْلَقُ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ سو مدبر مطلق کی بیع جائز
نہین بخلاف مذہب امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہے اسواسطے کہ صحیحین مین جابر سے حدیث ثابت ہے کہ ایک شخص نے اپنا غلام
مدبر کیا تھا اوسکے پاس کچھ مال نہتھا سوا اس غلام کے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو آٹھ سو درہم کو بیچا اور اوس سے فرمایا کہ اپنا
قرض اسی قیمت سے ادا کر اور امام مالک کی مؤطا مین ثابت ہے کہ عائشہ صدیقہ نے اپنے غلام مدبر کو بیچا اور امام اعظم کی وہ حدیث دلیل ہے جو دارقطنی

و مدبر کرنیکے الفاظ چار ہیں

ستے عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ مدبر نہ بیچا جاوے اور نہ ہبہ کیا جاوے اور وہ آزاد ہے تہائی مال سے دارقطنی نے رفع اس حدیث کی تضعیف کی ہو اور موقوف ہونیکی تصحیح کی ہے اور چونکہ رقیت مدبر کی ہنوز زائل نہین تو ممنوعیت اوسکی بیع کی مخالف قیاس کے ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہہ قول ابن عمر کا بنا بر قیاس اجتہاد کے نہین تو بالضرور محمول ہے سماع شارع پر تو اب حدیث جابر کا معارض ہوا اور حدیث جابر کے چند جواب ہین اول یہہ کہ ابتدای اسلام مین بیع حر کی جائز تھی پھر منسوخ ہوئی تو مدبر کی بیع بطریق اولے جائز ہوگی جواب ثانی یہہ ہے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے دارقطنی نے روایت کی کہ محمد باقر نے اس حدیث کا تذکرہ کیا کہ غلام مدبر کی خدمت بیع ہوئی تھی یعنی اجارہ اوسکا مراد تھا نہ بیع رقبہ تیسرا جواب یہہ ہے کہ حدیث جابر کی واقعہ قولی نہین جو عام ہو بلکہ واقعہ ہے حال کا اور واقعہ حال کو عموم نہین بخلاف حدیث ابن عمر کے کہ وہ حدیث قولی ہے تو حدیث جابر کی حدیث ابن عمر سے معارض نہین ہوسکتی چوتھا جواب یہہ ہے کہ حدیث جابر کی مدبر مقید پر محمول ہے نہ مدبر مطلق پر جمعا بین الاحادیث اور اسیطرح موطا کی حدیث کے جوابون کو قیاس کرنا چاہیے کذا فی فتح القدیر ملخصا فلو قضی بصحۃ بیعہ نفذ پھر اگر قاضی شافعی المذہب بیع مدبر کی صحت کا حکم کرے تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ حکم قاضی رافع ہے اختلاف مذہب کا وھل یبطل التدبیر قیل نعم اور کیا قاضی کا حکم تدبیر کو باطل کر دیتا ہے بعضے علمانے کہا ہے کہ ہان قضای قاضی مبطل تدبیر ہے شارح نے بطلان تدبیر کو بقول ضعیف مذکور کیا حالانکہ قضای قاضی سے تدبیر کا باطل ہونا قول ضعیف نہین بلکہ منصوص ہے اصل مذہب کا اسواسطے کہ ظہیریہ مین مصرح ہے کہ اگر مولے نے مدبر کو بیچا اور قاضی شافعی نے جواز بیع کا حکم کیا تو تدبیر فسخ ہوگئی تا اینکہ اگر یہہ غلام پھر مولی کی ملک مین کسی وجہ سے آویگا پھر بعد اسکے مولی مریگا تو غلام نہ آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار نعم لو قضی ببطلان بیعہ صار کالحر ہان اگر مولی حنفی نے غلام مدبر کو بیچا اور قاضی حنفی نے بطلان بیع کا بعد نالش غلام کے حکم دیا تو یہہ غلام آزاد کی مانند ہوجاویگا یعنی بالاتفاق اوسکی بیع وغیرہ اب نہ جائز ہوگی اور یہہ مطلب نہین کہ اوسپر ہر طرح سے احکام حر کے جاری ہونگے ولا یوھب ولا یرھن کالوقف فشرط واقف الکتب الرھن باطل لان الوقف فی ید المستعیر امانۃ فلا یتاتی الایفاء ولا الاستیفاء الا بالثمن یعنی اور نہ ہبہ کرنا غلام مدبر کا جائز ہوگا نہ اوسکا رہن رکھنا جیسے وقف کا رہن جائز نہین تو کتابون کے وقف کرنے والے کو رہن کا شرط کرنا باطل ہے یعنی وقف کرنیوالا یون شرط کرے کہ مکان یا مسجد سے وقف کی کتابین باہر کوئی نہ لیجاوے بدون کسی چیز کے گرو رکھے جائے تو یہہ شرط باطل ہے اسواسطے کہ وقف کا مال عاریت لینے والے کے ہاتھہ مین بطور امانت کے ہے اور امانت مین بدون تعدی کے ضمان نہین تو کسی چیز کے گرو رکھنے سے دین کا ایفا اور استیفا نہین ہوسکتا کذا فی البحر الرائق صاحب نے اشباہ مین کہا کہ رہن شرعی کا شرط کرنا درست نہین البتہ رہن لغوی جائز ہو یعنے مستعیر کتب سے کوئی چیز رکھہ لینا یاد رکھنے کے واسطے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یخرج من الملک الا بالاعتاق والکتابۃ بتعجیل الحریۃ وسیتضح فی بابہ اور نہ نکالا جاوے مدبر ملک سے مگر آزاد کر دینے اور مکاتب کر دینے سے تاکہ آزادی اوسکو جلد حاصل ہوجاوے اور باب المکاتب مین کتابت مدبر کے مسائل واضح ہونگے یعنی جب مولے نے غلام کو مدبر کیا تو اب سوای اعتاق اور کتابت کے کوئی تصرف ایسا جو اوسکو اپنی ملک سے نہین نکال سکتا یہان تک کہ کسیکے واسطے وصیت نہین کرسکتا اور بدل صلح مین نہین دیسکتا مانند حر کے والحیلۃ لمن یرید التدبیر علی وجہ یملک بیعہ ان یدبرہ مقیدا کان مت وانت فی ملکی او ان بقیت بعدی من فی فانت حر اور حیلہ اوس شخص کے واسطے جو تدبیر کا ارادہ کرے اسطرح پر کہ اوسکو بیچ سکے یہہ ہے کہ اوسکو مدبر مطلق نکرے بلکہ مدبر مقید کرے اسطرح پر کہ اگر مین مرون اور تو میری ملکیت مین ہو تو تو آزاد ہے یا یون کہے کہ اگر تو میری موت کے بعد باقی رہے تو تو آزاد ہے ویستخدم المدبر ویستاجر وینکح والامۃ توطا وتنکح جبرا اور مدبر سے خدمت لینا اور مزدوری کرانا اور اوسکا نکاح زبردستی کر دینا جائز ہے اور مدبر لونڈی سے وطی کرنا اور زبردستی اوسکا نکاح بجبر کر دینا درست ہے والمولی احق بکسبہ وارشہ ومھر المدبرۃ لبقاء ملکہ فی الجملۃ اور مولی مدبر کے کسب کا اور اوسکے خون بہا کا اور مدبرہ کے مہر کا احق ہے بسبب بقای ملک مولی کے فی الجملہ اور اگر مدبر کسیکا خون کریگا تو مولی پر اوسکا خون بہا دینا لازم ہوگا اور یہہ نسخہ ... ارش کا لفظ ہے سو غلط ہے اسواسطے کہ مدبر آزاد نہین مگر بعد موت مولی کے اور مولی کی حیات مین جو اوسکے پاس ہے

وہ مولی کی ملک ہو پہر مولے کا وارث ہونا ہمیں ہے وبموتہ ولو حکما کلحاقہ مرتدا اعتق فی آخر جزء من حیوۃ المولی من ثلثہ ای من ثلث
مالہ یوم موتہ لانہ اذا قال فی صحتہ انت حر او مدبر او ما مت مجملا فیعتق نصفہ من الکل و نصفہ من الثلث حاوی اور مولی کی موت سو اگرچہ حکمی
ہی موت ہو چنانچہ معاذ اللہ مولی مرتد ہو کر دار الحرب مین لمحاق سے آزاد ہو گا مدبر حیات مولی کے جزء اخیر مین اوسکے ثلث مال سے یعنی اوس مال کی تہائی سے
جو مال کہ اوسکی موت کے دن موجود ہے مگر جبکہ مولی نے اپنی صحت مین کہا کہ تو حر یا [illegible] تو اگر مر گیا تو آزاد ہو گا نصفہ
کا نصف اوسکے کل مال سے بنظر اعتاق کے اور نصف اوسکا مولی کے ثلث مال سے آزاد ہو گا [illegible]
من الثلث اور وہ غلام جسکی حریت اور تدبیر مبہم تھی سعایت کریگا کل مال [illegible] ثلث مال کے حساب سے [illegible]
سعایت کریگا اور اگر اوسکا [illegible] نکلے تو تین ربع [illegible] سعایت کرے [illegible] القیاس ہیہ اوس صورت [illegible]
ہو تو سعایت کی کچہہ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفی تلثیہ لان عتقہ من الثلث [illegible]
ثلث مال سے ہوتا ہو ان لم یخرج غیرہ ولہ وارث لم یجزہ ای التدبیر فان لم یکن لہ [illegible]
مدبر اپنی دو ثلث مین سعایت کریگا اگر مولی نے سوا اوس غلام کے اور کچہہ مال نہ چھوڑا ہو اور مولی کا [illegible] وصیت
غلام کا تدبیر سے مفت جائز نہین ہو سکتا تو اگر مولی کا کوئی وارث نہو یا وارث ہو [illegible]
تدبیر درحقیقت وصیت ہو اور وصیت بدون اجازت وارث کے [illegible]
ولو قتلتہ ام الولد لا شیء علیہا کما بسطہ فی الجوہرۃ اور چونکہ تدبیر وصیت ہو لہذا اگر [illegible] کو قتل کرے [illegible]
بلکہ اپنی کل قیمت مین سعایت کریگا جیسے مرد سفیہ کا مدبر کل قیمت مین سعایت کرتا ہو اور اگر اپنے [illegible] نے قتل کیا تو وہ آزاد ہو جاویگی مالک کی موت
سے اور اوسپر کچہہ سعایت لازم نہو گی چنانچہ یہ مسئلہ جوہرہ مین صراحۃ مذکور ہے [illegible] قتل سے اسواسطے آزاد نہوا کہ اعتاق درحقیقت وصیت تھی اور وصیت
قاتل کیواسطے صحیح نہین رہتی بخلاف ام ولد کے آزادی کے کہ وہ وصیت نہیں لہذا سعایت اوسپر واجب نہین وسعی فی کلہ ای فی کل قیمتہ
مجتبی وھو حینئذ کمکاتب فلا حر ما ابرئ لو المولی مدیونا بمحیط اور اگر مولی پر دین اسقدر ہو کہ سب متروکہ کو محیط ہو تو غلام اپنی سب قیمت
مین سعایت کریگا یعنی اس صورت مین ثلث بھی نہ آزاد ہوگا اور کل قیمت سے غلام مدبر کی قیمت مراد ہے نہ غلام خالص کی کذا فی المجتبی اور غلام مدبر زمانہ
سعایت مین نزدیک امام اعظم کے مانند مکاتب کے [illegible] اوسکی شہادت مقبول نہین اور نکاح اوسکا نافذ نہین اور صاحبین نے کہا کہ وہ حر مدیون
ہے تو اوسکی گواہی مقبول ہے اور اوسکا نکاح بھی نافذ ہے ولو دبر احد الشریکین ثبت للاخر خیارات المعتق فان ضمن شریکہ فمات سعی
فی نصفہ مختار اور اگر غلام کے دو مالکوں مین سے ایک شریک نے غلام کو مدبر کیا تو دوسرے شریک کو عتق مین سات یا چھہ طرح کے اختیار حاصل ہین چنانچہ
اسکی تفصیل باب عتق البعض مین ہو چکی سو اگر شریک ساکت کو مدبر کرنیوالے شریک نے ضمانت دی اور بلا رجوع علی العبد مدبر کرنیوالا مر گیا تو یہہ غلام
اپنی نصف قیمت مین سعایت کریگا اوسکے وارثون کیواسطے کذا فی المختار وولد المدبرۃ تدبیرا مطلقا مدبر اور جو لونڈی مدبرہ بتدبیر مطلق ہے
تو اوسکا لڑکا بھی مدبر ہے یعنی ماکے ساتھہ وہ بھی مولی کے مرنیکے بعد آزاد ہوگا واما مقیدۃ فلا یتبعہا اور وہ مدبرہ جسکی تدبیر مقید ہو لڑکا مدبر نہو
بلکہ اپنی ماکا تابع ہوگا یعنی ماکے ساتہہ وہ آزاد نہو گا وذکر فی البیع الفاسد ان ولد المدبر کابیہ فتامل اور ذکر کیا ہو ماتن نے بیع فاسد
کے باب مین کہ غلام مدبر کا لڑکا اپنے باپ کی مانند ہو سو اسکو تامل اور غور کرو وجہ تامل کی یہہ ہے کہ یہہ قول صحیح نہین کذا فی البحر اسواسطے کہ لڑکا اپنی
ماکا تابع ہوتا ہو نہ باپ کا اور ہدایہ کے بعض نسخون مین بھی واقع ہوا کہ مدبر کا ولد مدبر ہو حلبی نے کہا کہ ماتن اور صاحب ہدایہ کیطرف سے یہہ جواب ممکن
ہو سکتا ہے کہ لفظ مدبر کا مرد اور عورت دونو کو شامل ہے اور مراد مدبر سے عورت ہو نہ مرد کذا فی حاشیۃ المدنی واما تدبیر الحمل فکعتقہ
اور مدبر کرنا حمل کا صحیح ہو جیسے حمل کا آزاد کرنا صحیح ہے لیکن جنین اوس وقت مدبر ہو گا جب مدبر کرنیکے وقت سے اقل مدت حمل مین تولد ہو ولو ولدت

وذکر البیع

المدبرة من سیدها فهی ام ولده وبطل التدبیر لانه من الثلث والاستیلاد من الکل فکان اقوی ۔ اور اگر لونڈی مدبر اپنے آقا سے لڑکا
جنی تو وہ ام ولد ہوگی اور اوسکی تدبیر باطل ہوگئی اسواسطے کہ تدبیر سے عتق تہائی مال سے ہوتا ہے اور استیلاد میں عتق کل مال سے ہوتا ہے تو استیلاد قوی ہوا اور بڑے
اور قوی ضعیف کو توڑتا ہے ویباع ویوهب ویرهن المدبر المقید کان قال ان مت من سفری او مرضی هذا او الی عشرین سنة مثلا
مما یعیش غالبا اور مدبر مقید بیچا جاوے اور ہبہ کیا جاوے اور گرو رکھا جاوے مدبر مقید کی مثال جیسے مولی نے غلام سے یوں کہا کہ اگر میں اس سفر سے یا
اپنی اس بیماری سے مرجاؤں تو تو آزاد ہے یا بیس برس مثلاً کی مدت ذکر کی یا اور ایسی مدت مذکور کرے جس مین غالبا موت واقع ہوسکے خلاصہ یہہ ہے کہ مدبر مقید وہ
ہے جسکا عتق فقط موت پر نہو بلکہ موت میں کچھ قید اور صفت زیادہ لگائی جاوے مثلا اس سفر کی موت یا اس مرض کی موت یا دس یا بیس برس تک کی موت
تو مدبر مقید مین تصرفات مالکانہ مثل بیع وغیرہ کے اسواسطے جائز ہونگے کہ مولی کی موت ان مدتوں میں محتمل ہے یقینی نہیں بخلاف مطلق موت کے کہ وہ بالیقین
ہونیوالی ہے او ان مت وغسلت او کفنت یا سبب کہ مولی نے یوں کہا کہ اگر میں مرون اور غسل دیا جاؤں یا یوں کہا کہ اگر میں مرون اور کفنایا جاؤں
تو تو آزاد ہے او ان مت او قتلت خلافا لزفر ورجحه الکمال یا مولی نے غلام سے کہا کہ اگر میں مرون یا قتل ہوں تو تو آزاد ہے تو یہہ غلام ابو یوسف
کے نزدیک مدبر مطلق نہیں اسواسطے کہ ایک امر خاص پر تعلیق نہیں اور موت و قتل ایک امر خاص نہیں اسواسطے کہ قتل کو موت البتہ لازم ہے اور موت
کو قتل لازم نہیں تو یہہ مدبر مقید ہے بخلاف زفر کے کہ اونکے نزدیک یہہ غلام مدبر مطلق ہوا اور اسی قول کی ترجیح دی ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں اس نظر سے
کہ فی الحقیقت یہہ تعلیق ہے مطلق موت پر اسواسطے کہ دو حال سے خالی ہونا ممکن نہیں کہ قتل سے موت ہوئی یا بلا قتل بہر صورت موت حاصل ہے کذا فی منح الغفار
او انت حر بعد موتی وموت فلان فان مات فلان قبله فبعده مطلقا یا مولی نے یوں کہا کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد اور فلانے شخص مثلا زید کی
موت کے بعد تو یہہ غلام مدبر مقید ہے جبتک کہ زید اوس سے پہلے زندہ ہے اور اگر زید مولی سے پہلے مرگیا تو یہہ غلام مدبر مطلق ہوجاویگا اسواسطے کہ اب تعلیق عتق
کی فقط مولی کی موت پر منحصر ہوگئی او انت حر بعد موت فلان کما فی الدرر والکنز وردہ فی البحر بما فی المبسوط وغیرہ من انه لیس تدبیرا بل تعلیق
حتی اذا مات فلان والمولی حی عتق من کل المال ولو مات المولی اولا بطل التعلیق یا مولی نے غلام سے کہا کہ تو حر ہے مثلا زید کی موت کے بعد یہہ مثال
ہے مدبر مقید کی چنانچہ درر اور کنز میں مذکور ہے اور رد کیا ہے اس قول کو بحر الرائق میں مبسوط وغیرہ کی روایت سے اسطرح پر کہ یہہ قول تدبیر ہی نہیں نہ مطلق نہ مقید
بلکہ یہہ تعلیق ہے عتق کی مانند اور تعلیقات کے جیسے دخول دار کی تعلیق تا اینکہ اگر زید مثلا مرگیا اور مولی زندہ رہے تو غلام کل مال سے آزاد ہوگا اور مدبر ہوتا
تو مولی کی موت کے بعد آزاد ہوتا اور ثلث مال سے آزاد ہوتا نہ کل مال سے اور اگر مولی پہلے زید سے مرگیا تو تعلیق باطل ہوگی اور غلام وارثون کا مملوک ہوگا
ویعتق المقید ان وجد الشرط بان مات من سفره او مرضه ذلک کعتق المدبر من الثلث لوجود الاضافة الی الموت اور مدبر مقید آزاد
ہوگا اگر شرط عتق کی پائی جاویگی اسطرح پر کہ مولی اوسی سفر یا اوسی مرض میں مرگیا مانند آزاد ہونے مدبر مطلق کے ثلث مال سے مدبر مقید آزاد ہوگا بسبب موجود
ہونے اضافت الی الموت کے تو بعد موت کے مدبر مطلق اور مدبر مقید کا حکم برابر ہوگیا قال ان مت من مرضی هذا فهو حر فقتل لا یعتق بخلاف ما لو قال
فی مرضی ففرق بین من وفی مولی نے کہا کہ اگر میں اپنی اس بیماری سے مرگیا تو وہ آزاد ہے سو مولی کو قتل کرڈالا کسی نے تو آزاد نہوگا بخلاف اسکے اگر یون کہا
کہ اگر میں اپنی اس بیماری میں مرگیا تو آزاد ہوگا سو تفرقہ کیا گیا ہے درمیان من اور فی کے مجتبی میں اوسکے مصنف نے من مرضی اور فی مرضی میں یون فرق بیان
کیا ہے کہ من مفید ہے تعلیل اور سببیت کا تو مطلب یہہ ہوا کہ اگر میں اس بیماری کے سبب سے مرون تو قتل دوسرا سبب ہوا سوا بیماری کے تو شرط عتق کی نہ پائی گئی
اور لفظ فی کا مفید ہے ظرفیت کا یعنی موت مرض میں واقع ہو خواہ بیماری سے ہو یا کسی اور سبب سے ولو له حمی فتحول صداعا او بعکسه قال محمد هو مرض
واحد کذا فی المجتبی اور اگر مولی نے کہا کہ اگر میں اس بیماری سے مرون تو غلام آزاد ہے اور مولی کو تپ کی بیماری تھی سو بدل کر درد سر کی بیماری ہوگئی یا درد سر تھا
سو تپ ہوگئی تو محمد نے کہا کہ تپ اور درد سر ایک ہی بیماری ہے کذا فی المجتبی ہر چند تپ اور درد سر جدا جدا دو مرض ہیں لیکن چونکہ اکثر دونو باہم متلازم ہیں اسلئے
اونکو ایک ہی شمار کیا وقیمة المدبر المطلق ثلثا قیمته قنا به یفتی اور قیمت مدبر مطلق کی دو ثلث اوسکی قیمت کی ہے اگر وہ خالص غلام ہوتا اسی لئے

نتو ہوسے یعنی اگر مدبر مطلق خالص غلام ہوتا تو اوسکے مثلا تین سو درم قیمت ہوتے تو اب مدبر ہونے سے تین سو درم قیمت ہوگی والمدبر المقید یقوم قِنًّا درر عن الخانیۃ اور مدبر مقید کی قیمت خالص غلام کی قیمت ٹھہرائی جاویگی کذا فی الدرر عن الخانیہ فائدہ قیمت ٹھہرانیکا یہہ ہے کہ اوسکو موافق سعایت کرنیکو فیہا عنہا صحیح قال لعبدہ انت حر قبل موتی بشہر فمات بعد شہر عتق من کل مالہ زاد فی المجتبی ولو لاہ بیعہ فی الاصح اور درر مین خانیہ سے منقول ہے کہ مرد صحیح نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے ایک مہینہ پہر میری موت سے پہلے پہر وہ مرگیا بعد ایک مہینہ کے تو آزاد ہوگا اوسکی کل مال سے اسواسطے کہ امام اعظم کے نزدیک اوسکا عتق اول مہینے سے متعلق ہوا جبکہ مولی تندرست تہا کذا فی الدرر اور مجتبی مین آیا قول اور زیادہ کیا ہو کہ اوسکے مولی کو اوسکا بیچنا جائز ہے قول اصح مین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال مریض اعتقوا غلامی بعد موتی انشاء اللہ صح الایصاء وفی ہو حر بعد موتی ان شاء اللہ لم یصح لان الاول امر ولا استثناء فیہ باطل والثانی ایجاب فصح الاستثناء کہا ایک بیمار نے کہ آزاد کیجیو میرے غلام کو میری موت کی بعد انشاء اللہ تو یہہ وصیت صحیح ہے اور ثلث مال سے آزاد کرنا لازم ہوگا اور اس قول مین کہ وہ آزاد ہے میری موت کے بعد انشاء اللہ تو یہہ وصیت صحیح نہوگی اسواسطے کہ قول اول بصیغہ امر ہے اور استثنا امر مین باطل ہے اور قول ثانی ایجاب ہے تو استثنا اوسمین صحیح ہے

باب الاستیلاد

هو لغۃ طلب الولد من زوجۃ او امۃ وخصہ الفقہاء بالثانی یہہ باب ہے استیلاد کے احکام مین استیلاد لغت عرب مین عبارت ہے خواہش اولاد سے خواہ زوجہ سے ہو خواہ لونڈی سے اور فقہاء نے اوسکو مخصوص کرلیا ہے ثانی سے یعنی اصطلاح فقہ مین لونڈی سے اولاد لینے کو استیلاد کہتے مین اذا ولدت ولو سقطا الامۃ ولو مدبرۃ من سیدہا ولو باستدخال منیہ فرجہا جب کہ جنی لونڈی اپنے مالک سے اگرچہ بچہ ناتمام پیدا ہوا ہو اگرچہ لونڈی مدبرہ ہو اور اگرچہ لونڈی نے مالک کا نطفہ اپنی شرمگاہ مین ڈال لیا ہو اسطرح پر کہ مالک نے محل مخصوص مین جماع نکیا ہو لیکن بعد انزال کے فور اگرم اوسکا نطفہ لونڈی نے داخل کرلیا ہو اور وہ حاملہ ہوگئی ہو اور لڑکا پیدا ہوا ہو تو یہہ لڑکا مالک کا ہوگا اور لونڈی ام ولد ہوجاویگی کذا فی المنح عن المحیط باقرارہ فینبغی ان یشہد لئلا یسترق ولدہ بعد موتہ لونڈی جنی مالک کے اقرار ولد سے اور لائق ہو مالک کو کہ لوگون کو گواہ کرے کہ یہہ لونڈی میرا لڑکا جنی ہے تاکہ وارث اوسکی ولد کو بعد موت مالک کے غلام نہ بناوین ولو حملا کقولہ حملہا او ما فی بطنہا منی کما مر فی ثبوت النسب وہذا قضاء واما دیانۃ فیثبت بلا دعوۃ کاستیلاد معتوہ ومجنون وہبانیہ اگرچہ اقرار مالک کا لونڈی کے حاملہ ہونیکے وقت ہو نہ ولادت کے وقت چنانچہ یون کہنا مولی کا کہ حمل اوس لونڈی کا مجھسے ہے یا جو اوسکی پیٹ مین ہے سو مجھسے ہے اور یہہ یعنی ثبوت نسب ولد کا موقوف ہونا مولی کے اقرار پر بنابر حکم قاضی کے ہے اور دیانت مین یعنی فیما بینہ وبین اللہ تو نسب بدون دعوی کے بھی ثابت ہوگا تو مالک کو نفی ولد کی کرنا جائز نہین اگر لونڈی سے جماع کرتا ہو بشرطیکہ وہ کوچہ گرد نہو کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے استیلاد مرد بیہوش اور مجنون کا بلادعوے ثابت ہوتا ہے کذا فی الوہبانیہ یعنی اگر مرد بیہوش یا مجنون کی لونڈی اوسکے تصرف مین ہوگی اور جنیگی تو وہ لڑکا مولے کا ہوگا بلا اقرار اسواسطے کہ مجنون وغیرہ مین اہلیت دعوۃ کی نہین او ولدت من زوج ولو فاسدا کوطی بشبہۃ فولدت فاشتراہا الزوج ای ملکہا کلا او بعضا فہی ام ولد من حین الملک یا جنی لونڈی اپنے زوج سے جسکے ساتھ اوسکو مولی نے نکاح کردیا تہا اگرچہ نکاح فاسد ہوا ہو مانند وطی باشبہہ کے پہر وہ لونڈی جنی پہر اوسکو اوسکے زوج مذکور نے خرید کیا یعنی اوسکا مالک ہوا خواہ بیع سے یا ہبہ سے کل کا مالک ہوا یا بعض کا تو یہہ لونڈی جو مولی کے اقرار سے جنی یا جسکو اوسکا زوج مالک ہوا ام ولد ہوگئی مالک ہونیکے وقت سے یعنی ابتداء ملک سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فلو ملک ولدہا من غیرہ فلہ بیعہ حیث ام ولد ہونا لونڈی کا ابتداء ملک سے ہوا تو اگر زوج مشتری اوس لونڈی کے ولد کا جو غیر کے نطفے سے ہو مالک ہوگا تو اوسکو ولد کے بیچ لینے کا اختیار ہے وکذا لو استولدہا بملک ثم استحقت ثم ملکہا فانہا تعتق ام الولد بتکرار الملک کالمحارم بخلاف المدبرۃ اور اسیطرح اگر لونڈی کو ام ولد بنایا بسبب ملک کے پہر وہ لونڈی غیر کی مملوکہ ثابت ہوئی یا مرتدہ ہوکر دار الحرب مین جا ملی پہر اسی شخص اوسکا مالک ہوا تو عتق ام ولد کا دوبارہ ثابت ہوگا بسبب دوبارہ مالک ہونیکے جیسے محرم

له یعنی استیلاد بطور لغت کہنا ... مین ... اور امکا ... کلام ... ایجاب ... باطل ... وصیت صحیح ہوگی ۱۲

محارم کا مکرر ہوتا ہے تکرار ملک سے بخلاف مدبرہ کے کہ اگر مولی نے اوسکو آزاد کر دیا پھر وہ مرتد ہو کر دار الحرب میں گئی اور گرفتار ہو کر مملوکہ ہوئی مولی کی تو
اب مدبرہ نہوگی م یہہ جو شارح نے کہا کہ عتق ام ولد کا مکرر ہوتا ہے تکرار ملک سے مراد عتق سے عتق مجازی ہو یعنی ام ولد ہونا اوسکا پھر ثابت ہوگا اور
عتق حقیقی مراد نہیں اسواسطے کہ ام ولد بعد مرنے مولی کے آزاد ہوتی ہے [illegible] شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو جداگانہ ذکر کرتا اسلیے
کہ ارتباط اسکا قبل سے مناسب نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والمستولدۃ کالمدبرۃ وقد مر ان ام ولد کا حکم مدبرہ کی مانند ہے چنانچہ اوسکا بیان ہو چکا
یعنی اوسکی بیع اور ہبہ اور رہن جائز نہیں الا فی ثلثۃ عشر مذکورۃ فی فروق الاشباہ والنظائر الفایسۃ من البحر ام ولد مثل مدبرہ کے
ہے مگر تیرہ مسئلون میں فرق ہے جنکا ذکر اشباہ فروق کی بحث میں اور بحر الرائق باب بیع فاسد میں مصرح ہے اور مشہور ہیں [illegible] اور شارح نے چار مسئلون کو مذکور کیا
منها انها تعتق بموته من كل ماله والمدبرة من ثلثه ومن غير سعاية والمدبرة تسعى اور ان تیرہ مسئلون میں سے ایک یہہ ہے کہ ام ولد مولی
کی موت سے اوسکے تمام مال سے آزاد ہوتی ہے اور مدبرہ ثلث مال سے آزاد ہوتی ہے اور ام ولد بدون سعایت کے آزاد ہوتی ہے اور مدبرہ سعایت کرکے آزاد
ہوتی ہے م ام ولد بعد موت مولی کے کل مال سے آزاد ہو جاتی ہے اوسکی بیع جائز نہیں اور سعایت اوسپر لازم نہیں اگرچہ مولی قرضدار مرا ہو اور
یہی مذہب ہے جمہور صحابہ اور تابعین اور فقہا معتبرین کا گو بشر مریسی اور داود ظاہری جمہور کے مخالف ہیں قائل ہیں سو لائق اعتماد کے نہیں کذا
فی فتح القدیر ولو قضى بجواز بيعها لم ينفذ اور اگر قاضی غیر حنفی ام ولد کی جواز بیع کا حکم کرے تو اوسکا حکم جاری نہوگا نزدیک محمد کے اور اسی
قول پر فتوی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الخانیۃ والظہیریۃ بل يتوقف على قضاء قاض آخر امضاء او ابطالا ذخيرة وينفذ في المدبرة تمام
بلکہ جواز بیع کا حکم موقوف رہیگا دوسرے قاضی کے حکم پر جائز رکھے یا باطل کرے یعنی مجتہدین معتبرین کا اختلاف ہوتا تو قاضی کے حکم سے رفع
اختلاف ہو جاتا اور چونکہ یہہ حکم جمہور صحابہ اور فقہا کے خلاف ہے لہذا قاضی کا حکم رافع اختلاف کا نہیں ہو سکتا بلکہ دوسرے قاضی کی قضا پر موقوف
ہے تو اگر دوسرے قاضی غیر حنفی نے اول قاضی کے حکم کو جاری کر دیا تو اب بیع ام ولد کی نافذ ہوگی کیونکہ [illegible] ٹوٹیگی اور اگر قاضی حنفی قاضی
اول کا حکم باطل کر دیا تو اب بالاتفاق اوسکی بیع باطل ہو جاویگی کذا فی الذخیرہ اور مدبرہ کی جواز بیع میں ایک ہی قاضی کا حکم نافذ ہوگا دوسرے قاضی کے
حکم پر موقوف نرہیگا اسواسطے کہ مدبرہ کے جواز بیع میں مجتہدین معتبرین باہم مختلف ہیں چنانچہ امام شافعی جواز کے قائل ہیں وان ولدت بعده
ولدا ثبت نسبه بلا دعوة اذا لم يحرم عليه بنحو نكاح او كتابة او وطء ابنه او المولى امها حينئذ لو ولدت لاكثر من ستة
اشهر لا يثبت الا بدعوة الا في المزوجة فلا يثبت بل يعتق عليه اور اگر ام ولد ایک ولد کے بعد دوسرا ولد جنی تو اوسکا نسب بدون
دعوی مولی کے ثابت ہو جاویگا بشرطیکہ ام ولد بعد ولد اول کے مولی پر حرام نہو گئی ہو ایسی وجہ سے جیسے دوسرے کے ساتھ نکاح کر دینے سے یا مکاتبہ
کر دینے سے یا ابن مولی کی وطی سے یا بسبب وطی کرنے مولی کے ام ولد کی ماں سے تو اس صورت میں اگر ام ولد بچہ چھ مہینے یا چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنی
تو اوسکے ولد کا نسب مولی سے ثابت نہوگا مگر دعوی نسب سے البتہ نسب ثابت ہوگا اگر ام ولد منکوحہ ہے کہ ولد کا نسب دعوی سے بھی نہ ثابت ہوگا اسلیے
کہ اوسکا ولد زوج سے ثابت النسب ہے بلکہ مولی کے دعوی کرنے سے ولد اوسکا مولی پر آزاد ہو جاویگا بسبب مولی کے اقرار کے ولو لاقل من ستة
اشهر ثبت بلا دعوة وفسد النكاح لتبين انه [illegible] وتلوث النسب اور اگر ام ولد ولد ثانی کو
بعد عارض ہونے حرمت کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو اوسکے ولد کا نسب مولی سے بدون دعوی کے ثابت ہوگا اور اس صورت میں نکاح کر دینے کے اوسکا
نکاح فاسد ہو جاویگا اسلیے مستحب ہوئے استبراء کے اوسکی کے حق میں قبل نکاح کے یعنی مولی پر مستحب ہے کہ جب ام ولد کا نکاح کر دینے کا ارادہ کرے تو قبل
تزویج کے ایک حیض سے استبراء کروا کر نکاح کر دے کذا فی الشامی [illegible] اور استبراء کے استحباب کو غلام کے نکاح اور ثبوت نسب میں اول
بیان کر دیا ہو لكنه ينتفي بنفيه من غير لعان [illegible] لان الفراش [illegible] ام الولد وتحليل حكمها
وقوي للمنكوحة فلا ينتفي الا باللعان [illegible] فلا ينتفي اصلا لعدم اللعان [illegible] ام ولد کے ولد ثانی کا ثبوت نسب اقرار سے

موقوف نہین لیکن اوسکا نسب مولی کی نفی کرنیسے منتفی ہوجاتا ہی بلا توقف کے لعان پر یعنی بدون لعان کے بمجرد نفی کرنیکے نفی ہوجاتا ہی اسواسطے کہ فراش چار قسم پر ہے ایک فراش ضعیف لونڈیکا کہ بدون اقرار مولی کے اوسکا ولد ثابت النسب نہین ہوتا دوسرا فراش متوسط نہ ضعیف نہ قوی ام ولدکا اور اوسکا حکم معلوم ہوا کہ اوسکا ولد بدون اقرار مولی کے بھی ثابت النسب ہے لیکن نفی کرنیسے نفی ہوجاتا ہی تیسرا فراش قوی منکوحہ کا کہ اوسکے ولدکا نسب اقرار پر موقوف نہین اور اوسکا نسب نفی نہین ہوسکتا بدون لعان کے اور چوتھا فراش قوی تر معتدہ کا کہ اوسکے ولدکا نسب کسیطرح نفی نہین ہوسکتا بسبب نہونے لعان کے اور لعان اسواسطے نہین ہوسکتا کہ زوجیت قائم نہین ۱۲ اذا قضی بہ قاض غیر حنفی یری ذلک فیلزم بالقضاء ام ولد کے ولدکا نسب نفی نہین ہوتا ہی مولی کی نفی سے مگر جب حنفی مذہب کے سوا اور کسی مذہب کا قاضی جسکے مذہب مین نفی کرنے سے نفی نہین ہوتا وہ حکم کرے عدم نفی کا تو حنفی مذہب پر لازم ہوجاویگا ثبوت نسب کا بسبب قضا کے او تطاول الزمان وھو ساکت کما مر فی اللعان لانہ دلیل الرضاء بحر فلا ینتفی بنفیہ فی ھاتین الصورتین یا مدت دراز گذر گئی اور مولی ساکت رہا نفی کرنے سے چنانچہ اسکا ذکر باب اللعان مین گذر گیا اسواسطے کہ سکوت مدت دراز تک دلیل ہے رضامندی کی تو اب اوسکی نفی کرنیسے ان دونو صورتون مین اوسکا نسب نفی نہوگا اذا اسلمت ام ولد الذمی یعنی الکافر ومدبرتہ مسلمین عرض علیہ الاسلام جب مسلمان ہوگئی ام ولد ذمی کی یعنی کافر کی تاکہ ذمی اور مستامن دونو کو حکم شامل رہے یا مدبرہ ذمی یا مستامن کی مسلمان ہوئی کذا ذکرہ مسکین تو کافر پر اسلام عرض کیا جاویگا اسواسطے کہ مسلمہ کا کافر کے تحت مین رہنا جائز نہین فان اسلم فھی لہ تو اگر ذمی یا مستامن نے اسلام قبول کیا تو ام ولد یا مدبر جیسی تھی ویسی ہی اوسکی بنی رہی والا سعت نظرا للجانبین لان خصومۃ الذمی والدابۃ یوم القیامۃ اشد من خصومۃ المسلم اور اگر ذمی نے اسلام سے انکار کیا تو ام ولد اوسکے واسطے سعایت کریگی بلحاظ دونو جانبون کے ام ولد کی جانب مین سعایت سے یہہ رعایت ہوئی کہ وہ ذلت سے بچی آزاد ہوگئی اور ذمی کی جانب مین سعایت سے یہہ رعایت ہوئی کہ نقصان مال سے اوسکا ضرر دفع ہوا ذمی کا حق شرع مین اسواسطے باطل نہوا کہ خصومت ذمی اور جانور کی قیامت کے دن سخت تر ہی مسلم کی خصومت سے اسواسطے کہ اگر مسلم دوسرے مسلم پر ظلم کریگا تو قیامت مین امید ہے کہ مسلم مظلوم عفو کرے یا ظالم کی حسنات مظلوم کو عوض مین ملین یا مظلوم کا وبال ظالم مسلم پر پڑے الا ماشاء اللہ بخلاف ذمی مظلوم کے کہ اوس سے توقع عفو کی نہین اور حسنات مسلم ظالم کی ذمی کو نہین مل سکتی اسواسطے کہ وہ لائق ثواب کے نہین اور کافر کا وبال مسلم ظالم پر پڑنا ایسا ہی تامل سے پہر جب ذمی کی حق تلفی کا معاوضہ نہوسکا تو رہائی سخت مشکل ہے اور اسیطرح جانور بے زبان پر ظلم کرنا سخت اندیشہ ناک ہی کذا فی حاشیۃ المدنی اللہم انا نعوذ بک من مظالم عبادک اجمعین فی ثلث قیمتہا قنۃ وعتقت بعد ادائہا ای القیمۃ التی قدرہا القاضی ام ولد سعایت کرے اپنی ثلث قیمت مین خالص لونڈی ہونیکی حالت کی قیمت یعنی اگر ام ولد نہوتی خالص لونڈی ہوتی تو مثلا اوسکی قیمت تیس درم ہوتے تو دس درم کا کما دینا اوسپر لازم ہے اور آزاد ہوجاویگی بعد ادا کرنے اوس قیمت کے جسکو قاضی نے مقرر کیا ہے ھ ثلث قیمت کی سعایت غایۃ البیان مین مذکور ہے کذا فی منح الغفار وھی مکاتبۃ فی حال سعایتہا الا فی صورتین بلا رد الی الرق لو عجزت اذ لو ردت لاعیدت اور وہ یعنی ذمی کی ام ولد مانند مکاتبہ کے ہے سعایت کی حالت مین مگر دو صورتون مین مکاتبہ کی برابر نہین پہلی صورت یہہ کہ اگر وہ عاجز ہوا دای قیمت سے تو رقیت کیطرف نہ پہیرے جاویگی بخلاف مکاتبہ کے اسواسطے کہ اگر ام ولد رقیت کی طرف پہیری جاویگی تو کافر کی ملکیت پہر اوسپر ثابت ہوگی تو مسلمہ کو ذلت لازم آویگی اور حالانکہ شرعا یہہ جائز نہین ولو مات قبل سعایتہا ولہا ولد ولدتہ فی سعایتہا سعی فیما علیہا والا عتقت مجانا لانہا ام ولد دوسری صورت یہہ کہ اگر مولی مرگیا قبل سعایت ام ولد کے اور حالانکہ اوسکا ایک لڑکا ہے جسکو سعایت کی مدت مین جنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کی قیمت مین سعایت کرے اور اگر لڑکا نہو تو وہ مفت آزاد ہوگی اسواسطے کہ وہ ام ولد ہے اور ام ولد بعد موت مولی کے بلا سعایت آزاد ہوتی ہی ھ سعایت ولد کی قیمت مین در صورت ام ولد کی موت مین ہے نہ اوسکی مولی کی موت مین تو شارح کو مناسب تہا کہ مصنف کے کلام سے ایسی کلام کو یہان نہ ملاتا بعد حکم موت مولی کے ام ولد کی موت کا حکم جدا بیان کرتا چنانچہ درالمنتقی کی یون عبارت ہی ولو مات عتقت بلا سعایۃ ولو ماتت ہی ومعہا ولد ولد فی سعایتہا سعی فیما علیہا یعنی اگر ام ولد کا

مولے مرگیا تو وہ بلا سعایت مفت آزاد ہوگئی اور اگر ام ولد قبل سعایت کے مرگئی اور اوسکا ایک لڑکا تہا جسکو سعایت کی حالت مین جنی تو وہ اپنی ماکی قیمت مین سعایت کریگا بخلاف مکاتبہ کے کہ اگر اوسکا مولی مرگیا تو وہ مفت نہ آزاد ہوگی بلکہ اوسکے وارثون کیواسطے سعایت کریگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا حکم المدبر فیسعی فی ثلث قیمتہ اوراسیطرح سے حکم مدبر کا یعنی اگر ذمی اور مستامن کا مدبر مسلمان ہوجاوے اور اوسکا مولے مسلمان ہونے سے انکار کرے تو مدبر اپنی دو ثلث قیمت مین سعایت کریگا یعنی جو خالص غلام کی قیمت ہو اوسکو دو ثلث مین سعایت کریگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اسلم قن الذمی عرض الاسلام علیہ فان اسلم فبہا والا جبر ببیعہ تخلصا من ید الکافر ذکرہ مسکین اور اگر ذمی کا خالص غلام مسلمان ہوگیا تو ذمی پر اسلام عرض کیا جاویگا سو اگر وہ بھی مسلمان ہوا تو خوب بات ہے وہ اوسکا غلام بنا رہیگا جیسا کہ سابق مین تہا اور اگر اوسنے اسلام سے انکار کیا تو غلام کے بیچڈالنے کا حکم کیا جاویگا تاکہ مسلمان کافر کے ہاتھ سے نجات پاوے کذا ذکرہ مسکین فی شرح الکنز فان ادعی ولد امۃ مشترکۃ ولو مع ابنہ ثبت نسبہ منہ ولو کافرا اومریضا او مکاتبا لکنہ ان عجز فلہ بیعہا وہی ام ولدہ اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا مشترک لونڈی کے ولد کا اگرچہ شراکت اپنے بیٹے کے ساتھ ہو تو ثابت ہوگا نسب ولد کا اوس مدعی سے اگرچہ مدعی کافر ہو یا مریض بمرض الموت ہو یا مکاتب ہو لیکن مکاتب اگر ادای بدل کتابت سے عاجز ہو تو اوسکو بیچنا لونڈی کا جائز ہے اور وہ لونڈی مشترک ام ولد ہے مدعی کی وضمن یوم العلوق نصف قیمتہا ونصف عقرہا ولو معسرا لا قیمۃ ولدہا لانہ علق حر الاصل اور ضمان دیگا مدعی نطفہ رہنے کے دن اپنے شریک کو لونڈی کی نصف قیمت کا اور اوسکو نصف مہر مثل کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ ضمان ہے تملک کا نہ ضمان عتق کا اور نہ ضامن ہوگا ولد کی قیمت کا اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہے کیونکہ وقت علوق سے ثابت النسب ہے اور اوسیوقت سے ضمان لازم ہوا تو حدوث ولد کا ملک مدعی مین ہوا نہ شریک کی ملک مین اور اگر مدعی باپ ہو اپنے شریک کا تو ضمان اوسپر لازم ہوگا اسواسطے کہ باپ کا حق ہے بیٹے کے مال مین فان ادعیاہ معا او جہل السابق وقد استویا وقت الدعوۃ لا العلوق فی الاوصاف فہو ابنہما اور اگر مشترک لونڈی کے ولد کا دونو شریکون نے زمانہ واحد مین ساتھہ دعوی کیا یا ایکنے اول دعوی کیا اور دوسرے نے بعد چند ساعت یا چند روز کے دعوی کیا لیکن بالفعل معلوم نہین کہ کسنے پہلے دعوی کیا تہا اور حالانکہ دونو اسلام وغیرہ اوصاف آیندہ مین برابر ہین دعوی کرنیکے وقت نہ نطفہ رہنے کیوقت تو وہ لڑکا دونو کا بیٹا ہے یہہ مطلب نہین کہ وہ لڑکا دونو کے نطفہ سے پیدا ہوا ہو اسواسطے کہ یہہ متصور نہین بلکہ جب دونو مالکون نے برابر دعوی کیا اور دونو جمیع اوصاف مرجحہ مین متساوی ہین تو ترجیح ایک کی دوسرے پر نہین ہوسکتی لہذا ولد کو دونو کا بیٹا قرار دیا اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت مین قیافہ شناس کا قول معتبر ہے اور اسکا جواب یہہ ہے کہ قیافہ شناسی حجت شرعی نہین کہ بنا قیافہ شناسی کی فقط اٹکل پر ہے اور اگر قیافہ حجت ہوتا تو لعان مین اوسیکی طرف رجوع کیجاتی اور نفی ولد کی جہل سے کا ہیکو ہوتی لہذا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسکا اعتبار نکیا اور قاضی شریح کو لکھہ بھیجا کہ دونو شریکون نے تلبیس کی لہذا اوسکے مناسب حکم بھی دیا گیا اور اگر صاف بیان کرتے تو حکم بھی صاف ہوتا اور یہہ حکم بحضور صحابہ بلا نکیر ہوا تو لائق حجت کے ہوا اور یہی مذہب ہے علی مرتضی اور ابن عباس اور زید بن ثابت کا رضی اللہ عنہم کذا فی منح الغفار فلو لم یستویا قدم من العلوق فی ملکہ ولو بنکاح پہر اگر دونو شریک برابر نہون مالکیت مین یعنی ایک زمانہ سابق مین مالک ہوا ہو لونڈیکا اور دوسرا بعد اوسکے تو وہ شریک مقدم ہوگا جسکی ملک مین نطفہ رہا اگرچہ تقدم ملک کا بسبب نکاح کے ہو فتح القدیر مین ہے کہ جب لونڈی حاملہ ہوئی ایک کی ملک مین پہر مالک نے نصف لونڈی دوسرے کے ہاتھہ بیچی پہر وہ پورے چہہ مہینے مین بعد اس بیع کے جنی یا دونو شریکون نے ولد کے نسب کا دعوی کیا تو مالک اول مقدم ہے اسواسطے کہ نطفہ اوسیکی ملک مین رہا محشی مدنی نے کہا کہ مناسب یون کہنا تہا کہ بعد بیع کے چہہ مہینے سے کمتر مین جنی تاکہ مالک اول کی خالص ملک مین علوق ثابت ہو اور اگر پورے چہہ مہینے مین جنے گی تو دونو کی ملک مین علوق کا احتمال ہے کما لا یخفی اور اگر ایک شخص نے لونڈی سے نکاح کیا پہر اوسنے اور دوسرے شخص نے لونڈی کو مول لیا پہر وہ چہہ مہینے سے کمتر مدت مین جنی بعد خریدنے کے پہر دونو نے اوسکے ولد کا دعوی کیا تو یہہ لونڈی نکاح کرنیوالیکی ام ولد ہوگی کذا فی فتح القدیر وذات وصف مسلم و حر و ذمی و کتابی علی ابن و ذمی و عکسہ

وهو تابع وقیل مسیحی اور باپ پر اولیٰ ہے آزاد اور ذمی اور کتابی مقدم ہو جیسے ذمی اور غلام اور مرتد اور مجوسی پر یہہ لف و نشر مرتب ہے یعنی اگر
باپ اور بیٹا ایک لونڈی مین شریک ہون اور لونڈی کے ولد کا دونون ساتھہی دعوی کرین تو باپ کا دعوی مقدم اور اولی ہے بیٹے پر اور اسیطرح مسلم مقدم
ہے ذمی پر اور آزاد مقدم ہے غلام پر اور ذمی مقدم ہے مرتد پر اور کتابی مقدم ہو مجوسی پر شارح نے تقدم ذمی کا مرتد پر بحر الرائق اور نهر الفائق اور شرح حموی
اور مدنی سے نقل کیا لیکن یہہ مخالف ہے زیلعی اور فتح القدیر کے زیلعی کی یہہ عبارت ہو المرتد اولی من الذمی اور فتح القدیر کی یہہ عبارت ہو لو کانت الدعوة
بین ذمی ومرتد فالمرتد اولی لانه اقرب الی الاسلام مفتی ابو سعود نے کہا کہ تقدم ذمی کا مرتد پر صیغت دار ہے کذا فی حاشیة المدنی ثم لا یثبت نسب
ولدها الثانی بلا دعوة فیما اذا ادعی احدهما متر ثابت ہوگا دوسرے ولد کا نسب بدون دعوے کے جمیع صورتون مین جو مذکور ہوئین بسبب حرام ہونے وطی ام ولد
مشترک کے جیسا کہ مقدمہ مین مذکور ہو چکا کہ ولد ثانی ام ولد کا بلا دعوی اسوقت مین ثابت النسب ہوتا ہو جب کہ ام ولد مولی پر حرام نہو گئی ہو بخلاف صورت مذکورہ
کے دعوی امة وادعیاه ان حبلت في ملكهما اور یہہ لونڈی مشترک جسکے ولد کا دونون متساوی شریکون نے ساتھہی دعوی کیا دونون کی ام ولد
بشرطیکہ وہ دونون کی ملک مین حاملہ ہوئی ہو اسطرح پر کہ دونون کی خریدنے کے بعد پورے چھہ مہینے یا زیادہ مدت مین جنی ہو خریدنے کے دن سے لا لو اشتریاها
حُبلیٰ لانها دعوة عتق فورثاه بهما وبادعاء احدهما يضمن نصف قيمة الولد لا العقر اور اسیطرح ام ولد نہوگی اگر لونڈی کو دونون
مالکون نے حاملہ خرید کیا اور وہ خریدنے کے دن سے اقل مدت حمل سے کمتر مدت مین جنی پھر دونون نے دعوی کیا ولد کے نسب کا تو وہ لونڈی ام ولد نہوگی اس
دعوی سے اسواسطے کہ فی الحقیقت یہہ دعوی عتق کا ہے نہ استیلاد کا اسلئے کہ شرط استیلاد کی یہہ ہے کہ علوق ولد کا ملک مین ہو سو یہان قبل ملک کے علوق حاصل
تھا پھر جب یہہ دعوی عتق ولد کا ہوا تو ولد کی ولا دونون شریکون کیواسطے ہوگی اور اگر ایک شریک ولد کا دعوی کریگا تو ولد کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا
اور لونڈی کا نصف مہر دینا اپنے شریک کو لازم نہ آویگا اسواسطے کہ دعوی استیلاد کا نہین وعلی کل نصف عقرها وتقاصا اور درصورتیکہ دونون
شریکون کی وہ لونڈی ام ولد ہوئی تو ہر شریک پر نصف مہر لونڈی کا لازم ہوگا ہر حصہ دوسرے شریک کے اس شریک پر اور اس شریک کو نصف مہر دینا
چاہئے اور اوسپر اسکو اور دونون باہم اپنے حق کو مجرا کر لیوین نہ کوئی دیوے نہ کوئی لیوے اگر کوئی کہے کہ جب دونون حساب مین برابر ہو گئے تو ایجاب مہر کا کیا
فائدہ ہے اوسکا جواب یہہ ہے کہ اگر ایک شریک اپنا حق معاف کردے تو دوسرے کا حق باقی رہیگا اور اگر ایک کا حصہ درم پر ٹھہرا اور دوسرے کا دینار
پر تو اسکو درم دینا اور دینار لینا جائز ہوگا کذا فی فتح القدیر الا اذا کان نصيب احدهما اكثر فيأخذ منه الزيادة لان المهر يتقدر بالملك
دونون شریکون کو نصف نصف مہر کا مجرا کر لینا درست ہے مگر جب کہ ایک شریک کا حصہ ملک کا زیادہ ہو دوسرے کی ملک سے تو دوسرے شریک سے بقدر زیادتی
ملک کے مہر لے مثلا ایک شریک دو حصہ کا مالک ہو اور دوسرا ایک حصہ کا تو ثلث مہر ایک حصہ والے کو دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ حق مہر کا بقدر ملک کے
ہوتا ہے بخلاف البنوة والارث والولاء فان ذلك لهما سوية وان كان احدهما اكثر نصيبا من الآخر لعدم تجزي النسب
فیکون سویة لعدم الاولوية ويتبعه الارث والولاء بخلاف فرزندی اور ارث اور ولا کی اسواسطے کہ یہہ امور دونون شریکون کیواسطے برابر
ہین اگرچہ ایک شریک کا حصہ زیادہ ہو دوسرے شریک سے بسبب عدم قسمت پذیری نسب کے تو نسب دونون برابر ہوگا بسبب عدم اولویت کے یعنی دونون
برابر ہین کسیکو تقدم اور رجحان نہین اور ارث اور ولا نسب کے تابع ہین جب نسب مین تجزی نہوئی تو ارث اور ولا مین بھی تجزی نہوگی وورث الابن
من كل ارث ابن كامل اور وراثت پاویگا بیٹا ہر ایک شریک مدعی سے پورے بیٹے کی ارث اسواسطے کہ ہر واحد مقر ہے اوسکی فرزندیکا اور مقر کا اقرار
اوسپر حجت ہے وورثا منه ارث اب واحد اور اگر ولد مرگیا تو دونون شریک اوسکے وارث ہونگے ایک باپ کے ارث مین اسواسطے کہ فی الواقع
مستحق ارث پدری کا تو ایک ہی شخص ہے لیکن چونکہ کسیکے بیان ترجیح نہین لہذا ایک باپ کا حصہ دونون تقسیم ہوگا وکذا الحكم عند الامام لو
كثروا ولو نساءً وتمامه في البحر اور جیسا دو شریکون کا حکم ہے اسیطرح اگر زیادہ ہون دو سے تو اونکا بھی ایسا ہی حکم ہے اگرچہ دعوے
کرنیوالیان ولد کی عورتین ہون اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے پورا بیان بحر الرائق مین اسطرح ہو کہ اگر دو شریکون سے زیادہ مدعی ہون

ولد کے تو امام اعظم کے نزدیک مدعیون سے اوسکا نسب ثابت ہوگا اگرچہ وہ کثیر ہون اور ابو یوسف نے کہا کہ دو مدعیون سے زیادہ مین نسب ثابت ہوگا اور محمد کے
نزدیک تین سے زیادہ مین نسب نہ ثابت ہوگا اور فتح القدیر مین ہو کہ اگر ایک ولد مین دو عورتون نے تنازع کیا تو امام اعظم کے نزدیک وہ لڑکا دونو کا ہوگا
نہ صاحبین کے نزدیک بلکہ ایک عورت سے ملحق ہوگا اور اگر ایک ولد مین دو مرد اور دو عورتون نے تنازع کیا ہر مرد یہہ کہتا ہو کہ یہہ لڑکا میرا ہو اس عورت
سے اور عورت اوسکی تصدیق کرتی ہے تو امام اعظم کے نزدیک وہ لڑکا دونو مردون اور دونو عورتونکا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط دو مردونکا
ہوگا نہ عورتونکا کذا فی منح الغفار وفیہ لو مات احدھما واعتقہا عتقت بالاتفاق قلت فالعتق انما یتجزی والقنۃ لا فی ام الولد بل العتق
بعضہا یعتق کلہا اتفاقا فحسبنہ فلیحفظ اور بحر الرائق مین ہے کہ اگر ایک شریک مرگیا یا ایکنے ام ولد کو آزاد کر دیا اپنی زندگی مین تو وہ مفت بلا سعایہ
آزاد ہو جاویگی شارح کہتا ہو تو امام اعظم کے نزدیک عتق متجزی نہین ہوتا مگر خالص لونڈی مین نہ ام ولد مین بلکہ بعض ام ولد کے آزاد ہونے سے کل آزاد ہو جاتی
ہے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی المجتبی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے کہ تجزی عتق کا امام کے نزدیک فقط خالص لونڈی مین منحصر ہے اور ام ولد کے عدم
تجزی مین اتفاق ہے جاریۃ بین رجلین ولدت فادعاہ احدھما واعتقہ الاخر وخرج الکلامان منہما معا فالدعوۃ اولی لاستنادہا
للعلوق خانیہ ایک لونڈی مشترک ہو دو مردون مین سو وہ جنی تو ایک شریک نے اوسکو ولد کا دعوی کیا اور دوسرے شریک نے ولد کو آزاد کر دیا اور
یہہ دونو کلام دونو سے ساتھہی برابر نکلے تو کلام دعوی نسب کا اولی اور مقدم ہے بوجہ مستند ہونے دعوے کے بوقت علوق ولد کے کذا فی الخانیہ یعنی دعوے
نسب کا وقت علوق سے متعلق ہوگا بخلاف اعتاق کے کہ وہ بالفعل سے متعلق ہے تو گویا آزاد کرنیوالے نے غیر کے ولد کو آزاد کیا اور یہہ صحیح نہین کذا فی المنح
ادعی ولد امۃ مکاتبہ وصدقہ المکاتب لزمہ النسب بدونہا دعوۃ ولد جاریۃ الاجنبی اما ولد مکاتبۃ فلا یشترط تصدیقہا
کما سیجی دعوی کیا مولے نے اپنی مکاتب کی لونڈی کے ولد کا اور تصدیق کی مکاتب نے اوسکی تو مولی کو نسب لڑکا لازم ہوگا دونو کے تصادق سے چنانچہ
نسب ثابت ہوتا ہو جاریہ اجنبی کے ولد کے دعوی سے اور اجنبی کی تصدیق سے اور مولی اپنی مکاتبہ لونڈی کے ولد کا دعوی کرے تو ثبوت نسب مین مکاتبہ
کی تصدیق مشروط نہین چنانچہ کتاب المکاتب مین مذکور ہوگا ولزمہ الدعی العقر وقیمۃ الولد یوم ولد اور لازم ہوگا مولی مدعی پر مہر لونڈیکا اور
قیمت ولد کی پیدایش کے دن کی وسقط الحد عنہ للشبہۃ اور ساقط ہوگی حد مولے سے بسبب شبہہ ملک کے ولم تصر ام ولدہ لعدم
ملکہ بعد لونڈی مکاتب کی مولی کی ام ولد نہو گی اسواسطے کہ اوسکی ملک نہین وان کذبہ المکاتب لم یثبت النسب لحجر علیہ بالعقد
اور اگر مکاتب نے مولی کی تکذیب کی دعوی ولد مین تو نسب لڑکا ثابت نہوگا اسواسطے کہ مولی نے اپنی ذات کو باز رکھا تصرف سے بسبب عقد کتابت کے یعنی
غلام کو مکاتب کیا تو اب مکاتب کے کسب پر مولی کا تصرف کرنا جائز نرہا تو بدون تصدیق مکاتب کے دعوی مولی کا مسموع نہین ولدت منہ جاریۃ
غیرہ وقال احلہا لی مولاہا والولد ولدی فصدقہ المولی فی الاحلال وکذبہ فی النسب لم یثبت نسبہ غیر کی لونڈی ایک شخص کے نطفہ سے
جنی اور اوسنے دعوی کیا کہ لونڈی کے مولے نے اوسکو مجہپر حلال کر دیا اور یہہ ولد میرا ولد ہو اور تصدیق کی مدعی کی مولی نے احلال مین
اور تکذیب کی اوسکی نسب مین تو نسب ثابت ہوگا احلال سے مراد احلال بالتزویج ہے نہ احلال بالملک اسواسطے کہ لونڈی کے مالک ہونیکا حکم
بعد اسکے مذکور ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی فان صدقہ فیہما جمیعا یثبت والا لا قال وقول الزیلعی ولو صدقہ فی الولد یثبت ای مع
تصدیقہ فی الاحلال فلا مخالفۃ کما لا یخفی سو اگر مولی نے تصدیق کی مدعی کی سب دونو امرون مین یعنی احلال اور نسب مین تو نسب ولد
کا ثابت ہوگا اور اگر دونو امر کی یا ایک امر کی تصدیق نکی تو نسب ثابت نہوگا کذا فی الخانیۃ والدرر اور یہہ قول زیلعی کا کہ اگر مولی مدعی کی ولد مین تصدیق
کرے تو نسب ثابت ہوتا ہو یعنی تصدیق ولد کے ساتھہ تصدیق احلال کی مثبت ہو نسب کی نہ فقط تصدیق ولد کی تو کچھہ مخالفت نہین زیلعی اور غیر زیلعی کے
کلام مین چنانچہ امر مخفی نہین اسواسطے کہ مسئلہ مفروض ہو تصدیق فی الاحلال مین کذا فی المنح ولو ملکہا او ملکہ بعد تکذیبہ ای المولی لو
مکاتبہ یوما من الدہر یثبت النسب وتصیر ام ولدہ اذا ملکہا البقاء اقرارہ اور اگر مدعی مالک ہوا لونڈیکا یا مالک ہوا اوسکو ولد کا کسی دن بعد

تکذیب مولی کی اگرچہ مالک لونڈیکا مدعی کا مکاتب ہو تو نسب ثابت ہوگا۔ بصورت مالک ولدکے اور لونڈی اوسکی ام ولد ہوگی جبکہ ادعا مالک ہوگا دو ملاقی
رہنے اقرار مدعی کے ولو استولد جاریۃ احد ابویہ او جدہ او امرأتہ وقال ظننت انہا تحل لی فلا حد للشبہۃ ولا نسب الا ان یصدقہ
فیہما اور اگر کسی شخص نے استیلاد کیا اپنے باپ یا ماں کی لونڈی سے یا اپنے دادا یا اپنی زوجہ کی لونڈی سے اور کہا اوس نے کہ مین اوس لونڈی کی حلت
اپنے واسطے گمان کی تھی تو اوسپر حد لازم نہ آویگی بسبب شبہہ حلت کے اور نسب ولد کا ثابت نہوگا شارح نے کہا مگر اوسوقت نسب ثابت ہوگا جبکہ جاریہ
کا مولی دونوں امر مین اوسکی تصدیق کرے م فیہما کے مرجع مین محشی در المختار کے مختلف ہین شیخ عابد سندھی مدنی نے کہا کہ مرجع فیہما کا دو صورتین ہین
یعنے جاریہ اصول اور جاریہ زوجہ اور شیخ رحمتی وغیرہ نے کہا کہ مرجع اوسکا ظن حلت اور تصدیق ولد ہے لیکن بہر صورت سب محشی اسپر متفق ہین کہ شارح
کی عبارت یعنی الا ان یصدقہ فیہما بے محل زیادتی ہے اسواسطے کہ ظن حلت کی تصدیق سے نسب ثابت نہین ہوتا اور اس عبارت کو مصنف نے منح الغفار مین
مذکور نہین کیا اور نہ بحر اور نہر اور زیلعی اور درر مین جسکو شک ہو وہ ان کتابوں کی طرف رجوع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی وان ملکہ یوما عتق علیہ اور
اگر مستولد مالک ولد کا ہوگا کوئی دن تو اوسپر آزاد ہو جاویگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے وان ملک امۃ لا تصیر ام ولدہ لعدم ثبوت نسبہ
کذا ذکرہ المصنف تبعا للزیلعی لکنہ نقل ہنا وفی نکاح الرقیق عن الدرر والخانیۃ انہ لو ملکہا بعد تکذیبہ یوما ثبت النسب
لبقاء الاقرار فتنبہ اور اگر مستولد ولد کی ماں کا مالک ہوگا تو وہ اوسکی ام ولد نہوگی بسبب ثابت نہونے ولد کے نسب کے ایسا ہی مذکور کیا ہے مصنف نے اپنی شرح
مین باتباع زیلعی لیکن مصنف نے یہان اور باب نکاح الرقیق مین درر اور خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر نسب ولد کا مدعی اوسکی ماں کا کسی دن مالک ہو بعد تکذیب ہو چکنے کے تو ولدیت کا
ثابت ہوگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے سو اسکو غور کرے م شارح نے اس لفظ سے کلام مصنف کے تناقض پر اشارہ کیا [illegible] تناقض
شیخ عابد محشی مدنی نے کہا کہ ظاہرا کلام مصنف مین تناقض نہین اسلئے کہ یہان دو مسئلے مذکور ہین ایک یہ کہ مستولد نے جاریہ [illegible] جاریہ مین ظن حلال کی
تھی اور دوسرا مسئلہ یہ کہ جاریہ اصول مین ظن حلت کا دعوی کیا تو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین درر اور خانیہ سے [illegible] مسئلہ مذکور کیا
یعنے مسئلہ ادعای حلال مین نہ دوسرے مسئلہ مین یعنی ادعای ظن حلت مین اور عدم ثبوت نسب کا دوسرے مسئلہ مین مذکور کیا ہے [illegible] منح الغفار مین
ایسا ہی مذکور ہے جیسا کہ محشی نے کہا واللہ اعلم نعم فی الخانیۃ زنی بامۃ فولدت فملکہا لم تصر ام ولدہ وان ملک [illegible] ہو کہ ایک شخص
زنا کیا لونڈی سے پھر وہ جنی پسر زانی اوسکا مالک ہوا تو وہ لونڈی اوسکی ام ولد نہوگی اور اگر ولد کا مالک ہوتا تو وہ آزاد ہو جاویگا [illegible] کلام کی
تائید ثابت ہوئی وفی الاشباہ لو ملک اختہ لامہ من الزنا عتقت ولو اختہ لابیہ لا اور اشباہ مین ہے کہ اگر مالک ہوا [illegible] بہن کا وارث ہو جو زنا
سے پیدا ہوئی تو وہ آزاد ہوجاویگی اسواسطے کہ مالک اور مملوک ایک پیٹ سے پیدا ہین اور اگر مالک ہوا اپنی سوتیلی بہن کا جو زنا سے ہوئی تو وہ [illegible] آزاد نہوگی اسلئے کہ بھائی کا
رشتہ بہن سے بواسطہ باپ کے ہے اور حالانکہ نسب ولد کا زانی سے شرعا منقطع ہے تو اسکا بہن ہونا ثابت [illegible] ثابت ہو
اسواسطے ملک سے حق ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی فروع مسائل [illegible] تزوجہا
ارادہ کیا ایک شخص نے اپنی لونڈی کی وطی کا اور چاہا کہ وہ ام ولد نہو اور اولاد ہو تو اپنے طفل صغیر کو اسکا مالک کردے پھر [illegible]
بنی رہیگی طفل صغیر کے مالک کرنیکا یہ فائدہ تاکہ اسکو نکاح کرلینے کا اختیار بنا رہے اقر بامہ [illegible]
الا اذا اوصی لہا بہ نعم فی المجتبی استحسن محمد ان یترک لہا ملحفۃ وقمیص ومقنعۃ ولا شئ للمدبرۃ اور اگر [illegible] مولی اپنی [illegible] ام ولد
ہونیکا اگر اوسوقت لونڈیکا ولد ہوا اوسکا حمل ظاہر ہو تو وہ کل مال سے آزاد ہوگی بعد موت کے اور اگر ولد اور حمل نہو تو ثلث مال سے آزاد ہوگی اور جو اوسکے پاس مال
ہوگا وہ مولے کا ہوگا یعنے وارث اوسکے مالک ہونگے مگر اوسوقت وارث نہونگے جب کہ مولے نے اوس مال کی ام ولد کیواسطے
وصیت کردی ہو ہان مجتبی مین یون ہے کہ محمد نے مستحب کہا ہے اسکو کہ اوس مال سے ام ولد کے واسطے چادر اور کرتی اور مقنع چھوڑ دیا
جاوے اور مدبرہ لونڈی کے واسطے کپڑے دینے کو مستحب نہین کہا واللہ اعلم واستغفر اللہ العلی العظیم المولی الکریم

کتاب الایمان

یہ کتاب ہے ایمان کے احکام میں ایمان بالفتح جمع ہے یمین کی مناسبتہ عدم تاثیر الهزل و الاکراہ وقدم الاعتاق لمشارکتہ للطلاق والاسقاط والسرایۃ مناسبت کتاب الایمان کی کتاب الاعتاق سے عدم تاثیر ہے ہزل اور اکراہ کی یعنی جیسے ہزل اور اکراہ اعتاق کا مبطل نہیں ویسے ہی یمین کا مبطل نہیں لہذا دونوں بابوں کا متصل ہونا مناسب ہوا اور مصنف نے اعتاق کو یمین پر مقدم کیا واسطے مشارکت ہونے اعتاق کے ساتھ طلاق کے اسقاط اور سرایت میں یعنی جیسے طلاق عبارت ہے اسقاط نکاح سے ویسے ہی اعتاق عبارت ہے اسقاط ملوکیت سے اور جیسے نصف یا ربع طلاق مطلقہ کے کل بدن میں ساری ہوتی ہے یعنی پھیل جاتی ہے ویسے ہی نصف یا ربع اعتاق مملوک کے کل بدن میں پھیل جاتا ہے بقول صاحبین بسبب عدم تجزی کے اور بقول امام چونکہ اعتاق متجزی ہے تو طلاق اور اعتاق سرایت میں مشترک نہیں کذا فی الطحطاوی تو جب طلاق اور اعتاق مشترک ہوئے اپنی تمام معنی میں یعنی اسقاط میں اور اپنی لازم شرعی میں یعنی سرایت میں لہذا طلاق کے بعد اعتاق کا ذکر کرنا مناسب تر ہوا کذا فی النہر الفائق **الیمین لغۃ القوۃ** یمین لغت عرب میں بمعنی قوت کے ہے **ف** ہرچند لفظ یمین کا قوت اور ہاتھ اور قسم میں مشترک ہے لیکن شارح نے فقط قوت کے معنی اسواسطے ذکر کئے کہ قوت مناسب ہے یعنی شرعی یمین سے مغرب میں مذکور ہے کہ حلف کو یمین اسواسطے کہا کہ قسم کھانیوالا اسبب حلف کے قوت حاصل کرتا ہے فعل یا ترک پر یا حلف کو یمین اس وجہ سے کہا کہ عرب ہاتھ پکڑ کر قسم کھاتے تھے **وشرعاً عبارۃ عن عقد قوی بہ عزم الحالف علی الفعل او الترک فدخل التعلیق فانہ یمین شرعاً الا فی خمس مذکورۃ فی الاشباہ فلو حلف لا یحلف حنث بطلاق وعتاق** اور اصطلاح شرع میں یمین عبارت ہے اوس عقد سے جس سے قوی ہوجاوے ارادہ حالف یعنی قسم کھانیوالے کا کسی فعل کے کرنے یا چھوڑنے پر اس تعریف میں تعلیق داخل ہو گئی اسواسطے کہ تعلیق بھی یمین ہے شرع میں اسواسطے کہ تعلیق سے بھی فعل یا ترک کا عزم قوی ہوجاتا ہے مگر پانچ چیزوں میں تعلیق یمین نہیں جنکی تفصیل اشباہ میں مذکور ہے پھر جب تعلیق یمین میں داخل ہوئی تو اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ قسم نکھاویگا تو طلاق اور عتاق کی تعلیق کرنے سے حانث ہوگا **ھم** مصنف نے تعریف یمین کی باتباع صاحب بحر کی اور صاحب کفایہ نے کی اور شرح نقایہ میں یوں تعریف کی ہے کہ یمین عبارت ہے تقویت خبر سے بذکر نام خدا یا التعلیق خلاصہ اشباہ یہہ ہے قسم کھائی کہ قسم نکھاویگا تو تعلیق سے حانث ہوگا مگر چند مسائل میں افعال قلوب کی تعلیق سے یا مہینہ آنیکی تعلیق سے اوس عورت میں جسکی عدت مہینوں سے ہو یا تطلیق پر معلق کرنے سے یا یوں کہنے سے کہ اگر غلام نے ادا کیا تو تو آزاد ہے اور اگر نہ ادا کریگا تو غلام ہے یا یوں کہے زوجہ سے کہ اگر تجکو ایکبار یا تین بار حیض آیا تو ایسا ہوگا یا طلوع آفتاب پر معلق کرنا درایت کیا جائے

کہ قسم دو طرح پر ہے ایک قسم خدا کے نام کی یا اوسکی صفات کی اور دوسری قسم غیر نام خدا کی سو دوسری قسم دو طرح پر ہے ایک یہہ کہ آبا و اجداد اور انبیا اور ملائکہ اور صوم اور صلوۃ اور کعبہ اور زمزم کی قسم کھاوے سو ایسی قسم کھانا شرعاً جائز نہیں اور دوسری طرح یہہ کہ بطور شرط اور جزا کے حلف ہو سو اوسکی بھی دو صورتیں ہیں ایک یہہ کہ عبادات کر حلف کرے اسطرح پر کہ اگر میں فلانا کام کروں تو مجھپر صوم یا صلوۃ یا حج یا عمرہ یا قربانی یا آزاد کرنا غلام کا یا خیرات کرنا لازم ہو دوسری صورت بغیر عبادات کے حلف کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں فلانا کام کروں تو زوجہ کو طلاق ہے یا غلام میرا آزاد ہے کذا فی العالمگیریۃ عن البدائع **وشرطھا الاسلام والتکلیف وامکان البر** اور صحت یمین کی شرط ہے اسلام اور مکلف ہونا اور امکان بر یعنی قسم کا پورا کر سکنا تو کافر اور مجنون اور صبی کی قسم صحیح نہیں اور اسیطرح مستحیل حقیقی کی قسم طرفین کے نزدیک صحیح نہیں خلافاً لابی یوسف اور شرائط صحت یمین سے یہہ ہے کہ شرط اور جزا میں کوئی لفظ حائل نہو اور اگر حائل ہوگا تو تعلیق نرہیگی بلکہ تنجیز ہوجاویگی کذا فی العالمگیریۃ اور علت غائی قسم کی دو چیزیں ہیں ایک یہہ کہ تا سامع حالف کو سچا جانے دوسری یہہ کہ حالف یا خبر مخصص فعل یا ترک پر مستعد ہوجاوے کذا فی منح الغفار **وحکمھا البر او الکفارۃ** اور حکم یمین کا بر ہے یا کفارہ **ھم** تفصیل احکام یمین آگے مذکور ہوگی کہ قسم کا پورا کرنا کہاں واجب ہے اور کہاں مستحب اور کہاں مباح اور توڑنا قسم کا کہاں واجب ہے اور کہاں مباح **ورکنھا اللفظ المستعمل فیھا** اور رکن یمین کا وہ لفظ ہے جو قسم میں مستعمل ہے **وھل یکرہ الحلف بغیر اللہ تعالی قیل نعم للنھی وعامتھم لا وبہ افتوا لاسیما فی زماننا وحمل النھی علی الحلف بغیر اللہ تعالی لا علی وجہ الوثیقۃ کقولہم بابیک ولعمرک ونحو ذلک عینی** اور کیا مکروہ ہے غیر خدا کی قسم کھانا جیسے طلاق اور عتاق کی قسم بعض علما نے کہا کہ ہاں غیر خدا کی قسم مکروہ ہے بسبب وارد ہونے نہی کے اور اکثر علماء کے نزدیک مکروہ نہیں اور عدم کراہت کا فتوی دیا ہے علمانے علی الخصوص ہمارے زمانہ میں اور حمل کیا ہے نہی کو اوس حلف بغیر اللہ پر جو علی وجہ الوثوق نہیں بلکہ

بطور عادت عرب کے اپنی مخاطبات اور محاورات میں جاری تھی چنانچہ بیان کرنا عرب کا کہ تیرے باپ کی قسم اور تیری حیات کی قسم اور مانند اسکے کذا ذکرہ العینی یعنی ممنوع وہ قسم بغیر اللہ ہے جو بالقصد عرب اپنی گفتگو میں کہاتے تھے تو اگر حلف بغیر اللہ میں قصد متعلق ہو بطور وثوق کے تو قسم کا پورا کرنا واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی فتح القدیر میں ہے کہ حلف بغیر اللہ مانند طلاق اور عتاق کے حالف کے بعضوں کے نزدیک مکروہ ہے بسبب اس حدیث صحیح کے کہ جو قسم کہا دے سو خدا کی قسم کہا دے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہیں اور محمل حدیث مذکور کا یہہ ہے کہ حلف بحرف قسم کے ہو سوائے تعلیق کے وھی ای الیمین باللہ لعدم تصور الغموس و اللغو فی غیرہ فیقع بھما الطلاق ونحوہ عینی فلیحفظ اور وہ یعنی یمین باللہ غموس ہوتی ہے غموس مین یمین باللہ کی قید اسواسطے لگائی کہ غموس اور لغو کا حکم یمین باللہ کے سوا مین متصور نہیں اسواسطے کہ تعلیق طلاق اور عتاق اور نذر کی امر موجود ماضی پر نہیں ہوتی اسلیئے اسمین اس امر کا تحقق نہیں تو غموس اور لغو سے طلاق وغیرہ واقع ہوگی کذا ذکرہ العینی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ غموس اور لغو فقط یمین باللہ مین منحصر ہے نہ تعلیق مین ولا یرد نحو ھو یھودی لانہ کنایۃ عن الیمین باللہ وان لم یعقل وجہ الکنایۃ بدائع اور اعتراض نہ وارد ہوگا مانند اس قول کے کہ وہ یہودی ہے اسواسطے کہ یہہ کنایہ ہے یمین باللہ سے اگرچہ قائل اسکا وجہ کنایہ کی نہ سمجھے کذا فی البدائع یعنی اگر کوئی اعتراض کرے کہ تم نے غموس اور لغو کو یمین باللہ مین منحصر کیا حالانکہ یون کہنا اس فعل کو جسکو کر چکا ہے کہ اوسنے ایسا کیا ہو تو وہ یہودی ہے یا نصرانی تو یہہ غموس ہے باوجودیکہ یمین باللہ نہیں اوسکا جواب یہہ ہے کہ یہہ قول بھی واقع مین یمین باللہ ہے بطریق کنایہ وجہ کنایہ کی یہہ ہے کہ بظاہر مقصود حالف کا اس قول سے باز رہنا ہے شرط سے اور وہ مستلزم ہے یہودیت کی نفرت کو اور وہ مستلزم ہے نفرت عن الکفر باللہ کو اور وہ مستلزم ہے تعظیم حق تعالے کو تو گویا اوسنے یون کہا کہ بخدای عظیم مین نے ایسا نہیں کیا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبی غموس تغمسہ فی الاثم ثم فی النار وھی کبیرۃ مطلقا لکن اثم الکبائر متفاوت نھر اللہ کی جہوٹی قسم کو غموس اسواسطے کہا کہ وہ دنیا مین گناہ کے اندر ڈبوتی ہے پہر آخرت مین دوزخ کے اندر اور جہوٹی قسم کبیرہ گناہ ہے ہر طرح سے خواہ جہوٹی قسم کہا کر مسلمان کا مال ناحق لے یا نہ لیکن گناہ کبیرہ گناہون کا متفاوت ہے کذا فی النہر دلیل اطلاق کبیرہ ہونے غموس کی صحیح بخاری کی حدیث شریف ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبائر اشراک باللہ اور عقوق والدین اور قتل نفس اور یمین غموس ہے کذا فی النہر اور صحیح ابن حبان مین ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ جو شخص جہوٹی قسم کہا وے تا مرد مسلمان کا مال کاٹ لے تو حق تعالی بہشت کو اوسپر حرام کریگا اور دوزخ مین اوسکو ڈالیگا کذا فی فتح القدیر ان حلف علی الکذب عمدا ولو غیر فعل او ترکہ کو اللہ انہ حجر الآن یمین باللہ غموس ہے اگر قسم کہائی جہوٹ پر قصدا اگرچہ وہ چیز فعل یا ترک فعل نہو چنانچہ یون کہنا کہ واللہ وہ پتہر ہے یا لفعل شرح وقایہ مین واللہ انہ حجر من کان یکون کا لفظ مقدر کیا ہے تا کہ غموس یا منعقدہ مین داخل ہو شارح نے لفظ الآن کا زیادہ کرکے اس تاویل کو رد کیا اسواسطے کہ غموس مین فعل ماضی ہونا شرط تقییدی نہیں چنانچہ اسکی تصریح عنقریب آتی ہے فی ماض کو اللہ ما فعلت کذا عالما بفعلہ او حال کو اللہ ما لہ علی الف عالما بخلافہ وو اللہ انہ بکر عالما انہ غیرہ یمین غموس زمان ماضی مین ہو چنانچہ یون کہنا کہ واللہ مین نے ایسا نہیں کیا اوس فعل کو جان کر یا زمان حال مین ہو چنانچہ یون کہنا کہ واللہ اوسکو مجہپر ہزار درم نہین یہہ جان کر قسم کہائی کہ ہزار درم ہین اور واللہ وہ بکر ہے یہہ جان کر قسم کہائی کہ وہ بکر نہین بلکہ زید ہے مثلا وتقییدھما بالفعل والماضی اتفاقی ذاکرشی اور قید لگانا فقہا تعریف غموس مین فعل اور ماضی کی اتفاقی ہے یا اکثری نہ قید احترازی چنانچہ شرح ہدایہ وغیرہا مین مصرح ہے کہ ذکر فعل اور ماضی کا شرط نہیں لہذا مصنف نے دونون شرطون مین اسکی طرف اشارہ کیا کذا فی منح الغفار ویاثم بھا فتلزمہ التوبۃ اور گنہگار ہوتا ہے مسلمان یمین غموس سے تو اوسپر توبہ لازم ہے نہ کفارہ اور یہی مذہب ہے امام مالک اور احمد بن حنبل کا وثانیھا لغو لا مواخذۃ فیھا الا فی ثلث طلاق وعتاق ونذر اشباہ فیقع الطلاق علی غالب الظن اذا تبین خلافہ وقد اشتھر عن الشافعیۃ خلافہ اور دوسری قسم یمین کی لغو ہے اور اوسمین مواخذہ نہیں مگر تین چیز طلاق اور عتاق اور نذر مین کذا فی الاشباہ تو طلاق واقع ہوگی گمان غالب پر جب ظاہر ہو جاوے مخالفت ظن غالب کی اور شافعیون سے اسکا خلاف مشہور ہے ان حلف کاذبا یظنہ صادقا فی ماض او حال فالفارق بین الغموس واللغو تعمد الکذب یمین لغو ہے اگر جہوٹی قسم کہائی اپنے گمان مین سچ جان کر زمان ماضی کی قسم کہائی ہو یا حال کی تو فرق درمیان غموس اور لغو کے فقط متعمد کذب کا ہے اگر عمدا کذب پر قسم کہائی تو غموس ہے اور نہیں تو لغو ہے

ف صاحب کنز نے جو تعریف لغو مین فعل ماضی کی قید لگائی ہے سو اتفاقی ہے چنانچہ بدائع مین مصرح ہے کہ لغو ماضی اور حال دونو مین ہوتا ہے کذا فی المنح
وَاَمَّا فِی الْمُسْتَقْبَلِ فَالْمُنْعَقِدَۃُ اور جو قسم کہ زمانہ مستقبل مین ہوتی ہے وہ یمین منعقدہ ہے ف حلبی نے کہا کہ اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ نہین ہوتی ہے مستقبل
مین مگر منعقدہ حالانکہ مستقبل مین غموس بھی ہوتی ہے چنانچہ اسکا ذکر آویگا تو شارح کو یون کہنا لازم تھا اَمَّا الْمُنْعَقِدَۃُ فَفِی الْمُسْتَقْبَلِ وَخَصَّہٗ
الشَّافِعِیُّ بِمَا یَجْرِیْ عَلَی اللِّسَانِ بِلَا قَصْدٍ مِثْلُ لَا وَاللّٰہِ وَبَلٰی وَاللّٰہِ وَلَوْ لِاٰتٍ اور امام شافعی نے لغو کو مخصوص کیا ہے اوس قسم پر جو لوگون کی
زبان پر بلا قصد جاری ہوتی ہے چنانچہ یون کہنا لا واللہ و بلی واللہ اگرچہ زمانہ مستقبل کی قسم کہاوے بلا قصد تو بھی لغو ہے تو مرجع خلاف حنفی اور شافعی کا
اوس قسم مین ظاہر ہوتا ہے جو زمانہ مستقبل مین بلا قصد کہائی جاوے سو حنفی کے نزدیک وہ لغو نہین بلکہ منعقدہ ہے اور اوسمین کفارہ لازم ہے اور شافعی کے
نزدیک وہ لغو ہے اور اوسمین کفارہ نہین کذا فی المنح فَلِذَا قَالَ وَیُرْجٰی عَفْوُہٗ اور تواضعا و تادبا اور چونکہ لغو کی تفسیر شافعی اور حنفی مین مختلف فیہ ہے
لہذا مصنف نے کہا کہ یمین لغو مین امید ہے عفو کی یا بنا بر انکسار کے اور ادب کے عفو بصیغہ جزم نہین بولا ف شارح نے یہہ دفع دخل مقدر کیا یعنی عدم مواخذہ
لغو کا قرآن مین منصوص ہے سو مصنف نے عفو کو بطور تعلیق رجا کیون بیان کیا وَکَاللَّغْوِ حَلْفُہٗ عَلٰی مَاضٍ صَادِقًا کَوَاللّٰہِ اِنِّیْ لَقَائِمٌ اَلْاٰنَ فِیْ حَالِ
قِیَامِہٖ اور لغو کے حکم کی مانند ہے ماضی کی سچی قسم کہانا چنانچہ یون کہنا کہ واللہ مین ابھی قائم ہون یہہ قسم کہائی اپنے قیام کے وقت وَثَالِثُھَا مُنْعَقِدَۃٌ
وَھِیَ حَلْفُہٗ عَلٰی مُسْتَقْبَلٍ اٰتٍ یُمْکِنُہٗ فَنَحْوُ وَاللّٰہِ مَا اَمُوْتُ وَلَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ مِنَ الْغُرُوْبِ اور تیسری قسم یمین کی منعقدہ ہے کہ وہ قسم کہاوے امر مستقبل
آئندہ پر جو حالف کو ممکن ہو تو مانند اس یمین کے کہ واللہ مین نہ مرون گا اور واللہ آفتاب نہ نکلیگا یہہ غموس مین داخل ہے کہ خارج از امکان بشر ہے وَھٰذَا
الْقِسْمُ فِیْہِ الْکَفَّارَۃُ لِاٰیَۃِ وَاحْفَظُوْا اَیْمَانَکُمْ وَلَا یُتَصَوَّرُ حِفْظُھَا اِلَّا فِی الْمُسْتَقْبَلِ فَقَطْ اور اسی قسم مین یعنی منعقدہ مین کفارہ ہے بدلیل آیہ قرآنی
کے کہ محافظت کرو اپنی قسمون کو اور متصور نہین محافظت مگر مستقبل مین فقط اسواسطے کہ ماضی موجود نہین اور حال کو قیام نہین وَعِنْدَ الشَّافِعِیِّ یُکَفِّرُ
فِی الْغُمُوْسِ اَیْضًا اور امام شافعی کے نزدیک یمین غموس مین بھی کفارہ ہے وَاِنْ حَنِثَ یمین منعقدہ مین کفارہ ہے اگر قسم کو توڑے وَھِیَ اَیِ الْکَفَّارَۃُ
تَرْفَعُ الْاِثْمَ وَاِنْ لَمْ تُوْجَدْ مِنْہُ التَّوْبَۃُ عَنْھَا مَعَھَا اَیْ مَعَ الْکَفَّارَۃِ سراجیہ اور وہ یعنی کفارہ اوٹھا دیتا ہے گناہ حنث کو اگرچہ حانث کو کفارہ
کے ساتھہ توبہ نہ پائی جاوے کذا فی السراجیہ وَلَوِ الْحَالِفُ مُکْرَھًا اَوْ مُخْطِئًا اَوْ ذَاھِلًا اَوْ سَاھِیًا اگرچہ قسم کہانیوالے پر یمین یا حنث مین جبر کیا گیا ہو یا خطا کار
یا غافل یا اوسکو سہو ہو گیا ہو خطا کی صورت یہہ ہے کہ کہا چاہتا تھا کہ مجکو پانی پلا سو منہ سے نکل گیا کہ واللہ مین پانی نہ پیون گا اور ذہول کی صورت یہہ ہے کہ کسی نے
کہا کہ تو ہمارے پاس نہین آتا سو اوسکے منہ سے بلا قصد نکل گیا کہ واللہ مین آؤن گا کذا فی المنح اکثر علما کے نزدیک سہو اور نسیان متحد ہین اسواسطے کہ
لغت مین دونون سے عبارت ہین بلا فرق اگرچہ دونو کے درمیان یون تفرقہ کیا ہے کہ اگر صورت مدرکہ سے زائل ہوا اور حافظہ مین باقی رہے تو سہو ہے اور
اگر مدرکہ اور حافظہ دونو سے زائل ہو تو نسیان ہے تو سہو مین کسب جدید کی حاجت نہین بخلاف نسیان کے اَوْ نَاسِیًا بِاَنْ حَلَفَ اَنْ لَّا یَحْلِفَ ثُمَّ نَسِیَ
فَحَلَفَ فَیُکَفِّرُ مَرَّتَیْنِ مَرَّۃً لِلْحِنْثِ وَاُخْرٰی اِذَا فَعَلَ الْمَحْلُوْفَ عَلَیْہِ عینی لِحَدِیْثِ ثَلٰثٌ ھَزْلُھُنَّ جِدٌّ مِنْھَا الْیَمِیْنُ یا بہول گیا ہو اسطرح پر کہ اوسنے
قسم کہائی کہ قسم نکھاویگا پھر یہہ قسم کہانا بہول گیا پھر اوسنے قسم کہائی کہ مثلا زید سے نہ بولیگا تو یہہ شخص دوبارہ کفارہ دے ایک کفارہ قسم توڑنے کا
یعنی قسم کہانیکا اور دوسرا کفارہ زید سے بولنے کا کذا ذکرہ العینی خطا اور نسیان مین یمین اور کفارہ اسواسطے لازم ہوا کہ بروایت حاکم حدیث مرفوع
وارد ہے کہ تین چیزین ہزل اور جد برابر ہے طلاق اور عتاق اور یمین مین ف ماتن نے اپنی شرح مین باتباع زیلعی ناسی کی تفسیر مخطی کی ہے اسواسطے
کہ نسیان حقیقی یمین مین متصور نہین لیکن شارح نے بقول عینی نسیان کو اپنے حقیقی معنی پر رکہا اور مثال سے ثابت کیا اور قہستانی بھی عینی کا اسمین
متبع ہے کذا فی النہر فِی الْیَمِیْنِ اَوْ فِی الْحِنْثِ فَیَحْنَثُ بِفِعْلِ الْمَحْلُوْفِ عَلَیْہِ مُکْرَھًا خِلَافًا لِلشَّافِعِیِّ اگر حالف مکرہ یا ناسی ہو یمین یا حنث مین
تو حانث ہوگا محلوف علیہ کے کرنیسے با کراہ مثلا قسم کہائی کہ مین زید کے گہر نہ داخل ہونگا اور کوئی اوسکو جبر سے گہر مین لیگیا تو حانث ہوگا کفارہ لازم
آویگا بخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک جبر سے حانث نہین ہوتا وَکَذَا یَحْنَثُ لَوْ فَعَلَہٗ وَھُوَ مُغْمًی عَلَیْہِ اَوْ مَجْنُوْنٌ فَیُکَفِّرُ بِالْحِنْثِ کَیْفَ کَانَ

اور اسیطرح حانث ہوگا اگر مملوک میتہ کو حالت بیہوشی یا جنون مین کرے تو کفارہ دیوے جیسے کسی حالت مین کیون نہو والقسم باللہ تعالی ولو برفع الهاء

ونصبها او حذفها کما یستعمله الاتراک وکذا او اسم اللہ کحلف النصاری وکذا ایمن اللہ عند محمد رحمه فی البحر بخلاف بله بکسر

اللام الا اذا کسر الهاء وقصد الیمین اور قسم ثابت اور صحیح ہوتی ہے اللہ کے لفظ سے اگرچہ حرف اخیر کو پیش یا زبر دیا ہو یا اوسکو حذف کرے الا جیسا کہ

حذف ترکو مین مستعمل ہے اور اسیطرح ہو واسم اللہ یعنی قسم ہو اللہ کی نام کی چنانچہ نواح عرب کے نصاری کی عادت ہو اور اسیطرح ایمن اللہ امام محمد کے نزدیک

یعنی قسم ہے اللہ کی نام کی اور اسیکو ترجیح دی بحر الرائق مین بخلاف بلہ بکسر اللام کے کہ وہ یمین نہین مگر جب ہے کہ زیر دیوے ہا کو اور یمین کا قصد کرے تو البتہ

یمین ثابت ہوگی ہم بلّہ بتشدید و کسر لام جلالہ و حذف الف یعنی باللہ اصل مین تھا لام کو کسرہ دیا اور الف کو حذف کیا بلہ ہو گیا چنانچہ اکثر لوگون مین

مستعمل ہے اور فتح لام کا حکم شارح نے مذکور نکیا کذا فی الطحطاوی اور فارسی اور اردو زبان مین باللہ بفتح لام و حذف الف بھی مستعمل ہے او باسم

آخر من اسمائه ولو مشترکا تعورف الحلف به او لا علی المذهب یا یمین ثابت ہو سوای اللہ کے کسی اور نام سے منجملہ اسماء الٰہی کے اگرچہ

وہ اسم مشترک ہو اللہ اور غیر اللہ مین اوس نام سے قسم کھانا مروج ہو یا نہو ہر صورت قسم صحیح ہوگی بنا بر ظاہر مذہب کے اور قول غیر صحیح یہ ہو کہ حق تعالی

کے اسم خاص سے یمین ہوتی ہو جیسے اللہ اور رحمن سے اور اسم مشترک سے یمین نہین چنانچہ حلیم اور علیم سے کذا فی المنح والعالمگیریہ عن الکافی کالرحمن

والرحیم والحلیم والعلیم ومالک یوم الدین والطالب الغالب اسماء الٰہی کی مثال چنانچہ رحمن اللہ رحیم اللہ علیم اور حلیم اور مالک یوم الدین

اور طالب غالب ہم طالب غالب سے قسم کھانا اہل بغداد سے متعارف ہو کذا فی العالمگیریہ عن المحیط والحق معرفا لا منکرا کما سیجئ اور چنانچہ

حق لیکن شرط یہ ہے کہ معرف باللام ہو نہ منکر چنانچہ اسکا ذکر آویگا ہم اگر یون کہے بحق اللہ لا افعل تو بھی یمین ہے کذا فی فتاوی قاضی خان اور کہے وحق اللہ

لا افعل تو یہ امام اعظم اور محمد کے نزدیک یمین نہین کذا فی الخلاصہ وفی المجتبی لو نوی بغیر اللہ غیر الیمین دین اور مجتبے مین ہے اگر سوای لفظ اللہ کے

یعنی رحیم اور علیم اور حق سے غیر یمین کی نیت کرے تو باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق کیجاویگی نہ بنا بر قضا کے او بصفة یحلف بها عرفا من

صفاته تعالی صفة ذات لا یوصف بضدها کعزة اللہ وجلاله وکبریائه وملکوته وجبروته وعظمته وقدرته او صفة

فعل یوصف بها وبضدها کالغضب والرضا فان الایمان مبنیة علی العرف فما تعورف الحلف به فیمین وما لا فلا یا یمین ثابت

ہوتی ہے منجملہ صفات الٰہی کے اوس صفت کی قسم کھانے سے جس صفت سے قسم کھائی جاتی ہو عرف مین خواہ وہ صفت ذات کی ہو صفت ذات سے مراد یہ

ہے کہ اوسکی ضد سے حق تعالے نہ موصوف ہوتا ہو جیسے اللہ کی عزت اور جلال اوسکا اور کبریا اوسکی اور ملکوت اوسکا اور جبروت اوسکا اور عظمت

اور قدرت اوسکی یا صفت فعل کی ہو صفت فعل سے مراد یہ ہے کہ حق تعالے اوس صفت اور اوسکی ضد سے دونو سے موصوف ہوتا ہو چنانچہ

غضب اور رضا صفات مین اعتبار عرف کا اسواسطے ہے کہ قسمونکی بنا عرف پر ہے تو جس صفت سے قسم کھانا مروج ہوگا تو وہ یمین ہوگی اور جس صفت

سے قسم رائج نہین وہ یمین نہین ہم صفت عبارت ہے اوس اسم یا معنی سے جو ذات کو متضمن نہو اور ذات پر محمول نہو بلا اشتقاق چنانچہ عزت اور قدرت

اور منع اور عطا اسواسطے کہ حق تعالے کو عزیز کہتے ہین نہ عزت اور قدیر کہتے ہین نہ قدرت سو صفت دو قسم ہے صفت ذات اور صفت فعل صفات

ذاتیہ عبارت ہین اون صفات سے کہ جنکی اضداد سے حق تعالے موصوف نہو چنانچہ عزت اور قدرت کہ موصوف ہونا ذلت اور عجز کا اور صفات

فعلیہ عبارت ہین اون صفات سے جن سے حق تعالے موصوف ہو اور اون کے اضداد سے بھی چنانچہ رضا اور غضب اور رحمت اور سخط اور

منع اور عطا اسواسطے کہ حق تعالے مانع بھی ہے اور معطی بھی لا یقسم بغیر اللہ تعالی کالنبی والقرآن والکعبة قال الکمال ولا یخفی

ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فیکون یمینا واما الحلف بکلام اللہ فیدور مع العرف وقال العینی وعندی ان المصحف

یمین لا سیما فی زماننا وعند الثلثة المصحف والقرآن وکلام اللہ یمین زاد احمد والنبی ایضا نہ قسم کھائی جاوے غیر اللہ

تعالے کی جیسے نبی اور قرآن اور کعبہ کی اسواسطے کہ حدیث صحیح متفق علیہ مین وارد ہے کہ جب قسم کھاوے تو اللہ کی قسم کھاوے یا سکوت کرے کہا کمال الدین

یمین برأت
از قرآن و قسم

نے فتح القدیر مین اور یہہ مخفی نہین کہ قسم قرآن کی اب مشہور ہوگئی ہے تو یمین ہوگی اور قسم کھانا کلام اللہ کا سوا اوسکا مدار عرف پر ہے یعنی اگر رواج
ہو قسم کھانے کا تو یمین ہو اور نہین تو نہین آور عینی نے کہا اور میرے نزدیک مصحف یمین ہے خصوصاً ہمارے زمانہ مین جسمین جہوٹی قسمین بہت رائج
ہین کذا فی النہر اور تینون امامون کے نزدیک یعنی امام مالک اور شافعی اور احمد کے مصحف اور قرآن اور کلام اللہ یمین ہے احمد بن حنبل نے اتنا
زیادہ کہا ہے کہ نبی بھی یمین ہے ولو تبرأ من احدها فیمین اتفاقاً الا من المصحف الا ان یتبرأ مما فیه بل لو تبرأ من دفتر فیه بسملة
کان یمیناً اور اگر برأت کرے اونمین سے کسی ایک سے یعنی مصحف اور قرآن اور کلام اللہ اور نبی سے تو بالاجماع یمین ہے مگر برأت مصحف سے
بالاجماع یمین نہین بلکہ جسکے نزدیک قسم مصحف کی یمین ہے اوسکے نزدیک برأت بھی یمین ہے اور جسکے نزدیک قسم مصحف کی یمین نہین اوسکے نزدیک
برأت بھی یمین نہین اسواسطے کہ مصحف عبارت ہو اوراق اور نقوش سے نہ حقیقی کلام اللہ سے کذا فی حاشیۃ الحلبی مگر اوسوقت برأت مصحف کی یمین ہے
جب اوس چیز سے برأت کرے جو مضمون اوسکے اندر مرقوم ہے بلکہ اگر برأت کریگا اوس دفتر اور کتاب سے جسمین بسم اللہ مکتوب ہو تو یمین ہوگی اور صورت برأت
اسطرح پر ہوتی ہے کہ اگر ایسا کرے تو وہ شخص بری ہے یعنی بیزار ہے قرآن یا کلام اللہ یا نبی سے ولو تبرأ من کل آیة فیه او من الکتب الاربعة
فیمین واحدة ولو کرر البرأة فایمان بعددها اور اگر برأت کرے ہر آیت سے جو قرآن مین ہے یا برأت کرے آسمانی چارون کتابون سے تو یہہ
ایک ہی یمین ہے اور اگر برأت مکرر کریگا تو بشمار برأت کے چند یمین ہونگی یعنی اگر یون کہے کہ وہ شخص بری ہو تورات سے اور بری ہے انجیل سے
اور بری ہے زبور سے اور بری ہے قرآن سے تو چار یمین ہونگی اور جس چیز سے بیزاری کرنا کفر ہے جیسے قبلہ اور صوم اور صلوة تو اوسکی برأت
یمین ہے کذا فی العالمگیریۃ عن الخلاصة وبرئ من اللہ وبرئ من رسوله یمینان اور یون کہنا کہ اگر فلانا کام کرے تو وہ شخص بری ہے اللہ سے
اور بری ہے رسول اوسکے سے تو یہہ دو یمین ہین یعنی اگر قسم توڑیگا تو دوبار کفارہ لازم ہوگا ولو زاد واللہ ورسوله بریئان منه فاربع او کرر
قول سابق پر یہہ قول اور زیادہ کریگا کہ اللہ اور اوسکا رسول بری ہین اوس سے تو چار یمین ہونگی اور حنث سے چار بار کفارہ لازم ہوگا وبرئ من
اللہ الف مرة یمین واحدة اور یون کہنا کہ وہ شخص بری ہے اللہ سے ہزار بار ایک ہی یمین ہے وبرئ من الاسلام او صوم رمضان
او الصلوة او من المؤمنین او اعبد الصلیب یمین لانه کفر اور یون کہنا کہ وہ شخص بری ہو اسلام سے یا صوم رمضان سے یا نماز سے یا
مؤمنین سے یا مین ایسا کرون تو صلیب یا بت کو پوجون تو یمین ہے اسواسطے کہ برأت اسلام وغیرہ سے اور عبادت غیر اللہ کی کفر ہے وتعلیق الکفر بالشرط
یمین اور معلق کرنا کفر کا شرط سے یمین ہے یعنی یون کہنا کہ اگر ایسا کرے تو وہ کافر ہے وسیجئ انه ان اعتقد الکفر به یکفر والا لا یکفر اور عنقریب
آویگا کہ اگر اعتقاد رکہتا ہو کہ شرط کے کرنیسے کافر ہوتا ہے تو کافر ہوگا اور اگر یہہ اعتقاد نہین تو وہ شخص کافر نہین یعنی اگر کہا کہ اگر زید سے بولے
تو وہ مجوسی یا یہودی یا نصرانی ہے تو اگر بولیگا تو کفارہ لازم آویگا اور کفر مین اس شخص کے اختلاف ہے قول مختار یہہ ہے کہ اگر یہہ تعلیق کے تکلم
زید کو کفر جانتا ہوگا تو کلام سے کافر ہوگا اسواسطے کہ وہ کفر سے خود راضی ہوگیا اور کفارہ اسکا یہہ ہے کہ یون کہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
اور اگر یہہ جانتا ہو کہ اس شرط سے کافر نہین ہوتا تو کافر نہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن الذخیرة وفی البحر عن الخلاصة والتجرید وتعدد الکفارة
لتعدد الیمین والمجلس والمجالس سواء ولو قال عنیت بالثانی الاول ففی حلفه باللہ لا یقبل وبحجة او عمرة یقبل اور بحر الرائق مین
خلاصہ اور تجرید سے یون منقول ہے کہ تعدد کفارہ کا بسبب تعدد یمین کے ہے اور ایک مجلس اور چند مجالس یمین برابر ہین اور اگر حالف نے کہا کہ
مینے یمین ثانی سے یمین اول کو مراد رکہا یعنی واسطے تاکید کے ذکر کیا تو اگر اللہ کی قسم ہو تو اوسکا یہہ قول مقبول نہوگا اور حج اور عمرہ کی قسم
مین اوسکا قول مقبول ہوگا وفیه معزیا للاصل هو یهودی هو نصرانی یمینان وکذا واللہ واللہ او واللہ والرحمن فی الاصح ولو قال
واللہ والرحمن یمینان وبلا عطف واحدة اور بحر الرائق مین ہے اصل سے منقول کرکے یہہ قول کہ وہ یہودی ہے وہ نصرانی
ہے یہہ دو یمین ہین اور اسیطرح واللہ واللہ یا واللہ والرحمن بقول اصح دو یمین ہین اور اتفاق کیا ہو فقہا نے کہ واللہ اور والرحمن دو یمین ہین

اور بدون معلق کیے یعنے واللہ الرحمن ایک یمین ہے وفیہ معزیا للفتح قال الرازی اخاف علی من قال بحیوتی وحیوتک وحیوۃ راسک انہ یکفر وان اعتقد وجوب البر فیہ یکفر ولولا ان العامۃ یقولونہ ولا یعلمونہ لقلت انہ شرک وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ لان احلف باللہ کاذبا احب الی من ان احلف بغیرہ صادقا اور بحر الرائق مین فتح القدیر سے منقول ہو کہ کہا علی رازی نے کہ مین ڈرتا ہون اوس شخص کے کافر ہو جانے سے جو یون کہتا ہے قسم ہے مجکو اپنی زندگی کی اور قسم ہے تیری زندگی کی اور قسم ہے تیرے سر کی زندگی کی اگر چہ یہ قسم کھاکر جو بر کو واجب جانے یعنی اس قسم کا پورا کرنا اور نہ توڑنا ضرور سمجھے تو وہ کافر ہو جاویگا اور اگر عوام خلق اسکو نہ کہتی ہوتی نا دانستگی سے تو مین کہتا یہ صاف شرک ہے اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر مین جھوٹی قسم کھاؤن اللہ کی میرے نزدیک پسندیدہ تر ہے اس سے کہ غیر خدا کی سچی قسم کھاؤن یعنی اللہ کی فقط جھوٹی قسم مین گناہ ہے اور غیر خدا کی قسم مین اگر چہ سچی ہو خوف ہے کفر کا ولا یقسم بصفۃ لم یتعارف الحلف بہا من صفاتہ تعالی کرحمتہ وعلمہ ورضائہ وغضبہ وسخطہ وعذابہ ولعنتہ وشریعتہ ودینہ وحدودہ وصفتہ وسبحان اللہ ونحو ذلک لعدم العرف اور قسم نکہائی جاوے صفات الہی سے اوس صفت کی جسکی قسم کھانے کا رواج نہین جیسے خدا کی رحمت اور علم اوسکا اور رضا اوسکی اور غضب اور قہر اور عذاب اوسکا اور لعنت اوسکی اور شریعت اور دین اور حدود اور صفت اوسکی اور سبحان اللہ اور مانند اوسکے یعنی لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کذا فی العالمگیریہ عن السراج ان الفاظ سے قسم جائز نہین بسبب عدم رواج کے جیسے عرش اور سموات اور ارض اور شمس اور قمر اور حق رسول اور حق ایمان اور حق قرآن اور حق صوم اور صلوۃ اور اسیطرح نفس صلوۃ اور صوم اور حج کی قسم سے یمین نہین ہوتی کذا فی العالمگیریہ والقسم ایضا بقولہ لعمر اللہ ای بقاءہ وایم اللہ ای یمین اللہ وعہد اللہ وعہد اللہ ووجہ اللہ وسلطان اللہ ان نوی قدرتہ وعہد اللہ ومیثاقہ وذمتہ اور قسم ثابت ہوتی ہے حالف کی اس قول سے لعمر اللہ یعنی قسم ہے بقا اور دوام اللہ کی اور ایم اللہ یعنی قسم خدا کی اور عہد اللہ اور وجہ اللہ یعنی ذات خدا اور سلطان اللہ سے یمین ہوتی ہے اگر لفظ سلطان سے قدرت خدا کی نیت کرے اور میثاق اور ذمہ الہی سے قسم ہوتی ہے عمر اللہ بفتح عین یمین ہے ... اگر چہ بمعنی بقا ہے لیکن قسم مین مستعمل نہین کذا فی النہر الفائق والقسم ایضا بقولہ اقسم او احلف او اعزم او اشہد بلفظ المضارع وکذا الماضی بالاولی کا قسمت وحلفت وعزمت والیت وشہدت وان لم یقل باللہ اذا علقہ بشرط اور قسم ہوتی ہے اس قول سے بھی یعنی اقسم اور احلف اور اعزم اور اشہد بلفظ مضارع اور اسیطرح بلفظ ماضی بطریق اولی جیسے قسمت اور حلفت اور عزمت اور آلیت اور شہدت سو اگر چہ لفظ اللہ کا نہ بولے یعنی اگر چہ یون نہ کہے کہ قسم باللہ اور اشہد باللہ تو بھی یمین ہے بشرطیکہ معلق کرے ان الفاظ کو شرط پر یعنی یون کہے کہ اقسم لافعلن کذا یعنی قسم کھاتا ہون کہ مقرر ایسا کرونگا اور اگر بلا شرط یون کہیگا کہ قسم کھاتا ہون یا مجکو قسم ہے تو یمین نہوگی اور یہ جو نہایہ اور درایہ مین ہے کہ بلا تعلیق شرط کفارہ لازم ہے سو غلط ہے کذا فی فتح القدیر وعلی نذر فان نوی بلفظ النذر قربۃ لزمتہ والا لزمتہ الکفارۃ وسیتضح اور اس قول مین کہ علی نذر یعنے مجہ پر نذر ہے تو اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ کیا یعنی صوم یا صلوۃ یا حج کا تو وہ عبادت کرنا اوسپر لازم ہوگا اور اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ نکیا تو یہ قول یمین ہے کفارہ لازم آویگا بلا حنث بھی اور یہ مسئلہ آگے واضح ہوگا جب یون کہیگا کہ علی نذر لافعلن کذا تو یہ یمین ہے اور اگر محلوف علیہ کو نہ ذکر کریگا تو قسم نہ ثابت ہوگی کذا فی النہر وعلی یمین او عہد وان لم یضفہ الی اللہ اذا علقہ بشرط مجتبے اور یمین ثابت ہوتی ہے اس قول سے کہ مجہپر یمین اور عہد لازم ہے کہ مین فلانا کام کرونگا اگر چہ اوسکو خدا کی طرف نسبت نکرے یعنی اگر چہ یون نکہے کہ مجہپر خدا کا عہد لازم ہے تو بھی یمین ہے بشرطیکہ تعلیق بالشرط کرے کذا فی المجتبے والقسم ایضا بقولہ ان فعل کذا فہو یہودی او نصرانی او فاشہدوا علی بالنصرانیۃ او شریک للکفار او کافر فیکفر بحنثہ لو فی المستقبل اما الماضی عالما بخلافہ فغموس واختلف فی کفرہ والاصح ان الحالف ... یکفر سواء علقہ بماض او آت ان کان عندہ فی اعتقادہ

ك اقسم اور حلفت کے یعنی قسم کھاتا ہون اور عزم سے کہ قصد پختہ کرتا ہون اور اشہد سے کہ گواہی دیتا ہون ۱۲

انه یمین وان کان جاهلا وعنده انه یکفر فی الحلف بالغموس وبمباشرة الشرط فی المستقبل یکفر فیهما لرضاه بالکفر بخلاف
الکافر فلا یصیر مسلما بالتعلیق لانه ترک کما بسطه المصنف فی فتاواه اور قسم ثابت ہوتی ہے اس قول سے کہ اگر ایسا کام کرون تو وہ یہودی
یا نصرانی ہے یا ایسا کرے تو تم اوسکے نصرانی ہونے کی گواہی دو یا وہ شخص شریک ہے کافرون کا یا وہ شخص کافر ہے تو اس قول سے اوسپر کفارہ ہوگا
قسم توڑنے سے اگر زمان مستقبل کی قسم ہو اور زمان ماضی کی قسم خلاف شرط جان کر تو یہہ یمین غموس ہے اور اوسکے کفر مین اختلاف ہوا اور صحیح تر
قول یہہ ہے کہ قسم کھانیوالا اس قسم مین کافر نہین ہوا خواہ اوسنے تعلیق ماضی کی کی ہو خواہ استقبال کی بشرطیکہ اوسکے نزدیک یعنی اوسکے اعتقاد
مین یہہ قول یمین ہو نہ کفر اسواسطے کہ اوسنے اوس قول سے قسم کا ارادہ کیا نہ کفر کا اور اگر ایسی قسم کھانیوالا جاہل ہے اور اوسکے اعتقاد مین یہہ ہے
کہ غموس قسم کھانے سے اور شرط کرنے سے مستقبل مین کافر ہو جاتا ہے تو ماضی اور مستقبل دونون مین کافر ہو جاویگا بسبب رضامندی کفر کے اسلئے
کہ رضا بالکفر کفر ہے بخلاف کافر کے کہ وہ ایسی قسم سے مسلمان نہین ہوتا یعنی اگر یون کہے کہ اگر وہ زید سے بولے تو وہ مسلمان ہے تو
زید کے بولنے سے وہ مسلمان نہوگا حاصل مسلمان تعلیق کفر سے کافر ہوتا ہے اسواسطے کہ کفر عبارت ہے ترک ایمان سے تو اوسکی تعلیق شرط سے
صحیح ہوگی کذا فی حاشیة الحلبی چنانچہ اس مسئلہ کو مصنف نے مشرح بیان کیا ہے اپنے فتاوی مین وکذا فی النہر ومنح الغفار وهل یکفر بقوله الله
یعلم او یعلم الله انه فعل کذا ولم یفعل کذا کاذبا قال الزاهدی الاکثر نعم وقال الشمنی الاصح لا لانه قصد ترویج الکذب دون
الکفر وکذا لو وطئ المصحف قائلا ذلک لانه لترویج کذبه لا لاهانة المصحف مجتبی اور کیا کافر ہوتا ہے اس قول سے کہ اللہ جانتا
ہے یا یون کہا کہ جانتا ہے اللہ کہ اوسنے ایسا کیا مثلا صبح کی نماز پڑھی اور حالانکہ اوسنے یہہ نہین کیا یعنی نماز نہین پڑھی اوسنے جھوٹی قسم کھائی
زاہدی نے کہا اکثر علما نے کہا کہ ہان وہ اس قول سے کافر ہو گیا اور شمنی نے کہا کہ اصح یہہ ہے کہ وہ کافر نہین ہوا اسواسطے کہ اوسنے قسم سے ترویج
اور تصدیق کذب کا ارادہ کیا نہ کفر کا اور اسیطرح اگر اوسنے مصحف کو روندا یہی قول کہتے ہوئے تو کافر نہوگا اسواسطے کہ یہہ فعل اوسکا ترویج کذب کیواسطے
ہے نہ واسطے اہانت مصحف کے کذا فی المجتبی اگرچہ یہہ کفر نہو لیکن سخت گناہ ہے اس سے توبہ کرنا واجب ہے کذا فی حاشیة الحلبی وفیه اشهد
الله لا افعل یستغفر الله ولا کفارة وکذا اشهدک واشهد ملائکتک لعدم العرف اور مجتبی مین ہے کہ اس قول مین کہ گواہ کرتا ہون
اللہ کو کہ ایسا نکرونگا استغفار اور توبہ کرنا چاہیئے اور کفارہ یمین نہین اور اسیطرح یون کہنا کہ یا اللہ مین گواہ کرتا ہون تجکو اور تیرے فرشتونکو
کہ ایسا نکرونگا یہہ بھی یمین نہین بسبب عدم عرف کے وفی الذخیرة ان فعلت کذا فلا اله فی السماء یکون یمینا ولا یکفر اور ذخیرہ مین ہے کہ
یہہ قول یعنی اگر مین ایسا کرون تو آسمان مین معبود نہین یمین ہوگا اور اسکا قائل کافر نہوگا وفی انا بری من الشفاعة لیس بیمین لان
منکرها مبتدع لا کافر اور اس قول مین کہ مین بری ہون شفاعت سے یمین نہین اسواسطے کہ منکر شفاعت کا مبتدع ہے نہ کافر اور یمین
تعلیق کفر سے ہوتی ہے نہ بدعت سے وکذا فصلوتی وصیامی لهذا الکافر او فصلوتی للیهود فیمین ان اراد به القربة لا ان اراد
به الثواب اور اسیطرح یہہ قول یمین نہین کہ اگر مین ایسا کرون تو میری نماز اور روزہ اس کافر کے واسطے ہے اور اگر یون کہیگا کہ اگر مین ایسا کرون
تو میرا روزہ یہودیون کیواسطے ہے تو یمین ہوگی اگر صوم سے عبادت مراد رکھیگا اسواسطے کہ عبادت سوا غیر خدا کا تقرب چاہنا کفر ہے تو تعلیق کفر
کی ہوگی اور اگر صوم سے ثواب صوم کا ارادہ کریگا تو یمین نہوگی ظاہرا شمال اول اور ثانی مین کچھ فرق نہین تو واجب ہے کہ دونونکا ایک ہی حکم ہو
کذا فی حاشیة الحلبی وقوله مبتدأ خبره قوله الآتی لا وحقا الا اذا اراد به اسم الله تعالی وحق الله واختار فی الاختیار انه
یمین للعرف ولو بالیاء فیمین اتفاقا بحرمته وبحرمة شهد الله وبحرمة لا اله الا الله وبحق رسول الله او الایمان او
الصلوة وعذابه وثوابه ورضاه ولعنة الله وامانته لکن فی الخانیة امانة الله یمین وفی النهر ان نوی العبادات فلا
یمین وان فعله فعلیه غضبه او سخطه او لعنته او هو زان او سارق او شارب خمر او اکل ربوا لا یکون قسما لعدم التعارف

اور یون کہنا وحقا اور حق اللہ اور بحرمۃ اللہ اور بحرمۃ شہد اللہ اور بحرمۃ لا الہ الا اللہ اور بحق رسول اللہ یا بحق الایمان یا بحق الصلوٰۃ اور یون
کہنا کہ قسم ہے اوسکے عذاب کی اور اوسکے ثواب کی اور اوسکی رضامندی اور لعنت کی اور اوسکی امانت کی اور اگر فلانا کام کرے تو اوسپر غضب اللہ کا
اور قہر اوسکا اور لعنت اوسکی یا کہ وہ شخص زانی ہے یا سارق یا شراب کا پینیوالا یا بیاج کا کہانیوالا ان اقوال سے قسم نہین ہوتی بسبب عدم رواج
کے شارح کہتا ہے تو نہ مبتدا ہے اور خبر اوسکی لا ہے وحقا یمین نہین مگر جب اوس لفظ سے اسم اللہ تعالیٰ کا مراد رکھے تو البتہ یمین ہوگی ہرچند متن
اوسکو آگے ذکر کریگا لیکن شارح نے اشارہ کیا کہ اوسکا ذکر کرنا یہین مناسب تہا واسطے اختصار کے اور حسب شرح مختار مین وحق اللہ کے یمین ہونیکو
پسند کیا ہے بسبب رواج کے اور اگر بجای واو کے بدلا وے یعنی یون کہے کہ بحق اللہ مین ایسا کرونگا تو یہہ بالاتفاق یمین ہے کذا فی البحر الرائق
ولیکن خانیہ مین ہے کہ لفظ امانۃ کا یمین ہے اسواسطے کہ امانت صفت ہے اللہ کی اسواسطے کہ اسماء الہیہ مین مہیمن بہی ہے لیکن صفات الہی مین
اعتبار رواج کا واجب ہے چنانچہ اسکی تفصیل ہو چکی کذا فی حاشیۃ الحلبی اور نہر الفائق مین ہے کہ اگر امانت سے عبادات کا قصد کریگا تو یمین نہوگی
جیسے صوم اور صلوٰۃ سے نہین ہوتی فلو تعورف هل یکون یمینا ظاهر کلامهم نعم وظاهر کلام الکمال لا وتمامه فی النهر سو اگر اقوال
مذکورہ سے قسم کہانا مروج ہو جاوے تو آیا یہہ اقوال یمین ہونگے یا نہین ظاہر کلام فقہا کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہان اور ظاہر کلام کمال الدین
الہمام کا یہہ ہے کہ رواج سے بہی یمین نہونگے اور پوری تقریر اسکی نہر الفائق مین ہے وفی البحر ما یباح للضرورة لا یکفر مستحله
کذا حرمۃ الخنزیر اور بحر الرائق مین ہے کہ جو چیز حرام مباح ہو جاتی ہو بسبب ضرورت کے تو اوسکا حلال کہنے والا کافر نہین ہوتا جیسے خون اور مردار
تو اگر یون کہے کہ اگر وہ ایسا کرے تو وہ خون کہاوے یا مردار تو یمین نہوگی اسواسطے کہ تعلیق کفر کی شرط سے یمین ہی اور استحلال خون اور مردار
ایسا نہین جیسا کہ جو چیز کہ دائمی حرام ہے اسطرح کہ اوسکی حرمت کسی حال مین ساقط نہین ہوتی چنانچہ کفر اور زنا ہے تو اوسکا استحلال
بطریق تعلیق بالشرط کے یمین ہے اور جو چیز ایسی حرام ہے کہ کبہی اوسکی حرمت بسبب ضرورت کے ساقط ہو جاتی ہے جیسے مردار اور شراب
اور سور وغیرہ تو اوسکا استحلال بطریق تعلیق بالشرط کے یمین نہین کذا فی الطحطاوی الا اذا اراد الحالف بقوله حقا اسم الله تعالى على
المذهب کما صححه فی الخانیة مگر جب کہ ارادہ کریگا قسم کہانیوالا اپنے قول حقا سے اسم اللہ کا تو اب یہہ لفظ یمین ہوگا بنا برمذہب صحیح کے چنانچہ
اس قول کی تصحیح کی ہے خانیہ مین ومن حروفه الواو والباء والتاء ولام القسم وحرف التنبیه وهمزة الاستفهام وقطع
الف الوصل والمیم المکسورة والمضمومة کقوله لله وآلله وها الله م الله اور منجملہ حروف قسم کے واو ہے اور بے اور تے چنانچہ واللہ
باللہ وتاللہ اور لام قسم کا مفتوح چنانچہ للہ اور حرف تنبیہ یعنی ہا چنانچہ ہا اللہ اور ہمزہ استفہام کا ممدودہ اور قطع الف وصل کا چنانچہ
آللہ اور میم مکسورہ چنانچہ م اللہ اور میم مضمومہ چنانچہ مُ اللہ معانی ان سب حروف کے یہہ کہ قسم کہاتا ہون اللہ کی ھم ہمزہ قسم کے بعد الف
ہوتا ہے اور نام مقدس مجرور اور ہمزہ قسم کو ہمزہ استفہام بنا رکہا کذا فی حاشیۃ الحلبی وقد تضمر حروفه ایجازا فیختص اسم الله بالحرکات
الثلث وغیره بغیر الجر والتزم رفع ایمن الله ولعمر الله کقوله الله بنصبه بنزع الخافض وجره الکوفیون مسکین لا فعلن کذا افاد ان
اضمار حرف التاکید فی المقسم علیه لا یجوز اور کاہی حروف قسم کے پوشیدہ لائے جاتے ہین واسطے اختصار کے تو اسم مقدس اللہ کا مخصوص
بحرکات ثلثہ ہوتا ہے حالت اضمار مین اور سوای نام پاک کے مخصوص ہوتا ہے بغیر جر کے یعنی اوسمین رفع اور نصب آتا ہے نہ جر اور لازم ہو گیا ہے
رفع ایمن اللہ اور لعمر اللہ کا یعنی نون اور ری کا اضمار کی مثال اللہ لا فعلن کذا یعنی قسم اللہ کی ایسا کرونگا البتہ نام مقدس کا نصب جائز
ہوا بسبب نزع خافض کے اور کوفیون نے اوسکو جر دیا ہے کذا ذکرہ مسکین شارح نے بیان رفع سے سکوت کیا کہ اوسکا جواز ظاہر ہے محتاج
وجہ کا نہین اسواسطے کہ اللہ حالت رفعی مین مبتدا ہی اور خبر محذوف یعنی اللہ قسمی کذا فی النہر ماتن نے لافعلن کی مثال دیکر اشارہ کیا کہ اضمار
حروف تاکید کا جائز نہین مقسم علیہ سے یعنی جسپر قسم کہائی جاوے وخصوصه بقوله للحلف بالعربیة فی الاثبات لا یکون الا بحرف التاکید

ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک ذمی کو بھی کفارہ دینا جائز نہیں اور اسی قول پر فتویٰ ہے چنانچہ باب الزکوۃ مین گذر گیا تو بقول مفتی یہ کلیہ قائم رہا کہ مصرف
کفارہ بعینہ مصرف زکوۃ ہے ولا کفارۃ بیمین کافر وان حنث مسلما لایۃ انھم لا ایمان لھم واما ان نکثوا ایمانھم فیعنی الصوری
کتحلیف الحاکم اور کفارہ واجب نہین کافر کی قسم سے اگرچہ وہ مسلمان ہوکر حانث ہو بدلیل اس آیت قرآنی کے کہ انھم لا ایمان لھم یعنی کافرون کیواسطے
قسمین نہین ہین لھذا اول کتاب الیمین مین مذکور ہوچکا کہ شرائط صحت یمین سے اسلام ہے اسواسطے کہ یمین عبادت ہے اور کافر اہل عبادت کا نہین اور
یہ جو دوسری آیت مین وارد ہے وان نکثوا ایمانھم کہ اگر وے اپنی قسمین توڑین تو مراد اون سے یمین ظاہری ہے جسکو کفار اپنے صدق کیواسطے
ظاہر کرتے ہین نہ حقیقی جیسے قسم لینا حاکم کا کافر سے اس توقع سے کہ وہ قسم سے انکار کرے تو حق ثابت ہوجاوے اور اگرچہ کافر کے حق مین یمین شرعی
ثابت نہین لیکن چونکہ وہ اپنی اعتقاد مین نام الٰہی کی تعظیم کرتا ہے تو جھوٹی قسم سے انکار کریگا تو مقصود حاصل ہوگا یعنی ظہور حق اسواسطے کافر سے یمین ظاہری
لینا چاہیے کذا فی النھر والمنح وھو ای الکفر یبطلھا اذا عرض بعدھا فلو حلف مسلما ثم ارتد والعیاذ باللہ ثم اسلم ثم حنث فلا
کفارۃ اصلا لما تقرر ان الاوصاف الراجعۃ الی المحل یستوی فیھا الابتداء والبقاء کالمحرمیۃ فی النکاح اور وہ یعنی کفر باطل
کرتا ہے یمین کو جب عارض ہو بعد قسم کھانیکے تو اگر قسم کھائی حالت اسلام مین پھر معاذ اللہ کافر ہوگیا بعد اسکے مسلمان ہوا پھر قسم توڑی تو اوسپر
ہرگز کفارہ نہین اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے اصول مین کہ جو اوصاف کہ رجوع کرتے ہین محل کیطرف اونمین ابتدا اور بقا دونو برابر ہین جیسے وصف محرمیت
کا نکاح مین ہم یہان اوصاف سے مراد کفر و اسلام ہے اور محل سے مراد قسم کھانیوالا شخص ہے اور مراد بقا سے عروض ہے چنانچہ نکاح مین محرمیت کا
وصف خواہ ابتدا سے ہو خواہ پیچھے سے عارض ہو دونو برابر ہین تو زانی پر بنت مزنیہ حرام ہے جیسے اوسکی زوجہ حرام ہوجاتی ہے زوجہ کی ماسے زنا کرنے سے و
کذا لو نذر الکافر بما ھو قربۃ لا یلزمہ شیء اور اسیطرح نہ منعقد ہین کے اگر نذر ماننے کافر اوس چیز کی جو از قسم عبادت ہے چنانچہ صوم یا صدقہ تو
اوسپر کچھ لازم نہین امام اعظم کے نزدیک نہ قبل اسلام کے نہ بعد اور یہی مذہب ہے امام مالک کا اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک کفارہ مالی لازم ہے
نہ صوم اور صدقہ اور یہ جو صحیحین مین عمر فاروق سے مروی ہے کہ مین نے کہا یا رسول اللہ مین نے جاہلیت مین ایک رات مسجد الحرام کے اعتکاف کی
نذر مانی تھی سو حضرت نے فرمایا کہ اپنی نذر کو ادا کر تو مراد یہ ہے کہ حالت اسلام مین عبادت بیاکا نہ قطع نظر جاہلیت نذر سے واسطے کذا فی فتح القدیر ومن حلف
علی معصیۃ کعدم الکلام مع ابویہ او قتل فلان وانما قال الیوم لان وجوب الحنث لا یتاتی الا فی الیمین الموقتۃ اما المطلقۃ فحنثہ
فی آخر حیاتہ فیوصی بالکفارۃ بموت الحالف ویکفر عن یمینہ بھلاک المحلوف علیہ غایۃ وجب الحنث والتکفیر لانہ اھون
الامرین اور جو شخص قسم کھاوے گناہ پر چنانچہ اپنے والدین سے نہ بولنے کی یا آجکے دن فلانے شخص کے قتل کرنیکی تو اس صورت مین قسم توڑنا اور کفارہ
دینا واجب ہے اسواسطے کہ قسم توڑکر کفارہ دینا آسان تر ہے ترک کلام والدین اور قتل ناحق سے اسیکی طرف شیخ سعدی نے اشارہ کیا کہ آزردن
دل دوستان جہل ست وکفارۃ یمین سہل اور ماتن نے قتل مین آجکے دن کی قید اسواسطے لگائی کہ وجوب حنث حاصل نہین ہوسکتا مگر موقت
قسم مین اور مطلق قسم مین تو حنث حالف کی آخر حیات مین ہوتا ہے اسواسطے کہ تاحیات حالف مثلا نفی قتل کی نہین ہوسکتی تو وصیت کیجاوے
کفارہ دینے کی بعد موت حالف کے یعنی حالف وصیت کرجاوے کہ کفارہ دیدے کی اور حالف اپنی حیات مین کفارہ نہین دیسکتا اسواسطے کہ کفارت
قبل حنث کے صحیح نہین اور کفارہ ادا کرے حالف اپنی قسم کا محلوف علیہ کی موت سے یعنی جسکے قتل کی قسم کھائی کذا فی غایۃ البیان خلاصہ یہ ہے
کہ یمین مطلق مین حنث بدون موت حالف یا محلوف علیہ کے نہین ہوسکتا بشرطیکہ حلف بصیغہ مثبت ہو اور اگر منفی ہو چنانچہ عدم کلام والدین تو
حنث فی الحال متصور ہے کلام کرنے سے تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ الیوم مثال ثانی کی قید ہے نہ مثال اول کی کذا فی حاشیۃ الحلبی وحاصلہ
ان المحلوف علیہ اما فعل او ترک وکل منھما اما معصیۃ وھی مسئلۃ المتن او واجب کحلفہ لیصلین الظھر الیوم فبرہ
فرض او ھو اولی من غیرہ او غیرہ اولی منہ کحلفہ علی ترک وطی زوجتہ شھرا ونحوہ وحنثہ اولی او مستویان کحلفہ لا یاکل

هذا الخبز مثلاً وبِرّہ اولی واٰیة وَاحْفَظُوا اَيْمَانَكُمْ تفيد وجوبه فتح وهي عشرة اور قسم توڑنیکے اقسام کا خلاصہ بطریق کلیہ یہہ ہے کہ محلوف علیہ
یعنے جس پر قسم کہائی ہو وہ دو حال سے خالی نہین کہ فعل ہے یا ترک فعل اور ہر ایک یا معصیت ہے اور یہی مسئلہ متن مین مذکور ہو چکا تو معصیت کی قسم مین حنث
واجب ہے یا فعل اور ترک واجب ہے چنانچہ یون قسم کہانا کہ واللہ مین آج کے دن ظہر کی نماز پڑہونگا یہہ مثال ہے فعل کی اور ترک کی مثال یون ہے کہ
واللہ مین شراب نہ پیونگا سو واجب کی قسم مین بر واجب ہے یعنی قسم کو پورا کرنا ہر چند نماز ظہر اور عدم شرب خمر قسم سے پہلے بھی واجب تہا لیکن قسم سے
زیادہ تر وجوب ہو گیا یا محلوف علیہ اولی ہے اپنے غیر سے چنانچہ واللہ مین صدقہ دونگا فقیرون کو یا اپنے مارنیوالون کو نہ مارونگا تو اس حلف
کو قائم رکہنا اولی اور افضل ہے اور ممکن ہے کہ مثل مباح کے اسکی بھی بر کو واجب کہئی بلکہ اسکا وجوب مباحات کے وجوب سے بالاولی ہے یا
محلوف علیہ کا غیر اولی ہے محلوف علیہ سے چنانچہ قسم کہانا حالف کا اپنی زوجہ کی ترک قربت پر ایک مہینے تک اور مانند اسکے چنانچہ واللہ مین آج کبھی
پیاز کہاؤنگا تو اس قسم کا توڑنا اولی اور افضل ہے یا محلوف علیہ اور غیر اسکا دونو برابر ہون چنانچہ اسکی قسم کہانا کہ یہہ روٹی نکہاوینگا مثلاً
یا واللہ مین دریا کی سیر کو آج جاؤنگا اور ایسی قسم کا قائم رکہنا اولی ہے اور یہہ آیت قرآنی کہ وَاحْفَظُوا اَيْمَانَكُمْ کہ محافظت کرو اپنی قسمون کی
مباحات مین بھی وجوب بر کی مفید ہے کذا فی فتح القدیر اور یہہ دس صورتین ہین جو مذکور ہو چکین وَمَنْ حَرَّمَ اي على نفسه لانه لو قال ان
اكلت من هذا الطعام فهو علي حرام فاكله لا كفارة خلاصه واستشكله المصنف جو شخص اپنی ذات پر حرام کر دے مانند
تحریم منجز کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اسطرح تحریم معلق کریگا کہ اگر مین اس طعام کو کہاؤن تو وہ مجہپر حرام ہے پہر بعد اسکے اوس طعام کو
کہایا تو اوسپر کفارہ نہین کذا فی الخلاصہ اور مشکل سمجہا ہے اسکو مصنف نے ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین وجہ اشکال کی یون بیان کی ہے کہ معلق
بالشرط نزدیک دو نوع شرط کے مانند منجز کے ہے یعنی پہر کیا وجہ کہ حنث مین کفارہ نہین جواب اس اشکال کا یہہ ہے کہ تحریم منجز اور معلق مین فرق
ہے اسواسطے کہ منجز مین طعام موجود کی تحریم ہے اور معلق مین تحریم ثابت نہین مگر بعد اکل کے اور بعد اکل کے طعام موجود نہین کذا فی حاشیۃ الحلبی شيئًا
ولو حرامًا او ملك غيره كقوله الخمر او مال فلان علي حرام فيمين ما لم يرد الاخبار خانیہ جو شخص اپنی ذات پر کسی چیز کو حرام کرے
اگرچہ وہ چیز حرام ہو یا غیر کی مملوک ہو چنانچہ یون کہنا کہ شراب مجہپر حرام ہے یا مثلاً زید کا مال مجہپر حرام ہے تو یہہ قول یمین ہے تا وقتیکہ اس قول سے
خبر دینے کا ارادہ نکرے کذا فی الخانیہ اور اگر اخبار کا ارادہ کرے گا نہ انشاء تحریم کا تو یمین نہوگا تو اسوقت شراب پینے سے فقط گناہ
ہوگا کفارہ لازم نہ آویگا بخلاف انشاء تحریم کے کہ اوسمین گناہ کے سوای کفارہ یمین کا لازم آویگا ثم فعله باكل او نفقة ولو تصدق
او وهب لم يحنث بحكم العرف زیلعی پہر بعد تحریم کے اوس چیز کو کیا یعنی اگر طعام ہے تو اوسکے کہانیسے یا دینار اور درم ہے تو
اوسکو خرچ کرنے سے قسم کو توڑا تو کفارہ دی اور اگر بعد تحریم کے اوس شی کو خیرات کر دیا یا کسیکو بخشدیا تو حانث نہوگا بحکم عرف کذا ذکرہ
الزیلعی كفّر ليمينه لما تقرر ان تحريم الحلال يمين جو اپنی ذات پر کسی شی کو حرام کرکے پہر اوسکو کرے تو کفارہ دی اپنی قسم کا
اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے اصول مین کہ حرام کر دینا حلال چیز کو یمین ہے یعنی قسم کی ایک یہہ بھی صورت ہے کہ حلال کو حرام کر ڈالے و
منه قولها لزوجها انت علي حرام او حرمتك على نفسي فلو طاوعته في الجماع او اكرهها كفرت مجتبى اور من قبیل قسم کے یہہ
قول ہے عورت کا اپنی زوج سے کہ تو مجہپر حرام ہے اور حرام کیا تجکو مین نے اپنی ذات پر تو بعد اس قول کے اگر اپنی خوشی جماع پر زوج کو قادر
ہونے دیگی یا زوج اوس سے زبردستی جماع کریگا تو وہ حانث ہوگی کفارہ دیوی کذا فی المجتبی وفيه قال لقوم كلامكم علي حرام او كلام
الفقراء او اهل بغداد او اكل هذا الرغيف علي حرام حنث بالبعض اور مجتبی مین ہے کہ کہا ایک شخص سے کہ کلام تمہارا مجہپر حرام
ہے یا کلام اہل بغداد کا مجہپر حرام ہے یا کہانا اس روٹی کا مجہپر حرام ہے تو حانث ہوگا بعض سے کلام اور کچہ روٹی کے کہانے سے وفی والله
لا اكلمكم او لا اكله لم يحنث الا بالكل زاد في الاشباه الا اذا لم يمكن اكله في مجلس واحد او حلف لا يكلم فلانا و فلانا و نوى

احدهما او لا يكلم اخوة فلان وله اخ واحد وتمامه فيما قلت وبه عرف جواب حادثة حلف بالطلاق ان اولاد زوجته
لا يطلعون من بيته فطلع واحد منهم او يحنث اور اس قول مین کہ واللہ مین تمسی کلام نکرونگا یا روٹی نکہاؤنگا تو حانث ہوگا اگر سب کے
کلام سے اور سب روٹی کے کہانے سے زیادہ بیان کیا ہی اشباہ مین مگر اوسوقت بعض روٹی کہانے سے حانث ہوگا جب تمام روٹی کا کہانا مجلس واحد
مین متصور نہو یا قسم کہائی کہ کلام نکریگا فلانے اور فلانے سے اور نیت کی دو مین سے ایک کی یا یون قسم کہائی کہ مثلا زید کے بہائیون سے نہ بولیگا
اور زید کا ایک ہی بہائی ہے تو اوسوقت مین ایک ہی شخص کے بولنے سے حانث ہوگا اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہی شارح کہتا ہی مین کہتا ہون کہ
اسی معلوم ہوگیا اس واقعہ کا جواب کہ ایک شخص نے طلاق زوجہ کی قسم کہائی اگر اوسکے زوجہ کی اولاد اوسکے گہر کو جائینگی سو زوجہ کی اولاد
سے ایک ولد زوج کے گہر کو جائیگا تو زوج حانث نہوگا یعنی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ اولاد جمع ہی بدون الف اور لام کے اور اقل مرتبہ
جمع کا تین ہین کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر کل حل او حلال الله او حلال المسلمين علي حرام زاد الكمال او الحرام يلزمني ونحوه فهو على
الطعام والشراب ولكن الفتوى في زماننا على انه تبين امرأته بتطليقة ولو له اكثر بن جميعا بلا نية وان نوى ثلثا فثلث
وان قال لم انو طلاقا لم يصدق قضاء لغلبة الاستعمال ولذا لا يحلف به الا الرجال ظهيرية کہا ایک شخص نے کہ یہ سب حلال مجہپر
حرام ہے یا یون کہا کہ حلال اللہ کا یا حلال مسلمین کا مجہپر حرام ہے کمال الدین نے اتنا اور بھی زیادہ کیا ہی کہ یا حرام مجکو لازم ہوگیا اور مانند اس
قول کے تو ظاہر مذہب مین تحریم حلال کے کہانے یا پینے پر محمول ہے تو بعد اس قول کے حانث ہوگا گر اکل اور شرب ہو لیکن ہمارے زمانہ مین فتوی
اسپر ہی کہ قائل کی عورت بائن ہوجاویگی ایک طلاق کر اور اگر اوسکی زوجات ایک سے زیادہ ہون تو سب ایک ایک طلاق سے بائن ہوجاوینگی
بلا نیت اور اگر اس کلام سے تین طلاق کی نیت کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر وہ کہیگا کہ تحریم حلال سے مین نے طلاق کی نیت نہین
کی تو دیانۃ اوسکی تصدیق ہوگی اور قضاء تصدیق نہوگی بسبب غالب ہوئے استعمال تحریم حلال کے طلاق مین ولہذا اس لفظ سے قسم نہین کہاتے
عرف مین مگر مرد نہ عورتین کذا فی المنح عن الظهيرية وان لم تكن له امرأة وقت اليمين ثم نكح بعده او لا فيمين فيكفر بالكل او شربه
لو يمينه على آت ولو بإسه على ماض فغموس او لغو ولو كانت له امرأة وقتها فبانت بلا عدة فاكل فلا كفارة لانصرافها للطلاق
وقد عرف في الايلاء اور اگر اوسکی عورت نہو یمین کے وقت خواہ اوسنے بعد یمین کے نکاح کیا ہو یا نکیا ہو تو اوسوقت یمین تحریم حلال کی طلاق
نہوگی بلکہ یمین ہوگی تو کفارہ دیوے اپنے اکل و شرب سے اگر یمین اوسکی استقبال پر ہو اور اگر یمین اللہ جلشانہ کے نام پاک سے ہو ماضی پر اسطرح کہ
اگر واللہ مین نے ایسا کیا ہو تو حلال اللہ کا مجہپر حرام ہی تو یہ یمین غموس ہی اگر جہوٹی قسم ہو یا یمین لغو ہی اگر اوسکو صدق کا ظن ہو اور
اگر اوسکو ایک عورت ہو یمین کے وقت پہر وہ بائن ہوگئی بدون عدت کے یعنی غیر مدخولہ تہی سو بعد یمین کے وہ مطلقہ ہوئی پہر اوسنے کچہ
کہایا پیا تو اسپر اکل اور شرب سے اوسپر کفارہ نہ لازم ہوگا بسبب پہر جانے یمین کے طلاق کیطرف بسبب عرف ہونیکے سوا اب اکل اور شرب کیواسطے
نہین ہوسکتی اور مسئلہ تحریم حلال کا باب الایلا مین مذکور ہوچکا **فائدہ ضروریہ** بعد مسائل یمین کے اب مصنف مسائل نذر کو مذکور کریگا
وجہ مناسبت یمین اور نذر کی یہہ ہی کہ نفس وجوب مین دونو مشترک ہین اسواسطے کہ نذر عبارت ہی ایجاب مباح سے کذا فی المنح یعنی عبادات
غیر واجبہ کو اپنے اوپر واجب کر لینا نسائی نے عمران بن حصین سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نذر دو قسم ہے سو
جس شخص کی نذر اللہ تعالی کی طاعت اور عبادت مین ہو تو وہ اللہ کیواسطے ہے اور اوسمین نذر کا ادا کرنا لازم ہی اور جس شخص کی نذر اللہ
تعالی کی معصیت اور گناہ مین ہو وہ نذر شیطان کیواسطے ہی اور اوسکا ادا کرنا یعنی منت کا اتارنا لازم نہین اور اوسمین کفارہ دیوے جو یمین
کا کفارہ ہی اور علامہ شیخ قاسم نے شرح درر البحار مین تصریح بیان کیا ہی یہہ جو اکثر عوام الناس نذر مانتے ہین اسطرح کہ بعضے اولیاء اللہ کی قبر پر
جاتے ہین یون کہتے ہوئے کہ یا حضرت فلانے ہمارا غائب آدمی اگر وطن مین پہر آوے یا بیمار ہمارا اچہا ہوجاوے یا مراد ہماری بر آوے تو آپکے واسطے اتنا سونا یا

اتنی چاندی یا اسقدر کہانا یا چراغان کیواسطے اتنا تیل یا موم نذر کرینگے تو یہہ نذر اور منت باتفاق فقہا و باجماع علما باطل ہے بچند دلیل اول یہہ کہ
نذر مخلوق کیواسطے جائز نہین یعنی نذر مخصوص بخداے علیم و قادر ہے اور دوسری دلیل بطلان کی یہہ ہے کہ جنکی نذر مانی وہ میت ہین اور میت کسی چیز کا
مالک نہین ہوتا اور تیسری دلیل یہہ ہے کہ ایسی نذر کرنیوالون کے گمان مین یہہ ہے کہ سوای خدا کے میت بہی قادر ہے عالم مین کچہہ اوسکا تصرف بھی
جاری ہے اور یہہ عقیدا کفر ہے ہان اگر یون کہے کہ یا اللہ مین نے تیری نذر مانی کہ اگر تو نے میرے بیمار کو شفا دی مثلا تو مین فلانی درگاہ کے فقیرون
کو کہانا کہلاؤنگا یا [illegible] دونگا ایسی چیزون کا ذکر کرے جسمین محتاجون کو فائدہ ہوا اور ذکر ولی کا فقط اتنے واسطے ہے کہ وہ محل صرف ہے
نذر کا یعنی نذر [illegible] ہی کیواسطے ہو تو اسطرح البتہ نذر جائز ہے جب یہہ معلوم ہوا تو یہہ جو روپیہ اور موم اور تیل اور مانند اسکے اولیا کی قبرون
پر لیجاتے ہین اولیا سے تقرب اور نزدیکی حاصل کرنیکو سو یہہ باجماع مسلمین حرام ہے جبتک کہ وہانکے رہنے والے محتاجون پر صرف کرنا مقصود
نہو یہہ قول واحد ہے اسمین فقہا کا اختلاف نہین انتہے ملخصا اور البتہ اس بلا مین لوگ مبتلا ہین خصوصا شیخ احمد بدوی کے مولد مین کذا فی النہر
الفائق فی کتاب الصوم ھ جب یہہ روایت اجماعی فقہاء دین کی دریافت ہوی تو مثل آفتاب کے روشن ہوگیا کہ یہہ جو اکثر نذر اور نیاز اولیاء اللہ کی
قبور پر یا حسنین رضی اللہ عنہما کے ضرائح مجعولہ پر جنکو عوام تعزیہ کہتے ہین ہندوستان مین علی العموم رائج ہے سو سراسر باطل اور گمراہی ہے حق تعالے
بادشاہ اسلام کو قائم کرے کہ ان امیرون کو مٹا دے اور علماء دین کو توفیق دے کہ [illegible] رسم بطلان کے بیان مین چشم پوشی نکرین اور
آیات واحادیث [illegible] ومن نذر نذرا مطلقا او معلقا بشرط وکان من جنسہ واجب ای فرض کما
سیاتی [illegible] وہو عبادۃ مقصودۃ [illegible] ووجد الشرط المعلق بہ لزم الناذر لحدیث
من نذر وسمی فعلیہ الوفاء بما سمی اور جسنے نذر مانی خواہ نذر مطلق ہو یا معلق ہو کسی شرط پر اور ہمجنس نذر کے کوی واجب ہو مراد واجب
سے [illegible] فرض ہے چنانچہ اسکو مصنف خود تصریح کریگا باتباع صاحب بحر اور درر کے اور وہ واجب عبادت مقصود بھی ہو تو عبادت مقصود کی قید
سے [illegible] نکل گئی اسواسطے کہ وضو اگرچہ عبادت ہے لیکن عبادت مقصود وہ نہین بلکہ شرط ہے واسطے صحت صلوۃ کے اور شرط معلق علیہ
پائی جاوے تو وہ نذر لازم الادا ہوگی نذر کرنیوالے پر اس حدیث کی دلیل سے کہ جو نذر کرے اور معین کردے تو اوسپر ادا کرنا معین چیز کا لازم ہے ھ یہہ حدیث غریب ہے لیکن لزوم منذور کا قرآن اور حدیث
اور اجماع سے ثابت ہے اس خاص حدیث پر موقوف نہین حق تعالے نے فرمایا ولیوفوا نذورہم یعنی چاہیے کہ اپنی نذرون کو پورا کرین اور ایفاء نذر مین بہت احادیث ہین منجملہ انکے ایک یہہ
حدیث مرفوع ہے صحیح بخاری کی عائشہ صدیقہ کی روایت ہے کہ جو نذر مانے خدا کی اطاعت کرنیکی تو چاہیے کہ اطاعت کرے اور جو نذر کرے خدا کی
معصیت کرنیکی تو وہ معصیت نکرے اور اجماع کے ذکر کی کچہہ حاجت نہین کذا فی فتح القدیر نذر مطلق یہہ ہے کہ شرط پر معلق نہو چنانچہ یون کہنا کہ
خدا کے واسطے مجہپر ایک مہینہ کا صوم یا حج ہے یا صدقہ یا دو رکعت نماز اور نذر معلق یہہ کہ کسی شرط پر تعلیق ہو نذر کی چنانچہ یون کہنا کہ اگر میرا بیمار
صحت پاوے یا مینہ برسے یا لڑکا پیدا ہو تو صوم یا صدقہ یا حج مجہپر لازم ہے کصوم وصلوۃ وصدقۃ ووقف واعتکاف واعتاق رقبۃ
وحج ولو ماشیا فانہا عبادات مقصودۃ ومن جنسہا واجب لوجوب العتق فی الکفارۃ والمشی للحج علی القادر من اہل مکۃ والقعدۃ
الاخیرۃ فی الصلوۃ وہی لبث کالاعتکاف ووقف مسجد للمسلمین واجب علی الامام من بیت المال والا فعلی المسلمین فتح چنانچہ
صوم اور صلوۃ اور صدقہ اور وقف اور اعتکاف اور آزاد کرنا گردن کا اور حج اگرچہ پیادہ نذر مانا ہو تو بہی نذر صحیح ہے اسواسطے کہ امور مذکورہ عبادات
مقصودہ ہین اور اونکی ہمجنس واجب بھی ہے اسواسطے کہ وجوب عتق کا کفارہ ظہار اور یمین مین ہے اور پیدل چلنا حج کیواسطے اہل مکہ پر واجب ہے بشرط قدرت
اور قعدہ اخیرہ نماز مین واجب ہے اور قعدہ عبارت ہے ٹہہرنے سے مانند اعتکاف کے اور وقف کرنا مسجد کا مسلمانون کے واسطے واجب ہے بادشاہ پر بیت المال
سے اور اگر بیت المال نہو تو مسلمانون پر وقف مسجد کا واجب ہے کذا فی فتح القدیر ھ شارح نے وجوب صوم اور صلوۃ اور صدقہ کا نہ بیان کیا اسلیے
کہ وجوب صوم رمضان اور نماز پنجگانہ اور زکوۃ کا ظاہر تہا لہذا غیر ظاہر کے بیان وجوب پر اکتفا کی ولم یلزم الناذر ما لیس من جنسہ فرض کعیادۃ

مريضٍ وتشييع جنازةٍ ودخول مسجدٍ ولو مسجد الرسول صلى الله عليه وسلم او الاقصى لانه ليس من جنسها فرض مقصود و
هذا هو الضابط كما في الدرر اور ادا کرنا لازم نہین نذر کرنیوالے پر اوس قسم کی نذر کا جسکی ہمجنس شرع مین کوئی فرض نہین چنانچہ عیادت بیمار کی اور
جنازہ کے ساتھ چلنا اور مسجد کا داخل ہونا اگرچہ مسجد رسول اللہ کی ہو صلی اللہ علیہ وسلم یا مسجد اقصی ہو یعنی اگر کوئی نذر مانے عیادت مریض یا شایعت
جنازہ یا دخول مسجد کی تو اوسکا ادا کرنا نذر پر لازم نہوگا اگرچہ یہ امور عبادت ہین لیکن مجانس انکی کوئی فرض مقصود بالذات نہین اور یہی قاعدہ کلیہ
ہے لزوم اور عدم لزوم نذر مین کذا فی الدرر ھ اگر کوئی کہے کہ حج مین طواف الزیارۃ فرض ہے اور وہ بدون داخل ہونے مسجد الحرام کے نہین ہوتا اوسکا
جواب یہ ہے کہ طواف فرض ہے نہ دخول تو دخول مقصود بالذات عبادت نہ ٹھہرا بلکہ واسطے ادای طواف کے چنانچہ وضو واسطے نماز کے اور یسیطرح پل اور خانقاہ
اور سرای اور بانکی سبیل کہنے کی نذر اگر مانیگا تو لازم نہوگی اسواسطے کہ انکی جنس کا کوئی شرع مین فرض نہین کذا فی المنح وفی البحر شرائطه خمس
فزاد ان لا يكون معصية لذاته فصح نذر صوم يوم النحر لانه لغيره وان لا يكون واجبا عليه قبل النذر فلو نذر حجة الاسلام
لم يلزمه شيء غيرها وان لا يكون ما التزمه اكثر مما يملكه او ملكا لغيره فلو نذر التصدق بالالف ولا يملك الا مائة لزمه
المائة فقط خلاصه انتهى اور بحر الرائق مین ہے کہ شرائط لازم ہونے نذر کی پانچ ہین سو مصنف نے دو شرطین بیان کین تیسری شرط یہ زیادہ کی ہے
کہ وہ معصیت بالذات نہو تو صحیح ہے نذر یوم النحر کے صوم کی اسواسطے کہ صوم عید قربانی کا معصیت بالذات نہین بلکہ معصیت بالغیر ہے یعنی اسواسطے ممنوع
ہے صوم عید اضحی کا کہ ضیافت ربانی کا دن ہے اور اگر معصیت بالذات کی نذر کریگا تو صحیح نہوگی اور کفارہ لازم آویگا کذا فی حاشیۃ الحلبی عن الظہیریۃ اور
چوتھی شرط نذر کی یہ ہے کہ وہ چیز اوسپر واجب نہو قبل نذر کے تو اگر فرض حج کی نذر کریگا تو اوسپر کچھ لازم نہوگا سوای فرض حج کے اور پانچوین شرط
نذر کی یہ ہے کہ وہ چیز زیادہ نہو اوس مال سے جسقدر کا کہ وہ مالک ہے یا وہ چیز غیر کی مملوک نہو سو اگر نذر مانی ہزار درم کی خیرات کی اور حالانکہ وہ مالک نہین
مگر سو درم کا تو اوسپر فقط سو درم لازم ہونگے نہ زیادہ کذا فی الخلاصہ انتہی کلام البحر حاصل یہ ہے کہ نذر کی شرطین پانچ ہین کہ بدون اونکے نذر صحیح نہین
شرط اول یہ ہے کہ اوسکی جنس کا فرض ہو یعنی منذور کے فرائض شرعیہ مین اصل ثابت ہو دوسری یہ کہ عبادت مقصود ہو تیسری یہ ہے کہ وہ بالذات معصیت
نہو چوتھے یہ کہ منذور اوسپر واجب نہو قبل نذر کے پانچوین یہ کہ منذور اوس کی ملک سے زیادہ نہو اور غیر کا مملوک نہو قلت ویزاد کما فی زواھر الجواھر
وان لا يكون مستحيل الكون فلو نذر صوم امس او اعتكافه لم يصح نذره وفي القنية نذر التصدق على الاغنياء لم يصح ما
لم ينو ابناء السبيل شارح کہتا ہے مین کہتا ہون اور بحر الرائق کی شرائط خمسہ پر چھٹی شرط اور زیادہ کیگئی ہے جو زواہر الجواہر مین ہے وہ یہ ہے
کہ منذور مستحیل الوجود نہو تو اگر کل یعنی یوم گذشتہ کا صوم یا اعتکاف کی نذر کی تو یہ نذر صحیح نہین کہ ممکن الوجود نہین اور قنیہ مین ہے کہ نذر کی اغنیا
پر خیرات کرنیکی تو صحیح نہین جبتک اغنیا مسافرین کی نیت نکرے اسواسطے کہ غنی پر صدقہ کرنا نذر کا جائز نہین مصرف نذر کا فقرا و مساکین ہین نہ اغنیا
یہ جو ہندوستان مین رواج ہے کہ نذر اللہ کا کھانا یا شیرینی سبکو کھلاتے ہین غنی کو بھی اور محتاج کو بھی سو خلاف شرع ہے غنی کے کھلانے سے نذر ادا نہین ہوتی
تو اوسکا اعادہ لازم ہے اور جیسے نذر کا دینا غنی کو جائز نہین ویسے ہی سید کو بھی جائز نہین مثل زکوۃ کے غنی سے مراد یہان وہ ہے جو صاحب نصاب
ہو یعنی جسکو ساڑھے باون روپیہ کا مقدور ہو خواہ اسقدر نقد ہو یا جنس چنانچہ باغ یا زمین یا رہنے کے سوا دوسری حویلی اتنی مالیت کی ہو کذا فی کتب الفقہ
ولو نذر التسبيحات دبر الصلوة لم يلزمه اگر نذر کی تسبیحات کی بعد نماز کے تو یہ نذر لازم نہین اسواسطے کہ سبحان اللہ کہنا فرض نہین ولو نذر ان
يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم كل يوم كذا لزمه وقيل لا اور اگر نذر مانی پڑھنا درود یعنی سو یا ہزار بار ہر روز پڑھا کرونگا تو یہ نذر اوسکو
لازم الادا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ لازم نہین ھ لزوم نذر کی یہ وجہ ہے کہ اگرچہ نماز مین درود پڑھنا فرض نہین لیکن تمام عمر مین ایکبار درود
پڑھنا فرض ہے چنانچہ کتاب الصلوۃ مین مذکور ہو چکا تو درود کی نذر کرنا صحیح ہوگا کہ اوسکے ہمجنس کی فرضیت ثابت ہے اور قول ثانی کی شاید وجہ
یہ ہے کہ فرضیت درود کی قطعی نہین واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبی ثم ان المعلق فيه تفصيل فان علقه بشرط يريده كان قدم غائبي او

شُفِيَ مَرِيضِي يُوفِي وُجُوبًا إِنْ وُجِدَ الشَّرْطُ وَإِنْ عَلَّقَهُ بِمَا لَمْ يُرِدْهُ كَإِنْ زَنَيْتُ بِفُلَانَةٍ مَثَلًا فَحَنِثَ وَفَى بِنَذْرِهِ أَوْ كَفَّرَ لِيَمِينِهِ عَلَى الْمَذْهَبِ لِأَنَّهُ
نَذْرٌ بِظَاهِرِهِ يَمِينٌ بِمَعْنَاهُ فَيُخَيَّرُ ضَرُورَةً اور بعد اسکے نیت کرنا چاہیے کہ نذر معلق کے مذہب میں تفصیل ہے سو اگر نذر کو معلق کیا ایسی شرط پر جسکی اوسکو خواہش ہے
چنانچہ یون کہا کہ اگر میرا غائب شخص آوے یا میرا بیمار چنگا ہو تو مجھپر صدقہ واجب ہے تو نذر کو پورا کرے بنا بر وجوب کے اگر شرط پائی جاوے یعنی اگر غائب آدمی آیا یا
چنگا ہو تو صدقہ دینا واجب ہے نہ کفارہ یمین کا اور اگر نذر کو معلق کیا اوس شرط پر جسکی اوسکو خواہش نہیں چنانچہ یون کہا کہ اگر میں فلانی عورت سے زنا
کرون مثلا تو مجھپر صدقہ نذر ہے پھر وہ حانث ہوا یعنی اوس عورت سے زنا کیا تو چاہیے اپنی نذر کو پورا کرے یعنی صدقہ دیوے یا کفارہ دیوے اپنی اس قسم کا
بنا بر مذہب صحیح مفتی بہ کے ایفاء نذر اور کفارہ دینے کا اسواسطے اختیار ہوا کہ یہہ قول ظاہر میں نذر ہے اور باطن میں یمین تو بالضرورۃ ایفاء نذر یا کفارہ
دینے میں اوسکو اختیار ہوگا [ف] وجہ یمین ہونے اس قول کی یہہ کہ جب اوسنے منذور کو مثلا صدقہ کو اوس شرط پر معلق کیا جسکی اسکو خواہش نہیں مثلا
زنا پر تو معلوم ہوا کہ منذور اوسکو مطلوب نہیں اسواسطے کہ اوسکو مانع قرار دیا اس شرط کے فعل سے مانند دخول دار اور کلام زید کے اور یہی حقیقت
ہے یمین کی یعنی منع نفس لیکن چونکہ بظاہر یہہ قول نذر ہے لہذا اوسکو اختیار حاصل ہوا ایفاء نذر اور کفارہ دینے میں بسبب دونو وجہ کے بخلاف اوس
شرط کی تعلیق کے جسکی اوسکو خواہش نہیں کہ بعد وجود شرط کے وہ معلق بمعنی منجز کے ہے لہذا نذر معلق مذکور نذر منجز کے حکم میں مندرج ہو گئی یعنی وجوب ایفاء
نذر میں کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر اور ظاہر مذہب یہہ ہے کہ نذر مطلق اور نذر معلق میں مطلقا ایفاء نذر واجب ہے نہ کفارہ اور مجموع النوازل میں منقول ہے
کہ امام اعظم نے ظاہر مذہب سے نذر معلق میں تفصیل مذکور کیطرف رجوع کیا اور یہی قول امام سرخسی اور شہید کا مختار ہے اور اسی پر فتوی ہے اور وجہ اس تفصیل
کی حدیث صحیح مسلم کی ہے کہ کفارۃ نذر کا وہی کفارہ ہے یمین کا کذا فی النہر الفائق نَذَرَ مُكَلَّفٌ بِعِتْقِ رَقَبَةٍ فِي مِلْكِهِ وَفَى بِهِ وَلَا يَقْضِي إِلَّا بِالتَّرَاضِي
وَلَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْحُكْمِ فَلَا يُجْبِرُهُ الْقَاضِي نذر کی مکلف نے گردن آزاد کرنیکی اپنی ملک میں یعنی یون کہا کہ نذر ہے اسواسطے مجھکو آزاد کرنا اسی غلام کا
لازم ہوا اور حالانکہ وہ غلام اوسکا مملوک ہے تو اس نذر کو پورا کرے اگر ہوا اور اگر پورا نکریگا تو گنہگار ہوگا ترک اعتاق سے اور یہہ امر حکومت کے نیچے داخل
نہیں تو اوسپر قاضی جبر کرے اعتاق کیواسطے نَذَرَ أَنْ يَذْبَحَ وَلَدَهُ فَعَلَيْهِ شَاةٌ لِقِصَّةِ الْخَلِيلِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَأَلْغَاهُ الثَّانِي وَ
الشَّافِعِيُّ كَنَذْرِهِ بِقَتْلِهِ نذر مانی ایک شخص نے کہ اپنے ولد کو ذبح کریگا تو اوسپر بھیڑ یا بکری لازم ہے بدلیل قصہ ابراہیم خلیل علیہ الصلوۃ والسلام کے
وہ ذبح فرزند پر مستعد ہوئے تھے بموجب رویت منامی کے سو حق تعالے نے اوسکا بدلا دنبہ قرار دیا چونکہ شریعت انبیاء سابقین بشرط عدم نسخ واجب العمل ہے
لہذا امام اعظم اور محمد نے ذبح فرزند کی نذر میں بھیڑ یا بکری تجویز کی اور ابو یوسف اور شافعی نے اس نذر کو لغو کہا ہے اسواسطے کہ معصیت کی نذر ہے کذا
فی المنح جیسے اپنے فرزند کے قتل کی نذر جائز نہیں بالاتفاق اسواسطے کہ معصیت ہے اور قصہ خلیل علیہ السلام میں ذبح وارد ہے نہ قتل کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولغا
لَوْ كَانَ بِذَبْحِ نَفْسِهِ أَوْ عَبْدِهِ وَأَوْجَبَ مُحَمَّدٌ الشَّاةَ وَلَوْ بِذَبْحِ أَبِيهِ أَوْ جَدِّهِ أَوْ أُمِّهِ لَغَا إِجْمَاعًا لِأَنَّهُمْ لَيْسُوا كَسْبَهُ اور لغو ہے اگر اپنے ذبح کرنیکی
نذر کی ہو یا اپنے غلام کی اور محمد نے ذبح نفس اور ذبح غلام میں بکری واجب کی ہے اور اگر اپنے باپ یا دادا یا ماں کی ذبحکی نذر مانی تو بالاجماع لغو ہے اسواسطے کہ انسان کے
اصول اوسکی کسب نہیں بخلاف ولد کے کہ وہ کسب ہے انسان کا چنانچہ حدیث صحیح میں وارد ہے کذا فی المنح وَلَوْ قَالَ إِنْ بَرِئْتُ مِنْ مَرَضِي هَذَا ذَبَحْتُ شَاةً أَوْ
عَلَيَّ شَاةٌ أَذْبَحُهَا فَبَرِئَ لَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ لِأَنَّ الذَّبْحَ لَيْسَ مِنْ جِنْسِهِ فَرْضٌ بَلْ وَاجِبٌ كَالْأُضْحِيَّةِ فَلَا يَصِحُّ اور اگر یون کہا کہ اگر میں چنگا ہو گیا
اپنے اس مرض سے تو میں بکری ذبح کرونگا یا مجھپر بکری لازم ہے کہ اوسکو ذبح کرونگا پھر وہ چنگا ہو گیا تو اوسپر کچھ لازم نہیں اسواسطے کہ بجنس ذبح کوئی فرض نہیں
بلکہ ذبح واجب ہے چنانچہ قربانی تو یہہ نذر صحیح نہیں اسواسطے کہ مذکور ہو چکا شرائط صحت نذر سے یہہ ہے کہ اوسکی بجنس فرض ہو نہ واجب إِلَّا إِذَا زَادَ وَأَتَصَدَّقُ
بِلَحْمِهَا فَيَلْزَمُهُ لِأَنَّ الصَّدَقَةَ مِنْ جِنْسِهَا فَرْضٌ وَهِيَ الزَّكَاةُ فَتْحٌ وَبَحْرٌ وَفِي مَتْنِ الدُّرَرِ تَنَاقُضٌ مِنَحٌ مگر جب ذبح کرنیکی نذر سے زیادہ کہے کہ اسکی
گوشت کو خیرات کرونگا تو اب یہہ نذر لازم ہو جاویگی اسواسطے کہ بجنس تصدق فرض ہے یعنی زکوۃ از قسم صدقات ہے کذا فی الفتح والبحر تو معلوم ہوا کہ درر کے
متن میں تناقض ہے کذا فی المنح [ف] منح الغفار میں کہا کہ ملا خسرو نے درر و غرر میں کہا کہ اگر ایک شخص بولا کہ اگر میں چنگا ہو گیا اپنے مرض سے تو بکری ذبح کرونگا

ف اس عبارت کا مطلب صاف نہیں مترجم کو شاید بنا کر دافع کیا مطلب یہہ ہے کہ عدم خواہش کی چیز سے کہ شرط منذور کی چیز ہے جیسے دخول دار کرنا وغیرہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ شرط نہ کرے منع نفس مقصود ہے جو حقیقت یمین کی ہے ۱۲

تو اوسپر کچھ لازم نہیں مگر جب یون کہے لِلّٰہِ عَلَیَّ اَنْ اَذْبَحَ جَزُوْرًا یعنی خدا کے واسطے ذبح کرنا بکری کا مجھپر لازم ہے اسواسطے کہ لزوم نہیں ہوتا مگر نذر سے اور صیغہ نذر کا قول ثانی مین
ہے نہ اول مین انتہی کلامہ حالانکہ شرط نذر دوسری صورت مین بھی حاصل نہین یعنی جنس اوسکی کوئی فرض نہیں چنانچہ خود صاحب درر نے اسکو مصرح بیان کیا ہے تو اوسکی کلام
مین تناقض ہے انتہی مضمون المنحۃ طحطاوی نے کہا درر کی عبارت مین فی الواقع تناقض نہیں اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین قاضیخان سے منقول ہے کہ رجل قال ان
برئت من مرضی ہذا ذبحت شاۃ فبرأ لا یلزمہ شیء الا ان یقول ان برئت فللّٰہ علیّ ان اذبح شاۃ انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ ذبح کی نذر بتصریح صیغہ نذر لازم ہے
اگرچہ جنس نذر یعنی اضحیہ اوسکے [illegible] تو ثابت ہوا کہ [illegible] وجوب حقیقی ہے جو مقصود طحطاوی تھا اور یہ جو صاحب درر نے کہا ہے کہ جب منذور کے جنس فرض
نہ ہوگا تب نذر لازم ہوگی [illegible] انتہی قول الطحطاوی ملخصا خلاصہ یہ ہے کہ شرط لزوم نذر یہ ہے کہ اوسکی جنس سے
ہو اور فرض ہونے مین بطریق [illegible] اور شارح کا ولو قال للّٰہ علیّ ان اذبح جزورا واتصدق
بلحمہ فذبح مکانہ سبع شیاہ جاز [illegible] لا یخفی اور اگر کہا کہ خدا کیواسطے مجھپر لازم ہے ذبح کرنا اونٹ کا اور تصدق کرنا
اوسکے گوشت کا پہر اوسنے اونٹ کی عوض سات بکریان ذبح کین تو جائز ہے کذا فی مجموع النوازل اور وجہ اسکی مخفی نہیں یعنی قربانی اور ہدی مین ایک اونٹ سات
بکریون کی برابر ہے وفی القنیۃ ان ذہبت ہذہ العلۃ فعلیّ کذا فذہبت ثم عادت لا یلزمہ شیء اور قنیہ مین ہے کہ ایک شخص نے یون کہا کہ اگر میری
یہ بیماری جاتی رہی تو مجھپر فلانی چیز لازم ہے سو وہ بیماری جاتی رہی لیکن پہر آئی تو اوسپر اوس نذر لازم نہیں اسواسطے کہ مقصود زوال علت تھا اسطرح پر کہ
عود نکرے سو حاصل نہوا انتہی [illegible] الصدقۃ جاز الصرف الی فقراء غیرہا المانقی وفی کتاب الصوم ان النذر غیر المعلق لا یختص بشیء نذر مانی فقراء
مکہ معظمہ کیواسطے [illegible] جائز ہے صرف [illegible] غیر مکہ کیطرف اسواسطے کہ کتاب الصوم مین ثابت ہو چکا ہے کہ نذر غیر معلق کسی چیز سے مخصوص نہیں یعنی خصوصیت فقرا و
درہم و مکان و زمان کی اسمین نہیں اسواسطے کہ مقصود دفع حاجت فقیر ہے تو خصوصیت مکان کو اسمین دخل نہیں کذا فی المنح نذر ان یتصدق
بعشرۃ دراہم من الخبز فتصدق بغیرہ جاز ان ساوی العشرۃ کتصدقہ بثمنہ نذر کیا کہ دس درہم کی روٹیان تصدق کریگا سوا دسنے روٹیون کے
سوا اور کہانا تصدق کیا مثلاً گوشت اور چانول تو جائز ہے اگر قیمت مین دونو برابر ہون جیسے روٹیون کی قیمت کا خیرات دینا جائز ہے اسواسطے کہ مقصود اصلی
دفع حاجت فقیر ہے طعام کی کچھ خصوصیت نہیں اور قیمت دینا زیادہ تر نافع ہے فقیر کو کذا فی المنح نذر صوم شہر معین لزمہ متتابعا لکن ان افطر
فیہ یوما قضاہ وحدہ وان قال متتابعا بلا لزوم استقبال لانہ معین نذر کی معین مہینے کے صوم کی تو اوسپر پے درپے روزہ رکھنا لازم
ہوگا لیکن اگر اوس مہینے مین ایک دن روزہ نرکھیگا تو فقط اوسی دن کی قضا کرلے اگرچہ اوسنے برابر روزہ رکھنے کو کہا ہو تو بھی ایک ہی دن کی قضا کرے
بدون لزوم استقبال کے یعنی ایک دن کے ترک صوم سے اوسپر سرے سے روزہ رکھنا لازم نہیں اسواسطے کہ وہ مہینہ معین ہے استقبال اوسمین متصور نہیں ولو نذر
صوم الابد فاکل لعذر فدی اور اگر نذر کی ہمیشہ کے صوم کی پہر اوسنے عذر سے کہایا تو فدیہ دیوے قید عذر کی اتفاقی ہے اگر بلا عذر کہاویگا تو بھی فدیہ
لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی نذر ان یتصدق بالف من مالہ وہو یملک دونہا لزمہ ما یملک منہا فقط ہو المختار لانہ فیما لم یملک لم یوجد
النذر فی الملک ولا مضافا الی سببہ فلم یصح نذر کی ہزار تصدق کرنیکی اپنے مال سے اور حالانکہ وہ ہزار سے کم کا مالک ہے مثلاً چارسو کا تو اوسپر فقط
اوسی قدر کی نذر لازم ہوگی جسقدر کا کہ وہ مالک ہے یعنی چارسو کا مثلاً یہی قول مختار ہے اسواسطے کہ غیر مملوک مین نذر نہ پائی گئی ملک مین اور نہ مضاف ہے
سبب الملک مین تو صحیح نہوگی کالو قال مالی فی المساکین صدقۃ ولا مال لہ لم یصح اتفاقا منح اگر یون کہا کہ میرا مال فقیرون مین صدقہ ہے اور حالانکہ
اوسکا کچھ مال نہیں تو یہ نذر صحیح نہیں بالاتفاق بسبب عدم ملک اور عدم اضافت کی طحطاوی نے کہا کہ عدم مال کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر مال
بھی ہوگا تو بھی اوسپر کوئی چیز لازم نہیں اسواسطے کہ قول مذکور مین نذر کا صیغہ نہیں نذر ان التصدق بہذہ المائۃ یوم کذا علی زید فتصدق
بمائۃ اخری قبلہ ای قبل ذلک الیوم علی فقیر آخر جاز لما تقرر فیما اگر نذر کی ان سو درہمونکی خیرات کی فلانے دن زید پر سو اوسنے اور سو درہم
کو اوس دن سے پہلے دوسرے فقیر کو خیرات دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا سابق مین کہ نذر غیر معلق مین کسی چیز کی خصوصیت نہیں نہ فقیر کی نہ درم کی نہ وقت

کی قال علیّ نذر ولم یزد علیہ ولا نیۃ لہ فعلیہ کفارۃ یمین کما کہ مجہ پہ نذر واجب ہے اور اوسنے کوئی لفظ زیادہ نہ بولا اور صوم یا صدقہ کی کچہ نیت بھی
نکی تو اوسپر کفارہ یمین کا لازم ہے ولو نویٰ صیاماً بلا عدد لزمہ ثلثۃ ایام اور اگر قول مذکور مین صوم کی نیت بلا عدد معین کے کی تو اوسپر تین دن کا روزہ
لازم ہے اسواسطے کہ ایجاب عبد کا حق تعالیٰ کے ایجاب پر معتبر ہوا اور صوم واجب کا ادنیٰ مرتبہ تین دن کا روزہ کفارہ یمین ہے ولو صدقۃ فاطعام عشرۃ
مساکین کالفطرۃ اور اگر قول مذکور مین صدقہ کی نیت کی بلا تعیین تو دس فقیرون کا کہانا دینا لازم ہے بقدر صدقہ فطر کے اسواسطے کہ کفارہ یمین مین اسیقدر
اطعام واجب ہے کذا فی الطحطاوی ولو نذر ثلثین حجۃ لزمہ بقدر عمرہ اور اگر نذر کی تیس حج کی تو اوسپر بقدر اوسکی عمر کے حج کرنا لازم ہو تو اگر قبل تیس
برس کے وہ مرگیا تو باقی کی وصیت اوسپر لازم نہین وصل بحلفہ ان شاء اللہ بطل یمینہ ملایا اپنی قسم سے انشاء اللہ کو یعنی یون کہا کہ واللہ مین
زید سے نہ بولونگا انشاء اللہ تو اوسکی قسم باطل ہوگئی یعنی زید کے تکلم سے حانث نہوگا چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الطلاق کے باب التعلیق مین مذکور
ہوچکی اور اگر انشاء اللہ کو بعد قسم کے منفصل کہا تو یہ استثنا مبطل یمین وغیرہ کا نہین اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے کہ استثناء منفصل
بھی مبطل ہے علم مناسب مقام یہ حکایت لطیف ہے کہ محمد بن اسحاق صاحب مغازی منصور دوانقی خلیفہ عباسی کے پاس اپنی کتاب المغازی کو پڑہتے تھے
اور امام اعظم بھی وہان موجود تھے محمد بن اسحق نے خلیفہ سے کہا کہ یہ شیخ یعنی امام اعظم خلیفہ کے جد کی مخالفت کرتا ہے استثنا منفصل مین خلیفہ نے امام
سے کہا کہ تمہارا یہ رتبہ ہوا کہ ہمارے جد کی مخالفت کرتے ہو امام نے کہا یہ شخص یعنی محمد بن اسحاق خلیفہ کی سلطنت مٹایا چاہتا ہے اسلئے کہ جب استثنا منفصل جائز ہوا تو آپکے عہد خلافت کو سلام ہے اسلئے کہ لوگ
تمسے خلافت کی بیعت کرینگے اور اطاعت کی قسم کہا دینگے پھر باہر نکل کر انشاء اللہ کہینگے اور آپکی مخالفت کرینگے حانث نہونگے تو خلیفہ نے کہا
کیا خوب تمنے کہا اور محمد بن اسحق کو ناخوش ہوکر اپنے پاس سے اوٹہا دیا اور امام اعظم سے کہا کہ تم اس راز کو مخفی رکہنا کذا فی منح الغفار وکذا
یبطل بہ ای بالاستثناء المتصل کلما تعلق بالقول عبادۃ او معاملۃ لو بصیغۃ الاخبار اور اسیطرح استثنا متصل سے باطل ہوجاتا ہے جو امر
کہ قول سے متعلق ہو خواہ عبادت ہو جیسے نذر اور اعتاق یا معاملہ ہو جیسے طلاق اور اقرار بشرطیکہ بصیغہ اخبار ہو یعنی جملہ خبریہ ہو اگرچہ شرعاً انشاء کیواسطے
موضوع ہو چنانچہ صیغ عقود کے ولو بالامر والنہی کاعتقوا عبدی بعد موتی انشاء اللہ تعالیٰ لم یصح وبع عبدی ہذا انشاء اللہ لم یصح
الاستثناء اور اگر استثناء متصل بصیغہ امر یا نہی ہو چنانچہ یون کہا کہ میرے غلام کو آزاد کر دیجیو میری موت کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ تو صحیح نہین اور میرے
اس غلام کو بیچڈال انشاء اللہ تعالیٰ تو یہ استثنا صحیح نہین ہے تو مثال اول مین اعتاق کی وصیت صحیح ہوگی اور مثال ثانی مین مخاطب بیع کا وکیل ہوگا اور
نہی کی مثال یہ ہے کہ فلانے شخص سے نہ بیچنا انشاء اللہ بخلاف المتعلق بالقلب کالنیۃ کما مر فی الصوم واللہ تعالیٰ اعلم بخلاف اوس امر کے جو دل سے
متعلق ہے چنانچہ نیت کہ اوسمین انشاء اللہ کہنا مبطل نہین چنانچہ کتاب الصوم مین مذکور ہوچکا واللہ اعلم یعنی بوقت تلفظ نیت صوم انشاء اللہ کہنا مبطل
نہین اسواسطے کہ نیت امور قلبیہ سے ہے نہ لسانیہ سے

باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنی والاتیان

باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنی والاتیان

والرکوب وغیر ذلک یہ باب ہے دخول اور خروج اور سکونت اور آنے اور سوار ہونے اور انکے سوا اور افعال کی قسم کہانیکے احکام مین مصنف نے
اون افعال کا ذکر شروع کیا جنپر لوگ قسم کہاتے ہین اور چونکہ ضبط افعال کا بسبب کثرت کے متصور نہین لہذا اوسیقدر پر اکتفا کی جسکو فقہا نے کتب مین ذکر
کیا ہے اور مذکور کتب مین دو قسم کے فعل مین ایک افعال ظاہریہ دوسری امور شرعیہ اور افعال مذکورہ مین دخول وغیرہ سے اسواسطے ابتدا کی کہ جسم کیواسطے
مکان مین رہنا کہانے پینے سے زیادہ تر لازم ہے والاصل ان الایمان مبنیۃ عند الشافعی علی الحقیقۃ اللغویۃ وعند مالک علی الاستعمال
القرآنی وعند احمد علی النیۃ وعندنا علی العرف ما لم ینو ما یحتملہ اللفظ فلا حنث فی لا یہدم بیتاً ببیت العنکبوت الا بالنیۃ
فتح اصل یہ ہے کہ قسمین مبنی ہین امام شافعی کے نزدیک حقیقت لغوی پر اور امام مالک کے نزدیک استعمال قرآنی پر اور نزدیک امام احمد کے نیت پر اور ہمارے نزدیک عرف پر قسم کی بنا ہے
جبتک کہ قسم کہانیوالے نے وہ نیت نکی ہو جسکو لفظ محتمل ہو تو ہمارے نزدیک اس قول مین کہ واللہ کوئی گہر نگراؤنگا حنث نہین مکڑی کے گہر گرانے سے
اسواسطے کہ مکڑی کے جالے کو عرف مین گہر نہین بولتے ہین مگر نیت ہو البتہ حانث ہوگا کذا فی الفتح یعنی اگر قسم کہانیوالا گہر سے مکڑی کا گہر ارادہ کریگا

سابق مین مذکور ہو چکی اور بحر الرائق مین معین اور غیر معین کے فرق کو بدائع کیطرف نسبت کیا ہے لیکن اوسمین نہر الفائق مین اعتراض کیا ہے کہ بیت معین اور غیر معین مین کچھ فرق نہین جب کہ وہ شب باشی کے لائق ہو قید بھذہ الدار لانہ لو اشار ولم یسمہا بان قال ھذہ حنث بدخولھا علی ای صفۃ کانت کھذا المسجد فخرب لبقائہ مسجدا الی یوم القیمۃ بہ یفتی شارح کہتا ہے مصنف نے لا یدخل ہذہ الدار کو باسم اشارہ اور تسمیہ مقید کیا اسواسطے کہ اگر فقط اشارہ کرے دار کیطرف اور نام نہ لے یعنی یون کہے کہ اسمین نہ داخل ہوگا تو حانث ہوگا دخول دار سے جس صفت پر کہ وہ ہو یعنی اگرچہ باغ یا حمام یا مسجد بن گئی ہو تو بھی حانث ہوگا چنانچہ ہذا المسجد مین یعنی قسم کھائی کہ اس مسجد مین نہ داخل ہوگا پھر وہ ویران ہوگئی اور وہ داخل ہوا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ مسجد کا حکم قیامت تک باقی رہتا ہے اگرچہ وہ ویران یا باغ ہو جاوے اور یہ قول ہے ابو یوسف کا اسی پر فتوی ہے ولو زید فیہ حصۃ فدخلھا لم یحنث ما لم یقل مسجد بنی فلان فیحنث کذلک الدار لانہ عقد یمینہ علی الاضافۃ وذلک موجود فی الزیادۃ بدائع بحر اور اگر مسجد مین کسیکی زمین کا حصہ زیادہ کر دیا گیا تو اوسکے دخول سے حانث نہوگا جبتک یون نکہے کہ فلانی قوم کی مسجد مین نہ داخل ہوگا پھر جب کہ اسطرح کہیگا تو اوسکے دخول سے حانث ہوگا اور ایسا ہی حکم ہے دار کا در صورت زیادت حصہ اسواسطے کہ حالف نے اپنی یمین کو منعقد کیا ہے اضافت پر یعنی فلانی قوم کی مسجد پر اور یہ موجود ہے اوس زیادتی مین جو مسجد مین داخل ہوگئی کذا فی البحر عن البدائع ولو حلف لا یجلس الی ھذہ الاسطوانۃ او الی ھذا الحائط فھدما ثم بنیا ولو بنقضھما او لا یرکب ھذہ السفینۃ فنقضت ثم اعیدت بخشبہا لم یحنث اور اگر قسم کھائی کہ اس ستون یا اس دیوار کیطرف نہ بیٹھیگا پھر وہ دونو منہدم ہو گئے بعد اسکے بنائی گئے اگرچہ انکو توڑ کر اوسی اینٹ اور مٹی سے بنایا ہو یا یون قسم کھائی کہ اس ناؤ پر سوار نہوگا پھر وہ توڑی گئی بعد اسکے اوسیکی لکڑی سے دوبارہ بنائی گئی تو ستون یا دیوار کے پاس بیٹھنے یا ناؤ کے سوار ہونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ پہلا نام زائل ہو گیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی کما لو حلف لا یکتب بھذا القلم فکسرہ ثم براہ فکتب بہ لان غیر المبری لا یسمی قلما بل انبوبا فاذا کسرہ فقد زال الاسم ومتی زال بطلت الیمین چنانچہ اگر قسم کھائی کہ اس قلم سے نہ لکھیگا پھر اوسکو توڑ ڈالا بعد اسکے پھر قلم تراشا اور اوس سے لکھا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ غیر تراشی کا نام قلم نہین ہوتا بلکہ اوسکو چونگی کہتے ہین پھر جب قلم کو توڑا تو قلم کا نام زائل ہو گیا اور جب نام زائل ہوا تو قسم باطل ہو گئی ثم محشی نے کہا کہ بالفعل عرف بدل گیا کہ ٹوٹا قلم کہتے ہین تو نام زائل نہوا تو تراش کر لکھنے کے بعد بھی حانث ہوگا والواقف علی السطح داخل عند المتقدمین خلافا للمتاخرین اور جو شخص گھر کی چھت پر کھڑا ہو وہ گھر کے اندر داخل ہے فقہاء متقدمین کے نزدیک بخلاف متاخرین کے یعنی اگر قسم کھائی کہ اس گھر مین نہ داخل ہوگا پھر دوسرے گھر کی چھت سے اس گھر کی چھت پر آیا تو متقدمین کے نزدیک حانث ہوگا نہ متاخرین کے نزدیک ووفق الکمال بحمل الحنث علی سطح لہ ساتر وعدمہ علی مقابلہ اور کمال الدین نے فتح القدیر مین جمع بین القولین کیا ہے حنث کو اوس چھت پر محمول کرکے جسکے گرد پردہ ہو دیوار وغیرہ کا اور عدم حنث عدم پردہ پر محمول کیا ہے یعنی اگر چھت کے گرد احاطہ ہے تو اوسپر قائم ہونے سے حانث ہوگا بموجب قول متقدمین کے اور اگر اوسپر پردہ نہین تو حانث نہوگا بموجب قول متاخرین کے اسواسطے کہ دار عبارت ہے اوس سے جسکے گرد دائرہ محیط ہو اور یہ امر نیچے اور اوپر دونو درجون مین حاصل ہے اور اگر چھت پر احاطہ نہین تو یہ بات حاصل نہین کذا فی الفتح وقال ابن الکمال ان الحالف من بلاد العجم لا یحنث قال مسکین وعلیہ الفتوی اور ابن کمال نے کہا کہ بلاد عجم کا قسم کھانیوالا چھت پر قائم ہونے سے حانث نہین ہوتا اسواسطے کہ بلاد عجم کے عرف مین اوسکو داخل دار نہین کہتے اور مسکین نے کہا اور اسی قول پر فتوی ہے ثم حلبی نے کہا جب مدار قسم کا عرف پر ہوا تو علیہ الفتوی کہنا بے معنی ہے مگر اس فتوی کو بلاد عجم پر محمول کیجیو وفی البحر افاد انہ لو ارتقی شجرۃ او حائطا حنث وعلی قول المتاخرین لا والظاہر قول المتاخرین فی الکل لانہ لا یسمی داخلا عرفا کما لو حفر سردابا او قناۃ لا ینتفع بھا اہل الدار اور بحر الرائق مین ہے کہ مصنف کنز نے واقف علی السطح کو داخل قرار دینے سے اشارہ کیا کہ اگر گھر والے درخت یا دیوار پر باہر سے کوئی چڑھ جاوے تو حانث ہوگا اور بقول متاخرین حانث نہوگا اور ظاہر تو متاخرین کا قول ہے سب صورتون مین اسلئے کہ درخت اور دیوار کے چڑھنے والے کو عرف مین داخل دار نہین کہتے چنانچہ اگر گھر کے نیچے باہر سے تہ خانہ کھودے یا بطور سرنگ ایسی نہر جاری کرے

کہ گہر والے اوسکے پانی سے اندر کی جانب سے منتفع نہوتے ہون تو اوس تہخانہ اور نہر مستقف گہسنے والے کو داخل دار نہین کہتے قال وعم اطلاقہ المسجد فلو فوقہ
مسکن فدخلہ لم یحنث لانہ لیس بمسجد بدائع صاحب بحر الرائق نے کہا کہ وتبعنا علی السطح کو مطلق کہنا شامل ہے مسجد کو بھی تو اگر مسجد پر رہنے کا مکان
ہو سوا اوسمین جا رہے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ وہ مکان مسجد نہین کذا فی البحر الرائق ولو قید الدخول بالباب یحنث بالحادث ولو نقبا الا اذا عینہ
بالاشارۃ بدائع اور اگر قسم کہانیوالے نے دخول وارین باب کی قید لگائی یعنی یون کہا کہ اس گہر مین دروازہ سے نہ داخل ہوگا تو نئے دروازہ کے داخل ہونے
سے بھی حانث ہوگا اگرچہ بطور نقب ہو مگر اسوقت حانث نہوگا جب کہ دروازہ کو اشارہ سے معین کر دیا ہو کذا فی البدائع نقب سے مراد وہ ہے جو دروازہ
بنانیکو دیوار توڑی گئی ہو کذا فی الطحطاوی والواقف بقدمیہ فی طاق الباب ای عتبتہ التی بحیث لو اغلق الباب کان خارجا لا یحنث وان
کان بعکسہ بحیث لو اغلق کان داخلا حنث فی حلفہ لا یدخل اور جو شخص اپنے دونو قدم سے دروازہ کے ایسے آستانہ پر کہڑا ہوا کہ اگر دروازہ
بند کیا جاوے تو آستانہ باہر ہو جاوے تو حانث نہوگا اور اگر اوسکے بالعکس ہو اسطرح کہ اگر دروازہ بند ہو تو آستانہ گہر کے اندر ہو جاوے تو وہ حانث ہوگا اس
قسم مین کہ گہر مین نہ داخل ہوگا ہم طاق باب، عتبہ اور اسکفۃ الباب آستانہ ہے جسکو اہل ہند دہلیز اور چوکہٹ بولتے ہین ولو کان المحلوف علیہ الخروج
انعکس الحکم اور اگر خروج دار پر قسم کہائی ہو تو حکم بالعکس ہوگا یعنی یون قسم کہائی کہ واسمین اس گہر سے باہر نجاونگا تو آستانہ داخلہ پر کہڑے ہونے
سے حانث نہوگا اور آستانہ خارجہ پر کہڑے ہونے سے حانث ہوگا لکن فی المحیط حلف لا یخرج فرقی شجرۃ فصار بحال لو سقط سقط فی الطریق
لم یحنث لان الشجرۃ کبناء الدار لیکن محیط مین ہے قسم کہائی کہ اس گہر سے باہر نجاویگا پہر وہ گہر کے درخت پر چڑہ گیا اور اس حال پر ہو گیا کہ اگر شاخ
سے اترے تو گہر کے باہر راہ مین گرے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ گہر کا درخت مانند عمارت دار کے ہے ہم شارح نے استدراک کیا حکم سابق کا یعنی موجب روایت محیط
کے آستانہ خارجہ کا کہڑا ہونے والا بھی خارج نہین مگر یہ کہ عرف کو فارق کہئے کذا فی الطحطاوی وھذا الحکم المذکور اذا کان الحالف واقفا بقدمیہ
وطاق الباب فلو وقف باحدی رجلیہ علی العتبۃ وادخل الاخری فان استوی الجانبان او کان الجانب الخارج اسفل لم یحنث
وان کان الجانب الداخل اسفل حنث زیلعی وقیل لا یحنث مطلقا ھو الصحیح ظہیریہ لان الانفصال التام لا یکون الا بالقدمین
اور یہ حکم مذکور یعنی آستانہ خارجہ اور داخلہ کا فرق اوسوقت تک ہے جبتک کہ قسم کہانیوالا اپنے دونو قدم سے دروازہ کے آستانہ پر کہڑا ہو سو اگر ایک
قدم سے آستانہ پر کہڑا ہوا اور دوسرا قدم اندر گہر کے داخل کرے سو اگر دونو طرفین خارجی اور داخلی برابر ہون یا خارجی طرف پست ہو داخلی سے تو حانث
نہوگا عدم دخول کی قسم مین اسواسطے کہ تمام بدن کا بوجہ پست جانب کیطرف ہوتا ہے اور اگر داخلی طرف نیچی ہو خارجی طرف سے تو حانث ہوگا کذا فی شرح الزیلعی
اور دوسرا قول یہ ہے کہ کسیطرح حانث نہوگا خواہ داخلی طرف پست ہو یا خارجی اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ پوری جدائی بدون دونون
قدم کے نہین ہوتی اور ایک قدم کے رکہنے مین اگرچہ پست جانب کیطرف بدن کا بوجہ زیادہ ہوتا ہے لیکن دوسرے قدم کی طرف بہی لگاؤ رہتا ہے ودوام
الرکوب واللبس والسکنی کالانشاء فیحنث بمکثہ ساعۃ اور دوام رکوب اور لبس اور سکونت مانند انشاء کے ہے تو ایک ساعت کے
توقف سے بہی حانث ہوگا یعنی اگر قسم کہائی کہ اس جانور پر سوار نہوگا اور حالانکہ اوسپر سوار ہے یا قسم کہائی کہ اس قمیص کو نہ پہنے گا حالانکہ وہ اوسکو
پہنے ہے یا قسم کہائی کہ اس حویلی مین نہ سکونت کریگا حالانکہ اوسمین ساکن ہے تو اگر بعد اس قسم کے ایک ساعت بہی سوار رہیگا یا قمیص نہ اوتاریگا
یا گہر سے باہر نکل نجاویگا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ دوام اور ثبات ان افعال کا بجائے انشاء افعال ہے گویا اب سوار ہوا یا اب قمیص پہنا یا اب
سکونت کی لا دوام الدخول والخروج والتزوج والتطہیر لان الضابط ان ما یمتد فلدوامہ حکم الابتداء والا فلا اور دوام دخول
اور خروج اور تزوج اور تطہیر انشاء کی مانند نہین اسواسطے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو فعل لائق امتداد اور دیرپائی کے ہے مانند رکوب اور لبس اور
سکونت کے تو اوسکے دوام کو ابتداء فعل کا حکم ہے اور جو فعل دیرپائی کے لائق نہین مانند دخول وغیرہ کے اوسکے دوام کو ابتدا کا حکم نہین تو اگر
قسم کہائی کہ اس گہر مین داخل نہوگا حالانکہ اوسمین داخل ہے یا اوس سے نکلیگا حالانکہ وہ خارج ہے یا اوس عورت سے نکاح نکریگا حالانکہ وہ اوسکی

سکونت ہو وضو نکریگا حالانکہ وہ [illegible] ہوا باوجود دوام ان افعال کے حانث نہوگا اور دوام سے مراد یہ ہے کہ ایک ساعت بعد قسم کے اوسی حالت پر باقی
ہے کذا فی المنح وهذا لو اليمين حال الدوام اما قبله فلا فلو قال كلما ركبت فانت طالق او فعلى درهم فنزل وركب دام لزمته
طلقة و درهم و لو كان راكبا لزمه في كل ساعة يمكنه النزول طلقة و درهم اور یہ یعنی دوام کو حکم ابتدا کا ہونا اوس شرط پر ہے
کہ حالت دوام مین قسم ہو اور اگر قبل اسکے قسم ہوگی تو دوام فعل کو حکم ابتدا کا نہین تو اگر اوس نے کہا کہ جب مین سوار ہون تو تو طالق ہے یا مجھپر ایک
درم واجب ہے تو بعد اسکے سوار ہوا اور سوار بنا رہا تو اوسپر ایک طلاق اور ایک ہی درم لازم ہوگا اور اگر قسم سے پہلے سوار ہوگا تو اوسپر ہر ایک ساعت
مین سواری سے اوترنا ممکن ہو ایک ایک طلاق اور درم لازم ہوگا کذا فی المنح عن المجتبی قلت في عرفنا لا يحنث الا بابتداء الفعل في الفصول
كلها وان لم ينو واليه مال استاذنا مجتبی صاحب مجتبی نے کہا مین کہتا ہون کہ ہمارے عرف مین حانث نہین ہوتا مگر ابتدا فعل سے سب افعال مذکورہ
مین اگرچہ نیت نکری ہو اور اسیکی طرف ہمارے اوستاد نے میلان کیا ہے ھم یعنی خواہ فعل ممتد ہو جیسے رکوب یا غیر ممتد ہو جیسے دخول خواہ قسم درحالت
[illegible] ہو یا نہو بہر صورت دوام فعل کو ابتدا فعل کا حکم نہین تو عرفا حانث نہوگا مگر ابتدا فعل سے اور ایک روایت ابو یوسف کی اسیکی موید ہے کذا فی المنح

حالف لا يسكن هذه الدار او البيت او المحلة يعنى الحارة فخرج وبقي متاعه واهله حتى لو بقي وتد حنث قسم کھائی کہ اس گھر یا اس
بیت یا اس گلی محلہ مین سکونت نکریگا سو خود حالف وہان سے نکل گیا اور اوسکا اسباب خواہ اوسکی زوجہ اور اولاد باقی رہی یہانتک کہ اوسکی اسباب مین
سے ایک میخ بھی اگر باقی رہ جاویگی تو حانث ہوگا اسواسطے کہ سکونت عرفی عبارت ہے بقاء متاع اور اہل سے چنانچہ اہل بازار تمام دن بازار مین رہتے ہین لیکن
وہین کے کہلاتے ہین جہان اونکے اہل وعیال اور اسباب رہتا ہے ھم واہلہ کا واو بمعنی او ہے لہذا ترجمہ اسیطرح کیا اسواسطے کہ بقاء متاع اور بقاء اہل ہر ایک
علت مستقلہ ہے حنث کی کذا فی المنح واعتبر محمد نقل ما يقوم به السكنى وهو ارفق وعليه الفتوى قاله العينى ولو انتقل الى السكة او المسجد
قيل لا وصححه قاله الكمال واقره في النهر اور اعتبار کیا ہے محمد نے نقل اسباب خانگی مین اوسقدر کو جس سے سکونت حاصل ہو اور یہہ قول آسان تر ہے اور
اسی پر فتوی ہے بقول شیخ الاسلام عینی یعنی سب اسباب کا اوٹھا لیجانا بقول محمد ترک سکونت کیواسطے لازم نہین بلکہ اگر بقدر ضرورت سکنی نقل متاع
کر [illegible] کا اگرچہ کسی گلی یا مسجد مین نقل مکان کیا ہو بنا بر قول اوجہ یہہ کہا ہے کمال الدین نے اور قائم رکھا ہے اسکو نہر الفائق مین ھم نہر الفائق
مین کہا [illegible] مین کیواسطے نقل متاع اور اہل کافی ہے خواہ یہہ نقل کسی حویلی کیطرف ہوا ہو خواہ کسی گلی یا مسجد کیطرف اور اطلاق عدم حنث اوجہ ہے
بقول صاحب فتح القدیر خلافا للهداية انتهى ملخصا وهذا لو اليمين بالعربية ولو بالفارسية فبخروجه بنفسه اور یہہ یعنی بقاء متاع یا
اہل سے حانث ہونا اوس شرط پر ہے کہ جب یمین حالف کی عربی زبان مین ہو اور اگر فارسی زبان مین قسم ہو تو حالف اپنی قسم مین سچا ہوگا اپنی ذات کے
نکلنے سے بنا بر عرف فارس کے اگرچہ متاع اور اہل باقی رہے كما لو كان سكناه تبعا چنانچہ اگر سکونت حالف کی بالتبع ہو نہ بالاصالت چنانچہ بڑا بیٹا باپ
کے ساتھ رہتا ہو یا زوجہ زوج کے ساتھ رہتی ہو تو خروج بنفسہ سے حنث نہین وکما لو ابت المرأة النقلة وغلبته او لم يمكنه الخروج
لو منع او غلق بابه او اشتغل بطلب دار اخرى او دابة وان بقي اياما او كان له متعة كثيرة فاشتغل بنقلها بنفسه
وان امكنه ان يستكرى دابة لم يحنث اور چنانچہ عورت نے نقل مکان سے انکار کیا اور زوج پر غالب آئی یا حالف کو گھر سے نکلنا ممکن نہوا اگرچہ
[illegible] ہو جانے یا دروازہ بند ہو جانے سے یا حالف گھر یا سواری کی تلاش مین مشغول رہا اگرچہ اس تلاش مین اوسی گھر مین چند روز موجود رہا یا حالف کا اسباب
بہت تہا اور اوسکے اوٹھا لیجانے مین بذات خود مشغول رہا اگرچہ اوسکو کرایہ دیکر جانور کا اسباب لادنے کیواسطے ممکن تہا ان سب صورتون مین
حانث نہوگا وارادة التحول ببدنه ديّن وعند الشافعى يكفى خروجه بنية الانتقال اور اگر عدم سکونت کی قسم مین حالف نے فقط اپنے
بدن کا نکلنا مراد لیا تو باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق ہوگی نہ بنا بر قضا کے اور امام شافعی کے نزدیک نکلنا حالف کا انتقال کی نیت سے عدم حنث
مین کافی ہے بخلاف المصر والبلد والقرية فانه يبر بنفسه فقط بخلاف شہر اور بلد اور گانون کے یعنی اگر قسم کھائی کہ اس شہر یا گانون مین نرہیگا

تو حانث نہوگا فقط بذات خود نکلنے سے اگرچہ متاع اور اہل اوسی شہر مین ہون بنا بر عرف کے نہر الفائق مین کہا کہ ہمارے شہر کے عرف مین متاع اور اہل
کے رکھنے سے انسان ساکن گنا جاتا ہے تو خروج بنفسہ سے حانث ہوگا **فرع** مسئلہ محققہ شارح کا حلف لا یساکن فلانا فساکنہ فی عرصۃ دار او
ھذا فی حجرۃ وھذا فی حجرۃ حنث الا ان تکون دارا کبیرۃ ولو تقاسماھا بحائط بینھما ان عین الدار فی یمینہ حنث وان نکرھا
لا ولو دخلھا فلان غصبا ان اقام معہ حنث علم او لا وان انتقل فورا لا کما لو نزل ضیفا وکذا لو سافر الحالف فسکن فلان
مع اھلہ بہ یفتی لانہ لم یساکنہ حقیقۃ قسم کہائی کہ مثلا زید کے ساتھ سکونت نکریگا پہر اوسکو گہر کے میدان مین رکہا یا حالف ایک کوٹھری
مین ہوا اور زید دوسری کوٹھری مین تو حانث ہوگا مگر اوسوقت مین حانث نہوگا جب گہر بہت بڑا ہو اور اگر گہر کو حالف اور زید نے تقسیم کر لیا درمیان
مین دیوار قائم کرکے تو اگر گہر کو قسم مین معین کر لیا ہو یعنی یون کہا ہو کہ اس گہر مین زید کے ساتھ سکونت نکریگا تو باوجود تقسیم بہی حانث ہوگا
اور اگر گہر کو معین نہین کیا قسم مین تو تقسیم مذکور سے حانث نہوگا اور اگر گہر مین زید داخل ہوگیا بطور غصب کے تو اگر حالف نے غاصب کے ساتھ
اقامت کی تو حانث ہوگا خواہ حالف کو اوسکے رہنے کا علم ہوا ہو یا نہو اور اگر حالف بمجرد دخول زید کے نکل گیا تو حانث نہوگا چنانچہ اس صورت مین
حانث نہین ہوتا اگر مثلا زید حالف کے گہر مین بطور مہمان کے اوترے اور اسیطرح اگر حالف سفر مین جاوے پہر زید اوسکے گہر مین اپنے عیال کے ساتھ
رہے اسواسطے کہ حالف نے اوسکو فی الحقیقت ساکن نہین کیا **م** تاوقتیکہ مہمان پندرہ روز اقامت نکریگا حالف کے ساتھ ساکن نہ گنا جاویگا اور اسکو بہی
یاد رکھنا چاہئے کہ سکونت بدون اہل اور متاع کے متحقق نہین ہوتی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن البحر ولو قید المساکنۃ بشھر حنث بساعۃ
لعدم امتدادھا بخلاف الاقامۃ بحر اور اگر حالف مساکنت کو ایک مہینہ کر مقید کریگا یعنی یون کہیگا کہ مین زید کے ساتھ ایک مہینہ سکونت
نکرونگا تو ایک ساعت کی سکونت سے بہی حانث ہوگا اسواسطے کہ مساکنت مین امتداد نہین بخلاف اقامت کے کذا فی البحر **م** عدم امتداد سکنی غیر مسلم
ہے چنانچہ مصنف مذکور کر چکا ہے کہ دوام رکوب اور سکنے در حکم ابتدا ہے اور کنز مین بہی آپکو موافق ہے تو حق یہ ہے کہ بدون مساکنت ایک
مہینے کے حانث نہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی وفی خزانۃ الفتاوی حلف لا یضربھا فضربھا من غیر قصد لا یحنث اور خزانۃ الفتاوی مین
ہے قسم کہائی کہ عورت کو نہ ماریگا پہر اوسکو بلا قصد مارا تو حانث نہوگا وحنث فی لا یخرج من المسجد ان حمل واخرج مختارا بامرہ وبلا
بان حمل مکرھا لا یحنث ولو راضیا بالخروج فی الاصح اور حانث ہوگا اس قول مین کہ مسجد سے نہ خارج ہوگا اگر اوٹھایا گیا اور بخوشی نکالا گیا
اپنے امر سے اور اگر بدون امر نکالا گیا اسطرح کہ زبردستی اوٹھایا گیا تو حانث ہوگا قول اصح مین اگرچہ بعد جبر کے خروج سے راضی ہوگیا ہو ومثلہ
لا یدخل اقساما واحکاما اور مثل خروج کے دخول ہے اقسام اور احکام مین **م** اگر قسم کہائی کہ مسجد مین نہ داخل ہوگا تو اگر اپنے امر سے داخل
کیا گیا تو حانث ہوگا اور اگر زبردستی داخل کیا گیا تو حانث نہوگا اور خروج مین شارح نے مسجد کی قید اسواسطے لگائی کہ خروج دار بذات خود
بدون متاع اور اہل کے معتبر نہین چنانچہ پہلے مذکور ہو چکا واذا لم یحنث بدخولہ بلا امرہ ولو بزلق او عثر او ھبوب ریح او جمح دابۃ
حل الصحیح ظہیریہ لا تنحل یمینہ لعدم فعلہ حل المذہب الصحیح فتح وغیرہ وفی البحر عن الظھیریۃ بہ یفتی لکنہ خالف فی فتاواہ
فافتی بانحلالھا اخذا بقول ابی شجاع لانہ ارفق لکنک علمت المعتمد اور جب کہ حانث نہوا دخول بلا امر سے اگرچہ پہسلنے یا ٹہوکر کہانے
یا اندہی کے چلنے یا جانور کی سرکشی سے بنا بر قول صحیح داخل ہوگیا ہو کذا فی الظہیریہ تو حالف کی یمین نہ باطل ہوگی بسبب اوسکے عدم فعل کے بنا بر مذہب
صحیح کے کذا فی فتح القدیر وغیرہ اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ عدم بطلان یمین پر فتویٰ ہے تو بعد اوسکے اگر داخل ہوگا تو حانث ہوگا
لیکن صاحب بحر الرائق نے اپنے فتاوی مین اوسکے مخالف کہا ہے سو بطلان یمین کا فتویٰ دیا ہے بدلیل قول ابو شجاع کے اسواسطے کہ بطلان یمین
لوگون کے حق مین آسان تر ہے تاکہ حانث نہون لیکن تمکو قول معتمد یعنے عدم بطلان یمین فتح القدیر وغیرہ سے معلوم ہو چکا ہے تو فتویٰ صاحب
بحر کا لائق اعتماد کے نہین ولا یحنث فی قولہ لا یخرج الا الی جنازۃ ان خرج الیھا قاصدا عند انفصالہ من باب دارہ مشی معھا

نے اجازت مراد لیگا تو دیانۃ اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اور یمین باطل ہوگی عورت کے ایکبار بلا اذن نکلنے سے یعنی جب ایکبار بلا اجازت نکلی تو زوج حانث ہوا
پھر دوسری بار بلا اذن نکلنے سے حانث نہوگا کذا فی النہر ولو قال کلما خرجتِ فقد اذنتُ لک سقط اذنہ ولو نہاھا بعد ذلک صحّ عند محمد
وعلیہ الفتوی ولوالجیہ اور بعد یمین مذکور کے زوج نے کہا کہ جو بار کہ تو نکلے سو البتہ مین نے تجکو اجازت دی تو اس کلام سے ہربار کا اذن لینا ساقط
ہوجاتا ہے اور اگر بعد اس اذن عام کے اوسکو منع کرگیا نکلنے سے تو صحیح ہے امام محمدؒ کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الولوالجیہ وفی الصیرفیۃ حلف
بالطلاق لا یتقبل اھلہ لبلد کذا فرفع الامر للحاکم فبعث رجالا باذنہ فنقل اھلہ لا یحنث اور صیرفیہ مین ہے کہ قسم کھائی طلاق کی کہ اپنے اہل کو
فلانے شہر مین نہ لیجاونگا پھر نالش ہوئی حاکم کے پاس سو حاکم نے ایکمرد کو باذن زوجہ بھیجا سو وہ اوسکے اہل کو اوسی شہر مین لے آیا تو زوج حانث نہوگا اسلئے
کہ حاکم پاس مین نالش کرنے سے حاکم مامور نہین ہوجاتا کہ مامور کا فعل آمر کیطرف منسوب ہو کذا فی المنح بخلاف قولہ الا ان او حتی آذن لک لانہ للغایۃ
بخلاف اس قول کے کہ نہ نکلیو گھر سے مگر یہ کہ مین تجکو اذن دون یا نہ نکلیو تا اینکہ مین تجکو اذن دون اسواسطے کہ یہ قول غایت کیواسطے ہے لا تخرجی الا
باذنی مین ہربار اجازت مشروط ہے اسواسطے کہ استثناء مفرغ ہے اور مستثنی خروج مقرون باذن ہے بخلاف لا تخرجی حتی آذن لک کے کہ اسمین اذن
غایت ہے خروج کی تو ایکبار کا اذن کافی ہے ہر خروج مین اذن لازم نہین حتی کا غایت کیواسطے موضوع ہونا تو صریح ہے اور الا ان بمعنی حتی ہے مجازاً کذا فی
الطحطاوی عن البحر ولو نوی التعدد صدق اور اگر زوج الا ان اور حتی مین تعدد اذن کی نیت کریگا تو اوسکی تصدیق ہوگی قضاءً اسواسطے کہ اسکا
کلام محتمل ہے تعدد کا اور اسمین خود اوسکی ذات پر تشدید ہے کذا فی المنح حلف لا یدخل دار فلان یراد بہ نسبۃ السکنیٰ الیہ عرفاً ولو تبعاً او
باجارۃ قسم کھائی کہ داخل نہوگا فلانیکے گھر مین مثلاً زید کے گھر مین تو مراد اس سے سکونت کی نسبت ہے طرف زید کے بنابر عرف کے اگرچہ سکونت اوسکی بالتبع
ہو نہ بالاصالت یا بطریق عاریت ہو یعنی دار زید سے عرف مین وہ گھر مراد ہے جسمین زید رہتا ہو خواہ وہ مملوک ہو یا عاریت یا کرایہ ہو سکونت اوسکی بالاستقلال
ہو یا کسیکے ساتھ رہتا ہو جیسے سکونت بیٹی کی ماں کے ساتھ یا سکونت زوجہ کی زوج کے ساتھ بالتبع ہو نہ بالاصالت بہر صورت جس گھر مین زید ساکن ہوگا
اوس گھر مین داخل ہونے سے حالف حانث ہوگا اور اگر ایک گھر زید کا مملوک ہے اور اوسمین وہ نہین رہتا ہے تو اوسکے داخل ہونے سے حانث ہوگا باعتبار
عموم المجاز ومعناہ کون محل الحقیقۃ فرداً من افراد المجاز یعنی دار فلان سے دار مسکونہ مراد ہے باعتبار عموم مجاز کے اور عموم مجاز کا یہ مطلب
ہے کہ محل حقیقت یعنی کلمہ حقیقی ایک فرد ہوجاوے افراد مجاز سے یعنی مجازی معنی ایسے عام ہون کہ حقیقی معنی اوسمین داخل ہوجاوین چنانچہ یہان دار
مسکونہ مین دار مملوکہ داخل ہے شارح نے اشارہ کیا کہ یہان جمع بین الحقیقت والمجاز نہ کوئی سمجھے اسواسطے کہ وہ حنفیہ کے نزدیک جائز نہین بلکہ عموم
مجاز مراد ہے اور حلف لا یضع قدمہ فی دار فلان حنث بدخولہا مطلقاً ولو حافیاً او راکباً لما تقرر ان الحقیقۃ متی کانت متعذرۃ
او مہجورۃ صیر الی المجاز حتی لو اضطجع ووضع قدمیہ لم یحنث یا یون قسم کھائی کہ اپنا قدم نہ رکھیگا فلانیکے گھر مین تو حانث ہوگا اوسمین
داخل ہونے سے ہر طرح سے اگرچہ برہنہ پا یا سوار داخل ہو اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہوچکا ہے کہ جب حقیقت متعذر یا متروک ہوتی ہے تو مجاز
ٹھہرایا جاتا ہے یہان تک کہ اگر گھر کے باہر لیٹے اور اپنے دونو قدم گھر کے اندر رکھدے حانث نہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین اگرچہ وضع قدمین ثابت ہے
لیکن اسکو دخول نہین کہتے علامہ سید ؒ نے کہا جب وضع قدمین سے عرفاً دخول مراد ہوا بسبب متروک ہونے حقیقی معنی کے تو سواری مین ہرچند وضع قدم نہین لیکن حانث ہوگا اور لیٹنے کی صورت مین
ہرچند وضع قدم ہے لیکن حانث نہین اور حقیقی معنی کا متعذر ہونا اگلے باب مین معلوم ہوگا وشرط للحنث فی قولہ ان خرجت مثلاً فانت طالق
او ان ضربت عبدک فعبدی حر لمرید الخروج والضرب فعلہ فوراً لان قصدہ المنع عن ذلک الفعل عرفاً ومدار الایمان
علیہ وھذہ تسمی یمین الفور تفرد ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالی باظہارہا ولم یخالفہ احد اور اس قول مین کہ اگر تو مثلاً نکلی تو تو طالق
ہے یا تو نے اگر اپنے غلام کو مارا تو میرا غلام آزاد ہے یہ کہنا خروج اور ضرب کے ارادہ کرنیوالے کو تو اس فعل کا فوراً کرنا شرط ہے حنث کی اسواسطے کہ
قصد متکلم کا منع ہے اسوقت کے فعل سے جسکے کرنے پر وہ مستعد ہوا ہے باعتبار عرف کے اور مدار قسمون کا عرف پر ہے اور اس قسم کو یمین فور کہتے ہین

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یمین فور کے اظہار مین منفرد ہوئے اور کسی مجتہد نے اونکی خلاف نہین کیا اس مسئلہ مین جب زوجہ نے شلا گہر سے نکلنے کا قصد کیا اور زوج نے کہا کہ اگر تو نکلی تو تجھکو طلاق ہو تو اگر زوجہ فورًا نکلی بلا توقف تو زوج حانث ہوگا زوجہ مطلقہ ہو جاویگی اور اگر زوجہ فورًا نہ نکلی بلکہ اس کلام سے گہڑی بہر بعد نکلی تو حنث نہ ثابت ہوگا یمین فور کا حکم اول حضرت امام اعظم نے بیان کیا اور اگلے علما یمین دو قسم کی جانتے تھے ایک یمین مطلق اور دوسری یمین مقید اور یمین فور تیسری قسم نکلی کہ ظاہر مین مطلق ہے اور حقیقت مین مقید امام نے اسکا حکم حدیث جابر رضی سے نکالا اور نیز کسی نے مدد مانگی تھی اونہون نے عدم نصرت کی قسم کہائی پہر بعد اسکے نصرت کی اور حانث نہوئے کذا فی تبیین الکنز اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہے کہ امام اعظم سے کسی عالم نے یمین فور کے نام رکہنے اور اوسکے حکم نکالنے مین سبقت نہین کی اور نہ اونکے بعد کسی مجتہد نے اونکی مخالفت کی تو سب علما اس مسئلہ مین عیال ہین ابوحنیفہ کی بلکہ درحقیقت کل فقہ مین علما عیال مین امام اعظم کی کذا فی المنح چنانچہ امام شافعی نے از راہ انصاف فرمایا کہ الناس عیال لابی حنیفۃ فی الفقہ وکذا او حلف انہ ان تغذیت فکذا بعد قول الطالب تعال تغد معی شرط للحنث تغدیہ معہ ذلک الطعام المدعو الیہ اور اسیطرح اس قسم مین کہ اگر مین اول روز کا کہانا کہاؤن تو ایسا ہے کہا بلانیوالے کے اس قول کے بعد کہ آمیرے ساتھ اول روز کا کہانا کہا شرط ہے حنث کے طالب کے ساتھ وہی طعام کہانا جسکے واسطے بلایا اسواسطے کہ جواب اعادہ سوال کا متضمن ہوتا ہے تو اوسی طعام مخصوص پر حنث منحصر ہوا تا کہ مطابقت واقع ہو سوال اور جواب مین وان ضم الیٰ ان تغدیت الیوم او معک فتغدی وحدہ حنث لطلق التغدی لزیادۃ علی الجواب فجعل مبتدیًا اور اگر جواب مین لفظ الیوم یا معک ملایا یعنی یون کہا کہ اگر مین اول روز کا کہانا آج کہاؤن یا تیرے ساتھ کہاؤن تو میرا غلام آزاد ہے تو حانث ہوگا مطلق تغدی سے خواہ طالب کے گہر مین کہا وے خواہ اوسکے ساتھ دوسرے وقت کہاوے بہر صورت حانث ہوگا جواب پر زیادہ بڑہانے سے تو وہ سرے سے متکلم قرار دیا گیا نہ مجیب طحطاوی نے کہا کہ ماتن کو لازم تہا بجای معی کے عندی کہتا جیسے صاحب کنز نے کہا ہے اسواسطے کہ جب لفظ معی کا سوال مین ہوا تو مجیب کے کلام مین لفظ معک سے زیادتی نہ لازم آئی درفی طلاق الاشباہ ان للتراخی الا بقرینۃ الفور ومنہ طلب جماعھا فابت فقال ان لم تدخلی معی البیت فدخلت بعد سکون شہوتہ حنث اور اشباہ کے کتاب الطلاق مین ہے کہ ان شرطیہ درنگی کے واسطے ہے مگر بقرینہ فور البتہ فور کے واسطے ہوتا ہے اور از قبیل فور کے یہہ مثال ہے کہ زوج نے اپنی زوجہ کے جماع کی خواہش کی سو اوس نے انکار کیا تو زوج نے کہا کہ اگر داخل نہوگی میرے ساتھ کوٹہری مین تو تجھکو طلاق ہے پہر بعد سکون شہوت زوج داخل ہوئی نہ فورًا تو زوج حانث ہوگا زوجہ مطلقہ ہوگی وفی البحر عن المحیط طول التشاجر لا یقطع الفور وکذا لو خافت فوت الصلوۃ فصلت او اشتغلت بالوضوء لصلوۃ المکتوبۃ او اشتغلت بالصلوۃ المکتوبۃ لانہ عذر شرعا وکذا عرفا اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہے دیر تک جھگڑا ہونا زوجین مین قاطع فور کا نہین اور اسیطرح اگر زوجہ فوت نماز سے ڈری سو نماز پڑہنے لگی یا مشغول ہوئی فرض نماز کے وضو مین یا فرض نماز مین مشغول ہوئی سو اتنا توقف قاطع سرعت کا نہین شرعا اور اسیطرح عرفا یعنی اگر زوجہ انکار جماع زوج نے کہا کہ اندر نہ آویگی میرے ساتھ تو تجھکو طلاق ہے سو عورت دیر تک جھگڑا کرتی رہی یا نماز یا وضو مین مشغول رہی اور پہر اندر داخل ہوئی تو زوج حانث نہوگا اتنی توقف عذری سے ومرکب العبد الماذون والمکاتب لیس لمولاہ فی حق الیمین الا بشرطین اذا لم یکن دینہ مستغرقا وقد نواہ فحینئذ یحنث سواری عبد ماذون فی التجارۃ اور مکاتب کی اوسکے مالک کی نہین یمین کے حق مین مگر دو شرط سے جب کہ اوسکا قرض مستغرق نہو اور حالف نے اوس سواری کی نیت کی ہو تو اوسوقت مین حانث ہوگا یعنی اگر قسم کہائی کہ شلا زید کی سواری پر سوار نہونگا پہر زید کے عبد ماذون یا مکاتب کی سواری پر سوار ہوا تو حانث نہوگا اور بشرط عدم استغراق دین اور نیت کے حانث ہوگا اور اگر دین مستغرق ہو تو حانث نہوگا اگرچہ اوس سواری کی نیت کرچکا ہو اسواسطے کہ عبد مدیون مستغرق کے کسب مین مولی کی ملکیت نہین امام کے نزدیک کذا فی المنح حلف لا یرکب فالیمین علی ما یرکبہ الناس عرفا من فرس وبغل وحمار فلو رکب ظہر انسان او بعیر او بقرۃ او فیل لا یحنث استحسانا الا بالنیۃ ظہیریۃ قلت وینبغی حنثہ بالبعیر فی مصر والشام وبالفیل فی الھند للتعارف

ہیں اور دوسری صورتمین خشک کہجور کہانے سے۔ و تیسری صورت مین چکا وہی کہانے سے اسواسطے کہ یہہ صفات یعنی بسر اور رطبیت اور لبنیت باعث
ہوتے ہین قسم کہانیکے بخلاف امزجہ تو اوسی صفت مخصوصہ پر قسم مقید ہوگی تو غیر صفت مین کیونکر حانث ہوگا ھم شیراز عبارت ہو زامیسے یعنی دودہ
کو جوش کرکے اوسکا پانی نکالا جاوے کذا فی فتح القدیر والمنح طحطاوی نے علامہ باکیر سے نقل کیا کہ شیراز بالکسر مین ترشی کا ہونا بھی شرط ہے لہذا مترجم نے
شیراز کا ترجمہ دہی کا لیا ہے (ولا یکلم هذا الصبی او هذا الشاب فکلمه بعد ما شاخ او لا یاکل هذا الحمل بفتحتین ولد الشاة
فاکله بعد ما صار کبشا فانه یحنث لانها غیر داعیة) بخلاف اس قول کے کہ قسم کہائی کہ اس لڑکے یا اس جوان سے کلام نکریگا پہر اوس سے
کلام کیا اوسکے بڈہے ہونیکے بعد یا قسم کہائی کہ اس بہیڑ کے بچہ کو نکہاویگا پہر اوسکو کہایا جب کہ وہ جوان مینڈہا ہوگیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہہ
صفات باعث یمین کے نہین ہوتے ہیں اسواسطے کہ ہجران مسلم شرعا ممنوع ہے تو مانع ہے عدم تکلم کا خواہ وہ صغیر ہو یا کبیر اور اسیطرح بہیڑ کے بچہ کا نکہانا
باعث یمین نہین ہو سکتا اسواسطے کہ صغیر کا گوشت جوان سے زیادہ تر مرغوب ہوتا ہے حمل بفتح اول و دوم بچہ بہیڑ اور دنبہ کا (والاصل ان المحلوف
علیه اذا کان بصفة داعیة الی الیمین تقید به فی المعرف والمنکر فاذا زالت زال الیمین وما لا تصلح داعیة اعتبر فی المنکر
دون المعرف) اور قاعدہ کلیہ مسائل سابقہ کے حکم کا یہہ ہے کہ محلوف علیہ جب کہ ایسی صفت کے ساتھہ موجود داعی ہو طرف یمین کے تو یمین اوس صفت
کے ساتھہ مقید ہے معرفہ اور نکرہ دونو مین تو جب وہ صفت زائل ہوگی تو یمین بھی زائل ہو جاویگی اور جب کہ محلوف علیہ ایسی صفت کے ساتھہ ہو جسکو
لیاقت نہین داعی ہونیکی تو اعتبار صفت کا نکرہ مین ہوگا جیسا کہ لا اکلم صبیا فکلم شابا مین نہ معرفہ مین جیسا کہ امثلہ سابقہ مین یعنی لا یکلم هذا الصبی و
(فی المجتبی حلف لا یکلم هذا المجنون فبرأ او هذا الکافر فاسلم لا یحنث لانها صفة داعیة) اور مجتبی مین ہے قسم کہائی کہ اس مجنون
سے نبولیگا پہر اوسکا جنون جاتا رہا اور حالف اوس سے بولا یا قسم کہائی کہ اس کافر سے نہ بولیگا پہر وہ مسلمان ہوگیا اور حالف اوس سے بولا
تو حانث نہوگا اسواسطے کہ جنون اور کفر ایسی صفت ہے کہ عدم تکلم کی باعث ہے تو اوسکے زوال سے یمین بھی زائل ہوگی (وفی لا یکلم
صبیا حنث وقیل لا کلا یکلم صبیا وکلمه بالغا لانه بعد البلوغ یدعی شابا وفتی الی ثلثین فکهلا الی خمسین فشیخ) اور اس قسم
مین کہ مرد سے بات نکریگا پہر حالف لڑکے سے بولا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ رجل صبی کو بہی شامل ہے باعتبار لغت کے کذا فی الطحطاوی اور دوسرا قول یہہ ہے کہ
حانث نہوگا اور یہی قول حق ہے اسواسطے کہ عرف مین رجل صبی کو شامل نہین کذا فی الحلبی جیسا کہ اس مثال مین حانث نہین قسم کہائی کہ صغیر سے نہ بولیگا
اوس سے بعد بالغ ہونیکے بولا اسواسطے کہ صغیر کو بعد بلوغ کے شاب اور فتی کہتے ہین تیس برس تک پہر تیس برس کے بعد پچاس برس تک اوسکو کہل
کہتے ہین پہر پچاس برس کے بعد آخر عمر تک شیخ کہتے ہین یعنی بڈہا (ولا یاکل هذا العنب فصار زبیبا هذا وما بعده معطوف علی
قوله من هذا البسر فما لا یحنث به) یا قسم کہائی کہ اس انگور کو نہ کہاویگا پہر وہ انگور خشک ہوگیا تو اوسکے کہانے سے حانث نہوگا شارح کہتا ہے
کہ یہہ مثال اور اسکے بعد کی مثالین مصنف کے قول من هذا البسر پر عطف ہین جس سے حالف حانث نہین ہوتا (ولا یاکل هذا اللبن فصار جبنا ولا یاکل
من هذه البیضة فاکل فرخها کذا فی نسخ الشرح وفی نسخ المتن فرخا) یا قسم کہائی کہ اس دودہ کو نکہاویگا پہر وہ پنیر ہوگیا یا اس
انڈے کو نکہاویگا پہر اوسکے بچے کو کہایا شارح کہتا ہے مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخون مین اسیطرح فرخها کا لفظ ہے اور متن کے نسخون مین جو
شرح سے معرا ہین اونمین فرخا کا لفظ ہے (ولا یذوق من هذا الخمر فصار خلا او من زهر هذه الشجرة فاکل بعد ما صار لوزا او
مشمشا لم یحنث) یا اس شراب کو نہ چکھیگا پہر شراب سرکہ ہوگئی یا قسم کہائی کہ اس درخت کے پہول کو نکہاویگا پہر جب وہ پہول بادام یا زردالو
ہوگیا تو اوسکو کہایا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ محلوف علیہ کی حقیقت بدل گئی (بخلاف حلفه لا یاکل تمرا فاکل حیسا فانه یحنث لانه تمر متفرق
ولو ضم الیه شیء من السمن او غیره والحروفیه الاصل فیما اذا حلف لا یاکل معینا فاکل بعضه ان کل شیء یاکله الرجل وعلیه
او یشربه ویشربه فالحلف علی کله والا فعلی بعضه) بخلاف اس قسم کے کہ کہجور کو نکہاویگا سوا اوسنے حیس کو کہایا یعنی کہجور کا ملیدہ تو اس کہانے

حانث ہوگا اسواسطے کہ خنیس عبارت ہی کھجور کے چورے سے اگرچہ اوسکو ساتھہ گھی وغیرہ ملایا گیا کذا فی البحر اور اسی مین ہے کہ جب قسم کہائی کہ چیز معین کو نکہاویگا
سوا اوسمین سے کچھہ تہوڑا کہایا تو ایسی قسم مین قاعدہ کلیہ یہہ ہے جو چیز ایسی ہو جسکو آدمی ایک مجلس مین سب کہا جاتا ہو یا ایکبار اوسکو پیجاتا ہو تو انعقاد
حلف کا اوسکے کل پر ہوگا یعنی اوسکے سب کہا جانے سے حانث ہوگا اور اگر آدمی ایکبار مین نکہا سکتا ہو یا نہ پی سکتا ہو تو انعقاد یمین کا اوسکے تہوڑے
کہانے پر ہوگا وکذا لا یحنث لو حلف لا یاکل بسرا فاکل رطبا او لا یاکل عنبا فاکل زبیبا بخلاف لحم جوز ولوز فان الاسم یتناول
السوطب ایضا اسیطرح حانث نہوگا اگر قسم کہائی کہ گدر کھجور نکہاویگا پہر اوسنے پکی تر کھجور کہائی یا انگور کو نکہاویگا پہر اوسنے خشک انگور کہایا بخلاف
جوز اور بادام کی قسم کی اسواسطے کہ نام جوز اور بادام کا نام تر اور خشک کو بہی شامل ہے ولو حلف لا یاکل رطبا او بسرا او لا یاکل رطبا ولا بسرا
حنث باکل المذنب بکسر النون المشددة لا کله للمحلوف علیه وزیادة اور اگر قسم کہائی کہ پکی تر کھجور [illegible] نکہاویگا یا قسم کہائی
کہ پکی تر کھجور کہا ویگا نہ گدر کو تو مذنب کہانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ اوسنے محلوف کو کہایا ساتھہ زیادتی [illegible] مذنب بکسر نون مشدد اوس
کھجور کو کہتے ہین جو نیچے کی طرف سے پکنے لگی ہو [illegible] اور رطب مذنب وہ ہے جو اکثر پختہ ہو اور اقل گدر اور بسر مذنب اوسکے بالعکس ہے کذا فی المنح عن
المغرب ولا حنث بشراء کباسة بکسر الکاف عرجون ویقال عنقود بسر فیها رطب فی حلفه لا یشتری رطبا لان الشراء یقع علی
الجملة والمغلوب تابع بخلاف الحلف علی الاکل لوقوعه شیئا فشیئا اور حانث نہوگا گدر کھجور کے گودہ مول لینے سے جسمین کچھہ پکی کھجور بہی ہے اسطرح
قسم کہائی تہی کہ پکی کھجور کو مول نلیگا اسواسطے کہ مول لینا ایکبارگی واقع ہوتا ہے اور مغلوب تابع ہوتا ہے غالب کے بخلاف کہانیکی قسم کے یعنی اگر قسم کہائی
کہ پکی کھجور نکہاویگا پہر اوسنے گدر کے ساتھہ تہوڑی پکی کھجور بہی کہائی تو حانث ہوگا یہان مغلوب تابع غالب نہین بسبب واقع ہونے اکل کے اندک اندک
[illegible] مانند [illegible] کے کباسہ بکسر کاف عرجان ہے اور عنقود بہی اوسکو کہتے ہین یعنی خوشہ خرما اور انگور ہندی مین اوسکو گوچہ کہتے ہین یعنی جسمین
مین مجتمع ہو کر پہل پہلتے ہین ولا حنث فی حلفه لا یاکل لحما باکل مرقة او سمك الا اذا نواه ولا فی لا یرکب دابة فرکب کافرا ولا یجلس
علی وتد فجلس علی جبل مع تسمیتها فی القرآن لحما ودابة واوتادا للعرف اور حنث نہین اس قسم مین کہ گوشت نکہاویگا شوربا اور مچہلی کے
کہانے سے مگر جب کہ حالف شوربا اور مچہلی کی نیت کریگا گوشت کے لفظ مین تو البتہ حانث ہوگا اور اوسمین بہی حنث نہین کہ دابہ یعنی چلنے والے جاندار
پر سوار نہوگا پہر وہ کافر پر سوار ہوا یا قسم کہائی کہ میخ پر نہ بیٹہونگا پہر پہاڑ پر بیٹہا باوجودیکہ قرآن مجید مین مچہلی کو گوشت اور کافر کو دابہ اور پہاڑون کو
میخین فرمایا ہے حانث نہوگا بسبب عرف کے یعنی مدار حلف کا عرف پر ہے نہ اطلاق قرآنی پر وما فی التبیین فی حنثه فی لا یرکب حیوانا برکوب الانسان
رده فی النهر بان العرف العملی مخصص عندنا کالعرف القولی اور جو قول حانث ہونیکا تبیین مین ہے اس قسم مین کہ جاندار پر نہ سوار ہوگا
انسان کے سوار ہونے سے اوسکو نہر الفائق مین رد کیا ہے اسطرح کہ عرف عملی ہمارے نزدیک مخصص ہے مانند عرف قولی کے [illegible] تبیین زیلعی کی شرح
کنز مین ہے کہ اگر قسم کہائی کہ حیوان پر سوار نہوگا تو انسان پر سوار ہونے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ لفظ حیوان کا انسان کو شامل ہے اور عرف عملی
یعنی انسان پر سوار ہونیکی عادت نہین ہے یہہ مخصص انسان کا نہین ہوسکتا فتح القدیر مین کہا کہ عدم تخصیص عرف عملی کا قول صحیح نہین اسواسطے کہ اصول
مین ثابت ہے کہ حقیقت متروک ہوتی ہے عادت کی دلالت سے اور عادت بعینہ عبارت ہے عرف عملی سے اور تحریر مین ہے کہ عرف عملی مخصص ہے حنفیہ کے نزدیک
خلافا للشافعیة اور عرف قولی کا مخصص ہونا بالاتفاق ہے کذا فی النهر ولحم الانسان والکبد والکرش والریة والقلب والطحال والخنزیر
لحم هذا فی عرف اهل الکوفة اما فی عرفنا فلا کما فی البحر عن الخلاصة وغیرها ومنه علم ان العجمی یعتبر عرفه قطعا اور اگر انسان کا
گوشت اور کلیجی اور اوجہڑی اور پہیپڑا اور دل اور تلی اور خوک کا گوشت گوشت مین داخل ہے لیکن یہہ عرف کوفیون کا ہے اور ہمارے عرف مین کلیجی اور
اوجہڑی وغیرہ کو گوشت نہین کہتے کذا فی البحر عن الخلاصہ وغیرہا اور یہین سے معلوم ہوگیا کہ انسان عجمی اپنے عرف کو بالیقین اعتبار کرے یعنی
حلف مین مرد عجمی کو اپنے عرف کا اعتبار لازم ہے عرب کا عرف اوسکو حجت نہین لہذا فتح القدیر مین مصرح ہے کہ مفتی پر واجب ہے کہ بموجب عادت اُس

شہر کے فتویٰ دیوے جسمین قسم حالف کی واقع ہوئی ہو وفی الخانیۃ الرأس ولا اکارع للحم فی یمین الاکل لا فی یمین الشراء اور خانیہ مین ہی کہ سر
اور پائے گوشت مین اکل کی یمین مین نہ مول لینے کی یمین مین یعنی اگر قسم کہائی کہ گوشت نکہاویگا تو کلہ پائے کہانیسے حانث ہوگا اور اگر قسم کہائی کہ گوشت کو
نخریدیگا تو انکے مول لینے سے حانث نہوگا وفی لا یاکل من ہذا الحمار یقع علی کرائہ ومن ہذا الکلب لا یقع علی صیدہ اور اس قسم مین
کہ اس گدہے سے نکہاویگا تو قسم اوسکی کرایہ پر واقع ہوگی یعنی اوسکا کرایہ کہانیسے حانث ہوگا بنابر عرف کے اور اگر قسم کہائی کہ اس کتے سے نکہاویگا تو قسم
اوسکی صید پر نہ واقع ہوگی بلکہ کتے کے گوشت پر واقع ہوگی کذا فی الفتح ولا یعم البقر الجاموس اور شامل نہین گائے بہینس کو یعنی اگر قسم کہائی
کہ گائے یا بیل کا گوشت نکہاویگا تو بہینس کا گوشت کہانے سے حانث نہوگا کہ وہ دوسری قسم ہو ولا یحنث باکل النیئ ہو الاصح اور حانث نہوگا کچا
گوشت کہانے سے یہی قول اصح ہو یعنی اگر قسم کہائی کہ گوشت نکہاویگا تو کچا گوشت کہانیسے حانث نہوگا اسواسطے کہ کچا کہانیکی عادت نہین اور نہر الفائق مین
مذکور ہی قسم کہائی کہ گوشت نکہاویگا تو اونٹ اور بہیڑ بکری اور گائے چرندون کے گوشت کہانیسے حانث ہوگا پختہ گوشت ہو یا بہونا یا خشک ولا یحنث
بشحم الظہر وہو اللحم السمین فی حلفہ لا یاکل شحما خلافا لہما بل بشحم البطن والامعاء اتفاقا لا بہا والعظم اتفاقا فتح اور اس
قسم مین کہ چربی نکہاویگا پیٹہ کی چربی کہانے سے حانث نہوگا امام کے نزدیک کہ وہ چکنا گوشت ہی بخلاف صاحبین کہ انکے نزدیک اوسکی کہانیسے حانث ہوگا بلکہ پیٹ او آنتون کی چربی کہانیسے باتفاق امام اور صاحبین کے حانث ہوگا
اور ہڈی کے اندر کا گودہ کہانیسے بالاتفاق حانث نہوگا اسواسطے کہ گودہ چربی نہین کذا فی فتح القدیر [illegible] شحم ظہر سے وہ مراد ہے جسکے ساتھ
گوشت مخلوط ہو اور اگر چربی کو گوشت سے علیحدہ کیا تو اوسمین امام سے روایت نہین اور ممکن ہی کہ امام کے نزدیک اوسکے کہانے سے حانث ہو اور اگر
قسم فارسی زبان مین ہو تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اسم پیہ شحم ظہر کو شامل نہین والیمین علی شراء الشحم وبیعہ کہی علی اکلہ حکما وخلافا زیلعی
اور یمین چربی کے مول لینے اور بیچنے پر اوسکے کہانیکی یمین کی مانند ہی حکم مین اور خلاف صاحبین مین کذا فی شرح الزیلعی یعنی اگر قسم کہائی کہ چربی کو
خرید نکریگا تو اس چربی کے خریدنے سے حانث ہوگا جسکے کہانے سے حانث ہوتا ہی یعنی پیٹ اور آنتون کی چربی کی خرید سے بالاتفاق حانث ہوگا
اور پیٹہ کی چربی سے امام کے نزدیک حانث ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک ولا یحنث بالالیۃ فی حلفہ لا یاکل او لا یشتری شحما او لحما لانہا
نوع ثالث اور اس قسم مین کہ چربی یا گوشت نکہاویگا یا خرید نکریگا دنبہ کی چکی کہانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ چکتی چربی اور گوشت کے سوا تیسری
قسم ہی ولا یحنث بخبز او دقیق او سویق فی حلفہ لا یاکل ہذا البر الا بالقضم من عینہا لو مقلیۃ کالبلیلۃ فی عرفنا اما لو قضمہا
نیۃ فلا حنث الا بالنیۃ نہ اور اس قسم مین کہ اس گیہون کو نکہاویگا اوسکی روٹی اور آٹا اور ستو کہانیسے حانث نہوگا اگر بعینہ گیہون کے
چابنے سے حانث ہوگا اگر گیہون بہونے ہون جیسے ابالے گیہون چابنے سے حانث ہوتا ہی ہمارے عرف مین اور کچے گیہون چابے تو حنث نہین مگر کچے کی نیت
سے کذا فی فتح القدیر وفی النہر عن الکشف المسئلۃ علی ثلثۃ اوجہ احدہا ان یقول ہذہ الحنطۃ ویشیر الی صبرۃ وہی مسئلۃ المختصر
الثانیۃ ان یقول ہذہ بلا ذکر حنطۃ فیحنث باکلہا کیف کان ولو نیۃ او خبزا الثالثۃ ان یقول حنطۃ فیحنث باکلہا ولو نیۃ
لا بنحو الخبز اور نہر الفائق مین کشف سے منقول ہی کہ مسئلہ اکل حنطہ کا تین وجہ پر ہی ایک وجہ یہ کہ کہے کہ اس گیہون کو نکہاوےگا اور اشارہ کرے گیہون کے
ڈہیر کیطرف اور یہی مسئلہ متن مین مذکور ہی دوسری وجہ یہ کہ اسکو نکہاوےگا بدون ذکر کرنے گیہون کے تو اوسکو کہانیسے حانث ہوگا جسطرح سے کہاوے
اگرچہ کچے گیہون کہاوے یا اوسکی روٹی کہاوے تیسری وجہ یہ کہ کہے گیہون نکہاویگا بلا اسم اشارہ تو اوسکو کہانے سے حانث ہوگا اگرچہ کچے کہاوے
لیکن روٹی وغیرہ کے کہانے سے حانث نہوگا ولو زرعہ لم یحنث بالخارج اور اگر محلوف علیہا گیہون کو بویا تو اوسکے کہیت سے جو گیہون پیدا
ہون گے اونکو کہانے سے حانث نہوگا وفی ہذا الدقیق حنث بما یتخذ منہ کالخبز ونحوہ کالعصیدۃ والحلوی لا بسفہ فی الاصح
کما مر فی اکل عین النخلۃ اور اس آٹے مین یعنی قسم کہائی کہ اس آٹے کو نکہاویگا تو حانث ہوگا اون چیزون کے کہانے سے جو آٹے سے تیار ہوتی
ہین چنانچہ روٹی وغیرہ جیسے عصیدہ یعنی لپٹہ اور کاچی اور حلوا نہ خود آٹا پہانکنے سے حانث ہوگا قول اصح مین چنانچہ اسکی وجہ بعینہ کہجور کے درخت

کھانے میں مذکور ہونگی یعنی کچا آٹا کھانا عرف میں متروک ہے مجازی معنی متعین ہوگئے والخبز ما اعتادہ اهل بلد الحالف فالشامی بالبرّ والیمنی
بالذرۃ والطبری بالارز وبعض اهل القرٰی بالشعیر فلو دخل بلد البرّ واستمر لا یاکل الا الشعیر لم یحنث الا بالشعیر لان
العرف الخاص معتبر فتح اور روٹی کی یمین میں وہ روٹی مراد ہوگی جس روٹی کے کھانے کی اوس شہر والون کو عادت ہو جسمین قسم کھانیوالا رہتا ہے
تو شام کا رہنیوالا گیہون کی روٹی کھانے سے حانث ہوگا اور یمن کا رہنیوالا جوار کی روٹی کھانیسے حانث ہوگا اور طبرستان کا رہنیوالا چانول کی
روٹی کھانیسے حانث ہوگا اور بعض گانون کا رہنیوالا جو کی روٹی کھانیسے حانث ہوگا تو اگر جو کی روٹی کھانیوالا گیہون کے شہر میں گیا اور ہمیشہ اوسکی
یہی عادت رہی وہان بھی کہ سوا جو کے گیہون کی روٹی نکھائی تو حانث نہوگا مگر جو کی روٹی سے اگرچہ اہل شہر کی عادت گیہون کی ہے اسواسطے کہ اوس شخص کا
عرف خاص بھی معتبر ہے بابت یمین اوسکے حق میں کذا فی فتح القدیر حلف لا یاکل من خبز فلانۃ انصرف الی الخابزۃ اللتی تضربہ فی التنور لا
لمن تعجنہ وتہیئہ للضرب ظہیریہ قسم کھائی کہ فلانی عورت کی روٹی نکھاویگا تو یہ قسم اوس روٹی پکانیوالی کیطرف پھریگی جو تنور میں روٹی
کو لگاتی ہے نہ اوس عورت کیطرف جسنے اوس روٹی کا آٹا گوندھا اور تنور میں لگانیکے واسطے تیار کر دیا کذا فی الظہیریہ ومنہ الرقاق لا القطائف
والثرید او بعد مادقہ او فتہ لانہ لا یسمی خبزا اور روٹی میں داخل ہین رقاق نہ قطائف اور ثرید یا روٹی کو بعد کوٹ ڈالنے یا چور کر ڈالنے
کے کھایا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسکو روٹی نہیں کہتے بلکہ اوسکا نام قطیرا اور ثرید اور ملیدہ ہے م رقاق جمع ہے رقیق یعنی پتلی روٹی جسکو چپاتی
بولتے ہین اور قطائف جمع ہے قطیفہ کی اور قطیفہ ایک قسم کی روٹی کا نام ہے اور ثرید اوسکو کہتے ہین کہ روٹی توڑ کر شوربے میں ترکیجاوے وحنث فی
لا یاکل طعاما من طعام فلان یاکل خلہ او زیتہ او ملحہ ولو بطعام نفسہ لا لو اخذ من نبیذہ او مائہ فاکل بہ خبزا م
قسم کھائی کہ کوئی کھانا نکھاویگا فلانیکے طعام سے حانث ہوگا اوسکے سرکہ اور اوسکے روغن زیتون اور اوسکے نمک کے کھانیسے اگرچہ اوسنے نمک وغیرہ
کو اپنی روٹی کے ساتھ کھایا ہو اور اگر اوسکا نبیذ یا پانی لیا اور اوس سے روٹی کھائی تو حانث نہوگا م ہرچند طعام لغت میں ہر مطعوم کو کہتے ہین لیکن
نہر الفائق میں کہا کہ ہمارے عرف میں نمک اور سرکہ اور روغن زیتون کو طعام نہیں بولتے حموی نے کہا تو عرف میں بدون پختہ کھانیکے حانث نہوگا کذا
فی الطحطاوی نبیذ عبارت ہے بھگیانہ تمر اور انگور وغیرہ سے وفی لا یاکل سمنا فاکل سویقا ولا نیۃ لہ ان بحیث لو عصر سال السمن حنث
والا لا جوہرہ اور اس قسم میں کہ گھی نکھاویگا پھر اوسنے گھی کا ستو کھایا اور اوسکو قسم مذکور میں مخلوط گھی کھانیکی نیت نتھی تو اگر ستو ایسے ہون
کہ اگر اونکو نچوڑیے تو گھی بہہ نکلے تو حانث ہوگا اور اگر گھی سائل نہو تو حانث نہوگا کذا فی الجوہرہ م اور اگر اوسنے مخلوط گھی کی بھی نیت کی ہو تو ہر صورت
سے حانث ہوگا گھی سائل ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی وفی البدائع لا یاکل طعاما فاضطر لمیتۃ فاکل لم یحنث اور بدائع میں ہے قسم کھائی کہ کھانا
نکھاویگا پھر وہ مردار کیطرف مضطر ہوا اور اوسنے اوسکو کھایا حانث نہوگا اسواسطے کہ مردار طعام نہیں والشواء والطبیخ یقعان علی اللحم المشوی
والمطبوخ بالماء اور شوا اور طبیخ واقع ہوتے ہین بھونے گوشت اور پانیکے ساتھ پکائے گوشت پر م ہرچند شوا بالکسر اول لغت میں ہر بھونی چیز کو
کہتے ہین خواہ گوشت ہو یا گاجر اور اسیطرح طبیخ وہ جو پانیکے ساتھ پکایا جاوے لیکن عرف قدیم میں شوا اور طبیخ فقط گوشت کو مخصوص تھا تو اگر قسم
کھائی کہ شوا یا طبیخ نکھاویگا تو بھونے چاول اور ابلی دال یا چاول کھانے سے حانث نہوگا ہذا فی عرفہم اما فی عرفنا فاسم الطبیخ یقع
علی کل مطبوخ بالماء ولو بودک او زیت او سمن کما نقلہ المصنف عن المجتبی یہ یعنی طبیخ کا مخصوص ہونا گوشت کے ساتھ اونکے
عرف قدیم میں تھا اور ہمارے عرف میں تو طبیخ ہر چیز کو کہتے ہین جو پانی کے ساتھ پکایا جاوے اگرچہ چربی یا روغن زیتون یا گھی کے ساتھ مطبوخ
ہو چنانچہ اس عرف کو مصنف نے اپنی شرح مجتبے سے نقل کیا ہے م لیکن مصنف نے اپنی شرح میں بحر الرائق سے نقل کیا ہے کہ اسم طبیخ کا سمک مطبوخ کو
شامل نہیں تو اوسکے کھانے سے حانث نہوگا وفی الذخر الطعام یعم ما یؤکل علی وجہ التطعم کخبز وفاکہۃ لکن فی عرفنا لا اہ نہر الفائق
میں ہے کہ طعام عام ہے ہر چیز کو جو بطریق تلذذ اور مزہ لینے کی کھائی جاوے جیسے پنیر اور میوہ اور نمک اور سرکہ لیکن ہمارے عرف میں ان اشیا کو طعام

طعام کو فطور کہتے ہین یعنی طلوع آفتاب سے ڈیڑہ پہر دن چڑہنے تک پہر اوسکے بعد غدا کا وقت داخل ہوتا ہے تو مصر مین اونکے عرف کے موافق عمل کرنا چاہئے شارح کہتا ہے اور اسیطرح اہل شام فطور اور غدا کا وقت جدا جدا کہتے ہین م اکثر اہل ہند بعد طلوع کے طعام کو نہاری بولتے ہین اور پہر دن چڑہے سے دوپہر تک کے طعام کو ونکا کہانا کہتے ہین تو اہل ہند کا غدا اکثر پہر دن چڑہنے کے بعد ہوتا ہے ثم لا بد ان یکون مما یتغدّی

بہ اھل بلدہ عادۃً پہر تغدی مین یہہ ضرور ہے کہ ویسا کہانا ہو جسکو حالف کے اہل شہر بطور اپنی عادت کے کہاتے ہون وغذاءُ کل بلدۃٍ ما تعارف اھلہا حتّی لو شبع بشرب اللّبن یحنث البدوی لا الحضری زیلعی اور ہر شہر مین اول روز کے کہانے سے وہ کہانا مراد ہے جو وہان کے لوگون مین رائج ہو یہان تک کہ اگر حالف دودہ پینے سے آسودہ ہوجاویگا تو صحرائی آدمی حانث ہوگا نہ شہری کذا فی شرح الزیلعی م اسواسطے کہ عرب کے صحرائی آدمیونکی غذا اکثر دودہ ہے اور وہان کے شہریون مین یہہ عادت نہین اور اسیطرح ہندی آدمی اگر کہجور سے پیٹ بہر لیگا تو حانث نہوگا بسبب عرف کے والتعشی منہ ای الزوال وفی البحر عن الاسبیجابی وفی عرفنا وقت العشاء بعد صلوۃ العصر قلت وھو فی عرف مصر والشام الی نصف اللیل اور تعشی یعنی آخر روز کا کہانا آفتاب ڈہلنے سے ہے آدہی رات تک اور بحر الرائق مین اسبیجابی سے منقول ہے کہ ہمارے عرف مین عشا کا وقت بعد نماز عصر ہے شارح کہتا ہے اور یہی مصر و شام مین عادت ہے م اور اہل ہند مین عشا اکثر مغرب کے بعد سے پہر رات گذرنے تک معمول ہے والتسحر ھو الاکل بعد نصف اللیل الی طلوع الفجر اور سحر کہی اور سحری وہ کہانا ہے آدہی رات کے بعد سے طلوع آفتاب تک قال ان اکلت او قال ان شربت او لبست او نکحت ونحو ذلک فعبدی حر ونوی معیّنا ای خبزا او لحما او قطنا مثلا لم یصدّق اصلا فیحنث بایّ شیء اکل او شرب وقیل یدیّن کما لو نوی کلّ الاطعمۃ او کلّ میاہ العالم حتی لا یحنث اصلا لنیۃ محتمل کلامہ کہا ایک شخص نے اگر مین کہاؤن یا یون بولا کہ اگر مین پیون یا پہنون یا نکاح کرون تو بندہ اس قول کے جسمین فعل کے ساتھ مفعول مذکور نہو تو میرا غلام آزاد ہے اور نیت کی قائل نے معین چیز کی یعنی روٹی کے اکل مین اور دودہ کے شرب مین اور روئی کے لبس مین مثلا تو اوسکی ہرگز تصدیق نہوگی نہ دیانۃً نہ قضاءً تو حانث ہوگا ہر چیز کے کہانے اور پینے سے اسواسطے کہ نیت کرنا بدون ملفوظ کے صحیح نہین اور بعضون نے کہا کہ دیانۃً اوسکی تصدیق ہوگی چنانچہ قول مذکور مین اگر سب کہانون اور ساری عالم کے پانیون کی نیت کریگا تاکہ اصلا حانث نہو تو صحیح ہے بسبب نیت کرنے اپنے کلام کے محتمل کو یعنی فعل مین عموم تو ثابت تہا اوسکو اوسنے ارادہ کیا لہذا نیت عموم کی صحیح ہوئی بخلاف تعیین کی نیت کے ولو ضمّ یمین اکلت طعاما او شربت شرابا او لبست ثوبا دیّن اذا قال عنیت شیئا دون شیء لانہ ذکر اللفظ العام القابل للتخصیص لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط فتعمّ کالنکرۃ فی النفی اور اگر فعل مذکور مین مفعول کو ملایا یعنی یون کہا کہ اگر مین طعام کو کہاؤن یا پینی کی چیز پیون یا کپڑا پہنون تو دیانۃً اوسکی تصدیق ہوگی جب قائل یون کہے کہ مینے مثلا طعام سے روٹی کا ارادہ کیا نہ گوشت کا اسواسطے کہ اوسنے لفظ عام کو ذکر کیا جو قابل ہے تخصیص کے اسواسطے کہ نکرہ واقع ہوا ہے سیاق شرط مین تو عام ہوگا جیسے نکرہ سیاق نفی مین عام ہوتا ہے م شرط مثبت مین حلف نفی پر ہوتی ہے تو حالف کا یون کہنا کہ اِن لبست ثوبا راجع ہو لا البس ثوبا کیطرف لیکن یہہ تاویل خلاف ظاہر ہے لہذا قاضی اوسکو قبول نکریگا کذا فی فتح القدیر والاصل انّ النیّۃ انما تصحّ فی الملفوظ الّا فی ثلث فیدیّن فی فعل الخروج والمساکنۃ وتخصیص الجنس کحبشیّۃ او عربیّۃ لا الصفۃ ککوفیّۃ او بصریّۃ فتح اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہہ ہے کہ نیت صحیح نہین ہوتی مگر ملفوظ مین مگر تین صورت مین بدون ملفوظ بہی نیت صحیح ہے تو دیانۃً تصدیق ہوگی خروج اور مساکنت کے فعل مین اور تخصیص جنس مین جیسے حبشی یا عربی عورت نہ صفت مین جیسے کوفی یا بصری عورت کذا فی الفتح م یعنی اگر قائل نے کہا کہ اگر مین نکلون یا زید کو اپنے پاس رکہون تو غلام آزاد ہے پہر اوسنے خروج سے سفر کی نیت اور مساکنت سے ایک کوٹہری مین رہنے کی نیت کی تو صحیح ہے اسواسطے کہ خروج چند قسم ہوتا ہے سفر کے واسطے اور غیر سفر کے واسطے اور مساکنت بہی کئی طرح

بعضے نسخوں مین کپڑا پہنون کے بعد یہہ ہے یعنی کہ مین ننگا ہون گا۔

کی ہوتی ہے جیسے ایک کوٹھری میں ساتھ رہنا یا ایک گھر میں یا ایک شہر میں اور فعل محتمل ہے تنویع کا نہ تخصیص کا اوراسیطرح اگر اوسنے حلف کیا کہ عورت
سے نکاح نکریگا اور اوسنے حبشی یا عربی عورت کی نیت کی تو صحیح ہے اسواسطے کہ حبشی ایک نوع ہے عورت کی تو تخصیص جنس کی بعض انواع سے ہوئی
اور اگر مثال مذکور میں کوفی اور بصری عورت کی نیت کریگا تو صحیح نہوگی اسواسطے کہ کوفی اور بصری ہونا یہ صفت ہو عورت کی اور حالانکہ صفت مذکور
نہیں تو تخصیص صفت کی بلا ذکر صفت صحیح نہوگی کذا فی الطحطاوی ونیۃ تخصیص العام تصح دیانۃ اجماعا فلو قال کل امرأۃ اتزوجها فهي
طالق ثم قال نویت من بلد کذا لا یصدق قضاء وکذا من غصب دراهم انسان فلما حلفه الخصم عاما نوی خاصا به یفتی
خصاف (ف) جیسا نیت کرنا تخصیص لفظ عام کا صحیح ہے دیانۃً بالاجماع تو اگر بولا کہ جس عورت سے میں نکاح کروں وہ مطلقہ ہے پھر اوسنے کہا کہ میں نے
فلانے شہر کی عورت کی نیت کی تھی نہ فلانے شہر کی تو قضاءً اوسکی تصدیق نہوگی اسواسطے کہ تخصیص خلاف ظاہر ہے اور اسیطرح جسنے ایک انسان کے
درم غصب کئے پھر جب مدعی نے اوسکو عام قسم دلائی تو اوسنے خاص کی نیت کی یہی قول مفتیٰ بہ ہے کہ تخصیص عام کی دیانۃً صحیح ہے نہ قضاءً برخلاف
خصاف کے کہ اوسکے نزدیک تخصیص عام دیانۃً اور قضاءً دونوں طرح درست ہے ہم اونکی قسم سے طلاق کی قسم مراد ہے اسواسطے کہ خدا کے قسم میں قاضی
وغیرہ کی ہیں چنانچہ شارح بیان کرتا ہے صورت قسم لینی کی یوں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے دراہم مثلاً چھین لئے مدعی نے اوس سے
عام قسم لی اسطرح کہ اگر میں نے تیرا مال غصب کیا ہو تو اوسکی عورت کو طلاق ہے پھر اوسکا غصب کرنا ثابت ہوگیا سو اوسکی عورت نے قاضی کے
یہاں نالش کی اپنی طلاق واقع ہونیکی تو شوہر نے تخصیص عام کا دعویٰ کیا یعنی کہا کہ میں نے قسم کے وقت مال سے دینار کی نیت کی تھی نہ درم
کی طلاق واقع نہو تو قاضی اسکی تصدیق نکریگا اور خصاف کے نزدیک قاضی کو تصدیق کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وقالوا لو الحیلۃ متی حلفه
ظالم واخذ بقول الخصاف لا بأس به اور ولوالجیہ میں ہے کہ جب حالف کو ظالم قسم دلاوے اور وہ خصاف کے قول پر عمل کرے تو کچھ
مضائقہ نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ اسمیں تامل ہے کیونکہ اگر اخذ دیانۃً مراد ہو تو خصاف کے قول کی کچھ خصوصیت نہیں ظاہر الروایت میں بھی تخصیص
عام کی دیانۃً صحیح ہے اور اگر اخذ قضاءً مراد ہو تو اسکی وجہ ظاہر نہیں اسواسطے کہ حالف کا اخذ کرنا قضاءً بقول خصاف امر بے معنی ہے اور اس صورت میں ہے کہ جب اخذ
کا فاعل حالف ہو اور اگر قاضی کو فاعل اوسکا قرار دیجئے تو باوجودیکہ در لوالجی کی عبارت میں قاضی مذکور نہیں اور پریشانی ... کی اسکے علاوہ
سے تو بھی قاضی کو حکم کرنا بقول ضعیف جائز نہیں لیکن خلاصہ میں یہ ہے کہ اگر حالف مظلوم ہو تو خصاف کے قول پر فتوی دے تو اس روایت سے معلوم
ہوتا ہے کہ فاعل اخذ کا مفتی ہے یعنی اگر مظلوم مفتی سے پوچھے تو مفتی کو جائز ہے کہ بقول خصاف فتوی دے لیکن اسمیں بھی خلل ہے کہ
مفتی کو فتوی بالدیانت بھی جائز نہیں اور معلوم ہوچکا ہے کہ تخصیص عام کی دیانۃً صحیح ہے قول خصاف کی کچھ خصوصیت نہیں بہرصورت یہ مسئلہ تحقیق
طلب ہے واللہ اعلم وقالوا النیۃ للحالف لو بطلاق او عتاق وکذا باللہ لو مظلوما وان ظالما فللمستحلف اور فقہانے کہا ہے کہ نیت
کا اعتبار اسواسطے حالف کے ہے اگر طلاق اور عتاق کا حلف ہوا اور اسیطرح حلف باللہ کی نیت میں اوسکو اختیار ہے اگر حالف مظلوم ہو اور اگر حالف
ظالم ہو تو یمین باللہ میں حلف لینے والے کی نیت معتبر ہے ہم ظہیریہ میں ہے کہ ایک شخص نے قسم دلائی دوسرے شخص کو سو اوس نے قسم کھائی اور
نے مقصود کے سوا اور نیت کی تو اگر طلاق اور عتاق کی یمین ہے تو حالف کی نیت معتبر ہے خواہ حالف ظالم ہو یا مظلوم اور اگر یمین باللہ ہے
تو اگر حالف مظلوم ہے تو اوسیکی نیت معتبر ہے اور اگر حالف ظالم ہے تو مستحلف کی نیت معتبر ہے طحطاوی نے کہا یہ اوس صورت میں ہو جب گذشتہ
پر قسم ہو اور نیت سے مراد دیانت کی نیت ہے نہ قضا کی ولا تعلق للقضاء بالیمین باللہ کچھ تعلق نہیں قاضی کے حکم کو خدا کی قسم میں ہم اسواسطے
کہ کفارہ یمین حق اللہ ہے اسمیں حق العبد نہیں تاکہ وہ حالف کی قاضی کے پاس نالش کرے اور یہ مطلب نہیں کہ یمین باللہ کو دار القضا سے
کچھ مطلق تعلق نہیں اسواسطے کہ جب مدعی کے گواہ نہونگے تو قاضی مدعا علیہ سے خدا کی قسم لیگا کذا فی الطحطاوی حلف لا یشرب من شیء یکون
فیه الکرع نحو دجلة فیمینه علی الکرع منها حتی لو شرب من نهر یتفرع منه لم یحنث قسم کھائی کہ نہ پیوں گا اوس شئے سے جسمیں منہ ڈالکر

پینا ممکن ہے چنانچہ نہر دجلہ یا لبالب تغار سے تو یمین اوسکی اوسمین مُنہ ڈالکر پینے پر منعقد ہو گی یہانتک کہ اگر دریا کا پانی ہاتھ سے یا برتن سے اوٹھا کر
پئے گا تو حانث نہو گا و فی البحر عن الظہیریۃ الکرع لا یکون الا بعد الخوض فی الماء لکن فی القہستانی عن الکشف انہ لیس بشرط اور بحر الرائق
مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ کرع متحقق نہیں ہوتا مگر بعد گھسنے کے پانی مین لیکن قہستانی مین کشف سے منقول ہے کہ کرع مین پانی کے اندر گھسنا شرط نہیں ہم
کرع لغت مین اس سے عبارت ہو کہ اپنے مُنہ سے پانی لے پانی کے موضع سے اور اصل کرع جانور مین ثابت ہو کہ وہ بدون ادخال اپنی اکارع کے پانی مین
نہیں پیتا غالبا بعد اسکے کرع انسان مین مستعمل ہوا جب کہ وہ پانی مین مُنہ ڈالکر جانور کی مانند پیئے اگرچہ پانی مین پاؤن نڈالے کذا فی المنح اکارع جمع
کراع بالضم بمعنے پایہ بخلاف من ماء دجلۃ فیحنث بغیر الکرع ایضا بخلاف اس قسم کے کہ دجلہ کا پانی نہ پیئے گا تو حانث ہوگا بدون کرع کے بھی
یعنے برتن سے پینے مین وفیما لا یتاتی فیہ الکرع کالبئر وللحنث بالشرب بالاناء مطلقا سواء قال من البئر او من ماء البئر لتعین
المجاز اور جسمین مُنہ ڈالکر پانی پینا نہیں ہوسکتا جیسا کنوان اور بڑا مٹکا تو برتن سے پانی پینے مین ہر طرح حانث ہوگا برابر ہے کہ لا اشرب من البئر
کہا ہو یا لا اشرب من ماء البئر بولا ہو بسبب معین ہو جانے مجاز کے ہم جب مُنہ لگا کر پانی پینا متصور نہوا تو مجاز متعین ہو گیا یعنے برتن سے پینا مراد ہو
بخلاف دریا و لبالب تغار کے کہ وہان حقیقت حاصل ہے یعنے مُنہ ڈالکر پینا اور جب تک حقیقت ممکن ہو مجاز کی کیا حاجت ہے حب بجائے مٹکہ بڑا
مٹکہ ہے جسکو مشہور اور گولی بھی بولتے ہیں اور فارسی مین خم کہتے ہیں طحطاوی نے لکھا کہ کنوان اور خم سے مراد یہ ہے کہ لبالب پانی سے بھرے
نہون ورنہ مُنہ ڈالکر پانی پینا متصور ہوگا و لو تکلف الکرع فیما لا یتاتی فیہ ذلک ای الکرع لا یحنث فی الاصح لعدم العرف [illegible] اور اگر
حالف نے بتکلف مُنہ ڈالکر اوسمین سے پانی پیا جسمین کرع نہیں حاصل ہوتا مثلا کنوئین مین [illegible] کرع کیا تو حانث نہو گا قول اصح مین [illegible]
امکان تصور البر فی المستقبل شرط انعقاد الیمین ولو بطلاق و بقائہا اذ لا بد من تصور الاصل لتعقد فی حق [illegible]
الکفارۃ تو فرع علیہ ممکن ہونا تصور بر کا زمان مستقبل مین شرط ہے یمین کے منعقد ہونیکے [illegible] اگرچہ طلاق کی یمین ہو
[illegible] اسلیے کہ اول تصور اصل کا ضرور ہے تاکہ یمین منعقد ہو اصل کے [illegible]
اگلا قول متعدم کیا ہم مقصود بالذات قسم کھانے سے یہ ہے کہ قسم کو قائم رکھے اور پورا کرے اور کفارہ [illegible]
اور یمین لغو مین کفارہ واجب نہیں اور کفارہ تو حنث یعنی قسم توڑنے سے واجب ہوتا ہے [illegible]
بھی محال ہوگا اسواسطے کہ ترک نہیں ہوسکتا مگر اوسی چیز مین جسکا وجود ہوسکے کذا فی الطحطاوی [illegible]
الیوم ولا ماء فیہ او کان فیہ ماء وصبّ ولو بفعلہ او بنفسہ فی یومہ قبل اللیل واطلق یمینہ عن الوقت ولا ماء
فیہ لا یحنث سواء علم وقت الیمین ان فیہ ماء اولا فی الاصح لعدم امکان البر تو اس قسم مین کہ واللہ اس کوزہ کا پانی آج
مقرر پیونگا اور حالانکہ اوسمین پانی نہیں یا اوسمین پانی تھا مگر گرا دیا گیا اگرچہ حالف کے فعل سے گرا یا خود کوزہ [illegible] ہاتھ سے گر گیا [illegible] دن
مین رات سے پہلے یا یمین مطلق ہو یعنی اوسمین وقت کی قید نہ لگائی اور حالانکہ کوزہ مین پانی نہیں تھا تو حانث نہوگا بسبب عدم امکان بر کے
برابر ہے کہ قسم کے وقت کوزہ مین پانی ہونیکا اوسکو علم ہو یا نہو قول اصح مین ہم جس صورت مین کہ کوزہ مین پانی نہیں تو انعقاد یمین کی شرط
ابتدا سے نہ پائی گئی اور پانی گر جانیکی صورت مین بقاء یمین کی شرط حاصل ہوئی وان اطلق وکان فیہ ماء فصب حنث لوجوب البر فی
المطلقۃ کما فرغ وقد فات بصبہ اما الموقتۃ ففی آخر الوقت اور اگر حالف نے یمین کو مطلق کہا یعنی آج کا لفظ نہ کہا یعنی یون قسم کھائی کہ [illegible]
اس کوزہ کا پانی پیونگا اور قسم کے وقت اوسمین پانی تھا سو اوسنے گرا دیا تو حانث ہوگا بسبب واجب ہونے بر کے یمین مطلق مین بمجرد فراغت
کے قسم کھانے سے اور پورا کرنا قسم کا پانی گرانے سے فوت ہو گیا اور یمین موقت مین تو وجوب بر آخر وقت مین ہوتا ہے اسلیے پانی گرانے سے قبل
اوس دلیل یمین موقت مین حانث نہیں ہوتا وہذا الاصل فروعہ کثیرۃ منہا ان لم تصلّی الصبح غدا فانت کذا فحاضت [illegible] بکرۃ

فی الواضح۔ اور اسکی یعنی امکان یمین کی بہت فروع ہیں از انجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو کل صبح کی نماز نہ پڑھیگی تو تو یہی ہو یعنی مطلقہ ہے تو بقول اصح زوج حانث نہوگا زوجہ کے حائض ہوجانے سے صبح کے وقت اسواسطے کہ حائض سے نماز پڑھنا صبح کیوقت شرعاً ممکن نہیں ومنہا ان لم ترد دی التی ماکر الذی اخذتیہ من کیسی فانت طالق فاذا الدینار فی کیسہ لم تطلق لعدم تصور البر اور از انجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر وہ دینار نہ پھیر دیگی جسکو تونے میری تھیلی سے لیا ہے تو تو مطلقہ ہے اور ناگہان وہ دینار زوج کی تھیلی میں ہو تو زوجہ مطلقہ نہوگی بسبب عدم تصور بر کے یعنے پھیرا ہونا ہی ممکن نہیں ومنہا ان لم تہبینی صداقک الیوم فانت طالق وقال ابوھا ان وھبتیہ فامک طالق فالحیلۃ ان تشتری منہ بمہرھا ثوباً ملفوفاً وتقبضہ فاذا مضی الیوم لم یحنث ابوھا لعدم الھبۃ ولا الزوج لعجزھا عن الھبۃ عند الغروب لسقوط المہر بالبیع ثم اذا ارادت الرجوع ردتہ بخیار الرؤیۃ اور از انجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو اپنا مہر آج مجکو نہ ہبہ کرے گی تو تو مطلقہ ہے اور زوجہ کے باپ نے اپنی بیٹی سے کہا کہ اگر تو اپنا مہر اپنے زوج کو ہبہ کرے گی تو تیری ماں مطلقہ ہو تو تدبیر اسکی مخلصی کی یہ ہے کہ زوجہ بعوض اپنے مہر کے اپنے زوج سے لپٹا کپڑا مول لیکر اوسپر قبضہ کرلے پھر جب وہ دن گذر جاوے گا تو زوجہ کا باپ حانث نہوگا بسبب عدم ہبہ کے اور نہ زوج اوسکا حانث ہوگا بسبب عاجز ہونے زوجہ کے غروب کے وقت ہبہ کرنے سے اسواسطے کہ ساقط ہوگیا مہر بسبب بیع سے یعنی جب اوسنے بعوض مہر کپڑا خریدکیا تو وہ اوسکی مالک نرہی تو ہبہ کرنا مہر کا ممکن نرہا پھر جب کہ زوجہ رجوع کا قصد کرے یعنی ابطال بیع چاہے تو کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو مہر اوسکا بطور سابق زوج پر لازم الادا ہوجاویگا مترجم کہتا ہے کہ اوسنے زیلعی سے نقل کیا کہ کپڑا قبضہ کرنیکی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر قبضہ نہوگا تو بھی حکم یہی ہے اور لپٹا ہوا کپڑا خرید کرنے کا فائدہ یہ ہے تا پھیرنا بخیار رویت ممکن ہو اب چند فروع اس قاعدہ کے مترجم نقل کرتا ہے از انجملہ یہ ہے کہ قسم کھائی کہ زید کو آج قتل کریگا پھر زید قبل گذرنے دن کے مرگیا یا قسم کھائی کہ آج اس روٹی کو کھاویگا سو رات ہونے سے پہلے اوسکو کوئی کھا گیا یا قسم کھائی کہ زید کو زدیگا یا اوسکو نہ ماریگا یا اوس سے بات کریگا بلا اجازت خالد کے پھر خالد مرگیا اور خالد نے زید کو دیا یا مارا یا کلام کیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اجازت خالد کی بعد موت کے ممکن نہیں یا قسم کھائی کہ اگر اس بانکہ سے گھر میں سو وہی تو عورت اوسکی مطلقہ ہو اور حالانکہ وقت ملنے صبح ہونیکی نہی اور اوسکو علم نتھا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ تہ حانث کرنا پیش گذشتہ کی ہو ہے سوا یہ مقصود یقینی لذا فی الطحطاوی عن ابی یوسف فی مسئلتہ و من امسک منہا لیصعدن السماء او لیقلبن ھذا الحجر ذھبا حنث للحال لان الیمین انعقدت لامکان البر حقیقۃ ثم حنث للعجز عادۃ ولو وقت الیمین لم یحنث حتی یمضی ذلک الوقت اور اس قسم میں کہ واللہ ضرور چڑھیگا آسمان پر یا واللہ ضرور اس پتھر کو سونا کر ڈالیگا فی الحال حانث ہوگا بسبب ممکن ہونے بر کے فی الحقیقت پھر حانث ہوگا بسبب عاجز ہونیکے عموماً اور تقلیب یعنی پتھر کا سونا کرنے اور اگر یمین کو کسی وقت کے ساتھ موقت کریگا تو جب تک وہ وقت گذر نجاوے حانث نہوگا مترجم آسمان کا چڑھنا فی نفسہ ممکن ہے اسواسطے کہ صعود ملائکہ اور انبیا بالیقین ثابت ہے اور اسی طرح پتھر کا سونا ہوجانا بتبدیل الہی ممکن ہے متکلمین کے نزدیک پھر جب ممکن ہوا تو یمین منعقد ہوگی لیکن چونکہ بنا بر عادت کے انسان سے صعود اور تقلیب سے عاجز ہے لہذا فوراً حانث ہوگا بخلاف مسئلہ کوزہ کے اسواسطے کہ وہ صورت پانی نہونیکے وہ پانی پینا جو قسم کے وقت کوزہ میں ہو ممکن نہیں لہذا فی منح الغفار و فی صحیح الفقہ قال لامرأتہ ان لم اصعد الی السماء ھذہ اللیلۃ فانت کذا ینصب سلما ثم یصعد الی سماء البیت لقولہ تعالی فلیمدد بسبب الی السماء ای سماء البیت الباقانی والظاہر تخریجہا عن قاعدۃ مبنی الایمان اور کتاب حیرۃ الفقہ میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر میں آجکی رات آسمان پر نہ چڑھوں تو تجکو طلاق ہے تو وہ شخص طلاق نہ واقع ہونیکی یہ تدبیر کرے کہ سیڑھی قائم کرے پھر سیڑھی پر سے اپنی گھر کی چھت پر چڑھ جاوے بدلیل قول حق تعالی یعنی چاہئے کہ رسی تانے طرف سما کے مراد سما سے اس آیت شریف میں گھر کی چھت ہے یعنی سما کا اطلاق قرآن مجید میں چھت پر آیا ہے تو اگر چھت پر چڑھ جاویگا تو حانث نہوگا باقانی نے کہا اور ظاہر ہے تخریج اس حیلہ کا مبنی یمین کے قاعدہ سے یعنی بنا یمین عرف پر ہے نہ اطلاق قرآنی پر چنانچہ اول کتاب الیمین میں مذکور ہوچکا ہے تو

خوب تامل کیجئے تو ہر جگا اوی امام نے پہر فرمایا وہ شخص دوبار حانث ہوا تو محمد نے کہا خوب کہا آپنے تو امام نے فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ وہ لفظ ان تینون کو فرمایا کہ سیر کو وجہ نے دو ۔۔۔ اوسکا حسنا گنا یا جسنت کنا ام سوال محمد کا اور امر کو محتمل تہا کہ ثلث مرات لا اکلک سے متعلق ہے یا فقط مت اگر لا اکلک ست متعلق ہے تو یہ مطلب ہے کہ تجہسے تین بار کلام نکرونگا اور اس امام یہی سمجہے لہذا فرمایا کہ پہر کیا ہوا یعنی حالف ہوئے گئے بار اس قسم کے بعد کلام کیا اور اگر ثلث مرات کو قال سے متعلق کیجئے تو مطلب یہ ہو کہ حالف نے تین بار یہ کہا کہ تجہسے کلام نکرونگا سوال سے محمد کو یہی مقصود تہا لہذا جواب مین کہا کہ تامل کرکے جواب دیجئے پوچہنے کی کچہ حاجت نہین پہر امام نے مقصود سوال کا دریافت کیا اور فرمایا کہ لا اکلک کو تین بار کہنے سے دوبار حانث ہوگا اسواسطے کہ ایکبار کہنے سے یمین منعقد ہوئی اور دوسری بار کہنے سے ایکبار حنث ثابت ہوا اور تیسری بار بولنے سے دوبار حنث ہوا اور نظر حسنا گنا اسواسطے کہ وہ معلوم ہوا کہ عدم تامل مجیب پر دلالت کرتا ہے اور حسنت کنا اسواسطے کہ علم معلوم ہوا کہ علم سائل پر دلالت کرتا ہے یعنی سائل کو مسئلہ معلوم تہا لیکن امتحان کے واسطے سوال کیا اور چونکہ حالت طفلی مین یہ گفتگو ہوئی تو اسمین محمد بن حسن کی بے ادبی اور شوخ چشمی ثابت نہین ہوئی وحلف لا یکلمہ الا باذنہ فاذن لہ ولم یعلم بالاذن فکلمہ حنث لاشتقاق الاذن من الاذان فیشترط العلم یا قسم کہائی کہ اوس سے کلام نکریگا مگر اوسکے اذن سے سو اوس نے اذن دیا اور حالف کو اوسکا اذن دینا معلوم نہوا پہر اوس سے کلام کیا تو حانث ہوگا بسبب اشتقاق اذن کے اذان سے اور اذان بمعنی اعلام ہے تو اذن مین علم مشروط ہوا م اشتقاق سے اشتقاق کبیر مراد ہے کذا فی النہر اسواسطے کہ اشتقاق صغیر مین مجرد و مزید سے مشتق نہین ہوتا بلکہ مزید مجرد سے مشتق ہوتا ہے مصنف نے اپنی شرح مین کہا یا اذن تو توع فی الاذن سے ماخوذ ہے بہر صورت تحقق اذن کا بدون سماع کے نہین ہوتا بخلاف لا یکلمہ الا برضاہ فرضی ولم یعلم لان الرضا من اعمال القلب فیلم بہ بخلاف اس قسم کے کہ نہ کلام کریگا مگر اوسکی رضامندی سے سو وہ راضی ہوگیا اوسکے کلام سے اور حالف کو اوسکی رضا کا علم نہوا پہر اوسنے کلام کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ رضامندی دل کا عمل ہے تو اوسکا تحقق فقط دل ہی سے تمام ہوگا علم حالف اسمین مشروط نہین الکلام والحدیث لا یکون الا باللسان فلا یحنث باشارۃ وکتابۃ کما فی النتف کلام اور تحدیث ثابت نہین ہوتا بدون زبان کے تو حانث نہوگا اشارہ کرنے اور لکہنے سے کذا فی النتف یعنی اگر قسم کہائی کہ فلانے سے کلام نکریگا پہر اوسکو خط لکہا یا اوسکی طرف پیام بہیجا یا اوسکی طرف آنکہ یا ہاتہ سے اشارہ کیا تو حانث نہوگا کذا فی المنح و فی الخانیۃ لا اقول لہ کذا وکتب الیہ حنث ففرق بین القول والکلام لکن نقل المصنف بعد مسئلۃ شم الریحان عن الجامع انہ کالکلام خلافا لابن سماعۃ اور خانیہ مین ہے قسم کہائی کہ اوس سے نکہونگا ایسا پہر اوسکی طرف لکہہ بہیجا تو حانث ہوگا تو تفریق ہوئی قول اور کلام مین کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہے نہ کلام لیکن مصنف نے آگے بعد مسئلہ شم ریحان کے جامع سے نقل کیا ہے کہ قول مانند کلام کے ہے یعنی کتابت سے قول بہی ثابت نہین ہوتا بخلاف ابن سماعہ کے م تو معلوم ہوا کہ کلام اور قول مین تین قول ہین جامع کا یہ قول ہے کہ کلام اور قول کتابت سے ثابت نہین ہوتے اور قاضی خان کے نزدیک تفریق ہے کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہے نہ کلام اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر مین کہا کہ کلام اور قول دونو کتابت سے ثابت ہوتے ہین کذا فی الطحطاوی والاخبار والاقرار والبشارۃ تکون بالکتابۃ لا بالاشارۃ والایماء اور خبر دینا اور اقرار کرنا اور خوشخبری دینا لکہنے سے ثابت ہوتے ہین نہ اشارہ اور ایما سے م طحطاوی نے کہا کہ مصنف کو مناسب تہا کہ ایضا کا لفظ بعد کتابت کے زیادہ کرتا تا کہ معلوم ہوتا کہ خبر اور اقرار اور بشارت کتابت سے بہی ہوتا ہے اور کلام سے بہی والاظہار والافشاء والاعلام یکون بالکتابۃ وبالاشارۃ ایضا اور اظہار اور افشا اور اعلام کتابت سے ہوتا ہے اور اشارہ کرنیسے بہی م طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح مین افشا نہین ہے اور بحر الرائق مین افشاء ہے فلو قال لم انو الاشارۃ دین اور اگر حالف نے کہا کہ مین نے اشارہ کی نیت نہین کی تو دیانۃ اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضاء یعنی اگر عدم اظہار وغیرہ کی قسم کہائی اور اشارہ کردیا اور عدم اشارہ کی نیت ظاہر کی تو فیما بینہ وبین اللہ اوسکی تصدیق ہوگی نہ قاضی کے نزدیک دق لا یدعوہ او لا یبشرہ یحنث بالکتابۃ اور اگر قسم کہائی کہ اوسکو نہ بلا دیگا یا اوسکو بشارۃ

ف سوال یعنی ۔۔۔ نیت ۔۔۔

ف یعنی دوسری بار کہنے سے پہلی یمین ۔۔۔ منعقد ہوئی ۔۔۔ حنث ہوا ۔۔۔ بہی علم ہوگی

کو مقید بتاخیر جزا کیا اسواسطے کہ اگر مثال مذکور مین جزا کو مقدم کریں یون کہے کہ اوسکی عورت مطلقہ ہے مگر یہ کہ زید آوے تو اس صورت مین الا واسطے
غایت کے نہین بلکہ شرط کے واسطے ہے اسواسطے کہ طلاق ایسی چیز نہین جو تعیین وقت کی محتمل ہو تو عورت مطلقہ نہو گی زید کے قدوم سے بلکہ زید کی موت سے
الا بمعنی غایت وہان ہوتا ہے جو توقیت کا محتمل ہو اور طلاق اوسکا محتمل نہین لہذا یہان بمعنی شرط ہے تو گویا اوسنے یون کہا کہ ان لم یقدم زید
فانت طالق یعنی اگر زید نہ آویگا تو تو طالق ہے تو اب طلاق قدوم زید سے نہ واقع ہو گی بلکہ اوسکی موت سے ہو گی اسواسطے کہ قبل موت زید کے عدم قدوم
کا تحقق نہین ہوسکتا اسواسطے کہ یمین مطلق ہے کما لو قال لغیرہ واللہ لا اکلمک حتی یاذن لی فلان او قال لغریمہ واللہ لا افارقک حتی
تقضینی حقی او حلف لیوفینہ الیوم فمات فلان قبل الاذن او بری من الدین فالیمین ساقطۃ والاصل ان الحالف اذا
جعل لیمینہ غایۃ وفاتت الغایۃ بطل الیمین بھا خلافا للثانی چنانچہ حالف نے غیر سے کہا کہ واللہ مین تجھسے بولونگا نہین یہانتک کہ مثلاً
زید مجھکو اذن دیوے یا حالف نے اپنے قرضدار سے کہا کہ واللہ مین تجھکو نہ چھوڑونگا یہانتک کہ تو میرا حق ادا کرے یا قرضدار نے قسم کھائی کہ البتہ اُسکا
قرض آج ادا کریگا پھر زید مرگیا قبل اذن دینے کے یا بری الذمہ ہو گیا قرضدار قرض معاف ہو جانے سے تو قسم ساقط ہو جاویگی اور اصل سقوط کی یہ
ہے کہ قسم کھانیوالے نے جب اپنی قسم کی ایک غایت مقرر کی اور وہ غایت فوت ہو گئی تو اوسکی فوت ہونے سے قسم باطل ہو جاویگی امام اعظم اور
محمد کے نزدیک بسبب عدم امکان بر کے بخلاف ابی یوسف کے کلمۃ ما زال وما دام وما کان غایۃ ینتھی الیمین بھا فلو حلف لا یفعل کذا ما دام
ببخارا فخرج منھا ثم رجع ففعل لا یحنث لانتھاء الیمین کلمہ ما زال اور ما دام اور ما کان کا غایت کیواسطے ہو تو یمین اوسیکے ساتھ آخر ہو جاویگی
تو اگر قسم کھائی کہ ایسا نکریگا ما دامیکہ بخارا مین رہیگا پھر قسم کے بعد بخارا سے نکلا پھر وہین پلٹ گیا پھر وہ فعل کیا جسکے نکرنیکی قسم کھائی تھی
تو حانث نہو گا بسبب منتہی ہونے یمین کے خروج سے وکذا لا یاکل ھذا الطعام ما دام فی ملک فلان فباع فلان بعضہ لا یحنث یاکل باقیہ
لانتھاء الیمین ببیع البعض اور اسیطرح قسم کھائی کہ اس طعام کو نکھاویگا جبتک کہ فلانیکی ملک مین رہیگا سو فلانے نے اوس طعام سے کچھ بیچا تو باقی
طعام کے کھانے سے حانث نہو گا بسبب منتہی ہونے قسم کے بعض کی بیع سے وکذا لا افارقک حتی تعطینی حقی الیوم او حتی اقدمک الی السلطان
الیوم لا یحنث بمضی الیوم بل بمفارقتہ بعدہ ولو قدم الیوم لا یحنث ولو فارقہ بعدہ بحر اور اسیطرح قسم کھائی کہ تجھکو نچھوڑونگا یہانتک
کہ تو میرا حق دیوے آجکے دن یا یون کہا کہ تجھکو نچھوڑونگا یہانتک کہ تجھکو حاکم کے پاس لیچلون آجکے دن تو حانث نہو گا دن کے گذرنے سے بلکہ بعد
مدت کے قرضدار کے چھوڑ دینے سے حانث ہو گا اور اگر حالف نے یوم کو مقدم کیا یعنی یون کہا کہ لا افارقک الیوم حتی تعطینی حقی پھر وہ دن گذر گیا
اور اوسنے اوسکو نہ چھوڑا اور قرضدار نے قرض نہ ادا کیا تو حانث نہو گا اگرچہ حالف نے اوسکو بعد گذرنے دن کے چھوڑ دیا ہو کذا فی البحر اسواسطے
کہ حالف نے فراق کیواسطے اوسیدن کو وقت ٹھہرایا تھا کذا فی الطحطاوی من البحر وکذا لو حلف ان یحبسہ الی باب القاضی ویحلفہ فاعترف الخصم
او ظہر شھود سقط الیمین لتقییدہ من جھۃ المعنی بحال انکارہ کما سیجیئ فی باب الیمین فی الضرب اور اسیطرح اگر قسم کھائی اپنے مدعی علیہ
کو قاضی کے دروازہ کھینچ لیجاویگا اور قسم دلاویگا پھر اقرار کیا اوسنے مال کا یا مدعی کے شاہد ظاہر ہو گئے تو یمین ساقط ہو جاویگی بسبب مقید ہونے یمین کے باعتبار
معنی کے اوس حال سے جب کہ وہ منکر تھا چنانچہ اسکا ذکر آویگا یمین فی الضرب کے باب مین وفی حلفہ لا یکلم عبدہ ای عبد فلان او عرسہ او صدیقہ
او لا یدخل دارہ او لا یلبس ثوبہ او لا یاکل طعامہ او لا یرکب دابتہ ان زال الاضافۃ ببیع او طلاق او عداوۃ وکلمہ لم یحنث فی
العبد ونحوہ مما یملک کالدار اشار الیہ بطذا او لا علی المذہب لان العبد ساقط الاعتبار عند الاحرار فکان کالثوب والدار
اور اس قسم مین کہ قائل نے کے مثلاً زید کے غلام سے کلام نکریگا یا اوسکی زوجہ یا اوسکے دوست سے یا اوسکے گھر مین نہ داخل ہوگا یا اوسکا کپڑا نہ پہنیگا یا اوسکا کھانا
نہ کھاویگا یا اوسکے جانور پر سوار نہو گا اگر زید کی نسبت زائل ہو گئی بیع کرنے سے غلام اور دار اور ثوب اور طعام اور جانور مین یا طلاق دینے سے زوجہ
مین یا دشمنی ہونے سے دوست مین اور کلام کیا اوس سے تو حانث نہو گا غلام مین اور اوسکی مانند مین جو قابل ملک ہو چنانچہ گھر خواہ قسم کیوقت اوسکی طرف

اشارہ کیا ہو یا نکیا ہو بنا بر قول زید کے یعنی خدا کی یون کہا کہ واللہ مین زید کے اس غلام سے نہ بولونگا یا یون کہا کہ زید کے غلام سے نہ بولونگا پھر سونت
اوسکے بولنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ غلام ساقط الاعتبار ہوتا ہے احرار کے نزدیک تو وہ مثل ثوب اور دار کے ہوگیا ہم غلام اسلئے نہین ہوتا
کہ شخص اوسکے عدم کلام کی قسم کہا وے تو یہ قسم نہوگی مگر اوسکے مالک کے سبب سے پھر جب اوسکا دوسرا مالک ہوگیا بیع سے تو عدم کلام کا عذر جاتا رہا
لہذا حانث نہوگا اور یہی حکم ہے ترک دار اور ثوب اور طعام کا وفی غیرہ ای فی تکلم غیر العبد من العرس والصدیق لا الدار لانھا لا تکلم
فتکون الدار مسکوتا عنها للعلم بانها کالعبد بالطریق الاولی فتنبہ اور اوسکے غیر مین یعنی غیر عبد کے کلام کرنے مین مراد غیر عبد سے زوجہ
اور دوست ہے نہ دار اسواسطے کہ دار لائق کلام کرنیکے نہین تو دار کا حکم مسکوت ہوا اسواسطے کہ دار کا مانند عبد کے ہونا بطریق اولی معلوم ہے سو خبردار
ہوجا اعلم ماتن نے مثال مین اول عبد اور زوجہ اور دوست اور دار کو جمع کیا پہر تفصیل [illegible] اول عبد کا حکم بیان کیا پہر غیر عبد کا حکم ذکر کیا حالانکہ غیر عبد
[illegible] لیکن [illegible] شارح نے [illegible] ترجمہ کی یعنی غیر عبد سے فقط زوجہ اور دوست دار ہے اس دلیل سے کہ دار
لائق کلام نہین تو اوسکا حکم مذکور نہین اگر کوئی کہے کہ جب دار کا حکم مذکور نہین کیا تو اوسکو ذکر کرنے سے کیا فائدہ شارح نے جواب دیا کہ دار کا حکم مانند حکم عبد کے
بطریق اولی معلوم ہے تو اوسکے حکم کی علیحدہ ذکر کرنیکی کچھ حاجت نہتھی وجہ اولویت کی یہ ہے کہ زوال اضافت سے کلام عبد سے حنث نہوا حالانکہ عبد مین
عقل ہے کراہت ذاتی اوسمین سے ممکن ہے تو دخول دار سے بعد زوال اضافت کے بطریق اولی حنث نہوگا اسواسطے کہ دار مین تعقل نہین کہ اوسکی دخول
سے کراہت ذاتی متصور ہو پہر شارح نے بعد اس توجیہ کے آخر کو اشارہ کردیا کہ [illegible] غیر مناسب ہے ان اشار بھذا او جلی حنث لان الحر یحجر
لذاته والاتیتہ ولم یبین لا یحنث وحنث بالمتجدد بان اشتری عبدا او تزوج بعد الیمین در غیر عبد مین یعنی زید کی زوجہ اور دوست
کے کلام مین اگر اشارہ کیا بلفظ ہذا یا اوسکو معین کردیا نام لیکر تو حانث ہوگا بعد زوال اضافت کے اسواسطے کہ حر بالذات بھی چھوڑا جاتا ہے اور اگر
اشارہ نہین کیا اور نام اوسکا لیا یعنی یون کہا کہ زید کی [illegible] یا دوست سے کلام نکریگا تو بعد زوال اضافت کے حانث نہوگا اور حانث ہوگا عبد جدید اور
زوجہ جدید [illegible] کے کلام سے تجدد کی صورت یہ ہے کہ زید نے غلام مول لیا یا نکاح کیا بعد یمین کے لا یکلم صاحب ھذا الطیلسان مثلا فکلمہ بعد بیعہ حنث
لان الاضافة للتعریف ولذا لو کلم المشتری لم یحنث قسم کہائی کہ مثلا اس طیلسان والے سے کلام نکریگا پہر اوسسے کلام کیا طیلسان بیچنے کے بعد
تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہ اضافت اور نسبت شناخت کیواسطے ہے کچھ قید نہین اور اسیواسطے اگر طیلسان مول لینیوالے سے کلام کریگا تو حانث نہوگا
طیلسان معرب ہے تیلسان کا وہ اہل عجم کا لباس ہے سیاہ اور زرد اوسکا تانا بانا صوف کا ہوتا ہے کذا فی المنح الزمان والحین ومنکرهما ستة
اشهر من حلفه لانه الوسط لفظ زمان اور حین کا معرف باللام ہو خواہ نکرہ باللام مراد اوس سے چھ مہینے ہین ابتداء حلف سے اسواسطے کہ چھ
مہینے متوسط استعمال ہے زمان اور حین کا کبھی حین کا ہے زمان قلیل مین مستعمل ہوتا ہے کما قال اللہ تعالی (فسبحان اللہ حین تمسون) مراد ساعت
ساعت تسا [illegible] اور کبھی حین چالیس برس کے واسطے مستعمل ہوتا ہے کا قال اللہ تعالی (ھل اتی علی الانسان حین من الدھر) انسان سے مراد
آدم علیہ السلام ہین اور حین سے چالیس سال مراد ہین اور کبھی حین چھ مہینہ مین مستعمل ہوتا ہے کا قال تعالی (تؤتی اکلھا کل حین) ابن عباس نے کہا
کہ حین سے یہان چھ مہینے مراد ہین اور چونکہ چھ مہینے متوسط رتبہ ہے استعمال حین کا لہذا عدم تکلم زمانی اور حینی کے حلف مین اسیقدر مراد ہوگا اسلئے
کہ ساعت بھر عدم تکلم قسم کہانے پر موقوف نہین بلا قسم بھی متصور ہے اور چالیس برس کی مدت دراز ہے بیشتر اتنا عدم تکلم مقصود نہین لہذا متوسط
رتبہ متعین ہوگیا اور لفظ زمان کا استعمال مین حین کی برابر ہے تا آنکہ منذ حین ومنذ زمان ایک ہی معنی مین مستعمل ہے کذا فی المنح والطحطاوی وبھا ای
بالنیة ما نوی فیھما علی الصحیح بدائع اور نیت کے ساتھ جو نیت حین اور زمان مین کریگا وہی مراد ہوگا بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی البدائع
یعنی چھ مہینہ کی تقدیر حین اور زمان مین اوسوقت ہے جب حالف نے قلیل یا کثیر مدت کی نیت نکی ہو اور در صورت نیت اوسکی نیت ہی کی تقدیر مراد ہوگی و
غرة الشهر ورأس الشهر اول لیلة منه ویومها اور غرہ شہر اور راس شہر سے مہینہ کی پہلی رات اور اوسیکا دن مراد ہے والدہ الی

ما دون النصف وآخره اذا مضی خمسة عشر یوما فلو حلف ان یصوم اول یوم من آخر الشهر وآخر یوم من اول الشهر صام الخامس عشر والسادس عشر اول شہر نصف مہینہ سے کم تک ہے اور آخر شہر اوس وقت سے ہے جب پندرہ روز گذر جاوین تو اگر قسم کھائی کہ آخر شہر کے اول روز مین اور اول شہر کے آخر دن میں روزہ رکھیگا تو پندرہوین اور سولہوین تاریخ روزہ رکھے اس واسطے کہ سولہوین آخر شہر کا پہلا روز ہے اور پندرہوین اول شہر کا پچھلا دن ہے طحطاوی نے کہا کہ ماتن کو مناسب تھا یون کہنا کہ اول شہر نصف شہر تک ہے جیسا کہ قہستانی نے کہا ہے اس واسطے کہ پندرہوین تاریخ کو فقہا نے اول شہر کا آخر دن کہا ہے والصیف من حین القاء الحشو الی لبسه ضد الشتاء بدائع اور گرمی کا موسم اوس وقت سے ہے جب روئی بھرا کپڑا اتار ڈالا جاوے یہانتک کہ پھر اوسکو پہننے کی نوبت آوے اور سردی کا موسم اوسکی بالعکس ہے کذا فی البدائع فتاوی عالمگیری مین واقعات سے منقول ہے کہ صیف اور شتا کی معرفت مین علما کا کلام مختلف ہے اور قول مختار یہ ہے کہ اگر قسم کھانیوالا اوس شہر مین رہتا ہو جہان کے لوگون مین گرمی اور سردی کا حساب مقرر ہو جس سے وہ صیف اور شتا کو پہچانتے ہون تو اوسکی قسم مین وہی حساب مقرری مراد ہوگا اور اگر وہان حساب معلوم نہو تو شتا وہ ہے جسمین روئی یا پوستین وغیرہ کی حاجت ہو اور گرمی اسکے بالعکس ہے اور ربیع کا موسم آخر شتا سے ہو اول صیف تک اور خریف آخر صیف سے ہے اول شتا تک و

فی حلفه لا یکلمه الدهر او الابد هو العمر ای مدة حیوة الحالف عند عدم النیة اور اس قسم مین کہ کلام نکریگا اوس سے دہر اور ابد مین تو دہر اور ابد سے عمر مراد ہے یعنی حالف کی زندگی کی مدت عدم نیت کے وقت یعنی درصورتیکہ اوسکی نیت ہی معتبر ہوگی قلیل زمانہ ہو یا کثیر اور دہر سے مدت حیات مراد ہو اوس وقت ہے جب کہ لفظ دہر کا معرف باللام ہو و دهر منکر لم یدر وقالا هو کالحین وغیر خاف انه اذا لم یرد عن الامام شیء فی مسئلة وجب الافتاء بقولهما اھ اور دہر منکر کو امام اعظم نے نہ جانا کہ اوسکی مدکیا ہے اور صاحبین نے کہا کہ وہ مانند حین کے ہے یعنی چھ مہینہ پر محمول ہے اور یہ امر پوشیدہ نہین کہ جب امام سے کوئی روایت وارد نہوئی کسی مسئلہ مین تو اوسمین فتوی دینا صاحبین کے قول پر واجب ہے کذا فی النهر الفائق امام اعظم نے دہر منکر مین یعنی جب الف لام تعریف نہو فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ وہ کیا ہے اس واسطے کہ استعمال دہر کا انحا مختلف پر یعنی ہمیشہ اور تصیر اور وسیط پر ثابت نہین ہوا مانند لفظ حین کے تو نہ معلوم ہوا امام کو کیا اوسکی تقدیر کیجیے اور اہل زبان اگرچہ تیقن تھا لیکن اوسکی عدم تکلم پر حلف کرنا مستبعد ہے اس واسطے کہ لحظہ دو لحظہ کا عدم تکلم بلا یمین بہی متصور ہے لہذا اوسمین توقف کرنا لازم ہوا اور یہ توقف صریح دلیل ہے امام کی فقاہت اور تدین پر کہ بلا حجت شرعی اپنی عقل کو دین مین دخل نہ دیا اور اسمین اپنی عدم علمی کا صاف اقرار کیا کذا فی فتح القدیر ... حاشیہ مین ہے کہ شیخ الاسلام مفتی ابو السعود نے کہا کہ جب مذہب مین اصلا نص نہو نہ امام سے نہ صاحبین سے تو امام ابو یوسف کے قول پر عمل کرنا چاہیے چنانچہ اسکو حموی نے حاشیہ اشباہ مین مفصل کہا ہے اور امام مالک کے مذہب کا قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ مین امام مالک سے تصریح نہو تو امام شافعی کیطرف رجوع کرتے ہین تو جب حنفی مذہب اپنے مذہب مین اور امام مالک کے مذہب مین نص نپاوے تو امام شافعی کے مذہب کیطرف رجوع کرے رضی اللہ عنہم اجمعین وفی السراج توقف الامام فی اربعة عشر مسئلة ونقل لا ادری عن الائمة الاربعة بل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعن جبرئیل علیه السلام ایضا اور سراج مین ہے کہ توقف کیا ہے امام اعظم نے چودہ مسئلون مین اور لفظ لا ادری کا یعنی مین نہین جانتا چارون اماموں سے منقول ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل علیہ السلام سے بہی لا ادری منقول ہے کرانی مین مذکور ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ بہترین مکانات کون ہے فرمایا کہ مین نہین جانتا جبرئیل سے دریافت کرونگا جبرئیل نے فرمایا کہ مین نہین جانتا ہون اپنے رب سے دریافت کرونگا پھر حق جل شانہ نے فرمایا کہ خیر البقاع مساجد ہین اور مساجد کے بہتر لوگ وہ ہین جو اول مسجد مین داخل ہوتے ہین اور آخر کو نکلتے ہین اور مساجد کے آنیوالون مین برے لوگ وہ ہین جو مسجد مین سب سے پیچھے آتے ہین اور اول نکل جاتے ہین اور حقائق مین مذکور ہے کہ اسمین تنبیہ ہے عالم اور مفتی کیواسطے کہ جو امر معلوم نہو اوسمین توقف کرے اور اپنی لاعلمی ظاہر کرنیسے ننگ وعار نکرے اس واسطے کہ درصورت عدم علم جرأت کر کے مسئلہ بتانا افترا علی اللہ ہے تحریم حلال یا تحلیل حرام سے اور منجملہ چودہ مسائل مذکورہ کے نو مسئلے ابن ابی شریف نے نظم مین یون بیان کیے ہین نظم

حل الامام ابا حنیفة دینه ❊ ان قال لا ادری لتسعة اسوله ❊ اطفال اهل الشرک این محلهم ❊ ومع الملائکة الکرام منفضله ❊ ام انبیاء الله ثم المؤمن ❊ وجلالة انی یطیب الاکل له ❊ والدهر مع وقت الختان وکلبهم ❊ وصفة المتکلم ای وقت حصله

والحکم فی الخنثی اذا اتا بال من حیث ترجیحہ منع سد الحاری استشکلہ ۔ و اجاز نقش الجدار المسجد من وقفہ ام لم یجز ان یفعلہ کذا فی الطحطاوی ۔ الایام و ایام

کثیرۃ والشہور والسنون والجمع والازمنۃ والاحایین والدھور عشرۃ من کل صنف لانہ اکثر ما یذکر بلفظ الجمع اور ایام اور ایام کثیرہ اور شہور اور سنون اور جمع اور ازمنہ اور احایین اور دہور کے الفاظ میں بشرطیکہ معرف باللام ہوں ہر نوع سے دس دس ہیں اسواسطے کہ لفظ عشرہ ان الفاظ میں اکثر ہے جو بلفظ جمع مذکور ہوتے ہیں ھم یعنی ایام کے لفظ میں دس روز مراد ہونگے اور شہور میں دس مہینہ اور سنون میں دس برس اور جمع میں دس جمعہ اور ازمنہ میں دس زمانہ اور احایین میں دس حین اور دہور میں دس دہر مراد ہونگے امام کے نزدیک اسواسطے کہ جمع معرف باللام اقصی استعمال لفظ جمع کیطرف منصرف ہے سو وہ عشرہ ہے اسواسطے کہ لغت عرب میں بولتے ہیں ثلثۃ رجال و اربعۃ رجال الی عشرۃ رجال پھر جب تجاوز ہوتا ہے عشرہ سے تو جمع کا صیغہ مستعمل نہیں ہوتا بلکہ مفرد بولا جاتا ہے چنانچہ احد عشر رجلا کذا فی المنح اور شرح میں جو لفظ جمع بعد سنون کے ہے سو جمعہ کے دنکی جمع ہے تو اگر قسم کھائی کہ لا یکلمہ الجمع تو یمین دس دن جمعہ پر منعقد ہو گی تو اگر یوم الجمعہ کے سوا اور ایام میں بولیگا تو حانث نہوگا اور یہہ مراد نہیں کہ دس اسبوع پر یمین منعقد ہو ہاں اگر لفظ جمع سے حالف اسبوع کا قصد کریگا تو دس اسبوع تک ترک کلام لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ففی لا یکلمہ الازمنۃ خمس سنین تو اس قسم میں کہ لا یکلمہ الازمنہ پانچ برس مراد ہونگے اسواسطے کہ سابق میں مذکور ہو چکا کہ لفظ زمان اور حین چھ مہینہ کیطرف منصرف ہے تو جب چھ مہینہ کو دس بار لیا تو ساٹھ مہینے ہوئے جسکے پانچ برس ہوتے ہیں ومنکرہا ثلثۃ لانہ اقل الجمع ما لم توصف بالکثرۃ کما مر اور الفاظ مذکورہ جب کہ نکرہ ہوں بدون الف لام کے تو ہر نوع سے تین مراد ہونگے اسواسطے کہ تین اقل جمع ہے جب تک نکرہ موصوف بالکثرۃ نہو چنانچہ مذکور ہو چکا ھم ان کے قول میں لفظ ایام کثیرہ نکرہ موصوف بالکثرۃ ہے تو اسمین جمع منکر تین پر محمول نہیں بلکہ دس پر محمول ہے اور اسیطرح سنون کثیرہ اور شہور کثیرہ تین پر محمول نہونگے

حلف لا یکلم عبید فلان او لا یرکب دوابہ او لا یلبس ثیابہ ففعل بثلثۃ منہا حنث وان کان لہ ای لفلان اکثر من ثلثۃ من کل صنف قسم کھائی کہ فلانے کے غلاموں سے کلام نکریگا یا اوسکے جانوروں پر سوار نہوگا یا اوسکے کپڑے نہ پہنیگا پھر اونمیں سے تین کو عمل میں لایا یعنی اوسکے تین غلاموں سے بات کی یا اوسکے تین جانوروں پر سوار ہوا یا اوسکے تین کپڑے پہنے تو حانث ہوگا اگرچہ فلانے شخص کی ملک میں ہر نوع تین تین سے زیادہ ہوں ھم حانث اسواسطے ہوگا کہ اقل جمع تین ہیں اور شارح نے جیسا کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا تا معلوم ہو جاوے کہ یہاں منکر اور مضاف میں کچھ فرق نہیں والا بان کلم اقل من ثلثۃ لا یحنث و تصح نیۃ الکل اور اگر ویسا نکیا اسطرح کہ دو یا ایک غلام سے کلام کیا تو حانث نہوگا اور صحیح ہے نیت کل کی یعنی غلاموں کی یا تمام جانوروں کی یا سب کپڑوں کی نیت کریگا تو دیانۃ اور قضاء صحیح ہے ولو کانت یمینہ علی زوجاتہ او صدقائہ او اخوانہ لا یحنث ما لم یکلم الکل مما سمی لان المنع لمعنی فی ھؤلاء فتعلقت الیمین باعیانہم اور اگر یمین حالف کی فلانیکی زوجات یا اوسکے دوستوں یا اوسکے بھائیوں پر ہو تو حانث نہوگا جب تک کل سے کلام نکریگا جس نوع کا کہ اوسنے نام لیا ہے یمین ہے اسواسطے کہ رد کنا کلام کا ان لوگوں میں کسی معنی کے سبب سے ہے تو یمین متعلق اونہونکی ذاتوں سے ہوگی ھم بخلاف عبید اور دواب اور ثیاب کے کہ وہاں یمین متعلق ہے ان ذاتوں سے جو فلانیکی طرف منسوب ہیں اور چونکہ نسبت بلفظ جمع ہے اور اقل جمع تین ہے لہذا تین کے عمل میں لانے سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر خلاصہ یہہ ہے کہ غلام اور دواب فلانے کی لائق نفرت کے نہیں لہذا وہاں نسبت ملحوظ ہے اور زوجات فلانی وغیرہ بسبب تعقل اور حرمت کے لائق نفرت ہیں لہذا وہاں نسبت کا اعتبار نہیں گویا یوں کہا لا اکلم ھؤلاء ولو لم یکن لہ الا اخ واحد فان کان یعلم بہ حنث والا لا کما فی الواقعات والحق فی النہر الاصدقاء والزوجات قلت وھی من المسائل الاربعۃ التی یکون فیہا الجمع للواحد کما فی الاشتباہ اور اگر قسم کھائی کہ فلانے کے بھائیوں سے کلام نکریگا تو اگر اوسکا سوای ایک کے دوسرا بھائی نہو سو اگر حالف اوسکو جانتا ہوگا تو حانث ہوگا اسلئے کہ اوسنے جانکر واحد کو بصیغہ جمع تعبیر کیا اور اگر ایک بھائی کا ہونا نجانتا ہوگا تو حانث نہوگا کذا فی الواقعات اسواسطے کہ اوسنے جمع سے واحد کا ارادہ نہیں کیا اور نہر الفائق میں زوجات اور اصدقا کو بھائیوں کے ساتھ ملحق کیا ہے تفصیل مذکور میں شارح کہتا ہے یہہ مسئلہ اون چار مسائل سے ہے جنمیں صیغہ جمع کا واحد کیواسطے

مستعمل ہوتا ہو کذا فی الاشباہ والنظائر ... اور کتاب الیمین میں ایک مسئلہ بیانیوں کا ہی جو مذکور ہو چکا اور دوسرا مسئلہ وقف اولاد کا ہی یعنی ایک شخص نے
اپنی اولاد پر وقف کیا حالانکہ اوسکا ایک ہی ولد ہی اور تیسرا مسئلہ یہہ ہو کہ اپنے اقارب پر وقف کیا ہو جو فلانے شہر میں رہتے ہیں اور وہ نہیں کوئی باقی رہا
سوا ایک شخص کے اور چوتھا مسئلہ یہہ ہو کہ قسم کہائی کہ اس اناج کی تین روٹیاں نکہا دیگا اور اس اناج میں ایک ہی روٹی ہوئی تو حانث ہو گا کذا فی الطحطاوی
واما الاطعمۃ والثیاب والنساء فیتم علی الواحد اجماعا لانصراف المعرف للعہد ان امکن والا فالجنس ولو نوی الکل صح ا ور لفظ
اطعمہ اور ثیاب اور نسا کا درصورت معرف باللام ہونیکے ایک پر واقع ہوتا ہو اسلئے معرف ہونیکے سبب باللام کے بعض شخص معہود کے اگر ممکن ہو اور اگر ممکن نہو
تو جنس کیطرف منصرف ہوگا اور اگر کل اطعمہ وغیرہ کی نیت کرگیا تو صحیح ہے یعنی اگر قسم کہائی کہ الا اکل الاطعمۃ تو جس طعام کی حالف کے شہر میں عادت ہوگی اوسکو
کہانیسے حانث ہوگا اور اگر طعام واحد کی عادت نہو تو جنس طعام مراد ہوگی اور تحقق جنس کا ایک فرد میں بہی ہوتا ہو اور اگر اطعمہ وغیرہ کو بدون الف لام کے
بولا یعنی یوں کہا کہ لا اکل اطعمۃ تو بدون تین طعام کے حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی

باب الیمین فی الطلاق والعتاق

یہہ باب ہو طلاق اور عتاق کی یمین میں الاصل فیہ ان الولد المیت ولد فی حق غیرہ لا فی حق نفسہ وان الاول اسم لفرد سابق والاخیر لفرد
لاحق والوسط لفرد بین العدد بین المتساویین اس باب کے بعض مسائل میں قاعدہ یہہ ہو کہ میت لڑکا اپنے غیر کے حق میں ولد ہو اور اپنی ذات کے حق میں ولد
نہیں اور البتہ اول فرد سابق کا نام ہو اور اخیر فرد لاحق کا نام ہو اور وسط اوس فرد کا نام ہو جو برابر دو عدد کے درمیان میں واقع ہو پس ولد میت غیر کے حق میں ولد ہے
یعنی اوسکی پیدا ہونیسے عدت منقضی ہوتی ہو حاملہ کی اور اوسکو توالد کے بعد کا خون نفاس ہو [illegible] اور اوسکی ماں ام ولد ہو جاتی ہی اور اوسکی وجہ سے طلاق معلق
بالولادۃ واقع ہو جاتی ہو لیکن ولد میت اپنے حق میں ولد نہیں یعنی اوسکا نام نہیں رکہا جاتا اور اوسکو غسل نہیں دیا جاتا اور اوسپر نماز جنازہ نہیں پڑہی جاتی اور
وہ وارث نہیں ہوتا اور وصیت اوسکے حق میں نافذ نہیں ہوتی اور آزاد نہیں ہوتا اور اول کے مفہوم میں عدم تقدیم غیر شرط ہو لیکن وجود ثانی شرط نہیں
اور اخیر کے مفہوم میں وجود فرد سابق لازم ہو تو اگر شارح اول کی تعریف یوں کرتا کہ اول وہ ہو جسپر دوسرا غیر مقدم نہو تو اصح ہوتی کذا فی الطحطاوی
وان المتصف باحدہما لا یتصف بالآخر لذا قال ولا کذا لک الفعل بعدہ لان الفعل الثانی غیر الاول فلو قال آخر امرأۃ اتزوجہا فہی
طالق فطلقت المتزوجۃ مرتین لانہ جعل الآخر وصفا للفعل وہو العقد وعقدہا ہو الآخر اور قاعدہ یہہ ہو کہ جو ذات ان دونوں میں سے
ایک کے امور ثلثہ سے تو دوسرے کے ساتہہ موصوف نہوگی یعنی جو ذات کہ موصوف باولیت ہو وہ موصوف باخریت نہیں ہو سکتی بسبب منافات کے اور نہیں ہو ایسا فعل
یعنی فعل البتہ موصوف باولیت وآخریت ہوتا ہو بسبب عدم تخالف اور ثنائی کے اسواسطے کہ فعل ثانی جو موصوف باآخریت ہو وہ غیر ہو فعل اول کے جو موصوف باولیت
سے تو اگر بولا کہ آخر نکاح جو میں کروں تو جسپر اوسنے پہلا نکاح کردن وہ مطلقہ ہو تو وہ عورت مطلقہ ہوگی جس سے دوبار نکاح کیا اسواسطے کہ اوسنے آخر کے لفظ
کو فعل کا وصف ٹہرایا اور وہ فعل عقد نکاح ہو اور عقد عورت کا وہی آخر ہو قسم ایک عورت سے دوبار نکاح کرنیکی یہہ صورت ہو کہ عورت سے اول نکاح کیا پہر
اسکو طلاق دی پہر اوس سے دوسری بار نکاح کیا تو پہلا نکاح موصوف باولیت ہوا اور دوسرا موصوف باآخریت ہوا اور اگر یوں کہو کہ پہلی منکوحہ مطلقہ ہو بعد اسکے
ایک عورت سے نکاح کرے پہر دوسری سے نکاح کرے پہر پہلی کو طلاق دے پہر اوس سے نکاح کرے پہر زوج مرجاوے تو وہی عورت مطلقہ ہوگی جس سے ایکبار نکاح کیا اسلئے
کہ جس سے اعادہ نکاح کا کیا وہ پہلی ہو چکی اب وہ پچہلی نہیں ہو سکتی بسبب تنافی کے کذا فی الطحطاوی اول عبد اشتریہ حر فاشتری عبدا عتق لما مر
ان الاول اسم لفرد سابق وقد وجد کہا ایک شخص نے کہ اول غلام جسکو خرید کروں وہ آزاد ہی پہر اوسنے ایک غلام مول لیا تو وہ آزاد ہو جاویگا اسواسطے
کہ پہلے مذکور ہو چکا کہ اول اوس فرد کا نام ہی جو سابق ہوا اور وہ امر حاصل ہوا قہستانی نے کہا کہ وجود سابق میں بیان تامل ہو اور شاید وجہ تامل کی یہہ ہے
کہ سابق لاحق کا مقتضی ہو اور لاحق یہان موجود نہیں تو اگر شارح یوں کہتا کہ اول وہ فرد ہی جسپر کوئی مقدم نہو تو خوب ہوتا چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا
ولو اشتری عبدین معا ثم آخر فلا عتق اصلا لعدم الفردیۃ اور اگر دو غلاموں کو ساتہہ مول لیا تو کوئی غلام آزاد نہوگا بسبب عدم فردیت کے
یعنی تعلیق عتق ایک غلام کی خرید پر تہی سو دو غلام کی خرید میں متحقق نہیں اور تیسرا غلام اول نہیں فان زاد کلمۃ وحدہ او اسود او بالدنانیر عتق

اليمين في الطلاق والعتاق

الثالث محمولا بالوصف پھر اگر قول مذکور میں وحدہ یا اسودیا یا لفظا نیز کا لفظ زیادہ کیا تو تیسرا غلام آزاد ہوگا وصف پر عمل کرنے سے ھم یعنی اگر یون کہا کہ اول عبد اشتریہ وحدہ یعنی پہلا غلام جسکو تنہا مین خرید کرون وہ آزاد ہی تو تیسرا آزاد ہی اسواسطے کہ وہ پہلا عبد ہے جو تنہا خرید ہوا یا یون کہا کہ اول عبد اشتریہ اسود یعنی پہلا غلام جسکو سیاہ خرید کرون یا یون کہا کہ اول عبد اشتریہ بالدنانیر یعنی پہلا غلام جسکو دینارون سے خرید کرون تو اگر تیسرا غلام سیاہ رنگ ہوگا یا دو غلام درہمون سے خرید ہوئے ہون گے اور تیسرا دینارون سے تو وہ آزاد ہوجاویگا ولو قال اول عبد اشتریہ واحدا فاشتری عبدین ثم اشتری واحدا لا یعتق الثالث واشار الی الفرق بقولہ للاحتمال ای لان قولہ واحدا یحتمل ان یکون حالا من العبد او المولی فلا یعتق بالشک ویجوز فی الجر صفۃ للعبد فھو کوحدہ وجوز فی النہر الرفع خبر المبتدا محذوف فھو کواحد اگر کہا کہ پہلا غلام جسکو مین خرید کرون درحالت وحدۃ وہ آزاد ہی پھر اوس نے دو غلام خرید کئے پھر ایک غلام خرید کیا تو تیسرا غلام آزاد نہوگا بسبب احتمال کے اور مصنف نے احتمال کے لفظ سے اول مثال اور اس مثال کے فرق کیطرف اشارہ کیا یعنی واحدا کا لفظ اس مثال مین محتمل ہی کہ غلام سے حال واقع ہو یا مولی سے اسواسطے کہ حال فاعل اور مفعول دونون سے واقع ہوسکتا ہی تو آزاد نہوگا بسبب شک کے بخلاف اول عبد اشتریہ وحدہ کے کہ وہان لفظ وحدہ کا حال نہین پڑ سکتا ہی بسبب ضمیر غائب کے اور بحر الرائق مین واحد کے لفظ مین جر تجویز کیا ہی باعتبار صفت ہونے عبد کے تو واحد بمعنی وحدہ ہوگیا یعنی عبد ہی کا وصف ہوگا یعنی تو غلام آزاد ہوجاویگا اور نہر الفائق مین رفع واحد کا تجویز کیا ہی مبتدا محذوف کی خبر ٹہراکر یعنی ہو واحد تو اس تقدیر مین مانند اول عبد واحد اشتریہ کے ہوا ولو قال اول عبد املکہ فھو حر فملک عبدا ونصف عبد عتق الکامل وکذا الثیاب بخلاف المکیلات وھو الموزونات للمزاحمۃ اور اگر کہا کہ پہلا غلام جسکا مین مالک ہون سو وہ آزاد ہی پھر وہ مالک ہوا ایک غلام اور نصف غلام کا تو پورا غلام آزاد ہوگا اور یہی حکم ہی کپڑون کا بخلاف کیلی اور وزنی چیزون کے بسبب مزاحمت کی [illegible] یعنی ھم نصف غلام پورا غلام نہین تو عبد کامل کے نام مین نہ شریک ہوگا تو عبد کامل سے مزاحمت نہ کریگا اور اولیت کے نام کو قطع نہ کریگا بخلاف کیلی اور موزون کے یعنی اگر یون کہا کہ اول مین جسکا مین مالک ہون وہ صدقہ ہی پھر وہ ڈیڑھ سیر کا مالک ہوا تو ادہ سیر کیہ لازم نہوگا اسواسطے کہ کیلی اور موزون مین نصف کل مین شریک اور مزاحم ہوتا ہی اسواسطے کہ ادہ سیر سے ایک جز ہوجاتا ہی یعنی آدہ سیر کو جب آدہ سیر سے ملائی تو پورا سیر ہوجاتا ہی اور ثوب اور عبد مین یہ اشتراک اور جنس حاصل نہین کذا فی المنح قال آخر عبد املکہ فھو حر فملک عبدا ثم عبدا فمات الحالف لم یعتق اذ لا بد للاخر من الاول بخلاف العکس بالعکس لانہ لا بد لہ من شئ بخلاف القبل کہا پچھلا غلام جسکا مین مالک ہون سو وہ آزاد ہی پھر وہ ایک غلام کا مالک ہوا پھر حالف مرگیا تو وہ غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ آخر کیواسطے اول کا ہونا ضرور ہی سو یہان موجود نہین بخلاف بالعکس کے یعنی اول کے واسطے آخر کا ہونا ضرور نہین جیسے بعد کیواسطے قبل کا ہونا ضرور ہی بخلاف قبل کے کہ اوسکے واسطے بعد کا ہونا ضرور نہین فلو اشتری الحالف المذکور عبدا ثم عبدا ثم مات الحالف عتق الثانی مستندا الی وقت الشراء فیعتبر من کل المال لو الشراء فی الصحۃ والا فمن الثلث سو اگر حالف مذکور نے ایک غلام خرید کیا پھر دوسرا غلام مول لیا پھر حالف مرگیا تو دوسرا غلام آزاد ہوگا خرید کیوقت سے مستند ہوکر تو اعتبار اوسکے عتق کا کل مال سے ہوگا اگر خرید اوسکی حالف کی صحت بدن ہوتی ہوگی اور نہین تو ثلث مال سے آزاد ہوگا ھم وجہ استناد کی یہ ہے کہ حالف کی موت سے غلام ثانی کا آخر ہونا ثابت ہوا اسواسطے کہ حیات مین تیسرے غلام خرید کرنیکا احتمال ہی اور فی الحقیقت متصف ہونا غلام ثانی کا بوصف آخریت خرید کیوقت سے ثابت ہی لہذا اوسکا عتق بھی وقت شرا سے ہوگا وعلیہ فلا یصیر فارا لو علق البائن بالآخر خلافا لھما اور بنا بر قول استناد کے زوج فار نہوگا اگر اوس نے طلاق بائن زوجہ کی پچھلے نکاح پر تعلیق کی ہو بخلاف صاحبین کے ھم یعنی اگر زوج نے کہا کہ جس عورت سے آخر نکاح مین کرون سو مطلقہ ہی تو امام کے نزدیک نکاح کیوقت سے طلاق واقع ہوگی لہذا وہ فار نہوگا تو اگر اوس سے صحبت کی ہوگی تو نصف مہر بسبب شبہ دخول کے اور نصف بسبب طلاق قبل دخول کے لازم آویگا اور عدت اوسکی حیض سے ہوگی بدون سوگ کے اور وہ وارث نہوگی اور صاحبین کے نزدیک طلاق اوسکی موت کے نزدیک واقع ہوگی اور طلاق اور وفات کی عدت میں جو ابعد ہوگی وہ اوسپر واجب ہوگی کذا فی المنح واما الوسط [illegible]

زیادہ وزن والے ۱۲

انہ یاتینو ولا کلام الاخ و ثانی الثلثۃ وسطہ کذا ثالث الخمسۃ وھکذا اور ذو متوسط کا بیان تو بدائع میں یون ہے کہ متوسط مستحق نہیں ہوتا مگر طاق عدد
میں تو تین کا دوسرا متوسط ہے اور اسیطرح پانچ کا تیسرا اور سات کا چوتھا متوسط ہے وعلی ہذا القیاس جفت میں متوسط نہیں ہوتا تو جب ایک غلام خریدکیا پھر
دوسرا پھر تیسرا تو دوسرا متوسط ہے پھر جب چوتھا خریدکیا تو دوسرا متوسط نرہا پھر جب پانچوان خریدکیا تو تیسرا غلام متوسط ہوگیا پھر جب چھٹا خریدا تو وہ
بھی متوسط نرہا وعلی ہذا القیاس تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تین یا پانچ میں متوسط ہونا ثابت نہیں ہوسکتا بدون مولی کی موت کی تو اگر مولی نے کہا کہ وسط غلام جسکو
میں خریدون آزاد ہے تو بعد موت مولی کے تین میں دوسرا اور پانچ میں تیسرا آزاد ہوگا امام کے نزدیک وقت خرید سے آزادی ہوگی اور صاحبین کے نزدیک موت سے
اگر چار غلام ہوں گے یا چھ تو کوئی آزاد نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ان ولدت فانت کذا حنث بالمیت ولو سقطا مستبین الخلق ولا لا اگر تو
جنی تو تو ایسی ہے تو حانث ہوگا مردہ لڑکا پیدا ہو جیسے اگرچہ ناتمام لڑکا جسکے اعضا ظاہر ہوگئے پیدا ہوا اور اگر لڑکے کے اعضا ظاہر نہون یعنی گوشت کا لوتھڑہ ہو تو
حانث نہوگا بخلاف فھو حر فولدت میتا ثم اخر حیا عتق الحی وحدہ لبطلان الرق بالموت بخلاف الولد او الولادۃ بخلاف اس قول کے کہ
اگر تو جنی تو لڑکا آزاد ہے پھر لونڈی مردہ لڑکا جنی بعد اسکے زندہ لڑکا جنی تو فقط زندہ آزاد ہوگا نہ مردہ بسبب باطل ہوجانے مالکیت کے مرجانے سے بخلاف ولد اور ولادت کے
یعنی اگر کہا کہ تو لڑکا جنی یا یون بولا کہ اگر تو جنی تو تو آزاد ہے تو لونڈی آزاد ہوجاویگی مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اسواسطے کہ تحقق ولد اور ولادت کا میت سے بھی
ہوتا ہے البشارۃ عرفا اسم لخبر سار خرج الضار فلیس بشارۃ عرفا بل لغۃ ومنہ فبشرھم بعذاب الیم بشارت یعنی خوشخبری عرف میں اوس
خبر کا نام ہے جو مسرور اور خوش کردے تو اس قید سے رنج دینے والی خبر نکل گئی سو وہ بشارت نہیں عرف میں بلکہ لغت میں اوسکو بھی بشارت کہتے ہیں اور بنا بر لغت
کے ہے قول اللہ تعالی کا کہ بشارت دے کافرون کو عذاب دردناک کی اور یمین میں عرف کا اعتبار ہے نہ لغت کا صدق خرج الکاذب فلا یعتبر وہ خبر سچی
ہو تو اس قید سے کذب نکل گیا تو وہ معتبر نہیں یعنی جھوٹی خبر بشارت نہیں لیس للمبشر بہ علم فیکون من الاول دون الباقین ایسی خبر ہو کہ جسکو بشارت
دیگئی وہ اوسکو نہ جانتا ہو تو بشارت اول مخبر کے خبر دینے سے ہوگی نہ باقی مخبرون سے یعنی اگر چند لوگون نے خوشخبری سنائی تو جسنے اول خبر دی اوسکی
خبر کو بشارت کہیں گے نہ اوسکے سوا اور لوگون کی اسواسطے کہ وہ آگاہ ہوچکا اول خبر سے فلو قال کل عبد بشرنی فھو حر فبشرہ ثلثۃ متفرقین
عتق الاول فقط لما قلنا تو اگر مولی نے کہا کہ جو غلام مجھکو ایسی بشارت دے وہ آزاد ہے پھر تین غلامون نے جدا جدا بشارت دی تو فقط پہلا غلام بشارت دینے والا
آزاد ہوگا اوسی وجہ سے جسکو ہم ابھی بیان کرچکے ہیں وتکون بکتابۃ ورسالۃ ما لم ینو المشافھۃ فیکون کالحدیث اور بشارت لکھ بھیجنے اور کہلا بھیجنے
سے بھی ہوتی ہے جبتک مولی نے خطاب بالمشافہ کی نیت نکی ہو اور اگر مشافہہ کی نیت کریگا تو بشارت مانند حدیث کے مقید بمشافہہ ہوگی ولو ارسل بعض
عبیدہ عبدا آخر ان ذکر الرسالۃ عتق المرسل والا الرسول اور اگر مولی کے بعض غلام نے دوسرے غلام کو بھیجا بشارت دینے کو تو اگر اوسنے
رسالت کو ذکر کیا تو بھیجنے والا آزاد ہوگا اور نہیں تو پیام پہنچانیوالا آزاد ہوگا یعنی اگر پیام پہنچانیوالے غلام نے یون کہا کہ فلانے غلام نے مجھسے پیام
کہلا بھیجا ہے تو پیام کا بھیجنے والا آزاد ہوگا اور اگر اوسنے پیام کو نہ ذکر کیا تو خود پیام پہنچانیوالا آزاد ہوگا وان بشروہ معا عتقوا لتحققھا من
الکل بدلیل فبشرناہ بغلام علیم اور اگر مولی کے سب غلامون نے ساتھ ہی بشارت پہنچائی بلا تقدم وتاخر تو سب آزاد ہوجاوینگے بسبب ثابت ہونے بشارت
کے ہر غلام سے بدلیل اس آیت قرآنی کے تو خوشخبری سنائی فرشتون نے ابراہیم علیہ السلام کو فرزند صاحب علم کی یعنی اس آیت میں جمیع ملائکہ مخبرین کیطرف
بشارت منسوب ہوئی ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے آیت مذکورہ میں مبشروہ کہا تبع زیلعی اور کمال الدین بن الھمام اور صاحب بحر الرائق کے حالانکہ قرآن مجید میں بشرون ہے
والبشارۃ لا فرق فیھا بین ذکر الباء وعدمھا بخلاف الخبر فانہ یختص بالصدق مع الباء کما مر فی الباب قبلہ اور بشارت کے لفظ میں کچھ فرق نہیں درمیان
ذکر کرنے بائے جارہ کے اور اوسکے عدم ذکر میں یعنی خواہ بشارت کے ساتھ بائے جارہ مذکور ہو یا نہو ہر صورت بشارت مخصوص بصدق ہے بخلاف لفظ خبر کے کہ وہ بائے جارہ
کے ساتھ مخصوص بصدق ہے چنانچہ اس باب سے پہلے مذکور ہوچکا والکتابۃ کالخبر فیما ذکر اور لفظ کتابت کا مانند خبر ہے امر مذکور میں یعنی بائے جارہ کے ساتھ مخصوص
بصدق ہے اور بدون اسکے صدق اور کذب دونو کو شامل ہے اسواسطے کہ کتابت عبارت ہے جمع حروف سے مطلقا ولا اعلام لابد فیہ من الصدق ولو

بلا انباء کا اپنشارۃ لان الاعلام اثبات العلم والکذب لا یفیدہ بدائع اور اعلام کے لفظ مین صدق خبر ضرور ہے اگرچہ بدون بار مادہ کے ہو نشر لفظ بشارت کے
اسواسطے کہ اعلام عبارت ہو اثبات علم سے اور کذب ثبات علم کا مفید نہین کذا فی البدائع قال علی النیۃ اذا قارنت علۃ العتق الاختیاریۃ کالشراء مثلا
بخلاف الارث لانہ جبری قاعدہ ہو کہ جب نیت متقارن اور متصل ہو اختیاری علت عتق سے چنانچہ خرید کرنا مثلا بخلاف وراثت کی کہ وہ جبری علت ہو عتق
کی نہ اختیاری والحاصل ان رق المعتق کامل یصح التکفیر والا بان لم تقارن العلۃ او قارنتہا والرق غیر کامل کام الولد لا یصح التکفیر تفریع
فرع علیہا بقولہ اور حاصل یہہ ہو کہ مملوکیت معتق کی کامل ہو تو کفارہ دینا اوس عتق سے صحیح ہے اور اگر ایسا نہو اسطرح کہ نیت علت عتق کی متقارن نہو یا متقارن
ہو علت کی وہ حالیکہ مملوکیت غیر کامل ہے چنانچہ ام ولد مین تو کفارہ دینا صحیح نہین پہر بعد تمہید قاعدہ مذکورہ کے مصنف نے اپنے اگلے قول کو اوس پر متفرع کیا فصح
شراء ابیہ للکفارۃ للمقارنۃ تو خرید کرنا اپنے باپ کا واسطے کفارہ ادا کرنے کے خواہ کفارہ یمین ہو یا اور کفارات صحیح ہو بسبب مقارنت نیت کے یعنی چونکہ خرید
علت ہو عتق کی تو خرید کے وقت نیت عتق متقارن ہوئی تو بموجب قاعدہ مذکورہ کے بلا شبہہ تکفیر صحیح ہو گی لا شراء من حلف بعتقہ لعدمہا خرید کرنا
اوس غلام کا جسکی آزادی کی قسم کہائی ہو بسبب عدم متقارنت کے ہم چنانچہ اگر کہا کہ اگر مین فلانے کو خرید کرون تو وہ آزاد ہو پہر اوسکو ادائے کفارہ کی نیت سے
خرید کیا تو بیت کفیر صحیح نہین اسواسطے کہ شرط صحت اتصال نیت کا ہو ساتہہ علت عتق کے اور علت عتق اس مثال مین یمین ہوا اور خرید علت نہین بلکہ شرط عتق ہو تو اتصال
نیت کا علت کے ساتہہ نہوا بلکہ شرط کے ساتہہ ہوا کذا فی المنح ولا شراء مستولدۃ بنکاح علق عتقہا عن کفارتہ بشرائہا لنقصان رقہا اور صحیح
نہین کفارہ کیواسطے خرید کرنا منکوحہ لونڈی کا جسکی آزادی کو معلق کیا اپنی کفارہ سے ہو ولیکن بسبب نقص ہونے اوسکی مملوکیت کے یعنی ایک شخص نے غیر کی لونڈی سے
نکاح کیا پہر کہا اگر مین تجکو خرید کرون تو تو آزاد ہو میری قسم کے کفارہ کیطرف سے پہر اوسکو خرید کیا تو بمجرد خرید کے وہ آزاد ہو جاویگی بسبب پائے جانے شرط کے لیکن
کفارہ ادا نہوگا اسواسطے کہ حریت اوسکی بسبب استیلاد کے متحقق ہو چکی تو کمال عتق یعنی ہر وجہ سے آزاد ہونا خرید کیطرف منسوب نہوا اسوجہ سے کہ مملوکیت اوسمین ناقص
ہے حالانکہ قاعدہ مین مذکور ہو چکا کہ بدون ملک کامل کے تکفیر صحیح نہین کذا فی المنح بخلاف ما اذا قال القنۃ ان اشتریتک فانت حرۃ عن کفارۃ
یمینی فاشتراہا اجزأتہ عنہا للمقارنۃ کالہبۃ والصدقۃ والوصیۃ ناویا عند القبول بخلاف الارث لما مرّ زیلعی بخلاف اوسکی یہہ ہو کہ کہا ایک خالص
لونڈی سے کہ اگر مین تجکو خرید کرون تو تو آزاد ہو میری قسم کے کفارہ کیطرف سے پہر اوسکو خرید کیا اسواسطے کہ یہہ خرید کفارہ کیواسطے کافی ہو بسبب مقارنت نیت کے ساتہہ
خرید کے جیسے تکفیر صحیح ہو ہبہ قبول کرنے اور وصیت مین قبول کرنیکے وقت نیت کرنے کے بخلاف ارث کے کہ اوسمین فقط نیت کافی نہین چنانچہ مذکور ہو چکا کذا
فی شرح الزیلعی ہم شرح زیلعی مین مذکور ہو کہ اگر کسی نے بیٹے اسکو غلام ہبہ کیا یا اوسکے واسطے غلام کی وصیت کی سوا اوسنے قبول کرنیکے وقت کفارہ کی نیت
کی تو صحیح ہو بخلاف ارث کے کہ وہ اختیاری امر نہین کذا فی الطحطاوی وعتق بقولہ ان تسریت امۃ فہی حرۃ من تسراہا وہی فی ملکہ حینئذ
ای حین حلفہ لمصادفتہا الملک اور اس قول سے کہ اگر مین حرم بناؤن کسی لونڈی کو تو وہ آزاد ہے اوس لونڈی کا عتق ثابت ہوگا جسکو مولی نے حرم بنایا
اور حالانکہ وہ اوسکی ملک مین تہی اوسوقت یعنی اوسکی تعلیق کے وقت بسبب متحقق ہونے تعلیق کے ملک مین لا تعتق من اشتراہا فتسراہا آزاد نہوگی
وہ لونڈی جو تعلیق مذکور کے بعد خرید کیا پہر اوسکو حرم بنایا اسواسطے کہ تعلیق بدون ملک یا اضافت الی الملک کے صحیح نہین ویثبت التسری بالتحصین و
الوطی وشرط الثانی عدم العزل فتح اور ثابت ہوتا ہو حرم بنانا تحصین اور وطی سے اور ابو یوسف نے تحصین اور وطی کے ساتہہ عدم عزل بہی شرط کیا ہے
کذا فی فتح القدیر عزل یہہ کہ انزال کیوقت عورت سے جدا ہو جاوی ہم تسری عبارت ہو اتخاذ سُرّیہ سے اور سریہ بضم سین وتشدید راء مہملہ ویاء تحتیہ بمعنی حرم ہے
یعنی جو لونڈی کہ مولی کے تصرف مین آوے سُرّیہ یا سرور سے ہے اسواسطے کہ لونڈی حرم ہونے سے خوش ہوتی ہو اور مولی بہی اوس سے خوش ہوتا ہو یا سر بمعنی جماع اور اخفا
سے ہو اسواسطے کہ اکثر حرم کو زوجہ سے مخفی رکہتے ہین اور تحصین عبارت اس سے ہے کہ اوسکو علیحدہ مکان دیوے اور باہر نکلنے سے منع کرے کذا فی الطحطاوی ولو قال
ان تسریت امۃ فانت طالق او عبدی حر فتسری بمن فی ملکہ او من اشتراہا بعد التعلیق طلقت وعتق وافاد الفرق بقولہ لوجود
الشرط بلا مانع لصحۃ تعلیق طلاق المنکوحۃ بای شرط کان فلیحفظ اور اگر زوج یا مولی نے کہا کہ اگر مین کسی لونڈی کو حرم بناؤن تو تو مطلقہ ہو

یا میرا غلام آزاد ہے پھر اوسنے حرم بنایا اوس لونڈی کو جو اوسکی ملک مین تہی یا اوس لونڈی کو جسکو خرید کیا بعد اس تعلیق کے تو زوجہ اوسکی مطلقہ ہوگی اور غلام
آزاد ہو جاویگا اور فرق بیان کیا مصنف نے اس مثال مین اور مثال سابق مین اپنے قول لوجود الشرط سے یعنی طلاق واقع ہوئی بسبب پائے جانے شرط طلاق کے بسبب صحیح
ہونے طلاق منکوحہ کے ہر شرط سے اس فرق کو یاد کرنا چاہیے ہم ایک عالم ہمعصر صاحب بحر الرائق سے غلطی ہو گئی کہ اوسنے تعلیق طلاق بالتسری کو تعلیق حریت
بالتسری پر قیاس کیا یعنی جیسے ان تسریت امۃ فہی حرۃ کہنے سے وہ لونڈی آزاد نہین ہوتی جو بعد اس تعلیق کے خرید ہوئی اور حرم بنی اسیطرح ان تسریت امۃ
فانت طالق کہنے سے منکوحہ مطلقہ نہوگی اگر بعد تعلیق کے لونڈی خرید ہو کر حرم بنائی گئی حالانکہ یہہ قیاس غلط ہے اسواسطے کہ تعلیق حریت کی بدون ملک یا اضافت
الی الملک کے صحیح نہین لہذا وہ لونڈی آزاد نہین ہوئی بخلاف طلاق منکوحہ کے کہ اوسکی تعلیق ہر شرط سے صحیح ہے شارح نے محافظت وجہ فرق کا اسواسطے
امر کیا دوسرا عالم نہ خطا کرے کل مملوک لی حر تعتق امہات اولادہ ومدبروہ وعبیدہ ویدین نیۃ الذکور لا الاناث و(لا) یعتق مکاتبہ الا بالنیۃ
ورقیقہ ہر مملوک میرا آزاد ہے تو اس قول سے اوسکی ام ولد اور مدبر اور اوسکی لونڈیان ام ولد آزاد ہو جاوینگی بسبب انکے مملوک ہونیکے تصرف کی راہ سے
اور ذات کی راہ سے اور دیانۃً اوسکی تصدیق کیجاویگی ذکور کی نیت مین نہ اناث کی نیت مین ہم یعنی اگر مولی کہے کہ مینے اس قول سے غلامونکی آزادی کی نیت
کی لونڈیونکی تو دیانۃً اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اسواسطے کہ تخصیص عام کی دیانۃً صحیح ہے نہ قضاءً اور اگر کہے کہ مینے اس قول سے لونڈیون کا عتق مراد لیا
نہ غلامون کا تو مطلقاً تصدیق نہوگی اسواسطے کہ ہر چند مملوک کا لفظ ذکور کے واسطے ہے نہ اناث کے اسواسطے کہ انثی کو مملوکہ کہتے ہین لیکن جب ذکور اور اناث مختلط
ہون تو لفظ مذکر کا استعمال ہوتا ہے بطریق تغلیب کے تو اس صورت مین اناث کی نیت لغو ہوگی کذا فی الطحطاوی لا مکاتبہ الا بالنیۃ ومستسعی البعض کالمکاتب
لعدم الملک یدًا نہ آزاد ہوگا قول مذکور سے مکاتب اوسکا مگر مکاتب کی نیت کرنے سے اور جزو غلام کہ کچھ آزاد ہو چکا ہو وہ مکاتب کی مانند ہے بسبب نہ مالک
ہونے مکاتب پر از راہ تصرف وفی الفتح ینبغی فی کل مرقوق لی حر ان یعتق المکاتب لا ام الولد الا بالنیۃ اور فتح القدیر مین ہے اس قول مین کہ ہر لونڈی
میری آزاد ہے لائق یہہ ہے کہ مکاتب آزاد ہو نہ ام ولد مگر نیت سے اسواسطے کہ ام ولد مین رقیت کمتر ہے مکاتب سے ھذہ طالق او ھذہ وھذہ طلقت الاخیرۃ و
خیر فی الاولیین وکذا العتق والاقرار لانہ ادخل الشک بین الاولیین وعطف الثالث علی الواقع منہما فکان
کانہ قال احدکما طالق وھذہ کہا زوج نے اپنی تین عورتون سے اشارہ کرکے کہ یہہ مطلقہ ہے یا یہہ اور یہہ تو پچھلی عورت مطلقہ ہوگی اور اوسکو اختیار ہوگا پہلی دو عورتون مین
جسکو چاہے ہو نہین سے ایک کو طلاق دیوے اور یہی حکم ہے عتق اور اقرار کا اسواسطے کہ لفظ او جسکا ہندی میں یا ترجمہ ہے دو امر مذکورین مین سے ایک امر کے واسطے ہے اور اوسکو زوج
نے داخل کیا ہے پہلی دو عورتون کے درمیان مین اور عطف کیا تیسری عورت کو اوس مطلقہ پر جس پر اون دونون مین سے طلاق واقع ہوئی ہے تو قول مذکور اس قول کی مانند ہوگیا
کہ تم دو عورتون مین سے ایک مطلقہ ہے اور یہہ مطلقہ ہے ہم اور عتق کی مثال یون ہے کہ مولی نے اپنے تین غلامون سے کہا کہ یہہ غلام آزاد ہے یا یہہ اور یہہ تو تیسرا غلام آزاد ہوگا اور پہلے
دو غلامون مین تعیین عتق کا مولی کو اختیار ہوگا بدلیل مذکور اور اقرار کی مثال یہہ ہے کہ زید کہے کہ مجہپر ہزار درم ہین یا خالد کے اور محمود کے تو پانسو درم محمود کے ثابت
ہونگے اس اقرار سے اور باقی پانسو مین مقر کو بیان کا اختیار ہے چاہے زید کیواسطے اقرار کرے چاہے خالد کے واسطے کذا فی المنح ولا یقال عطف ھذہ الثالثۃ علی
ھذہ الثانیۃ اللازم الاخبار عن المثنی بالمفرد اور صحیح نہین اس تیسری عورت کا عطف کرنا اوس دوسری عورت پر بسبب لازم خبر دینے مفرد کے مثنی سے
ہم یہہ جواب ہے فتح القدیر کے اعتراض کا خلاصہ اعتراض کا یہہ ہے کہ ہذہ ثالثہ کا عطف بالواو محتمل ہے کہ ہذہ ثانیہ پر ہو تو اس صورت مین تیسری پر طلاق نہ واقع
ہوگی اسواسطے کہ اب مردد بہ واقع ہوئی فقط اولی کے درمیان مین اور ثانیہ او ثالثہ کے درمیان مین سانہی تو زوج پر بیان طلاق لازم ہوگا خلاصہ جواب یہہ ہے کہ
عطف ثالثہ ثانیہ پر نہین ہو سکتا اسواسطے کہ خبر اول مفرد ہے یعنی ہذہ طالق تو خبر ثانی بہی مفرد ہوگی تو تقدیر کلام یون ہوگی کہ ہذہ طالق او ہاتان طالق حالانکہ
تثنیہ کی خبر مفرد نہین واقع ہوتی اور خبر کو تثنیہ مقدر کرنا یعنی یون کہنا او ہاتان طالقان سو جائز نہین اسواسطے کہ معطوف علیہ مین تثنیہ مذکور نہین
اور قاعدہ یہہ ہے کہ معطوف مین وہی مقدر ہوتا ہے جو معطوف علیہ مین مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وھذا اذا لم یذکر للثانی والثالث خبرا فان ذکر
بان قال ھذہ طالق او ھذہ وھذہ طالقان او قال ھذا حر او ھذا وھذا حران فانہ لا یعتق احد ولا تطلق بل یخیر ان اختار الایجاب

الاول عتق الاول وحدہ وطلقت الاولیٰ وحدہا وان اختار الایجاب الثانی عتق الاخیران وطلقت الاخیرتان اور یہ حکم جو مذکور ہو چکا اوس وقت
ہے جب ثانی اور ثالث کی خبر کو نہ مذکور کیا سو اگر اوسکو مذکور کیا اسطرح کہ زوج نے کہا کہ یہ عورت مطلقہ ہو یا یہ اور یہ دونو مطلقہ ہیں یا مولیٰ نے کہا کہ یہ غلام آزاد
ہے یا یہ اور یہ دونو آزاد ہیں تو اس صورت میں نہ کوئی آزاد ہوگا نہ کسی عورت پر طلاق واقع ہوگی بلکہ قائل کو اختیار دیا جاویگا اگر وہ ایجاب اول کو اختیار
کرے تو اول غلام تنہا آزاد ہوگا اور پہلی عورت تنہا مطلقہ ہوگی اور اگر اوسنے ایجاب ثانی کو اختیار کیا تو پچھلے دونو غلام آزاد ہوں گے اور پچھلی دونو عورتیں
مطلقہ ہونگی حلف لا یساکن فلانا فسافر الحالف فسکن فلان مع اہل الحالف حنث عندہ لا عند الثانی وبہ یفتی قسم کھائی کہ نہ سکونت
کریگا فلاں شخص کے ساتھہ پھر سفر کیا حالف نے سو فلاں شخص حالف کی عیال کے ساتھہ ساکن ہوا تو وہ حانث ہوگا امام کے نزدیک نہ ابی یوسف کے نزدیک اور قول ثانی مفتی بہ ہے
م یہ مسئلہ کامل باب دخول اور خروج اور سکنے میں ہے چنانچہ شارح اس مسئلہ کو بلا تفاوت وہاں بھی ذکر کر چکا ہے قال لعبدہ ان لم تأت اللیلۃ حتی اضربک
فاتی فلم یضربہ حنث عند الثانی لا عند الثالث وبہ یفتی کہا اپنے غلام سے کہ اگر آجکی رات تو نہ آیا تا کہ میں تجکو ماروں تو تو آزاد ہے سو غلام پھر
غلام آیا سو مولیٰ نے اوسکو نہ مارا تو حانث ہوگا ابی یوسف کے نزدیک نہ محمد کے نزدیک اور یہی قول مفتی بہ ہے اختلف فی لحاق الشرط بالیمین المعقودۃ بعد
السکوت فصححہ الثانی وابطلہ الثالث وبہ یفتی فلا حنث فی ان کان کذا فکذا وسکت ثم قال وکذا ثم ظہر انہ کان کذا خانیۃ
اختلاف صاحبین ہے شرط کے ملانے میں یمین معقودہ کے ساتھہ بعد سکوت کے تو اس شرط ملانے کو صحیح کہا ہے امام ابو یوسف نے اور اوسکو باطل کہا ہے محمد نے اور یہی
محمد کا قول مفتی بہ ہے تو حانث نہوگا اسطرح کہنے میں کہ اگر ایسا ہو تو ایسا اور چپ ہو گیا پھر بولا اور نہ ایسا پھر ظاہر ہوا کہ ایسا ہی تہا کذا فی الخانیہ م شارح
کی عبارت میں نہایت اجمال اور دقت ہے کہ ہر شخص اسکو سمجھہ نہیں سکتا اور خانیہ کی عبارت صاف ہے تو اوسکا ذکر کرنا واجب ہوا خلاصہ عبارت خانیہ کا یہ ہے
کہ ایک مرد نے اپنی پڑوسی سے کہا کہ میری عورت تیرے پاس رات کو رہی تو اوسکے پڑوسی نے کہا کہ اگر تیری عورت میرے پاس رات کو رہی ہو تو میری عورت کو طلاق
ہے اور یہ کہکر چپ ہو رہا ایک ساعت پھر اسکے بعد کہا ولا غیرہا یعنی تیری زوجہ کے سوا بھی کوئی عورت میرے پاس نہیں رہی پھر ظاہر ہوا کہ حالف کے پاس
دوسری عورت تہی تو نصیر بن یحیی نے کہا کہ حالف کی عورت مطلقہ ہو گئی اور محمد بن سلمہ نے کہا کہ مطلقہ نہوئی اور ان دونو عالموں کا جواب مختلف ہوا
بسبب اختلاف صاحبین کے شرط کے ملانے میں ساتھہ یمین معقودہ کے بعد سکوت کے ابو یوسف نے کہا کہ یہ الحاق شرط صحیح ہے اسی قول کو نصیر بن یحیی نے لیا اور
محمد نے کہا کہ الحاق شرط کا یمین سے بعد سکوت کے صحیح نہیں اور اس قول کو محمد بن سلمہ نے لیا اور اسی پر فتویٰ ہے اسواسطے کہ سکوت مانع ہے تعلق جزا کو ساتھہ
شرط کے تو دوسری شرط کے الحاق کو بھی سکوت مانع ہوگا یہ اختلاف صاحبین کا اوسوقت ہے جب شرط اسی مضرت ہو حالف کی اور اگر شرط کے الحاق میں
اوسکا فائدہ ہوتا ہو تو بالاتفاق الحاق جائز نہیں ہوا انتہی کذا فی الطحطاوی

باب الیمین فی البیع والشراء والصوم والصلوٰۃ وغیرہا

یہ باب ہے بیع اور شرا اور صوم اور صلوٰۃ وغیرہا کی یمین کے احکام میں الاصل فیہ ان کل فعل تتعلق حقوقہ بالمباشر کبیع
واجارۃ لا حنث بفعل مأمورہ وکل ما تتعلق حقوقہ بالآمر کنکاح وصدقۃ وما لا حقوق لہ کاعارۃ وابراء یحنث بفعل وکیلہ ایضا لانہ
سفیر ومعبر قاعدہ اسباب میں یہ ہے کہ جو فعل ایسے ہیں کہ حقوق مباشر اور عاقد کے ساتھہ متعلق ہوتے ہوں چنانچہ بیع اور اجارہ تو آمر حانث نہیں ہوتا اوسکا مامور
کے کرنے سے ماموری سے مراد وکیل اور رسول ہے اور جو فعل ایسا ہو جسکے حقوق آمر سے متعلق ہوتے ہوں جیسے نکاح اور صدقہ اور وہ فعل جسکے حقوق نہوتے ہوں جیسے
عاریت دینا اور ابرا کرنا تو اسمیں آمر حانث ہوگا اپنے وکیل کے فعل سے بھی جیسے اپنے کرنے سے حانث ہوتا ہے اسواسطے کہ وکیل ایسے فعل میں محض سفیر اور معبر ہوتا ہے
م عقود تین قسم پر ہیں ایک قسم وہ ہیں جنکے حقوق عاقد اور مباشر سے متعلق ہوتے ہیں بشرط اہلیت جیسے بیع اور شرا اور اجارہ اور قسمت اور مانند اسکے دوسری
قسم وہ ہیں جنکے حقوق عاقد سے متعلق نہیں ہوتے بلکہ جسکے واسطے عقد ہوا ہے اوس سے متعلق ہوتے ہیں چنانچہ نکاح اور طلاق اور عتاق اور کتابت اور خلع اور
صدقہ اور تیسری قسم وہ عقود ہیں جنمیں کچھہ حقوق نہیں چنانچہ اعارہ اور ابرا اور قضا کذا فی المنح عن الخانیۃ یحنث بالمباشرۃ بنفسہ لا بالآمر اذا
کان ممن یباشر بنفسہ فی البیع ومنہ الہبۃ بعوض ظہیریۃ حانث ہوگا خود اپنے کرنے سے نہ امر کرنے سے جب حالف اوس قسم لوگوں میں ہو جو بذات خو

باب الیمین فی البیع والشراء والصوم والصلوٰۃ وغیرہا

کرنے ہون بیع مین اور بیع مین ہبہ بالعوض بھی داخل ہے کذا فی الظہیریہ ہم قسم کھائی کہ بیع نکریگا تو اگر حالف خرید و فروخت کرنیوالونمین ہوگا تو بذات خود یا ہبہ بعوض کرنیسے حانث ہوگا اور اگر اوسکی طرف سے وکیل نے بیع کی تو حانث نہوگا اسیطرح عقود آیندہ مین سمجھنا چاہیے والشراء ومنہ السلم والاقالۃ قیل ولتعاطی شرح وہبانیہ اور بشرط مذکور خود خرید کرنیمین حانث ہوگا اور خرید مین سلم اور اقالہ بھی داخل ہے اور بعضون کے نزدیک تعاطی بھی کذا فی شرح الوہبانیہ ہم خرید بیوع مسلم شرا کے حلف مین اور سوا اقالہ سے حنث مذکور کیا ہے جو بقیمت سابق اقالہ ہوا ہو تو اطلاق شارح کا غیر مناسب بلکہ اسکا عذر کرنا اون ہے والاجارۃ والاستیجار فلوحلف لا یوجر له مستغلات لحرقها امرأته واعطته الاجرۃ لم یحنث کذا فی ... الناس وکاخذ اجرۃ شہر قبل سکنٰہ فیہ بخلاف شہر لم یسکنوا فیہ ذخیرہ اور بذات خود اجارہ دیتے اور اجارہ لینے مین حانث ہوگا تو اگر قسم کھائی کہ اجارہ ندیگا اور اوسکے مکانات مین جنکو اوسکی زوجہ نے اجارہ دیا اور اونکی اجرت زوجہ نے زوج کو دی تو حانث نہوگا چنانچہ اون مکانات کو اونکے رہنے والون کے ہاتھ مین چھوڑنے سے حانث نہین ہوتا اور جسمین اوس مہینے کے کرایہ لینے سے جسمین لوگ سکونت کر چکے ہین حانث نہین ہوتا بخلاف اوس مہینہ کی اجرت لینے کے جسمین اونہون نے سکونت نہین کی کذا فی الذخیرہ اسواسطے کہ آیندہ مہینہ کا کرایہ لینا درحقیقت خود اجارہ دینا ہے لہذا حانث ہوگا والصلح عن مال وقیدہ بقوله مع الاقرار لانه مع الانکار سفیر اور بذات خود صلح کرنے مین مال سے ساتھ اقرار کے حانث ہوگا اور مصنف نے اقرار کی قید اسواسطے لگائی کہ ساتھ انکار کے وکیل سفیر محض ہوتا ہے ہم قسم کھائی کہ مال سے صلح نکریگا تو اگر مدعا علیہ اقرار کرتا ہے مدعی کے دعوی کا تو حالف خود صلح کرنے سے حانث ہوگا اور وکیل کے صلح کرنے سے حانث نہوگا اور اگر مدعا علیہ دعوی کا منکر ہے تو اس صورت مین وکیل سفیر محض ہے تو خود صلح کرنیسے اور وکیل کی صلح سے دونوطرح حانث ہوگا یہ حکم اوسوقت ہے جب صلح مدعا علیہ کیطرف سے ہو اور اگر صلح مدعی کیطرف سے ہے تو مطلقا حانث نہوگا نہ اپنی صلح سے نہ وکیل کی صلح سے کذا فی الطحطاوی عن البحر والقسمۃ والخصومۃ وضرب الولد الکبیر لان الصغیر یملک ضربه فیملک التفویض فیحنث بوکیله کالقاضی اور قسمت کرنے اور خصومت کرنے اور ولد کبیر کے مارنیسے حانث ہوگا ولد کبیر کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد صغیر کے ادبیا باپ مالک ہے تو تفویض ضرب کا بھی مالک ہے تو وکیل کے ... سے بھی حانث ہوگا مانند قاضی کے یعنی جسکا مارنا واجب کو حلال ہے تو اوسکا مارنا ... صحیح ہے تو وکیل کے مارنے سے حانث ہوگا اور مانند قاضی کے سلطان اور ... کذا فی الطحطاوی عن العتانی وان کان الحالف ذا سلطان کقاض وشریف ولا یباشر هذه الاشیاء بنفسه حنث بالمباشرۃ وبالامر لانها اقتضاه الیمین بالعرف ومقصود الحالف اور اگر حالف صاحب حکومت مانند قاضی اور شریف ہے کہ ان اشیاء مذکورہ کو بذات خود نکرتا ہو تو حانث ہوگا خود کرنے سے اور دوسرے کو حکم کرنیسے بھی بسبب مقید ہونے یمین کے ساتھ عرف کے اور ساتھ مقصود حالف کے یعنی اگر حالف اشیاء مذکورہ مین یہہ قصد کرے کہ خود نکریگا تو صحیح ہے وان کان یباشر مرۃ ویفوض اخری اعتبر الاغلب وقیل یعتبر السلعۃ فلو مما یشتریها بنفسه لشرفها لا یحنث بوکیله والا حنث اور اگر حالف ایسا ہو کہ اشیاء مذکورہ کو کبھی خود کرتا ہو اور کبھی دوسرے کو تفویض کرتا ہو تو غلبہ معتبر ہوگا یعنی اگر مباشرت اغلب ہے تو اپنے فعل سے حانث ہوگا اور اگر تفویض اغلب ہو تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا اور بعضون نے کہا کہ متاع اور جنس معتبر ہے تو اگر وہ جنس ایسی ہو کہ خود اوسکا خریدنا موجب اوسکی عمدگی اور خوبی کے تو اوسمین وکیل کے فعل سے حانث نہوگا اور اگر رذیل چیز ہو تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا ویحنث بفعله وفعل مأموره لو یقبل وکیله لان من هذا النوع الاستقراض والتوکیل به غیر جائز اور حانث ہوگا اپنے فعل اور اپنے مامور کے فعل سے مصنف نے مامور فرمایا وکیل نہ کہا اسواسطے کہ اسی نوع مین استقراض بھی داخل ہے اور استقراض مین وکیل کرنا جائز نہین ہم توکیل استقراض مین اسواسطے جائز نہین کہ اگر وکیل یون کہے کہ مجکو قرض دو تو آمنا تو مبلغ کا مالک وکیل ہوگا نہ موکل اور اگر استقراض کی نسبت موکل کیطرف کرے اسطرح کہ فلانا شخص تجسے قرض مانگتا ہے تو یہ رسالت اور امر ہے توکیل نہین اور رسالت استقراض مین جائز ہے جسکو امر کا لفظ شامل ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی فی النکاح کالا انکاح حانث ہوگا اپنے فعل اور مامور کے فعل سے نکاح مین نہ اجازت کرنے مین یعنی اگر قسم کھائی کہ نکاح نکرونگا تو اگر بذات خود نکاح کیا یا کسیکو وکیل کیا اور اوسنے اوسکا عقد کیا دونو صورت مین حانث ہوگا اور اگر فضولی نے اوسکا نکاح کر دیا بعد یمین کے تو اجازت قولی سے حانث ہوگا بقول مختار اور اجازت فعلی سے حانث

نہوگا اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی النہر اور اگر قسم کھائی کہ غیر کا نکاح نکرونگا تو اسمین اپنے فعل سے حانث ہوگا نہ وکیل کے فعل سے والطلاق والعتاق الواقعین
بہما ای وجد بعد الیمین لا قبلہ کتعلیق بدخول دار زیلعی اور حانث ہوگا مطلقا اوس طلاق اور عتاق مین جو واقع ہوئی ہون بسبب اوس کلام کے
جو بعد یمین کے پایا گیا ہو نہ قبل یمین کے مانند دخول دار کے تعلیق کی کذا فی شرح الزیلعی م طلاق اور عتاق مین قولی کی اسواسطے قید لگائی کہ طلاق فعلی
سے حانث نہین ہوتا طلاق فعلی کی یہہ صورت ہے کہ فضولی نے طلاق دی اور زوج نے اوسکو باجازت فعلی جائز رکھا اور تعلیق کی یہہ صورت ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا
کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہے یا مولی نے کہا غلام سے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہے بعد اس تعلیق کے قسم کھائی کہ طلاق نہ دیگا یا آزاد نکریگا بعد
اسکے دخول دار سے طلاق یا عتاق پایا گیا تو حانث نہوگا نہ زوج نہ مولی والخلع والکتابۃ والصلح عن دم عمد او انکار کا شرح اور حانث ہوگا مطلقا خلع اور
کتابت اور قتل عمد کے صلح کرنے سے یا انکار مال کے صلح کرنے سے چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی صلح عن المال مین والھبۃ ولو فاسدۃ او بعوض اور حانث ہوگا
مطلقا ہبہ کرنے مین اگرچہ ہبہ فاسد ہو یا ہبہ بالعوض ہو م یہہ قول شارح کا منافی ہے قول سابق کے یعنی اس باب کے اول مین شارح نے بروایت ظہیریہ ہبہ بالعوض کو در
حکم بیع کہا ہے اور حکم بیع کا یہہ ہے کہ اپنے فعل سے حانث ہوتا ہے نہ مامور کے فعل سے اور یہان موافق روایت شرنبلالی کے ہبہ بالعوض کو ان عقود مین داخل کیا
جنمین اپنے فعل سے بھی حانث ہوتا ہے اور مامور کے فعل سے بھی کذا فی الطحطاوی والصدقۃ والقرض والاستقراض وان لم یقبل اور حانث ہوگا مطلقا
صدقہ اور قرض دینے اور قرض لینے مین اگرچہ ہبہ اور صدقہ اور قرض اور استقراض مین قبول نہوا ہو م نہر الفائق مین کہا کہ لم یقبل ہبہ اور مابعد ہبہ کیطرف
راجع ہے وضرب العبد قیل والزوجۃ اور حانث ہوگا مطلقا غلام کے مارنے مین اور بعضون کے نزدیک زوجہ کے بھی م نہر الفائق مین کہا کہ ضرب
زوجہ بعضون کے نزدیک ضرب عبد کی مانند ہے اور بعضون کے نزدیک ضرب ولد کی مانند ہے والبناء والخیاطۃ وان لم یحسن ذلک خانیہ اور حانث ہوگا
مطلقا مکان کی تعمیر مین اور کپڑا سینے مین اگرچہ اسکو خوب نجانتا ہو کذا فی الخانیہ والذبح والایداع والاستیداع اور ذبح کرنے مین اور کسیکے پاس ودیعت
رکھنے مین اور کسیکی ودیعت قبول کرنے مین وکذا الاعارۃ والاستعارۃ ان اخرج الوکیل الکلام مخرج الرسالۃ والا فلا حنث تاتارخانیہ اور
اسیطرح عاریت دینے اور عاریت مانگنے مین بشرطیکہ وکیل نے اعارہ اور استعارہ مین بطور پیام کے کلام کیا ہو اور نہین تو حنث نہ ثابت ہوگا وکیل کے فعل سے کذا فی
التاتارخانیہ م حلبی محشی نے کہا کہ کلام شارح کا باتباع صاحب نہر اسکو مقتضی ہے کہ یہہ حکم یعنی وکیل کا کلام بطور پیام کے ہونا اعارہ اور استعارہ مین مخصوص ہے حالانکہ نکاح
اور مابعد نکاح مین وکیل محض سفیر ہے تو موکل کیطرف اضافت کرنا کلام کا سب عقود مذکورہ مین ضرور ہے چنانچہ کتاب الوکالۃ مین اسکی تصریح آویگی اور اغلب کہ
تاتارخانیہ کی عبارت عام ہوگی سب مسائل مین ناقل کو خصوصیت کا وہم ہوگیا ہے تو اوسکی طرف مراجعت کرنا چاہیے وقضاء الدین وقبضہ والکسوۃ ولیس منہا
التکفین الا اذا اراد الستر دون التملیک سراجیہ اور حانث ہوگا مطلقا قرض ادا کرنے اور قرض کے قبضہ کرنے اور لباس دینے مین اور کفن دینا کسوہ مین
داخل نہین مگر یہہ کہ لباس دینے سے بدن کا چھپانا مراد رکھے نہ تملیک تو البتہ کفن دینے کے لانے سے بھی حانث ہوگا کذا فی السراجیہ م قسم کھائی کہ اوسکو لباس نہ دیگا تو آپ
دینے اور وکیل کے دینے سے حانث ہوگا لیکن اگر محلوف علیہ کو کفن دیگا تو حانث نہوگا مگر بہ نیت مذکورہ اسواسطے کہ لباس دینا عبارت ہے تملیک لباس سے اور میت لائق تملیک
کے نہین والحمل اور حانث ہوگا مطلقا بوجھ لادنے مین یعنی اگر قسم کھائی کہ اس جانور پر بوجھ نہ لادیگا تو اپنے لادنے اور وکیل کے لادنے سے حانث ہوگا اور مراد حمل سے حمل
بلا اجارہ ہے اسواسطے کہ اجارہ کی صورت مین وکیل کے فعل سے حانث نہین ہوتا چنانچہ قبل اسکے مذکور ہوچکا ہے ذکر منہا فی البحر نیفا واربعین اور بحر الرائق مین
ان اشیاء مذکورہ سے جنمین اپنے فعل اور مامور کے فعل سے حانث ہوتا ہے چالیس اور چند عقود کو ذکر کیا ہے م نہر الفائق مین ان امور سے چالیس امر کو مذکور
کیا ہے باستثناء تین امور مین جنکو ماتن نے ذکر کیا باقی مذکور ہوتے ہین یہ ہین تعلیق قتل شرکت ضرب زوجہ ضرب ولد صنیع تسلیم شفعہ اذن نفقہ وقف قربانی حبس
تعزیر نسبت حاکم حج وصیت حوالہ کفالہ قضا شہادت اقرار تولیت وفی النھر عن شارح الوھبانیۃ نظما والذی ما لا حنث فیہ بفعل الوکیل
لانہ لا قل مشیرا الی حنثہ فیما بقی فقال م بفعل وکیل لیس یحنث حالف ٭ ببیع شراء صلح مال خصومۃ ٭ اجارۃ استیجار القسمۃ کذا
کذا قسمۃ والحنث فی غیرھا اثبت اور نہر الفائق مین شارح وہبانیہ سے منقول ہے کہ میرے والد نے منظوم کیا ہے ان مسائل کو جنمین وکیل کے فعل سے حانث نہین

اسواسطے کہ وہ کرمین اسطرف اشارہ کردیا نظم سے کہ انکسوا باقی مسائل مین حنث ثابت ہو وکیل کے فعل سے سو یون کہا ہو کہ وکیل کے فعل سے حانث نہین ہوتا حالف بیع
شرا صلح مال خصومت اجارہ استیجارہ ضرب ولد قسمت مین اور ان مسائل کے غیر مین حنث ثابت ہو و لام دخل مبتدأ خبرہ اقتضی لا لأی علی فعل اراد مدخولها
علیہ قربا منہ ابن کمال یجری فیہ النیابۃ للغیر کبیع وشراء واجارۃ وخیاطۃ وصیاغۃ وبناء اقتضی ای اللام امرہ ای توکیلہ لیختص
بہ ای بالمحلوف علیہ اذ اللام للاختصاص ولا یتحقق الا بامرہ المفید للتوکیل اور جو لام کہ داخل ہوا اوس فعل پر جسمین غیر کیواسطے نیابت جاری ہے
چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور درزی گری اور زرگری اور معماری تو لام مذکور مقتضی ہوگا اوسکے امر کو یعنی اوسکے وکیل کرنیکو تاکہ مخصوص کردے فعل
کو ساتھ اوسکے تاکہ لام اس فعل کے اختصاص کا ساتھ محلوف علیہ کے فائدہ بخشے اسواسطے کہ لام موضوع ہے واسطے اختصاص کے اور یہ اختصاص بدون اوسکے امر کے
جو توکیل کا مفید ہے متحقق نہین ہوتا شارح نے کہا کہ مصنف کی عبارت مین لام کا لفظ مبتدا ہے اور خبر اوسکی لفظ اقتضی ہے اور دخول لام علی الفعل سے مراد یہ ہے
کہ لام قریب ہو فعل سے کذا صرح ابن کمال فی ایضاح الاصلاح یعنی یہ کوئی نہ سمجھے کہ دخول سے متعلق ہونا لام کا ساتھ فعل کے مراد ہے یا خود فعل پر لام کا داخل
ہونا مراد ہے بلکہ قرب بلا فاصلہ مراد ہے چنانچہ بعت لک بخلاف بعت ثوبا لک کے ہم عینی نے کہا لام سے مراد لام اختصاص ہے نہ لام تعریف اور ظہیریہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ
محلوف علیہ کے امر مین یہ شرط ہے کہ اوس نے خاص اپنی ذات کیواسطے امر کیا ہو غیر کو اور مطلق امر اوسکا مراد نہین کذا فی المحیط فلو یحنث فی ان بعت لک
ثوبا ان باعہ بلا امرہ لانتفاء التوکیل سواء ملکہ ای المخاطب لک الثوب او لا بخلاف ما لو قال ثوبا لک فانہ یقتضی کونہ ملکا لہ
کما سیجیء تو اس یمین ان بعت لک ثوبا مین یعنی یون کہنے مین کہ اگر بیع کرون تیرے واسطے کپڑا تو ایسا ہو حانث نہوگا اگر اوسکو بدون امر مخاطب کے بیچا بسبب
نہ پائے جانے توکیل کے خواہ مخاطب اوس کپڑیکا مالک ہو یا نہو بخلاف اسکے اگر یون کہا ان بعت ثوبا لک یعنی جب کہ لام فعل کے نزدیک نہو تو یہ ترکیب کپڑے کے مملوک
ہونیکو واسطے مخاطب کے مقتضی ہے چنانچہ اسکے بعد بلا فاصلہ آتا ہے بیان اوسکا ہم ان بعت لک ثوبا مین لام اوس فعل کے قریب واقع ہوا ہے جسمین غیر کی نیابت ہوسکتی
ہے لہذا حنث اس یمین کی توکیل پر موقوف ہوگیا نہ مخاطب کی ملک پر تو اگر مخاطب نے غیر مملوک کپڑیکی بیع کیواسطے متکلم کو وکیل کریگا تو اوسکی بیع سے حانث
ہوگا جیسے اوسکی مملوک کی بیع سے حانث ہوگا فان دخل اللام علی عین ای ذات او علی فعل لا یقع ذلک الفعل عن غیرہ ای لا یقبل النیابۃ کاکل وشرب
ودخول وضرب الولد بخلاف العبد فانہ یقبل النیابۃ اقتضی دخول اللام ملکہ ای ملک المخاطب للمحلوف علیہ لانہ کمال الاختصاص
سو اگر لام داخل ہو عین پر یعنی ذات پر یا اوس فعل پر داخل ہو جو غیر سے واقع نہین ہوتا یعنی قابل نیابت کے نہین ہے جیسے کھانا اور پینا اور داخل ہونا اور ولد کا
مارنا بخلاف غلام کے مارنیکے کہ وہ قابل نیابت ہے تو دخول لام مذکور اوسکی ملک کا مقتضی ہے یعنی مخاطب کی ملکیت واسطے محلوف علیہ کے اسواسطے کہ ملک اعلیٰ درجہ مین
نہایت اختصاص ہے ہم لام ہر حال مین اختصاص کا مفید ہے لیکن پہلی صورت مین اختصاص امر کیطرف منصرف ہوا اور یہان ملک کیطرف فیحنث فی ان بعت
ثوبا لک ان باع ثوبہ بلا امرہ ہذا نظیر الدخول علی العین وہو الثوب لان تقدیرہ ان بعت ثوبا ہو مملوک لک تو اس یمین مین ان
بعت ثوبا لک یعنی اگر مین بیچون کپڑا واسطے تیرے حانث ہوگا اگر مخاطب کا کپڑا بدون اوسکے امر کے بیچے کا یہ مثال ہے عین یعنی ذات پر لام داخل ہونیکی اور وہ
ذات کپڑا ہے اسواسطے کہ تقدیر کلام یون ہے کہ اگر مین وہ کپڑا بیچون جو تیرا مملوک ہے ہم تو اگر مخاطب کا غیر مملوک کپڑا اوسکے امر سے بیع کریگا تو حانث نہوگا واما نظیر
دخولہ علی فعل لا یقع عن غیرہ فذکرہ بقولہ وکذا ای مثل ما مر من اشتراط کون المحلوف علیہ ملک المخاطب قولہ ان اکلت
لک طعاما او شربت لک شرابا اقتضی ان یکون الطعام والشراب ملک المخاطب کما فی ان اکلت طعاما لک لان اللام ہنا اقرب
الی الاسم من الفعل والقرب من اسباب الترجیح اور دخول لام کی مثال اوس فعل پر جو غیر سے بطریق نیابت واقع نہین ہوتا اوسکو مصنف نے اپنے اس
قول سے ذکر کیا اور اسیطرح یعنی مثل سابق کے ہے قول مصنف کا محلوف علیہ کے مملوک ہونیکی اشتراط مین ان اکلت لک طعاما یعنی اگر مین کھاؤن تیرا کھانا
کھانا یا پیون مخصوص تیرا شربت تو دخول لام کا ان مثالون مین اسکا مقتضی ہے کہ طعام اور شربت مخاطب کا مملوک ہو چنانچہ ان اکلت طعاما لک مین ملک مخاطب کا
مقتضی ہے اسواسطے کہ لام یہان اسم سے قریب تر ہے بہ نسبت فعل کے اور قریب ہونا ترجیح کے اسباب سے ہے ہم منح الغفار مین مذکور ہے کہ جسمین لام ظاہر مین اکل سے

متعلق ہے لیکن فی الحقیقت طعام سے متعلق ہو یعنی لہذا مملوکیت طعام اسمین شرط نہوئی وَاَمَّا ضَربُ الولدِ فَلَا یُتَصَوَّرُ فِیهِ حَقِیقَةُ المِلکِ بَل یُرادُ الاختصاص
بِهٖ اور ضرب الولد کی مثال مین تو حقیقت ملک متصور نہین بلکہ اختصاص ولد کا ساتھہ والد کے مراد ہے تو اپنے خاص ولد کی ضرب سے حانث ہوگا نکل گیا اس قید سے ولد
مشترک چنانچہ ام ولد کا وہ ولد جسکا دعویٰ دو شریکون نے کیا تو اوسکی ضرب سے حانث نہوگا بسبب عدم اختصاص کے اور چونکہ مصنف نے اکل اور شرب اور دخول دار
اور ضرب ولد کو ذکر کیا حالانکہ ولد مین ملک متصور نہتی لہذا شارح نے اوسکی مراد سے آگاہ کردیا لیکن دخول دار مین کلام باقی رہا حموی نے کہا اوس دار کے
دخول سے حانث ہوگا جسکا اختصاص مخاطب سے ثابت ہو یعنی وہ دار جو اوسکی طرف منسوب ہو کذا فی فتح القدیر تو ظاہر اگر یہ دار کے گہر کے دخل ہونے سے بھی حنث
ثابت ہوگا تو شارح کو مناسب تہا کہ اس سے بھی آگاہ کردیتا کذا فی الطحطاوی اور خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ اختصاص کا لام جب اوس فعل سے متصل ہو جو فعل
متعدی کے بعد واقع ہو تو وہ حال سے خالی نہین یا لام متوسط ہوگا درمیان فعل اور اوسکے مفعول ثانی کے یا مفعول سے متاخر ہوگا اور دونو صورتون مین یا فعل
محتمل ہے نیابت کا یا نہین سو اگر نیابت کا محتمل ہو اور دونو کے درمیان مین پڑے تو وہ لام اختصاص فعل کا فائدہ دیگا اور اگر اوسکی حنث کی شرط رجوع
فعل ہوگا بخصوصیت اوس شخص کے جسکی ضمیر ہو خواہ عین اوسکا مملوک ہو یا نہوا اور یہ خصوصیت بدون اوسکے امر کے حاصل نہین اور اگر لام متاخر ہوگا
مفعول سے تو اختصاص عین کا ضمیر والیکے ساتھہ ہوگا اور شرط اس اختصاص کی یہ ہے کہ عین اوسکا مملوک ہو خواہ فعل اوسکے واسطے واقع ہوا ہو یا نہ واقع
ہوا ہو اور اگر فعل محتمل نیابت کا نہین تو اوسکے حکم مین افتراق نہوگا لام کے توسط اور تاخر مین بلکہ حانث ہوگا جب کہ اوس فعل کو کریگا خواہ اوسکے امر سے خواہ
بدون امر اسواسطے کہ فعل نیابت کا محتمل نہین تا اوسکا انتقال غیر فاعل مین ممکن ہو تو امر اور عدم امر برابر ہوگا تو یہ متعین ہوگیا کہ یہان لام واسطے اختصاص
عین کے ہے تا اوسکا کلام لغو ہونے سے محفوظ رہے کذا فی منح الغفار وَاِن نَوٰی غَیرَہٗ اَی اَمرٍ صُدِّقَ فِیمَا فِیهِ تَشدِیدٌ عَلَیهِ قَضَاءً وَدِیَانَةً وَدُیِّنَ فِیمَا
ثُمَّ الفَرقُ بَینَ الدِّیَانَةِ وَالقَضَاءِ لَا یَتَاَتّٰی فِی الیَمِینِ بِاللّٰهِ لِاَنَّ الکَفَّارَةَ لَا مُطَالِبَ لَهَا کَمَا مَرَّ اور اگر غیر مذکور کی نیت کریگا تو اوسکی تصدیق
قضاء اور دیانةً کیجاویگی اوس امر مین جسمین تنگی اور سختی ہوگی حالف پر اور فقط دیانةً تصدیق ہوگی اوس امر مین جسمین آسانی اور تخفیف ہوگی واسطے
حالف کے بعد اسکے وریافت کرنا چاہئے کہ دیانت اور قضا کا تفرقہ یمین باللہ مین حاصل نہین ہوتا اسواسطے کہ کفارہ کا مطالبہ قضاءً نہین ہے تشدید کی صورت یہ ہے
کہ مخاطب کا مملوک کپڑا بدون اوسکے امر کے بیچا مسئلہ اولی مین اور اختصاص سے ملک کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نکرتا تو حانث نہوتا یا مخاطب کا
غیر مملوک کپڑا اوسکے امر سے بیچا مسئلہ ثانیہ مین اور اختصاص سے امر کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نہوتی تو حانث نہوتا تخفیف کی صورت یہ ہے کہ
دونو مسئلون مین بالعکس نیت کرے یعنی مسئلہ اولی مین اختصاص سے امر کی نیت کرے اور مسئلہ ثانیہ مین اختصاص سے ملک کی نیت کرے تو فقط دیانةً اوسکی
تصدیق ہوگی اسواسطے کہ اوسنے محتمل کلام کی نیت کی لیکن قضاءً تصدیق نہوگی اسواسطے کہ خلاف ظاہر ہے اور وہ متہم ہے کذا فی المنح قَالَ اِن بِعتُهٗ اَو
اِبتَعتُهٗ فَهُوَ حُرٌّ فَعَقَدَ عَلَیهِ بَیعًا بِالخِیَارِ لِنَفسِهٖ حَنِثَ لِوُجُودِ الشَّرطِ وَلَو بِالخِیَارِ لِغَیرِهٖ لَا وَاِن اُجِیزَ بَعدَ ذٰلِکَ فِی الاَصَحِّ کَمَا لَو قَالَ اِن
مَلَکتُهٗ فَهُوَ حُرٌّ لِعَدَمِ مِلکِهٖ عِندَ الاِمَامِ کہا مولی نے کہ اگر مین غلام کو بیع کرون یا اوسکو خرید کرون تو وہ آزاد ہے پہر اوسکی بیع منعقد کی بشرط اپنے اختیار
کے تو حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے اور اگر خرید یا فروخت بشرط اختیار غیر کے ہوئی تو حانث نہوگا اگرچہ غیر نے بعد اسکے اجازت بھی دی ہو قول اصح مین جیسا کہ
اسمین حانث نہین ہوتا اگر یون کہا کہ اگر مین اس غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہے یعنی پہر اوسکو بشرط اپنے اختیار کے مول لیا تو آزاد نہوگا بسبب اوسکے
عدم ملک کے نزدیک امام کے اسواسطے کہ خیار شرط مشتری اوسکی ملک مین داخل ہونیسے مانع ہے کذا فی الطحطاوی ہم یہ کہا کہ حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے
یعنی امام کے نزدیک سمِ قیام الملک بیع اور شرا پائی گئی اسواسطے کہ مبیع بائع کی ملک سے خارج نہین بشرط اوسکے خیار کے بالاتفاق اور خیار مشتری
اگرچہ اوسکی ملک کے دخول سے مانع ہے امام کے نزدیک لیکن عتق معلق ہے اوسکی تعلیق سے اور معلق منجز کی مانند ہے تو اگر بعد خرید بشرط خیار کے مشتری عتق کو
منجز کرے تو خیار فسخ ہوجاویگا اور عتق واقع ہوگا تو اسیطرح تعلیق مین بھی ملک ثابت ہے کذا فی النہر الفائق قَیَّدَ بِالخِیَارِ لِاَنَّهٗ لَو قَالَ بِعتُهٗ فَهُوَ حُرٌّ
فَبَاعَهٗ بَیعًا صَحِیحًا بِلَا خِیَارٍ لَا یَعتِقُ لِزَوَالِ مِلکِهٖ وَیَنحَلُّ الیَمِینُ لِتَحَقُّقِ الشَّرطِ زیلعی مصنف نے بیع کو مقید بالخیار کیا اسواسطے کہ اگر یون کہیگا کہ

اگر مین اوسکو بیع کرون تو وہ آزاد ہی ہے اوسکو صحیح بیع کرکے بیچا بالاخیار تو غلام آزاد نہوگا بسبب ضائع ہونے بائع کی ملکیت کے حالانکہ تحقق جزا بدون ملک کے نہیں ہوتا
اور یمین باطل ہوجاویگی بسبب تحقق ہونے شرط کے کذا فی الزیلعی ویحنث الحالف فی المسئلتین بالبیع والشراء الفاسد والموقوف لا بالباطل لعدم
الملک وان قبضہ اور قسم کھانیوالا حانث ہوگا۔ دونوں صورتوں یعنی بیع اور شرا کی یمین مین حانث ہوگا بیع اور شراء فاسد اور موقوف سے نہ حانث ہوگا بیع اور شراء باطل
سے بسبب عدم ملک کے اگرچہ مبیع پر قبضہ کرلے بخلاف بیع فاسد اور موقوف کے کہ ان مین قبضہ سے ملک ہوجاتی ہے بیع موقوف کی یہ صورت ہے کہ حالف نے مثلاً غلام کو بدون غائب
بیچا۔ فضولی نے اوسکی طرف سے قبول کیا تو ایک طرف سے غلام آزاد ہوجاویگا کذا فی البحر ولو اشتری مدبرا او مکاتبا لم یحنث الا باجازۃ قاضٍ و
... اور اگر غلام مدبر اور مکاتب کو مول لیا تو حانث نہوگا مگر قاضی اور مولی کی اجازت سے یعنی قسم کھائی کہ مثلاً غلام کو خرید کریگا پہر اوسنے مدبر کو خرید کیا تو
حانث نہوگا اسواسطے کہ مدبر محل بیع نہیں لیکن چونکہ مدبر کی بیع مین مجتہدون کا اختلاف ہے تو اگر وہ قاضی ... بیع جائز ہے حکم جواز کا دیگا تو اوسوقت
مین حالف البتہ حانث ہوگا اور اسیطرح حالف مذکور غلام مکاتب کے خرید کرنے سے حانث نہوگا لیکن اگر مکاتب ... بیع کی اجازت ... حالف حانث ہوگا
اسواسطے کہ کتابت فسخ ہوگئی مولی کی اجازت سے تو منافی بیع زائل ہوا بیع تمام ہوگئی **فرع** مسئلہ ... شارح ... لامتہ ان بعت منک شیئا فانت
حرۃ فباعت نصفہا من زوج ولدت منه او من ابیها لم یقع عتق المولی ولو من اجنبی وقع والفرق فی الظہیریۃ کہا مولی نے اپنی لونڈی سے
کہ اگر مین تجہ ... سو کچہ نصف یا ثلث بیع کرون تو تو آزاد ہے پہر اوس لونڈی کو اوس زوج کے ہاتہہ بیچا جسکے نطفہ سے یہ لونڈی جن چکی ہے یا لونڈی کے
باپ کے ہاتہہ بیچا تو عتق مولی کا نہ واقع ہوگا اور اگر اوسکو اجنبی کے ہاتہ بیچا تو عتق واقع ہوگا اور فرق دونوں صورتوں کا ظہیریہ مین مذکور ہے ...
فرق یون مذکور ہے کہ ولادت زوج سے اور نسب باپ سے مقدم ہے یعنی ولادت اور نسب تعلیق ہونے سے سابق الوجود ہے تو وہی مانع ہوگا جو مقدم ہوا ...
اجنبی کے حق مین کوئی ... نہیں کذا فی النہر وانما قید بالبیع لانہ فی حلفہ لا یتزوج امرأۃ او ہذہ المرأۃ فہو علی الصحیح ... الفاسد ... الصحیح
اور مصنف نے حنث کو بیع فاسد کرنے سے مقید کیا مگر اسواسطے کہ یون قسم کہانے مین کہ نکاح نکریگا کسی عورت سے یا اس عورت سے تو وہ صحیح نکاح پر محمول ہوگا فاسد پر
یعنی اگر قسم کہائی ... نکاح ... تو صحیح نکاح سے حانث ہوگا نہ فاسد سے وکذا لو حلف لا یصلی او لا یصوم او لا یحج لان المقصود منها الثواب ومن النکاح
الحل ولا یثبت بالفاسد فلا تنحل بہ الیمین بخلاف البیع لان المقصود منہ الملک وانہ یثبت بالفاسد والہبۃ والاجارۃ کالبیع اور
اسیطرح اگر قسم کہائی کہ نماز نہ پڑہیگا یا روزہ نہ رکہیگا یا حج نکریگا تو صحیح نماز اور روزہ اور حج سے حانث ہوگا نہ فاسد سے اسواسطے کہ مقصود عبادات مذکورہ سے
ثواب ہے اور نکاح سے حلت وطی مقصود ہے تو فاسد سے یہ مقصود نہ ثابت ہوگا تو فاسد کے ذریعہ سے یمین منحل نہوگی یعنی حنث نہ ثابت ہوگا بخلاف بیع کے اسواسطے کہ مقصود
بیع سے ملک ہے اور ملک تو بیع فاسد سے بہی ثابت ہوجاتی ہے اور ہبہ اور اجارہ مثل بیع کے ہے ہبہ فاسدہ اور اجارہ فاسدہ سے بہی حنث ثابت ہوگا ولو کان ذلک کلہ
فی الماضی کان تزوجت او صلیت او صمت فہو علیہما ای الصحیح والفاسد لانہ اخبار اور اگر وہ سب یعنی نکاح اور صوم اور صلوۃ اور حج زمان ماضی مین ہوجاتا
... یا ... دونوں پر محمول ہوگا یعنی نکاح صحیح اور فاسد اور صوم صحیح اور فاسد دونوں سے حنث ثابت ہوگا اسواسطے کہ زمان ماضی کی قسم اخبار
ہے یعنی ماضی ... مسمی کا مقصود ہوتا ہے نہ حلت اور ثواب مثلا نکاح اور صوم وغیرہ کا صحیح اور فاسد دونوں پر بولا جاتا ہے ... کہا کہ شارح کی
تمثیل ... صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ ماضی نہیں بلکہ مستقبل ہے اسواسطے کہ تعلیق ہے تو بہتر یون مثال دینا تہا کہ ما تزوجت وما صمت ہم
... یون مثال دی ہے ان کنت تزوجت او صلیت او صمت یعنی اگر مینے نکاح کیا ہو یا نماز پڑہی ہو یا روزہ رکہا ہو فان
عنی بہ الصحیح صدق ... لانہ النکاح المعنوی بہ اور ... اگر ماضی کے نکاح سے نکاح صحیح کا ارادہ کریگا تو اوسکی تصدیق ہوگی قاضی کے نزدیک اسواسطے کہ
صحیح نکاح تو نکاح حقیقی ہے کذا فی المنح عن البدائع اسواسطے کہ مقصود نکاح یعنی حلت صحیح پر مترتب ہے شارح نے فقط نکاح کا حکم بیان کیا اور ظاہر ایسا ہی حکم صوم اور صلوۃ
مین ہے کذا فی ... ان لم ابع ہذا الرقیق فکذا فاعتق المولی او دبر رقیقہ تدبیرا مطلقا فلا حنث بالمقید فتح او استولد الامۃ حنث
لتحقق الشرط بفوات محلیۃ البیع حتی لو قال ان لم ابعک فانت حر فدبرہ او استولد عتق اگر مین نہ بیچون اس غلام کو تو ایسا ہو سو مولی نے آزاد کیا

یا اپنے غلام کو تدبیر مطلق مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا تو حانث ہوگا بسبب متحقق ہونے شرط کے محل بیع کے فوت ہوجانے سے یعنی بسبب اعتاق یا تدبیر مطلق یا استیلاد کے مملوک لائق بیع کے نرہا یہان تک کہ اگر یون کہیگا اپنے مملوک سے کہ مین تجکو بیع نکرون تو تو آزاد ہے پہر اوسکو مدبر مطلق کیا یا ام ولد بنایا تو وہ آزاد ہوجاویگا اسلئے کہ شرط پائی گئی یعنی عدم بیع مصنف نے تدبیر مطلق کی قید لگائی تو تدبیر مقید سے حانث نہوگا کذا فی الفتح اسواسطے کہ مقید مین قبل وجود شرط کے بیع جائز ہے و لا یُعتبر تکرار الرِّق بالرِّدَّة لانّه موهومٌ اور معتبر نہین تکرار رق یعنی اعادہ مملوکیت کا بسبب ارتداد کے اسواسطے کہ وہ امر موہوم ہے شارح نے یہہ دفع دخل کیا تقریر سوال یہہ ہے کہ معتق اور مدبر اور ام ولد کی بیع ممکن ہے اسطرح کہ وہ مرتد ہوجاوین اور دار الحرب مین جا ملین اور پہر گرفتار ہو آوین اور پہر کے مملوک ہون یا جس قاضی کے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہے [illegible] مدبر کا حکم دے تو تحقق شرط کا تحقیق بیع کے فوت ہونے سے نہ پایا گیا پہر حانث کیونکر ہوگا شارح نے اسکا جواب یا کہ اعادہ رق کا [illegible] امر موہوم ہے [illegible] طحطاوی نے [illegible] شارح [illegible] کہ یون کہتا کہ [illegible] الرق بالردة ولا الفضل [illegible] کہ یہہ دفع دخل ہو [illegible] امرأة [illegible] الحرلية بكسر اللام وفتح التاء ولا وصحّحه السعدي [illegible] قاضی خان [illegible] وفي الذخيرة ان في حال الغضب طلقت [illegible] اور اوسکی عورت نے کہ تونے [illegible] نکاح کیا ہے زوج نے کہا کہ جو عورت میری ہے وہ مطلقہ ہے تو مطلقہ بکسر لام یعنی جس عورت نے اپنے زوج کو حلف دلایا وہ مطلقہ ہوگئی امام اعظم اور محمد کے نزدیک اسواسطے کہ کلام [illegible] [illegible] اور ابو یوسف سے یہہ روایت ہے کہ حلف دلانے والی عورت مطلقہ نہین اسواسطے کہ [illegible] [illegible] اور اسی قول کو [illegible] اور [illegible] قاضی خان مین ہے کہ اسی قول کو اکثر مشائخ نے لیا [illegible] حانث غضب [illegible] مطلقہ [illegible] نہین تو وہ مطلقہ نہین طحطاوی نے [illegible] اوس صورت مین ہے جب زوج نے اوسکی طلاق اور عدم طلاق کی نیت نکی ہو اور اگر نیت کی تو بالاتفاق [illegible] ولو قيل له ألك امرأة غير هذه المرأة فقال كل امرأة لي فهي كذا لا تطلق هذه المرأة لان قوله غير هذه المرأة لا يحتمل هذه المرأة فلم تدخل تحت كل بخلاف الاول اور اگر زوج سے کسی نے کہا کیا تیری کوئی اور عورت ہے سوا اس عورت کے سوا اوسنے کہا جو عورت میری ہے سو وہ مطلقہ ہے تو یہہ عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ قول اوسکا غیر هذه المرأة احتمال نہین رکہتا هذه المرأة کا یعنی جب کہا سوا اس عورت کے تو یہہ عورت اسکو شامل نرہی تو کل امرأة کے تحت مین [illegible] داخل ہوئی تو تقدیر یہہ کلام یون ہوئی کہ کل امرأة غير هذه المرأة فهي طالق بخلاف اول مثال کے کہ وہان کل امرأة مین محلّفہ داخل ہے

فروع تتفرّع على الحنث لفوات المحل جب مسائل لمحۃ شارح کے جو حانث ہونے پر متفرع ہین بسبب فوت ہونے محل یمین کے تحو ان لم تصبّي هذا في هذا الصحن فانتِ طالق فكسرته چنانچہ زوج کا یون کہنا زوجہ سے کہ اگر تو اس برتن سے مثلا پانی نگرا دے اس صحن مین تو تو طالق ہے پہر عورت نے اوسکو توڑ ڈالا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ برتن ہے جس سے پانی وغیرہ کا بہانا اور چہڑکنا متصور ہو او ان لم تذهبي فتاتي بهذا الحمام فانتِ كذا فطار الحمام طلقت یا زوج نے زوجہ سے یون کہا اگر تو نجاوے کہ اس کبوتر کو لاوے تو تو مطلقہ ہے پہر کبوتر اڑ گیا تو عورت مطلقہ ہوگئی قال الحرم ان تزوجتك فعبدي حرٌّ فتزوجها حنث لان يمينه تنصرف الى ما يتصوّر کہا مرد نے اپنی محرمہ عورت سے کہ اگر مین تجہسے نکاح کرون تو میرا غلام آزاد ہے پہر اوس سے نکاح کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یمین اوسکی منصرف ہوئی اوسکی طرف جو ہوسکتا ہے یعنی عقد اگرچہ فاسد ہے حلف لا يتزوج بالكوفة عقد خارجها لان المعتبر مكان العقد قسم کہائی کہ کوفہ مین نکاح نکریگا تو اوسکو باہر عقد کرنا جائز ہوا اسواسطے کہ معتبر عقد کا مکان ہے م بحر الرائق مین ہے قسم کہائی کہ کوفہ مین نکاح نکریگا پہر نکاح کا ارادہ کیا اور عورت اور مرد دونو کوفہ مین ہین تو اوسکی تدبیر یہہ ہے کہ مرد اپنی طرف سے ایک وکیل کرے اور عورت دوسرا وکیل اپنی طرف سے کرے پہر وہ دونو وکیل شہر سے باہر نکل کر نکاح کرین تو حالف حانث نہوگا اسواسطے کہ معتبر عقد کا مکان ہے کذا فی الطحطاوی ان تزوجت ثيبا فهي كذا فطلق امرأته ثم تزوجها ثانيا لا تطلق اعتبارا للغرض وقيل تطلق اگر مین ثیب سے نکاح کرون تو اوسکی عورت مطلقہ ہے پہر اوس نے اپنی زوجہ کو طلاق دی پہر اوس سے نکاح کیا دوسری بار تو اب وہ مطلقہ نہو گی باعتبار غرض کے یعنی متکلم کو ثیب سے غیر زوجہ مقصود تہا اور دوسرا قول یہہ ہے کہ مطلقہ ہوگی باعتبار عموم لفظ کے حلف لا يتزوج من بنات فلان وليس لفلان بنت لا يحنث بمن ولدت له بحر قسم کہائی کہ مثلا زید کی بیٹیون سے نکاح نکریگا اور

حالانکہ زید کے کوئی بیٹی نہیں تو حانث نہوگا زید کی اوس بیٹی کے نکاح سے جو بعد یمین کے پیدا ہوئی کذا فی البحر طحطاوی نے کہا شاید قول محمدؒ کا ہے اسواسطے کہ حاشیہ شلبی
مین فتح القدیر سے یہہ منقول ہے قسم کہائی کہ زید کے ولد سے نہ بولیگا اور زید کا کوئی ولد نہین پہر زید کا ایک ولد پیدا ہوا اور حالف اوس سے بولا تو طرفین کے نزدیک حانث
ہوگا اور محمدؒ کے نزدیک حانث نہوگا اسواسطے کہ اصل یہہ ہے کہ محمدؒ کے نزدیک وجود ولد وقت یمین معتبر ہے اور طرفین کے نزدیک وقت کلام کے النکرۃ تدخل تحت

النکرۃ والمعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ فلو قال ان دخل ہذہ الدار احد فکذا والدار لہ او لغیرہ فدخلہا الحالف حنث لتنکیرہ نکرہ داخل
ہوتا ہے نیچے نکرہ کے اور معرفہ داخل نہین ہوتا ہے نیچے نکرہ کے تو اگر کہا اگر داخل ہوگا اس گہر مین کوئی تو ایسا ہوگا اور وہ گہر حالف کا ہے یا اوسکے غیر کا پہر اوس گہر مین
حالف داخل ہوا تو حانث ہوگا بسبب تنکیر حالف کے ھ یعنی حالف نے اپنے تئین قول مذکور مین بلفظ معرفہ نہین مذکور کیا تو حالف نکرہ ہوا البتہ تحت نکرہ داخل ہوگیا یعنی احد
کے لفظ مین جسکا ترجمہ کوئی ہے وہ بہی شامل ہوگیا بموجب قاعدہ مذکورہ ولو قال داری و دارک لا حنث بالحالف لتعریفہ اور اگر یون کہا کہ اگر داخل ہوگا میرے
گہر مین یا تیرے گہر مین کوئی تو حنث نہوگا حالف کے داخل ہونے سے بسبب تعریف حالف کے یعنی حالف معرفہ ہے بسبب یائے متکلم کے تو تحت نکرہ نہ داخل ہوگا حلبی نے کہا
یہہ شارح نے لفظ دار ہی کا بیان کیا نہ دارک کا تو اوسکو مناسب تہا یون کہنا لا حنث بالحالف والمخاطب لتعریفہما یعنی اگر یون کہا کہ ان دخل دارک احد تو اپنے گہر مین مخاطب
کے داخل ہونے سے حالف نہوگا اسواسطے کہ مخاطب معرفہ ہے بسبب کاف خطاب کے تو احد کے تحت مین نہ داخل ہوگا وکذا لو قال ان مس ہذا الراس احد و اشار الی
راسہ لا یحنث الحالف بمسہ لانہ متصل بہ خلقۃ فکان معرفۃ اقوی من المعرفۃ بالاضافۃ بحر و ذکرہ المصنف قبیل باب الیمین فی الطلاق
معزیا للاشباہ اور اسیطرح اگر کہا کہ اگر چہوئے اس سر کو کوئی اور اشارہ کیا متکلم نے اپنے سر کیطرف تو حالف اوسکو چہونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ سر متصل ہے حالف
سے بنا بر پیدایش کے تو وہ معرفہ ہوا قوی تر اضافت کے معرفہ سے کذا فی البحر یعنی تعریف سر کی بسبب اشارہ کرنیکے قوی تر ہے داری کی اضافت سے اور اسکو
مصنف نے ذکر کیا ہے باب الیمین سے پہلے طلاق مین اشباہ کیطرف اشارہ کرکے الا بالنیۃ و فی العلم کان کلم غلام محمد بن احمد احد فلذا دخل الحالف
لو ہو کذلک لجواز استعمال العلم فی موضع النکرۃ فلو یخرج الحالف من عموم النکرۃ بحر معرفہ داخل نہین ہوتا تحت نکرہ کے مگر نیت کرنیسے اور
علم مین داخل ہوتا ہے چنانچہ اگر کلام کریگا محمد بن احمد کے غلام سے کوئی تو زوجہ اوسکی مطلقہ ہے حالف داخل ہوگا تحت نکرہ کے اگر وہ ایسا ہوگا یعنی اگر
حالف کا نام بہی محمد بن احمد ہوگا اور وہ بہی اپنے غلام سے کلام کریگا تو حانث ہوگا بسبب جائز ہونے استعمال نام کے بجائے نکرہ کے تو اس وجہ سے حالف عموم نکرہ سے
نہ نکلا کذا فی البحر ھ جب استعمال نام کا بجائے نکرہ جائز ہوا تو یمین مذکور کی یون تاویل ہوئی کہ اگر کوئی کلام کریگا اوس مرد کے غلام سے جسکا نام محمد بن احمد ہے
تو جسکا نام محمد بن احمد ہوگا اوسکا غلام اسمین داخل ہوگا کذا فی الطحطاوی قلت و فی الاشباہ المعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ الا المعرفۃ فی الجزاء
فتدخل فی النکرۃ التی ہی فی موضع الشرط کان دخل داری ہذہ احد فامرأتہ طالق فدخلت ہی طلقت ولو دخل ہو لم یحنث لان
المعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ و تمامہ فی القسم الثالث من ایمان الظہیریۃ شارح کہتا ہے اشباہ مین ہے کہ معرفہ داخل نہین ہوتا تحت نکرہ کے مگر
وہ معرفہ جو جزا مین واقع ہو یعنی معرفہ اوس نکرہ مین داخل ہوتا ہے جو شرط کے محل مین واقع ہے چنانچہ اگر داخل ہوگا کوئی میرے اس گہر مین تو زوجہ اوسکی مطلقہ ہے
پہر زوجہ اوسکی داخل ہوئی تو وہ مطلقہ ہوگی اور اگر زوج حالف داخل ہوگا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ معرفہ داخل نہین ہوتا تحت نکرہ کے اور پوری
تقریر اسکی ایمان ظہیریہ کی قسم ثالث مین ہے ھ حموی اشباہ کے محشی نے کہا کہ زوجہ اگرچہ معرفہ ہے بتائے خطاب لیکن وہ جزا مین واقع ہے تو اوسکا دخول
اوس نکرہ کے تحت مین جو شرط مین واقع ہے ممتنع نہین اسواسطے کہ وہ جملے اند و مختلف کلامون کے ہین اور اسیطرح شرط کا معرفہ جزا کے نکرہ کے تحت مین
داخل ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف دخول زوج کے تحت نکرہ کے کہ وہ جائز نہین اسواسطے کہ ایک ہی جملہ مین یعنی شرط مین دو نو واقع ہین و یجب
حج او عمرۃ ماشیا من بلدہ فی قولہ علی المشی الی بیت اللہ او الکعبۃ و اراق دما ان رکب لادخالہ النقص ولو اراد بہ بیت اللہ
بعض المساجد لم یلزمہ شیئ اور واجب ہوگا حج یا عمرہ پیدل چلکر اپنے شہر سے اس قول مین کہ مجہپر واجب ہے پیدل چلنا بیت اللہ تک یا کعبہ تک
اور جانور ذبح کرے اگر راہ مین سوار ہوا اسواسطے کہ اوسنے نذر مذکور مین نقصان داخل کیا اور اگر لفظ بیت اللہ سے بعض مسجد کا ارادہ کریگا تو اوسپر کچہہ لازم نہوگا

نہ قضاءً نہ دیانۃً اسواسطے کہ اسنے اپنے کلام سے حقیقی معنی کا ارادہ کیا ھم مصنف نے کہا تب تھا تو از بعد کے قدر یا یمین اور دیکھا تو اوس پر ... وجوب
چنانچہ ہدایہ مین مصرح ہے اسواسطے کہ ایجاب حج یا عمرہ کا باعتبار مدلول لفظ یا اوسکے استلزام کے نہین ورنہ باعتبار مجاز کے اور منظر غالب بدن ...
یعنی علیّ المشی الی بیت اللہ ... تو حج یا عمرہ واجب ہوگا ہر چیز مروج ہے تو مجاز لغوی حقیقت عرفیہ ہو گیا بمنزلہ اس قول کے کہ علیّ حجۃ او عمرۃ کذا فی المنح ... بعلیّ
الخروج او الذھاب الی بیت اللہ او المشی الی الحرم او الی المسجد الحرام او الی باب الکعبۃ او میزابھا او الصفا و المروۃ او مزدلفۃ او عرفۃ
لعدم العرف اور یون کہنے مین کہ مجھپر واجب ہے نکلنا یا جانا بیت اللہ تک یا چلنا حرم تک یا مسجد الحرام تک یا کعبہ کے دروازہ تک یا میزاب تک یا صفا یا مروہ یا مزدلفہ یا
عرفات تک کچھ واجب نہین نہ حج نہ عمرہ بسبب عرف کے یعنی مسائل مذکورہ مین اور مسئلہ سابقہ مین کوئی وجہ فرق کی نہین سوا عرف کے ولا یعتق عبد قیل لہ ان لم
تحج العام فانت حرّ فقال حججت وانکر العبد فشھد شاھدان بنحرہ اضحیۃ بکوفۃ لم تقبل لقیامھا علی نفی الحج معنًی
لا تدخل تحت القضاء وقال محمد یعتق ورجحہ الکمال آزاد نہوگا وہ غلام جس سے یون کہا گیا یعنی اوسکے مولیٰ نے کہا کہ اگر تو اس سال حج نکرے
تو تو آزاد ہے پھر مولیٰ نے کہا کہ مین نے حج کیا اور غلام اوسکے حج کا منکر ہوا اور دو گواہ لایا سو دو نے کوفہ مین اوسکے قربانی کرنیکی گواہی دی تو یہ
گواہی مقبول نہوگی اسبسبب کے قائم ہونیکے نفی حج پر اسواسطے کہ قربانی کرنا حکم قاضی کے تحت مین داخل نہین اور محمد نے کہا کہ غلام آزاد ہوگا اور ترجیح دی
اس قول کو کمال الدین نے فتح القدیر مین ھم ہر چند ظاہر مین اثبات کی گواہی ہے یعنی کوفہ کی قربانی پر لیکن مقصود اس سے نفی حج ہے اسواسطے کہ کوفہ بہت
دور ہے کعبہ سے تو جو شخص یوم النحر کو کوفہ مین ہوا اوسکا پہنچنا اوس سال کے حج مین نہین ہوسکتا اور اثبات قربانی کا قاضی سے متعلق نہین تو یہ گواہی نفی پر
کی گواہی کی مانند ہوگئی اور حالانکہ نفی کی گواہی مقبول نہین اور خلاصہ ترجیح فتح القدیر یہ ہے کہ یہ گواہی نفی پر نہین بلکہ امر وجودی پر ہے جو متضمن ہے نفی کا
تو مقبول ہوگی حلف لا یصوم حنث بصوم ساعۃ بنیتہ وان افطر لوجود شرطہ قسم کھائی کہ روزہ نرکھیگا تو حانث ہوگا ایک ساعت کے صوم
سے بشرط نیت صوم اگرچہ بعد ساعت کے اوس نے روزہ توڑ ڈالا ہو بسبب اسکی پائی جانے شرط کے یعنی شرط ایک ساعت کے امساک سے بھی پائی گئی اسواسطے
کہ صوم عبارت ہے امساک مفطرات سے بقصد تقرب کذا فی المنح ولو قال لا اصوم صوما او یوما حنث بیوم لانہ مطلق فینصرف للکامل اور کہا
کہ لا اصوم صوما یعنی بعد فعل کے مصدر کو صریحا ذکر کیا یا یون کہا کہ نہ روزہ رکھونگا ایک دن تو پورے ایکدن روزہ رکھنے سے حانث ہوگا نہ کمتر سے اسواسطے
کہ لفظ صوم کا مطلق ہے تو فرد کامل کیطرف منصرف ہوگا اور صوم کامل نہین ہوتا بدون رات کے آنیکے اور لا اصوم یوما مین لفظ یوم کا خود صریح ہے
تقدیر مدت مین کذا فی الطحطاوی حلف لیصومن ھذا الیوم وکان بعد اکلہ او بعد الزوال صحت الیمین وحنث للحال لان الیمین لا تعتمد
الصحۃ بل التصور کتصورہ فی الناسی قسم کھائی کہ مقرر روزہ رکھیگا اس دن مین حالانکہ بعد کھا چکنے یا بعد زوال کے یہ کہا تو قسم صحیح ہوگی اور
فی الفور حانث ہو جاویگا اسواسطے کہ انعقاد یمین کا صحت پر موقوف نہین بلکہ تصور پر مانند تصور صوم کے ناسی مین ھم یعنی صوم بعد الاکل والزوال ناسی
مین متصور ہے یعنی جو صائم بھول کر کھا گیا تو اوسکا صوم باوجود اکل کے موجود ہے یا تصور صوم اوس ناسی کا کہ بعد زوال کے جو نیت کرنا بھول گیا کذا فی الطحطاوی
وھو کما لو قال لامرأتہ ان لم تصلی الیوم فانت کذا فحاضت من ساعتھا او بعد ما صلت رکعۃ فان الیمین تصح وتطلق فی الحال لان درور
الدم لا یمنع کما فی الاستحاضۃ بخلاف مسئلۃ الکوز لان محل الفعل وھو الماء غیر قائم اصلا فلا یتصور بوجہ اور وہ یعنی مثال سابق
مانند اس مثال کے ہے کہ کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر تو آج نماز نہ پڑھیگی تو تو مطلقہ ہے پھر اسیوقت اوسکا حیض جاری ہوگیا یا ایک رکعت بعد جاری
ہوا تو یہ یمین صحیح ہے اور زوجہ اوسکی فی الحال مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ جاری ہونا خون کا مانع صلوۃ کا نہین چنانچہ استحاضہ مین بخلاف مسئلہ الکوز کے
یعنی قسم کھائی کہ اس کوزہ سے پانی پیونگا اور حالانکہ اوسمین پانی نہین اسواسطے کہ محل فعل کا یعنی پانی اوسمین مطلقا موجود نہین تو یمین کسی وجہ سے
متصور نہین وحنث فی لا یصلی برکعۃ بنفس السجود اور اس قسم مین کہ نماز نہ پڑھیگا حانث ہوگا ایک رکعت کے ادا کرنے سے بمجرد سجدہ کرنیکے اسلیے
کہ صلوۃ عبارت ہے ارکان مختلفہ سے اور تمامی ارکان کی سجدہ پر ہے اسواسطے کہ عند التحقیق قعدہ اخیرہ ارکان اصلیہ مین داخل نہین فتح القدیر مین کہا حق یہ ہے

کہ ارکان حقیقیہ نماز کے پانچ ہین اور قعدہ رکن زائد ہے کہ ختم صلوۃ کے واسطے واجب ہوا ہے، تو حنث کے حق مین اوسکی رکنیت معتبر نہوگی کذا فی الفتح اور نہر الفائق مین قعدہ کو شرط قرار دیا ہے نہ رکن تو بطریق اولی حنث مین اوسکا اعتبار نہوگا بخلاف ان صلیت رکعۃ فانت حر لا یعتق الا باولی الشفع لتحقق الرکعۃ بخلاف اس یمین کے کہ اگر تو ایک رکعت نماز پڑھیگا تو تو آزاد ہے آزاد نہوگا دوگانہ کی پہلی رکعت سے تا رکعت ثابت ہو م ہر چند اس مثال مین حنث رکعت اولی پر ہے نہ دو رکعت پر لیکن بدون دو رکعت کے شرعاً تحقق رکعت اولی کا متصور نہین اسواسطے کہ فقط ایک رکعت کا اداکرنا ممنوع ہے تو ایک رکعت پڑھکر کلام کریگا تو غلام آزاد نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی لا یصلی صلوۃ بشفع وان لم یقعد اور اس یمین مین کہ لا یصلی صلوۃ دو رکعت پڑھنے سے حانث ہوگا اگرچہ اوس نے قعدہ نکیا ہو اسواسطے کہ فتح القدیر سے منقول ہوچکا کہ وہ رکن اصلی نہین نماز کا بخلاف لا یصلی الظہر مثلاً فانہ یشترط التشہد بخلاف اس قول کے کہ نماز ظہر کی مثلاً نہ پڑھیگا تو اوسکے حانث ہونے مین تشہد مشروط ہے م تشہد سے مراد تشہد اخیر ہے اسواسطے کہ ظہیریہ مین ہے کہ اگر چار رکعت فرض کے نہ پڑھنے کی قسم کہاویگا تو حانث نہوگا تاوقتیکہ چوتھی رکعت کے بعد تشہد نکریگا کذا فی الطحطاوی وحنث فی لا یؤم احداً باقتداء قوم بہ بعد شروعہ وان نوی صلوتہ فقصد لا یؤم احداً لانہ امہم اس قسم مین کہ کسی کی امامت نکریگا حانث ہوگا قوم کی اقتدا کرنے سے ساتھ اوسکے بعد شروع کرنے حالف کے اگرچہ اوس نے کسی کی امامت کا قصد نکیا ہو اسواسطے حانث ہوگا کہ وہ امام اونکا ہوگیا اسواسطے کہ امامت مین نیت امامت کی شرط نہین وصدق دیانۃً فقط ان نواہ ای ان لم یؤم احداً اور حالف کی فقط دیانۃً تصدیق ہوگی اگر اوسکی نیت کریگا یعنی اس نیت مین دیانۃً تصدیق ہوگی کہ کسیکی نیت نکریگا وان اشہد قبل شروعہ انہ لا یؤم احداً لا یحنث مطلقاً لا دیانۃً ولا قضاءً وصح الاقتداء ولو فی الجمعۃ استحساناً اور اگر حالف نے گواہ کرلیا قبل اپنے شروع کرنے نماز کے کہ وہ کسیکی امامت نکریگا تو کسیطرح حانث نہوگا نہ دیانۃً اور نہ قضاءً اور قوم کا اقتدا اونکی صحیح ہوگی اگرچہ نماز جمعہ مین یہ واقعہ ہوا ہو بنابر استحسان کے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ نماز جمعہ مین جماعت شرط ہے سو بدون نیت امامت کے بھی حاصل ہے کما لا حنث لو امہم فی صلوۃ الجنازۃ او سجدۃ التلاوۃ لعدم کمالہا جیسے حانث نہین ہوتا اگر امامت کی قوم کی نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت مین بسبب اونکے عدم کمال کے یعنی لا یصلی صلوۃ کی حلف مطلق منصرف ہے فرد کامل کیطرف اور نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت بسبب عدم رکوع وغیرہ کے کامل نہین بخلاف النافلۃ فانہ یحنث وان کانت الامامۃ فی النوافل منہیاً عنہا بخلاف نماز نفل کے کہ اوسکی جماعت کرنے سے حانث ہوگا اگرچہ امامت کرنا نوافل مین ممنوع ہے م جماعت نفل کی اوسوقت ممنوع ہے جب کہ بطریق تداعی ہو تداعی یہہ ہے کہ چار مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھین کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل تحفہ شارح کے ان صلیت فانت حر فقال صلیت وانکر المولی لم یعتق لامکان الوقوف علیہا بلا حرج اگر تو نماز پڑھیگا تو تو آزاد ہے سو غلام نے کہا کہ مین نے نماز پڑھی اور مولی نے اوسکا انکار کیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ اوسپر مطلع ہونا ممکن ہے بلا مشقت قال ان ترکت الصلوۃ فانت طالق فصلتہا قضاءً طلقت علی الاظہر ظہیریہ کہا زوجہ سے کہ اگر تو نماز کو ترک کریگی تو تو طالق ہے سو اوس نے قضا کی نماز پڑھی تو وہ مطلقہ ہوگی بقول اظہر کذا فی الظہیریہ حلف ما اخر صلوۃ عن وقتہا وقد نام وقضاہا لم یحنث الدال علیہ عدم حنثہ الحدیث فان ذلک وقتہا قسم اٹھائی کہ اپنی نماز کو اوسکے وقت سے موخر نکریگا اور حالانکہ وہ سوگیا نماز کے وقت پھر اوسکو [illegible] اوسکے عدم حنث کو قوی کیا ہے اس حدیث کی دلیل سے فان ذلک وقتہا یعنی جو نماز کیوقت سو گیا یا بھول گیا تو جب جاگے یا یاد پڑے وہی اوسکا وقت ہے حلبی نے کہا کہ مدار ایمان کا عرف پر ہے اور عرف مین اوسکو موخر کہتے ہین اگرچہ قضا کرے اجتمع حدثان فالطہارۃ منہما [illegible] حدث جمع ہوئین تو طہارت دونو سے ہوگی م قسم کہائی کہ نکسیر سے وضو نکریگا پھر اوسکی ناک سے خون نکلا پھر اوسنے پیشاب کیا پھر اوس نے وضو کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ دو نو حدث کی طہارت ہوئی حلف لیصلین ہذا الیوم خمس صلوات بالجماعۃ ویجامع امرأتہ ولا یغتسل یصلی الفجر والظہر والعصر بجماعۃ ثم یجامعہا ثم یغتسل کما غربت ویصلی المغرب والعشاء بجماعۃ فلا یحنث قسم کہائی کہ البتہ آج [illegible] وقت کی نماز جماعت سے پڑھیگا اور اپنی عورت سے قربت کریگا اور غسل نکریگا تو اوسکی تدبیر یہہ ہے کہ فجر اور ظہر اور عصر کی نماز جماعت سے

پڑہی پہر زوجہ سے قربت کری پہر غروب کے وقت غسل کری اور مغرب اور عشا کی نماز جماعت سے پڑہی تو حانث نہوگا اسواسطی کہ غسل رات مین واقع ہوا نہ دنمین
کذا فی العالمگیری حلبی نے کہا اسمین اعتراض ہے کہ یوم سے اگر بقیہ نہار مراد ہی تو غروب تک تین ہی نمازین ہوئین اور قسم ہی پانچ نماز کی اور اگر یوم سے
مطلق وقت مراد ہی تو بہر صورت حانث ہوگا خواہ دنمین نماز ہو خواہ رات مین حلف لا یحج فعلی الصحیح منہ فلا یحنث بالفاسد قسم کہائی کہ حج نکریگا
تو حنث صحیح حج پر موقوف ہوگا تو فاسد حج کرنے سے حانث نہوگا م لا یحج اور لا یحج حجۃ کا حکم برابر ہی بخلاف صلوٰۃ کے ولا یحنث حتی یقف بعرفۃ
عن الثالث ای محمد وحتی یطوف اکثر الطواف المفروض عن الثانی وبہ جزم فی المنہاج للعلامۃ عمر بن محمد العقیلی الانصاری کان
من کبار فقہاء بخارا ومات بہا سنۃ سبع وخمسمائۃ اور عدم حج کے حلف مین حانث نہوگا یہان تک کہ عرفات کا وقوف کرے یہہ مروی ہی امام ثالث
محمد بن حسن سے اور حانث نہوگا یہان تک کہ اکثر طواف زیارت کرے یعنی بدون چار شوط کے حانث نہوگا یہہ مروی ہی امام ثانی قاضی ابو یوسف سے اور اسی قول
پر جزم کیا ہی منہاج مین جو عمر بن محمد عقیلی انصاری کی تصنیف ہے وہ بخارا کے فقہا کبار مین سے تھے اور پانسوسات ہجری مین وہین وفات پائی ولا یحنث
فی العمرۃ حتی یطوف اکثرھا اور حانث نہوگا عمرہ نکرنے کے حلف مین یہانتک کہ عمرہ کا اکثر طواف کرے یعنی چار شوط یا زیادہ واما لبس من غزل لہ
فھو ھدی ای صدقۃ اتصدق بہ بمکۃ فملک الزوج قطنا بعد الحلف فغزلتہ ونسجہ ولبس فھو ھدی عند الامام وبہ التصدق فیقیمتہ
بمکۃ لا غیر زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین پہنون تیری کاتے سوت سے تو وہ ہدی ہی یعنی صدقہ ہی جسکو مین مکہ معظمہ مین تصدق کرونگا پہر زوج مالک ہوا روئی کا بعد
اس قسم کے سو زوجہ نے اوسکو کاتا پہر اوسکا کپڑا ابنا گیا اور زوج نے اوسکو پہنا تو وہ کپڑا ہدی ہی امام اعظم کے نزدیک اور مطلب ہدی ہونیکا یہی ہی کہ عورت زوج
کی ملک روئی کو کاتے تو صدقہ دینا ضروری ہوگا کذا فی المنح اور زوج کو جائز ہی کہ اوسکی قیمت کو مکہ مین خیرات کرے نہ اور جگہ ھ جو صدقہ بلفظ ہدی ہوا اوسے
صدقہ سوا مکہ کے اور کہین جائز نہین بخلاف اور صدقات کے کذا فی الطحطاوی وشرطا ملکہ یوم حلفہ ویفتی بقولھما فی دیارنا لانھا انما تغزل
من کتان نفسھا اوقطنھا وبقولہ فی الدیار الرومیۃ لغزلھا من کتان الزوج قولہ اور صاحبین نے وجوب تصدق مین ملک زوج کی اوسکے حلف
کے دن شرط کی ہی اسواسطی کہ نذر بدون ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہین اور صاحبین کے قول پر یعنی عدم تصدق پر فتوی ہی ہمارے ملک مین یعنی مصر مین
اسواسطی کہ وہان عورت اپنے کتان یا اپنی روئی کو کاتتی ہے اور امام اعظم کے قول پر فتوی ہی روم کے ملک مین اسواسطی کہ وہان عورت اپنے زوج کے کتان کو
کاتتی ہی کذا فی النہر الفائق حلف لا یلبس من غزلھا فلبس تکۃ منہ لا یحنث عند الثانی وبہ یفتی لانہ لا یسمی لابسا عرفا قسم کہائی کہ
زوجہ کے سوت کو نہ پہنیگا پہر اوسکے سوت کا ازار بند پہنا تو حانث نہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی اسواسطی کہ عرف مین اسکو لابس یعنی پہننےوالا
نہین بولتے ہین کلا یلبس ثوبا من نسج فلان فلبس من نسیج غلامہ لا یحنث اذا کان فلان یعمل بیدہ والا حنث لتعین المجاز جیسا کہ قسم
کہائی کہ وہ کپڑا نہ پہنیگا جسکو فلانے نے بنا ہو اوسنے فلانے کے غلام کا بنا کپڑا پہنا تو حانث نہوگا جبکہ فلانا شخص بہی اپنے ہاتہ سے بنتا ہو اور اگر وہ نہ بنجانتا
ہوگا تو اوسکے غلام کے بنے کپڑے کے پہننے سے حانث ہوگا بسبب متعین ہونے مجاز کے اسواسطی کہ نسج حقیقی وہی ہی جو اپنے ہاتہ سے ہو تو جبتک حقیقت ممکن ہوگی
تو اوسی پر حمل ہوگا اور درصورت عدم حقیقت مجاز پر محمول ہوگا کذا فی المنح کا حنث بلبس خاتم ذھب لو حلیا بلا فص او عقد لؤلؤ او زبرجد
او زمرد ولو غیر مرصع صح عندھما وبہ یفتی فی حلفہ لا یلبس حلیا للعرف چنانچہ اس قسم مین کہ زیور نہ پہنیگا حانث ہوتا ہی بسبب عرف کے سونیکی انگوٹھی
پہننے سے اگرچہ حالف مرد ہوا اور اگرچہ انگوٹھی بلا نگین ہو یا موتی کے ہار یا زبرجد کے ہار یا زمرد کے ہار پہننے سے اگرچہ زمرد چاندی سونے مین جڑا نہو صاحبین کے
نزدیک اسی پر فتوی ہے حلبی نے کہا کہ جامع اللغۃ مین مصرح ہی کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی چیز ہے تو تکرار واقع ہوئی لا یحنث بخاتم فضۃ مدلیل
حلہ للرجال الا اذا کان مصوغا علی ھیئۃ خاتم النساء بان کان لہ فص فیحنث ھو الصحیح زیلعی ولو کان مموھا بذھب ینبغی
حنثہ بہ نہر کخلخال وسوار حانث نہوگا حلف مذکور مین چاندی کی انگوٹھی پہننے سے بدلیل اوسکی حلت کے مردون کے حق مین مگر جب کہ چاندی کی
انگوٹھی عورتونکی انگوٹھی کی صورت پر بنی ہو اسطرحپر کہ اوسمین نگین ہو مانند عورتون کے تو اوسکے پہننے سے حانث ہوگا یہی قول صحیح ہی کذا فی شرح الزیلعی

اور اگر انگوٹھی پر سونے کا نگ ہو تو لائق یون ہو کہ اوسکو پہننے سے حانث ہو کذا فی النہر جیسے گوجری اور کنگن کے پہننے سے حنث ثابت ہوتا ہو خواہ چاندی کے ہون خواہ سونے کے ہم پر چند سونے چاندی کا زیور مرد ونکو حرام ہو فقط چاندی کی انگوٹھی جائز ہو واسطے مہر کرنیکے نہ واسطے زینت کے تو وہ اونکے حق مین زیور کامل نہین اگر چہ زینت سے خالی نہین لہذا اوسکے پہننے سے حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی حلف لا یجلس علی الارض فجلس علی حائل منفصل کخشب او جلد او بساط او حصیر او حلف لا ینام علی ہذا الفراش فجعل فوقہ آخر فنام علیہ او لا یجلس علی ہذا السریر فجعل فوقہ آخر لا یحنث فی الصور الثلث کما لو اخرج الحشو من الفراش للعرف قسم کھائی کہ نہ بیٹھوگا زمین پر پھر بیٹھا اوس چیز پر جو حائل ہو جا لسوا ور زمین مین اور زمین سے جدا ہو جیسے لکڑی یا کھال یا فرش یا چٹائی یا قسم کھائی کہ نہ سوویگا اس فرش پر پھر فرش پر اور فرش ڈال لیا اور اوسپر سویا یا قسم کھائی کہ اس چارپائی پر نہ بیٹھوگا پھر اوسپر دوسری چارپائی بچھا کر بیٹھا تو حانث نہوگا ان تینون صورتون مین چنانچہ اگر فرش کے اندر کی روئی وغیرہ نکال ڈالی اور پھر اوسپر بیٹھا تو حانث نہوگا بنا بر عرف کے اور اسیطرح اگر فرش کا ابرہ اور استر جدا کیا اور درمیان کی چیز پر بیٹھا تو بھی حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن العینی ولو نکرہ لاخیرہ حنث مطلقا للعموم وما فی القدوری من تنکیر السریر حملہ فی الجوہرۃ علی العرف اور اگر اخیر دونو مثالون مین فرش اور سریر کو غیر معین ذکر کرے یعنے یون کہے لا یجلس علی فرش ولا یجلس علی سریر یعنی کسی فرش پر نہ بیٹھوگا اور کسی چارپائی پر نہ بیٹھوگا تو ہر طرح سے حانث ہوگا بسبب عموم محلوف علیہ کے اور جو کہ قدوری مین سریر کو نکرہ ذکر کیا ہے تو جوہرہ مین اوسکو عرف پر محمول کیا ہو بخلاف ما لو حلف لا ینام علی الواح ہذا السریر او الواح ہذہ السفینۃ ففرش علی ذلک فراش لم یحنث لانہ لم ینم علی الالواح بحر کذا فی نسخ الشرح لکن ینبغی التعبیر باداۃ التشبیہ نحو کما لو الی اخر الکلام او تاخیرہ عن مقالۃ القرام لیتضح المرام کما لا یخفی علی ذوی الافہام وکما ہو الموجود فی غالب نسخ المتن فی دیارنا دمشق الشام فتنبہ بخلاف اس قول کے کہ اگر قسم کھائی کہ نہ سوویگا اس چارپائی کی پٹرون پر یا اس ناؤ کے تختون پر پھر اون پر فرش بچھایا اور اوسپر سویا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ تختون پر نہ سویا بلکہ فرش پر سویا کذا فی البحر شارح کہتا ہو ایسی عبارت ہو مصنف کی شرح کے نسخون مین لیکن لائق یون ہو کہ تعبیر اس مسئلہ کی بحرف تشبیہ کیجاوے چنانچہ یون کہا جاوے کما لو حلف لا ینام الخ یا اس مسئلہ کو مسئلۂ قرام سے مؤخر کیجئے تا مطلب صحیح ہو چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہین صاحبان فہم پر اور چنانچہ یون ہی موجود ہے ہمارے دیار دمشق شام کے اکثر متن کے نسخون مین سو خبردار رہنا ہم لفظ بخلاف کا اسکا مقتضی ہے کہ اس مسئلہ کا حکم مسئلۂ سابقہ کے مخالف ہے حالانکہ دونون مین عدم حنث ثابت ہو لہذا اشارح نے اوسپر آگاہ کر دیا اور واسطے تصحیح کلام کے طریقہ تعبیر کا بیان کیا لیکن مترجم کے پاس مصنف کی شرح منح الغفار کا ایک نسخہ دمشق شام کا لکھا ہوا موجود ہو اوسمین یہہ عبارت متن مین داخل نہین بلکہ شرح مین داخل ہے بلا لفظ بخلاف بہر صورت یہہ اختلاف تصرف کاتبین سے خالی نہین واللہ اعلم ولو جعل علی الفراش قراما بالکسر الملاءۃ او جعل علی السریر بساطا او حصیرا حنث لانہ یعد نائما وجالسا علیہما عرفا بخلاف ما مر اور اگر قسم کھائی کہ اس فرش یا اس چارپائی پر نہ بیٹھوگا یا نہ سووے گا اور اوس فرش پر باریک کپڑا بطور چاندنی کے بچھایا یا چارپائی پر بچھونا یا چٹائی ڈالی پھر اوسپر بیٹھا یا سویا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ شخص فرش کا بیٹھنے والا اور چارپائی کا سونے والا شمار ہوگا عرف مین بخلاف اوس مسئلہ کے جو مذکور ہو چکا کہ اسمین عرفا حانث نہین ہم قرام بکسر قاف عبارت سے پردہ باریک سے شمنی نے کہا کہ قرام بالکسر اوس پردہ کا نام ہے جسمین نقوش ہون اور اسیطرح مختار الصحاح مین تصریح ہے اور ہمارے عرف مین قرام کو ملارہ کہتے ہین جو فرش پر بچھایا جاتا ہو کذا فی المنح ملارہ بضم میم ومد لغت مین چادر کو کہتے ہین کذا فی المنح حلف لا یمشی علی الارض فمشی علیہا بنعل او خف لا ومشی علی احجار حنث وان مشی علی بساط لا یحنث قسم کھائی کہ زمین پر نہ چلیگا پھر زمین پر جوتیان پہن کر چلا یا پتھرون پر چلا تو حانث ہوگا اور اگر فرش پر چلا تو حانث نہوگا فـ ع مسئلہ ملحقہ شارح کا

یعنی جو نسخون مین ہے کہ اگر مذکور ہی اوس کی جگہ یہ مسئلہ بیان کیا جاوے تا کہ لفظ بخلاف صحیح ہو

اِنْ نِمْتُ عَلٰی ثَوْبِكَ اَوْ فِرَاشِكَ فَكَذَا اُعْتُبِرَ اَكْثَرُ بَدَنِهٖ کما بیچ زوجہ سے اگر مین تیرے کپڑے یا تیرے فرش پر سوؤن تو تو مطلقہ ہی تو اکثر بدن
زوجہ کا معتبر ہوگا یعنی اگر اُسکا اکثر بدن فرش پر لگا تو مطلقہ ہوگی اور اگر فقط اوسکے فرش پر سر رکھا یا اوسپر بیٹھا تو مطلقہ نہوگی کذا فی المحیط روی عن محمد

بَابُ الْيَمِيْنِ فِي الضَّرْبِ وَالْقَتْلِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ

مَا يُنَاسِبُ اَنْ يُتَرْجَمَ مَسَائِلُ شَتّٰی مِنَ الْغُسْلِ وَالْكِسْوَةِ یہ باب ہے ضرب و قتل
وغیرہ کی قسم مین شارح کہتا ہے مناسب یون تہا کہ اسباب کو مسائل شتے کر تعبیر کرتا اور من الغسل والکسوۃ و غیر ذلک کا بیان ہے الاصل ھٰذا اَنَّ مَا شَارَكَ
الْمَيِّتُ فِيْهِ الْحَيَّ يَقَعُ الْيَمِيْنُ فِيْهِ عَلَى الْحَالَتَيْنِ الْمَوْتِ وَالْحَيَاةِ وَمَا اخْتَصَّ بِحَالَةِ الْحَيٰوةِ وَهُوَ كُلُّ فِعْلٍ يُلِذُّ وَيُؤْلِمُ وَيُغِمُّ وَيَسُرُّ كَالشَّتْمِ
وَالتَّقْبِيْلِ تَقَيَّدَ بِهَا ثُمَّ فَرَّعَ عَلَيْهِ قاعدہ یہانپر یہہ ہی کہ جس امر مین مردہ شریک ہی زندہ کا تو اوسمین قسم دونون حالتون پر واقع ہوتی ہے موت مین
بہی اور حیات مین بہی اور جو امر کہ حالت زندگی کو مخصوص ہی یعنی جو فعل کہ لذت دیوے اور درد پہونچاوے اور رنجیدہ کرے اور خوشی بخشے چنانچہ گالی دینا اور بوسہ لینا تو
ایسے امر کی قسم مقید بحیات ہوگی پہر مصنف نے اس قاعدہ پر اپنا قول متفرع کیا فَلَوْ قَالَ اِنْ ضَرَبْتُكَ اَوْ كَسَوْتُكَ اَوْ كَلَّمْتُكَ اَوْ دَخَلْتُ عَلَيْكَ اَوْ
قَبَّلْتُكَ تَقَيَّدَ كُلٌّ مِنْهَا بِالْحَيٰوةِ حَتّٰى لَوْ عَلَّقَ بِهَا طَلَاقًا اَوْ عِتَاقًا لَمْ يَحْنَثْ بِفِعْلِهَا فِي الْمَيِّتِ تو اگر یون کہیگا کہ اگر مین تجکو مارون یا تجکو کپڑے دون یا تجہ
سے کلام کرون یا تیرے پاس آؤن یا تیرا بوسہ لون تو یہہ ہر ایک قول مقید بزندگی ہوگا یہانتک کہ اگر ان افعال سے طلاق یا عتاق کو معلق کریگا تو حانث نہوگا
ان افعال کے کرنے سے ساتہہ میت کے مثلاً تعلیق طلاق یا عتاق ان افعال پر یون ہی کہ اگر مین تجکو مارون یا کپڑے دون یا تجہ سے کلام کرون یا تیرے پاس آؤن یا تیرا
بوسہ لون تو اوسکی زوجہ مطلقہ ہی یا غلام اُسکا آزاد ہی پہر مخاطب کے مرنیکے بعد ضرب وغیرہ واقع کی تو حانث نہوگا ضرب اسواسطے میت مین نہین ہوسکتی کہ ضرب
عبارت ہی فعل درد ناک سے یا استعمال آلہ تادیب سے حالانکہ میت محل ایلام اور تادیب نہین اور میت کو جو عذاب قبر ہوتا ہی تو اوسکو جمہور علما کے نزدیک زندگی
عطا ہوتی ہی بقصد دریافت کرنے درد کے اور بدن کا ثابت رہنا شرط نہین اہل سنت کے نزدیک بلکہ اجزاء متفرقہ مین بہی حیات عطا ہوتی ہی جو انکھہ سے معلوم
نہین ہوسکتی اور کسوت کی مفہوم مین تملیک معتبر ہی اور میت لائق تملیک کے نہین اور کلام سے غرض افہام ہی اور موت اوسکی منافی ہی اور دخول سے مراد یا اکرام
ہی یا اہانت یا زیارت اور بعد موت کے یہہ کوئی بات حاصل نہین اور یہی حال ہی شتم اور جماع اور تقبیل کا کذا فی النہر والمنح اور فتح القدیر مین مذکور ہی کہ
میت کو سماعت نہین تو فہم بہی نہین اور بعد موت کے میت کی قبر کی زیارت ہوتی ہی نہ میت کی اور یہہ جو صحیح بخاری مین مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے جنگ بدر کے مقتولونکی لاشونکو کنوئین مین
ڈلواکر اونسے فرمایا کہ جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تہا یعنی شکست کفار اوسکو تمنے سچا پایا عمر فاروق نے کہا آپ مردون سے کلام کرتے ہین یا رسول اللہ تو فرمایا
قسم ہی اُس ذات پاک کی جسکے قابو مین میری جان ہے کہ تم اونسے زیادہ تر نہین سنتے ہو اوسکا ایک جواب یہہ ہے کہ اس حدیث کی معارض صحیح بخاری مین دوسری
حدیث ثابت ہی کہ عائشہ صدیقہ نے اس روایت کو قران مجید کی دو آیتون سے رد کیا اوّل آیت یہہ ہی کہ (وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ) یعنی تو سنا نہین
سکتا اونکو جو قبرون مین ہین اور ثانی آیت یہہ ہی (فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى) یعنی مقرر تو سنا نہین سکتا مُردون کو اور دوسرا جواب یہہ ہی کہ یہہ کلام
بطریق ضرب المثل تہا زندون کی نصیحت کیواسطے چنانچہ علی مرتضی سے منقول ہی کہ قبرستان مین جاکر فرمایا کہ تمہاری عورتون کے نکاح ہوگئے اور تمہارے مال
تقسیم ہوگئے اور تمہارے مکانات مین اور لوگ ساکن ہوئے یہہ خبر تمہاری ہی ہماری پاس سو ہماری خبر تمہارے پاس کیا ہی اور تیسرا جواب یہہ ہے کہ یہہ تکلم اور
سماع موتی رسول کریم کی خصوصیت کی جہت سے تہا بنا بر اعجاز کے تاکہ کافرون کو حسرت زیادہ ہو اور رہ جو صحیح مسلم مین حدیث مرفوع ہی کہ میت جوتیون کی
آواز سنتا ہی جب لوگ اوسکو دفن کرکے پہرتے ہین اُسکا جواب یہہ ہی کہ ابتداء دفن کا یہہ سماع اور فہم مقدمہ ہی جوابدہی سوال منکر اور نکیر کا اس خصوصیت کی یہہ وجہ ہے
کہ حدیث اور آیتون کے مضمون مین اتفاق ہو جاوے تعارض نہ باقی رہے اسواسطے کہ دونون آیتین عدم سماع موتی کے مفید ہین انتہی کلام الفتح نہر الفائق مین
کہا کہ جواب ثالث نہایت خوب جواب ہے یعنی حضرت کا تکلم اور اسماع بطریق معجزہ تہا تو اس سے عموم سماعت موتی ثابت نہین ہوسکتا چنانچہ بنا بر اعجاز کے
حضرت سے شجر اور حجر نے بہی کلام کیا ہی حالانکہ شجر اور حجر محل کلام نہین اور صحیح مسلم کی روایت کے جواب کی تقویت دوسری حدیث صحیح سے ہوسکتی ہی کہ جب منکر
اور نکیر موت سے جواب معقول سنتے ہین تو اُس سے کہتے ہین کہ نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ یعنی اب آرام سے سو جیسے دولہہ سوتا ہی ظاہرا یہہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ

مومن اس عالم سے غافل ہو جاتا ہے جیسے سوتا آدمی غافل ہوتا ہے اور کلام نہیں سنتا بالجملہ ہم لوگ اہل تقلید ہیں یا یہ اجتہاد کا نہیں رکھتے ہیں جن فقہا کے ہم
مقلد ہیں جب انکی نصوص سے ثابت ہوا کہ میت کو فہم اور سماع نہیں تو اس میں زیادہ گفتگو اور تفتیش کرنا بیہودہ ہے واللہ اعلم بخلاف الغسل والحمل
والمس والباس الثوب کحلفہ لا یغسلہ او لا یحملہ لا تتقید بالحیوۃ بخلاف نہلانے اور اٹھانے اور چھونے اور کپڑا پہنانے کے چنانچہ یون قسم
کھائی کہ مثلاً زید کو نہ غسل دونگا یا اوسکو نہ اوٹھاونگا تو یہہ یمین مقید بحیات نہیں یعنے اگر زید کے مرنے کے بعد اوسکو غسل دیگا یا اٹھاویگا یا اوسکو چھوئیگا
یا کفن پہناویگا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہہ افعال زندہ کو مخصوص نہیں بلکہ میت سے بھی ہوسکتے ہیں یہ ہر زندہ کا یحنث فی حلفہ ولو بالفارسیۃ لا یضرب زوجتہ
فشنقہا او خنقہا او عضہا او قرصہا ولو مازحا خلافا لما صححہ فی الخلاصۃ حانث ہوگا یعنی اس قسم میں اگرچہ فارسی زبان میں قسم کھائی
ہو کہ اپنی زوجہ کو نہ مارونگا پھر اوسکے بال کھینچے یا اوسکا گلا دبایا یا اوسکو دانت سے کاٹا یا اوسکو چٹکی لی اگرچہ خوش طبعی سے یہہ افعال کئے ہون بخلاف اس قول کے
جسکو خلاصہ میں صحیح کہا ہے ہم خلاصہ اور بحرالرائق میں جامع قاضی خان سے اور فتاوی عالمگیری میں فتاوی قاضی خان سے مصرح ہے کہ اگر بال کھینچنا اور گلا
دبانا اور کاٹنا اور چٹکی لینا حالت غضب میں ہو تو حانث ہوگا اور اگر ملاعبت کی حالت میں ہو تو حانث نہوگا یہی قول صحیح ہے تو باوجود تصحیح علماء کے بلا دلیل شارح
کو اوسکو مخالف کہنا بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی والقصد لیس بشرط فیہ ای فی الضرب وقیل شرط علی الاظہر والاشبہ نحو ہو محرم فی المنح
والبحر لجۃ اور ضرب میں قصد کرنا شرط نہیں اور بعضون نے کہا قصد شرط ہے بنا بر قول اظہر و اشبہ کے کذا فی البحر اور اسی پر خانیہ اور سراجیہ میں یقین
کیا ہے واما الایلام فشرط بہ یفتی ویکفی جمعہا بشرط اصابۃ بدنہ بکل سوط اور درد دیجانا تو ضرب میں شرط ہے اسی پر فتوی ہے اور کفایت کرتا ہے جمع کرنا
کوڑون کا بشرطیکہ ہر ایک اوسکے بدن کو لگے یعنی اگر کسی نے قسم کہائی کہ مثلاً سو کوڑے زید کے مارونگا پھر سو کوڑے اوسنے جمع کئے اور زید کے ایکبار مارے تو حانث نہوگا
بشرطیکہ ہر کوڑا اوسکے بدن کو لگا ہو اسطرح پر کہ اونکی اطراف قائمہ یا عراض مبسوطہ بدن پر لگیں بشرط ایلام کذا فی النہر واما قولہ تعالیٰ وخذ بیدک ضغثا ای
حزمۃ ریحان فخصوصیۃ لرحمۃ زوجۃ ایوب علیہ السلام لا تحنث اور حق تعالیٰ کا قول کہ لے اپنے ہاتھ میں مٹھا یعنی ریحان کا دستہ سو یہہ
خصوصیت ہے ایوب علیہ السلام کی زوجہ مسماۃ رحمت کی کذا فی المنح ہم رحمت بنت افرائیم بن یوسف علیہ السلام زوجہ تھین ایوب علیہ السلام کی وہ کسیکام کو
گئی تھین وہان دیر لگی حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کہائی کہ سو ضرب مارونگا حق تعالیٰ نے تحلیل یمین کا طریقہ ارشاد کیا کہ دستہ ریحان اونکو مارین اور ایک روایت
یہہ ہے کہ درخت کی شاخین مارین خلاصہ سوال یہہ ہے کہ سو ضرب میں ایلام شرط کیا ہے اور دستہ ریحان کے ضرب میں تکلیف کہان شارح نے جواب دیا کہ یہہ امر مخصوص
ہے زوجہ ایوب علیہ السلام کو یہہ جواب علی سبیل التسلیم ہے اور دوسرا جواب یہہ ہے کہ بالکلیہ عدم الم ضرب ایوب علیہ السلام میں ممنوع ہے علی الخصوص درخت کی روایت
شاخون کے ضرب کی تفسیر کشاف میں ہے کہ جواز حیلہ میں اس آیت کی رخصت باقی ہے کذا فی الفتح والطحطاوی حلف لیضربنہ او لیقتلنہ الف
مرۃ فہو علی الکثرۃ وللمبالغۃ کحلفہ لیضربنہ حتی یموت او حتی یقتلہ او حتی یترکہ لا حیا ولا میتا قسم کہائی کہ البتہ مارونگا یا قتل کرونگا فلانے کو
ہزار بار تو یہہ کثرت ضرب اور مبالغہ یعنی شدت ضرب پر محمول ہے معنی حقیقی مراد نہیں چنانچہ یون قسم کہانا کہ البتہ اسکو مارونگا یعنی کوڑون سے کہ [illegible]
یہانتک کہ وہ مرجاوے یا یہانتک کہ وہ مقتول ہوجاوے یا یہانتک کہ اسکو چھوڑدے ایسا کہ نہ زندہ رہے نہ مردہ تو یہہ بھی کثرت اور شدت ضرب پر محمول ہے حیث
ولو قال حتی یغشی علیہا او حتی تستغیث او تبکی فعلی الحقیقۃ اور اگر یون کہا کہ البتہ اسکو مارونگا یہانتک کہ اسکو غش آجاوے یا یہانتک کہ وہ فریاد
کرنے لگے یا رونے لگے تو یہہ یمین حقیقت پر ہے نہ مجاز پر تو تاوقتیکہ اوسکو غش نہ آوے یا فریاد نکرے یا نروے تو قسم پوری نہوگی ان لم اقتل زیدا
فکذا وھو ای زید میت ان علم الحالف بموتہ حنث والا لا وقد قدمنا عند لیصعدن السماء الخ قتل کرون زید کو تو ایسا ہو اور حالانکہ
زید میت ہے اگر حالف اوسکی موت کو جانتا ہے تو حانث ہوگا اور اگر نہیں جانتا ہے تو حانث نہوگا اور البتہ اس مسئلہ کو مصنف مقدم ذکر کرچکا ہے صعود سما کی
حلف کے قریب حلف لا یقتل فلانا بالکوفۃ فضربہ بالسواد ومات بہا حنث کحلفہ لا یقتلہ یوم الجمعۃ فجرحہ یوم الخمیس ومات یوم الجمعۃ
حنث وبعکسہ ای ضربہ بکوفۃ وموتہ بالسواد لا یحنث لان المعتبر زمان الموت ومکانہ شرط کون الضرب والجرح بعد الیمین ظہیریۃ

قسم کہائی کہ فلانے کو کوفہ مین قتل کریگا پہر اوسکو کوفہ کے دیہات مین مارا اور وہ کوفہ مین مرگیا تو حانث ہوگا چنانچہ اس قسم مین کہ نہ قتل کریگا اوسکو جمعہ کے
دن پہر اوسکو زخمی کیا پنجشنبہ کے دن اور مرگیا وہ جمعہ کے دن تو حانث ہوگا اور اسکی بالعکس مین یعنے کوفہ کے مارنے مین اور دیہات کے مرنے مین حانث
نہوگا اسواسطے کہ زمانہ موت کا معتبر ہے مثال ثانی مین اور مکان معتبر ہے مثال اول مین بشرطیکہ ضرب اور زخم لگانا بعد قسم کے واقع ہوا ہو کذا فی الظہیریۃ
م دیہات کوفہ کو سواد اسواسطے کہا کہ وہ شدت سے متصل ہین کذا فی الطحطاوی وفیہا ان لم تأتنی حتی اضربک فہو علی الاتیان ضربہ او لا اور ظہیریہ
مین ہے اگر تو نہ آویگا میرے پاس تو مین تجکو مارونگا تو یہہ قسم اوسکے آنے پر ہے خواہ اوسکے بعد آنیکے مارے یا نمارے ہم حتی اس مثال مین لام سببی کے
معنی مین ہے اور لام سببیہ کا یہہ حکم ہے کہ وجود سبب مشروط ہے نہ وجود مسبب کذا فی الطحطاوی ان رأیتہ لاضربنہ فعلی التراخی ما لم ینو الفور اگر مین
اوسکو دیکہونگا تو البتہ اوسکو مارونگا تو یہہ مارنا درنگی پر محمول ہے نہ شتابی پر تاوقتیکہ فی الحال مارنے کی نیت نکرے اور اگر فی الحال کی نیت کریگا تو اگر بمجرد
دیکہنے کے نہ ماریگا تو حانث ہوگا ان رأیتک فلم اضربک فرأہ الحالف وہو مریض لا یقدر علی الضرب حنث اگر مین تجکو دیکہون سو نمارون
تو ایسا ہو پہر حالف نے اوسکو دیکہا اپنی مرض کے ایسے حال مین کہ اوسکو قدرت نہین ضرب پر تو حانث ہوگا ان لقیتک فلم اضربک فرأہ من
قدر میل لم یحنث اگر مین تجسے ملاقات کرون سو نمارون تو ایسا ہو پہر اوسکو کوس بہر سے دیکہا تو حانث نہوگا کذا فی البحر اسواسطے کہ اتنی دور تک دیکہنے
کو ملاقات نہین کہتے ہین الشہر وما فوقہ ولو الی الموت بعید وما دونہ قریب فیعتبر نیتہ فی لیقضین دینہ او لا یکلمہ الی بعید او الی
قریب ولفظ العاجل والسریع کالقریب والآجل کالبعید وہذا بلا نیۃ مہینا اور اس سے زیادہ اگرچہ زیادتی تا موت ہو بعید مین
داخل ہے اور مہینے سے کم مدت قریب مین داخل ہے تو یہی تفسیر مذکور اس قسم مین معتبر ہوگی کہ اپنے دین کو البتہ ادا کریگا یا مثلا زید سے کلام نکریگا بعید تک یا قریب
تک اور لفظ عاجل اور سریع کا مانند قریب کے ہے اور لفظ آجل کا بعید کی مانند ہے اور یہہ تقدیر قریب اور بعید کی بصورت عدم نیت ہے ہم اگر قسم کہائی
کہ قریبا یا عاجلا یا سریعا قرض ادا کریگا پہر مہینے کے اندر ادا کیا تو حانث نہوگا اور اگر قسم کہائی کہ بعیدا یا آجلا ملاقات کریگا تو مہینے کے اندر ملاقات
کرنے سے حانث ہوگا مہینے سے زیادہ مدت مین وان نوی بقریب او بعید مدۃ معینۃ فیہما فعلی ما نوی ویدین فیما فیہ تخفیف علیہ اور اگر قریب
اور بعید کے لفظ سے حالف نے مدت معین کی دونون نیت کی تو اوسکی نیت کے موافق اعتبار ہوگا اگرچہ قریب سے ایک سال یا مدت دنیا مراد رکہی تو بہی صحیح ہے
اسواسطے کہ دنیا بنسبت آخرت کے قریب ہے کذا فی النہر اور جس مدت مین حالف پر تخفیف ہوگی اوسمین دیانۃ تصدیق ہوگی نہ قضاء کذا فی البحر ہم درصورت
تخفیف دیانۃ تصدیق کرنا بحر الرائق مین بطور بحث کے مذکور ہے شارح نے اوسکو بطور منصوص کے مذکور کیا کذا فی الطحطاوی حلف لا یکلمہ ملیا او
طویلا ان نوی شیئا فذلک والا فعلی شہر ویوم کذا فی البحر عن الظہیریۃ وفی النہر عن السراج علی شہر قسم کہائی کہ ایک مدت یا زمانہ
دراز اوس سے کلام نکریگا اگر حالف نے کچہہ نیت کی تو اوسیقدر معتبر ہے اور اگر کچہہ نیت نہین کی تو ایک مہینے اور ایک دن پر محمول ہوگا کذا فی البحر عن الظہیریہ
اور نہر الفائق مین سراج سے منقول ہے کہ مہینے پر محمول ہوگا بلا ذکر یوم ہم ملی بفتح اول و کسر ثانی عبارت ہے مدت زمانی سے اور اسی جہت سے لیل اور نہار
کو ملوان کہتے ہین وکذا کذا یوما احد عشر وبالواو احد وعشرون وبضعۃ عشر ثلثۃ عشر اور اگر حلف مین کذا کذا یوما کہا تو گیارہ دن مراد ہین
اور واؤ عاطفہ سے یعنی یون کہا کذا وکذا یوما تو اکیس دن مراد ہونگے اور بضعہ عشر سے تیرہ دن مراد ہین بر فی حلفہ لیقضین دینہ الیوم فقضاہ
نبہرجۃ ما یردہ التجار او زیوفا ما یردہ بیت المال او مستحقۃ للغیر و بعتق المکاتب لدفعہا بار ہوگا یعنی حانث نہوگا اپنی اس قسم مین کہ البتہ
آجکے دن اپنا دین ادا کریگا اگر اوسنے دراہم نبہرجہ یا زیوف یا غیر کے حق کے ادا کئے اور مکاتب انکی پہچاننے سے آزاد ہوجاویگا نبہرجہ وہ دراہم ہین جنکو
سوداگر نہ قبول کرتے ہون اور زیوف وہ دراہم ہین جنکو بیت المال سلطانی قبول نکرے ہم نبہرجہ اور زیوف دراہم مغشوشہ ہین لیکن نبہرجہ مین چاندی
کم ہوتی ہے اور غش یعنی تانبا وغیرہ زیادہ لہذا اہل تجارت مین اوسکا دینا لینا رائج نہین اور زیوف مین غش کم ہوتا ہے اور چاندی زیادہ لہذا اہل
تجارت مین اوسکا دینا لینا رائج ہوتا ہے لیکن خزانہ سلطانی مین نہین لیتے اسواسطے کہ وہان کہرا مال لینا منظور ہے ہرچند نبہرجہ اور زیوف عیب سے خالی نہین

لیکن عیب ہونا جنس کو معدوم نہیں کر دیتا لہذا اگر طرف ثانی بیع صرف یا بیع سلم مین قبول کرے انکو تو جائز ہے اور اسیطرح غیر کے دراہم مستحقہ کو قبضہ
کرنا صحیح ہے ولہذا اگر اونکا مالک اجازت دے تو جائز ہے لفظ نبہرجہ اور زیوف کا عربی لغت نہیں لیکن فقہا مین مستعمل ہے کذا فی نہر الفائق لا ایبر لو
قضاہا رصاصا او ستوقۃ وسطہا غش لانہا لیسا من جنس الدراہم ولذا لم یجز بہما فی صرف وسلم لسرجی م اگر اوسنے دین کو رانگے کے دراہم سے یا ستوقہ سے جنکے بیچ مین غش ہوتا ہے ادا کیا اسواسطے کہ دونون دراہم کی جنس سے نہیں لہذا اگر اونکو صرف
اور سلم مین دیجئے تو جائز نہیں م ستوقہ بفتح سین مہلہ و تشدید تا معرب سہ تہ کا یعنی تین پرت دونو طرف چاندی اور بیچ مین تانبا یا پیتل یا سیسہ
کذا فی النہر والطحطاوی ونقل مسکین ان النبہرجہ اذا غلب غشہا لم یوخذ واما الستوقۃ فاخذہا حرام لانہا نحاس انتہی در مسکین نے رسالہ یوسفیہ سے
نقل کیا ہے کہ دراہم نبہرجہ مین جب میل تانبے کا زیادہ ہو تو لینا نچاہیے اور ستوقہ کا لینا تو حرام ہے اسواسطے کہ وہ تانبا ہے انتہی نقلہ م اگر نبہرجہ مذکورہ یا ستوقہ
کو لے تو غیر کو دینا بدون آگاہ کر دینے کے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وہذہ احدی المسائل الخمس التی جعلوا الزیوف فیہا کالجیاد
اور یہ یعنی قضاء دین ان پانچ مسائل سے ایک مسئلہ ہے جنمین فقہا نے زیوف کو مانند دراہم جیدہ کے قرار دیا ہے م امام اسحٰق ولوالجی نے کتاب
الشفعہ کے آخر مین ذکر کیا ہے کہ دراہم زیوف بجای جید دراہم کے ہین پانچ صور تو نمین پہلی یہ ہے کہ ایکمرد نے گہر مول لیا کہرے درم سے اور قیمت
مین زیوف دیے تو شفیع کہرے درم کر اوسکو لیگا دوسری یہ کہ ایک شخص ضامن ہوا کہرے درم کا اور اوسنے کہوٹے درم دیے تو کفیل ضامن سے
کہرے درم لیگا تیسری یہ کہ کہرے درم سے کوئی چیز مول لی اور قیمت کہوٹی دی پہر اوسکو منفعت سے بیچا تو راس المال جید ہوگا چوتھی یہ
کہ قسم کہائی کہ دین ادا کریگا پہر زیوف ادا کیے تو حانث نہوگا پانچوین یہ کہ ایکمرد کا قرض جید درم تہا سو اوسنے زیوف کو لیا اور صرف کر دالا
اور بعد صرف کرنے کے اوسکو کہوٹی ہونے کا علم ہوا تو پہر اوس سے کہرے درم نہیں لے سکتا امام اعظم اور محمد کے نزدیک کذا فی المنح بحر المدیون
فی حلفہ لرب الدین لاقضین مالک الیوم فجاء بہ فلم یجدہ و دفع للقاضی ولو فی موضع لا قاضی حنث بہ یفتی منیۃ المفتی حانث نہوگا
قرضدار قرضخواہ سے یون قسم کہانے مین کہ البتہ ادا کریگا تیرا مال آجکے دن پہر وہ مال کو لایا سو اوسنے قرضخواہ کو نپایا اور قاضی کو دیا اور اگر
اوس مکان مین ہو جہان قاضی نہیں تو حانث ہوگا اسی پر فتوی ہے کذا فی منیۃ المفتی وکذا ایبر لو وجدہ فاعطاہ فلم یقبل فوضعہ بحیث تنالہ
یدہ لو اراد قبضہ والا لا یکن کذلک لا یبر ظہیریہ اور اسیطرح حانث نہوگا اگر اوسنے قرضخواہ کو پایا پہر اوسکو مال دیا سو اوسنے قبول نکیا اوس
مال کو پسلر اوسنے اتنا قریب رکہدیا کہ اوسکا ہاتہ پہونچ سکے اگر وہ قبض کا ارادہ کرے اور اگر ایسا نہو یعنی اتنی دور ہو کہ اوسکا ہاتہ نہ پہونچ سکے
تو بار نہوگا یعنی حانث ہوگا کذا فی الظہیریۃ وفیہا حلف لیجہدن فی قضاء ما علیہ لفلان باع ما للقاضی بیعہ لو رفع الامر الیہ اور ظہیریہ
مین ہے قسم کہائی کہ البتہ کوشش کریگا اوس دین کے ادا کرنے مین جو اوسپر فلانے شخص کا ہے تو وہ واسطے ادای دین کے بیچڈالے اوس مال
کو جسکا بیچنا قاضی کو درست ہے اگر قاضی کے پاس نالش ہوئی ہو عدم ادا کی وکذا ایبر بالبیع ونحوہ مما یحصل المقاصۃ فیہ بہ ای بالدین
لان الدیون تقضی بامثالہا اور اسیطرح بار ہوگا یعنی مذکور مین بیع کرنے سے بعوض دین کے اور بیع کی مانند وہ عقد ہے جسمین مقابلہ اور معاوضہ حاصل
ہوتا ہو اسواسطے کہ ادای دیون اپنی مانند سے ہوتا ہے م یعنی اگر قسم کہائی کہ زید کا دین آج ادا کریگا پہر اوسنے کوئی چیز زید سے بعوض اوسکے دین کے بیچی
تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسنے دین ادا کر دیا نقد دینا کچہ ضرور نہیں اور بیع کی مانند معاوضہ ہونے مین نکاح ہے مثلا یعنی طالب دین نے اپنی دین والی
کی لونڈی سے نکاح کیا اور اپنا دین اوسکا مہر ٹہرایا تو دین ادا ہو جاویگا حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی وہبۃ الدائن الدین منہ عدم من المدیون لیس
بقضاء لان الہبۃ اسقاط لا مقاصۃ اور ہبہ کرنا دائن کا دین کو مدیون سے ادای دین نہیں اسواسطے کہ ہبہ عبارت ہے اسقاط سے یعنی صاحب دین نے
اپنا حق ساقط کر دیا ہبہ معاوضہ نہیں یعنی یہ فعل ہے قرضخواہ کا اور ادای دین حالف کا فعل ہو سو پایا نگیا وحینئذ فلا یحنث لو کانت الیمین
موقتۃ لعدم امکان البر لہبۃ الدین وامکان البر شرط البقاء کما ہو شرط الابتداء کما مر فی مسئلۃ الکوز در اسوقت مین تو حانث نہوگا

یمین موقت ہو گی اسواسطے کہ عدم امکان تو یمین کے ساتھہ ہبہ کر دینے دین کے یعنی بعد ہبہ کر دینے دین کے ادائے دین ممکن نہیں اور امکان تو یمین شرط ہی ابتدائ یمین کی چنانچہ وہی شرط ہی ابتدائ یمین کی چنانچہ مسئلہ کوزہ ہی مین مذکور ہو چکا ھم اگر یمین موقت ہی اسطرح کہ واللہ آجکے دن دین ادا کریگا تو صبح کو ہبہ کر دینے دین کے حانث ہو گا اور اگر مطلق یمین ہی اسطرح کہ فلانے کا دین ادا کریگا تو بعد ہبہ کے حانث ہو گا اسواسطے کہ مطلق مین امکان بر بقا یمین مین شرط ہی بلکہ ابتدائ یمین مین شرط ہی اور جبکہ حالف نے قسم کہائی تہی اسوقت امکان بر ثابت تہا تو یمین صحیح ہو گئی پہر حانث ہوا بعد گذرنے اسقدر مدت کے جسمین حالف ادائے دین پر قادر تہا بسبب فوت ہونے بر یمین کے ہبہ سے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ وعلیہ لو حلف لیقضین دینہ غدا فقضاہ الیوم او حلف لیقتلن فلانا غدا فمات الیوم او حلف لیاکلن ھذا الرغیف غدا فاکلہ الیوم لم یحنث زیلعی اور بنابر شرط مذکور کے اگر قسم کہائی کہ البتہ اسکا دین ادا کریگا کل پہر آج اوسکو ادا کر دیا یا قسم کہائی کہ متقرر فلانے شخص کو کل قتل کریگا پہر وہ آج مرگیا یا قسم کہائی کہ البتہ اس روٹی کو کہا کل پہر اوسکو آج کہا گیا تو حانث نہو گا کذا فی شرح الزیلعی ہو اسطے کہ تینون صور تو نمین امکان بر یمین کا کل کے دن فوت ہو گیا حلف لیقضین دین فلان فامر غیرہ بالاداء او احالہ فقبض بر وان قضی عنہ متبرع لا یبر ظہیریہ قسم کہائی کہ البتہ فلانے کا دین ادا کریگا پہر اوسنے غیر شخص کو ادا کرنے کا امر کیا یا غیر شخص پر ادائے دین کا حوالہ کیا پہر قرضخواہ نے اوسپر قبضہ کر لیا تو حانث نہو گا اور اگر اوسکی طرف سے کسی شخص نے بلا علم حالف بطور احسان کے ادا کیا تو حانث ہو گا کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ یہہ ادا کرنا حالف کیطرف منسوب نہیں ہو سکتا وفیہا حلف لا یفارق غریمہ حتی یستوفی فقعد بحیث یراہ او یحفظہ فلیس بمفارق ولو نام او غفل او شغلہ انسان بالکلام او منعہ عن الملازمۃ حتی ھرب غریمہ لم یحنث اور ظہیریہ مین ہی قسم کہائی کہ اپنے قرضدار کو نچہوڑیگا یہانتک کہ اپنا قرض پاوے پہر حالف بیٹہا ایسے مکانمین کہ قرضدار کو دیکہتا ہو اور اوسکی حفاظت کرتا ہو تو وہ اسکا چہوڑنیوالا نہیں یعنی حانث نہیں اور اگر قرضخواہ سوگیا یا غافل ہو گیا یا کسی آدمی نے اوسکو باتون مین لگایا یا اوسکو کسی نے اوسکے ساتھہ رہنے سے روکا یہانتک کہ قرضدار بہاگ گیا تو حالف حانث نہوگا ھم منح الغفار اور بحر الرائق مین یراہ ویحفظہ ہی لہذا واؤ عاطفہ کا ترجمہ کیا ولو حلف بطلاقہا ان یعطیہا کل یوم درھما فربما یدفع الیہا عند الغروب او عند العشاء قال اذا لم یخل یوما ولیلۃ عن دفع درھم لم یحنث اور اگر عورت کی طلاق کی قسم کہائی کہ اوسکو ہر روز ایکدرم دیا کریگا پہر گاھ اوسکو غروب کے وقت درم دے یا عشا کیوقت صاحب مجموع النوازل نے کہا کہ جب رات اور دن درم دینے سے خالی نہو تو حانث نہو گا کذا فی المنح عن البحر ھم اکثر نسخون مین یدفع الیہ ہے اور ایک نسخہ مکتوبہ عرب مین یدفع الیہا تہا اور چونکہ یہی نسخہ صحیح تہا اور موافق منح الغفار کے لہذا اسیکو اختیار کیا حلف لا یقبض دینہ من غریمہ درھما دون درھم فقبض بعضہ لا یحنث حتی یقبض کلہ قبضا متفرقا لوجود شرط الحنث وھو قبض الکل بصفۃ التفریق قسم کہائی کہ اپنا قرض اپنے قرضدار سے ایک ایک درم نہ قبضہ کریگا پہر تہوڑا قرض قبضہ مین کیا مثلا پانچدرم یا دس درم تو حانث نہو گا یہانتک کہ سب قرض کو بطور متفرق لے اور اگر سب قرض کو متفرق ایک ایک درم لیگا تو البتہ حانث ہو گا بسبب پائے جانے حنث کی شرط کے یعنی قبض کرنا کل قرض کا بطور تفریق کے لا یحنث اذا قبضہ بتفریق ضروری کان قبضہ کلہ بوزنتین لا یعد تفریقا عرفا ما دام فی عمل الوزن قسم مذکور مین حانث نہو گا جبکہ قرض کو بتفریق ضروری قبضہ کرے چنانچہ سب قرض کو دوبار یا زیادہ تولنے سے قبضہ کرے اسواسطے کہ عرف مین اسکو تفریق نہین کہتے جبتک کہ وہ تولنے مین مشغول ہی اسواسطے کہ ہر تولنا سب دین کا متعذر ہوتا ہے تو اسقدر تفریق ضروری مستثنی ہوتی ہے عرف مین کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی لا یاخذ مالہ علی فلان الا جملۃ او الا جمیعا فترک منہ درھما ثم اخذ الباقی کیف شاء لا یحنث ظہیریۃ وھو الحیلۃ فی عدم حنثہ فی المسئلۃ الاولی قسم کہائی کہ نہ لیگا اپنا سب مال جو فلانے پر دین ہی مگر یکبارگی پہر حالف نے اوسمین سے ایکدرم چہوڑا پہر باقی کو لیا جسطرح چاہا خواہ جدا جدا خواہ یکبارگی تو حانث نہو گا کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ اوسنے سب مال کو متفرق نہین لیا اور ساری مال کا متفرق لینا یہی شرط تہی حنث کی اور یہی حیلہ ہی پہلے مسئلہ کا عدم حنث مین یعنی اگر قسم کہائی کہ اپنا دین ایک ایک درم نہ لیگا تو متفرق لینے کا یہہ حیلہ ہی کہ ایک درم چہوڑکر جسطرح چاہے لے کما لا یحنث من قال ان کان لی

الامائۃ او غیر او سوی مائۃ وکذا بالا کہا ای المائۃ او بعضہا لان غرضہ نفی الزیادۃ علی المائۃ وحنث بالزیادۃ لو مما فیہ الزکوٰۃ والا لا
چنانچہ حانث نہیں ہوتا ہے شخص جسنے کہا کہ اگر میری ملک مین درم ہون مگر سو یا میرے پاس غیر سو یا سوا سو درم کے ہون تو ایسا ہو حانث نہوگا سو یا کم سو
درم کے مالک ہونیسے اسواسطے کہ غرض اس کلام سے سو درم کی زیادتی کی نفی ہے اور حانث ہوگا سو درم پر زیادہ ہونیسے اگر زیادتی اوس جنس سے ہو جسمین زکوٰۃ
واجب ہوتی ہے اور نہین تو حانث نہین ہم یعنی اگر سو درم سے زیادہ زکوٰۃ والا مال ہو اگرچہ درم نہون بلکہ دینار یا مال تجارت یا سوائم ہون تو حانث
ہوگا اگرچہ زیادتی نصاب کو نہ پہونچی اور اگر زیادتی زکوٰۃ والے مال کی نہو مثلاً خدمت کا غلام ہو یا گہر یا اسباب غیر تجارت کا ہو تو حانث نہوگا کذا فی المنح حتے
لو قال امرأتہ کذا ان کان لہ مال ولہ عروض وضیاع ودور لغیر التجارۃ لم یحنث خزانۃ اکمل یہانتک کہ اگر شخص نے کہا کہ اوسکی زوجہ
مطلقہ ہے اگر اوسکے پاس مال ہو اور حالانکہ اوسکے پاس اسباب اور زمین اور گہر ہین غیر تجارت کے تو حانث نہوگا کذا فی خزانۃ الاکمل م تو اس سے معلوم ہوا
کہ مال اوسکو کہتے ہین جسمین زکوٰۃ واجب ہے حلف لا یفعل کذا ترکہ علی الابد لان الفعل یقتضی مصدرا منکرا والنکرۃ فی النفی تعم قسم کہائی کہ ایسا
نکریگا یعنی مثلاً نمار یگا یا کلام نکریگا تو اوس فعل کو ترک کرے ہمیشہ اسواسطے کہ فعل متقتضی ہے مصدر منکر کا مثلاً مثال مذکور مین ضرب اور کلام مصدر منکر ہے اور
نکرہ نفی مین عام ہوتا ہے جمیع اوقات استقبال کو توگویا اوسنے یون کہا کہ جمیع اوقات مستقبلہ مین نماریگا یا کلام نکریگا حلبی نے کہا کہ عموم نہین ہوتا مگر نکرہ صریحہ
مین اور ثبوت مصدر کا فعل مین ضمنی اور ضروری ہے نہ صریح علاوہ اسکے محیط مین سیبویہ سے منقول ہے کہ فعل مین عموم نہین کذا فی الطحطاوی فلو فعل المحلوف
علیہ مرۃ حنث وانحلت یمینہ وما فی شرح المجمع من عدمہ سہو پہر اگر قسم مذکور کہا کر محلوف علیہ کو ایکبار کیا مثلاً ضرب یا کلام ایکبار واقع ہوا
تو حالف حانث ہوگیا اور یمین کہل گئی منعقد نرہی اور جو کہ ابن ملک کی شرح مجمع مین ہے عدم انحلال یمین کا سو سہو ہے نصوص فقہاسے بلکہ خود اپنی تصریح سے جسکی
توضیح کرچکا ہے کتاب الطلاق وغیرہ مین کذا فی المنح فلو فعلہ مرۃ اخری لا یحنث الا فی کلما پہر بعد کہلجانے یمین کے اگر دوسری بار وہی فعل کریگا تو حانث
نہوگا مگر کلما کے لفظ مین البتہ حانث ہوگا اسواسطے کہ کلما تکرار کا مقتضی ہے لیکن طلاق مین طلقات ثلثہ سے تکرار منتہی ہو جاتی ہے کذا فی المنح ولو وقتہا بوقت
کو اللہ لا افعل الیوم فمضی الیوم قبل الفعل بر لوجود ترک الفعل فی الیوم کلہ اور اگر یمین مذکور کو مقید کیا ایکوقت سے چنانچہ یون کہا کہ ایسا نکرونگا
آجکے دن پہر دن گذر گیا قبل فعل کے تو حانث نہوگا بسبب پائے جانے ترک فعل کے سارے دن وکذا ان ہلک الحالف والمحلوف علیہ بتحقق العدم
ولو جن الحالف فی یومہ حنث عندنا خلافا لاحمد فتح اور اسیطرح اگر ہلاک ہوگیا حالف یا محلوف علیہ تو حانث نہوگا بسبب متحقق ہونے عدم فعل کے موت سے اور
اگر مجنون ہوگیا حالف اوسدن تو حانث ہوگا ہمارے نزدیک بخلاف امام احمد بن حنبل کے مذہب کے کذا فی الفتح م موضوع مسئلہ فتح القدیر مین کلام مثبت ہے
نہ منفی صورت اوسکی یہہ ہے قسم کہائی کہ اس روٹی کو آجکے دن کہاونگا پہر اوسیدن حالف مجنون ہوگیا اور اوسنے نہ کہایا تو حانث ہوگا اور نفی کیصورت مین جبکہ
مجنون ہوگا اور نکہاویگا تو بلاشک حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو حلف لیفعلن بر بمرۃ لان النکرۃ فی الاثبات تخص الواحد وہو المتیقن و
لو قیدہا بوقت فمضی قبل الفعل حنث ان بقی الامکان والا بان وقع الیاس بموتہ او بفوت المحل بطلت یمینہ کما مر فی مسئلۃ الکوز ع
اور اگر قسم کہائی کہ البتہ ایسا کریگا تو بار ہوگا اپنی یمین مین ایکبار کے کرنے سے اسواسطے کہ نکرہ یعنی مصدر منکر اثبات مین خاص ہو جاتا ہے اور واحد تو وہی متیقن
ہے اور اگر یمین مذکور کو کسیوقت کر مقید کیا پہر وہ وقت گذر گیا قبل فعل کے تو حانث ہوگا اگر امکان بر یمین باقی رہا ہوگا اور اگر امکان باقی نرہا ہو اسطرح کہ
حالف کے مرنے سے یا فوت ہونے محل بر سے ایوسی واقع ہوگئی ہو تو یمین اوسکی باطل ہو جاویگی چنانچہ مسئلۃ الکوز مین مذکور ہو چکا کذا فی شرح الزیلعی حلفہ
وال لیعلمنہ بکل داعر دخل البلد ای مفسد تقید حلفہ بقیام ولایتہ بیان لکون الیمین المطلقۃ تصیر مقیدۃ بدلالۃ الحال قسم کہلائی حاکم
نے اگر دیکہ اوسکو اطلاع کردیا کریگا ہر مفسد کی جو شہر مین آوے تو یہہ حلف اوسکی حکومت کے قائم رہنے کے ساتھ مقید ہے شارح کہتا ہے یہہ بیان ہے یمین
مطلق کے ہو جانیکا مقید دلالت حال سے یعنی مقصود اس قسم لینے سے دفع فساد مفسدین ہے اور دفع فساد بعد زوال حکومت کے متصور نہین لہذا یہہ یمین زمان
مخصوص سے مقید ہوئی ولا عمر بعد زوالہ وعین مطہ معنی معدہ فی پینبغی تقیید یمینہ بقوۃ ولایتہ واذا سقطت لا تعود اور لائق ہے مقید کرنا اس یمین کا

علم حالف کے اور جبکہ یمین ساقط ہوگی بسبب زوال حکومت کے تو اعادہ یمین کا نہوگا حکومت کے اعادہ سے کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا یہہ بحث ہے صاحب فتح القدیر کی اور ظاہر الروایہ یہہ ہے کہ اعلام کرنا مجرد دخول مفسد کے لازم نہیں البتہ تا موت یا معزولی حاکم تاخیر اعلام جائز نہیں کذا فی العنایۃ والزیلعی تو تعجب ہے شارح سے کہ بحث کو ذکر کرتا ہے اور ظاہر الروایۃ کو ترک کرتا ہے ولو ترقی فی بلاغ الی منصب اعلی فالیمین باقیۃ لزیادۃ تمکنہ فتح اور اگر قسم لینے والے حاکم نے بلا معزولی ترقی کی اعلے منصب کی طرف تو یمین مذکور باقی ہے بسبب اسکی زیادتی قدرت کے کذا فی الفتح ھ طحطاوی نے کہا مسئلہ ترقی حکومت یہ بحث ہے صاحب بحر کی نہ صاحب فتح القدیر کی تو لفظ فتح کا بعد لاقیمۃ کے مذکور کرنا بہتر تھا ومن هذا الجنس مسائل منها ما ذکرہ بقوله كما لو حلف رب الدين غريمه او الكفيل بامر المكفول عنه ان لا يخرج من البلد الا باذنه تقيد بالخروج حال قيام الدين والكفالة لان الاذن انما يصح ممن له ولاية المنع حال قيامه اور اسی قبیل سے چند مسائل ہیں جنمین یمین مطلق بدلالت حال مقید ہے زمان مخصوص سے اونہیں سے بعضی مسائل کو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا چنانچہ قسم دلائی صاحب دین نے مدیون کو یا اس الضامن کو جو بامر مکفول عنہ ضامن ہوا ہے اسبات کی قسم دلائی کہ شہر سے باہر نجاوے مگر اوسکی اذن سے تو مقید ہوگا نکلنا قیام دین اور ضمانت کی قید کے ساتھہ مطلقاً اسواسطے کہ اذن لینا صحیح نہیں مگر اوس شخص سے جسکو قدرت ہے روکنے کی تا وقت قیام قدرت ومنها لو حلف لا تخرج امرأته الا باذنه تقيد بحال قيام الزوجية بخلاف لا تخرج امرأته من الدار لعدم دلالة التقييد زيلعي اور مسائل مذکورہ میں سے یہ مسئلہ ہے اگر قسم کہائی کہ نہ نکلیگی عورت اوسکی مگر اوسکی اذن سے تو یمین مقید ہوگی ساتھہ حالت قیام زوجیت کے بخلاف اس قول کے کہ نہ نکلیگی عورت اوسکی گہر سے کہ یہہ یمین مقید بحال زوجیت نہیں بسبب عدم دلالت تقیید کے کذا فی الزیلعی ھ یعنی مثال اول میں اذن قرینہ ہے قیام زوجیت کا اور مثال ثانی میں کوئی قرینہ زوجیت کا نہیں طحطاوی نے کہا کہ مثال ثانی میں دلالت زوجیت کی موجود ہے یعنی اضافت اسواسطے کہ بعد انقضائے عدت کے اوسکی عورت نہ باقی رہیگی حلف ليهبن فلانا فوهبه له فلم يقبل بر وكذا كل عقد تبرع كعارية ووصية واقرار قسم کہائی کہ ہبہ کریگا فلانے کو پہر اوسکو اوسکے ہبہ کیا سو اوسنے نہ قبول کیا تو حانث نہوگا اور اسیطرح کا حکم ہے ہر عقد تبرع میں جسمین احسان ہے معاوضہ نہیں جیسے عاریت دینا یا کسیکے مال کی وصیت کرنا یا مال کا اقرار غیر کیواسطے کرنا بخلاف البيع ونحوه حيث لا يبر بلا قبول وكذا في طرف النفي بخلاف بیع اور مانند بیع کی یمین میں کیونکہ حانث ہوگا بدون قبول کے اور یہی حکم ہے طرف نفی میں ھ مانند بیع کی اجارہ اور صرف اور سلم اور نکاح اور رہن اور خلع ہے کذا فی النہر اور طرف نفی کی یہہ مثال ہے قسم کہائی کہ ہبہ نکریگا تو فقط ایجاب سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان عقود التبرعات بازاء الايجاب فقط والمعاوضات بازاء الايجاب والقبول معا اور قاعدہ مسائل مذکورہ میں یہہ ہے کہ تبرعات کے عقود فقط بمقابلہ ایجاب ہوتے ہیں اور معاوضات کے عقود بمقابلہ ایجاب اور قبول کے ساتھہ ہی ہوتے ہیں وحضرة الموهوب له شرط في الحنث فلو وهب الحالف لغائب لم يحنث اتفاقا ابن ملك ملخصا اور ہبہ کی یمین میں حاضر ہونا موہوب لہ کا شرط ہے حنث میں تو اگر حالف ہبہ کریگا غائب موہوب لہ کو تو حانث نہوگا باتفاق مشائخ اور درر کے کذا فی شرح ابن ملک تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے لا يحنث في حلفه لا يشم ريحانا لشم ورد وياسمين والمعول عليه العرف فتح اس قسم میں کہ ریحان کو نہ سونگہیگا حانث نہوگا گلاب اور چنبیلی کے سونگہنے سے اور اسمین معتمد علیہ عرف ہے کذا فی فتح القدیر ھ مغرب میں مذکور ہے کہ ریحان لغت عرب میں ہر خوشبودار گہاس کو کہتے ہیں اور فقہا کے نزدیک ریحان وہ ہے جسکی شاخ اور پتی خوشبودار ہو وغیر ذلک من الاقوال اور ہمارے دیار میں یعنی مصر اسکندریہ میں واجب ہے کہ ریحان سے ریحان تمام مراد ہو بسبب عرف کے کذا فی فتح القدیر ملخصا خلاصہ یہہ ہے کہ ہر ملک کے عرف کا اعتبار ہے قسم میں اہل ہند ریحان کو تلسی اور دونا مرو ابولتے ہیں واليمين الشم يقع على الشم المقصود فلا يحنث لو حلف لا يشم طيبا فوجد ريحه وان دخلت الرائحة الى دماغه فتح اور قسم سونگہنے کی واقع ہوتی ہے بالقصد سونگہنے پر تو حانث نہوگا اگر قسم کہائی کہ خوشبو نہ سونگہیگا پہر اوسکو بو معلوم ہوئی اگرچہ داخل ہوگئی ہو بو اوسکے دماغ میں کذا فی الفتح ويحنث في حلفه لا يشتري بنفسجا او وردا بشراء ورقهما لا دهنهما للعرف اور اس قسم میں کہ خرید نکریگا بنفشہ اور گلاب کو حانث ہوگا بنفشہ اور گلاب کی پتیون کے خرید کرنے سے نہ بنفشہ اور گلاب کے تیل خرید کرنے سے بسبب عرف کے ھ

نبات پر نفشہ اور ورد کا اطلاق ہو نہ تیل پر یہہ عرف ہی صاحب کافی اللہ عنا صاحب فتح القدیر کا اور اگر کہین عرف بدلجاوے تو عرف حالف ہی معتبر ہوگا اسواسطے کہ مدار
قسم کا حالف کے عرف پر ہو نہ فقہا متقدمین کے عرف پر حلف لا یتزوج فزوجہ فضولی فاجاز بالقول حنث وبالفعل ومنہ الکتابۃ خلافا
لابن سماعۃ لا یحنث بہ یفتی خانیہ قسم کہائی کہ نکاح اپنا نکریگا پہر اوسکا نکاح فضولی نے کر دیا سو حالف نے نکاح کو اپنے قول سے جائز رکہا تو حانث ہوگا اور
اجازت فعلی سے حانث نہوگا اسی پر فتوی ہی کذا فے الخانیہ اور اجازت فعلی مین اجازت بالکتابت بھی داخل ہے یعنی اگر لکھہ دیا کہ مین نے نکاح قبول کیا
تو بھی حانث نہوگا خلافا لابن سماعہ کہ اوسکے نزدیک کتابت مانند قول کے ہی م طحطاوی نے کہا بہتر یہہ تہا کہ شارح لفظ افتا کو اجازت قولی کے پاس ذکر کرتا
اسواسطے کہ خانیہ مین فتوی کا لفظ اجازت قولی مین مذکور ہے نہ اجازت فعلی مین ولو زوجہ فضولی ثم حلف لا یتزوج لا یحنث مطلقا بقولہ ایضا اتفاقا
لاستنادہا لوقت العقد اور اگر نکاح کر دیا ایکمرد کا فضولی نے پہر اوسنے قسم کہائی کہ نکاح نکریگا تو حانث نہوگا اجازت قولی سے بھی بالاتفاق بسبب مستند
ہونے اجازت کے عقد کے وقت کی طرف اور عقد کا وقت قبل حلف کے تہا کل امرأۃ تدخل فی نکاحی او تصیر حلالا لی فکذا فاجاز نکاح فضولی
بالفعل لا یحنث بخلاف کل عبد یدخل فی ملکی فہو حر فاجاز بالفعل حنث اتفاقا لکثرۃ اسباب الملک عمادیہ کہا ایکمرد نے جو عورت کہ میری نکاح
مین داخل ہو یا یون کہا کہ جو عورت مجہپر حلال ہو جاوے وہ مطلقہ ہے پہر اوسنے نکاح فضولی کو باجازت فعلی جائز رکہا تو حانث نہوگا اور اجازت قولی سے حانث ہوگا کذا
فے البحر بخلاف اس قول کے کہ جو غلام کہ میری ملک مین داخل ہوگا وہ آزاد ہے پہر غلام کی بیع فضولی باجازت فعلی جائز رکہی تو حانث ہوگا بسبب کثرت اسباب
ملک کے کذا فی العمادیہ م یعنی مالک ہونے کے اسباب بہت ہین چنانچہ خرید کرنا یا وراثت پانا یا ہبہ یا وصیت اور دخول فے النکاح کا ایک ہی سبب ہے یعنی نکاح
کرنا اور وہ مخصوص بقول ہے تو نکاح مین کچہہ فرق نہین ہو سکتا صریح اور غیر صریح مین کذا فی الطحطاوی وفیہا حلف لا یطلق فاجاز طلاق فضولی قولا او
فعلا فہو کالنکاح غیر ان سوق المہر لیس باجازۃ لوجوبہ قبل الطلاق اور عمادیہ مین ہی قسم کہائی کہ طلاق ندیگا پہر اوسنے فضولی کی طلاق کو جائز رکہا خواہ
باجازت قولی یا فعلی تو وہ یعنی طلاق مانند نکاح کی ہی سوا اتنی بات کے کہ مہر دینا اجازت فعلی نہین طلاق مین بسبب جب ہونے مہر کے قبل طلاق کے یعنی بخلاف نکاح کے
اسواسطے کہ مہر خصائص نکاح سے ہی م جب طلاق مانند نکاح کے ہوئی تو اجازت فعلی سے طلاق مین حانث نہوگا بلکہ اجازت قولی سے حانث ہوگا اجازت فعلی
طلاق کی اسطرح کہ عورت کا اسباب اپنے گہر سے نکالدے لیکن طلاق بہر صورت واقع ہوگی یہان کلام ہے حانث ہونے یا نہونے مین کذا فی الطحطاوی قال
لامرأۃ الغیر ان دخلت دار فلان فانت طالق فاجاز الزوج فدخلت طلقت کہا فضولی نے غیر کی عورت کو اگر تو فلانے کے گہر مین داخل
ہوگی تو تو مطلقہ ہے پہر زوج نے یہہ تعلیق فضولی کی جائز رکہی پہر وہ داخل ہوئی تو عورت مطلقہ ہوگی ومثلہ فی عدم حنثہ بالاجازۃ فعلا ما یکتبہ
الموثقون فی التعالیق من نحو قولہ ان تزوجت بامرأۃ بنفسی او بوکیلی او بفضولی او دخلت فی نکاحی بوجہ ما تکن زوجتہ طالقا
لان قولہ او بفضولی الخ عطف علی قولہ بنفسی ومعمولہ تزوجت وہو خاص بالقول اور مسئلہ سابقہ کی مانند ہے نہ حانث ہونے مین اجازت فعلی سے
وہ اقرار نامہ جسکو دار القضا کے وثائق نویس تعالیق مین زوج کیطرف سے اسطرح لکہتے ہین کہ اگر مین نکاح کرون کسی عورت سے خود آپ یا میرا وکیل یا بواسطہ
فضولی کے نکاح کرون یا عورت داخل ہو میرے نکاح مین کسیطرح تو ہوگی زوجہ اوسکی مطلقہ اجازت فعلی سے حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسکا قول او بفضولی عطف ہے
بنفسی کے قول پہ اور عامل اوسکا تزوجت ہی اور تزوج مخصوص ہے ساتھہ قول کے م زوجہ اسواسطے اقرار نامہ لکہواتی ہے دار القضا مین تا زوج دوسرا
نکاح نکر سکے سوا اس اقرار نامہ سے زوج اصالۃ یا وکالۃ یا نکاح فضولی باجازت قولی نہین کر سکتا لیکن نکاح فضولی کو باجازت فعلی کر سکتا ہی شارح نے
اسکے سد باب کا بھی طریقہ آیندہ قول مین بتایا وانما ینسد باب الفضولی لو زاد او اجزت نکاح فضولی ولو بالفعل فلا مخلص لہ الا اذا کان
المعلق طلاق المتزوجۃ فیرفع الامر الی شافعی لیفسخ الیمین المضافۃ وقدمنا ان التعلیق ان الافتاء کاف فی ذلک بحر اور فضولی کے
نکاح کا سد باب تو اسیطرح ہوگا اگر زوج اقرار نامہ مذکورہ مین اتنا مضمون زیادہ لکہدے یا مین نکاح فضولی کو جائز رکہون اگرچہ باجازت فعلی جائز
رکہون تو کوئی احتمال خلاصی دینے والی نہین واسطے جواز نکاح کے مگر جبکہ منکوحہ مستعدہ کی طلاق معلق ہو تو قاضی شافعی کیطرف زوج مقدمہ رجوع کرے

تاکہ وہ یمین مضاف باضافت الی الملک کو نسخ کردے اور کتاب الطلاق کے باب تعلیق الطلاق مین ہم مقدم مذکور کر چکے ہین کہ اسمین فتوی دینا بھی کافی ہے کذا
فے البحر یعنی اُس روایت پر فتوی دینا جو امام محمد سے مروی ہے جسپر علماء خوارزم کا فتوی ہے کہ یمین مضاف باضافت الی الملک واقع نہین ہوتی بلکہ
نہر الفائق مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ محمد کا یہی قول ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی حلف لا یدخل دار فلان یا تنظم المملوکۃ والمستاجرۃ والمستعارۃ
لان المراد بہ المسکن عرفا ولانہ ان تکون مسکنا لہ لا بطریق التبعیۃ فلو حلف لا یدخل دار فلانۃ یدخل دارھا وزوجھا ساکن بھا لم یحنث
لان الدار انما تنسب الی الساکن وھو الزوج نھر عن الواقعات قسم کھائی کہ داخل نہوگا فلانے کے گھر مین تو یہ قول مملوک اور کرایہ اور عاریت
کے گھر کو شامل ہے بطریق عموم مجاز کے اسواسطے کہ مراد گھر سے مکان سکونت ہے عرف مین اور ضرور ہے کہ سکونت محلوف علیہ کی بالاصالت ہو نہ بطریق تبعیت کے تو اگر قسم
کھائی کہ فلانی عورت کے گھر مین نہ داخل ہوگا پھر داخل ہوا اُس عورت کے اُس مملوک گھر مین جسمین اوسکا زوج رہتا ہے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ گھر منسوب ہوتا ہے رہنے
والے کیطرف اور رہنے والا زوج ہے کذا فے النہر عن الواقعات اور گھر اگرچہ زوجہ کا مملوک ہے لیکن اوسکی سکونت باتباع زوج ہے نہ بالاصالت لا یحنث فے
حلفہ انہ لا مال لہ ولہ دین علی مفلس بتشدید اللام ای محکوم بافلاسہ او علی ملی غنی لان الدین لیس بمال بل وصف فی الذمۃ لا یتصور قبضہ حقیقۃ
اور حانث نہوگا اس قسم مین کہ البتہ اوسکا کچھ مال نہین حالانکہ اوسکا دین ہے اُس شخص پر جسکی مفلسی پر قاضی نے حکم دیا یا اوسکا دین ہے مالدار پر تو بھی حانث
نہوگا اسواسطے کہ دین مال نہین یعنی بالفعل بلکہ دین وصف ہے ذمہ مین یعنی دین عبارت ہے شغل ذمہ سے متصور نہین قبضہ کرنا دین کا فے الحقیقت لہذا فقہا نے کہا ہے
کہ قضاء دین بالمثل ہوتی ہے م مفلس بتشدید لام اوس محتاج کو کہتے ہین جسکے افلاس پر قاضی نے حکم کر دیا ہو تاکوئی اُس سے خرید و فروخت نکرے اور افعل غنی کا تفسیر
ہے لفظ ملی کی بحذف حرف تفسیر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قال لغیرہ واللہ لتفعلن کذا فھو حالف فان لم یفعلہ نعم حنث ولم ینو
الاستحلاف مثلا زید نے کہا اپنے غیر سے واللہ البتہ تو ایسا کریگا تو زید ہی حالف ہے تو اگر مخاطب نے وہ فعل نکیا تو زید حانث ہوگا اور تحقیق یہ اس کلام سے مخاطب کو
قسم دلانے کی نیت نکرے م اور اگر مخاطب کے استحلاف کی نیت کریگا تو زید حانث نہوگا کذا فے الطحطاوی عن البحر قال لغیرہ اقسمت علیک باللہ او لم یقل
علیک لتفعلن کذا فالحالف ھو المبتدی ما لم ینو الاستفہام مثلا زید نے غیر سے کہا کہ مین قسم دیتا ہون تجکو اللہ کی یا فقط اقسمت باللہ کہا یعنی
علیک کے یعنی قسم دیتا ہون اللہ کی کہ البتہ تو ایسا کریگا تو قسم کھانیوالا وہی زید ہے جسنے اول یہہ کلام کیا تاوقتیکہ اس کلام سے استفہام کی نیت نکرے م اور اگر استفہام
کی نیت بحذف ہمزہ استفہام کریگا تو کوئی حالف نہوگا لیکن خود اپنے حلف سے استفہام کرنا بمعنی امر ہے کذا فے الطحطاوی ولو قال علیک عہد اللہ ان فعلت
کذا فقال نعم فالحالف المجیب اور اگر غیر سے یون کہا کہ تجھپر عہد ہے خدا کا اگر تو ایسا کرے سو اوسنے کہا کہ ہان تو قسم کھانیوالا مجیب ہے نہ مبتدی اسواسطے کہ
جواب متضمن سوال کا ہوتا ہے لا یدخل فلان دارہ فیمینہ علی النھی ان لم یملک منعہ والا فعلی النھی والمنع جمیعا قسم کھائی کہ البتہ نہ آویگا فلان اوسکے گھر مین
داخل نہوگا تو یمین اوسکی زبانی منع کرنے پر ہے اگر اوسکو روک نہ سکتا ہو اور اگر حالف کو روکنے کی قدرت ہو تو یمین اوسکی زبانی منع کرنے اور روکنے دونون پر
ہوگی م اگر ہاتھ سے روکیگا اور زبان سے نروکیگا تو ظاہرا حانث ہوگا اجر دارہ ثم حلف انہ لا یترکہ فیھا بر بقولہ اخرج اپنا گھر کرایہ کو دیا پھر قسم کھائی
کہ کرایہ دار کو اوسمین نچھوڑیگا تو حانث نہوگا یون کہنے سے کہ نکل م اسواسطے کہ اوسنے اُس چیز کی قسم کھائی جسکا مالک نہین کیونکہ مالک رہنے کا کرایہ دار ہے بسبب اجارہ
دینے کے لہذا اخراج زبانی عدم حنث مین کافی ہے لا یاتی مالہ الیوم علی غریمہ فقدمہ للقاضی وحلفہ قسم کھائی کہ اپنا مال آج کے دن اپنے قرضدار پر
نچھوڑیگا پھر اوسکو قاضی کے پاس پکڑ لیگیا قاضی نے مدیون کو قسم دلائی تو قرضخواہ حانث نہوگا م یعنی قرضخواہ کے پاس گواہ نہ تھے اثبات قرض کے اور مدعا علیہ
منکر ہوا قرض سے تب قسم لی قاضی نے اوسنے قسم کھائی کہ مین اسکا قرضدار نہین تو اب حالف حانث نہوگا اسواسطے کہ اسکا مال ہی نہ ثابت ہوا کہ مال کا چھوڑنا اوسپر
صادق آوے تو بر یمین غیر متصور ہو یا یہ وجہ ہے عدم حنث کی کہ حالف نے اپنا مال نہین چھوڑا بلکہ قاضی نے اوسکو مطالبہ سے روکا کذا فی الطحطاوی قیل لہ ان
کنت فعلت کذا فامرأتک طالق فقال نعم وقد کان فعل طلقت کسی نے کہا مثلا زید سے کہ اگر تو نے ایسا کیا ہو تو تیری عورت مطلقہ ہے تو زید نے کہا
ہان اور حالانکہ زید وہ فعل کر چکا تہا تو اوسکی زوجہ مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ مضمون سوال عود کرتا ہے جواب مین تو گویا اوسنے یون کہا کہ اگر مین نے ایسا کیا ہو تو زوجہ

مسئلہ مرون فی الاشباہ القاعدۃ الحادیۃ عشر السوال معاد فی الجواب قال امرأۃ زید طالق و عبدہ حر و علیہ المشی الی بیت الله ان فعل کذا و قال زید نعم کان حالفا الخ اور اشباہ مین گیارہوان قاعدہ یہ ہے کہ مضمون سوال کا عود کرتا ہے جواب مین کہا فضولی نے کہ زوجہ زید کی مطلقہ ہے اور غلام اُسکا آزاد ہے اور اوسپر بیت الله تک پیدل چلنا واجب ہے اگر اوسنے ایسا کیا ہو اور زید نے کہا کہ ہان تو زید حالف ہوگا الی اخرہ یعنی اگر فعل مذکور کریگا تو زوجہ اوسکی مطلقہ ہو گی اور غلام اوسکا آزاد ہو جاویگا اور اوسپر بیت الله تک پیدل جانا لازم ہو جاویگا ادعی علیہ فحلف بالطلاق ماله علیہ شئ فبرھن بالمال حنث به یفتی دعوی کیا گیا مثلاً زید پر مال کا سو اوسنے قسم کہائی کہ مجہپر مدعیکا کچہہ نہین پہر مدعی نے مال پر گواہ گذرانے تو زید حانث ہوگا اسی پر فتوی ہے م یہہ بہی شرط ہے حنث کی کہ بعد گذرنے گواہون کے قاضی باپنچ ثبوت مال کا حکم کردین اسواسطے کہ برہان بدون حاکم کے معتبر نہین اور اگر گواہ جہوٹے ہونگے تو بہی حانث ہوگا اور ظاہر یہہ ہے کہ اگر زید نے فی الحقیقت بری الذمہ ہوگا تو دیانۃ حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی حلف ان فلانا ثقیل هو عند الناس غیر ثقیل و عندہ ثقیل لم یحنث الا ان ینوی ما عند الناس قسم کہائی کہ فلان شخص بہاری ہے اور حالانکہ وہ لوگون کے نزدیک بہاری نہین اور حالف کے نزدیک بہاری ہے تو حانث نہوگا مگر اُسصورت مین حانث ہوگا جب اپنی حلف سے وہ ارادہ کرے جو لوگون کے اعتقاد مین ہے لا یعمل معه فی القصارۃ مثلا فعمل مع شریکه حنث مع عبدہ المأذون لا قسم کہائی کہ زید کے ساتہہ مثلاً کام نکریگا کپڑے دہونے مین پہر زید کے ساتہہ کام کیا تو حانث ہوگا اور زید کے عبد ماذون کے ساتہہ کام کرنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ شریک کے مال مین زید شریک ہے اور عبد ماذون کے مال کا زید مالک نہین اسواسطے کہ عبد ماذون اپنے دین مین بیع ہو جاتا ہے بلا مرضی مولی کذا فی الطحطاوی لا یزرع ارض فلان فزرع ارضا بینه و بین غیرہ لم یحنث لان نصف الارض لا یسمی ارضا بخلاف لا یدخل دار فلان و دخل المشترکة اذا کان یسکنها قسم کہائی کہ مثلاً زید کی زمین زراعت نکریگا پہر اوسنے زراعت کی اُس زمین مین جو مشترک ہے زید اور غیر زید مین تو حانث ہوگا اسواسطے کہ نصف زمین کو ہی زمین کہتے ہین بخلاف اس قسم کے کہ مثلاً زید کے گہر مین نہ داخل ہوگا پہر زید کے مشترک گہر مین داخل ہوا جبکہ زید اوسمین رہتا ہو تو حانث ہوگا ہم اسواسطے کہ نصف گہر کو گہر نہین کہتے ہین اور اگر مشترک گہر مین زید رہتا ہوگا تو اب یہہ گہر رہنا ہین اسواسطے کہ سکونت سے دار رہنا جسکا رہتا ہو گہر اسکی طرف منسوب ہوتا ہے تو دار مشترکہ بطریق اولے اسکی طرف منسوب ہوگا والله سبحانہ تعالے اعلم و استغفر الله العظیم

كتاب الحدود

یہہ کتاب ہے حدود کے مسائل مین چونکہ کتاب الایمان مشتمل تہی کفارہ پر اور کفارہ دائر ہے درمیان العبادۃ والعقوبۃ تہا لہذا کتاب الایمان کے بعد مصنف کتاب الحدود کو لایا جو عقوبات خالصہ ہین اور حدود چہہ طرح پر ہین حد زنا اور حد شرب خمر اور حد مسکرات اور حد قذف اور حد سرقہ اور حد قطع طریق پہر دریافت کرنا چاہیئے کہ خوبیان حدود کی ظاہر ترہین محتاج تقریر اور تحریر کی نہین اسواسطے کہ اسکی دنیا مین فقیہ اور غیر فقیہ برابر ہے کیونکہ جو افعال قبیحہ کہ فساد کی موجب ہین حدود جاری ہونے سے وہ موقوف ہوجاتے ہین مثلاً زنا مین تو بربادی ہے اولاد کی گویا بندہ درگور کرنا ہے بسبب اشتباہ نسب کے اور باقی حدود مین زوال عقل اور بیعزتی اور بربادی مال ہے اور قباحت ان امور کی عقول سلیمہ مین پیدائشی امر ہے ولہذا اباحت اموال و ناموس زنا و مستی کی کسی دین مین ثابت نہین اگرچہ کاہے شرب مباح تہا ولہذا حدود مانع ان افعال قبیحہ کے حقوق الله تعالی ہوہی اسلئے کہ حقوق الله خالصہ ہمیشہ مصالح عامہ کے مفید ہوتے ہین کذا فی فتح القدیر هو لغة المنع و یعنی حد جسکی جمع حدود ہے لغت عرب مین عبارت ہے منع یعنی روکدینے سے ولہذا ڈیوڑہی بان اور قید خانہ کے داروغہ کو عرب حداد کہتے ہین اسلئے کہ ڈیوڑہی بان اندر جانے سے روکتا ہے اور قید خانہ کا داروغہ باہر نکلنے سے روکتا ہے ولہذا اہل اصطلاح ماہیت کی معرف کو حد کہتے ہین کہ وہ غیر محدود کے دخول کو مانع اور محدود کے افراد کے خروج کو مانع ہے اور حدود دار اور حدود قریہ انکی نہایات کو کہتے ہین اسواسطے کہ وہ دخول ملک غیر سے مانع ہین اور خروج بعض مملوک کو عرب کیطرف روکتی ہین کذا فی الفتح اور عقوبات خالصہ کو حدود اسواسطے کہا کہ وہ مانع ہوتے ہین اسباب عقوبات سے اور حدود الله اسکی محارم کو کہتے ہین اسواسطے کہ محارم کا فعل ممنوع ہے قال الله تعالے تلك حدود الله فلا تقربوها اور حدود الله احکام الہی کو بہی کہتے ہین اسلئے کہ اُس سے آگے بڑہنا ممنوع ہے قال الله تعالے تلك حدود الله فلا تعتدوها کذا فی منح الغفار

وشرعاً عقوبة مقدرة وجبت حقاً للہ زجراً فلا تجوز الشفاعة فیہ بعد الوصول للحاکم اور اصطلاح شرع مین حد عبارت ہی عقوبت مقدرہ
سے جو واجب یعنی فرض ہوئی ہے بجہت حق خدا واسطے باز رکہنے کے افعال قبیحہ سے تو جائز نہین ہی سفارش کرنا حد کے بچانے مین بعد پونہچنے مقدمے کے طرف
حاکم کی ﻫ عقوبت عبارت ہی اوس درد اور تکلیف سے جسکا انسان مستحق ہوتا ہی بسبب گناہ کے دنیا مین اور عقاب وہ تکلیف ہے جو انسان کو آخرت مین ہوگی اور
عقوبت معینہ رجم ہی یعنی موت سے ہی اور باقی حدود مین کوڑون سے ہی کذا فی النہر بحر الرائق مین کہا کہ تحقیق یہ ہے کہ حدود موانع ہین قبل فعل کے اور زواجر
ہین بعد فعل کے یعنی حد کے مشروع ہونے کو جاننا مانع ہے فعل کی پیش قدمی سے اور بعد الیقام فعل کے مانع ہو وسے اور شفاعت قبل وصول حاکم جائز ہی تا مقدمہ
رجوع ... چھوڑ دو اور اسیطرح قبل ثبوت گناہ سفارش جائز ہی اسوا سطے کہ ہنوز حد ثابت نہین اور بعد وصول اور ثبوت کے سفارش جائز نہین اسلیے
کہ ... واجب ہی ولہذا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید پر باوجود یکہ محبوب رسول اللہ صلعم تھے انکار کیا جب انہون نے عورت مخزومیہ
کی ... سفارش کی خدمت سے تو فرمایا کیا تو سفارش کرتا ہی خدا کی حدمین پھر فرمایا کہ تم سے آگے کے لوگ اسی مین ہلاک ہوئے کہ جب اونمین شریف
چُراتا ... تھے اور جب ضعیف چُراتا تھا تو اوسپر حد قائم کرتے تھے قسم خدا کی کہ اگر فاطمہ محمد کی بیٹی چوری کرے تو البتہ اوسکا بھی ہاتھ کاٹون
اخرجہ ... الوصول ولیس مطہرًا عندنا بل المطہر التوبة واجمعوا انہا لا تسقط الحد فی الدنیا اور حد پاک نہین کرتی ہمارے نزدیک
بلکہ پاک ... توبہ ہی اور اجماع کیا علمانے کہ توبہ کرنا حد کو دنیا مین ساقط نہین کرتا ﻫ یعنی اقامت حد سے معصیت کا وبال ساقط نہین ہوتا بدون
توبہ کے اور ... قائل ہین کہ حد مطہر ہے صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث مرفوع کی دلیل سے یعنی فرمایا کہ جو معصیت مین مبتلا ہوا پھر اوسپر پایمی دنیا
مین ... اور جسنے گناہ کیا اور خدا نے اوسکو چھپا ڈالا تو وہ خدا کے اختیار مین ہی چاہی معاف کرے چاہی عذاب کرے علماء حنفیہ نے عدم
تطہیر ... استدلال کیا قال اللہ تعالی ذلک لہم خزی فی الدنیا ولہم فی الآخرة عذاب عظیم الا الذین تابوا یعنی حق تعالی نے فرمایا
کہ ... دنیا مین اور انکو آخرت مین عذاب عظیم ہے مگر وہ لوگ جنہون نے
توبہ کی ... کہ انکے فعل کی جزا عقوبت دنیاوی ... توبہ کرنیوالیکے کہ اوس سے عذاب آخرت بالاجماع ساقط ہوجاتا
ہے ... توبہ سے عقوبت دنیاوی ساقط نہین اور وجہ یہہ ہو کہ حدیث بخاری کو توبہ کرنے پہ محمول کیجیے اسواسطے کہ ظاہر ہے کہ مسلم غیرتائب
رجم کے ... توبہ بھی کرلیتا ہی تو یہہ قید لگانا حدیث مین ضرور ہی تا قرآن اور حدیث مین اتفاق ہو جاوے اور تقیید ظنی کی بوقت معارضہ قطعی امر متعین ہے
نہ بالعکس کذا فی فتح القدیر فلا تعزیر حدٌ لعدم تقدیرہ ولا قصاص حدٌ لانہ حق الولی تب معلوم ہوا کہ حد عبارت ہی عقوبت معینہ سے بجہت حق خدا تو
تعزیر حد نہین ... اور قصاص حد نہین اسواسطے کہ ... ولی کا یعنی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک قصاص
حق ہے مقتول کا ... بطریق خلافت منتقل ہوتا ہی صاحب بحر کہا تو تعلیل اخراج قصاص مین یون کہنا بہتر تہا کہ وہ حق العبد ہی تا دونون
مذہبونکو شامل ہوتا علاوہ یہہ ہے کہ مقتول کا کاہی وارث نہین ہوتا تو بادشاہ قصاص لیتا ہی اور حالانکہ قصاص اوسکا حق نہین و لہذا وہ عفو کرنے کا
مالک نہین والزنا الموجب للحد وطء وہو ادخال قدر حشفة مکلف اور جو زنا کہ موجب ہی حد کا وہ عبارت ہی جماع سے یعنی آلہ تناسل کو بقدر حشفہ
یعنے سر ذکر کے داخل کرنا ﻫ شارح نے زنا مین موجب حد کی قید لگائی تا معلوم ہو کہ ہر زنا موجب حد نہین چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی سے جماع کرنا اور انزال
بقدر حشفہ زنا مین شرط ہی خواہ انزال ہو یا نہہ اور بقدر حشفہ کہنے سے جماع مقطوع الحشفہ بھی داخل ہوگیا مکلف خرج الصبی والمعتوہ زنا عبارت ہی
وطی مکلف سے تو صغیر اور بیہوش نکل گیا ﻫ مکلف عاقل بالغ کو کہتے ہین تو عاقل کی قید سے بیہوش نکل گیا اور اوسیکی مانند مجنون ہی اور بالغ کی قید سے صغیر نکل گیا
تو صغیر اور بیہوش اور مجنون کا جماع موجب نہین ناطق خرج وطء الاخرس فلا حد علیہ مطلقاً للشبہة زنا عبارت ہی وطی مکلف ناطق یعنی سے جو بولتا
تو اس قید سے گونگے کا جماع کرنا حد زنا سے نکل گیا تو گونگے پر اسیطرح حد نہین بسبب شبہہ کے ﻫ گونگا خواہ اشارہ سے زنا کا اقرار کرے خواہ اوسکو زنا پر گواہ
قائم ہون ہر صورت اوسپر حد نہین بسبب شبہہ کے اسلیے کہ اقرار بالاشارہ مین شبہہ ہی عدم صراحت کا اور گواہون مین احتمال ادعا شبہہ ہی یعنی اگر گونگا بولتا ہو تو شاید کوئی

شبہہ حلت کا بیان کرتا وَاَمّا الاعمٰی فیُحَدُّ بِالزِّنا بالاِقرارِ لا بالبرھانِ شرح الوہبانیہ اور اندہے پر تو حد زنا ماریجاویگی اقرار زنا سے گواہون
سے کذا فی شرح الوہبانیہ م علامہ عبد البر نے شرح وہبانیہ مین خانیہ سے نقل کیا یون کہکر کہ میرے پاس والے نسخہ مین اسطرح ہے کہ اقرار زنا مین اندہا مانند بصیر
کی ہے اور اُسکو زنا کے گواہ مقبول نہین اھ بحر الرائق مین اُسکی مخالف ہے اسطرح کہ بخلاف اعمی اسواسطے کہ اُسکا اقرار اور اُسپر گواہ گذرنا دونون صحیح ہین
کذا فی الطحطاوی لِمَا یُعْنَی قُبُل مُشتَہاۃٍ حالاً او ماضیاً خرج المکرہ والدُّبُر ونحو الصغیرۃ زنا عبارت ہے وطی مکلف ناطق طائع سے یعنی جو شخص رغبت
اور اپنی خوشی بلا جبر وطی کرے لائق شہوت عورت کے سامنے کی شرمگاہ مین خواہ وہ بالفعل شہوت کے لائق ہو یا باعتبار ماضی کے یعنی نو برسکی عمر سے پہلے مگر
تو طائع کی قید سے مکرہ اور قبل کی قید سے وطی دبر کی اور مشتہاۃ کی قید سے مانند صغیرہ کی وطی نکل گئی م حلبی نے کہا مانند صغیرہ مردہ ہے اور جانور اسواسطے کہ صغیرہ
اور مردہ اور جانور لائق شہوت کے نہین تو انکے وطی پر حد نہین مصنف نے قُبُل کو ذکر کیا نہ فرج کو اسواسطے کہ قبل مخصوص بانسان ہے بخلاف فرج کے کذا فی النہر
خالٍ عن مِلکہ ای مِلکِ الواطی وشبہتہ ای فی المحل لا فی الفعل ذکرہ ابن الکمال جو شرمگاہ خالی ہو قربت کرنیوالیکی ملک سے اور عاری ہو شبہہ ملک
سے مراد شبہہ فی المحل ہے نہ شبہہ فی الفعل کذا ذکرہ ابن الکمال م ملک سے مراد ملک نکاح اور ملک یمین ہے اور شبہہ ملک سے مراد شبہہ ملک یمین اور شبہہ ملک نکاح
ہے شبہہ ملک یمین کی مثال جیسے اپنے ولد کی لونڈی سے یا مکاتب اور عبد ماذون کی لونڈی سے وطی کرنا یا غنیمت کی لونڈی سے قبل تقسیم غازی کا وطی کرنا اور
شبہہ ملک نکاح کی مثال جیسے بےگواہ نکاح کرنا یا لونڈی سے بدون اجازت اُسکے مولیٰ کے نکاح کرنا یا وطی اُس غلام کی جسنے بدون اذن اپنے مالک
کے عورت سے نکاح کیا کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن المفتاح اور شبہہ فی المحل اور شبہہ فی الفعل کی تفسیر آگے آویگی وزاد الکمال فی دار الاسلام لانہ لاحدّ
بالزنا فی دار الحرب اور تعریف زنا مین کمال الدین محقق نے فتح القدیر مین دار الاسلام کی قید زیادہ کی یعنی زنا حد کا موجب عبارت ہے اُس وطی سے جو
دار الاسلام مین واقع ہو اسواسطے کہ دار الحرب مین زنا سے حد نہین اور مانند دار الحرب کی ہے دار البغی کذا فی الطحطاوی عن الحموی او تمکینہ من ذلک
بان استلقٰی فقعدت علی ذکرہا فانہما یحدان لوجود التمکین یا زنا عبارت ہے قادر کر دینے مرد کے اسپر یعنی وطی اور دخول پر اسطرح کہ مرد چت لیٹے اور عورت
اوسکے آلہ تناسل پر بیٹھ جاوے تو مرد اور عورت دونو پر حد ماریجاویگی بسبب وجود تمکین کے او تمکینہا فان فعلہا لیس وطیاً بل تمکین فتم التعریف
یا زنا عبارت ہے عورت کے قادر کر دینے سے اسواسطے کہ عورت کا فعل نفس الحقیقت وطی نہین بلکہ تمکین ہے سو اب پوری ہوگئی تعریف زنا کی حقیقت کی م
یہہ تعریف ہے صاحب کنز کی نقصان تعریف پر اوسمین زنا کی تعریف یون ہے کہ زنا عبارت ہے وطی فی القبل سے جو خالی ہے ملک اور شبہہ ملک سے اسواسطے کہ یہہ
تعریف منقوض ہے باعتبار جامع اور مانع ہونے کے اسواسطے کہ عورت کی زنا پر یہہ تعریف صادق نہین آتی اسواسطے کہ عورت سے وطی متصور نہین بلکہ تمکین
متصور ہے اور تمکین سے اوسپر حد لازم آتی ہے تو تعریف جامع نہوئی افراد محدود کو اور غیر کی مانع اسواسطے نہین کہ تعریف مذکور مین وطی مجنون اور مکرہ
اور وطی صغیرہ غیر مشتہاۃ اور وطی مردہ اور جانور اور وطی دار الحرب بھی داخل ہوگئی حالانکہ ان مواضع مین حد واجب نہین کذا فی منح الغفار وزاد فی المحیط
العلم بالتحریم فلو لم یعلم لم یحد للشبہۃ وردہ فی الفتح بحرمتہ فی کل ملۃ اور زنا کی تعریف مین محیط کے اندر علم بالتحریم زیادہ کیا ہے تو اگر زانی کو
حرمت زنا کی معلوم نہوگی تو حد نہ ماری جاویگی بسبب شبہہ جہل کے اور فتح القدیر مین محیط کی زیادتی کو رد کیا ہے بسبب حرام ہونے زنا کے ہر دین مین یعنی زنا
ہر دین مین حرام ہے یہانتک کہ اگر حربی دار الاسلام مین آوے پھر مسلمان ہوکر زنا کرے اور کہے کہ میرے گمان مین زنا حلال تہا تو اوسپر حد ماری جاویگی اگرچہ
دار الاسلام کے داخل ہونے کے دن یہہ واقع ہو کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا رد فتح القدیر کا غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ تحریم زنا کی سب دینون مین اسکی منافی
نہین کہ بعضے لوگ اوسکو نجانتے ہون اور صاحب محیط نے ادعاے حلت زنا کسی دین مین نہین کیا بلکہ اصل اُسکی وہ روایت ہے جو سعید بن مسیب سے مروی ہے
کہ ایکمرد نے یمن مین زنا کیا تو امیر المومنین عمر فاروق نے لکہہ بھیجا کہ اگر وہ شخص جانتا ہو کہ حق تعالی نے زنا کو حرام کیا ہے تو اوسپر کوڑے مارو اور اگر
نہجانتا ہو تو اوسکو حرمت کی تعلیم کرو بعد اسکے اگر پھر زنا کرے تو اوسکو مارو تو باوجود اس روایت کے جسپر صحابہ کا انکار ثابت نہین کیا وجہ اسکی رد کرنے
کے ولہذا فتاوی عالمگیری مین محیط کے قول کو مسلم رکہا ہے اور جو مسئلہ حربی کے اسلام کا فتح القدیر مین مذکور ہے شاید اوسکی بنا اُس شخص کے قول پر ہے

جو علم حرمت تو شرط نہیں کرتا واللہ اعلم ویثبت بشہادۃ اربعۃ رجال فی مجلس واحد فلو متفرقین حُدُّوا اور ثابت ہوتا ہی زنا چار
مردون کی گواہی سے ایک مجلس میں سو اگر متفرق چند مجالس میں گواہی دینگے تو اونپر حد قذف ماری جاویگی م اور اگر گواہ تنہا تنہا آویں اور مسجد میں نشست کی جگہہ
بیٹھین گے اور قاضی کے پاس ایک گواہ بعد دوسرے گواہ کے گواہی دیگا تو گواہی اونکی مقبول ہوگی اور اگر خارج مسجد ہون گے تو سب پر حد ماری جاویگی زنا کی لیکن
عن البحر عن المحیط بلفظ الزنا لا بمجرد لفظ الوطی والجماع وظاہر الدرایات ان ما یفید معنی الزنا یقوم مقامہ ش شہادت بلفظ زنا مثبت ہی نہ لفظ
لفظ وطی اور جماع کی شہادت اور ظاہر درر یہہ ہی کہ جو لفظ کہ معنی زنا کا فائدہ دے وہ قائم مقام زنا ہی م ظاہر کلام فقہا سے دلالت کرتا ہی کہ کوئی لفظ قائم مقام
زنا نہیں تو اگر گواہی دین کہ اسنے حرام وطی کی تو زنا ثابت نہوگا اور مصنف نے بلفظ زنا اشارہ کیا کہ اگر دو نے بلفظ زنا گواہی دی اور دو گواہ نے زانی کے اقرار کی
گواہی دی تو اوسپر حد نہ ماری جاویگی اور نہ گواہون پر اور اگر تین گواہون نے زنا کی گواہی دی اور چوتھے گواہ نے اقرار زنا کی گواہی دی تو تین گواہون پر حد
قذف ماری جاویگی کذا فی المنح ولو کان الزوج احدہم اذا لم یکن الزوج قذفہا ولم یشہد بزناہا بولدہ للتہمۃ لانہ یدفع اللعان عن
نفسہ فی الاولی ویسقط نصف المہر لو قبل الدخول ونفقۃ العدۃ لو بعدہ فی الثانیۃ ظہیریہ چار مردون کی گواہی سے زنا ثابت ہی اگرچہ اون
چار میں ایک زوج ہو عورت کا بشرطیکہ زوج نے اوسکو قبل شہادت کے زنا کا عیب لگایا ہوا اور اپنی ولد کے ساتھ زوجہ کے زنا کرنے کی گواہی دی ہو
والا اوسکی گواہی مقبول نہوگی بسبب تہمت کے اسواسطے کہ زوج گواہی سے لعان کو دفع کرتا ہی اپنی ذات سے پہلی صورت یعنی قذف میں اور ساقط کرتا ہی نصف مہر کو
اگر قبل دخول گواہی دی ہوا اور نفقہ عدت کو ساقط کرتا ہی اگر بعد دخول کے گواہی دی ہو دوسری صورت میں یعنی اپنی ولد کے ساتھ زنا کی گواہی میں فیسألہم
الامام عنہ ما ہو ای عن ذاتہ الشرعیۃ وہو الایلاج عینی جب زنا کی گواہی دین تو امام یعنی سلطان یا اوسکا نائب گواہون سے پوچھے کہ زنا کیا چیز ہی
یعنی اوسکی شرعی حقیقت کا کہ عبارت ہی ادخال سے سوال کرے کذا فی شرح العینی م فائدہ اس سوال کا یہہ ہی کہ گاہی وطی حرام کو بھی زنا بولتے ہین اور حدیث مین
نظر بازی کو بھی زنا چشم فرمایا ہی مجازا کذا فی المنح وکیف ہو واین ہو ومتی زنی وبمن زنی لجواز کونہ مکرہا او بدار الحرب او فی صباہ او
بامۃ ابنہ فیستقصی القاضی احتیالا للدرء م اور سوال کرے حاکم کہ زنا کس طرح ہوا اپنی خوشی یا زبردستی سے اور کہان ہوا دار الاسلام مین یا دار الحرب مین
اور کب زنا ہوا عنقریب یا زمانہ دراز مین طفلی کیوقت یا بعد بلوغ کے اور کس عورت سے زنا کیا ان سوالات سے غرض یہہ ہی کہ جائز ہی کہ زنا زبردستی مجبوری کی حالت مین ہوا ہو
دار الحرب مین ہوا ہو یا اوسکی طفلی مین ہوا ہو یا اپنے ولد کی لونڈی سے ہوا ہو یا گواہ بجائے زنا کے اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کیا ہو کذا فی النہر تو قاضی نہایت تفصیل سے سوالات خمسہ مذکورہ کرے
تاکہ کوئی حیلہ پاکر حد ٹلجاوی م قبل از ثبوت حد کا ٹالنا بالاجماع ثابت ہی اور سند اجماع کی حدیث مرقوم بروایت ابوہریرہ ہی جسکو ابو یعلی نے اپنی مسند مین
روایت کیا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم یعنی حدود کو ٹالو جہانتک تم سے ہوسکے اور ترمذی مین یہہ حدیث بروایت ضعیف
مروی ہی کذا فی فتح القدیر فان بینوہ وقالوا رأیناہ وطئہا فی فرجہا کالمیل فی المکحلۃ ہو زیادۃ بیان احتیالا للدرء م سو اگر گواہون
نے بوجوہ خمسہ مذکورہ زنا کو بیان کیا اور کہا کہ ہمنے اوسکو دیکھا جماع کرتے عورت کی شرمگاہ مین جیسے سلائی سرمہ دان مین یہہ تفسیر مزید بیان ہی حد ٹلنے
کی تدبیر کیواسطے والا حقیقت زنا کا سوال کافی ہی لیکن ظاہر کلام فقہا سے دلالت کرتا ہی کہ حکم موقوف ہی اس بیان پر کذا فی المنح طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ اس
جملہ کا ذکر کرنا تمام اونکو ضرور ہی وعدلوا سرا وعلانیۃ ان لم یعلم الحاکم بہم اور گواہون کی عدالت ثابت کیجاوے مخفی اور علانیہ جبکہ حاکم گواہون کا حال نجانتا
ہو م تعدیل مخفی کا یہہ طریقہ ہے کہ قاضی گواہون کے نام اور اونکی محلون کے نام لکھکر معتمد کے پاس بھیجتا وہ اوسکو بھی لکھدین کہ فلانا عادل مقبول الشہادۃ
ہے اور علانیہ تعدیل کا یہہ طریقہ ہے کہ قاضی مزکی اور شاہد کو یکجا جمع کرے اور کہے کہ یہی شخص ہے جسکو تو نے عادل کہا ہے اور جبکہ حاکم شاہد کو عادل جانتا ہو تو سوال
کرنا اوسکو ضرور نہین اسواسطے کہ علم حاکم کا تعدیل مزکی سے قوی تر ہی لیکن حاکم فقط اپنے علم پر [illegible] اسواسطے کہ شریع نے حاکم کے
حکم کو موجب اپنے دریافت کے ساقط کیا ہی یعنی حاکم کا علم تعدیل شہود مین کافی [illegible] مین منقول ہے کذا فی الطحطاوی عن النہر والمنح حکم وہ دو بیان
جب زنا شہادت مذکورہ سے ثابت ہو تو حاکم اوسکا حکم کرے بنا بر وجوب کے یعنی بسبب ظاہر ہونے حق کے حاکم کو حکم فرض ہی کذا فی البحر [illegible]

بہ اولیٰ مالم یتہتك فالشہادۃ اولیٰ ھو اور زنا کی گواہی کا ترک کرنا بہتر ہے تا فحش کے بیحیائی اور پردہ دری کی نوبت نہ پہونچے پھر تو گواہی دینا بہتر ہو
کذا فی النہر ھ پردہ پوشی شرعاً مستحب ہے لہذا زنا میں چار گواہ مفروض ہوئی تو مستحب ہی کہ زنا کی گواہی ندے اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہو کہ جو مسلمان کی
پردہ پوشی کریگا خدا اوسکی پردہ پوشی دنیا و آخرت میں کریگا لیکن جب مزید بیحیائی اور ہتک کی نوبت پونہچے تو اسوقت میں گواہی دینا بہتر ہے اسواسطے کہ مرضی
شارع یہ ہے کہ معاصی اور فواحش سے زمین پاک رہے اور پلکی زمین کی بیباک پر حد مارنے سے ہوتی ہے اور نیز بندے اک کے توبہ کرنے سے ہو ویثبت ایضاً
باقرارہ صریحاً صاحیاً ولم یکذبہ الآخر ولا ظہر کذبہ بجبہ او رتقہا ولا اقرّ بزنا بخرساء او ھی باخرس لجواز ابداء ما یسقط الحد
اور ثابت ہوتا ہے زنا زانی کے اقرار سے بھی بشرطیکہ اقرار صریح ہو حالت ہوشیاری میں اور دوسرے نے اوسکی تکذیب نکی ہو اور خود مقر کا کذب مقطوع الذکر ہونے سے
یا عورت کی شرمگاہ بستہ ہونے سے ظاہر نہوا ہو اور مرد نے اپنے زنا کرنے کا گونگی عورت کے ساتھ اقرار نکیا ہو یا عورت نے گونگے مرد سے اپنے زنا کرنے کا اقرار نکیا ہو
بسبب احتمال ظاہر کرنے گونگے کے اس امر کو جو حد کو ساقط کرتا یعنی اگر وہ شخص گونگا نہوتا ناطق ہوتا تو جائز ہے کہ کوئی امر دافع حد بیان کرتا تو اس اشتباہ
سے دونوں پر حد نہ ماری جاویگی اور صریح اقرار سے گونگے کا اقرار بطور اشارہ اور کتابت نکل گیا اور ہوشیار کے اقرار سے مست کا اقرار نکل گیا اور اگر مرد نے اقرار
کیا اور عورت نے انکار کیا تو مرد سے بھی حد ساقط ہوجاویگی اور اگر عورت نے اقرار کیا اور مرد نے انکار تو عورت سے بھی حد ساقط ہوگی امام کے نزدیک بخلاف
صاحبین کے کذا فی المنح عن الظہیریۃ ولو اقرّ بہ او بسرقۃ فی حال سکرہ لا حدّ ولو سرق او زنی حدّ لان الانشاء لا یحتمل التکذیب والاقرار
یحتملہ اور اگر مستی کیحالت میں زنا یا چوری کا اقرار کیا تو حد نہیں اور اگر مستی کیحالت میں چوری یا زنا کیا تو حد ماریجاویگی اسواسطے کہ ایجاد سرقہ اور زنا جسکا
مشاہدہ ہوا تکذیب کا محتمل نہیں اور اقرار تکذیب کا محتمل ہے کذا فی النہر تو یہہ احتمال مستی کے اقرار میں معتبر ہوا نہ غیر مستی میں کذا فی المنح اربعاً فی
مجالسہ ای المقر الاربعۃ یعنی اقرار مثبت زنا ہو چار بار مقر کی چار مجلسوں میں ھ تعدد مجالس مقر شرط ہے نہ تعدد مجلس حاکم اسواسطے کہ ماعز اسلمی نے تا وقتیکہ
چار بار چار مجلس میں اقرار نکیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ثبوت زنا کا حکم نہ دیا تو اگر چار بار کے اقرار سے کمتر میں زنا ظاہر ہوتا تو رخصت تاخیر نفرتے
بسبب واجب ہونے حکم کے کذا فی المنح تو اگر ایک شخص چار بار ایک مجلس میں اقرار کرے تو وہ ایک ہی اقرار کی برابر ہے کلما اقرّ ردہ بحیث لا یراہ
جبکہ زانی اقرار کرے تو حاکم اوسکو ہٹادیوے اپنے سامنے اسطرح پر کہ حاکم کو مقر نظر نہ آوے ھ یعنی اختلاف مجالس مقر کی یہہ صورت ہو کہ جب وہ اقرار کرے تو
قاضی اوسکو ہٹادیوے یہانتک کہ قاضی کی نظر سے غائب ہوجاوے پھر مقر آوے اور اقرار کرے کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی لیکن یہہ رد کرنا تین بار میں ہے نہ
چوتھی بار میں کذا فی النہر وسألہ کما مرّ حتّی عن التی زنی بہا لجواز بیانہ بامۃ ابنہ مثلا اور سوال کرے قاضی مقر سے جیسا کہ مذکور ہو چکا یعنی سوالات
خمسہ مانند گواہوں کی مقر سے بھی کرے یہانتک کہ جس عورت سے زنا کیا ہے اوسکو بھی پوچھے بسبب احتمال بیان کرنے مقر کے کہ اوسنے اپنے ولد کی لونڈی سے قربت
کی کذا فی النہر ھ ماہیت زنا و کیفیت زنا و مکان زنا سے سوال کرنا تو بالاتفاق لازم ہے اور زمانہ زنا سے سوال نکرنا اصح اور عورت کا بھی سوال کرنا تا شاید مگر
عورت کا ذکر کرے جسکی وطی سے حد نہیں کذا فی النہر الفائق فان بیّنہ کما حقّہ حدّ سو اگر مقر نے سوالات خمسہ کے جواب کو جیسا کہ حق ہے بیان کیا تو اوسپر حد واقع
ہوگی فلا یثبت بعلم القاضی ولا بالبیّنۃ علی الاقرار جب معلوم ہو چکا کہ ثبوت زنا گواہی یا اقرار پر موقوف ہے تو ثابت نہوگا قاضی کی ذاتی دانست
زنا ہی کے علاوہ ہو کہ امور سوم ھ علم قاضی کا حکم نہیں حدود میں باجماع صحابہ اگرچہ قیاس مقتضی ہے اوسکا اعتبار کرنیکا کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی
اور غیر حاکم کے روبرو زانی اقرار زنا کا بھی حد نہیں اگرچہ چار بار اقرار کیا ہو لہذا اقرار کی گواہی بھی مقبول نہیں اسواسطے کہ اگر وہ منکر ہے تو اوسکا رجوع ثابت
ہوا اور اگر مقر ہے تو گواہی کی کچھ حاجت نہیں کذا فی المنح ولو قضیٰ ببیّنۃ فاقرّ مرۃ لم یحدّ عند الثانی وھو الاصح اور اگر قاضی نے گواہوں پر حکم کیا یعنی
گواہی مسلم رکھی پھر زانی نے ایکبار اقرار کیا زنا کا تو اوسپر حد ماری نجاویگی ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول اصح ہے اسواسطے کہ شہادت منکر پر قائم ہوتی ہے یہہ
جب اوسنے اقرار کیا تو گواہی کی کچھ حاجت نرہی اور اقرار معتبر ہوا اور چونکہ اقرار چار بار نہیں لہذا حد نہیں اور اگر قبل قضاء شہادت اقرار کیا تو باتفاق صاحبین حد
ساقط ہے کذا فی الطحطاوی ولو اقرّ اربعاً بطلت الشہادۃ اجماعاً سراج اور اگر چوتھی بار بھی اقرار کیا تو بالاجماع شہادت باطل ہوگئی اور اوسپر حد

واقع ہوگی بموجب اوسکے اقرار کے وخُلّی سبیلہ اِنْ رجع عن اقرارہ قبل الحدّ او فی وسطہ ولو رجوعہ بالفعل کہربہ بخلاف الشہادۃ
اور چھوڑ دیا جاویگا مقر اگر اوسنے اپنے اقرار سے رجوع کیا قبل حد کے یا درمیان حد کے اگرچہ اوسکا رجوع فعلی ہو چنانچہ اوسکا بھاگ جانا بخلاف شہادت کے
یعنی اگر زنا شہادت سے ثابت ہوا پھر وہ سنگساری سے بھاگا تو اوسکے پیچھے پتھر مارتے چلے جاوینگے یہانتک کہ وہ مرجاوے بخلاف اقرار کے اسواسطے کہ رجوع
خبر ہے صدق کی محتمل مانند اقرار اور کوئی دوسرا مکذب نہین تو شبہہ پڑا لہذا وہ چھوڑ دیا جاویگا کذا فی المنح عن الحاوی وانکارہ الاقرار رجوع کما ان
انکار الردۃ توبۃ کما سیجیٔ اور انکار اقرار کا رجوع ہے اقرار سے چنانچہ ارتداد کا انکار توبہ ہے چنانچہ اسکا بیان باب الارتداد مین آویگا
وکذا یصح الرجوع عن الاقرار بالاحصان لانہ لما صار شرطا للحد صار حقا للہ تعالی فیصح الرجوع عنہ لعدم المکذب بحر اور اسی
طرح صحیح ہے رجوع کرنا احصان کے اقرار سے اسواسطے کہ احصان جب شرط ہوا حد کی تو خالص حق اللہ ہوگیا تو اوس سے رجوع کرنا بھی صحیح ہے بسبب عدم
مکذب کے کذا فی البحر بخلاف حق العبد کے یعنی قصاص اور حد قذف مین اقرار کرکے رجوع کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ اوسکا تکذیب کرنیوالا یہان موجود
یعنی عبد وکذا سائر الحدود الخالصۃ للہ کحد شرب وسرقۃ وان ضمن المال اور اسیطرح صحیح ہے رجوع کرنا باقی حدود کے اقرار سے
جو حد وکہ خالص حق اللہ ہین چنانچہ حد شرب اور حد سرقہ اگرچہ چوری کے اقرار مین ضمانت مال لازم ہوگی وندب تلقینہ الرجوع بلعلک
قبلت او لمست او وطئت بشبہۃ لحدیث ماعز اور مستحب ہے حاکم کو تلقین کرنا اقرار سے پلٹ جانے کا اسطرح کہ شاید تونے بوسہ لیا ہوگا یا مساس
کیا ہوگا یا شبہہ سے وطی کی ہوگی بدلیل حدیث ماعز کے یا یون کہے کہ شاید تونے نکاح کرلیا ہوگا بخاری مین مروی ہے جب ماعز اسلمی نے زنا کا اقرار کیا تو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تونے بوسہ لیا ہوگا یا غمزہ یا نظر کی ہوگی خلاصہ یہہ ہے کہ اس چیز کی تلقین کرے جس سے حد ٹلجاوے کذا فی النہر سنن ابو داود
اور نسائی مین ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ماعز بن مالک اسلمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پھر اوسنے چار بار زنا کا اقرار کیا ہر بار حضرت اعراض
کرتے تھے پھر پانچوین بار متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ وہ فعل تونے کیا یہانتک کہ وہ اوسمین غائب ہوگیا اوسنے کہا ہان فرمایا جیسے سلائی غائب ہوجاتی ہے سرمہ
دانی مین یا رسی کنوئین مین اوسنے کہا ہان پھر فرمایا تو جانتا ہے کہ زنا کیا چیز ہے اوسنے کہا ہان مین نے اسعورت سے حرام فعل کیا جیسا کہ مرد اپنی حلال عورت
سے کرتا ہے فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے کہا مین یہہ چاہتا ہون کہ آپ مجھکو پاک کیجئے پھر وہ سنگسار ہوا اور سنن ابو داود مین مروی ہے کہ ماعز بن مالک رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ مین نے زنا کیا سو مجھپر کتاب اللہ قائم کیجئے حضرت نے منہ پھیر لیا پھر آیا یہانتک کہ چار بار اقرار کیا
حضرت نے فرمایا تونے چار بار کہا سو کس عورت سے یہہ فعل کیا کہا فلانی عورت سے فرمایا کہ کیا تو اوسکے پاس لیٹا تھا اوسنے کہا ہان فرمایا کیا اوس سے
مباشرت کی تھی کہا ہان فرمایا کیا اوس سے جماع کیا تھا بولا ہان پھر حضرت نے اوسکی سنگساری کا حکم دیا پھر جب پتھر پڑنے لگے تو نکل بھاگا اور لوگ اسکو
پکڑنے سے تھک گئے عبد اللہ بن انیس کو ملا انہون نے لکڑی سے مارا تو مار ڈالا پھر عبد اللہ نے یہہ قصہ حضرت سے عرض کیا ارشاد ہوا کیون نہ تمنے اوسکو
چھوڑ دیا شاید وہ توبہ کرتا سو خدا اوسکی توبہ قبول کرتا کذا فی فتح القدیر ادعی الزانی انہا زوجتہ سقط الحد عنہ وان کانت زوجۃ للغیر بلا
بینۃ بدون گواہون کے دعوی کیا زانی نے کہ عورت اوسکی زوجہ ہے تو اوسپر سے حد ساقط ہوگی اگرچہ وہ عورت غیر کی زوجہ ہو ہم بلا بینہ متعلق ہے
ادعی سے کذا فی [illegible] ولو تزوجہا بعدہ ای بعد زناہ او اشتراہا لا یسقط فی الاصح لتقدم الشبہۃ وقت الفعل بحر اور اگر زانی
نے عورت سے نکاح کیا بعد زنا کرنے کے یا اوسکو خرید کیا تو اوسپر سے حد ساقط نہوگی قول اصح مین بسبب عدم شبہہ کے فعل کے وقت کذا فی البحر یعنی تزویج یا خرید کر لینے سے شبہہ معدوم ہوگیا کہ زنا کے وقت شبہہ ملک نکاح
یا ملک یمین نہ تھا ویرجم محصن فی فضاء حتی یموت ویصفون کصفوف الصلوۃ لرجمہ کلما رجم قوم تنحوا ورجم آخرون اور زانی
محصن کو پتھر مارے جاوین میدان مین یہانتک کہ وہ مرجاوے اور لوگ صف باندھ کر کھڑے ہون پتھر مارنے کیواسطے نماز کی صفون کی مانند جب ایک قوم پتھر
مار چکی تو علیحدہ ہٹ جاوے اور دوسری قوم سنگسار کرے ہم زانی محصن کا رجم یعنی سنگساری اور پتھر مارنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے متواتر
المعنی ہے مانند علی مرتضی کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت کی اگرچہ تفاصیل اور خصوصیت کی روایات احاد ہین اور اسی پر اجماع صحابہ اور [illegible]

مسلمین ہو اور انکار خارجیون کا مشروعیت رجم پر تین باطل ہے اجماع قطعی اوسکا مبطل ہے اور جیسا کہ زمانہ خارجیون مین عمر بن عبدالعزیز پر وجوب رجم پر تشنیع کی تو کہا
کہ رجم کتاب اللہ سے ثابت نہین انہون نے الزام دیا خارجیونکو کہ اعداد رکعات اور مقادیر زکوۃ بھی قرآن سے ثابت نہین پہر اسکی کیون مقر ہو خارجیون نے
کہا کہ یہہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمین کے فعل سے ثابت ہے انہون نے جواب دیا کہ رجم بھی اسیطرح ثابت ہے بلا تفاوت کذا فی فتح القدیر فلو
قتلہ شخص و فقأ عینہ بعد القضاء بہ فہدر و ینبغی ان یعزر لافتیاتہ علی الامام پھر اگر اوسکو قتل کر ڈالا کسی شخص نے یا اوسکی آنکھہ
پھوڑی بعد حکم دینے سنگساری کے تو قاتل پر قصاص نہین اور نہر الفائق مین کہا کہ لائق یون ہے کہ وہ شخص تعزیر دیا جاوے بسبب تعدی کرنے اوس شخص کے
حاکم پر ولو قبلہ ای قبل القضاء بہ یجب القصاص فی العمد والدیۃ فی الخطاء لان الشہادۃ قبل الحکم بہا لاحکم لہا اور اگر کسی
نے قتل کیا یا آنکھہ پھوڑی قبل دینے حکم رجم کے تو قتل عمد مین قصاص ہے اور قتل خطا مین خونبہا قاتل پر واجب ہے اسواسطے کہ گواہی جب حکم نہ دیا گیا ہے معتبر نہین یعنے
جبتک گواہی کے موافق حاکم حکم نہ دے تو گواہی کا کچھہ اعتبار نہین یعنی شہادت بلا قضا مثبت رجم نہین کہ قصاص وغیرہ قاتل پر لازم نہ آوے والشرط
بداءۃ الشہود بہ ولو بحصاۃ صغیرۃ الا لعذر کمرض فیرجم القاضی بحضرتہم اور رجم کی شرط یہہ ہے کہ پہلے گواہ سنگسار کرین اگرچہ چھوٹی
کنکری سے مارین مگر بسبب عذر کے جیسے بیماری تو قاضی اول پتھر مارے ہو شاہدون کے سامنے ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمن بن ابی لیلی سے روایت کی کہ علی رضی اللہ عنہ
کے سامنے جب گواہ زنا کی شہادت دیتے تھے تو شاہدونکو سنگساری کا حکم دیتے تھے پہر آپ مارتے تھے پہر لوگ مارتے تھے اور اگر زنا اقرار سے ثابت ہوتا تھا تو
آپ ابتداء رجم کرتے تھے پہر لوگ مارتے تھے کذا فی فتح القدیر فان ابوا او ماتوا او غابوا او قطعوا بعد الشہادۃ او بعضہم سقط الرجم
لفوات الشرط ولا یحدون فی الاصح پہر اگر گواہون نے پتھر مارنے سے انکار کیا یا وہ مرگئے یا غائب ہوگئے یا اونکے ہاتھ کاٹے گئے بعد گواہی
دینے کے یہہ حال سب گواہون کا ہوا یا بعض کا تو پتھر مارنا ساقط ہوگیا بسبب فوت ہونے شرط کے اور اس انکار وغیرہ سے گواہون پر حد نہ ماری جاوے گی
بقول اصح اسواسطے کہ نہ مارنا صریحا رجوع نہین کذا فی النہر کما لو خرج بعضہم عن الاہلیۃ للشہادۃ بفسق او عمی او خرس او قذف
ولو بعد القضاء لان الامضاء من القضاء فی الحدود چنانچہ رجم ساقط ہوتا ہے اگر کوئی گواہ اہلیت شہادت سے خارج ہوگیا بسبب فسق یا اندہا ہوگئے یا گونگے
ہو جانے کے یا بسبب قذف کے اگرچہ عدم اہلیت بعد حکم دینے رجم کے ہوگئی ہو اسواسطے کہ حد کا جاری کر دینا حکم مین داخل ہے تو جب حد واقع نہین ہوئی
اور شہادت پر عمل کرنیکا مانع ظاہر ہوگیا تو بعد قضا کے گویا شہادت پر حکم دینا اصلا حاصل نہوا کذا فی الطحطاوی وہذا لو محصنا اما غیرہ فیحد فی الموت و
الغیبۃ کما فی الحاکم اور یہہ یعنی ساقط ہونا رجم کا اوسوقت ہے جبکہ زانی محصن ہو اور اگر غیر محصن ہو تو اوسپر حد ماری جاویگی گواہونکی موت اور غائب
ہونے مین چنانچہ حاکم کی موت اور غیبت مین حد واقع ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی اور بعضے نسخہ مین بجائے کما فی الحاکم کے کافی حاکم ہے اور یہی نسخہ بہتر ہے کہ
اصل عبارت نہر الفائق سے ہے اور نہر الفائق مین حاکم شہید کی کافی سے یہہ مسئلہ منقول ہے اسطرح و فی غیر المحصنین قال الحاکم الشہید فی الکافی یقام
علیہ الحد فی الموت والغیبۃ یعنی اور غیر محصن مین حاکم شہید نے کافی مین کہا ہے کہ اوسپر حد قائم ہوگی شاہدون کی موت اور غیبت مین کذا فی الطحطاوی
م اور بعینہا یہی عبارت فتح القدیر مین کافی سے منقول ہے ثم الامام ہذا لیس حتما کیف وحضورہ لیس بلازم قالہ ابن الکمال ما نقلہ
المصنف عن الکمال تعقبہ فی النہر پہر شاہدون کے بعد سلطان یا اوسکا نائب پتھر مارے یہہ یعنی حاکم کا مارنا لازم نہین کیونکر لازم ہو حالانکہ حاضر ہونا
حاکم کا سنگساری کے مقام مین لازم نہین یہہ کہا ہے ابن کمال نے ایضاح الاصلاح مین اور جو مصنف نے اپنی شرح مین کمال الدین کی فتح القدیر سے نقل کیا
ہے اوسپر اعتراض کیا ہے نہر الفائق مین م ماتن نے منح الغفار مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ شہود کے بعد امام کا رجم مذکور کرنا اسکو مقتضی ہے کہ اگر بعد
شہود [illegible] امام نہ مارے تو حد ساقط ہو جاوے بسبب اتحاد [illegible] نہر الفائق مین کہا کہ یہہ اوسوقت تمام موجب [illegible] مسلم ہو مانند شہود کے لیکن
الناس فان فی النہر ان حضورہم لیس بشرط و مثلہ [illegible] حاکم کے بعد [illegible] نہر الفائق مین بیان کیا
کہ لوگون کا حاضر ہونا شرط نہین رجم کی تو [illegible] تو حد ساقط نہوگی م نہر الفائق مین درایہ سے نقل کیا کہ

امام کو مستحب ہو کہ حکم کرے چند مسلمین کو کہ اقامت حد پر حاضر ہون صاحب نہر نے استحباب کی تعبیر سے استدلال کیا کہ حضور مسلمین شرط نہین ويبدأ الامام ثم
مقتضاه انه لو امتنع لم يحل للقوم رجمه وان امرهم لفوت شرطه فتح لكن سيجي انه لو قال قاض عدل قضيت على هذا بالرجم
وسعك رجمه وان لم تعاين الحجة اور رجم شروع کرے حاکم اگر زانی نے زنا کا اقرار کیا ہو ابتدا ہو حاکم کا مقتضا یہہ ہو کہ اگر حاکم نہ مارے تو قوم کو اسکا
رجم کرنا حلال نہین اگرچہ وہ لوگونکو مارنیکا حکم کرے بسبب فوت ہونے اوسکی شرط کے یعنی بدایت امام کذا فی الفتح لیکن آگے آویگا کہ ایک شخص سے قاضی عادل نے
کہا یعنی اس شخص پر رجم کا حکم کیا ہو تو تجکو اسکا رجم کرنا جائز ہو اگرچہ تو نے حجت کو یعنی اقرار یا گواہونکو معاینہ نکیا ہو ھ حاصل استدراک شارح یہہ ہو کہ جس شخص کو
قاضی نے خبر دی اوسکی اباحت رجم مین رویت رجم قاضی شرط نہین صاحب بحر الرائق نے کہا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام ماعز کے رجم مین قطعا حاضر نہوے بلکہ
لوگون نے خدمت کے ایسے رجم کیا تھا کذا فی الطحطاوی ويكره للمحرم الرجم وان فعل لا يحرم الميراث اور قرابت دار محرم کو رجم کرنا مکروہ ہو اسواسطے
کہ غیر کا مارنا کافی ہو اور اگر ماریگا تو مقتول کی میراث سے محروم نہوگا ويغسل ويكفن ويصلى عليه وصح انه عليه الصلوة والسلام صلى على الغامدية
اور جو رجم سے مارا گیا اوسکو غسل اور کفن دیا جاوے اور اوسپر نماز جنازہ پڑہی جاوے اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہو کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے غامدیہ پر جو زنا
کے اقرار سے ماری گئی تہی نماز پڑہی تو عمر فاروق نے کہا یا رسول اللہ آپ زانیہ پر نماز پڑہتے ہین تو فرمایا کہ اوسنے ایسی توبہ کی کہ اگر اوسکی توبہ اہل مدینہ کے ستر آدمیون
پر تقسیم کیجاوے تو اونپر پہیل جاوے اور تو نے کسیکی توبہ اس سے افضل پائی کہ اوسنے اپنی جان اللہ کیواسطے دیدی چنانچہ یہہ حدیث صحاح ستہ مین سوای بخاری کے
بروایت عمران بن حصین مروی ہے اور ابن ابی شیبہ نے بریدہ سے روایت کی کہ جب ماعز سنگسار ہوا لوگون نے کہا یا رسول اللہ اب کیا کرین ماعز کے ساتھ فرمایا کہ جو
اوسکے ساتھ جو اپنے مردون کے ساتھ کرتے ہو از قسم غسل اور کفن اور خوشبو اور نماز جنازہ وکذا فی فتح القدير وغير المحصن يجلد مائة ان حرا ونصفها للعبد بدلالة
النص والمراد بالمحصنات فى الاية الحرائر ذكره البيضاوي وغيره اور زانی غیر محصن کو سو کوڑے مارے جاوین اگر وہ آزاد ہو اور اوسکا نصف یعنی
پچاس کوڑے غلام کو مارے جاوین بطریق دلالت نص اور محصنات سے مراد آیت قرآنی مین آزاد عورتین ہین ایسا ہی مذکور کیا ہو بیضاوی وغیرہ مفسرین نے ھ سو کوڑے
مارنا قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہو الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة یعنی عورت زانیہ اور مرد زانی ہو ہر ایک کو اونمین سے سو کوڑے مارو اور یہہ
آیت محصن اور غیر محصن دونونکو شامل ہو لیکن محصن کے حق مین کوڑے مارنا مطلقا منسوخ ہو اور تعیین ناسخ مین رجم کرنا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہمارے
واسطے کافی ہو تو نسخ قرآن کا سنت قطعی سے ہوا اور زانی غلام غیر محصن پر پچاس کوڑے ہوا اس آیت قرآنی سے بطور دلالت ثابت ہین قال اللہ تعالی (فان اتين بفاحشة
فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب) یعنی حق تعالی نے لونڈیون کے حق مین فرمایا کہ اگر وہ زنا کرین تو اونپر آدہا عذاب ہو جو محصنات پر ہو محصنات
سے مراد آزاد عورتین ہین تو عبارۃ النص سے لونڈیون پر پچاسون کا آدہا عذاب ثابت ہوا اور چونکہ رقیت اور مملوکیت عورت و مرد مین کچہ فرق نہین تو غلام مین نصف
عذاب بطریق دلالت النص ثابت ہو گیا کذا فی فتح القدیر وذكر الزيلعي انه غلب الاناث على الذكور لكنه عكس القاعدة اور ذکر کیا ہو زیلعی نے
کہ غلبہ دیا گیا عورتونکو مردون پر لیکن یہہ قول قاعدہ اصولیہ کے بالعکس ہے ھ زیلعی نے شرح کنز مین کہا کہ آیت مذکورہ یعنی فعليهن نصف ما على المحصنات نے
غلامون کو لونڈیون کے حکم مین تغلیبا داخل کر دیا تو اس تقدیر مین غلامون کا حکم عبارۃ النص سے ماخوذ ہوگا نہ دلالۃ النص سے لیکن یہہ تقریر اصول کے مخالف
ہے اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہو کہ عورتین حکم مین تابع مردون کی ہوتی ہین نہ تغلیب عورتونکی مردون پر والعبد لا يحده سيده بغير اذن الامام
ولو فعله هل يكفي الظاهر لا لقولهم ركنه اقامة الامام ھ اور غلام کو حد نہ مارے مالک اسکا بدون اذن امام کے اور اگر مالک حد ماریگا تو کیا کافی ہو
ظاہر جواب یہہ ہو کہ کافی نہین بسبب اس قول فقہا کے کہ حد کا رکن اقامت امام ہو کذا فی النہر ھ عبد اللہ بن مسعود اور ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم کو
موقوفا اور مرفوعا مشائخ حنفیہ نے اپنی کتب مین روایت کیا ہو کہ حاکمون کیطرف ہین حدود اور صدقات اور جمعات اور فی یعنی غنیمت لیکن مولی کو تعزیر عبد
بلا اذن امام جائز ہو یعنی غلام کی تادیب مین اسکو امام سے پوچہنا ضرور نہین اسلئے کہ تعزیر حق العبد ہو تو اپنا دیکہ اوسکو اختیار ہو بخلاف حد کے کہ وہ حق اللہ ہو تو اوسکی
اقامت نائب شرع کریگا یعنی امام یا اوسکا نائب کذا فی الفتح والنہر ليس وليه لا عقدة له في الصحاح عقدة النساء لعقدة طرفها متوسطا بين الجارح

دعی المثل لغیر محصن کو حد ماری جاوے ایسے کوڑے سے جسمین گرہ نہو ضرب بحالت متوسط ہو نہ زخمی کر ڈالے نہ محض نے تکلیف ہو صحاح جوہری مین ہے کہ ثمرۃ السوط
اوسکی عقد اطراف کو کہتے ہین ھم شارح نے اشارہ کیا کہ عقدہ سوط اور ثمرہ سوط ایک ہی چیز ہے اور ضرب متوسط کا فائدہ یہ ہے کہ زخم سے خوف ہے ہلاک کا
اور بلا تکلیف ضرب مقصود سے خالی ہے یعنی اثر جارے ہے کذا فی الہدایۃ ونزع ثیابہ خلا ازارہ لیستر عورتہ اور مارنے کیوقت اوسکے کپڑے اوتارے جاوین
سواے ازار کے واسطے ستر عورت کے وفرق جلدہ مختلط بدنہ خلا راسہ ووجہہ وفرجہ قیل وصدرہ وبطنہ اور اوسکے بدن پر جابجا کوڑے
مارے جاوین سوا اوسکے سر اور منہ اور شرمگاہ کے اور بعضون نے کہا اور سوا اوسکی چھاتی اور پیٹ کے ھم تفریق ضرب کا یہہ فائدہ کہ ایکجگہ مارنے سے
خوف ہے ہلاکی کا اور حد زاجر ہے نہ مہلک ولو جلد الفی یوم خمسین متوالیۃ ومثلہا فی الیوم الثانی اجزاہ علی الاصح جوہرہ اور اگر زانی کو پچاس
کوڑے مارے اور دوسرے دن پچاس مارے تو کافی ہے بنا بر قول اصح کے کذا فی الجوہرہ وقال علی رضی اللہ عنہ یضرب الرجل قائما والمرأۃ قاعدۃ
فی الحدود والتعازیر غیر ممدود علی الارض کما یفعل فی زماننا فانہ لایجوز نہر وکذا لا یمد السوط لان المشترک فی النفی یعم ابن
کمال اور فرمایا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کہ مرد مارا جاوے کھڑا اور عورت بیٹھی حدود اور تعزیرات مین نہ لٹا کر زمین پر چنانچہ ہمارے وقت کے قاضی
کرتے ہین کذا فی النہر اور اسیطرح کوڑے کو بھی نہ کھینچکر مارے یعنی نہ اپنے سر پر اٹھا کر مارے نہ اوسکے بدن پر کھینچے اسواسطے کہ لفظ مشترک نفی مین عام ہو جاتا ہے کذا ذکرہ ابن
کمال ھم مشترک سے مد کا لفظ مراد ہے جو نفی یعنی لفظ غیر کے تحت مین واقع ہوا ہے لہذا تین معانی مین عام ہوا یعنی محدود کو زمین پر لٹانا یا کوڑا اوٹھانا یا کوڑے
کو اوسکے بدن پر کھینچنا فتح القدیر مین مصنف عبد الرزاق سے علی مرتضی کا اثر یون مروی ہے یضرب الرجل قائما والمرأۃ قاعدۃ فی الحدود ولا تنزع ثیابہا
الا الفرو والحشو وتضرب جالسۃ لما رویناہ اور نہ اوتارے جاوین عورت کے کپڑے مگر پوستین اور روئی وغیرہ کا بھرا کپڑا اور ماری جاوے عورت
بیٹھی بدلیل اوس اثر کے جسکو ہم ابھی روایت کر چکے ویحفر لہا الی صدرہا فی الرجم وجاز ترکہ لسترہا بثیابہا اور عورت کیواسطے گڑھا کھودا جاوے
اوسکی چھاتی تک سنگساری مین اور اوسکا ترک بھی جائز ہے بسبب مستور ہونے عورت کے اپنے کپڑون مین ولا یجوز الحفر لہ ذکرہ الشمنی ولا یربط ولا
یمسک ولو ہرب فان ہو مقرا لا یتبع والا اتبع حتی یموت مطلقا اور مرد کیواسطے رجم مین گڑھا کھودنا جائز نہین چنانچہ اسکو شمنی نے ذکر کیا ہے اور رجم کیواسطے
مرد نہ باندھا جاوے نہ کوئی اوسکو پکڑے رہے مگر جبکہ کہ ابرار ہے تو باندھنا اور پکڑنا جائز ہے کذا فی الفتح اور اگر پتھر مارنے سے بھاگے تو اگر ثبوت زنا اوسکے اقرار سے
ہوا ہو تو اوسکا پیچھا نکرنا چاہیئے اور اگر گواہی سے ثبوت ہوا تو پتھر مارتے ہوے اوسکا پیچھا کرنا چاہیئے یہان تک کہ مر جاوے چنانچہ گذر گیا ولا جمع بین
جلد ورجم فی المحصن ولا بین جلد ونفی ای تغریب فی البکر وفسرہ فی النہایۃ بالحبس وہو احسن واسکن للفتنۃ من التغریب
لانہ یعود علی موضوعہ بالنقض یعنی جمع کرنا درمیان کوڑے مارنے اور پتھر مارنے کے محصن مین جائز نہین اور درمیان کوڑے مارنے اور نفی یعنی شہر سے
نکالدینے کے کواری مین جائز نہین اور نہایہ مین نفی کی تفسیر بقید اور حبس کے ہے اور یہی یعنی قید کرنا بہتر اور فساد کا روکنے والا ہے نکال دینے سے اسواسطےکہ
زانی مسافرت مین پھر وہی کام کریگا حیا چھوڑ کر یعنے نکالدینے مین فتح باب زنا ہے اسواسطے کہ سفر مین اپنے ہم چشم قوم کی کچھ حیا نہین ھم جمع بین الجلد والرجم
باتفاق آئمہ اربعہ جائز نہین لیکن اہل ظاہر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک دوسری روایت مین جمع ثابت ہے عبادۃ بن الصامت کی حدیث کی دلیل سے
جسکو مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البکر بالبکر جلد مائۃ وتغریب عام والثیب بالثیب جلد مائۃ والرجم
یعنی فرمایا کواری کو ساتھ کواری کے سو کوڑے ہے اور ایک سال نکال دینا اور بیاہا ساتھ بیاہی کے سو کوڑے اور سنگساری جمہور کا یہہ جواب ہے کہ احادیث
کثیرہ سے ثابت ہے کہ رسول کریم نے صلے اللہ علیہ وسلم ماعز وغیرہ کو رجم کیا اور کوڑے نہین مارے تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ جمع بین الرجم والجلد کا حکم
منسوخ ہے علاوہ اسکے رجم کے ساتھ کوڑے مارنے کا کیا فائدہ اور جلد اور نفی کا جمع کرنا امام شافعی اور احمد کے نزدیک ہے بدلیل اول حدیث مذکور
اوسکا جواب یہہ ہے کہ فقط کوڑے مارنے کا حکم کتاب اللہ سے ثابت ہے تو اگر کوڑے کے ساتھ نکال دینا بھی داخل ہو تو لازم آوے زیادۃ علی الکتاب بحدیث
احاد حالانکہ یہہ جائز نہین کذا فی فتح القدیر ملخصا الا سیاسۃ وتعزیرا فیفوض للامام وکذا فی کل جنایۃ نہر مگر باعتبار سیاست اور تعزیر کے

البتہ جمع بین الجلد والنفی جائز ہے نہ بنا بر حد کے پھر جب یہ جمع کرنا بنا بر تعزیر کے ہو تو اسکا اختیار کرنا امام کو مفوض ہے اگر وہ مصلحت دیکھے تو جمع کرے
اور اسیطرح ہر قصور مین امام کو اختیار ہے کذا فی النہر تو یہ جو بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جمع کرنا کوڑے مارنے اور نفی مین مروی ہے تو تعزیر پر محمول ہے نہ حد پر کذا فی
الہدایۃ ویرجم مریض ولا یجلد حتی یبرأ الا ان یقع الیاس من برئہ فیقام علیہ الجلد اور سنگسار کیا جاوے وہ مریض جسنے زنا کیا سو اسلئے کہ
سنگساری واسطے مار ڈالنے کے ہے اور کوڑے سے نمارا جاوے بیمار یہانتک کہ چنگا ہو جاوے مگر یہ کہ اُسکی صحت سے ناامیدی ہو جاوے پھر تو اوسپر حد قائم کیجاوے کذا فی التبیین
ہم کہتے ہین جب صحت سے ناامیدی ہو تو مریض کو بقدر احتمال کے مارنا چاہیئے اسواسطے کہ فتح القدیر مین مصرح ہے کہ جب مریض کی صحت کی امید نہو چنانچہ مسلول
یا نہایت ضعیف الخلقت ہو تو ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک اوسکو کھجور کے گودے سے ایکبار مارنا چاہیئے جسمین سو شاخین ہون طحاوی نے مسند اور ابن ماجہ
سے حدیث روایت کی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایکمرد کی حد مارنے کو فرمایا صحابہ نے کہا یا رسول اللہ وہ نہایت ضعیف الخلقت ہے اگر ہم اسکو
مارینگے تو مقتول ہو جائیگا فرمایا کہ کھجور کی گود لو جسمین سو شاخین ہون پھر اوسکو ایکبار مارو چنانچہ ایسا ہی کیا ہم اسی مضمون کی حدیث تیسیر الوصول مین
ابو داؤد اور نسائی سے مروی ہے ویقام علی الحامل بعد وضعہا لا قبلہ اصلا بل تحبس لو زناہا ببینۃ اور حد قائم کیجاوے حاملہ عورت پر بعد
وضع حمل کے نہ قائم ہو حد قبل وضع کے اصلا بلکہ حاملہ قید کیجاوے اگر اوسکا زنا گواہی سے ثابت ہوا ہو یعنی مقرہ کو قید کرنا نچاہیئے فان کان حدہا الرجم رجمت
حین وضعت الا اذا لم یکن للمولود من یربیہ فحتی یستغنی پھر اگر حاملہ کی حد رجم ہو تو اوسکو رجم کرنا چاہیئے وضع حمل کیوقت مگر جبکہ مولود کا
کوئی پالنیوالا نہو تو اوسپر رجم نہو یہانتک کہ لڑکا مستغنی ہو یعنی جبکہ دودہ پینے سے روٹی کھانے لگے ولو ادعت الحبل یریہا النساء فان قلن نعم
حبسہا سنتین ثم رجمہا کذا فی الاختیار اور اگر زانیہ اپنی حاملہ ہونے کا دعویٰ کرے تو حاکم اوسکو عورتونکو دکھاوے سو اگر وہ کہین کہ ہان وہ حاملہ ہے تو اوسکو
قید رکھے دو سال تک پھر اوسکو پتھر مارے کذا فی الاختیار ولو کان الحد الجلد فبعد انقضاء نفاسہا لانہ مرض اور اگر حد حاملہ کی کوڑے مارنا ہو تو نفاس کے بعد
حد چاہیئے اسواسطے کہ نفاس بیماری ہے اور بیماری مین تا صحت انتظار ہے وشرائط احصان الرجم سبعۃ اور شرائط احصان رجم کی سات ہین یعنی شرائط احصان
وہی احصان ہے تو احصان عبارت ہے امور سبعہ مذکورہ سے احصان رجم اسواسطے کہا کہ اوسمین نکاح اور دخول شرط نہین کذا فی النہر الحریۃ شرائط احصان
مین اول آزاد ہونا ہے تو غلام اور لونڈی محصن نہین اسواسطے کہ مملوک نکاح صحیح پر بنفسہ قادر نہین کہ زنا کا محتاج رجم ہو والتکلیف عقل وبلوغ اور شرط احصان
سے مکلف ہونا یعنی عقل و بلوغ ہم عقل اور بلوغ دو شرطین ہین تو مجنون اور صغیر محصن نہین بسبب عدم اہلیت عقوبت کے والاسلام اور چوتھی
شرط احصان کی اسلام ہے تو کافر محصن نہین اسواسطے کہ اسحق بن راہویہ نے اپنی مسند مین ابن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا من اشرک باللہ فلیس بمحصن یعنی جسنے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہین اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک اسلام شرط احصان نہین بدلیل
حدیث صحیحین کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودی اور یہودیہ پر رجم کا حکم دیا اوسکا جواب یہ ہے کہ حضرت نے بحکم توراۃ قبل نزول اوس آیت کے
جسمین کوڑے مارنے کا حکم ہے حکم دیا تھا پھر کوڑے کی آیت نازل ہوئی بلا شرط اسلام پھر رجم کا حکم ہوا بشرط اسلام چنانچہ حدیث سابق اسپر دلیل ہے کذا
فی الفتح والوطی اور پانچوین شرط احصان جماع ہے تو جسنے نکاح کیا اور صحبت نکی وہ محصن نہین اور مراد جماع سے وہ جماع ہے جس سے غسل لازم آوے یعنی
ادخال حشفہ انزال ہو یا نہو وکونہ بنکاح صحیح حال الدخول اور ہونا جماع کا بنکاح صحیح وقت دخول کے نکاح صحیح کی قید سے نکاح بلا شہود خارج ہو گیا
تو ایسے نکاح سے محصن نہوگا اور اس قید سے کہ دخول کیوقت صحت نکاح ہو وہ شخص محصن ہونے سے نکل گیا جسنے عورت کی طلاق اوسکی نکاح پر معلق کی پھر اس
سے نکاح کیا تو یہ نکاح صحیح ہے لیکن اگر اُس عورت سے صحبت کریگا بعد نکاح کے تو محصن نہوگا اسواسطے کہ قبل دخول وہ مطلقہ ہو گئی کذا فی النہر وکونہما
بصفۃ الاحصان المذکورۃ وقت الوطی فاحصان کل منہما شرط لصیرورۃ الآخر بہ محصنا اور ساتوین شرط احصان کی ہونا دونون کا
وطی کیوقت بصفت احصان جو مذکور ہو چکی تو احصان ہر واحد کا زوجین سے شرط ہے دوسرے شخص کے محصن ہونے کی اوسکے سبب سے ہم وطی کیوقت جمیع
شرائط مذکورہ احصان کا جامع ہونا زوج اور زوجہ مین شرط ہے تو زوج کا محصن ہونا زوجہ کے محصنہ ہونے پر موقوف ہے اور زوجہ کا محصنہ ہونا زوج کے

محصن ہونے پر موقوف ہی تو جسنے کتابیہ ذمیہ یا لونڈی یا صغیرہ یا مجنونہ سی نکاح کرکے قربت کی تو وہ شخص محصن نہوگا اسواسطے کہ زوجہ بسبب عدم اسلام یا عدم حریت یا عدم تکلیف کے محصنہ نہیں اور سبب اسکا یہہ ہی کہ نکاح ایسی عورتونکا لائق نفرت ہے تو حصول نعمت علی وجہ الکمال نہوا تو ایسی شخص کا زنا مستحق رجم نہیں اور اسی طرح وہ شخص محصن نہیں جسنے عورت محصنہ سی قربت کی عدم احصان کیحالت میں اور پہر وہ محصن ہوگیا زنا کیوقت بدلیل مذکور کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو نکح امة او الحرة عبدا فلا احصان الا ان یطأها بعد العتق فیحصل الاحصان به لا بما قبله حتی لو زنی ذمی بمسلمة ثم اسلم لا یرجم بل یجلد تو اگر نکاح کیا آزاد مردنے لونڈی سی یا آزاد عورتنے نکاح کیا غلام سی تو احصان نہیں مگر یہہ کہ عورت سی وطی کرے زوج اوسکا بعد آزاد ہونے لونڈی یا غلام سی تو حاصل ہوگا احصان وطی بعد العتق سے نہ قبل عتق کے وطی سے یہانتک کہ اگر کافر ذمی مسلمان عورت سے زنا کرے پہر وہ مسلمان ہو تو اوسپر رجم نہوگا بلکہ کوڑی مارے جاوینگے اسواسطے کہ مرد محصن نتھا زنا کیوقت اگرچہ عورت محصنہ تھی وبقی شیء آخر ذکره ابن الکمال وهو ان لا یبطل احصانهما بالارتداد فلو ارتدا ثم اسلما لم یعد الا بالدخول بعده اور باقی رہی ایک اور آٹھوین شرط احصان کی جسکو ابن کمال نے ذکر کیا ہی وہ شرط یہہ ہی کہ احصان زوجین کا بسبب ارتداد کے باطل ہوگیا ہو سو اگر دونون مرتد ہوجاوینگے پہر مسلمان ہونگی تو دوبارہ احصان عود نکریگا مگر جماع بعد الاسلام سی ہم ساتھ ہی مرتد ہونے اور ساتھ ہی مسلمان ہونے سی نکاح باطل نہیں ہوتا تو تجدید نکاح کی حاجت نہیں اور اگر اسلام بترتیب ہوا تو تجدید نکاح ضرور ہی ولو بطل بجنون او عته عاد بالافاقة وقیل بالوطی بعده اور اگر احصان باطل ہوا جنون یا بیہوشی سی تو احصان پہر ثابت ہوگا بعد صحت کے اور دوسرا قول یہہ ہی کہ جماع بعد از صحت سی عود احصان ہوگا یہہ قول اخیر ابو یوسف کا قول ہے واعلم انه لا یجب بقاء النکاح لبقائه ای الاحصان فلو نکح فی عمره مرة ثم طلق وبقی مجردا وزنی رجم اور جان رکھہ کہ باقی رہنا نکاح کا واسطے بقاء احصان کے واجب نہیں تو اگر ایک شخص نے اپنی تمام عمر میں ایکبار نکاح کیا پہر عورت کو طلاق دیدی یا بعد وطی وہ مرگئی اور مرد مجرد رہا اور اوسنے زنا کیا تو سنگسار ہوگا ونظم بعضهم الشروط فقال شروط احصان اتت ستة فخذها عن النص مستفهما بلوغ وعقل وحریة ورابعها کونه مسلما وعقد صحیح ووطء مباح متی یختل شرط فلا یرجما اور بعض علما نے شروط احصان کو یون نظم کیا ہی شروط احصان کی چہہ ہین سو لے انکو تصریح سی دریافت کرکے ایک بلوغ دوسری عقل تیسری حریت اور چوتھی شرط ہونا اوسکا مسلمان اور پانچوین نکاح صحیح اور چہٹی وطی مباح جبکہ مختل ہوئی کوئی شرط تو سنگسار نہو ھم اس نظم میں دو شرطین باقی رہگئیں ایک ہونا زوجین کا متصف بصفت احصان وقت دخول کے اور دوسری نہ باطل ہونا احصان کا ارتداد سی طحطاوی نے کہا کہ اس نظم کو صاحب عمدہ نے ذکر کیا ہی لیکن ہم نے نقل کیا ہی

باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبه

لقیام الشبهة لحدیث ادرؤوا الحدود بالشبهات ما استطعتم [illegible] یہہ باب ہی اوس وطی کے بیان میں جس سی حد واجب ہوتی ہی اور جس سے حد واجب نہیں ہوتی بسبب قائم ہونے شبہہ کے بدلیل اس حدیث کے کہ ٹالو حدود کو بسبب شبہون کے جہانتک کہ تم سی ہوسکے ھم عنقریب مذکور ہوچکا کہ ابو یعلی کی مسند میں حدیث مرفوع ابن النبی [illegible] ہی کہ ادرؤوا الحدود ما استطعتم اور امام اعظم ابو حنیفہ کی مسند میں ابن عباس سی مروی ہی قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ادرؤوا الحدود بالشبهات (ٹالو حدود کو بسبب شبہون کے) اور ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سی روایت کی کہ امیر المومنین عمر فاروق نے کہا کہ اگر میں حدود کو بسبب شبہات کے معطل رکہون یہہ مجھکو زیادہ محبوب تر ہے کہ اونکے شبہات سی اقامت کرون اور معاذ اور عبد الله بن مسعود اور عقبہ بن عامر رضی الله عنہم سی ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ ان حضرات نے کہا کہ جب تجکو شبہہ پڑی حد میں تو ٹالدی ہر چند ابن حزم وغیرہ اہل ظاہر شبہات سی حد ٹالنے کے منکر ہین لیکن چونکہ حدیث وغیرہ اور آثار صحابہ کرام سی یہہ امر ثابت ہی اور فقہاء امصار کا اسپر اتفاق اور اجماع ہی تو انکار اونکا باطل ہے لائق التفات کے نہیں کذا فی فتح القدیر الشبهة ما یشبه الشیء الثابت ولیس بثابت فی نفس الامر شبہہ یعنی دہوکا وہ چیز ہے جو مشابہ ہی شی ثابت کی حالانکہ وہ نفس الامر میں ثابت نہیں یعنی شبہہ عبارت ہی امر غیر واقعی سی جو امر واقعی سی مشابہت رکھے چنانچہ ولد کی لونڈی اپنی لونڈی کے مشابہ ہی حلت ملک میں اور حالانکہ ولد کی لونڈی واقع میں حلال نہیں باپ پر وهي ثلاثة انواع شبهة حکمیة فی المحل اور شبہہ تین قسم پر ہے ایک شبہہ فی المحل ہی

باب

جسکو شبہہ حکمیہ بھی کہتے ہیں ہم محل سے مراد وہ عورت ہے جس سے وطی کی وَشُبْہَۃٌ فِی اشْتِبَاہِ الْفِعْلِ اور دوسرا شبہہ فعل جسکو اشتباہ بھی کہتے ہیں یعنے
فعل وطی میں اشتباہ واقع ہوا وَشُبْہَۃٌ فِی الْعَقْدِ وَالتَّحْقِیْقُ دُخُوْلُ ھٰذِہٖ فِی الْاُوْلَیَیْنِ وَسَنُحَقِّقُہٗ اور تیسرا شبہہ فی العقد ہے یعنی نکاح کا شبہہ اور تحقیق یہہ
ہے کہ شبہہ عقد کا پہلے دونوں شبہوں میں داخل ہے کوئی علیحدہ شبہہ نہیں اور عنقریب ہم اسکی تحقیق کرینگے فَاِنْ ادَّعَاھَا اَیِ الشُّبْہَۃَ وَبَرْھَنَ تُقْبَلُ
بُرْھَانُہٗ وَسَقَطَ الْحَدُّ وَکَذَا یَسْقُطُ بِمُجَرَّدِ دَعْوَاھَا اِلَّا فِیْ دَعْوَی الْاِکْرَاہِ خَاصَّۃً فَلَا بُدَّ مِنَ الْبُرْھَانِ لِاَنَّہٗ دَعْوٰی بِفِعْلِ الْغَیْرِ فَیَلْزَمُ ثُبُوْتُہٗ
یعنی سو اگر زانی نے شبہہ کا دعوی کیا اور برہان سے یعنی گواہوں سے ثابت کیا تو اسکے گواہ قبول ہونگے اور حد اوس سے ساقط ہو جاویگی اور اسیطرح سے ساقط
ہوگی حد فقط دعوی بلا برہان سے بھی مگر مخصوص اکراہ کے دعوی میں مجرد دعوی بلا برہان مسقط حد نہوگا تو ضرور ہوگا اکراہ کے دعوی میں برہان سے اسواسطے کہ اکراہ
غیر کے فعل کا دعوی ہے تو مدعی پر اوسکا ثابت کرنا لازم ہوگا کذا فی البحر لَا حَدَّ بِالْاِتِّفَاقِ بِشُبْہَۃِ الْمَحَلِّ اَیِ الْمِلْکِ وَتُسَمّٰی شُبْہَۃً حُکْمِیَّۃً اَیِ الثَّابِتُ
حُکْمُ الشَّرْعِ بِحِلِّہَا حد لازم نہیں شبہہ محل سے یعنی شبہہ ملک سے اور شبہہ محل کو شبہہ حکمیہ بھی کہتے ہیں شبہہ حکمیہ جسمیں محل کی حلت بحکم شرع ثابت ہے ہم
شارح نے تعریف شبہہ حکمیہ کی فتح القدیر سے نقل کی ہے بحذف مضاف اسمیں یوں ہے ای الثابت شبہۃ حکم الشرع بحل المحل [illegible]
کا شبہہ بحکم شرع ثابت یعنی شبہہ محل میں ثابت ہے بسبب قائم ہونے اوس دلیل کے جو حرمت محل کی نافی ہے یعنی جب دلیل شرع کو دیکھیں قطع نظر مانع سے تو اوسکو منافی حرمت کی پاویں کذا فی فتح القدیر
وہ یہہ ہے کہ محل میں شبہہ ثابت ہو اسطرح کہ محل میں شبہہ ملک پایا جاوے یعنی ملک رقبہ یا ملک وطی اور اسکو شبہہ حکمیہ کہتے ہیں اس اعتبار [illegible]
سے اسقاط حد میں اگرچہ فی الحقیقت ملک ثابت نہیں طحطاوی نے کہا کہ یہہ تقریر خوب واضح ہے وَاِنْ ظَنَّ حُرْمَتَہٗ شبہہ محل سے حد نہیں اگرچہ [illegible]
محل کا گمان رکھتا ہو یعنی شبہہ محل میں اسقاط حد کا مدار دلیل شرعی پر ہے نہ زانی کے اعتقاد پر اسواسطے کہ اسکا ثابت ہونے دلیل کے نفس الامر میں [illegible]
سے زانی اوسکو جانے یا نجانے دونوں برابر ہیں کذا فی الفتح اب مصنف اور شارح امثلہ شبہہ محل کے مذکور کرتے ہیں کوطی امۃ [illegible]
وَاِنْ سَفَلَ وَلَوْ وَلَدُہٗ حَیًّا فَاِنَّ الْحُرْمَۃَ عَلَیْہِ [illegible] لِحَدِیْثِ اَنْتَ وَمَالُکَ لِاَبِیْکَ چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی کا جماع یا اپنے پوتے کی لونڈی کا جماع اگرچہ پوتا نیچے کا
ہو گو کہ بیٹا زندہ ہو تو بھی پوتے پروتے کی لونڈی کے وطی سے حد نہیں کذا فی الفتح بدلیل اس حدیث کے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے ہم ابن ماجہ نے جابر رض
سے بسند صحیح روایت کی کہ ایکمرد نے کہا یا رسول اللہ کہ البتہ میرا مال ہے اور میرا بیٹا ہے اور میرا باپ مال کو مانگتا ہے حالانکہ وہ میرے مال کا محتاج نہیں حضرت ہم
نے فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے اور اس مضمون کی حدیث طبرانی اور بیہقی نے بھی روایت کی ہے مع القصہ الطویلۃ کذا فی فتح القدیر اس حدیث کے لیا ہے
معلوم ہوا کہ ولد کا مال والد کا مال ہے تو اوسکی لونڈی کی وطی کی حلت کا شبہہ ثابت ہو گیا بہ اکہ میں اگرچہ واقع میں [illegible]
نہیں وَمُعْتَدَّۃُ الْکِنَایَاتِ وَلَوْ خَالَعَھَا خُلْعًا عَنْ مَالٍ وَاِنْ نَوٰی بِھَا ثَلٰثًا نَظَرًا لِقَوْلِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ الْکِنَایَاتُ رَوَاجِعُ [illegible] کنایات
طلاق کی معتدہ کی وطی سے حد نہیں اگرچہ عدت خلع بلا مال کی ہو گو کہ کنایات سے تین طلاق کی نیت کی ہو کذا فی النہر بدلیل قول عمر رض کہ کنایات رواجع
ہیں یعنی کنایات سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے ہم قول مذکور سے شبہہ حلت وطی کا پیدا ہوا اگرچہ مفتی بہ [illegible] کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی
ہے اور خلع بلا مال میں اسواسطے حد نہیں کہ اسکے بائن ہونے میں صحابہ مختلف ہیں کذا فی البحر عن جامع النسفی اور فتح القدیر میں خلع بلا مال کو شبہہ مثالوں میں ذکر
نہیں کیا تو ظاہرا اسمیں دو قول ہیں کذا فی الطحطاوی وَوَطْیُ الْبَائِعِ الْاَمَۃَ الْمَبِیْعَۃَ وَالزَّوْجِ الْاَمَۃَ الْمَمْھُوْرَۃَ قَبْلَ تَسْلِیْمِھَا لِلْمُشْتَرِیْ وَالزَّوْجَۃِ
وَکَذَا بَعْدَہٗ فِی الْفَاسِدِ اور چنانچہ وطی کرنا بائع کا بیچی ہوئی لونڈی سے قبل تسلیم مشتری کے اور وطی زوج کے اوس لونڈی سے جسکو زوجہ کے مہر میں
مقرر کیا قبل تسلیم زوجہ کے اور اسیطرح نکاح فاسد میں بھی بعد تسلیم کرنے زوجہ کے بھی حد ساقط ہے وَوَطْیُ الشَّرِیْکِ اَیْ اَحَدِ الشَّرِیْکَیْنِ الْجَارِیَۃَ
الْمُشْتَرَکَۃَ وَوَطْیُ جَارِیَۃِ مُکَاتَبِہٖ وَعَبْدِہِ الْمَاْذُوْنِ لَہٗ وَعَلَیْہِ دَیْنٌ مُحِیْطٌ بِمَالِہٖ وَرَقَبَتِہٖ زیلعی اور وطی شریک کی یعنی دو شریکوں میں سے ایک شریک
کا وطی کرنا مشترک لونڈی کا اور اپنے مکاتب کی لونڈی کے وطی اور اپنے عبد ماذون فی التجارۃ کی لونڈی کے وطی مسقط حد ہے اور حالانکہ اوس عبد پر اتنا
دین ہے جو اوسکے مال اور اوسکی ذات کو محیط ہے کذا فی الزیلعی اور اگر عبد مدیون نہوگا تو بطریق اولی حد نہیں ہم مشترک لونڈی کی ملک کا شبہہ تو ظاہر ہے

اور مکاتب اور عبد ماذون کے مال مین حق ہے مولی کا تو اسکے حق مین شبہہ ملک البتہ ثابت ہو و وطی جاریۃ من الغنیمۃ بعد الاحراز بدار نا او قبلہ
اور وطی غنیمت کی لونڈی کی بعد لے آنے دار الاسلام کے یا قبل لے آنے کے ہم غازیون کا حق بعد استیلا کے ثابت ہو تو شبہہ ملک کا پیدا ہوا اور ظاہر امراد
یہہ ہو کہ وطی اوسکی قبل قسمت کی ہوئی اور بعد قسمت کے وطی سے حد لازم ہوگی بسبب متعین ہو جانے مالک کے کذا فی الطحطاوی و وطی جاریۃ قبل الاستبراء
والتی فیہا الخیار للمشتری والتی ھی اختہ رضاعا اور حد نہین خریدی لونڈی کو وطی سے قبل استبرا کے اور اُس لونڈی کے وطی سے جسکی خرید مین خیار
باقی ہے مشتری کو اور اُس لونڈی کے وطی سے جو مولی کی رضاعی بہن ہو ہم اور اگر بائع کو خیار ہو تو بطریق اولے حد واجب نہین اور یہی حکم ہے جبکہ بائع
اور مشتری دونوں کو خیار ہو یا مرد اجنبی کو خیار ہو و زوجۃ حرمت بردتہا او مطاوعتہا لابنہ او جماعہ لامہا او بنتہا لان من الائمۃ
من لم یحرم بہ اور حد نہین اُس زوجہ کی وطی سے جو حرام ہوگئی زوج پر بسبب مرتد ہو جانے کے یا زوج کے ولد کے جماع سے راضی ہوگئی یا وہ زوجہ کہ جو
سے جو حرام ہوگئی بسبب جماع کرنے زوج کے اوسکی مان یا اوسکی بیٹی سے اسواسطے کہ بعضے امام اسکی حرمت کے قائل نہین ہم یہہ تعلیل متعلق ہے ارتداد اور
اوسکی مابعد سے کتاب النکاح مین مذکور ہو چکا کہ مشائخ بلخ نے ارتداد زوجہ سے عدم فرقت کا فتوی دیا ہے اور باقی صورتون مین امام شافعی کا خلاف ثابت ہے
بہرصورت شبہہ پیدا ہوا حد ساقط ہوگئی وغیر ذلک کما لا یخفی علی المتتبع فدعوی الحصر فی ستۃ مواضع ممنوع اور سوا ان امثلہ مذکورہ کے
شبہہ محل کی اور بھی مثالین ہین چنانچہ کتب فقہ کے دیکھنے والے پر یہہ امر مخفی نہین تو دعوی حصر کا چھہ مکانون مین ممنوع ہے ہم یہہ تعریض ہے صاحب درر پر
ہرچند صاحب درر نے دعوی حصر کا نہین کیا مگر ظاہر کلام حصر پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ شمار کرنا بیان کے مقام مین قرینہ ہے حصر کا کذا فی المنح
ولاحد ایضا بشبہۃ الفعل وتسمی شبہۃ اشتباہ ای شبہۃ فی حق من حصل لہ اشتباہ اور حد نہین شبہہ فعل سے بھی اور اوسکو شبہہ اشتباہ
بھی کہتے ہین یعنی شبہہ اوسکی حق مین ثابت ہے جسکو دھوکا پڑا حلت مین ہم شبہہ فعل کو شبہہ مشابہت بھی بولتے ہین ان ظن حلہ العبرۃ لدعوی
الظن وان لم یحصل لہ الظن شبہہ نص سے اُسوقت حد ساقط ہوگی اگر زانی نے حلت وطی کا گمان کیا ہو اور اعتبار ظن کے دعوی کرنیکا اگرچہ
نفس الواقع اوسکو ظن نہ حاصل ہوا ہو ولو ادعاہ احدھما فقط لم یحدا حتی یقرا جمیعا بعلمہما بالحرمۃ نہر اور اگر مرد اور عورت مین سے فقط
ایک نے ظن حلت کا دعوی کیا تو دونون پر حد نہ ماری جاویگی یہانتک کہ دونون ملکر اپنے علم بالحرمت کا اقرار کرین کذا فی النہر یعنی شبہہ اشتباہ مین اسوقت
دونون پر حد ماری جاویگی جب دونون زنا کا اقرار کرین اسطرح پر کہ ہمنے حرام جانکر زنا کیا اب شبہہ اشتباہ کی مثالین مذکور ہوتی ہین کوطی امۃ ابویہ
وان علیا ستتہ چنانچہ اپنے والدین کی لونڈی سے جماع کرنا اگرچہ والدین دور کے ہون کذا ذکرہ الشمنی یعنی دادا دادی کی لونڈی یا پردادا پرداد
کی لونڈی سے جماع کرنا بھی مسقط حد ہے اسواسطے کہ اتصال املاک بین الاصول والفروع سے یہہ گمان ہوتا ہے کہ ولد کو والدین کی لونڈی کے جماع مین
ولایت ہے چنانچہ باپ کو بیٹے کی لونڈی پر ولایت ہے کذا فی المنح ومعتدۃ الثلث ولو جملۃ اور چنانچہ تین طلاق کی عدت والی سے جماع کرنا
اگرچہ طلقات ثلثہ یکبارگی واقع ہوگئی ہون ہم اگرچہ مطلقہ ثلثہ کی حرمت قطعی ہے لیکن بقاء بعض احکام نکاح سے مانند وجوب نفقہ و حرمتی
اور منع خروج اور ثبوت نسب وغیرہا سے ظن حلت کا شبہہ پڑسکتا ہے موضع اشتباہ مین کذا فی المنح وامۃ امرأتہ وامۃ سیدہ اور چنانچہ اپنی زوجہ
کی لونڈی سے یا اپنے مولے کی لونڈی سے جماع کرنا ہم حق تعالی نے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت خدیجہؓ کے مال سے غنی فرمایا چنانچہ ارشاد
کیا و وجدک عائلا فاغنی تو اس آیت سے شبہہ پڑسکتا ہے کہ زوج کو زوجہ کے مال مین تصرف کا اختیار ہے اور غلام محتاج ہے اپنے مولے کے مال کا
تو اگر زوجہ یا غلام کو شبہہ حلت کا پڑے تو معذور قرار دیا جاویگا و وطی المرتھن الامۃ المرھونۃ فی روایۃ کتاب الحدود وھی المختار
زیلعی اور چنانچہ جماع کرنا مرتہن کا مرہونہ لونڈی سے مسقط حد ہے کتاب الحدود کی روایت مین بشرط ظن حلت اور یہی روایت مختار ہے کذا فی شرح
الزیلعی ہم جب مرتہن نے کہا کہ مین مرہونہ لونڈی کی حرمت جانتا تھا اور اُس سے جماع کیا تو اوسمین دو روایتین ہین سو کتاب الرہن کی روایت مین اوسپر
حد نہین تو یہہ مسئلہ شبہۃ المحل کے فروع سے ہوگا اور کتاب الحدود کی روایت مین حد واجب ہے ہدایہ مین کہا کہ یہی قول اصح ہے اور شرح زیلعی مین کہا یہی قول

مجتبیٰ ہے کذا فی المنح اسواسطے کہ مرہونہ پر مرتہن کی ملکیت ثابت نہین ہوتی ہے بلکہ جماع مرہونہ کی حلت کا کذا فی الطحطاوی وفی الهدایۃ المستعیر للرھن کالمرتھن اور ہدایہ مین ہو کہ جو کوئی اسواسطے لونڈی کو عاریت مانگنے والا مرتہن کی برابر ہی حکم مین یعنی اگر مستعیر لونڈی سے بگمان حلت جماع کریگا تو حد مارا نہ جاویگا اور بہیر حد نہین حلبی نے کہا کہ للرہن کا لام تعلیل کا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ لونڈی کو رہن رکھنے کیواسطے عاریت لیا اور یہہ لام تعدیہ کا نہین تاکہ یہ مطلب ہو کہ مرہونہ لونڈی کو مرتہن سے عاریت لیا و سیجی ان کا لامستاجرۃ والمغصوبۃ اور مستاجرہ اور مغصوبہ لونڈی کا حکم آگے آویگا وینبغی ان یکون موقوفا علیہ کالمرہونۃ بحر اور بحر الرائق مین کہا کہ لائق یون ہے کہ موقوف علیہ لونڈی مرہونہ کی مانند ہو حکم مین یعنی بگمان حلت اوس سے وطی کرنے مین حد نہین ومعتدۃ الطلاق علی مال وکذا المختلعۃ علی الصحیح بدایع اور جیسا کہ طلاق بعوض مال کی عدت والی سے جماع کرنا اور اسیطرح مختلعہ سے جماع کرنا بنا بر قول صحیح کے کذا فی البدائع اسواسطے کہ مطلقہ بعوض مال کی حرمت بالاجماع ثابت ہی مانند مطلقہ ثلثہ کی کذا فی المنح تو بدون ظن حلت حد ساقط نہو گی ومعتدۃ الاعتاق والحال انھا ام ولد اور جیسا کہ اعتاق کی عدت والی سے جماع کرنا حالانکہ وہ ام ولد ہے مولی کی اسواسطے کہ اسکی بھی حرمت بالاجماع ثابت ہی لیکن اشتباہ حلت ہوسکتا ہی بقاء عدت کے سبب سے کذا فی المنح والواطی ان ادعی النسب یثبت فی الاولی ای شبہۃ المحل لا فی الثانیۃ ای شبہۃ الفعل لتمحضہ زنا الا فی المطلقۃ ثلثا بشرطہ بان تلد لاقل من سنتین لا لاکثر الا بدعوۃ کما مر فی بابہ وکذا المختلعۃ والمطلقۃ بعوض بالا ولی نھایۃ اور جماع کرنیوالا اگر لڑکے کے نسب کا دعوی کرے تو پہلے شبہہ مین یعنی شبہہ المحل مین نسب ثابت ہوگا نہ ثابت ہوگا نسب دوسرے شبہہ مین یعنی شبہہ الفعل مین اوسکے خالص زنا ہونیکے سبب سے اور حد جو ساقط ہو گئی سو اشتباہ کے سبب سے مگر مطلقہ ثلثہ مین البتہ بلا دعوت نسب ثابت ہی اوسکی شرط کے پائی جانے سے اسطرح پر کہ مطلقہ مذکورہ دو سال سے کمتر مدت مین جنی ہو نہ زیادہ دو سال سے کہ زیادتی مین نسب ثابت نہین مگر بدعوت چنانچہ بیان انکا ثبوت النسب کے باب مین مذکور ہوچکا اور اسیطرح مختلعہ اور مطلقہ بعوض مال کے ولد کا نسب بطریق اولے ثابت ہی کذا فی النہایہ اسواسطے کہ خلع اور طلاق بعوض مال تین طلاق سے کمتر ہی کذا فی الطحطاوی پہر جب اکثر مین ثبوت نسب ہوا تو اقل مین بطریق اولے ہوگا طلاق اور خلع مین اسواسطے نسب ثابت ہوا کہ اسمین شبہ العقد ہی بخلاف باقی مواضع شبہۃ الفعل کے کہ وہان شبہہ عقد کا نہین کذا فی المنح عن البحر والا فی وطی امرأۃ زفت الیہ وقال النساء ھی زوجتک ولم تکن کذلک معتمدا خبرھن فیثبت نسبہ بالدعوۃ بحر اور نسب ثابت نہین ہوتا شبہۃ الفعل مین مگر اوس عورت کی وطی مین جو پہونچائی گئی مرد کے پاس اور عورتون نے کہا کہ یہہ تیری زوجہ ہی اور حالانکہ وہ اوسکی زوجہ نہین بشرطیکہ مرد نے عورتون کی خبر پر اعتماد کیا ہو تو اوسوقت مین اوسکا نسب ثابت ہوگا دعوت سے کذا فی البحر ولا حد ایضا بشبہۃ العقد ای عقد النکاح عندہ ای الامام کوطی محرم نکحھا اور حد نہین شبہۃ العقد سے یعنی عقد نکاح کے شبہہ سے امام اعظم کے نزدیک چنانچہ اوس محرم سے وطی کرنا جس سے نکاح کیا ھو محرم کو مطلق کہا تو محرم نسبی اور محرم سببی اور محرم رضاعی کو شامل ہی اور چند امام کے نزدیک سبب شبہہ عقد کے حد نہین لیکن بنا بر سیاست کے اوسپر سخت تعزیر اور ضرب شدید واجب ہی اگر اوسکو حرمت محارم کا علم ہو وقالا ان علم بالحرمۃ حد وعلیہ الفتوی خلاصہ اور صاحبین نے کہا اگر واطی حرمت محارم کی جانتا ہو تو حد مارا جاوے اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الخلاصہ لکن المرجح فی جمیع الشروح قول الامام فکان الفتوی علیہ اولی قالہ قاسم فی تصحیحہ لیکن تمام شروح مین قول امام کا ترجیح دیا گیا ہی تو اوسی پر فتوی بہتر ہے یہی کہا ہی شیخ قاسم نے اپنی تصحیح مین لکن فی القہستانی عن المضمرات علی قولہما الفتوی فی المتون لیکن قہستانی مین مضمرات سے منقول ہی کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے متون مین ھم یہہ استدراک ہی شیخ قاسم کے جمیع شروح کے قول پر اسواسطے کہ مضمرات بھی شرح ہی تو عموم جمیع شروح کا نہ ثابت ہوا وحرر فی الفتح انھا من شبہۃ المحل وفیہا یثبت النسب کما مر اور فتح القدیر مین تحریر کیا ہی کہ شبہۃ العقد شبہۃ المحل مین داخل ہے اور اوسمین نسب ثابت ہوتا ہی چنانچہ مذکور ہو چکا وطی فی نکاح بغیر شہود لا حد بشبہۃ العقد اور نکاح بلا شہود کے جماع کرنے مین حد نہین بسبب شبہہ عقد کے وفی المجتبی تزوج بمحرمہ او منکوحۃ الغیر او معتدتہ ووطیھا ظانا الحل لا یحد ویعزر وان ظاننا الحرمۃ فکذلک عندہ خلافا

لہما فظہرانّ تقسیمہا ثلثۃ اقسام قول الامام اور مجتبیٰ میں ہے کہ نکاح کیا مرد نے اپنی محرم عورت سے یا غیر کی منکوحہ سے یا اپنی عدت والی
اوراس سے جماع کیا حلال گمان کرکے تو اوسپر حد نہ ماری جاویگی اور تعزیر دیجاویگی اور اگر اوسنے حرام جانکر وطی کی تو اوسیطرح اوسپر بھی حد نہیں امام
کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک اوسپر حد ہے تو اس تقریر سے ظاہر ہوگیا کہ شبہہ کو تین قسم پر تقسیم کرنا یعنی شبہۃ المحل اور شبہۃ الفعل اور
شبہۃ العقد یہہ قول ہے امام کا ھم حلبی نے کہا کہ اگر تقسیم من حیث الحکم مراد ہو تو سبکے نزدیک شبہہ دو ہی قسم ہے غایۃ الامر یہہ ہی کہ شبہۃ العقد
کا حکم امام کے نزدیک شبہۃ المحل کا حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک شبہۃ الفعل کا حکم ہے اور اگر تقسیم من حیث المفہوم مراد ہے تو بھی شبہہ دو ہی قسم ہے
اسواسطے کہ بعضا شبہۃ العقد شبہۃ الفعل میں داخل ہے چنانچہ معتدہ ثلث اور بعضا شبہۃ المحل میں داخل ہے چنانچہ مسئلہ متن کا دخّہٗ بوطی امۃ
اخیہ وعمّہ وسائر محارمہ سوی الولاد لعدم الانبساط فی ماله اور حد ماریجاویگی اپنے بھائی کی لونڈی اور چچا کی لونڈی کے وطی سے اور سوای ولادت
کے باقی محارم کے لونڈیوں کے وطی سے بسبب عدم انبساط کے یعنی بھائی یا چچا وغیرہما کے مال میں توسع اور بے تکلفی جاری نہیں چنانچہ باپ اور بیٹے کے
مال میں جاری ہے ولہذا ظن حلت اوسمین بیان برابر ہے و بوطی امرأۃ وجدت علی فراشہ فظنہا زوجتہ ولو ھو اعمی لتمیزہ بالسؤال
الا اذا دعاھا فاجابتہ وقالت انا زوجتک او انا فلانۃ باسم زوجتہ فواقعہا لان الاخبار دلیل شرعی حتی لو اجابتہ بالفعل او
بنعم حدّ اور حد ماری جاویگی اوس عورت کے جماع سے جو پائی کئی مرد کے بستر پر سو اوسنے گمان کیا کہ وہ اوسکی زوجہ ہے اگرچہ وہ شخص اندھا ہو تو بھی
حد ہے بسبب امتیاز حاصل کرسکنے اندھے کے سوال کرکے مگر جبکہ اوسنے عورت کو بلایا سو اوسنے جواب دیا اوسکو یون کہکر کہ میں تیری جورو ہوں یا میں
فلانی ہوں اوسکی جورو کا نام لیکر پھر اوسنے اوس سے جماع کیا تو اوسپر حد نہیں اسلئے کہ خبر دینا دلیل شرعی ہے یہانتک کہ اگر عورت اجابت فعلی کریگی یعنی
جماع پر قادر کریگی یا فقط ہان کہیگی تو مرد پر حد ماری جاویگی ہم بستر پر عورت کے پانے سے اسواسطے حد ہے کہ بعد طول صحبت کے اپنی زوجہ کی امتیاز کرلینا
مرد پر مخفی نہیں ہوسکتا لہذا ظن حلت یہاں مستند بدلیل نہیں بخلاف شب زفاف کے کہ سبب عدم تمیز کے غیر عورت کو کہا گیا کہ یہہ تیری جورو ہے و ذمیا
عطف علی ضمیر حدّ وجاز للفصل زنیٰ بہا حربیٌّ مستامنٌ اور حد ماری جاویگی ذمیہ عورت پر جس سے مستامن مرد نے زنا کیا شرح میں کہا ذمیۃ کا
لفظ حدّ کی ضمیر پر معطوف ہے اور عطف اسم ظاہر کا ضمیر متصل پر جو اغلب وہ ضمیر بارز ہے بسبب جدائی واقع ہونے کے اور عدم جواز صورت عدم فصل پر دخّہٗ
ذمی مع حربیۃ مستامنۃ لا یحدّ الحربی فی الاولی والحربیۃ فی الثانیۃ والاصح عندنا لا یحدّ الحد کلہا لا التزامہا علی مستامن الاحد القذف
اور حد ماری جاوی مرد ذمی جسنے حربیۃ مستامنہ سے زنا کیا نہ حد ماری جاویگی مرد حربی پر پہلی صورت میں اور نہ حربیہ عورت پر دوسری صورت میں امام اعظم
کے نزدیک یہہ ہی کہ جمیع حدود کی اقامت نہیں ہوتی مستامن پر سوا حد قذف کے ولا یحدّ بوطی بہیمۃ بل یعزر وتذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع
بہا حیّۃ ومیتۃ مجتبیٰ اور نہ حد ماری جاوی جانور کے جماع سے بلکہ اوسکو تعزیر دیجاویگی اور جانور ذبح کیا جاویگا پھر جلایا جاویگا اور مکروہ ہی فائدہ
لینا اوسکی جیتی اور مرتے کذا فی المجتبیٰ ھم ذبح کرنا جانور کا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے تاکہ اس فعل قبیح کی جس سے طبع سلیم نفرت کرتی ہی گفتگو منقطع ہوجاوے
یہہ جلانا اسوقت ہی جب جانور فاعل کا ہو اور اگر غیر کا ہو تو اوسکو اختیار ہے کہ قیمت لیکر فاعل کو جانور دیڈالے کذا فی المنح وفی النہر الظاہر انہ یطالب ندبا
لقولہم یضمن بالقیمۃ اور نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر ایسا ہی کہ مالک جانور کا جانور کے دینے پر مطالبہ کیا جاویگا بطریق استحباب کے بدلیل قول فقہا کے کہ جانور
مضمون بالقیمت ہی ھم طحطاوی نے کہا کہ ضمان قیمت دلیل استحباب نہیں اور یہہ عبارت نہر الفائق میں بھی نہیں بلکہ اوسکی عبارت یون ہی فان کانت الدابۃ
لغیرہ امر صاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ ثم تذبح والظاہر انہ یطالب اولا بالدفع علی وجہ الندب ولذا قال فی الخانیۃ کان لصاحبہا ان یدفعہا
الیہ بالقیمۃ یعنی اگر جانور غیر شخص کا ہو تو اوسکے مالک کو حکم کیا جاویگا کہ جانور فاعل کو دیڈالے قیمت لیکر پھر وہ ذبح کیا جاویگا اور ظاہر ایسا ہی کہ مالک
مطالب بالدفع علی وجہ الاستحباب ہی اور اسیواسطے خانیہ میں کہا ہی کہ اوسکے مالک کو اختیار ہی کہ جانور اوسکو دیدے قیمت لیکر ولا یحدّ بوطی اجنبیۃ زفت
الیہ وقیل خبر الواحد کاف فی کل ما یعمل فیہ بقول النساء ہی عرسک وعلیہ مہرہا بذلک قضی عمر رضی اللہ عنہ وبالعدۃ اور حد نہ ماری جاویگی

اجنبی عورت کے جماع سے جو شب زفاف مین پونہچائی گئی مرد کے پاس اور کہا گیا کہ یہہ تیری زوجہ ہے اور مرد پر مہر عورت کا واجب ہی یعنی مہر مثل اسکا حکم
کیا عمر فاروق رض نے اور عدت کا شارح کہتا ہی خبر دینا ایکعورت کا کافی ہے جہان عورتون کے قول پر عمل کیا جاتا ہی یعنی اگر ایکعورت بھی کہیگی کہ یہہ
تیری زوجہ ہی تو حد ساقط ہے اسواسطے کہ ابتدای ملاقات مین امتیاز اپنی زوجہ کی غیر عورت سی نہین ہوتی تو مقام ہو اشتباہ کا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہہ
حکم عمر فاروق سی نقل کیا حالانکہ بحر الرائق وغیرہ مین یہہ حکم علی مرتضی سے ثابت ہے او یوطی محرمۃ قال الان فعل فی الاجانب محق وان
فی عبدہ او امتہ او زوجتہ فلا حد اجماعا بل یعزر وقال فی الدرر بنحو الاحراق بالنار وهدم الجدار والتنكيس من محل مرتفع باتباع
الاحجار وفی الحاوی والجلد اصح یا وطی متعدد سی حد نہین امام کی نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ اگر یہہ فعل اجانب مین کیا تو حد ماری جاویگی اور اگر
اپنے غلام یا لونڈی یا زوجہ سی کیا تو باجماع امام اور صاحبین کے حد نہین بلکہ تعزیر دیا جاوے اور درر مین کہا کہ تعزیر دیا جاوی مانند آگ سی جلا دینے
کی اور اوسپر دیوار ڈہا دینا اور اونچی مقام سی اوندہا گرا دینی سی پتہرون کے ساتھہ ڈہلکا کر اور حاوی مین ہی کہ امور ثلثہ مذکورہ سی کوڑی مارنے کی
تعزیر صحیح تر ہے ھم صاحبین کے نزدیک لواطت مین حد ہے اس دلیل سی کہ لواطت مانند زنا ہی اسواسطے کہ محل شہوت مین شہوت رانی اور آب ریزی ہے
بوجہ حرمت اور امام اعظم کے نزدیک لواطت درحقیقت زنا نہین ولہذا صحابہ کرام اسکی جزا مین مختلف ہین کسی نے آگ سی جلانا اور کسی نے اوسپر دیوار
کا ڈہانا اور کسی نے مکان بلند سی پتہرون کے ساتھہ گرانا تجویز کیا اور اسمین معنی زنا موجود نہین اسواسطے کہ اضاعت اور اشتباہ انساب نہین تو اگر لغت عرب
مین لواطت زنا ہوتی یا بمعنی زنا تو صحابہ کرام کہ اہل لسان تھے اوسکی موجب مین مختلف نہوتے بلکہ حد زنا تجویز فرماتے اور یہہ جو ابن عباس سی سنن
ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین حدیث مرفوع مروی ہی کہ جسکو تم قوم لوط کا عمل کرتے دیکھو تو فاعل اور مفعول کو قتل کرو تو یہہ حکم بطریق
سیاست ہی نہ بطور حد کذا فی الفتح ملخصا وفی الفتح یعزر ویسجن حتی یموت او یتوب ... ولو اعتاد اللواطۃ قتلہ الامام سیاسۃ قلت وفی
النھر معزیا للبحر التقیید بالامام یفید ان القاضی لیس له الحکم بالسیاسۃ اور فتح القدیر مین ہی کہ لواطت کرنیوالا تعزیر دیا جاوے
اور قید کیا جاوی یہانتک کہ مر جاوی یا توبہ کری اور اگر اوسکو ... کی عادت پڑگئی ہو تو امام یعنی سلطان اوسکو قتل کری بطریق سیاست کہ شارح
کہتا ہی اور نہر الفائق مین بحر الرائق سی منقول ہی کہ امام کی قید ... اسکی مفہوم ہی کہ قاضی کیواسطے حکم سیاست کا نہین ھم بحر الرائق مین یہہ مسئلہ بطریق بحث کے ہی
نہ بطور منصوص کے علاوہ اسکے امام کیواسطے خصوصیت قتل اس جہت سی لازم نہین تخصیص جمیع جزئیات سیاست کیواسطے امام کے اور معین الحکام مین مذکور
ہے کہ اکثر جزئیات سیاست مین قاضی کو اختیار ہی کذا فی الطحطاوی ... مسئلہ ملحقہ شارح کا وفی الجوھرۃ الاستمناء حرام وفیه التعزیر و
لو مکن امرأتہ او امتہ من العبث بذکرہ فانزل کرہ ولا شیء علیہ اور جوہرہ مین ہی کہ ذکر ملکر منی نکالنا حرام ہے اور اوسمین تعزیر ہی اور اگر
مرد نے قادر کیا اپنی زوجہ یا لونڈی کو اپنی آلہ تناسل سی عبث کرنیکا یہانتک کہ انزال ہوا تو یہہ مکروہ ہے اور اوسپر کچھہ نہین نہ حد نہ تعزیر ولا تکون
اللواطۃ فی الجنۃ علی الصحیح لانہ تعالی استقبحہا وسماہا خبیثۃ والجنۃ منزھۃ عنہا فتح اور لواطت نہوگی بہشت مین بنابر صحیح قول کے اسواسطے
کہ حق تعالی نے اوسکو قبیح فرمایا اور قران مجید مین اوسکا خبیثہ نام رکھا اور بہشت پاک ہی خباثت سی کذا فی الفتح وفی الاشباہ حرمتہا عقلیۃ فلا
وجود لہا فی الجنۃ وقیل سمعیۃ فتوجد وقیل یخلق اللہ تعالی طائفۃ نصفہم الاعلی کالذکور والاسفل کالاناث والصحیح الاول
اور اشباہ مین ہی کہ حرمت لواطت کی عقلی ہے تو اوسکا وجود نہین جنت مین اور قول ضعیف یہہ ہی کہ حرمت اوسکی سمعی ہی تو اوسکا وجود جنت مین ہوگا
اور بعضون نے کہا کہ پیدا کریگا اللہ تعالی ایک گروہ کو کہ انکا بدن نصف اعلی مردونکی مانند ہوگا اور نصف اسفل عورتون کی مانند ہوگا اور صحیح پہلا قول
ہی ھم فتوحات مکیہ مین مذکور ہی کہ اہل جنت کے دبر نہوگی اسلئے کہ دنیا مین دبر مخلوق ہوئی ... واسطے رفع براز کے اور جنت نجاسات کا مکان نہین حموی نے
کہا تو اس صورت مین لواطت کا ہر حال مین وجود نہین جنت مین کذا فی الطحطاوی وفی البحر ... منہا عقلا وشرعا وطبعا
والزنا لیس بحرام منها عقلا وتزول حرمتہ بتزوج وشراء الجاریۃ وعدم الحد ... للتغلیظ لا لانہ اخف علی قول

اور بحرالرائق مین ہی کہ حرمت لواطت کی سخت تر ہے زنا سے بسبب حرام ہونے لواطت کے عقلاً اور شرعاً اور طبعاً اور حرمت عقلی سے یہہ مراد کہ عقل مظہر اور مبین ہے حرمت کی نہ مثبت اور مثبت حقیقت مین شرع ہے تو اسناد تحریم کی عقل اور طبع کیطرف اسناد مجازی ہی کذا فی الطحطاوی اور زنا حرام نہین باعتبار طبیعت انسانی کے بلکہ عقلاً اور شرعاً حرام ہے اور حرمت اوسکی زائل ہو جاتی ہی عورت کے نکاح اور خرید کرنے سے یعنی زنا کی حرمت دائمی نہین بخلاف لواطت کے کہ اوسکی کسیطرح زوال پذیر نہین اور لواطت مین حد کا نہونا امام کے نزدیک اِس جہت سے نہین کہ اسکی حرمت خفیف ہی بلکہ بسبب تغلیظ اور تشدید کے ہی اسلئے کہ حد پاک کرتی ہے گناہ سے بموجب ایک قول کے وفی المجتبی یکفر مستحلہا عند الجمہور اور مجتبی مین ہی کہ لواطت کا حلال جاننے والا کافر ہے اکثر علما کے نزدیک ہم طحطاوی نے کہا کہ یہہ تکفیر مقید بغیر مسلوکہ ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مستحل اوسکا کافر نہین اگرچہ اوسنے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا ولا زنی فی دار الحرب او البغی الا اذا زنی فی عسکر لامیرہ ولایۃ الاقامۃ ہدایہ اور زنا کیا دار الحرب یا دار البغی مین تو اوسپر حد نہین مگر جبکہ اوسنے زنا کیا اُس لشکر اسلام مین جسکے سردار کو ولایت ہی اقامت حد کی تو البتہ اوسپر حد ہی کذا فی الہدایہ ہم ولایت اقامت حد کی خلیفہ کو ہی یا امیر بلد کو نہ امیر لشکر کو کہ اسکا اختیار فقط تدبیر جنگ مین ہی نہ اقامت حدود مین حدود اسواسطے نہین کہ وہان ولایت امام کی منقطع ہی ولا حد بزنا غیر مکلف بمکلفۃ مطلقاً لا علیہ ولا علیہا اور حد نہین مرد غیر مکلف کے زنا کرنے سے ساتھہ عورت مکلفہ کے مطلقاً نہ مرد نہ عورت پر ہم غیر مکلف جیسے نابالغ اور مجنون اور عورت پر اسواسطے حد نہین کہ فعل مرد کا اصل ہے زنا مین اور عورت اوسکی تابع ہی اور ممتنع ہونا حد کا اصل مین موجب ہی امتناع حد کا تابع مین وفی عکسہ حد فقط اور اسکے بالعکس مین یعنی مرد مکلف کے زنا مین ساتھہ غیر مکلفہ کے فقط مرد پر حد ماری جاویگی نہ صغیرہ اور مجنونہ پر ولا حد بزنا المستاجرۃ ای الزنا اور حد نہین اُس عورت کے ساتھہ زنا کرنے سے جسکو زنا کیواسطے اجارہ لیا ہم یعنی اگر عورت سے مرد نے یون کہا کہ مین تجکو زنا کیواسطے اجارہ لیتا ہون یا اسقدر دراہم لے تاکہ مین تجہہ سے قربت کرون تو اوسپر حد نہین امام کے نزدیک اسواسطے کہ عقد اجارہ صورت شبہہ ہی طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ بموجب قول امام کے اگرچہ حد نہین لیکن مرد اور عورت پر سخت تعزیر لازم ہی اور صاحبین اور شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک حد واجب ہی اسواسطے کہ عقد اجارہ سے وطی مباح نہین ہوتی تو خالص زنا ہوا والحق وجوب الحد کالمستاجرۃ للخدمۃ فتح اور واجب ہونا حد کا اجارہ زنا مین حق ہی جیسے مستاجرہ خدمت سے زنا کرنے مین بالاتفاق حد واجب ہے کذا فی الفتح ہم فتح القدیر مین کافی سے منقول ہی اگر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجکو اتنا مہر دیا تا مین تیرے ساتھہ زنا کرون تو حد واجب نہین اور اسیطرح استیجار اور عطاء دراہم واسطے وطی کے اور ان سب صورتون مین حق یہہ ہی کہ حد واجب ہے اسواسطے کہ باعتبار معنی اور حقیقت کے کتاب اللہ اسکو معارض ہی حق تعالی فرماتا ہے الزانیۃ والزانی فاجلدوا اسواسطے کہ لفظ مہر یا اجرت حقیقت زنا کو نہین مٹا تا انتہی ملخصا ولا بالزنا بالمکرہۃ اور حد نہین جبر اور زبردستی کی زنا سے خواہ جبر سلطان کیطرف سے ہو یا غیر سلطان کیطرف سے اور یہی مذہب ہی صاحبین کا اور اسی پر فتوی ہی اور امام کے نزدیک سلطان کے جبر سے حد ساقط ہی نہ غیر کے جبر سے علما نے کہا کہ یہہ اختلاف امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف حال زمانہ ہی یعنی امام کے زمانہ مین غیر سلطان اکراہ پر قادر نہ تہا بخلاف عصر صاحبین کے کہ اکثر متغلبین کو قدرت اکراہ حاصل تہی کذا فی النہر ولا باقرار احدہما ان انکر الآخر للشبہۃ اور حد نہین ایک کی اقرار زنا سے اگر دوسرا منکر ہو زنا کا بسبب شبہہ کے ہم اقرار سے مراد چار بار کا اقرار ہی اور انکار یہہ کہ کہے مین نے مطلق نہین زنا کیا یا نکاح کا دعوی کرے خواہ مقر یا منکر مرد ہو یا عورت بہر صورت حد ساقط ہی اسواسطے کہ زنا فعل مشترک ہی بدون دو شخص کے نہین ہوتا تو ایک شخص سے حد کا ملنا صورت شبہہ ہی دوسرے شخص مین اور جب ساقط ہوگی تو مہر واجب ہوگا کذا فی البحر وکذا لو قال اشتریتہا ولو حرۃ مجتبی اور اسیطرح حد ساقط ہی اگر مرد نے کہا کہ مین نے اس عورت کو مول لیا ہی اگرچہ وہ عورت آزاد ہو کذا فی المجتبی وفی قتل امۃ بزناہا الحد بالزنی والقیمۃ بالقتل اور لونڈی کے مقتول ہونے مین اوسکے زنا کے سبب سے مرد پر حد ہی بسبب زنا کے اور قیمت ہی بسبب قتل کے ہم لونڈی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر حرہ مقتول ہو جاویگی زنا سے تو مرد پر حد ہی اور خونبہا کذا فی النہر ولو اذہب عینہا لزمہ قیمتہا وسقط الحد لتملکہ الجثۃ العمیاء فاورث شبہۃ ہ اور اگر لونڈی کی آنکہہ پھوڑ ڈالی زنا سے تو مرد پر اوسکی قیمت لازم ہی اور حد ساقط ہی بسبب مالک ہونے مرد کے اندہی جسم کا یعنی قیمت دینے سے تملک جثہ بی بصارت کا ثابت ہوا تو شبہہ ملک مین کا

پیدا ہوا لہذا حد ساقط ہوئی کذا فی الہدایۃ وتفصیل مالو افضاہا فی الشرح اور اگر لونڈی کو مفضاۃ کر ڈالا زنا سے تو اوسکی تفصیل مصنف کی شرح میں ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا کہ دونون راہین یعنی قبل اور دبر پھٹ کر ایک ہو جاوین اسکو افضا کہتے ہین تو لونڈی یا کبیرہ ہے یا صغیرہ اگر کبیرہ راضی بزنا تھی بلا ادعاء شبہہ تو دونون پر حد ہے مہر مرد پر نہین اور افضا سے کوئی چیز اوسپر لازم نہین آور اگر ادعاء شبہہ ہے تو حد نہین اور افضا سے کچھہ نہین مگر مہر واجب ہے اور اگر لونڈی راضی نہو بلا دعوی شبہہ تو مرد پر حد ہے نہ لونڈی پر اور مہر نہین پہر افضا کو نظر کرنا چاہیے اگر پیشاب اوسکا نہ تہمتا ہو تو مرد پر پورا خون واجب ہے اور اگر پیشاب تہمتا ہو تو ثلث دیت لازم ہے اور اگر شبہہ کا دعوی ہو تو دونون پر حد نہین پہر اگر بول تہمتا ہو تو مرد پر ثلث دیت ہے اور مہر واجب ہے ظاہر الروایۃ مین اور اگر بول نہ تہمتا ہو تو پوری دیت ہے اور مہر واجب نہین شیخین کے نزدیک خلافا لمحمد اور اگر لونڈی ایسی صغیرہ ہے کہ جماع کے لائق ہو تو وہ کبیرہ کی مانند ہے جمیع احکام مین سوای سقوط دیت کے اوسکی رضامندی سے اور اگر صغیرہ لائق جماع نہو تو اگر اوسکا بول تہمتا ہو تو ثلث دیت اور مہر کامل لازم ہے لیکن مرد پر حد نہین اور اگر بول نہ تہمتا ہو تو پوری دیت لازم ہے نہ مہر شیخین کے نزدیک اور محمد کے نزدیک مہر بھی لازم ہے انتہی ملخصا ولو غصبها ثم زنی بها ثم ضمن قیمتها فلا حد علیہ اتفاقا بخلاف ما لو زنی بها ثم غصبها ثم ضمن قیمتها کما لو زنی بحرۃ ثم نکحها لا یسقط الحد اتفاقا اور اگر لونڈی کو غصب کیا پہر اوس سے زنا کیا پہر اوسکی قیمت کا ضمان دیا تو مرد پر حد نہین بالاتفاق بخلاف اوسکے کہ اگر زنا کیا اوس سے پہر اوسکو غصب کیا پہر اوسکی قیمت کا ضمان دیا چنانچہ حرہ سے زنا کیا پہر اوس سے نکاح کرلیا تو حد ساقط نہین ہوتی بالاتفاق کذا فی فتح القدیر والخلیفۃ الذی لا والی فوقہ یؤخذ بالقصاص والاموال لانهما من حقوق العباد فیستوفیہ ولی الحق اما بتمکینہ او بمنعۃ المسلمین وبہ علم ان القضاء لیس بشرط لاستیفاء القصاص والاموال بل التمکین فتح اور وہ خلیفہ جسکے اوپر کوئی حاکم نہین ماخوذ ہے قصاص اور تلف کرنے اموال سے اسواسطے کہ قصاص اور تلف اموال منجملہ حقوق العباد ہے تو صاحب حق اوسکو لے سکتا ہے خلیفہ کے قادر کردینے سے اپنی ذات پر اور اگر خلیفہ استادگی کرے تو مسلمانونکی قوت اور شوکت سے استیفاء حق خلیفہ سے متصور ہے اور اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ استیفاء قصاص اور اموال کیواسطے قضاء قاضی شرط نہین بلکہ حاکم کی قدرت دینے سے استیفاء قصاص کیواسطے قضا شرط ہے کذا فی الفتح ولا الحد ولو لقذف لغلبۃ حق اللہ تعالی والقائمۃ الیہ ولا ولایۃ لاحد علیہ اور حد نہ ماری جاویگی خلیفہ اور امام پر اگرچہ حد قذف ہو اسواسطے کہ حدود مین حق اللہ غالب ہے حقوق العباد پر اور اقامت حدود کی امام کے اختیار مین ہے اور کسیکی ولایت اور حکومت نہین خلیفہ پر جو اوسپر حد کو قائم کرے بخلاف امیر البلد فانہ یحد بامر الامام بخلاف حاکم شہر کے کہ اوسپر حد ماری جاویگی بحکم امام

باب الشهادة علی الزنا والرجوع عنها

یہہ باب ہے زنا پر گواہی دینے کے احکام مین اور اوسکی گواہی سے رجوع کرنے مین شهد والحد متقادم بلا عذر کمرض او بعد مسافة او خوف طریق لم تقبل للتهمة شاہدون نے گواہی دی حد متقادم کے سبب کی بلا عذر بیماری یا دوری مسافت یا خوف راہ کے تو مقبول نہوگی بسبب تہمت کے ھ وجہ تہمت یہہ ہے کہ حدود کا شاہد مخیر ہے ادای شہادت یا پردہ پوشی مین تو اگر اتنی تاخیر پردہ پوشی کے جہت سے تہی تو اب گواہی دینا فساد باطن یعنی کینہ اور عداوت پر دلالت کرتا ہے اور اگر تاخیر بنظر پردہ پوشی نہ تہی تو تاخیر سے فاسق ہوا اور فاسق اہل شہادت نہین اور جیسے تقادم مانع شہادت ہے ویسے ہی اقامت حد بعد القضا مانع ہے یعنی اگر بعد بعض ضرب کے حد بہاگ گیا اور پہر گرفتار ہوا تو تقادم زمان سے اقامت حد نہوگی کذا فی المنح الا فی حد القذف اذ فیہ حق العبد مگر حد قذف مین بعد تقادم کے بہی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ اسمین حق العبد ہے یعنی دعوی اسمین شرط ہے شہادت کی تو تاخیر انعدام دعوی پر محمول ہوگی تو فسق شاہدون کا نہ ثابت ہوگا وضمن المال للمسروق لانہ حق العبد فلا یسقط بالتقادم اور ضمانت لیجاویگی سارق سے مال مسروق کی اسواسطے کہ یہہ حق العبد ہے تو تقادم زمان سے ساقط نہوگا یعنی جب شاہدون نے بعد مدت کے چوری کی گواہی دی تو ضمان متاع کیواسطے گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ دعوی شرط ہے حقوق العباد مین تو تاخیر شہادت تاخیر دعوی پر محمول ہے تو فسق شاہد لازم نہ آیا کذا فی المنح ولو اقر بہ ای بما حد مع التقادم حد لانتفاء التهمة الا فی الشرب کما سیجی اور اگر اقرار کیا موجب حد یعنی سبب حد کا ساتہہ گذرنے مدت کے تو مقر پر حد قائم کیجاویگی بسبب منتفی ہونے تہمت کے مگر شرب خمر مین تقادم سے حد نہین چنانچہ آگے اسکا بیان آویگا یعنی تہمت عداوت کی اپنی ذات سے متصور نہین مانند شہادت کی وتقادمہ بزوال الریح ولغیرہ بمضی شهر هو الاصح اور تقادم شرب خمر کا بو کے جاتے رہنے سے ہے اور غیر شرب کا تقادم بعد ایک مہینا گذر جانے سے ہے

بھی قول اصح ہے هم یہہ قول محمد سے منقول ہے اور شیخین سے بھی مروی ہے کذا فی المنح ولو شهدوا بزنی متقادم حد الشهود عند البعض قیل لا کذا فی الخانية اور اگر شاہدون نے متقادم زنا کی گواہی دی تو شاہدون پر حد قذف ماریجاویگی اور بعضون نے کہا کہ نہین کذا فی الخانیہ
عدم حد کرخی کا قول ہے شهدوا علی زنا ه بغائبة فحد گواہی دی شاہدون نے مرد کے زنا پر ساتھہ غائب عورت کے یعنی جو مجلس قضا سے غائب ہو اور شاہد اوسکو پہچانتے ہین تو مرد پر حد قائم ہوگی باتفاق ائمہ اربعہ اور اسیطرح اقرار سے اگر کوئی کہے محتمل ہے کہ غائبہ مدعی ہو نکاح کی تو حد ساقط ہوجاوے اسکا جواب یہہ ہے کہ دعوی نکاح مثلاً شبهہ ہے اور احتمال اوسکے دعوی کرنیکا شبهة الشبهہ ہے حالانکہ معتبر شبهہ ہے نہ شبهة الشبهہ والا جمیع حدود کی نفی لازم آوے اسواسطے کہ ثبوت حد کا اقرار سے ہوتا ہے یا گواہون سے اور اقرار محتمل رجوع ہے اور گواہی بھی محتمل رجوع ہے تو اگر شبهة الشبهہ معتبر ہو تو حد کا وجود ہی معدوم ہو کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولو علی سرقة من غائب لا لسقوطیة الدعوی فی السرقة دون الزنی اور اگر گواہی دی شخص غائب کے مال کی چوری کی تو مقبول نہوگی بسبب شرط ہونے دعوی کے سرقہ مین نہ زنا مین اقر بالزنی بمجهولة حد وان شهدوا علیہ بذلک لا لاحتمال انها امراته او امته اقرار کیا ایکمرد نے زنا کا ساتھہ ناواقف عورت کے تو اوسپر حد قائم ہوگی اور اگر گواہی دی مرد کے زنا کرنے پر ساتھہ ناواقف عورت کے تو حد نہ قائم کیجاویگی بسبب اس احتمال کے کہ شاید وہ عورت اوسکی جورو ہو یا لونڈی بخلاف مسئلہ اولی کے کہ مرد پر یہ شبهہ مخفی نہین رہ سکتا کاختلافهم فی طوعها چنانچہ حد نہین شاہدون کی اختلاف مین عورتکی رضامندی مین یعنی دو شاہدون نے کہا کہ عورت راضی تھی اور دو نے کہا کہ اوسپر جبر تھا تو دونوپر حد نہین امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط مرد پر حد ہے اور اسیطرح اگر تین نے طوع کی گواہی دی اور ایک نے اکراہ کی یا بالعکس اور ہر صورت مین شاہدون پر حد قذف نہین امام کے نزدیک او فی البلد ولو کان علی کل فی اربعة لکذب احد الفریقین یعنی ان ذکروا وقتا واحدا وتباعد المکانان والا فیلتفت فتح یا شاہدون کا اختلاف ہوا شہر مین اگرچہ ہر زنا پر چار گواہ ہون تو بھی حد نہین بسبب کاذب ہونے ایک گروہ کے یعنی اگر شاہد ایک ہی وقت کو ذکر کرین اور دونون مکان دور ہون اور اگر ایسا نہو یعنی وقت متحد ہو اور دونون مکان قریب ہون یا وقت مختلف ہو اور دونون مکان متباعد ہون یا وقت مختلف ہو اور دونون مکان قریب ہون تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی الفتح هم اختلاف بلد کی دو صورتین ہین پہلی صورت یہہ ہے کہ دو شاہدون نے گواہی دی کہ زنا کوفہ مین ہوا اور دو نے کہا کہ بصرہ مین تو مرد اور عورت دونون پر حد نہین اسلئے کہ فعل زنا مختلف ہوا بسبب خلاف مکان کے اور ہر ایک مکان کی نصاب شہادت پوری نہین اور دوسری صورت یہہ ہے کہ چار گواہون نے باوجود دوری دونون مکان کے گواہی دی کہ طلوع آفتاب کیوقت فلانے سال کے فلان مہینے فلان تاریخ مین زنا ہوا بصرہ اور چار گواہون نے گواہی دی زنا کی کوفہ مین اوسیوقت اوسی سنین ومہینہ تو دونون پر حد نہین اسواسطے کہ شخص واحد ایکساعت مین دو مکان متباعد مین نہین ہوسکتا اور شاہدون کا صدق اور کذب معلوم نہین تو حاکم حکم کرنے سے عاجز ہے بسبب تعارض کے یا تہمت کذب کے اور اگر دونون مکان متقارب ہین تو باوجود اتحاد وقت گواہی معتبر ہے اور اسیطرح اگر وقت مختلف ہو اور دونون مکان متباعد ہین یا متقارب تو بھی گواہی مقبول ہے بسبب احتمال تکرار فعل کے کذا فی المنح
واختلفوا فی زاویتی بیت واحد صغیر حد ای المرأة والرجل استحسانا لامکان التوفیق اور اگر شاہدون نے اختلاف کیا ایک چھوٹی کوٹھری کے دو کونون مین تو مرد اور عورت دونوپر حد قائم ہوگی بنا بر استحسان کے بسبب امکان توفیق کے یعنی اس اختلاف کا رفع کرنا ممکن ہے اسطرح کہ ابتداء فعل ایک کونے مین ہو اور انتہاء فعل دوسرے کونے مین بسبب اضطراب اور حرکت کے ولو شهدوا علی زناها ولکن هی بکر او رتقاء او قرناء او هم فسقة او شهود علی شهادة لم یحدوا حد القذف ان شهد الاصول بعد ذلک لم یحد احد اور اگر شاہدون نے گواہی دی عورت کے زنا پر لیکن وہ باکرہ ہو یا اوسکی شرمگاہ گوشت زائد یا استخوان زائد سے بند ہو یا گواہ فاسق ہین یا شاہدون نے گواہی دی چار گواہون کی گواہی پر اگرچہ اصول نے بھی گواہی دی ہو بعد اسکی یعنی بعد گواہی فرعیہ فروع کے تو کسی پر حد نہین یعنی نہ عورت اور مرد پر نہ گواہون پر هم شہادت علی الشہادت حدود مین جائز نہین اسواسطے کہ اسمین زیادہ اشتباہ ہے کیونکہ اسمین دو جگہہ احتمال کذب ہے شہادت اصول مین اور شہادت

فروع مین اور اگر بعد فروع کے اصول کی گواہی دینگی تو بھی مقبول نہوگی اسواسطے کہ شہادت اصول کی من وجہ مردود ہوگئی بسبب شہادت فروع کے
اور غیر حدود مین رد شہادت فروع سے شہادت اصول کی مردود نہین ہوتی اموال مین اسواسطے کہ مال ساتھ شبہہ کے ثابت ہوتا ہے یہ حد کذا فی المنح
شارح نے کہا کہ ان شہد وکا ان وصلیہ ہے نا کوئی فصلیہ سمجھکر لم تجد گوا وسکی جزا سمجھکر مطلب بگڑ جاوے وکذا لو شہدوا علی زنا ء فوجدوا
عمیانا اور اسیطرح مرد پر حد نہین اگر شاہدون نے گواہی دی مرد کے زنا پر سو وہ مقطوع الذکر یا خصیین نکلا ولو شہدوا بالزنا ولکن ہم عمیان
او محدودون فی قذف او ثلثۃ او احدہم محدود او عبد او وجدوا کذلک بعد اقامۃ الحد حدوا للقذف ان طلبہ المقذوف
اور اگر چار شاہدون نے زنا کی گواہی دی لیکن وہ سب اندھے ہین یا قذف کی حد اونپر پڑچکی ہے یا تین شاہد ایسے ہین یا چار مین سے ایک گواہ محدود
فی القذف یا غلام ہے یا بعد اقامت حد زنا ایک شاہد اسیطرحکا پایا گیا یعنی اندھا یا محدود یا غلام تو سب شاہدون پر حد قذف ماریجاویگی اگر مقذوف
طلب حد کریگا ھم شاہدون پر اسواسطے حد قذف ماریجاویگی کہ وہ اہل شہادت نہین یا نصاب شہادت کی پوری نہین تو زنا ثابت نہوا تو مسلمان پر
عیب لگانا ثابت ہوا اور یہی حکم ہے اگر شاہد صغیر یا مجنون یا کافر ہون اور حد قذف طلب المقذوف پر اسواسطے مشروط ہوئی کہ اسکا حق ہے کذا فی المنح
والمنح وارش مجلدہ وان مات منہ ھدر خلافا لہما اور کوڑے مارنے کی دیت باطل ہے اگرچہ وہ کوڑون سے مرگیا ہو بخلاف صاحبین کے یعنی
گواہون نے گواہی دی زنا کی اور زانی غیر محصن ہے سو اوسپر کوڑے مارے گئے تو وہ زخمی ہوگیا یا مرگیا پھر ظاہر ہوا کہ ایک شاہد غلام یا محدود فی القذف
ہے تو اوسکی دیت امام کے نزدیک باطل ہے اسلئے کہ کوڑون کی ضرب ظاہرا مولم ہے نہ زخمی اور ہلاک کرنیوالی مگر ضارب کے قصور سے اور صاحبین کے نزدیک
اوسکی دیت بیت المال مین واجب ہے کذا فی المنح ودیۃ مرجوم فی بیت المال اتفاقا اور زانی کی سنگساری کی دیت بیت المال مین ہے باتفاق امام
اور صاحبین کے یعنی درصورت عدم اہلیت شہود وحد من رجع من الاربعۃ بعد الرجم فقط لانقلاب شہادتہ بالرجوع قذفا اور فقط وہی شخص
چار گواہون مین حد قذف مارا جاویگا جو گواہی سے پھر گیا بعد سنگساری زانی کے اسلئے کہ شہادت اوسکی بسبب رجوع کے منقلب بقذف ہوگئی ھم ماتن
نے اشارہ کیا کہ اگر زانی پر کوڑے پڑینگے تو راجع پر حد نہین اور اگر سب گواہ رجوع کرینگے تو سب پر حد ماری جاویگی وغرم ربع الدیۃ اور جو شہادت
سے رجوع کرے بعد رجم کے وہ ربع دیت کا ضمان دے وان رجع قبلہ ای الرجم حدوا للقذف ولا رجم لان الامضاء من القضاء فی باب
الحدود اور اگر شاہدون نے شہادت سے رجوع کی قبل رجم کے خواہ رجم کا حکم ہوا ہو یا نہوا ہو تو سب گواہون پر حد قذف ماریجاویگی اور زانی
سنگسار نہوگا اسواسطے کہ حد کا جاری کردینا قضا مین داخل ہے باب حدود مین یعنی تو گویا قبل قضا رجوع ثابت ہوا ھم سب گواہونپر اسواسطے
حد ہوئی کہ فی الحقیقت ہر شاہد قاذف ہے لیکن حسب قاضی نے ثبوت زنا کا حکم دیا تو انکا قذف شہادت ہوگیا اتصال قضا سے پھر جب قضا متصل
نہوئی تو قذف باقی رہا لہذا حد قذف لازم آئی کذا فی المنح ولا شیء علی خامس رجع بعد الرجم اور اس پانچوین گواہ پر کچھ نہین نہ حد نہ دیت جسنے شہادت
سے رجوع کیا بعد رجم کی فان رجع اخر حدا وغرما ربع الدیۃ ولو رجع الثالث ضمن ربع الدیۃ ولو رجع الخمسۃ ضمنوہا اخماسا حادی
پھر اگر پانچوین کے ساتھ ایک اور گواہ نے رجوع کیا تو دونونپر حد قائم ہوگی اور دونون چوتھائی دیت کی ضمان دینگی اور اگر تیسرا گواہ رجوع کریگا تو وہ بھی
چوتھائی دیت کا ضمان دیگا وعلی ہذا القیاس چوتھا گواہ اور اگر پانچون گواہ رجوع شہادت سے کرینگے تو ہر گواہ پانچوین پانچوین حصہ دیت کا ضمان دیگا کذا فی
الحاوی القدسی ھم یہہ حکم درصورت رجم ہے اسواسطے کہ ضمان نہین مگر بعد رجم کے کذا فی المنح وضمن المزکی دیۃ المرجوم ان ظہروا غیر اہل للشہادۃ
عبیدا او کفارا ومنہ اذا اخبر المزکی بحریۃ الشہود واسلامہم ثم رجع قائلا تعمدت الکذب والا فالدیۃ فی بیت المال اتفاقا
ضمان دے مزکی مرجوم کی دیت کا اگر ظاہر ہو کہ گواہ زنا کے اہل شہادت نہ تھے یعنی غلام یا کافر تھے یہہ ضمان اوسوقت ہے جب مزکی نے شہود کی آزادی اور اسلام
کی خبر دی ہو پھر اوسنے شہادت سے رجوع کیا ہو یون کہکر کہ مین بالقصد جھوٹ بولا آزادی اور اسلام کے اظہار مین ورنہ دیت اوسکی بیت المال مین ہے بالاتفاق
یعنی اگر مزکی تعمد کذب کے قائل نہوئے بلکہ ثابت رہے اپنے اظہار پر یا قائل اپنی خطا کے ہوئے تو بالاجماع اونپر ضمان نہین اور اگر مزکیون نے خبر دی کہ گواہ عادل ہین

پہر ظاہر ہوا کہ وہ غلام ہین تو بھی انپر ضمان نہین بالاجماع کذا فی المنح مزکی وہ جو قاضی کے روبرو شاہدونکی اہلیت شہادت بیان کرے ولا یُحَدُّ وْنَ
للقذفِ لانّہ لا یُوْرَثُ بحر اور شاہدون پر حد قذف نماری جاویگی ہو اسطیکہ قذف مین وراثت جاری نہین کذا فی البحر یعنی شاہدون نے عیب لگایا تہا
زندہ شخص کو اور بعد رجم کے وہ مرچکا اور چونکہ قذف مین ارث نہین تو وارث اوسکا طلب حد نہین کرسکتے کما لو قتل من اُمِرَ برجمہ بعد التزکیۃ ثم
ظہروا کذلک او غیر اہل الشہادۃ وان القاتل یضمن الدیۃ استحسانًا لشبہۃ صحۃ القضاء یعنی مزکی دیت کا ضمان دیگی جیسے قاتل ضمان دیتا ہے
اگر قتل کرے اوسکو جسکو رجم کا حکم دیا تہا قاضی کیطرف سے بعد تعدیل شہود کے پہر اسطرح ظاہر ہوا کہ شاہد اہل شہادت کے نہین تو البتہ قاتل دیت کا ضمان دیگا
بنا بر استحسان کے صحت قضا کے شبہہ کے سبب سے یعنی بحسب ظاہر حکم قاضی کا صحیح واقع ہوا تو شبہہ پیدا ہوا لہذا قاتل پر دیت لازم آئی نہ قصاص اور
ضمان اس دیت کا تین سال مین واجب ہے کذا فی المنح فلو قتلہ قبل الامر او بعدہ قبل التزکیۃ اقتص منہ کما یقتص بقتل المقضی بقتلہ قصاصًا
ثم ظہر الشہود عبیدًا او لا لان الاستیفاء للولی زیلعی من الردۃ سو اگر قاتل نے قتل کیا قبل حکم دینے قاضی کے یا بعد حکم دینے قبل
تزکیہ شہود کے تو قصاص لیا جاویگا قاتل سے چنانچہ قصاص لیا جاتا ہے اوس قاتل کے مقتول ہونیسے جسکے قتل کا حکم ہوگیا بنا بر قصاص کے گواہ شاہدون
کا غلام ہونا ظاہر ہوا یا نہوا ہو اسواسطے کہ استیفا قصاص کا حق واسطے وارث کے ہے کذا فی شرح الزیلعی من کتاب الردۃ وان رجم ولم یزک الشہود
فوجدوا عبیدًا فدیتہ فی بیت المال لامتثالہ امر الامام فنقل فعلہ الیہ اور اگر کوئی سنگسار ہوا حالانکہ شہود زنا کی تعدیل نہوئی تھی پھر
گواہ غلام نکلے تو دیت مرجوم کی بیت المال مین ہے بسبب بجا آوری رجم کے امام کے حکم سے تو فعل رجم کا امام ہی کیطرف منقول ہوا اور فعل امام کی دیت مسلمین
کے بیت المال پر ہوتی ہے اسواسطے کہ امام نائب ہے مسلمین کا وان قال الشہود للزنی تعمدنا النظر قبلت لاباحتہ لتحمّل الشہادۃ الا اذا
قالوا التذذنا فلا تقبل لفسقہم فتح اور اگر زنا کے گواہون نے کہا کہ ہمنے قصدًا زنا کو دیکھا تو گواہی اونکی مقبول ہوگی بسبب جائز
ہونے نظر کے گواہ ہونے کیواسطے مگر جبکہ گواہون نے کہا کہ ہمنے عمدًا زنا کو دیکھا لذت لینے کیواسطے تو یہ گواہی اونکی مقبول نہوگی بسبب فاسق ہوجانے
شہود کے اس نیت سے کذا فی الفتح ہم تحمل شہادت کیواسطے نظر کرنا مباح ہے جیسے طبیب اور دایہ اور ختنہ کرنیوالے اور حقنہ کرنیوالیکو مباح ہے اور اجنبی
واسطے تحقیق بکارت اور رد بالعیب کے نظر کرنا جائز ہے کذا فی المنح وان انکر الاحصان فشہدا علیہ رجل وامرأتان او ولدت زوجتہ منہ
قبل الزنی فلم یُرجم اور اگر زانی نے اپنے محصن ہونیکا انکار کیا پہر ایکمرد اور دو عورتون نے اوسکے احصان پر گواہی دی یا اوسکی زوجہ اوس سے جنی
قبل زنا کے کذا فی النہر تو وہ سنگسار ہوگا ولو خلا بہا ثم طلقہا وقال وطئتہا وانکرت فہو محصن باقرارہ دونہا لما تقرر ان الاقرار
حجۃ قاصرۃ اور اگر مرد نے خلوت اپنی زوجہ سے کی پہر اوسکو طلاق دی اور بولا کہ مین نے اوس سے جماع کیا اور عورت منکر ہے جماع کی تو مرد محصن ہوگا اپنے اقرار
کے سبب سے نہ عورت یعنی عورت محصن نہوگی اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ اقرار حجت قاصرہ ہے یعنی اقرار اپنی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر کما لو قالت بعد
الطلاق کنت نصرانیۃ وقال کانت مسلمۃ فیُرجم المحصن ویُجلد غیرہ وبہ یستغنی عما یوجد فی بعض نسخ المتن من قولہ اذا کان احد
الزانیین محصنًا یُحد کل واحد منہما حدّہ فتامل چنانچہ اگر عورت نے کہا بعد طلاق کے کہ مین نصرانیہ تھی اور مرد نے کہا کہ وہ مسلمان تھی تو محصن سنگسار
ہوگا اور غیر محصن پر کوڑے مارے جاوینگے یعنی مرد بسبب اقرار احصان کے سنگسار ہوگا نہ عورت تو اوسپر کوڑے مارے جاوینگے شارح کہتا ہے اور اس عبارت سے
حاجت نرہی اوس عبارت کی جو متن کے بعض نسخون مین پائی جاتی ہے وہ یہہ قول ہے کہ جب دونون زانیون مین ایک محصن ہو تو ہر ایک کو اوسین سے وہ حد
ماریجاویگی جو اوسکی حد ہے یعنی محصن کو رجم اور غیر محصن پر کوڑے سو غور کرلے اسکو ہم مصنف کی شرح مین یہہ عبارت موجود ہے فیرجم المحصن ویجلد
غیرہ لہذا شارح نے کہا کہ قولہ اذا کان احد الزانیین کی اب کچھ حاجت نہین بسبب تکرار مضمون کے کما لا یخفی علی المتامل تزوّج بلا ولیّ فدخل
بہا لا یکون محصنًا عند الثانی لشبہۃ الخلاف اگر مرد نے نکاح کیا عورت سے عورت کے بدون ولی کے پہر اوس سے صحبت کی تو مرد اس نکاح اور صحبت
سے محصن نہین ابو یوسف کے نزدیک بسبب شبہہ خلاف کے کذا فی النہر ہم عورت کا نکاح بدون ولی کے امام شافعی کے نزدیک باطل ہے اور احادیث بھی ایسی

مختلف مین نبیذ ابو یوسف نے اس نکاح کو غیر صحیح کہا اسواسطے قطع اختلاف کے کذا فی المنح

باب حد الشرب المحرم

یہہ باب ہے شرب حرام کی حد کے بیان مین ہم محرم کی قید واسطے بیان واقع کے ہے اسواسطے کہ بدون شرب محرم حد نہین یُحدّ مسلم فلو ارتدّ فسکر فاسلم لا یُحدّ لانہ لا یُقام علی الکفار الظہیریہ لکن فی مُنیۃ المفتی سکر الذمی من المحرم یُحدّ فی الاصح لحرمۃ السکر فی کل ملۃ حد مارا جاوے مسلمان تو اگر مسلمان معاذ اللہ مرتد ہو پہر مست ہو پہر اسلام لاوے تو حد نہ ماریجاویگی اسواسطے کہ کفار پر حد قائم نہین ہوتی کذا فی الظہیریہ لیکن منیۃ المفتی مین ہے کہ کافر ذمی مست ہوا شرب محرم سے تو حد مارا جاویگا قول اصح مین بسبب حرام ہونے نشہ کے ہر دین مین ہم ذمی پر حد مارنا یہہ قول ہی حسن کا اور بعضے مشائخ نے اسکو پسند کیا ہے اور مذہب یہی ہے کہ اوسپر حد نہین کذا فی الطحطاوی عن فتاوی قارئ الہدایہ ناطق فلا یُحد الاخرس للشبہۃ حد ماری جاوے مسلم ناطق پر تو گونگے پر حد نہین بسبب شبہہ کے یعنی گونگے کا شراب پینا خواہ گواہون سے ثابت ہو خواہ اوسکے اشارہ سے ہو وے بہر صورت اوسپر حد نہین اس شبہہ سے کہ شاید اوسکے گلے مین لقمہ اٹکا ہو سو اوسکے اوتارنے کیواسطے اوسنے شراب پی ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی مکلف طائع غیر مضطر بشرب الخمر ولو قطرۃ بلا قید بسکر حد مارا جاوے مسلم ناطق عاقل بالغ جسنے بلا اضطرار اپنی خوشی شراب پی اگرچہ ایک ہی قطرہ پیا ہو بلا قید مستی کے ہم حد شرب خمر مین نشہ شرط نہین اسواسطے کہ حرمت خمر کی قطعی ہے بخلاف اور اشربہ کے کہ انکی حرمت ظنی ہے تو بدون نشہ کے اونکے پینے مین حد نہین کذا فی المنح اور عدم اضطرار کی قید کا یہہ فائدہ کہ اگر عطش مفرط کے دفع کیواسطے شراب پیئیگا تو اوسپر حد نہین کذا فی الدر المنتقی او سکر من نبیذ وبہ یُفتی یا مسلم نبیذ سے مست ہو گیا ہو کسی نبیذ کے پینے سے اسی پر فتوی ہے ہم یہہ فتوی امام محمد کے قول پر ہے اونکے نزدیک قلیل نبیذ بہی حرام اور نجس ہے کذا فی النہر نبیذ اوس پینے کی چیز کو کہتے ہین کہ سواے انگور کے کہجور یا مویز یا شہد یا حبوب مین پانی ڈالکر چندروز رکہا جاوے کہ گاڑہا ہو اور خمر پینے شراب عبارت ہے انگور کے کچے پانی سے جب وہ جوش مین آوے اور گاڑہا ہو جاوے اگرچہ اوس مین کف نہ آیا ہو بقول صاحبین اور یہی قول اظہر ہے اور اسی پر فتوی ہے طوعًا عالمًا بالحرمۃ حقیقۃ او حکمًا بکونہ فی دارنا لما قالوا لو دخل حربی دارنا فاسلم فشرب الخمر جاھلا بالحرمۃ لا یُحد بخلاف الزنی لحرمتہ فی کل ملۃ قلت یرد علیہ حرمۃ السکر ایضا فی کل ملۃ فتامل مسلم مذکور پر حد ہے بخوشی شراب پیکر اوسکے حرام ہونے کو جانکر علم حرمت حقیقۃ ہو یا حکمًا اسطرح پر کہ شارب دار الاسلام مین رہتا ہو اسواسطے کہ فقہا نے کہا ہے کہ حربی دار الاسلام مین داخل ہوا سو مسلمان ہو گیا پہر اوسنے شراب پی نادانستہ بحرمت خمر تو اوسپر حد نہین بخلاف زنا کے یعنی اگر بمجرد دخول دار الاسلام اور قبول اسلام کے زنا کریگا تو اوسپر حد ہے بسبب حرام ہونے زنا کے ہر دین مین شارح کہتا ہے اس تعلیل پر وارد ہوتی ہے حرمت سکر بہی ہر دین مین سو تامل کر ہم طحطاوی نے کہا کہ ہمنے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ یہہ اعتراض تعلیل مذکور پر وارد نہین اسواسطے کہ ظہیریہ مین شرب خمر مذکور ہے نہ سکر یعنی شرب خمر ہر دین مین حرام ہے اور شرب خمر کو وجود سکر لازم نہین بعد الافاقۃ فلو حُدّ قبلہ فالظاھر انہ یُعاد عینی حد ماری جاویگی شارب خمر کو بعد ہوشیار ہونے کے نشہ سے تو اگر مستی مین حد ماری گئی تو ظاہر اس تقیید کا دلالت کرتا ہے کہ دوبارہ حد ماریجاوے کذا فی شرح العینی ہم یہہ استظہار ہے صاحب نہر کا عینی کی اس تعلیل سے کہ حد بعد الافاقہ اسواسطے واجب ہوئی تا ضرب کا فائدہ ظاہر ہو اور شرنبلالی نے حالت سکر کے عدم فائدہ پر اعتراض کیا اسطرح کہ مستی مین بہی درد حاصل ہے اگرچہ کامل نہین تو اعادہ ضرب کے بعد الافاقہ کچہ حاجت نہین کذا فی الطحطاوی اذا اُخذ الشارب وریحہا ای ما شرب من خمر او نبیذ فلذا فمن قصر الرائحۃ علی الخمر فقد قصر موجود تفسیر الریح وھو مؤنث سماعی غایۃ حد ماریجاوے جبکہ شارب گرفتار ہو اور جو چیز پی اوسکی بو موجود ہو منہ مین خواہ شرب خمر ہو یا نبیذ کذا فی فتح القدیر سو جسنے فقط خمر کی بو پر قصر کیا اوسنے بیان مین قصور کیا یہہ اشارہ ہے اخی زادہ شرح وقایہ کے محشی پر شارح نے کہا کہ موجودۃ خبر ہے ریح کی اور ریح مونث سماعی ہے کذا فی غایۃ البیان یہہ رد ہے صاحب کنز پر کہ اوسنے موجود کہا نہ موجودۃ کذا فی المنح الا ان تنقطع الرائحۃ لبعد المسافۃ وحینئذ فلا بد ان یشہدا بالشرب طائعًا ولیس لا نخذناہ وریحہا موجودۃ وجود بو ثبوت شرب کیواسطے ضرور ہے مگر یہہ کہ بو منقطع ہو گئی ہو بسبب بعد مسافت کے تو اسوقت مین ضرور ہے کہ شاہد یون گواہی دین کہ اوسنے شراب اپنی خوشی پی اور یون کہین کہ ہمنے اوسکو گرفتار کیا تہا حالانکہ اوسوقت بو موجود تہی ولا یثبت

الشرب بها بالرائحة ولا بتقیئها بل بشهادة رجلین اور ثابت نہین ہوتا شرب بوسے اور نہ شراب کے قے کرنے سے بلکہ ثابت ہوتا ہی شرب دو مردون
کی گواہی سے ھ فقط بو سے اسواسطے شرب ثابت نہین کہ کاہی غیر خمر سے خمر کی مانند بو آتی ہی جیسے سفرجل یعنی بہی کے کہانے سے اور قے سے اسواسطے شرب
ثابت نہین کہ شاید اوسنے اکراہ یا اضطرار سے پی ہو فیسألهما الامام عن ماهیتها وکیف شرب لاحتمال الاکراہ ومتی شرب لاحتمال
التقادم واین شرب لاحتمال شربه فی دار الحرب فاذا بینوا ذلک حبسه حتی یسأل عن العدالة ولا یقضی بظاهرها فی حد کذا فی الخانیة دونون
شاہدون سے امام پوچھے کہ خمر کیا چیز ہے اور کیونکر پی بسبب احتمال اکراہ کے اور کب پی واسطے احتمال تقادم کے اور کہان پی بسبب احتمال پینے شارب کے دار الحرب مین
پہر شاہدان سوالات کے جواب بیان کرین تو شارب کو امام قید کرے تا شاہدونکی عدالت کا سوال کرے اور حکم نکرے کسی حد مین ظاہر عدالت پر بلا تحقیق کذا فی
الخانیة ھ ماہیت خمر کا سوال اسواسطے ہی کہ شاید گواہ ہر طرب سرود انگیز کو موجب حد کا جانتے ہون ولو اختلفا فی الزمان او شہد احدهما بسکرہ
من الخمر والآخر من السکر لم یحد کذا فی الظہیریة اور اگر شاہد مختلف ہوئے زمان شرب مین یا ایک گواہ گواہی دے اوسکے خمر سے مست ہونیکی اور دوسرا گواہ شہادت
دے سکر سے مست ہونے کی تو اوسپر حد نہین کذا فی الظہیریة ھ سکر بفتحتین عبارت ہی عصیر رطب سے جب اوسمین اشتداد ہو اور بعضون نے کہا ہر شراب مسکر
سکر ہے کذا فی النہر ویثبت باقرارہ مرة صاحیا یا شرب ثابت ہوتا ہی شارب کے ایکبار کے اقرار سے ہوشیاری کی حالت مین ھ بحر الرائق مین ہی کہ جب
ثبوت شرب کا گواہان اور اقرار مین منحصر ہوا تو جس فاسق کے گہر مین شراب ہو یا لوگ شراب کے گرد مجتمع ہون اور کسینے اونکو پیتے نہ دیکھا ہو تو اونپر حد نہین بلکہ تعزیر
ہے تعلیق سوط کا متعلق ہے بحد الحر ونصفها للعبد اسی کوڑے حد ماری جاوین آزاد کو اور اوسکی نصف یعنی ۴۰ کوڑے غلام کو ثمانین سوطا محدد
سے متعلق ہو ویفرق علی بدنه کحد الزنا کما مر اور متفرق کوڑے ماری جاوین شارب کے بدن پر مانند حد زنا کی چنانچہ اوسکی تفصیل مذکور ہو چکی یعنی سر اور چہرہ اور فرج
پر نماری اور کوڑا گرہ دار نہو اور لباس شارب کا ضرب کیوقت اوتارا جاوے سوائے پاجامہ کے تا کشف عورت نہو کذا فی البحر فلو اقر سکران او شہدوا
بعد زوال ریحها لا لبعد مسافة او اقر کذلک او رجع عن اقراره لا یحد لانه خالص حق الله تعالی فیعمل الرجوع فیه ولم یثبت بالاجماع
الصحابة ولا اجماع الا برأی عمر وابن مسعود رضی الله عنهم اجمعین وما شرطا قیام الرائحة تو اگر اقرار کیا شرب کا مست نے یا گواہون نے گواہی
دی بعد دور ہونے بو ہی خمر کے بلا بعد مسافت یا اسیطرح بعد زوال بو کے شارب نے اقرار کیا یا وہ اپنی اقرار سے پہر گیا تو اوسپر حد نہین اسواسطے کہ حد شرب خالص
حق ہے اللہ تعالی کا تو اوسمین اقرار سے رجوع کرنا عمل کریگا ابطال حد مین پہر ثبوت حد شارب اصحاب کرام کے اجماع کے سبب ہوا اور اجماع حاصل نہین ہوا ہی بدون
راے عمر فاروق اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین کے اور اون دونون بزرگون نے قیام بو ہی خمر کو شرط کیا ہی ھ شرب خمر اور سکر نبیذ کی حد امام اعظم
کے نزدیک ۸۰ کوڑے ہین اور یہی قول ہے امام مالک کا اور ایک روایت ہی امام احمد کی اور امام شافعی کے نزدیک ۴۰ کوڑے ہین لیکن بقول اونکے
امام کو ۸۰ کوڑے مارنا بہی جائز ہے اگر اوسکو مصلحت معلوم ہو امام اعظم کی دلیل اجماع صحابہ ہے صحیح مسلم مین انس بن مالک سے مروی ہی کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر مین شاخ خرما اور جوتیون سے مارا پہر ابو بکر نے ۴۰ کوڑے ماری یعنی اپنی خلافت مین پہر جب عمر خلیفہ ہوئے اور ہر طرف کے لوگ
مجتمع ہوئے تو صحابہ سے کہا کہ خمر کی مار مین تم کیا کہتے ہو عبد الرحمن بن عوف نے کہا کہ میری راے مین یہ آتا ہی کہ آپ ۸۰ کوڑے مقرر کیجیے خفیف حد کی مانند تو
عمر نے ۸۰ کوڑے مقرر کیے اور موطا مین مروی ہی کہ عمر فاروق نے خمر مین مشورت کی تو علی بن ابیطالب نے کہا کہ ہماری راے مین یہ آتا ہی کہ آپ اسی کوڑے
مقرر کیجیے اسواسطے کہ جبکہ کوئی نے شراب پی تو مست ہوگا اور جب مست ہوگا تو ہذیان گوئی کریگا پہر جب بیہودہ بکیگا تو افترا کریگا اور مفتری پر ۸۰ کوڑے
ہین انتہی اور ان دو روایتون مین کچہ تعارض نہین اس احتمال سے کہ عبد الرحمن بن عوف اور علی مرتضی دونون نے ۸۰ کوڑے کہے ہون مگر کسی نے انکا قول ذکر
کیا کسی نے انکا انتہی ھ صحیح مسلم مین انس بن مالک سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شارب الخمر گرفتار ہو آیا تو دو خرما کی دو شاخون سے
۴۰ بار مارا گیا تو ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول علیہ الصلوة والسلام کیوقت حد معین نہ تھا پہر صدیق اکبر کیوقت اور ابتداے خلافت عمر فاروق
مین ۴۰ کوڑے مقرر ہوئے پہر ۸۰ کوڑے پر اجماع اور اتفاق صحابہ کرام ہوگیا اسواسطے کہ حضرت کا فعل کبہی ایکبار اکثر دوسرے تعین اسلیئے بسبب اسکی زیادتی فساد کرائتی

تک منتہی ہوا پینے والون شارع سے بہت بار بار اتو ...ہ ہوگئی پھر جب صحابہ کرام نے ہر روز فساد کی ترقی دیکھی اور بالیقین معلوم کیا کہ جس قدر زمانہ متاخر ہوگا زیادہ بڑھیگا تو اسی پر اجماع کیا کذا فی فتح القدیر ملخصاً عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ شارب الخمر کو ہلا کر منہ سونگھو اگر بو کو پاؤ تو اوسکو مارو اور عمر خالد وقت کے پاس ایک شارب الخمر آیا بعد زوال ریح کے اور اوسنے اقرار کیا شرب کا تو اوسکو تعزیر دی حد نماری کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی و السکران من لا یفرق بین الرجل والمرأۃ والسماء والارض وقالا من یختلط کلامہ غالباً فلو نصفہ مستقیماً فلیس بسکران بحر اور امام کے نزدیک مست وہ ہے جو تفرقہ نکرسکے مرد اور عورت مین اور آسمان اور زمین مین اور صاحبین نے کہا کہ مست وہ ہے جسکا اکثر کلام بیہودہ اور ہذیان ہو تو اگر نصف کلام مستقیم اور نصف بیہودہ ہو تو وہ مست نہین کذا فی البحر ویختار للفتوی قولہما لضعف دلیل الامام فتح اور فتوی کیواسطی صاحبین کا قول مختار ہے بسبب ضعیف ہونے دلیل امام کے کذا فی الفتح ولو ارتد السکران لم یصح فلا تحرم عرسہ وھذہ احدی المسائل المستثناۃ من انہ کالصاحی کما بسطہ المصنف معزیاً للاشباہ وغیرہا اور اگر مرتد ہوگیا مست تو اوسکا ارتداد صحیح نہین تو اوسکی زوجہ اوسپر حرام نہین اس ارتداد سے اور یہہ ایک مسئلہ اُن سات مسائل سے ہے جو مستثنی ہین اس قاعدہ سے کہ مست مانند ہوشیار کے ہے چنانچہ مصنف نے ان مسائل کو اپنی شرح مین اشباہ وغیرہا کیطرف نسبت کرکے مشرح بیان کیا ہے م مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین اشباہ وغیرہ سے یون نقل کیا ہے کہ شراب محرم کا مست ہوشیار کی مانند ہے مگر سات مسائل مین اوسکی مانند نہین ۱ مرتد ہونے مین ۲ حدود خالصہ کے اقرار مین ۳ شہادۃ علی الاشہاد مین ۴ تزویج صغیر و صغیرہ مین جبکہ مہر مثل سے اقل ہو یا اکثر تو یہہ تزویج نافذ نہین ۵ وکیل ہوا طلاق کا ہوشیاری مین پھر مست ہوکر اوسنے طلاق دی تو واقع نہین ۶ بیع کا وکیل اگر مست ہوکر بیچے تو بیع نافذ نہین موکل پر ۷ کوئی چیز غصب کی ہوشیاری سے پھر اوسکو پھیر دی حالانکہ وہ مست تہا و نقل فی الاشربۃ عن الجوہرۃ حرمۃ اکل بنج وحشیشۃ وافیون لکن دون حرمۃ الخمر ولو سکر باکلہا لا یحد بل یعزر انتہی اور مصنف نے اپنی شرح مین جوہرہ سے کتاب الاشربہ مین نقل کی ہے حرمت خراسانی اجواین کی اور بہنگ اور افیون کی لیکن انکی حرمت کمتر ہے شراب کی حرمت سے اور اگر ان چیزون کے کہانے سے مست ہوگا تو اوسپر حد نہین بلکہ اوسکو تعزیر دیجاویگی انتہی نقلہ و فی النہر التحقیق ما فی العنایۃ ان البنج مباح لانہ حشیش اما السکر منہ فحرام اور نہر الفائق مین ہے کہ تحقیق عنایہ کا قول ہے کہ خراسانی اجواین مباح ہے اسواسطے کہ حشیش یعنی گہاس ہے پر اوسکا نشا حرام ہے م طحطاوی نے کہا کہ اباحت بنج مین تعلیل حشیش کی نئے معنی ہے اور یہہ عبارت عنایہ مین نہین بنج یعنی خراسانی اجواین کی اباحت عنایہ اور بحر الرائق مین مصرح ہے اور خانیہ سے بھی اباحت معلوم ہوتی ہے تو ظاہرا اختلاف ہوا اوسکی اباحت اور حرمت مین تو دونون قولون کی توفیق یہہ ہے کہ خراسانی اجواین دو قسم ہے بقول قہستانی ایک قسم حرام ہے اور دوسری مباح اور اباحت بھی شیخین کے نزدیک ہے اور محمد کے نزدیک جسکا کثیر نشا کرے اوسکا قلیل بھی حرام ہے اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ مذکور ہوگا اقیم علیہ بعض الحد فہرب ثم اخذ بعد التقادم لا یحد لما مر ان الامضاء من القضاء فی باب الحدود شارب الخمر پر اقامت ہوئی بعض حد کی مثلاً تیس یا ساٹھ کوڑے ماری گئی پھر وہ بھاگ گیا پھر گرفتار ہوا بعد مدت کے تو اوسپر حد نہین اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ جاری کردینا قضا مین داخل ہے باب الحدود کے اندر ولو شرب او زنی ثانیاً یستانف الحد لانہ اخل المتعدد کما سیجی اور اگر شراب پی یا زنا کیا دوسری بار تو استیناف ہوگا حد کا بسبب داخل متعدد الجنس کے چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا م یعنی اگر شارب پر کچھہ حد ماری گئی اور وہ بھاگ گیا پھر اوسنے دوبارہ شراب پی اور گرفتار ہوا تو اوسپر شرب ثانی کے سبب سے ایک ہی حد ماری جاویگی اور ثانی کی حد بقیہ حد اول سے بھی کافی ہے بسبب التداخل اور یہی حکم ہے زانی کے بھاگنے اور دوبارہ زنا کرنے کا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا سکران او صاحٍ جمح بہ فرسہ فصدم انساناً فمات ان قادراً علی منعہ ضمن والا لا مصنف عمادیہ مست یا ہوشیار کے گھوڑے نے اوسکے ساتھ سرکشی کی سو کچل ڈالا کسی انسان کو تو وہ مر گیا اگر سوار قادر تہا اوسکو روکنے پر تو اوسپر ضمان ہے اور اگر قادر نہین تو اوسپر ضمان بھی نہین کذا فی شرح المصنف عن العمادیہ م

مصنف نے اپنی شرح مین یہہ مسئلہ عمادیہ اور جامع الفصولین سے نقل کیا تو شارح کو مناسب تہا کہ یون کہتا مصنف عن العمادیہ **باب حد القذف** باب ہے قذف کے بیان مین ہو لغۃ الرمی وشرعا الرمی بالزنی وہو من الکبائر بالاجماع فتح قذف لغت عرب مین عبارت ہی مطلق عیب لگانے سے اور اصطلاح شرع مین قذف عبارت ہی زنا کے عیب لگانے سے اور وہ کبیرہ گناہ ہو باجماع امت کذا فی الفتح ہم حق تعالی قران مجید مین فرماتا ہے کہ البتہ جو لوگ محصنات غافلات مومنات کو زنا کا عیب لگاتے ہین وہ ملعون ہین دنیا اور آخرت مین اور انکو واسطے عذاب عظیم ہی اور متفق علیہ حدیث مین وارد ہی کہ مہلک سات گناہ ہین سے بچو اصحاب نے کہا کہ وہ سات گناہ کون کون سے ہین فرمایا خدا کے ساتہہ شرک کرنا اور جادو کرنا اور ناحق قتل نفس کرنا اور بیاج کہانا اور یتیم کا مال کہا جانا اور جنگ کفار سے بہاگ جانا اور محصنات مومنات غافلات کو زنا کا عیب لگانا اور حد قذف کی نص قرانی سے ثابت ہی حق تعالی نے فرمایا کہ جو عیب لگا دین محصنات کو اور چار گواہ نہ لا دین تو انکو ۸۰ کوڑے مار دو اور انکی گواہی کبہی قبول نکرو عیب لگانے سے زنا کا عیب مراد ہی تو اگر زنا کے سوا اور معاصی کا مسلمان کو عیب لگا دیگا تو اوسپر حد نہین بلکہ تعزیر ہے کذا فی النہر نہر الفائق مین ہے کہ ہر چند نص قرانی مین قذف محصنہ مذکور ہے لیکن وہ محصن کو بہی شامل ہے بطریق دلالۃ النص کے بسبب جامع دفع عار کے اور اسی پر اجماع ہے لکن فی النہر وقذف غیر المحصن کصغیرۃ ومملوکۃ وحرۃ متہتکۃ من الصغائر لیکن نہر الفائق مین ہی کہ غیر محصن کا قذف جیسے صغیرہ یا مملوکہ یا حرہ بیحیا کا صغیرہ گناہ ہی ہم نہر الفائق مین یہہ قول حلیمی شافعی کیطرف منسوب ہے تو ظاہر اسقدر اک غیر مناسب ہی بلکہ خود شارح نے ملتقی الابحر کی شرح مین کہا ہی کہ قذف کبیرہ گناہ ہو اگرچہ غیر محصن کو عیب لگایا ہو اور فقہا نے جو احصان شرط کیا ہی سو وجوب حد کیواسطے ہی نہ کبیرہ گناہ ہونے کیواسطے اور طبرانی مین حدیث مرفوع ہی کہ جو ذمی کو قذف کریگا اوسے قیامت کے دن حد پڑیگی آگ کے کوڑون سے تا ان حلیمی شافعی البتہ غیر محصن کے قذف کو صغیرہ کہتا ہی انتہی کذا فی الطحطاوی ہو کحد الشرب کمیۃ وثبوتا فیثبت برجلین حد قذف حد شرب کی مانند ہی مقدار اور ثبوت مین تو ثابت ہوگی دو مرد ونکی گواہی سے یعنی سبب حد کا دو گواہون سے یا قاذف کی ایکبار کے اقرار کرنے سے اور اسمین عورتونکی گواہی مقبول نہین اور نہ شہادت علی الشہادت اور نہ ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو کذا فی المنح مقدار حد کی ۸۰ کوڑے ہین حر کو اور ۴۰ غلام کو ویسألہما الامام عن ماہیتہ وکیفیتہ سوال کریگا امام یا نائب اسکا گواہون سے حقیقت قذف اور کیفیت اوسکی سے ہم حقیقت قذف کا سوال اسوقت ہی جب گواہون نے اسطرح گواہی دی ہو کہ مثلا زید نے خالد کا قذف کیا تو اگر گواہ بجز لفظ قذف اوسکی حقیقت نہ بیان کرین تو گواہی مقبول نہین کذا فی النہر کیفیت سے وہ لفظ مراد ہے جس سے متقذوف کو متصف کیا الا اذا شہدا بقولہ یا زانی مگر جب دونون گواہون نے بلفظ یا زانی گواہی دی یعنی قاذف نے متقذوف کو یا زانی کہا تو اب ماہیت اور کیفیت کے سوال کی کچہہ حاجت نہین کہ خود اوسنے مذکور کی ثم یحبسہ لیسأل عنہما کما یحبسہ لیشہدا ویمکن احضارہم فی ثلثۃ ایام الا الظہیریۃ پہر بعد اسکے امام قید کریگا قاذف کو تا شاہدون کی عدالت کا سوال کرے چنانچہ قید کرتا ہی اوسکو شہود کیواسطے جنکا حاضر کرنا تین دن مین ممکن ہے اور اگر تین دن مین حاضر کرنا ممکن نہو تو قاذف کو قید نکرے کذا فی الظہیریۃ ولا یکفلہ خلافا للثانی پہر اور امام حاضر ضامن نے قاذف سے دوسری مجلس تک بخلاف ابی یوسف کے کذا فی النہر ویحد الحر او العبد ولو ذمیا او امراۃ قاذف المسلم الحر الثابتۃ حریتہ الا فعبہ اللعن ہم اور حد مارا جاویگا حر یا غلام جسنے زنا کا عیب لگایا اوس مسلم حر کو جسکی حریت ثابت ہی قاذف کے اقرار یا گواہون سے اور اگر اوسکی حریت ثابت نہین تو اوسکے قذف مین تعزیر ہی قاذف پر حد ہی اگرچہ وہ ذمی یا عورت ہو ہم طحطاوی نے کہا عورت کو مبالغہ کرکے داخل کرنا بلاوجہ ہے اسواسطے کہ وہ حر اور عبد کے لفظ مین داخل نہین البالغ العاقل العفیف عن فعل الزنا جو مسلم کہ بالغ اور عاقل اور پاکدامن ہے زنا کے فعل سے ہم تو کافر اور غلام اور صغیر اور مجنون اور زناکار کے قذف سے حد نہین ہم نہر الفائق مین ہی کہ عفیف وہ ہی جسنے کسی عورت کی وطی زنا اور شبہہ اور نکاح فاسد سے نکی ہو فیہ نقص عن احصان الرجم شیئین النکاح والدخول تو بیان شروط احصان قذف سے معلوم ہوا کہ وہ احصان رجم سے دو چیزمین کم ہی یعنی نکاح اور دخول مین یعنی احصان رجم مین نکاح اور دخول زوجہ شرط ہی بخلاف احصان قذف کے کہ اوسمین شرط نہین خواہ ہون یا نہون وفی من

الشروط ان لا یکون ولد او ولد ولدہ او اخرس او مجبوبا او خصیا او وطی بنکاح او طی فاسد او وطی زنا فیہ او قبلہ
اور شروط احصان قذف سے یہہ شرطین باقی رہگئین کہ مقذوف قاذف کا بیٹا یا پوتا نہو گونگا یا مقطوع الذکر و الخصیتین یا خصی نہو یا اوسنے بنکاح فاسد
یا ملک فاسد سے وطی نکی ہو یا عورت مقذوفہ کی شرمگاہ گوشت یا ہڈی سے بند نہو ہم گونگے کی قذف مین اسواسطے حد نہین کہ استیفاء حد مقذوف کے
دعوی پر موقوف ہے اور دعوی اوسکا نہین ہوسکتا الا باشارہ اور نیابت اسمین کافی نہین اور مقطوع الذکر اگرچہ محصن ہے لیکن بسبب عدم امکان زنا
اوسکو قذف سے عار لاحق نہین ہوسکتی اور یہی علت رتقا اور قرنا مین ہے اور خصی وہ ہے جسکو ذکر ہو خصیتین نہون سوا اوس سے زنا کرنا متصور ہے تو خصی کا
یہان مذکور کرنا غلط ہے شارح اس تعبیر مین صاحب نہر الفائق کے وہم کا تابع ہوگیا اسواسطے کہ محیط مین مصرح ہے کہ اگر خصی اور عنین کو قذف کریگا تو اوسپر حد ہے
اسواسطے کہ زنا کرنا اوس سے متصور ہے کیونکہ آلہ زنا اونکے بدن مین موجود ہے اور نکاح فاسد سے احصان البتہ ساقط ہے لیکن ملک فاسد سے ساقط نہین
اسواسطے کہ ملک فاسد نہین ہوتی مگر شراء فاسد سے حالانکہ شراء فاسد بسبب قبض کے مفید ملک ہے ولہذا اوسکو واطی کے قاذف پر حد ہے چنانچہ تبیین
اور محیط مین مصرح ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی وان یوجد الاحصان وقت الحد حتی لو ارتد سقط حد القاذف ولو اسلم بعد ذلک فیہ او
شروط باقیہ سے یہہ ہے کہ احصان مقذوف کا حد مارنے کیوقت پایا جاوے یہانتک کہ اگر وہ مرتد ہو جاویگا قبل حد کے تو قاذف سے حد ساقط ہو جاویگی اگرچہ وہ
بعد ارتداد کے پھر مسلمان ہو کذا فی فتح القدیر ہم شروط مذکورہ سے یہہ باقی رہگیا کہ مقذوف نہ مرگیا ہو قبل حد قاذف کے اسواسطے کہ طرفین کے نزدیک حد قذف
مین ارث نہین اور یہہ شرط ہے کہ مقذوف حد قاذف کی طلب کرے حاکم سے۔ رد ہو کما فی النسخ بصریح الزنا صریح زنا کا عیب لگانیوالا حد مارا جاوے
یعنی جو یون کہے کہ تو نے زنا کیا یا تو زانی ہے کذا فی النہر وصحہ انت زان فی الجبل او علی الجبل اور صریح زنا مین داخل ہے یون کہنا کہ تو زانی ہے یا کسی سے
کذا فی الطحطاوی ہم مبسوط مین مثال اول کے مخالفت ہے اور خانیہ مین مثال ثانی کے مخالف ہے یعنی دونون صورتون مین حد واجب نہین کذا فی النہر ہم
مثل یا ابن الزانیۃ کما نقلہ المصنف عن شرح المنار اور صریح کی مانند ہے لفظ نیک کا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین ابن ملک کی شرح منار سے نقل
کیا ہے ہم نیک مصدر ہے یعنی جماع کردن یعنی اگر مرد سے کہے یا نائک یا عورت سے کہے یا منیوکہ تو گویا یون کہا کہ اے زانی اور اے زانیہ طحطاوی
نے کہا کہ یہہ قول بعید ہے ولو قال یا زانی بالتحتیۃ لم یحد اتقانی تکملہ اور اگر یا زانی کہا یعنی سکا ہے یا تحتیہ ہمزہ بولا تو اوسپر حد نہین کذا فی شرح
التکملۃ ہم ظاہرا یہہ قول صحیح نہین اسواسطے کہ محیط مین وجوب حد مذکور ہے اگرچہ قاذف نے حد کے معنی کا قصد کرے اسواسطے کہ اس کلمہ کا مہموز ہونا
صعود کے معنی کی اوسوقت مراد ہونگی جب محل صعود کے ساتھہ مقرون ہو اور بلا ذکر محل صعود زنا پر محمول ہے اسواسطے کہ عرب بجای حرف علت ہمزہ
بولتے ہین اور بجای ہمزہ حرف علت بولتے ہین تو قاذف کی نیت کی تصدیق نہوگی بلا ذکر محل صعود کذا فی الطحطاوی او لقولہ زنات فی الجبل
بالہمز فانہ مشترک بین الفاحشۃ والصعود وحالۃ الغضب یعین الفاحشۃ ہم حد ہو صریح زنا کی تہمت سے یا اس قول سے کہ زنات فی الجبل یعنی تو نے زنا
کیا پہاڑ مین یا تو چڑہگیا پہاڑ مین اسلئے کہ زنات مہموز مشترک ہے زنا اور صعود کے معنون مین اسلئے کہ بعض عرب حرف علت کو ہمزہ بولتے ہین اور حالت غضب اور دشنام
متعین کردیتی ہے معنی فاحشہ کو ہم یہہ قول مشیر ہے کہ فی الجبل کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر زنات علی الجبل کہیگا تو اوسپر حد نہوگی اسلئے کہ بقرینہ علی
صعود کے معنی متعین ہوگئے او لمن لست لابیک ولو نزاد لست لامک او قال لست لابویک فلا حد او لست بابن فلان لابیہ المعروف
بہ والحال ان امہ محصنۃ لانہا المقذوفۃ فی الصورتین اذ المعتبر احصانہا لا الغائب ولا المنفی یا حد قاذف سے اس قول مین کہ تو اپنے
باپ کا نہین اور اگر اسقدر اور زیادہ کہا کہ تو اپنی ماں کا نہین یعنی یون کہا کہ تو اپنے باپ کا نہین تو اوسپر حد نہین اسواسطے کہ جب قائل نے ولادت
کے نفی کی تو زنا کی بھی کی کذا فی الحلبی یا حد ہو یون کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہین اوسکی باپ کا نام لیکر جس سے منسوب معروف النسب ہے اور حالانکہ ماں
اوسکی محصنہ ہو احصان اوسکی ماں کا شرط ہوا اسواسطے کہ وہی تو مقذوفہ ہے دونون صورتون مین یعنی لست لابیک اور لست یا ابن فلان مین حقیقت قذف
اوسکی ماں کو ہے اسواسطے کہ معتبر مقذوف کا احصان ہے نہ طالب کا کذا فی شرح الشمنی ہم مقذوف اوسکی والدہ ہے اور طالب حد اوسکا ولد ہے جب کہ ماں اوسکی

اگر ایک شخص کا باپ منکر ہوا اوسکے نسب کا تو اوسپر حد نہیں و لاحد لقوله لامرأته زنیت ببعیر او بثور او بحمار او بفرس لانا لیس بزنیت شرعًا اور حد نہیں اپنی زوجہ سے یون کہنے مین کہ تونے زنا کیا اونٹ سے یا بیل سے یا گدہے سے یا گہوڑے سے اسواسطے کہ یہہ شرعًا زنا نہین بخلاف ان زنیت ببقرة او بشاة او بناقة او بحمارة او بثوب او بدراهم فانه یحد لانها لاتصلح للایلاج فیراد زنیت باخذ البدل بخلاف اس قول کے کہ تونے زنا کیا گائے سے یا بکری سے یا اونٹنی سے یا گدہی سے یا کپڑے سے یا درہم سے تو مرد پر حد ماری جائیگی اسواسطے کہ یہہ چیزین ادخال فرج کے لائق نہین تو یہہ مراد ہوگی کہ تونے زنا کیا اور اشیاء مذکورہ کو بعوض زنا لیا و لو قیل هذا الرجل فلاحد لعدم العرف باخذ الرجل المال اور اگر یہہ قول مذکور مرد سے کہا گیا تو حد نہین اسواسطے کہ مرد کو مال لینا بعوض زنا مروج نہیں و انما یطلبه بقذف المیت من یقع القدح فی نسبه بسبب قذفه ای المیت وهم الاصول والفروع وان علوا وسفلوا ولو کان الطالب محجوبا او محرومًا عن المیراث بقتل او رق او کفر او ولد بنت ولو مع وجود الاقرب او عفوه او تصدیقه للحوق العار بسبب الجزئیة قید بالمیت لعدم مطالبتهم فی الغائب لجواز تصدیقه اذا حضر اور قذف میت سے طلب حد تو وہی شخص کرے جسکے نسب مین عیب لگتا ہے بسبب قذف میت کے اور وہ یعنی طالب حد میت کے اصول اور فروع مین اگرچہ عالی یا سافل ہون اگرچہ طالب حد محجوب یا محروم ہو میراث سے بسبب قتل یا مملوکیت یا کفر کے یا طالب میت کا نواسا ہو اگرچہ شخص ابعد با وجود اقرب کے ہو یا اوسکو عفو کر دیا یا اوسکی تصدیق کر دینے کی طالب ہو یعنی ہر اصل اور فرع کو حق طلب ہے ہر طرح اسواسطے کہ سبکو لحوق عار ہے بسبب جزئیت کے — ماتن نے طلب کو مقید بمیت کیا اسواسطے کہ اصول اور فروع کو مطالبہ زندہ غائب کے قذف مین نہین بسبب جائز ہونے تصدیق غائب کے جبکہ حاضر ہو طحطاوی نے نہر اور بحر سے نقل کیا کہ اصول سے نانا اور نانی مستثنے ہین یعنی اونکو حق طلب نہین قال یا ابن الزانیین وقد مات ابواه فعلیه حد واحد للتداخل الاتی ثم موت ابویه لیس بقید بل فائدته فی المطالبة کہا او ردونون کی بیٹی اور حالانکہ مقذوف کے والدین مرچکے ہین تو قاذف پر ایک ہی حد ہو بسبب تداخل کے جسکا بیان آگے آویگا بعد اسکے معلوم کرنا چاہئیے کہ موت اوسکے والدین کی قید نہین تداخل کی بلکہ فائدہ اوسکا مطالبہ مین ہو یعنی اگر والدین میت ہونگی تو ولد کو حق طلب حد ثابت ہوگا بخلاف اونکی حیات کے کذا فی المنح ذکر فی اخر المبسوطات معتوهة قالت لرجل یا ابن الزانیین فجاء بها الی ابن ابی لیلی فاعترفت فحدها حدین فی المسجد فبلغ ابا حنیفة فقال اخطا فی سبعة مواضع بنی الحکم علی اقرار المعتوهة والزمها الحد وحدها حدین واقامهما معا وفی المسجد وقائمة وبلا حضرة ولیها مبسوط کے آخر مین مذکور ہے کہ بیہوش عورت نے ایکمرد سے کہا یا ابن الزانیین سو وہ مرد اوسکو لایا قاضی ابن ابی لیلے کے پاس سو اوسنے قبول کیا قذف کرنے کو تو قاضی نے اوسکو دو بار حد ماری مسجد مین تو یہہ خبر پہنچی امام ابو حنیفہ کو تو کہا خطا کی قاضی نے سات جگہہ ۱ حکم کی بنا کی بیہوش عورت کے اقرار پر ۲ اور اوسپر حد لازم کی ۳ اور اوسکو دو حدین ماریں ۴ اور دونون حدون کی ساتھہ ہی اقامت کی ۵ اور مسجد مین حد قائم کی ۶ اور اوسکو کہڑا کر کے حد ماری ۷ اور بلا حضور اوسکے ولی کے ہم فتح القدیر اور بحر الرائق اور منح الغفار مین یون مروی ہے کہ قاضی ابن ابی لیلے نے ایک شخص کو سنا کہ دوسرے مرد کو کہتا ہے یا ابن الزانیین تو اوسکی دو حدین ماریں مسجد مین پہر جب امام ابو حنیفہ کو خبر ہوئی تو فرمایا عجب ہے ہمارے شہر کے قاضی سے کہ اوسنے ایک مسئلہ مین پانچ جگہہ خطا کی اول یہہ کہ حد ماری بدون طلب مقذوف کے دوسرے یہہ کہ اگر وہ طالب ہوتا تو ایک ہی حد واجب تھی تیسرے یہہ کہ اگر اوسکی نزدیک دو حدین تہین تو دو حدون مین ایک دن یا زیادہ کا انتظار کرنا تہا کہ ضرب اول کا اثر خفیف ہو جاتا چوتہے یہہ کہ مسجد مین حد ماری پانچوین یہہ کہ اوسکو دریافت کرنا تہا کہ اوسکی والدین زندہ ہین یا نہین اگر زندہ ہوتے تو خصومت کا اونکو اختیار رہتا اور نہین تو فرزند کو خصومت کا حق تہا انتہے تو شاید یہہ زیادت اور نقصان بسبب اختلاف راویون کے ہو اور قاضی ابن ابی لیلی کیطرف سے یہہ جواب ممکن ہے کہ وہ مجتہد تھے اونکی اجتہاد مین یہی حق معلوم ہوا کذا فی الطحطاوی وقال فی الدر ولم یعرف ان ابویه حیان فتکون الخصومة لهما او میتان فتکون للابن اور در مین کہا اور معلوم نہوا کہ مقذوف مذکور کے والدین زندہ تہے سو حق خصومت اونکو ہوتا یا مردہ تہے کہ حق خصومت بیٹے کو ہوتا اجتمعت علیه اجناس مختلفة بان قذف وشرب وسرق

علیہ یعنی ظاہر یہ ہے اور مراد امام ہ کی ... طحطاوی کی جواب ... نہین ... اور ... اونکی اجتہاد مین حق ہونا ... نفس الامر کا ... کا ہے ۱۲

وزنى غير محصن تقام عليه الكل لاختلاف المقصد جمع ہین ایک شخص پر کئی حدین مختلف اسطرح کہ اسنے قذف کیا اور شراب پی اور چوری کی اور غیر محصن نے زنا کیا تو اسپر سب حدود قائم کیجاوین اسواسطے کہ اغراض مختلف ہین کیونکہ مقصود زنا سے حفظ نسب ہے اور حد قذف سے حفظ آبرو ہے اور حد شرب سے حفاظت عقول ہے تو اقامت حدود سے جمیع مقاصد مذکورہ نہین حاصل ہوتی بخلاف حدود متحد الجنس کے کہ وہان ایک حد کافی ہے بسبب اتحاد مقصود کے چنانچہ آخر باب مین مذکور ہوگا ولا يوالى بينها خيفة الهلاك بل يحبس حتى يبرأ اور حدود مختلفہ کے درمیان اتصال نکیا جاویگا یعنی لگاتار برابر اونکی اقامت نہوگی ہلاک ہوجانیکے خوف سے بلکہ وہ محبوس رہیگا صحیح سالم ہونے تک ويبدأ بحد القذف لحق العبد ثم هو اى الامام مخير ان شاء بدأ بالحد اى حد الزنا وان شاء بالقطع لثبوتهما بالكتاب اور حدود مختلفہ کی اقامت مین حد قذف سے ابتدا کیجاویگی بسبب حق العبد کے اگرچہ اوسمین حق اللہ غالب ہے پھر امام مختار ہے چاہے حد زنا کو شروع کرے چاہے قطع ید کی حد کو بسبب ثابت ہونے دونون کے قرآن مجید سے یعنی دونو قوت مین برابر ہین کسیکی ترجیح نہین ويؤخر حد الشرب لثبوته باجتهاد الصحابة اور موخر کرے حد شرب کو بسبب اسکے ثابت ہونیکے صحابہ کرام کے اجتہاد سے ولو فقأ ايضا بدأ بالفقء ثم بالقذف ثم يرجم لو محصنا ولغا غيرها بالجلد اور اگر کسیکی آنکھ بھی پھوڑ دی تو امام ابتدا جراحت سے کرے پھر حد قذف مارے پھر سنگسار کرے اگر زانی محصن ہو اور اوسکے سوا اور حدود لغو ہوجاوینگی کذا فے البحر طحطاوی نے ابو سعود سے نقل کیا کہ جراحت سے وہ جراحت مراد ہے جو قصاص کی موجب ہے وفى الحاوى القدسى ولو قتل ضرب للقذف وضمن للسرقة ثم قتل ويترك ما بقى اھ حاوی قدسی مین ہے کہ اگر قتل بھی کیا تو حد قذف ماریجاویگی اور چوری کا ضمان ہو پھر قتل کیا جاوے اور باقی حدود متروک ہون ويؤخذ بالمسروقة من تركته لعدم قطعه نهر اور جسقدر اوسنے چوری کی وہ اوسکی متروکہ سے لیجاویگی بسبب اوسکی عدم قطع کے کذا فے النہر یعنے ضمان ساقط ہوتا ہے قطع ید کی ضرورت سے یہان ہاتھ نہین کٹا ولا يطالب ولد اى فرع وان سفل وعبد اباه اى اصله وان علا وسيده كأمه ولشیء مرتب بقذف امه الحرة المسلمة المحصنة اور مطالبہ حد کا نکرے بیٹا اپنے باپ سے اور غلام اپنے مالک سے اپنی مان کے قذف سے جبکہ حرہ مسلمہ محصنہ ہے ولد سے مراد فرع ہے اگرچہ سافل ہو اور باپ سے مراد اصل ہے اگرچہ عالی ہو ھ غلام کی مان کا حرہ ہونا اسطرح کہ مان آزاد ہوگئی اور بیٹا اوسکا غلام رہا اھ اور چونکہ باپ اور مولی سے بموجب حدیث کے قصاص ساقط ہے تو حد بطریق اولے ساقط ہوگی فلو كان لها ابن من غيره او اب فهو ملك الطلب فى النهر واذا سقط عنه الحد عزر بل بشتم ولده يعزر پھر اگر اوس عورت محصنہ کا بیٹا ہو اس زوج کے غیر سے یعنی ربیب ہو بشرطیکہ اسکا مملوک نہو یا عورت کا باپ ہو یا اسکی مانند کوئی اور اصول اور فروع ہین تو وہ مطالبہ حد کا مالک ہوگا اور نہر الفائق مین ہے اور جب باپ سے حد قذف ساقط ہوئی تو تعزیر دیا جاویگا بلکہ بیٹے کو گالی دینے سے تعزیر دیا جاویگا ولا ارث فيه خلافا للشافعی اور حد قذف مین ارث نہین بخلاف امام شافعی یعنی اگر بعد قذف کے مقذوف مرگیا تو حد باطل ہے وارث دعوی نہین کرسکتا اور اگر میت کو قذف کیا تو اصول اور فروع کو حق طلب ہے بالاصالة نہ بالخلافة چنانچہ مذکور ہوچکا ولا رجوع بعد اقرار ولا اعتياض اى اخذ عوض ولا صلح ولا عفو فيه وعنه اور رجوع کرنا نہین قذف مین بعد اقرار کے اور قذف سے عوض کرنا یعنی قذف کے عوض مال لینا جائز نہین اور نہ صلح اور بخشنا جائز ہے یعنی حاکم کے روبرو جب قذف ثابت ہوجاوے تو مقذوف کی صلح کرنے یا بخشنے سے حد ساقط نہین فيه متعلق برجوع سے اور عنہ اعتیاض سے نعم لو عفا المقذوف فلا حد لا لصحة العفو بل لترك الطلب حتى لو عاد وطلب حد شمنى ولذا لا يتم الحد الا بحضرته ہان اگر مقذوف عفو کردے تو حد نہین نہ اس سبب سے کہ عفو صحیح ہے بلکہ اس سبب سے کہ اوسنے طلب کو ترک کیا اسواسطے کہ طلب شرط ہے حد کی یہانتک کہ بعد ترک کے اگر پھر عود کریگا اور طلب کریگا تو حد مارا جاویگا کذا فی شرح الشمنی اور اسیواسطے یعنی اسی سبب کے حد پوری نہوگی مگر بعد حاضر ہونے مقذوف کے یعنی اگر حد قذف شروع ہوئی پھر مقذوف کہین چلاگیا تو باقی کوڑے نہ مارے جاوینگے تاوقتیکہ مقذوف نہ آویگا قال لآخر يا زانى فقال لا بل انت حدا لغلبة حق الله فيه کہا کسی نے دوسرے سے کہ یا زانی سو اوسنے جواب دیا بلکہ تو یعنی مین زانی نہین تو زانی ہے تو دونون پر حد قذف ماری جاویگی بسبب غالب ہونے حق اللہ کے قذف مین یعنی اس قول مین دونون قاذف ہوگئے سو اگر بنا بر حق العبد کے کہے کہ دونون برابر ہوگئے تو لازم آتا ہے اسقاط حق اللہ کا تو بنا بر غلبہ حق اللہ کے دونون پر حد

ہوگی لہذا نے الستہ بخلاف مالو قال لہ یا سئلا یا خبیث فقال بل انت لم یعزر لانہ یحقہما وقد تساویا وتکافئا بخلاف اوسکو یہہ صورت ہو
کہ اگر ایک شخص سے دوسرے سے مثلاً کہا یا خبیث سو اوسنے جواب دیا بلکہ تو خبیث ہو تو دونوں پر تعزیر نہیں اسواسطے کہ تعزیر دونونکا حق ہے یعنی تعزیر واسطے حق آدمی کے ہی
حالانکہ جوابدینے سے دونوں برابر ہوگئے تو دونونکی مکافات ہوگئی یعنی دونوں سے تعزیر ساقط ہوگئی بخلاف ما سبقہ لو تسابا بما یعین بیکی الہ اقضی
او نہا مرا لم یتقا فنا طلنا اخلص الشرع ولتفاوت الضرب بخلاف سابق وہ مسئلہ ہے جوآویگا کہ اگر دو شخصوں نے باہم گالی دی قاضی کے سامنے
باہم ایک نے دوسرے کو مارا تو دونون برابر نہو جاوینگی سقوط تعزیر مین بلکہ دونونکو تعزیر دیجاویگی بسبب اسکے ادبی مجلس شرع کے اور بسبب متفاوت ہونے
ضرب کے ولو قال لہ لعرسہ وھو من اھل الشہادۃ یا زانیۃ وقالت زنیت بک حدت ولا لعان اور اگر قول مذکور اپنی زوجہ سے کہا اور حالانکہ زوج اہل ہو شہادت
کا سوز وجہ نے وہی قول پھر کرکہا تو عورت پر حد ماری جاویگی اور لعان نہوگا ہم یعنی اگر زوج نے زوجہ سے کہا یازانیہ سواوسنے جوابدیا بلکہ تو یعنی مین نہین
تو زانی ہے تو عورت پر حد ہو بلا لعان اور زوج مین اہلیت شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ اہل شہادت نہوگا تو اوسکا قذف لعان کا موجب نہوگا
تو دونوں پر حد ماری جاویگی کذا نقلہ الحلبی عن الایضاح الاصل ان الحدین اذا اجتمعا وفی تقدیم احدھما اسقاط الاخر وجب تقدیمہ احتیالا
للدرء قول مذکور مین حد زوجہ اور سقوط لعان کا قاعدہ یہہ ہو کہ جب دو حدین جمع ہونگی اور ایک حد کے مقدم کرنے مین دوسری حد کا اسقاط ہوگا تو اسکی
تقدیم واجب ہوگی حد ٹالنیکی حیلہ جوئی کیواسطے یعنی جب اول عورت پر حد ماری گئی تو وہ لعان کے لائق نرہی اسواسطے کہ محدود فی القذف لعان کا اہل نہیت
اور لعان کی تقدیم مین ابطال حد کا نتہا لہذا تقدیم حد واجب ہوئی کذا فی المنح اگر کوئی کہے کہ تقدیم حد مذکور اجتماع حدین مین ہوتی ہو اور لعان تو حد نہین
اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا واللعان فی معنی الحد اور لعان بمعنی حد ہو یعنی مشروعیت لعان کی واسطے زجر کے ہو مانند حدود کی ولذا لو قال
لو قال لھا یا زانیۃ بنت الزانیۃ بدئ بالحد لینتفی اللعان اور اسیواسطے یعنی حد ٹالنیکی حیلہ جوئی کیواسطے فقہانے کہا ہو کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ
یازانیہ بنت الزانیہ تو اول حد کی ابتدا کیجاویگی تا لعان منتفی ہوجاوے یعنی زوج پر زوجہ کی ماں کی قذف کی اول حد ماریجاویگی تو لعان ساقط ہوجاویگا
اسواسطے کہ محدود لائق لعان کے نہین رہتا بحرالرائق مین کہا کہ اگر زوجہ پہلی دعوی کریگی تو دونون مین قاضی لعان کرادیگا پھر زوجہ کی ماں اپنی قذف
کی حد کی طالب ہوگی تو مرد پر حد قذف ماری جاویگی طحطاوی نے کہا تو شاید مسئلہ مذکورہ شارح کا اوس صورت مین مفروض ہو جب زوجہ اور اوسکی ماں معاً
طالب ہون ولو قالت فی جوابہ زنیت بک او معک ھدرا ای الحد واللعان للشک اور اگر زوج نے کہا یازانیہ اور عورت نے اوسکو جواب مین
کہا کہ مین نے تجھسے زنا کیا یا تیرے ساتھہ زنا کیا تو حد اور لعان دونو باطل ہوجاوینگی بسبب شک کے ہم تفصیل شک یون ہو کہ عورت کا قول احتمال ہے کہ اوسنے قبل نکاح
کے زنا کا ارادہ کیا تو حد واجب ہوگی نہ لعان اسواسطے کہ زوجہ نے زوج کے قول کی تصدیق کی اور زوج نے اوسکی تصدیق نہین کی اور احتمال ہے کہ زوجہ نے
اوس زنا کا ارادہ کیا جو زوج کے ساتھہ بعد نکاح کے ہوا یعنی نکاح کے جماع کو تعبیر زنا کیا بقرینہ تقابل تو موجب اس احتمال کے لعان واجب ہو نہ حد
اسواسطے کہ قذف مرد کیطرفسے ہوا نہ عورت کیطرفسے تو بسبب احتمالین مذکورین کے شک پڑا حد یا لعان کے ثبوت مین لہذا دونون ساقط ہوگئے کذا فی المنح
قید بالخطاب لانھا لو اجابتہ بانت ازنی منی حد وحدہ خانیہ مصنف نے جواب کو بخطاب مذکور مقید کیا اسواسطے کہ اگر زوجہ زوج کو یون
جواب دیگی کہ تو زانی تر ہے مجھ سے تو فقط زوجہ ہی پر حد ماری جاویگی کذا فی الخانیہ ہم اسواسطے کہ صیغہ افعل کا ایسے مقام مین ترجیح فی العلم کیواسطے
مستعمل ہوتا ہو تو گویا زوجہ نے یون کہا کہ انت اعلم بالزنا منی اور علم بالزنا کی نسبت موجب حد نہین کذا فی الطحطاوی عن الکمال اور یہہ جو بعضی نسخون مین ہو کہ حد وحدہ
سو تحریف ہو ولو کان ذلک مع اجنبیۃ حدت دونہ لتصدیقھا اور اگر وہ گفتگو مذکور اجنبی عورت سے ہو یعنی مرد نے اجنبی عورت سے کہا کہ یازانیہ
اوسنے جوابدیا کہ مین نے تیرے ساتھہ زنا کیا تو عورت پر حد ہو نہ مرد پر بسبب تصدیق کرنے عورت کے یعنی عورت نے بھی مرد کو قذف کیا اور اوسکا حق تصدیق
کرنے سے ساقط ہوگیا اقر بولد ثم نفاہ یلاعن وان عکس حد للقذف والولد لہ فیھما للاقرار اقرار کیا زوج نے ولد کا پھر اوسکی نفی کی تو
لعان کرے زوجہ سے اور اگر اسکو بالعکس کیا یعنی اول نفی کی پھر اقرار کیا تو مرد پر حد قذف ماری جاویگی اور ولد دونون صورتون مین مرد کا ہو

اوسکو اقرار سے پہلی صورت مین اقرار سابق پر اور دوسری صورت مین اقرار لاحق ہے اور لعان بدون قطع نسب صحیح ہے کذا فی المنح ولو قال لیس بابنی ولا بابنك فهدر لانه انكر الولادة اور اگر زوجہ نے زوجہ کو کہا کہ یہہ لڑکا نہ میرا ہو نہ تیرا تو یہہ باطل ہے نہ اس قول سے حد متعلق ہے نہ لعان اسلئے کہ مرد ولادت کا منکر ہے اور انکار ولادت سے قاذف نہیں ہوتا قال لامرأة یا زانی حد اتفاقا لان الهاء تحذف للترخیم کہا مرد نے اپنی عورت سے یا زانی تو اوسپر حد ہے باتفاق شیخین اور محمد کے اسواسطے کہ کلام عرب مین ہار ہوز محذوف ہوسکتی ہے بسبب ترخیم کے یعنی اصل مین یا زانیہ تہا سو ترخیم سے آخر کا حرف محذوف ہو گیا ترخیم عبارت ہے حذف آخر کلمہ سے ولرجل یا زانیة لا وقال محمد یحد لان الهاء تدخل للمبالغة کعلامة قلنا الاصل فی الكلام التذکیر اور اگر مرد سے کہا یا زانیہ تو شیخین کے نزدیک حد نہین اور محمد نے کہا کہ اسکا قائل حد مارا جاویگا اسواسطے کہ ہار ہوز صیغہ مذکر مین مبالغہ کیواسطے داخل ہوتی ہے جیسے علامہ مین ہم اسکے جواب مین کہتے ہین کہ اصل کلام مین مذکر لانا ہے لفظ کا اور تانیث غیر اصل ہے ولاحد لقاذف من لها ولد لا اب له معروف فی بلد القذف اور حد نہین اوس عورت کے قذف سے جسکو ولد کا باپ معلوم نہین اوس شہر مین جہان قذف واقع ہوا نہ ہر شہر مین کذا فی البحر او من لاعنت بولد لانه امارة الزنا یا حد نہین اوس عورت کی قذف سے جسنے لعان کیا با وجود ولد کے یعنی لعان باقی رہا اور قاضی نے ولد کا نسب مرد سے قطع کر دیا اور ولد کو ماں کے ساتھ ملحق کر دیا اسواسطے حد نہین کہ وجود ولد بعد لعان علامت ہے زنا کی اور اگر بعد لعان کے قاضی قطع نسب نکریگا تو اوسکی قاذف پر حد واجب ہوگی یا اگر لعان باطل ہو جاویگا زوج کے اقرار کذب سے تو بھی قاذف پر حد واجب ہوگی بسبب دور ہونے تہمت کے کذا فی المنح او لقاذف رجل وطی فی غیر ملکه بکل وجه کامة ابنه او بوجه کامة مشترکة او فی ملکه المحرم ابدا کامة هی اخته رضاعا فی الاصح لفوات العفة یا حد نہین اوس مرد کی قذف سے جسنے وطی کی اپنی غیر ملک مین ہر وجہ سے چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی سے وطی کی یا ایک وجہ سے غیر ملک مین وطی کی چنانچہ مشترک لونڈی سے وطی کی یا اپنی اوس مملوکہ سے وطی کی جو ہمیشہ کو حرام تھی چنانچہ اپنی اوس لونڈی سے وطی کی جو مولی کی رضاعی بہن تھی یہان حد نہین قول اصح مین بسبب فوت ہونے عفت کے ہم یہہ علت ہے مسائل ثلثہ مذکورہ کے عدم حد کی او لقاذف من زنت فی کفرها لسقوط الاحصان یا حد نہین اوس عورت کی قذف سے جسنے اپنی کفر کی حالت مین زنا کیا بسبب ساقط ہونے احصان کے او لقاذف مکاتب مات عن وفاء لاختلاف الصحابة فی حریته فاورث شبهة یا حد نہین اوس مکاتب کی قذف سے جو مرگیا بدل کتابت ادا کرکے حد نہین بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اوسکی حریت اور عبدیت مین تو اس اختلاف نے شبہہ پیدا کیا سقوط حد مین ہم وفا ر بدل کتابت کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بدون وفا مرجاویگا تو اوسکی قاذف پر بطریق اولے حد نہوگی اسواسطے کہ وہ بلاشبہہ غلام مرا کذا فی البحر وحد قاذف واطی حرسیة حائضا او امة مجوسیة او مکاتبة و مسلم نکح محرمه فی کفره لثبوت الملك وفی الاخیر خلافهما اور حد مارا جاویگا قاذف اوس مرد کا جسنے اپنی زوجہ سے وطی کی حیض کی حالت مین اور مجوسی لونڈی اور مکاتبہ سے وطی کی اور اوس مسلم کا قاذف حد مارا جاویگا جسنے اپنی حالت کفر مین اپنے محرم سے نکاح کیا بسبب ثابت ہونے وطی کے اوس کی ملک مین یعنی پہلی اور پچھلی صورت مین ملک نکاح ثابت ہے اور باقی مین ملک یمین ہے اور پچھلی صورت مین خلاف ہے صاحبین کا اسواسطے کہ نکاح کافر کا اپنے محرم سے امام کے نزدیک صحیح ہے اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہین وحد مستامن قذف مسلما لانه التزم ایفاء حقوق العباد بخلاف حد الزنا والسرقة لانهما من حقوق الله تعالی المحضة کحد الخمر واما الذمی فیحد فی الكل الا الخمر غایة اور حد مارا جائیگا کافر مستامن جسنے مسلم کا قذف کیا اسواسطے کہ مستامن نے بسبب امان مسلمین کے ایفاء حقوق العباد کا التزام کیا ہے بخلاف حد زنا اور چوری کے کہ وہ مستامن پر نہین اسلئے کہ زنا اور سرقہ کی حد حق تعالے کے حقوق خالصہ سے ہے مانند شراب کی حد کے اور ذمی کافر پر تو جمیع حدود ماریجاوینگی سوا شراب کی حد کے کذا فی غایة البیان لکن قدمنا عن المنیة تصحیح حده بالسکر الخ لیکن ہم باب الشرب مین مقدم ذکر کر چکے ہین منیة المفتی سے حد ذمی کی تصحیح مست ہونے سے بہی یہہ شارح نے استدراک کیا غایة البیان کے استثنا پر وفی السراجیة اذا اعتقد واحرمة الخمر کانوا کالمسلمین اور سراجیہ مین ہے کہ جب اہل ذمہ حرمت خمر کے معتقد ہون تو مسلمین کی مانند ہین وجوب حد مین

ہم نے تاتارخانیہ و سراجیہ کے قول سے غایۃ البیان اور منیۃ المفتی کے تعارض کو دفع کیا ہے یعنی غایۃ البیان کی روایت اس صورت پر محمول ہے جب اہل ذمہ معتقد حرمت نہ ہوں اور منیۃ المفتی کی روایت اعتقاد حرمت پر محمول ہے تو تعارض نہ رہا فافہم اور سراجیہ سے مراد سراج الدین کا فتاوی ہے کذا فی المنح وفیہا لو سرق الذمی ثم زنی فاسلم ان ثبت باقرارہ او بشہادۃ المسلمین حد وان ثبت بشہادۃ اہل الذمۃ لا۔ سراجیہ میں ہے کہ اگر ذمی نے چوری کی یا زنا کیا پھر مسلمان ہوا اگر سرقہ یا زنا اوسکے اقرار یا اہل اسلام کی گواہی سے ثابت ہوا تو حد مارا جاویگا اور اگر اہل ذمہ کی گواہی سے ثابت ہوا تو حد نہیں اسواسطے کہ کفار کی گواہی مسلم پر مقبول نہیں۔ اقر القاذف بالقذف فان اقام اربعۃ علی زناہ ولو فی کفرہ لیسقط احصانہ کما مر اوعلی اقرارہ بالزنا ادبعا کما مر اقرار کیا قاذف نے قذف کا سو اگر چار گواہ قائم کئے مقذوف کے زنا پر اگرچہ اقامت بینہ قاذف کی حالت کفر میں ہو بسبب ساقط ہونے احصان قاذف کے یعنی مقذوف کا احصان شرط ہے حد قذف میں نہ قاذف کا چنانچہ مذکور ہو چکا یا زانی نے خود زنا کا اقرار کیا چار مجلس میں کیا چنانچہ اسکا بیان گذرا عبارۃ الدرر اوعلی اقرارہ بالزنا فیکون معناہ او اقام بینۃ علی اقرارہ بالزنا وقد صرح فی البحر ان البینۃ علی ذلک لا تعتبر اصلا ولا یعول علیہا لانہ ان کان منکرا لا تسمع مع الاقرار الا فی سبع مذکورۃ فی الاشباہ لیست ہذہ منہا فلذا غیر المصنف العبارۃ فتنبہ۔ عبارت درر کی یوں ہے یا اوسکے اقرار بالزنا پر تو مطلب اسکا یہ ہوا یا قاذف نے گواہ قائم کئے زانی کے زنا کے اقرار پر اور حالانکہ بحر الرائق میں تحریر کی ہے کہ اسپر گواہ اصلا معتبر نہیں اور اسپر اعتماد نہیں اسواسطے کہ اگر زانی منکر زنا ہے تو رجوع اسکا ثابت ہوا تو گواہی لغو ہوگئی اور اگر مقر ہے تو گواہی لائق سماعت نہیں باوجود اقرار کے مگر سات جگہ البتہ گواہی باوجود اقرار معتبر ہے جسکی تفصیل اشباہ میں مذکور ہے اور ان سات مقاموں سے یہ نہیں لہذا ماتن نے درر کی عبارت کو بدل ڈالا اسمے خبردار ہو جا یعنی یوں کہا کہ اگر قاذف نے زنا پر گواہ قائم کئے یا زانی نے خود زنا کا اقرار کیا تو مقذوف پر حد ہے ہم اشباہ والنظائر میں مذکور ہے کہ مقر پر گواہ مسموع نہیں مگر سات جگہہ ۱ میت کے قرضخواہ پر وارث نے اقرار کیا تو گواہ مسموع ہونگے تا اور وارثوں پر حکم متعدی ہو ۲ مدعا علیہ کے اقرار وصیت پر وصی کے گواہ مسموع ہیں ۳ مدعا علیہ کے اقرار وکالت پر وکیل کے گواہ اثبات وکالت پر مسموع ہیں ۴ دفع ضرر کیواسطے ہم استحقاق کی گواہی باوجود اقرار مستحق کی مسموع ہے تا بائع سے رجوع کرنا آسان ہو ۵ اگر باپ سے خصومت کیجاوے صغیر کے جانب سے تو باوجود باپ کے اقرار کے گواہی مقبول ہے ۶ اگر وارث نے موصی لہ کیواسطے اقرار کیا تو بھی شہادت مسموع ہے ۷ ایک جانور کرایہ دیا زید کو پھر اسکو کرایہ پر خالد کو سوزید نے گواہ گذرانے اپنے کرایہ پر تو اگر خالد حاضر ہوگا اور مقر بھی ہوگا زید کی کرایہ کرنے پر تو بھی شہادت زید کی مسموع ہوگی اور اگر غائب ہے تو مسموع نہوگی کذا فی الطحطاوی وحد المقذوف یعنی اذا لم تکن الشہادۃ بحد متقادم کما لا یخفی حد مارا جاویگا مقذوف جب کہ گواہی حد متقادم پر نہوگی چنانچہ پوشیدہ نہیں ہم حد المقذوف جزاء ہے ان اقام کی یعنی اگر قاذف چار گواہ لاویگا مقذوف کے زنا پر یا مقذوف خود اقرار کریگا تو مقذوف پر حد ماریجاویگی وان عجز عن البینۃ للحال واستاجل لاحضار شہودہ فی المصر اجل الی قیام المجلس فان عجز حد اور اگر قاذف عاجز ہو گواہوں کی لانے سے فی الوقت اور حاکم سے مدت مانگے اپنے گواہوں کے حاضر کرنیکی جو اسی شہر میں موجود ہیں تو اسکو مہلت دیجاوے قیام مجلس تک پھر اگر نہ لاسکے تو اوسپر حد قذف ماریجاوے ولا یکفل لیذہب لطلبہم بل یحبس ویقال ابعث الیہم من یحضرہم اور حاضر ضامنے لیجاوے قاذف سے تاکہ وہ گواہوں کی تلاش کو جاوے بلکہ وہ محبوس یعنے نظر بند رہے اور اس سے کہا جاوے کہ گواہوں کی طرف اس شخص کو بھیج جو انکو حاضر کرے ولو اقام اربعۃ فسقا او انکشف کانوا کذلک درئ الحد عن القاذف والمقذوف والشہود ملتقط اور اگر قاذف نے چار گواہوں فاسق سے اپنے قول کی گواہی لائی تو قاذف اور مقذوف اور گواہوں سے حد مندفع ہوجاویگی کذا فی الملتقط ہم قاذف اور شہود پر اسواسطے حد نہیں کہ نصاب شہادت پوری ہے اگرچہ گواہ عادل نہیں اور مقذوف پر اسواسطے حد نہیں کہ وجوب حد شہود عدل پر موقوف ہے ویکتفی بحد واحد لجنایات اتحد جنسہا بخلاف ما اختلف جنسہا کما بیناہ وعم اطلاقہ ما اذا اتحد المقذوف او تعدد بکلمۃ او کلمات فی یوم او ایام طلب کلہم او بعضہم وما اذا حد للقذف الا سوطا ثم قذف آخر فی المجلس فانہ یتم الاول ولا شیء للثانی للتداخل ایک حد کافی ہے ان جنایات کیواسطے جنکی جنس متحد ہے بخلاف ان جنایات کے جنکی جنس مختلف ہے چنانچہ ہم بیان کر چکے ہیں اسی باب میں حکم جنایات مختلفہ کا اور شامل ہے اطلاق مصنف کا جب کہ مقذوف متحد ہو یا متعدد اور قذف انکا ایک لفظ سے ہو یا چند الفاظ سے ایک دن میں یا چند دن میں کیا

یا چند ایام مین طلب حد جیسے مقذوفین نے کی ہو یا بعض نے اوسمین مل ہو اطلاق مصنف کو جب کہ قاذف کو حد قذف ماری گئی ہو سواایک کوڑے کے پہر اوسنے دوسری بار اوسی مجلس مین دوبارہ قذف کیا تو حد اول پوری کیجاویگی یعنے فقط ایک باقی کوڑا مارا جاویگا اور قذف ثانی کے واسطے کچہہ نہین بسبب تداخل کے ہم اکتفاء حد واحد ثابت ہو جب کہ بعد تکرار جنایات کے حد واقع ہوئی اور اگر جنایات اوسکی حد کے بعد دوسری بار جنایت کریگا تو دوسری بار حد ماریجاویگی خواہ قذف ہو خواہ شرب کذا فی الفتح واما اذا قذف فعتق فقذف اخر حد حد العبد فان اخذہ الثانی کمل لہ ثمانون لوقوع الاربعین لہما نہر اور جب کہ غلام قذف کریگا پہر آزاد ہوجاویگا پہر دوسرے شخصکو قذف کریگا تو اوسپر غلام کی حد ماریجاویگی یعنی چالیس کوڑے پہر اگر مقذوف ثانی اوسکو گرفتار کریگا یعنی طالب حد ہوگا تو اول حد کو ملا کر اسی کوڑے پوری کردیئے جاوینگے بسبب واقع ہونے پہلے چالیس کوڑے دونکے واسطے کذا فی الفتح یعنے پہلے چالیس کوڑے دونو قذفون مین شمار ہو گئے بسبب اتحاد جنس کے تو اسی مین چالیس باقی رہے سو وہی چالیس مقذوف ثانی کی طلب کے بعد ماریجاوینگے وفی شرح الزیلعی قذفہ فحد ثم قذفہ لم یحد ثانیا لان المقصود وہو اظہار کذبہ ودفع العار حصل بالاول انتہی اور شرح زیلعی مین یہہ ہے کہ قذف کیا زید کو مثلاً سو اوسپر حد ماری گئی پہر بعد حد کے دوبارہ اوسکو قذف کیا تو دوسری بار اوسکو حد نماری جاویگی ہو اسواسطے کہ حد قذف کا مقصود یعنے اظہار کذب قاذف اور دفع عار مقذوف سو حاصل ہو چکا پہلی حد سے تو حد ثانی کی حاجت نرہی انتہی کلام ہم زیلعی کے مخالف فتح القدیر کا قول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور ضعف توجیہ زیلعی کے کچہہ مخفی نہین اسواسطے کہ اول حد سے زمان ماضی کا کذب ظاہر ہو نہ زمان مستقبل کا وعلی ہذا القیاس دفع عار لیکن ظہیریہ مین بہی مطلقاً نفی حد ہے مانند زیلعی کے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ومفادہ انہ لو قال لہ یا ابن الزانیۃ وامہ میتۃ فخاصمہ حد ثانیا کما لا یخفی اور زیلعی کی تعلیل سے یہہ مستفاد ہوتا ہو کہ اگر قاذف نے مقذوف کو کہا یا ابن الزانیۃ یعنی اول مقذوف کو زانی کہا پہر اوسکی مان کو اور حالانکہ اوسکی مان میت ہے پہر مقذوف نے قاذف سے خصومت کی تو اوسکو دوبارہ حد ماریجاویگی چنانچہ وجہہ اوسکی پوشیدہ نہین یعنی مقذوف نے اول اپنی قذف کی حد کی طلب کی سو قاذف مارا گیا پہر اوسنے اپنی مانکی قذف کا دعوی کیا تو دوبارہ اوسکو حد ماریجاویگی اسواسطے کہ حد اول سے مقذوف سے عار دفع ہوئی اور حد ثانی سے اوسکی مان کی طرف سے لیکن اگر قاذف نے دونو کو ایک لفظ سے قذف کیا یا دونو کی قذف کے بعد مطالبہ ہوا تو ایک ہی حد کافی ہوگی بسبب تداخل کے وافاد تقییدہ بالحد ان التعزیر یتعدد بتعدد الفاظہ لانہ حق العبد اور مصنف نے حد کی قید لگانیسے اشارہ کیا کہ تعزیر متعدد ہوتی ہو اپنے الفاظ کے متعدد ہونیسے اسواسطے کہ تعزیر حق العبد ہو ہم طحطاوی نے کہا شارح نے تعدد تعزیر کو بطور جزم ذکر کیا لیکن مصنف نے کہا ہو کہ مینے اسکو صریح نہین دیکہا مگر فقہا کی کلام سے یوں سمجہا جاتا ہو **فرع** مسئلہ محققہ شارح کا عاین القاضی رجلا زنی وشرب لم یحدہ استحسانا وعن محمد یحدہ قیاسا علی حد القذف والقود قلنا الاستیفاء للقاضی وہو مندوب للدرء بالخبر فتلحقہ التہمۃ حواشی السعدیۃ دیکہا قاضی نے ایک مرد کو زنا کرتے یا شراب پیتے تو اوسپر حد نمارے بنا بر استحسان کے اور محمد سے مروی ہے کہ حد مارے حد قذف اور قصاص کے قیاس پر ہم جواب دیتے ہین امام کی طرف سے وجہ استحسان بیان کرکے کہ استیفاء حد شرب کا حق قاضی کے واسطے ہو اور حالانکہ قاضی کو دفع حد مستحب ہو بموجب اس حدیث کے کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم تو اسکو تہمت لاحق ہوئی کذا فی حواشی السعدیۃ یعنی جب قاضی نے حد کو ٹالا تو وہ متہم بعداوت وکینہ محدود ہو بخلاف حد قذف کے کہ اوسکا حق استیفاء مقذوف کو ہی نہ قاضی کو اور قصاص مین حق استیفاء ولی مقتول کیواسطے ہے نہ قاضی کے واسطے تو قیاس مع الفارق ہوا واللہ اعلم

باب التعزیر

یہ باب ہے تعزیر کے احکام مین ہم چونکہ تعزیر حدود کی نصوص قطعیہ سے ثابت نہین لہذا مصنف نے اونکو مقدم ذکر کیا اور تعزیر کمتر ہے حدود سے مقدار اور دلیل مین تو اوسکو حدود کے بعد لایا اور تعزیر مشروع ہی کتاب اللہ اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے قال اللہ تعالی (واضربوہن فان اطعنکم فلا تبغوا علیہن سبیلا) اس آیت مین حق تعالی نے زوجات کی مار نیکو فرمایا واسطے تادیب اور تہدید کے اور کافی مین حدیث مرفوع منقول ہے کہ اپنے عصا کو اپنے اہل سے نہ اوٹہا اور مروی ہو کہ کسی نے دوسریکو مخنث کہا تہا تو رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے اوسکو تعزیر دی اور محیطین حدیث مرفوع مروی ہو کہ خدا رحم کرے اوس مرد پر جسنے اپنا عصا اپنے مکان مین لٹکا رکہا کہ اہل وعیال کو نظر آوے اور قوی تر ان احادیث سے بخاری اور مسلم کی حدیث ہو کہ سوائے حدود کے دس کوڑے سے زیادہ نمارے جاوین اور بروایت صحیح ثابت ہی تعزیر لڑکون کے مارنے سے جب وہ دس برس کے ہوکر ترک صلوۃ کرین اور صحابہ کرام کا اجماع ہی مشروعیت تعزیر پر اور قیاس یہہ ہے کہ افعال سیئہ سے زجر کرنا واجب ہو کہ

و یعنی تعزیر لغت مین عبارت ہی تادیب سی **وَهُوَ لُغَةً التَّأْدِيبُ مُطْلَقًا** کذا فی فتح القدیر پونہچی اور خسیس افعال کی نوبت
بدفعل کی عادت نہ پڑے کہ **وقول القاموس انه يطلق** کذا فی المنح رجوع کے پیچھے ہی تو اوسی رجوع کہ عزر ہی اور اسی تعزیر کی زیادہ ہو یا کمتر حد سی ضرب خواہ ضرب غیر سخت ہو خواہ ضرب سخت
مطلقًا خواہ ضرب بعض سلطان ابن حجر مکی کیطرف ہی اور نہر الفائق مین سیہ تغلیط ہی **کذا فی النہر** ہم غلط ہی کہ ضرب کمتر از حد پر ہی تعزیر کا اطلاق ہی کہ قول کا سیہ قاموس اور قاموس **علی ضرب ما دون الحد غلط**
منسوب شرع کی طرف منسوب ہوگی اور حواسی کیونکہ شرع سے اصطلاح سہی جاہل جو کیطرف لغت اہل تو کی مذکور سے قاموس صاحب جو ہی شرعی وضع سیہ کہ کہا غلط اسکو اسواسطے
دیا کہ صاحب قاموس نے فقط اوضاع لغویہ کا التزام نہیں کیا بلکہ اوسکی عادت ہی کہ منقولات شرعیہ اور اصطلاحیہ کو اور اسیطرح الفاظ فارسیہ کو بھی بکثیر نوادہ کیو اسنے مذکور
وَشَرْعًا تَأْدِيبٌ دُونَ الْحَدِّ أَكْثَرُهُ تِسْعَةٌ وَثَلَاثُونَ سَوْطًا وَأَقَلُّهُ
کرتا ہی اور کہیہ سیکا اشارہ دیباچہ قاموس مین موجود ہی کذا فی الطحطاوی عن ابی سعود
ثَلَاثَةٌ لَوْ بِالضَّرْبِ اور اصطلاح شرع مین تعزیر عبارت ہی تادیب کمتر از حد سی اکثر مقدار تعزیر کی انتالیس کوڑے ہین اور کمتر تین کوڑے ہی اگر بواسطے ضرب کے تعزیر ہو
یعنی ضرب الی تعزیر کا سیہ بیان ہی نہ مطلق تعزیر کا ہم سیہ قول سے قدوری کا اور صحیح سیہ ہے کہ اقل تعزیر کی کچھ حد نہین امام کی رای پر مفوض ہی یہان تک کہ اگر وہ
جانے کہ ایک کوڑا مارنے سے انزجار حاصل ہوگا تو اتنا ہی کافی ہی کذا فی المنح والحلبی امام اعظم اور محمد کے نزدیک اکثر تعزیر انتالیس کوڑے ہین اور ابو یوسف کے
نزدیک پچہتر کوڑے سے ہین امام نے عبد کی حد یعنی چالیس سے ایک کوڑا کم کردیا اور ابو یوسف نے حر کی حد یعنی اسی سے پانچ کوڑے کم کردیئے اور اصل اسمین وہ حدیث ہی
جسکو بیہقی اور محمد بن حسن نے کتاب الآثار مین روایت کیا ہی **مَنْ بَلَغَ حَدًّا فِي غَيْرِ حَدٍّ فَهُوَ مِنَ الْمُعْتَدِينَ** یعنی جو حد تک پہونچے غیر حد مین وہ ظالمون مین سے ہی اگرچہ عند المحدثین سیہ
حدیث مرسل ہی لیکن مرسل امام کے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہی اور عمل کے لائق ہے اور جب ثابت ہوا کہ تعزیر حد سی کمتر چاہیئے تو امام اور محمد نے نظر حد
عبد کی حد سی جو اقل حدود ہی تعزیر کو کم قرار دیا اسواسطے کہ لفظ حد کا حدیث مذکور مین نکرہ ہے اور ابو یوسف نے حد احرار سی کم کیا اسواسطے کہ حریت اصل ہے اور سیہ جو
صحیحین مین ہی مشہور ہی کہ غیر حد مین دس کوڑے سے زیادہ مارنا نچاہیئے تو اوسکا جواب علماء حنفیہ نے یون دیا ہی کہ سیہ حدیث منسوخ ہی صحابہ کرام کے عمل کرنیسے
اسکی بلا انکار یعنی اگر سیہ حدیث منسوخ نہوتی تو صحابہ کرام اسکی مخالفت نکرتے اسواسطے کہ وہ اعلم الناس تہے احکام شرعیہ مین کذا فی فتح القدیر **وَجَعَلَهُ فِي الدُّرَرِ عَلَى أَرْبَعِ**
مَرَاتِبَ اور درر اور غرر مین تعزیر کو چار مراتب پر ٹہیرایا ہی ہم مراتب مذکورہ یون ہین تعزیر شرف الاشراف کی یعنی علماء دین اور سادات علویہ کی اعلام ہی اسطرح کرنا
اون سے کہو کہ ہمکو خبر پہونچی ہی کہ تم ایسا ایسا کرتے ہو سو اب ایسا نکرنا اور تعزیر اشراف کی یعنی امرا اور دہاقین کی اعلام اور دار القضا تک کہینچ لانیسے
دہقان سے مراد زمیندار یعنی مالک گانون کا ہی اسواسطے کہ دہقان معرب دہگان کا یعنی صاحب دیہ اور تعزیر اوساط الناس سے یعنی اہل بازار کی کہینچ لانے اور قید کرنے سے
اور تعزیر خسیس یعنی کمینون کی کہینچ لانے اور قید کرنے اور مارنے سے ہی کذا فی الفتح والمنح والطحطاوی **وَكُلُّهُ مَبْنِيٌّ عَلَى عَدَمِ تَفْوِيضِهِ لِلْحَاكِمِ مَعَ أَنَّهَا لَيْسَتْ عَلَى**
إِطْلَاقِهَا فَإِنَّ مَنْ كَانَ مِنْ أَشْرَافِ الْأَشْرَافِ لَوْ ضَرَبَ غَيْرَهُ فَأَدْمَاهُ لَا يَكْفِي تَعْزِيرُهُ بِالْإِعْلَامِ وَأَرَى أَنَّهُ بِالضَّرْبِ صَوَابٌ نَهْرٌ اور سیہ سب یعنی
سیہ جو مصنف اور صاحب درر نے مذکور کیا مبنی ہی عدم تفویض تعزیر پر واسطے حاکم کے باوجودیکہ کہ مراتب اربعہ مذکورہ اپنے اطلاق پر نہین ہین اسواسطے کہ جو شخص کہ
اشراف الاشراف سے ہو اگر غیر شخص کو مارے کہ اوسکا خون نکلے تو اوسکی تعزیر فقط اعلام اور اطلاع سی کافی نہین اور مجھکو معلوم ہوتا ہی کہ اسوقت مین اوسکی تعزیر ضرب سے صواب
ہی کذا فی النہر حموی نے کہا کہ صاحب نہر نے تعزیر شرف الاشراف مین افراط کی بلکہ صورت مذکورہ مین اعلام اور چشم نمائی تعزیر ہے اسواسطے کہ اشراف الاشراف
کی تعزیر کا مسئلہ مطلق نہین بلکہ مقید ہی چنانچہ نہایہ مین مذکور ہی کہ اعلام کے ساتھہ تیز نظر سے دیکھنا ترش رو ہوکر لازم ہی یعنی بمقدار سبب تعزیر کذا فی
الطحطاوی **وَلَا يُفَرَّقُ الضَّرْبُ فِيهِ وَقِيلَ يُفَرَّقُ وَوُفِّقَ إِنْ بَلَغَ أَقْصَاهُ يُفَرَّقُ وَإِلَّا لَا شَرْحُ وَهْبَانِيَّةٍ** اور تعزیر مین ضرب متفرق نکیجائے اور ایک قول سیہ ہی
کہ متفرق کیجائے بدن پر اور دونون قولون مین توفیق یون کیگئی ہی کہ اگر تعزیر اپنی نہایت مرتبہ کو پہونچ جاوے یعنی انتالیس کوڑے کو تو بدن پر علحدہ علحدہ مارنا چاہیئے
تا خوف ہلاکی کا نرہے اور اگر تعزیر اس سے کمتر ہو تو متفرق نکیجائے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم فتاوی قاضیخان مین ہے کہ متفرق مارنا چاہیئے اعضا کو سوائے مونہہ اور سر اور
وَيَكُونُ بِهِ وَبِالْحَبْسِ وَبِالصَّفْعِ عَلَى الْعُنُقِ وَفَرْكِ الْأُذُنِ وَبِالْكَلَامِ الْعَنِيفِ وَبِنَظَرِ
شرمگاہ کے اور ابو یوسف نے کہا کہ پیٹ اور پیٹہ کو بھی بچانا چاہیئے کذا فی المنح
الْقَاضِي لَهُ بِوَجْهٍ عَبُوسٍ وَبِشَتْمٍ غَيْرِ الْقَذْفِ مُجْتَبَى اور تعزیر ہوتی ہی ضرب سے اور مقید کرنے سے اور گردن پر دہپ مارنیسے پشت کیجانب سے اور کان مروڑنیسے

اور سخت کلام کرنیسے اور قاضی کے دیکھنے سے ترش رو ہو کر تنبیہ ہو اور گالی دینے سے بشرطیکہ گالی قذف کی نہو کذا فی المجتبی وفیہ عن السرخسی لایباح التعزیر بالصفع لانہ
من اعلیٰ ما یکون من الاستخفاف فیصان عنہ اہل القبلۃ اور مجتبی میں سرخسی سے منقول ہے کہ مباح نہیں ہے تعزیر دینا گردن پر دوہپ مارکر ہو اسطے کہ
یہ استخفاف اور ذلت کا اعلیٰ مرتبہ ہے تو اہل قبلہ یعنی اہل سلام کو اس سے بچانا چاہیے لا باخذ المال فی المذہب بحر وفیہ عن البزازیۃ وقیل یجوز ومعناہ
ان یمسکہ مدۃ لینزجر ثم یعیدہ فان ایس من توبتہ صرفہ الی ما یری وفی المجتبی انہ کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ جائز نہیں تعزیر مال
لینے سے بنا بر صحیح مذہب کے یعنے جرمانہ لینا جائز نہیں کذا فی البحر الرائق اور شیخین بزازیہ سے یون منقول ہے اور قول ضعیف میں جائز ہے اور مطلب اسکا یہ ہے کہ اوسکے
مال کو چند مدت روک رکھے تا مجرم اپنے گناہ سے نادم ہو اور ڈر جاوے دوبارہ کرنیسے پھر وہ مال اسکو حوالہ کرے پھر اگر ناامید ہو مجرم کی توبہ کرنیسے تو حاکم اوس مال کو
جہان مناسب سمجھے صرف کرے اور مجتبی میں ہے کہ مال سے جرمانہ لینا ابتدائے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا یعنی تا ظالم حاکم لوگون سے ناحق مال لینے کا اسکو وسیلہ نہ بنا دین
کذا فی الطحاوی عن ابی سعود اور بزازیہ میں ہے کہ مال کا لینا جسکے نزدیک جائز ہے تو پھر دینے کی نیت سے ہے بعد انزجار کے اور یہ نہیں کہ حاکم اسکو خود لے لیوے
کہ ظالم حاکم غلط سمجھے ہیں سواسطے کہ کسی مسلم کو دوسرے مسلم کا مال لینا ناحق جائز نہیں کذا فی الفتح والتعزیر لیس فیہ تقدیر بل ہو مفوض الی رأی القاضی
وعلیہ مشائخنا رحمہم اللہ لان المقصود منہ الزجر واحوال الناس فیہ مختلفۃ بحر اور تعزیر میں کوئی چیز معین نہیں بلکہ وہ قاضی کی تجویز پر مفوض
ہے اور اسی پر ہمارے مشائخ ہیں اور یہی قول سرخسی کا مختار ہے اسواسطے کہ مقصود تعزیر سے زجر اور توبیخ ہے اور آدمیون کے احوال اسمین مختلف ہین کذا فی البحر یعنے
بعضا شخص فقط ملامت اور تیز نظر سے ڈر جاتا ہے اور بعضے کو بیس کوڑے کی کچھ پروا نہیں تو جیسا قاضی مناسب دیکھے ویسا کرے ویکون التعزیر بالقتل کمن وجد
رجلا مع امرأۃ لا تحل لہ ولو اکرہہا فلہ قتلہ ودمہ ھدر وکذا الغلام وہبانیہ اور کاہے تعزیر قتل کر ڈالنے سے ہوتی ہے چنانچہ ایک شخص نے کسی کو
اوس عورت کے ساتھہ پایا جو اوسکو حلال نہیں یعنی زنا کرتے پایا مجرد خلوت مراد نہیں یہ قید ظاہر کلام سے مفہوم ہے کذا فی الطحاوی اور اگر مرد نے عورت پر جبر کیا تو دیکھنے
والیکو قتل اسکا جائز ہے اور خون اسکا باطل ہے اور یہی حکم ہے امرد پر جبر کرنے کا کذا فی الوہبانیہ طحطاوی نے کہا کہ ظاہر جبر میں قتل بدون شرط آئندہ جائز ہے اور نہیں تو
اس کلام کا کچھ فائدہ نہیں نزدیک ہمارے حکم کے یا شاید کسی عبارت میں واو عاطفہ رہ گئی ہے بہر صورت یہ امر تحریر کے لائق ہے لکن ان کان یعلم انہ لا ینزجر بصیاح وضرب
بما دون السلاح والا لا علی انہ یجوز بما ذکر لا یکون بالقتل قتل کرنا مرد کو اس شرط سے ہے کہ دیکھنے والا جانتا ہو کہ وہ مرد باز نہ آویگا شور کر نے اور مارنے
سوائے ہتیار کے اور اگر جانتا ہو کہ وہ باز رہیگا للکارنے اور مارنے سے تو اوسکی تعزیر قتل کرنے سے نہین ولو کانت المرأۃ مطاوعۃ قتلہما کذا عزاہ الزیلعی
للہندوانی اور اگر عورت راضی ہو مرد مذکور سے تو عورت مرد دونون کو قتل کرے چنانچہ زیلعی نے اس قول کو ہندوانی کے طرف منسوب کیا ہے ثم قال وفی
منیۃ المفتی لو کان مع امرأتہ وہو یزنی بہا او مع محرمہ وہما مطاوعتان قتلہما جمیعا انتہی واقرہ فی الدرر پھر زیلعی نے کہا اور منیۃ المفتی میں ہے
کہ اگر دیکھنے والیکی زوجہ کے ساتھہ اجنبی مرد ہو اور زنا کرتا ہو یا اوسکی محرم عورت کے ساتھہ زنا کرتا ہو اور وہ دونون راضی ہوں تو دونو کو قتل کرے یعنے
مرد اور زوجہ کو یا مرد اور محرم کو سب کو انتہے کلام الزیلعی اور یہی قول کو ثابت رکھا ہے درر غرر میں قال فی البحر فمفادہ الفرق بین الاجنبیۃ والزوجۃ و
المحرم فمع الاجنبیۃ لا یحل القتل الا بالشرط المذکور من عدم الانزجار المذکور وفی غیرہا یحل مطلقا انتہی اور بحر الرائق میں کہا ہے کہ زیلعی
اور منیۃ المفتی کے قول سے مستفاد ہوا فرق درمیان اجنبی عورت کے اور زوجہ اور محرم کے سو اجنبی عورت کے ساتھہ مرد کے ہونے سے قتل حلال نہیں بدون شرط مذکور کے
یعنی عدم انزجار بدون کے اور اوسکے غیر میں یعنی زوجہ اور محرم میں قتل حلال ہے مطلقا شرط مذکور ہو یا نہو انتہی کلام البحر ورد فی النہر بما فی البزازیۃ و
غیرہا من التسویۃ بین الاجنبیۃ وغیرہا ویدل علیہ تنکیر لفظ امرأۃ نعم ما فی المنیۃ مطلق فیحمل علی المقید لیتفق کلامہم و
لذا جزم فی الوہبانیۃ بالشرط المذکور مطلقا وہو الحق بلا اشتراط احصان لانہ لیس من الحد بل ہو من الامر بالمعروف اور نہر الفائق میں فرق
کیا ہے نہر الفائق میں بدلیل قول بزازیہ وغیرہا کے یعنی اجنبی عورت اور زوجہ اور محرم میں شرط مذکور برابر ہے [illegible] فرق اور اس [illegible] پر لفظ امرأۃ نکرہ
لانا ہندوانی کے قول میں دلیل ہے [illegible] منیۃ المفتی کی عبارت مطلق [illegible] زوجہ اور محرم میں تو اوسکو قید پر محمول کرنا چاہیے یعنے شرط عدم انزجار وہان بھی

ملحوظ ہو تاکہ فقہا کا کلام متفق ہو جاوے اور اسیواسطے وہبانیہ مین شرط مذکور کا جزم کیا ہے مطلقاً اجنبیہ مین بہی اور زوجہ اور محرم مین بھی اور یہی قول یعنی عدم فرق حق
ہے بلا شرط احصان یعنی مرد اور عورت کے قتل مین احصان شرط نہین اسواسطے کہ یہہ قتل حد زنا نہین جو احصان شرط ہو بلکہ یہہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مین داخل ہے
ہم اسکو نہی عن المنکر کہنا خوب ہے اسواسطے کہ جب اس امر خلاف شرع کا زائل کرنا قتل مین متعین ہوا تو اسمین احصان کا شرط کرنا بیمعنے ہے و لہذا بزازی نے اسکو مطلق
کہا ہے فتاوی بزازیہ کی کتاب الحدود مین مصرح ہے یا اپنی زوجہ کے ساتھہ اجنبی مرد کو اگر وہ بات سے للکارنے اور سوای ہتھیار کی مار ڈرسے تو اسکا قتل حلال نہین اور اگر نہ مانے بدون قتل
کے تو اسکا قتل کرنا حلال ہے اور اگر زوجہ اسکی اسپر راضی ہو تو اوسکا قتل بہی حلال ہے اور یہہ نص ہے تعزیر پر اور اسپر کہ قتل کو غیر محتسب بہی کرتا ہے انتہی کذا
فی النہر و فی المجتبی الاصل ان کل شخص رای مسلما یزنی یحل له قتله وانما یمتنع خوفا من ان لا یصدق انه زنی اور مجتبی مین ہے اصل یہہ ہے کہ
جس شخص نے کہ مسلم کو زنا کرتے دیکہا اوسکا قتل کرنا اوسکو حلال ہے اور قتل کرنیسے جو باز رہتا ہے تو اس خوف سے کہ اسکو سچا نجانینگے مقتول کے زنا کرنے مین ہم کہتے ہین قول
سے معلوم ہوا کہ اسکو قتل اور عدم قتل مین اختیار ہے پہر اگر اسکو قتل کریگا اور بسبب عدم تصدیق کے قاتل مارا جاویگا تو شہید ہوگا وعلی هذا القیاس المکابر
بالظلم وقطاع الطریق وصاحب المکس وجمیع الظلمة بادنی شیء له قیمة وجمیع الکبائر والاعونة والسعاة یباح قتل الکل ویثاب قاتلهم
انتہی اور اسی قیاس پر جو شخص علانیہ ظلم سے چیز کو چہین لے اور راہزن اور صاحب مکس اور سب ظالم جو کمتر قیمت والی چیز کو بہی ظلم سے چہین لین اور جو ظالم کہ مرتکب کسی
کبیرہ کا ہو منجملہ کبائر کے اور ظالمون کے مددگار اور چغلخور جو حاکم کو فساد پر دوڑاتے ہین تو ان سب کا قتل کرنا بنابر تعزیر کے جائز ہے اور انکا قاتل ثواب پاویگا انتہی
کلام المجتبی ہم قتل ان شخصون کا بہی ظاہرا مشروط بشرط عدم انزجار مذکور ہے چنانچہ لفظ علی هذا القیاس کا اسپر دلالت کرتا ہے اور مکابر سے مراد وہ شخص ہے جو غیر کی
چیز علانیہ چہین لے اگرچہ شہر مین یہہ ظلم کرے اور ساعی سے مفسد مراد ہے در مختار و عالمگیریہ مین تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ علی بن احمد سے سوال ہوا کہ ایک شخص کا
دعوی تہا دوسری مرد پر سو اوسنے اوسکو نپایا تو اوسکی برادری کے لوگون کو حاکم کے یہان ناحق گرفتار کروایا تو اوس نے اونکو قید کیا اور اونکا مال چہین لیا
ناحق تو اگر مظلوم لوگ اوسکے ظلم کو قاضی کے روبرو ثابت کرین تو اوس مفسد پر تعزیر ہے یا نہین جواب دیا کہ ہان اوسپر تعزیر ہے کذا فی الطحطاوی وافتی الناصحی
بوجوب قتل کل موذ اور فتوی دیا ہے امام ناصحی نے ہر موذی کے قتل کے واجب ہونے پر امام ناصحی سے سوال ہوا کہ جو زمین مین فساد اور لوگون مین
فساد پہیلا دے حاکم کے پاس لیجاکر اوسپر کیا واجب ہے جواب دیا کہ اسکا قتل واجب ہے واسطے دفع فساد کے کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ شاید یہہ وجوب قتل امام اور
اوسکے نائبون پر بشرط عدم انزجار مذکور اور اونکے سوا اور لوگون کو مباح ہے و فی شرح الوهبانیة ویکون بالنفی عن البلد وبالهجوم علی بیت
المفسدین وبالاخراج من الدار وبهدمها وکسر دنان الخمر وان ملحوها ولم ینقل احراق بیته اور شرح وہبانیہ مین ہے اور تعزیر ہوتی ہے
مفسد اور موذیکو شہرون سے نکال دینے سے اور مفسدین کے گہر پر ہجوم کرنیسے اور گہر مین سے نکال دینے سے اور اسکا گہر گرا دینے سے اور شراب کے مٹکون کے توڑ ڈالنے سے اگرچہ شراب
مین اونہون نے نمک ڈالدیا ہو اور مفسد کا گہر جلا دینا منقول نہین ہم حموی نے برجندی سے نقل کیا ہے کہ کلوار یعنی شراب بنانیوالے کا گہر جلا دینا اور اہل بدعت کو
بطریق سیاست قتل کرنا امام کے حق مین جائز ہے ویقیمه کل مسلم حال مباشرة المعصیة فنیه واما بعدها فلیس ذلك لغیر الحاکم و
الزوج والمولی کما سیجیء اور تعزیر کو قائم کرے ہر مسلمان معصیت کرنیکے وقت مین کذا فی القنیة اور گناہ واقع ہونیکے بعد سوای حاکم اور زوج اور
مولے کی یہہ جائز نہین چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کرنیکے وقت تعزیر بالضرب کا ہر مسلمان مالک ہے اگرچہ محتسب نہو کذا فی الملتقی اور وجہ اسکی
یہہ ہے کہ ہاتھہ سے خلاف شرع کا ازالہ نہی عن المنکر مین داخل ہے اور شارع نے اسکا اختیار ہر مسلم کو دیا ہے اسواسطے کہ صحیح مسلم وغیرہ مین ابو سعید خدری سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تم مین سے منکر خلاف شرع کو دیکہے تو چاہیے کہ ہاتھہ سے اسکو بگاڑ دے اور اگر اسکو طاقت نہو تو
اپنی زبان سے اور اگر اسکی بہی کی طاقت نہو تو دل سے اور یہہ نہایت ضعف ایمان ہے انتہی بخلاف حدود کے کہ اوسکی ولایت نہین مگر حاکم کو منح الغفار مین کہا
کہ بعد فراغت گناہ کی ہر مسلم کو تعرض کرنا نہی عن المنکر نہین اسواسطے کہ امر ماضی کی نہی متصور نہین تو یہہ خالص تعزیر ہوگئی بلا نہی عن المنکر تو اسمین سوای امام کے
کسی کو دخل نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا من علیه التعزیر لو قال لرجل اقم علی التعزیر ففعله ثم رفع للحاکم فانه یحتسب به قیل

واقرہ المصنف ومثلہ فی دعوی الخانیۃ لکن فی الفتح ما یجب حقا للعبد لا یقیمہ الا الامام لتوقفہ علی الدعوی الا ان یحکمانیہ فلیحفظ
جس شخص پر تعزیر ہو اوس نے کہا ایک مرد سے کہ مجھ پر تعزیر قائم کر سو اوس نے تعزیر قائم کی پھر یہ نالش حاکم کے پاس ہوئی تو حاکم اوس کو حساب کریگا کذا فی القنیۃ
اور ثابت رکھا اسکو مصنف نے اور ایسے ہی مانند خانیہ کی کتاب الدعوی میں ہے لیکن فتح القدیر میں ہے کہ جو تعزیر کہ بواسطے حق العبد کے واجب ہو اسکو قائم نکرے سوای
امام کے بسبب توقف اوس تعزیر کے دعوی پر اور دعوی نہیں مگر حاکم کے پاس الا یہ کہ مدعی اور مدعا علیہ آپس میں کسیکو حکم اور پنچ مقرر کریں تو حکم بجای قاضی ہو جائیگا
تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے م خلاصہ تفصیل فتح القدیر یہ ہے کہ حق عبد کی تعزیر سوای حاکم کے جائز نہیں اور حق اللہ کی تعزیر میں ہر مسلم مامور ہے شارع
کی جانب سے ضرب غیرہ بغیر حق وضرب المضروب ایضا یعزران کما لو تشاتما بین یدی القاضی ولم یتکافا کما مر اور غیر شخص کو ناحق مارا اور مضروب نے
بھی ضارب کو مارا تو دونوں تعزیر دیے جاوینگے چنانچہ اگر دو شخص باہم گالی دینگے قاضی کے روبرو تو تعزیر دیے جاوینگے اور گالی دینے سے باہم برابر نہوا نکے
بسبب بے ادبی کرنے کے مجلس شرعی میں چنانچہ مذکور ہو چکا م مضاربت میں اسواسطے تعزیر ہے کہ ضرب میں اکثر تفاوت ہوتا ہے تو مکافات حاصل نہیں ہوتی قال
یبدأ باقامۃ التعزیر بالبادی لانہ اظلم قنیہ اور اقامت تعزیر کی شروع کیجائے اوس سے جس نے ابتدائی ضرب یا شتم کی اسواسطے کہ وہی ظالم ہے کذا فی القنیۃ
وفی مجمع الفتاوی جاز المجازاۃ بہ فی غیر موجب حد للاذن بہ ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولئک ما علیہم من سبیل والعفو افضل
فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ بدلا لینا اور عوض میں کہنا جائز ہے اوس فعل میں جو حد کا موجب نہیں بسبب اسکی اجازت کے کہ حق تعالی نے
فرمایا کہ جو انتقام لے بعد مظلوم ہونے کے تو ان لوگوں پر راہ نہیں یعنی مواخذہ نہیں اور معاف کر دینا افضل ہے انتقام سے حق تعالی نے فرمایا کہ جو معاف
کر دے اور اصلاح کرے تو اوسکا ثواب حق تعالی پر ہے م ظلم کا بدلا لینا جائز ہے سوای ضرب کے اسواسطے کہ ابھی مذکور ہو چکا کہ اگر مضروب ضارب کو مارے گا تو دونوں پر تعزیر ہوگی
تو مظلوم بالضرب حاکم سے نالش کرے یا انتقام کرے وصح حبسہ ولو فی بیتہ بان یمنعہ من الخروج منہ مع ضربہ اذا احتیج لزیادۃ تادیب اور درست
ہے قید کرنا مجرم کا اگرچہ حبس اوسکے گھر ہی میں ہو تو باہر نکلنے سے وہ باز رہے کذا فی النہر ساتھ اوسکی ضرب کے یعنی حبس ساتھ ضرب کے اوس وقت ہے جب زیادہ تادیب کی
حاجت ہو زیادہ قصور کے سبب وضربہ اشد لانہ خفف عددا فلا یخفف وصفا ثم حد الزنا لثبوتہ بالکتاب ثم حد الشرب لثبوتہ باجماع
الصحابۃ لا بالقیاس لانہ لا یجری فی الحدود ثم القذف لضعف سببہ باحتمال صدق القاذف اور ضرب تعزیر کی سخت تر ہے حد زنا کی ضرب سے
اسواسطے کہ تعزیر کے شمار میں تخفیف ہوئی تو وصف میں تخفیف نہوگی تا اصل مقصود فوت نہو پھر حد زنا کی ضرب سخت تر ہے حد شرب سے بسبب ثبوت زنا کی حد کے قرآن مجید سے
پھر حد شرب کی ضرب سخت تر ہے قذف کی ضرب سے بسبب اوسکے ثابت ہونیکے اجماع صحابہ سے نہ قیاس مجتہد سے اسواسطے کہ قیاس جاری نہیں حدود میں پھر اسکے بعد حد قذف
کی ضرب ہے بسبب ضعیف ہونے اوسکے سبب کے قاذف کے احتمال صدق سے م پھر چند حد قذف قرآن مجید سے ثابت ہے لیکن بسبب ضعف سبب کے حد شرب سے کمتر ہوا اسواسطے کہ حد
شرب کا سبب متیقن ہے گو ثبوت اسکا ضعیف ہے حد قذف کے ثبوت سے وعزر کل مرتکب منکر او موذی مسلم بغیر حق بقول او فعل الا اذا کان الکذب ظاہرا
کیا کلب مثلا اور تعزیر دیا جاوے ہر مرتکب خلاف شرع کا یا مسلمان کا ناحق تکلیف دینے والا قول سے یا فعل سے مگر جب تکلیف قولی میں کذب قائل کا ظاہر ہو مانند یا کلب
کہنے کے تو اوسپر تعزیر نہیں کذا فی البحر م اور ایسے ہی مانند یا خنزیر کہنا ہے ولو بغمز العین او اشارۃ الید لانہ غیبۃ کما فی الحظر فمرتکبہ مرتکب
محرم وکل مرتکب معصیۃ لا حد فیہا ففیہا التعزیر اشباہ اگرچہ ایذای فعلی آنکھہ مارنے سے ہو یا ہاتھہ کے اشارہ کرنے سے ہو اسواسطے کہ یہ بھی غیبت ہے
چنانچہ اسکا بیان کتاب الحظر والاباحۃ میں آویگا تو مرتکب اس فعل کا مرتکب حرام ہے اور جو مرتکب ایسی معصیت کا ہو جسمیں حد نہیں تو اوسمیں تعزیر ہے کذا فی الاشباہ والنظائر
م شرح الشرعۃ میں مصرح ہے کہ غیبت فقط زبان کی صراحت پر منحصر نہیں بلکہ اوسمیں تعریض بھی مثل صریح کے ہے اور ایسے ہی فعل مانند قول کے ہے اور اسیطرح اشارہ اور آنکھہ
مارنا اور رمز اور کنایہ اور حرکت جس سے مقصود معلوم ہو سب حرام غیبت میں داخل ہے اور اسیطرح کسیکی چال کی نقل کرنا غیبت ہے بلکہ تفہیم مخاطبین میں بانی غیبت سے
بھی زیادہ تر ہے کذا فی المنح ملخصا فیعزر بشتم ولدہ وقذفہ وبقذف مملوکہ ولو ام ولدہ وکذا بقذف کافر وکل من لیس بمحصن بزنا ولیبلغ غایتہ
کما لو اصاب من محصنۃ محرما غیر جماع او اخذ السارق بعد جمعہ للمتاع قبل اخراجہ ونحو ذلک مما لا یبلغ غایتہ تو تعزیر دیا جاوے اپنے

والے کی گالی دینے والا اور اسکے قذف کرنیوالے اور مملوک کے قذف سے اگرچہ مملوک قاذف کی ام ولد ہو اور اسیطرح کافر کی قذف سے اور ہر غیر محصن کے قذف بازنا سے اور ان امور
مذکورہ مین تعزیر کی منتہا کو پہونچانا چاہیئے یعنے انتالیس کوڑے مارے چاہئین چنانچہ اگر ایک شخص نے عورت اجنبی سے سوای جماع کے کوئی فعل حرام کیا مثلا بوسہ لیا یا ساتھ
لیٹا یا چور گرفتار ہوا بعد اسباب جمع کرنے کے قبل اوسکے نکالنے کے تو اوسپر بھی غایت تعزیر ہے اور سوای امور مذکورہ کے غایت تعزیر کو پہونچانا نچاہیئے م غیر محصن کی
قذف مین جو حد ساقط ہوئی تو شدت تعزیر لازم ہوئی اسواسطے کہ موجب حد کی ترکیب ثابت پہونچی وبقذف ای بشتم مسلم ما بیا فاسق الا ان یکون
معلوم الفسق کمکاس مثلا او علم القاضی بفسقه لان الشین قد لحقه بفعله قبل قول القائل فتح اور تعزیر دیجاویگی ہر مسلمان کی گالی دینے
یعنی فاسق کہنے سے مگر یہ کہ وہ شخص معلوم الفسق ہو یعنی اوسکا فاسق ہونا سبکو معلوم اور ظاہر ہو چنانچہ مکاس مثلا یا قاضی اوسکے فسق کو جانتا ہو تو تعزیر نہین
کی جاویگی اسواسطے کہ فاسق مذکور نے اپنی جان پر آپ عیب لگایا قائل کے کہنے سے پہلے کذا فی فتح القدیر م مصنف نے شتم کو قذف کہا مجازا مکاس عاشر ظالم کو
کہتے ہین یعنی جو عشر اور زکوۃ ناحق زبردستی لے جو جبری لے اکس کی تفسیر [illegible] فان اراد القاذف اثباته بالبینة مجردا
بلا بیان سببه لا تسمع ولو قال یا زانی واراد اثباته تسمع لثبوت الحد بخلاف الاول حتی لو بینوا فسقه بما فیه حق الله او للعبد قبلت کذا
فی شرح الشاهد پھر اگر گالی دینے والا اوسکے مجرد فسق کے اثبات کا ارادہ کرے بلا بیان اوسکے سبب کے تو شہادت مسموع نہوگی اور اگر کہیگا یا زانی اور اوسکے
اثبات کا ارادہ کریگا تو اوسکی سماعت ہوگی بسبب ثابت ہونے حد زنا کے بخلاف اول کے یعنے مجرد فسق بلا بیان سے یہانتک کہ اگر شاہد اوسکا فسق اس فعل سے بیان
کرین جسمین حق اللہ یا حق العبد ہو تو گواہی مقبول ہوگی اور یہی حکم ہے شاہد کی طعن مین کہ طعن مجرد مسموع نہین اور بیان سبب کے ساتھہ مسموع ہے م فسق مجرد یہہ
کہ جسمین سبب فسق کا بیان نہو یعنی ترک صلوۃ یا زنا یا سرقہ بلکہ نسبت فسق علے الاطلاق ہو وعلی ہذا القیاس طعن مجرد وینبغی ان یسأل القاضی عن سبب
فسقه فان بین سببا شرعیا کتقبیل اجنبیة وعناقها وخلوته بها طلب بینته لیعزره ولو قال هو ترک واجب سأل القاضی المشتوم عما
یجب علیه تعلمه من الفرائض فان لم یعرفها ثبت فسقه لما فی المجتبی من ترک الاشتغال بالفقه لا تقبل شهادته والمراد ما یجب علیه
تعلمه منه نهر اور لائق ہے کہ قاضی گالی دینے والے سے اوسکے فاسق ہونیکا سبب پوچھے پھر اگر وہ سبب شرعی بیان کرے چنانچہ اجنبی عورت کا بوسہ لینا یا اوسکو
گلے سے لگانا یا اوس سے خلوت کرنا تو اوسکے گواہ طلب کرے تا فاسق کو تعزیر دے اور اگر اوسنے سبب فسق کا مفصل نہ بیان کیا بلکہ یون کہا کہ فسق اوسکا ترک کرنے
واجب ہے تو قاضی مشتوم سے یعنی جسکو گالی دی واجبات کا سوال کرے یعنے فرائض اسلام سے جس کا سیکھنا اوسپر واجب ہے پوچھے سو اگر مشتوم اسکو نجانے تو اوسکا
فسق ثابت ہوگیا اسواسطے کہ مجتبی مین ہے کہ جو شخص اشتغال فقہ کا ترک کرے تو اوسکی گواہی مقبول نہین اور مراد اشتغال فقہ سے اسقدر ہے جس کا سیکھنا اوسپر واجب ہے کذا فی
النہر یعنی جمیع جزئیات فقہ کا دریافت کرنا واجب نہین جسکے ترک سے فاسق مردود الشہادۃ ہوجاوے بلکہ مقدار واجبات مراد ہے وعزر الشاتم بیا کافر وهل یکفر
ان اعتقد المسلم کافرا نعم والا لا به یفتی شرح وهبانیه اور گالی دینے والا یا کافر کہنے سے تعزیر دیا جاویگا اور یا کافر کہنے سے کافر ہوگا یا نہین جواب
یہہ ہے کہ اگر مسلم کو کافر اعتقاد کریگا تو ہان کافر ہوجاویگا ورنہین تو نہین اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ م جب مسلم کو بنا بر عقائد اسلام کے کافر اعتقاد کیا
تو دین اسلام کو اوسنے کفر جانا اور جو اسلام کو کفر جانے وہ کافر ہے اور اگر یا کافر کہنے سے فقط سب اور دشنام کا قصد کیا بلا اعتقاد کفر مسلم تو یہہ کفر نہین بلکہ
فسق ہے کذا فی النہر وغیرہ اور ابن ملک نے شرح مشارق مین کہا کہ یہہ جو حدیث ہے اذا کفر الرجل اخاه فقد باء بها احدهما تو یہہ مستحل پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی
ولو اجابه بلبیک کفر خلاصه اور اگر اوسکو بلفظ لبیک جواب دیگا تو کافر ہوجاویگا کذا فی خلاصہ یعنی یا کافر کے جواب مین لبیک یا حاضر یا جی کہا تو مجیب
کافر ہوگا اگر راضی بکفر ہوگا اور اگر قائل کے خوف ضرر سے کہا یا کافر کو کافر بالطاغوت تاویل کرکے کہا تو کافر نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی التتارخانیة قیل
لا یعزر مالم یقل یا کافرا بالله لانه کافر بالطاغوت فیکون محتملا اور فتاوی تاتارخانیہ مین ہے قول ضعیف ہے کہ فقط یا کافر کہنے سے تعزیر قائل کی نہین
جبتک یون نکہو یا کافر باللہ اسواسطے کہ ہر مسلم کافر بالطاغوت ہے یعنی بت کا منکر ہے تو کافر کا لفظ محتمل ہوا اور محتمل مین تعزیر نہین م یہہ قول اسواسطے ضعیف ہے
کہ یہہ دلیل حالت غضب اور دشنام کے مخالف ہے لہذا ہدایہ وغیرہ مین طلاق وارد ہے یا خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث یا خائن یا سفیه یا بلید یا احمق

یا مُبَاحی یا عَوَانی اور تعزیر دیجاوے گی یا خبیث یا سارق یا فاجر مخنث یا خائن یا سفیہ یا بلید یا احمق، یا مباحی یا عوانی کہنے مین مخنث بفتح نون وہ ہے جو
اغلام کراوے اور بکسر نون بمعنے لوطی کے ہے اور بلید بمعنی خبیث فاجر مستعمل ہے لہذا اسمین تعزیر ہے کذا فی السراج اور ہندوستان مین بمعنے کم فہم بد
ذہن کے مستعمل ہے اور احمق بمعنے کم عقل ہے کذا فی القاموس اور مباحی مباح کی طرف منسوب ہے یعنی جو ہر چیز کو مباح سمجھے کسی چیز کی تحریم کا نہ معتقد ہو اور عوانی
عوان بروزن سحاب کی طرف منسوب ہے اور عرف مین ظلم کے مددگار کو کہتے ہین اور منح الغفار مین کہا ہے کہ ہمارے عرف مین عوانی چغل خور اور ظالم کو بھی بولتے
ہین بالجملہ جو شخص ان افعال سے بری ہو اور اوسکو کوئی ایسا کہے تو تعزیر دیا جاویگا کذا فی الطحطاوی یا لُوطی وقیل یُسْأَلُ فان عنی انہ من قوم لوط
علیہ السلام لایُعَزَّرُ وان اراد انہ یعمل عملہم عُزِّرَ عندہ وحُدَّ عندہما والصحیح تعزیرہ لو فی غضب او فی ہزل فتح اور تعزیر
دیجاوے گی یا لوطی کہنے سے اور بعضون نے کہا کہ قائل سے سوال کیا جاوے کہ اوسنے اس لفظ سے کیا ارادہ کیا سو اگر اوسنے یہہ ارادہ کیا کہ وہ شخص حضرت لوط علیہ السلام
کی قوم سے ہے تو اوسپر تعزیر نہین اور اگر اوسنے ارادہ کیا کہ وہ شخص لواطت کرتا ہے مانند اوس قوم کے تو امام کے نزدیک اوسکو تعزیر دیجاوے اور صاحبین کے نزدیک اسپر
حد زنا ماری جاوے اور تعزیر دینے کا قول بدون سوال کے صحیح ہے اگر اوسنے حالت غضب اور بیہودگی مین کہا ہو کذا فی الفتح ہزل بمعنے بیہودگی اور مسخراپن سے ہے
ہزل وہ ہے جسکو امر قبیح مسخراپن کرنیکی عادت ہو گئی ہو کذا فی النہر یا زندیق یا منافق یا رافضی یا مبتدع یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی نہر اور تعزیر
دیجاوے گی یا زندیق یا منافق یا رافضی یا بدعتی یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی کہنے سے کذا فی النہر منافق وہ ہے جو باطن مین کافر ہو اور لوگون مین اپنا اسلام ظاہر
کرے اور زندیق بمعنے منافق معرب ہے زند کا زند مجوسیون کی کتاب کا نام ہے کذا فی النہر یا لِصّ الّا ان یکون لصًّا لِصدقِ القائل کما مرّ اور تعزیر دیجاوے گی لص
کہنے سے یعنی اے چور مگر ہو تب تعزیر نہین جب کہ مخاطب چور ہو بسبب صادق ہونے قائل کے چنانچہ یا فاسق کے بیان مین گذر چکا یعنی اس عیب کو اوسنے اپنی ذات پر
آپ لگایا تو اب تعزیر کا کیا موقع ہے والنداء لیس بقید اذ الاخبار کانت او فلانٌ فاسقٌ ونحوہ کذلک مالم یخرج مخرج الدعوی قنیہ اور الفاظ مذکورہ کے
لزوم تعزیر مین ار مخاطب قید نہین ہے اسواسطے کہ جملہ خبریہ چنانچہ تو فاسق ہے یا فلانا شخص فاسق ہے اور مانند اسکے اسیطرح ہے لزوم تعزیر مین تاوقتیکہ قائل نے اسکو بطور دعوی
کے کہا ہو کذا فی القنیہ ہم قنیہ مین ہے کہ دعوی کیا قاضی کے پاس سرقہ کا اور اوسکے اثبات سے عاجز ہوا تو اوسپر تعزیر نہین یا دیوث ہو من لایغار علی امرأتہ او محرمہ
اور تعزیر ہے یا دیوث کہنے سے دیوث وہ ہے جسکو اپنی زوجہ اور محرم پر غیرت نہ آتی ہو اوسکے پاس غیر مرد کے آنے سے کذا فی النہر والمنح یا قرطبان مرادف
دیوث بمعنے معرّص اور تعزیر ہے یا قلتبان کہنے سے قلتبان مرادف دیوث ہے اسکے معرّص ہم قرطبان معرب ہے قلتبان کا زیلعی نے کہا قلتبان وہ ہے کہ جو اپنی زوجہ
یا محرم کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے اور تعرض نکرے اور اوسکے پاس علیحدہ چھوڑدے اور بعضون نے کہا کہ جو دو شخصون کو جمع کرے امر قبیح واسطے اور بعضون نے کہا قلتبان وہ ہے جو
بالغ آدمی کو اپنے گھر مین زوجہ کے پاس آنے جانیکی اجازت دے اپنی غیبت مین بہر تقدیر ہمارے ملک مین معرّص بکسر الراء وبالسین بمعنے قلتبان ہے اور عوام خطا سے
بفتح الراء بولتے ہین اور بجای سین صاد لاتے ہین کذا فی النہر عن العینی یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبۃ فیہ ایماء الی انہ اذا نسب اصلہ او فرعہ للمحلہ
الولد کیا ابن الفاسق یا ابن الکافر وانہ یُعزّر بقولہ یا قحبۃ اور تعزیر ہے یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبۃ کہنے سے اسمین اشارہ ہے اسکا کہ جب کہ گالی سے
والدین کو تو تعزیر دیا جاویگا ولد کو علاقہ جیسے چنانچہ یا ابن الفاسق اور یا ابن الکافر کہنے مین اور اس کا اشارہ ہے کہ یا قحبہ کہنے مین تعزیر دیا جاویگا ہم قحبہ بضم قاف وسکون
حاء مہملہ ماخوذ ہے قحاب سے بمعنے کھانسنے کے اور یہہ کہ [illegible] اوسکے پاس جو کوئی آتا تھا تو کھانستی تا اپنا مطلب کرے ابتداءً اپنے [illegible] ہو گئی اور
بعضون نے کہا قحبہ وہ جسکی ہمت نا کی ہو اور بعضون نے کہا کہ قحبہ بدتر ہے زانیہ سے اسواسطے کہ زانیہ گاہے پوشیدہ کرتی ہے اور قحبہ اسکا اظہار کرتی ہے کذا فی الدر عن
الظہیریہ لا یقال القحبۃ عرفًا افحش من الزانیۃ لکونہا تجاہر بہ بالاجرۃ لانا نقول لذلک المعنی لم یحدّ فان الزنا بالاجرۃ یسقط الحد عندہ
خلافا لہما ابن کمال یون نہ کوئی کہے کہ قحبہ عرف مین زانیہ سے افحش و بدتر ہے اسواسطے کہ قحبہ علانیہ زنا کرتی ہے اجرت لیکر اسواسطے کہ ہم کہتے ہین اسی مطلب سے تو یا قحبہ
یا ابن القحبہ کہنے والے پر حد نہین بلکہ تعزیر ہے کیونکہ زنا باجرت مسقط حد ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا قال ابن کمال ہم صاحب درر نے اس سوال کا
یون جواب دیا ہے کہ حد قذف ہوتی واجب ہے جب قذف صریح زنا سے ہو یا اوس لفظ سے جو بحکم صریح زنا کے ہو اور لفظ قحبہ کا زانیہ کے واسطے موضوع نہین صراحۃً

تو مقتضاء یہ ہو کہ قحاب لفظ بمعنی سعال ہے لکن صرح فی المضمرات بوجوب الحد فیہ قال المصنف وہو ظاہر کذا لیکن مضمرات میں ... حد ... قحبہ کے
لفظ میں تصریح ہی مصنف نے اپنی شرح کے حاشیہ میں کہا کہ یہی قول ظاہر ہے اور اپنی شرح میں بعض اصحاب حواشی سے نقل کیا کہ انصاف یہ ہے کہ قحبہ کے لفظ سے ہمارے
ملک میں حد واجب ہے اسواسطے کہ کوئی شخص اس لفظ کو سوائے مقام زانیہ کے استعمال نہیں کرتا خصوصاً حالت غضب میں تو گویا حقیقت عرفیہ ہو گئی کذا فی الطحطاوی
یا ابن الفاجرۃ اور تعزیر ہے یا ابن الفاجرہ کہنے سے ہم فاجرہ وہ ہے جو ہر گناہ کرتی ہو تو یہ معنے زانیہ نہیں لہذا اوسمین حد نہیں کذا فی المنح انت مأوی اللصوص
انت مأوی الزوانی اور تعزیر ہے یوں کہنے میں کہ تو چوروں کا ٹھکانا ہے تو زانیہ عورتوں کا ٹھکانا ہے یعنی سارق اور زانیات کا جائے پناہ ہو یا من
یلعب بالصبیان اور یوں کہنے سے تعزیر ہے کہ اے شخص جو لڑکوں سے کھیلتا ہے ہم ابو السعود نے کہا ہے لفظ سے وجوب تعزیر کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی بعض کہتے ہیں غرض
امرد شناس کے ... کہنا سے مراد فعل قبیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحطاوی یا حرام زادہ معناہ المتولد من الوطی الحرام فیعم حالة الحیض لا یقال فی العرف
لا یراد ذلک بل یراد ولد الزنا لانا نقول کثیرا ما یراد بہ المخادع اللئیم ... اور تعزیر ہے یا حرام زادہ کہنے سے معنی حرام زادے کے وہ کہ وطی حرام
سے پیدا ہو تو وطی حرام زنا و حالت حیض دونوں کو شامل ہے فقط زنا نہیں جو حد کا موجب ہو کوئی یہ نہ کہے کہ اس لفظ سے عرف میں یہ نہیں سمجھتے حالت حیض کی وطی مراد نہیں ہوتی
بلکہ عرف میں مراد اسکے لفظ سے ولد الزنا مراد ہوتا ہے اسواسطے کہ ہم کہتے ہیں کہ عرف میں اس لفظ سے اکثر مکار لئیم بھی مراد ہوتا ہے تو اسیواسطے حد نہیں یعنی باعتبار لغت کے
اور باعتبار عرف کے ولد الزنا پر مخصوص نہیں لہذا حد نہیں **فرع** مسئلہ متفرقہ شارحکا اقر علی نفسہ بالدیاثة او عرف بہا لا یقتل ما لم یستحل ویبالغ فی تعزیرہ
او یلاعن جواہر فتاوی اقرار کیا ایک شخص نے اپنی ذات کے دیوث ہونے کا یا اس فعل قبیح کر شہرت ہو تو قتل نہ کیا جاویگا جبتک یوں کہ حلال نہ جانے اور ... تعزیر
میں شدت اور تنگی کیجاوے یا یہ شخص اپنی زوجہ سے لعان کرے کذا فی جواہر الفتاوی ... اقرار سے اپنی زوجہ کا قذف ہوا تو اس پر لازم ہے یا لعان ... صورت
عدم تکذیب نفس یا حد لازم ہے جب اپنے جھوٹ بولنے کا اقرار کرے اور محصن بھی ہے کذا فی المنح وفیہا فاسق تاب وقال ان رجعت الی ذلک فاشہدوا علیہ
انہ رافضی فرجع لا یکون رافضیا بل عاصیا ولو قال ان رجعت فہو کافر فرجع تلزمہ کفارة یمین اور منح میں یعنی جواہر الفتاوی میں ہے کہ ... توبہ کی
کسی فعل بد سے اور کہا اگر میں پھر یہ کام کروں تو تم اوسپر گواہ رہو کہ وہ رافضی ہے سو وہ پھر وہی فعل کیا تو وہ رافضی نہو جاویگا بلکہ گنہگار ہوگا اور اگر یوں
کہا کہ اگر میں پھر یہ فعل کروں تو وہ کافر ہے سو پھر وہی فعل کیا تو اوسپر کفارہ قسم کا لازم ہے اسواسطے کہ تعلیق بالکفر یمین ہے لا یعزر بیا حمار ولا بیا خنزیر ولا کلب
یا تیس یا قرد یا ثور یا بقر یا حیة لظہور کذبہ واستحسن فی الہدایة التعزیر لو المخاطب من الاشراف وتبعہ الزیلعی وغیرہ تعزیر
نہ دیجاویگی یوں کہنے سے کہ اے گدہے اے سور ... اے بکری اے بیل اے بندر اے سانپ تعزیر نہیں ان الفاظ میں بسبب ظاہر ہونے اوسکے جھوٹ کے اور
ہدایہ میں تعزیر مستحسن جانی ہے اگر مخاطب اشراف یعنی علما اور سادات سے ہو اور صاحب ہدایہ کے زیلعی وغیرہ تابع ہیں اس استحسان میں یا حجام یا ابلہ یا ابن الحجام و
ابوہ لیس کذلک واوجب الزیلعی التعزیر فی یا ابن الحجام اور تعزیر نہیں یا حجام یا ابلہ یا ابن الحجام کہنے سے اور حالانکہ مخاطب کا باپ حجام نہیں اور زیلعی نے
یا ابن الحجام کہنے میں تعزیر واجب جانی ہے ہم زیلعی نے کہا کہ یا حجام میں تعزیر نہیں بسبب ... کے اسواسطے کہ مخاطب کا حجامت کرنا پیشہ نہیں اور یا ابن الحجام میں تعزیر
مخاطب کے باپ کے ... سے یعنی سامعین کو شبہہ پڑیگا کہ شاید مخاطب کا باپ حجام تھا تو اوسکو عیب لاحق ہوا اور صاحب نہر نے اسکو رد کیا ہے کہ مسئلہ مذکورہ مخاطب
باپ کی موت سے مقید نہیں ہم حجام وہ ہے جو پچھنے لگاوے اور ہند میں حلاق اور مزین کو یعنی نائی کو حجام بولتے ہیں اور ابلہ وہ جو غافل ہو مطلقا یا ... جو غافل ہے
اور احمق وہ جسکو کچھ تمیز نہو کذا فی الطحطاوی یا مواجر لانہ عرفا بمعنی المؤجر اور یا مواجر میں تعزیر نہیں اسواسطے کہ عرف میں بمعنی موجر کے ہے ہم صاحب در
نے کہا کہ مواجر بکسر جیم وہ شخص ہے جو اپنی زوجہ کو زنا کے واسطے دے اجرت لیکر لیکن ہمارے عرف میں مواجر معنے موجر مستعمل ہے یعنی ٹھیکہ کرنیوالا ... ٹھیکہ کرانا کچھ
عیب نہیں لہذا تعزیر نہیں طحطاوی نے کہا لیکن اگر قائل معنے لغوی کا ارادہ کریگا تو تعزیر دیا جاویگا ہم ایسا ہی کہ وہ نہ کہے دیوث کہی یا بغا ہو المأبون بالفارسیة
وفی الملتقط فی عرفنا یعزر فیہما وفی ولد الحرام نظر اور تعزیر نہیں یا بغا کہنے میں اسواسطے کہ عوام اسکو بولتے ہیں لیکن معنے اسکے نہیں جانتے کذا فی
النہر عن الدرر فارسی زبان میں بغا اسکو کہتے ہیں جو غلام کرا دی اور ملتقط میں ہے کہ ہمارے عرف میں یا مواجر اور بغا دونوں میں تعزیر ہے اور ولد الحرام میں ...

تعزیر ہو کذا فی النہر الطحطاوی نے کہا کہ نہر الفائق مین یہ عبارت ملتقط سے موجود نہین بلکہ اسمین یون ہو کہ لائق یہہ ہے کہ یا ولد الحرام مین تعزیر واجب نہو بلکہ اوسے ہی حرام زادہ سے
انتہی اور مترجم کہتا ہے مین نے بہی نہر الفائق کو دیکہا اوسمین ملتقط کی روایت نہین پائی شاید کسی نسخہ مین ہو واللہ اعلم لغا بفتح موحدہ و ضین معجمہ مشددہ اور اوسکو با غا بہی کہتی ہین کذا
فی الطحطاوی عن البحر و الضابط انه متی نسبه الی فعلٍ اختیاریٍ محرّمٍ شرعًا و یُعدّ عارًا عرفًا یُعزّر و الا لا ابن کمال اور الفاظ مذکورہ کی تعزیر اور عدم تعزیر کا قاعدہ
کلیہ یہہ ہے کہ جب قائل نے مخاطب کو منسوب کیا اوس فعل اختیاری کیطرف جو شرعًا حرام ہے اور عرفًا عار اور عیب گنا جاتا ہو تو اوسمین تعزیر ہی قائل پر اور اگر ایسا نہین یعنی وہ فعل
منسوب اختیاری نہین اور یا اختیاری ہی مگر شرعًا حرام نہین یا حرام ہو لیکن عرفًا اور رواج مین ننگ اور عار نہین تو اوسمین تعزیر نہین کذا ذکرہ ابن کمال م فعل
اختیاری کی قید سے یا کلب یا ابن الکلب اور اوسکے مثل نکل گیا اور حرام شرعی کی قید سے مواجر جسکے معنے موجر نکل گیا یا ضُحکة بسکون الحاء من یضحك علیه الناس امّا
بفتحها فهو من یضحك علی الناس و کذا یا سُخرة و اختار فی الغایة التعزیر فیهما و فی یا ساحر یا مقامر و فی الملتقی و استحسنوا التعزیر لو
المقول له فقیهًا او علویًّا اور تعزیر نہین یا ضحکہ کہنے سے ضحکہ بضم ضاد و سکون حا شخص ہے جسپر لوگ ہنسین اور اسیطرح یا سخرہ ہی یعنی بضم سین و سکون خاء معجمہ وہ شخص ہے
جس سے لوگ مسخراپن کرین اور ضحکہ بفتح حا وہ ہی جو لوگون سے ہنسی کرے اور سخرہ بفتح معجمہ وہ ہی جو لوگون سے مسخراپن کرے اور غایۃ البیان مین لکہا ہے کہ یا ضحکہ اور یا سخرہ مین
تعزیر دینا مختار ہی اور یا ساحر اور یا مقامر مین اور ملتقے مین ہے کہ فقہا نے تعزیر کو مستحسن جانا ہی اگر مخاطب فقیہ یا علوی ہو م طحطاوی نے کہا ملتقی مین استحسان تعزیر
جمیع الفاظ مذکورہ کے بعد ہی نہ فقط ضحکہ وغیرہ کے بعد اور ضحکہ بفتح حاء مہملہ و سخرہ بفتح خاء معجمہ وہ شخص ہی جو غیر سے ہنسی کرے یا مسخراپن کرے نہر الفائق مین ہی کہ یا لاہی
یا مسخرہ یا مضحکہ یا مقامر یا سوفی یا کشحان مین تعزیر ہے کشحان مرادف دیوث ہی ادّعی سرقة علی شخصٍ و عجز عن اثباتها لا یُعزّر کما لو ادّعی علی آخر دعوی تُوجب
تکفیرہ و عجز المدّعی عن اثبات ما ادّعاہ فانّه لا شیء علیه اذا صدر الکلام علی وجه الدعوی عند حاکمٍ شرعیٍّ امّا اذا صدر علی وجه
السبّ او الانتقاص فانّه یُعزّر فتاوی قاری الهدایة دعوی کیا چوری کا ایک شخص پر اور عاجز ہوا اوسکے اثبات سے تو تعزیر نہ دیا جاویگا اسلیے کہ اس دعوی سے
مقصود اپنے مال کی تحصیل ہے نہ سب اور دشنام چنانچہ اگر دعوی کیا دوسرے پر ایسا دعوی کہ جو موجب ہے مدعا علیہ کی تکفیر کا اور عاجز ہوا مدعی دعوی کی ثابت کرنے سے تو اوسپر کچہہ نہین
بشرطیکہ یہہ کلام صادر ہوا ہو بطریق دعوی کے حاکم شرعی کے اور اگر یہہ کلام بطور دشنام یا انتقاص کے صادر ہوا تو وہ تعزیر دیا جاویگا کذا فی فتاوی قاری
الهدایة بخلاف دعوی الزنا فانّه اذا لم یثبت یُحدّ لما مرّ بخلاف دعوی زنا کے اسواسطے کہ اگر زنا ثابت نہوگا تو مدعی پر حد ماری جاویگی بدلیل گذشتہ یعنی اثبات
زنا بدون نسبت الی الزنا ممکن نہین تو نسبت مقصود ہوئی اور اثبات مال کا بدون نسبت الی السرقہ متصور ہی تو نسبت الی السرقہ مقصود بالذات نہوئی بلکہ حصول مال مقصود
بالذات ہوا و معنی ان التعزیر حق العبد غالب فیه اور یہہ جو تعزیر مین حق العبد غالب ہے یعنی حق العبد کی افراد تعزیر مین غالب ہین حق اللہ کی افراد سے اور یہہ مراد
نہین کہ حق العباد اور حق اللہ دونون تعزیر مین مجتمع ہین اور حق العبد غالب ہے کذا فی الطحطاوی فیجوز فیه الابراء و العفو و التکفیل زیلعی جب تعزیر مین حق العبد
کی افراد غالب ہوئین تو تعزیر مین ابرا اور عفو اور مجرم کی ضامن لینا جائز ہی کذا فی شرح الزیلعی م ابرا اور عفو مین یہہ فرق ہی کہ ابرا قبل نالش کے ہوتا ہے
اور عفو بعد نالش کے و الیمین یُحلّفه باللّٰه ما له علیك هذا الحق الذی یدّعی لا باللّٰه ما قلتُ خلاصه اور یمین جائز ہی تعزیر مین یعنی جبکہ دعوی کیا اور مدعا علیہ
منکر ہو تو حاکم اوس سے یون قسم لے اللہ کی کہ مدعی کا مجہہ پر حق نہین ہے جس کا وہ دعوی کرتا ہے تو مدعا علیہ کہے قسم اللہ کی مین نے نہین کہا کذا فی الخلاصه و الشهادة علی الشهادة
و شهادة رجلٍ و امرأتین کما فی حقوق العباد اور گواہی پر گواہی اور گواہی ایک مرد اور دو عورتون کی تعزیر مین جائز ہی چنانچہ حقوق العباد مین سب امور مذکورہ
جاری ہین و یکون ایضًا حقًّا لله تعالی فلا عفو فیه الا اذا علم الامام انزجار الفاعل اور تعزیر حق اللہ بہی ہوتی ہو تو اوسمین معاف کرنا حاکم کو جائز نہین مگر
جب امام فاعل کا باز رہنا قبل تعزیر کے معلوم کرے تو اوس شرط سے معاف کرنا البتہ جائز ہی کذا فی فتح القدیر و لا یمین کما لو ادّعی علیه انّه قبّل اخته مثلًا اور حق اللہ
کی تعزیر مین قسم نہین چنانچہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اوس نے اوسکی بہن کا بوسہ لیا ہی مثلًا اور مدعا علیہ منکر ہے اور گواہ نہین تو مدعا علیہ سے قسم نلیجاویگی و یجوز
اثباته بمدّعٍ شهد به فیکون مدّعیًا شاهدًا لو معه آخر اور جائز ہی اثبات حق اللہ کا اوس مدعی سے جس نے اپنے دعوی کی گواہی بہی دی تو وہ مدعی اور شاہد
دونون ہوگا بشرطیکہ اوسکے ساتہہ دوسرا شاہد موجود ہو اور ایسا اثبات حق العبد مین جائز نہین و ما فی القنیة و غیرها لو کان المدّعی علیه ذا مروّة

وکان یعول ما فعل یوعظ استحساناً ولا یعزر یجب ان یکون فی حقوق اللہ فان حقوق العباد لیس للقاضی اسقاطہا فتح اور جو قول قنیہ وغیرہ میں ہے کہ اگر مدعا علیہ صاحب مروت ہو اور اول بار اس سے قصور ہوا ہو تو وہ نصیحت اور پند دیا جاوے بنابر استحسان کے اور تعزیر نہ دیا جاوے واجب ہے کہ یہہ قول حقوق اللہ میں محمول ہو اسواسطے کہ حقوق العباد کا اسقاط قاضی کو جائز نہیں کذا فی الفتح صاحب فتح القدیر نے کہا کہ مروت میرے نزدیک دین اور تقوی میں ہے طحطاوی نے ذکر کیا البعض علما نے کہا کہ قنیہ کی روایت کو حق اللہ پر محمول کرنا کچھ ضرور نہیں جائز ہے کہ اسکا محمل آدمی کا حق ہو اور شاتم اوس قسم کا انسان ہو جسکی تعزیر قضا دار القضا تک پہنچ جاتا ہو اسواسطے کہ محمد بن حسن سے مروی ہے کہ اگر لوگون کا گالی دینے والا صاحب مروت ہو تو نصیحت کیا جاوے اور اگر اس سے کمتر ہو تو قید کیا جاوے اور اگر اکثر گالی دیا کرتا ہو تو مارا بھی جاوے اور قید بھی کیا جاوے ومافی کراھۃ الظھیریۃ رجل یصلی ویضر الناس بیدہ ولسانہ فلا بأس باعلام السلطان بہ لینزجر یفید انہ من باب الاخبار وان اعلام القاضی بذلک یکفی لتعزیرہ نہر اور ظہیریہ کی کتاب الکراھیۃ میں ہے کہ ایک مرد نماز پڑھتا ہے اور لوگونکو ضرر پہونچاتا ہے اپنے ہاتہہ اور زبان سے یعنے مارتا ہے اور سخت گیری کرتا ہے تو کچھہ مضائقہ نہیں اس امر کی حاکم کو اطلاع کر دینے میں تاکہ وہ باز رہے اسکا مفید ہے کہ یہہ اعلام از قسم اخبار ہے تو لفظ شہادت اور مجلس قضا کی اسمین حاجت نہیں اور یہہ کہ قاضی کا یہہ اعلام اسکی تعزیر میں کافی ہے کذا فی النہر قلت وفیہ من الکفالۃ معزیاً للبحر وغیرہ للقاضی تعزیر المتھم وان لم یثبت علیہ شارح کہتا ہے اور نہر الفائق میں کتاب الکفالہ سے بحر الرائق وغیرہ کی طرف نسبت کرکے کہا ہے کہ قاضی کو جائز ہے تعزیر متہم کی اگرچہ اسپر شرعاً گناہ ثابت نہو مع بحر الرائق میں ہے کہ تہمت ثابت ہوتی ہے دو مستور یا ایک عادل کی گواہی سے تو ظاہراً ایک مستور اور ایک فاسق گواہ سے تہمت ثابت نہین تو تعزیر یا حبس بھی جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وکل تعزیر للہ تعالیٰ یکفی فیہ خبر العدل لانہ فی حقوقہ تعالیٰ یقضی فیہا بعلمہ اتفاقاً اور جو تعزیر کہ بسبب حق اللہ کے ہے اوسمین ایک عادل کی خبر کافی ہے اسواسطے کہ حقوق اللہ میں قاضی اپنے علم پر حکم دیتا ہے بالاتفاق یعنی شاہد واحد سے قاضی کو علم حاصل ہوتا ہے طحطاوی نے کہا یہہ قول منافی ہے سابق کے فیکون مدعیا شاہد الوجہ ویقبل فیہا الجرح المجرد کمامر اور حقوق اللہ میں جرح مجرد شاہد بلا بیان سبب فسق مقبول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا طحطاوی نے کہا کہ سابق میں یہہ مضمون نہین کہا ہوا بلکہ بیان حق اللہ یا حق العبد میں البتہ قبول کی شرط مذکور ہوئی ہے وعلیہ فما یکتب من المحاضر فی حق انسان یعمل بہ فی حقوقہ تعالیٰ ومن افتیٰ بتعزیر الکاتب فقد اخطأ انتہی ملخصا بنابر اوسکے یعنی حق اللہ میں خبر واحد کے مقبول ہونے پر جو محضر حق انسان میں لکھے جاتے ہیں اوسپر عمل کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ کے حقوق میں اور جسنے فتوی دیا ہے تعزیر کاتب کا اوسنے خطا کی انتہی کلام النہر ملخصاً صاحب نہر نے کتاب الکفالہ میں کہا کہ حقوق اللہ میں اخبار واحد عادل کافی ہے اور خبر دینا جیسا زبان سے ہوتا ہے ویسا ہی لکھنے سے بھی ہوتا ہے اور فقہا نے کہا ہے کہ جرح اور تعدیل میں کتابت ایک عادل کی قاضی کیطرف کافی ہے تو بنابر اسکے جو محاضر حق انسان میں لکھی جاتی ہیں تو حاکم کو اوسپر اعتماد کرنا عدول سے جائز ہے اور بموجب اوسکے حقوق اللہ میں عمل کرنا چاہیے اور یہی فتویٰ دیا ہے کہ محاضر کے کاتب پر کچھہ الزام نہیں اور جسنے اسمین وجوب تعزیر کا فتوی دیا ہے اوسنے خطا کی انتہی مشرحاً طحطاوی نے کہا شاید محضر سے یہان وہ مراد ہے جسکو اہل اسلام وقف کے متولی یا کسی قریہ کے قاضی کے ظلم کا کاغذ لکھکر قاضی القضاۃ کے پاس نالش کو بھیجین وفی کفالۃ العینی عن الثانی من یجمع الخمر ویشربہ ویترک الصلوۃ احبسہ وادبہ ثم اخرجہ ومن یتھم بالقتل والسرقۃ وضرب الناس احبسہ واخلدہ فی السجن حتی یتوب لان شر ھذا علی الناس وشر الاول علی نفسہ اور شرح عینی کی کتاب الکفالہ میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ جو شخص شراب جمع کرتا ہو اور پیتا ہو اور نماز ترک کرتا ہو اسکو حاکم قید کرے اور ادب دے یعنی مارے پھر اسکو قید سے چھوڑ دے اور جو شخص متہم ہو ساتھہ قتل کرنے اور چورانے اور لوگون کے مارنے کے اسکو حاکم قید کرے اور ہمیشہ اسکو قیدخانہ میں رکھے یہان تک کہ وہ توبہ کرے اسواسطے کہ اس شخص کا شر لوگون پر ہے اور پہلے شخص کا شر اپنی ذات پر ہے مع ثبوت تہمت کا طریقہ عنقریب گذرا شتم مسلم ذمیاً عزر لانہ ارتکب معصیۃ فتقیید مسائل الشتم بالمسلم اتفاقی فتح گالی دی مسلم کا فر ذمی کو تو تعزیر دیا جاوے اسواسطے کہ اوسنے گناہ کیا تو مسائل شتم میں مسلم کی قید لگانی اتفاقی ہے کذا فی الفتح وفی القنیۃ قال لیھودی او مجوسی یا کافر یأثم ان شق علیہ ومقتضاہ انہ یعزر لارتکابہ الاثم بحر واقرہ المصنف لکن نظر فیہ فی النہر قلت

ولعل وجهه ما مرّ فی یا فاسق فتامل اور قنیہ مین ہے کہ کہا یہودی یا مجوسی گویا کافر تو گنہ گار ہو گا اگر اسکو برا معلوم ہوا اور مقتضا اس قول کا یہ ہے کہ قائل تعزیر دیا جاویگا بسبب ارتکاب گناہ کے کذا فی البحر اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے لیکن نہر الفائق مین اسپر اعتراض کیا ہے شارح کہتا ہے شاید کہ وجہ اعتراض وہ ہے جو یا فاسق مین گذری سو تامل کر اسمین ہم وجہ اعتراض یا فاسق مین اسطرح کی مذکور ہے کہ یہودی اور مجوسی کفر کا عیب اپنی ذات مین خود لگایا یا قائل قول سے پہلے شارح نے بلفظ تامل اس وجہ کے ضعیف ہونے پر اشارہ کیا یعنی اگرچہ کافر نے کفر کا عیب آپ لگایا لیکن اہل اسلام نے بسبب عقد ذمہ کے اسکی عدم ایذا کا التزام کیا ہے تو اب اسکو کافر کہکر ایذا دینا امر حرام شرعی سے یعزّر المولیٰ عبدہ والزوج زوجته ولو صغیرة کما سیجیء علی ترکها الزینة الشرعیة مع قدرتها علیها تعزیر دیوے مولےٰ اپنے غلام کو اور زوج اپنی زوجہ کو شرعی سنگار کے چھوڑنے پر باوجودیکہ اسکے قادر ہونیکے اسپر اگرچہ زوجہ صغیرہ ہو چنانچہ اسکا بیان قریب آویگا ہم زینت شرعیکی قید سے معلوم ہوا کہ مردون کی سی زینت یا فاحشہ عورتون کی سی زینت زوج زوجہ سے نہین کرواسکتا و ترکها غسل الجنابة و علی الخروج من المنزل لو بغیر حق و ترکها الاجابة الی الفراش لو طاهرة من نحو حیض اور تعزیر دیوے زوج زوجہ کو غسل جنابت ترک کرنے سے اور تعزیر دیوے بغیر حق گھر سے نکلنے پر اگر ناحق نکلی اور تعزیر دیوے نہ پاس لیٹنے پر اگر وہ حیض وغیرہ سے پاک ہو ترک اجابت سے مراد عدم تمکین جماع ہے ؕ ویلحق بذلك ما لو ضربت ولدها الصغیر عند بکائه او ضربت جاریتها غیرة ولا تتعظ بوعظه او شتمته ولو بنحو یا حمار او دعت علیه او مزقت ثیابه او کلمته لیسمعها اجنبی او کشفت وجهها لغیر محرم او کلمته او شتمته او اعطت ما لم تجر العادة به بلا اذنه اور ملحق ہین اسکے ساتھ یعنی از روئے تعزیر امور مذکورہ کے ساتھ یہ امور ملحق ہین کہ اگر زوجہ نے اپنے ولد صغیر کو اسکے رونیکے وقت مارا یا زوجہ کی لونڈی کو غیرت اور جلن سے مارا اور زوج کی نصیحت کو نمانتی ہو یا زوجہ نے زوج کو گالی دی اگرچہ یا حمار کے کوہی کہکر دے کلام کیا یا زوج کو بد دعا دی یا اسکے کپڑے پھاڑے یا زوج سے اسطرح پکار کے بولی تا اوسکو اجنبی شخص سنے یا ایسا ہو کہ ان یا غیر محرم کے سامنے یا غیر محرم سے کلام کیا یا اوسکو گالی دی یا کسیکو کوئی چیز دیدی جسکے دینے کا دستور نہین بدون اجازت زوج کے یعنے ان سب صورتون مین زوج اوسکو تعزیر دیسکتا ہے والضابط کل معصیة لا حد فیها فللزوج والمولی التعزیر ولیس منه ما لو طلبت نفقتها او کسوتها والحت لان لصاحب الحق مقالا بحر اور قاعدہ کلیہ امور مذکورہ کے دریافت کرنیکا یہ ہے کہ جس گناہ پر شرعا حد مقرر نہو تو اوسمین زوج اور مولےٰ کو تعزیر کا اختیار ہے اور یہ تعزیر اوس سے نہین اگر زوجہ نے اپنا نفقہ یا لباس مانگا اور اسمین سخت طلبی اور جھگڑا کیا اسواسطے کہ حقدار کو اپنے حق کی طلب میں گفتگو کا اختیار ہے کذا فی البحر ولا علی ترك الصلوة لان المنفعة لا تعود الیه بل الیها کذا اعتمده المصنف تبعا للدرر علی خلاف ما فی الکنز والملتقی واستظهره فی حظر المجتبی اور تعزیر نہین زوجہ کی نماز نہ پڑھنے پر اسواسطے کہ منفعت اسکی نماز کی زوج کی طرف نہین پہرتی بلکہ زوجہ کی طرف ہے تو زوج کا کچھ نقصان نہین جو تعزیر دے اسی قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے درر کی پیروی کرکے کنز اور ملتقی الابحر کے برخلاف یعنی کنز اور ملتقی مین ترک صلوة پر تعزیر مصرح ہے اور مجتبیٰ کی کتاب حظر مین اسی قول کو ظاہر جانا ہے ہم ۔ مفتی ابو السعود نے کہا کہ موافق کنز اور ملتقی کے اکثر اہل مذہب نزدیک ترک صلوة پر تعزیر ہے اور بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ اگر مین حق تعالے کی حضور مین حاضر ہون اور زوجہ کا مہر میری گردن پر ہو تو وہ اوس سے بہتر ہے کہ بے نماز زوجہ کے ساتھ ہون کذا فی الطحطاوی ولا اب یعزر الابن علیه وقدمنا ان للولی ضرب ابن سبع علی الصلوة ویلحق به الزوج نهر ادباب تعزیر دے ولد کو ترک صلوة پر صاحب نہر الفائق نے کہا کہ ہمنے کتاب الصلوة مین مقدم ذکر کیا کہ ولی کو جائز ہے مارنا سات برس کے صغیر کا نماز پر اور ولی کے ساتھ زوج ملحق ہے حکم مذکور مین ہم اور شارح نے کتاب الصلوة میں سات برس والے کو امر کرنا اور دس برس والے کو نماز پر مارنا مذکور کیا ہے وفی القنیة له اکراه طفله علی تعلم القرآن وادب وعلم لفریضته علی الوالدین اور قنیہ مین ہے کہ ولی کو جائز ہے اپنے طفل پر زبردستی کرنا قرآن اور ادب اور علم سیکھنے پر بسبب اسکے فرض ہونیکے والدین پر وله ضرب الیتیم فیما یضرب ولده اور ولیکو جائز ہے یتیم کا مارنا اوس امر مین جسمین اپنے ولد کو مارتا ہے یعنی ترک صلوة وغیرہ مین صاحب بحر نے اور خیر رملی نے یہ امر ثابت کیا بل الصغر لا یمنع وجوب التعزیر فیجری بین الصبیان طفل وجوب تعزیر کی مانع نہین تو تعزیر لڑکون مین بھی جاری ہے یعنی اگر ایک لڑکا دوسرے کو مارے تو تعزیر دیا جاوے وهذا لو حق عبد اما لو کان حق الله بان زنی او سرق فیمنع الصغر منه مجتبی اور یہ حکم عدم منع تعزیر صغیر بشرط حق العبد ہے اور اگر حق اللہ ہو مثلا چوری کرنا یا زنا کیا یا چوری کی

واخرجهانی وَیُحبس حتی یتوبَ او یموتَ لسعیہ فی الارض بالفساد اور اشباہ میں ہے کسی نے نزدیک بابلاک دیکی عورتکو اور اسکو نکالا اور اسکا نکاح کر دیا تو زدے دیے جاوینگے اور قید کیا جاوے یہانتک کہ توبہ کرے یا قید میں مرجاوے بسبب کرنے اس شخص کے زمین میں فساد و شخ من لہ دعوی علی اٰخر فلو یجدہ فامسک اھلہ للظلمۃ فحبسو ھم وغرموھم عزّر ایک شخص کا دعوی تہا دوسرے پر سو اوسنے اوسکو نہ پایا تو اوسکے لوگون کو ظالمون کے پاس پکڑ دلایا سو اونہون نے اونکو قید کیا اور اون سے ڈانڈ لیا تو مدعی تعزیر دیا جاوے یُعزّر علی لوذم البارد کتعزیر ٹھنڈی تمر اہ تعزیر دیجاوے ورع بارد یعنی نالائق پرہیزگاری پر چنانچہ منقول ہے ایک کہجور کے پیچ امام تاتارخانیہ میں ہے کہ خلافت عادلہ کیوقت مدینہ میں ایک شخص نے کہجور کا ایک پہل مدینہ کے بازار میں پایا سو اسکو اوٹہالیا اور بار بار کہتا تہا کہ یہہ کسکی کہجور ہے اس قول سے اسکو اپنے زہد اور تقوی کا اظہار خلق میں منظور تہا امیرالمؤمنین عمر فاروق نے یہ سنا اور مطلب دریافت فرمایا کہ کہا ہے اسکو یا بارد الورع یعنی تقوی ہے جس سے تقوی بغض رکہتا ہے کذا فی الطحطاوی من الاشباہ والتعزیر لا یسقط بالتوبۃ کالحد تعزیر ساقط نہیں ہوتی توبہ کرنیسے مانند حد کے ثم قال واستثنی الشافعی ذوی الھیئات قلت قد قدمناہ لاصحابنا عن القنیۃ وغیرھا وزاد الناطقی فی اجناسہ مالم یتکرر فیتعین التعزیر پہر صاحب اشباہ نے کہا اور امام شافعی نے تعزیر سے ذوی الہیئات یعنی متدین اور اصحاب مروت کو مستثنی کیا ہے میں کہتا ہون کہ ہمنے اشباہ میں اپنے اصحاب حنفیہ کے قول قنیہ سے مقدم ذکر کیے یعنی صاحبان مروت کے حق میں عدم تعزیر بسبب اکتفا علی النصیحت کی اور ناطقی نے اپنی اجناس میں اتنا زیادہ کہا کہ اصحاب مروت سے اوس وقت حد ساقط ہوجب تک بار بار قصور نہوا اور مکرر ہونے میں تو تعزیر ہر بار یجاوی کی طحطاوی نے تمرتاشی کا قول نقل کیا کہ جب اوس نے دوبار قصور کیا تو معلوم ہوگیا کہ وہ صاحب مروت نہیں وفی الحدیث تجافوا عن عقوبۃ ذوی المروۃ الا فی الحد اور حدیث میں ہے کہ دور رہو صاحبان مروت کی عقوبت سے مگر سوای حد کے ثم یہی حدیث ہمارے مذہب میں عدم تعزیر صاحبان مروت پر دلیل ہے وفی شرح الجامع الصغیر للمناوی الشافعی فی حدیث اتق اللہ لا تأتی یوم القیمۃ ببعیر تحملہ علی رقبتک لہ رغاء او بقرۃ لھا خوار او شاۃ لھا ثواج قال یؤخذ منہ تجریس السارق ونحوہ فلیحفظ اور مناوی شافعی کی شرح جامع صغیر کے اندر اس حدیث میں کہ ڈر اللہ تعالی سے کہ کہیں ظلم نہ ہو تو قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹہاکر اونٹ بلبلاتا یا گای بیل بائین بائین کرتا ہوا یا بہیڑ بکری مین مین کرتی ہوئی نہ لاوے کہا کہ اسحدیث سے چور اور اوسکے مانند کو گہشت یا منادی تشہیر کی واسطے نکلتا ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ثم مناوی کی عبارت کا یہ مضمون ہے کہ ابن منیر نے کہا کہ مجکو یہ گمان ہے کہ تجریس سارق وغیرہ کی حاکمون نے اسحدیث سے نکالی ہے لغت عرب میں رغا اونٹ کی آواز کو کہتے ہیں اور خوار گای بیل کی آواز کو کہتے ہیں اور ثواج بضم ثا مثلثہ اور بعد اوسکے ہمزہ مفتوحہ ممدودہ اور اسکی لغت جیم بہیڑ بکری کی آواز کو بولتے ہین کذا فی الطحطاوی ثم یہہ حدیث سرقہ میں وارد ہے یعنی جو جانور کو چراویگا وہی جانور اوسکی گردن پر قیامت کیدن اپنی بولی بولتا آویگا نصیحت کرنیکو انتقال مذہب سے یہانتک سب اقوال شارح اشباہ سے نقل کیے تتمہ اگر کسی کو کسی نے یا مخنث کہا تو بہتر یہ ہے کہ صبر کرے اور اگر حاکم سے تعزیر دلاوے تو جائز ہے اور اگر یون جواب دیا بلکہ تو مخنث ہے تو کچہہ مضایقہ نہیں اگر غلام یا زوجہ یا ادنی کرے تو مہت اور زوجکو تادیب لال ہے اور جو شراب اور ان کی مجلس میں حاضر ہوتا ہو اوسپر تعزیر ہے اگرچہ شراب پیتا ہو اور جسکے پاس شراب ہو برتن میں اور جو مقیم رمضان شریف میں دنکو کہاتا پیتا ہو متعمدا اوسپر تعزیر ہے اور تنبیہ ہے اور جو مسلمان کہ شراب بیچتا ہو یا بیاج کہاتا ہو وہ تعزیر دیا جاوے اور قید کیا جاوے اور اسیطرح مغنی اور مخنث اور نوحہ گر عورت پر تعزیر اور حبس ہے یہان تک کہ توبہ کرین کذا فی فتح القدیر اگر ایک نے دوسرے کو کہا یا فاسق یا بے نماز تو اوسپر تعزیر ہے اگر ایک شخص کسی مقدمہ کا علما فتوی لیکر اپنے خصم کے پاس لایا تو مدعا علیہ نے کہا کہ میں اسپر عمل نہیں کرتا یا یون کہا کہ ایسا نہیں ہے جیسا ان علما نے فتوی دیا ہے حالانکہ وہ شخص جاہل اہل علم کو تحقیر سے ذکر کرتا ہے تو اوسپر تعزیر واجب ہے آدمیکی حق میں بہتر یہ ہے کہ جب اوس سے کہا جاوے کہ کون چیز موجب حد اور تعزیر ہے تو اوسکا جواب نہ دے کتابت کی اور خطوط کی بروے سے یعنی چہلے اسنا دینا موجب تعزیر ہے احکام شرعیکو بطور مزاح کے ذکر کرنا موجب تعزیر ہے اور جو مسلمان کو طمانچہ مارے یا اوسکی پگڑی سر پر سے اوچہالے بازار میں تو اوسپر تعزیر ہے کذا فی العالمگیریۃ

کتاب السرقۃ

یہہ کتاب ہے سرقہ یعنی چوری کے احکام میں سرقہ بفتح سین وکسر را مہملہ ہے اور سکون را بہی جائز ہے چونکہ مقصود حدود سے حفظ نفس اور حفظ عقل اور حفظ آبرو ہے لہذا حدود کے بعد کتاب السرقہ کا ذکر کرنا مناسب ہوا اسلیے کہ مال سے مقصود جان اور آبرو کی حفاظت ہے وھی لغۃ اخذ الشیء من الغیر خفیۃ وتسمیۃ المسروق سرقۃ مجاز اور وہ یعنی چوری لغت میں غیر کے کسیچیز کے لینے کو کہتے ہیں چہپا کر اور مسروق کو جو سرقہ

کہتے ہیں تو باعتبار مجاز کہتے ہیں اور سرقہ لغوی میں اصل سے استراق السمع یعنی چپ کر غیر کی بات سننا کما اتی السمع و شرعًا باعتبار الحرمۃ اخذہ کذلک بغیر حق نصابا
کان ام لا اور شرع میں باعتبار حرام ہونے کے سرقہ اس طرح کے لینے سے عبارت ہے یعنی غیر کی چیز چھپا کر ناحق لینا خواہ وہ چیز بقدر نصاب ہو یا نہو و باعتبار انقطاع الید
مکلف ولو انثی او عبدا او کافرا او مجنونا حال افاقتہ اور باعتبار ہاتھ کاٹنے کے شرع میں سرقہ عبارت ہے مکلف کو لینے سے اگرچہ مکلف عورت ہو یا غلام یا کافر
یا مجنون یعنے مجنون نے اپنے ہوش کی حالت میں چوری کی تو وہ بھی مکلف میں داخل ہے کذا فی النہر ھم سرقہ میں رکن اخذ ہے اور باقی امور جنکو ماتن اور شارح ذکر کرینگے
وہ شرائط ہیں مصنف نے اخذ کو مطلق کہا تو اخذ حقیقی اور حکمی دونوں کو شامل ہے اخذ حقیقی یہ ہے کہ بذات خود چیز کو مکان محفوظ سے نکالے اور حکمی یہ ہے کہ چند سارق
کسی مکان میں داخل ہوں اور مال کو چرا دیں اور ایک شخص کی پیٹھ پر لاد کر گھر سے باہر نکلیں تو سب کے ہاتھ کاٹے جاوینگے بنا بر استحسان کے اور مکلف کی قید سے صبی
اور مجنون نکل گئے کہ انپر قطع ید نہیں لیکن مال کی ضمانت ہے کذا فی البحر ناطق بصیر فلا یقطع اخرس لاحتمال نطقہ بشبہۃ ولا اعمی لجہلہ بمال غیرہ
مکلف مذکور ناطق اور بصیر ہو تو ناطق کی قید سے گونگے کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اوسکے شبہہ بیان کرنیکے احتمال سے یعنی اگر وہ ناطق ہوتا تو شاید ایسا شبہہ بیان کرتا
جس میں قطع ید نہیں اور نہ اندھے کا ہاتھ کاٹا جاویگا بسبب اوسکی ناواقفیت کے غیر کے مال سے یعنی عدم بصارت سے عدم امتیاز اپنے مال کا غیر کے مال سے متصور ہے گو اوسکو ناواقفیت
نہو عشرۃ دراہم لم یقل مضروبۃ لما فی المغرب الدراہم اسم للمضروبۃ سرقہ عبارت ہے دس درم کے لینے سے مصنف نے دراہم مضروبہ نہ کہا یعنی سکہ دار
اسواسطے کہ مغرب میں ہے کہ دراہم سکہ دار ہی کا نام ہے یعنی درہم کی حقیقت میں ضرب اصل ہے تو اب ضرب کے ذکر کرنیکی کیا حاجت ہے کہ غیر مضروب کو درہم نہیں کہتے ھم اختلاف
ہے کہ ہر مقدار مالی میں قطع ہے یا ایک مقدار معین ہے جس سے کمتر میں قطع نہیں پہلا قول حسن بصری اور داؤد ظاہری اور خوارج کا ہے بدلیل قرآن اور حدیث کہ حق تعالی
نے فرمایا (السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا) یعنی چور اور چورنی دونوں کا ہاتھ کاٹو یہ آیت مطلق ہے مقدار معین اسمیں مذکور نہیں اور حدیث متفق
علیہ میں رسی اور انڈے کے چرانے میں قطع ید مذکور ہے اور انکے سوا جمیع فقہای امصار اور علمای اقطار اس قول پر متفق ہیں کہ بدون مال معین کے قطع ید نہیں اسواسطے کہ بخاری
اور مسلم میں حدیث مرفوع متفق علیہ ہے لا قطع الا فی ربع دینار فصاعدا یعنی قطع نہیں مگر ربع دینار میں یا اس سے زیادہ میں تو اس حدیث سے اول حدیث کی تاویل واجب
ہے یعنی درم یا ربع دینار کی قیمت کی رسی مراد ہے اور بیضہ سے بیضۂ حدید مراد ہے یا حدیث اول منسوخ ہے اگر کوئی کہے کہ شاید حدیث ثانی منسوخ ہو تو ترجیح کی کیا
وجہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ فی الحقیقۃ کسی حدیث کی تاریخ معلوم نہیں ہے کہ ایک حدیث کا منسوخ ہونا متعین ہوجاوے باقی رہی وجہ اولویت حمل سو وہ جمہور کیطرف سے
اسواسطے کہ باب الحدود میں تعارض کے وقت یہ قول جمہور متعین ہے یعنی نظر باحتیاط و استحباب درء حد مقدار کا معین کرنا قطع ید کے واسطے ارجح اور اسواسطے بھی
اسکے اجماع صحابۂ کرام بھی اسی پر منقول ہے تو اسی سے اطلاق آیت کا بھی مقید ہو گیا اور عقل سے بھی اسواسطے کہ حقیر مطلق میں رغبت نہیں ہوتی تو اوسکو کوئی
روکتا بھی نہیں چنانچہ گیہوں کا ایکدانہ تو اگر آیت سرقہ مطلق ہو تو ایک گیہوں کے دانہ لینے سے بھی قطع واجب ہو اور تخصیص آیت کی فقط جمہور ہی کے نزدیک نہیں بلکہ
اخذ من الحرز سے بھی بالاجماع مخصوص ہے پھر جنکے نزدیک مقدار معین قطع میں شرط ہے وہ تعیین مقدار میں مختلف ہیں تو ہمارے اصحاب حنفیہ اور ایک جماعت تابعین کے نزدیک
دس درم کی تعیین ہے اور امام شافعی کے نزدیک ربع دینار ہے اور امام مالک اور احمد کے نزدیک ربع دینار یا تین درم ربع دینار کی حدیث صحیحین سے مذکور ہو چکی اور مسند میں
عائشہ صدیقہ سے حدیث مرفوع ہے کہ قطع کرو ربع دینار میں اور قطع نہ کرو اس سے کمتر میں اور ربع دینار اوس وقت میں تین درم کا تھا امام مالک نے موطا میں کہا کہ رسول
علیہ الصلوۃ والسلام نے ڈھال کی چوری میں قطع کیا جسکی قیمت تین درم تھی اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اترج کی چوری میں قطع کیا جسکی قیمت تین درم تھی اور اصحاب حنفیہ
کی یہ دلیل ہے کہ ڈھال کی قیمت تین درم سے زیادہ بھی بروایت صحیح ثابت ہوئی اور اخذ بالاکثر باب الحدود میں واسطے احتیال درء حد کے اولی ہے حاکم نے
مستدرک میں مجاہد عن ایمن روایت کی کہ قطع ید عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں نہیں ہوا مگر ڈھال کی قیمت میں اور قیمت اوسکی اوسوقت میں ایک دینار
تھی ہر چند ایمن میں اختلاف ہے کہ صحابی ہے یا تابعی اگر صحابی ہے تو کچھہ اشکال نہیں اور اگر تابعی ہے تو بقول ابو زرعہ رازی اور ابن حبان ثقہ اور حجت ہے تو حدیث
مرسل ہوئی اور مرسل ہمارے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک قادح نہیں بلکہ حجت ہے تو اسکا معتبر رکھنا واجب ہوا تو ثابت ہوا کہ ڈھال کی قیمت میں اختلاف ہوا تین
درم یا دس درم کا تو اخذ بالاکثر واجب ہوا اسواسطے کہ شرع نے اس باب میں حد کا ٹالنا حتی الامکان واجب کیا اور مقوی اس قول کی نسائی کی روایت ہے عمرو بن شعیب عن

ابیہ عن جدہ کہ قیمت ڈھال کی حضرت رسالت کے وقت میں دس درہم تھی اور یہ روایت دارقطنی اور مسند احمد اور اسحق بن راہویہ میں ثابت ہے اور ابن ابی شیبہ میں حدیث
مرفوع ہے کہ جو بقدر ڈھال کے قیمت پہونچے تو اوسکے صاحب یعنی چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جاوے اور قیمت ڈھال کی دس درہم تھی اور طبرانی نے معجم میں اور
عبدالرزاق اور ترمذی نے ابن مسعود سے روایت کی کہ قطع نہیں مگر دینار میں یا دس درہم میں اور یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ قاسم بن عبدالرحمن ابن مسعود سے روایت کی
ہے قاسم کو ابن مسعود سے سماعت نہیں لیکن مسند ابوحنیفہ میں عن القاسم بن عبدالرحمن عن ابیہ عن عبداللہ بن مسعود قال کان یقطع الید علی عہد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی عشرۃ دراہم تو یہ روایت مرسل نہیں بلکہ موصول ہے اور ابن خسرو نے بروایت محمد بن الحسن عن ابی حنیفہ مرفوع نقل کیا کہ لا تقطع الید فی اقل من عشرۃ دراہم
اور یہ حدیث موصول مرفوع ہے اور اگر موقوف بھی ہوتی تو بھی بجای مرفوع تھی اسواسطے کہ مقدرات شرعیہ میں قیاس کو دخل نہیں تو موقوف اسمیں محمول علی الرفع ہے
کذا فی فتح القدیر نصابا جیادا ومقدارہا فلا قطع بنقرۃ زنتہا عشرۃ لا تساوی عشرۃ مضروبۃ ولا بدینار قیمتہ دون عشرۃ سرقہ مباح ہے
یعنی دس درہم کھرے لینے سے یا بمقدار دس درہم کے تو قطع نہیں اوس چاندی کی ڈلی سے جو بوزن دس درہم ہے مگر دس درہم مضروب کے برابر نہیں قیمت میں اور قطع نہیں اوس
دینار سے جسکی قیمت دس درہم سے کم ہے وتعتبر القیمۃ وقت السرقۃ ووقت القطع ومکانہ بتقویم عدلین لہما معرفۃ بالقیمۃ ولا قطع عند اختلاف
المقومین ظہیریہ اور معتبر ہے قیمت چوری کے وقت اور قطع کے وقت اور معتبر ہے قیمت قطع کرنے کے مکان میں دو عادلون کی قیمت ٹہرانے سے جنکو معرفت ہے قیمت کی
اور قطع نہیں وقت قیمت ٹہرانیوالون کے اختلاف کے وقت کذا فی الظہیریہ تو اگر ایک کپڑا چرایا جسکی قیمت دس درہم تھی سو اوسکو دوسرے شہر میں اوسکو گرفتار کیا اور وہان
اوسکی قیمت آٹھ درہم ہے تو قطع نہوگا اور اختلاف قیمت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص دس درہم یا زیادہ قیمت کرتا ہے اور دوسرا اوس سے کم تو قطع نہیں اور اگر انساب
دونون میں اختلاف ہوا تو وہ مانع قطع کا نہیں مقصودۃ بالاخذ فلا قطع بثوب قیمتہ دون عشرۃ وفیہ دینار او دراہم مصرورۃ الا اذا کانت
عادۃ لہا ملکۃ تجنیس یعنی ایسے دراہم جن کا لینا مقصود بالذات ہو تو قطع نہیں اوس کپڑے کی چوری سے جسکی قیمت دس درہم سے کم ہے اگرچہ اسمیں ایک دینار یا دس درہم
بندھے ہون اسواسطے کہ کپڑا لینا مقصود تھا نہ دینار اور دراہم مگر اوس کپڑے کے لینے میں البتہ قطع ہے جو دینار یا دراہم کے رکھنے کا ظرف ہو بطور عادت کے کذا فی التجنیس یعنی جیسے
دینار اور درہم کی تھیلی لی تو البتہ قطع ہے اگر اوسمین بقدر نصاب ہو اسواسطے کہ تھیلی لینے میں دراہم مقصود ہیں اگرچہ تھیلی کی قیمت ایک درہم سے کم ہو ظاہرۃ الاخراج فلو
ابتلع دینارا فی الحرز وخرج لم یقطع ولا ینتظر تغوطہ بل یضمن مثلہ لانہ استہلکہ وہو سبب الضمان للحال یعنی ایسے دراہم جن کا لینا سارق
پر ظاہر ہو تو اگر سارق نے ایک دینار کو مکان محفوظ میں نگل لیا اور نکل آیا تو اوسکا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ دینار کا نکال لینا اوسکے پیٹ سے ظاہر نہیں اور انتظار نکیا
جاویگا اوسکے ہگنے کا بلکہ مثل اوس دینار کے اوس سے ضمان لیا جاویگا اسواسطے کہ اوسنے اوسکو مستہلک کیا اور استہلاک فی الحال ضمان لینے کا سبب ہے خفیۃ ابتداء
وانتہاء لو اخذ نہارا وہو ما بین العشائین وابتداء فقط لو لیلا یعنی لینا چھپ کر ہو ابتدا میں بھی اور انتہا میں بھی اگر دن ہو اور مغرب اور عشا کے درمیان
کا وقت بھی دن میں داخل ہے اور فقط ابتدا میں خفا شرط ہے اگر رات ہو تو خفا کی قید سے غارتگری اور زبردستی لینا اور ہاتھ سے اچک لیجانا سرقہ کی تعریف سے نکل گیا تو اگر
چوری دن میں ہوئی شہر کے اندر تو خفا شرط قطع ہے ابتدا میں بھی اور انتہا میں بھی اور عشا تک دن میں اسواسطے داخل ہوا کہ اوس وقت تک آمد و رفت آدمیون کی ہوا کرتی ہے اور اگر رات میں
چوری ہوئی تو فقط ابتدا کا خفا شرط ہے نہ انتہا کا تو اگر سارق رات کو گھر میں داخل ہوا بطور خفیہ پھر اوسنے مال کو ظاہر ہو کر لیا گو بعد مقاتلہ تو اوسکا ہاتھ کاٹا جاویگا
خفیہ اول پر اکتفا کرکے کذا فی المنح وہل العبرۃ لزعم السارق ام لزعم احدہما خلاف اور خفا میں کیا سارق کے گمان کا اعتبار ہے یا سارق اور صاحب
مال میں سے کسی ایک کا اسمیں خلاف ہے محل اختلاف وہ صورت ہے کہ جب سارق نے گمان کیا کہ صاحب خانہ جانتا ہے اور حالانکہ صاحب خانہ کو اوسکا علم نہیں تو شرح زیلعی
میں کہا کہ اسمیں قطع نہیں اسواسطے کہ سارق کے گمان میں خفیہ نہیں بلکہ اوسنے کہل کر لیا اور خلاصہ اور محیط اور ذخیرہ میں قطع مذکور ہے اسواسطے کہ دونون میں سے ایک کے
گمان میں خفیہ ہونا کافی ہے مصنف نے کہا یہ مسئلہ رباعی ہے یعنی اسمیں چار صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ سارق اور صاحب خانہ دونو کو علم ہو اسمیں قطع نہیں بالاتفاق
دوسری صورت یہ کہ دونوں کو علم نہیں اسمیں قطع ہے بالاتفاق تیسری صورت یہ ہے کہ صاحب خانہ جانتا ہے اور سارق کو اوسکے علم کا علم نہیں تو ظاہرا اسمیں
بھی قطع ہے بالاتفاق اور چوتھی صورت اوپر مذکور ہو چکی من صاحب ید صحیحۃ فلا یقطع السارق من السارق یعنی لینا مال کا اوس شخص سے ہو

جسکا قبضہ صحیح ہو تو جس نے چور کے پاس چوری کی اوسپر قطع نہیں کذا فی الفتح ومالا یتسارع الیہ الفساد کالحبوب ولو اکنۃ یعنی مال مسروق ایسا ہو جو جلد
نہ بگڑ جاتا ہو جیسے گوشت اور تر میوہ کذا فی المجتبیٰ تو ان کی چوری یعنی گو بقدر نصاب ہوں قطع نہیں ولا بدّ من کون المسروق متقوّما مطلقا فلا تقطع
بسرقۃ خمر مسلم مسلما کان السارق او ذمیا وکذا الذمی اذا سرق من ذمی خمرا وخنزیرا ومیتۃ لا یقطع لعدم تقوّمہا عندنا ذکرہ
الباقانی اور ضرور ہے کہ مسروق کا مال متقوم ہونا مطلقا یعنی ہر دین والے کے نزدیک مال متقوم ہو تو قطع نہیں مسلمان کی شراب چرانے سے خواہ سارق مسلم ہو یا ذمی
اور اسیطرح جب ذمی دوسرے ذمی سے شراب یا سور یا مردار کو چرا لے تو قطع نہیں اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مال متقوم نہیں ہمارے یعنی اہل اسلام کے نزدیک اسکو
باقانی نے مذکور کیا ہے ۔ حلبی کہا کہ شارح کی عبارت باوجود تطویل اس صورت کو شامل نہیں جب کہ مسلم ذمی کی شراب چرا لے تو اگر یوں کہتا کہ لا تقطع بسرقۃ خمر یعنی قطع نہیں
شراب کی چوری سے تو خصر اور اشمل ہوتا فی دار العدل فلا یقطع بسرقۃ فی دار حرب او بغی یعنی چوری دار العدل یعنی دار الاسلام میں ہو تو قطع نہیں دار الحرب
یا دار البغی کی چوری سے کذا فی البدائع تو اگر بعض تجار مسلمین نے بعض کا مال دار الحرب میں چرایا پھر جب دار الاسلام میں آئے تو چور کو قاضی کے روبرو لائے تو امام اوسکا ہاتھ نہ کاٹیگا
کذا فی البحر من حرز بمرۃ واحدۃ اتحد مالکہ ام تعدد چوری ہوئی ہو مکان محفوظ سے یکبارگی خواہ مال کا مالک ایک ہو یا چند مالک ہوں ۔ حرز یعنی حفاظت کا
مکان دو قسم ہے ایک حرز بنفسہ دوسرا حرز بغیرہ حرز بنفسہ مکان ہے جو حفاظت مال کیواسطے بنا ہو اور اسمیں جانا بلا اذن مالک ممنوع ہو چنانچہ گھر اور دوکان اور خیمہ
اور خزانہ اور صندوق اور حرز بغیرہ وہ مکان ہے جو حفاظت مال کے واسطے نہیں بنا مگر اوسمیں نگہبان موجود ہے چنانچہ مسجد اور راہ اور میدان اور قبہ میں
نہ اگر جنگل کے مدفون مال کو چرایا تو اوسمیں قطع ہے کذا فی البحر اور یکبارگی کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بعض مال کو گھر سے نکالا پھر دوسری بار داخل ہو کر باقی کو نکالا تو
قطع نہیں بشرطیکہ اطلاع مالک یا اغلاق باب یا اصلاح نقب کا درمیان میں تخلل واقع ہوا ہو اور اگر ان امور کا تخلل نہیں واقع ہوا اور مال وجود کے دو بار میں نکالا تو
وہ ایک ہی چوری ہے تو البتہ قطع ہوگا کذا فی الحموی عن السراج اور اتحاد اور تعدد مالک سے معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص نے بقدر نصاب جماعت کا مال چرایا تو قطع کیا
اور اگر دو شخصوں نے بقدر نصاب ایک کا مال چرایا تو دونوں پر قطع نہیں اور اعتبار نصاب کا سارق کے حق میں ہے نہ مالک کے حق میں بشرطیکہ حرز واحد ہو کذا فی
البحر عن البحر لا شبہۃ ولا تاویل فیہ وثبت ذلک عند الامام کما سیتضح نہ شبہہ ہو اس میں یعنی تاویل اور یہ ثابت ہوا ہو امام کے نزدیک چنانچہ
یہ عنقریب واضح ہوگا ۔ شبہہ کی قید سے وہ شخص نکل گیا جس نے اپنی محرم کے گھر سے مال کو نکالا اور تاویل کی قید سے مصحف کی چوری نکل گئی کہ اوسمیں قطع نہیں
اسواسطے کہ اوسمیں تلاوت کی نیت کا احتمال ہے یعنی سارق کہہ سکتا ہے کہ میں نے پڑھنے کے واسطے لیا نہ چرایا ۔ فیقطع ان اقر بہا مرۃ والیہ رجع
الثانی طائعا ۔ جب تعریف سرقہ کی معلوم ہوئی تو واضح ہو کہ سارق کا قطع کیا جائیگا اگر اوس نے ایکبار چوری کا اقرار کیا بلا جبر اور ابو یوسف نے ایکبار کے
اقرار کے طرف رجوع کیا اور اول وہ دو بار کے قائل تھے کہ دو مجلسوں میں دو بار کے اقرار سے چوری ثابت ہوتی ہے فاقرارہ بہا مکرہا باطل ومن المتاخرین
من افتی بصحتہ ظہیریۃ زاد القہستانی معزیا لخزانۃ المفتیین وحل ضربہ لیقر وسنحققہ تو چور کا اقرار کرنا سارق کا جبر اور زبردستی
سے باطل ہے اور بعضے متاخرین نے صحت اکراہ کا فتویٰ دیا ہے کذا فی الظہیریۃ اور قہستانی نے خزانۃ المفتیین کیطرف نسبت کر کے اتنا اور زیادہ کہا ہے کہ سارق کا مارنا بھی
حلال ہے تاکہ وہ اقرار کرے چوری کا اور عنقریب ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے او شہد رجلان اور قطع یہ ہوگا اگر دو مرد گواہی دیں چوری کی ۔ مصنف نے دو
مرد کی قید اسواسطے لگائی کہ عورتوں کی گواہی اسمیں مقبول نہیں اور اقرار اور شہادت میں حصر کرنے سے اشارہ کیا کہ شہادت علی الشہادۃ سے اور قسم کے
انکار سے قطع نہیں اگرچہ ضمان مال ہے کذا فی النہر ولو عبدا شرط حضرۃ مولاہ ولا تقبل علی اقرارہ ولو بعد حد اور اگر سارق غلام ہے تو حضرت
اوسکے مولے کا شرط ہے شہادت کی اور گواہی مقبول نہیں غلام کے اقرار پر اگرچہ مولے کے سامنے ہو ۔ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جب گواہوں نے گواہی دی عبد ماذون
کی دس درم یا زیادہ کی چوری کی تو اگر اوسکا مالک موجود ہے تو بلا خلاف قطع ہے اور اگر مال قائم ہے تو صاحب مال کو پھیر دینا چاہیے اور اگر مولی غائب ہو تو امام کے نزدیک
قطع نہیں اور سرقہ کا ضمان ہے اور اگر سارق نے کم نصاب کی گواہی دی تو قاضی مال دینے کا حکم کرے نہ قطع کا خواہ مولی موجود ہو یا نہ ہو ویسألہما الامام کیف ہی و
این ہی وکم ہی وزمانہ فی الدار وممن سرق وبینہا احتیالا للدرء اور سوال کرے امام گواہوں سے کہ کیونکر چوری ہوئی اور کہاں ہوئی

کتنی ہوئی اور یہ دو سوال یاد و مذکور ہیں کہ چوری کسکو کہتے ہیں اور کب ہوئی اور کس شخص کی چوری کی اور دونوں گواہ ان سوالات کا جواب بیان کریں یہ
سوالات حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے ہیں ہم کیفیت سرقہ کا سوال اس احتمال سے ہے کہ شاید چور نے نقب یا ہو گھر میں اور بلا دخول ہاتھ ڈالکر چوری کی ہو تو اسمیں قطع نہیں
ظاہر الروایۃ میں آیا ہے اسواسطے کہ یہ شخص اُچکا ہوتا نہ چور اور مکان کا سوال اس احتمال سے ہے کہ دار الحرب میں چوری کی ہو جہان مسلمان کا اہل دار الاسلام میں چور آیا کہ اسمیں قطع نہیں
اور مقدار سرقہ کا سوال اس احتمال سے ہے کہ شاید نصاب سے کم ہو اور حقیقت سرقہ کا سوال اسواسطے ہے کہ شاید استراق کلام یا استراق رکوع اور سجود سے شاہدون
نے اسکو چوری کیطرف منسوب کیا ہو اور تاکہ غصب اور قطاع الطریق سے احتراز ہو اور زمان سرقہ کا سوال تقادم کے احتمال سے ہے اسواسطے کہ حد خالص
میں تقادم یعنے مدت گذرنا مبطل شہادت ہے اور صاحب مال کا سوال اس احتمال سے ہے کہ شاید مالک محرم یا زوجہ ہو سارق کی ویحبسہ حتی یسأل عن
الشہود لعدم الکفالۃ فی الحدود اور بعد شہادت مذکورہ کے حاکم یمین کو سارق کو تا شاہدون کی عدالت دریافت کرے حبس کرنا واسطے نہونے ضامن لینے کے
ہو حدود میں یعنے حدود میں ضامن لینا جائز نہیں تو تا تحقیق عدالت شہود متہم کو محبوس کرنا چاہیے تا بھاگ نجاوے ویسأل المقر عن الکل الا الزمان ومافی النقہ
الا المکان تحریف فہرا اور حاکم چوری کا اقرار کرنے والے سے جمیع امور مذکورہ کا سوال کرے سوای زمانے کے اور یہہ جو فتح القدیر میں ہے کہ مقر سے مکان کا بھی سوال نکرے
یہہ تحریف ہے کذا فی النہر الفائق ہم نعت سے زمان کا سوال اسواسطے نہیں کہ تقادم مانع اقرار کا نہیں اور فتح القدیر کے بعض نسخون میں ہے کہ سوای مکان کے باقی شرط سے
سوال کرے گویا یہہ تحریف ہے حق یہ ہے کہ مکان سے بھی سوال کرے کہ شاید دار الحرب میں چوری کی ہو کذا فی النہر حموی نے کہا کہ زمان سے بھی سوال کرے اس احتمال سے
کہ شاید مقر نے اپنی طفلی کیحالت میں چوری کی ہو ویصح رجوعہ عن اقرارہ بہا وان ضمن المال وکذا لو رجع احدہم او قال ہو مالی او شہدا علی اقرارہ
بہا وہو یجحد او یسکت فلا قطع شرح وہبانیہ اور صحیح ہے رجوع کرنا مقر کا اپنی چوری کے اقرار سے اگرچہ البتہ ضامن ہوگا مال مسروق کا اور اسیطرح رجوع
صحیح ہے اگر سب چورون میں ایک نے اقرار سے رجوع کیا یا یون کہا کہ وہ میرا مال ہے یا دو گواہون نے اسکی چوری کا اقرار پر گواہی دی اور وہ منکر ہے یا ساکت ہے
تو قطع نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ ہم محیط میں مذکور ہے کہ دو شخصون نے چوری کا اقرار کیا پھر ایک شخص اقرار سے پلٹ گیا تو قطع دونون سے ساقط ہو گیا اسواسطے کہ بعد ثبوت
شرکت کی چوری میں جب ایک سے حد ساقط ہوئی تو دوسرے سے بھی ساقط ہوگی اسواسطے کہ شرکت برابر کو چاہتی ہے کذا فی المنح فان اقربہا ثم ہرب فان فی فورہ لایتبع
بخلاف الشہادۃ کذا نقلہ المصنف عن الظہیریۃ ونقلہ شارح الوہبانیۃ بلا قید الفوریۃ پھر اگر سارق نے چوری کا اقرار کیا پھر بھاگ گیا اگر فوراً
بھاگا بمجرد اقرار کے تو اسکا پیچھا نکیا جاوے بخلاف شہادت کے کہ اسکے بعد اگر بھاگ گیا تو گرفتار کیا جاویگا اسیطرح نقل کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ظہیریہ سے اور شارح
وہبانیہ نے اسکو بلا قید فوریت نقل کیا تو ظاہراً تنافی ہوئی دونون نقلون میں ہم طحطاوی نے صاحب الفوائد سے نقل کی کہ مصنف کو یون تعبیر کرنا بہتر تھا فان اقر
بہا ثم ہرب وان فی فورہ یعنی چوری کا اقرار کیا پھر بھاگ گیا تو اسکا پیچھا نکیا جاویگا اگرچہ فی الفور بھاگا اس تعبیر سے ثابت ہوتا ہے کہ رجوع بعد الفور سے بھی قطع نہیں ہوتا اسواسطے
کہ اسکا بھاگنا اسکے رجوع قولی کے برابر ہے اور رجوع صریح لفظ میں حکم مختلف نہیں فی الفور اور تراخی میں تو اسوقت میں شرح وہبانیہ کی نقل میں کچھ منافات
نہیں اور فتاوی عالمگیری میں بھی محیط سے موافق صاحب الفوائد کے وان فی فورہ ہے یعنی ان متصلہ ہے نہ منفصلہ ولا قطع بنکول واقرار مولی علی عبدہ بہا ق
ان لزم المال لاقرارہ علی نفسہ اور قطع نہیں سارق کو قسم کھانے سے اور مولے کے اقرار کرنے سے اپنے غلام کی چوری پر اگرچہ مال کا دینا لازم ہے اپنی ذات پر
اقرار کرنے سے ہم جب رجوع قسم سرقہ کی قسم نکھائی تو گویا مال کا اقرار کیا اور مولے کا اقرار موجب طلب ہے والسارق لا یفتی بعقوبتہ لانہ جور تجنیس وعزاہ
القہستانی للواقعات معللا بانہ خلاف الشرع ومثلہ فی السراجیۃ اور فتوے نہیں سارق کی عقوبت اور ضرب پر تا چوری کا اقرار کرے اسواسطے کہ یہ
ظلم ہے اور قہستانی نے اسکو واقعات کیطرف نسبت کیا ہے اسیطرح دلیل لاکر کہ اسکا خلاف شرع ہے اور مانند اسکے سراجیہ میں ہے ونقل عن التجنیس عن
عصام انہ سئل عن سارق ینکر فقال علیہ الیمین فقال الامیر سارق ویمین ہاتوا بالسوط فما ضربوہ عشرۃ حتی اقر فاتی بالسرقۃ
فقال سبحان اللہ ما رایت جورا اشبہ بالعدل من ہذا اور تجنیس سے منقول ہے کہ عصام بن یوسف سے سوال ہوا اس سارق سے جو چوری کا منکر ہے تو جواب دیا
کہ اوسپر قسم ہے تو امیر نے کہا سارق اور قسم یعنی سارق کو جھوٹی قسم کا کیا خوف ہوگا کوڑا لاؤ سو مارنے والون نے دس کوڑے نہ مارے تھے کہ اوسنے چوری کا اقرار

کیا پہر چوری کا مال دیدیا تو عصام نے کہا سبحان اللہ مینے کوئی ظلم مشابہ بعدل اسسے زیادہ روشن نہین دیکہا کذا فی المنح وفی اکراہ البزازیة من المشائخ من افتی
بصحة اقرارہ بہا مکرہا اور بزازیہ کی کتاب الاکراہ مین ہے بعضے مشائخ نے چوریکا اقرار زبردستی کروانیکی صحت کا فتویٰ دیا ہے یعنی ضمان کے حق مین قطع
حق مین وعن الحسن یحل ضربہ حتی یقر مالم یظہر العظم اور حسن بن زیاد سے مروی ہے کہ ضرب سارق کی حلال ہے یہان تک کہ چوریکا اقرار کرے
بشرطیکہ اتنی ضرب نہو جس سے ہڈی کہلجاوے ونقل المصنف عن ابن العز الحنفی صح انہ علیہ الصلوة والسلام امر الزبیر بن العوام بتعذیب بعض
المعاہدین حین کتم کنز حیی بن اخطب فیفعل فدلہم علی المال قال وہو الذی یسع الناس وعلیہ العمل والا فالشہادة علی السرقة
اندر ما لاموال اور مصنف نے اپنی شرح مین قاضی القضاة ابن العز حنفی سے نقل کیا کہ بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ رسول علیہ الصلوة والسلام نے زبیر بن العوام
رضی اللہ عنہ کو بعضے معاہدین کے مارنیکا حکم دیا جب انہون نے حیی بن اخطب یہود کا خزانہ چہپاڈالا تہا حالانکہ وہ اس مال پر معاہدہ ہوا تہا پہر زبیر رضی اللہ عنہ نے
انکو مارا تو اوس نے بتایا کہا قاضی مذکور نے کہ یہہ وہ حدیث مروی ہے جسمین لوگونکو وسعت ہے اور اسی پر عمل ہے اور نہین تو چوریون پر گواہی کا ہونا
نہایت قلیل الوجود امر ہے کذا فی المنح ثم نقل عن الزیلعی فی باب قطع الطریق جواز ذلک سیاسة واقرہ المصنف تبعا للبحر وابن
الکمال زاد فی النہر وینبغی التعویل علیہ فی زماننا لغلبة الفساد ویحمل ما فی التجنیس علی ما ذکرہ پہر مصنف نے باب قطع الطریق کے آخر مین
اسکا جواز بطریق سیاست کے نقل کیا اور مصنف نے اس قول کو باتباع صاحب بحر اور ابن کمال کے ثابت رکہا نہر الفائق مین اتنا زیادہ ہے کہ سارق منکر کی
جواز عقوبت پر اعتماد کرنا ہمارے زمانہ مین لائق اور سزاوار ہے بسبب غلبہ فساد کے اور جو تجنیس مین عقوبت سارق کو ظلم کہا ہے وہ علما و سابق کے زمانے
محمول ہے یعنی اسوقت اتنا فساد غالب نہ تہا تو عقوبت کی چندان حاجت نہ تہی ہم مصنف نے آخر باب قطع مین قول مذکور یون نقل کیا ہے کہ زیلعی نے تصریح کی ہے کہ
عند التکرار قتل کرنا بطریق سیاست ہے اور از قبیل سیاست ہے جو فقیہ ابو بکر اعمش سے منقول ہے کہ اگر مدعا علیہ چوریکا انکار کرے تو امام کو جائز ہے کہ اپنے ظن غالب پر عمل
کرے سو اگر اسکا گمان غالب ہو کہ وہ سارق ہے اور مال مسروق اوسکے پاس ہے تو اوسکو مارے اور یہہ عقوبت کرنا بظن غالب جائز ہے چنانچہ اگر امام فاسقون کے پاس
شراب کی مجلس مین کسیکو بیٹہا دیکہے اور چنانچہ اگر اوسکو چورون کے ساتہہ چلتا دیکہے اور فقہا نے ظن غالب سے قتل نفس کو جائز کہا ہے چنانچہ کوئی شخص کسیکے اوپر میان سے
تلوار کہینچکر آوے اور اسکو گمان غالب ہو کہ مجہکو قتل کریگا کذا فی المنح ثم نقل المصنف قبلہ عن القنیة لو کسر سنہ او یدہ ضمن الشاکی ارشہ کالمال لا
لو حصل ذلک بتسلقہ الجدار او مات بالضرب لیندرج پہر مصنف نے قبل زیلعی کے قول کے قنیہ سے نقل کیا شرح مین کہ اگر حاکم کے پاس ناحق شکایت کی
مدعی نے کسی شخص کی پہر حاکم نے اسکو مارا اور اسکا دانت یا ہاتہہ ٹوٹ گیا تو مدعی شکوہ کرنیوالا اوس دانت یا ہاتہہ کی دیت کا ضامن ہوگا مانند مال کے نہ ضامن ہوگا
اگر یہہ حاصل ہوا اسکی دیوار کے چڑہنے سے یعنی اگر قیدخانہ کی دیوار پر چڑہا بہاگنے کے واسطے اور اوسکا دانت یا ہاتہہ ٹوٹ گیا یا وہ شخص ضرب کے صدمے سے مرگیا تو مدعی نالش
کرنیوالا اسکا ضامن نہوگا اسواسطے کہ اسمین مرجانا قلیل الوجود ہے تو اسکی نالش غالبا اسکا سبب نہین ہوسکتی کذا فی المنح شرحا وعن الذخیرة لو صعد السطح
لیفر خوف التعذیب فسقط فمات ثم ظہرت السرقة علی ید آخر کان للورثة اخذ الشاکی بدیة ابیہم وبما غرمہ للسلطان لتعدیہ
فی ہذا التسبب ومر فی الغصب اور مصنف نے شرح مین ذخیرہ سے نقل کیا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر چوریکا دعوی کیا اور سلطان کے پاس اسکو گرفتار کرایا
اور ایکبار مار دلائی پہر قیدخانہ مین قید کروایا تو اگر وہ قیدخانہ کی چہت پر چڑہ گیا تاکہ مار کے خوف سے بہاگ جاوے سو اگر وہ گر پڑا اور مرگیا پہر چوری کا مال دوسرے شخص کے پاس
ظاہر ہوا تو اوسکے وارثون کو اپنے باپکا خون بہا اور جتنا مال سلطان کو اوسنے ڈانڈ دیا نالش کرنیوالے سے لینا جائز ہے بسبب اوسکی تعدی کے اس سبب مین یعنے جو کچہہ
ہوا اوسکے سبب سے ہوا کذا فی المنح اور اسکا ذکر کتاب الغصب مین آویگا فقضی بالقطع ببینة او اقرار فقال المسروق منہ ہذا متاعہ لم یسرقہ منی وانما کنت
اودعتہ او قال شہد شہودی بزور او اقر ہو بباطل او ما اشبہ ذلک فلا قطع حکم کیا قاضی نے ہاتہہ کاٹنے کا بسبب گواہی یا اقرار کے پہر مسروق منہ
یعنی صاحب مال نے کہا کہ میرے گواہون نے جہوٹی گواہی دی یا سارق نے باطل اقرار کیا یا مانند ان اقوال کے کچہہ اور کہا تو قطع نہین ہم بعضی علما کا قول ہے مدعی مذکور کو
تعزیر چاہیے اگر مدعا علیہ نیکوکار مشہور ہو کذا فی الطحاوی وندب تلقینہ کیلا یقر بالسرقة اور امام کو مستحب ہے تلقین سارق کی تاکہ چوریکا اقرار نکرے ہم یہہ

غایۃ اور قطع نہیں گھاس اور نرسل اور مچھلی اور چڑیون کی چوری سے اگرچہ مچھلی خشک نمکین ہوا اور اگرچہ چڑیا بط یا مرغی مرغابی ہو کذا فی غایۃ البیان وصید وزرنیخ و
مغرۃ ونورۃ زاد فی المجتبی واشنان وفحم وملح وخزف وزجاج لسرعۃ کسرہ اور قطع نہیں ہرتال اور گیرو اور چونہ کی چوری سے اور مجتبی مین اتنا
زیادہ کہا ہے اور اشنان اور کوئلا اور نمک اور سفالی اور شیشہ کی چوری سے اوسکے جلد ٹوٹنے کے سبب ولا بما یتسارع فسادہ کلبن ولحم ولو قدیدا وکل
مہیأ لاکل کخبز الا فی ایام قحط لا قطع بطعام مطلقا شمنی اور نہ اوس چیز کی چوری سے قطع ہے جو جلد سڑ جاتی ہو جیسے دودھ اور گوشت اگرچہ خشک گوشت
اور جو چیز کہانیکے واسطے طیار کیگئی ہو جیسے روٹی تو اوسمین قطع نہیں اور قحط کے دنون مین قطع نہیں کسی طعام کی چوری سے مطلقا کذا فی الشمنی م اور زاہدی کے ذخیرہ
طعام پختہ مین قطع نہیں اور غیر پختہ جیسے گیہون مین قطع ہے اور قحط مین پختہ اور نا پختہ سبمین قطع نہیں ہے اسلئے کہ حدیثمین وارد ہے کہ اضطرار کی بہوک مین قطع نہیں اور عمر رضی
عنہ سے منقول ہے کہ قحط کے سال قطع نہیں کذا فی الفتح والبحر ولا فاکہۃ رطبۃ وثمر علی شجر وبطیخ وکل ما لا یبقی حولا اور قطع نہیں تر میوہ کی چوری سے اور درخت
کے پہل سے اور خربوزہ سے اور اوس ہر چیز کی چوری سے جو سال بہر باقی نہین رہتی م تر میوہ کی قید سے خشک میوہ نکل گیا تو خشک انگور اور خشک کہجور کی چوری سے
قطع ہے کذا فی البحر وزرع لم یحصد لعدم الاحراز اور جو کہیت کہ ہنوز کاٹا نہیں گیا اوسکی چوری سے قطع نہیں بسبب عدم احراز کے یعنی مکان محفوظ مین نہیں رکھا
گیا کہ سرقہ اوسپر صادق ہو واشربۃ مطربۃ ولو ان اناءہ ذہبا اور شربہ مطربہ کی چوری سے قطع نہیں اگرچہ برتن اوسکا سونیکا ہو م شربہ مطربہ سے وہ پینے کی چیزین
مراد ہین جو نشا کرتی ہون اگرچہ مسکر سونیکے برتن مین ہو اسواسطے کہ برتن تابع ہے یہان مقصود بالذات اور شربہ مسکرہ مین اسواسطے قطع نہیں کہ بعضے اون مین
حرام ہین تو لینا اوسکا بہا دینے پر محمول ہوگا اور بعضون کی اباحت مین اختلاف ہے تو شبہہ پیدا ہوا سقوط قطع مین ولا آلات لہو ولو طبل الغزاۃ فی الاصح لان
صلاحیتہ للہو صارت شبہۃ غایہ اور باجون کی چوری مین قطع نہیں اگرچہ غازیون کا طبل ہو قول اصح مین اسواسطے کہ اوسکا لہو اور لعب کے لائق ہونا موجب
شبہہ کا ہوگیا کذا فی غایۃ البیان م آلات لہو یعنی باجے جیسے دف اور طبل اور بربط اور بانسری کی کچھ قیمت نہیں صاحبین کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے
تو اوسکے توڑنیوالے پر ضمان نہیں اور امام اعظم کے نزدیک اگرچہ اونکی قیمت ہے لیکن چرانا اونکا توڑ ڈالنے پر محمول ہوگا بنا بر نہی عن المنکر کے کذا فی الفتح ولا صلیب
ذہب وفضۃ وشطرنج ونرد لتاویل الکسر نہیا عن المنکر اور سونے یا چاندی کی چلیپا اور شطرنج اور نرد کی چوری سے قطع نہیں نہی عن المنکر کی تاویل سے
یعنی اوسکا لینا توڑنے پر محمول ہوگا م صلیب یعنے چلیپا شکل ہے جسکو نصاری اپنا قبلہ بناتے ہین اور بعضون نے کہا کہ چلیپا دو لکڑیان ہین ایک کو دوسری پر ضم کرتے ہین
اسطرح + نصاری کا گمان ہے کہ عیسی علیہ السلام کو ایسی چیز پر سولی دیا تھا لہذا اوسکو متبرک جانتے ہین اور شطرنج بکسر شین معجمہ اور مہملہ سے بھی پڑھنا جائز ہے اور نرد
بفتح نون ایک کھیل ہے جسکو اہل فرنگ کھیلتے ہین کذا فی الطحطاوی وباب مسجد ودار لانہ حرز لا محرز اور قطع نہیں مسجد اور گھر کے دروازہ کی چوری سے اسلئے
کہ دروازہ غیر کی حفاظت کیواسطے ہے خود محفوظ نہیں ومصحف وصبی حر ولو محلیین لان الحلیۃ تبع اور مصحف اور آزاد صغیر کی چوری سے قطع نہیں اگرچہ مصحف
یا صغیر زیور دار ہون اسواسطے کہ زیور تابع ہے اور تابع کا اعتبار نہیں م مصحف مین اسواسطے قطع نہیں کہ شاید تلاوت کے واسطے لیا ہو اور اگر سارق جاہل ہے تو تعلم کا احتمال
ہے اور صغیر کی چوری مین یہ احتمال ہے کہ شاید چپ کرنے کیواسطے یا دایہ کو دینے کیواسطے اوسکو لیا ہو کذا فی المنح وعبد کبیر یعبر عن نفسہ ولو نائما او مجنونا
او اعجمیا لانہ اما غصب او خداع اور اوس غلام کبیر کی چوری سے قطع نہیں جو باتمیز ہے یعنی اپنا حال بیان کرسکتا ہے اگرچہ اوسکے لیتے وقت وہ سوتا ہو یا مجنون
اور نادان ہو اسواسطے کہ عبد کبیر کا لینا غصب یا فریب دینا ہے سرقہ نہیں جو قطع لازم آوے م عبد کبیر سے ممیز غلام مراد ہے جو اپنا حال بیان کرسکتا ہو بالغ ہو یا نابالغ
کذا فی البحر ودفاتر غیر الحساب لان ما فیہا شرعیۃ ککتب تفسیر وحدیث وفقہ فکمصحف والا فکطنبور اور سوای حساب کے اور اوراق لکہی ہوئی کی چوری
سے قطع نہیں اسواسطے کہ اگر وہ شرعی ہین جیسے تفسیر اور حدیث اور فقہ کی کتابین تو وہ حکم مین قرآن کے مانند ہین یعنے باحتمال تلاوت قطع ساقط ہے اور اگر کتب شرعیہ
نہین تو طنبور کے حکم مین ہین یعنے باحتمال نہی عن المنکر اسمین بھی قطع نہیں م شارح نے باتباع ماتن کتب غیر شرعیہ کو طنبور کے مانند کہا لیکن قہستانی نے کہا کہ کتب شعر
اور دواوین اور کتب حکمت مین قطع ہے اور صاحب بحر اور نہر نے کہا کہ اگر سحر کی کتب کا سارق ہے تو اوسکا ہاتہ کاٹا جائیگا بخلاف العبد الصغیر ودفاتر
الحساب لما مضی حسابہا لان المقصود ورقہا فیقطع ان بلغ نصابا اما المعمول بہا فالمقصود علم ما فیہا وہو لیس بمال فلا قطع بلا ورق

ہین وَدفاترِ تجارٍ و دیوانٍ او قاضٍ بخلاف صغیر غلام کی چوری کے اور اون حساب کے دفترون کی چوری کے جنکے حساب کتاب سے فراغت ہوچکی کہ اس چوری مین قطع ہے اسواسطے کہ ایسے دفترون کے لینے سے مقصود بالذات ورق ہین حساب کا دریافت کرنا تو قطع ہوگا اگر اوراق کی مالیت بقدر نصاب پہونچے اور ایسے دفتر جنکے حساب سے ہنوز فراغت نہین ہوئی جب تک لینا دینا باقی ہو تو اونکے لینے سے اوسکا حساب دریافت کرنا مقصود ہے اور یہہ دریافت کرنا مال نہین ہے تو لہذا قطع نہین ایکی چوری مین بلا فرق ہو اگر اور کچہری اور اوقاف کی بہی کے کذا فی النہر یعنی خواہ سوداگرون کی بہیان یا حاکم کی کچہری کی یا اوقاف کی بہیان ہون کسیمین قطع نہین در صورت عدم فراغت حساب اور اسصورت مین اوراق کی مالیت بسبب غیر مقصود ہونیکے ساقط الاعتبار ہے وکلبٍ وفهدٍ ولو علیه طوقٌ من ذهبٍ علم السارق به او لا لانه تبعٌ اور قطع نہین کتے اور چیتے کی چوری سے اگرچہ اوسکی گردن مین سونے کا طوق ہو سارق کو ہکا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ طوق تابع ہے تو ساقط الاعتبار ہے ولا بخیانةٍ فی ودیعةٍ ونهبٍ ای اخذٍ قهرًا واختلاسٍ ای اختطافٍ لانتفاء الرکن اور قطع نہین امانت مین خیانت کرنیسے اور غارتگری سے یعنی زبردستی لینے اور دست بردسے یعنی جھپٹا مار نے سے بسبب منتفی ہونے رکن کے یعنی خیانت مین حرز نہین اور نہب اور اختلاس مین چھپ کر لینا موجود نہین پہر جب رکن سرقہ نہوا تو قطع کیونکر ہو نہب اور اختلاس علانیہ لینے مین دونون برابر ہین لیکن اختلاس مین عین اختطاف داخل ہے اور نہب مین داخل نہین جامع ترمذی مین حدیث مرفوع ہے کہ لیس علی خائنٍ ولا منتهبٍ ولا مختلسٍ قطع کذا فی الفتح ونبشٍ لقبورٍ ولو کان القبر فی بیتٍ مقفلٍ فی الاصح او کان الثوب غیر الکفن وکذا لو سرق من بیتٍ فیه قبرٌ او میتٌ لتاوّله بزیارة القبر او التجهیز وللاذن بدخوله عادةً ولو اعتاده قطع سیاسةً اور نبش قبور سے یعنی کفن چور پر جو بعد دفن کے مردون کے کفن چرا دے قطع نہین اگرچہ قبر مقفل کوٹہری مین ہو بقول اصح یا ایسے کپڑے کو قبر سے چرایا غیر کفن ہو یا اگر ایسے کوٹہری سے ایسا اوس کوٹہری سے جسمین قبر یا مردہ ہے بسبب تاویل ہونے اوسکے دخول کی واسطے زیارت قبر یا تجہیز میت کے اور بسبب اجازت اوسکے دخول کے بنا بر عادت کے اور اگر اوسکی عادت پڑگئی ہو کفن چرانیکی تو قطع کیا جاویگا بنا بر سیاست کے نہ بنا بر حد کے ومالِ عامّةٍ او مشترکٍ وحصر مسجدٍ واستار کعبةٍ ومالِ وقفٍ لعدم المالک بحرٌ اور قطع نہین بیت المال کے مال اور مشترک مال چرانے سے اور مسجد کی چٹائیان اور کعبہ کے غلاف اور وقف کا مال چرانے سے بسبب نہونے مالک کے ہم مفتی ابو السعود نے کہا کہ مال وقف کی یہہ تعلیل عدم قطع مین عجیب ہے اسواسطے کہ خود صاحب بحرا نے تصریح کی ہے کہ قطع بدیہہ محافظ کی طلب سے ہوتا ہے اور شرح مین متولی وقف کو بیان کیا ہے جب وقف کا مال عمری ہوجاے ومثلِ دینه ولو دینه مؤجلًا او زائدًا علیه او بجود لعدم ورثته شرنبلالیة اور قطع نہین اپنے دین کے مانند کی چوری سے اگرچہ اوسکا دین موجل ہو یا مسروق زائد ہو دین پر یا بہتر ہو اوس سے بسبب ہوجانے سارق کے شریک ہم یہہ تعلیل ہے زیادہ از دین چرانے کی مثلا زید کے من بھر گیہون قرض تھے خالد پر سو زید نے دو من گیہون اوسکے چرائے تو زید خالد کا شریک ہوگیا لہذا قطع نہین اذا کان من جنسه ولو حکمًا بان کان له دراهم فسرق دنانیر وبعکسه هو الاصح لان النقدین جنسٌ واحدٌ حکمًا صورت مذکورہ مین قطع اوسوقت نہین جب کہ مسروق مجانس اور ہمجنس ہو دین کا اگرچہ مجانست حکمی ہو اسطرح پر کہ سارق کے اوسپر دراہم قرض تھے سو اوس نے دنانیر کو چرایا یا اسکے بالعکس یہی قول صحیح ہے اسواسطے کہ چاندی سونا جنس واحد ہین حکما بخلاف العرض ومنه الحلی فیقطع به ما لم یقل اخذته رهنًا او قضاءً بخلاف اسباب اور قماش کے اور اسمین زیور بہی داخل ہے تو اسباب اور زیور کی چوری سے قطع کیا جاویگا جبتک صاحب دین یون نکہے کہ مینے اسکو بطریق رہن کے لیا یا بطور قضا دین کے واطلق الشافعی اخذ خلاف الجنس للمجانسة فی المالیة قال فی المجتبی وهو اوسع فیعمل به عند الضرورة اور امام شافعی نے خلاف جنس کے لینے کو مطلق رکہا ہے مالیت مین مجانس ہونے کے سبب سے یعنی چاندی سونا اور گہوڑا اور اناج ایک ہی جنس ہین مال ہونیکے طریق سے مجتبی مین کہا کہ اس قول مین بڑی وسعت ہے تو ضرورت کے وقت اوسپر عمل کرلینا چاہئے اگرچہ یہہ ہمارا مذہب نہین اسواسطے کہ انسان معذور ہے ضرورت کے وقت اسپر عمل کرنے مین کذا فی المنح عن المجتبی بخلاف سرقته من غریم ابیه او غریم ولده الکبیر او غریم مکاتبه او غریم عبده المأذون المدیون فانه یقطع لان حق الاخذ لغیره بخلاف اوسکے چرانے اپنے باپ کے قرضدار سے یا اپنے بالغ بیٹے کے قرضدار یا اپنے مکاتب کے قرضدار یا اپنے عبد ماذون مدیون کے قرضدار سے کہ ہاتھ اوسکا کاٹا جاویگا اسواسطے کہ قرض لینے کا حق غیر شخص کے واسطے ہے ولو سرق من غریم ابنه الصغیر لا کسرقة شیءٍ قطع فیه ولم یتغیر اما لو تبدل العین او السبب کالبیع قطع علی ما فی المجتبی اور اگر اپنے ولد صغیر کے قرضدار سے چوری کی تو قطع نہین چنانچہ اوس چیز کی چوری مین قطع نہین جسکی چوری سے ایکبار قطع ہوچکا اور وہ چیز متغیر نہین اسطرح ہوجو وہ ہے اور اگر اوسکی ذات بدلگئی

یا سبب ملک بدل گیا مانند بیع کے تو قطع ہوگا کذا فی المجتبی ھم تبدل ذات کی یہہ صورت ہو کہ مثلا سوت کی چوری سے قطع ہوا پہر سوت مالک کو ملا سو اوسکا کپڑا بناگیا پہر سارق
مذکور نے وہ کپڑا چورایا تو قطع ہوگا اور تبدل سبب کی یہہ صورت ہی کہ مالک نے بعد قطع کے مال مسروق کو بیچ ڈالا پہر اوسکو مول لیا پہر سارق اول نے چورلیا تو
دوسری بار قطع ہوگا کذا فی النہر او من ذی رحم محرم لا برضاع فلو محرمیتہ برضاع قطع کابن عمہ ہو اخوہ رضاعا فانہ رحمہ نسبا محرمہ
رضاعا عینی فسقط کلام الزیلعی یا چوری کسی چیز کی اوس قرابتداری کی جو محرم ہے بلا رضاعت کے تو اگر قرابتدار کا محرم ہونا رضاعت کے سبب سے ہو نسب کے
سبب سے تو اوسکی چیز چورانے سے قطع کیا جاویگا جیسے چچا کا بیٹا رضاعی بہائی ہو تو وہ قرابتدار ہی باعتبار نسب کے اور محرم ہے باعتبار رضاعت کے نہ باعتبار نسب کے
کذا فی شرح الکنز للعینی تو اس تقریر سے ساقط ہوگیا کلام زیلعی کا کہ زیلعی نے کہا کہ رضاعی باپ یا بیٹی یا بہائی کے مال چورانے سے قطع ہوا اور اسکے اخراج کیواسطے لا برضاع
کی قید کی کچہ حاجت نہیں اسواسطے کہ رحم محرم میں یہہ لوگ داخل نہیں عینی نے جواب دیا کہ قرابت نسبی اور محرمیت رضاعی کا جمع ہونا جائز ہی اور یہی حق ہی سواد
کہ قرابت نہیں ہوتی مگر نسبی اور محرم کا ہی رضاعی بہی ہوتا ہی تو اوسکے اخراج کی حاجت ہوئی تو گویا یوں کہا کہ محرم نسبی کذا فی النہر ولو المسروق مال
غیرہ ای غیر ذی الرحم بخلاف ما اذا سرق من بیت غیرہ فانہ یقطع اعتبارا للحرز وعدمہ قریب محرم سے چورانے میں قطع نہیں اگر مال مسروق
اوسکے پاس کسی غیر شخص کا ہو بخلاف اوسکے جب محرم نسبی کا مال اوسکے غیر کے گہر سے چورایا تو قطع کیا جاویگا باعتبار حرز اور عدم حرز کے ھم محرم نسبی کا گہر اوسکی حق
مین حرز نہیں باعتبار آمدورفت کے بلا استیذان تو وہان مال لینا شرعا چوری نہیں لہذا قطع نہیں خواہ وہ مال محرم کا ہو یا غیر کا اور غیر محرم نسبی کا گہر اوسکے حق مین حرز ہے
کہ وہان آنا جانا بدون اجازت صاحب خانہ جائز نہیں تو وہان سے مال لینا چوری ہی شرعا باعتبار حرز کے لہذا قطع ہی خواہ وہ مال غیر کا ہو یا سارق کے محرم کا ف وبخلاف
مرضعتہ صوابہ مرضعہ بلا تاء ابن کمال مطلقا سواء سرق من بیتہا او بیت غیرہا فانہ یقطع لما مر اور بخلاف دائی دودہ پلانی کے مال اوسکے
مطلقا یعنی برابر ہی کہ دائی کا مال اوسکے گہر سے چورایا ہو یا اوسکی غیر کے گہر سے بہر صورت قطع کیا جاویگا بدلیل گذشتہ یعنی دائی محرم نسبی نہیں جو قطع ساقط ہو بنا بر
عدم حرز کے شارح نے کہا بقول ابن کمال مرضعہ بولنا صواب ہے بدون تاء مثناۃ کے ھم طحطاوی نے کہا کہ بعض علما نے کہا کہ بیشک ایسی صغیر کو دودہ پلاتی ہی تو اوسکو مرضع بولتے ہیں
بدون تاء مثناۃ اور جب دودہ پلا چکی اور صغیر کو دودہ [illegible] کیا تو اوسکو مرضعہ کہتے ہیں تاء مثناۃ کے ساتہہ اور یہان یہی ثانی مراد ہیں تو مصنف کا الحاق تاء مثناۃ یہان بہی اور
صاحب قاموس کا کلام بہی اسکے موافق ہی تو اعتراض شارح کا مصنف سے ساقط ہوگیا ولا بسرقتہ من زوجتہ وان تزوجہا بعد القضاء جوھرۃ اور قطع نہیں
زوجہ کے مال چورانے سے اگرچہ عورت سے بعد حکم قطع کے نکاح کیا ہو کذا فی الجوہرۃ یعنی کسی مرد نے عورت اجنبی کا مال چورایا اور چوری ثابت ہوئی اور قاضی نے قطع ید کا حکم دیا
اور اوسکے بعد سارق نے اسصورت سے نکاح کرلیا تو بہی قطع ساقط ہی یعنی باب سرقہ مین زوجیت کا ہونا ہر حال مین کافی ہی وزوجہا ولو کان المسروق من حرز
خاص لہ اور قطع نہیں اپنی زوج کے مال چورانے سے اگرچہ زوج کے حرز خاص سے مال مسروق ہوا ہو اسواسطے کہ زوجین کے مال مین بے تکلفی کا ہونا مانع قطع ہی کذا فی المنح ولا
عبد من سیدہ او عرسہ ای زوجۃ سیدہ للاذن بالدخول عادۃ اور غلام چورانے مین اپنے مالک یا اوسکی زوجہ کے مال سے یا اپنی مالکہ کے زوج کے
مال سے قطع نہیں بسبب آمد و رفت کی اجازت کے بنابر عادت کے یعنی یہہ عادت جاری ہی کہ گہر مین غلام کا آنا منع نہیں ہوتا بلکہ اجازت ہوتی ہی تو حرز باقی نرہا ولا من
مکاتبہ وختنہ وصہرہ اور قطع نہیں اپنے عبد مکاتب اور ختن اور صہر کے مال چورانے سے ھم زوجہ کے محرم نسبی کو صہر کہتے ہین چنانچہ سسر اور سالا اور محرم
نسبی کے زوج کو ختن کہتے ہین چنانچہ داماد اور بہتیجی بہانجی نواسی پوتی کا زوج ومن مغنم وان لم یکن لہ حق فیہ لانہ مباح الاصل فصار شبہۃ غایۃ
بحثا اور قطع نہیں غنیمت کے مال چورانے سے اگرچہ سارق کا حصہ اسمین نہو اسواسطے کہ وہ مباح الاصل ہے تو شبہہ ہوگیا کذا فی غایۃ البیان بحثا وحمام فی وقت
جرت العادۃ بدخولہ وکذا حوانیت التجار والخانات مجتبی اور قطع نہیں حمام کی چوری سے ان وقتون کہ اسمین داخل ہونیکی عادت جاری ہو اور اصطلاح
لوقت دخول قطع نہین انگردون کی دوکانون سے اور کاروان سرایون سے چوری کرنے مین کذا فی المجتبی لیکن مصنف نے باتباع صاحب کنز اور حاوی کے حمام کو مطلق رکہا
کذا فی المنح وبیت اذن فی دخولہ ولو اذن لمخصوصین فدخل غیرہم وسرق ینبغی ان یقطع اور قطع نہیں اوس گہر کی چوری سے جسمین داخل ہونیکا اذن
ہوگیا چنانچہ دوکان اور کاروان سرا میں ہوتا ہی اور اگر خاص لوگون کو اذن دخول ہوا پہر سوا اونکے غیر شخص داخل ہوا اور اسنے چوری کی تو لائق یہہ ہے کہ قطع کیا جاوے ھم اگر

دوکان اور سراے مین انکو چوری کریگا تو قطع ہی ہوگا اسواسطے کہ یہ مکانات حفاظت کے واسطے بنے ہین اور اذن دخول کا فقط دنکو ہی نہ راتکو کذا فی المنح واعلم انہ لا یعتبر
الحرز بالحافظ مع وجود الحرز بالمکان لانہ اقوی فلا یعتبر الحافظ فی الحمام لانہ حرز ویعتبر فی المسجد لانہ لیس بحرز بہ یفتی کذا فی
اور معلوم کر کہ حفاظت نگہبان کی باوجود حفاظت مکان کے معتبر نہین ہے اسواسطے کہ حرز مکانی قوی تر ہی نگہبانکے حرز سی تو نگہبان معتبر نہین حمام مین اسواسطے کہ وہ حرز مکانی
ہی اور حرز نگہبان کا مسجد مین معتبر ہی اسواسطے کہ وہ حرز نہین یعنی اموال کی حفاظت کے واسطے مسجد نہین بنی اسیکا فتوی ہے کذا ذکرہ الشمنی م یعنی حمام
مین غیر وقت دخول کی چوری سے قطع ہی صاحب مال اپنے مال کے پاس ہو یا نہو اور مسجد مین اگر مالک اپنے مال کے پاس نہو گا تو قطع نہین اور یہی حکم ہی راہ اور جنگل کا وکلما
کان حرزا للنوع فہو حرز للانواع کلہا فیقطع بسرقۃ لؤلؤ من اصطبل علی المذہب قیل حرز کل شئ معتبر بحرز مثلہ والاول ہو
المذہب عندنا مجتبی لکن جزم القہستانی بان الثانی ہو المذہب فتنبہ م اور جو مکان کہ حرز ہو ایک قسم مال کا وہ بالکل اقسام کے اموال کا حرز ہی تو قطع
کیا جاویگا بسبب موتیکی چوری کے اصطبل سے بنا بر صحیح مذہب کے اور بعضون نے کہا کہ حرز ہر شی کا معتبر ہے اوسکے مماثل کے حرز سی اور پہلا قول ہمارا مذہب ہے کذا فی المجتبی لیکن قہستانی
نے یقین کیا ہی کہ ثانی مذہب صحیح ہی تو خبردار ہو جا م شارح نے آگاہ کر دیا کہ یہان دونو قولون کی تصحیح ہوئی ہی تو قول ثانی کے بموجب اصطبل سے موتی چورانیمین قطع نہین اسواسطے
کہ اصطبل گھوڑونکا حرز ہی نہ جواہرات کا ولا یقطع طرار وہو من یسرق الدراہم بین اصابعہ اور قطع نکیا جاے طرار یعنی جو دراہم کو اپنی انگلیون کے
اندر چرا رکہی م مصنف نے باتباع صاحب بحر اپنی شرح مین کہا کہ طرار وہ ہی جسکو دراہم پر رکہنی کیواسطے دیجاوین وہ بدون اطلاع مالک کچہہ اسمین سے کہہ لے وقفاش بالقاف
ہو من یہیئ لغلق الابواب ما یفتحہ اور قفاش بالقاف وہ شخص ہی جو دروازون کے قفل کہولنے کیواسطے آلات طیار رکہے اذا فتح حانوتا او باب دار نہارا
وخلا البیت من احد فلو فیہ احد وہو لا یعلم بہ قطع شمنی قطع نکیا جاویگا جبکہ وہ دوکان یا گہر کے مقفل دروازی کو دنمین کہولے اور گہر مین کوئی
نہو اور اگر گہر مین کوئی ہو اور وہ نجانتا ہو تو قطع کیا جاویگا کذا فی الشمنی م دنمین قفل کا کہولنے والا مجاہرہ سے مختفی نہین اور اسیطرح جو جانتا ہو کہ گہر مین کوئی
ہی وہ بہی مجاہر ہے اور شرط قطع خفیہ ہے منح الغفار مین جامع الفتاوی سی منقول ہی کہ جب گہر کا دروازہ بہڑا ہو مقفل نہو پہر اسمین سارق چپکر داخل ہوا اور اسباب چورا وی
تو قطع کیا جاویگا اور اگر دروازہ کہلا ہو پہر دنکو گہسکر چورا وے تو قطع نہین ویقطع لو سرق من السطح نصابا لانہ حرز شرح وہبانیہ اور قطع کیا جاویگا
اگر چہت پر سے بقدر نصاب چراوے اسواسطے کہ چہت بہی حرز ہی کذا فی شرح الوہبانیہ بشرطیکہ چہت پر چڑہکر چرا وے اور بحر الرائق مین ظاہر یہی ہی کہ اگر کپڑا دیوار پر پہیلا ہو
راہ کیطرف اور کوئی نیچے سے اسکو کہینچ لے تو قطع نہین او من المسجد اراد بہ کل مکان لیس بحرز کطریق والصحراء ورب المتاع عندہ ای
بحیث یراہ وہو الحافظ ولو نائما فی الاصح یا مسجد سی چراوی اور حالانکہ اسباب کا مالک اوسکے پاس ہے یعنی اسجگہہ مین ہے جہان سے اسکو دیکہتا ہو اگرچہ حافظ سوتا ہو قول صحیح پر
مصنف نے مسجد سے ایسے ہر مکان کا ارادہ کیا جو حرز نہین تو مسجد ہاین قصد راہ اور میدان کو بہی شامل ہی م مالک متاع سی حافظ مراد ہی مالک ہو یا نہو اور پاس ہونا
عام ہی کہ اوسکے سر کے نیچے ہو یا پہلو کے یا آگے رکہا ہو اور حافظ سوتا ہو اسواسطے کہ نائم بہی حافظ گنا جاتا ہی اور یہی قول اصح ہی کذا فی المجتبی لا یقطع لو سرق
ضیف ممن اضافہ ولو من بعض بیوت الدار او من صندوق مقفل لاختلال الحرز قطع نکیا جاویگا اگر مہمان نے چرایا اسکا مال جس نے اوسکی مہمانی کی اگرچہ گہر کی
کسی کوٹہری سی چرایا ہو یعنی جسمین مہمانی نہین ہوئی یا صندوق مقفل سے چرایا ہو بسبب برہم ہونے حرز کے یعنی گہر سب کوٹہریون کے ساتہہ حرز واحد ہی تو دخول کے اذن
اوسکی سب کوٹہریون کا حرز جاتا رہا او سرق شیئا ولم یخرجہ من الدار لشبہۃ عدم الاخذ بخلاف الغصب یا کوئی چیز چرائی اور گہر سی باہر نہین
نکالی تو قطع نہین بسبب شبہہ عدم اخذ کی بخلاف غصب کے م چونکہ تمام گہر حرز واحد ہی تو بدون اخراج کے چوری ثابت نہین ہوئی بخلاف غصب کے کہ اسمین گہر سے نکال لیجانا شرط
نہین یعنی بمجرد غصب کے غاصب پر ضمان واجب ہو گیا اگرچہ اوسنے گہر سے باہر نہین نکالا اور اس مسئلہ مین گہر سے مراد چہوٹا گہر ہی اسواسطے کہ بڑے گہر کا حکم بعد اسکے ذکر
ہوتا ہی وان اخرجہ من حجرۃ الدار المتسعۃ جدا الی صحنہا او اغار من اہل الحجر علی حجرۃ اخری لان کل حجرۃ حرز اور اگر سارق نے مال کو بہت
بڑے گہر کے حجرے سے اوسکے صحن تک نکالا یا غارتگری کی بعض اہل حجرہ نے دوسرے حجرہ والے پر تو قطع ہوگا اسواسطے کہ ہر حجرہ باعتبار اوسکے ساکن کے علیحدہ حرز ہی م
حجرات دار سے وہ مکانات اور منازل مراد ہین جنکے رہنے والون کو اسکے گہر کے صحن کی حاجت نہو بلکہ صحن سے اسطرح منتفع ہوتے ہون جیسے راہ اور میدان سے کذا فی المنح

طحطاوی نے کہا مراد اغارت سے اخذ بالسرقہ ہے اور مطلب یہ ہے اور نقب فدخل او القی کذا رأیتہ فی نسخ المتن والشرح بأو وصحح بہ بالواو وکما فی الکنز
شیئا فی الطریق یبلغ نصابا ثم اخذہ قطع لان الرمی حیلۃ یعتادہا السراق فاعتبر الکل فعلا واحدا یا سارق نے نقب یعنی کونہا لگایا اور پھر گھر
داخل ہوا اور کوئی چیز بقدر نصاب اوس میں سے راہ میں ڈال دی پھر نکل کر وہ چیز لی تو قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ چیز کا پھینکدینا ایک تدبیر ہے جسکی چورونکو عادت ہوتی ہے تو پھر
سب افعال یعنی نقب دینا اور داخل ہونا اور چیز کا پھینکدینا اور پھر اوٹھالینا ایک ہی فعل معتبر ہے شارح کہتا ہے کہ اسیطرح میں نے اس کتاب کے متن اور شرح کے نسخوں میں
اوالقی بلفظ او دیکھا اور صحیح واو ہے جیسا کہ کنز میں ہے و لہذا مترجم نے اوسکا ترجمہ کیا ہے اور کاھم حموی نے کہا کہ شرط قطع یہ ہے کہ پھینکنے کے بعد چیز نظر آتی ہو اور اگر
نظر نہ آتی ہوگی تو قطع نہیں اگرچہ پھر اوسکو پاجاوے اسواسطے کہ وہ مال مستہلک کے ہے کذا فی الطحطاوی ولو لم یاخذہ او اخذہ غیرہ فھو مضیع لا سارق اور اگر
پھینکنے والے نے اوسکو نہ لیا یا غیر شخص نے اوسکو لیلیا تو پھینکنے والا ضائع کرنیوالا ہے نہ سارق یعنی تو اوسپر ضمان واجب ہوگا نہ قطع او حملہ علی دابۃ فساقہ
واخرجہ او علق ایسنہ فی عنق کلب و زجرہ لان سیرہ یضاف الیہ یا مال مسروقہ کو جانور پر لاد اور پھر اوسکو ہانکا اور اوسکو خارج کردیا حرز سے یا مال مسروق
کی پسنتی کتے کی گردن میں معلق کردی اور کتے کو ڈانٹا اور للکارا کہ وہ نکل گیا تو قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ جانور اور کتے کا چلنا اور نکلنا اسی شخص کیطرف منسوب ہوگا
ھم اور اگر جانور کو ہانکا نہیں اور اخراج نکیا بلکہ وہ خود نکل گیا اور اسیطرح کتا بدون ڈانٹنے کے آپ نکل گیا تو اوسپر قطع نہیں ہے اسواسطے کہ خروج اوسکا آدمیکی طرف مضاف
نہیں کذا فی البحر او القاہ فی الماء فاخرجہ بتحریک السارق لماءہ یا مال مسروق کو پانی میں ڈالدیا پھر اوسکو سارق کی حرکت دینے سے حرز کے اندر سے نکالا تو قطع
کیا جاویگا بدلیل گذشتہ یعنی اسواسطے کہ نکالنا سارق ہی کیطرف منسوب ہوگا ھم صورت اسکی یہ ہے کہ گھر کے اندر نہر تھی اور اوسکا پانی کم بہتا تھا سو سارق نے مال اوسمیں
ڈالکر پانیکو زور سے ہلا دیا تو مال باہر گھر سے نکل گیا کذا فی المنح او لا بتحریکہ بل اخرجہ قوۃ جریہ علی الاصح لانہ اخرجہ بسببہ زیلعی یا نکالا
مال کو اوسکی تحریک سے بلکہ پانی کے زور سے بہنے نے اوسکو باہر کردیا تو بھی قطع ہی بنا بر اصح قول کے اسواسطے کہ اوسکا باہر کردینا سارق ہی کے سبب سے ہوا کذا فی
شرح الزیلعی شطیع فی الکل لما ذکرنا سارق کا ہاتھ کاٹا جاویگا جمیع مسائل مذکورہ میں بسبب ان وجوہ کے جنکو ہمنے ذکر کیا ھم قطع جواہی وان اخرجہ اوسکے مابعد کی
ویشکل علی الاخیر ما قالوا لو علقہ علی طائر فطار الی بیت السارق لم یقطع فلذا واللہ اعلم جزم الحدادی وغیرہ بعدم القطع اور بنا بر
اخیر مسئلہ کے مشکل ہوتا ہے وہ مسئلہ جسکو فقہائے کہا ہے کہ اگر سارق نے کوئی چیز پرندے کی گردن میں لٹکا دیا سو چڑیا اوڑ کر سارق کے گھر میں پہونچی تو قطع نکیا جاویگا تو واللہ اعلم اسیواسطے حدادی
وغیرہ نے مسئلہ اخیرہ میں عدم قطع کا یقین کیا ہے ھم جیسے چڑیا کا اوڑنا اور سارق کے گھر میں پہونچنا سارق کیطرف منسوب نہوا تو چاہیے کہ پانی کی قوت سے باہر نکلنا بھی کسی
سارق کے بھی سارق کے طرف منسوب نہو وان نقب ثم ناولہ آخر من خارج الدار او ادخل یدہ فی بیت واخذ وسمی اللص الظریف اور اگر
نقب دیکر گھر میں گھسکر مال مسروق دوسرے آدمیکو دیا جو گھر سے باہر ہے یا نقب کے باہر سے کوٹھری میں ہاتھ ڈالا اور مال لیا تو قطع نہیں اور ایسے شخصکو لص ظریف یعنی ظریف چور
کہتے ہیں کہ چوری تو کری اور اگر گرفتار ہو تو قطع لازم نہ آوے ھم پہلی صورتین دونوں پر قطع نہیں اسواسطے کہ داخل ہونا اخراج صادق نہیں دوسرے شخص کے لینے سے
اور خارج پر ہتک حرز ثابت نہیں تو سرقہ کسی پر نہ صادق آیا اور دوسری صورت میں بھی ہتک حرز بسبب عدم دخول کے صادق نہیں کذا فی المنح ولو وضعہ فی
النقب ثم خرج واخذہ لم یقطع فی الصحیح شمنی اور اگر مال کو پہلے نقب میں رکھدیا پھر نکل کر لیلیا تو قطع نہیں صحیح قول میں کذا فی الشمنی او طر صرۃ شق صرۃ
خارجۃ من نفس الکم فلو داخلہ قطع وفی الحل بعکسہ اور اگر جیب ہمیانی کو جو آستین کی ذات سے باہر ہے اور درہم کو لیا تو قطع نہیں اور اگر ہمیانی آستین کے
اندر ہو تو اوسکے چیرنے سے قطع کیا جاویگا اور ہمیانی کھولنے میں بالعکس حکم ہے یعنی رباط خارج کے کھولنے میں قطع ہے نہ داخل کے کھولنے میں طر معنے شق ہے و لہذا فاعل کو
طرار کہتے ہیں اور صرہ سے مراد ہمیانی ہے کذا فی الطحطاوی او سرق من مرعی او من قطار بفتح القاف الابل علی نسق واحد بعیرا او حملا علیہ لا یقطع
لان السائق والقائد والراعی لم یقصد والحفظ یا اونٹون کی چراگاہ یا قطار سے ایک اونٹ کی چوری کی یا اوسپر لدے ہوئے بوجھ کی چوری کی تو قطع نہیں
اسواسطے کہ قطار کا کھینچنے والا اور ہانکنے والا اور چراگاہ کے چرانے والے سے نگہبانی مقصود نہیں ہوتی جو ہتک حرز متحقق ہو بلکہ سائق اور قائد سے قطع مسافت اور نقل
متاع مقصود ہے اور راعی سے چرانا مقصود شارح نے کہا کہ قطار ابل بفتح قاف وہ اونٹ ہیں جو نسق واحد پر ہوں ھم قطار بکسر قاف صواب ہے چنانچہ قاموس میں ہے القطار

اور حموی اور شرح ملتقی میں ہی کذا فی الطحطاوی و ان کان معہا حافظا او شق الحمل فسرق منہ او سرق جوالقا بعینہ الجیم فیہ متاع و ربہ یحفظہ او نائم علیہ او بقربہ او ادخل یدہ فی صندوق غیرہ او فی جیبہ او کمہ فاخذ المال قطع فی الکل والاصل ان الحرز ان امکن دخولہ فہتکہ بدخولہ والا فادخال الید فیہ والاخذ منہ اور اگر قطار کے ساتھ کوئی حافظ ہو یا کہ وہ گون کو چیر کر اور اسمیں سے چرا لیا یا اوس خرجی کو چرا لیا جسمیں اسباب ہے اور حالانکہ مالک اوسکی نگہبانی کرتا ہی یا اوسپر سوتا ہو یا اوسکے پاس ہو یا اپنا ہاتھ سارق نے غیر کے صندوق میں یا اوسکی جیب میں یا اوسکی آستین میں ڈال کر اسمیں سے لیا تو قطع کیا جاویگا ان سب صورتوں میں اور اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ اگر حرز ایسا ہی جسمیں گھسنا انسان کا ممکن ہو جیسے گھر ہی تو ہتک حرز اسکے دخول سے معتبر ہی اور اگر ایسا ہی کہ اسمیں دخول ممکن نہیں چنانچہ گون اور خرجی اور صندوق اور جیب اور آستین تو ہتک حرز اسمیں ہاتھ ڈالنے اور اسکے مال لینے سے معتبر ہی جوالق بضم جیم خرجی کو کہتی ہیں اور جمع اسکی جوالیق اور جوالیق اور جوالقات ہی بفتح جیم **فرع** مسائل ملحقہ شارح کے سرق فسطاطا منصوبا لم یقطع ولو ملفوفا او فی فسطاط اخر قطع فتح کھڑی خیمہ کو چرایا تو قطع نکیا جاویگا اور اگر خیمہ کسیچیز میں لپٹا ہوا ہی یا دوسرے خیمے کے اندر ہی تو قطع کیا جاویگا کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ پہلی صورت میں خیمہ خود حرز ہے مگر محرز نہیں اور باقی صورتوں میں محرز ہی اخرج من حرزہ شاۃ لا تبلغ نصابا فتبعہا اخری لم یقطع سارق نے حرز سے بکری جو بقدر نصاب نہیں نکالی پھر اوسکے پیچھے دوسری بکری لگی چلی گئی اور نصاب پوری ہوگئی دونوں کے ملنے سے تو قطع نکیا جاویگا اسواسطے کہ جسکو اوسنے نکالا تہا وہ بقدر نصاب نہ تھی اور دوسری کا نکلنا اوسکی طرف منسوب نہیں سرق مالا من حرز فدخل اخر وحمل السارق بما معہ قطع المحمول فقط جب چورا یا مال کو حرز سے پھر دوسرا اوس میں داخل ہوا اور سارق اول کو مع اوس مال کے اپنے ساتھ اوٹہا لاوے یا تو جسکو لادا ہی وہی فقط قطع کیا جاویگا نہ لادنیوالا کذا فی السراج قال انا سارق ہذا الثوب قطع ان اضاف لکونہ اقرارا بالسرقۃ وان نونہ ونصب الثوب لا یقطع لکونہ عدۃ لا اقرار درر وتوضیحہ اذا قیل ہذا قاتل زید معناہ انہ قتلہ واذا قیل قاتل زیدا معناہ انہ یقتلہ والمضارع یحتمل الحال والاستقبال فلا یقطع بالشک کہا کہ میں اس کپڑے کا سارق ہوں تو قطع کیا جاویگا اگر اوسنے سارق کے لفظ کو ہذا الثوب کے طرف مضاف کیا اسطرح کہ سارق کی تنوین کو حذف کر دیا اور ثوب کو مجرور کہا اسواسطے قطع ہوگا کہ یوں کہنا چوری کا اقرار ہی اور اگر لفظ سارق کو تنوین کے ساتھ کہا اور ثوب کو منصوب بولا تو قطع نکیا جاویگا اسواسطے کہ یہ وعدہ ہی چوری کا اقرار نہیں اور توضیح اسکی یوں ہی کہ جب یوں کوئی بولا کہ ہذا قاتل زید تو مطلب اسکا یہ ہے کہ اوسنے زید کو قتل کر ڈالا اور جب کوئی یوں بولا کہ ہذا قاتل زیدا تو مطلب یہ ہے کہ زید کو یہ قتل کریگا یا کرتا ہی اور مضارع حال اور استقبال کو محتمل ہے اور معلوم نہیں کہ کون مراد ہی تو قطع نکیا جاویگا شک سے خلاصہ فرق اضافت اور عدم اضافت کا یہ ہی کہ اضافت میں اسم فاعل بمعنے ماضی ہو جاتا ہی تو گویا اوسنے یوں کہا کہ سرقت ہذا الثوب تو یہ اقرار ہوا سرقہ ماضیہ کا اور عدم اضافت میں اسم فاعل بمعنی مضارع ہوتا ہی تو گویا یوں کہا انا اسرق ہذا الثوب اسواسطے کہ اعمال اسم فاعل کا دلالت کرتا ہی کہ قائل نے ماضی کا ارادہ نہیں کیا کیونکہ جب ماضی کے معنے میں ہوتا ہی تو عمل نہیں کرتا مگر کسائی اور ہشام کے مذہب میں کذا فی البحر قلت وفی شرح الوہبانیۃ ینبغی الفرق بین العالم والجاہل لان العوام لا یفرقون الا ان یقال یجعل شبہۃ لذلک الحد فیہ بعض شارح کہتا ہی اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ عالم اور جاہل کے درمیان فرق کرنا لائق ہی اسواسطے کہ عوام عرب جو مسائل نحویہ سے واقف نہیں ایسی ترکیب یعنی نصب اور اضافت میں کچھ فرق نہیں کرتے ہیں مگر یہ کہ اسکو حد ٹالنے کا شبہہ قرار دیجیے اور اسمیں بعد یعنی دوری ہی مطحطاوی نے کہا کہ شاید وجہ بعد یہ ہے کہ اسطرح سے تو شبہۃ الشبہہ کا اعتبار کرنا لازم آتا ہی اسواسطے کہ عدم ایجاب قطع کا عالم پر تو اوس شبہہ سے ہوا جو شک سے پیدا ہوا تو اگر جاہل میں اسکا اعتبار کیجیے تو عدم قطع اس شبہہ سے ہوگا کہ جاہل کا کلام عالم کے کلام سے مشابہ ہی للامام قتل السارق سیاسۃ لسعیہ فی الارض بالفساد درر وہذا ان عاد واما قتلہ ابتداء فلیس من السیاسۃ فی شیء نہر امام کو جائز ہی قتل کرنا چور کا بنا بر سیاست کے بسبب اوسکے فساد ڈالنے کے زمین میں کذا فی الدرر اور یہ جواز قتل اوسوقت ہی جب مکرر چوری کرے اور اول ہی بار کی چوری میں قتل کرنا سیاست شرعیہ میں کسیطرح داخل نہیں کذا فی النہر حموی نے سراجیہ سے نقل کیا کہ جب تیسری یا چوتھی بار چوری کرے تو امام کو اوسکا قتل کرنا بطریق سیاست دفع فساد کے واسطے جائز ہی حموی نے کہا کہ یہ جو جاری ہی زمانے کے حاکم پہلی ہی بار کی چوری میں قتل کر ڈالتے ہیں سیاست سمجھکر سو جور اور ظلم اور جہالت ہی کیونکہ سیاست شرعیہ مشتقہ شرعی سمجھ کر سرحد حاکم ہی قلت وقد قدمنا عنہ معزیا للبحر فی باب الوطی الموجب للحد ان التقیید بالامام لیفہم انہ لیس للقاضی الحکم بالسیاسۃ

فلیحفظ شارح کہتا ہو ہم پہلے ذکر کر چکے ہین نہر الفائق سے بحر الرائق کا قول باب الوطی الموجب للحد مین کہ قید لگانا امام کا مفہم ہی کہ قاضی کو حکم سیاستہ کرنا جائز نہین
اسکو یاد رکہنا چاہیئے المحیط و فی کہا ہم بہی اسی مقام مین ذکر کر چکے ہین لیکن کتابیہ قاضیکو اکثر احکام سیاست کے کرنے جائز ہین واللہ سبحانہ اعلم

باب کیفیۃ القطع واثباتہ

یہہ باب ہی کیفیت قطع اور اسکے اثبات کے احکام مین **تقطع یمین السارق من زندہ** ہو مفصل الکف **وتحسم** وجوبا وعند الشافعی ندبا فتح کاٹا جاوے سارق کا داہنا ہاتہہ اور جسکے بند دست یعنی پہنچے سے اور داغا جاوے گرم تیل سے بنا بر وجوب کے اور امام شافعی کے نزدیک داغنا بنا بر استحباب کے ہی کذا فی فتح القدیر رحم مطلق ہاتہہ کا کاٹنا تو نص قرآنی سے ثابت ہی اور داہنے ہاتہہ کی تعیین عبد اللہ بن مسعود کی قراۃ سے ہی یعنی فاقطعوا ایمانہما اور یہہ قراۃ مشہور ہی تو اطلاق آیت کی تقیید اس قراۃ سے صحیح ہی اور داہنے کا کاٹنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے فعل سے ثابت ہی اور پہنچے سے کاٹنا متوارث بجای متواتر ہے جسمین سند مخصوص کے طلب کرنیکی احتیاج نہین اگرچہ دارقطنی وغیرہ مین حضرت کی احادیث بہی مروی ہین اور قطع پر اکتفا کرنا یہہ نقل شاذ ہی اور خارجیون کا قول کہ ہاتہہ کو مونڈہے سے کاٹنا چاہیئے مخالف اجماع ہی اور داغنا تو حدیث سے ثابت ہی حاکم نے بو ہریرہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چور پکڑا آیا جسنے شملہ چورایا تہا تو حضرت نے فرمایا کہ مین نہین گمان کرتا کہ اسنے چوری کی ہو سارق نے کہا کہ ہان ارشاد ہوا کہ لیجاؤ اسکو اور اسکو قطع کرو اور اسکو داغو پہر اسکو میرے پاس لاؤ سو قطع ہوا اور داغا گیا پہر اسکو حضرت کے پاس لائے تو فرمایا کہ توبہ کر سو اوسنے توبہ کی فرمایا اللہ تعالی تیری توبہ قبول کرے حاکم نے کہا کہ یہہ حدیث صحیح ہی بشرط مسلم اور اسکو ابو داؤد نے مراسیل مین اور قاسم بن سلام نے غریب الحدیث مین بہی روایت کیا ہی اور دارقطنی نے بہی قطع ید اور داغنے کی روایت کی ہی اور مغرب وغیرہ مین ہی کہ حسم یعنی داغنا عبارت ہی گرم تیل مین ہاتہہ ڈبونے سے اور فائدہ داغنے کا یہہ ہی کہ خون بند ہو جاوے اور شافعی اور احمد کے نزدیک گلے مین ہاتہہ لٹکانا یعنی بعد قطع اور داغ کے مسنون ہی اسواسطے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اسکا حکم کیا چنانچہ ابو داؤد اور ابن ماجہ مین مروی ہی اور ہمارے نزدیک یہہ امام کی تجویز پر موقوف ہی اور حضرت کا حکم تعلیق پر قطع مین ثابت نہین کہ تعیین سنت ہو کذا فی فتح القدیر مصنف نے شرح مین کہا کہ اسمین اعتراض ہی کہ جب امر ثابت ہوا تو مسنون ہونا ثابت ہوا واللہ اعلم **الا فی حر وبرد شدیدین فلا یقطع لان الحد زاجر لا متلف ویحبس لیتوسط الامر** مگر سخت گرمی اور سردی مین قطع نکیا جاویگا ہلاک ہونیکے خوف سے اسواسطے کہ حد قطع زاجر ہی تلف کردینے والی اور سارق مقید رہیگا تا اعتدال پہر قطع ہوگا **وثمن زیتہ ومؤنتہ کاجرۃ حداد وکلفۃ حسم علی السارق عندنا لتسببہ بخلاف اجرۃ المحضر للخصوم ففی بیت المال وقیل علی المتمرد شرح وہبانیہ قلت وفی قضاء الخانیۃ ہو الصحیح لکن فی قضاء البزازیۃ وقیل علی المدعی وہو الاصح کالسارق** اور تیل کی قیمت اور اسکے مصارف جیسے ہاتہہ کاٹنے والے کی اجرت اور داغنے کی کلفت یعنی لکڑیون کی قیمت اور تیل جوش کرنیکی برتن کی اجرت سارق پر ہی ہمارے نزدیک اسواسطے کہ وہی سبب پڑا ہی ان مصارف کا بخلاف مدعی اور مدعا علیہ کے محضر کی اجرت کے کہ وہ بیت المال سے متعلق ہی اور بعضون نے کہا کہ متمرد وسرکش پر ہی کذا فی شرح الوہبانیہ شارح کہتا ہی اور خانیہ کی کتاب القضا مین ہی کہ متمرد پر اجرت محضر کی یہی صحیح ہی لیکن بزازیہ کی کتاب القضا مین ہی اور ایک قول یہہ ہی کہ اجرت محضر کی مدعی پر ہی اور یہی قول اصح ہی جیسے سارق ہی کہ قطع ید مین **وتقطع رجلہ الیسری من الکعب ان عاد** اور سارق کا بایان پانون کاٹا جاوے ٹخنے سے اگر وہ دوسری بار چوری کرے **فان عاد ثالثا لا وحبس وعزر ایضا بالضرب حتی یتوب ای تظہر آثارات التوبۃ** شرح وہبانیہ پہر اگر تیسری بار چوری کرے تو قطع نہوگا اور قید کیا جاویگا اور اسکو مار سے بہی تعزیر دیجاویگی یہان تک کہ توبہ کرے یعنی آثار توبہ کے ظاہر ہون نہ فقط زبانی توبہ کذا فی شرح الوہبانیہ مرقہ ثانیہ مین بایان پانون کاٹنا حدیث اور اجماع سے ثابت ہی اور ٹخنے سے کاٹنا اکثر اہل علم کے نزدیک اور امیر المومنین عمر فاروق کا فعل ہی اور مرتبہ ثالثہ اور رابعہ مین قطع نکرنا امیر المومنین علی مرتضی کے قول سے ثابت ہی محمد بن الحسن نے کتاب الآثار مین یون روایت کی اخبرنا ابو حنیفۃ عن عمرو بن مرۃ عن عبد اللہ بن سلمۃ عن علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ فرمایا کہ جب سارق چوری کرے تو مین اسکا داہنا ہاتہہ کاٹون پہر اگر دوبارہ چوری کرے تو اسکا بایان پانون کاٹون پہر اگر تیسری بار چوری کرے تو اسکو قید مین رکہون یہانتک کہ آیا خیر اوس سے پیدا ہون مجہکو حیا آتی ہی اللہ سے کہ مین اسکو ایسا کرکے چہوڑون کہ نہ اوسکے ہاتہہ رہی جس سے کہاوے یا استنجا کرے اور نہ پانون رہی جس سے چلے اور دارقطنی

باب کیفیۃ القطع واثباتہ

اور عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہے اور ابن ابی شیبہ مین مروی ہے کہ عمر فاروق نے مشورہ کیا صحابہ کرام سے تو صحابہ نے اجماع کیا مثل قول علی مرتضیٰ کے وغیر ذلک من الآثار کذا فی فتح القدیر وما ذکر من انہ یقطع ثالثا ورابعا ان صح حمل علی السیاسۃ او نسخ اور یہہ جو روایت ہے کہ تیسری بار اور چوتھی بار کی چوری مین بھی قطع کیا جاے اگر وہ روایت صحیح ٹھیرے تو سیاست پر محمول ہے یا منسوخ ہونے پر ہے امام شافعی کے نزدیک تیسری بار کی چوری مین بایان ہاتھ کاٹا جاوے اور چوتھی بار کی چوری مین داہنا پانون کاٹا جاوے بدلیل حدیث ابی داؤد بروایت جابر خلاصہ مضمون اسکا یہ ہے کہ ایک سارق کی چار بار کی چوری مین چارون ہاتھ پانون کاٹے گئے پھر جب پانچوین بار اوسنے چوری کی تو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اوسکے قتل کر ڈالنے کا امر فرمایا چنانچہ وہ مقتول ہوا نسائی نے کہا کہ یہہ حدیث منکر ہے مصعب ابن ثابت اسکا راوی ضعیف ہے ہر چند مضمون اس حدیث کا طرق کثیرہ سے ثابت ہے لیکن کوئی سند طعن سے خالی نہین لہذا طحاوی نے کہا کہ ان آثار کو ہمنے تتبع کیا کسیکی ہمنے اصل نہین پائی اور عقل سے نہایت بعید ہے کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوقت مین سارق کے چارون ہاتھ پانون قطع ہوتے اور صحابہ کرام اسکو جانتے اور علی مرتضیٰ کی خلافت مین کوئی اسکو ذکر نکرتا اور مشورہ کے وقت اوسکے خلاف پر اجماع صحابہ ہوتا تو علی مرتضیٰ اسکے مخالف عمل کرنا روایات مذکورہ کے ضعیف ہونے پر دلیل ہے یا سیاست پر محمول ہے یعنی یہہ حکم بطریق حد سرقہ نہین بلکہ بطریق سیاست ہے مانند قتل سارق کے کذا فی فتح القدیر النہر الفائق مین کہا کہ سیاست پر محمول ہونیکی یہہ دلیل ہے کہ پانچوین بار کی چوری مین قتل کا حکم ہوا یعنی قتل سارق بطریق سیاست ہے کیونکہ نزدیک کسیکے بطریق حد کے نہین ہے ولو سرق وابہامہ الیسریٰ مقطوعۃ او شلاء او اصبعان منہا سوی الابہام او رجلہ الیمنیٰ مقطوعۃ او شلاء لم یقطع لان فیہ اہلاک بل یحبس لیتوب چنانچہ جسنے چوری کی اور حالانکہ اوسکے ہاتھ کا بایان انگوٹھا مقطوع تھا یا سوای بائین انگوٹھے کے اوسکے ہاتھ کی دو انگلیان مقطوع یا شل ہین یا سارق داہنا پانون مقطوع یا شل ہے تو کچھ قطع نکیا جاویگا اسواسطے کہ اسحالت مین داہنا ہاتھ یا بایان پانون کاٹنا اوسکا درحقیقت ہلاک کرنا ہے بلکہ ایسے سارق کو قید کیا جاوے تا کہ اظہار آثار توبہ ہم ان مسائل مین قطع نہین کرتے اور رفتار کی منفعت کا فوت کرنا ہے کیونکہ مدار چلنے کا انگوٹھے پر ہے انگوٹھے کی قید ہواسطے لگائی کہ اگر ایک انگلی غیر ابہام مقطوع یا شل ہوگی تو قطع ہوگا اسواسطے کہ اوسکے فوت ہونیسے گرفت مین خلل نہین ہوتا اور بائین ہاتھ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر داہنا ہاتھ شل یا ناقص الاصابع ہوگا تو ظاہر الروایۃ مین مقطوع ہوگا کذا فی المنح حلبی نے کہا یہہ سہو ہے بایان اور داہنا پانون اسواسطے قطع نہوگا کہ یہہ محل قطع نہین ہمارے نزدیک اور داہنا ہاتھ اسواسطے قطع ہوگا کہ جب بایان ہاتھ بیکار ہوا تو گرفت مقصود نہوگی اور یہہ ہلاک ہے اور اگر داہنا پانون شل ہوگا تو ہاتھ پانون کا ایکہی طرف سے کاٹنا لازم آویگا اور یہہ بھی ہلاک ہے ولا یضمن قاطع الید الیسریٰ ولو عمدا فی الصحیح وذا امر بخلافہ لانہ اتلف واخلف من جنسہ ما ہو خیر منہ وکذا لو قطعہ غیر الحداد فی الاصح اور ضمان ندیگا بائین ہاتھ کا کاٹنے والا اگرچہ اوسنے عمدا کاٹا ہو قول صحیح مین کذا فی النہر جب کہ قاطع کو اسکے برخلاف حکم ہوا ہو اسواسطے کہ اوسنے تلف کیا اور اوسکے عوض ایسا چھوڑا جو اوس سے بہتر ہے یعنی داہنا اور اسیطرح ضمان نہین اگر غیر حداد نے بائین ہاتھ کو کاٹا قول اصح مین یعنی قاضی نے حداد کو قطع کا حکم دیا اور غیر حداد نے قطع کر ڈالا اور قبل حکم کا قطع آگے آتا ہے نفی ضمان سے تعزیر لازم نہین تو اگر عمدا کیا ہوگا تو تعزیر دیا جائیگا ولو قطعہ احد قبل الامر والقضاء وجب القصاص فی العمد والدیۃ فی الخطاء وسقط القطع عن السارق سواء قطع یمینہ او یسارہ اور اگر کسی نے ہاتھ کاٹا قبل حکم اور قضا کے تو قصاص واجب ہے عمد مین اور دیت واجب ہے خطا مین اور سارق سے قطع ساقط ہو جائیگا خواہ اسکا داہنا ہاتھ قطع ہوا ہو یا بایان وقضاء القاضی بالقطع کالامر علی الصحیح فلا ضمان کافی اور قطع مین قاضی کی قضا مانند حکم کے ہے بنا بر قول صحیح کے تو بعد قضاء قاضی بھی قاطع پر ضمان نہین کذا فی الکافی وفی السراج سرق فلم یؤاخذ بہا حتی قطعت یمینہ قصاصا قطعت رجلہ الیسریٰ اور سراج مین ہے کہ ایک شخص نے چوری کی سو چوری کا اوس سے مواخذہ نہوا یہان تک کہ اسکا داہنا ہاتھ قصاص مین کاٹا گیا تو اوسکا بایان پانون کاٹا جاویگا قصاص کی قید سے احتراز ہوا آسمانی کے قطع سے یعنی اگر سرقہ مین اسکا قطع ہوا تو اب دوسری بار قطع نہوگا بسبب اتحاد جنس کے کذا فی الحطاوی وطلب المسروق منہ المال للقطع علی الظاہر بحر شرط القطع مطلقا فی اقرار وشہادۃ علی المذہب لان الخصومۃ شرط لظہور السرقۃ اور طلب کرنا مال کو مالک کا قطع کی شرط ہے مطلقا یعنی اقرار سارق مین اور شہادتین بنا بر مذہب قوی کے طلب مال اسواسطے شرط ہوئی کہ خصومت چوری کے ظاہر ہونیکی شرط ہے اور طلب قطع ظاہر اشتراط قطع نہین کذا فی

البحر۔ سوا اسکے کہ وجوب قطع خالص حق اللہ ہے واسطے مالک قطع کو عفو بھی بوجوب نہیں کرسکتا پر جب حق اللہ ہوا تو طلب بعد شرط نہوگی وکذا حضور المسروق
منه عند الاداء للشهادة و عند القطع لاحتمال ان يقرله بالملك فيسقط القطع لا حضور الشهود على الصحيح شرح المنظومة وافرع
المصنف قلت لكنه مخالف لما قدمنا متنا وشرحا فليحرر وقد حرر في الشرنبلالية بما يفيد ترجيح الاول فتامل اور اسیطرح حاضر ہونا مسروق
منه یعنی مالک یا قابض مال کا شرط ہے ادائے شہادت اور قطع کیوقت بھی اس احتمال سے کہ شاید وہ سارق کی ملک کا اقرار کرے تو ساقط ہو جائے قطع سارق سے شرط نہین
حضور گواہون کا قطع کیوقت بنابر صحیح قول کے کہ نہلانے شرح المنظومة اور ثابت کیا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین شلح کہتا ہے لیکن عدم اشتراط شہود مخالف ہے کلام کے
جسکو ہمنے اس باب سے پہلے ذکر کیا ہے متن اور شرح دونون مین تو بعد تامل لائق تحریر ہے اور البتہ شرنبلالیہ مین ایسی تحریر کی ہے جو قول اول کی ترجیح کی مفید ہے یعنی
اشتراط حضور کی سو اسمین تامل کرو شرنبلالیہ مین فتح القدیر سے نقل کی کہ قطع نہین بدون حضور مسروق منه اور شاہدین کے سو اگر غائب ہون شاہد یا مرجاوین تو قطع نکیا
جاویگا نہی ما فی الفتح اور اسیطرح اگر ایک شاہد غائب ہوگا یا مرجاویگا ظاہر الروایة مین انتہے ماف الشرنبلالیہ شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ معتمد قول تحقیق ہو تو
یہان معتمد علیہ قول کو تلاش کرنا چاہیے فتاوی ہندیہ یعنی عالمگیریہ مین ہے کہ جب دو شاہد چوری کی گواہی دین پھر غائب ہوجاوین بعد ظہور عدالت کے یا مرجاوین قبل قضا کی یا بعد قضا
جاری کرنیکے قبل تو دونو صورتون مین قاضی نہ قضا کرے نہ جاری کرے امام اعظم کے نزدیک اول قول مین اور قول اخیر امام کا یہہ ہے کہ قضا کرے اور جاری
کرے انتہے تو اس روایت سے معلوم ہوگیا کہ قول معتمد علیہ عدم حضور شاہدین ہے اسواسطے کہ مجتہد کا قول معتبر وہی ہوتا ہے جو قول اخیر ہے چنانچہ شارح شرح ملتقی نے
بھی تصحیح تمام اسکو بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی اور مصنف نے بھی اپنی شرح مین قول اخیر امام کا عدم اشتراط حضور شاہدین مین اور موافقت قول صاحبین کی بدائع سے نقل
کی ہے متفرع علی قوله وطلب المسروق الخ فقال فلو اقر انه سرق مال الغائب توقف القطع على حضوره ومخاصمته پھر مصنف نے اپنے
قول یعنی اشتراط طلب مسروق منه پر متفرع کیا سو یون کہا تو اگر سارق نے اقرار کیا کہ اسنے فلانے غائب شخص کا مال چورایا ہے تو قطع موقوف رہیگا اوسکے
حاضر ہونے اور جھگڑا کرنے پر وکذا لو قال سرقت هذه الدراهم ولا ادري لمن هي او لا اخبرك من صاحبها لا قطع لانه يلزم من جهالته
عدم طلبه اور اسیطرح اگر سارق نے کہا کہ مینے یہہ درہم چوری کیے ہین اور مین نہین جانتا ہون کہ کسکے ہین یا یون اقرار کیا کہ مینے یہہ درہم چوری کیے ہین
اور تجھکو مین نہین بتاتا کہ کون اسکا مالک ہے تو قطع نہین ہو اسواسطے کہ اوسکی ملک کے نہ دانستگی سے اسکی عدم طلب لازم ہے حالانکہ طلب کا شرط قطع ہے وکل
من له يد صحيحة ملك الخصومة ثم فرع عليه بقوله كمودع وغاصب ومرتهن ومتولي وقف واب ووصي وقابض على سوم الشراء وصاحب الربو
بان باع درهما بدرهمين وقبضهما فسرقا منه لان الشراء فاسدا بمنزلة المغصوب بخلاف معطي الربو لانه بالتسليم لم يبق له ملك ولا
يد فتح اور جس کا کہ قبضہ صحیح ہے مال پر وہ مالک ہے خصومت کرنیکا اوس مال کے چورانیوالے سے پھر اس اصل پر مصنف نے اپنا یہ قول متفرع کیا جیسے امانتدار اور غاصب
اور مرتہن اور مسجد کا متولی اور باپ صغیر کے مال مین اور وصی اور جسنے مبیع پر قبضہ کیا بالفعل خرید کے نرخ پر اور ربا لینیوالا اسطرح کہ اوسنے ایکدرم کو بعوض دو درم
بیچا اور دونون درم پر قبضہ کرلیا پھر اوسکے پاس سے دونون چوری گئے ہو اسطے کہ فاسد خرید بمنزلہ مغصوب کے ہے بخلاف بیاج دینیوالیکہ وہ خصومت کا مالک
نہین ہے اسواسطے کہ بسبب تسلیم مال کے اسکی ملکیت اور قبضہ باقی نرہا کذا فی الشمنی ہم غایب سے عجب ہے ضمان کے صاحب قبض صحیح ہے شارح نے تصویر ربوا مین ایک درم
کی مثال دی حالانکہ یہہ مناسب مقام نہین ہے اسواسطے کہ دو درم نصاب سرقہ نہین اور مصنف کی تصویر خوب ہے یعنی دس درم کو بیس درم سے بیچا پھر وہ چوری ہوگئے تو
سارق کا ہاتھ مقطوع ہوگا ہمارے نزدیک صاحب ربوا کی خصومت سے کذا فی المنح ولا قطع بسرقة اللقطة خانیه اور قطع نہین لقطہ چرانیسے کذا فی
الخانیہ ہم طحطاوی نے کہا کہ خانیہ مین سرقہ لقطہ سے عدم قطع مذکور نہین بلکہ صاحب بحر نے اوسکی عبارت پر متفرع کیا ہے خانیہ کا یہہ مضمون ہے کہ اگر کسی نے لقطہ یعنی پڑی ہوئی
چیز کو اوٹھایا پھر اوسکے پاس سے وہ چیز جاتی رہی سو اسکو غیر کے ہاتھ مین پایا تو یہہ مرد اوس شخص سے خصومت نہین کرسکتا ہو اسطے کہ شخص ثانی لقطہ لینے کی وقت
مین اول شخص کے مانند ہے صاحب بحر نے کہا تو لائق یہہ ہے کہ ملتقط کی طلب سے قطع نہو ومن لا يد له صحيحة فلا يملك الخصومة كسارق سرق منه بعد
القطع لم تقطع بخصومة احد لهما لان يده غير صحيحة كما يأتي انفا اور جسکا قبضہ صحیح نہین مال پر تو وہ مطالبہ اور خصومت کا مالک نہین چنانچہ

سارق کے پاس سے مال چوری ہوگیا بعد قطع کے تو سارق ثانی کا ہاتھ قطع نہوگا کسیکی خصومت سے اگرچہ مال کا مالک ہو مطالبہ اسواسطے کرے کہ قبضہ اسکا غیر صحیح ہے

چنانچہ اسکا ذکر ابھی آتا ہے ویقطع بطلبِ المالکِ ایضًا لو سُرِقَ منہم ای من الثلثۃ اور قطع ہوگا مالک کے بھی مطالبہ سے اگر ان تینوں کے پاس سے چوری ہوگئی

یعنی امانتدار اور غاصب اور صاحب ربوا اسیطرح زیلعی اور عینی اور صاحب بحر اور مصنف نے ذکر کیا ہے تو معلوم ہوا کہ بیاج دینے والا بھی مطالبہ کرسکتا ہے حالانکہ

شارح نے شمنی سے مانند صاحب بحر اور مصنف کے ابھی ذکر کیا ہے کہ معطی ربوا مطالبہ نہیں کرسکتا اسواسطے کہ تسلیم سے اسکا قبضہ اور ملک باقی نہیں واللہ اعلم کذا فی

الطحطاوی وکذا ابطلبِ الراہنِ مع غیبۃِ المرتہنِ علی الظاہرِ لانہ ہو المالکُ اور اسیطرح قطع ہے راہن کے مطالبہ سے مرتہن کے غائب ہونیکے ساتھ بنابر قول

ظاہر کے اسواسطے کہ مال مرہون کا راہن ہی تو مالک ہے کذا فی المنح عن الجامع الصغیر لا بطلبِ المالکِ للعینِ المسروقۃِ او بطلبِ السارقِ لو سُرِقَ مِن

سارقٍ بعدَ القطعِ لسقوطِ عصمتِہ قطع نہیں مالک کے مال مسروق طلب کرنیسے یا سارق کے طلب کرنیسے اگر سارق کے پاس چوری ہوگئی بعد قطع کے بسبب ساقط

ہونے عصمت اس مال کے یعنی بعد قطع سند وہ مال غیر متقوم ہے سارق کے حق میں وبعد اسکے ہلاک کرنیسے ضمان واجب نہیں کذا فی المنح بخلاف ما اذا

سرق الثانی من السارقِ الاولِ قبلَ القطعِ او بعدَہ دُرِئَ بشبہۃٍ فانّ لہ وللربِّ المالِ القطعَ لانّ سقوطَ التقوّمِ ضرورۃُ القطعِ ولم یوجد

فصار کالغاصبِ ثمّ بعدَ القطعِ ہل للاولِ استردادُہ روایتان واختار الکمالُ ردَّہ للمالکِ بخلاف اسکے جب سارق ثانی نے سارق اول

سے چوری کی قبل قطع کے یا بعد ملجائی حد کے شبہہ پڑنے سے اسواسطے کہ سارق اول کو اور صاحب مال کو مطالبہ قطع کا ہے اسواسطے کہ تقوم مال کا سقوط بضرورت قطع تہا

سو یہاں موجود نہیں تو سارق مانند غاصب کے ہوگیا استحقاق طلب میں پہر قطع ہوجانیکے بعد سارق اول کو سارق ثانی سے مال کا پہیر لینا جائز ہے یا نہیں اسمیں

دو روایتیں ہیں اور کمال الدین صاحب فتح القدیر نے مالک کو مال کا پہیر دینا پسند کیا ہے اسواسطے کہ اول اور ثانی دونوں خائن ہیں اور اگر مالک موجود نہو تو

قاضی اس مال کو حفاظت میں رکہے جیسے غائب شخصوں کا مال محفوظ رکہتا ہے کذا فی الفتح سرقَ شیئًا وردَّہ قبلَ الخصومۃِ عندَ القاضی الی مالکِہ ولو حکمًا

کاصولِہ ولو فی غیرِ عیالِہ او ملکَہ ای المسروقَ بعدَ القضاءِ بالقطعِ ولو بہبۃٍ مع قبضٍ او ادّعی انّہ ملکُہ وان لم یُبرہنْ للشبہۃِ او

نقصتْ قیمتُہ من النصابِ بنقصانِ السعرِ فی بلدۃِ الخصومۃِ لم یقطعْ فی المسائلِ الاربعِ کچہہ چیز چرائی اور قاضی کے پاس نالش ہونیسے پہلے مالک کو

پہیر دی اگرچہ مالک حکمی ہو جیسے مالک کے اصول اگرچہ مالک کی عیال میں داخل ہوں یا بعد حکم ہوجانے قطع کے سارق نے مال مسروق کا مالک کو دیا اگرچہ تملیک ہبہ

مع القبض سے کردی ہو یا سارق نے اس مال کے مالک ہونیکا دعوی کیا اگرچہ بینہ سے دعوی کو اپنے ثابت نکیا ہو مگر قطع نہیں بسبب شبہہ پڑنیکے یا قیمت مسروق کی گہٹ گئی نرخ کے

کم ہوجانیسے مطالبہ کے شہر میں قطع نہوگا ان چاروں مسئلوں میں اقرّا بسرقۃِ نصابٍ ثمّ ادّعی احدُہما شبہۃً مُسقطۃً للقطعِ لم یقطعا لانّہ باقرارِہما

لانہ لو قال انّہ سرقَ وفلانٌ فانکرَ فلانٌ قُطعَ المقرُّ کقولہ قتلتُ انا وفلانٌ اقرار کیا دو شخصوں نے سرقہ نصاب کا پہر دعوی کیا ایک سارق نے ایسے شبہہ کا جو قطع کو

ساقط کرتا ہے تو دونوں پر قطع نہوگا مصنف نے قید لگائی دونوں کے اقرار کی اسواسطے کہ اگر ایک سارق یوں اقرار کریگا کہ میں نے چوری کی اور فلاں شخص نے اور فلانا منکر ہے

تو مقر پر قطع ہے جیسے اسکے قول سے کہ میں نے قتل کیا اور فلانے نے اور فلانا منکر ہے تو فقط مقر پر قصاص ہوگا ہم سرقہ نصاب سے جنس مراد ہے اسواسطے کہ دو سارقوں پر

قطع نہیں تاوقتیکہ سرقہ بقدر دو نصاب کے نہو کذا فی الطحطاوی ولو سرقا وغاب احدُہما وشہدا ای شہدَ اثنانِ علی سرقتِہما قُطعَ الحاضرُ لانّ

شبہۃَ الشبہۃِ لا تعتبرُ اور اگر دو شخصوں نے چوری کی اور ایک ان میں سے غائب ہوگیا اور دو شاہدوں نے گواہی دی انکی چوری پر تو سارق حاضر قطع کیا جاویگا

اسواسطے کہ شبہۃ الشبہۃ معتبر نہیں ہم یعنے اس احتمال سے قطع ساقط نہیں ہوسکتا کہ شاید جب غائب سارق آوے تو کوئی مشتبہ چیز سارق کیواسطے بیان کرے کیونکہ

یہ شبہۃ الشبہۃ ہے اور مسقط قطع شبہہ ہے نہ شبہۃ الشبہہ ولو اقرّ عبدٌ مکلّفٌ بسرقۃٍ قُطعَ وتُردُّ السرقۃُ الی المسروقِ منہ لو قائمۃً اور اگر مکلف غلام نے چوری کا

اقرار کیا تو قطع کیا جاویگا اور مال مسروق مالک کو پہیر دیا جاویگا اگر مال قائم ہو ہم قطع اسواسطے ہے کہ اقرار عبد کا اپنی ذات پر صحیح ہے حدود اور قصاص میں مکلف

کی قید اسواسطے لگائی کہ عبد صغیر کے اقرار پر قطع نہیں اور اگر مال ہلاک ہوگیا ہو تو قطع ہوگا بلا ضمان کما لو قامتْ علیہ بلیّنۃٌ بذلک لکن بشرطِ حضرۃِ مولیٰ

عندَ اقامتِہا خلافًا للثانی لا عندَ اقرارِہ خلافًا لہ چنانچہ قطع ہے غلام پر اگر قائم ہوں گواہ اسکی چوری پر لیکن بشرط موجود ہونے اسکے مالک کے

شاہدون کی گواہی کے وقت خلافا لابی یوسف اور شرط نہین موجود ہونا مالک غلام کے اقرار صحیح کے نزدیک بالاتفاق ولا غرم علی السارق بعد ما قطعت یمینه
هذا لفظ الحديث درر وغيرها وقال الكمال بعد قطع يمينه اور تاوان نہین سارق پر بعد قطع ہونے اوسکے داہنے ہاتھ کے یعنی در صورت موجود نہ
مال کے یہہ الفاظ حدیث کے ہین کذا فی الدرر وغیرہا اور کمال الدین نے یہہ حدیث باین لفظ روایت کی کہ لا غرم علی السارق بعد قطع یمینه ہم متن کی روایت حدیث بمعنی
ہی ہو اسلئے کہ مصدریہ ہے اور حدیث بمعنی روایت کرنا عارف لغت کو جائز ہی فتح القدیر مین اس حدیث کو کمال الدین بن ہمام نے دارقطنی سے روایت کیا اور نسائی
مین حدیث مرفوع باین لفظ ہی لا یغرم صاحب سرقة اذا اقيم عليه الحد اور بزار کی حدیث باین لفظ ہی لا يضمن السارق سرقته بعد اقامة الحد لیکن نسائی کی حدیث ضعیف
اور منقطع ہے واللہ تعالی اعلم وترد العين لو قائمة وان باعها او وهبها لبقائها على ملك مالكها اور مالک کا مال پہیر دیا جاویگا اگر موجود ہو اگرچہ سارق نے اوسکو
بیع یا ہبہ کر دیا ہو بسبب باقی رہنے مال کے اوسکے مالک کی ملک پر ولا فرق في عدم الضمان بين هلاك العين واستهلاكها في الظاهر من الرواية لكنه
يفتى باداء قيمتها ديانة سواء كان الاستهلاك قبل القطع او بعده مجتبى اور کچھ فرق نہین عدم ضمان مین درمیان ہلاک ہوجانے مال مسروق یا
اوسکے ہلاک کر ڈالنے کے ظاہر الروایة مین لیکن سارق کو فتوی دیا جاوے اوسکی قیمت کے ادا کرنیکا اور برابر ہی کہ استہلاک قبل قطع کے ہو یا بعد قطع کے کذا فی المجتبی وفیه
لو استهلكه المشتري منه او الموهوب له فللمالك تضمينه اور مجتبی مین ہے کہ اگر سارق سے خرید کرنیوالے نے یا موہوب لہ نے اوسکو ہلاک کیا تو مالک
مال کو ضمان لینا مشتری یا موہوب لہ سے جائز ہی ہم اور مشتری سارق سے اپنا پہیر لے جتنا دیا ولو قطع لبعض السرقات لم يضمن شيئا وقالا يضمن ما
لم يقطع فيه اور اگر بعضی چوریون کی جزا مین قطع ہوا تو باقی چوریون مین سے کسیکا ضمان نہین اور صاحبین نے کہا ضمان لیا جاویگا اوس مال کا جسمین قطع نہین ہوا ہم امام
امام کی دلیل یہہ ہے کہ جمیع سرقات مین قطع واحد بنا بر حق اللہ کے واجب ہے اسواسطے کہ بنای حدود تداخل پر ہی اور خصومت شرط ظہور ہی قاضی کے نزدیک تو
جب کیا سرقہ کے طرف سے قطع ہوا تو سبکے طرف سے قطع ہو چکا خواہ ایک شخص کا چند بار مال چورایا ہو یا چند شخصونکا کذا فی المنح سرق ثوبا فشقه نصفين ثم اخرجه
قطع ان بلغت قيمته نصابا بعد شقه ما لم يكن اتلافا بان ينقص اكثر من نصف القيمة فله تضمين القيمة فيملك مستندا الى وقت الاخذ فلا قطع
زیلعی کپڑا چورایا پہر اوسکو چیر کر گہر مین آدہا آدہا کیا پہر اوسکو گہر سے نکالا تو قطع کیا جاویگا اگر اوسکی قیمت بقدر نصاب کے پہونچی بعد پہاڑنیکے تا وقتیکہ پہاڑنا مال کے
تلف کر ڈالنے کا موجب نہو اسطرح پر کہ اوسکی نصف قیمت سے اکثر کم ہو جاوے تو اسوقت مین مالک کو اوسکی قیمت کا ضمان لینا جائز ہی تو ضمان دیکر سارق مالک ہوگا اوس
کپڑے کا چوری کے وقت سے بطریق استناد کے پہر جب مالک ٹہرا تو قطع نہین کذا فی الزیلعی ہم طحطاوی نے کہا اور اگر گہر سے نکالکر پہاڑا تو قطع ہوگا اگرچہ اوسکی قیمت بقدر
نصاب نرہی ہو بعد چیرنیکے وهل يضمن نقصان الشق مع القطع صحح الخبازي لا وقال الكمال الحق نعم اور کیا پہاڑ ڈالنے کا نقصان قطع کے ساتھ
ہو سکتا ہی یعنی در صورت تنصیف اور عدم اتلاف خبازی نے عدم ضمان کی تصحیح کی ہے اور کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا ہان وجوب ضمان حق ہی ومتى اختار
تضمين القيمة يسقط القطع لما مر اور جب مالک نے تضمین قیمت اختیار کی تو قطع ساقط ہوگا بدلیل گذشتہ یعنی ضمان مین وقت اخذ سے مالک ہو جائیگا سارق
پہر قطع کیونکر ہو ولو سرق شاة فذبحها فاخرجها لا لما مر انه لا قطع في اللحم وان بلغ لحمها نصابا بل يضمن قيمتها اور اگر بکری چورائی پہر
گہر مین اوسکو ذبح کر ڈالا پہر اوسکو گہر سے باہر نکالا تو قطع نہین اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ گوشت مین قطع نہین اگرچہ گوشت اوسکا بقدر نصاب کے پہونچے بلکہ سارق
اوسکی قیمت کا ضامن ہوگا ولو فعل ما سرق من الحجرين وهو قدر نصاب وقت الاخذ دراهم ودنانير او آنية قطع وردت وقالا لا ترد لتقوم
الصنعة عندهما خلافا له اور سارق نے جس چاندی اور سونیکو چورایا درحالانکہ وہ بقدر نصاب ہے چوریکے وقت اوسکے دراہم اور دنانیر یا برتن بنائے تو قطع
کیا جاویگا اور وہ مالک کو پہیر دئیے جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ پہیر دینا نہوگا بسبب متقوم صنعت کے صاحبین کے نزدیک بخلاف امام کے ہم صاحبین کے
نزدیک صنعت سے ذات اور نام بدل گیا اسواسطے کہ چاندیکا نام درہم ہوگیا اور سونیکا نام دینار ہوگیا اور امام اعظم اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک صنعت سے نام کا بدلنا
شرعا معتبر نہین بدلیل عدم تغیر حکم ربوا یعنی اگر چاندیکا برتن دس درہم وزن کا بیچا جاوے گیارہ درہم کو تو جائز نہین پس اوسکا ذات ویسی ہی باقی رہی جیسی تہی
تو قطع ہوگا اور مالک کو پہیر دیا جاویگا علاوہ اوسکے درہم اور دینار مین چاندی سونیکا نام بہی باقی ہی اور اوسکے ساتھہ دوسرا نام حادث ہوگیا وما تحوی الخابیہ لو

جعله آواني فان كان يباع وزنا فكذلك وان عدّا فهي للسارق اتفاقا محيط اور تانبا وغيره تو اگر اسکو چورایا اور اوسکے برتن بنائے سو اگر وہ برتن گنکر بکتا ہو تو اسیطرح کا حکم ہے یعنی قطع ہی اور مالک کو پہونچیگا اور اگر بطریق شمار کے بکتا ہو تو وہ سارق کا ہی باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الاختیار اسواسطے کہ حالت جدیدہ پیدا ہوئی بنا بر تداول اور بیع اور شرکے ولو صبغه احمر اوطحن الحنطة اولت السويق قطع لا رد ولا ضمان اور اگر سارق نے کپڑے کو سرخ رنگدیا یا گیہوں کو پیس ڈالا یا ستو کو گھی یا شہد میں لت کیا کذا فی المحیط اور پہر سارق قطع کیا گیا تو نہ رد مال ہے نہ تاوان وکذا لو صبغه بعد القطع بحرخلافا لما في الاختيار اور اسیطرح حکم ہی اگر کپڑے کو بعد قطع کیے رنگین کریگا کذا فی البحر خلافا لما فی الاختیار ولو صبغه اسود رده لان السواد نقصان خلافا للثاني وهو اختلاف زمان لا برهان اور اگر سارق کپڑے کو سیاہ رنگیگا تو مالک کو پہیر دیا جاویگا اسواسطے کہ سیاہی نقصان ہی بخلاف ابی یوسف کے کہ اونکے نزدیک سیاہی موجب نقصان نہیں اور یہہ اختلاف زمان کا ہی نہ اختلاف دلیل کا یعنی امام اعظم کے وقتین سیاہی نقصان مین داخل تہی اور ابی یوسف کے وقت مین موجب خوشنمائی اور خوبی تہی اسواسطے کہ خلفاء عباسیہ پوشاک سیاہ کے ملتزم تہے شمنی ولاية سلطان ليس لسلطان آخر قطعه اذ لا ولاية له على من ليس تحت يده فليحفظ هذا الاصل چوری کی ایک سلطان کی حکومت مین تو دوسرے سلطان کو اسکا قطع کرنا نہیں پہونچتا اسواسطے کہ جو شخص اوسکے تحت اختیار نہین سرقہ کیوقت اوسپر اوسکی ولایت اور حکومت نہین تو اس اصل کو یاد رکہنا چاہئے کذا فی الدرر مراجیہ مین ہے کہ جب سمرقند مین چوری کرے تو اوزجند کے حاکم کو اوسپر قائم کرنا نہین پہونچتا کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ یہہ حکم فقط حدود مین خاص ہے یا جمیع امور مین اسکی تصریح تلاش کرنا چاہئے اذا كان للسارق كفان في معصم واحد قيل يقطعان وقيل التي تميزت الاصلية والا تكن الانتصار على قطع احدهما لم يقطع الزائد لانه غير مستحق للقطع والا تكن متميزة قطعنا هو المختار لانه لا يمكن من اقامة الواجب الا بذلك سراج جبکہ سارق کی دو ہتھیلیان ہون ایک گٹے مین بعضون نے کہا دونون قطع کیجاوینگے اور بعضون نے کہا کہ اگر اصلی ہتیلی ممتاز ہو اور فقط اوسیکا کاٹ ڈالنا ممکن ہو تو اصلی کاٹی جاوے زائد نہ کاٹی جاوے اسواسطے کہ زائد مستحق قطع نہیں اور اگر اصلی زائد سے ممتاز نہو تو دونون قطع کیجاوین یہی قول مختار ہی اسواسطے کہ حاصل نہین ہوتی اقامت واجب کی مگر اسیطرح کذا فی السراج واللہ اعلم

باب قطع الطريق

وهو السرقة الكبرى یہہ باب ہی قطع طریق یعنی رہزنی کے احکام مین اور یہہ سرقہ کبریٰ ہی اور جو اول مذکور ہوا وہ سرقہ صغری ہی اور چونکہ صغریٰ کثیر الوقوع ہی لہذا اسکو مقدم کر کیا کبریٰ پر ہر چند قطع طریق علانیہ ہوتا ہے نہ بطریق خفیہ تو اسکو سرقہ کہنا بنا بر مجاز کے ہے کہ ایک نوع کا اخفا اسمین بہی ہی یعنی اخفا حاکم اور اوسکے ملازمون سے اور شرائط قطع طریق سے یہہ ہے کہ قطاع الطریق باقوت و شوکت ہون یا ایک ہی آدمی ایسا ہو اور یہہ کہ قطع طریق شہر سے باہر ہو تو شہر مین یا دو گاؤن کے درمیان مین قطع طریق نہین بخلاف ابی یوسف کے کہ اونکے نزدیک شہر کے اندر دات کیوقت متحقق ہی اور اسی پر فتوی ہی لوگون کی مصلحت کے واسطے کذا فی الاختیار اور شرط ہی کہ دار الاسلام مین ہو اور یہہ کہ ماخوذ بقدر نصاب ہو اور یہہ کہ قطاع الطریق اصحاب اموال کے قرابتدار نہون اجنبی ہون اور یہہ کہ قطاع الطریق اونمین سے جو وجوب قطع کے اہل نہون اگر عورت ہوگی تو اصح قول یہہ ہی کہ قطع نہین اور یہہ شرط ہی کہ قبل توبہ کرنیکے گرفتار ہون تو اگر بعد توبہ گرفتار ہونگے تو مال مالکون کو پہیر دیا جاویگا اور اون سے حد ساقط ہوجاویگی بالاتفاق کذا نے الطحطاوی عن الشلبي والنهر والدر المنتقی من قصده ولو في المصر ليلا به يفتى وهو معصوم على شخص معصوم ولو مستأمنا جس نے کہ قطع طریق کا قصد کیا اگرچہ شہر مین رات کو قصد کیا یہی قول ابی یوسف پر فتوی ہے حالانکہ قصد کرنیوالا معصوم یعنی محفوظ الدم شخص محفوظ الدم والمال پر رہزنی کا قصد کرے اگرچہ دونون ذمی ہون معصوم کا مصداق معصوم الدم ہو یعنی مسلمان یا ذمی کہ بحکم شرع اونکا خون محفوظ ہی خواہ آزاد ہو یا غلام عصمت کی قید سے کافر حربی نکل گیا سو اگر حربی دار الاسلام مین قطع طریق کریگا تو وہ استیلاء کفار مین داخل ہی جسکا بیان کتاب الجہاد مین آویگا اور اگر قطع طریق مستأمن کریگا تو اوسکی حد مین اختلاف ہی کذا نے النہر فلو على المستأمنين فلا حد تو اگر قطاع الطریق نے مستأمن کفار پر رہزنی کی تو حد نہین اسواسطے کہ بسبب حربی ہونیکے اونکا مال مباح ہی اور عصمت اوسکی دائمی نہین کذا فی النہر من كان في مكة فاخذ قبل اخذ شيء وقتل نفس حبس وهو المراد بالنفي في الآية قاطع طریق گرفتار ہوا قبل لینے کسی چیز کے اور قبل قتل کرنے جان کے تو قید کیا جاوے اور نفی من الارض سے قید کرنا ہی مراد ہی آیت قرآنی مین ام ینفی من الارض سے یعنی اسواسطے مراد ہوا کہ اگر اوسکی نفی جمیع ارض سے مراد ہو تو یہہ نہین ہوسکتا جبتک کہ وہ زندہ ہی اور اگر ایک شہر سے دوسرے شہر مین نکالدینا مراد ہو تو اس سے

مقصود حاصل نہین یعنی دفع اذیت آدمیون سے اور اگر دار الاسلام سے دار الحرب کو نکالدینا مراد لیجئے تو ہمین اوسکے ارتداد کا خوف ہے تو ثابت ہوا کہ نفی من جمیع الارض مراد
ہی سطرح ہے کہ اوسکو ایک مکان مین مقید کیجئے تا جمیع اہل ارض اوسکے شر سے محفوظ رہین بجز موضع حبس اسواسطے کہ محبوس کو خارج من الدنیا بولتے ہین وظاہر کہ
انّ المراد توزیع الاجزیۃ علی الاحوال کما تعرّف فی الاصول اور ظاہر ہے کہ آیت قرآنی مین تقسیم مراد اونکے احوال پر مراد ہے چنانچہ کتب اصول مین
ثابت ہوچکا ہے ہم قطاع الطریق کی جزا قرآن مجید مین قتل کرنا یا سولی دینا یا ہاتھ پاؤن کا کاٹنا یا نفی یعنی حبس مذکور ہے تو اگر آیت کے اطلاق پر عمل کیجئے تو سخت
گناہ کی ہلکی جزا اور ہلکے گناہ کی سخت جزا جائز ہوسکتی ہے اور یہہ امر قواعد شرع اور عقل کے مخالف ہے تو واجب ہوا تقسیم جزا کا قائل ہونا سخت گناہ کی سخت
جزا اور ہلکے کی ہلکی اسواسطے کہ برابری عقوبت کی باوجود تفاوت جنایت کے حکمت کے مخالف ہے اور یہہ کیونکر نہو حالانکہ محمد بن الحسن نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی
ہے کہ ابی بردہ کے لوگون نے قطاع الطریقی کی تو جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے یہہ حد لیکر کہ جسنے قتال کیا اور مال لیا اور جسنے
قتال کیا اور مال نہین لیا وہ قتل کیا جائے اور جسنے مال لیا اور قتل نہین کیا اوسکے ہاتھ پاؤن کاٹے جاوین جانب خلاف سے اور جو مسلمان ہو کر آوے تو اسلام نے
گناہ گذشتہ کو گرادیا اور عطیہ کی روایت مین ابن عباس سے یون ہے کہ جسنے راہ مین ڈرایا اور قتل نہین کیا اور مال نہین لیا وہ نفی کیا جاوے کذا فی الفتح والعطاء
اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور لیث اور اسحق اور اصحاب احمد کا اور ابو ثور اور داؤد ظاہری کے نزدیک امام کو اختیار ہے اطلاق آیت پر عمل کرنیکا بعد التعزیر لمباشرۃ
منکر التخویف ویحبس حتی یتوب لا بالقول بل یظهر علیه سیماء الصلحاء او یموت رہزن کو محبوس کیا جاوے بعد تعزیر کے مخالف شرع دہمکانیکے سبب یہان تک
توبہ کرے نہ فقط زبانی توبہ بلکہ علامات صالحین کے ظہور سے یا مرجاوے قید مین الا آنکہ توبہ ظاہر نہون ہم مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ متون فقہ مین تعزیر مذکور نہین حالانکہ
مفتی الثقلین نے حبس بعد التعزیر کی تصریح کی ہے بسبب کتاب منکر یعنے تخویف کے اور صاحب کفایہ نے تمرتاشی سے اسیطرح نقل کیا ہے چنانچہ اخیر ۲ ۱ ۴ ھ اسکو ذکر کیا ہے انتہی
وان اخذ مالاً معصوماً بان یکون لمسلم او ذمی کما مرّ واصاب کلاً نصاب قطع یدہ ورجلہ من خلاف ان کان صحیح الاطراف لئلا یفوت
نفعہ وهذه حالۃ ثانیۃ اور اگر رہزن نے مال معصوم لیا اسطرح کہ وہ مال مسلم یا ذمی کا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور پہونچا مال ہر شخص کو بقدر نصاب کے تو اوسکا ایک
ہاتھ اور ایک پاؤن قطع کیا جاوے جانب مخالف سے بشرطیکہ اوسکے ہاتھ پاؤن صحیح سالم ہون تاکہ اوسکی منفعت حاجات انسانی کی نہ فوت ہوان اور یہہ دوسری حالت ہے
ہم مخالف سے یہہ مراد ہے کہ داہنا ہاتھ اور بایان پاؤن کاٹنا چاہیے تا رفع حاجت ہوسکے اور صحیح الاطراف کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر داہنا یا بایان ہاتھ اور داہنا قطوع شل
ہوگا تو قطع نہوگا اور نصاب کی قید سے معلوم ہوا کہ اقل نصاب مین قطع نہین کذا فی المنح وان قتل معصوماً ولم یأخذ مالاً قتل هذه حالۃ ثالثۃ حداً لاقصاصاً
فلهذا لا یعفوہ ولی ولا یشترط ان یکون القتل موجباً للقصاص لوجوبه جزاء محاربۃ للہ تعالی بمخالفۃ امرہ وهذا الحل یستغنی عن
تقدیر مضاف کما لا یخفی اور تیسری حالت یہہ ہے کہ اگر قتل کرے شخص معصوم کو اور مال نہ لے تو وہ بنابر حد کے قتل کیا جاویگا نہ از روی قصاص کے تو ہیواسطے ولی مقتول
اسکا قصاص نہین کرسکتا اور شرط نہین ہے کہ قتل کرنا قاطع طریق کا موجب قصاص ہو یعنی مباشرت آلہ اور قطاع الطریق کا قتل کرنا شرط نہین بلکہ ایک شخص کا قتل کرنا سب کے
قتل کیواسطے کافی ہے بسبب واجب ہونے قتل کے اللہ تعالی کی لڑائی کے بدلے اللہ تعالی کی لڑائی سے اسکی نافرمانی مراد ہے اور اس تقریر سے تقدیر مضاف کی حاجت نہین آیت
قرآنی مین چنانچہ مخفی نہین ہم آیۂ قرآنی یعنی (انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ) مین مضاف کو اکثر علما محذوف مانتے ہین یعنی محاربہ کرتے ہین اولیاء اللہ یا
یحاربون عباد اللہ اسواسطے کہ محاربہ خدا سے ممکن نہین شارح نے کہا جب محاربہ کو بمعنی مخالفت امر کے کہا بطریق الاطلاق اسم مسبب سبب پر تو تقدیر مضاف کی
کچھ حاجت نہین والحالۃ الرابعۃ ان قتل واخذ المال خیر الامام بین ستۃ احوال ان شاء قطع من خلاف ثم قتل او قطع ثم صلب او فعل
الثلثۃ او قتل وصلب او قتل فقط او صلب فقط کذا فصّله الزیلعی اور چوتھی حالت یہہ ہے کہ اگر رہزن قتل کرے اور مال بھی تو امام مختار ہے جزا
دینے مین چہ طرح پر اگر چاہے ہاتھ پاؤن جانب مخالف سے قطع کرے پہر اسکو قتل کرے یا چاہے قطع کرکے پہر سولی دے یا قطع اور قتل اور سولی تینون عمل مین لاوے یا قطع
کرے اور سولی دے یا فقط قتل کرے یا فقط سولی دے اسیطرح زیلعی نے تفصیل کی شرح کنز مین ہم وجہ حصر یہہ ہے کہ حالتین مین قطع اور قتل اور سولی تو امام کو اختیار
ہے کہ اول اور ثانی مین یا اول اور ثالث مین جمع کرے یا ثانی پر یا ثالث پر اقتصار کرے یا ثانی اور ثالث مین جمع کرے یا حالات ثلثہ کو جمع کرے ثم صلب حیاً فی

لا صح وكيفيته في الجوهرة اور سولی پر زندہ چڑہادے یہ قول صحیح ہے اور سولی پر چڑہانیکی کیفیت جوہرہ مین مذکور ہے ہم جوہرہ نیرہ مین کیفیت سولی پر چڑہانیکی
یون مذکور ہے کہ ایک لکڑی زمین مین گاڑی جاوے اوسکے اوپر ایک اور لکڑی عرضین باندھی اوسپر اوسکے دونون پانون رکھے دوسری لکڑی پر تیسری لکڑی
اور باندہی عرضین پھر اسمین دونون ہاتہہ اوسکے باندہے پھر برچھی سے اوسکی بائین چھاتی مین کونچے اور برچھی سے اوسکا پیٹ خوب ہلاوے یہان تک کہ مرجاوے كذا في
المنح ويبعج بطنه برمح تشهيرا له ويخضخضه به حتى يموت اور اوسکا پیٹ برچھی سے پہاڑے اوسکی تشہیر کیواسطے اور اوسکو برچھی سے ہلادے تاکہ مرجاوے ويترك
ثلثة ايام من موته ثم يخلى بينه وبين اهله ليدفنوه لا اكثر منها على الظاهر وعن الثاني يترك حتى يتقطع اور موت کے بعد تین دن تک اوسے
سولی پر چھوڑا جاوے پہر اوسے اوسکے قرابت والون مین تخلیہ کیا جاوے تاکہ اوسکو وہ لوگ دفن کرین تین دن سے زیادہ سولی پر نہ رہے بنا بر ظاہر الروایۃ کے ہونسے
کہ بدبو سے لوگونکو تکلیف ہوگی اور ابی یوسف سے مروی ہے کہ وہین چھوڑا رہے یہانتک کہ گل سڑ کر گر پڑے وبعدما اقيم الحد عليه لا يضمن ما فعل من اخذ مال وقتل
وجرح زيلعي اور اوسپر حد قائم کرنیکے بعد ضمان نہین اوسکے فعل کا یعنی اخذ مال اور قتل اور زخم لگانیکا كذا في الزيلعي ہم ضمان کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ مال ماخوذ بعینہ
باقی نہین رہا اور اگر باقی ہوگا تو مالک کو دیا جاویگا كذا في الملتقى وتجري الاحكام المذكورة على الكل بمباشرة بعضهم الاخذ والقتل والاخافة اور
احکام مذکورہ سب قطاع الطریقون پر جاری ہونگے اگر ان مین سے بعضے لوگون نے مال لیے اور قتل کرے اور ڈرانے سے یعنی اگر صرف قطع طریق بعضے لوگ کرین اور باقی کہڑی
رہین یا مدد کرین لیکن حبس اور تعزیر اور قطع اور قتل اور صلب سب پر جاری ہوگا یعنی حسب حالات المفصلة وحجر وعصا لهم كسيف اور پتھر اور اونکی لاٹھیان
مانند تلوار کے ہین یعنے ہر چند امام اعظم کے نزدیک پتھر اور لاٹھی کے قتل سے قصاص نہین لیکن یہان بہر صورت قتل ہوگا اسواسطے کہ یہہ جزاے قطع الطریق قصاص نہین
جو لاٹھی اور تلوار مین فرق کیا جاوے بلکہ یہہ جزاے محاربہ خدا و رسول ہے بنا بر حسد والحالة الخامسة ان انضم الى الجرح اخذ قطع من خلاف
وهدر جرحه لعدم اجتماع قطع وضمان اور پانچوین حالت یہہ ہے کہ اگر زخمی کرنیکے ساتھ مال کا لینا بھی ملے تو ہاتھ پانون جانب مخالف سے قطع کیے جاوین
اور زخم کا خون بہا باطل ہے بسبب جمع نہونے قطع اور ضمان کے وان جرح فقط اي لم يقتل ولم ياخذ نصابا قال الزيلعي ولو كان مع هذا الاخذ
قتل فلا حد ايضا لان المقصود هنا المال وهي من الغرائب اور اگر فقط زخمی کیا یعنی نہ قتل کیا اور نہ بقدر نصاب مال لیا تو حد نہین زیلعی نے کہا اور اگر مال
لینے کے ساتھہ یعنی کم از نصاب لینے کے ساتھ قتل ہو تو بھی حد نہین اسواسطے کہ مقصود یہان مال کا لینا ہے نہ قتل کرنا اور یہہ مسئلہ عجائبات سے ہے ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی
اگر کوئی کہے کہ فقط قتل موجب حد ہے پھر یہان کیون حد نہوئی باوجود زیادتی جنایت یعنی قتل کیا اور مال بھی لیا خلاصہ جواب کا جسکی طرف شارح نے اشارہ کیا وہ یہہ ہے کہ
رہزنون کا اخذ مال قطاع الطریق کا قصد مال لینے سے معروف غالب ہے تو یہی معتبر ہوا نہ غیر اوسکا بخلاف اوس صورت کے جب فقط قتل کیا بلا اخذ مال اسواسطے کہ صاف ظاہر
ہوگیا کہ اونکا مقصد قتل تہا نہ مال لہذا یہان حد واجب ہوئی فوائد ظہیریہ مین اس مسئلہ کو غرائب مین شمار کیا اسواسطے کہ زیادتی جنایت سے صورت خفت ہوئی
كذا في الخطا وعن البحر قتل عمدا او اخذ المال ثم تاب قبل مسكه ومن تمام توبته رد المال ولو لم يرده قيل لا حد اور راہزن نے قتل کیا
عمدًا اور مال لیا پھر توبہ کی قبل گرفتار ہونیکے تو حد نہین اور اوسکی تمامی توبہ یہی ہے کہ مال کا پھیر دینا ہے حاکم کے گرفتار کرنے سے پہلے كذا في المبسوط والمحيط اور اگر مال نہ
پھیر دیگا بعضے کہا تو بھی حد نہین كذا في النهر عن السراج وان كان منهم غير مكلف او اخرس او كان ذا رحم محرم من احد المارة او شريك مفاوض
یا قطاع الطریق مین کوئی شخص غیر مکلف ہے یا گونگا ہو یا کسی راہ چلنے والے کا رہزنون مین سے ذی رحم محرم ہو یا شریک مفاوض ہو تو کسی پر حد نہین اسواسطے کہ جب ایک شخص سے
بسبب عدم تکلیف یا گونگے ہونے یا محرمیت یا شرکت مالی سے حد ساقط ہوئی تو باقی سے بھی ساقط ہوگئی بسبب اتحاد جنایت کے كذا في المنح او قطع بعض
المارة على البعض یا قطع طریق کیا بعضے راہ چلنے والون نے بعض پر آپسمین تو حد نہین بسبب اتحاد حرز کے تو قافلہ بمنزلہ دار واحد کے ہوگیا او قطع شخص الطريق
ليلا او نهارا في مصر او بين مصرين یا رہزنی کی ایک شخص نے رات کو یا دن کو شہر کے اندر یا دو شہرون کے درمیان مین تو امام اور محمد کے نزدیک حد نہین بسبب
عدم تحقق قطع طریق وعن الثاني ان قصده ليلا مطلقا او نهارا بسلاح فهو قاطع وعليه الفتوى بحر ودرر واقره المصنف اور ابو یوسف سے مروی ہے
کہ اگر اوس نے قطع طریق کا قصد کیا رات کو کسیطرح یا دن کو ہتہیار کے ساتھ تو وہ شخص قاطع طریق ہے تو حد اوسپر جاری ہوگی اور اسی پر فتوی ہے كذا في البحر والدرر اور مصنف نے

نقشہ سولی

بھی اسکو اپنی شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے فلا اخذ جواب للمسائل الست یعنی یہہ جواب ہے مسائل ستہ مذکورہ کا اور اگرچہ مسائل مذکورہ میں ساقط ہوئی لیکن حقوق العباد کا
مواخذہ ہوگا کذا فی الحاوی یعنی قتل عمد میں قصاص ہے اور نہ مال میں رد مال ہے اگر قائم ہو اور اگر قائم نہو تو ضمان ہے کذا فی المنح وللولی العفو فی العمد اذا کان القتل بغیر
ای والعفو فیہما اور مسائل مذکورہ میں ولی مقتول کو جائز ہے قصاص لینا قتل عمد میں یا خون بہا لینا غیر عمد میں یا عمد اور غیر عمد میں معاف کردینا والعبد فی حکم قطع
الطریق کغیرہ وکذا المرأۃ فی ظاہر الروایۃ فتح لکنہا لا تصلب مجتبی اور عبد قطع طریق کے حکم میں مثل آزاد کے ہے اور اسیطرح عورت ظاہر الروایۃ میں
مثل مرد کے ہے کذا فی فتح القدیر لیکن عورت سولی پر نہ چڑہائی جاویگی کذا فی المجتبی وفی السراجیۃ والدرر فیہم امرأۃ فباشرت الاخذ والقتل قتل الرجال دونہا
ہو المختار اور فتاوی سراجیہ اور درر میں ہے کہ قطاع الطریق کے گروہ میں ایک عورت نے بھی مال لیا اور قتال کیا تو مرد قتل کیے جاوینگے نہ عورت یہی قول مختار ہے عشر نسوۃ
قطعن واخذن وقتلن قتلن وضمن المال مثلا دس عورتون نے قطع طریق کیا اور مال لیا اور قتل کیا تو قتل کیجاوینگی اور مال کا ضمان [illegible]
قصاص ہے نہ بطور حد کے بدلیل ضمانت کے اور یہہ توجیہ قول مختار پر مبنی ہے نہ ظاہر الروایت پر در ہو ان یقاتل دون مالہ وان لم یبلغ نصابا ویقتل من یقاتلہ
علیہ لاطلاق الحدیث من قتل دون مالہ فہو شہید نہر اور جائز ہے کہ مقاتلہ کرے انسان اپنے مال کی حفاظت کے واسطے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہ پہونچے اور قتل کرے
اسکو جو اوس سے اوسکے مال پر مقاتلہ کرتا ہے بدلیل اطلاق اس حدیث کے کہ جو قتل ہوا اپنے مال کے سبب یعنی اپنا مال بچانے میں مارا جاوے وہ شہید ہے کذا فی فتح القدیر
نسائی میں مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اوس نے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس میرا مال چھیننے
آوے حضرت نے فرمایا کہ تو اوسکو اللہ تعالے کے نام سے یعنی یون کہہ کہ خدا کے عذاب سے ڈر میرا مال مت چھین اوس نے کہا کہ اگر وہ نصیحت پذیر نہو تو فرمایا کہ اپنے آس پاس کے لوگون
سے استعانت کر اوسنے کہا کہ اگر کوئی مسلمان میرے پاس نہو تو فرمایا تو سلطان اور حاکم سے استعانت کر اوسنے کہا اگر حاکم دور ہو جمہہ سے فرمایا قاتل دون مالک یعنی مقاتلہ
کر اپنا مال بچانے کے واسطے یہانتک کہ یا تو شہید ہو جاوے یا تو اپنا مال بچا پاوے کذا فی تیسیر الوصول بحر الرائق میں ہے کہ سارق جب کسی کے گہر میں گہسے اور اسباب نکالے تو اسکو
قتل کرنا جائز ہے جبتک کہ سارق کے پاس متاع اوسکی ہو بدلیل حدیث قاتل دون مالک اور اگر سارق متاع پہینکدے تو صاحب مال کو اوس سے مقاتلہ جائز نہیں اسواسطے کہ حدیث
مذکور اسکو شامل نہیں اور سراجیہ میں ہے کہ سارقون نے لوگون کا مال لیا اور بھاگے اور مالکان مال نے اور لوگون سے مدد چاہی سو اونہونے سارقون کا پیچھا کیا تو اگر مال کے
مالک ساتھ ہون یا ساتھ نہون لیکن مددگار لوگ اونکے مال کو پہچانتے ہون اور چورون سے چہین سکتے ہون تو ان مددگارونکو مقاتلہ کرنا مال چہیننے کے واسطے درست ہے
اور اگر مالک ساتھ نہون اور مددگار اونکے مال کو نہ پہچانتے ہون اور نہ چہین سکتے ہون تو انکو مقاتلہ کرنا جائز نہیں کذا فی المنح ومن تکرر الخنق بکسر النون منہ
فی المصر ای خنق مرارا ذکرہ مسکین قتل بہ سیاسۃ لسعیہ بالفساد وکل من کان کذلک یدفع شرہ بالقتل اور جس شخص سے گلا گہونٹنا اور
پہانسی دینا شہر میں مکرر ہوا ہو یعنی بارہا یہہ حرکت کی ہو تو وہ اس جرم میں قتل کر ڈالا جاوے بطریق سیاست کے بسبب کوشش فساد پہیلانیکے اور جو شخص کہ ایسا مفسد ہو اوسکا شر
قتل کر ڈالنے سے دفع کیا جاوے والا بان خنق مرۃ لانہ کالقتل بالمثقل وفیہ القود عند غیر ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی اور اگر ایسا نہو یعنی ایک ہی بار
پہانسی دی ہو تو بطریق سیاست اوسکا قتل جائز نہیں اسواسطے کہ پہانسی سے مارنا بہاری چیز سے قتل کرنیکے برابر ہے اور اسمین قصاص ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی
کے سوا اور علما کے نزدیک یعنی صاحبین وغیرہما کے نزدیک اور امام کے نزدیک اسمین دیت ہے کذا فی المنح واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الجہاد

یہہ کتاب ہے جہاد کے احکام میں اور اسکو کتاب السیر اور کتاب المغازی بہی کہتے ہیں سیر بکسر سین و فتح یا جمع ہے سیرت کی بکسر اول و سکون ثانی سیرت بمعنی الفتح سیر ہے سیرا اور سیر
دو قسم ہے ظاہری اور معنوی تو باعتبار قسم ثانی کے سیرت بمعنی طریقہ کے مستعمل ہے خواہ اچھا طریقہ ہو یا برا چنانچہ بولتے ہیں کہ فلان محمود السیرۃ اور فلان مذموم السیرۃ ہے اور اہل شرع
کی زبان میں جنگ کفار اور اوسکے متعلقات میں سیر مستعمل ہے جیسے مناسک حج میں اسواسطے کہ لڑائی اور جہاد کو سیر اور سفر لازم ہے اور مغازی جمع ہے مغزاۃ کی
اور مغزاۃ اور غزاۃ اور غزوہ بمعنی جنگ ہے کذا فی الفتح والمنح اور فتاوی عالمگیریہ میں ہے کہ اباحت جہاد کی دو شرطین ہین اول یہہ کہ کفار اسلام کو نہ قبول کرتے ہون اور
اہل اسلام نے اونکو امان نہ دی ہو اور اون سے عہد صلح کا نکیا ہو اور شرط ثانی یہہ ہے کہ قتال کرنیسے قوت اور شوکت اور غلبہ اہل اسلام متوقع ہو اپنے اجتہاد اور تخمین کے موافق
یا جسکی رای اور اجتہاد پر اعتقاد اور اعتماد ہو اوسکی تجویز کے موافق اور اگر غلبہ مسلمین کی قتال میں امید نہو تو لڑنا حلال نہیں اسواسطے کہ وہ دیدہ و دانستہ اپنی جان کو

ہلاکی میں ڈالنا ہی اور حکم جہاد کا ساقط ہو گیا جیسے کہ ہو اپنے نفع سے دنیا میں اور حصول ثواب اور سعادت ہو آخرت میں نہ عبادت اسکے اوردہ بعد الحدود لاتحاد
المقصود ووجه الذی غیر خفی مصنف کتاب نے الجہاد کو لایا بعد کتاب الحدود کے باب الجنایات مقصود کے اور وجہ ترتیب جہاد کی مخفی نہیں ہم حدود اور جہاد کا مقصود ایک چیز ہے
یعنی خالی کرنا عالم کا فساد سے اور اسواسطے حدود اور جہاد دونوں حسن بغیرہ ہیں بعد جہاد کی ترتیب کی وجہ حدود پر یہ ہے کہ حدود میں اکثر معاملہ اہل اسلام سے ہی اور جہاد میں کفار
سے تو معاملہ اہل اسلام کا اولی بتقدیم ہوا یا یہ وجہ ہے کہ حدود میں ازالہ فسق ہے اور جہاد میں ازالہ کفر حالانکہ کفر جمیع مفاسد سے اعظم اور اقبح ہے یا یہ وجہ ہے کہ قتال کفار کا
ثواب اعظم اور اکبر ہے وهو لغة مصدر جاهد فی سبیل الله اور جہاد باعتبار لغت کے مصدر ہے جاهد فی سبیل الله کا یعنی بذل وسعت اور کوشش کا خدا کی راہ میں اور یہ
شامل ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کوشش کو وشرعًا الدعاء الی الدین الحق وقتال من لم یقبله شمنی اور مصطلح شرع میں جہاد عبارت ہے دین حق کی طرف
بلانے سے اور جو اوسکو نہ مانے اوسکے قتال کرنے سے کرمانی نے شرح الشمنی میں قہستانی نے کہا کہ شریعت میں جہاد عبارت ہے قتل کفار سے اور اونکی ضرب اور مال غارت کرنے
اور اونکے معابد اور اصنام کے توڑنے سے وغیر ذلک اور مراد جہاد اور کوشش ہی دین کی تقویت میں اہل حرب اور اہل بلاد اور اہل بغاوت سے لڑکر انتہے تو یہ جو شمنی نے
تعریف جہاد میں فقط قتال پر اقتصار کیا تو اسواسطے کہ جہاد کا جزو اعظم قتال ہی اور مراد یہ ہے کہ قتال اور امداد مال وغیرہ سب جہاد میں داخل ہو تو تعریف ابن کمال
کی جسکو شارح ذکر کریگا تفصیل ہے اس اجمال کی کذا فی حاشیة الحلبی وعرفه ابن کمال بانه بذل الوسع فی القتال فی سبیل الله مباشرة او معاونة بالمال
او بالرای او تکثیر سواد او غیر ذلک انتهی اور ابن کمال نے جہاد کی تعریف اسطرح کی ہی کہ جہاد عبارت ہی بذل وسعت اور کوشش کرنے سے قتال فی سبیل الله میں
بذات خود مستعد ہو کر یا مال کی مدد کر یا تدبیر بتا کر یا مسلمین کا جماو بڑہا کر یا سوا اسکے اور طرح کی مددگاری تو کامہ یعنی جیسے غازیوں کی تیمارداری اور غازیوں کو کہانا پکا دینا اور انکی
وسطے پانی لانا اونکی اہل وعیال کی خدمت گزاری کرنا سب جہاد میں داخل ہے چنانچہ اسکی تصریح احادیث میں مذکور ہے ومن توابعه الرباط وهو الاقامة فی مکان لیس
وراءه اسلام هو المختار اور جہاد کے توابع اور ملحقات سے رباط ہی اور وہ عبارت ہے ایسے مکان کی اقامت سے جسکے آگے اسلام نہو یہی قول مختار ہے یعنی سرحد دار الاسلام میں مجاہدین کا
اسواسطے ٹہیرنا تاکہ کفار دار الاسلام میں نہ آسکیں اور اہل اسلام کو ضرر نہ پہنچا دیں اسکو رباط کہتے ہیں اسواسطے کہ اگر سرحد کے اندر رباط ہو تو جمیع اہل اسلام اپنے گہروں میں مرابط ٹہیرینگے
ایسا نہیں اور بعضوں نے کہا کہ جس موضع میں ایکبار کفار نے غارتگری کی وہ چالیس برس تک رباط ہو گیا اور جہاں دو بار غارت گری ہوئی وہ ایکسو بیس برس تک رباط ہوا اور
جہاں تین بار غارتگری ہوئی وہ تا قیامت رباط ہی کذا فی فتح القدیر وصح ان صلوة المرابط بخمسمائة ودرهمه بسبعمائة وان مات فيه اجری علیه عمله
ورزقه وامن الفتان ویبعث شهیدا آمنا من الفزع الاکبر وتمامه فی الفتح اور بحدیث صحیح ثابت ہوا ہی کہ مرابط یعنی رباط کے ٹہیرنیوالے کی نماز پانسو نماز کی
برابر ہی اور ایکدرم اسکا سات سو درم کے صرف کرنے سے افضل ہے اور صحیح مسلم میں سلمان فارسی سے روایت ہی کہ جو رباط میں مرگیا اسکا عمل جو کرتا تہا قیامت تک جاری رہیگا اور
روزی اسکی جاری رہیگی اور فتنہ منکر اور نکیر وغیرہ سے محفوظ رہیگا اور طبرانی میں حدیث مرفوع ہی کہ جو مرابط مریگا روز قیامت کے شہید مبعوث ہوگا اور فزع اکبر یعنی بڑی وحشت
اور ہول سے قیامت میں محفوظ رہیگا اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہے چنانچہ مترجم نے فتح القدیر سے پورا نقل کر دیا ف حدیث میں وارد ہی کہ جب ابن آدم مرتا ہی تو اسکا عمل
منقطع ہو جاتا ہی لیکن احادیث سے ثابت ہوا کہ تیرہ عملوں کا ثواب موت کے بعد بہی جاری رہتا ہی ۱ نشر علوم یعنی علم دینی کی تعلیم کرنا یا علم دین کی کتاب تالیف کرنا یا کتاب دینی کا ترجمہ کرنا
یہ سب نشر علوم میں داخل ہیں ۲ دعای اولاد ۳ کہجور وغیرہ درخت کا بونا ۴ صدقات جاریہ مثل وقف وغیرہ ۵ قرآن مجید کو وارثون کے واسطے چہوڑ جانا ۶ سرحد
اسلام کی چوکیداری ۷ کنوان بنانا ۸ نہر جاری کرنا ۹ مسافرخانہ بنانا ۱۰ محل ذکر بنانا مثل مسجد اور خانقاہ اور مدرسہ دینی کے ۱۱ تعلیم قرآن مجید ۱۲ اشاعت ۱۳ رسم
نیک نکالنا جو لوگون میں رائج ہو کذا فی الطحطاوی وعلم فضیلت جہاد کی نہایت عظیم الشان ہے اور کیونکر نہو کہ عزیز ترین محبوبات پر سخت ترین تکالیف اور مشقات کا ڈالنا ہے
یعنی جان نثاری اللہ سبحانہ کی رضامندی اور تقرب کیواسطے اور اس سے زیادہ تر شاق نفس کو گہیر رکہنا ہی طاعات پر نشاط اور کاہلی میں علی الدوام اور نفسانی خواہشون سے
صاف کنارہ کرنا ولہذا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی جنگ سے معاودت فرمائی کہ رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر کہ پہیرے ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی
طرف چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث اسپر دلالت کرتی ہی کہا ابن مسعود نے یا رسول اللہ اعمال میں سے کون عمل افضل ہے فرمایا نماز کو اوسکے وقت پر پڑہنا میں نے کہا پہر کون افضل ہے
فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا میں نے کہا پہر کون افضل ہے فرمایا فی سبیل اللہ جہاد کرنا اس حدیث میں نماز کے بعد جہاد کی فضیلت فرمائی اور ابو ہریرہ کی متفق علیہ حدیث میں

ف یعنی جہاد بنفس خود مشغول ہونا زہد و ریاضت ومخالفت نفس پر مگر فساد سے عالم کو خالی کرنے کو ترجیح ہے ۱۲

جہاد کو بعد ایمان کے افضل فرمایا ہو اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ کون عمل افضل ہے فرمایا اللہ اور اوسکے رسول کے ساتھ ایمان لانا سوال ہوا
کہ اسکے بعد کون افضل ہے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ سوال ہوا کہ پھر کون افضل ہی فرمایا حج مقبول فقاس حدیث میں صلوٰۃ اور زکوٰۃ ایمان کے لفظ میں داخل ہیں بطریق عموم مجاز کے
تو دونوں حدیثوں میں کچھ معارضہ باقی نرہا ہو اسلئے کہ آپس میں کچھ تردد کا مقام نہیں کہ صلوٰۃ وغیرہ پر جو نسبت کرا دے کیا اوقات مستحبہ میں افضل ہے جہاد سے ہو اسلئے کہ نماز
فرض عین ہی اور بار بار واجب ہوتی ہے بخلاف جہاد کے اور ہو اسلئے کہ جہاد فرض نہیں ہوا مگر شعائر ایمان اور اقامت صلوٰۃ کے واسطے تو مقصود بغیرہ اور حسن لغیرہ ہوا
بخلاف ایمان اور نماز کے کہ وہ مقصود بالذات اور حسن لعینہا ہیں چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث صحیح میں صاف مصرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہی اوسکی جسکے ہاتھ میں
میری جان ہے کہ کوئی عمل درجات آخرت کی طلب میں بعد صلوٰۃ مفروضہ کے جہاد فی سبیل اللہ کے برابر نہیں ہی باقی احادیث صحیحہ فضائل جہاد میں بکثرت ہیں از انجملہ حاکم نے بخاری
کی شرط پر عمران بن حصین سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑا ہونا مرد کا صف میں فی سبیل اللہ افضل ہے خدا تعالیٰ کے نزدیک ستر برس کی عبادت سے ابو داؤد میں انس سے
روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد جاری ہی جب سے کہ مجکو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا یہاں تک کہ میری پچھلی امت دجال سے لڑیگی اسکو باطل نکریگا ظالم کا ظلم اور
نہ عادل کا عدل انتہی اور اجماع اسپر قائم ہی تو جہاد کا نسخ بعد زمان رسالت متصور نہیں کذا فی فتح القدیر جامع ترمذی میں ابو ہریرہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں بقدر فواق ناقہ لڑے تاکہ اللہ کا دین بلند ہو تو اوسکے واسطے جنت واجب ہوئی اور سوای ابو داؤد کے صحاح ستہ میں ابو ہریرہ سے مروی ہی کہ لوگوں نے پوچھا یا
رسول اللہ کون عمل جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہی فرمایا کہ تم اوسکو نکر سکوگے پھر صحابہ نے دو یا تین بار یہی سوال کیا پھر حضرت نے فرمایا کہ مجاہد فی سبیل اللہ کی مثل ایسے صائم
اور قائم اور قانت بآیات اللہ کے مانند ہی جسکے صیام اور صلوٰۃ میں فتور نہیں واقع ہوتا یہاں تک کہ مجاہد اپنے گھر پلٹ آوے یعنی جو تمام دن روزہ رکھے اور تمام رات نماز اور قرآن میں
بسر کرے ایک لحظہ آرام نکرے وہ البتہ مجاہد کے برابر ثواب میں ہو سکتا ہی سو یہ امر آدمی سے متصور نہیں اور ترمذی میں ابن عباس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ دو آنکھوں کو آگ نلگیگی ایک آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی اور دوسری آنکھ جو حراست فی سبیل اللہ میں جاگی اور مسلم اور نسائی میں ابو مسعود بدری سے
مروی ہی کہ ایک مرد ناقہ مخطومہ لایا اور بولا کہ یہ جہاد کے واسطے ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجکو اسکے عوض قیامت کے دن ستر سو اونٹنیاں مخطومہ یعنی نکیل والی
ملینگی اور صحیحین وغیرہما میں زید بن خالد سے روایت ہی کہ جسنے سامان درست کر دیا غازی فی سبیل اللہ کا البتہ اوسنے خود جہاد کیا اور جو غازی کے اہل وعیال کی بھی خبرگیری
کریگا وہ بھی غازی ہی اور ابو داؤد میں ابو ہریرہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد واجب ہے تم پر ہر سردار نیکوکار یا بدکار کے ساتھ اور نماز واجب
ہی تم پر ہر مسلمان نیکوکار یا بدکار کے پیچھے اگرچہ کبائر گناہ کرتا ہو اور صحیح مسلم وغیرہ میں ابو ہریرہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مرگیا اور نہ اوسنے جہاد
کیا اور جہاد کرنیکا اپنے دل میں بھی خیال نکیا وہ شعبہ نفاق پر مرگیا اور صحیحین وغیرہما میں ابو موسیٰ سے روایت ہی کہ حضرت سے کسی نے پوچھا کہ مرد لڑتا ہی اظہار شجاعت کے واسطے
یا لڑتا ہی حمیت کے واسطے یا اپنی نمود کے واسطے لڑتا ہی ان میں کون فی سبیل اللہ ہی فرمایا جو قتال ہو اسلئے کہ کلمۃ اللہ یعنی دین خدا کا بلند ہو وہ شخص مجاہد فی سبیل اللہ ہی اور
ابو داؤد میں ابو ہریرہ سے مروی ہی کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہی اور حالانکہ متاع دنیا کی خواہش رکھتا ہی یعنی غنیمت کے مال کا آرزومند
ہی تو حضرت نے فرمایا کہ اسکو کچھ ثواب نہیں پھر سائل نے تین بار یہی سوال کا اعادہ کیا حضرت ہر بار یہی فرماتے تھے کہ اوسکو کچھ ثواب نہیں کذا فی تیسیر الوصول هو فرض
كفاية كل ما فرض لغيره فهو فرض كفاية اذا حصل المقصود بالبعض والا ففرض عين ولعله قدم الكفاية لكثرته جہاد فرض کفایہ ہی یعنی
بعضوں کے جہاد کرنیسے نکرنیوالوں سے فرضیت ساقط ہو جاتی ہی شارح کہتا ہی جو چیز اپنے غیر کے واسطے مفروض ہوئی وہ فرض کفایہ ہی جب بعض کے کرنیسے مقصد حاصل
ہو جاوے اور اگر ایسا نہو یعنی جو بذات خود فرض ہو نہ غیر کی جہت سے یا ہر چند مفروض لغیرہ ہی لیکن بعض کے کرنے سے مقصود حاصل نہیں ہوتا ہو تو وہ فرض عین ہی اور شاید
کہ مصنف نے فرض کفایہ کو مقدم کیا فرض عین پر بسبب اسکی کثرت کے ہم یہ کلام دو امر کا متضمن ہے ایک تو جہاد کا فرض ہونا اور دوسرے فرض کفایہ ہونا دلیل فرضیت
جہاد کی تو وارد قطعیہ میں قال اللہ تعالی قاتلوا المشرکین کافۃ وقاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ والیوم الآخر وکتب علیکم القتال وقاتلوھم حتی
لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ یعنی حق تعالے نے فرمایا کہ لڑو مشرکوں سے سب اور فرمایا کہ قتال کرو اون سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ کا اور پچھلے دن کا یعنی قیامت
اور فرمایا کہ فرض کیا گیا تمپر قتال اور فرمایا کہ قتل کرو اونکو یہانتک کہ فتنہ یعنی کفر کا فتنہ نہ باقی رہے اور سب دین اللہ کا ہو جاوے اگر کوئی کہے کہ ان آیات کا عموم صغیر اور مجنون کو

مخصوص ہے اور عام مخصوص ظنی الدلالۃ ہوجاتا ہے جس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی اوسکا جواب یہ ہے کہ خروج صغیر اور مجنون کا عقل سے ثابت ہے تو ایسی تخصیص سے عام
ظنی نہیں ہوتا اور عورت اور مریض شرع سے مخاطب بخطاب جہاد نہیں اسواسطے کہ خطاب جہاد اونہیں لوگون سے ہے جو لیاقت محاربہ کی رکھتے ہین اور جہاد کا فرض کفایہ
ہونا اسواسطے ہے کہ وہ فرض لعینہ نہیں کیونکہ فی نفسہ فساد ہے بلکہ بغیرہ فرض ہے یعنی دین الٰہی کے غالب کرنیکے واسطے اور عباد مسلمین کے اوپر سے دفع شر کے لیئے فرض ہوا ہے
توجب کہ یہ غرض بعض لوگون کے کرنیسے حاصل ہوگا تو باقی لوگون سے ساقط ہوجاویگا چنانچہ نماز جنازہ اور سلام کا جواب اگر کوئی کہو کہ ظاہر آیات قرآنی سے تو جہاد فرض
عین معلوم ہوتا ہے تو اسکے فرض کفایہ جاننے اور ظاہر سے عدول کرنیکی کیا وجہ ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ موجب عدول یہہ آیت قرآنی ہے لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ الی قولہ وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى یعنی حقتعالے نے فرمایا بیٹھنے والے مؤمنین سوای اہل ضرر کے اور مجاہدین برابر نہیں
پھر آخر آیت مین فرمایا اور ہر ایک سے اللہ تعالے نے نیکی کا وعدہ کیا ہے تو اگر جہاد فرض عین ہوتا تو قاعدین سے نیکی کا وعدہ نہوتا بلکہ وہ مستحق عذاب ہوتے اور بروایت صحیح ثابت
ہوا ہے کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم بعضی لڑائی مین تشریف نہ لیجاتے تھے اگر فرض عین ہوتا تو تخلف حضرت کا ممکن نتھا کذا فی البحر طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ اگر
مسلمین سے ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر نے جہاد کیا تو واجب سب سے ساقط ہوگیا اگرچہ کسی گروہ نے بھی جہاد نکیا ہو اور اگر ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر لوگون نے جہاد نہین کیا
توسب پر واجب ہوگا اور اگر ایک گروہ نے دوسرے گروہ کے جہاد کرنیکا گمان کیا اور دوسرے گروہ نے عدم جہاد کا گمان کیا تو دوسرے گروہ پر واجب ہوگا نہ اول گروہ پر اسواسطے
کہ مدار وجوب کا یہان ظن پر ہے کیونکہ غیر کے فعل اور عدم کا علم قطعے ایسے امور مین متعسر ہے ابتداء وان لم يبدؤنا به واما قوله تعالى فان قاتلوكم فاقتلوهم
وتحريمه فی الاشهر الحرم فمنسوخ بالعمومات كاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم جہاد فرض ہے پہلے ہی اگرچہ کفار نے ہم سے لڑائی کی ابتدا نکی ہو اور
وہ جو آیت قرآنی ہے کہ اگر کافر تمسے لڑین تو تم بھی اون سے لڑو اور تحریم جہاد کی بزرگ مہینون مین یعنی رجب اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ اور محرم مین سو منسوخ ہے عمومات آیات سے
چنانچہ یہہ آیت کہ لڑو مشرکین سے جس وقت اور جہان اونکو پاؤ اسواسطے کہ لفظ حیث کا زمان اور مکان دونون مین مستعمل ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ای ان قام به البعض
ولو عبيدا او نساء سقط عن الكل جہاد فرض کفایہ ہے یعنی اگر بعضے لوگ اسکو قائم کرین اگرچہ وہ لوگ غلام یا عورتین ہون تو سب سے ساقط ہوجاتا ہے ہم بعض کے جہاد
کرنیکے وقت کل سے فرضیت ساقط ہوتی ہے جب کفایت حاصل ہو اور اگر بعض کا جہاد دفع کفار مین کافی نہو تو کفار سے اقرب فالاقرب پر جہاد فرض ہے سو اگر کفایت نہوتی ہو
بدون تمام مسلمین کے تو تمامین جہاد فرض عین ہوجاویگا مانند صوم اور صلوٰۃ کے کذا فی البحر والا يقم به احد فی زمن ما اثموا بتركه ای اثم الكل من
المكلفين اور اگر جہاد کو کسی نے قائم نکیا کسیوقت مین تو اوسکے ترک کرنیسے سب گنہگار ہونگے یعنی سب قدرت والے مسلمان گنہگار رہونگے ہم یعنی یہ نہین اگر بعض مسلمین جہاد
نکرین تو سب عاصی ہونگے اور یہ مطلب نہین کہ اگر کسی زمانہ مین بعضے جہاد کرینگے تو ہر وقت کے مسلمین سے گناہ ساقط ہے وایاك ان تتوهم ان فرضيته تسقط عن
اهل الهند بقيام اهل الروم مثلا بل يفرض على الاقرب فالاقرب من العدو الى ان تقع الكفاية فلو لم تقع الا بكل الناس فرض عينا
كصلوة وصوم ومثله الجنازة والتجهيز ونحوها فی الدرر اور کہین ایسا نہ غلط سمجھو کہ فرضیت جہاد اہل ہند سے ساقط ہوجاتی ہے اہل روم کے جہاد
کرنیسے مثلاً بلکہ جہاد فرض ہے اوسپر جو زیادہ تر قریب ہو دشمن یعنی کفار سے پھر اونکے بعد اوسپر جو اون سے اقرب ہے یہانتک کہ کفایت حاصل ہو یعنی غیر کی مدد کی حاجت نرہے
کفار منہزم ہوجاوین سو اگر کفایت نہ حاصل ہوتی ہو بدون سب آدمیون کے تو اسوقت مین سب پر جہاد فرض عین ہوجائیگا مانند صلوٰۃ اور صوم کے اور جہاد کی مانند ہے نماز جنازہ
اور تجہیز میت اور یہ اسیطرح ہے کہ در مختار مین ہے یعنی اگر ایک مسلمان شہر کے کنارے مر گیا تو اوسکے ہمسایون اور اہل محلہ پر اسکی تجہیز اور تکفین اور نماز جنازہ فرض ہے نہ محلات
بعیدہ پر اور اگر اوس محلہ کی قریب دوسرے محلہ والون نے جانا کہ اہل محلہ میت اوسکے حقوق ادا نہین کرتے یا عاجز ہین تجہیز اور تکفین سے تو دوسرے محلہ والون پر فرض ہوگا اور اگر وہ
بھی کوتاہی کرینگے یا عاجز ہونگے تو تیسرے اہل محلہ پر تجہیز میت فرض ہوگی علے ہذا القیاس جمیع محلات پر الاقرب فالاقرب فرض ہوگی لا يفرض على صبي وبالغ له ابوان او
احدهما لان طاعتهما فرض عين وقال صلى الله عليه وسلم للعباس بن مرداس لما اراد الجهاد الزم امك فان الجنة عند رجل امك سراج
جہاد فرض نہین صغیر پر اور اوس بالغ پر جسکے ماں باپ یا ایک کوئی اونمین سے زندہ ہے اسواسطے کہ اطاعت والدین کی فرض عین ہے تو فرض کفایہ کیواسطے فرض عین ترک نہوگا اور فرمایا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن مرداس سے جب اونہون نے جہاد کا ارادہ کیا لازم کر اپنی ماں کو اسواسطے کہ بہشت تیری ماں کے قدم کے پاس ہے کذا فی السراج ہم جہاد

جانا درصورت ناخوشی والدین حرام ہی اسواسطے کہ اونکی اطاعت فرض عین ہی اور جہاد فرض عین نہین صحیح بخاری مین عبداللہ بن عمر سے روایت ہی کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت مانگنے آیا فرمایا کیا تیرے والدین زندہ ہین بولا ہان زندہ ہین فرمایا تو انھین مین جہاد کر اور ابن مسعود کی حدیث جو مذکور ہو چکی اوسمین بر والدین جہاد پر
مقدم ہے اور ابو داؤد مین ابو سعید خدری سے مروی ہی کہ ایک شخص نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے طرف ہجرت کی یمن کے ملک سے تو فرمایا کہ یمن مین کوئی تیرا رشتہ
ہے اوسنے کہا میرے والدین ہین فرمایا تجھکو اذن دیا ہی بولا نہین فرمایا تو پلٹ جا اور اون سے اجازت مانگ اگر وہ اجازت دین تو جہاد کر ورنہ اگر اجازت نہ دین تو اونکے ساتھہ نیکی اور
خدمت گزاری کر کذا فی الفتح بحر الرائق مین ہی کہ اصول کے سوا اور اہل و عیال اگر مرد کے جہاد کرنیکو مکروہ جانین تو اگر اونکے ضائع ہونیکا خوف ہو تو بدون اونکی اجازت کے
خروج نکرے وفیہ لا یحل سفر فیہ خطر الا باذنہما وما لا خطر فیہ یحل بلا اذن ومنہ السفر فی طلب العلم اور سراج مین ہی کہ جس سفر مین ہلاکت کا خوف
ہو جیسے جہاد اور سمندر کا سفر کذا فی حاشیۃ الحلبی تو اسمین جانا حلال نہین بدون اذن والدین کے اور جس سفر مین خطرہ نہین وہ بدون اذن کے حلال ہے اور سفر واسطے
طلب علم کا سفر کرنا داخل ہے اور اسیطرح ہی تجارت اور حج کا سفر کذا فی البحر وعبد وامرأۃ لحق المولی والزوج ومفادہ وجوبہ لو امرھا الزوج بہ فینبغی
علی غیر المزوجۃ قلت تعلیل الشمنی بضعف بنیتہما یفید خلافہ قال فی البحر ثم ملکہما امرۃ فما ہو راجع الی النکاح تو ابعہ اور جہاد فرض نہین
غلام اور عورت پر بسبب مشغول ہونیکے حق مولے اور زوج کے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہی واجب ہونا جہاد کا عورت پر اگر عورت کا زوج اوسکو جہاد کا حکم کرے کذا فی الفتح تو غیر
منکوحہ پر واجب ہونا تعلیل مذکور سے نکلتا ہی کذا فی النہر شارح کہتا ہی اور تعلیل شمنی کی بوجہ ضعیفی جسم عورت اوسکے مخالف کی مفید ہی یعنی عدم وجوب کی اگرچہ زوج بھی اوسکو
بحر الرائق مین کہا کہ عورت پر زوج کا امر لازم الاتباع نکاح اور توابع نکاح کا متعلقات مین ہے یعنی اور جہاد متعلقات نکاح سے نہین ہی تو عورت پر امتثال اوسکا لازم نہین تو وجوب جہاد
بھی نہین ہم تعلیلات مذکورہ پر وجوب اور عدم وجوب کو مستفاد کرنا ممنوع ہی اسواسطے کہ عدم وجوب کی بین محیط سے منصوص ہے خلاصہ اوسکا یون ہے کہ جہاد عورت پر واجب
خواہ منکوحہ ہو یا نہو اسواسطے کہ عورت سے ستر قدم تک واجب الستر ہی اور جہاد مین گاہی کشف عورت ہو جاتا ہی چنانچہ محیط مین ہے اور ہم نے وہ ایسی ہی صحیح سمجھا
گمان کیا ہی کذا فی الطحطاوی واعمی ومقعد ای اعرج فیہ اور جہاد فرض نہین اندھے اور لنگڑے پر کذا فی الفتح ہم فتح القدیر مین مقعد سے اعرج لولان مراد
ہی اور حموی نے سنن بیہقی سے نقل کیا کہ مقعد وہ جسکو بیماری نے چلنے پھرنے سے تھکا دیا واقطع الیدین اور جہاد واجب نہین دست بریدہ پر مستحب ہو اگر اندھے اور لنگڑے
اور دست بریدہ کے ہم معذور ہونا اہی اور اعرج اور مریض اور ضعفا کا قرآن مجید مین مصرح ہی اسواسطے کہ مدار تکلیف قدرت پر ہی تو جسمین قدرت نہو تو ایسا ہی سکا جو
عاجز ہو جہاد سے کسی سبب سے اوس پر فرض نہین چنانچہ ضیا مین اسکے طرف اشارہ کیا ہی وملیون بغیر اذن غریمہ بل وکفیلہ ایضا ولو بالامر فیہ تنویر
ہم ہذا فی الحال اما المؤجل فلہ الخروج ان علم رجوعہ قبل حلولہ ذخیرہ اور فرض نہین قرضدار پر بلا اذن قرضخواہ سکے کفیل سے
بلا اذن بھی اگرچہ قرضدار کے اذن سے ضامن ہوا ہو کذا فی التجنیس اگرچہ ضامن مال نہو بلکہ حاضر ضامن ہو تو بھی بلا اذن اوسکے جہاد کرنا روا نہین اور یہ قرضخواہ
ضامن کا فی الحال کے قرض ادا کرنیمین شرط ہی اور مدت والے قرض مین تو اوسکو جہاد کیواسطے جانا جائز ہی اگر اپنا پلٹ آنا قبل مدت کے معلوم ہو کذا فی الذخیرہ
ہم صحیح مسلم مین عمرو بن عاص سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید کے سب گناہ بخشے جاتے ہین سوائے قرض کے وعالم لیس فی البلدۃ افقہ
منہ فلیس لہ الغزو خوفا ضیاعہم منہ بحیرہ وتمامہ فی البزازیہ السفر ولا یخفی ان المتعلم یتعین علیہ بالاولی اور جو عالم کہ شہر مین اوس سے
زیادہ ترفقیہ شہر مین نہین تو اوسکو جہاد کرنا جائز نہین لوگون کے ضائع ہونیکے خوف سے کذا فی البحر یعنی جب شہر کا عالم جہاد کو چلا جائیگا تو
وہان کے اہل اسلام ضائع ہونگے بسبب عدم علم اور جہالت کے اور بزازیہ مین ہر سفر کو عام کہا ہی یعنی ایسے عالم کو کوئی سفر کرنا جائز نہین اور یہ پوشیدہ نہین ہی کہ مقید غیر مقید کا
بطریق اولے مفید ہی ہم تقیید سے مراد سفر نفیر عام ہی کیونکہ جب جہاد کا سفر باوجود فرض کفایہ ہونیکے ممنوع ہوا تو غیر جہاد کا سفر جو فرض
نہین ہی بطریق اولے ممنوع ہوگا طحطاوی نے کہا غیر جہاد کا سفر کرنا لازم نہین کہ غیر فرض ہو بلکہ کبھی غیر جہاد کا سفر فرض عین ہو جاتا ہی چنانچہ حج فرض کا سفر
دفرض عین ان ہجم العدو فیخرج الکل ولو بلا اذن ویأثم الزوج ونحوہ بالمنع ذخیرہ اور جہاد فرض عین ہے اگر دشمن یکبارگی ہجوم کرے تو سب
اہل اسلام نکلین اگرچہ اہل حقوق کی اجازت نہو اور زوج اور مانند اوسکے جیسے باپ اور آقا اور قرضخواہ گنہگار ہونگا اس حالت مین جہاد کی منع کرنے سے کذا فی الذخیرہ

یعنی لو بلغه الاسلام لا الجزیة ففی القتال نبذ حالا لا ینبغی قتالهم حتی یدعوهم الی الجزیة نص علیه فالمانقله المصنف اور حاصل یہ نہیں ہے کہ لڑنا اون کافروں سے جنکو اسلام کی دعوت نہیں پہونچی اور دعوت اسلام اگرچہ ہمارے زمانہ مین مشہور ہو گئی ہی مشرق و مغرب مین لیکن اسمین شک نہیں کہ بلاد خدا مین ایسے کافر بہی ہین جنکو مطلق اسکا شعور نہین ہے یعنی دعوت اسلام سے خبر نہین باقی رہی یہ بات کہ اگر اسلام کی خبر اسکو پہنچی نہ جزیہ دینے کی تو تاتار خانیہ مین ہے کہ اون سے لڑنا سزاوار نہین ہی یہانتک کہ امام اون سے جزیہ دینے کی درخواست کرے کذا فی النہر برخلاف نقل مصنف کے ۱۲ م مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ دعوت اسلام ہو اسواسطے واجب ہی تاکہ کفار معلوم کر لین کہ ہم دین کے واسطے لڑتے ہین نہ مال وغیرہ کی طمع سے شاید کہ اسطرح وہ اسلام قبول کرین اور قتال کی نوبت نہ آوے اور قبل دعوت قتال کرنا گناہ ہی لیکن ضمان نہین بسبب عدم عاصم کے یعنی دین اور احراز بالدار اور دعوت عام ہے حقیقی ہو یعنی زبان سے کہنا یا دعوت حکمی یعنی شرق و غرب مین مشہور ہو گیا کہ اہل اسلام کسواسطے لڑتے ہین تو یہہ شہرت قائم مقام دعوت ہی چنانچہ سیر کبیر اور ینابیع مین مصرح ہی انتہے تو مترجم خلاف مصنف اور صاحب نہر فقط شرح شمار پر ہی اور صاحب نہر اسمین تابع ہی صاحب فتح القدیر کا تو حاصل کلام نقل کرنا چاہیے فتح القدیر مین جیسے دعوت حقیقی اور حکمی نقل کرکے کہا کہ اسمین شک نہین کہ اللہ تعالی کے بلاد مین وہ لوگ بہی ہین کہ جنکو اسکی خبر اور شعور نہین تو دعوت اسلام کرنا وہان واجب ہی تاکہ جہان گمان اسکا ہو کہ انکو اسلام کی خبر نہین پہونچی اور جہان خبر پہونچی تو وہان دعوت کرنا مستحب ہی ۱۲ وندعو ندبا من بلغته ۱۲ الا اذا تضمن ذلك ضررا ولو بغلبة الظن كان يستعدوا ۱۱ ويتحصنوا فلا يفعل فتح اور ہم دعوت الی الاسلام کرین بطریق استحباب کے انکو جنکو اسلام کی خبر ہو گئی ہو مگر جبکہ دعوت الی الاسلام متضمن ضرر ہو گو بظن غالب اسطرح کہ وہ سامان درست کرکے مستعد ہو جاوین یا قلعہ کے اندر ہو جاوین تو ایسی جگہہ دعوت کرنا مستحب نہین کذا فی الفتح ہم دلیل استحباب دعوت وہ حدیث ہی جو صحیحین مین ابن عون سے مروی ہے عبد اللہ بن عون نے کہا کہ مینے نافع کو لکہا اور دعا قبل القتال کا سوال کیا سو نافع نے کہا کہ یہہ تو اول اسلام مین تہا اور حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر دوڑ کی اور وہ غافل تہے اور انکے جانور پانی پی رہے تہے تو انکے لڑنیوالون کو قتل کیا اور انکی ذریت کو گرفتار کیا اور حضرت ام المؤمنین جویریہ کو پایا مجہسے یہہ حدیث عبد اللہ بن عمر نے کہی وہ اوس لشکر مین موجود تہی ولا یقبل الجزیة نستعین بالله وتحاربهم بنصب المجانيق وحرقهم وغرقهم وقطع اشجارهم ولو مثمرة وافساد زروعهم ۱۲ الا اذا غلب على الظن ظفرنا فيكره فتح اور اگر جزیہ دینا بہی قبول نکرین تو ہم اللہ تعالی سے مدد مانگین اور اون سے لڑنے لگین مجانیق کو قائم کرکے اور انکو پانی مین ڈبو کر اور انکو آگ مین جلا کر اور انکے درختون کو کاٹ کر اگرچہ پہلدار درخت ہون اور انکی کہیتون کو اجاڑ کر مگر جب کہ ظن غالب ہو ہماری فتح ہو نیکا تو درختون اور کہیتون کا خراب کرنا مکروہ ہی ہو اسواسطے کہ وہ مسلمانون کے کام مین آوینگے کذا فی الفتح ہم مجانیق جمع ہی منجنیق بالفتح کی وہ ایک آلہ ہی جس سے بڑے بڑے پتہر پہینکا کرتے ہین اور یہہ ترتیب جنگ کی احادیث صحیحہ مین مصرح ہی کہ امراء عساکر اسلام کو حکم ملا تہا مسلم اور ابو داود اور ترمذی مین بریدہ سے مروی ہی کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسیکو لشکر یا چہاپہ کا سردار مقرر فرماتے تہے تو خاص اسکی ذات کو اللہ تعالی سے ڈرتے رہنے کی وصیت فرماتے اور ساتہہ مسلمانون کیواسطے بہلائی کی وصیت فرماتے تہے پہر فرماتے تہے کہ لڑو بسم اللہ فی سبیل اللہ قتل کرو جو منکر ہو اللہ کا اور غنیمت کا مال نہ چراؤ اور قول کرکے خلاف قول نکیجیو اور ناک کان وغیرہ نہ کاٹیو اور طفل صغیر کو نہ قتل کیجیو اور نہ بڈہے کو پہر جب تو اپنے مشرک دشمن سے ملے تو انکو تین خصلتون کیطرف بلا سو اگر وہ مان جاوین تیرا قول تو قبول کر اون سے اور رک جا اون کے لڑنے سے انکو اسلام کیطرف بلا سو اگر وہ مان جاوین تو قبول کر اون سے اور باز رہ انسے پہر اون سے نقل مکان کی درخواست کر کہ اپنی ملک سے نکلکر مہاجرین کے ملک مین آ رہین اور اون سے خبر کر دے کہ اگر وہ یہہ ہجرت کرینگے تو انکو وہ ملیگا جو مہاجرین کو ملتا ہی اور انپر وہ ہی جو مہاجرین پر ہے سو اگر وہ نقل مکان کرنا قبول نکرین تو انکو خبر کر دے کہ وہ صحرائی مسلمین کے طرح ہونگے اون پر حکم خدا جاری ہوگا جیسے کہ مومنین پر جاری ہوتا ہی اور غنیمت اور فی سے انکو حصہ نملیگا تاوقتیکہ مسلمین کے ساتہہ شریک ہوکر جہاد نکرینگے اور اگر وہ اسلام کو نہ قبول کرین تو اون سے جزیہ دینے کا سوال کر سو اگر وہ مان جاوین تو قبول کر اون سے اور باز رہ اور اگر جزیہ دینا بہی نہ قبول کرین تو اللہ تعالی سے مدد مانگ اون پر تعالی کی اور لڑنا شروع کر الحدیث کذا فی تیسیر الوصول ودمیهم بنبل وحجر وان تترسوا ببعضنا ولو تترسوا بنبي ﷺ فلك النبق ونقصدهم اي الكفار اور اہل اسلام لڑین اور تیر وغیرہ پہینکا کرین اگرچہ کفار بعضے مسلمانون کو سپر بناوین یعنی اپنے آگے کہڑا کرین تاکہ اس تدبیر سے بچ جاوین تو بہی ہم انکو مارینگے اور اس قتال مین ہم کفار ہی کے مارنیکا قصد کرینگے نہ مسلمانون کا اور اگر کفار پیغمبر کو سپر کرین تو اون سے سوال کیا جاوے کہ یا حضرت کیا حکم ہی ہم لڑین یا نہ لڑین م رمی لغت عرب مین دور سے پہینک مارنیکو کہتے ہین خواہ درکا ہتہیار

کمان منجنیق ہو خواہ بندوق اور توپ اور بان وما اصیب منہم ای من المسلمین لا دیۃ فیہ ولا کفارۃ لان الفروض لا تقرن بالغرامات
اور جو مسلمان اونکی طرف کی سپر بنانے سے قتل ہو جاوین تو اونمین دیت ہی نہ کفارہ اسواسطے کہ قتال کفار فرض ہے اور فرائض تاوانوں سے مقرون نہیں ہوتے ہم لڑائی
میں آواز بلند کرنا مستحب نہیں اور مکروہ بھی نہیں اگر اسمین ترہیب دشمن کا فائدہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور مجاہدین کو دار الحرب میں ناخن بڑہانا مستحب ہی اسواسطے
کہ ہتھیار وغیرہ ہاتھ سے گر پڑے تو ناخن سے کافر کو کہروچ کر شاید بچ جاوے جیسے مونچھ انکو بڑہانا غازی کو سنت ہے رعب اور دہشت کیواسطے کذا فی البحر عن الخانیۃ
ہم نے مسلمانوں کو شکوک نہیں کہ جب بارہ ہزار ہون تو فرار کرین اگرچہ کفار زیادہ ہوں ہم اسواسطے کہ حدیث ترمذی مین وارد ہی کہ بارہ ہزار بسبب قلت کے
مغلوب نہیں ہوتے فتاوی عالمگیری مین ہے کہ یہ عدم فرار سوقت ہی جب سب لوگ متفق الکلمہ ہوں اور اگر اختلاف ہو تو وحدت کا اعتبار ہی ولو فتح الامام بلدۃ و
بہا مسلم او ذمی لا یحل قتل احدہم منہم اصلا ولو اخرج واحد ما حل حینئذ قتل الباقی لجواز کون المخرج ہو ذاک فتح اور اگر امام نے دار الحرب کا
کوئی شہر فتح کیا جسمین ایک مسلمان یا ذمی کافر تہا تو اونمین سے کسیکا قتل کرنا اصلا جائز نہیں اور اگر ایک کوئی شخص اونمین سے نکالدیا گیا تو سوقت مین باقی لوگون کا
قتل کرنا حلال ہے اس احتمال سے کہ جو شخص نکالا گیا شاید وہی مسلمان یا ذمی ہو کذا فی فتح القدیر ونہینا من اخراج ما یجب تعظیمہ ویحرم الاستخفاف بہ
کمصحف وکتب فقہ وحدیث وامرأۃ ولو عجوزا للمداواۃ ہو الاصح ذخیرۃ واراد بالنہی ما فی مسلم لا تسافروا بالقرآن فی ارض العدو
اور ہم منع ہین ایسی کے نکالنے سے جسکی تعظیم واجب ہے اور اسکا استخفاف اور بے ادبی حرام ہو جیسا کہ مصحف اور کتابین فقہ اور حدیث کی اور عورت کا اخراج ممنوع ہے
اگرچہ عورت بڈہی ہو دوا کرنیکے واسطے یہی قول صحیح ہو کذا فی الذخیرۃ اور مصنف نے نہی سے صحیح مسلم کی حدیث کا ارادہ کیا کہ سفر مین قرآن کو نہ لیجاؤ دشمن کی زمین
مین ہم دلیل اگرچہ قرآن مین خاص ہے لیکن علت عامہ نے فقہ اور حدیث کو بھی قرآن کے ساتھ ملحق کر دیا الا فی جیش یؤمن علیہ فلا کراہۃ لکن اخراج العجائز
للمداواۃ اولی الا مگر اوس بڑے لشکر مین قرآن وغیرہ کا لیجانا ممنوع اور مکروہ نہیں جسمین اوسے امن حاصل ہو لیکن بڈہی عورتون اور لونڈیوں کا ساتھ لیجانا کام کیواسطے
بہتر ہو جوان اور جوان کے لیجانیکی کہ جنگ و زرار و طحطاوی نے امام کا قول نقل کیا کہ کمتر لشکر چار سو ہے اور اکثر لشکر چار ہزار ہی واذا دخل مسلم الیہم بامان جاز
حمل المصحف معہ اذا کانوا یوفون بالعہد لان الظاہر عدم تعرضہم ہدایۃ اور جب مسلم دار الحرب مین اونسے امان لیکر جاوے تو مصحف کا ساتھ
لیجانا جائز ہی اسواسطے کہ وہ عہد کو پورا کرتے ہون اسواسطے کہ ظاہرا وہ متعرض نہونگے کذا فی الہدایۃ ونہینا عن غدر وغلول وعن مثلۃ بعد الظفر بہم اما قبلہ
فلا بأس بہا اختیار اور ہم منع ہین عہد شکنی اور خیانت اور ناک اور کان کاٹنے سے اونپر فتح پانیکے بعد اور فتح پانیکے پہلے امور مذکورہ کے کرنے مین کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الاختیار ہم نقض عہد
کی یہ صورت ہی کہ صلح ہم سے اور اون سے عہد ہو گیا کہ آج کے دن نہ لڑینگے یہانتک کہ اونکو اطمینان ہو گیا تو اب اوس دن لڑنا جائز نہیں کہ عہد شکنی حرام ہو اور عین لڑائی
کے وقت فریب کرنا اور دہوکہ دینا جائز ہی اسطرح کہ بلا عہد ہمنے ایسی حرکت کی کہ اونکو معلوم ہوا کہ آج لڑائی نہوگی سو وہ مطمئن ہو گئے پہر ہمنے اون پر حملہ کیا یا اہل اسلام
کسی مدت تک چلے گئے اور کافر غافل ہو گئے پہر ناگہان آکر اون پر ٹوٹ پڑے اور چھاپہ مارا وعلی ہذا القیاس اور دہوکہ کے بہت طریقے ہین فتح القدیر مین ہے کہ حالت قتال مین
مبارز نے ہاتھ مارا سو کافر کا کان کاٹا پہر ہاتھ مارا تو آنکہ پہوڑ دی پہر تیسرا مارا تو ناک اور ہاتھ کاٹ ڈالے تو یہ جائز ہی اچھے بس حالت قتال کی قید سے معلوم ہوا کہ
جب کافر کو گرفتار کر لیا تو اوسکو مثلہ کرنا یعنی ناک کان ہاتھ کاٹنا جائز نہیں اور اختیار شرح مختار سے نکلتا ہی کہ اگر ہنوز جنگ قائم ہی تو جائز ہی وعن قتل امرأۃ و
غیر مکلف وشیخ ہرم فان لا صیاح ولا نسل لہ فلا یقتل ولا اذا ارتد اور ہم منع ہین عورت اور غیر مکلف یعنی صغیر اور مجنون اور نہایت کہا پٹ
بڈہے کے قتل کرنے سے جسکو نہ چیخنے کی قوت ہو نہ جماع کی کذا فی البحر نہ اولاد ہونیکی اوس سے توقع ہو تو ایسا بڈہا نہ قتل کیا جاوے اور نہ جب مرتد ہو جاوے ہم سارزی نے شرح طحاوی
مین کہا کہ شیخ فانی کامل العقل حالت ارتداد مین مقتول ہو اور جو بڈہا خرف پریشان حواس ہے وہ مقتول نہوگا کہ مجنون مین اصل ہی واعمی ومقعد وزمن ومعتوہ
وراہب واہل کنائس لم یخالطوا الناس اور ہم منع ہین اندہے اور لنگڑے اور دائم المرض خستہ حال اور بیہوش اور درویش نصرانی تارک الدنیا اور بتخانے
عبادتخانہ والے لوگ جو آدمیوں سے نہیں ملتے ان سب کے قتل کرنے سے ہم اسواسطے کہ اہل اسلام کو ان سے کچھ ضرر نہیں اور یہ حال ہے ہندوستان کے اون جوگیوں کا جو
گوشہ گیر اور گروہ نشین ہیں الا ان یکون احدہم ملکا او مقاتلا او ذا رأی او مال فی الحرب مگر جب یہ اشخاص کوئی بادشاہ یا لڑنے والا ہو یا لڑائی مین

صاحب تدبیر یا صاحب مال ہو تو قتل کیا جائیگا یعنی عورت یا صغیر یا مجنون یا پیر فرتوت یا اندہا یا لنگڑا یا طویل المرض یا بیہوش یا راہب یا اہل کنیسہ بادشاہ ہوگا تو قتل کیا جاوےگا
اور اگر انمین سے کوئی قتال کرتا ہوگا تو مارا جاویگا لیکن صغیر اور مجنون فقط قتال ہی کیوقت مارےجاوینگے نہ بعد قتال کے اور عورتین اور راہب وغیرہ بعد قتال کے گرفتار
ہونیسے بھی مقتول ہونگی اور بادشاہ عورت بہر صورت مقتول ہوگی قتال کرے یا نکرے اور اسیطرح لڑکا یا معتوہ اگر بادشاہ ہوگا تو مطلقا مقتول ہوگا اسواسطے کہ بادشاہ کی قتل مین
کفار کی کسر شوکت ہی اور پیر فرتوت صاحب تدبیر جنگ بہی مقتول ہوگا اسواسطے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے درید بن الصمۃ کو کہ لشکر ہوازان کا صاحب تدبیر تہا قتل کیا حالانکہ
اندہا تہا اور اسکی عمر ایکسو بیس برس کی تہی کذا فی فتح القدیر ولو قتل من لا یحل قتلہ ممن ذکرنا فعلیہ التوبۃ والاستغفار فقط کسائر المعاصی لان دم الکافر لا یتقوم
الا بالامان ولو یوجد ثم لا یترکونہم فی دار الحرب بل یحملونہم تکثیرا للفئ وتمامہ فی السراج وسیجئ اور اگر کسی مسلمان نے قتل کر ڈالا اسکو جسکا قتل
حلال نہین منجملہ اشخاص مذکورین کے تو اوسپر فقط توبہ اور استغفار لازم ہو جیسا کہ اور سب معاصی پر توبہ لازم ہی اسواسطے کہ کافر کا خون متقوم اور محفوظ نہین مگر امان دینے سے
اور حالانکہ وہ یہان موجود نہین لہذا دیت وغیرہ قاتل پر نہین ہیپر دریافت کرنا چاہیے کہ جنکا قتل جائز نہین انکو اہل اسلام بعد فتح کے دار الحرب مین نہ چہوڑ آوین بلکہ انکو
دار الاسلام مین اوٹہالاوین غنیمت کیے بہانے کے واسطے اور پوراسیان اسکا سراج وہاج مین ہی اور آگے آویگا مع سراج وہاج کی پوری تقریر یہ ہے کہ جنکا قتل جائز نہین اگر اہل اسلام کو
قدرت ہو تو انکو دار الاسلام مین گرفتار کر لاوین اور دار الحرب مین انکو نہ چہوڑین اسواسطے کہ جب یہ تین وہان رہین تو اون سے اہل حرب کی اولاد ہوگی اور یہی حال ہی اطفال کا
کہ اونکے بڑے ہونے سے کفار کو قوت ہوگی اور انکی لانیمین مسلمین کو فائدہ ہے اور اسیطرح معتوہ اور اندہی اور لنگڑا اور مفلوج اور مقطوع الید والرجل دار الحرب مین نچہوڑے جاوین کہ
اون سے اولاد ہوگی اور کفار کا گروہ زیادہ ہوگا اور پیر فرتوت جو قتال پر قادر نہین اور تدبیر بہی نہین کرسکتا اور نہ اوس سے نسل ہونی ممکن ہی تو اسکو چاہین لاوین اور چاہین
وہین چہوڑ آوین کہ کفار کا اسمین کچہہ فائدہ نہین اور یہی حکم ہی بہوسن بڑہیا کا کذا فی المنح ملخصا **فرعان** دوسرے ملحق شارح کے الاول لا بأس بحمل راس المشرک لو فیہ
غیظہم او فراغ قلبنا وقد حمل ابن مسعود راس ابی جہل والقاہا بین یدیہ علیہ الصلوۃ والسلام فقال صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر
ہذا فرعونی وفرعون امتی کان شرہ علی وعلی امتی اعظم من شر فرعون علی موسی وامتہ ظہیریۃ پہلا مسئلہ یہ ہی کہ کچہہ ڈر نہین مشرک کے سر اوٹہانی مین
یعنی برچہی وغیرہ پر اگر اسمین کفار کو رنج اور غصہ آوے یا غازیونکی اسمین تسکین دل ہو اور البتہ عبد اللہ بن مسعود نے ابوجہل کا سر اوٹہایا تہا اور اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
سامنے ڈالدیا تہا تو حضرت نے فرمایا کہ اللہ اکبر یہ میرا فرعون اور میری امت کا فرعون ہے اسکا شر مجہپر اور میری امت پر عظیم تر تہا موسی اور انکی امت پر فرعون کے شر سے کذا
فی الظہیریۃ اسواسطے کہ فرعون نے حضرت موسی علیہ السلام کو پرورش کیا تہا اور ڈوبنے کیوقت ایمان کا اقرار کیا تہا بخلاف ابوجہل ملعون کے کہ ابتدا سے انتہا تک سرور عالم اور امت
کی ایذا رسانی سے باز نہین رہا اور مرتے دم تک کفر پر مصر رہا الثانی لا بأس بنبش قبورہم طلبا للمال تاتارخانیہ وعبارۃ الخانیۃ قبور الکفرۃ نقضت
الذمی دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کچہہ مضائقہ نہین انکی یعنی اہل حرب کی قبرین کہودنے مین مال نکالنے کے واسطے اور خانیہ کی عبارت یہ ہے کہ کفار کی قبور کہودنے مین کچہہ مضائقہ
نہین تو یہ عبارت ذمی کو بہی عام ہی بخلاف اول عبارت کے ولا یحل للفرع ان یبدأ اصلہ المشرک بقتل کما لا یبتدی قریبہ الباغی اور حلال نہین
بیٹے کو کہ اپنی مشرک جڑ کی قتل مین ابتدا کرے چنانچہ حلال نہین اپنے قرابتدار باغی کا قتل کرنا خواہ اصل ہو یا نہو ہم اصول عام ہین باپ کی طرف سے ہون یا ماں کی طرف سے
ذکور ہون یا اناث اصل کی قید سے فرع نکل گئی تو باپکو مشرک بیٹے کا قتل جائز ہی جنگ مین اور اسیطرح چچا اور ماموں اور بہائی مشرک کا قتل درست ہے کذا فی المنح و
یمتنع الفرع عن قتلہ بان یشغلہ لاجل ان یقتلہ غیرہ فان تعذر قتلہ اور باز رہے فرع اصل کے قتل سے اسطرح کہ اسکو چہوڑ نہ دے بلکہ مشغول رکہے تا
کوئی غیر شخص اسکو قتل کر ڈالے اور اگر غیر شخص وہان مفقود ہو تو خود اسکو قتل کرے کذا فی النہر ولو قتلہ فہدر لعدم العاصم اور اگر فرع نے اصل کے قتل مین
ابتدا کی تو اسکا خون باطل ہے بسبب عدم عاصم کے یعنی ایمان یا امان نہین جو خون کو بچاوے ولو قصد الاصل قتلہ ولا یمکن دفعہ الا بقتلہ قتلہ لجواز
الدفع مطلقا اور اگر مشرک والدین نے مسلم اولاد کے قتل کا ارادہ کیا اور اسکا دفع کرنا بدون اسکے قتل کے ممکن نہین تو اب انکو قتل کرے اسواسطے کہ اپنا بچانا
اور انکار رکنا درست ہے خواہ والدین مشرک ہون یا مسلم کیونکہ اپنا بچانا فرض ہے اور یہان کوئی صورت بچانیکی نہین سواے قتل کے لہذا اسوقت قتل والدین جائز ہی
کذا فی الحطاوی وجوز الصلح علی ترک الجہاد معہم بمال منہم او منا لو خیرا للاسلام تعالی وان جنحوا للسلم فاجنح لہا اور ترک جہاد پر صلح کرنا

کافروں سے وہ نقد مال یا اپنا مال لیکر جائز ہے اگر اسمیں مصلحت اور بھلائی ہو اہل اسلام کیواسطے بدلیل قول اللہ تعالے کے کہ اگر کفار صلح کیطرف جھکیں تو تو بھی اودہر جھک
اور یہہ آیت مطلق ہے لیکن بالاجماع صلح بقید مصلحت مقید ہے تو اگر مسلمین مصلحت نہو تو بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الفتح و ننبذ ای نخبرہم بنقض الصلح عند رؤیۃ
عن الغدر المحرم لو خیرا لفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام باھل مکۃ اور ہم صلح کو پہینکدیں یعنی صلح توڑنیکا اعلام اور اطلاع کردیں کافروں کو حرام عہد شکنی سے بچنے
کیواسطے اگر صلح توڑنا اہل اسلام کیواسطے بہتر ہو بدلیل فعل حضرت علیہ الصلوۃ والسلام اہل مکہ سے اور اعلام نقض صلح ثبوت ضرور ہے جب ہنوز صلح کی مدت باقی ہو اور اگر
مدت گذر گئی تو صلح خود باطل ہو گئی اعلام کی کچہہ حاجت نہیں اور اگر مال لیکر صلح کی ہو اور ہنوز مدت باقی ہو تو اوسکے حساب سے مال پہیر دینا چاہیے اور اگر بسبب صلح کے بعضی
کافر دار الاسلام میں آگئے ہوں یا بسبب اطمینان صلح کے دار الحرب کے حصون اور قلاع کو توڑ ڈالا ہو تا وقتیکہ کفار اپنے ملک میں نہ پہنچ لیں یا اپنی مکانات قلعوں
کو بنا نہ لیں جبتک اون سے لڑنا جائز نہیں کہ عہد شکنی ہے اور یہہ جو اہل مکہ کا نقض صلح شارح نے ذکر کیا باتباع صاحب ہدایہ سو بیموقع ہے بلکہ لائق تہا کہ قول اللہ تعالی
یعنی در صورت خیانت کفار اوس سے استدلال کرتا اسواسطے کہ فتح القدیر میں مذکور ہے کہ جمیع کتب سیر اور مغازی میں مصرح ہے کہ نقض صلح کا اعلام آنحضرت
علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف سے نہیں ہوا بلکہ اہل مکہ نے قبل گذرنے مدت صلح کے عہد شکنی کی تو ناگہان لشکر اسلام نے مکہ فتح کرلیا کذا فی الطحطاوی و نقاتلہم بلا نبذ
مع خیانۃ ملکہم ولو تقاتل ذی منعۃ باذنہ ولو بلا اذنہ انتقض حقہم فقط اور ہم لڑیں کافروں سے بلا اعلام نقض صلح کے ساتھ ظاہر ہونے
انکے بادشاہ کی خیانت کے اگر خیانت صاحب قوت کے قتال سے ہو گئی ہو باجازت بادشاہ اور اگر اوسکے بدون اذن کے بعضے کافروں نے قتال کیا ہو تو فقط اونہیں
لوگوں کے حق میں صلح ٹوٹیگی یعنی وہ مارے جاوینگے اور گرفتار ہو کر لونڈی غلام ہونگے اور اگر یہ قاتلین صاحب قوت اور شوکت نہونگے تو کسیکے حق میں نقض صلح نہیں
کذا فی الفتح و نصالح المرتدین اذا غلبوا علی بلدۃ وصارت دارہم دار حرب لو خیرا بلا مال اور ہم اہل اسلام صلح کریں مرتدوں سے بلا اخذ مال جب وہ
غالب ہو جاویں کسی شہر پر اور اوس کا مکان دار الحرب ہو جاوے اگر اون سے صلح کرنا بہتر ہو اور یہی حکم ہے مشرکین عرب کا اور باغی ذمہ کا جب وہ نقض عہد کریں
کذا فی الکفایۃ [illegible] لان فیہ تقریرہم علی الردۃ وذلک لا یجوز فقط اور اگر غالب نہوئے ہوں کسی شہر پر تو ہم صلح نکرینگے اسواسطے
کہ صلح کرنیمیں مرتدونکا ارتداد پر قائم رکہنا ہے اور یہہ جائز نہیں کذا فی الفتح فان اخذ المال منہم لا یرد لانہ غیر معصوم بخلاف اخذہ من بغاۃ
فانہ یرد بعد وضع الحرب کذا قالہ فتح اور اگر صلح میں مرتدوں سے مال لیا تو اوسکا پہیر دینا نچاہیے اسواسطے کہ وہ معصوم نہیں بخلاف باغیوں سے مال لینے کے
کہ وہ پہیر دیا جاویگا بعد لڑائی ہو چکنے کے اسواسطے کہ انکا مال معصوم ہے کذا فی الفتح والمضمرات فی الزیلعی وحرم ان نبیع منہم ما فیہ تقویتہم علی الحرب کخیل
و حدید و خیل لو بعد صلح اور ہم نہ بیچیں اور زیلعی میں ہے کہ حرام ہے ہمکو کافروں کے ہاتھ وہ چیز بیچنا جسمیں اونکو قوت حاصل ہو لڑائی پر چنانچہ لوہا اور غلام اور گہوڑے ولا نحملہ
الیہم ولو بعد صلح لانہ علیہ الصلوۃ والسلام نہی عن ذلک وامر بالمیرۃ وہی الطعام والقماش فیجوز استحسانا اور اونکی تقویت کی
چیز کو ہم لادکر نہ لیجاویں بطریق تجارت کے اہل حرب کے طرف اگرچہ بعد صلح کے ہو اسواسطے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس سے یعنی سلاح کی بیع سے منع فرمایا کذا فی البیہقی عن
عن عمران بن حصین اور حکم دیا میرہ کا یعنی طعام اور قماش کے بیچنے کا تو یہہ جائز ہے بطریق استحسان کے ثمامہ بن اثال مسلمان ہوا اہل مکہ نے اس سے کہا کہ تو بیدین ہو گیا
اوس نے کہا کہ میں بیدین نہیں ہوا میں اسلام لایا ہوں اور محمد کی میں نے تصدیق کی ہے اب تمکو ایک دانہ گیہوں کا ملک یمامہ سے نہ پہونچیگا بدون حکم آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام
کے پہر کفار مکہ پر نہایت تنگی ہوئی انا جکی حضرت کی خدمت میں التجا کی حضرت نے ثمامہ کو لکہا کہ اناج وہاں جایا کرے کذا فی الفتح عن البیہقی ولا یقتل من امنہ حر او حرۃ
ولو فاسقا او اعمی او زمنا او صبیا او عبدا اذن لہما فی القتال اور نہ قتل کیا جاوے وہ کافر حربی جسکو کسی مسلمان آزاد مرد یا عورت نے امان دی اگرچہ امان دینیوالا
فاسق یا اندہا یا نہایت بڈہا یا وہ لڑکا یا غلام ہو جن دونوں کو لڑنے کی اجازت ہوئی ہو ابو داؤد میں مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ المسلمون
تتکافؤ دماؤہم ویسعی بذمتہم ادناہم یعنی مسلمانونکی خون برابر ہیں اور سعی کرتا ہے انکی ذمہ داری سے ادنے انکا یعنی اقل یعنی ایک مسلمان کذا فی الفتح امان یعنی پناہ عبارت ہے
ازالۂ خوف سے خواہ ایک کافر کو امان ہو یا اہل شہر یا اہل قلعہ کو اور حکم امان ثبوت امن ہے کافر کیواسطے قتل سے اور گرفتاری سے اور اوسکا مال لوٹنے سے لیکن اگر اوسکے پاس
مسلم یا ذمی قید ہو گا تو چہڑا لیا جاویگا کذا فی التاتارخانیہ اور صفت امان یہہ ہے کہ وہ عقد غیر لازم ہے اگر اوسکے توڑنے میں مصلحت ہو تو توڑنا جائز ہے کذا فی الملتقی

بای لغة کان الامان وان کانوا لا یعرفونہا بعد معرفة المسلمین ذلک بشرط سماعہم ذلک من المسلمین فلا امان لو کان بالبعد ہم امان صحیح ہے
کسی بولی میں ہو اگرچہ کفار اسکو نہ پہچانتے ہوں بعد دریافت کرنے مسلمانوں کے اس امان کو بشرطیکہ سنا کفار نے امانکو مسلمانوں سے تو امان نہیں اگر کفار دور ہوں
ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر کافروں نے مسلمانوں کی امان دینے کی آواز نہیں سنی تو امان نہیں انکا قتل اور گرفتاری جائز ہے اور اگر مسلمانوں نے ایسے مکان سے پکارا کہ کافر
سن سکیں لیکن ظن غالب معلوم ہوا کہ انہوں نے سونیکے سبب سے یا اپنی جنگ کی جہت سے نہیں سنا تو یہ امان ہے اور سب کی سماعت شرط نہیں بلکہ اکثر کی سماعت سب کے حق میں کافی ہے ویصح
بالصریح کامنتم ولا باس علیکم اور امان صحیح ہے صریح لفظ سے جیسے یوں کہے کہ میں نے امان دی یا تم پر کچھ خوف اور تنگی نہیں اور اسیطرح تم نہ ڈرو یا میں نے تم سے
صلح کی یا آؤ بات سنو یا تم پر خدا کا عہد ہے یا خدا کا ذمہ ہے کذا فی شرح المنح وبالکنایة کتعال اذا ظنہ امانا اور امان صحیح ہے کنایہ سے چنانچہ یوں کہنا کہ آ جبکہ کافر اسکو
امان گمان کرے ہم عالمگیری میں ہے جب مسلمان نے کافر سے کہا آ تا میں تجھکو قتل کروں سو کافر نے پہلا سنا اور اسکو سمجھا اور آخر کلام یعنی قتل کرنا نہ سنا یا سنا لیکن اسکو نہ سمجھا
تو یہ امان ہے اور اگر آخر کلام بھی سنا اور سمجھا تو امان نہیں اور اسکے مانند ہے یوں کہنا کہ اگر تجھکو لڑنے کا ارادہ ہے یا آ اگر تو مرد ہے یا آ تا دیکھے کہ میں تیرے ساتھ کیا
کرتا ہوں تو امان نہیں ہے یہی تفصیل مذکور ہے وبالاشارة بالاصبع الی السماء اور امان صحیح ہے آسمان کیطرف انگلی کے اشارہ کرنے سے ہم اشارہ آسمانی کا مطلب یہ ہے
کہ میں نے تجھکو آسمان کے معبود کا ذمہ دیا کذا فی المنح خواہ یہ طریقہ امان مسلمین اور کفار میں مروج ہو یا نہو کذا فی العالمگیریة ولو نادی المشرک بالامان صح لو ممتنعا اور اگر مشرک
نے امان پکاری تو صحیح ہے اگر وہ ممتنع ہو خواہ مسلمین نے اجابت کی ہو یا سکوت کیا ہو اور اگر مشرک ایسی مقام میں ہو کہ وہ ممتنع نہیں اور حالانکہ وہ اپنی تلوار یا برچھی پھراتا
ہوئے ہے تو وہ مال غنیمت ہے کذا فی الطحاوی عن البحر وصح طلبہ لذراریہ لا لاہلہ اور صحیح ہے امان مانگنا کافر کا اپنی اولاد کیواسطے نہ اپنے اہل کے واسطے ہم جلبی
کہا شارح یہاں چوک گیا بحر الرائق کی عبارت بے تامل کر کے وہ عبارت یہ ہے لو طلب الامان لاہلہ لا یکون ہو آمنا بخلاف ما اذا طلبہ لذراریہ فانہ یدخل تحت الامان یعنی اگر
کافر نے اپنے اہل کیواسطے امان مانگی تو اسکو خود امان نہوگی بخلاف اسکے جب اپنی اولاد کیواسطے امان مانگی تو وہ بھی امان میں داخل ہوگا تو یہ عبارت اس امر میں صریح ہے
کہ امان کا طلب کرنا اپنے اہل اور اپنی اولاد سب کے واسطے صحیح ہے مگر پہلی صورت میں طالب امان میں داخل نہیں اور دوسری صورت میں داخل ہے بخلاف شارح کی عبارت کے انتہی الوقع
شارح علامہ نے بنا بر تسبیر کے غلط فہمی ہوگئی کہ کتب معتمدہ اسکے مخالف ناطق ہیں چنانچہ نہر الفائق کی یہ عبارت ہے لو طلب الامان لاہلہ لا یکون آمنا بخلاف ذراریہ انتہی
واللہ اعلم وعلمہ احکم ویدخل فی الاولاد اولاد الابناء لا اولاد البنات اور داخل ہے اولاد کی امان میں بیٹوں کی اولاد یعنی پوتے نہ بیٹیوں کی اولاد یعنی نواسے
ولو غار علیہم عسکر آخر ثم بعد القسمة علموا بالامان فعلی القاتل الدیة وعلی الواطی المہر والولد حر مسلم مع الابیہ وترد النساء والاموال الی
اہلہا یعنی بعد ثلث حیض اور اگر لشکر اسلام نے کسی شہر کے کفار کو امان دی پھر دوسرے لشکر نے اونپر غارتگری کی اور غنیمت بٹ جانیکے بعد انکو امان دینے کا حال
معلوم ہوا تو جس نے قتل کیا اسپر خون بہا ہے اور جس نے انکی عورتوں سے صحبت کی اسپر مہر لازم ہے اور جو اولاد پیدا ہوئی وہ مسلم ہے اپنے باپ کی تبعیت سے اور عورتیں اور مال
ان لوگوں کے پھیر دئے جاوینگے یعنی عورتیں تین حیض کی مدت تک ... پاس رکھی جاوینگی پھر بعد منقضی ہونے تین حیض کے پھیر دیجاوینگی کذا فی العالمگیریة وینقض الامام الامان لو بقاؤہ شرا
ومباشرہ بلا مصلحة یؤدب اور توڑ دیوے امام امان کو اگر اسکا باقی رہنا برا ہو اہل اسلام کے حق میں خواہ آپ امان دی ہو یا کسی مسلم نے اور بلا مصلحت امان دینے والا
تعزیر دیا جاوے ہم اور نقض امان میں بھی آگاہ کر دینا کفار کو ضرور ہے کذا فی النہایة وبطل امان ذمی الا اذا امرہ مسلم شمنی اور ذمی کا امان دینا باطل ہے مگر جب کہ
مسلمان نے اسکو امان دینے کا امر کیا ہو تو صحیح ہے کذا فی الشمنی ہم زیلعی اور بحر اور نہر اور عالمگیری میں ہے کہ امیر لشکر جب امر کرے ذمی کو تب امان صحیح ہے تو فلان شمنی کا قید مسلم امیر سے
تو ظاہرا بغیر امیر کا امر کافی نہیں واسیر وتاجر وصبی وعبد محجورین عن القتال وصح امان عبد وفی الخانیة خدمة المسلم مولاہ الحربی امانا
لہ اور باطل ہے امان دینا اسیر اور سوداگر اور ایسے صغیر اور غلام کا جنکو قتال کی اجازت نہیں اور صحیح جانا ہے محمد بن حسن نے غلام کا امان دینا اور خانیہ میں ہے کہ خدمت کرنا
مسلم کا اپنے حربی مولی کی امان ہے اسکے واسطے ومجنون وشخص اسلم ثمہ ولو ہاجر الینا لانہم لا یملکون القتال اور مجنون اور اس شخص کی امان باطل ہے جو دار الحرب
میں مسلمان ہوا اور اسنے ہماری طرف ہجرت نہیں کی اسواسطے کہ اشخاص مذکورین قتال کے مالک نہیں ہم امان مخصوص ہے قوت کے محل میں تو جو شخص قتال نہیں کر سکتا اسکی امان بے موقع ہے
ذمی کو اہل اسلام پر ولایت نہیں جو اسکی امان صحیح ہو اور مسلم اسیر اور مسلم تاجر جو دار الحرب میں ہیں ... اور جو شخص وہاں اسلام لایا وہ خود کفار کی امان میں ہے تو اسکا امان بے معنی ہے

کذا فی المنح عن السراج **باب المغنم وقسمته** یہہ باب ہے غنیمت اور اوسکے بانٹنے کے احکام مین قاموس مین ہے کہ مغنم اور غنیم اور غنیمت اور غنم ایکہی عبارت ہی فی سے اور غنم بالضم اور غنم بالفتح اور غنم بفتحتین اور غنیمت عبارت ہی جو چیز کہ پانیسے بدون محنت کے کذا فی المنح فی المغرب الغنیمة ما نیل من الکفار عنوة و الحرب قائمة فیخمس وباقیها للغانمین والفیء ما نیل منهم بعد کخراج وهو لکافة المسلمین مغرب مین ہے کہ غنیمت وہ مال ہی جو کفار سے حاصل ہو غلبہ اور قہر سے اور لڑائی ہنوز موجود ہی تو اوسمین سے خمس یعنی پانچوان حصہ نکالا جاویگا اور باقی حق غازیون کا ہی اور فیء وہ مال ہے جو کفار سے حاصل ہوا بعد لڑائی ہوچکنے اور دار الاسلام ہوجانیکے جیسے زمین کا خراج اور وہ سب مسلمانون کا حق ہی نہ فقط غازیون کا کذا فی المنح اور فتاوی عالمگیریہ مین ہے کہ غنیمت اوسکا نام ہی جو کافرون سے حاصل ہو غازیون کی قوت اور کفار کے مقہور اور مغلوب ہونیسے اور فیء وہ ہی جو کفار سے بدون قتال کے حاصل ہو جیسے خراج زمین کا اور جزیہ غنیمت مین خمس ہی فیء مین اور جو کفار سے بطریق تحفہ یا سرقہ یا سیہ یا لے بھاگنے سے حاصل ہو وہ غنیمت نہین وہ فقط آخذ کی ملک ہی اذا فتح الامام بلدة صلحا جری علی موجبه وکذا من بعده من الامراء واراضیها تبقی مملوکة لهم جب امام کسی شہر کو فتح کرے بطریق صلح کے نہ لڑائی سے تو بموجب صلح کے عمل کیا کرے اور اسیطرح اوسکے بعد حاکم وہی معمول جاری رکھین اور زمین اونکی کفار کی ملک مین باقی رہیگی ہم قہستانی تہا کہ صلح کا اعتبار خراجی یا عشری ہونے پر ہی تو اگر وہان کا پانی خراجی ہے تو خراج پر امام صلح کرے اور اگر عشری ہی تو عشر پر صلح کرے اور اس صلح کا تغیر جائز نہین کہ بجای نقض عہد ہے کذا فی الطحطاوی ولو فتحها عنوة بالقهر ہی قهرا قسمها بین الجیش ان شاء او اقر اهلها علیها بجزیة علی رؤسهم وخراج علی اراضیهم اور اگر امام نے بطور قہر اور غلبہ شہر کو فتح کیا تو اوسکو اختیار ہے کہ درمیان غازیون کو بانٹ دے اگر وہ چاہے اور وہان کے لوگون کو برقرار رکھے اونکی ذاتون پر جزیہ باندہکر اور اونکی زمینون پر خراج یعنی محصول مقرر کرکے ہم اگر امام نے اراضی کو غازیون مین تقسیم کیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر مین کیا تو زمین غازیون کی مملوک ہوجاویگی اور اوسپر عشر معین ہوگا نہ خراج اور اگر بعد فتح کے وہان کے کفار کو برقرار رکہا بطور احسان کے چنانچہ امیر المومنین عمر فاروق نے ملک عراق مین کیا کہ اونکے گہر اور اونکی زمین کو اونہین کے تصرف مین رکہا جزیہ اور خراج لیکر اور غازیون مین تقسیم نہین کی تو کفار حر اصلی ویسے ہی ہون گے اور زمین کے وہی مالک ہونگے کذا فی المنح اور کفار پر اونکی رقاب [illegible] اور فقط احسان کرنا بدون مال منقول کے کروہ ہی بلکہ اتنا مال دینا چاہیے کہ خود کہا وین اور کہیتی کرین یہانتک کہ غلہ پیدا ہو اور کافرونکو چھوڑنا بدون زمین اور مال کے یا فقط مال منقول دینا جائز نہین کہ اہل اسلام سے پھر لڑنے کو تیار ہونگے امام مالک نے موطا مین اسلم سے روایت کی کہ مین نے عمر فاروق سے سنا فرماتے تھے کہ اگر پچھلے مسلمانون کی محتاجی کا خیال نہوتا تو جس گانو کو مسلمان فتح کرتے تو مین اونہین کے درمیان تقسیم کر دیتا حصہ حصہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو حصہ حصہ تقسیم کردیا اس روایت سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سب خیبر کو تقسیم کیا حالانکہ ابو داؤد مین بروایت صحیح ثابت ہے کہ خیبر کو نصفین تقسیم کیا نصف اپنی حاجات مین اور نصف مسلمین کے درمیان مسلمین مین اٹھارہ سہم پر تقسیم فرمائی یعنی ہر سہم مین سو مردون کے حصے شامل کیے کذا فی الفتح ملخصا والاول اولی عند حاجة الغانمین اور اول یعنے لشکر مین بانٹ دینا بہتر ہی غازیون کی حاجتمندی کیوقت او اخرجهم منها وانزل بها قوما غیرهم ووضع علیهم الخراج والجزیة لو کانوا کفارا فلو مسلمین وضع علیها العشر لا غیر یا کافرونکو دار الحرب سے نکالدے اور وہان اور قوم کو بساوے اور اونپر خراج اور جزیہ مقرر کرے اگر وہ قوم کافر ہو اور اگر وہ مسلمان ہون تو اونپر عشر مقرر کرے نہ کچھ اور فتاوی عالمگیریہ مین ہے کہ اگر مسلمان کو وہان لا کر بساوے اونپر عشر مقرر کرے یا خراج طحطاوی نے کہا عشر ہی مقرر کرنا الیق بقواعد فقہ ہی واللہ تعالی اعلم وقتل الاساری ان شاء ان لم یسلموا او استرقهم او ترکهم احرارا ذمة لنا الا مشرکی العرب والمرتدین کما سیجیء اور قتل کرے قیدیونکو اگر امام چاہے بشرطیکہ مسلمان نہوگئے ہون یا اونکو لونڈی غلام بنا دے یا اونکو آزاد ذمی بناکر چھوڑ دے سوا مشرکین عرب اور مرتدین کے کہ اونکا ذمی ہونا جائز نہین چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم قوله ذمة لنا ای حقا واجبا لنا علیهم من الجزیة والخراج یعنی اہل ذمہ پر ہمارا حق واجب ہے از قسم جزیہ اور خراج کے اسواسطے کہ ذمہ بمعنی حق اور امان اور عہد ہے اور اہل ذمہ کو اہل ذمہ کہا ہو اسطے کہ وہ مسلمین کے عہد اور امان مین داخل ہین ولا یجوز منهم ای اطلاقهم مجانا ولو بعد اسلامهم ابن کمال لتعلق حق الغانمین وجوزه الشافعی لقوله تعالی فاما منا بعد واما فداء قلنا نسخ بقوله تعالی اقتلوا المشرکین حیث وجدتموهم نسخ مجمع اور حرام ہی کافرون پر احسان کرنا یعنی اونکو مفت چھوڑ دینا اگرچہ بعد گرفتاری اور اونکے مسلمان ہونیکے اونکو چھوڑ دے کذا ذکر ابن کمال بسبب متعلق ہو جانے غازیون کے حق کے یعنی بعد فتح کے غازی کافرون کے مالک ہوگئے تو اب مفت چھوڑنا اونکی حق تلفی ہی اور امام شافعی نے اونکا مفت چھوڑنا جائز رکہا ہی بدلیل اس آیت کے کہ اما منا بعد واما فداء یعنی لڑائی کے بعد یا احسان کردیا فدیہ لو یعنی کچھ مال لیکر

چھوڑ دیا ہم اسکا جواب یہ ہی کہ آیت مذکورہ منسوخ ہی اس آیت سی کہ فاقتلوا المشرکین یعنی مشرکون کو قتل کرو جہان انکو پاؤ کذا فی شرح المجمع دلیل نسخ یہ ہی کہ من اور فداء سورہ محمد
مین مذکور ہی اور یہ سورہ مکہ مین نازل ہوئی ہی اور آیت سیف یعنی اقتلوا المشرکین سورہ براءۃ مین نازل ہوئی اور یہ پچھلی سورۃ ہی جو مدینہ مین نازل ہوئی اور جنگ بدر
مین جو فدیہ لیکر کافرونکو چھوڑا تہا اوسپر عتاب ہوا تہا اگر کوئی کہی کہ ظاہر آیت سیف سے فقط قتل ثابت ہوتا ہی تو چاہیی کہ استرقاق اور ذمی کرنا بہی جائز نہو اسکا جواب یہ ہی
کہ استرقاق وغیرہ مین نص بلا نسخ موجود ہی بخلاف من اور فداء کے واللہ اعلم وحرم فداؤہم بعد تمام الحرب اما قبلہ فیجوز بالمال لا بالاسیر المسلم درر
وعند محمد لا یجوز وہو اظہر الروایتین عن الامام شمنی اور حرام ہی فدیہ لینا اونسے بعد تمام ہونے لڑائی کے اور قبل تمامی جنگ مال کا فدیہ لینا جائز ہی نہ
قیدی مسلمان کا فدیہ کذا فی الدرر وشرح الوقایۃ یعنی اگر مسلمان کافر کے پاس گرفتار ہو تو کافر کو چھوڑنا اوس مسلمان کے عوض قبل از جنگ بہی امام کے نزدیک درست نہین اور صاحبین نے
کہا کہ جائز ہی اور وہ یعنی جواز فداء اسیر مسلم ظاہر تر ہے امام کی دو روایتون سی کذا ذکرہ الشمنی یعنی امام سے جواز اور عدم جواز دونون مروی ہی لیکن جواز ظاہر الروایۃ
ہی اور صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا مذہب ہی اسواسطے کہ تخلیص مسلم کی بہتر ہے کافر کے قتل سے واتفقوا انہ لا یفادی بنساء وصبیان وخیل وسلاح
الا لضرورۃ ولا باسیر اسلم بمسلم الا اذا امن علی اسلامہ اور امام اور صاحبین اسپر متفق ہین کہ عورتون اور لڑکون اور گھوڑون اور ہتہیار کے عوض فدیہ
نہ لیا جائے مگر بضرورت کے وقت اور نہ اوس قیدی کے عوض جو مسلمان ہوگیا ہی مسلم اسیر لیا جاوے مگر اسوقت جائز ہی جب کہ اسیر مسلم کے کافر ہوجانیکا خوف نہو ہم لڑکون کا فدیہ
اسواسطے جائز نہوا کہ وہ بالغ ہو کر مسلمانون سے لڑینگے اور عورتون سی نسل پیدا ہوگی وعلی ہذا القیاس گہوڑی اور ہتہیار لڑائی کے عدہ سامان ہین طحطاوی نے
کہا شاید کہ منع محمول ہے دراہم اور دینار کے لینے پر والا کافر بالغ کے عوض مسلمان کا لینا بقول صاحبین جب جائز ہی تو لڑکون مین کیونکر منع ہوگا واللہ اعلم وحرم
ردہم الی دارہم وہو ثابت فی نسخ الشرح تبعا للدرر دون المتن تبعا لابن کمال للعلم بہ من منع المن بالاولی اور حرام ہی پہیر بہیجنا کافرونکا دار الحرب
مین شارح کہتا ہی کہ یہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخون مین ثابت ہی موافق درر کے نہ متن کے نسخون مین موافق ابن کمال کے اسواسطے کہ دار الحرب کا پہیرنا تو منع احسان سی بطریق
اولی معلوم ہی ہم بر جندی نے کہا کہ پہیرنا یا بعوض ہے تو وہ فدا مین داخل ہے یا بغیر عوض ہے تو وہ من مین داخل ہے اور وجہ اولویت کی یہ ہی کہ من عبارت ہی کافر کے
چہوڑ دینے سے بلا اخذ کے پہر جب یہ حرام ہوا تو رد کرنا بطریق اولی حرام ہوگا اسواسطے کہ اسمین من ہی زیادتی کے ساتھ یعنی دار الحرب میں پہنچا دینا وحرم عقر
دابۃ شق نقلہا الی دارنا فتذبح وتحرق بعدہ اذ لا یعذب بالنار الا ربہا اور حرام ہی کونچین کاٹنا اوس جانور کا جسکا دار الاسلام مین لانا شاق
ہو اوسکو ذبح کرڈالے اور ذبح کے بعد جلادے اسواسطے کہ جاندار کو اگ سے جلانا جائز نہین سوا خداوند کے کما تحرق اسلحۃ وامتعۃ تعذر نقلہا وما لا یحرق
منہا کالحدید یدفن فی موضع خفی وتکسر اوانیہم وتراق ادہانہم مغایظۃ لہم جیسی جلائی جاتے ہین اونکے ہتہیار اور اسباب جنکا نقل کرنا دار الاسلام
کے طرف متعذر ہو اور جو چیز نہ جل سکے اونمین سی جیسا کہ لوہی کے ہتہیار وغیرہ تو وہ گاڑدیے جاوین پوشیدہ مکان مین اور اونکے برتن توڑدیے جاوین اور اونکی
تیل ڈہلکائی جاوین اونکی رنج رسانی اور دل سوزی کیواسطے ویترک صبیان ونساء منہم شق اخراجہا بارض خربۃ حتی یموتوا جوعا وعطشا
للنہی عن قتلہم ولا وجہ لابقائہم اور اونکے لڑکے اور عورتین جنکا نکالنا دار الحرب سے شاق ہی ویران زمین مین چہوڑدی جاوین تاکہ وہ بہوک اور پیاس سے
مرجاوین بسبب منع ہونے اونکے قتل کے اور دار الحرب مین اونکے باقی رکہنے کی کوئی وجہ نہین یعنی اگر اونکو باقی رکہین تو لڑکے جوان ہوکر مسلمانون سی لڑینگے اور عورتون
سی نسل پیدا ہوگی فتح القدیر مین محقق نے کہا کہ اسطرح سی مارنا تو قتل سے بہی سخت تر ہی تو بدون ضطرار شدید کے کیونکر جائز ہوگا اضطرار یہ ہی کہ اونکو لانیکی واسطے
بار برداری نہو وجد المسلمون حیۃ او عقربا فی رحالہم ثمۃ ای فی دار الحرب ینزعون ذنب العقرب وانیاب الحیۃ قطعا للضرر عنا بلا قتل
ابقاء للنسل تتارخانیۃ مسلمانون نے سانپ یا بچہو کو اونکے مکانونمین وہان پایا یعنی دار الحرب مین تو بچہو کا ڈنک اور سانپ کے دانت نکالڈالین تا مسلمانون سے ضرر منقطع
ہو اور انکو قتل نکرین تا اونکی نسل باقی رہی کفار کے ضرر کیواسطے کذا فی التاتارخانیۃ وفیہا مات نساء مسلمات ثمۃ واہل الحرب یجامعون الاموات
یحرقن بالنار اور تاتارخانیہ مین ہے کہ مسلمان عورتین دار الحرب مین مرگئین اور اہل حرب کی عادت یہ ہو کہ مردون سے جماع کرتے ہون تو انکو اگ سی جلادین ہم طحطاوی
نے کہا ظاہر یہ حکم اسوقت ہی جب کہ انکا مخفی ہونا دفن نہو سکے اور مدت مدید دفن کو نہ گذر گئی ہو ورنہ جلانا جائز نہین ولا تقسم غنیمۃ ثمۃ الا اذا قسم عن

اجتہاداً ولحاجۃ الغزاۃ فتصح اولا لاید اعیٰ فتحل اذا لم یکن للامام حمولۃ اور تقسیم کیجای غنیمت وہان یعنی دار الحرب مین مگر جب امام نے قسمت کی جہاد اور مصلحت سے یا بسبب حاجتمندی غازیون کے تو قسمت صحیح ہوگی یا قسمت کی غازیون کے پاس امانت رکھنے کیواسطے تو حلال ہے بشرطیکہ امام کے پاس باربرداری نہو فان ابوا حمل یجبرہم باجر المثل دوایتان فاذا تعذر فلو حال لو قسمہا فرد کل علیٰ حالہ تسم بینہم والا ہو ماشئ نقلہ وسبوجہ پھر اگر غازی غنیمت لانیکو نہ مانین تو آیا اون پر امام جبر کرے اجر مثل مقرر کرکے یا نہ جبر کرے اسمین دو روایتین ہین جواز جبر ایک روایت مین اور عدم جواز دوسری روایت مین پھر در صورت عدم جبر امانت رکھنی کیواسطے قسمت کرنا متعذر ہو تو اگر یہہ حال ہو کہ اگر بانٹ دی تو ہر شخص اپنے بوجہ کے اوٹھالانے پر قادر ہو تو غنیمت کو غازیون مین بانٹ دے اور اگر قادر نہو تو بہتر دو صورت ہی جسکا نقل کرنا شاق ہے اور اوسکا حکم اول مذکور ہو چکا یعنی دواب کا ذبح کرنا اور جلانا اور عورتون اور لڑکون کو ویران زمین مین چھوڑ دینا ولم یبع الغنیمۃ قبلہا الا للامام ولا لغیرہ یعنی للمتولی امّا لو باع شیئا بطعام جاز جوہرۃ اور ہمارے اہل اسلام نہ بیچین غنیمت کو قبل قسمت کے نہ امام کو بیہہ جائز ہے نہ اوسکے غیر کو یعنی بیہہ قبل قسمت متولی اور اوروں کیواسطے جائز نہین لیکن اگر کسی چیز کو کہانے کے واسطے بیچا تو جائز ہے کذا فی الجوہرہ ورد البیع لو قام دفعا للفساد فان لم یکن رد ثمنہ للغنیمۃ خانیہ اور بیع کو مردود کرے اگر قبل قسمت واقع ہوئی ہو واسطے دور کرنے فساد کے اور اگر رد کرنا ممکن نہو تو اوسکی قیمت غنیمت مین داخل کرے کذا فی الخانیہ ومن لحقہم ثمہ کمقاتل لاسوقی وحربی اسلم ثمہ بلا قتال فان قاتلوا شارکوہم اور جو مددگار لشکر غازیون سے ملی دار الحرب مین جاکر تو وہ غازی کے برابر ہے استحقاق غنیمت مین نہ مرد بازاری اور حربی اور جو مرتد کہ وہان مسلمان ہوا بدون قتال کے اور اگر بازاری وغیرہ کافرون سے لڑائی کرینگے تو وہ بھی غازیون کے شریک ہونگے غنیمت مین ہم بازاری کو حصہ بدون قتال کے ہواسطے نہین کہ اوسکا وہان جانا قتال کی نیت سے نہین بحر الرائق مین کہا تو اسمین اشارہ ہی کہ اگر عورت دار الحرب مین جاوی لئے زوجکی خدمت کے واسطے یا غلام جاوی اپنے میان کی خدمت کے واسطے اور قتال نکرے تو اوسکے واسطے کچہہ نہین کذا فی الاختیار اور فتح القدیر مین ہے کہ اسیطرح گہوڑی کے سائیس کا کچہہ حصہ نہین ولا من مات ثمہ قبل قسمۃ وبیع ولو مات بعد احرازہا ثمہ اوبعدہا لاحرازہا ورثنا نورث نصیبہ لتاکد ملکہ تاتارخانیہ اور اوس غازی کا حصہ نہین جو دار الحرب مین مرگیا غنیمت قسمت یا بیع ہونے سے پہلے اور اگر وہ مرگیا قسمت یا بیع کے بعد وہان یا بعد لے آنے غنیمت کے دار الاسلام مین تو اوسکے حصے مین ارث جاری ہوگا یعنی اوسکے وارث لیجاوین گے بسبب مؤکد ہو جانے اوسکی ملکیت کے کذا فی التاتارخانیہ وفیہا ادعیٰ رجل شہود الوقعۃ وبرہن وقد قسمت لم تنقض ویعطیٰ ناو تعوض بقدر حظہ من بیت المال اور تاتارخانیہ مین ہے کہ دعویٰ کیا ایک مرد نے لڑائی مین حاضر ہونیکا اور اوسکو گواہون سے ثابت کیا اور حالانکہ غنیمت کی تقسیم ہوچکی تو قسمت شکنی نہوگی بنابر استحسان کے اور بقدر اوسکے حصے کے بیت المال سے اوسکو عوض دیا جاویگا وما فی البحر من قیاس الوقف علی الغنیمۃ ردہ فی النہر وحررناہ فی الوقف اور بحر الرائق مین جو وقف کا قیاس کو رہی غنیمت پر تو اوسکو رد کیا ہی نہر الفائق مین اور اوسکو ہمنی اسی کتاب کی کتاب الوقف مین تحریر کیا ہے ہم صاحب بحر نے کہا کہ اگر مستحق وقف مرگیا بعد غلہ پیدا ہونے اور احراز ناظر کے قبل از قسمت تو اوسکے حصے مین وراثت ہوگی جیسے غنیمت بعد الاحراز مین وراثت ہوتی ہے صاحب نہر نے کہا در اور غرر مین صاحب محیط کے فوائد سے منقول ہے کہ امام اور موذن کا حصہ وقف مین سو بدون قبضہ مرگیا تو حصہ ساقط ہوگیا اسواسطے کہ یہہ حکم صلہ عطاء ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ بحکم اجرت ہے تو اسے معلوم ہوا کہ وقف کا قیاس غنیمت پر غیر صحیح ہے انتہے ملخصاً وللغزاۃ ای للغانمین لا غیرہم الانتفاع فیہا ای فی دار الحرب بعلف وطعام وحطب وسلاح ودہن بلا قسمۃ اطلق الکل تبعا للکنز وقید فی الوقایۃ السلاح بالحاجۃ وہو الحق وقید الکل فی الظہیریۃ بعدم نہی الامام عن اکلہ فان نہی لم یبح فینبغی تقییدہ المتون بہ اور فقط غازیون کو نہ غیر کو جائز ہے منتفع ہونا اسمین یعنی دار الحرب مین جانورون کے چارے اور طعام اور لکڑی اور ہتہیار اور تیل سے بدون قسمت کے مصنف نے ان چیزون کے انتفاع کو مطلق رکہا باتباع کنز اور وقایہ مین ہتہیار سے انتفاع کو مقید بحاجت کیا اور یہی حق ہے اور سب اشیاء مذکورہ کو ظہیریہ مین مقید کیا ساتہہ نہ منع کرنیکے امام کے اوسکے کہانے سے اکل سے مراد تناول اور استعمال ہے سب چیزون کے مناسب ہو تو اگر امام اشیاء مذکورکے انتفاع سے منع کردے تو مباح نہین تو لائق ہے تقیید متون کی عدم نہی کی قید سے ہم حلبی نے بحر الرائق سے نقل کیا لائق یون ہے کہ نہی امام کو بعدم حاجت مقید کیجئے اسواسطے کہ جب غازیون کو ماکول اور تسشرب کی حاجت ہوئی تو اوسکے منع کرنے پر عمل نہوگا

وبلا بيع ولا تمول فلو باعوه وكان ثمنه فان قسمت تصدق به لو غنيا فقيرا اور غازيونكو انتفاع جائز ہی بدون بیع اور عدم تمول کے تو اگر قبل قسمت کسی چیز کو غازی
نے بیچا ہو تو اوسکی قیمت کو غنیمت میں پھیر دے پھر اگر غنیمت کی قسمت ہوگئی ہو اور اوسکے بعد بیع واقع ہوئی ہو تو اوسکی قیمت کو خیرات کر دے اگر وہ غنی ہو اور اگر محتاج
ہو تو خود کہا لے کذا فی المنح عن البحر ومن وجد ما لا يملكه اهل الحرب كصيد وعسل فهو مشترك فيتوقف بيعه على اجازة الامير فان هلك
اولا الثمن انفعه اجازة ولا اثره للغنيمة پھر ادہر جو دار الحرب میں ایسی چیز کو پائے جسکے کفار مالک نہیں چنانچہ شکار اور شہد تو وہ مشترک ہی سب غازیون میں تو
اوسکی بیع موقوف رہیگی امیر کی اجازت پر پہر اگر بلا اجازت بیع ہوئی اور مبیع ہلاک ہوگئی یا اوسکی قیمت نافع تر ہو تو امیر بیع کو جائز رکہے اور اگر مبیع قائم ہو یا قیمت انفع
ہو تو مبیع کو غنیمت میں پہیر داخل کرے یعنی بیع کو فسخ کرے کذا فی البحر وبعد الخروج منها لا الا بر ضاہم اور بعد نکلنے کے دار الحرب سے اشیاء مذکور سے فائدہ لینا
جائز نہیں مگر سب غازیون کی رضامندی سے ومن اسلم منهم قبل مشكله عصم نفسه وطفله وكل مال معه فان كانوا اخذوه اخرز نفسه
فقط اور کافرون سے جو شخص کہ مسلمان ہوگیا اپنے گرفتار ہونے سے پہلے تو اوسنے اپنی جان اور اپنی طفال صغیر اور اپنے ساتھ والے مال کو بچا لیا سو اگر غازیون نے اطفال اور مال کو
لیا ہو اور اوسکے مسلمان ہونے سے پہلے تو فقط اوسکی ذات اسلام سے محفوظ رہیگی او ودیعة معصوم او لوذمیا فلو عند حربی فقی یا وہ مال محفوظ رہیگا جسکو
امانت سونپا شخص محفوظ الدم کے پاس اگرچہ امانتدار ذمی ہو اور جو امانت دار کافر حربی ہو تو وہ مال غنیمت ہے كالو اسلم ثم خرج الينا ثم ظهرنا على الدار فما له ثمة
فی شئ سوى طفله لتبعيته چنانچہ اگر کافر دار الحرب میں مسلمان ہو پہر دار الاسلام کی طرف وہ نکل آیا پہر مسلمان غالب ہوئے دار الحرب پر تو اوسکا مال وہان غنیمت ہے
سوا اوسکے طفل صغیر کے بسبب تابع ہونیکے اسلام پدری کے لا ولده الكبير وزوجته وحملها وعقاره وعبده المقاتل وامته المقاتلة وحملها
لانه جزء الام اور جو کافر قبل گرفتاری کے دار الحرب میں مسلمان ہوا تو اوسکا بالغ بیٹا اور اوسکی زوجہ اور اوسکا حمل اور اوسکی زمین اور اوسکا لڑنیوالا غلام اور اوسکی لونڈی جو
لڑتی اور اوسکا حمل محفوظ نہ رہیگا اسواسطے کہ حمل مان کا تابع ہے ہم تو اگر اوسکا غلام یا لونڈی قتال نکرینگے تو اوسکے مال محفوظ میں داخل رہینگے حربی دخل دارنا
بغير امان فاخذه احدنا فهو وما معه فئ لكل المسلمين سواء اخذ قبل الاسلام او بعده وقالا لآخذه خاصة وفي الخمس روايتان
جو کافر حربی بدون امان کے دار الاسلام میں داخل ہوا پہر کسی مسلمان نے اوسکو گرفتار کر لیا تو وہ اور اوسکے ساتھ کا مال غنیمت ہے سب مسلمانون کے واسطے خواہ گرفتار ہوا قبل
اسلام یا بعد اسکے اور صاحبین نے کہا کہ وہ گرفتار کرنیوالے کی غنیمت ہی خاصکر اور خمس میں دو روایتین امام اور محمد کے نزدیک کذا فی المنح عن التنبیہ وفيها استاجره
لخدمة سفره فغزا بفرس المستاجر وسلاحه نسهمه بينهما الا اذا شرط فی العقد انه للمستاجر اور تنبیہ میں ہے کہ کوئی کہا ایک شخص کو اپنی سفر
کی خدمت کیواسطے سو نوکر نے جہاد کیا مستاجر کے گہوڑے اور ہتہیار سے تو اوسکا حصہ غنیمت کا دونون کے درمیان منقسم ہوگا مگر جسوقت منقسم ہوگا جبکہ عقد میں شرط ہو
کہ غنیمت کا حصہ مستاجر کے واسطے مخصوص ہے

فصل في كيفية القسمة یہہ فصل ہے کیفیت قسمت میں یعنی غنیمت غازیون کو کیونکر قسمت ہو قسمت سے مراد
نصیب شایع کو محل معین میں کر دینے ہے کذا فی المنح المعتبر فی الاستحقاق لسهم فارس وراجل وقت المجاوزة ای الانفصال من دارنا وعندنا
الشافعی وقت القتال معتبر مستحق ہونے سوار اور پیدل کے حصے میں مجاوزت کا وقت ہے یعنی دار الاسلام سے جدا ہونیکے وقت اگر سوار تہا تو سوار کا حصہ پاویگا اور
اگر پیدل تہا تو پیدل کا حصہ پاویگا اور امام شافعی کے نزدیک لڑائی کا وقت معتبر ہے بحر الرائق میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ امام کو لائق ہے کہ جب خود دار الحرب کا
ارادہ کرے تو لشکر کو ملاحظہ کرے اور سوار اور پیدل کا شمار کرے اور انکے نام لکہے سو جس کا نام سوار وہیں لکہا پہر اوسکا گہوڑا مر گیا بعد کوچ کے تو وہ سوار کے
سہم کا مستحق ہوگا اور اگر بیع کریگا تو مستحق نہوگا کذا فی المنح فلو دخل دار الحرب فارسا فنفق ای مات فرسه استحق سهمين ومن دخل راجلا
فشری فرسا استحق سهما تو اگر غازی دار الحرب میں سوار داخل ہوا پہر اوسکا گہوڑا مر گیا تو دو حصے کا مستحق ہوگا اور جو وہان پیدل گیا پہر اوسنے وہان گہوڑا
مول لیا تو ایک ہی حصے کا مستحق ہوگا باعتبار وقت انفصال کے ہم امام اعظم اور زفر کے نزدیک سوار کے دو حصے اور پیدل کا ایک حصہ اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ اور اکثر
اہل علم کے نزدیک سوار کے تین حصے اور پیدل کا ایک حصہ صاحبین وغیرہما کی دلیل وہ حدیث ہی جو صحاح ستہ میں سوای نسائی کے عبد اللہ بن عمر کی روایت سے
مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گہوڑے کے دو حصے مقرر فرمائے اور اوسکے صاحب سوار کا ایک حصہ اور امام اعظم کی طرف سے یہہ جواب ہے کہ معارض ہی

وہ حدیث ہی جو ابن ابی شیبہ کے مصنف میں ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سوار کیواسطے دو حصے مقرر فرمائے اور پیدل کے واسطے ایک حصہ علاوہ اسکے بہت احادیث سے دو سہم سوار کے ثابت ہین جنکی تفصیل فتح القدیر مین موجود ہی پھر جب سوار کے تین سہم اور دو سہم مین معارضہ ہوا تو امام اعظم نے دو سہم کو وجوب پر محمول کیا اور تین سہم کی روایت کو تنفیل یعنے انعام پر محمول کیا اسواسطے کہ جمع بین الروایات اولے ہو ابطال سے اگرچہ کوئی اقوی ہو اور کوئی قوی اور یون کہنا کہ بخاری کی حدیث اصح ہی غیر بخاری کی حدیث سے اگرچہ راوی اسکے ثقات ہون یا وہ راوی ہون جن سے بخاری نے روایت کی ہی سو دعوی بے دلیل ہے اسکو ہم نہین مانتے کذا فی الفتح ولا یسھم لغیر فرس واحد صحیح کبیر صالح للقتال فلو مریضا ان صح قبل الغنیمۃ استحقہ استحسانا الا لو مھرا فکبر منار خانیہ اور حصہ نہ دیا جاویگا سوای ایک گھوڑے کے جو تندرست جوان لڑائی کے لائق ہی تو اگر گھوڑا بیمار ہو کر تندرست ہو جاوے قبل غنیمت ملنے کے تو وہ اپنے سہم کا مستحق ہوگا بنابر استحسان کے اور اگر بچھیرا ہو اور دار الحرب کے طول جنگ اور اقامت سے جوان ہو جاوے تو گھوڑے کا حصہ نپاویگا وکان الفرق حصول الارھاب بکبیر مریض لا بالمھر اور گویا کہ فرق دونون صورتون مذکورہ مین حصول تخویف ہی جوان بیمار گھوڑے سے نہ بچھیرے سے ولو غصب فرسہ قبل دخولہ او رکبہ اخرا ونفر ودخل راجلا ثم اخذہ فلہ سھمان اور اگر غازی کا گھوڑا غصب ہو گیا یا دوسرا شخص اوسپر سوار ہو گیا یا گھوڑا بھاگ گیا اور مالک اوسکا پیدل داخل ہوا دار الحرب مین پھر اوسنے اپنے گھوڑے کو پایا تو اوسکو دو حصے ملینگے سب صورتون مین لا لو باعہ ولو بعد تمام القتال فانہ یسقط فی الاصح لانہ ظھر ان قصدہ التجارۃ فتح واقرہ المصنف لکن نقل فی الشرنبلالیۃ عن الجوھرۃ والتبیین ما یخالفہ وفی القھستانی لو باعہ فی وقت القتال فراجل علی الاصح وبعد القتال فارس بالاتفاق انتھی فتنبہ ولتحفظ ھذہ القیود خوف الخطاء فی الافتاء والقضاء دو حصے نپاویگا اگر اوسنے گھوڑے کو بیچ ڈالا اگرچہ اوسنے لڑائی ہو جانیکے بعد بیع کی ہو تو البتہ اوسکا حصہ ساقط ہو جاویگا قول اصح مین اسواسطے کہ بیع سے ظاہر ہو گیا کہ اوسکی نیت سوداگری کی تھی نہ جہاد کی کذا فی الفتح اور مصنف نے بھی اس قول کو ثابت رکھا ہی لیکن شرنبلالیہ مین جوہرہ اور تبیین سے اسکے مخالف منقول ہے اور قہستانی مین ہے کہ اگر غازی نے گھوڑا بیچا لڑائی کے وقت تو وہ پیادہ ہے بنابر قول اصح کے اور لڑائی کے بعد بیع کرنے سے وہ سوار ہے بالاتفاق انتھی تو خبر دار رہنا اور ان قیود کو یاد رکھنا چاہیے بخوف خطا کاری افتا اور قضا مین مصنف نے اپنی شرح مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر گھوڑا بیچا لڑائی کے بعد تو اوسکا حصہ ساقط نہین ہوتا بعض کے نزدیک اور اصح یہ ہے کہ ساقط ہوتا ہی اسواسطے کہ ظاہر ہو گیا کہ اوسکا قصد تجارت کا تھا انتھی ما فی المنح حلبی نے کہا کہ یہ نقل فتح القدیر سے غلط ہی فتح القدیر کی عبارت یہ ہے ولو باعہ بعد الفراغ من القتال لا یسقط سھم الفارس بالاتفاق وکذا اذا باعہ حال القتال لا یسقط عند البعض قال المصنف الاصح انہ یسقط لانہ ظھر ان قصدہ التجارۃ انتھی اور یہی مطلب تبیین اور جوہرہ اور قہستانی کا تو شارح کا استدراک کرنا اور خبر داری اور حفظ کا امر کرنا بمعنی ہے انتھی قول الحلبی طحطاوی نے کہا کہ شارح کا استدراک حق ہی کہ اوسنے اس استدراک سے اس خطا پر آگاہ کر دیا جو مصنف سے واقع ہوئی اور خبر دار اسواسطے کر دیا کہ یہ مقام پوشیدگی سے خالی نہین اور یاد رکھنے کا امر جمیع قیود کی طرف راجع ہی واللہ اعلم ولا یسھم لعبد وصبی وامرأۃ وذمی ومجنون ومعتوہ ومکاتب ورضخ لھم قبل اخراج الخمس عندنا اذا باشروا القتال او کانت المرأۃ تقوم بمصالح المرضی او تداوی الجرحی او دل الذمی علی الطریق اور غنیمت سے حصہ نہ دیا جاوے غلام اور صغیر اور عورت اور ذمی اور مجنون اور بیہوش اور مکاتب کو اور اونکو کچھہ تھوڑا سا دیا جاوے قبل نکالنے خمس کے ہمارے نزدیک جب کہ وہ لوگ لڑائی لڑین یا عورت بیمار ونکی خدمت گذاری کرے یا زخمیون کا علاج کرے یا کافر ذمی راہ بتا دے وتستفاد جواز الاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ وقد استعان علیہ الصلوۃ والسلام بالیھود علی الیھود ورضخ لھم اور دلالت ذمی سے مستفاد ہوا مدد چاہنا کافر سے حاجت کے وقت اور البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدد چاہی تھی یہود یون سے یہودیون پر اور اونکو کچھہ عطا کیا تھا ہم واقدی نے روایت کی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے ہمراہ دس یہودی لیگئے تھے اہل خیبر سے لڑنیکے واسطے اور جنگ حنین مین صفوان بن امیہ سے استعانت کی تھی اور وہ حبشرک تھا کذا فی الفتح ولا یبلغ بہ السھم الا فی الذمی اذا دل فیزاد علی السھم لانہ کالاجرۃ اور نہ پہونچاوے انکی عطا بقدر سہم یعنے غازی کے حصے کے برابر نہ دینا چاہیے مگر ذمی مین جب کہ وہ راہ بتا دے تو سہم پر زیادہ کی جاوے اسواسطے کہ عطا بعوض دلالت اجرت کے مانند ہی تو دینا چاہیے جسقدر

کہ ہو والبراذین خیل العجم والعتاق بکسر العین جمع عتیق کرام خیل العرب والھجین الذی ابوہ عربی وامہ عجمیۃ والمقرف عکسہ
قاموس سواء اور براذین جمع برذون یعنی عجمی گھوڑے اور عتاق بکسر عین جمع عتیق یعنی عمدہ گھوڑے عرب کے اور ہجین وہ گھوڑا جسکا باپ عربی ہو اور ماں اوسکی
عجمی اور مقرف اوسکے برعکس ہے یعنی جسکا باپ عجمی ہو اور ماں اوسکی عربی کذا فی القاموس یہ گھوڑے سب برابر ہیں سوار کا حصہ پانے میں ھو بعض علما کے نزدیک حصہ گھوڑے کا
فقط عربی گھوڑے میں منحصر ہے مصنف اور شارح نے اوسکا ذکر کیا کہ گھوڑوں کا تفرقہ کرنا بدلیل ہے ہو اسلئے کہ رباط مضاف ہے جنس خیل کیطرف قال اللہ تعالیٰ
ومن رباط الخیل اور خیل سب گھوڑوں کو کہتے ہیں اور ہو اسلئے کہ اگرچہ عربی گھوڑا طلب اور ہرب میں قوی تر ہے لیکن عجمی گھوڑا جفاکش اور اکثر موڑنے میں نرم تر ہے
تو ہر ایک میں جدی جدی منفعت ہے لایسھم للراحلۃ والبغل والحمار لعدم الارھاب حصہ نہ پاویگا اونٹ اور خچر اور گدھے کا بسبب عدم رعب اندازی
کے یعنی یہ جانور جہاد کے لائق نہیں اور اسمین نص بھی وارد نہیں باوجودیکہ صدر اسلام میں اونٹ اور گدھے اور خچر جہاد میں بکثرت ہوتے تھے لیکن کسیکا حصہ منقول
نہیں والخمس الباقی یقسم اثلاثا عندنا للیتیم والمسکین وابن السبیل اور غنیمت کا باقی خمس یعنے پانچواں حصہ ہمارے نزدیک تین تہائی بانٹا جاتا ہے
یتیم اور مسکین اور مسافر کو ھو یتیم وہ نابالغ ہے جسکا باپ مرگیا اور بعد بالغ ہونے کے اوسکو یتیم نہیں کہتے وجاز صرفہ لصنف واحد فقط اور جائز ہے صرف کرنا
خمس کا ایک ہی قسم میں کذا فی الفتح ھو تو اقسام ثلثہ کا ذکر کرنا واسطے بیان مصارف کے ہے یعنی خمس یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق ہے خواہ تینوں کو دے خواہ ایک
قسم کو وفی المنیۃ لو صرفہ للغانمین لحاجتہم جاز وقد حققتہ فی شرح الملتقی اور منیہ میں ہے کہ اگر خمس کو غازیوں پر صرف کرے بسبب انکی حاجتمندی کے
تو جائز ہے اور البتہ میں نے اسکو محقق بیان کیا ہے شرح ملتقی میں ھو شرح ملتقے کا یہ مضمون ہے کہ غنیمت کا خمس باقی مثل معدن اور رکاز کے محتاج یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق
ہے تو ہمارے نزدیک یہہ تینوں مال تین تین حصے کرکے اقسام ثلثہ پر قسمت کیے جاوینگے سوا اونکے کسیکا دینا جائز نہیں اقسام ثلثہ میں سبکو دے یا بعض کو بشرطیکہ غنی نہوں
محتاج ہوں وقدم فقراء ذوی القربی من بنی ہاشم منھم ای من الاصناف الثلثۃ علیھم لجواز الصدقات لغیرھم لا لھم اور خمس دینے میں
محتاج قرابتدار بنی ہاشم جو منجملہ اصناف ثلثہ ہیں مقدم کیے جاوینگے یتیم اور مسکین اور مسافر پر بسبب جائز ہونے صدقات کے غیر بنی ہاشم کو واسطے نہ بنی ہاشم کے ذاہط ھو یعنی بنی
ہاشم کا یتیم اور یتیموں پر مقدم ہے اور بنی ہاشم کا مسکین اور مسکینوں پر اور اونکا مسافر اور مسافروں پر نہر الفائق میں کہا کہ ذوی القربی سے مراد بنی ہاشم اور بنی
مطلب ہیں فقط اور اونکا استحقاق فقط قرابت سے نہیں بلکہ نصرت کے سبب سے بھی یعنی آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھہ ہمکلامی کی مونست اور مصاحبت
کی نصرت نہ قتال کی نصرت اور ایسی نصرت بنی ہاشم اور بنی مطلب کے سوا مفقود ہے ولہذا انکی عورتوں کو بھی حصہ ملتا تھا یہ سیر حسنیہ حضرت کی موت سے ساقط
ہوگیا بسبب باقی رہنے علت کے یعنی نصرت مذکورہ کے تو اب بنی ہاشم اور بنی مطلب خمس کے مستحق ہونگے بسبب احتیاج کے ولا حق لاغنیاءھم عندنا اور خمس میں کچھہ
حق نہیں بنی ہاشم کے مالداروں کا ہمارے نزدیک ھو اسلئے کہ خلفاء اربعہ راشدین نے خمس کو اسیطرح اصناف ثلثہ پر تقسیم کیا اور ذوی القربی کو کچھہ نہیں دیا
اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ ای گروہ بنی ہاشم حقتعالی نے تمہارے واسطے لوگوں کا غسالہ اور اونکا میل یعنے زکوۃ کو مکروہ کہا اور اوسکے عوض میں
خمس کا خمس تمکو دیا تو معلوم ہوا کہ الخمس عوض ہی زکوۃ کا اور زکوۃ کا مستحق نہیں مگر محتاج تو اسیطرح خمس کا مستحق نہیں مگر محتاج اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے
جو اونکو خمس دیا تھا تو بسبب نصرت ہمکلامی اور مصاحبت کے دیا تھا اور خلفاء راشدین نے جو اونکو نہ دیا تو ہو اسلئے کہ ذوی القربی بیان ہے مصرف کا نہ استحقاق کا
اور ہمارے نزدیک اقتصار کرنا صنف واحد پر جائز ہے یا اونکا غنی جان کر نہ دیا معلوم کرنا چاہیے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد
مناف ہیں اور عبد مناف کے چار بیٹے تھے ہاشم اور عبد شمس اور مطلب اور نوفل چنانچہ عثمان بن عفان عبد شمس کی اولاد میں ہیں اور جبیر بن مطعم نوفل کی اولاد
میں جب کفار قریش نے آپسمیں عہد کیا کہ بنی ہاشم کے ساتھہ نہ بیٹھیں اور نہ اون سے کلام کریں تاوقتیکہ وہ حضرت کو نہ دیں قتل کرنیکے واسطے تو بنی مطلب نے بھی عہد کیا
کہ ہم آنحضرت کے مددگار رہینگے سو نوفل کی اولاد اور عبد شمس کی اولاد قریش کے شریک ہوئے اور بنی ہاشم حضرت کے شریک ہوئے یہاں تک کہ تین برس تک
پہاڑ کی گھاٹی میں حضرت کے ساتھہ قید رہے کمال مشقت اور تکلیف کے ساتھہ چنانچہ کتب سیر میں یہہ قصہ مفصل موجود ہے سنن ابو داؤد میں جبیر بن مطعم سے
مروی ہے کہ جب آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فتح خیبر کے بعد ذوی القربی کا حصہ فقط بنی ہاشم اور بنی مطلب کو دیا اور بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو نہ دیا تو

مین اور عثمان بن عفان حضرت کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ بنی ہاشم کی فضیلت کے ہم منکر نہین ہین اسواسطے کہ حق تعالی نے آپکو بنی ہاشم مین پیدا کیا سو کیا وجہ
کہ ہمارے بہائیون بنی مطلب کو آپنے دیا اور ہمکو چہوڑا اور قرابت ہماری اور اونکی آپکے ساتھہ ایک ہی طرح ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اور بنی مطلب
جدا نہین ہوے کفر مین اور نہ اسلام مین مدام اور وہ تو شئے واحد ہین اور اپنی اونگلیون کو آپنے تینچی کیا اسمین حضرت نے اشارہ کیا اونکی نصرت کا یعنی موانست
اور موافقت کی نصرت جاہلیت مین جب کفار قریش نے مہاجرت کا عہد کیا تہا اسواسطے کہ اوسوقت نصرت قتال کی نہ تہی کذا فی المنح والنہر والطحطاوی اور امام شافعی و
احمد کا یہہ مذہب ہے کہ خمس الخمس مین غنی اور فقیر ذوی القربے کے برابر ہین اور امام مالک کے نزدیک امام مختار ہی چاہے اونکو دے چاہے غیر کو چاہے سبکو دے چاہے بعض کو چاہے
غیر ذوی القربے کو دے اور دلائل مفصلہ اس مسئلہ کے کتب مبسوطہ مثل عینی ہدایہ اور فتح القدیر مین مفصل ہین وما نقلہ المصنف عن البحران مافی الحاوی
یفید ترجیح الصرف لاغنیائهم نظر فیه فی النهر اور جو مصنف نے بحر الرائق سے یہہ نقل کیا ہی کہ البتہ جو قول کہ حاوی قدسی مین ہے وہ مفید ہے ترجیح صرف کا
اغنیاء ذوی القربے کے واسطے اسمین اعتراض کیا ہی نہر الفائق مین ہم حاوی قدسی مین ابو یوسف سے مروی ہے کہ خمس صرف کیا جاوے ذوی القربے اور یتامی اور
مساکین اور ابناء سبیل مین اور اسی قول کو ہم لیتے ہین بحر الرائق مین کہا کہ یہہ اسکا مقتضی ہی کہ اغنیاء ذوی القربے کے دینے پر فتوی ہی تو اسکو یاد رکہنا چاہیے
صاحب نہر الفائق نے کہا کہ اسمین نظر ہے بلکہ اسمین انکے دینے کی ترجیح ہے غایۃ الامر یہ ہے کہ صاحب حاوی نے عطاء ذوی القربے مین شرط فقر سے سکوت
اسواسطے کیا کہ عطاء خمس مین مشروط ہونا فقر کا معلوم اور مشہور ہے کذا فی النہر وذکرہ تعالی للتبرک باسمه فی ابتداء الکلام اذ الکل لله اور ذکر اللہ تعالی
کے نام پاک کا بیان خمس مین اسکے نام سے برکت لینے کیواسطے ہی ابتداء کلام مین اسواسطے کہ ہر چیز خدا کی مملوک ہی خمس کی کچھ خصوصیت نہین ہم قرآن مجید مین ارشاد
ہوا (واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل) یعنی معلوم کرو کہ جو کچھ غنیمت
مین حاصل کرو تو اسکا پانچوان حصہ اللہ تعالی کیواسطے ہے اور واسطے رسول کے اور ذوی القربی اور یتامی اور ابن سبیل کیواسطے مصنف نے اس آیت کی تفسیر
آگاہ کر دیا دفع اشتباہ کیواسطے اسلیے کہ طبرانی وغیرہ نے ابن عباس سے منقول ہے کہ ذکر اللہ جل جلالہ کا مفتاح کلام ہے اسواسطے کہ جو کچھ آسمان اور زمین مین ہے وہ خدا ہی کا
ہی اسمین رد ہی ابو العالیہ کے قول کا کہ اونہون نے کہا کہ تقسیم بیت اللہ میں صرف ہو اگر وہ قریب ہو اور نہین تو مساجد مین صرف ہو کذا فی النہر وسهمه علیه الصلوة
والسلام سقط بموته لانه حکم علق بمشتق وهو الرسالة کالصفی الذی کان صلی الله علیه وسلم یصطفیه لنفسه اور حصہ رسول
علیہ الصلوۃ والسلام کا آپ کی موت سے ساقط ہو گیا اسواسطے کہ وہ حکم مشتق پر معلق ہے یعنی رسالت پر یعنی وصف رسالت علت ہی حکم کی اور حالانکہ بعد آنحضرت کے
کوئی رسول نہین جیسا کہ صفی ساقط ہو گیا آپ کی موت کے بعد صفی وہ جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام اپنے واسطے پسند کر لیتے تہے غنیمت سے قبل قسمت اور اخراج خمس کے
جیسا کہ تلوار یا زرہ یا لونڈی اور امام شافعی کے نزدیک حصہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا خلیفہ کے واسطے ہی اور جو دلیل سقوط کی مذکور ہو چکی وہ اون پر حجت
ہی در المنتقی مین کہا کہ ہر چند رسالت آپکی موت کے بعد منقطع نہین جیسا کہ علماء کبار نے مذکور کیا ہی لیکن وصف رسالت مین آپکا کوئی خلیفہ نہین اسواسطے کہ آپکے
بعد کوئی رسول نہین اور یہہ مطلب نہین کہ رسالت آپ کی موت کے بعد منقطع ہو گئی جیسا کہ بعض ناقص الفہم نے مخالف اجماع کے گمان کیا بلکہ حکم منعدم ہو گیا
بسبب منعدم ہونے اسکی علت کے ومن دخل دارهم باذن الامام او منعة ای قوة فاغار خمس ما اخذوا لانه غنیمة والا لا لانه اختلاس اور جو مسلمان
گیا دار الحرب مین امام کی اجازت سے یا قوت سے پہر مال لایا غارتگری سے تو حصہ لیا جاویگا اوس سے جو کہ وہ لوگ لائے اسواسطے کہ وہ غنیمت ہی اور اگر امام سے حکم نہین لیا یا قوت
اور شوکت سے دار الحرب مین نگیا اور کچھہ مال لایا تو اسمین خمس نہین اسواسطے کہ وہ جہپٹا مارنا اور لے بہاگنا ہی ہم خلاصہ یہہ ہے کہ جسمین قہر اور غلبہ اور قوت ہی اسمین
خمس ہے اور جسمین غلبہ نہین اسمین خمس نہین یا شوکت جائز مین تو قوت کا ہونا صریح ہی اور امام کے اذن مین اسواسطے قوت ہوئی کہ جب امام نے اذن دیا تو اوسکی
مددگاری کا التزام کیا تو یہہ امر بحکم قوت ہوا وفی المنیة لو دخل اربعة خمس ولو ثلثة لا اور منیہ مین ہے کہ اگر چار شخص دار الحرب مین گئے اور کچھہ مال لائے تو اوسکا
خمس لیا جاویگا اور اگر تین شخص گئے تو نہین قال الامام ما اصبتم لا اخمسه فلو لهم منعة لم یجز والا جاز امام نے کہا کہ جو مال تم دار الحرب سے لاؤ گے
مین اوسکا خمس نہ لونگا تو اگر غازی باقوت ہون تو جائز نہین اور اگر اونکو قوت اور شوکت نہین تو جائز ہی وندب للامام ان ینفل وقت القتال حثا وتحریضا

فیقول من قتل قتیلاً فلہ سلبہ سمّاہ قتیلاً لقربہ منہ اور امام کو مستحب ہے کہ انعام دینے کا وعدہ کرے لڑائی کے وقت ترغیب اور جوش دلانیکو واسطے تو
یون کہے کہ جو شخص قتل کریگا کسی مقتول کو تو اوسکے واسطے اسباب ہے اوسکا زندہ کافر کو مقتول کہا بسبب اوسکے قریب ہونیکے قتل سے ہم نفل بفتحتین لغت مین بمعنی زیادتی
غنیمت سے ہے یہ نفل ہوئی ہے اسواسطے کہ اس امت پر اور حلال چیز ہے آن غنیمت زیادہ ہوئی کیونکہ اگلے امتون پر غنیمت حلال نہ تھی اور اصطلاح شرع مین نفل وہ ہے جسکو
امام بعضے غازیون کے واسطے مخصوص کردے کذا فی المحیط اور انعام مین وقت قتال کی قید لگا کے اسے اشارہ کیا کہ قبل قتال یعنی لڑائی کے اوسکے جائز ہے اور بعد قتال کے
جائز نہین او یقول من اخذ شیئاً فھو لہ وقد یکون بدفع المال او ترغیباً یا امام یون کہے کہ جو غازی کسی چیز کو لیگا وہ اسی کی ہے اور کبھی تنفیل
مال دینے سے ہوتی ہے یا مال کی ترغیب ہے خواہ وہ مال امام کے پاس ہو یا مقتول کا اسباب ہو فالتحریض نفسہ واجب للامر بہ واختیاراً لادعی للمقصود
امثلہ وکیف تو ترغیب نفس واجب ہے اوسکے امر کے سبب سے اور انعام مین اوسکا اختیار کرنا تحسین ہے جو زیادہ تر باعث مقصود اور شوق انگیز ہو ولا یخالفہ تعبیرہ
النقدوری بلا باس لانہ لیس مقصودہ الاحتراز عما ترکہ اولی بل یستعمل فی المندوب ایضاً قال المصنف ولذا اعتبر فی المبسوط الاستحباب اور استحباب
تنفیل کے مخالف نہین تعبیر کرنا قدوری کا لا باس کرکے اسواسطے کہ لفظ لا باس کا فقط ترک اولے کو معلوم نہین بلکہ لا باس مستحب مین بھی مستعمل ہوتا ہے ایسا کہا ہے مصنف نے
اپنی شرح مین اور اسیواسطے مبسوط مین تنفیل کو مستحب کہا ہے ویستحق الامام لو قال من قتل قتیلاً فلہ سلبہ اذا قتل ہو استحساناً اور انعام کا امام
مستحق ہوگا اگر اوسنے یون کہا کہ جو کسی مقتول کو ماریگا تو اوسکے واسطے اوسکا اسباب ہے جبکہ امام ہی قتل کرے بنابر استحسان کے ہم قیاس مین اسواسطے جائز نہین
لان تو اسکے امام اپنی ذات کا انعام دینے الا ہوا تو متہم ہوگا اور استحسان مین اسواسطے جائز ہوا کہ یہ قول قضا نہین تو در صورت عدم تخصیص امین تہمت نہین
بخلاف ما لو قال منکم او قال من قتلتہ انا فلی سلبہ فلا یستحقہ الا اذا عمم بعدہ ظہیریہ بخلاف سابق یہ ہے اگر امام نے کہا
کہ جو شخص تم سے ماریگا یا یون کہا کہ جسکو مین قتل کرون تو اوسکا اسباب میرا ہے سو امام اس قول سے اوسکے اسباب کا مستحق نہوگا مگر اسوقت مستحق ہوگا جب
تعمیم کرے بعد اس تخصیص کو کرنے کے کذا فی الظہیریہ ہم پہلی صورت مین اسواسطے مستحق نہوا کہ اوسنے غازیان مخاطب کے واسطے خاص کرچکا اور دوسری صورت مین بسبب
تہمت کے مستحق نہوا ویستحقہ مستحق سہم او رضخ ولذمی وغیرہ اور انعام کا مستحق ہو سہم یا رضخ کا حقدار تو انعام عام ہوگیا ذمی وغیرہ کو وکذا
ای التنفیل انما یکون لمن یباح لہ القتل فلا یستحقہ بقتل امرأۃ ومجنون وصبی ونحوھم ممن لم یقاتل اور یہ ہے تنفیل تو مباح القتل ہی کے مارنے مین ہوتی
ہے تو مستحق نہوگا عورت اور مجنون اور اوسکے مانند کے قتل سے یعنی ان لوگون کے جنہونے قتال نہین کیا وسماع القائل مقالۃ الامام لیس بشرط فی
استحقاقہ ما نفلہ اذ لیس فی الوسع اسماع الکل اور اسماع قائل کو امام کے کلام کو شرط نہین اسکے استحقاق تنفیل مین اسواسطے کہ سب کو سنانا انسان
کے مقدور مین نہین یعنے اظہار خطاب البتہ ہوسکتا ہے … کذا فی المنح ویعم کل قتال فی تلک السنۃ ما لم یرجعوا وان مات الوالی او عزل
امام … الثانی نہی اور تنفیل ہر کو شامل ہے اس سال کی ہر لڑائی کو جب تک غازی نہ پلٹ آوین اگرچہ والی مرجاوے یا معزول ہوجاوے دوسرا والی نے
… کذا فی النہر ہم یہ … جب تنفیل قتال کے وقت نہین ہوا اور اگر عین حالت قتال مین ہوئی ہو تو اوسی لڑائی تک مقید رہیگی کذا فی
البحر وکذا یعم کل قتیل لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط ومن عن اور اسیطرح تنفیل شامل ہے ہر مقتول کو اسواسطے کہ لفظ قتیل کا نکرہ ہے شرط کی تحت مین اور م
شرط لفظ من ہے من قتل قتیلاً فلہ سلبہ مین ہم حلبی نے تحریر سے نقل کیا کہ عموم نکرہ نفی مین ضرور ہے اور سیاق شرط مین عام نہین ہوتا مگر یمین مین علاوہ
اسکے من قتل قتیلاً اور ان قتلت قتیلاً مین کچھ فرق ظاہر نہین ہوتا اسواسطے کہ دونون مثالون مین قتیل نکرہ ہے سیاق شرط مین کما لا یخفی بخلاف
ان قتلت قتیلاً بخلاف اس قول کے کہ اوسنے غازی سے کہا کہ اگر تو مقتول کو ماریگا تو اوسکا اسباب تیرا ہے … اگر ایک غازی سے یہ خطاب کیا اور
اوسنے دو کافرونکو مارا تو اوسکو اول مقتول کا اسباب ملیگا فقط اور اگر سلب العموم اسیطرح … کیا کہ اگر کوئی مرد تم مین سے کسی قتیل کو ماریگا
تو … اسباب ملیگا پھر اگر دسنے دو یا تین کو قتل کیا تو سبکے اسباب کا مستحق ہوگا … کذا فی البحر ولو قال ان قتلت ذلک الفارس
فلک کذا فلم یصح وان قطعت راس او لہ ذلک القتیل فلک کذا صحیح … اور اگر امام نے یون کہا کہ اگر تو اس سوار کو قتل کرے تو تیری

لفظ لا باس مستحب مین بھی مستعمل ہوتا ہے

واسطے ایسا ہو تو یہ صحیح نہیں ۔ اور اگر یون کہا کہ اگر تو ان مقتولون کا سر کاٹے تو تیرے واسطے ایسا کچھ ہے تو صحیح ہے کذا فی التتمہ ۔ قاضی خان نے کہا اسواسطے کہ پہلی صورت از قسم جہاد ہے تو وہ اجرت کا مستحق نہوگا جیسے امامت اور اذان کی اجرت جائز نہیں بخلاف دوسری صورت کے ہے اسواسطے کہ مقتول کا سر کاٹنا از قسم جہاد نہیں تو اجارہ پر اسپر صحیح ہوگا حموی نے شرح کنز مین کہا کہ یہ تعلیل قاضیخان متقدمین کے قول پر مبنی ہے کہ اجارہ طاعات پر صحیح نہیں ۔ ولو نفل السریۃ ہی قطعۃ من الجیش من اربعۃ الی اربعمائۃ ماخوذۃ من السری وہو المشی لیلا دون الربع وبعد ما قسم العسکر دونہا فلہم النفل استحسانا کذا فی الظہیریۃ ۔ اور اگر امام نے سریہ کے چہاپا مارنے والون سے چوتہائی غنیمت کے انعام کا وعدہ کیا اور اس قول کو ترک کرنے نسا نہ چہاپہ مارنیوالون نے تو انکے یہہ انعام ثابت ہے بنابر استحسان کے کذا فی الظہیریۃ ۔ سریہ عبارت ہے قطعہ لشکر سے یعنی چند لوگ لشکر کے چار سو یا چار سو تک یہہ لفظ ماخوذ ہے سری سے یعنی رات کو چلنا کذا فی الدرر ۔ ہم کہتے ہیں باعتبار اصل وضع کے ہے تو اب استعمال مین ملحوظ نہیں وجاز التنفیل بالکل او نقدر منہ لسریۃ لا لعسکر والعرق فی الدرر اور تنفیل جائز ہے کل غنیمت سے یا اوسکے برابر سریہ کو نہ لشکر کو اور فرق درر و غرر مین مذکور ہے ہم درر مین وجہ فرق یون مذکور ہے کہ مقصود تنفیل سے ترغیب اور تحریض قتال ہے اور یہہ حاصل نہین مگر بعض کی تخصیص مین کسی چیز کے ساتھ اور تعمیم مین تو سوار کی فضیلت پیدل پر باطل ہوتی ہے اور خمس کا بھی ابطال ہے بحر الرائق مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ سریہ اور لشکر عدم جواز تنفیل کل مین برابر ہین بسبب بطلان سہمین منصوصین کے اور یہہ مسئلہ حواشی سے مذکور ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی ۔ ولا ینفل بعد الاحراز ہنا ای بدارنا الا من الخمس لجوازہ لصنف واحد کما مر ۔ اور امام تنفیل نکرے بعد پہونچ جانے غنیمت کے دار الاسلام مین مگر خمس سے تنفیل بعد الاحراز بھی صحیح ہے بسبب جائز ہونے صرف خمس کے ایک قسم مین چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جب صرف خمس کا محتاج کے واسطے ہوا تو محتاج مقاتل کے واسطے بطریق اولی جائز ہوگا کذا فی الفتح وغیرہ ۔ وسلبہ ما معہ من مرکبہ وثیابہ وسلاحہ وکذا ما علی مرکبہ لا ما علی دابۃ اخری ۔ اور اسباب مقتول کا وہ چیز ہے جو اوسکے ساتھ ہے یعنی اوسکی سواری اور کپڑے اور ہتھیار ہے اور اسیطرح وہ چیز جو اوسکی سواری پر ہے نہ وہ اسباب جو دوسرے جانور پر ہے جسکو بر تل کہتے ہین ہم سلب بمعنی مسلوب ہے کذا فی القہستانی ۔ والتنفیل حکمہ قطع حق الباقین لا الملک قبل الاحراز بدار الاسلام ۔ اور حکم تنفیل کا قطع ہونا ہے باقی لشکر کے حق کا نہ ملک قبل احراز دار الاسلام کے ہم جب باقی لشکر کا حق منقطع ہوا تو جب مال کو بعد تنفیل کے پاوے اوسمین خمس نہین اور وراثت اوسمین جاری ہوگی اگرچہ مورث دار الحرب مین مرجاوے اور یہہ جو کہا کہ مالک ہونا تنفیل کا حکم نہیں تو مطلب یہہ ہے کہ ملک کامل نہیں اور اگر ملک مطلق نہوتی تو اوسمین وراثت کیونکر جاری ہوتی کذا فی شرح الملتقی ۔ اور یہہ مذہب شیخین کا ہے اور محمد رحمہ اللہ کے نزدیک بمجرد تنفیل کے ملک ثابت ہوجاتی ہے کذا فی الفتح ۔ فلو قال الامام من اصاب جاریۃ فہی لہ فاصابہا مسلم فاستبراہا لم یحل لہ وطیہا ولا بیعہا کما لو اخذہا المتلصص ثمۃ واستبراہا لم تحل لہ اجماعا ۔ جب یہہ قاعدہ ہوا کہ تنفیل مین ملک قبل احراز دار الاسلام کے ثابت نہین تو اگر امام نے یون کہا کہ جو لونڈی کو پاوے تو وہ اوسکی ہے پھر اوسکو ایک مسلمان نے پایا پھر اوسکو استبرا کیا یعنی دار الحرب مین تو اوسکو اوسکی وطی اور بیع حلال نہین جیسے کہ کسی مسلم نے دار الحرب مین عورت کو پکڑ لیا بطور خفیہ اور استبرا کیا تو اوسکو وہ حلال نہین باجماع شیخین اور محمد کے یہانتک کہ اوسکو دار الحرب سے نکال لاوے اور استبرا کرے کذا فی الحطاوی عن الشلبی عن الاتقانی ۔ والسلب للکل ان لم ینفل لحدیث لیس لک من سلب قتیلک الا ما طابت بہ نفس امامک فحملنا حدیث السلب علی التنفیل ۔ اور اسباب مقتول کا سب لشکر کا حق ہے نہ فقط قاتل کا اگر امام نے انعام نہ مقرر کر دیا ہو بدلیل اس حدیث کے کہ تجھکو اپنے مقتول کے اسباب سے کچھ حق نہین مگر جب تیرے امام کا دل اوسکو چاہے تو ہم نے حدیث سلب کو تنفیل پر محمول کیا ہم حدیث من قتل قتیلا فلہ سلبہ کی محتمل ہے کہ ہر قاتل اپنے مقتول کے اسباب کا مالک ہو اور تنفیل کی بھی محتمل ہے تو علمائے حنفیہ نے اسکو تنفیل ہی پر محمول کیا بنظر حدیث اول کے تا دونون حدیثون مین تعارض باقی نرہے حدیث اول مین حبیب بن سلمہ سے خطاب ہے ہر چند یہہ حدیث ضعیف ہے لیکن بسبب کثرت طرق کے مرتبہ حسن کو پہنچ گئی ہے کذا فی الفتح قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود ہل یحل وطی الاماء المشتراۃ من الغزاۃ الآن حیث وقع الاشتباہ فی قسمتہم بالوجہ المشروع فاجاب لا توجد فی زماننا قسمۃ شرعیۃ لکن فی سنۃ ۹۴۸ وقع التنفیل الکلی فبعد اعطاء الخمس لا یبقی شبہۃ انتہی فلیحفظ ۔ میں کہتا ہوں اور مفتی روم شیخ الاسلام ابو السعود کے معروضات مین

مرقوم ہی کہ کیا حلال ہی جماع اون لونڈیون کا جو خرید کیجاتی ہین اغازیون سے جبکہ واقع ہوا ہی اشتباہ غازیون کی قسمت مین بوجہ شرع تو جواب اسکا دیا مفتی ممدوح نے کہ ہمارے زمانے مین قسمت شرعی موجود نہین لیکن سنہ ۹۴۸ مین سلطان روم کیطرف سے تنفیل کلی واقع ہوگئی ہے سو بعد خمس دینے کے شرع ہی شبہہ حرمت کا باقی نرہا انتہی کلام المفتی تو اسکو یاد رکہنا چاہئیے ہم تنفیل کلے سے یہہ مراد ہے کہ جو غازی کوئی چیز پاوی وہ مالک ہی اسکا اور کل غنیمت کی تنفیل بعضون کیواسطے مراد نہین اور عنقریب مذکور ہوچکا فتح القدیر سے کہ تنفیل کلے نہ لشکر کے واسطے جائز ہی نہ سریہ کیواسطے تو معلوم ہوا کہ جواب مفتی ممدوح کا صحیح نہین اور بالفعل اہل روم نے خمس دینے کو تحقیق کرنا چاہئیے ظاہر ایہہ ہے کہ خمس نہین دیتے تو شبہہ موجود ہی علاوہ اسکے یہہ جواب اسوقت مسلم ہو جب تنفیل مذکور ہمارے زمانے تک باقی رہی ہو حالانکہ مذکور ہوچکا کہ وہ رجوع حاکم سے منقطع ہوجاتی ہی تو امام سابق کی تنفیل امام لاحق پر بطریق اولے جائز نہوگی مگر اسوقت جب سلطان متاخر بہی تنفیل مذکور کو قائم رکہے واللہ سبحانہ اعلم کذا فی الطحطاوی

باب استیلاء الکفار

علی بعضہم بعضا او علی اموالنا یہہ باب ہے غلبہ کفار کے احکام مین بعضون کے بعضون پر یا ہمارے مالون پر م حلبی نے کہا کہ علی بعضہم بعضا کی ترکیب فاسد ہی یون کہنا صواب تہا کہ بعضہم علی بعض اذا سبی کافر کافرا آخر بدار الحرب اخذ ماله ملکه لاستیلائه علی مباح جب گرفتار کیا ایک کافر نے دوسرے کافر کو دار الحرب مین اور اسکا مال چہین لیا تو وہ مالک ہوگیا اسکے غالب ہونیکے سبب مباح چیز پر م شرح ملتقی مین کہا کہ اطلاق دار الحرب کا اسکا مفید ہے کہ احتراز دار ماللکہ سے شرط نہین تو اگر کفار ترک اور ہند کفار روم پر غالب ہون اور رومیونکو ہند مین پکڑ لیجاوین تو وہان کفار ترک کی بہی ملک ثابت ہوگی کفار ہند کے مانند کفار کے نفوس اور اموال دار الحرب مین مباح ہین اور استیلاء علی المباح ملک کا سبب ہے مانند استیلاء علی الصید کے ولو سبی اہل الحرب اہل الذمۃ من دارنا لا یملکونہم لانہم احرار اور اگر گرفتار کرلیگئے کافر حربی ذمیونکو دار الاسلام سے تو اونکے مالک نہونگے اسواسطے کہ ذمی دار الاسلام مین آزاد ہین اور آزاد استیلا سے مملوک نہین ہوتا اور ذمیونکے اموال مثل اموال مسلمین کے اونکے مملوک ہوجاتے ہین وملکنا ما نجدہ من ذلک السبی للکافر ان غلبنا علیہم اعتبارا بسائر املاکہم اور ہم اہل اسلام مالک ہونگے جو ہم پاوینگے اوس نے کی گرفتاری سے اگر ہم اونپر غالب ہون باعتبار اونکی باقی املاک کے یعنے اگر ایک کافر حربی نے دوسرے کافر حربی کو گرفتار کیا پہر مسلمین اونپر غالب ہوئے تو اوس بندی کے مالک ہونگے جیسے حربیون کے اور اموال کے مالک ہوتے ہین ف فتاوی قاضیخان مین ہے کہ اگر کافر حربی نے دار الاسلام مین اپنے ولد کو بیچا تو باتفاق روایات جائز نہین اور اگر مسلم دار الحرب مین جاکر حربی کا ولد مول لے اسمین اختلاف ہی امام سے ایک روایت یہہ ہے کہ جائز ہی اور حسن کی روایت امام سے یہہ ہے کہ یہہ بیع باطل ہے اور یہی صحیح ہی پہر جب بیع دار الحرب کی جائز نہوئی بموجب اس جمہور کے تو اگر مشتری دار الاسلام مین نکال لایا اسمین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ نکال لانے سے مالک ہوگا اسواسطے کہ بیع اگرچہ باطل ہے لیکن جب اوس نے بجبر نکالا تو اوسکا مالک ہوگیا بسبب قہر اور زبردستی کے اور بعضون نے کہا کہ وہ حربی ہی اور بعضون نے یعنی کرخی نے کہا کہ اگر بائع کے نزدیک بیع جائز ہی تو مشتری بسبب اخراج دار الاسلام کے مالک ہوگا خواہ خوشی سے اسکو لایا ہو یا جبر سے اور اگر بائع کے نزدیک بیع جائز نہین تو اگر زبردستی سے لایا تو مالک ہی اور اگر وہ بخوشی آیا تو مالک نہین اور صحیح قول یہہ ہے کہ اگر اوسکو زبردستی سے نکال لایا تو مالک ہوگا اور اگر اسکو خوشی سے لایا تو مالک نہوگا خواہ بائع جواز بیع کا معتقد ہو یا نہو واللہ اعلم وان غلبوا علی اموالنا ولو عبدا مؤمنا واحرزوها بدارهم ملکوها للاستیلاء علی مباح لما ان الصحیح من مذهب اهل السنة ان الاصل فی الاشیاء التوقف والاباحة رأی المعتزلة بل لان العصمة من جملة الاحکام المشروعة وهم لم یخاطبوا بها فبقی فی حقهم مالا غیر معصوم فیملکونه کما حققه صاحب المجمع فی شرحه اور اگر کفار غالب آگئے ہمارے اموال پر اگرچہ منجملہ ہمارے اموال کے عبد مؤمن ہو اور اموال کو دار الحرب مین لیگئے تو اوسکے مالک ہونگے بسبب استیلا علی المباح ہونیکے اسواسطے کہ اہل سنت کا صحیح مذہب یہہ ہے کہ اشیا مین اصل توقف ہی اور اباحت معتزلہ کا مذہب ہے بلکہ کفار ہمارے اموال کے مالک ہوگئے اسواسطے کہ عصمت یعنے وجوب حفظ اموال منجملہ احکام شرعیہ کے ہی اور کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہین تو ہمارے اموال اونکے حق مین مال غیر محفوظ باقی رہے تو وہ مالک اوسکے ہونگے چنانچہ صاحب مجمع نے اسکی تحقیق اپنی شرح مین کی ہی م اشباہ مین مذکور ہی کہ اصل اشیا مین اباحت ہی تاوقتیکہ دلیل اسکے خلاف پر نہ قائم ہوا اور یہی مذہب ہے امام شافعی کا یا اصل تحریم ہی تاوقتیکہ اباحت پر دلیل نہ دلالت کرے اور شافعیون نے اسکو امام اعظم کیطرف نسبت کیا ہی اور بدائع مین کہا کہ مذہب مختار یہہ ہی کہ فعال

مین قبل شرع کے کچھ حکم نہین تھے اور مصنف کی شرح منار مین ہے کہ اصل اشیا مین اباحت ہے بعض حنفیون کے نزدیک اونہین مین کرخی ہی اور بعض اصحاب حدیث نے کہا کہ اصل اسمین توقف ہی یعنی کہ واقع مین اشیا کے واسطے اباحت یا تحریم کا حکم ضرور رہی لیکن ہم اوسپر واقف نہین ہو سکتے عقل سے بدون بیان شرع کی اور ہدایہ کی فصل صدا مین مذکور ہی کہ اصل اشیا مین اباحت ہے طحاوی نے کہا کہ شاید صاحب ہدایہ یہان بعض اہل مذہب کی رای پر چلا ہو تحقیق شافعی جب ہے ثابت ہوا تو شارح کو نسبت کرنا اباحت کے قول کو معتزلہ کیطرف مناسب تھا اور یہہ جو شارح نے کہا کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہین یہہ قول غیر اصح ہی اور قول اصح یہہ ہی کہ وہ مخاطب باحکام شرعیہ ہین بنابر ادا اور اعتقاد کے اور یہہ جو کہا کہ جب کفار مخاطب احکام شرعی کی نہوئی تو اونکے حق مین مال غیر محفوظ باقی رہا یعنی تو اونکے واسطے مباح ہوا تو اسوقت مین قول اباحت کیطرف رجوع ثابت ہوا تو شارح جسکا منکر تھا اوسیکا قائل ہو گیا ویفترض علینا اتباعھم اور ہمپر فرض ہے اونکا پیچھا کرنا یعنی کفار کا پیچھا اور اون سے لڑنا اموال چھوڑانیکے واسطے فرض ہے تا وقتیکہ وہ دار الاسلام مین ہین اور جب دار الحرب مین چلے گئے تو فرض نہین بلکہ مستحب ہے اور اگر اولاد کو پکڑ لیگئے تو مطلقا اونکا پیچھا کرنا فرض ہی کذا فی المنح عن البحر عن المحیط فان اسلموا فلا تعرض لما بایدیھم اور اگر کفار مسلمان ہوگئے تو اونکی ملک ثابت ہوگئی یعنے کفار مسلمین کے اموال لیکر دار الحرب مین جاکر مسلمان ہوگئے تو وہ مالک اموال کے ہوگئے اصحاب اموال اون سے نہین لیسکتے کذا فی المنح عن شرح الطحاوی وان غلبنا علیہم ای بعد ما احرزوھا بدارھم اما قبلہ فھی لملاکھا مجانا مطلقا اور اگر ہم غالب ہوئے اوپر یعنے بعد اسکے کہ کفار اموال کو دار الحرب مین لیگئے اور قبل دار الحرب لیجانیکے تو اموال مذکورہ اونکے مالکون کو مفت ملینگے ہرطرح سی خواہ قبل قسمت اونکو پایا ہو خواہ بعد قسمت کے فمن وجد ملکہ قبل القسمۃ بین المسلمین لا بین الکفار کما حققہ فی الدرر فھو لہ مجانا یعنی اگر ہم غالب ہوئے کافرون پر تو جو مسلمان اپنا مال مملوک پاوے قبل تقسیم بین المسلمین کے نہ کفار کے درمیان چنانچہ اسکو درر مین محقق کیا ہی تو وہ مال اوسی مالک کو مفت ملیگا بدون کسی عوض کے وان وجدہ بعدھا فھو لہ بالقیمۃ جبرا للضرر بالقدر الممکن اور اگر صاحب مال نے اوسکو بعد قسمت بین المسلمین کے پایا تو اوسکو بعوض قیمت کے ملیگا تا بقدر ممکن دونون نقصان بھر جائین یعنی مالک قدیم کی ملک بلا رضامندی کے زائل ہوگئی تو یہان لحاظ اوسکے لینیکا اسکو حق ہی لیکن بعد قسمت کے مفت لینے سے اوسکا ضرر جسنے اوسکو اپنے حصے مین پایا لہذا اس مال کو بقیمت لینا چاہیے تا جانبین کی حق تلفی نہو یہہ دلیل عقلی ہے اور اسیکے موافق بحر الرائق مین حدیث منقول ہے ولو کان مثلیا فلا سبیل لہ علیہ بعدھا اذ لو اخذہ اخذہ بمثلہ فلا یفید الذی اشتراہ بہ ولو قبلھا اخذہ مجانا کما مر اور اگر مال قدیم کا مملوک مثلی ہو یعنی کیلی یا وزنی تو اوسکے واسطے کوئی راہ لینے کی نہین اوسپر بعد قسمت کے اسواسطے کہ اگر اوسکو لیگا تو بعوض اوسکی مثل کے لیگا مثلا گیہون عوض گیہون کے لیگا تو اوسکی خرید مین کچھ فائدہ نہین اور جو شخص اپنا مثلی مال قبل قسمت کے پاوے تو اوسکو مفت لے چنانچہ مفصل گذرا و بالثمن لو اشتراہ بہ تاجر منھم واخرجہ الی دارنا و بقیمۃ العرض لو اشتراہ بہ اور مالک قدیم بعوض اوس قیمت کے جس قیمت سی سوداگر نے اوس سے مول لیا یعنی دشمن سے خرید کیا اور اوسکو ہمارے دار الاسلام مین نکال لایا اور بقیمت جنس کے لے اگر اوسنے بعوض جنس کے خرید کیا ہے ولو بالقیمۃ لو وھبہ منھم زاد فی الدرر او ملکہ بعقد فاسد اور بعوض قیمت کے لے اگر کفار نے اوسکو بطور ہبہ کے دیا ہو درر مین اتنا زیادہ کہا ہی یا مالک ہوا مال مذکور کا بعقد فاسد تو بھی بعوض قیمت کے لے لکن فی البحر شراہ بخمر او خنزیر لیس لمالکہ اخذہ باتفاق الروایات وکذا لو شراہ بمثلہ نسیئۃ او بمثلہ قدرا ووصفا بعقد صحیح او فاسد لعدم الفائدۃ فلو باقل قدرا او اردی وصفا فلہ اخذہ لانہ یفید ولیس بربو لانہ فداء لیکن بحر الرائق مین ہی خرید کیا ایک شخص نے مال مذکور کو کفار سے بعوض شراب یا سور کے تو اوسکے مالک کو اوسکا لینا باتفاق روایات جائز نہین اور اسیطرح اگر اوسکو بعوض اوسکی مثل کے بوعدہ اداء قیمت خرید کیا یا بعوض اوس چیز کے خرید کیا جو مقدار اور وصف مین مبیع کے مثل ہے خواہ بعقد صحیح خرید کیا خواہ بعقد فاسد تو جائز نہین بسبب عدم فائدہ کے سوا اگر بعوض اقل مقدار کے خرید کیا یا بعوض ناقص جنس کے خرید کیا تو مالک کو اوسکا لینا جائز ہی اسواسطے کہ یہہ خرید مفید ہے اور یہہ بیاج نہین اسلیے کہ یہہ فدیہ ہی یعنی مثلی کی عدم ملاوات یہان ربا یعنی بیاج مین داخل نہین اسواسطے کہ مالک نے اپنے مال کو خلاص کیا تو سمجھے الحقیقۃ فداء ہے نہ عوض کذا فی المنح عن البحر وان قطعید ماخذ مستوثیہ او شراہ ای

فقامها المشتری فیاخذہ بکل الثمن ان شاء لان الاوصاف لا یقابلها شیء منه یعنی مالک کو جائز ہے کہ اپنے مال کو سوداگر سے بقیمت لے اگرچہ اوسکی ملوک کی
آنکھ پھوڑی گئی ہو یا اوسکا ہاتھ کاٹا گیا ہو اور یا اوسکے مشتری یا تاجر نے اوسکا خون بہالیا ہو یا خود مشتری نے اوسکی آنکھ پھوڑی ہو تو مالک اوسکو کل قیمت سے
لے اگر چاہے اسواسطے کہ اوصاف کے مقابل کچھ قیمت نہین پڑتی والقول للمشتری فی مقدار الثمن بیمینه عند عدم البرهان لان البینة
مثبتة ولو برهنا فبینة المالک ایضا خلافا للثانی نهر اور معتبر قول مشتری کا ہے قیمت کے مقدار مین اوسکے قسم کھانیکے ساتھ گواہ نہونیکے وقت اور
اگر کوئی گواہ دیگا تو اوسیکے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ گواہ بیان کرنے والے ہین اور اگر دونون گواہ لادین تو مالک کے بھی گواہ اوسے ہین بخلاف
ابو یوسف کے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ ایک نسخہ مین یون عبارت ہے فبینة المالک ایضا اوسلے اور یہی نسخہ اولے ہے وان تکرر الاسر والشراء
بان اسر ثانیا وشراہ آخر اخذ المشتری الاول من الثانی بثمنه لوقوع الاسر علی ملکه فکان الاخذ له ثم یاخذ المالک القدیم
بالثمنین ان شاء لقیامه علیه بهما وقبل الاخذ الاول لا یاخذہ القدیم کیلا یضیع الثمن اور اگر گرفتاری اور خرید کرنا ہوئی اسطرح پر کہ
دوسری بار مثلا غلام گرفتار ہوا اور دوسرے مشتری نے اسکو خرید کیا تو مشتری اول اسکو مشتری ثانی سے لے بعوض اوسکی قیمت کے بسبب دوبارہ ہونی گرفتاری کے مشتری
اول کی ملک پر تو اوسیکو لینا حق ہے پھر مالک قدیم اسکو دونون قیمتین دیکر لے اگر چاہے اسواسطے کہ غلام مشتری اول کو دو قیمتون پر پڑا اور مشتری اول کے
قبل مالک قدیم مشتری ثانی سے نے تا مشتری اول کی قیمت نہ ضائع ہو ولا یملکون حرنا ومدبرنا وام ولدنا ومکاتبنا لحریتهم من وجه
فیاخذ مالکه مجانا لکن بعد القسمة یؤدی قیمته من بیت المال اور کفار مالک نہین ہوتے ہمارے حر کے اور ہمارے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے
بسبب آزاد ہوجانے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے ایکطرح سے تو اوسکو اوسکا مالک مفت لیلے بلاعوض لیکن بعد قسمت بین المسلمین اوسکی قیمت بیت المال سے ادا
کیجائیگی ہم حر وغیرہ اسواسطے مملوک کفار نہوئے کہ معتبر ملک کا محل ملک مین ہوتا ہے یعنے مال مباح مین اور حر معصوم بنفسہ ہے اور اسیطرح مدبر وغیرہ مین وجہ
حریت ثابت ہے اور اگر تاجر کافر نے ایسے حر وغیرہ کو مول لے لے تو مالک اوس سے بلاعوض لے کذا فی المنح وتملک علیهم جمیع ذلک بالغلبة لعدم العصمة
اور ہم اہل اسلام کفار پر مستولی ہوکر اونکے مدبر اور ام ولد اور مکاتب سبکو مالک ہونگے بسبب غلبہ کے بواسطے عصمت کے ولو ند الیهم دابة ملکوها لتحقق الاستیلاء
اذ لا ید للعجماء اور اگر کافرونکے طرف اہل اسلام کا کوئی جانور بھاگ گیا تو وہ اوسکے مالک ہونگے بسبب ثابت ہونے استیلا کے دارالاسلام سے نکلتے اسواسطے کہ جانور
کیواسطے اپنی ذات پر تصرف نہین کہ دارالاسلام سے نکلنے کیوقت ظاہر ہوا اور ملک کفار کا مانع ہو وان ابق الیهم قن مسلم فاخذوہ قهرا لا خلافا
لهما لظهور یده علی نفسه بالخروج من دارنا فلم یبق محلا للتملک اور اگر دارالاسلام سے کفار کے لونڈی یا غلام مسلمان بھاگ نکلا سو اونہون نے اوسکو
زبردستی پکڑلیا تو مالک نہونگے بخلاف صاحبین کے بسبب ظاہر ہونے تصرف غلام کے اپنی ذات پر ہمارے دارالاسلام سے نکلنے کے سبب سے تو وہ محل ملک باقی نرہا ہے جب
تک غلام دارالاسلام مین تھا تو اوسکا تصرف اپنی ذات پر ساقط الاعتبار تھا بسبب تحقق مولے کے تصرف کے تاکہ مولے اوسکے انتفاع پر قادر ہو اور
خروج دارالاسلام سے مولے کا تصرف اوسپر زائل ہوگیا تو اوسکا تصرف اپنی ذات پر ظاہر ہوا تو وہ معصوم بنفسہ ہوگیا لہذا وہ محل ملک باقی نرہا پھر جب
کفار کی ملک اوسپر ثابت نہوئی امام کے نزدیک تو مالک قدیم اسکو مفت لیگا خواہ وہ موہوب ہو خواہ کسی نے اسکو خرید کیا ہو خواہ مغنوم قبل از قسمت ہو یا
بعد قسمت کے اور اوسکا عوض بیت المال سے ادا کیا جائیگا کذا فی البحر شارح نے قہر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غلام کو بلا قہر کفار لینگے تو باتفاق اور صاحبین کے مالک
نہونگے بخلاف ما اذا ابق الیهم بعد ارتداده فاخذوه ملکوه اتفاقا بخلاف اوسکے جبکہ غلام اونکی طرف بھاگ جائیگا بعد اپنے مرتد ہونیکے
پھر کفار اسکو پکڑلین تو باتفاق مالک ہونگے ولو ابق ومعه فرس او متاع فاشتری رجل ذلک کله منهم اخذ المالک العبد مجانا لما مر
انهم لا یملکونه واخذ غیره بالثمن لانهم ملکوه اور اگر غلام دارالحرب مین بھاگ گیا اور اوسکے ساتھ گھوڑا یا اسباب تھے پھر اگر کسی نے یہ سب اونسے مول
لیا تو مالک قدیم غلام کو مفت لیلے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ کفار غلام کے مالک نہین ہوتے اور غلام کے سوا اور چیز کو قیمت سے لے اسواسطے کہ کفار اوسکے مالک ہوچکے
وعتق عبد مسلم وذمی لانه یجبر علی بیعه ایضا زیلعی شراه مستامن ههنا وادخله دارهم اقامة لتباین الدارین مقام الاعتاق

کانوا استولوا علیہ و ادخلوہ دارھم فابق منھم الینا او آزاد ہوگا وہ غلام خواہ مسلمان یا غلام ذمی ہو اسواسطے کہ غلام ذمی کی بھی بیع پر جبر کیا جائیگا
کذا فی شرح الزیلعی وہ غلام آزاد ہوگا جسکو کافر مستامن نے دار الاسلام میں خرید کیا اور دار الحرب میں داخل کیا بسبب قائم کرنے تباین دارین کے مقام اعتاق کے
چنانچہ اسصورت میں آزاد ہوگا اگر کفار غالب ہوں غلام پر دار الاسلام میں اور اسکو دار الحرب میں داخل کریں پھر وہ وہاں سے ہماری طرف دار الاسلام میں بھاگ
آوے امام کے نزدیک غلام دار الحرب میں داخل کرنے سے اسواسطے آزاد ہوتا مسلم کافر کی ذلت سے خلاصی پاوے لہذا شرط یعنی تباین دارین کو علت کے
قائم مقام کیا یعنی اعتاق کے قید بالمستامن لانہ لو اشتراہ حربی لا یعتق علیہ اتفاقا لمانع حق استردادہ نہر مصنف نے مستامن کی قید لگائی ہے اسلئے
کہ اگر حربی خرید کریگا تو وہ آزاد نہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اوسکے حق استرداد کے مانع کے سبب سے کذا فی النہر ھ طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق اور
نہر الفائق میں لو شراہ کے مقام میں لو اسرہ ہے یعنی اگر حربی نے عبد مسلم کو گرفتار کیا اور مترجم نے بھی جو نہر الفائق کے طرف رجوع کیا تو طحطاوی کے
موافق پایا چنانچہ اوسکی عبارت حاشیہ پر مرقوم ہے کعبید لھم ثم ثمہ فجاءنا الی دارنا او الی عسکرنا تمامہ او اشتراہ مسلم او ذمی او حربی
ثمہ او عرضہ علی البیع وان لم یقبل المشتری بحر چنانچہ حربیوں کا وہ غلام آزاد ہوجاتا ہے جو دار الحرب میں مسلمان ہوا پھر ہمارے پاس آیا یعنی ہمارے
طرف دار الاسلام میں آیا یا اوس لشکر اسلام میں آیا جو دار الحرب میں وارد ہے یا اسکو مسلمان یا ذمی یا حربی نے دار الحرب میں خرید کیا یا حربی نے اسکو بیع کے واسطے
پیش کیا اگرچہ مشتری نے اوسکی بیع نہ قبول کی ہو کذا فی البحر او ظہرنا علیہم ففی ھذہ التسع الصور یعتق العبد بلا اعتاق ولا ولاء لاحد
علیہ لان ھذا عتق حکمی ھ در یا ہم اہل اسلام غالب ہوں حربیوں پر تو ان نو صورتوں میں غلام مذکور آزاد ہوجائیگا بدون آزاد کرنے کے اور کسیکو
حق ولا اوسپر نہوگا اسواسطے کہ یہ عتق حکمی ہے کذا فی الدر ھ و صورتین مستامن کی خرید سے آخر تک میں جنبی نے کہا بلکہ گیارہ صورتیں ہیں اسواسطے
کہ خرید کرنا مستامن کا دو حال سے خالی نہیں یا اوس نے عبد مسلم کو خرید کیا یا ذمی عبد کو اسطرح سے گیارہ ہوا کیونکہ عبد مسلم پر واقع ہوا ہو یا عبد ذمی پر وفی
الزیلعی لو قال الحربی لعبدہ اخذا بیدہ انت حر لا یعتق عند ابی حنیفۃ لانہ معتق ببیانہ مسترق ببنانہ ھ اور شرح زیلعی میں ہے اگر
حربی نے اپنے غلام سے کہا اور اسکا ہاتھ پکڑے کہ تو آزاد ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ آزاد ہوا اوسکے بیان اور مملوک ہوگیا اوسکے ہاتھ پکڑنے سے
یعنی بعد زوال ملک استیلاء جدید سے اوسکی ملک ثابت ہوگئی استیلاء جدید سے مراد اوسکا ہاتھ پکڑنا ہے دار الحرب میں واللہ تعالیٰ اعلم

باب المستامن

ای الطالب للامان یہ باب ہے مستامن یعنی امان مانگنے والے کے احکام میں اور چونکہ مسلمان کا امان دار الحرب میں استیلاء کی نہیں ہوتی لہذا اسکو باب الاستیلاء کے بعد ذکر کیا ہے
اذا دخل دار غیرہ بامان مسلما کان او حربیا مستامن وہ جو غیر کے ملک میں پناہ لیکر جاوے خواہ مستامن مسلمان ہو یا حربی یعنی مسلم دار الحرب میں اہل
حرب سے امان لیکر جاوے یا کافر حربی دار الاسلام میں اہل اسلام سے پناہ لیکر آوے دو نوکو مستامن کہتے ہیں دخل مسلم دار الحرب بامان حرم تعرضہ لشیئ
من دم و مال و فرج منہم اذ المسلمون عند شروطہم داخل ہو مسلم دار الحرب میں امان لیکر تو اوسپر حرام ہوگا کافروں کی ہر چیز سے متعرض ہونا خون اور مال
اور شرمگاہ سے اسواسطے کہ اہل اسلام اپنی شرطوں کے نزدیک قائم رہتے ہیں یعنی مستامن کو حربیوں کا خون کرنا یا اوسکا مال ناحق لینا یا اونکی عورتوں سے قربت کرنا جائز
نہیں ہے فلو اخرج الینا شیئا ملکہ ملکا حراما للغدر فیتصدق بہ وجوبا سو اگر مسلم مستامن دار الحرب سے ہماری طرف دار الاسلام میں کوئی چیز
نکال لایا تو وہ اوسکا مالک ہوگا ملک حرام بسبب دغابازی کے تو اوسکو خیرات کردے بنا بر وجوب کے ہم مالک ہوا اسواسطے ہوا کہ بسبب اخراج کے مال مباح پر مستولی ہوا اور
حرمت عہد شکنی کی جہت سے ثابت ہوئی اور تصدق ثابت ہوا بسبب ملک خبیث کے تا اینکہ اگر جاریہ ہوگی تو اوسکی وطی حلال نہیں اگرچہ کہ دار الاسلام میں نکالا
اور جو شخص کہ ایسی جاریہ کو مستامن سے خرید کرے اسکو بھی وطی حلال نہیں بسبب قائم ہونے حرمت کے ملک میں دغابازی سے اور یہ حرمت وطی مشتری مطابق قید علم کے
یعنی اگر مشتری جانتا ہو کہ بائع اسکا مالک ہوا ہے بملک محظور اسواسطے کہ غاصب ہوا ہے کہ حرمت اموال میں متعدد اور متنقل ہوتی ہے جو علم کے ساتھ نہ ہو وارث کے حق میں
اسواسطے کہ مورث کا مال وارث کو حلال ہے اگرچہ وارث اوسکے مال کی حرمت کو جانتا ہو اور ظہیریہ میں حلت مال مورث میں یہ قید مذکور ہے کہ وارث اوس مال کی
نہ جانتا ہو تب اوسکو مال مورث کا حلال ہے یعنی اگر یہ نہ معلوم ہو کہ فلانا مال فلانے شخص کا مورث نے غصب کیا ہے یا رشوت میں لیا ہے تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی

عن الحرب قيد بالاخراج لانه لو غصب منهم شيئاً لا ردّ عليهم وجوباً مصنف نے اس مین اخراج کی قید لگائی ہو اسواسطے کہ اگر دار الحرب مین کافرون کی
کوئی چیز غصب کرے گا تو اوسکو پہیر دینا بر وجوب کے نا دینا ہوگا وہ دار الحرب مین ہے اور یہی حکم ہے جو یہی اور خارجگری کا بخلاف الاسیر فیباح تعرضه
وان اطلقوہ طوعاً لانه غیر مستامن فہو کالمتلصص بخلاف اوس مسلم کے جو دار الحرب مین گرفتار اور رشتے ہے تو اوسکو اونکی جان اور مال سے
متعرض ہونا مباح ہے اگرچہ کفار نے اسکو بخوشی چہوڑ دیا ہو اسواسطے کہ وہ مستامن نہین تو وہ متلصص کی مانند ہے یعنی جو دار الحرب مین چہپ کر جاوے فانه یجوز
له اخذ المال وقتل النفس دون استباحة الفرج لانه لا یباح الا بالملک سو مسلم مقید کو جائز ہے حربیون کا مال لینا اور جان کا قتل کرنا سوای استباحت
شرمگاہ کے اسواسطے کہ حربیات کا جماع حلال نہین مگر ملک سے اور ملک قبل احراز دار الاسلام کے ثابت نہین اور ملک حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہے
الا اذا وجد امرأته المأسورة وام ولده ومدبرته لانه ما ملکوهن بخلاف الامة مسلم مستامن کو استباحت شرمگاہ حلال نہین مگر
اوسوقت حلال ہے جب اوسنے دار الحرب مین اپنی زوجہ گرفتار یا اپنی ام ولد یا مدبرہ کو پایا ہو اسواسطے کہ کفار اونکے مالک نہین ہوئی بخلاف لونڈی کے کہ
وہ گرفتاری سے اونکی مملوک ہوجاتی ہے تو اوسکی وطی بہی حلال نہین ثم یطأهن اهل الحرب اذ لو وطئهن تجب العدة للشبهة زوجہ اور ام ولد اور
مدبرہ اوسوقت حلال ہین جب کہ اونسے اہل حرب نے وطی نکی ہو اسواسطے کہ اگر اونہون نے اون سے وطی کی ہوگی تو عدت واجب ہوگی بسبب شبہ ملک کے فان اداته
حربی دیناً ببیع او قرض او بعکسه او غصب احدهما صاحبه وخرجا الینا لم نقض لاحد بشیء لانه ما التزم حکم الاسلام فیما مضی
بل فیما یستقبل پہر اگر حربی نے مسلم مستامن کو مدیون کیا خواہ بیع کے واسطے ہو یا قرض کے واسطے یا بالعکس یعنی مستامن نے حربی کو مدیون کیا یا ایک نے
دوسرے کا مال غصب کیا اور وہ دونون ہماری طرف دار الاسلام مین نکل آئے دار الحرب سے تو ہم اون مین سے کسی شخص کے واسطے کسی چیز کا حکم نکرینگے اسواسطے کہ مستامن
نے حکم اسلام کا زمان گذشتہ مین التزام نہین کیا بلکہ زمان آیندہ مین التزام کیا ہے اداینت مین تو اسواسطے حکم نہوگا کہ ادانت دار الحرب مین واقع ہوئی وہان
حکومت اسلام جاری نہین جو قاضی اسمین کچھ حکم کرسکے اور وقت قضا بہی حربی مستامن پر ولایت اسلام نہین اسواسطے کہ اوسنے زمان گذشتہ مین التزام
احکام نہین کیا بلکہ آیندہ مین کیا ہے اور غصب مین اسواسطے حکم نہین کہ دار حرب غلبہ اور قہر کا ملک ہے جو ایک شخص دوسرے کے مال پر غالب ہوا مالک ہوگیا مسح المعفا
مین ہے کہ دین سے یہان عام مراد ہے جو خرید و فروخت اور قرض کو شامل ہے اگرچہ صاحب فتاویٰ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بعضے مین قرض کو دین نہین کہتی ہو سہو کہ فقہا
مقصود کی ہے کہ دار الحرب کے قرض کا بہی یہی حکم ہے ویفتی المسلم برد المغصوب زیلعی زاد الکمال ورد الدین ایضاً دیانة لا قضاء لانه غدر
اور مسلم کو رد مغصوب کا فتوی دیا جائیگا کذا فی شرح الزیلعی کمال الدین محقق نے اتنا زیادہ کیا ہے اور دین کے بہی پہیر دینے کا فتوی دیا جائیگا باعتبار دیانت کے نہ قضا کے
دیانت اسواسطے فتوی ہوگا کہ یہ مسلم اس دین غدر کا مرتکب ہے یعنی قاضی بجبر حکم نکریگا بلکہ مسئلہ شرعی بیان کر دیگا وکذا الحکم یجری فی حربیین فعلا ذلک
ای الادانة والغصب ثم استامنا الینا اور ایسا ہی حکم جاری ہے اون دو حربیون مین جنہون نے وہ کیا یعنی ادانت اور غصب دار الحرب مین کیا پہر دار الاسلام
مین آکر مستامن ہوئے نظر اوسی سبب کے جسکو ہمنے بیان کیا یعنی دونون مین قاضی اسلام کچہ حکم نکریگا اسواسطے کہ اونہون نے التزام احکام اسلام استقبال مین کیا
ہے فروع خرج حربی مع مسلم الی العسکر فادعی المسلم انه اسیره وقال الحربی کنت مستامناً فالقول للحربی الا اذا قامت قرینة
کونه مکتوفاً او مغلولاً عملاً بالظاهر حربی مسلمان کے ساتھ لشکر اسلام کی طرف آیا پہر مسلم نے دعوی کیا کہ وہ میرا قیدی ہے اور حربی نے کہا کہ مین
مستامن تہا تو حربی ہی کا قول معتبر ہوگا مگر اوسوقت مسلم کا قول مقبول ہوگا جب کوئی قرینہ قائم ہو اوسکی گرفتاری پر چنانچہ اوسکی مشکین بندہی ہو یا اوسکے
پاؤن میں طوق پڑا ہو ظاہر حال پر عمل کرنے سے کذا فی البحر وان خرجا الی الحرب الینا مسلمین وقضی بینهما بالدین لو قوعه صحیحاً للتراضی
واما الغصب فلا لما مر انه ملکه اور اگر دو حربی نکل آئے دار الاسلام مین مسلمان ہوکر اور اونہون نے مقدمہ رجوع کیا قاضی کی طرف تو اون دونون
مین دین کا حکم کیا جاویگا بجہت واقع ہونی دین کے صحیح بسبب باہمی رضامندی طرفین کے اور غصب مین تو حکم نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ دار الحرب مین غصب کرنیسے
غاصب مالک ہوجاتا ہے اسواسطے کہ دار الحرب دار القہر ہے قتل احد المسلمین المستامنین صاحبه عمداً او خطأً تجب الدية لسقوط القود کالحد

فی مالہ فیہما لتعذر الصیانۃ علی العاقلۃ مع تباین الدارین دو مسلمان مستامن ہیں ایک نے دوسرے اپنے ساتھی کو قتل کیا قصداً یا چوک کر تو دیت واجب
ہوگی بسبب ساقط ہونے قصاص کے وہان یعنی دار الحرب مین مانند حد کے دیت واجب ہوگی قاتل کے مال مین دونون صورتون عمد اور خطا مین بسبب عذر ہونے حفاظت کے
اہل محلہ پر باوجود اختلاف دارین کے یعنی اہل محلہ پر جو قتل خطا مین دیت واجب ہوتی ہے تو اس سبب سے ہے کہ انہون نے بچانے مین قصور کیا سو یہان مع تباین دارین کے قصور
نہین لہذا قاتل ہی کے مال سے دیت دلائی جائیگی والکفارۃ ایضا فی الخطا لاطلاق النص اور کفارہ بھی واجب ہوگا قتل خطا مین بسبب اطلاق نص کے
یعنی نص قرآنی مین بلا قید دار الحرب اور دار الاسلام کے ارشاد ہوا ہے کہ جو مومن کو چوک کر مارے تو مسلمان گردن کا آزاد کرنا اور دیت سپرد مقتول کے وارثون کو
وفی قتل احد الاسیرین الاخر کفر فقط بلا دیۃ فی الخطا اور دو قیدی مسلمان ہین ایک دوسرے کے قتل کر ڈالنے مین فقط کفارہ ہے بدلیل گذشتہ
بدون دیت کے قتل خطا مین ہم سقوط دیت کی وجہ قتل عمد مین مذکور ہوگی ولا شئ فی العمد اصلا لانہ بالاسر صار تبعا لہم فسقطت عصمتہ المقومۃ
لا المؤثمۃ فلذا یکفر فی الخطا اور کچھ واجب نہین قتل عمد مین اصلا نہ کفارہ نہ دیت اسواسطے کہ مسلم بسبب گرفتار ہونے کے اہل حرب کا تابع ہوگیا تو ساقط ہوگئی اسکی عصمت
مقومہ نہ عصمت مؤثمہ تو اسیواسطے قتل خطا مین کفارہ دے نہ عمد مین اصلا ہم عصمت مقومہ یعنی قیمت ٹھیرانیوالی وہ ہے جو موجب مال ہو تعرض کے نزدیک اور
عصمت مؤثمہ وہ ہے جو موجب گناہ کی ہو عند التعرض کذا فی المنح کقتل مسلم اسیرا او من اسلم ثمۃ ولو ورثتہ المسلمون ثمۃ فیکفر فی الخطا
فقط لعدم الاحراز بدارنا جیسے کسی نے قتل کر ڈالا قیدی مسلم کو یا اسکو جو دار الحرب مین مسلمان ہوا اگرچہ مقتول کے مسلمان وارث وہان موجود ہون
دیت واجب نہین تو فقط قتل خطا مین کفارہ دے بسبب عدم احراز دار الاسلام کے ہم عصمت مقومہ جو انسان کی قیمت کو ثابت کرے اسطرح کہ جو ہتک عصمت
کرے تو اسپر قصاص لازم آوے یا دیت ہمارے نزدیک بسبب جواز دار الاسلام کے ثابت ہے نہ بسبب اسلام کے کذا فی الطحطاوی عن العلامۃ نوح فصل فی استیمان
الکافر یہ فصل ہے کافر کے طلب امان مین جب استیمان مسلم سے فراغت پائی تو مصنف نے احکام کافر مستامن کے شروع کئے لا یمکن حربی مستامن فینا سنۃ
لئلا یصیر عینا لہم وعونا علینا نہ رہنے پاوے حربی مستامن ہم مین یعنی دار الاسلام مین ایک سال تاکہ کافرون کا جاسوس اور ہماری ضرر رسانی کو انکا
مددگار نہو جاوے ہم حربی کا ہمیشہ رکھنا دار الاسلام مین جائز نہین مگر بسبب رقاق یا جزیہ تاکہ کافرون کا جاسوس نہو اور مسلمین کے ضرر مین انکا مددگار نہو مگر تھوڑی
مدت انکو ٹھیرنے دینا البتہ جائز ہے اسواسطے کہ بالکل نہ آنے دینے مین سد باب تجارت ہے لہذا دونون مدتون مین حد فاصل ایک سال کو قرار دیا کہ اس مدت مین
جزیہ واجب ہوا کذا فی المنح وقیل لہ ای قیل الامام ان اقمت سنۃ قید اتفاقی لجواز توقیت ما دونہا کشہر وشہرین در لکن ینبغی ان
لا یلحقہ ضرر بتقصیر المدۃ جدا فیہ وضعنا علیک الجزیۃ اور حربی سے کہا جاوے بادشاہ اسلام کی طرف سے کہ اگر تو دار الاسلام مین ایک سال رہیگا
تو تجھپر جزیہ رکھینگے شارح نے کہا ایک سال رہنے کی قید اتفاقی ہے بسبب جواز توقیت کم از سال کے جیسے ایک مہینہ یا دو مہینے کذا فی الدر لیکن لائق یون ہے
کہ اسکو ضرر نہ پہونچے نہایت کم مدت مقرر کرنے سے کذا فی الفتح ہم جزیہ مقرر کرنا سال بھر کے رہنے پر موقوف نہین بلکہ اگر امام نے ایک مہینہ رہنے کی اجازت دی
تو اگر دو مہینے رہیگا تو ذمی ہوجائیگا جزیہ اسپر لازم آویگا فان مکث سنۃ بعد قولہ فہو ذمی ظاہر المتون ان قول الامام لہ ذلک شرط لکونہ
ذمیا فلو اقام سنۃ او سنتین قبل القول فلیس بذمی وبہ صرح العتابی وقیل نعم وبہ جزم فی الدرر وقال فی الفتح والاول اوجہ پہر اگر
حربی دار الاسلام مین سال بہر بعد قول امام کے ٹھیرے تو وہ ذمی ہے ظاہر عبارت متون یہ ہے کہ امام کا یہ قول اسکے ذمی ہونیکی شرط ہے تو اگر حربی ایک سال
یا دو سال دار الاسلام مین ٹھیریگا قول امام سے پہلے تو وہ ذمی نہین اور اسیکی عتابی نے تصریح کی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ بدون قول امام کے بھی ذمی ہوگا
اور اسی قول پر یقین کیا ہے درر مین فتح القدیر مین کہا کہ قول اول دلیل سے موافق تر ہے ولا جزیۃ علیہ فی حول المکث الا بشرط اخذہا منہ فیہ اور
حربی پر جزیہ نہین پہلے سال کی اقامت مین مگر اوس سے شرط کر لینی مین سال کے اندر جزیہ لینے کے یعنی اگر یون کہدیا ہو کہ اگر تو اس سال رہیگا تو تجھپر جزیہ دینا لازم
آویگا تب تو لینا درست ہے والا نہین اسواسطے کہ وہ دوسرے سال مین ذمی ہوا ہے نہ اول سال مین اور جزیہ دینا بدون ذمی ہونیکے لازم نہین آتا ہم مصنف نے
ذمی کے احکام شروع کئے واذا صار ذمیا یجری القصاص بینہ وبین المسلم ویضمن المسلم قیمۃ خمرہ وخنزیرہ اذا اتلفہ اور جب کہ حربی

ذمی ہوگیا تو قصاص جاری ہوگا اوسکے درمیان اور مسلم کے درمیان اور مسلم اوسکی شراب اور سور کی قیمت کا ضمان دیگا جب مسلم اوسکو تلف کر ڈالیگا وتجب الدية
عليه اذا قتله خطأ اور مسلمان پر اوسکی دیت کا دینا واجب ہوگا جب ذمی کو چوک کر مار ڈالیگا ويجب كف الاذى عنه وتحرم غيبته كالمسلم نهر اور واجب ہے
اوسے تکلیف اور ایذا کو روکنا اور اوسکی غیبت کرنا حرام ہے مسلمان کے مانند کذا فی نہر وتتعدد فيه لو مات المستأمن في دارنا وورثته ثمه وقف ماله لهم
ويأخذه لا ببينة ذمي من اهل الذمة فبكفيل ولا يقبل كتاب ملكهم اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر کافر مستامن دار الاسلام میں مرگیا اور اوسکے وارث
دار الحرب میں رہیں تو اوسکا مال اونکے واسطے رکھ چھوڑا جائیگا اور اوسکے وارث مال کو گواہ لاکر پاوینگے اور اگر اونکی وراثت کے گواہ اہل ذمہ ہوں تو ضامن
لیکر اونکو مال دینگے اور وہ ہوں بادشاہ کا خط اس امر میں مقبول نہیں واذا اراد الرجوع الى دار الحرب بعد الحول ولو لتجارة او لقضاء حاجته
لم يمنع لا الاطلاق فرمنع لان عقد الذمة لا ينقض بمفاده منع الذمي ايضا اور جب کافر مستامن دار الحرب کی طرف پھر جانیکا ارادہ کرے بعد
ایک سال کے تو منع کیا جائیگا اگرچہ تجارت یا حاجت روائی کے واسطے جانا چاہے کذا اطلاق روایات اسکو مفید ہے کذا فی النہر اسواسطے کہ کہا جائیگا
کہ عقد ذمہ بعد منعقد ہونیکے منقوض نہیں ہوتا اور اس تعلیل سے مستفاد ہوا ذمی کا منع کرنا بھی دار الحرب کے جانے سے طحطاوی نے کہا منع ذمی بحث ہے
صاحب بحر کی حالانکہ یہ مسئلہ فتاوی عالمگیریہ میں مصرح ہے یعنی تو قیاس کریگا جبکہ كما يمنع لو وضع عليه الخراج بان الزم به واخذ منه عند
حلول وقته لان خراج الارض كخراج الراس جیسے روکا جاتا ہے حربی مستامن دار الحرب کے جانے سے اگر اوسپر خراج زمین کا مقرر کیا جاوے بایطور
کہ خراج اسکو لازم کیا گیا ہو اور خراج اوس سے لیا جائیگا اوسکے وقت آنیکے نزدیک اسواسطے کہ زمین کا محصول گردن کے محصول کے برابر ہے ذمی ہو جاویگا
یعنی جب مستامن نے دار الحرب میں زمین مول لی یا عشری زمین میں زراعت کی تو اوسپر خراج لازم آیا تو وہ اوس سے ذمی ہوگا جیسے جزیہ سے ذمی ہوتا ہے لہذا دار الحرب
میں نہ جانے دیگا وصار ذمیا المستامنة الكتابية زوجت مسلم او ذمی لتبعيتها له وان لم يدخل بها یا مستامنہ کتابیہ کو مسلم یا ذمی نے بیاہ لیا
یعنی دار الاسلام میں اوس سے مسلم یا ذمی نے نکاح کیا تو اب دار الحرب میں نہ جائیگی بسبب تابع ہونے زوجہ کے زوج کے اسواسطے اگرچہ زوج نے اوس سے قربت نکی ہو لا عكسه
لامكان طلاقها لیکن اسکے عکس یعنی کافر مستامن اگر ذمیہ سے نکاح کرے تو ذمی نہیں ہوتا اوسکے طلاق دینے کے امکان سے یعنی مرد زوجہ کو طلاق دیکر اپنے ملک میں
جا سکتا ہے بخلاف عورت کے وہ مالک طلاق کی نہیں ولو نكحها هنا فطالبته بمهرها فلها منعه من الرجوع تتارخانيه اور اگر مستامن نے ذمیہ سے دار الاسلام
میں نکاح کیا سو زوجہ نے اوس سے اپنا مہر مانگا تو اوسکو اوسکا روکنا دار الحرب کے جانے سے پہنچتا ہے کذا فی التاتارخانیہ فلو لم يعد حتى مضى الحول ينبغي صيرورته
ذمیا على ما مر من الدرر سو اگر مستامن پھر نہ ہو یہاں تک کہ ایک سال گذر گیا تو اوسکا ذمی ہو جانا سزا وار ہے بنابر اوس روایت کے جو درر سے مذکور ہو چکی
یعنی امام کا یوں کہنا مستامن سے کہ اگر تو سال بھر رہیگا تو ہم تجھپر جزیہ مقرر کرینگے ذمی ہونے میں شرط نہیں بلکہ اقامت یکسالہ ثبوت ذمیت میں کافی ہے بروایت
ومنه علم حكم الدين الحادث في دارنا اور مسئلے کے حکم سے معلوم ہوگیا اوس دین کا حکم جو دار الاسلام میں حادث ہوا یعنی صاحب دین کو مدیون کا
روکنا دار الحرب کے جانے سے جائز ہے اور اگر سال بھر ادائی دین نکریگا تو ذمی ہو جائیگا فان رجع المستامن اليهم ولو لغير داره حل دمه لبطلان
امانه پھر اگر مستامن پھر گیا حربیوں کی طرف اگرچہ دوسرے دار الحرب میں گیا ہو تو اوسکا خون بعد داخل ہونے دار الحرب کے حلال ہے بسبب باطل ہو جانے اوسکی امان کے
تو وہ حربی ہو گیا فان ترك وديعة عند معصوم مسلم او ذمي او دينا عليهما فاسر او ظهر بالبناء للمجهول بمعنى غلب عليهم فاخذ او قتلوا
سقط دينه وسلمه وما غصب منه واجر عين اجرها لسبق يده پھر اگر مستامن دار الحرب میں پھر گیا اور امانت کو شخص معصوم یعنے مسلم یا ذمی کے پاس چھوڑ
گیا یا دونوں پر اپنا دین چھوڑ گیا پھر بدون فتح ہونے دار الحرب کے گرفتار رہا یا غلبہ حاصل ہوا اہل حرب پر سو اوسکو گرفتار کیا مسلمین نے یا اوسکو قتل کیا بعد غالب ہونے
کے تو اوسکا دین اور بیع سلم کا راس المال اور جو مال کہ اوس سے غصب کیا اور کرایہ اوس ذات کا جسکو اوس نے اجارہ دیا تھا ساقط ہوگیا بسبب مقدم ہونے قبضہ
امانتدار وغیرہ کے ہم مدیون وغیرہ پر اثبات ید بسبب مطالبہ کے تھا اور مطالبہ تو بسبب گرفتاری یا قتل دائن کے ساقط ہوا اور مدیون وغیرہ کا ید اور مسلمین کے
ید سے سابق ہے تو اوسکے مخصوص ہوگا لہذا دین وغیرہ ساقط ہوگا اور غنیمت نہوگا کذا فی البحر وما ماله كوديعته وما عند شريكه ومضاربه وما في

بیتہ فی دار نا فیئاً اور مال اوسکا یعنی جو اسکی امانت اور جو مال کہ اوسکے شریک یا مضارب کے پاس ہو اور جو اوسکے گہر مین ہے دار الاسلام کے اندر غنیمت ہوجائیگا یعنی ہو الحکم
کہ مال مذکور اوسکے قبضے مین ہی تقدیراً کیونکہ امانت وار وغیرہ کا قبضہ قائم مقام صاحب امانت کے ہی تو امانت وغیرہ غنیمت ہوجائیگی اوسکی ذات کی تبعیت سے واختلف
فی الرھن والصحیح انہ لمرتھن بدینہ اور خلاف روایت ہی اوسکے رہن مین اور نہر الفائق مین ترجیح دی ہی کہ وہ مرتہن ہی کو ملتا ہی بعوض اوسکے
دین کے ہم یہ قول ہے ابو یوسف کا اور محمد کے نزدیک مرہون بیچا جاوے اور اوس سے مرتہن کا دین ادا کیا جاوے اور جو زیادہ ہو وہ ادائے دین سے وہ غنیمت ہی سمین کی
صاحب بحر نے محمد کے قول کو ترجیح دی ہی اور ہم نے صاحب نہر کی ترجیح لورد کیا ہے لان الطحطاوی وفی السراج لو بعث من یأخذ الودیعة والقرض
یجب تسلیمہ الیہ انتہی اور سراجیہ میں ذکر ہے کہ اگر مستامن نے کسی شخص کو دار الحرب سے امانت اور قرض لینے کے واسطے بہیجا تو اوسکو امانت اور قرض کا سپرد کرنا
واجب ہی مترجم کہتا ہی واسطے کہ اوسکا مال غنیمت نہیں ہوا اور اوسکی گرفتاری یا قتل سے پہلے ہی مترجم و علیہ یتوقف منہ دینہ ھنا قال لو
کان امانت و ودیعتہ فیئاً اور بنابر جواب تسلیم ودیعت اور قرض کے تو ادا کیا جاویگا اوسکے مال سے دین اوسکا اور جو اوس نے دار الاسلام مین مسلم سے قرض لیا یا ذمی
سے اگرچہ اوسکی ودیعت غنیمت ہوگئی طحطاوی نے کہا یہ بحث ہی صاحب بحر کی نہ روایت مذہب وان قتل او مات فقط بلا غلبة علیہم فدینہ و
قرضہ وودیعتہ لورثتہ لان نفسہ لم تصر مغنومة فکذا مالہ کما لو ظہر علیہ فہرب فمالہ لہ اور اگر مستامن مذکور بعد رجوع دار الحرب قتل
کیا گیا بدون گرفتاری کے یا فقط مر گیا بدون غالب ہونے مسلمین کے دار الحرب پر تو اوسکا دین اور قرض اور امانت اوسکے وارثون کے واسطے ہی اسواسطے کہ ذات اوسکی
غنیمت نہیں ہوئی تو اسیطرح اوسکا مال بہی غنیمت نہین ہوا چنانچہ اگر وہ گرفتار ہوا پہر بہاگ گیا تو اوسکا مال اوسی کے واسطے ہی کیونکہ اوسکی گرفتاری اوسکے
بہاگ جانے سے باطل ہوگئی مترجم خلاصہ بحث کہ یہان پانچ صورتین ہین تین صورتون مین تو اوسکا دین ساقط ہی اور اوسکی امانت غنیمت ہی ۱ دار الحرب پر غالب
ہونے اور اوسکے گرفتار کرنے سے ۲ دار الحرب پر غالب ہونے اور اوسکے قتل کرنے سے ۳ بدون غلبہ دار الحرب اوسکی گرفتاری سے اور دو صورتون مین اوسکا مال
غنیمت نہین بلکہ بطور سابق قائم رہیگا اگر وہ زندہ ہی تو آپ ورنہ اوسکے وارث لینگے ۱ اوسکے گرفتار ہونے سے پہر بہاگ جانے سے ۲ اوسکے مقتول ہونے سے
بدون غلبہ دار الحرب کے اوسکے مرجانے سے کذا فی المنح حربی ھنا لہ ثمة عرس واولاد وودیعة مع معصوم وغیرہ فاسلم ھنا وصار ذمیا
ثم ظہرنا علیہم فکلہ فیئ لعدم یدہ وولایتہ وتوبعی طفلہ الینا فہو حر مسلم ایک حربی یہان دار الاسلام مین ہی جسکی وہان دار الحرب مین
جورو اور اولاد اور امانت ہی شخص معصوم یعنی مسلم یا ذمی کے ساتہ وہ یہان دار الاسلام مین مسلمان ہوگیا یا ذمی ہوگیا پہر ہم اہل اسلام اہل حرب پر غالب ہوئے
تو اوسکی زوجہ اور اولاد اور امانت سب غنیمت ہی بسبب نہونے اوسکے قبضے اور ولایت کے اور اگر اوسکا طفل دار الاسلام مین گرفتار ہو آیا تو وہ مملوک
مسلم ہی مترجم طفل مسلمان ٹہیریگا اپنے باپ کی تبعیت سے اسواسطے کہ دونون ایک ملک مین مجتمع ہوئے بخلاف اون اطفال کے جو دار الحرب مین ہین کہ وہ اسلام مین تابع
اپنے باپ کے نہوئے بسبب تباین دارین کے وان اسلم ثمة فجاء ھنا فظہر علیہم فطفلہ حر مسلم لاتحاد الدار اور اگر حربی دار الحرب مین مسلمان ہوا پہر یہان
دار الاسلام مین آیا پہر اہل اسلام کا اہل حرب پر غلبہ ہوا تو اوسکا طفل صغیر حر مسلم ہی اپنے باپ کی تبعیت سے بسبب متحد ہونے دار کے یعنی جب اوسکا باپ مسلمان ہوا تہا
تو دونون دار الحرب مین واقع تہے کذا فی المنح وودیعتہ مع معصوم لہ لان یدہ کیدہ محترمة اور امانت اوسکی شخص معصوم کے ساتہ اوسیکو واسطے
ہی اسواسطے کہ قبضہ امانت دار معصوم کا صاحب امانت کے قبضے کے مانند محترم ہے یعنی بسبب اسلام کے وغیرہ فیئ لو عینا غصبہا مسلم لعدم النیابة فتح اور
سوائے امانت کے اور مال اوسکا غنیمت ہی اگرچہ اوسکی کسی چیز کو مسلم اوس سے غصب کیا ہو بسبب عدم نیابت کے کذا فی الفتح اسواسطے کہ غاصب کا قبضہ صحیح نہین جو مالک
کے قبضے کا قائم مقام ہو وللامام حق اخذ دیة مسلم لا ولی لہ اصلاً اور امام کو واسطے اوس مسلمان کی دیت کے لینے کا حق ہی جسکا کوئی ولی وارث نہین
مترجم مقصود یہ ہی کہ اوسکا خون بہا لیکر بیت المال مین رکہے والا قتل خطا کا حکم معلوم ہے ولہذا کفارہ مذکور نکیا اسواسطے کہ جنایات مین مذکور ہوگا ودیة
مستامن اسلم ھنا من قاتلہ خطأ لقتلہ نفساً معصوماً اور امام کو اوس مستامن کی دیت کے لینے کا حق ہی جو یہان دار الاسلام مین مسلمان ہوا
اور [illegible] خون بہا لے قتل خطا مین بسبب قتل کرنے قاتل کے نفس معصوم الدم کو یعنی مستامن کا ولی دار الحرب مین کالعدم ہے لہذا امام اوسکا

خون بہا لیگا اسواسطے کہ امام اوسکا ولی ہے جسکا کوئی ولی نہین **وفی العمد له القتل قصاصاً والدية صلحاً لا العفو نظراً لحق العامة** اور لاوارث مسلم
اور مستامن مسلم کے قتل عمد مین امام کو قاتل کا قتل جائز ہے بنا بر قصاص کے یا خون بہا لینا بطور صلح کے نہ معاف کرنا بنظر حق عامہ مسلمین کے یعنی اگر دیت بیت المال
مین داخل ہوگی تو سب اہل اسلام کو حصہ ملیگا تو خون معاف کر دینے مین اونکی حق تلفی سے **حربی او مرتد او من وجب عليه قود التجا بالحرم لا يقتل**
بل يحبس عنه الغذاء ليخرج فيقتل لان من دخله فهو آمن بالنص وسيجيء في الجنايات حربی یا مرتد جسپر قصاص واجب ہوا جا چھپا
بیت اللہ کے حرم مین تو حرم کے اندر وہ مقتول نہوگا بلکہ اوسکا کہانا روکا جائیگا یعنی اوسکو کوئی کہانا پینا مطلقا نہ دے تا وہ حرم سے باہر نکلے عاجز ہو کر پھر حرم سے
باہر قتل کیا جاے اسواسطے کہ جو شخص حرم مین داخل ہوا وہ امن مین ہوگیا بموجب نص قرآن کے یعنی **ومن دخله كان آمنا** یہ مسئلہ آگے کتاب الجنایات
مین آویگا **لا تصير دار الاسلام دار حرب الا بامور ثلثة باجراء احكام اهل الشرك وباتصالها بدار الحرب وبان لا يبقى فيها مسلم او**
ذمي آمنا بالامان الاول على نفسه دار الاسلام دار الحرب نہیں ہوتا مگر تین امور کے پائے جانے سے ا اہل شرک کے احکام جاری ہونے سے ۲ اور اوسکے
متصل ہونے سے دار الحرب کے ساتھ ۳ اور یہ کہ وہان مسلمان یا ذمی پہلے دشرک نہ باقی رہے اپنی ذات پر امان اول سے ۱ اہل شرک سے مراد اہل کفر مراد ہین یعنی
اہل کفر کے احکام علی الاعلان بلا دغدغہ جاری ہون اور حکم اسلام وہان نہ جاری ہو ۲ اور اتصال دار الحرب سے مراد یہ ہے کہ دونون کے درمیان مین بلاد اسلام کا کوئی
شہر نہ واقع ہو اور امان اول سے وہ امان مراد ہے جو ثابت تہی قبل غالب ہونے کفار کے مسلم کو اسلام کے سبب سے اور ذمی کو عقد ذمہ کے جہت سے اور اس مسئلہ کی
تین صورتین ہین یا اہل حرب کسی شہر پر بلاد اسلام سے غالب ہو جائین یا کسی شہر کے لوگ مرتد ہو کر احکام کفر جاری کرین یا اہل ذمہ عہد توڑ کر اپنے ملک پر غالب ہو جائین
تو ان سب صورتون مین وہ ملک دار الحرب نہوگا امام ... نے کہا کہ نقط ایک ہی شرط سے دار الاسلام دار الحرب ہو جاتا
یعنی احکام کفر کے ظاہر کرنے سے اور یہی قول قیاس کے موافق ہے ... کہا ... دار الاسلام دار الحرب ہو گیا تو وہان ...
نہ جاری ہوگا اور مسلم کو اہل حرب کی جان اور مال کا متعرض ہونا ... سوای حالت خروج کے اور احکام مذکورہ ... جب دار الحرب دار الاسلام
ہو جائیگا **ودار الحرب تصير دار الاسلام باجراء احكام اهل الاسلام فيها كجمعة وعيد وان بقي فيها كافر اصلي وان لم تتصل بدار**
الاسلام درر وهذا ثابت في نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح كانه تركه لحل بعضه ووضوح باقيه اور دار الحرب دار الاسلام ہو جاتا ہے
احکام اسلام کے جاری کرنے سے اوسمین چنانچہ نماز جمعہ اور عید اگرچہ وہان کافر اصلی باقی ہو اور گو وہ ملک دار الاسلام سے نہ متصل ہو کذا فی الدرر اور یہہ
عبارت یعنی حربی وغیرہ کے دخول حرم سے آخر تک متن کے نسخون مین ثابت ہے اور مصنف کی شرح کے نسخون سے ساقط ہے گویا مصنف نے اوسکو شرح مین ترک کر دیا
بسبب اپنے بعضے مضمون کے اور واضح ہونے باقی کلام کے یعنے دخول حربی کا حرم مین کتاب الجنایات مین آویگا اور باقی مضمون ... واضح
ہو نہیں بحث ہے شرح ملتقی مین شرنبلالیہ سے منقول ہے کہ قاری ہدایہ سے سوال ہوا در بابی تشور یعنی ... کہ وہ دار الاسلام ہے یا دار الحرب ہے
جو ابدیا کہ وہ کسی مین داخل نہین کہ وہان کسیکا قہر اور حکومت نہین طحطاوی نے کہا کہ ہم نکاح کافر کے باب مین ذکر کر چکے ہین کہ دربای تشور دار الحرب
مین داخل ہے اور شیخ الاسلام ابو سعود کے حاشیہ مین بعد ذکر جواب قاری ہدایہ کے مذکور ہے شرح نظم ہانی سے کہ بحر مالح کا سطح دار الحرب کے حکم مین ہے تو معلوم
ہوا کہ جو قاری ہدایہ نے مذکور کیا وہ اوسکی بحث ہے تو نص مقدم ہے اوسپر اور استروشنی نے اپنی فصول مین ابو الیسر سے مذکور کیا کہ دار الاسلام دار الحرب نہین
ہوتا جبتک وہ سب امور باطل نہو جائین جنکی جہت سے وہ دار الاسلام ہوا ہے اور اسبیجابی نے اپنی مبسوط مین اسیطرح مذکور کیا ہے اور امام ناصر الدین نے
منشور مین ذکر کیا کہ دار الاسلام بسبب جاری ہونے احکام اسلام کے دار الاسلام ہوا ہے تو جبتک کوئی چیز علائق اسلام سے باقی رہیگی تو جانب اسلام کو ترجیح دیجاویگی کذا فی
حاشیۃ الطحطاوی اور ملتقط مین مذکور ہے کہ جو بلاد کہ کفار کے ہاتھہ مین ہین بلاشک وہ بلاد اسلام ہین نہ بلاد حرب اسواسطے کہ وہ بلاد حرب سے متصل نہین اور اسواسطے کہ
کفار نے اوسمین احکام کفر کے بہی جاری نہین کیے بلکہ اہل اسلام قاضی ہین اور جس شہر مین اونکی طرف سے حاکم مسلمان ہے تو اقامت جمعہ اور عید اور اخذ خراج اور تقلید
قضاۃ جائز ہے بسبب استیلاء مسلم کے اور کفار کی اطاعت بسبب موادعہ ہے یا مخادعہ اور جن شہرون پر کفار حاکم ہین تو مسلمین کو اقامت جمعہ اور عید جائز ہے اور اسکی ...

دار الاسلام کی ... دار الحرب ...

رنہ مندی سے ایک شخص قاضی ہو سکتا ہے اور اہل اسلام کو واجب ہے کہ کفار سے درخواست کرین کہ ہم مسلمان کو حاکم کرین کذا فی الفصول العمادیہ **باب العشر والخراج والجزیۃ** یہ باب ہے عشر اور خراج اور جزیہ کے احکام مین ہم جب مصنف نے اسکو ذکر کیا جس سے کافر مستامن ذمی ہو جاتا ہے تو اوسکے بعد وظائف مالیہ کو ذکر کیا جو ذمی پر ذمی ہونیکے بعد لازم آتے ہین یعنی ذمیکی زمین اور سر کا خراج اور چونکہ خراج ارض اور خراج راس کی تفریعات مین کثرت تھی لہذا اونکو دو باب مین مذکور کیا اور خراج ارض کو مقدم کیا اسواسطے کہ اوسی مین گفتگو ہے پہر خراج کے ساتھ عشر کو بھی ذکر کر دیا تا وظیفہ ارض کی تکمیل اور تتمیم ہو جاے اور ذکر عشر کا خراج پر اسواسطے مقدم کیا کہ اوسمین عبادت کا مضمون ہے بخلاف خراج کے کہ وہ عقوبت ہے عشر بضم عین لغت مین عبارت ہے واحد مین عشرہ یعنی دسوان حصہ اور خراج بالفتح وہ ہے جو زمین یا غلام کی پیدائش سے خارج ہوا اور جسکو بادشاہ وظیفہ ارض اور راس سے لے وہ مسمی بخراج ہے یہ مصنف تحدید اور تعیین عشری اور خراجی زمین کی اول شروع فرمائی اسواسطے کہ اسطرح ضبط احکام آسہل ہے کذا فی منح الغفار حاکم اسلام پر واجب ہے کہ جب اسکو عشر اور خراج اور جزیہ ملے تو اوسکے مستحقین پر صرف کرے ورنہ اسکا وبال اوسکی گردن پر ہے اور اگر عشر اور خراج خلاف شرع لیگا تو ظالم ہوگا اور جو اوسکو حلال جانیگا وہ کافر ہے اور ہمارے زمانیکے حاکم فاسق اور ظالم ہین اسواسطے کہ وہ خراج وغیرہ کو خلاف شرع صرف کرتے ہین یعنی ملک کی محصول کو اپنے باپ کا مال سمجھتے ہین اور اہل استحقاق کو محروم کرکے اوسکو بیہودہ اپنی عیش اور آرام مین صرف کرتے ہین کذا فی الطحطاوی عن الحموی ارض العرب وھی من حد الشام والکوفۃ الی اقصی الیمن وما اسلم اھلہ طوعا او فتح عنوۃ وقسم بین جیشنا والبصرۃ ایضا باجماع الصحابۃ عشریۃ لانہ الیق بالمسلم زمین عرب کی اور وہ شام اور کوفہ کی حد سے انتہای یمن تک ہے اور جس ملک کے رہنے والے بخوشی مسلمان ہوئے یا جو ملک بزور اور شوکت اسلام فتح ہوا اور اوسکی زمین لشکر اسلام مین تقسیم ہوگئی اور بصرہ بھی باجماع صحابہ کرام عشری ہے اسواسطے کہ دسوان حصہ لینا مسلمان سے لائق تر ہے ہم کرخی نے کہا عرب عبارت ہے مین حجاز اور تہامہ اور یمن اور مکہ اور طائف اور بادیہ یعنی جنگل سے اور غیر کرخی نے کہا کہ تہامہ مین اصل مے تہامہ بکسر اول وہ زمین ہے جو نجد سے نیچی ہے اور نجد اونچی زمین کا نام ہے اور حجاز اوس زمین کا نام ہے جو تہامہ اور نجد کے درمیان حاجز اور فاصل ہے عرب کو جزیرہ بھی اسواسطے کہتے ہین کہ بحر حبش اور بحر فارس اور فرات اسکو محیط ہے اور عرب کی حد طول مین عدن سے ہے عراق تک اور عرض مین جدہ سے ہے شام تک زمین عرب کی عشری اسواسطے ہوئی کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام اور خلفاء راشدین سے منقول نہین کہ وہان کسی نے خراج لیا ہوا اور جیسے عرب کی رقیت جائز نہین ویسے ہی اونکی ملک سے خراج درست نہین وکذا بستان مسلم او کرمہ کان دارہ درر وھو فی باب العاشر با تم من ھذا وحرر ناہ فی شرح الملتقی اور اسیطرح مسلمان کا باغ اور انگور اور مکا جہان اسکا گہر تہا عشری ہے کذا فی الدرر اور باب العاشر مین اسکا ذکر یہان سے زیادہ تر گذر گیا اور ہمنے اسکو تحریر کیا ہے شرح ملتقی مین ہم شرح ملتقی مین معراج سے یون مذکور ہے کہ جو گہر باغ بنایا گیا اگر گہر ذمی کا ہے تو اوسمین خراج ہے مطلقا اور اگر مسلمان کا ہے سو اگر اوسنے خراج کے پانی سے سینچا تو اوسمین خراج ہے اور اگر عشر کے پانی سے سینچا تو عشری ہے اور اگر مسلم یا ذمی نے اوسکو کاہے خراج کے پانی سے سینچا اور گاہے عشر کے پانی سے تو مسلم پر عشر ہے اور ذمی پر خراج کذا فی الحلبی ملخصا وسواد قری العراق وحدہ من العذیب بضم ففتح قریۃ من قری الکوفۃ الی عقبۃ حلوان بن عمران بضم فسکون قریۃ بین بغداد وھمدان عرضا اور سواد قریات عراق اور عراق کے ملک کی حد عذیب سے ہے عقبہ حلوان بن عمران تک عرض مین عذیب بضم عین مہلہ و فتح ذال معجمہ ایک گانون کا نام ہے قریات کوفہ سے اور عقبہ حلوان بضم حا و سکون لام ایک گانون ہے بغداد اور ہمدان کے درمیان ہم نہایہ مین ہے سواد عراق سے قریات عراق مراد ہین اونکو سواد کہا بسبب اونکی اشجار اور زراعت کی سبزی کے عرب سبز کو سیاہ بولتے ہین اسواسطے کہ سبز دور سے سیاہ نظر آتا ہے تو کلام شارح کا بحذف حرف تفسیر ہے اور نہایت بیان ہے اور عراق سے مراد عراق عرب ہے جسمین کوفہ اور بصرہ اور بغداد اور نجف اور کربلا واقع ہین اور شرنبلالیہ وغیرہ مین کہا کہ عذیب بنی تمیم کے پانی کا نام ہے قریب کوفہ کے اور شاید کہ اوسی کے کنارے پر گانون آباد ہو سی بعذیب دونون قولون مین خلاف نرہا ومن العلث بفتح فسکون فمثلثۃ قریۃ شرقی دجلۃ موقوفۃ علی العلویۃ وما قیل من الثعلبیۃ بفتح فسکون غلط مصنف عن المغرب الی عبادان بالتشدید حصن صغیر ھشط البحر فا المثال لیس وراء عبادان قریۃ مستصفی طولا اور حد عراق کی علث سے ہے عبادان تک طول مین علث بفتح عین مہلہ و سکون

اور یہ ناحیہ شرقیہ قریب ہی دجلہ کے مشرق کی جانب سادات علویہ پر موقوف ہے اور وہ جو بعض نے یعنی شارح وقایہ وغیرہ نے کہا ہے کہ طول عراق کا ثعلبیہ سے اول حلوان
تک ہی سو یہ مصنف مغرب نے اپنی شرح میں نقل کیا کہ غلط ہے اور عبادان بتشدید ثانی قلعہ صغیر ہے دریای شور کے کنارہ پر مثل مین واسطہ ہی عبادان کے پرے کوئی قریہ نہیں
یعنی بلکہ دریا ہی کذا فی المستصفی اور طحطاوی نے مصباح سے نقل کیا کہ عبادان بوزن صیغہ تثنیہ شہر ہی دریای فارس پر متصل بصرہ و بالایام اثنان وعشرون
یوما ونصف وعرضہ عشرۃ ایام ہے اور طول عراق کا باعتبار ایام کے ساڑہی بائیس دن کی راہ ہے اور عرض اوسکا دس دن کی راہ ہی کذا فی الشرح
ہم بحرالرائق مین شرح وجیز سے منقول ہے کہ سواد عراق کا طول ایک سو ستر فرسنگ کا ہی اور عرض اسی فرسنگ کا اور جملہ اوسکی زمین کی چھتیس لاکھ جریب ہے کذا فی
المنح وما فتح عنوۃ ولم یقسم بین جیشنا الا مکۃ سواء اقر اھلہ علیہ او نقل الیہ کفار آخرون فہی خراجیۃ لانہ الیق بالکافر اور جو ملک
کہ بشوکت اسلام فتح ہوا اور لشکر اسلام کے درمیان تقسیم نہوا سوای مکہ معظمہ کے خواہ وہان کے لوگ اوس ملک پر ثابت اور قائم رکہے گئے یا اوس ملک کیطرف اور کفار لاکر بسائے
گئے یا جو ملک بطور صلح کے مفتوح ہوا وہ خراجی ہے اسواسطے کہ خراج کافر سے مناسب تر ہی ہم سواد عراق پر امیر المومنین فاروق اعظم نے صحابہ کرام کے سامنے خراج
مقرر کیا چنانچہ کتب سیر مین مشہور ہی نقل روایت کی اسمین حاجت نہین اور اسیطرح بعد فتح مصر اور شام کے خلافت فاروقیہ مین خراج مقرر ہوا خراج کافر سے اسواسطے
مناسب ہوا کہ وہ متضمن عقوبت ہی اور اسمین تغلیظ ہے وہذا خراج بجبر لیا جاتا ہی اگرچہ کافر نے اوسمین زراعت نکی ہو کیونکہ خراج عین ارض سے متعلق ہی بخلاف عشر کی
کہ وہ عین خارج سے متعلق ہے تو بدون زراعت کے تقاضا عشر کا نہین اور ہرچند کہ مکہ معظمہ بزور فتح ہوا اور وہان کے لوگ وہین قائم رکہے گئے لیکن وہ عشری
ہی خراجی نہین ہے اسوسطے کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے وہان سے خراج نلیا اور شاید کہ وجہ عدم خراج یہہ ہو کہ وہان زراعت نہین ہوتی واللہ اعلم وارض السواد مملوکۃ
لاھلھا یجوز بیعھم وتصرفھم فیھا ھدایہ وعند الائمۃ الثلثۃ ہی موقوفۃ علی المسلمین فلم یجز بیعھم فتح اور سواد عراق کی زمین مملوک ہی وہان کے
لوگون کی انکو بیع کرنا اور اسمین تصرف کرنا مثل ہبہ اور وصیت اور اجارہ اور وقف کے جائز ہی کذا فی الہدایہ اور باقی تینون اماموں کے نزدیک وہ زمین مسلمانوں پر
وقف ہی تو وہان کے لوگون کی بیع اونکے نزدیک جائز نہیں کذا فی الفتح ہم اور عراق کے حکم مین وہ ملک ہی جو بزور اسلام فتح ہوا اور وہان کے لوگ وہین قائم رکہے گئے یا جو
ملک بصلح فتح ہوا اور اوکی اراضی پر خراج مقرر ہوا تو وہان کے زمیندار اپنی اراضی کے مالک ہین بیع اور ہبہ وغیرہ اونکو جائز ہی اور ارث اوسمین جاری ہی یہانتک
کہ کوئی شخص اوس زمین سے باقی نرہی تب اوسکی ملکیت بیت المال کے طرف منتقل ہو گی کذا فی الطحطاوی عن شرح الملتقی تو معلوم ہوا کہ اکثر قریات ہندوستان کے زمیندار
اپنی زمین کے شرعا مالک ہین اونکی بیع اور ہبہ وغیرہ نافذ ہم اسواسطے کہ جب ہندوستان فتح ہوا تو یہان کے لوگون پر ثابت رکہا گیا خراج لیکر وتجب الخراج فی ارض
الوقف الا المشتراۃ من بیت المال اذا وقفھا مشتریھا فلا عشر فیھا ولا خراج شرنبلالیہ معزیا للبحر وکذا لو لم یقفھا کما ذکرتہ فی شرح الملتقی
اور خراج واجب ہے وقف کی زمین مین مگر اوس وقفی زمین مین خراج نہین جو بیت المال سے خرید ہوئی جب کہ اسکو وقف کیا اوسکے مشتری نے تو نہ اوسمین عشر ہے
نہ خراج کذا فی الشرنبلالیہ ناقلا عن البحر اور اسیطرح اوسمین عشر اور خراج نہین اگر مشتری نے اوسکو وقف نکیا چنانچہ مینے اسکو شرح ملتقے مین مذکور کیا ہی ہم بیت المال
کی اراضی بیچنا سلطان کو جائز نہین مگر اس شرط سے کہ جب مسلمین کو معاذ اللہ حاجت شدیدہ واقع ہو کذا فی الطحطاوی عن التحفۃ المرضیۃ والصبی والمجنون لو کانت الارض
خراجیۃ والعشر لو عشریۃ درر ومر فی الزکوۃ اور خراج واجب ہے وقف اور صغیر اور مجنون کی زمین سے اگر وہ زمین خراجی ہو اور عشر واجب ہے اگر وہ عشری ہو
کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ کتاب الزکوۃ مین مذکور ہو چکا وقالوا اراضی مصر والشام خراجیۃ اور فقہا نے کہا ہی کہ زمینیں مصر اور شام کی خراجی ہین ہم ہدایہ مین ہے
کہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مصر پر خراج مقرر کیا جب کہ اوسکو عمرو بن العاص نے فتح کیا اور اسیطرح باجماع صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم شام پر خراج مقرر ہوا کذا فی المنح وفی
الفتح الماخوذ الان من اراضی مصر اجرۃ لا خراج الا تری انھا لیست مملوکۃ للزراع کانہ لموت المالکین شیئا فشیئا بلا وارث فصارت
لبیت المال وعلی ھذا فلا یصح بیع الامام ولا شراءہ من وکیل بیت المال لشیء منھا لانہ کولی الیتیم فلا یجوز الا للضرورۃ والعیاذ باللہ
زاد فی البحر وینبغی فی العقار بضعف قیمتہ علی قول المتاخرین المفتی بہ قلت وسیجیء فی باب الوصی جواز بیع عقار الصبی فی
سبع مسائل اور فتح القدیر مین ہے کہ جو حاصل ہوتا ہی مصر کی اراضی سے وہ اجرت ہے نہ خراج کیا تو نہین جانتا کہ اراضی مذکورہ زراعت کرنیوالون کی ملک نہین

گویا عدم ملوکیت اوسکی بسبب مرجانے اوسکے مالکون کے ہو اندک بلا وارث تو وہ اراضی بیت المال کی ہوگئی اور بوجہ بیت کے تو صحیح نہین چنانچہ امام کا اوس اراضی کو اور نہ
حاکم کا خرید کرنا بیت المال کے وکیل سے کسی زمین کو نہین سے اسواسطے کہ امام اور سلطان بیت المال کے ملوک مین یتیم کے ولی کے مانند ہی تو اوسکی بیع اور
شرا جائز نہین مگر بسبب ضرورت کے والعیاذ باللہ بحرالرائق مین اتنا زیادہ کہا ہے یا زمین کی خرید مین رغبت زیادہ ہوگئی ہو اسکی دونی قیمت ہوجانے سے تو اوسکی
بیع جائز ہی بموجب قول متاخرین کے جو مفتی بہ ہے مین کہتا ہون باب الوصے مین آویگا اراضی صغیر کی بیع کا جائز ہونا سات صورتون مین ہم بیت المال کا وکیل وہ ہے
جسکو سلطان نے بیت المال کی خبرگیری پر دارو غہ کیا شرح سے نقیہ مین کہا کہ عشری اور خراجی کے سوا یہان ایک تیسری قسم زمین ہے جسکو اراضی مملکت اور اراضی حوزہ
کہتے ہین یعنی زمین سلطانیہ وہ اراضی ہے جسکے مالک مرگئے بلا وارث اور اوسکی ملک بیت المال کے طرف راجع ہوئی یا جو ملک بزور لشکر اسلام فتح ہوا اور اہل اسلام کی
ملک مین تا قیامت باقی رکہا گیا اور اوس اراضی کا حکم تاتارخانیہ مین یون مذکور ہے کہ سلطان کو جائز ہے کہ وہ اراضی زراعت کرنے والون کو دو طریق سے
یا مزارعین کو مالکون کے قائم مقام کرے زراعت اور خراج کے دینے مین یا زمین اونکو اجارہ دے خراج کے برابر تو جو اون سے حاصل ہو وہ خراج ہی امام کے حق مین
پھر اگر نقد مقرر ہو تو وہ خراج موظف ہی اور اگر بعض خارج ہو تو خراج مقاسمہ ہی اور مزارعین کے حق مین تو فقط اجرت ہے نہ عشر نہ خراج انتہی ملخصا تاتارخانیہ اگر کوئی
کہے کہ کبھی زراعت کا بعض خارج سے جائز نہین کیونکہ اجارہ فاسد ہے بسبب جہالت کے اوس کا جواب یہ ہے جو ذکر ہو چکا کہ حاصل امام کے حق مین خراج ہی اور مزارعین کے
حق مین اجرت بعض مشروط عدم صحت خراج حقیقۃ و حکما پھر جب اراضی مذکورہ دو طرح پر مزارعین کو دی تو اوس اراضی مین اونکو بیع اور تصرف کرنا جائز نہین اور
وراثت اوسمین جاری نہین کذا فی الحاوی فیما و فی معین دمشق فصل لله در حسن باتقان اراضینا سلطانیہ لا عراضی بلاد فانت
لبیت المال فتکون فی ید زراعہا کالعاریۃ انتہی اور یہ ستو رہ یا مفتی مشق نے ذکر کیا ہے کہ اکثر ہماری اراضی سلطانیہ ہی بسبب اسکے مرجانے اون کے
مالکون کے تو وہ بیت المال کے طرف راجع ہوئین سوائے گنتی کی جائیداد کے ناصر الدین الہی فی النصر عن الوقعات لو ارادا السلطان شراءھا
لنفسہ یا مر غیرہ بیعہا ثم یشتریہا منہ لنفسہ انتہی اور نہر الفائق مین ہو انشا سے منقول ہے کہ اگر سلطان بیت المال کی زمین کی خرید کرنا چاہے
تو اپنے غیر کسی شخص کو مثلا وکیل بیت المال کو امر کرے اوسکے بیچنے کا پہر اوس سے خرید کرے اپنے واسطے انہون نے کہا یہ قول مخالف ہو قول
سابق کے کہ امام کو بیت المال کے وکیل سے بھی خرید کرنا جائز نہین مگر یہ کہ اسکو وہ حالت پر محمول کی جب زمین کو ضرورت ہو یا یہ کہ وہ اذن الہی لا
الشراء من بیت المال فالاصل الصحۃ وبہ جزم فی ووقفہ مشتراۃ من بیت المال وان شروط الواقفین صحیحۃ لانہ لا حرا ...
علی اراضیہا اور جب حال معلوم نہ ہو بیت المال سے خرید کرنیکا یعنی بوقت شرا مجوز شرعی حاصل تہا یا نہ تہا تو اصل یہان صحیح ہونا خرید کا ہے اور بسبب
صحت کی معلوم ہوگی صحت وقف اوس زمین کی جو بیت المال سے خرید ہوئی اور یہ کہ شروط واقفین کی صحیح ہین اور یہ کہ اوس اراضی موقوفہ پر خراج نہ
ہو جب شروط واقفین کی صحیح ہوئین تو اونکے بموجب عمل کرنا واجب ہوگا اور یہ جو بعض نے توہم کیا ہے کہ اراضی مذکورہ بیت المال کے حکم پر باقی ہے سو غیر صحیح
ہی ومواتا احیاہ ذمی بلا باذن الامام او رضخ لہ کما مر خراجی اور جیسے بلا وارث افتادہ زمین کو ذمی نے بحکم امام آباد کیا یا امام نے اوسکو بطور عطا دیا چنانچہ
مذکور ہو چکا وہ خراجی ہی ولو احیاہ مسلم اعتبر قربہ ماقارب الشئ یعطی حکمہ اور اگر زمین افتادہ کو مسلم آباد کیا تو اوسکا قرب معتبر ہوگا کیونکہ
جو شے کے قریب ہوتا ہی اوسکو اوسیکا حکم دیا جاتا ہے ہم اگر وہ زمین خراجی کے قریب ہے تو وہ بھی خراجی ہے اور اگر عشری کے نزدیک ہی تو عشری ہے اور
یہ مذہب ہے ابو یوسف کا چنانچہ گذر گئے کے میدان مین جہان خشکانہ منتفع ہوتا ہی اگرچہ وہ کسی ملک مین نہو یعنی اسکو بسبب بچے وہان مٹی ڈالنا اور گہوڑا باندھنا
درست ہی کذا فی المنح وکل منہا ای العشریۃ والخراجیۃ ان سقی بماء العشر اخذ منہ العشر الا ارض کافر تسقی بماء العشر اذ الکافر
لا یبتدأ بالعشر اور وہ دو قسمین یعنی زمین عشری اور خراجی اگر عشر کے پانی سے سینچی جاوے تو اوس سے عشر لیا جاویگا مگر کافر کی زمین جو عشر کے پانی سے سینچی جائے اوس
سے خراج ہی لیا جاویگا نہ عشر اسواسطے کہ کافر سے عشر یعنی ابتدا نہین لیجاتی بالاتفاق وان سقی بماء الخراج اخذ منہ الخراج لان النماء بالماء اور اگر
زمین سینچی جاوے خراج کے پانی سے تو اوس سے خراج لیا جاویگا اسواسطے کہ افزونی کھیت کی پانی سے ہوتی ہے ہم علامہ نوح نے فرمایا کہ یہ تفصیل فقط موات یعنی افتادہ

اسو ہطے کہ تنصیف یعنی آدہا لینا عین انصاف ہی تو نصف خارج پر زیادہ نکیا جاوی بنای کے محصول مین اور نہ جمیع محصول مین زیادتی چاہیے اس مقدار سے جسکا امیر المومنین
عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مقرر فرمایا اگر زمین خراج فاروقی سے زیادہ کی طاقت رکہتی ہو بنا بر قول صحیح کے کذا فی الکافی ہم خراج فاروقی سے زیادہ لینا
جائز نہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے عاملون سے پوچہا کہ شاید تمنے زمین پر زیادہ محصول مقرر کیا جسکی اوسکو طاقت نہین اونہون نے کہا نہین بلکہ ہمنے بقدر
طاقت کے معین کیا ہے اور اگر ہم چاہتے کچھ زیادہ مقرر کرتے تو بھی اسمین گنجایش تہی انتہی تو اس سے ثابت ہوا کہ باوجود طاقت اور گنجایش کے بہی زیادہ لینا جائز
نہین ہو سہطے کہ فاروق عادل سے باوجود طاقت اور گنجایش کے بہی زیادہ لینا تجویز نکیا اور یہی قول امام اعظم کا صحیح ہی چنانچہ کافی مین موجود ہی تو جو زمین کہ
فاروق عنہ کے مفتوح ہونے سے [illegible] ہوئے ہون اور حاکم چاہے کہ اوسپر فی جریب درم مقرر کرے باوجود طاقت اور گنجایش کے تو ہرگز جائز نہین
کذا فی المنح طحطاوی ذکر [illegible] پر جسکو حکام ظالمین خراج فاروقی سے زیادہ دیتے ہین اور اگر یہہ بہی مسلم کیجیے کہ اراضی [illegible]
کی ہو کر مستاجرہ ہوگئی [illegible] تو بہی اجرت کی زیادتی خراج سے جائز نہین چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہو چکا وینقص مما وظف علیہا ان لم تطق
بان لم یبلغ الخارج [illegible] الی نصف الخارج وجوبا وجوازا عند الاطاقۃ وینبغی ان لا یزاد علی النصف ولا ینقص
عن الخمس حدادی [illegible] خراج جو زمین پر مقرر ہو گیا اگر زمین کو اوسکی طاقت نہو اسطرح پر کہ زمین کا غلہ خراج موظف کی دوچند تک نہ پہونچے
تو خراج گہٹایا جاوے [illegible] اور بنابر جواز کے طاقت کیوقت اور لائق یون ہے کہ زیادہ نلیا جاوی نصف خارج سے اور کم نکیا جاوی خمس سے کذا
ذکرہ الحدادی یعنی اگر مثلا دس سیر فی جریب غلہ پیدا ہو تو محصول پانچ سیر سے زیادہ اور دو سیر سے کم نکری اور یہہ حکم بنای کا ہی کذا فی الحلبی عن البحر وفیہ
لو غرس فی ارض الخراج کرما او شجرا فعلیہ خراجہا الی ان یطعم اور اسمین یعنی جوہرہ حدادی مین ہے اگر ایک شخص خراج کی زمین مین انگور بوی
یا کہجور اور درخت [illegible] تو اوسپر زمین کا خراج [illegible] تک کہ انگور وغیرہ کہانیکے لائق ہو [illegible] خراج زمین سے خراج زراعت مراد ہے یعنی ایک صاع اور ایکدرم
وکذا لو قلع الکرم وزرع الحب [illegible] فعلیہ خراج الکرم اسطرح اگر انگور کو اوکہاڑا اور اناج بووی تو اوسپر انگور کا خراج واجب ہے [illegible] انگور کا
خراج واجب ہوگا اس واسطے کہ ادنی کو چہوڑکر ادنی کو اختیار کیا فتاوی عالمگیری مین ہے کہ جو اخس الامرین کے طرف انتقال کریگا بدون عذر کے اوسپر عمدہ کا خراج
واجب ہوگا جیسے زعفران چہوڑکر مثلا باجرا بووے اور اس مسئلہ کو دریافت کرنا چاہیے اسکا فتوی ندینا چاہیے تا حاکم ظالم لوگون کے مال نچہین لین یعنے جسکا مال
ظلم سے لیا چاہین تو اوسپر [illegible] مثلا انگور یا زعفران کی زراعت چہوڑکے جوار یا باجرا بویا اور اوس سے خراج زعفران اور انگور کا لینگے ولذا
اطعم فعلیہ قدر ما یطیق ولا یزید علی عشرۃ دراہم ولا ینقص عما کان اور جب کہ انگور رکہانے کے لائق ہو تو اوسپر خراج لازم آویگا بقدر اوسکی
طاقت کے اور نہ زیادہ کریں دس درم پر لیکن نہ کم کری اوس محصول سے جو اوس زمین پر قبل انگور بونیکے تہا اور طحطاوی نے کہا کہ اظہر مسئلہ اوسے [illegible]
تو بہتر یون تہا کہ بعد ان [illegible] کے مذکور کرتا وکل ما یمکن الزرع تحت شجرۃ فبستان وما لا یمکن فکرم اور جہان زراعت ممکن ہو درخت کے نیچے وہ بستان ہے
اور جہان ممکن نہو وہ کرم ہے یہہ مضمون مکرر ہو چکا واما الاشجار التی علی المسناۃ فلا شیء فیہا انتہی اور جو درخت کہ پانی کے بان پر ہوتے ہین اونمین
کچھ خراج نہین انتہی ما فی الجوہرہ للحدادی ہم مسناۃ بضم میم وتشدید نون جامع اللغۃ مین کہا کہ وہ عرم ہی یعنی جو سیلاب روکنے کے واسطے بنایا جاوے کذا فی الطحطاوی وفی زکوۃ
الخانیۃ قوم شروا ضیعۃ فیہا کرم وارض فشری احدہما الکرم والآخر الاراضی وارادوا قسمۃ الخراج فلو معلوما فکما کان قبل الشراء
والا کان جملۃ فان لم تعرف الکروم الا کرما فقسم بقدر الحصص اور خانیہ کی کتاب الزکوۃ مین مذکور ہے کہ ایک قوم نے ایک قریہ خرید کیا جسمین
انگور اور زمین ہے سو ایک شخص نے انگور کے باغ مول لیے اور دوسرے نے اراضی مول لی اور دونون نے قسمت خراج کا ارادہ کیا تو اگر خراج معلوم ہو یعنی انگور کا
خراج علیحدہ اور اراضی کا خراج علیحدہ معلوم ہو تو ویسا ہی خراج باقی رہیگا جیسا خرید کرنے سے پہلے تہا اور اگر انگور اور زمین کا خراج جدا جدا معلوم نہو تو خراج
وہان کا مجمل اور مجموعہ رہیگا سو اگر انگور سوای انگور کے کچہہ اور نام سے مشہور نہون تو خراج کی تقسیم ہوگی بقدر حصون کے یعنی کوئی شخص انگور کو اراضی نہ جانتا ہو
اور اراضی کو انگور نجانتا ہو تو مجموع خراج قریہ کا بقدر اوسکے حصون کے قسمت پذیر ہوگا کذا فی الحلبی عن الخانیہ قریۃ خراجہم متفاوت فطلبوا التسویۃ

اِن لم یُعلم قدرہ ابتداءً ترک علی ما کان ایک قریہ ہے کہ وہان کے لوگون کا خراج مختلف ہے کسی پر کم اور کسی پر زیادہ پہر اہل قریہ نے خراج برابر کرنیکی درخواست
کی اگر مقدار خراج کی ابتدا سے معلوم ہو کہ برابر تہا یا کم و بیش تو بطور سابق چہوڑا جاویگا ولا خراج اِن غلب الماء علی ارضہ او انقطع الماء عنہا او اصاب الزرع
آفاتٌ سماویۃٌ کغرقٍ وحرقٍ وشدۃِ بردٍ الّا اذا بقی من السنۃ ما یمکن الزرع فیہ ثانیًا اور محصول نہین اوس کشتکار پر جسکی زمین ہم پانی غالب آیا یا پانی زمین
سے منقطع ہو گیا یا کہیت کو آسمانی آفات پہنچین جیسے کہیتی کا ڈوبنا یا جل جانا یا زیادتی سردی کی برف ریزی سے مگر ہوقت البتہ محصول ہوگا جب ان آفات کے بعد
سال مین سے اسقدر مدت باقی رہی جسمین دوسری بار زراعت ہو سکے فتح القدیر مین کہا فتویٰ اس پر ہے کہ اگر بعد آفات مذکورہ کے سال مین سے تین مہینے باقی رہین تو خراج
ساقط نہو گا اور آفات سماویہ سے وہ مراد ہین جنکو انسان دفع نکر سکے فتاویٰ خیریہ مین کہا کہ بزازی نے ٹڈی کو بہی غرق اور حرق کے ساتھ ملحق کیا ہے ہو اسطے کہ
اوسکا دفع کرنا نہین ہو سکتا اور شک نہین کہ کہیت مین کیڑا لگنا اور چوہا اور بندر اور چیتا بہی اسیطرح ممکن الدفع نہین لیکن ہمارے اکثر علما نے بندر اور درندے جانور
اور افعی مین عدم سقوط کی تصریح کی ہے اور کچہہ فرق نہین خراج وظیفہ اور خراج مقاسمہ اور عشر مین اور زراعت کے مانند رطبہ اور کرم اور مانند اونکے مین اور یہی
قول یعنی سقوط خراج با آفات مذکورہ انصاف سے قریب تر ہے اور ظلم سے دور تر لکہتے اور فتاویٰ عالمگیری مین وجیز کردری سے منقول ہے کہ ملوک عجم یعنی نوشیروان
کا کیا خوب طریقہ تہا کہ جب مزارع کی زراعت اوسکے وقت مین آفت رسیدہ ہوتی تہی تو اوسکا بیج وغیرہ مصارف اپنی خزانے سے دیتے تہے اور کہتے تہے کہ ہم اپنی رعیت
کشتکار کے نفع مین شریک ہین تو ہم اونکے نقصان مین کیون نہ شریک ہون تو بادشاہ اسلام اس نیک خصلت مین سزاوار تر ہے انتہی بحر الرائق مین کہا کہ اگر
بادشاہ مزارع کو کچہہ ندے تو لائق یہ ہے کہ اوس سے خراج کا دعویٰ نکرے اما اذا کانت الاٰفۃ غیر سماویۃ ویمکن الاحتراز عنہا کاکل قردۃٍ وسباعٍ ونحوہا کالانعام
والفارۃ والدودۃ بحرٌ وھلاک الخارج بعد الحصاد لا یسقط وقبلہ یسقط اور جب کہ آفت آسمانی نہو اور اوس سے بچ رہنا ممکن ہو جیسے بندر اور درندے
جانور اور انکی مانند کی کہیتی کہا جانے سے جیسے چوپائے جانور اور چوہا اور کیڑا کذا فی البحر یا ہلاک ہو گیا غلہ کہیت کاٹنے کے بعد تو خراج ساقط نہو گا اور قبل کہیت کاٹنے
کے اگر غلہ تلف ہو گا تو خراج ساقط ہو گا مگر ہوقت ساقط ہو گا جب سال مین اتنی مدت باقی ہو جسمین دوبارہ کہیتی ہو سکے چنانچہ یہہ قید کلام سابق سے مفہوم ہوتی ہے
نہر الفائق مین کہا کہ کیڑے کو آفت سماوی مین نہ داخل کرنا مسلم نہین بلکہ وہ آفت آسمانی ہو نہین تردد کرنا لائق نہین ہو اسطے کہ اوس سے احتراز ممکن نہین
ولو ھلک بعضہ اِن فضل عما انفق شیءٌ اخذ منہ مقدار ما بیّناہ مصنف سراج وتمامہ فی الشرنبلالیۃ معزیًا للبحر اور اگر تمام غلہ ہلاک
نہوا بلکہ بعض ہلاک ہوا تو اگر کچہہ غلہ فاضل پڑی خرچ سے تو اوس سے خراج لیا جاویگا اوس قدر جسکو ہمنے بیان کیا کذا ذکرہ المصنف فی شرحہ عن السراج الوہاج اور پورا بیان
اسکا شرنبلالیہ مین ہے بحر الرائق سے نقل ہے فتح القدیر مین سراج وہاج سے منقول ہے کہ اگر بعض خارج ہلاک ہوا تو محمد نے کہا کہ اگر غلہ خراج کا دونا باقی رہا اسطرح پر کہ
فی جریب ایک صاع اور دو درم اور دو صاع کے باقی رہا تو خراج واجب ہے اور اگر مقدار خراج سے کم باقی رہا تو نصف واجب ہے ہمارے مشائخ نے کہا اسمین صواب یہ ہے
کہ اول یہہ کو دیکہنا چاہیے کہ مزارع کا اوس کہیت مین کتنا خرچ ہوا پہر غلہ کی پیداوار کو دیکہنا چاہیے تو پہلے غلہ سے مزارع کے خرچ کو مجرا کرلے پہر اگر کچہہ بچے تو اوس مین
سے مقدار خراج لے جسکو ہمنے بیان کیا یعنی نصف لے قال ولکن ینبغی ان یکون الاجارۃ فی الارض المستاجرۃ شرنبلالیہ مین کہا اور یہی حکم ہے اجارہ ارض
مستاجرہ مین ہم طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین مذکور ہے کہ حکم اجارہ مخالف حکم خراج کے ہے ہو اسطے کہ بقدر استیفا اجرت لیجاتی ہے بخلاف خراج کے تو اجارہ کو
خراج کے ساتہہ ملحق کرنا ظاہر صحیح نہین فان عطّلہا صاحبہا وکان خراجہا موظفًا او اسلم صاحبہا او اشتری مسلمٌ من ذمی ارض خراجٍ
یجب الخراج پہر اگر خراجی زمین کو اوسکے مالک نے معطل رکہا نہ بویا اور اوس زمین کا خراج موظف یعنی جمعی تہا یا اوس زمین کا مالک مسلمان ہو گیا یا مسلمان نے ذمی کی
زمین خراجی مول لی تو ہر صورت مین خراج واجب ہے مصنف نے سبب تعطیل سے اشارہ کیا کہ صاحب زمین زراعت پر قادر تہا اور اوسنے زراعت کی
تو تقصیر اوسکی ثابت ہوئی لہذا خراج اوسپر لازم آیا اور اگر مالک زراعت کرنیسے عاجز ہو بسبب اسکے کہ طاقت ہو نیکے یا بسبب ان اسباب کے تو حاکم کو چاہیے کہ اوسکی
زمین کسی شخص کو بٹائی پر دے اور مالک کے حصے سے خراج لیکر باقی کو مالک کیواسطے رکہے اور اگر حاکم چاہے زمین کو اجارہ دے اور خراج اجرت سے لے یا خزانہ بیت
المال کے مال سے زراعت کراوے اور اگر یہہ کچہہ نہو سکے تو زمین کو بیچڈالے اور اوسکی قیمت سے خراج لے اور یہہ حکم بلا خلاف ہے کذا فی البحر والنہر

بعد جو قیمت باقی رہی وہ مالک کو دیوے بعد بیع کے مشتری سے خراج لیا کرے کذا فی النہر الفائق مسلمان پر ابتداءً خراج نہیں لیکن بقاءً ہی ہو واسطے
کہ صحابہ کرام نے زمین خراج کی مول لی تھی اور اوسکا خراج دیا کرتے تھے کذا فی فتح القدیر ولو منعہ انسان من الزراعۃ او کان الخراج خراج
مقاسمۃ لا یجب شئ علیہ اور اگر ذمی کو زراعت کرنے سے کسی انسان نے روکا یا خراج بٹائی کا خراج تھا تو کوئی چیز واجب نہیں کذا فی السراج اسواسطے کہ
روکنے سے اوسکی عاجزی ثابت ہوگئی اور بٹائی کا خراج بدون پیدائش کے لازم نہیں وقد علمت ان الماخوذ من اراضی مصر اجرۃ لا خراج
وانما نقل الان من الاخذ من الفلاح وان لم یزرع ویسمّی ذلک فلاحۃ واجبارہ علی السکنی فی بلدۃ معینۃ لعمارۃ وبنا ؟
الاراضی حرام بلاشبہۃ فہذا اور تجھکو معلوم ہو چکا کہ جو حاصل ہوتا ہے اراضی مصر سے اجرت ہے نہ خراج سو جو کہ اب معمول ہے کاشتکار سے لینے کا اگرچہ وہ نہ بووے
اور یہ اسی بفلاحت ہے اور کاشتکار پر جبر کرنا ایک شہر معین کے رہنے پر کہ اپنے گھر کو آباد رکھے اور اوسی مین زراعت کرے سو حرام ہے بلاشبہہ کذا فی النہر
ونحوہ فی الشرنبلالیۃ معزیا للبحر حیث قال وتقدم ان مصر الان لیست خراجیۃ بل بالاجرۃ فلا شئ علی من لم یزرع ولم یکن مستاجرا
ولا جبر علیہم بسببہا انما یفعلہ الظلمۃ من الاضرار بہ حرام خصوصا اذا اراد الاشتغال بالعلم اور مانند نہر الفائق کے شرنبلالیہ مین
ہی بحر الرائق کی طرف نسبت کرکے چنانچہ یون کہا ہے اور مقدم مذکور ہو چکا کہ اراضی مصر کی بالفعل خراجی نہین بلکہ باجرت ہے تو کوئی چیز اوسپر واجب نہین جسنے
اوسمین زراعت نکی اور حالانکہ وہ مستاجر نہین یعنی در صورت مستاجری اور تمکن کے اجرت واجب ہوگی اور اوسپر جبر نہین اوسکے سبب سے جو حکام ظالم
اوسکو ضرر پہونچاتے ہین وہ حرام ہے خصوصا جب کہ مزارع اشتغال علم کا ارادہ کرے وقالوا لو زرع الاخس قادرا علی الاعلی کزعفران فعلیہ خراج الاعلی
وہذا یعلم ولا یفتی بہ کیلا یجترئ الظلمۃ علماء نے کہا کہ اگر مزارع کوئی کمتر چیز عمدہ تر پر قادر ہو کر جیسا کہ زعفران چھوڑ کر جو بووے تو اوسپر عمدہ چیز کا
خراج واجب ہے اور اس مسئلہ کو دریافت کیجیے اسکا فتویٰ نہ دیجیے تاکہ حکام ظالمین لوگون کے اموال پر جسارت نکرین یعنے اگر حاکم ظالم اسکا فتوی پائیگا تو اسکو
مال لینے کا یہ حیلہ ملیگا کہ اسنے مثلا زعفران چھوڑ کر باجرا بویا اور اوس سے زعفران کا محصول ناحق لیگا اور یہ صریح ظلم ہے باع ارضا خراجیۃ ان
بقی من السنۃ مقدار ما یمکن المشتری من الزراعۃ فعلیہ الخراج والا فعلی البائع عنایۃ بیچا خراجی زمین کو اگر سال سے اتنی مدت باقی ہے
جسمین مشتری زراعت کرنے پر قادر ہے تو مشتری پر خراج ہے اور نہین تو بائع پر کذا فی العنایۃ ہم فتح القدیر میں مذکور ہو چکا کہ کہان زراعت مین تین مہینے پر
تو ہے ولا یؤخذ العشر من الخارج من ارض الخراج لانہما لا یجتمعان خلافا للشافعی اور نہ لیا جاویگا عشر اسے زمین کے غلہ سے اسواسطے
امام صاحب کے نزدیک بموجب حدیث کے عشر اور خراج مجتمع نہین ہوتے بخلاف امام شافعی کے کذا فی الفتح ولا یتکرر الخراج بتکرر الخارج فی سنۃ لو موظفا
والا بان کان خراج مقاسمۃ تکرر لتعلقہ بالخارج حقیقۃ اور دو بار خراج نہین لیا جاتا دو بار غلہ پیدا ہونے سے ایک سال مین اگر معین خراج
ہو اور اگر خراج ہو بٹائی جیسے کہ بٹائی کا خراج ہو تو دو بار لیا جائیگا بسبب متعلق ہونے بٹائی کے خارج پر فی الحقیقۃ یعنی جتنے بار غلہ پیدا ہوگا بانٹ دینا
ہوگا کالعشر فانہ یتکرر بٹائی کا خراج عشر کے مانند مکرر ہوتا ہے زراعت کی تکرار سے ترک السلطان او نائبہ الخراج لرب الارض او وہبہ لہ ولو
بشفاعۃ جاز عند الثانی وحل لہ لو مصرفا والا تصدق بہ بہ یفتی وما فی الحاوی من ترجیح حلہ لغیر المصرف خلاف المشہور
سلطان یا اوسکے نائب نے خراج چھوڑ دیا زمیندار کو یا اوسکو بخشدیا اگرچہ کسیکی سفارش سے چھوڑ دیا یا بخشا تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور زمیندار کو وہ حلال
ہے اگر وہ خراجکا مصرف ہو مثلا غازی یا قاضی یا مفتی یا مدرس ہو اور اگر صاحب زمین خراجکا مصرف نہو تو وہ خراجکو خیرات کرے اسی پر فتوی ہے اور جو قول کہ
حاوی قدسی مین ہے غیر مصرف کی بھی حلت کی ترجیح مین سو قول مشہور کے خلاف ہے کذا فی النہر ولو ترک العشر لا یجوز اجماعا ویخرجہ بنفسہ للفقراء
سرا خلافا لما فی قاعدۃ تصرف الامام منوط بالمصلحۃ من الاشباہ معزیا للبزازیۃ فتنبہ اور اگر سلطان عشر چھوڑ دے عشری زمین کے مالک کو
تو جائز نہین باتفاق صاحبین کے اور مالک اوسکو آپ نکالے فقیرون کے واسطے کذا فی السراج بخلاف اوس قول کے جو اشباہ کے اس قاعدہ مین ہے بزازیہ کیطرف
نسبت کرکے کہ تصرف امام کا مصلحت سے متعلق ہے سو آگاہ رہنا چاہیے در المنتقی مین کہا بزازیہ مین ہے زمین عشری کے مالک پر عشر کا چھوڑنا جائز ہے خواہ وہ غنی ہو

یا نفیر لیکن اگر وہ غنی ہو تو سلطان عشر کا ضامن ہوئی خراج سے بیت المال سے صدقات کے بیت المال کو اور اگر وہ فقیر ہو تو ضمانت نہیں انتہی پہر مین نے برجندی
مین دیکہا مصرف جزیہ مین اور اسیطرح اگر عشر مقاتلین کو امام دیدے تو جائز ہی اسواسطے کہ عشر مقاتلین کی قوت سے حاصل ہوا انتہی جلبی نے کہا تو اسکو یاد رکہنا چاہئے
کہ یہہ روایت رافع اختلاف ہی یعنی عشر کا چہوڑنا جو منع ہے تو اون پر منع ہی جو مقاتل اور غازی نہیں اور بزازیہ مین جو جواز کا قول ہے تو مقاتلین
محمول ہی واللہ تعالے اعلم کذا فی الطحطاوی وَفی النہر یعلم من قول الثانی حکم الاقطاعات من اراضی بیت المال وحاصلہ ان الرقبۃ لبیت
المال وَالخراج لہ وحینئذ فلا یصح بیعہ ولا ہبتہ ولا وقفہ نعم لہ اجارتہ تخریجا علی اجارۃ المستاجر اور نہر الفائق مین ہو کہ ابو یوسف کے
قول سے یعنی جواز ترک خراج یا اوسکے ہبہ کرنے سے مصرف خراج کیواسطے معلوم ہوتا ہی بیت المال کی اراضی کی معافی کا حکم ہواسطے کہ معافی کا حاصل
یہہ ہی کہ رقبہ زمین بیت المال کا مملوک ہی اور محصول زمین کا معافیدار کے واسطے ہی اور ہر وقت مین تو صحیح نہیں معافیدار کی بیع اور نہ اوسکا ہبہ اور نہ اوسکا
وقف ہان اوسکو جائز ہے اجارہ دینا بقیاس اجارہ مستاجر ہم اقطاعات کو بعضی عرف مین انعام کہتے ہین اور بعضے اوسکو تبرا اور صلہ بولتے ہین اور صورت
اوسکی یہہ ہے کہ بادشاہ قطعہ ارض خراجیہ کو بعضے لوگون کو عطا کرے کہ وہ اوس سے فائدہ پاوین تو یہہ جائز ہی بشرطیکہ منعم علیہ یعنی جسکو کہ بادشاہ نے
عطا کی وہ مصرف خراج ہو ابو یوسف کے نزدیک کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور ہندوستان کے عرف مین اقطاعات کو معافی کی زمین اور ایمہ اور ملک اور معاش
بولتے ہین اور جسکو وہ زمین ملی اوسکو معافیدار اور ایمہ دار اور ملکی کہتے ہین اراضی معافیہ کا بیچنا اور وقف کرنا اسواسطے جائز نہین کہ وہ معافیدار کی ملک
نہین اوسکو فقط خراج مین اختیار ہی نہ رقبہ ارض مین ومن الحوادث لو اقطعہا السلطان لہ ولاولادہ ونسلہ وعقبہ علی ان من مات منہم انتقل
نصیبہ الی اخرہ لو مات السلطان وانتقل من اقطع لہ السلطان فی زمان سلطان اخر ہل یکون لاولادہ لم ارہ ومقتضی
قواعدہم الغاء التعلیق بموت المعلق فتدبر اور منجملہ حوادث فتوی کے یہہ مسئلہ ہی کہ اراضی کو اگر معاف کردیا سلطان نے اوسکو اور اوسکی اولاد کو اور اوسکی
نسل اور ذریت پس ماندہ کو اس شرط پر کہ اوسکی اولاد سے جو مرے اوسکا حصہ اوس کا حصہ اوسکے بہائی کو پہونچے پہر معاف کرنیوالا سلطان مرگیا اور جسکے واسطے
معافی ہہی وہ دوسرے سلطان کے زمانہ مین منتقل ہوا کیا وہ معافی اوسکی اولاد کے واسطے ہوگی صاحب نہر نے کہا کہ اس مسئلہ کو مین فقہا کی کلام مین نہیں دیکہا
اور مقتضی اونکے قواعد کا تعلیق کا لغو کرنا ہے تعلیق کرنے والے کی موت سے سو اسکو غور کرو ہم تعلیق سے یہہ قول مراد ہی کہ جو اونمین سے مرے اوسکا حصہ اوسکے
بہائی کی طرف منتقل ہو اور تعلیق کرنیوالے سلطان سے اول مراد ہی طحطاوی نے کہا ظاہر اسکا یہہ حکم ہی کہ وہ اراضی اوسکی اولاد کے واسطے نہ ہوسکے کہ اوسکی
اولاد بالاصالت معافیدار ہی تہ بطریق تعلیق کے ولو اقطعہ السلطان ارضا مواتا او ملکہا السلطان ثم اقطعہا لہ جاز وقفہ لہا اور اگر سلطان نے
زمین افتادہ ایک شخص کو معاف کردی یا بادشاہ زمین کا مالک ہوا پہر اوسنے ایک شخص کو معاف کردی تو اوسکو وقف کرنا اوس زمین کا جائز ہی ہم زمین افتادہ کی
معافی سے یہہ مراد ہی کہ ایک شخص نے زمین مذکورہ کو آباد کیا باذن سلطان اور ملک سلطان سے مراد یہہ ہے کہ سلطان نے زمین مذکور کو اپنے واسطے آباد کیا وقف کرنا
اس شخص کا اسواسطے صحیح ہوا کہ وہ زمین مذکورہ کا مالک ہوگیا بملک حقیقی تو اوسکو جمیع تصرفات مالکانہ جائز ہوے والارصاد من السلطان لیس
بایقاف البتۃ اور ارصاد سلطان کا وقف کرنا نہین ہی البتہ انتہی ملخصا النہر ہم سید حموی نے کہا کہ ارصاد اوس سے عبارت ہی کہ جو لوگ کہ بیت المال کے
مستحق ہین اونکے واسطے بیت المال مین سے بقدر اونکے حصے یا بعض حصے کے جدا کردینا سو یہہ جائز ہے اسکا نقض باتفاق جائز نہین اور یہہ جو حکم
وزرا و مصر علما اور قرا اور یتامی اور بیوہ اور بنا و مساجد اور موذن اور امام اور خطیبون کے واسطے ارصاد مقرر ہی اوسکا نقض ہرگز جائز نہین
اسواسطے کہ یہہ لوگ بیت المال کے مصارف سے ہین اور بیت المال فقط مصالح مسلمین کے واسطے ہے اور ہرگز مصلحت نہین ارزاق مستحقین بیت
المال کے قطع کرنے مین اور ابن عبد السلام اور اکمل الدین اور بلقینی اور ابن جماعہ کا اسی پر فتوی ہی انتہی اور شیخ عیسی حنفی نے اپنے رسالہ متعلقہ ارصاد
مین کہا کہ اراضی بیت المال کی مساجد وغیرہ سلطان نور الدین شہید نے اول وقف کی اور ابن عصرون سے اسکا استفتا ہوا سو اونہون نے اسکے جواز کا
فتوی دیا اور مذاہب اربعہ کے علما اونکے ساتہہ متفق ہوے اور ابن عصرون اور اونکے موافقین نے یہہ اراد نہین کیا کہ یہہ وقف حقیقی ہی اسواسطے کہ وقف

کرنا غیر مالک سے صحیح نہیں یعنی سلطان بیت المال کا مالک نہیں جو اوسکا وقف صحیح ہو بلکہ علما و مذکورین نے اسکو ارصاد معلوم کیا یعنی بعض بیت المال اوسکے مستحقین کے

واسطے علیحدہ ہوگیا تا او نکو بسہولت پہونچ جاوے ہو واسطے کہ فقہا اور ضعفا کا پہونچنا بادشاہوں تک اور اپنا حق اون سے لینا متعذر یا متعسر ہے کذا

فی حاشیۃ الطحطاوی وفی الاشباہ تنبیہ انقول فی الذین افتی العلامۃ قاسم بصحۃ اجارۃ المقطع لہ وان للامام ان یخرجہ متی شاء

اور اشباہ میں قبل گفتگو دیکے ہے کہ علامہ قاسم نے اجارہ معافیدار کی صحت کا فتوی دیا اور یہ کہ امام کو جائز ہے کہ معافی دار کو جب چاہے بیدخل کردے

یعنی اراضی کو ضبط کرلے ہم وجہ صحت اجارہ یہ ہے کہ معافیدار انتفاع اراضی کا مالک ہے تو وہ مستاجر کے مانند ہے جو مستعیر کے او مستاجر کو اجارہ دینا

درست ہے اسیطرح معافیدار کو بھی جائز ہے وقیدہ ابن نجیم بغیر الموات اما الموات فلیس للامام اخراجہ عنہ لانہ تملکہ بالاحیاء فلیحفظ

اور معافیدار سے زمین کے نکال لینے کو ابن نجیم صاحب اشباہ نے غیر زمین افتادہ کے ساتھ مقید کیا ہے اور زمین افتادہ میں تو سلطان کو اوسکا نکال

لینا معافیدار سے جائز نہیں اسواسطے کہ زمین افتادہ کا بسبب آباد کرنیکے وہ مالک ہو جاتا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم والی ملک کو لازم ہے کہ

تحصیل خراج پر ایسے شخص کو مقرر کرے جو رعایا پر آسانی کرے اور خراج لینے میں انصاف کرے اور جبتک غلہ پیدا ہوا ویسکے موافق خراج لیجائے تاکہ پورا

اخراج آخر غلہ تک حاصل کرے یعنی خراج بقدر غلہ کے لیجائے اگر زمین میں غلہ ربیع اور غلہ خریف دونوں ہوتے ہوں تو تخمین کرے اگر دونوں فصلوں

میں برابر غلہ ہوتا ہو تو آدہا محصول ربیع میں لے اور آدہا خریف میں اور اسیطرح ساگ اور ترکاری کو غور کرے اگر پانچ بار کاٹی جاتی ہو تو ہر کاٹ کا پانچواں

محصول لے اور اگر چار بار کاٹی جاتی ہو تو چوتھائی وعلی ہذا القیاس جب عشر اور خراج ہوا اور وہ مرجائے تو اوسکے ترکہ سے لے اور خراج لینا چاہیے غلہ

تیار ہونیکے وقت علی اختلاف البلدان اور صاحب اراضی کو حلال نہیں غلہ کہانا بدون ادای خراج کے اور اسیطرح عشری زمین کا غلہ کہانا

جائز نہیں بدون ادای عشر کے اور اگر کہایگا تو ضامن دینا ہوگا اور ارض خراج کا غلہ حبس کرنا سلطان کو جائز ہے خراج لینے کے واسطے کذا فی

العالمگیریۃ فصل فی الجزیۃ یہ فصل ہے جزیہ کے احکام میں ہی لغۃ الجزاء لانہا تجزئ عن القتل والجمع جزی کاللحیۃ ولحی وہی

نوعان جزیہ لغت میں بمعنی جزا ہے ہو واسطے کہ جزیہ جزا واقع ہوا ہے قتل سے یعنی جزیہ قتل کافر کا بدلا ہے اگر جزیہ نہ دیتا تو قتل کیا جاتا اور جزیہ کی جمع جزی ہے بضم

اول وفتح ثانی جیسا کہ لحیہ کی جمع لحی ہے اور وہ یعنی جزیہ دو قسم ہے جزیہ صلحی اور جزیہ قہری اموضوعۃ منہ الجزیۃ بصلح لا یقدر ولا یغیر لحرزا عن الغدر

یہ جزیہ کہ معین ہوا بطور صلح کے اوسمیں تقدیر اور تغیر نہیں عہد شکنی سے بچنے کے واسطے ہم یعنی جو جزیہ کہ تراضی سے معین ہوا تو اوسمیں بدل ڈالنا عہد شکنی ہے

یہ جو کہا کہ اوسمیں تقدیر نہیں یعنی تقدیر آیندہ نہیں والا وہ تو صلح مقدر ہوا ہے وما وضع بعد ما قہروا واقروا علی املاکہم یقدر فی کل سنۃ علی

فقیر معتمل یقدر علی تحصیل النقدین بای وجہ کان ینابیع وتکفی صحتہ فی اکثر السنۃ ہدایۃ اثنا عشر درہما فی کل شہر درہم اور

جو جزیہ کہ ٹہیرایا جاوے کافروں کے مغلوب ہونے اور املاک پر اونکو قائم رکہنے کے بعد ہر محتاج کاسب پر جو تحصیل نقدین پر قادر ہو کسی وجہ سے قدرت ہو کذا فی الینابیع اور تندرستی

مہینا کا اکثر سال میں بوجوب جزیہ کے واسطے کافی ہے کذا فی الہدایہ بارہ درہم اوسپر معین کیے جاویں ہر مہینے میں ایک درہم یعنی تخمیناً پانچ آنہ مہینا وعلی وسط

الحال ضعفہ فی کل شہر درہمان اور متوسط الحال یعنی جو کہ نہ فقیر ہے نہ غنی اوسپر او سکا دونا مقرر کیا جاوے ہر مہینے [illegible] دو درہم اور ہر سال میں چوبیس درہم و

علی المکثر ضعفہ فی کل شہر اربعۃ دراہم وہذا للتسہیل لا لبیان الوجوب لانہ بآخر الحول بنایہ اور غنی کثیر المال پر او سکا دونا ہر مہینے میں چار

درہم اور سال میں اڑتالیس درہم اور یہ تقسیط بسبب آسانی کے ہے نہ واسطے بیان وجوب کے ہو واسطے کہ وجوب جزیہ کا ابتدای سال میں ہوتا ہے کذا فی البنایہ ہم یعنی وجوب ابتدای سال

میں ہو اور وجوب ادا آخر سال میں ہمن ملک عشرۃ الاف درہم فصاعدا غنی ومن ملک مائتی درہم فصاعدا متوسط ومن ملک ما دون

المائتین او لا یملک شیئا فقیر قالہ الکرخی وہو احسن الاقوال وعلیہ الاعتماد وجوز اعتبار ابو جعفر العرف وہو الاصح تاتارخانیہ اور جو کہ

دس ہزار درہم یا زیادہ کا مالک ہو وہ غنی ہے اور جو دو سو درہم یا زیادہ کا مالک ہو وہ متوسط الحال ہے اور جو دو سو درہم سے کمتر کا مالک ہو یا کسی چیز کا مالک نہو وہ

فقیر اور محتاج ہے یہ قول ہے کرخی کا اور یہ احسن الاقوال ہے اور اسی پر اعتماد ہے کذا فی البحر اور ابو جعفر طحاوی نے عرف کو معتبر رکھا ہے اور یہ قول صحیح تر ہے کذا فی

التاتارخانیہ یعنی ہر شہر کا عرف معتبر ہی سو جسکو اہل شہر غنی یا متوسط یا فقیر کہتی ہون وہی معتبر ہے فتاوی عالمگیری مین اسکو صحیح کہا اور اختیار مین اسکو مختار
کذا فی الطحطاوی ویعتبر وجود هذه الصفات فی آخر السنة فتح لانه وقت وجوب الاداء نهر اور وجود ان صفات کا علی اختلاف القولین
آخر سال مین معتبر ہے کذا فی فتح القدیر یہہ اسواسطے کہ آخر سال وجوب ادا کا وقت ہی کذا فی النہر وتوضع علی کتابی یدخل فی الیهود السامرة
لانهم یدینون بشریعة موسی علیه السلام وفی النصاری الفرنج والارمن واما الصابئة ففی الخانیة توخذ منهم عند الامام
مقرر کیا جاوی جزیہ اہل کتاب پر یہودیون مین قوم سامرہ داخل ہے اسواسطے کہ وہ شریعت موسی علیہ السلام پر چلتی ہین اور نصاری مین فرنگی اور ارمنی داخل
ہین اور خانیہ مین ہی کہ قوم صابئی سے امام اعظم کے نزدیک جزیہ لیا جاوی نہ صاحبین کے نزدیک ہر کتابی عربی ہو یا عجمی بہر صورت اوس سے جزیہ ہی اور صابئی امام کے
نزدیک منجملہ نصاری ہین اور صاحبین کے نزدیک ستارہ پرست ہین جلبی نے کہا ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہی کہ صابئی منجملہ عرب ہین اسواسطے کہ اگر وہ عجمی ہوتی
تو امام اور صاحبین کا وجوب جزیہ مین اونمین اختلاف نہوتا اسواسطے کہ عجمی پر بہر صورت جزیہ لازم ہی کتابی ہو یا مشرک ومجوسی ولو عربیا لوضعه علیه الصلوة
والسلام علی مجوس هجر اور مجوس آتش پرست ہین اگرچہ مجوسی عربی ہو بسبب مقرر کرنے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے ہجر کے مجوسیون پر ہجر بفتحتین بحرین
مین ایک شہر کا نام ہی اور وہ عرب مین اصل ہے ووثنی عجمی لجواز استرقاقه فجاز ضرب الجزیة علیه اور عجمی بت پرست پر بسبب جائز ہونے اوسکے
استرقاق اور مملوکیت کے تو اوس پر جزیہ بھی جائز ہوا عجمی بخلاف عربی ہی وثن وہ ہی جو دیوار مین منقوش ہوا اور اوسکا جثہ نہوا اور صنم اوسکا نام ہی جو بصورت
انسان ہوا اور صلیب وہ ہی جسکا نقش ہو نہ صورت کذا فی المنح البحر الرائق مین کہہ وثن وہ ہی جسکا جثہ ہو خواہ وہ لکڑی کا بنا ہو یا پتھر یا چاندی یا جوہر کا اور شرح ملتقی
مین ہی کہ وثن وہ ہی جسکی صورت ہو آدمیکی صورت کے مانند اور صنم صورت بلا جثہ ہی کذا فی الطحطاوی لا علی وثنی عربی لان المعجزة فی حقه اظهر فلم یعذر
جزیہ نہ مقرر کیا جاوی عربی بت پرست پر اسواسطے کہ معجزہ اوسکے حق مین ظاہر تر ہی تو وہ معذور نہوا ہم حق عرب مین معجزہ اسواسطے اظہر ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم اونہین مین پیدا ہوئی اور قرآن مجید اونہین کی زبان مین اوترا تو وہ اوسکے معانی اور فصاحت کو زیادہ تر واقف ہوئی تو کفر اونکا سخت ہوا لہذا اون پر سخت
حکم ہوا کہ جزیہ اون سے مقبول نہین یا اسلام لاوین یا مقتول ہون اور ہر چند اہل کتاب عرب سے زیادہ تر عارف تہی حقیقت اسلام کے لیکن اونمین قیاس متروک ہو گیا بسبب
نص قرآنی کے کہ اہل کتاب سی اخذ جزیہ کا حکم ہوا نہ عرب سے اور عربی سی مراد عربی الاصل ہے تو اہل کتاب اس قید سی خارج ہو گئی اگرچہ وہ عرب مین رہین اسواسطے
کہ وہ عربی الاصل نہین ومرتد فلم یقبل منهما الا الاسلام او السیف اور جزیہ نہین مرتد پر تو کافر عربی اور مرتد سی کچھ مقبول نہین سوای اسلام یا
تلوار کے یعنی مسلمان ہو یا مقتول ہوا اور چونکہ مرتد نے اسلام سی مطلع ہو کر کافر ہو گیا لہذا اوس سے اور عربی سے غیر اسلام یا تلوار کے کچھ مقبول نہین ولو ظهرنا
علیهم فنساؤهم وصبیانهم فیء اور اگر ہم غالب ہون کفار عرب یا مرتدین پر تو اونکی عورتین اور لڑکے غنیمت ہین مگر یہہ کہ نسا اور صبیان مرتدین مسلمان ہونی پر جبر کیے جاوینگے
بخلاف نسا اور صبیان مشرکین عرب کذا فی الطحطاوی عن الشلبی وصبی وامراة وعبد ومکاتب ومدبر وابن ام ولد اور صغیر نابالغ اور عورت اور غلام اور مکاتب اور
اور ام ولد کی لڑکے پر جزیہ نہین هم ہدایہ مین وارد ہی کہ ام ولد پر جزیہ نہین اور حالانکہ یہہ غیر مناسب ہے کیونکہ جب احرار پر جزیہ نہوا تو ام ولد پر کیونکر ہوگا تو مراد وہان
ام ولد ابن ام ولد کذا فی المنح وزمن من زمن من زمانه نقص بعض اعضائه او تعطل قواه فدخل المفلوج والشیخ العاجز اور زمن پر جزیہ نہین
مشتق ہی زمن من زمانة سے یعنی جسکے بعض اعضا ناقص ہو گئی یا اوسکے قوی بیکار ہو گئی تو اسکی تفسیر سے فالج زدہ اور عاجز بوڑہا زمن مین داخل ہو گیا واعمی وفقیر
غیر معتمل وراهب لا یخالط الناس لانه لا یقتل والجزیة لاسقاطه اور اندہی اور محتاج غیر کاسب اور نصاری کے اوس درویش پر جو لوگون سے نہین ملتا جلتا
جزیہ نہین اسواسطے کہ درویش نصرانی قتل نہین کیا جاتا اور جزیہ لازم ہے اسقاط قتل کیواسطے وجزم الحدادی بوجوبها ونقل ابن الکمال انه القیاس ومفاده
ان الاستحسان بخلافه فتامل امر حدادی نے یقین کیا ہی واجب ہونی جزیہ کا راہب یعنی درویش نصرانی پر اور ابن کمال نے ایضاح اور اصلاح مین نقل کیا ہی
کہ یہی قیاس ہے اور قیاس کہنے سی مستفاد یہہ ہوا کہ استحسان بخلاف قیاس ہے سو اسکو تامل کر ہم برجندی نے فتاوی قاضی خان سی نقل کیا کہ راہب اور قسیس سے جزیہ
لینا ثابت ہے ظاہر الروایة مین اور ایک روایت محمد سے یہہ ہی کہ جزیہ نہ لیا جاوی انتہی تو اس سی معلوم ہوا کہ مصنف نے غیر ظاہر الروایة کو اختیار کیا کذا

في الطوق وعن الحري والعبرة في الاهلية للجزية وعدمها وقت الوضع فمن افاق او عتق او بلغ او برأ بعد الوضع لا توضع عليه
جزیہ کی اہلیت اور عدم اہلیت کا اعتبار امام کے مقرر کرنے کا وقت ہے تو جو مجنون کہ ہوش مین آیا یا غلام آزاد ہو یا صغیر بالغ ہو یا بیمار تندرست ہو
امام کے تو اوس پر جزیہ نہ رکھا جائیگا یہ مراد نہیں کہ بعد وضع امام کے کبھی جزیہ مقرر نہ ہوگا باوجود اہلیت کے بلکہ مراد یہ ہے کہ اوس سال مین نہ ہوگا بلکہ
آیندہ سے معین ہوگا کذا في العالمگيرية عن قاضي خان بخلاف الفقير اذا ايسر بعد الوضع حيث توضع عليه لان سقوطها لعجزه وقد زال
بخلاف فقیر کے جب وہ مقدور والا ہوگیا بعد جزیہ مقرر کرنے کے امام کے تو اوس پر مقرر کیا جائیگا کیونکہ اوس کا سقوط تھا عاجز ہونیکے سبب سے اور وہ
عجز زائل ہوگیا کذا في الاختيار وهي اي الجزية ليست بدلا عنا بكفرهم كما طعن الملحدة بل انما هي عقوبة لهم على اقامتهم على الكفر
فاذا جاز امهالهم للاستدعاء الى الايمان بدونها فبها اولى وقال تعالى حتى يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون واخذها عليه الصلوة
والسلام من مجوس هجر ونصارى نجران واقرهم على دينهم اور وہ یعنی جزیہ لینا رضامندی اہل اسلام کی نہین اونکے کفر پر جیسا کہ ملحدون نے دین مین طعن کیا ہے
بلکہ جزیہ تو اونکے لیے عقوبت اور عذاب ہے بسبب انکے قائم رہنے کے کفر پر پھر جب مہلت دینا کافرون کا ایمان کی طرف بلانیکے واسطے بدون جزیہ کے
جائز ہوا تو جزیہ لیکر مہلت دینا بطریق اولے جائز ہے اور حق تعالے نے فرمایا یہان تک کہ کفار جزیہ دین ہاتھ سے ذلیل ہوکر اور رسول علیہ الصلوۃ
والسلام نے ہجر کے مجوسیون اور نجران کے نصارے سے جزیہ لیا اور اونکو اونکے دین پر رہنے دیا یعنی اونکو مہلت دی تا محاسن اسلام دیکھکر اسلام قبول کرین
ہم شارح نے یہہ جواب دیا اوس سوال کا جو منیۃ المفتی مین صحیح مذکور ہے کہ اگر کوئی کہے کہ کفر معصیت ہے تو اوسکے قائم رکھنے پر عوض لینا کیونکر جائز ہوگا اور اگر
جائز ہو تو چاہیے کہ زانیون سے عوض لیکے اور اسیطرح اور معاصی کے عوض مال لینا جائز ہو فالجواب یہ ہے کہ جزیہ لینا رضا بالکفر نہین بلکہ عقوبت
اور اذلال ہے اوس پر الکفر سے اور جزیہ لینے کے جواز پر قرآن اور حدیث وارد ہے تو فرع عليه بقوله تسقط بالاسلام ولو بعد تمام السنة پھر مصنف نے جزیہ کے
عقوبت ہونے پر اپنے قول متفرع کیا تو جزیہ ساقط ہوجاتا ہے ذمی کے مسلمان ہونے سے اگرچہ بعد تمامی سال کے ہو اور ذکر شافعی نے کہا کہ جزیہ بدلہ ہے
کہ اگر مسلمان ہوگا سال کے بعد تو سقوط جزیہ کا بسبب اسکے نہ ہوگا بسبب اسلام کے وتسقط المحل لسنة لا لسنتين نزد عليه سنة شارحة
ساقط ہوجاتا ہے جزیہ ایک سال کا نہ دو سال کا سو ایک سال کا اوس پر پھیر دیا جائیگا کذا في الخلاصة یعنی اگر ایک سال تین بیمار رہا پھر مسلمان ہوا تو اوسکو
جزیہ نہ پھیر دیا جائیگا اور اگر دو سال کا جزیہ باقی رہا ہے تو ایک سال کا اوسکو پھیر دیا جائیگا اسواسطے کہ اوسپر وجوب ثابت تھا کذا في البحر والموت والتكرار
للتداخل کا معنی اور ساقط ہوتا ہے جزیہ بسبب موت اور تکرار سال کے بوجہ تداخل کے چنانچہ ذکر تداخل کا عنقریب آتا ہے والعمى والزمانة وصيرورته
فقيرا ومقعدا او شيخا كبيرا لا يستطيع العمل اور ساقط ہوتا ہے جزیہ بسبب نابینا ہونیکے اور اپاہج ہونیکے اور ہوجانے کے فقیر یا اپاہج
یا پیرفرتوت کہ کام نہین کرسکتا فان اجتمع عليه حولان فما اختلف فانه يسقط جزية السنة الاولى بدخول
السنة الثانية زيلعي لان الوجوب باول الحول بعكس خراج الارض پھر مصنف نے تکرار کا بیان کیا سو یون کہا اور جب ذمی پر دو سال
مجتمع ہوئے تو جزیہ متداخل ہوجائیگا یعنی ایک سال کا جزیہ چند سال کو کفایت کریگا اور پہلے سال کے جزیہ کا ساقط ہونا دوسرے سال کے آنے
سے قول اصح ہے کذا فی شرح الزیلعی یہ اسلیے ہے کہ وجوب جزیہ کا اول سال مین ہوتا ہے خراج ارض کے برعکس کہ وہ آخر سال مین واجب
ہوتا ہے یعنی جب وجوب جزیہ اول سال سے ہوا تو دوسری سال کے داخل ہونے سے تکرار لازم ہوئی ويسقط الخراج بالموت في الاصح حاوي
وبالتداخل كالجزية وقيل لا يسقط كالعشر وينبغي ترجيح الاول لان الخراج عقوبة بخلاف العشر قال المصنف وعزاه
في الخانية لصاحب المذهب فكان هو المذهب اور ساقط ہوتا ہے خراج قول اصح مین کذا فی الحاوی اور ساقط ہوتا ہے تداخل سے
جزیہ کے مانند اور قول ضعیف مین ساقط نہین ہوتا مانند عشر کے اور لائق ہے ترجیح دینا قول اول کا اسواسطے کہ خراج عقوبت ہے بخلاف عشر کے
کہ وہ عبادت ہے کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور خانیہ مین سقوط بالموت کو امام اعظم صاحب مذہب کے طرف نسبت کیا تو

نہیں تو یہی مذہب ہمارے اصحاب کا ہے اور صرف دو سال کا خراج لیا جاوے گا یہ اسوقت ہے جب خراج کو ایک سال گزر جاوے اور اگر کئی برس کا ہو تو بالاتفاق خراج لیا جاوے گا

کذا فی النہر و ذکر فی الاسلام اذا کان علیہ عشر او خراج من سقوط او عدم سقوط میں دو روایتیں امام اعظمؒ سے نقل کی ہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ خراج ساقط ہو جاوے گا کذا فی محیط السرخسی

عن المحیط تو قول معتمد علیہ عدم سقوط ہوا اور بعضے کہتے ہیں کہ خراج مقاسمہ تو زمین خارج سے متعلق ہے مانند عشر کے کذا فی المحیط و ذکر بالاجمل

اکل الغلۃ حتی یؤدی الخراج اور نہایہ میں ہے کہ حلال نہیں ہے غلہ کو کھانا تا وقت ادائی خراج کے اور یہی حکم ہے عشر کا چنانچہ باب الخراج کے آخر میں مذکور

ہے جیسے اوسکا اور عدم سقوط خراج کو نقل کیا ہے ولا تقبل من الذمی لو بعثہا علی ید نائبہ فی الاصح بل یکلف ان یاتی بنفسہ فیعطیہا

قائما والقابض منہ قاعد ہدایہ اور ذمی سے جزیہ قبول نہ کیا جاوے اگر اوسکو اپنے نائب کے ہاتھ بھیجے قول اصح میں بلکہ اوسکو حکم کیا جاوے کہ آپ لاوے

اور ذمی کھڑا ہو کر دے اور لینے والا بیٹھا رہے کذا فی الہدایہ و یقول اعط یا عدو اللہ و یصفعہ فی عنقہ لا یا کافر و یاثم القائل

ان آذاہ بہ قنیہ اور جزیہ لینے والا ذمی سے کہے اے دشمن خدا کے دے اور اوسکی گردن میں دھپ دے اور اوسکو یا کافر نہ کہے اور یا کافر کہنے والا گنہگار

ہوگا اگر اوسکو اس قول سے تکلیف ہو گی کذا فی القنیہ ولا یجوز ان یحدث بیعۃ ولا کنیسۃ ولا صومعۃ ولا بیت نار ولا مقبرۃ ولا صنما حاوی

فی دار الاسلام ولو قریۃ فی المختار فتح اور جائز نہیں ہے کہ نیا بنا دیوے بیعہ اور نہ کنیسہ اور نہ صومعہ اور نہ آتشخانہ اور نہ قبرستان اور نہ صنم کذا فی الحاوی

دار الاسلام میں اگرچہ دار الاسلام کے قریہ میں احداث کریں تو بھی جائز نہیں قول مختار میں کذا فی الفتح ہم اہل لغت میں عبادتخانہ یہود و نصاریٰ کو مطلقا بیعہ کہتے ہیں

پھر غلبہ استعمال سے عبادت خانہ یہود کو کنیسہ کہتے ہیں اور عبادت خانہ نصاریٰ کو بیعہ بولتے ہیں اور دیر کا لفظ نصاریٰ کے واسطے مخصوص ہے اور صومعہ وہ عبادتخانہ ہے

جسکو منفرد بنایا جاوے کہ تنہا اوسمیں عبادت کیجاوے کذا فی المنح ہندوستان میں نصاریٰ اپنے عبادت خانہ کو گرجا کہتے ہیں و یعاد المنہدم ای

ما ہدمہ الامام بل ما انہدم اشباہ فی اخر الفن الثانی اور زمینوں کا منہدم عبادتخانہ دوبارہ بنایا جاوے یعنی وہ عبادتخانہ جسکو امام

نے ڈھا دیا ہو دوبارہ نہ بنایا جاوے جو خود بخود منہدم ہو گیا چنانچہ اشباہ کی فن ثانی کے اخیر میں مذکور ہے ہم مصنف کے کلام سے معلوم ہوا کہ معابد قدیمہ سے تعرض نہ کیا جاوے

اور جو قدیم گر جاوے اوسکا اعادہ جائز ہے کذا فی المنح من غیر زیادۃ علی البناء الاول ولا یعدل عن النقض الاول ان کفی وتمامہ فی شرح

الوہبانیہ اعادہ منہدم جائز ہے بدون زیادہ کرنے کے پہلی عمارت پر اور پتھر وغیرہ جو نکلا ہے شکست اول سے اگر وہ کافی ہو اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ

میں ہے ہم اگر بنا اول سے عدول ہو باوجود کفایت تو اسمیں بناء ثانی کی زیادتی ہے اول پر کذا فی النہر شرح وہبانیہ میں مذکور ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے

زیادتی کی تو اس سے معلوم ہوا کہ جو کچی اینٹ سے بنا ہو اوسکو پکی اینٹ سے نہ بناوے اور جو پکی اینٹ سے ہو اوسکو پتھر سے نہ بناوے کذا فی الطحطاوی و اما

القدیمۃ فتترک مسکنا فی العنویۃ ومعبدا فی الصلحیۃ بحر خلافا لما فی القہستانی فتنبہ اور معابد قدیمہ تو رہنے کیواسطے چھوڑے جاوینگے

بلاد مفتوحہ میں اور عبادت کے واسطے چھوڑے جاوینگے بلاد صلحیہ میں کذا فی البحر یہ قول مخالف ہے قہستانی کے سو خبردار رہنا ہم حلبی نے کہا قہستانی میں تتمہ سے

منقول ہے کہ جو بلاد صلح سے فتح ہوئے ہوں اور اسکے کل معابد منہدم کئے جاوینگے جمیع روایات میں ویمیز الذمی عنا فی زیہ بالکسر لباسہ وہیئتہ ومرکبہ

وسرجہ وسلاحہ اور ممتاز اور جدا کیا جاوے ذمی اہل اسلام سے اپنے لباس و ہیئت میں اور اپنی سواری اور زین اور ہتھیار میں شارح نے کہا زی بالکسر

ہے لباس اور ہیئت ہے اور نووی نے شرح مسلم میں کہا کہ زی بالفتح اور تشدید ہے کذا فی الطحطاوی فلا یرکب خیلا الا اذا استعان بہم الامام وحارب

وذب عنا ذخیرہ وجاز بغل کحمار تاتارخانیہ تو ذمی سوار نہ ہو گھوڑے پر مگر اوسوقت جب امام اون سے مدد چاہے اور لڑائی کرے وہ ہمسے اور دور کرے واسطے ہمارے

کفار کے سلمین سے کذا فی الذخیرہ اور جائز ہے ذمیکو سوار ہونا خچر کا مانند گدھے کے کذا فی التاتارخانیہ وفی الفتح ہذا عند المتقدمین واختار

المتاخرون انہ لا یرکب اصلا الا لضرورۃ وفی الاشباہ والمعتمد ان لا یرکبوا مطلقا ولا یلبسوا العمائم وان رکب الحمار لضرورۃ

نزل فی المجامع اور فتح القدیر میں ہے کہ یہ یعنی خچر اور گدھے پر سوار ہونا متقدمین کے نزدیک ہے اور متاخرین نے یہ قول مختار کیا ہے کہ ذمی ہے

ہرگز سوار ہی نہو مگر بسبب ضرورت کے یعنی سفر یا مرض میں اور اشباہ میں ہے اور قول معتمد یہ ہے کہ اہل ذمہ مطلقا نہ سوار ہوں اور نہ پگڑیاں باندھیں

[illegible]

انہ او کذا فیہا استقر علیہ الحال انتہی ۔ [illegible] شامی کی شرح [illegible] اور [illegible] کے [illegible] سے ہوتا ہے
حرمین شریفین عرب کی زمین ہے [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] عرب کی زمین میں [illegible] اگر ذمی [illegible] ہوگا اسکے واسطے جاوے تو جاوے
ہی اور وہاں زیادہ [illegible] اور [illegible] اور جامع صغیر میں عدم منع ثابت ہی اور [illegible]
حسن رحمہ اللہ کی [illegible] قول کو ذکر کیا ہی جو آخر الامرین ثابت ہو گیا ہے یعنی منع دخول راجح ہے وفی الخانیۃ ویمیز نساءھم لاعبیدھم
بالکستیج اور خانیہ میں ہی اور امتیاز کی جاوے ذمیوں کی عورتوں میں [illegible] غلاموں میں زنار سے ہم اونکی عورتوں کے گلوں میں لوہے کے طوق ڈالی
جائیں اور اونکی ازار مسلمانات کی ازار سے مخالف ہوں کذا فی الاختیار والذمی اذا اشتری دارا ای اراد شراءھا فی المصر لاینبغی ان تباع منہ فلو اشتری
یجبر علی بیعہا من المسلم وقیل لایجبر الا اذا کثرت [illegible] اور ذمی نے جب [illegible] مول لیا یعنی اوسکے مول لینے کا ارادہ کیا شہر میں تو اوسکے ہاتھ
بیچنا لائق نہیں سو اگر اوسنے مول لیا تو اوسپر جبر کیا جاوے اوسکے بیچنے پر مسلم کے ہاتھ اور قول ضعیف یہہ ہی کہ بیع پر جبر اور زبردستی نہیں مگر جب کہ بکثرت گھر
خرید کیا ہو کذا فی الدرر قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود من کتاب الصلوۃ سئل عن مسجد لم یبق فی اطرافہ بیت لاحد من المسلمین
واحاط بہ الکفرۃ فکان الامام والمؤذن فقط لاجل وظیفتہما یذہبان الیہ فیؤذنان ویصلیان بہ فہل یحل لہم الوظیفۃ فاجاب بقولہ
تلک البیوت یأخذہا المسلمون بقیمتہا جبرا فی الفور وقد ورد الامر الشریف السلطانی بذلک ایضا فالحاکم لایؤخر ھذا اصلا من کتاب
اور مفتی ابو السعود کے معروضات میں کتاب الصلوۃ سے وارد ہے کہ اونسے سوال ہوا اوس مسجد کا کہ اوسکے گرد کسی مسلمان کا گھر باقی نہیں رہا اور کافروں نے
گھیر لیا سو امام اور مؤذن وہاں جا کر اپنے مہینے یا سالانے کیواسطے سو وہاں اذان دیتے اور نماز پڑھتے ہیں تو اونکو مہینہ یا سالانہ حلال ہے انہیں سو مفتی
موصوف نے یہ قول جواب دیا کہ اون گھروں کو اہل اسلام قیمت دیکر زبردستی سے فورا لیلیں اور البتہ امر شریف سلطانی بھی اسی باب میں وارد ہوا ہی تو حاکم
ہرگز تاخیر نہ کرے ہم شارح نے جواب بیچ بقدر مناسب مقام ذکر کیا اور سوال مذکور کا جواب یہہ ہے کہ امام اور مؤذن [illegible] وظیفہ [illegible] کام پر [illegible] قائم
ہیں کذا فی الحاشیہ وفیہا من الجہاد بعد ان ورد الامر الشریف السلطانی بعدم استخدام الذمیین للمسلمین وبجواز لو استخدم ذمی عبدا
او جاریۃ ماذا یلزمہ فاجاب یلزمہ التعزیر الشدید والحبس وفی الخانیۃ وغیرہا ویؤمرون بما کان استخفافا لہم وکذا تمیز دورہم
عن دورنا انتہی فلیحفظ ذلک اور مفتی ممدوح کے معروضات بیچ کتاب الجہاد کے ہے کہ بعد وارد ہونے امر شریف سلطانی کے غلاموں اور لونڈیوں کو خدمت کرنے
ذمیوں کا اگر ذمی خدمت لی غلام یا لونڈی سے اوسپر کیا لازم ہی تو مفتی موصوف نے جواب دیا کہ اوسپر تعزیر شدید اور قید کرنا لازم ہے سو خانیہ وغیرہا میں ہے ذمیوں
اور ذمیہ کو [illegible] امر کیا جاوے جسمیں اونکی ذلت ہو اور اسیطرح جدائی کی جاوے اونکے گھروں کی ہمارے گھروں سے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی جب ذمی مامور باستخفاف ہوئے
تو استخدام میں اونکی تعظیم ہوتی ہے لہذا اونپر تعزیر شدید [illegible] ولو اتخذ اہل الذمۃ دورا فیما بین المسلمین لیسکنوا فیہا فی المصر جاز لعود
نفعہ علینا ولیروا تعاملنا فیسلموا بشرط عدم تقلیل الجماعات بسکناہم عن شرح السیر الامام الحلوانی اور اگر اہل ذمہ گھروں کو کرایہ لیں مسلمانوں کی
آبادی کے اندر تاکہ اوسمیں رہیں شہر میں تو جائز ہے بسبب عائد ہونے اوسکی منفعت کے مسلمین پر کرایہ کی راہ سے اور تاکہ اہل ذمہ اہل اسلام کی معاشرت کو دیکھیں تو اسلام
قبول کریں بشرطیکہ کم نہو جماعات مسلمین اونکی سکونت سے یہہ شرط عدم تقلیل کی امام حلوانی نے کی ہو [illegible] لو [illegible] لا تعزل [illegible]
عنہم والسکنی بناحیۃ لیس فیہا مسلمون وہو محفوظ عن ابی یوسف بحر عن الذخیرۃ سو اگر [illegible] سے تقلیل جماعات لازم آوے تو اونکو
مسلمین سے علیحدہ ہونیکا اور [illegible] کنارہ میں سکونت کرنے کا حکم کیا جاوے [illegible] مسلمین نہ ہوں اور یہی قول ابی یوسف سے محفوظ ہی کذا فی البحر عن الذخیرۃ قال
فی الاشباہ واختلف فی سکناہم بیننا فی المصر والمعتمد الجواز فی محلۃ خاصۃ انتہی واقرہ المصنف وغیرہ لکن ردہ شیخ
الاسلام جوی زادہ وجزم بانہ فہم خطأ فکانہ فہم من الناحیۃ المحلۃ ولیس کذلک فقد صرح التمرتاشی فی شرح الجامع الصغیر
بعد ما نقل عن الشافعی انہم یؤمرون بان یعتزلوا فی امصار المسلمین وبالحرز [illegible] عنہا وبالسکنی خارجہا لئلا یکون لہم محلۃ

آدیکام شیخ شامی نے ذخیرہ سے تفصیل ہمین نقل کی ہے کہ اگر ذمی نے اپنے اعتقاد کے موافق یون کہا کہ آنحضرت رسول نتھے یا انہون نے یہود یون کو ناحق قتل کیا یا حضرت کے طرف نسبت کذب کی تو بعضے علما کے نزدیک اوسکا عہد نہین ٹوٹتا اور اگر ذمی نے اپنی خلاف اعتقاد ذکر کیا اسطرح کہ آنحضرت کے طرف زنا کی نسبت کی یا آپ کے نسب مین طعنہ کیا تو عہد ٹوٹے گا انتہی اور یہہ محمول ہے عدم اعلان پر کذا فی الطحطاوی ویؤدب الذمی ویعاقب علی سبّہ دین الاسلام او القرآن او النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاوی وغیرہ قال العینی واختیاری فی السبّ ان یقتل انتہی وتبعہ ابن الہمام قلت وبہ افتی شیخنا الخیر الرملی وہو قول الشافعی اور ذمی تعزیر دیا جاوے اور مارا جاوے دین اسلام یا قرآن یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی پر کذا فی الحاوی وغیرہ علامہ عینی نے کہا اور میرے نزدیک قول مختار بدگوئی مین یہہ ہے کہ وہ قتل کیا جاوے اور تابع ہوا ہے عینی کا ابن ہمام فتح القدیر مین کہتا ہون اور اسیکا فتوی دیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اور یہی قول ہے امام شافعی کا صاحب بحر الرائق مین کہا کہ ابن ہمام نے یہان بحث مؤلف اہل مذہب کی ہے عینی کا تابع ہو کر اور علامہ قاسم نے تصریح کی ہے کہ ابن ہمام کی ابحاث مخالف مذہب پر عمل نکرنا چاہیے ہان یہہ البتہ ہے کہ مؤمن کا دل مسئلہ سبّ مین قول مخالف کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن ہمکو اتباع مذہب واجب ہے ثم رأیت فی معروضات المفتی ابی السعود انہ ورد امر سلطانی بالعمل بقول ائمتنا القائلین بقتلہ اذا ظہر انہ معتادہ وبہ افتی پھر ہمنے مفتی ابو السعود کے معروضات مین دیکھا کہ البتہ امر سلطانی وارد ہوا ہے ہمارے ان علما کے اقوال پر عمل کرنیکا جو قائل ہین ذمی کے قتل کرنے کے جبکہ ظاہر ہو جاوے کہ بدگوئی اوسکی عادت ہے اور اسیکا فتوی دیا ہے مفتی ممدوح نے ثم طحطاوی نے شرح ملتقی سے نقل کیا کہ جب ذمی علی الاعلان بدگوئی کرے یا اوسکی یہی عادت ہو تو اوسکو قتل کرنا چاہیے اگرچہ عورت ہو ثم افتی ابی بکر الیہودی قال لبشر النصرانی نبیکم عیسی ولد الزنا بانہ یقتل لسبّہ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام انتہی پھر مفتی ابو السعود نے کہ یہودی کے بشر نصرانی سے یون کہنے مین معاذ اللہ کہ تمہارا نبی عیسی ولد الزنا ہی یہہ فتوی دیا کہ وہ قتل کیا جاوے بسبب بدگوئی کی دینے حضرات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو انتہی قتل کا فتوی دیا بسبب بدزبانی سب کے قلت ویؤیدہ ان ابن کمال باشا فی احادیثہ الاربعینیۃ فی الحدیث الرابع والثلثین یا عائشۃ لا تکونی فاحشۃ ما نصّہ والحق انہ یقتل عندنا اذا اعلن بشتمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صرح بہ فی سیر الذخیرۃ حیث قال واستدل محمد لبیان قتل المرأۃ اذا اعلنت بشتم الرسول بما روی ان عمیر بن عدی لما سمع عصماء بنت مروان تؤذی الرسول فقتلہا لیلا مدحہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ذلک انتہی فلیحفظ شامی کہتا ہون اور مفتی ممدوح کے فتوی کا یہہ مؤید ہے کہ ابن کمال باشا نے اپنی چہل حدیث مین چونتیسوین اس حدیث کے اندر یعنی یا عائشۃ لا تکونی فاحشۃ مین جو اسطرح تصریح کی ہی اور حق یہہ ہے کہ کافر ذمی قتل کیا جاوے گا ہمارے نزدیک جبکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بدگوئی کو ظاہر کرے تصریح کی ہے اس مسئلہ کی ذخیرہ کی کتاب السیر مین چنانچہ یون کہا ہے اور امام محمد نے واسطے بیان قتل ایسی عورت کی جبکہ وہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بدگوئی کا اعلان کرے استدلال کیا ہے اس روایت سے کہ عمیر بن عدی نے جب کہ سنا عصماء بنت مروان سے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایذا دیتی ہے تو اوسکو قتل کر ڈالا رات مین تو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اوسکی قاتل کی مدح کی انتہی یا فی الذخیرہ فہو مسئلہ یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ یہہ ہوا کہ ذمی مقتول نہوگا حضرت کی بدگوئی سے مگر جب اسکو بدگوئی کی عادت ہو گئی ہو کما فی المعروضات یا وہ اعلان کرتا ہو کما فی الذخیرہ تو عدم قتل کی روایت عدم اعتیاد یا عدم اعلان پر محمول ہے تو اب دونون قولون مین تعارض نہ رہا واللہ تعالی اعلم ویؤخذ من مال بالغ تغلبی وتغلبیۃ لا من طفلہم الا الخراج ضعف زکوتنا باحکامہا مما تجب فیہ الزکوٰۃ المعہودۃ بذکرنا لان الصلح وقع کذلک اور لیا جاویگا بالغ تغلبی اور تغلبیہ کے مال سے نہ اونکے بچّے کے مال سے سوای خراج کے اہل اسلام کی زکوٰۃ کا دونا لیا جایگا باحکامہ مثل نصاب زکوٰۃ اور سال اسکے جسمین زکوٰۃ مقرری بین المسلمین واجب ہوتی ہے اسواسطے کہ صلح اوس قوم سے اسیطرح پر واقع ہوئی ہے ہم تغلبی کہ لام مفتوح ہے منسوب ہی تغلب بن وائل بن ربیعہ کے طرف وہ عرب کی ایک قوم ہے جو جاہلیت مین نصرانی ہوگئی تھی اور روم کے متصل سکونت اختیار کی تھی جب زمانہ اسلام کا آیا تو عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اون سے جزیہ طلب کیا اونہون نے جزیہ دینے کو عار سمجہا اور بولے کہ ہم لوگ بہی عرب ہین ہمسے بہی زکوٰۃ لیجیے جیسے اور عرب سے زکوٰۃ لیتے ہو فاروق اعظم نے فرمایا کہ مشرک سے ہم زکوٰۃ نہین لیتے تو بعضے لوگ اوس قوم کے روم کو بھاگ گئے

…بن عمر رضی اللہ عنہ نے اونسے لیا یا امیرالمومنین ہم لوگ بڑے لڑنے والے ہین اور عرب ہین جزیہ دینے سے ننگ اور عار کرتے ہین سو تنگی نکیجیو اور اونسے جزیہ بنام
زکوۃ لیجیو سو وہ راضی ہوئے اور اونسے زکوۃ کا دونا لیا پہر یہ مقرر کیا پہر اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا اونکے بعد فقہا کا کذا فی النہر والبحر اور جزیہ میلے دونی
زکوۃ … ہوگی … کیونکہ زکوۃ اون پر واجب نہین کذا فی المنح بخلاف … کہ وہ طفل وغیرہ پر لازم
ہوا … عبادت نہین کذا فی البحر اور جب … کو تو باحکامہا لازم ہوئی تو چالیس … اور ایک سو بیس
بکریون مین چار بکریان … علی ہذا القیاس اونٹ سو کذا فی الفتح وتؤخذ من مولی ای معتق التغلبی فی الجزیۃ والخراج … القرشی وحدیث
مولی القوم منہم مخصوص بالاجماع اور لیا جائیگا اسکے … یعنی تغلبی کے آزاد غلام سے جزیہ اور خراج مین قرشی کے آزاد غلام
مانند اور مولی القوم منہم کی حدیث بالاجماع مخصوص ہے یعنی یہہ جو حدیث ہے کہ آزاد غلام قوم کا اوسی قوم مین داخل ہے سو یہہ مخصوص ہے … صدقہ ہے یعنے
جس قوم کو صدقہ لینا درست نہین تو اوسکے آزاد غلام پر بہی لینا جائز نہین ومصرف الجزیۃ والخراج ومال التغلبی وھدیتہم للامام وانما یقبلہا
اذا وقع عندہم ان قتالنا للّٰہ لا للدنیا جوہرۃ وما اخذ منہم بلا حرب ومنہ ترکۃ ذمی وما اخذہ عاشر منہم ظہیریۃ مصالحنا خبر
مصرف اور مصرف جزیہ اور خراج کا اور تغلبی کے مال کا اور اوس مال کا جسکو کفار نے سلطان کو بطریق تحفہ دیا ہو اور اوس مال کا جو کافرون سے بدون لڑائی کے
لیا گیا اہل اسلام کے مصالح ہین سلطان کفار کا تحفہ اوسوقت قبول کرے جب کہ اونکے نزدیک ثابت ہو جاے کہ ہمارا لڑنا دین کے واسطے ہے نہ دنیا کی
منفعت کے واسطے کذا فی الجوہرہ اور مال بلا حرب مین اوس ذمی کا ترکہ داخل ہے جسکا کوئی وارث نہین کذا فی الحموی اور وہ مال جسکو عاشر کفار سے لے
کذا فی الظہیریۃ شارح نے کہا مصالحنا خبر ہے مصرف کی ہم مصالح جمع ہے مصلحت کی یعنی جسکی منفعت اسلام کیطرف عائد ہو کذا فی القہستانی اہل نجران کا مال
اور جب مال پر کہ اہل حرب نے صلح کی ترک قتال پر دار الحرب مین لشکر اسلام کے داخل ہونے سے پہلے مال بلا حرب مین داخل ہے کذا فی البحر کسد ثغورنا
وبناء قنطرۃ وجسر وکفایۃ العلماء والمتعلمین تجنیس وبہ یدخل طلبۃ العلم فتح مصالح اہل اسلام کے چنانچہ دار الاسلام کی سرحدون کی
حفاظت کرنا اور پل اور لکڑی کا پل بنانا اور علما اور متعلمین کو بقدر کفایت دینا کذا فی التجنیس اور متعلمین کے لفظ سے طالب علم بہی مصرف مین داخل ہوگئے
کذا فی الفتح … سد بالفتح وبالضم مضبوط کرنا اور ثغر بالفتح وسکون غین معجمہ عبارت ہے موضع مخافت بلاد سے تو سد ثغور سے مراد یہہ ہے کہ اون لوگون پر صرف
کرنا چاہیے کہ جو اوس محل خوف کی حفاظت کرتے ہین جو فاصل ہے دار الاسلام اور دار الحرب کے درمیان مین اور علما سے مراد مفسرین اور محدثین ہین اور
ظاہرا علما سے مراد وہ ہین جو علوم شرعیہ کی تعلیم کرتے ہین تو صرف اور نحو وغیرہما کو بہی شامل ہے کذا فی الحموی عن البرجندی نہر الفائق مین خانیہ سے منقول
ہے کہ رازی سے سوال ہوا کہ بیت المال مین اغنیا کا بہی حصہ ہے جواب دیا کہ نہین مگر جب کہ غنی عالم یا قاضی ہو اور فقہا کا اسمین حصہ نہین مگر اوس فقیہ کا
حصہ ہے جو لوگون کو فقہ اور قرآن کی تعلیم کیا کرتا ہو والقضاۃ والعمال وکتبۃ قضاۃ وشہود قسمۃ ورقباء سواحل اور بقدر کفایت قاضیون
اور عاملون کے جیسے قانونگو کے کاتب اور تقسیم کے گواہ یعنی قسمت بین الورثہ اور شرکا کے شاہد اور سواحل دریا کے نگہبان یعنی عشر لینے والے کذا فی
العطایا … ذراریہم وذراری کل من ذکر مسکین واعتمدہ فی البحر قائلا وہل یعطون بعد موت آبائہم حالۃ تعلیم
لم اره اور صرف کرے روزی مقاتلین مجاہدین کی اور اونکی ذریت کی یعنی محافظین حدود اور علما اور قضاۃ اور عمال اور مقاتلین یعنے مذکورین کی ذریت کی کذا فی
شرح مسکین اور اسی پر اعتماد کیا بحر الرائق مین یون کہکر اور کیا اونکی ذریت کو روزی دیجائیگی اونکے باپون کے مرجانیکے بعد حالت طفلی مین [illegible] اسکا حکم
کسی کتاب مین نہین دیکہا ہے طحطاوی نے شیخ عیسی صفتی کے رسالہ سے نقل کیا کہ ابو یوسف نے کہا کتاب الخراج مین کہ جو شخص بیت المال کا مستحق ہو اور
اوسکے واسطے اوسکا استحقاق بیت المال مین مفروض ہوگیا تو اوسکی ذریت کے واسطے بہی مفروض ہوگا اوسکی تبعیت سے اور اوسکی موت سے ساقط نہوگا
صاحب حاوی نے کہا فتوی اسی پر ہے کہ علما اور فقہا اور مقاتلین کی ذریت اور جو مستحق بیت المال ہو اوسکی ذریت کا حصہ معین کیا جاوے اور جو اونکی اولاد کے
واسطے مفروض ہوا وہ اونکی موت سے ساقط نہین ہوتا والی ہنا تمت مصارف بیت المال ثلثۃ فہذا مصرف جزیۃ وخراج ومصرف

زکوٰۃ وعُشرٍ مرّ فی الزکوٰۃ ومصرفُ خُمسٍ ورِکازٍ مرّ فی السِّیَرِ وبَقِیَ رابعٌ وہو لُقَطۃٌ وتَرِکۃٌ بلا وارثٍ ودِیَۃُ مقتولٍ بلا ولیٍّ ومصرفُہ لقیطٌ فقیرٌ وفقیرٌ بلا ولیٍّ اور بیان تک تمام ہوچکے تین قسم بیت المال کے مصارف سو یہہ مصرف جزیہ اور خراج کا ہی اور زکوٰۃ اور عشر کا مصرف کتاب الزکوٰۃ میں مذکور ہوچکا اور مصرف خمس اور رکاز کا گذر گیا کتاب السیر میں یعنی کتاب الجہاد کی فصل قسمت غنیمت میں مذکور ہوچکا باقی رہا چوتھی قسم کا بیت المال یعنی مال لقطہ اور متروکہ بلا وارث اور خون بہا اوس مقتول کا جسکا کوئی ولی معین اور مصرف اسکا لقیط محتاج اور فقیر بلا ولی ہی یعنی انکے نفقات اور انکے معالجات اور انکے موتے کی تکفین اور انکی جنایات کی دیت میں صرف کیا جاویگا کذا فی النہر وعلی الامام ان یجعل لکل نوعٍ بیتاً یخصہ اور بادشاہ پر لازم ہی کہ ہر قسم کا ایک ایک گہر بنا دی کہ وہ گہر اوسی مال کے واسطے مخصوص رہی یعنی ایک بیت المال جزیہ اور خراج کا اور دوسرا عشر اور زکوٰۃ کا اور تیسرا خمس اور رکاز کا اور چوتہا لقطات اور لاوارث ترکات اور لاوارث کی دیت کا اور فائدہ جدا خزانے کرنے کا یہہ ہی کہ ایک قسم کا مال دوسری قسم میں مخلوط نہوجاوی اسواسطے کہ ہر قسم کا حکم علیحدہ ہے کذا فی البحر ولہ ان یستقرض من احدہا لیصرفہ للاخر اور جائز ہی بادشاہ کو کہ قرض لے ایک بیت المال سے تا اوسکو صرف کرے دوسرے بیت المال کے مصرف میں ہم پہر جب اوس قسم کا مال آوی تو جس بیت المال سے قرض لیا تہا اوسمیں پہیر دی مگر جب کہ مال مصروف از قسم صدقات اور خمس ہوا اور اہل خراج پر صرف کیا ہوا اور حالانکہ وہ محتاج ہیں تو پہیر دینا کچہ ضرور نہیں اسواسطے کہ فقرا اہل خراج مستحق صدقات ہیں اپنی محتاجی کے سبب کذا فی البحر والنہر ویعطی بقدر الحاجۃ والفقہ والفضل فان قصّر کان اللہ علیہ حسیباً زیلعی اور دیوی بقدر حاجت اور بقدر فقہ اور فضیلت کے سو اگر اسمیں بادشاہ تقصیر کریگا تو حق تعالی اوس سے حساب لینے والا ہی کذا فی شرح الزیلعی ثم فی قنیہ میں ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اہل اسلام کو برابر دیتے تہے اور عمر فاروق انکو بقدر حاجت اور بمقدار فقہ اور فضیلت کے عطا فرماتے تہی اور عمل کرنا فاروق اعظم کے فعل پر ہمارے زمانے میں احسن ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وفی الطحاوی المراد بالحافظ فی حدیث لحافظ القرآن مائتا دینار ہو المفتی الیوم اور طحاوی قدسی میں ہے کہ حافظ سے مراد اس حدیث میں کہ حافظ قرآن کو عطا دوسو دینار ہیں مفتی ہی اسواسطے کہ جو صحابہ کرام کے زمانے میں حافظ قرآن ہوتا تہا وہ احکام کا بہی عالم ہوتا تہا بخلاف اسوقت کے کذا فی الطحطاوی ولا شیء للذمی فی بیت المال الا ان یہلک لضعفہ فیعطیہ ما یسد جوعتہ اور کچہ حق نہیں ذمی کے واسطے بیت المال میں مگر یہہ کہ وہ ہلاک ہوتا ہو بسبب اپنے ضعف کے تو اتنا اسکو بیت المال سے دیں جس سے یکبارہ گرسنگی دفع ہو ومن مات فی نصف الحول حرم من العطاء لانہ صلۃ فلا تملک الا بالقبض اور جو شخص مصارف بیت المال سے جنکا ذکر ہوچکا نصف سال میں مرگیا محروم ہا عطا سے اسواسطے کہ عطا صلہ ہے یعنی صدقہ یا احسان ہی تو وہ مملوک نہیں ہوتا بدون قبضے کے حموی کی شرح میں ہے کہ رزق اور عطا متقارب المعنی ہیں مگر فقہا نے دونوں میں فرق کیا ہی سو جو اہل لشکر کو بطور مشاہرہ دیا جاوی اوسکو رزق کہتے ہیں اور جو بطریق سالانہ بخشش عامی کے دیا جاوی اوسکو عطا کہتے ہیں اور فتح القدیر میں ہے کہ عطا وہ ہی کہ جو مستحقین بیت المال کے نام پر لکہی جاوی چنانچہ جاگیر ہمارے عرف میں لیکن جاگیر ماہانہ ہی اور عطا سالانہ واہل العطاء فی زماننا القاضی والمفتی والمدرس صدر الشریعۃ اور اہل عطا یعنی سالانہ دار ہمارے زمانے میں قاضی اور مفتی اور مدرس ہیں کذا فی شرح الوقایہ ثم بحر الرائق کی عبارت میں مثل القاضی والمفتی والمدرس ہی اور یہی بہتر ہے کہ مقاتلین وغیرہم کو بہی شامل ہی ولو مات فی آخرہ او بعد تمامہ کما صححہ اخی زادہ لا یستحب الصرف الی قریبہ لانہ اوفی تعبہ فیندب الوفاء لہ اور اگر اہل عطا مرگیا آخر سال میں یا بعد تمام ہوجانے سال کے چنانچہ اخی زادہ نے اسکی تصحیح کی ہے تو مستحب ہی اونکا صرف کرنا اوسکے قریب کی طرف اسواسطے کہ اوس نے اپنی محنت کشی کو پورا کردیا تو عطا کا بہی پورا کردینا اوسکے واسطے مستحب ہوا یعنی وارثون کو دیکر مستحباب صرف علامہ عینی اور شارح مجمع کا مختار ہے اور مسکین نے وجوب صرف کو اختیار کیا ہی محقق ابن ہمام نے کہا کہ دلیل مقتضی ہے کہ اوسکے وارثون کو دینا واجب ہوا اسواسطے کہ حق متاکد ہوگیا سال کے اندر اتمام عمل سے چنانچہ سہم غازی کا موروث ہوتا ہی بعد احراز دار الاسلام کے بسبب تاکد ہونے حق کے اسوقت میں اگرچہ اوسکی ملک ثابت نہیں کذا فی الطحطاوی ومن تعجلہ ثم مات او عزل قبل الحول قیل یجب رد ما بقی وقیل لا کالنفقۃ المعجلۃ زیلعی اور جو سالانہ پیشگی لے پہر مرجاوی یا معزول ہوجاوی سال سے پہلے

کہا جسقدر سال مین سے باقی رہا اوسکا حساب سے پہیر دے اور بعضون نے کہا پہیر دینا واجب نہین نفقہ معجلہ کے مانند شیخین کے نزدیک خلاف امام محمدؒ کذا فی المنح عن الزیلعی
والمؤذن والامام اذا کان لہما وقف ولم یستوفیا حتی ماتا فانہ یسقط لانہ کالصلۃ وکذا القاضی وقیل لایسقط لانہ کالاجرۃ کذا
ہذا ثابت فی نسخ الشرح ساقط من نسخ المتن ہنا وتمامہ فی الدرر وقد لخصناہ فی الوقف اور مؤذن اور امام مسجد کا جبکہ وقف اونکے
واسطے ہو اور اونکو پورا سال نگذرا کہ وہ مرگئے تو وہ ساقط ہوگا اسواسطے کہ وہ بمنزلہ صدقہ اور احسان کے ہے اور یہی حکم ہے قاضی کا اور قول ضعیف یہہ
ہے کہ وہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ بجای اجرت کے ہے اور یہہ مسئلہ مصنف کی شرح کے نسخون مین ثابت ہے اور متن کے نسخون سے ساقط ہے اور پورا
بیان اسکا درر وغرر مین ہے اور کتاب الوقف مین ہمنے اسکو ملخص بیان کیا ہے اور اگر امام اور مؤذن کے واسطے اجرت معین ہے تو وہ موت سے ساقط
نہین ہوتی درر وغرر مین صدر الاسلام طاہر بن محمود کے فوائد سے مذکور ہے کہ ایک گانون مین امام سے بزمین وقف ہے سو امام نے اوسکا غلہ بعد پختہ
ہونے کے لیا اور اوس گانون سے چلا گیا تو باقی سال کا حصہ اوس سے مسترد نہوگا اور امام کو باقی سال کا حصہ کہانا جائز ہے اگر وہ محتاج ہو اور یہی
حکم ہے طلبۂ علم اور مدرس کا کذا فی الطحطاوی **باب المرتد** یہہ باب ہے مرتد کے احکام مین جب مصنف نے کفر اصلی کے احکام سے فراغت پائی تو کفر طاری
کے احکام شروع کئے کیونکہ کفر اصلی سے مراد یہہ ہے کہ اوس سے ایمان مقدم نہوا ہو بعد بلوغ کے اور کفر طاری وہ ہے جس سے ایمان مقدم ہوا ہو ہو لغۃ الراجع مطلقا و
شرعا الراجع عن دین الاسلام مرتد لغت مین پہرجانے والیکو کہتے ہین مطلقا خواہ ایمان سے پہرے یا غیر ایمان سے اور اصطلاح شرع مین دین اسلام سے پہرجانے
والیکو مرتد کہتے ہین ورکنہا اجراء کلمۃ الکفر علی اللسان بعد الایمان اور رکن ردت یعنی ارتداد کا رکن جاری کرنا ہے کلمہ کفر کا زبان پر بعد ایمان کے ہم نے یہہ ارتداد
ظاہری کی تعریف ہے اور ارتداد قلبی تکلم لسانی پر موقوف نہین چنانچہ حق تعالی کو صفت نالائق سے موصوف اعتقاد کرے یا بعد مدت کے کافر ہوجانیکا قصد مصمم کرے
کذا فی الطحطاوی وہو تصدیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی جمیع ما جاء بہ عن اللہ تعالی مما علم مجیئہ ضرورۃ اور وہ یعنی ایمان عبارت ہے
سرور عالم محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تصدیق سے ہر خبر مین جسکو آنحضرت اللہ تعالی کی طرف سے لائے جسکا لانا بالیقین معلوم ہوچکا یعنی ضروریات دین محمدی کو دل سے ماننا
یہی حقیقت ہے ایمان کی اور ضروریات سے مراد وہ ہے جسکو عوام بہی جانتے ہین بلا احتیاج نظر و استدلال چنانچہ وحدانیت خدا و نبوت انبیا و جنت و جزا و وجوب صلوۃ و
زکوۃ و حرمت خمر وغیرہ کذا فی حاشیۃ الحلبی وہل ہو فقط او ہو مع الاقرار قولان واکثر الحنفیۃ علی الثانی والمحققون علی الاول اور کیا ایمان فقط
تصدیق قلبی سے عبارت ہے یا تصدیق مع الاقرار سے اسمین دو قول ہین اور اکثر حنفیہ قول ثانی پر ہین اور علماء محققین قول اول پر ہین محققین سے مراد اکثر ماتریدیہ
اور اشاعرہ ہین اور خوارج کے نزدیک ایمان عبارت ہے تصدیق مع الاطاعۃ سے لہذا انکے نزدیک گناہ سے آدمی کافر ہوجاتا ہے اور کرامیہ کے نزدیک
فقط تصدیق زبانی کا نام ایمان ہے سو اگر تصدیق لسانی تصدیق قلبی کے مطابق ہے تو وہ مؤمن ناجی ہے والا مؤمن مخلد فی النار ہے والاقرار شرط
لاجراء الاحکام الدنیویۃ بعد الاتفاق علی انہ یعتقد متی طولب بہ اتی بہ فان طولب بہ فلم یقر فہو کفر عناد اور محققین
مذکورین کے نزدیک ایمان کا اقرار کرنا شرط ہے احکام دنیویہ کے جاری کرنیکے واسطے اونکے متفق ہونیکے بعد اسپر کہ مؤمن اسکا اعتقاد رکہے کہ جب کوئی
اوس سے ایمان کا مطالبہ کریگا تو وہ ایمان کا اقرار کریگا سو اگر اوس سے ایمان کا مطالبہ ہوا اور اوسنے اقرار نکیا تو اوسکا یہہ عدم اقرار اور چپ رہنا
کفر عناد ہے اور احکام دنیویہ سے مراد نکاح اور انکاح اور قبول شہادت اور صحت قضا اور تغسیل اور تکفین اور نماز جنازہ اور مقابر مسلمین مین دفن کرنا ہے
پہر اگر وہ مرگیا اور زبان سے ایمان کا اقرار نکیا اور اوسکے دل مین یہہ تہا کہ جو کوئی اوس سے پوچہیگا تو وہ ایمان کا اقرار کریگا تو وہ خدا کے نزدیک
مؤمن ناجی ہوگا لیکن اسلام کے احکام دنیویہ اوسپر جاری نہونگے علماء محققین کا اسپر اجماع ہے کہ ترک عناد شرط ہے ایمان کی اور ترک عناد سے مراد
یہہ ہے کہ جب اوس سے ایمان کا مطالبہ ہو تو وہ اوسکا اقرار کرے سو اگر بعد مطالبہ اوسنے اقرار نہ کیا تو یہہ عدم اقرار کفر عناد ہے اعتقاد سابق اسکو
مفید نہوگا باقی رہا یہہ کہ اگر اسکا معتقد نہ ہو یعنی خالی الذہن ہو یا اسکا معتقد ہو کہ مطالبہ کرنے سے ایمان کا اقرار کریگا لیکن مطالبہ کے وقت اقرار
کرے سو یہہ اقرار کیا کافی ہوگا بنظر حصول مقصود کے یا کافی نہوگا بنظر اعتقاد سابق کے کذا فی حاشیۃ الحلبی طحطاوی نے کہا ظاہر جواب یہہ ہے

باب المرتد

کہ جب اوس نے اقرار کیا تو اوسکے ایمان مین کچھ شک نہین اور قبل اقرار کے در صورت ثانی کافر ہوگا اسواسطے کہ اوس نے اپنی نیت مین اقرار ایمانی سے انکار کیا اور پہلی صورت مین شرط کرنا اعتقاد کا مقتضی کفر ہے واللہ تعالی اعلم قال المصنف و فی الفتح من ھزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقدہ للاستخفاف فھو ککفر العناد مصنف نے کہا اور فتح القدیر مین لکھا ہے کہ جسنے مسخراپن اور خوش طبعی کی بلفظ کفر اگرچہ معتقد کفر نہو وہ مرتد ہوگیا بسبب خفیف جاننے کے تو وہ کفر عنادی کے مانند ہے فتاوی خیریہ مین بحرالرائق سے منقول ہے کہ جو کلمہ کفر کا تکلم کرے باعتبار ہزل کے وہ کافر ہے سبکے نزدیک اور اوسکے اعتقاد کا کچھ اعتبار نہین اور جسنے باعتبار خطا یا اکراہ کے اوس کا تکلم کیا وہ سبکے نزدیک کافر نہین اور جسنے معلوم کرکے قصداً تکلم کیا وہ بھی بالاتفاق کافر ہے اور جو کلمہ کفر کو بخوشی بولا لیکن اوسکے کفر ہونے سے جاہل ہے تو اسمین خلاف ہے والکفر لغۃ الستر وشرعاً تکذیبہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شیء مما جاء بہ من الدین ضرورۃً اور کفر لغت مین بمعنے اخفا کے ہے اور شرع مین عبارت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب سے کسی چیز مین جسکو آپ لائے منجملہ دین کے بالیقین بلاتردد یعنی ضروریات دین مین سے ایک چیز کی انکار کرنا کفر ہے مثلاً جو فرضیت زکوۃ یا حج کا منکر ہو یا ظہر کی مثلاً چار رکعت فرض کو نمانے وہ کافر ہے والفاظہ تعرف فی الفتاوی بل افردت بالتالیف مع انہ لا یفتی بالکفر بشیء منہا الا فیما اتفق المشائخ علیہ کما سیجیء قال فی البحر وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشیء منہا اور کلمات کفر کے فتاوی مین مشہور ہین بلکہ اونکی جداگانہ تالیف ہوئی ہے رسائل مین باوجودیکہ کفر کا فتوی دیا نہین جاتا بسبب کسی چیز کے اونمین سے مگر اوسمین جسپر فقہا کا اتفاق ہے چنانچہ اوسکا بحرالرائق مین کہا کہ مین نے اپنی ذات پر لازم کرلیا ہے کہ مین فتوی نہ دونگا کسی چیز پر اونمین سے یعنی جسمین فقہا کا اختلاف ہے اسواسطے کہ مومن کو کافر کہنا بلا دلیل قطعی خطرناک ہے فائدہ بعضی موجبات کفر فتاوی عالمگیری اور طحطاوی سے مترجم نقل کرتا ہے تا اہل اسلام اوس سے کنارہ کرین جو شخص کہے کہ مین صفت اسلام کی نہین جانتا وہ کافر ہے اوسکا صوم اور صلوۃ اور عبادت اور نکاح صحیح نہین اور اوسکی اولاد ولدالزنا ہے جو شخص حق تعالی کو بصفات ناقصہ موصوف کرے یا اوسکے کسی نام مقدس سے یا اوسکے کسی حکم سے مسخراپن کرے یا اوسکی وعدہ اور وعید کا انکار کرے یا اوس کا کوئی شریک یا فرزند یا زوجہ ٹھیراوے یا اوس علیم اور قدیر کے طرف جہل یا عجز یا نقصان کی نسبت کرے وہ کافر ہے جو کہے کہ اگر خدا مجھکو اس کام کا امر کرے تو مین نکرون وہ کافر ہے جو شخص بعض انبیا علیہم السلام کا مقر نہو یا کسی سنت کو سنن مرسلین سے پسند نکرے وہ کافر ہے جو خضر اور ذوالکفل کی نبوت کا منکر ہو وہ کافر نہین بسبب اختلاف کے اونکی نبوت مین جو شخص کہے کہ اگر فلانا شخص نبی یا رسول اللہ ہو تو بھی اوسکا ایمان نہ لاؤن وہ کافر ہے رافضی جب شیخین کو بدکہے یا لعنت کرے تو وہ کافر ہے اور اگر علی مرتضی کو ابی بکر صدیق سے افضل کہے تو کافر نہین مبتدع ہے قذف عائشہ صدیقہ کا کفر ہے بخلاف اور ازواج طاہرات کے کہ اونکا قاذف کافر نہین لیکن مستحق لعنت ہے خلافت شیخین کا منکر بقول صحیح کافر ہے رافضیون کا یہ قول کہ دنیا مین اموات رجعت کرینگے یا جبرئیل علیہ السلام نے غلطی کی کہ علی مرتضی کو چھوڑکر محمد علیہ الصلوۃ والسلام کو وحی پہونچائی یہہ صاف کفر ہے یہہ لوگ دین اسلام سے خارج ہین اور مرتدین مین داخل ہین حدیث متواتر کا منکر کافر ہے اور حدیث مشہور کا منکر بقول صحیح کافر نہین اسیطرح خبر واحد کا منکر کافر نہین بلکہ گنہگار ہے بسبب ترک قبول کے استخفاف ملائکہ کا اور اونکو عیب لگانا کفر ہے جو شخص قرآن کو مخلوق کہے یا قرآن مین سے کسی آیت کا منکر ہو یا مسخراپن اور بے ادبی کسی آیت سے کرے وہ کافر ہے جو قرآن کو دف وغیرہ کی گت پر پڑھے وہ کافر ہے ایک شخص نے کہا دوسرے سے کہ نماز پڑھ دوسرے شخص نے جواب دیا کہ اسکو کون سر پر اوٹھاوے یا بولا کہ بہت ہے اسواسطے لوگ نماز پڑھتے ہین یا بولا کہ تو نے نماز پڑھ کے کیا کیا یا یون بولا کہ نماز پڑھنا اور نہ پڑھنا برابر ہے یہہ سب کفر ہے جو شخص کہے بطریق استخفاف اور طنز کہ مینے بہت نماز پڑھی ہماری کوئی حاجت روا نہوئی تو وہ کافر ہے جو شخص کہے کہ نماز مجھکو سزاوار نہین یا حلال مجھکو سزاوار نہین یا نماز کو مین نے طاق پر رکھدیا وہ کافر ہے جو شخص بلا سبب عالم یا فقیہ کو گالی دے اوسپر خوف ہے کفر کا ایک جاہل نے کہا کہ یہہ جو علم سیکھتے ہین داستان سیکھتے ہین اور یا ہوائی کہتے ہین یا یون کہا کہ سیہ تزویر ہے سو وہ کافر ہے اگر فقیہ نے مسئلہ بیان کیا یا حدیث صحیح کی روایت کی دوسرے شخص نے کہا یہہ کچھ نہین یا یون بولا کہ یہہ بات کسو کام آتی ہے درم چاہیئے کہ سرچشمت اور عزت ہی علم سے کیا آتا ہے سو یہہ قول کفر ہے جو شخص ادب سکھانا پڑھانا

ف جن باتون سے آدمی کافر ہوجاتا ہے اون کا ذکر

بطور وعظ بیٹھے اور اوسکے ساتھ چند لوگ ہون اور اوس سے مسائل پوچھتے ہون اور اوس پر ہنسی کرتے ہون اور اوسکو تکیون سے مارتے ہون تو سب کافر ہو جاوینگے
شرع کے ساتھ استخفاف اور بے ادبی کرنیسے اور اگر خصم اوسکا فتوی لکھا لاوے اور وہ فتوی کو زمین پر ڈالدے تو وہ کافر ہے جو شخص حرام کو حلال اعتقاد
کرے یا حلال کو حرام جانے وہ کافر ہے لیکن اگر بازاری بلا اعتقاد حلت حرام کو حلال کہے تا اوسکا مال بک جاوے یا جہالت سے کہے تو وہ کافر نہیں اور اصل یہہ ہے کہ جو
حرام کو حلال اعتقاد کرے سو اگر وہ حرام لغیرہ ہے چنانچہ غیر کا مال تو وہ کافر نہیں اور اگر حرام لعینہ ہے سو اگر اوسکی دلیل قطعی ہے تو وہ کافر ہے اور نہیں تو نہیں
مرتکب صغائر سے کسی نے کہا کہ توبہ کر اوس نے جواب دیا کہ مین نے کیا کیا ہے کہ توبہ کرون وہ کافر ہے جو شخص پیالہ خمر کے پینے کے وقت یا زنا کرنے کے
وقت یا قمار کھیلنے کیوقت بسم اللہ کہے وہ کافر ہے اذکار اور اذان سے مسخراپن اور بے ادبی کرنا کفر ہے جو قیامت اور جنت اور نار اور میزان اور صراط
اور نامہ اعمال اور بعد موت کے زندہ ہونے کا منکر ہو وہ کافر ہے اور اگر بعینہ ایک مردے کے بعث کا منکر ہو وہ کافر نہیں ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ گناہ
مکر کہ دوسرا جہان بھی ہے اوس نے کہا کہ اوس جہان کو کون جانتا ہے وہ کافر ہے جو کسی شخص کو کلمہ کفر سکھا دے وہ کافر ہے اگرچہ بطریق لہو ولعب کے سکھا دے
اور اسیطرح اگر غیر کی عورت کو ارتداد کی تلقین کرے تاکہ وہ اپنے زوج سے جدا ہو جاوے یہہ بھی کفر ہے جو شخص مجوسیونکی ٹوپی اپنے سر پر رکھے وہ کافر ہے بقول صحیح
مگر بضرورت دفع گرما اور سرما کفر نہیں اور اپنی کمر پر زنار باندھنے سے کافر ہوتا ہے اگر جنگ مین بطور خدعہ کے یا جاسوسی کے باندھے تو کفر نہیں جو مشرکین کی
عید مین بطریق تعظیم جاوے تو کافر ہوتا ہے مترجم کہتا ہے جیسا مشرکین یعنے کفار کے میلے چنانچہ ہولی دوالی بسنت نوروز وغیرذلک کافر ہوتا ہے آدمی مجوسیون کے
نوروز مین جانے سے اونکے افعال کی موافقت کے سبب سے اوسدن مین اور اوس چیز کو خرید کرنیسے نوروز مین جسکو قبل اسکے نہ خرید کرتا تھا تعظیم نوروز
کے واسطے نہ واسطے کہانے اور پینے کے اور کافر ہوتا ہے اوسدن مشرکین کو تحفہ دینے سے اگرچہ انڈا ہی ہو بطریق اوسکی تعظیم کے اور کافر ہوتا ہے تحسین
امر کفار سے بالاتفاق تو اگر کہے کہ کہانا کہانیکے وقت کلام نکرنا یا حالت حیض مین عورتونکو پاس نرکہنا بہتر فعل ہے مجوسیونکا تو وہ کافر ہے شیخ ابو منصور
ماتریدی نے کہا کہ جو ہماری زمانے کے سلطانکو عادل کہے وہ کافر ہے اور بعضون نے کہا کہ کافر نہیں خطیبون کا القاب سلاطین مین یون کہنا عادل اعظم
شہنشاہ اعظم مالک رقاب الامم سلطان ارض اللہ مالک بلاد اللہ علی الاطلاق جائز نہیں ہے اسواسطے کہ بعضے الفاظ کفر ہین اور بعض معصیت اور کذب ہین اور بعضے
خصائص اسماء الہیہ سے بلا وصف عظیم الشان عورات مسلمین اطفال کے چیچک نکلنے کیوقت جو بھوانی کو پوجتی ہین اور اوس سے شفا چاہتی ہین کافر ہو جاتی ہین نکاح اونکا
ٹوٹ جاتا ہے اور اگر اونکے شوہر بھی اس فعل سے راضی ہون تو وہ بھی کافر ہو جاتے ہین جو شخص کہے کہ اس زمانہ مین بدون خیانت اور دروغگوئی کے گذارا
نہین ہوتا یا یون کہے کہ جب تک خرید فروخت مین تو جھوٹ نہ بولیگا روٹی کہانیکو نہ پاویگا اس کلام سے کافر ہو جاتا ہے جسنے کافر ہونیکا عزم کیا اگرچہ سو برس کے بعد تو وہ
فی الحال کافر ہو گیا جس نے اپنی زبان سے کلمہ کفر بخوشی کہا بغیر جبر کے اور اوسکا دل ایمان پر ہے وہ کافر ہوا خدا کی نزدیک مومن نہین جس قول اور فعل کے کفر ہونے مین
علما کا اختلاف ہو تو اوسکے قائل کو تجدید نکاح اور توبہ کا امر کیا جاوے بطریق احتیاط کے اور اگر از راہ خطا وہ قول و فعل صادر ہوا ہو تو تجدید نکاح اور رجوع کی
حاجت نہین کذا فی العالمگیریہ واللہ تعالی اعلم وشرائط صحتہا العقل والصحو والطوع فلا تصح ردۃ مجنون ومعتوہ وموسوس وصبی لا یعقل و
سکران ومکرہ علیہا واما البلوغ والذکورۃ فلیستا بشرط بدائع اور صحت ارتداد کی شرطین عقل اور ہوشیاری اور خود مختاری ہے تو صحیح نہین
مرتد ہونا مجنون اور مدہوش اور وسوسی اور طفل ناسمجھ اور مست کا اور جسپر جبر اور زبردستی ہوئی ہو مرتد ہونیکے واسطے اور بالغ ہونا اور مرد ہونا ارتداد کی شرط نہین
کذا فی البدائع وفی الاشباہ لا تصح ردۃ السکران الا الردۃ بسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ یقتل ولا یعفی عنہ ۔ اور اشباہ مین ہے کہ صحیح
نہین مرتد ہونا مست کا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کا ارتداد صحیح ہے اسواسطے کہ وہ قتل کیا جاویگا اور اوسکا قصور معاف نہوگا اور بحر الرائق مین قید لگائی
ہے کہ اوسکا سکر حرام چیز سے ہوا ہو اور اوس نے اپنی خوشی بلا جبر اوسکو استعمال کیا ہو ورنہ وہ مجنون کے مانند ہے ومن ارتد عرض الحاکم علیہ الاسلام استحبابا
علی المذہب لبلوغہ الدعوۃ ۔ جو شخص مرتد ہو جاوے حاکم اوسپر اسلام عرض کرے یعنی اوس سے اسلام قبول کرا دے بطریق استحباب کے بنابر صحیح مذہب کے ہو اسواسطے
کہ اوسکو دعوت اسلام کی پہونچ گئی یعنے جسکو دعوت پہونچ گئی اوسپر عرض اسلام واجب نہین وتکشف شبہتہ بیان لثمرۃ العرض اور اوسکا

شبہہ دور کیا جاوے یہہ بیان ہے ثمرہ عرض کا یعنی عرض اسلام کا فائدہ یہہ ہے کہ اگر اوسکو کوئی شبہہ پڑ گیا ہو تو دفع کیا جاوے ویحبس وجوبا وقیل ندبا ثلثة
ایام یعرض علیہ الاسلام فی کل یوم منہا خانیہ اور مرتد قید کیا جاوے بنا بر وجوب کے تین دن اور قول ضعیف مین حبس بنا بر استحباب کے ہے تینون دنون مین
ہر روز اوسپر اسلام پیش کیا جاوے کذا فی النہایہ ان استمہل ای طلب المہلة والا قتلہ من ساعتہ الا اذا رجی اسلامہ بدائع حبس تین دن کا اوس
وقت ہے جب کہ مرتد مہلت چاہے اور اگر مہلت نہ مانگے تو فی الفور حاکم اوسکو قتل کر ڈالے یعنی بعد عرض اسلام اور کشف شبہہ کے مگر اوس وقت قتل مین جلدی نکرے
جب کہ اوسکا مسلمان ہونا متوقع ہو کذا فی البدائع وکذا لو ارتد ثانیا لکنہ یضرب وفی الثالثة یحبس ایضا حتی یظہر علیہ التوبة فان عاد
فکذلک تتارخانیہ قلت لکن نقل فی البزازیہ عن الشرح وفی الخانیہ معزیا للبلخی ما یفید قتلہ بلا توبة فلینبہ اور اسیطرح مہلت دیجاویگی
اگر دوسری بار مرتد ہوگا لیکن مارا جاویگا بعد توبہ کے بلا حبس اور تیسری بار کے ارتداد مین ضرب کے ساتھہ حبس بھی کیا جاویگا یہان تک کہ اوسپر آثار توبہ کے
ظاہر ہون پھر اگر چوتھی بار ارتداد کے طرف عود کریگا تو یہی حکم ہے یعنی بعد توبہ اور ضرب کے تا ظہور آثار اسلام مقید رہیگا کذا فی المنح من التاتارخانیہ شارح کہتا ہے
لیکن بزازیہ مین آخر صدر و خانیہ مین ابو عبد اللہ بلخی کیطرف نسبت کر کے وہ مضمون نقل کیا ہے جو مفید ہے مرتد مذکور کے قتل کا بلا قبول توبہ سو آگاہ رہنا فتح
القدیر مین تاتارخانیہ کے قول کو ظاہر الروایۃ قرار دیا ہے اور خانیہ کے قول کو روایت نوادر ٹھیرایا ہے اور اخبار مین ناطقی اور مختصر کرخی مین مذکور ہے کہ چوتھی
بار کے ارتداد مین امام اوسکو مہلت ندے اگر وہ مہلت مانگے اگر فی الحال اسلام قبول کرے تو بہتر ہے والا اوسکو قتل کرے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فان
اسلم فبہا والا قتل لحدیث من بدل دینہ فاقتلوہ سو بعد مہلت مذکورہ کے اگر وہ اسلام قبول کرے تو کیا خوب ہے والا امام اوسکو قتل کرے بدلیل
اس حدیث کے کہ جو اپنے دین کو یعنی اسلام بدل ڈالے تو اوسکو قتل کرو رواہ احمد والبخاری کذا فی المنح واسلامہ ان یتبرأ عن الادیان سوی
الاسلام او عن ما انتقل الیہ بعد نطقہ بالشہادتین وتمامہ فی الدرر اور مسلمان ہونا مرتد کا اسطرح ہے کہ بیزار ہو جاوے سب دینون سے سوا
اسلام کے یا اوس دین سے بیزار ہو جسکے طرف اوسنے انتقال کیا بعد تکلم شہادتین کے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے ہم بحر الرائق مین کہا کہ مرتد کے اسلام مین بعد
شہادتین سوای اسلام کے اور دینون سے بیزار ہونا اور اسلام مین شرط ہے اور اگر دار الحرب مین مسلم مرتد کو مارنے لگے اور وہ کہے محمد رسول اللہ یا کہے کہ مین اسلام
مین داخل ہوا یا دین محمدی مین آیا تو یہہ دلیل ہے اوسکے اسلام کی ولو اتی بہما علی وجہ العادة لم ینفعہ ما لم یتبرأ بزازیہ اور اگر مرتد کلمہ شہادت کو
بولا بطریق عادت کے تو اوسکو نافع نہین جب تک سوای اسلام کے اور دینون سے تبرا نکرے کذا فی البزازیہ وکرہ تنزیہا لما مر قتلہ قبل العرض بلا ضمان لان
الکفر مبیح للدم اور بدلیل گذشتہ مکروہ تنزیہی ہے اوسکا مار ڈالنا قبل عرض کرنے اسلام کے بدون ضمان کے اسواسطے کہ کفر مباح کرنیوالا ہے اوسکی خون
کا و دلیل گذشتہ یہہ ہے کہ عرض اسلام بقول صحیح مستحب ہے اور ترک مستحب کا مکروہ تنزیہی ہے نہ تحریمی فتح القدیر مین کہا کہ قاتل قبل العرض پر اگرچہ ضمان نہین لیکن تعزیر ہے
اور اسیطرح قاطع عضو پر قید باسلام المرتد لان الکفار اصناف خمسة من ینکر الصانع کالدہریة ومن ینکر الوحدانیة کالثنویة ومن
یقر بہما لکن ینکر بعثة الرسل کالفلاسفة ومن ینکر الکل کالوثنیة ومن یقر بالکل لکن ینکر عموم رسالة المصطفی صلی اللہ علیہ
وسلم کالعیسویة فیکتفی من الاولین بقول لا الہ الا اللہ وفی الثالث بقول محمد رسول اللہ وفی الرابع باحدہما وفی الخامس بہما
مع التبری عن کل دین یخالف دین الاسلام بدائع واخر کراہیة الدرر اور مصنف نے اسلام مرتد کو مقید بقید مذکور اسواسطے کیا کہ سب کافر پانچ
قسم پر ہین بعضے خالق کے منکر ہین چنانچہ فرقہ دہریہ اور بعضے وحدانیت کے منکر ہین چنانچہ مجوسی کہ دو خالقون کے قائل ہین یعنے یزدان اور اہرمن کے اور بعضے
کافر خالق اور اوسکی وحدانیت کے مقر ہین لیکن رسالت انبیا کے منکر ہین جیسے حکماء فلاسفہ اور بعضے خالق اور وحدانیت اور رسالت سبکے منکر ہین جیسا کہ
بت پرست اور بعضے سبکا اقرار کرتے ہین لیکن عموم رسالت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہین چنانچہ فرقہ عیسویہ تو اکتفا کرے امام اولین یعنی دہریہ اور مجوس سے
لا الہ الا اللہ کے کہنے پر اور ثالث یعنی حکما و فلاسفہ سے محمد رسول اللہ کے کہنے پر اور رابع یعنی بت پرستون سے دونون مین سے ایک پر یعنی کلمہ توحید یا اقرار رسالت پر اور
خامس یعنی عیسویہ سے دونون قول پر یعنی شہادتین پر کفایت کرے ساتھہ تبرا کرنیکے ہر دین سے جو مخالف ہو دین اسلام کے کذا فی البدائع واخر کراہیة الدرر فلاسفہ سے

جو مرتد کے ساتھہ کیا جاتا ہی انتہی یعنی اصرار مین قتل ہے اور توبہ مین نہین اور یہہ ظاہر ہی اوسکی توبہ قبول ہونے مین چنانچہ شفا سے مذکور ہو چکا انتہی تو اسکو
یاد رکہنا چاہیے حاصل خلاصہ یہہ ہے کہ شاتم مصطفوی کی عدم قبول توبہ کی سند سبکی کی تقریر ہی ہی جو سیف مسلول کا مصنف ہی اور حالانکہ سبکی حنفی المذہب نہین جو اسکا قول
حنفیون پر حجت ہو وسعہ بعض ہو علی الخیر مین کہ علماء حنفیہ کی تصریحات اوسکی مخالف موجود ہین واللہ اعلم قلت وظاهر الشفاء ان قولہ یا ابن الف خنزیر او یا ابن مائۃ کلب وان
قولہ لهاشمی لعن اللہ بنی هاشم کذلک وان شتم الملائکۃ کالانبیاء فلیحرر مین کہتا ہون اور ظاہر شفا اسپر دلالت کرتا ہی کہ یون کہنا کہ ای ہزار سورون کے یا ای
فرزند سو کتون کے اور یون کہنا ہاشمی سے کہ لعن کرے خدا بنی ہاشم پر اوسیطرح کفر ہے اور البتہ شتم ملائکہ انبیا کی شتم کی مانند ہے تو اسکی تحقیق اور تحریر کرنا چاہیے یعنی کتب
حنفیہ مین تلاش کرنا چاہیے کہ اسکا کیا حکم ہے اسواسطے کہ قاضی عیاض صاحب شفا مالکی المذہب ہے اسکا قول حنفیون کے واسطے حجت نہین ومن حوادث الفتوی مالو حکم
حنفی بکفرہ بسبب نبی هل للشافعی ان یحکم بقبول توبتہ الظاهر نعم لانها حادثۃ اخری وان حکم بموجبہ ھٰذا اور حوادث فتوی سے یہہ ہے کہ اگر
حنفی المذہب نے بسبب شتم نبی کی شاتم کے کفر کا حکم دیا تو کیا شافعی المذہب کو جائز ہی کہ اوسکی قبول توبہ کا حکم کرے ظاہر جواب یہہ ہی کہ ہان جائز ہی اسواسطے کہ یہہ دوسرا حادثہ
ہی مغایر حادثہ حنفیہ کے اگرچہ شافعی المذہب بموجب حکم بہی کرے یا سو کذا فی النہر یعنے اسواسطے کہ موجبات کفر اور ارتداد کے متعدد ہین چنانچہ زوجہ کا جدا ہونا اور
عمل کا حبط ہونا تو موجب متعین نہ ہوا عدم قبول توبہ مین طحطاوی نے کہا کہ یہہ ایک اور جواب بزازی وغیرہ کے قول پر مبنی ہی حالانکہ اہل مذہب قبول توبہ کے قائل ہین جیسا کہ
ذکر ہوا دیجو قلت هو بایت فی معروضات المفتی ابی السعود سؤالا ملخصہ ان طالب علم ذکر عندہ حدیث نبوی فقال اکل احادیث النبی صلی اللہ
علیہ وسلم صدق یعمل بها فاجاب بانہ یکفر اولا بسبب استفهامہ الانکاری وثانیا بالحاقہ الشین للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ففی کفرہ الاول
عن اعتقاد یؤمر بتجدید الایمان فلا یقتل والثانی یفید الزندقۃ فبعد اخذہ لا تقبل توبتہ اتفاقا فیقتل وقبلہ اختلف فی قبول توبتہ
فعند ابی حنیفۃ تقبل فلا یقتل وعند باقی الائمۃ لا تقبل ویقتل حدا فلذلک ورد امر سلطانی فی سنۃ اربع واربعین وتسعمائۃ لقضاۃ
الممالک المحمیۃ برعایۃ رأی الجانبین بانہ ان ظهر صلاحہ وحسن توبتہ واسلامہ لا یقتل ویکتفی بتعزیرہ وحبسہ عملا بقول الامام
الاعظم وان لم یکن من اناس یفهم خیرهم یقتل عملا بقول بقیۃ الائمۃ ثم فی سنۃ ۹۵۵ تقرر هذا الامر بآخر فینظر القائل من ای الفریقین هو فیعمل بمقتضاہ
انتهی ملخصا ولکن التوفیق شارح کہتا ہی پہر مین نے دیکہا مفتی ابو سعود کے معروضات مین ایک سوال جسکا خلاصہ یہہ ہے کہ ایک طالب علم کے نزدیک حدیث نبوی مذکور ہوئی سو اوس نے
کہا کیا سب احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی ہین جن پر عمل کیا جای تو مفتی ممدوح نے یہہ جواب دیا کہ وہ کافر ہو گیا اول بار بوجہ استفہام انکاری کے سبب سے اور دوسری بار کافر
ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگانے سے سو اوسکے پہلے کفر اعتقادی مین امر کیا جای تجدید ایمان کا تو قتل نکیا جای اور کفر ثانی اوسکا مفید زندقہ ہی سو بعد گرفتاری
اوسکی توبہ مقبول نہین بالاتفاق تو قتل کیا جای اور قبل اوسکی گرفتاری کے اختلاف ہی اوسکی توبہ مقبول ہونے مین سو امام ابو حنیفہ کے نزدیک توبہ مقبول ہے تو وہ مقتول
نہوگا اور باقی تینون امامون کے نزدیک توبہ مقبول نہین اور مقتول ہوگا بنا بر حد کے سو اسی اختلاف کے سبب سے حکم سلطانی وارد ہوا یعنی سلطان روم کا حکم ۹۴۴ھ
مین ممالک محروسہ کے قاضیون کو ساتھہ مراعات کرنے رای جانبین کے اسطرح پر کہ اگر ظاہر ہو مرتد کی صلاح اور خوبی اوسکی توبہ اور اسلام کی تو وہ مقتول نہو اور کفایت
کیجای اوسکی تعزیر اور حبس پر امام اعظم کے قول پر عمل کرنیسے اور اگر وہ شخص ان لوگون سے نہو جنکی خیر اور نیکو کاری دریافت ہو تو قتل کیا جای ائمہ ثلثہ کے قول پر
عمل کرنیسے پہر ۹۵۵ھ مین مستحکم ہو گیا یہہ حکم سلطانی دوسرے حکم کے آنے سے تو قائل کو دیکہنا چاہیے کہ دونون فریق مین سے وہ کس مین سے ہے اہل صلاح مین سے یا اہل فسق مین تو
موافق اوسکے عمل کرنا چاہیے انتہی کلام المفتی سو اسکو یاد رکہنا چاہیے اور جس حکم سلطانی سے قبول توبہ اور عدم قبول کا اختلاف بہی مرتفع ہو گیا ام طحطاوی نے کہا کہ علم
مذکور کے کفر مین تامل ہی اسواسطے کہ اوسکا کلام محمل حسن پر محمول ہوسکتا ہی یعنی اوسکے کلام کی یہہ مراد ہی کہ اثبات احکام مین عمل نہین ہوتا مگر حدیث صحیح پر یا حسن پر
اور اسمین حدیث ضعیف پر عمل نہین یا یہہ مراد ہی کہ احادیث منسوخہ پر عمل نہین اور جو حدیث کہ اوس طالب علم نے سنی یا ضعیف ہی جس سے حکم شرعی ثابت نہین ہوتا
یا منسوخ تو اس قصد سے بلا دیکھے احتمال ہے اوسپر کفر کا حکم نہین ہوسکتا اور محل استفہام اوسکے قول یعنی بہا پر ہی نہ صدق پر تو اس احتمال سے الحاق شین بہی نہوا اور
بر تقدیر تسلیم ارتداد و زندقہ اوسکا ثابت نہین ہوتا واللہ اعلم او الکافر بسب الشیخین او بسب احدهما فی البحر عن الجوهرۃ معزیا للشهید من سب الشیخین

او طعن فیهما کفر لا تقبل توبته وبه اخذ الدبوسی و ابو اللیث وهو المختار للفتوی انتهی وجزم به فی الاشباه واقره المصنف قائلا وهذا
یقوی القول بعدم قبول توبة من سب الرسول صلی الله علیه وسلم وهو الجانب الذی ینبغی التعویل علیه فی الافتاء والقضاء رعایة لجناب
حضرة المصطفی صلی الله علیه وسلم انتهی لکن فی النهر وهذا لا وجود له فی اصل الجوهرة وانما وجد علی هامش بعض النسخ فالحق بالاصل مع
انه لا ارتباط له بما قبله انتهی قلت ویکفینا ما قررنا من الامر فتدبر۔ حاصل یہ ہوا کہ بسبب دشنام شیخین یعنی صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے یا دونوں
میں سے ایک کی دشنام اور بدگوئی سے کافر ہوا بحر الرائق میں جوہرہ سے شہید کیطرف نسبت کرکے منقول ہے کہ جس نے شیخین کو بد کہا یا ان دونوں کو طعن کیا کافر ہو گیا
اور توبہ اوسکی مقبول نہیں اور اسی قول کو ابو نصر دبوسی اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے لیا ہی اور یہی پسندیدہ ہی فتوی دینے کیواسطے انتہی اور اسی قول پر یقین کیا ہی اشباہ میں
اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح میں یون کہکر کہ یہ جو گفتہ شد کہ شاتم شیخین کے کفر اور عدم قبول توبہ کی روایت قوی کرتی ہی عدم قبول توبہ شاتم مصطفوی کے
قول کو اور عدم قبول توبہ ایسی جانب ہی جسپر اعتماد کرنا افتاء اور قضا میں لائق ہی برعایت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی قول المصنف لیکن نہر الفائق میں ہی اور اسکا
وجود تھا نہیں اصل جوہرہ میں وہ عبارت تو جوہرہ کے بعضے نسخے کے حاشیہ پر پائی گئی تھی سو اصل کے ساتھ ملادی گئی باوجود اسکے کہ اوس عبارت کو کچھ ارتباط نہیں
اپنے ماقبل سے انتہی صاحب النہر شارح کہتا ہی اور کفایت کرتا ہی ہمکو جو امر کہ گذر گیا یعنی قبول توبہ اور عدم قبول شاتم مصطفوی میں حکم سلطان روم جو قبل اسکے مذکور
ہو چکا کافی ہی سوا اور تمام کرم شیخین کے تبرا کرنیوالے اور طاعن کا کفر بروایت خلاصہ اور بزازیہ اور وہبانیہ بلا شبہہ ثابت ہی کذا فی المنح لیکن اوس کا عدم قبول توبہ
کتب مذکورہ میں مذکور نہیں فقط صاحب بحر الرائق نے جوہرہ سے اسکو نقل کیا ہی سو اوسکا حال معلوم ہو چکا کہ اصل کتاب کی وہ عبارت نہیں کسی نے حاشیہ کی عبارت کو
کتاب میں داخل کر دیا اور یہہ جو مصنف نے عدم قبول توبہ کی تقویت کی ہی اور اسکو قابل اعتماد کہا ہی برعایت جانب مصطفوی سو لائق اعتماد کے نہین کہ عدم قبول توبہ
نصوص مذہب کے مخالف ہی چنانچہ مذکور ہو چکا اور نصوص اہل مذہب لائق اعتماد کے ہین نہ ترجیح مصنف کی اسواسطے کہ وہ ارباب ترجیح میں نہیں اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم
مومنین پر رؤف اور رحیم تھے تو اوس دریائی کرم سے عفو متوقع ہی بعد توبہ کے سید حموی نے حاشیہ اشباہ میں کہا کہ عمر بن نجیم صاحب نہر سے حکایت ہی کہ اوسکے
بھائی صاحب بحر نے عدم قبول توبہ کا فتوی دیا اور کسی روایت عالمانہ [illegible] تو پائی نگئی مگر جوہرہ کے حاشیہ پر میں کہتا ہوں اگر جوہرہ کے سب نسخون میں روایت مذکور ہوتی
تو بھی تعجب نہ تھی [illegible] ہم سابق ذکر کر چکے ہین کہ ہمارے مذہب [illegible] شاتم انبیا کی توبہ مقبول ہی خلافا للمالکیۃ والحنابلۃ اور جب یہہ ہوا تو سب شیخین کی عدم قبول
توبہ بلا دلیل ہے بلکہ میری دانست میں کسی [illegible] قول ثابت نہین [illegible] کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی المعروضات [illegible] ومعناه ان من قال عن فصوص الحکم
للشیخ محی الدین بن العربی انه خارج عن الشریعة وقد صنفه للاضلال ومن طالعه ملحد ماذا یلزمه اجاب نعم فیه کلمات تباین الشریعة وتکلف
بعض المتصلفین لارجاعها الی الشرع لکن تیقنا ان بعض الیهود افتراها علی الشیخ قدس الله سره فیجب الاحتیاط بترک مطالعة تلک الکلمات
وقد صدر امر سلطانی بالنهی فیجب الاجتناب من کل وجه انتهی فلیحفظ اور مفتی ابو السعود کے معروضات میں یہ سوال [illegible] جسکا مطلب یہہ کہ جو شخص شیخ
محی الدین بن عربی کی فصوص الحکم کو کہے کہ وہ شریعت سے خارج ہی اور گمراہ کرنے کیلئے واسطے تصنیف کیا ہی اور جو اسکو مطالعہ کرے وہ ملحد ہی کیا لازم ہی اس قائل پر مفتی
ممدوح نے جواب دیا کہ ہاں اوس کتاب میں چند کلمات خلاف شرع [illegible] بعض اہل تکلف [illegible] شریعت کیطرف [illegible] کا تکلف کیا ہی لیکن ہمکو بالیقین ثابت
ہو گیا ہے کہ بعض یہودیون نے اون کلمات کو شیخ قدس اللہ سرہ پر افترا کیا ہی تو واجب ہی احتیاطا اون کلمات کا [illegible] مطالعہ ترک کرنا اور البتہ صادر ہوا ہی حکم
سلطانی اوسکی عدم اشتغال پر تو واجب ہو گیا ہر وجہ سے بچنا [illegible] انتہی تو یاد رکھنا چاہیے [illegible] شیخ محی الدین بن عربی محمد بن علی
[illegible] حاتمی طائی اندلسی مشہور بابن العربی و شیخ اکبر پانسو ساٹھ میں پیدا ہوئے اور [illegible] میں وفات پائی اور صالحیہ میں دفن ہوئے علمائے عصر اور عارف کبیر
عارف شعرانی نے طبقات میں [illegible] ناصر الدین طبلاوی سے نقل ہے کہ [illegible] اکثر لوگ [illegible] فیضیاب ہوتے اور [illegible] رہی کہ آپ ہمکو فصوص الحکم
پڑھکر سناتے ہو [illegible] بعد الحاح کثیر استخارہ کرکے وعدہ کیا [illegible] مطلع کیا چنانچہ چند مدت وہان جاکر
اوقات معینہ میں لسان [illegible] مؤید الشریعۃ یہ تقریر [illegible] فرمایا کرتے تھے پھر نوبت [illegible] سوال کیا کہ اسکا کیا سبب ہے فرمایا کہ آجکل

رات دن کا ایک مقام مشکل معلوم ہوا بار بار اوسمین غور کیا اشکال زیادہ ہوتا جاتا تہا پہر عالم قدس کے طرف توجہ خالص کی تاکہ یہہ مجہپر منکشف ہو تو حقیقت مجہپر
کشف ہوئی سو مجکو ثابت ہوا کہ شیخ کا کشف اس مسئلہ مین محق ہو گیا لہذا مین اس کتاب سے بالخصوص باز رہا انتہی اور بعض عارفین نے شیخ اکبر کی ثنا اور صفت کے
بعد کہا ہی کہ شیخ کی بعض کتب مین اکثر کلمات وحشت انگیز ظاہرۃ الاشکال ہین جسکے سبب سے اکثر لوگ بدگمان ہو گئے ہین حالانکہ محققین کاملین نے فرمایا ہی کہ ان
کلمات کا جو ظاہر مطلب ہی وہ مراد شیخ نہین بلکہ مراد شیخ وہ امور ہین جو متاخرین اہل طریقت کے مصطلح علیہا ہین اونکی اصطلاح ٹہر گئی ہے کہ ان امور کی
تعبیر الفاظ مذکورہ سے کیجاتی تاکہ نااہل کذاب ان امور کا دعوی نکرے کہ سلف نے حاشیۂ الطحطاوی میں شیخ اکبر قدس سرہ کے کمال عرفانی مین واقف منصف کو تردد
نہین لیکن کلمات وحشت انگیز مخالف شریعت حقہ اونکی بعضی تصانیف مین البتہ جابجا موجود ہین یا اس سبب سے کہ عارف کتنا ہی کامل ہو خطا سے معصوم نہین جیسا کہ
طبقات مناوی سے بشہادت ولی مکاشف بعضی مسائل مین خلل کشف شیخ ثابت ہوا یا اس سبب سے کہ بنای کلام شیخ اصطلاح قوم پر ہی ناواقف اصطلاح اون کو
مخالف شریعت سمجہتا ہے اور در واقع مین مخالف نہین یا اس سبب سے کہ معاندین یہود نے شیخ کی کلام مین گمراہی مسلمین کے واسطے کچہ کلمات مخالف شریعت درج کر دیئے
مین چنانچہ بشہادت شیخ الاسلام مفتی ابو السعود کے معلوم ہوچکا اور عارف باللہ عبد الوہاب شعرانی بہی اسکے معترف ہین چنانچہ اونکی تصانیف سے ظاہر ہی جب یہہ
ثابت ہوا تو ہر شخص کو مطالعہ اون کلمات کا جائز نہین علی الخصوص کم علم ناآشنای عرفان کے حق مین اونکا دیکہنا سم قاتل ہے اور یہہ جو بعضی جاہل متصوف
کہتے ہین کہ مخالفت شریعت کی کچہ مضر نہین شریعت عوام کے واسطے ہی اہل حقیقت کا مرتبہ اس سے بالاتر ہے یہہ قول مناجات اور الحاد ہی شیخ الشیوخ شہاب الدین
سہروردی نے عوارف مین فرمایا کہ کل حقیقۃ ردتہا الشریعۃ فہی زندقۃ یعنی جس حقیقت کو شریعت رد کرے وہ کفر اور زندقہ ہے اور طبقات عارف مناوی
مین خود کلام شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کا منقول ہے کہ جو شخص شرائع انبیا مین سے ایک حکم کا جاہل ہو اوسکے واسطے مقام معرفت صحیح نہین سو جو شخص کہ معرفت کا
مدعی ہو اور شریعت محمدیہ مین سے ایک حکم اوسپر مشکل ہو وہ کاذب ہی حق تعالی ہمکو اور مسلمانونکو فہم صحیح عطا کرے اور افراط اور تفریط سے بچاوے آمین

وقد اثنی صاحب القاموس علیہ فی سؤال رفع الیہ فیہ فقال اللہم انطقنا بما فیہ رضاک الذی اعتقدہ وادین اللہ بہ انہ کان رضی اللہ عنہ شیخ الطریقۃ حالا وعلما وامام الحقیقۃ حقیقۃ ورسما ومحیی رسوم المعارف فعلا واسما ؎ اذا تغلغل فکر المرء فی طرف ؛ من علمہ غرقت فیہ خواطرہ ؛

اور البتہ تعریف کی ہی صاحب قاموس نے شیخ اکبر کی اوس سوال مین جو اونکی پاس بہیجا گیا شیخ اکبر کے باب مین سو یون کہا ہی کہ الہی مجکو گویا کر اوسمین
جسمین تیری رضامندی ہی جو اعتقاد کہ مین کہتا ہون اور جس اعتقاد سے کہ مین حق تعالی کی عبادت کرتا ہون وہ یہ ہے کہ شیخ اکبر رضی اللہ عنہ شیخ طریقت تہا حال
اور علم کی راہ سے اور امام حقیقت تہا باعتبار حقیقت اور رسم یعنی اہل حقیقت کا زینت دینے والا تہا اور آثار شکستہ معارف کا زندہ کرنیوالا تہا باعتبار فعل اور
اسم کے جب کہ فکر مرد کی زیرکیہ جاوے اوسکے دریای علم کے کنارے سے تو ڈوب جاوین اوسمین خطرات اوسکے یعنی اوسکے نہم سے عاجز ہو جاوے ع تکدرۃ

الدلاء وسحاب تقاصر عنہ الانواء کانت دعوتہ تخرق السبع الطباق وتفرق برکاتہ فتملأ الآفاق وانی اصفہ وہو یقینا فوق ما وصفتہ و
ناطق بما کتبتہ وغالب ظنی انی ما انصفتہ ؎ وما علی اذا ما قلت معتقدی ؛ دع الجہول یظن الجہل عدوانا ؛ واللہ واللہ واللہ العظیم ومن
اقامہ حجۃ للدین برہانا ؛ ان الذی قلت بعض من مناقبہ ؛ ما زدت الا لعلی زدت نقصانا ؛ الی ان قال ومن خواص کتبہ انہ من واظب
علی مطالعتہا انشرح صدرہ لفک المعضلات وحل المشکلات وسیلاب عظیم ہی جسکو ڈول گدلا نہین کرتے اور بادل ہی جس سے ستارہ بعید ہو جاتے مین

یعنی چہپ جاتے ہین ستارون سے مراد اونکو زمانیکی اہل عرفان ہین اونکی دعا ساتون آسمانونکو پہاڑتی تہی یعنی مستجاب الدعوۃ تہے اور برکتین اونکی منتشر تہین سو بہر گئی کنارے
اون سے پہر تہی اور البتہ مین اونکی صفت کرتا ہون اور وہ یقینا میری بیان کرنے سے بالاہین اور جو مین اونکی تعریف لکہی ہی اوسکا مین گویا ہون یعنی تحریر مطابق تقریر ہے
اور میرا گمان غالب ہے کہ مینے حق انصاف نہین کیا یعنی اوسکا حق وصف ادا نہین کیا اور مجہپر کچہ حرج نہین جبکہ مین اپنا اعتقاد بیان کرون دور کر اوس جاہل کو جو جہالت
گمان کرتا ہی قسم ہی واللہ واللہ العظیم اور اوسکی قسم جسنے شیخ اکبر کو حجت دین اور برہان کیا ہے تا ہم کہتا ہون کہ بیشک جو مینے اونکی تعریف کی ہی وہ قدر قلیل ہے اونکے
مناقب اور فضائل سے نہین زیادہ کیا مینے [illegible] کی اونکی فضیلت کا بیان کرنا در حقیقت اوسکی نقص کہنا ہے

صاحب قاموس نے کہا کہ اونکی کتابوں سے خواص سے ہے یہ کہ انکا جو مطالعہ ہمیشہ کیا کرے اوسکا سینہ کھل جاتا ہے واسطے معضلات [illegible] حل مشکلات کے اسم وقد اثنیٰ علیہ
الشیخ العارف عبد الوهاب الشعرانی فی کتابه تنبیه الاغبیاء علی قطرة من بحر علوم الاولیاء فعلیک به وبالله التوفیق اور البتہ
شیخ اکبر کی ثنا اور صفت کی شیخ عارف عبد الوہاب شعرانی نے اپنی اکثر تصانیف میں خصوصاً اپنی اوس کتاب میں جس کا نام تنبیہ الاغبیا علی قطرة من بحر علوم الاولیاء
ہے سو تو لازم پکڑ اوس کتاب کو اور ساتھ اللہ کے توفیق ہے عبد الوہاب شعرانی ولی کامل دیار عرب میں مشہور کثیر التصانیف ہیں والکافر بسبب اعتقاد السحر لا توبة له اور جو
کافر ہے بسبب اعتقاد کرنے اثر سحر یعنی جادو کے اوسکی توبہ مقبول نہیں ہے حاشیہ شلبی میں ہے کہ سحر وہ قول ہے جس سے تعظیم غیر اللہ ہو اور نسبت اون تاثیرات اور کی
طرف منسوب ہوں اور شیخ صالح نے کہا کہ سحر امر خارق عادت کا اظہار ہے نفس شریر خبیث سے بمباشرت اعمال مخصوصہ محقق ابن ہمام نے کہا کہ ہمارے نزدیک حنفیہ کا مذہب
کہ سحر کے حقیقت اور تاثیر ہے ایلام اجسام میں اور قول ضعیف ہے یہ کہ سحر کی کچھ حقیقت نہیں بجز خیال بندی کے اور سحر کا سیکھنا اور سکھانا بلا اختلاف اہل علم کے
حرام ہے اور اسکو مباح اعتقاد کرنا کفر ہے اور ہمارے اصحاب اور امام مالک اور امام احمد سے منقول ہے کہ ساحر کافر ہو جاتا ہے سحر کے سیکھنے اور کرنے سے خواہ اوسکو حرام
جانے یا نہ جانے اور اوسکو قتل کرنا چاہیے کذا فی المنح عن الفتح اور تبیین المحارم میں امام ابو المنصور ماتریدی سے منقول ہے کہ سحر کو مطلقاً کفر کہنا خطا ہے بلکہ اسکی حقیقت سے بحث کرنا
واجب ہے سو اگر سحر میں اوس چیز کا رد ہے جو ایمان کی شرط میں لازم ہے تو وہ البتہ کفر ہے ورنہ کفر نہیں پھر جو سحر کہ کفر ہے اوسمیں مرد مقتول ہونگے نہ عورتیں اور جو سحر
کفر نہیں اور اسمیں اہلاک نفس ہے تو اوسمیں قطاع الطریق کا حکم ہے اور اسمیں مرد اور عورتیں برابر ہیں مقتول ہونگے بسبب کوشش کرنے فساد فی الارض کے
اور مقبول ہے توبہ ساحر کی ہو اسلئے کہ ساحران فرعون جب ایمان لائے تھے تو اونکا ایمان صحیح تھا اور عدم قبول توبہ کا قول غلط ہے انتہی اور عدم قبول توبہ کا قول احکام
دنیا کے حق میں محمول ہے اور احکام آخرت کے حق میں تو بلاشبہہ توبہ مقبول ہے ایک قسم کا سحر وہ ہے جس سے مرد عورت کی قربت پر قادر نہیں ہوتا تفسیر ابن عادل میں وہب بن منبہ
کی کتاب سے منقول ہے کہ جو شخص بیری کے سات پتے سبز لے اور اونکو دو پتھر کے درمیان کوٹے پھر اوسکو پانی میں گھولکر آیة الکرسی اوسپر پڑھے پھر اوس سے تین چلو لیکر غسل کرے
تو اوسکی بستگی انشاء اللہ تعالیٰ دفع ہو جاتی ہے کذا فی حاشیة الطحطاوی ولو امرأة فی الاصح لسعیہ فی الارض بالفساد ذکره الزیلعی اگرچہ معتقد سحر کی عورت
ہو قول اصح میں بسبب اوسکی سعی کرنے کے فساد فی الارض کے زیلعی نے ایسا کہا ہے یہ غیر اصح کا قول ہے کہ ساحرہ مقتول نہو گی بلکہ حبس کیجائیگی اور مرتدہ کے مانند
اسپر زیلعی نے اپنی شرح میں کہا کہ اوسکے سحر کا کفر غیر متعدی ہے بخلاف مرتدہ اور حربیہ کے ثم قال وکذا الکافر بسبب الزندقة لا توبة له وجعله فی الفتح
ظاهر المذهب لكن فی حظر الخانية الفتوى على انه اذا اخذ الساحر والزنديق المعروف الداعي قبل توبته ثم تاب لم تقبل توبته ويقتل ولو
اخذ بعدها قبلت پھر زیلعی نے کہا اور اسیطرح جو کافر ہے بسبب زندقہ کے اوسکی توبہ مقبول نہیں اور عدم قبول توبہ کو فتح القدیر میں ظاہر مذہب قرار دیا ہے
لیکن خانیہ کی کتاب الحظر میں ہے کہ فتویٰ اسپر ہے کہ جب ساحر اور زندیق مشہور جو لوگونکو زندقہ سکھاتا ہے گرفتار ہوا قبل توبہ کرنے کے پھر اوسنے بعد گرفتاری کی توبہ کی تو اوسکی
توبہ مقبول نہیں اور وہ مقتول ہوگا اور اگر بعد توبہ کرنے کے گرفتار ہوا تو اوسکی توبہ مقبول ہے وفی السراج ان الخناق لا توبة له اور سراج وہاج میں تصریح
کی ہے کہ پھانسی دینے والیکی توبہ مقبول نہیں یعنی جو گلا گھونٹ کر آدمیکو مارتا ہو چنانچہ کتاب الجہاد میں ہے [illegible] وفی الشمنی الکاهن قيل كالساحر اور شمنی میں ہے
کہ کاہن کو بعضوں نے ساحر کے مانند کہا ہے عدم قبول توبہ میں اور فتح القدیر میں کہا کہ بعضوں کے نزدیک کاہن وہی ساحر ہے اور بعضوں کے نزدیک کاہن عراف کو کہتے ہیں جو اٹکل
اور تخمین سے خبر دیتا ہے اور بعضوں کے نزدیک کاہن وہ ہے جسکے پاس جن اخبار لاتے ہوں ہمارے علما نے کہا کہ اگر وہ اسکا معتقد ہو کہ شیاطین کرتی ہیں جو وہ چاہتا ہے تو وہ
کافر ہے اور اگر فقط تخییل کا معتقد ہو تو کافر نہیں وفی حاشیة البیضاوی المنافق والداعی الی الالحاد [illegible] اور حاشیہ بیضاوی
میں ہے جو الحاد کیطرف لوگونکو بلاتا ہے [illegible] اوسکی توبہ مقبول نہیں [illegible]
الذی یبطن الکفر ویظهر الاسلام [illegible] الذی لا یتدین بدین وکذا من علم انه ینکر فی الباطن بعض الضروریات [illegible] اعتقاد
حرمتہ وتمامه فیه [illegible] فتح القدیر [illegible] منافق جو کفر کو چھپاتا ہے اور اسلام کو ظاہر کرتا ہے وہ زندیق [illegible]
میں بعض ضروریات دین کا منکر ہے [illegible] اعتقاد ظاہر [illegible]

زندیق کے مانند ہوا اسواسطے کہ زندیق سے اظہار توبہ پر اطمینان نہیں کیونکہ وہ اپنے اعتقاد عدم تدین کو چھپاتا ہی اور منافق اوسکے مانند ہی خفا میں اور اوسکا حال
یون معلوم ہو سکتا ہی کہ کوئی شخص اوسیطرح سے آگاہ ہو گیا یا اوسنے اپنا عقیدہ کسی اپنے معتقد سے بیان کیا ففیہ یکفر الساحر بتعلمہ وفعلہ اعتقد تحریمہ
اولا ویقتل لکن فی حظر الخانیۃ لو استعملہ للتجربۃ والامتحان ولا یعتقدہ لا یکفر وحینئذ فالمستثنی احد عشر اور فتح القدیر میں ہی کہ کافر
ہوتا ہی ساحر سحر کے سیکھنے اور کرنے سے اوسکی حرمت کا معتقد ہو یا نہو اور وہ مقتول ہو گا لیکن خانیہ کی کتاب الحظر میں ہی کہ اگر سحر کو استعمال کرے آزمایش اور امتحان
کے واسطے اور اسکی اباحت کا اعتقاد نرکھتا ہو تو کافر نہیں ہوتا اور اسوقت میں گیارہ قسم کے مرتد مستثنی ہیں یعنی ہر مرتد کی توبہ مقبول ہی سوای گیارہ شخصوں کے یعنی جس کا
ارتداد کفر سے ہوا اور جسنے انبیا علیہم السلام کو بد کہا اور جسنے صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالی عنہما کو برا کہا اور ساحر اور زندیق اور بہائی دینی والا اور کاہن اور ملحد اور
اباحی اور منافق اور بعضی ضروریات دینی کا منکر باطنی ہیں واعلموا ان کل مسلم ارتد فانہ یقتل ان لم یتب الا جماعۃ المرأۃ والخنثی ومن اسلامہ تبعا
والصبی اذا اسلم والمکرہ علی الاسلام ومن ثبت اسلامہ بشہادۃ رجلین ثم رجعا اور معلوم کر کہ جو مسلمان کہ مرتد ہو گیا وہ قتل کیا جاے اگر توبہ نکرے
مگر چند شخص مرتدین پر قتل نہیں اگرچہ توبہ نکریں عورت اور خنثی اور جس کا اسلام بالتبع ہو اور صغیر جبکہ وہ مسلمان ہو جاے اور جو زبردستی مسلمان کیا گیا ہو اور جس کا اسلام دو
مردون کی گواہی سے ثابت ہوا ہو پھر دونون گواہ گواہی سے پھر گئے ہون کذا فی المنح عن الفوائد الزینیۃ اسلام بالتبع کی یہہ صورت ہی کہ صغیر غیر عاقل کے والدین مسلمان
ہو گئے پھر صغیر بالغ ہوا اور بعد بلوغ کے اقرار اسلام اوس سے مسموع نہوا تو اگر وہ مرتد ہو گا تو مقتول نہو گا اسواسطے کہ ہنوز اوس سے تصدیق نہیں پائی گئی کہ ارتداد کی
تعریف اوس پر صادق آوے کذا فی الحموی اور صغیر کا قبل بعد اسلام کے اگر مرتد ہو گا تو مقتول نہو گا بلکہ بزور اسلام پر قائم رکھا جائیگا کذا فی الشرنبلالیہ زاد فی الاشباہ ومن
ثبت اسلامہ بشہادۃ رجل وامرأتین انتہی اشباہ میں اتنا زیادہ کہا ہی کہ جس کا اسلام ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے ثابت ہوا وہ بھی مقتول نہو گا انتہی
ثم حلبی نے کہا کہ یہہ قول اور کی روایت ہی تو شہد نصرانیان علی نصرانی انہ اسلم وہو منکر لم تقبل شہادتہما وقیل تقبل ولو علی نصرانیۃ قبلت اتفاقا
وتمامہ فی آخر کراہیۃ الدرر اور اگر دو نصرانیون نے ایک نصرانی پر گواہی دی کہ وہ مسلمان ہو چکا ہی اور حالانکہ وہ منکر ہی تو انکی گواہی مقبول نہو گی اور قول ضعیف
یہہ ہی کہ مقبول ہو گی اور اگر نصرانیہ عورت کے اسلام کی دو نصرانیون نے گواہی دی تو بالاتفاق مقبول ہو گی اور پورا بیان اسکا درر کی کتاب الکراہیۃ کے آخر میں ہی اور دونون میں
وجہ فرق یہہ ہی کہ مرتدہ مقتول نہیں ہوتی تو قبول کرنا دونون کی گواہی کا جائز ہوا بخلاف مرتد کے ولیکن نصرانیہ پر جبر کیا جائیگا قبول اسلام پر یہی قول ہی امام کا اور علما
کی روایت یہہ ہی کہ ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی اسلام پر اور دو نصرانیون کی گواہی نصرانی کے اسلام پر مقبول ہی کذا فی الدرر اور قاضیخان نے امام کے
قول پر فتوی دیا ہی کہ عورتون کی گواہی پر قتل نہیں اگرچہ قبول اسلام پر جبر کیا جائیگا کذا فی الطحطاوی عن نوح افندی ویلحق بالصبی من ولدتہ امہ مرتدۃ بعد ثبات ابلغ
مرتدا والسکران اذا اسلم وکذا اللقیط لان اسلامہ حکمی لا حقیقی اور عدم قتل میں ملحق ہی صبی سے وہ شخص کہ جسکو مرتدہ نے دار الاسلام میں جنا
جبکہ وہ بالغ ہوا مرتد ہو کر اور مست جبکہ اسلام لایا اور اسیطرح لقیط ہی اسواسطے کہ مسلمان ہونا اوسکا حکمی ہی نہ حقیقی وقیدا فی الخانیۃ وغیرہا المکرہ بالحربی اما الذمی
والمستامن فلا یصح اسلامہ انتہی لکن حملہ المصنف فی کتاب الاکراہ علی جواب القیاس وفی الاستحسان یصح فلیحفظ وحینئذ فالمستثنی اربعۃ عشر اور
خانیہ وغیرہ میں مکرہ علی الاسلام کو کافر حربی کی قید سے مقید کیا ہی اور کافر ذمی اور مستامن کا اسلام زبردستی سے صحیح نہیں لیکن مصنف نے کتاب الاکراہ میں عدم صحت اسلام مکرہ کو
قیاس پر محمول کیا ہی اور استحسان میں صحیح کہا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہئے تو مستثنی چودہ قسم کے مرتد ہیں یعنی جو مسلمان کہ مرتد ہو جاے اور توبہ نکرے وہ قتل کیا جائیگا مگر چودہ مرتد مقتول نہونگے
عورت اور خنثی اور جس کا اسلام بالتبع ہوا اور صغیر جب کہ اسلام قبول کرے اور حربی اور ذمی اور مستامن جبکہ بزور مسلمان کئے جائیں اور جس کا اسلام دو مرد کی گواہی سے ثابت ہو پھر وہ شاہد
رجوع کریں اور جسکا اسلام ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے ثابت ہوا اور وہ نصرانی جسکے اسلام پر دو نصرانی گواہی دیں اور وہ نصرانیہ جسکے اسلام پر دو نصرانی گواہی دیں اور
جسکو مرتدہ دار الاسلام میں جنی جبکہ وہ بالغ ہو کر مرتد ہوا اور مست جبکہ اسلام قبول کرے اور لقیط شہدوا علی مسلم بالردۃ وہو منکر لا یتعرض لہ لا لتکذیب الشہود العدول
بل لان انکارہ توبۃ ورجوع یعنی فیمتنع القتل فقط وتثبت بقیۃ احکام المرتد کحبط عمل وبطلان وقف وبینونۃ زوجۃ لو قیدہا لا تقبل توبتہ والا فلا کالردۃ
بسبہ علیہ الصلوۃ والسلام کما مر اشباہ زاد فی البحر وقد رایت من یغلط فی ہذا المحل ودرۃ المصنف وحینئذ فالمستثنی اربعۃ عشر گواہی دی گواہون نے

ایک مسلمان کے ارتداد پر اور دو مرد منکر ہی تو اوس سے تعرض نکیا جاویگا بسبب تکذیب شہود عدول کے بلکہ اسواسطے کہ اوسکا انکار ارتداد سے ہی توبہ ہے اور رجوع ہے ارتداد سے عدم
تعرض سے مراد یہ ہے کہ فقط منکر کا قتل ممتنع ہوگا اور ثابت رہینگے باقی احکام مرتد کے چنانچہ عمل کا حبط ہونا اور وقف کا باطل ہو جانا اور زوجہ کا جدا ہونا بشرطیکہ
انکار اوس ارتداد میں ہو جسمین توبہ مقبول ہوتی ہے اور نہین تو قتل کیا جائیگا چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام کے ارتداد سے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الاشباہ
بحر الرائق مین اتنا زیادہ کہا کہ مینے دیکھا ہے اسکو جو اسمقام مین خطا کرتا ہے یعنی انکار کو عدم ارتداد پر مطلقا محمول کرتا ہے یعنی عدم قتل کے سوا بقیہ احکام مذکورہ مین بھی ارتداد
ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرحمین اور اسوقت تو مستثنی چودہ مرتبہ ہین ہم طحطاوی نے کہا صواب یہہ ہے کہ شارح خمسۃ عشر کہتا اسواسطے کہ عدم قتل منکر سابق کی
چودہ صورتون سے زائد ہے وفی شرح الوهبانية للشرنبلالي ما يكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح واولاده اولاد زنا وما فيه خلاف يؤمر
بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے کہ جو ارتداد کہ بالاتفاق کفر ہے اوس سے عمل اور نکاح باطل ہو جاتا ہے اوسکی اولاد
زنا کی اولاد ہے اگر تجدید نکاح نہوا اور جس ارتداد کی کفر ہونے مین علما کا اختلاف ہے اوسمین استغفار اور توبہ اور تجدید نکاح کا امر کیا جائیگا یعنی بنابر احتیاط کے تجدید نکاح کا فتوی
دیا جاتا ہے اور بطلان نکاح کا حکم نہوا اور محیط مین قسم ثالث کو زیادہ کیا کہ اگر الفاظ ارتداد از راہ خطا صادر ہون تو سوجب کفر نہین اوسمین تجدید نکاح کا امر نہین لیکن
استغفار اور رجوع کا امر کیا جائیگا کذا فی الطحطاوی ولا يترك المرتد على ردته باعطاء الجزية ولا بامان موقت ولا بامان مؤبد ولا يجوز استرقاقه بعد
اللحاق بدار الحرب بخلاف المرتدة خانیہ اور مرتد چھوڑ نہ دیا جائیگا اپنی ارتداد پر جزیہ دیکر اور نہ امان موقت اور نہ امان دائمی سے اور جائز نہین اوسکا غلام
بنانا بعد لحاق دار الحرب کے بخلاف مرتدہ کے کہ اوسکا استرقاق بعد لحاق دار الحرب کو جائز ہے کذا فی الخانیہ والکفر کلہ ملۃ واحدۃ خلافا للشافعی فلو تنصر
یہودی او عکسہ ترک علی حالہ ولم یجبر علی العود اور جمیع اقسام کفر کی ایک دین اور ملت ہین بخلاف امام شافعی کے تو اگر نصرانی ہوگیا یہودی یا اوسکا عکس تو
اپنی اوسی حال پر چھوڑا جائیگا اور اوسپر جبر نکیا جائیگا پہلی دین کے عود پر ویزول ملك المرتد عن ماله زوالا موقوفا فان اسلم عاد ملكه وان مات او قتل على ردته
او حكم بلحاقه ورث كسب اسلامه وارثه المسلم ولو زوجته بشرط العدة زيلعي بعد قضاء دين اسلامه وكسب ردته فيء بعد قضاء دين ردته
وقالا ميراث ايضا ككسب المرتدة اور زائل ہوتی ہے مرتد کی ملکیت اوسکے مال سے زوال موقوف یعنی اگر وہ پہر مسلمان ہوا تو اوسکی ملک عود کیا اور اگر مرگیا اور حالت
ارتداد پر مقتول ہوا یا لحاق دار الحرب کا اوسپر حکم ہوگیا تو حالت اسلام کے اوسکے کسب کا اوسکا وارث مسلم وارث ہوگا اگرچہ وارث اوسکی زوجہ ہو بشرط بقای عدت کذا فی شرح
الزیلعی وراثت ہوگی بعد ادای دین اسلام کے اور اوسکے ارتداد کا کسب غنیمت ہی بعد ادای دین ارتداد کی اور صاحبین نے کہا کہ وہ بھی میراث ہی مرتدہ کی کسب کے مانند
حسن نے امام ابو یوسف سے روایت کی کہ دین ارتداد کا کسب اسلام سے ادا کیا جائیگا لیکن اگر کفایت نکریگا تو ارتداد کے کسب سے ادا کیا جائیگا مدائنی اور ولوالجیہ مین کہا کہ یہی قول
صحیح ہی تو متن کی روایت قول صحیح کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وان حكم القاضي بلحاقه عتق مدبره من ثلث ماله وام ولده من كل ماله وحل
دينه وقسم ماله ويؤدي مكاتبه الى الورثة والولاء للمرتد لانه المعتق بدائع اور اگر لحاق دار الحرب کا مرتد پر قاضی نے حکم کیا تو اوسکا
مدبر ثلث مال سے آزاد ہوگا اور اوسکی ام ولد کل مال سے آزاد ہوگی اور اوسکا دین ہو جانیوالا فی الحال لازم الادا ہوگا اور اوسکا مال وارثون مین قسمت کیا جائیگا
اور اوسکا مکاتب بدل کتابت کو اوسکے وارثون کو ادا کریگا اور ولا مرتد ہی کو ملیگی ہوگی اسواسطے کہ وہی آزاد کرنے والا ہے کذا فی البدائع یعنی اوسکے
وارث ارتداد کی ولا کے مالک نہوںگے بلکہ عصبہ بنفسہ اوسکو وراثت میں پاویگا اور اگر ولا مین وارثون کا حق ہوتا تو عورت بھی اوسمین داخل ہوتی کذا فی
الطحطاوی وينبغي ان لا يبقى القضاء به الا في ضمن دعوى حق للعبد نهر اور لائق یہہ ہے کہ لحاق دار الحرب کا حکم صحیح نہو مگر دعوی حق العبد کے ضمن مین کذا فی النہر
یعنی حکم لحاق قصدا صحیح نہین ہو سکتا اسواسطے کہ لحاق موت کی مانند ہے اور موت کا دن داخل تحت قضا نہین اصل اس بحث کی صاحب بحر نے ذکر کیا ہے واعلم ان تصرفات
المرتد على اربعة اقسام فينفذ منه اتفاقا ما لا يعتمد تمام ولاية وهي خمس الاستيلاد والطلاق وقبول الهبة وتسليم
الشفعة والحجر على عبده المأذون اور معلوم کر کہ تصرفات مرتد کے چار قسم پر ہین سو اوس کا وہ تصرف باتفاق امام اور صاحبین
نافذ ہے جو کہ ولایت پر معتمد نہین اور وہ پانچ چیزین ہین استیلاد اور طلاق اور قبول ہبہ اور تسلیم شفعہ اور تصرف سے باز رکھنا اپنے عبد ماذون کا

اسم استیلاد کی صورت یہہ ہے کہ مرتد کی لونڈی لڑکا جنی اور اوسنے اوس کا دعوی کیا تو ولد کا نسب مرتد سے ثابت ہوگا اور وہ ولد وارثون کے ساتہہ اوسکا وارث ہوگا
اور لونڈی اوسکی ام ولد ہوگی اگر کوئی کہے کہ مرتد کی زوجہ بائن ہوجاتی ہے پہر طلاق اوسپے کیونکر واقع ہوگی اوسکا جواب یہہ ہے کہ یہ تو عدم بینونت سے امتناع طلاق
لازم نہین اور کتاب الطلاق مین مذکور ہوچکا کہ مبانہ کو طلاق صریح عدت مین لاحق ہوسکتی ہے کذا فی البحر ویبطل منہ اتفاقا ما یعتمد الملۃ وہی خمس النکاح
والذبیحۃ والصید والشہادۃ والارث اور مرتد کا وہ تصرف بالاتفاق باطل ہے جو ملت پر معتمد ہو یعنی جسکی صحت اعتقاد ملت پر منحصر ہے اور وہ پانچ
چیزین ہین نکاح اور ذبیحہ اور شکار کرنا اور گواہی اور ارث ہم نکاح مرتد کا باطل ہے خواہ منکوحہ مسلمہ یا کافرہ اصلیہ یا مرتدہ ہو اسواسطے کہ مرتد مستحق قتل ہے اور
مہال اوسکا تامل کے واسطے ہی اور نکاح اوسپر باز رکہیگا اور باطل ادائی شہادت ہی نہ تحمل اوسکا اور ارث باطل ہے یعنے مرتد کسی کا وارث نہین لیکن اگر وہ
مریگا تو اوسکے کسب اسلامی کے ورثہ مسلمین وارث ہونگے ویتوقف منہ اتفاقا ما یعتمد المساواۃ وہی المفاوضۃ اور وہ تصرف اوسکا بالاتفاق موقوف
ہی جو مساواۃ دینی پر معتمد ہی اور وہ شرکت مفاوضہ ہی یعنی اگر مسلمان ہوگا تو مفاوضہ کی شرکت نافذ ہوجائیگی اور نہین تو باطل ہوگی او ولایۃ متعدیۃ وہی التصرف
علی ولدہ الصغیر او موقوف رہیگا اوسکا وہ تصرف جو ولایت متعدیہ پر معتمد ہی اور وہ تصرف ہی اپنے ولد صغیر پر ویتوقف منہ عند الامام وینفذ
عندہما کل ما کان مبادلۃ مال بمال او عقد تبرع کالمبایعۃ والصرف والسلم والعتق والتدبیر والکتابۃ والہبۃ والرہن والاجارۃ
والصلح عن اقرار وقبض الدین لانہ مبادلۃ حکمیۃ والوصیۃ اور امام کے نزدیک موقوف رہیگا اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہوگا ہر ایک وہ تصرف
جو مبادلہ مال کا ہی ساتہہ مال کے یا عقد تبرع ہی جیسا کہ مبایعہ اور صرف اور سلم اور عتق اور تدبیر اور کتابت اور ہبہ اور رہن اور اجارہ اور صلح اقرار سی اور قبض کرنا
دین کا اسواسطے کہ دین کا قبضہ کرنا مبادلہ حکمیہ ہے اور وصیت کرنا ہم قبض دین مبادلہ حکمیہ اسواسطے ہوا کہ دین بالمثل ہوتا ہی تو قابض دین کا اوس چیز کا بدل لیتا
ہا جو ہیون کے ذمے پر ثابت ہی ویبقی امانہ وعقلہ ولا شک فی بطلانہا اور باقی رہا اوسکا امان دینا اور دیت کا حکم اور شک نہین انکی باطل ہونیمین
اسواسطے کہ جب ہی دوسرے کو امان نہین دیسکتا تو مرتد بطریق اولی اور جو کہ دیت تناصر سے متعلق ہی اور مرتد لائق نصرت کی نہین لہذا اوسکی دیت باطل ہے
واما ایداعہ واستیداعہ والتقاطہ ولقطتہ فینبغی عدم جوازہا اور مرتد کی ایداع اور استیداع اور التقاط اور لقطہ کا عدم جواز لائق ہی کذا فی
النہر ان اسلم نفذ وان ہلک بموت او قتل او لحق بدار الحرب وحکم بلحاقہ بطل ذلک کلہ اگر مرتد مسلمان ہوا تو جمیع تصرفات موقوفہ نافذ ہونگے
اور اگر ہلاک ہوا موت سے یا قتل سے یا وہ دار الحرب مین جاکر ملا اور اوسکے لحاق پر قاضی کا حکم ہوگیا تو یہہ سب باطل ہوجائینگے فان جاء مسلما قبلہ قبل الحکم
فکانہ لم یرتد وکما لو عاد بعد الموت الحقیقی زیلعی پہر اگر مرتد دار الحرب سے آیا مسلمان ہوکر قبل حکم لحاق کے تو گویا وہ مرتد ہی نہوا تہا اور جیسا کہ اگر عود کرے یعنی
زندہ ہوجاے میت بعد موت حقیقی کے تو وہ اپنا مال وارث سے پہیر لیگا کذا فی شرح الزیلعی ہم جب اوسکا مسلمان ہوکر آنا قبل حکم لحاق کے بجای عدم ارتداد ہوا
تو اپنے مال کا وہی مالک ہوگا اور مدبر اوسکا آزاد نہوگا اور اوسکا دین مؤجل غیر مؤجل نہوگا اور اوسکا مال جو وارثون کے پاس ہوگا اوسکا ملکیت اوسمین دخل کریگا
بلا حکم قاضی ورضای وارث اور اگر وارث نے اوسکا مال تلف کیا ہو تو ضمان دیگا لیکن ارتداد کا حکم فسخ نکاح اور احباط عمل مین جاری رہیگا کذا فی الطحطاوی وان
جاء مسلما بعدہ ومالہ مع وارثہ اخذہ بقضاء او رضی ولو فی بیت المال لا لانہ فیء اور اگر دار الحرب سے مسلمان ہوکر آیا بعد حکم لحاق کے
اور حالانکہ مال اوسکا وارث کے پاس موجود ہے تو اوسکو لیگا قاضی کے حکم سے یا وارث کی رضامندی سے اور اگر مال اوسکا بیت المال مین ہے تو اوسکو نپاویگا
اسواسطے کہ وہ غنیمت ہی کذا فی النہر ہم بیت المال کے مال سے وہ مال مراد ہے جو ارتداد کے کسب سے حاصل ہوا ہو اور اگر بسبب عدم وارث کے
کسب اسلام کا مال بیت المال مین رکہا گیا ہو تو اوسکو وہ پاویگا تو اطلاق شارح کا غیر مناسب ہی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وان ہلک ما لہ
او ازالہ الوارث عن ملکہ لا یأخذہ ولو قائما کالعتق القضاء اور اگر اوس کا مال ہلاک ہوگیا یا اوسکو وارث نے اپنی ملک سے زائل
کر دیا تو اوسکو نپاویگا اگرچہ وہ مال قائم ہو بسبب صحیح ہونے حکم قاضی کے حق وارث مین ولہ ولا مدبرہ وام ولدہ اور اوسی کے
واسطے ہے اوسکے مدبر اور ام ولد کی ولاء ومکاتبہ لہ ان لم یؤد وان عجز عاد رقیقا لہ بدائع اور مرتد مذکور کا مکاتب اوسی کا ہوگا اگر
ترکہ

مکاتب نے بدل کتابت وارث کو نہیں ادا کیا اور اگر عاجز ہوا ادای بدل کتابت سے تو پھر اوسکا مملوک ہو جائیگا کذا فی تبیین **وتقضی ما ترک من عبادۃ فی الاسلام لان ترک الصلوۃ والصیام معصیۃ والمعصیۃ تبقی بعد الردۃ** اور جس عبادت کو حالت اسلام مین ترک کیا ہو اور اوسکو بعد اسلام کے قضا کرے اسواسطے کہ ترک صلوۃ اور صیام معصیت ہے اور معصیت باقی رہتی ہے بعد ارتداد کے کذا فی قاضی خان عن شمس الائمۃ **وما ادی منها فیه یبطل** اور جو عبادت کہ اسلام مین ادا کی وہ باطل ہو گئی ارتداد سے **ولا یقضی من العبادات الا الحج لانه بالردۃ صار کالکافر الاصلی فاذا اسلم وهو غنی فعلیه الحج فقط** اور قضا نکی جائینگی عبادتین سوای حج کے اسواسطے کہ مرتد بسبب ارتداد کے کافر اصلی کے برابر ہو گیا پھر جب وہ اسلام لاوے اور غنی ہو تو اوسپر حج واجب ہے قضا حج سے اعادہ حج کا مراد ہے اسواسطے کہ حج کا وقت تمام عمر ہے طحطاوی نے کہا اعادہ حج کا حصر ممنوع ہے اسواسطے کہ اگر اول وقت نماز پڑھ کر مرتد ہو گیا اور آخر وقت مسلمان ہوا تو اوس نماز کا اعادہ واجب ہے کیونکہ اوسکا وقت ہنوز باقی ہے مانند وقت حج کے **مسلم اصاب مالا او شیئا یجب به القصاص او حد السرقۃ یعنی للمال المسروق لا الحد خانیه واصله انه یواخذ بحق العباد واما غیره فعلیه تفصیل** مسلم نے کسی کا مال لیا یا ایسا فعل کیا جس سے قصاص واجب ہو یا مرتکب حد سرقہ ہوا مراد اس سے مال مسروق ہے نہ حد کذا فی الخانیہ اور قاعدہ اوسکا یہ ہے کہ مرتد حق العبد مین ماخوذ ہوگا اور غیر حق العبد مین تفصیل ہے ہم خانیہ مین ہے کہ اگر مسلم پر حد شرب خمر یا سکر واجب ہوئی پھر وہ مرتد ہوا پھر اسلام لایا قبل لحوق دار الحرب کے تو وہ ماخوذ نہو گا اور اگر مرتد امام کی قید مین محبوس ہے اور اس کا مرتکب ہوا تو وہ حد خمر اور سکر مین ماخوذ نہو گا اور حد و داللہ مین ماخوذ ہوگا اور اگر مرتد امام کے پاس محبوس نہین اور اس کا مرتکب ہوا پھر مسلمان ہوا قبل لحوق دار الحرب کے تو بھی اوس سے مواخذہ نہین کذا فی المنح **او الدیه ثم ارتد او اصابه وهو مرتد فی دار الاسلام ثم لحق وحارب زمانا ثم جاء مسلما یواخذ به کله** یعنی مسلم موجب دیت کا مرتکب ہوا پھر مرتد ہوا یا مرتکب اشیاء مذکورہ کا ہوا حالانکہ وہ مرتد تھا دار الاسلام مین پھر وہ دار الحرب مین جا کر ملا اور اہل اسلام سے مدت تک لڑا کیا پھر دار الاسلام مین آیا مسلمان ہو کر تو ان سب چیزون کا اوس سے مواخذہ ہوگا یعنی مال اور قصاص اور مال مسروق اور دیت کا **ولو اصابه بعد ما لحق مرتدا ثم اسلم لا یواخذ بشیء من ذلک لان الحربی لا یواخذ بعد الاسلام بما کان اصابه حال کونه محاربا لنا** اور اگر مرتکب ہوا امور مذکورہ کا بعد لاحق ہونے دار الحرب کے مرتد ہو کر پھر مسلمان ہوا تو امور مذکورہ مین سے کسی چیز کا مواخذہ اوس سے نہو گا اسواسطے کہ مرتد مذکور حربی کافر ہو گیا اور حربی ماخوذ نہین ہوتا بعد اسلام کے اون افعال مین جس کا مرتکب ہوا ہو وقت محاربہ اہل اسلام سے **اخبرت بارتداد زوجها فلها التزوج باخر بعد العدۃ استحسانا کما فی الاخبار من نعیه بموته او تطلیقه ثلثا او کذا الو لم یکن ثقۃ فاتاها بکتاب طلاقها واکبر رأیها انه حق لا باس بان تعتد وتتزوج مبسوط** عورت کو خبر پہونچی اپنے زوج کے مرتد ہو جانیکی تو اوسکو دوسرے زوج سے نکاح کر لینا جائز ہے بعد عدت کے بدلیل استحسان کے چنانچہ عورت کو دوسرا نکاح جائز ہے مرد معتمد کی خبر کہنے مین زوج کی موت کی یا اوسکے تین طلاق دینے کی اور اسیطرح اگر خبر معتمد نہوا اور عورت کے پاس اوسکی طلاق کا خط لاوے زوج کیطرف سے اور عورت کو ظن غالب ہو جاوے اوسکے حق ہونیکا کچھ مضایقہ نہین کہ وہ عدت مین بیٹھے اور بعد اوسکے نکاح کر لے کذا فی المبسوط **والمرتدۃ ولو صغیرۃ او خنثی تحبس ابدا ولا تجالس ولا تواکل حقائق حتی تسلم ولا تقتل خلافا للشافعی** اور عورت مرتدہ اگرچہ صغیرہ یا خنثی ہو کذا فی البحر ہمیشہ محبوس رہیگی اور ساتھ نہ بٹھائی جاوے اور ساتھ نہ کھلائی جاوے کذا فی الحقائق یہان تک کہ اسلام قبول کرے اور قتل نکیجائیگی بخلاف امام شافعی کے ہم عدم قتل مرتدہ سے وہ ساحرہ مستثنی ہے جو آپ کے سحر کا خالق اعتقاد کرتی ہو کذا فی المحیط امام شافعی کی قتل مرتدہ مین یہ دلیل ہے کہ جو اپنا دین بدل ڈالے اوسکو قتل کرو بخاری نے دین وہ حدیث ہے جسمین قتل نسا کی نہی وارد ہے اور وہ کافرہ اصلیہ اور مرتدہ دونونکو شامل ہے بلکہ امام اعظم نے اپنی سند سے بروایت ابن عباس عدم قتل مرتدات اور اونکو قید رکھنا اور بجبر اسلام قبول کروانے کی حدیث روایت کی ہے کذا فی الفتح **وان قتلها احد لا یضمن شیئا ولو امۃ فی الاصح** اور اگر مرتدہ کو کسی نے قتل کر ڈالا تو وہ کسی چیز کا ضمان نہیگا اگرچہ مرتدہ لونڈی ہو قول اصح مین اسواسطے کہ قیمت خون کی اسلام کے سبب سے ہوتی ہے سو وہ زائل ہو گیا لیکن قاتل پر تعزیر ہے کذا فی الولوالجیہ **وتحبس عند مولاها لخدمته سواء طلب ذلک ام لا فی الاصح ویتولی ضربها جمعا بین الحقین** اور مرتد لونڈی اپنے مولیٰ کے پاس محبوس کیجاوے اور اوسکی خدمت کرنیکے واسطے سو ای

جنا کے خواہ اوسکے حبس کرنیکا اپنے پاس ہو سے طالب ہو یا نہو اور امام مسلمین کو اختیار رہیگا برا سطے جمع کرنیکے دونوں حقوں میں یعنی حق خدا اور حق مولی
ولیس للمرتدة التزوج بغیر زوجہا بہ یفتی وعن الامام تسترق ولو فی دار الاسلام ولو افتی بہ حسما لقصدہا السیئ لا باس بہ وتکون رقیقة
للزوج بالاستیلاء مجتبی وفی الفتح انہا فیء للمسلمین فیشتریہا من الامام او یصرفہا الیہ لو مصرفا اور جائز نہیں مرتدہ کو نکاح کرنا اپنا زوج چھوڑکر غیر سے اسیکا
فتویٰ ہے اور امام سے ایک روایت یہہ ہے کہ مرتدہ لونڈی بنائی جاویگی اگرچہ دار الاسلام میں ہو اور اگر مفتی اس روایت پر فتویٰ دے اوسکے بری قصد کے استیصال کے
واسطے تو کچھ مضائقہ نہیں اور ہوگی مرتدہ لونڈی اپنے زوج کی استیلا کے سبب سے کذا فی المجتبی اور فتح القدیر میں ہے کہ وہ غنیمت ہے مسلمین کے واسطے نہ فقط زوج
کے واسطے تو زوج اوسکو امام سے خرید کرلے یا امام اسکو بخشدے اگر وہ مصرف ہو غنیمت کا مترجم کہتا ہے کہ مقصد یہہ ہے کہ مرتد ہوکر اپنے زوج سے بائن ہو جاوے اور امام سے اسوقت
خرید کرے جب بیت المال منتظم ہو اور نہیں تو زوج استیلا سے مالک ہوگا وصح تصرفہا لانہا لا تقتل اور صحیح ہے تصرف مرتدہ کا مانند ہبہ اور بیع کے اسواسطے کہ وہ
مقتول نہیں ہوتی والکسب لہا مطلقا لورثتہا ویرثہا زوجہا المسلم لو مریضة وماتت فی العدة کما مر فی طلاق المریض قلت وفی الزاہدیة
لا یرثہا لو صحیحة لانہا لا تقتل فلو تکن فارة فتامل اور کمائی مرتدہ کی مطلقا خواہ اسلام کی کمائی ہو خواہ ارتداد کی اوسکے وارثوں کے واسطے ہے اور اوسکا
زوج مسلم اوسکا وارث ہوگا اگر وہ مریض ہو اور عدت میں مرگئی ہو چنانچہ طلاق المریض میں گذر گیا میں کہتا ہوں اور زاہدیہ میں ہے کہ زوج اوسکا وارث نہوگا اگر وہ
بیمار نہو اسواسطے کہ وہ مقتول نہیں ہوتی تو فارہ نہوئی تو اسکو تامل کرلے مترجم کہتا ہے کہ میں نے تامل کیا سو اسکا مفہوم اسکے ماقبل میں پایا یعنی تو لو مریضة
فتشمل اور ایک نسخہ میں یہہ عبارت زائد ہے وترث المرتدة زوجہا المرتد اتفاقا خانیة یعنی مرتدہ اپنے زوج مرتد کی وارث ہوتی ہے بالاتفاق کذا فی الخانیة ولدت
امتہ ولدا فادعاہ فہو ابنہ حر وارثہ لو امتہ مسلمة مطلقا وان لاقل من نصف حول او لاکثر لاسلامہ تبعا لامہ والمسلم
یرث الکافر تقدمہ ان مات المرتد او لحق بدار الحرب مرتد کی لونڈی ایک لڑکا جنی سو اوسکا دعویٰ کیا مرتد نے تو ولد اوسیکا بیٹا آزاد ہے اور اسکا وارث ہوگا مسلمان
لونڈی میں یعنی اگر مسلمان لونڈی سے پیدا ہو تو مطلقا وارث ہوگا خواہ اوسکو چھ مہینے سے کم میں جنی ہو بعد ارتداد کے یا زیادہ میں بسبب مسلمان ہونے ولد کے
یعنی ماں کی تبعیت سے اور مسلمان مرتد کا وارث ہوتا ہے اگر مرتد مر جاوے یا دار الحرب میں جاملے وکذا فی امتہ النصرانیة ای الکتابیة الا اذا جاءت بہ
لاکثر من نصف حول منذ ارتد وکذا النصف لعلوقہ من ماء المرتد فیتبعہ لقربہ للاسلام بالجبر علیہ والمرتد لا یرث المرتد اور یہی حکم ہے
اوسکی نصرانیہ لونڈی میں یعنی اگر مرتد کی نصرانیہ یا یہودیہ لونڈی سے لڑکا پیدا ہوا تو اوسکا وارث ہوگا مگر اوسوقت وارث نہوگا جبکہ بیٹا اوسکو جنی چھ
مہینے سے زیادہ میں ابتدائی ارتداد سے اور اسیطرح نصف سال کی ولادت میں بھی وارث نہوگا بسبب اسکے علوق کے مرتد کی منی سے تو لڑکا مرتد ہی کا تابع
ہوگا بسبب قریب ہونے ولد کے اسلام سے بوجہ جبر علی الاسلام کے اور مرتد وارث نہیں ہوتا مرتد کا یعنی ولد تابع ہوتا ہے ماں باپ میں سے اوسکا جسکا بہتر دین ہے سو یہاں
ماں ہو کتابیہ اور باپ مرتد لیکن چونکہ مرتد پر اسلام کیواسطے جبر ثابت ہے تو ولد پر بھی جبر ثابت ہے تو ظاہر حال اوسکا اسلام پر راجح ہے لہذا وہ باپ کا تابع ہوگا نہ ماں کا
پھر جبکہ وہ مرتد ہوا تو وارث نہوگا کیونکہ مرتد نہیں وارث ہوتا مرتد کا کذا فی المنح وان لحق بمالہ او مع مالہ وظہر علیہ فہو ای مالہ فیء لا نفسہ لان المرتد
لا یسترق اور اگر مرتد دار الحرب میں گیا اپنے مال کے ساتھ اور اہل اسلام کا اوس پر غلبہ حاصل ہوا تو اوسکا مال غنیمت ہے نہ اوسکی ذات اسواسطے کہ مرتد رقیق نہیں ہوتا
فان رجع ای بعد ما لحق بلا مال سواء قضی بلحاقہ او لا فی ظاہر الروایة وہو الوجہ فتح فلحق ثانیا بمالہ وظہر علیہ فہو لوارثہ لانہ بالحاق نقل
لوارثہ فکان مالکا قدیما وحکمہ ما مر انہ لہ قبل قسمتہ بلا شیء وبعدہا بقیمتہ ان شاء ولا یاخذہ لو مثلیا لعدم الفائدة پھر اگر مرتد دار الاسلام
میں آیا یعنی بعد لاحق ہونے دار الحرب کے بلا مال خواہ اوسکے لحاق کا حکم ہوگیا ہو یا نہوا ہو ظاہر الروایة میں اور یہی وجہ قوی ہے کذا فی الفتح پھر دوسری بار پلٹ گیا دار الحرب میں
اپنا مال لیکر اور اوسپر غلبہ حاصل ہوا تو وہ مال اوسکے وارث کا ہوگا اسواسطے کہ بسبب لحوق دار الحرب کے مال اوسکا اوسکے وارث کے واسطے منتقل ہوگیا تو وہ مدت دراز
سے اوسکا وارث ہو چکا اور حکم اوسکا گذر گیا کہ وہ مال اوسکے وارث کا ہے قبل اوسکی قسمت کے مفت اور بعد قسمت غنیمت کے بعوض قیمت کے لے لیگا اگر وہ چاہے اور اگر وہ مال
مثلی ہو یعنی کیلی اور وزنی ہو تو نہ لے بسبب عدم فائدہ کے اسواسطے کہ اگر اوسکو لیگا تو مثل دیگا وان قضی بعبدہ لشخص مرتد لحق بدار الحرب لابنہ فکاتبہ

الابن فجاء المرتد مسلما فبدلہا والولا لہما للاب الذی عاد مسلما فجعل الابن کالوکیل اور اگر ایک شخص دارالحرب مین جاملا اور اوسکے غلام کی ملکیت اوسکے لڑکے کے واسطے حکم کر دیا گیا سو لڑکے نے اوسکو مکاتب کیا پھر مرتد آیا مسلمان ہو کر تو بدل کتابت اور ولاء دونون باپ کے واسطے ہونگے جو مسلمان ہو کر پھر آیا تو بیٹا وکیل کے مانند قرار دیا گیا عقد کتابت مین مرتد قتل رجلا خطأ فلحق او قتل فدیتہ فی کسب الاسلام ان کان والا ففی کسب الردۃ کذا فی البحر عن الخانیۃ مرتد نے قتل کیا ایک مرد کو بنابر خطا کے پھر وہ دارالحرب مین جا کر ملا یا مقتول ہوا ارتداد مین تو دیت مرد مقتول کی اسلام کی کمائی مین ہوگی اگر وہ ہو اور اگر اسلام کی کمائی نہو تو ارتداد کی کمائی مین اوسکی دیت ہوگی کذا فی البحر عن الخانیہ وکذا لو اقر بغصب اما لو کان الغصب بالمعاینۃ او بالبینۃ فانہ فی الکسبین اتفاقا فی الظہیریۃ اور ایسا ہی حکم ہو اگر مرتد نے غصب کا اقرار کیا اور اگر ثبوت غصب کا بمشاہدہ یا بگواہی ہو نہ اقرار سے تو وہ دونون کسب سے ہی بالاتفاق کذا فی الظہیریۃ واعلم ان جنایۃ العبد والامۃ والمکاتب والمدبر کجنایتہم فی غیر الردۃ اور معلوم کر کہ جنایت غلام اور لونڈی اور مکاتب اور مدبر کی اونکی جنایت غیر ارتداد کی کے برابر ہے یعنی مولے مختار ہے چاہے لونڈی اور غلام کا فدیہ دیدے چاہے اونکو دیدے اور مکاتب کی جنایت اوسکے کسب ارتدادی مین ہے اور جنایت مدبر کی کتاب الجنایات مین آویگی قطعت یدہ عمدا فارتد والعیاذ باللہ ومات منہ او لحق فحکم بہ فجاء مسلما فمات منہ ضمن القاطع نصف الدیۃ فی مالہ لوارثہ فی المسئلتین لان السرایۃ حلت محلا غیر معصوم فاہدرت فبقی بالمعاینۃ لانہ فی الخطأ علی العاقلۃ مسلم کا ہاتھ عمدا کاٹا گیا پھر وہ معاذ اللہ مرتد ہو گیا اور اوسی زخم سے مر گیا یا دارالحرب مین جاملا اور اوسکے لحوق کا حکم ہو گیا پھر آکر مسلمان ہو کر آیا سو اوسی زخم سے مر گیا تو قاطع نصف دیت کا ضمان دے اپنے مال مین سے مرتد کے وارث کو دونون صورت مین یعنی فقط ہاتھ کی دیت ہوگی نہ جان کی ہو اسواسطے کہ سرایت الی النفس محل غیر معصوم مین حلول کیا تو باطل ہوئی مصنف نے عمد کی قید لگائی ہو اسواسطے کہ خطا مین عاقلہ پر دیت ہو وقیدنا بالحکم باللحاق لانہ ان عاد قبلہ او اسلم ہہنا ولم یلحق فمات منہ بالسرایۃ ضمن الدیۃ کلہا لکونہ معصوما وقت الجنایۃ ایضا اور مقید کیا ہمنے لحاق دارالحرب کے حکم کے ساتھ اسواسطے کہ اگر مرتد دارالحرب سے قبل حکم لحاق عود کریگا یا مسلمان ہو یہان دارالاسلام مین اور دارالحرب مین لحوق نہوا پھر مر گیا اوسی قطع سے بسبب سرایت کی تو پوری دیت کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ مقطوع الدم ہی سرایت کے وقت بھی جیسے کہ وہ معصوم تھا وقت جنایت کے ارتد القاطع فقتل او مات ثم سری الی النفس فہذا لو عمدا القود محل القود ولو خطأ فالدیۃ علی العاقلۃ فی ثلث سنین من یوم القضاء علیہم خانیہ ولا عاقلۃ للمرتد قاطع ید مرتد ہو گیا پھر مقتول ہوا یا مر گیا پھر سرایت کی قطع نے جان تک یعنی اوسی زخم سے مر گیا تو قصاص باطل ہے کیونکہ محل قصاص فوت ہو جاتا ہے اور اگر قطع بنا بر خطا ہو تو دیت عاقلہ پر ہی تین سال کے اندر جس دن سے کہ اونپر حکم ہوا کذا فی الخانیہ اور مرتد کے واسطے عاقلہ نہین ہو خطا مین عاقلہ پر اسواسطے دیت لازم ہوئی کہ قطع کے وقت وہ مسلمان تہا نہ مرتد ولو ارتد مکاتب ولحق وکسب مالا واخذ بمالہ ولم یسلم فقتل فبدل کتابتہ لمولاہ وما بقی من مالہ لوارثہ لان الردۃ لا تؤثر فی الکتابۃ اور اگر مکاتب مرتد ہوا اور دارالحرب مین جاملا اور کچھ مال کمایا اور اپنے مال کے ساتھ گرفتار ہوا پھر مقتول ہوا تو اوسکا بدل کتابت اوسکے مولی کا ہی اور بدل کتابت دیکر جو مال باقی رہے وہ مکاتب کی وارث کا ہی اسواسطے کہ ارتداد اثر نہین کرتا کتابت مین زوجان ارتدا ولحقا فولدت المرتدۃ ولدا وولد لہ ای لذلک المولود ولد فظہر علیہم جمیعا فالولدان فیء کامہما والولد الاول یجبر بالضرب علی الاسلام وان حبلت بہ ثمہ لتبعیتہ لابویہ لا الثانی لعدم تبعیتہ الجد علی الظاہر خمسہ تبرلی زوج اور زوجہ دونون مرتد ہوئے اور دارالحرب مین جا ملے پھر مرتدہ بیاجنی اور اوس مولود کے بھی ولد ہوا پھر اون سب پر غلبہ حاصل ہوا اہل اسلام کا تو بیٹا اور پوتا غنیمت ہین اپنی مان کے مانند اور بیٹا بزور مسلمان کیا جائیگا مار کر اگرچہ اوسکا حمل دارالحرب مین رہا ہو جبر علی الاسلام بہر صورت ثابت ہے اتباع والدین سے پوتا یعنی پوتے پر جبر علی الاسلام نہین بسبب دادا کے نہ تابع ہونے کے ظاہر الروایۃ مین تو حکم اوس کا حربی کے مانند ہی ہو ارتداد کا حکم ایک پشت جاری رہتا ہی نہ دو پشت پر جب پوتا دادا کا تابع نہوا جبر علی الاسلام مین تو پوتا گرفتاری کے بعد غلام بنایا جائیگا یا اوسپر جزیہ مقرر ہوگا یا قتل کیا جائیگا اور دادا مقتول ہوگا اسواسطے کہ اصلی مرتد ہے یا اسلام قبول کرے کذا فی المنح عن البدائع ودہ بہر حال

لانه لو مات مسلم عن امرأة حامل فارتدت ولحقت فولدت هناك ثم ظهر عليهم اي على اهل تلك الدار فانه لا يسترق ويرث اباه لانه مسلم ولو لم تكن ولدته حتى سبيت ثم ولدته في دار الاسلام فهو مسلم تبعا لابيه مرقوق تبعا لامه فلا يرث اباه لرقه بدائع اور مصنف نے مسئلہ سابقہ میں ارتداد زوجین کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر مسلمان مرگیا اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑ کر پھر عورت مرتد ہوگئی اور دارالحرب میں جا ملی پھر وہاں لڑکا جنی پھر وہاں کے لوگوں پر اہل اسلام کا غلبہ ہوا تو وہ لڑکا غلام نہ بنایا جائیگا اور وہ اپنے باپ کا وارث ہوگا اسواسطے کہ وہ مسلمان ہے اپنے باپ کا تابع ہوکر اور اگر مرتدہ مذکورہ دارالحرب میں نہ جنی یہاں تک کہ گرفتار ہوئی پھر لڑکا جنی دارالاسلام میں تو وہ مسلمان ہے اپنے باپ کا تابع ہوکر اور مرقوق ہے اپنی ماں کا تابع ہوکر تو وہ اپنے باپ کا وارث نہوگا بسبب اپنی رق کے کذا فی البدائع واذا ارتد صبی عاقل صح خلافا للشافعی ولا خلاف فی تخلیده فی النار لعدم العفو عن الکفر تلویح اور جب کہ مرتد ہوگیا صبی عاقل تو صحیح ہے بخلاف ابی یوسف کے اور علماء نے اسکے مخلد فی النار ہونے میں بسبب معاف ہونے کفر کے کذا فی التلویح یعنی خلاف ابی یوسف کا فقط احکام دنیوی میں ہے نہ اخروی میں کاسلامه فانه یصح اتفاقا فلا یرث ابویه الکافرین تفریع علی الثانی ویجبر علیه بالضرب تفریع علی الاول ارتداد صبی عاقل کا صحیح ہے اور اسکے مسلمان ہونیکے مانند کہ وہ صحیح ہے بالاتفاق تو وارث نہوگا اپنے کافر ماں باپ کا یہہ تفریع ہے ثانی پر یعنی صحت اسلام صبی عاقل پر اور مسلمان ہونے پر زبردستی کی جائیگی مار کر یہہ تفریع ہے اول پر یعنی صحت ارتداد صبی عاقل پر والعاقل الممیز وهو ابن سبع فاکثر مجتبی وسراجیه وقیل الذی یعقل ان الاسلام سبب النجاة ویمیز الخبیث من الطیب والحلو من المر قاله الطرطوسی فی انفع الوسائل قائلا ولم ار من قدره بالسن قلت وقد رأیت نقله اور صبی عاقل عبارت ہے ممیز سے اور وہ یعنی طفل باامتیاز سات برس یا زیادہ کا ہوتا ہے کذا فی المجتبی والسراجیه اور قول ضعیف یہہ ہے کہ صبی عاقل وہ ہے کہ جو سمجھتا ہو کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور امتیاز کرتا ہو خبیث اور طیب اور شیرین اور تلخ میں قائل اس قول ضعیف کا طرطوسی ہے کتاب انفع الوسائل میں یوں کہکر کہ میں نے اس فقیہ کو نہیں معلوم کیا جس نے صبی عاقل کی حد سال سے ٹہیرائی ہو میں کہتا ہوں اور تو معلوم کرچکا اسکی نقل کو مجتبی اور سراجیہ سے ہم حموی اور قہستانی کا قول طرطوسی کے قول کا مقوی ہے حموی نے اپنی شرح میں کہا کہ عاقل وہ ہے جو جانے کہ اسلام حق ہے اور کفر باطل ہے اور قہستانی نے کہا کہ عاقل وہ جو کلمہ توحید کو تعقل کرے اور جانے کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور یہہ خلاف شرائط کے ہے انتہی اور سات برس کا لڑکا ان امور کو کچھہ نہیں سمجھتا خصوصا اس زمانہ میں کما فی الحماوی ویؤیده انه علیه الصلوة والسلام عرض الاسلام علی علی وسنه سبع وکان یفتخر به حتی قال ؎ سبقتکم الی الاسلام طرا + غلاما ما بلغت اوان حلمی + وسقتکم الی الاسلام قهرا + بصارم همتی وسنان عزمی + اور تقریر سابق کا یہہ مؤید ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے علی مرتضی پر اسلام کو پیش کیا اور حالانکہ عمر انکی سات برس کی تھی اور مرتضی کرم اللہ وجہہ اسکا فخر کرتے تھے یہاں تک کہ فرمایا صحابہ کرام سے مخاطب ہوکر کہ میں نے تم سب سے سبقت کی مسلمان ہونیکے طرف لڑکپن میں جب کہ میں اپنی جوانی کے وقت کو نہ پہونچا تھا اور چلایا میں نے تم کو اسلام کے طرف زبردستی اپنی سنت کی تلوار اور اپنے عزم کی برچھی سے ھ صحیح قول یہہ ہے کہ عرض اسلام کے وقت جناب مرتضوی آٹھہ برس کے تھے چنانچہ بخاری نے اسی پر فیصلہ کیا ہے کذا فی الفتح اول من اسلم کی روایات مختلفہ کی توفیق یہہ ہے کہ صبیان میں مرتضی پہلے مسلمان ہوئے اور رجال احرار میں صدیق اکبر اور نساء میں خدیجۃ الکبری اور موالی میں زید بن حارثہ اور ورقہ بن نوفل اور بحیرا اور نسطورا اہل فترت سے ہیں یعنی قبل از نسخ دین عیسوی کے متمسک تھے اور رسول منتظر کے مؤمن اور مصدق تھے اور یہہ تصدیق انکو آخرت میں مفید ہوگی لیکن وہ لوگ اہل اسلام میں داخل نہیں ہو اسواسطے کہ اہل اسلام کا اجماع ہے کہ حقیقت میں اول من اسلم خدیجۃ الکبری علیہا السلام ہیں اور ورقہ وغیرہ صحابہ میں داخل نہیں ہو اسواسطے کہ صحابی وہ ہے جو بعد رسالت کے یعنی بعد نزول سورہ مدثر کے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا مصاحب ہوا کذا فی الطحطاوی عن شرح الملتقی ثم هل یقع فرضا قبل البلوغ ظاهر کلامهم نعم اتفاقا وفی التحریر المختار عند الماتریدی انه غیر مخاطب باداء الایمان کالبالغ حتی لو مات بعده بلا ایمان خلد فی النار ھ پھر دریافت کرنا چاہئے کہ صبی عاقل کا ایمان کیا فرض واقع ہوتا ہے قبل بلوغ کے ظاہر کلام علماء یہہ ہے کہ ہاں فرض واقع ہوتا ہے بالاتفاق اور تحریر میں ہے کہ ابو المنصور ماتریدی کے نزدیک قول مختار یہہ ہے کہ صبی عاقل اداے ایمان کا مخاطب ہے بالغ کے مانند یہانتک کہ

کو اگر مر جایگا بعد اسکے بلاایمان تو ہمیشہ دوزخ مین رہیگا کذا فی النہر الفائق وفی شرح الوہبانیۃ ؎ بلا کذ لیش در ویشان کفر بعضھم + وصحح
ان لا کفر وہو المحرر + کذا قول شیء للہ قیل بکفرہ + ویا حاضر یا ناظر لیس بکفر + علامہ عبد البر ابن شحنہ کی شرح وہبانیہ مین ہے کہ درویش
درویشان کہنے کو بعضون نے کفر کہا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ قول کفر نہین ہے یہی تحقیق اور منقح ہے اور اسیطرح شیء للہ کے قول کو بعضون نے کفر کہا ہے
اور یا حاضر یا ناظر کہنا کفر نہین ہے شرح وہبانیہ مین بزازیہ سے منقول ہے کہ رساتیق شروان مین مشہور رہی کہ جو کہے درویش درویشان وہ کافر ہے اسواسطے
کہ معنی اسکے یہہ ہین کہ جمیع اشیا مباح ہین تو لازم آیا کہ حرام بھی مباح ہے حالانکہ اباحت حرام کفر ہے اور یہہ تفسیر باطل ہے اسواسطے کہ مطلب قول
مذکور کا یہہ ہے کہ مسکنت لمساکین یا فقر الفقرا تو گویا قائل نے یون کہا کہ ہم متمسکن ہوئے بمسکنت مساکین یا محتاج ہوئے بیسطرف بفقر فقرا اور اسمین ایک
شی کی اباحت پر بھی کوئی دلالت نہین چہ جای اباحت جمیع اشیا اور شیء للہ کے کفر ہونیکی شاید یہہ وجہ ہے کہ قائل نے چیز اللہ تعالی کے لئے مانگی حالانکہ
حق تعالی ہر چیز سے غنی ہے سب خلق اوسکے محتاج ہین اور لائق یون ہے کہ اس قول مین عدم تکفیر کو ترجیح دیجئے اسواسطے کہ اسکی تاویل یون ہوسکتی ہے کہ
قائل کہ مین نے یہہ ارادہ کیا کہ مین شی کو طلب کرون اللہ تعالی کے اکرام کے واسطے شامی نے اسکو اختصار نقل کیا شرح وہبانیہ مین اسطرح ہے
وفی شی للہ بعض تکفیر + وتخشی علیہ الکفر بعض تعزرا + کذا فی الطحطاوی بعضے لوگ بطور وظیفہ یون کہا کرتے ہین یا عبد القادر شیئا للہ ہر چند راجح عدم تکفیر ہے
لیکن خوف کفر سے خالی نہین چنانچہ بیت وہبانیہ کی اوسپر نص ہے لیکن ترک اس قول کا لازم ہے اور یا حاضر یا ناظر کہنے مین اسواسطے کفر نہین کہ حضور بمعنی
علم ہے اور نظر بمعنی رؤیت ہے قال اللہ تعالی (الم یعلم بان اللہ یری) تو گویا اوس نے حق تعالی کو یون ندا کی کہ یا عالم یا من یری ؎ ومن یستحل الرقص قالوا
بکفرہ + ولاسیما بالدف یلھو ویزمر + اور جو رقص کو حلال جانے اوسکا کفر علما نے بیان کیا ہے خصوصا وہ رقص کرنیوالا جو دف بجاتا ہے اور حالت لا دی
ہم قرطبی نے نقل کیا کہ یہہ اگ اور ضرب قصب اور رقص حرام ہے امام مالک و شافعی و احمد بن حنبل کے نزدیک اور شیخ الاسلام کرمانی کا فتوی یہہ ہے کہ مستحل اس
رقص کا کافر ہے جب معلوم ہوا کہ اس کی حرمت بالاجماع ہے تو لازم آیا کہ اسکا حلال جاننے والا کافر ہو کذا فی الطحطاوی ؎ ومن لولی قال طی مسافۃ + یجوز
جھول ثم بعض بکفرہ + واثباتھا فی کل ما کان خارقا + عن النسفی النجم یروی وینصر + اور جو ولی کے واسطے طی مسافت جائز کہے وہ جاہل ہے بعضون نے
اوسکی تکفیر کی ہے اور اثبات کرامت کا ہر خارق عادت مین امام نجم الدین نسفی سے مروی اور منصور ہے یعنی نصرت عموم خوارق عادات کی امام محمد نے اس قول سے ثابت
ہے کہ کرامات اولیا کے مومن ہین اسواسطے کہ یہہ قول طے مسافت کو بھی عام ہے مگر جو نص قاطع سے ثابت ہو چکا کہ محال ہے جیسے قرآن کے مانند کلام کا ہونا وہ
البتہ داخل کرامات نہین چنانچہ کتاب الطلاق کے اندر فصل عدد مین اسکا بیان گذر گیا **باب البغاۃ** یہہ باب ہے باغیون کے احکام مین جب حکم قتال کفار سے
فرصت ہوئی تو حکم قتال مسلمین بغاوت شعار شروع ہوا البغی لغۃ الطلب ومنہ ذلک ما کنا نبغی بغی لغت عرب مین بمعنے طلب ہے اور یہہ بمعنے طلب
یہہ آیت ہے ذلک ما کنا نبغ یعنی یہہ وہ چیز ہے جسکو ہم طلب کرتے تھے ہم صحاح مین ہے کہ بغی عبارت ہے تعدی اور حد سے تجاوزت اور افراط سے وعرفا طلب ما لا یحل
من جور وظلم نہر اور عرف مین بغی عبارت ہے اوس چیز کی طلب سے جو حلال نہین جور اور ظلم ہے کذا فی الفتح وشرعا ھم الخارجون عن طاعۃ الامام الحق بغیر حق فلو
بحق فلیسوا ببغاۃ وتمامہ فی جامع الفصولین اور شرع مین باغی وہ لوگ ہین جو خارج ہوتے امام حق کی اطاعت سے ناحق اور اگر امام حق پر خروج کرین تو وہ باغی نہین
اور اسکی تمام تقریر جامع الفصولین مین ہے ہم جامع الفصولین مین ہے کہ جب مسلمین نے ایک امام پر اجماع کیا اور راہ کے سبب سے امن مین ہوگئی پھر ایک جماعت مسلمین نے اوسپر خروج
کیا سو اگر یہہ خروج امام کے ظلم کے سبب سے ہوا تو یہہ لوگ باغی نہین باقی مسلمان امام کی اعانت کرین کہ اعانۃ علی الظلم ہے اور نہ اہل خروج کی اعانت کرین کہ اعانۃ علی الخروج ہے
اور اگر خروج مسلمین کا بسبب ظلم کے نہو بلکہ بدعوی حقیت اور ولایت کے ہو تو وہ لوگ اہل بغی ہین مسلمین پر نصرت امام کی واجب ہے قلانسی نے کہا کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ
اگر علی مرتضی نہوتے تو ہمکو قتال اہل قبلہ معلوم نہوتا جناب مرتضوی اور انکے ساتھی اہل حق تھے اور مخالف انکے اہل بغی اور ہمارے زمانہ مین غلبہ کا اعتبار ہے فرد عادل ہو
یا غیر معلوم نہین اکثر سبب طالب دنیا ہین انتہی ملخصا کذا فی الطحطاوی ثم الخارجون عن طاعۃ الامام ثلثۃ قطاع الطریق وعلم حکمہم وبغاۃ ویجی حکمہم وخوارج و
ہم قوم لھم منعۃ خرجوا علیہ بتاویل یرون انہ علی باطل کفر او معصیۃ توجب قتالہ بتاویلہم یستحلون دمائنا واموالنا ویسبون نسائنا و

یکفرون اصحاب نبینا علیہ افضل الصلوۃ والسلام وحکمہم حکم البغاۃ باجماع الفقہاء کما حققہ فی الفتح پھر دریافت کرنا چاہئے کہ اطاعت
امام سے خارج ہونیوالے تین قسم ہین ایک قطاع الطریق یعنے اہل خروج بلا تاویل اور بلا شوکت یا بتاویل بلا شوکت اور اونکا حکم معلوم ہوگیا اور دوسری قسم باغی
جو مباح نہین جانتے جسکو خوارج مباح جانتے ہین اور اونکا حکم آتا ہے اور تیسری قسم خوارج وہ قوم ہین جن کے واسطے قوت اور شوکت حاصل ہے امام پر خارج ہوئے
ہین تاویل سے گمان کرتے ہین کہ امام باطل پر ہے باعتبار کفر اور ایسی معصیت کے جو موجب قتال ہے امام کا اونکی تاویل سے وہ حلال جانتے ہین ہم اہل اسلام کے
خونون اور مالون کو اور بندی کرتے ہین ہماری عورتون کو اور کافر کہتے ہین ہمارے نبی علیہ افضل الصلوۃ والسلام کے اصحاب کو اور اونکا حکم مانند حکم باغیون کے
ہے باجماع فقہا چنانچہ اسکی تحقیق فتح القدیر مین کی ہے اور فتح القدیر مین ہے کہ جمہور فقہا اور محدثین کے نزدیک خوارج درحکم بغاۃ ہین اور بعض محدثین اونکے
تکفیر کے قائل ہین ابن منذر نے کہا ہین نہین جانتا کہ اہل حدیث کے ساتھ کوئی موافق ہوا ہو تکفیر خوارج مین اور یہ مقتضی ہے اجماع فقہا کی نقل کا اور محیط مین مذکور
ہے کہ بعضے فقہا اہل بدعت کی تکفیر نہین کرتے اور بعضے تکفیر کرتے ہین اوس بدعت والے کی جسکی بدعت دلیل قطعی کے مخالف ہے اور صاحب محیط نے اسکو اکثر
اہل سنت کیطرف نسبت کیا ہے اور نقل اول یعنے عدم تکفیر اثبت ہے لیکن یہہ البتہ ہے کہ اہل مذہب کے کلام مین اکثر اہل بدعت کی تکفیر واقع ہے لیکن تکفیر اون فقہا کی کلام مین
وارد نہین جو مجتہدین ہین اور غیر فقہا مجتہدین کا کلام معتبر نہین اور مجتہدین سے منقول عدم تکفیر ہے اور ابن منذر نقل مذاہب مجتہدین سے زیادہ تر واقف ہے انتہے
حلبی نے کہا کہ یہہ کلام وجیہ ہے مگر مشکل یہہ ہے کہ مقتضے ہے عدم تکفیر اون رافضیون کا جو سب شیخین اور قذف عائشہ صدیقہ کرتے ہین اور حالانکہ یہہ صریح کفر ہے
طحطاوی نے کہا اسکا جواب ممکن ہے کہ عدم تکفیر اہل بدعت سے روافض مذکورین کی تکفیر مستثنے ہے اسواسطے کہ اونکی تکفیر نص فقہا سے ثابت ہے واللہ اعلم و
انما لم نکفرہم لکونہ عن تاویل وان کان باطلا بخلاف المستحل بلا تاویل کما مر فی باب الامامۃ اور ہم جو خوارج کی تکفیر نہین کرتے تو اس سبب سے کہ اونکا
قتال اور استحلال تاویل سے ہے اگرچہ یہہ تاویل باطل ہے بخلاف مستحل بلا تاویل کے کہ اوسکی تکفیر صریح ہے چنانچہ کتاب الصلوۃ کے اندر باب الامامۃ مین مذکور
ہوچکا والامام یصیر اماما بامرین بالمبایعۃ من الاشراف والاعیان وبان ینفذ حکمہ فی رعیتہ خوفا من قہرہ وجبروتہ اور امام ہوجاتا ہے امام
دو چیز سے اشراف اور رئیسون کے بیعت کرنیسے اور اس سے کہ اسکا حکم جاری ہوجاے اوسکی رعیت مین اوسکے غالب ہونے اور دبدبہ سے امامت ثابت ہوتی ہے اہل حل اور عقد کی
بیعت سے یا خلیفہ سابق کے استخلاف سے اور امامت مین سب اہل اسلام کی بیعت کی یا عدد معین کی بیعت شرط نہین بلکہ جماعۃ علما یا جماعۃ اہل رای اور تدبیر کی بیعت کافی
ہے کذا فی الطحطاوی عن المسایرۃ وشرحہا فان بایع الناس الامام ولم ینفذ حکمہ فیہم لعجزہ عن قہرہم لا یصیر اماما سو اگر لوگون نے ایک امام سے بیعت کی اور اسکا
حکم نافذ نہوا رعیت پر اسسبب سے کہ عاجز ہے اونکے مغلوب کرنیسے تو وہ امام نہوگا فاذا صار اماما فجار لا ینعزل ان کان لہ قہر وغلبۃ لعودہ بالقہر فلا یفید
والا ینعزل بہ لانہ مفید کذا فیہ وتمامہ فی کتب الکلام پھر جب کہ ایک شخص بشروط مذکورہ امام ہوا پھر اوس نے ظلم شروع کیا تو معزول کرنے سے معزول نہوگا
اگر اوسکے واسطے قہر اور غلبہ ثابت ہو سو اسلئے کہ وہ بسبب اپنے قہر اور شوکت کے پھر سلطان ہوجائیگا تو معزول کرنا مفید نہوگا اور اگر اوسکے واسطے قوت حاصل نہین تو
بسبب ظلم اور ستم کے معزول کرنے سے معزول ہوگا اسواسطے کہ وہ مفید ہے اور بحث امامت کا پورا بیان کتب کلام مین ہے فاذا خرج جماعۃ مسلمون عن طاعۃ الامام
او طاعۃ نائبہ الذی الناس بہ فی امان ودرء وغلبوا علی بلدۃ دعاہم الیہ ای الی طاعتہ وکشف شبہتہم استحبابا پھر جب جماعت مسلمین نے امام کی
اطاعت سے خروج کیا یا اوسکے اوس نائب کی طاعت سے خروج کیا جسکے سبب سے لوگ امان مین ہین کذا فی الدرر اور مسلمین مذکورین غالب ہوگئے ایک شہر پر تو امام اونکو اپنی
طاعت کے طرف بلاوے اور اونکے شبہے کو حل کرے بنابر استحباب کے نہ بنابر وجوب کے فان تحیزوا مجتمعین حل لنا قتالہم بدأ حتی تفرق جمعہم اذ الحکم یدار علی
دلیلہ وہو الاجتماع والامتناع سو اگر باغیون نے ایک مکان پکڑا اوسمین مجتمع ہوکر تو حلال ہوگیا ہمکو قتال اونکا پہلے یہان تک کہ اونکی جماعت پریشان ہو
اسواسطے کہ حکم قتال کا پھرتا ہے قتال کی دلیل پر اور وہ عبارت ہے اجتماع اور امتناع سے یعنی ظاہر اجتماع اور امتناع اونکا ارادہ قتال کی دلیل ہے لہذا اونکا قتال حلال ہے
اگرچہ وہ قتال کی ابتدا نکرین ہمنے قول کو خواہر زادہ نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے اور یہی مذہب مختار ہے اور قدوری نے نقل کیا کہ قتال شروع کرنا نہچاہئے تا وقتیکہ وہ
شروع نکرین کذا فی البحر ومن عاون الامام الی قتالہم افترض علیہ اجابتہ لان طاعۃ الامام فیما لیس بمعصیۃ فرض فکیف فیما ہو طاعۃ بدائع اور جنکو

امام نے اونکو اپنے کو مدد کو بلایا تو اونپر اجابت اوسکی فرض ہے اسواسطے کہ اطاعت امام کی اوس امر مین جو گناہ نہین ہی فرض ہی سو اوسمین کچھ مگر فرض ہوگی
ہتو افضل ہی کذا فی البدائع ہم اور یہ جو امام علیہ السلام سے مروی ہے کہ زمانہ فتنہ اور فساد مین علیحدہ ہو رہے اپنے گہر مین بیٹھکر سو اوس صورت پر محمول ہے کہ جنگ
امام نے اونکو نہین بلایا اور بعضے صحابہ کبار کا بیٹھ رہنا باغیون کے قتال سے اونکی عدم قدرت پر محمول ہے اور بعضون کو کچھ تردد تہا حلت قتال مین اور
کچھ حدیث مین وارد ہے کہ جب دو مسلمان تلوار لیکر سامنا کرین تو قاتل اور مقتول دوزخ مین ہین سو یہ اور عصبیت کے قتال پر محمول ہے یا ملک گیری اور طلب
دنیا کے قتال پر کذا فی الفتح ... الا لزم بیتہ در ر وفی المبتغی لو بغوا لاجل ظلم السلطان ولا یمتنع عنه لا ینبغی للناس معاونة السلطان
ولا معاونتهم اجابت امام کی فرض ہے اگر وہ قادر ہی قتال پر اور نہین تو اپنے گہر مین بیٹھ رہے کذا فی الدرر اور مبتغی مین ہے کہ اگر چند مسلمانون نے بغاوت کی بسبب
ظلم بادشاہ کے اور حالانکہ بادشاہ ظلم سے باز نہین رہتا تو لوگونکو لائق نہین مددگاری سلطان کی اور نہ مددگاری باغی لوگون کی ولو طلبوا الموادعة
اجیبوا ان ... خیر للمسلمین کما فی اهل الحرب والا لا یجابوا اور اگر باغیون نے صلح کرنا چاہا ترک قتال پر تو اوسکو مان لینا چاہیے اگر صلح کرنا
مسلمین کے واسطے بہتر ہو چنانچہ حربیون کی صلح مین یہی شرط ہے اور اگر اونکے حق مین صلح بہتر نہو تو قبول کرلینا نہ چاہیے کذا فی البحر ولا یؤخذ منهم شئ اور اون
کچھ لینا نہ چاہیے یعنی نہ ہدیہ نہ مال عوض صلح کے فلو اخذ نا منهم رهونا واخذوا منا رهونا ثم غدروا بنا وقتلوا رهوننا لا نقتل رهونهم ولكن
يحبسوا الى ان يهلك اهل البغي او يتوبوا وكذلك اهل الشرك اذا فعلوا برهوننا ذلك لا نفعل برهونهم ولكن يجبرون على الاسلام او يصيروا
ذمة لنا پہر اگر ہمنے باغیون سے اول لی اور باغیون نے ہم سے اول لی پہر انہون نے عہد شکنی کی اور ہماری اولون کو قتل کیا تو ہم اونکی اولون کو نہ قتل کرینگے
ولیکن اونکو محبوس رکھینگے یہان تک کہ اہل بغی ہلاک ہوجائین یا بغاوت سے توبہ کرین اور یہی حکم ہے کفار کا جب وہ ہماری اولونکو قتل کرین تو ہم اونکی اولون کو
نہ قتل کرینگے ولیکن وہ لوگ بزور مسلمان کیے جائینگے یا ہماری ذمی ہوجائین ہم اونکا قتل اسواسطے جائز نہوا کہ وہ ہمارے قابو مین اگر ہماری امان مین تہے
کذا فی البحر ولو لهم فئة اجهز على جريحهم اى اتم قتله واتبع موليهم والا لا لعدم الخوف اور اگر باغیون کی جماعت قائم ہو تو امام اونکے زخمیون کو پورا
قتل کر ڈالے اور اونکے بہاگنے والیکا پیچہا کرے اور اگر جماعت اونکی پریشان ہوگئی تو زخمیون کو قتل کرنا اور بہاگے کا پیچہا کرنا نچاہیے بسبب رہنے خوف کی واما
بالخيار في اسيرهم ان شاء قتله وان شاء حبسه حتى يتوب اهل البغي فان تابوا حبسه ايضا حتى يحدث توبة سراج اور سلطانکو اختیار ہے اونکے
قیدی مین چاہے اوسکو قتل کرے چاہے محبوس رکہے یہانتک کہ اہل بغاوت توبہ کرین اگر وہ توبہ کرین تو بہی قیدی کو قید مین رکہے یہانتک کہ وہ بہی توبہ کرے کذا فی السراج ونقاتلهم
بالمنجنيق والاغراق وغير ذلك كاهل الحرب اور ہم اونسے لڑین منجنیق اور غرق کردینے سے اور اسکے سوا اور طریق سے بہی مانند کفار کے وما لا يجوز
قتله من اهل الحرب كنساء وشيوخ لا يجوز قتله منهم ما لم يقاتلوا اور جسکا قتل کرنا کفار مین سے جائز نہین چنانچہ عورتون اور بڈہون کا اوسکا قتل باغیون مین
سے بہی جائز نہین تاوقتیکہ وہ نہ لڑتے ہون یعنی اگر باغیونکی عورتین بہی قتال کرینگے تو اون کا قتال جائز ہے سوای اطفال اور مجانین کے کذا فی البحر ولا تقتل
عادل محرمه مباشرة ما لم يرد قتله اور عادل یعنی امام کا مددگار اپنی محرم باغی کو اپنے ہاتہ سے نہ قتل کرے جبتک محرم نے اوسکے قتل کا ارادہ نہین کیا یعنی
اگر محرم باغی قتل کا ارادہ کرے تو دفع کرنا اوسکا جائز ہے اگرچہ دفع کرنا بقتل ہو بخلاف جنگ کفار کے کہ وہان قتل محرم جائز ہے سوای والدین کے کذا فی البحر
ولم تسب لهم ذرية وتحبس اموالهم الى ظهور توبتهم فاذا علمهم ... اور اونکی ذریت بندی نکی جاے اور اونکے مال محبوس ہین اونکی توبہ ظاہر ہونے تک
سو بعد توبہ اونکو پہیردیے جائینگے ہم اور اونکی عورتین بہی بندی نہونگی اسواسطے کہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ جمل مین قتل اسیر اور کشف ستر اور اخذ
مال سے منع فرمائی اور وہ ہین پیشوا اس باب مین کذا فی المنح وبيع الكراع اولى لانه انفع فيه اور بیچ ڈالنا اونکی دواب کا بہتر ہے اسواسطے کہ نافع تر ہے کذا فی الفتح بیچ کی
منفعت یہہ ہے کہ قیمت کا امانت رکہنا ... بلا صرف ہی والا بیت المال سے دانہ چارہ صرف ہوگا دیقاس عليه العبيد ہم اور دواب کی بیع پر اونکی غلامون
کی بیع قیاس کیجاے کذا فی النہر وتقاتل بسلاحهم وخيلهم عند الحاجة ولا ينتفع بغيرها من اموالهم مطلقا ولو عند الحاجة سراج اور قتال کرین ہم اونکے
ہتہیار اور گہوڑون سے اور اون دو چیزون کے سوا اونکے اموال سے مطلقا منفعت نہ لیجاے اگرچہ انتفاع وقت حاجت کے ہو کذا فی السراج ہم جناب پیغمبر صلعم نے

باغیون کے ہتھیار اپنی لشکر مین تقسیم کئے بصرہ مین اور تقسیم بسبب حاجت کے تھی نہ واسطے تملیک کے اور فرمایا کہ اونکا مال غنیمت نہین اور اونکی ذریت بندی نہین کنز العمال

ولو قال الباغی تبت والقی السلاح من یدہ کف عنه ولو قال کف عنی لانظر فی امری لعلی اتوب والقی السلاح کف عنه ولو قال انا علی دینک ومعه السلاح لا لان وجود السلاح معه قرینة بقاء بغیه فحمل لقاءه کف عنه والا لا فتح اور اگر باغی نے کہا کہ مین نے توبہ کی اور ہتھیار اپنے ہاتھ سے ڈالدیئے تو عادل اوسکے قتال سے باز رہے اور اگر اوس نے کہا عادل سے کہ مجھکو چھوڑ تا کہ اپنے امر مین تامل کرون شاید مین توبہ کرون اور ہتھیار پھینک دیئے تو باز رہے اور اگر باغی بولا کہ مین تیرے دین پر ہون اور اوسکے ساتھ ہتھیار رہین تو اوسکے قتال سے نہ باز رہے اسواسطے کہ ہتھیار کا ساتھ رہنا قرینہ ہے اوسکی بقاء بغاوت کا سو جب ہتھیار پھینکے تو باز رہے اور نہین تو باز نہ رہے کذا فی فتح القدیر ولو قتله باغ مثله وظهر علیهم فلا شیء فیه لکونه مباح القتل فتح فلا اثم ایضا اور اگر ایک باغی کو دوسرے باغی نے قتل کیا اور پھر اہل عدل کا غلبہ حاصل ہوا تو اوسکے قتل مین کوئی چیز نہین نہ قصاص نہ دیت اسواسطے کہ اوسکا قتل مباح تھا کذا فی فتح القدیر پھر جب قتل مباح ہوا تو اوسکے قتل مین کچھ گناہ بھی نہین وقتلانا شهداء ولا یصلی علی بغاة بل یکفنون ویدفنون بلا اثم اور ہمارے یعنی اہل عدل کے مقتول شہید ہین تو اون پر نماز جنازہ پڑہی جاوے اور بدون غسل دفن کئے جائین اور باغیون کے مقتولون پر نماز جنازہ نہ پڑہی جاوے بلکہ کفن دیا جاوے اور دفن کئے جائین کذا فی البدائع ویکرہ نقل رؤسهم الی الآفاق وکذلک رؤس اهل الحرب لانها مثلة وجوزه بعض المتاخرین لو فیه کسر شوکتهم او فراغ قلبنا فتح وتمامه فی الجهاد اور مکروہ ہے اونکے سرونکو اطراف عالم مین پہرانا اور اسیطرح کفار کے سرون کو نقل کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ یہ مثلہ ہے اور اسکو بعض متاخرین نے جائز کہا ہے اگر اوسمین اونکی کسر شوکت ہو یا ہماری تسکین خاطر ہو کذا فی الفتح اور مذکور ہو چکا جہاد مین ولو غلبوا علی مصر فقتل مصری مثله عمدا فظهر علی المصر قتل به ان لم یجر علی اهله ای المصر احکامهم وان اجری لا لانقطاع ولایة الامام عنهم اور اگر باغی غالب ہوئے ایک شہر پر سو ایک شہروالے نے دوسرے شہری کو عمدا قتل کیا پھر اہل عدل کا بادشاہ غالب ہوا اوس شہر پر تو قاتل مذکور بسبب قتل اوسکے مقتول ہوگا اگر اہل شہر پر باغیون کے احکام نہ جاری ہوئے ہون اور اگر اونکے احکام جاری ہوئے ہون تو قصاص نہوگا بسبب منقطع ہوجانے امام کی حکومت کے اون پر سے لیکن قاتل پر عذاب آخرت ثابت ہے کذا فی الفتح وان قتل عادل باغیا ورثه مطلقا اور اگر عادل نے باغی کو قتل کیا تو اوسکا وارث ہوگا ہر طرح خواہ باغی کہے کہ مین حق پر ہون خواہ کہے مین باطل پر ہون اسواسطے کہ قتل بحق مانع ارث کا نہین وبالعکس اذا قال الباغی وقت قتله انا علی باطل لا یرثه اتفاقا لعدم الشبهة اور سابق کے بالعکس یعنی باغی عادل کو قتل کرے جب باغی بولا اوسکے قتل کیوقت کہ مین باطل پر ہون تو اوسکا وارث نہوگا بالاتفاق بسبب عدم شبہہ کے اسواسطے وارث نہوگا کہ اوس نے اتلاف نفس بتاویل فاسد کیا اور تاویل فاسد ملحق ہے تاویل صحیح سے جبکہ اوسکے ساتھ قوت ہو کذا فی المنح وان قال انا علی حق فی الخروج علی الامام واصر علی دعواه ورثه اما لو رجع تبطل دیانته فلا ارث ابن کمال اور اگر باغی نے کہا کہ مین حق پر ہون امام پر خروج کرنے مین اور اپنی دعوے پر مصر رہا تو عادل مقتول کا وارث ہوگا اور اگر اس دعوے سے رجوع کریگا تو اوسکی دیانت باطل ہوگی تو وارث نہوگا کذا ذکرہ ابن کمال وفی الفتح ولو دخل باغ بامان فقتله عادل عمدا لزمه الدیة کما فی المستامن لبقاء شبهة الاباحة اور فتح القدیر مین ہے اور اگر باغی دار العدل مین داخل ہوا امان لیکر پھر اوسکو عادل نے عمدا قتل کیا تو اوس پر دیت لازم ہوگی جیسے مستامن کے قتل مین دیت لازم ہے بسبب باقی رہنے شبہہ اباحت کے یعنی دیت لازم ہوئی نہ قصاص اسواسطے کہ اوسکی اباحت کا شبہہ ہے

ویکرہ تحریما بیع السلاح من اهل الفتنة ان علم لانه اعانة علی المعصیة اور مکروہ تحریمی ہے ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے اگر معلوم ہو کہ مشتری اہل فساد سے ہے اسواسطے کہ یہ مددگاری ہے گناہ پر اور یہی حکم ہے ہبہ اور وصیت اور اعارہ اور اجارہ ونیز ہتھیار کا اور بیچنا مکروہ تحریمی ہونا یہ بحث ہے صاحب بحر کی اور اہل فتنہ بغاة اور قطاع الطریق اور لصوص سب کو شامل ہے کذا فی المنح وبیع ما یتخذ منه کالحدید ونحوه یکره لاهل الحرب لا لاهل البغی لعدم تفرغهم لعمله سلاحا لقرب زوالهم بخلاف اهل الحرب زیلعی اور اوس چیز کا بیچنا جس سے جنگی ہتھیار بنتا ہے جیسے لوہا وغیرہ مکروہ ہے اہل حرب سے اہل بغاوت سے نہین بسبب نہ فرصت پانے اونکے ہتھیار بنانے کے واسطے بسبب اونکے جلد زوال ہونیکے بخلاف اہل حرب کے کذا فی الزیلعی قلت وافاد کلامهم ان ما قامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریما والا فتنزیها مین کہتا ہون اور فقہا کے کلام سے ثابت ہوا کہ جسکے سبب معصیت قائم ہو جیسا ہتھیار اوسکا بیچنا مکروہ تحریمی ہے اور جسکے سبب گناہ قائم نہ ہو جیسا لوہا وغیرہ تو مکروہ تنزیہی ہے

انگور اور جس لکڑی سے باجے بنتے ہیں اوسکی بیع مکروہ تنزیہی ہے کذا فی النہر و فی الفتح ینفذ حکم قاضیہم لو عادلا ۲ ۶۷ و لو کتب قاضیہم الی قاضینا
کتابا فان علم انہ قضی بشہادۃ عدلین نفذ و الا لا اور فتح القدیر میں ہے کہ باغیوں کے قاضی کا حکم نافذ ہے بشرطیکہ وہ عادل ہو نہ باغی اور اگر باغی ہو تو اوسکا
حکم نافذ نہوگا اور اگر باغیوں کے قاضی نے ہمارے قاضی کیطرف خط بھیجا سو اگر معلوم ہو کہ اوسنے دو عادلوں کی گواہی سے حکم کیا ہے تو وہ حکم نافذ ہوگا ورنہیں تو نہیں اور یہہ
محل عدم نفاذ حکم قاضی باغی وہ ہے کہ قضاء قاضی جمیع مجتہدین کی رای کے مخالف ہو اسواسطے کہ حکم قاضی کا مجتہدات میں نافذ ہے اگرچہ قاضی عادل کی رای کے
مخالف ہو تو اطلاق شارح کا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی عن النہر واللہ سبحانہ اعلم و استغفر اللہ العظیم **کتاب اللقیط** یہہ کتاب ہے لقیط کے احکام میں عقبہ
مع اللقطۃ بالجہاد لعرضیتہما لفوات النفس والمال و قدم اللقیط لتعلقہ بالنفس و ہی مقدمۃ علی المال مصنف کتاب اللقیط کو کتاب اللقطہ کے
ساتھہ کتاب الجہاد کے پیچھے لایا اسواسطے کہ جان اور مال دونوں معرض ہلاک میں ہیں جیسے جہاد میں نفس اور مال معرض تلف میں ہیں اور مقدم کیا کتاب اللقیط
کو بسبب اوسکے متعلق ہونیکے جان سے اور حالانکہ جان مقدم ہے مال پر ہو لغۃ ما یلقط فعیل بمعنی مفعول ثم غلب علی الولد المنبوذ باعتبار المآل
لقیط لغت میں وہ ہے جو زمین سے اوٹھایا جاوے فعیل بمعنے مفعول ہے پھر اوسکا استعمال غالب ہوگیا ولد مطروح پر باعتبار انجام کے یعنی جو لڑکا پہینکا اور ڈالا گیا
آخر اوسکو کوئی اوٹھا لیگا اسواسطے اوسکو لقیط کہا و شرعا اسم لحی مولود طرحہ اہلہ خوفا من العیلۃ او فرارا من تہمۃ الریبۃ اور شرع میں لقیط انسان کے
اوس بچے کا نام ہے جسکو لوگوں نے اوسکو پہینکا یا محتاجی کے خوف سے یا تہمت زنا سے بچنے کے واسطے مضیعہ آثم و محرزہ غانم اوس کا ضائع کرنیوالا یعنی جو
اوسکو نہ اوٹھاوے وہ گنہگار ہے اور اوٹھا لینے والا فائدہ پاتا ہے یعنی ثواب پاویگا التقاطہ فرض کفایۃ ان غلب علی ظنہ ہلاکہ لو لم یرفعہ و لو لم یعلم
بہ غیرہ ففرض عین و منہ رؤیۃ اعمی تقع فی بئر یعنی لقیط کا اوٹھا لینا فرض کفایہ ہے اگر ملتقط کو گمان غالب ہو اوسکی ہلاکی کا اگر وہ اوسکو نہ اوٹھاوے اور اگر
لقیط کو کوئی نہ جانتا ہو سواے اوسکے تو اوسپر اوٹھانا فرض عین ہے اور یہہ مانند ہے اندھے کو کنوئیں میں گرتے دیکھنا کذا فی الشمنی و الا فمندوب لما فیہ
من الشفقۃ و الاحیاء اور اگر اوسکی ہلاکی کا خوف نہو تو اوٹھا لینا لقیط کا مستحب ہے اسلیئے کہ اسمیں شفقت اور جلانا ہے جان کا ہم شفقت اطفال پر فضل اعمال
ہے اور ایک جان کا جلانا سب آدمیوں کے جلانیکے برابر ہے حق تعالی نے فرمایا و من احیاہا فکانما احیا الناس جمیعا کذا فی الزیلعی و ہو حر مسلم تبعا للدار الا بحجۃ
رقہ علی خصمہ و ہو الملتقط لسبق یدہ اور لقیط آزاد مسلمان ہے دار الاسلام کی تبعیت سے مگر اوسکی رقیت کی حجت سے خصم پر اور خصم یہاں ملتقط ہے بسبب سابق
ہونے اوسکے ہاتھہ کے ہم سیدنے دمل سے کہ بینہ بدون خصم کے حجت نہیں اور مخاصم یہاں کوئی نہیں شارح نے جواب دیا کہ مخاصم ملتقط ہے اسواسطے کہ اوسکے رکھنے میں بسبب سبقت
ید کے احق ہے تو اوسکا تصرف بدون بینہ زائل نہوگا اور حجت سے یہاں بینہ مراد ہے نہ اقرار کذا فی الطحطاوی و ما یحتاج الیہ من نفقۃ و کسوۃ و سکنی
و دواء و مہر اذا زوجہ السلطان فی بیت المال ان برہن علی التقاطہ اور جس چیز کی لقیط کو احتیاج ہے خوراک اور پوشاک اور مکان سکونت
اور دوا اور مہر ہے جب کہ سلطان اوسکا نکاح کردے وہ بیت المال میں ہے بشرطیکہ ملتقط اوسکا اوٹھا لینا گواہی سے ثابت کرے و ان کان لہ مال او قرابۃ ففی مالہ
او علی قرابتہ اور اگر لقیط کا مال ہو یا اوسکی کہیں قرابت ثابت ہو تو جمیع ضروریات مذکورہ اوسکے مال میں یا اوسکی قرابت والوں پر ہیں و لاؤہ و لو دیۃ فی
بیت المال کجنایتہ لان الغرم بالغنم اور ارث لقیط کی اگرچہ دیت ہو بیت المال میں ہے جیسے اوسکی جنایت بیت المال سے متعلق ہے اسواسطے کہ نقصان بمقابلہ فائدہ کے
ہے تو اگر لقیط محلہ میں مقتول پایا گیا تو اہل محلہ سے دیت لیکر بیت المال میں داخل ہوگی اور اگر لقیط کو کوئی عمداً قتل کرے تو سلطان کو اختیار ہے چاہے قاتل کو قتل کرے چاہے
دیت پر صلح کرلے لیکن سلطان معاف نہیں کرسکتا کذا فی المنح اور اگر لقیط سے جنایت صادر ہوگی تو اوسکی دیت بیت المال سے دیجاویگی و لیس لاحد اخذہ
منہ قہرا و ہل للامام الاعظم اخذہ بالولایۃ العامۃ فی الفتح لا و اقرہ المصنف تبعا للبحر و حرر فی النہر نعم لکن لا ینبغی اخذہ الا بموجب اور کسیکو
جائز نہیں لینا لقیط کا ملتقط سے زبردستی اور سلطان اعظم کو اوسکا لے لینا بسبب حکومت عامہ کے جائز ہے یا نہیں فتح القدیر میں کہا کہ جائز نہیں اور ثابت رکھا اس
قول کو مصنف نے اپنی شرح میں باتباع صاحب بحر اور تحریر کی ہے نہر الفائق میں کہ ہاں سلطان کو لینا زبردستی جائز ہے لیکن اوسکا لینا لائق نہیں مگر سبب سے مثل
یہہ کہ ملتقط محافظت کے لائق نہو فلو اخذہ احد خاصمہ الاول ردہ الیہ الا اذا دفعہ باختیارہ لانہ ابطل حقہ سو اگر لقیط کو کسی نے ملتقط سے زبردستی

لیا اور خصومت کی اوسنے ملتقط اول سے تو وہ اوسیکو پھیر دیا جاویگا اگر اوس وقت نہ پھیرا جاویگا جب کہ اوسنے دوسرے کو اپنی خوشی سے دیا ہو اسواسطے کہ اوسنے
اپنا حق آپ باطل کر دیا و هذا اذا اتحد الملتقط فلو تعدد و ترجح احدهما كما لو وجده مسلم و كافر و تنازعا قضي به للمسلم لانه انفع للقيط نهر
ولو استويا فالرأي فيه للقاضي بحر اور یہ یعنی ملتقط سے زبردستی لے لینا اوس صورت میں ہے جب ملتقط ایک ہی ہو اور اگر ملتقط متعدد ہوں اور ایک ترجیح
رکھتا ہو چنانچہ اگر لقیط کو ایک مسلمان اور ایک کافر نے پایا پھر دونوں نے جھگڑا کیا تو لقیط مسلم ہی کو دلایا جائیگا اسواسطے کہ مسلم کے پاس رہنے میں لقیط کو نافع ہے کہ وہ بھی
مسلمان ہوگا کذا فی النہر اور اگر دونوں ملتقط برابر ہوں اسلام وغیرہ میں تو اوسمیں قاضی کی تجویز کو دخل ہے کذا فی البحر [illegible] نسبہ من واحد
مجرد دعواہ ولو غیر الملتقط استحسانا لو حیا والا فبا ثبات البینة خانیہ اور اگر دو ملتقط نے یا اوسکے سوا کسی نے [illegible] نسب کا دعوی کیا تو نسب ملتقط ہی
ثابت ہو جائیگا مجرد اوسکے دعوی کرنیکے بدلیل استحسان بشرطیکہ لقیط زندہ ہو اور اگر زندہ نہوگا تو نسب دعوی سے ثابت نہوگا بدون گواہی کے کذا فی الخانیہ
اور وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اقرار نسب صغیر کے واسطے ہے اور حق ملتقط کا ابطال ضمنا واقع ہوا بالضرورة ثبوت النسب اور بہت چیزیں ضمنا ثابت ہو جاتی ہیں
قصدا نہیں کذا فی الحموی وعن اثنین مستویین کما لو ادعاه امة مشترکة اور نسب لقیط کا ثابت ہوتا ہے دو برابر شخصوں کے دعوی سے جیسے مشترک لونڈی کے ولد کا
نسب ثابت ہوتا ہے دو شریکوں سے بشرط دعوی ہم یعنی وہ دو شخص برابر درجہ میں ہوں جنمیں کوئی مرجح نہیں تو ملتقط کا دعوی خارج سے مقدم ہوگا و عبارة المنية [illegible]
اكثر من اثنين فعن الامام انه يثبت الى خمسة ظاهرة في عدم قبول دعوى الزائد ولا يشترط اتحاد الام نهر لكن في القهستاني عن
النظم ما يفيد ثبوته من الاكثر فليحرر اور عبارت منیہ کی یہ ہے کہ لقیط کے نسب کا دو سے زیادہ شخصوں نے دعوی کیا تو امام اعظم سے روایت ہے کہ نسب ثابت
ہوگا پانچ شخص تک ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہے کہ پانچ سے زیادہ کا دعوی مقبول نہوا اور شرط نہیں اتحاد ماں کا دعوی مذکور میں کذا فی النہر لیکن قہستانی
میں نظم سے وہ عبارت منقول ہے جو مفید ثبوت نسب پانچ سے زیادہ میں بھی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے اور قہستانی میں نقایہ سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ کے
نزدیک دو سے اور اکثر میں نسب ثابت ہوتا ہے طحطاوی نے کہا کہ عبارت منیہ اور سراج کی صریح ہے کہ دعوت نسب کی پانچ شخص تک منتہی ہے اور قہستانی کی عبارت
غیر صریح ہے اور لائق یہی ہے کہ صریح ہو نہ غیر صریح ولو ادعته امرأة ذات زوج فان صدقها زوجها او شهدت لها القابلة او قامت بينة و
لو رجلا وامرأتين على الولادة صحت دعوتها والا لا لما فيه من تحميل النسب على الغير اور اگر لقیط کے نسب کا ایک عورت شوہر والی نے دعوی کیا اگر
شوہر نے اوسکی تصدیق کی یا دائی جنائی نے اوسکی گواہی دی یا بینہ قائم ہوئی ولادت پر اگرچہ گواہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تو عورت کا دعوی صحیح ہے
اور اگر ایسا نہیں یعنی زوج وغیرہ نے اوسکی تصدیق نکی تو دعوی نسب کا صحیح نہیں اسواسطے کہ اس دعوی میں شخص غیر پر نسب کا ثابت کرنا ہے یعنی زوج پر ولو ذات
لم يكن لها زوج فلا بد من شهادة رجلين اور اگر عورت مدعیہ کا شوہر نہو تو دو مرد کی گواہی ضرور ہے ثبوت نسب میں ولو ادعته امرأتان واقامت احداهما
البينة فهي اولى به ولو اقامتا جميعا فهو ابنهما خلافا لهما الكل من الخانية اور اگر لقیط کا دو عورتوں نے دعوی کیا اور ایک نے گواہ قائم کیے تو وہی اوس
سے اولی تر ہے اور اگر دونوں عورتوں نے گواہ قائم کیے تو وہ دونوں کا بیٹا ہے بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک دونوں میں سے کسی کا بیٹا نہیں یہ سب بیان
خانیہ سے منقول ہے وان ادعاه خارجان و وصف احدهما علامة به اى بجسده لا بثوبه ووافق فهو احق اذا لم يعارضها اقوى منها كبينة الاخرى
وحريته و سبقته واسلامه وسنه ان اشكل فان اشتبه فبينهما اور اگر لقیط کے نسب کا دو خارج شخصوں نے دعوی کیا اور ایک نے اوسمیں کوئی نشانی بیان کی یعنی
اوسکے بدن میں نہ کپڑے میں تل یا تو ریا اور وہ نشان موافق پڑا تو وہی شخص زیادہ تر حقدار ہے بشرطیکہ کوئی وجہ قوی تر علامت سے معارض اوسکی نہو چنانچہ دوسرے شخص کے
گواہ یا اوسکا آزاد ہونا یا اوسکی سبقت قبضہ میں یا مسلمان ہونا یا اوسکی اتنی عمر ہو کہ اوسکے لڑکا ہو سکے بشرطیکہ دونوں مدعیوں نے تاریخ نہ ذکر کی ہو سو اگر اشتباہ واقع ہو
تو لقیط دونوں میں مشترک ہوگا یعنی اگر ایک شخص کا بتایا نشان موافق پڑا اور دوسرے نے ثبوت نسب کے گواہ گذرانے یا آزاد ہے یا مسلم ہے اور علامت والا غلام یا ذمی ہو اور
مسلم علامت والا کافر تو ان صورتوں میں علامت کا کچھ اعتبار نہوگا ولو ادعى احدهما انه ابنه والآخر انه ابنته فاذا هو خنثى فلو مشكلا فهو لهما والا فلمن صدق
اور ایک نے دعوی کیا کہ لقیط اوسکا بیٹا ہے اور دوسرے نے کہا کہ بیٹی ہے پھر دیکھا تو خنثی ہے سو اگر خنثی مشکل ہے تو وہ دونوں کا دیا جائیگا [illegible]

اور اگر خنثی مشکل نہیں تو اوسکو دلایا جائیگا جو دعوی کرتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے یعنی بشرط توافق دلالہ دوسرے کو دلایا جائیگا اسواسطے کہ جب علامت موافق واقع نہو گی
تو حکم نہو گا کما فی الظہیریہ مقدسی نے کہا یون کہنا مناسب تھا دلالتاً فلمن وافق کذا فی الطحطاوی ولو شہد للمسلم ذمیان وللذمی مسلمان قضی بہ للمسلم
تاتارخانیہ اور اگر گواہی دی مسلمان کی دو ذمیون نے اور ذمی کے واسطے دو مسلمانون نے تو لقیط مسلمان ہی کو دلایا جائیگا کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ دونون
گواہیان صحت مین برابر ہین لیکن مسلم کو بسبب اسلام کے ترجیح ہوئی ویثبت نسبہ من ذمی لکن ہو مسلم استحسانا فینزع من یدہ قبل عقلہ الادیان
ما لم یدعہ مسلمین انہ ابنہ فیکون کافرا نہر اور ثابت ہوگا نسب لقیط کا ذمی سے بسبب دعوی نسب کے ولیکن لقیط مسلمان ہی بدلیل استحسان تو ذمی کے
ہاتھ سے چھین لیا جائیگا تعقل ادیان سے پہلے تاوقتیکہ ذمی دو مسلمانون کی گواہی سے ثابت نکرے کہ وہ اوسکا بیٹا ہے پھر جب یہہ ثابت کریگا تو اب لقیط کافر ہوگا
کذا فی النہر حم وجہ استحسان کی یہہ ہے کہ دعوی ذمی متضمن نسب ہی اور اسمین لقیط کا فائدہ ہی باعتبار پرورش کے اور نفی اسلام مین اوسکا ضرر ہی اور ثبوت
نسب کا ذمی سے ولد کا کافر ہونا ضرور نہین ہے اسواسطے کہ کافر کا بیٹا مسلمان ہوجاتا ہے اپنی مان کے مسلمان ہوجانے سے تو دعوی ذمی کی تصحیح ہوئی لقیط کی
منفعت مین نہ اوسکی مضرت مین کذا فی الطحطاوی عن الحموی ان لم یکن ای یوجد فی مکان اہل الذمۃ کقریتہم او بیعۃ او کنیسۃ یعنی لقیط نہ کو مسلم ہے
بشرطیکہ اہل ذمہ کے مکان مین نپایا گیا ہو جیسا کہ ذمیون کے گانوون مین یا نصاری کے عبادتخانہ یا یہود کی پرستشگاہ مین والمسئلۃ رباعیۃ لانہا اما ان یجدہ
مسلم فی مکاننا فمسلم او کافر فی مکانہم فکافر او کافر فی مکاننا او عکسہ فظاہر الروایۃ اعتبار المکان لسبقہ اختیار اور مسئلہ کو چار صورتون کا
محل ہے اسواسطے کہ یا لقیط کو مسلم نے پایا ہمارے مکان مین یعنے اہل اسلام کی آبادی مین تو وہ مسلم ہی یا کافر نے پایا کافرون کی آبادی مین تو وہ کافر ہے یا کافر نے پایا ہمارے
مکان مین یا مسلم نے پایا کافرون کے مکان مین تو ظاہر الروایۃ مین مکان کا اعتبار ہی بسبب سابق ہونے مکان کے کذا فی الاختیار شرح المختار یعنی مکان مقدم ہی اسواسطے
کہ لقیط کا مکان مین ہونا متحقق ہے قبل وضع ید کے اور سبقت ترجیح کی اسباب سے ہی کذا فی الفتح ویثبت نسبہ من عبد وہو حر وان ادعی انہ ابنہ من
زوجتہ الامۃ عند محمد وکلام الزیلعی ظاہر فی اختیارہ اور ثابت ہوتا ہی نسب لقیط کا غلام سے بسبب دعوی نسب کے اور حالانکہ لقیط آزاد ہی اگرچہ غلام نے دعوی
کیا ہو کہ لقیط اوسکا بیٹا ہی اوسکی اوس بیوی سے جو لونڈی ہے اسواسطے کہ مملوکین کا ولد کبھی آزاد ہوجاتا ہی قبل انفصال اور بعد انفصال کے بواسطے عتاق کی یہہ قول
محمد کا ہی اور زیلعی کا کلام اس قول کے اختیار کرنے مین ظاہر ہے ولو ادعاہ حران احدہما انہ ابنہ من ہذہ الحرۃ والآخر من ہذہ الامۃ فالذی یدعیہ من
الحرۃ اولی لثبوتہ من الجانبین زیلعی اور اگر لقیط کے نسب کا دعوی کیا دو آزادون نے ایک نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہی اس آزاد عورت سے اور دوسرے نے کہا کہ یہہ میرا بیٹا ہے
اس لونڈی سے تو جو شخص دعوی کرتا ہی حرہ سے وہ مقدم ہی بسبب اوسکے ثابت ہونیکے دو جانب سے کذا فی الزیلعی یعنی اثبات احکام نسب دو جانب سے مقدم ہے ایک جانب سے
وان وجد معہ مال فہو لہ حملا بالظاہر ولو فوقہ او تحتہ او دابۃ ہو علیہا لا ما کان بقربہ اور اگر لقیط کے ساتھہ مال پایا گیا تو اوسی کا ہی ظاہر پر عمل کرنے
سے یعنی ظاہر حال اسپر دلالت کرتا ہی کہ جس نے لقیط کو ڈالا تو اوسکے صرف کے واسطے مال بھی رکھدیا اگرچہ مال لقیط کے اوپر ہو یا نیچے یا کہ مال جانور ہو جسپر لقیط ہی نہ وہ مال کہ
جو اوسکے قریب ہی فیصرفہ الواجد او غیرہ الیہ بامر القاضی فی ظاہر الروایۃ لانہ مال ضائع تو اوس مال کو پانیوالا یا غیر اوسکا لقیط کیطرف صرف کرے
قاضی کے حکم سے ظاہر الروایۃ مین اسواسطے کہ وہ مال ضائع ہی یعنی اوسکا کوئی حافظ اور مالک نہین تو ایسے مال مین ایسے مصرف کیطرف قاضی کو اختیار ہی کذا فی الفتح و
لو قلد القاضی ولاءہ للملتقط صح ظہیریۃ لانہ قضاء فی فصل مجتہد فیہ نعم لہ بعد بلوغہ ان یوالی من شاء ما لم یعقل عنہ بیت المال خانیہ
اور اگر قاضی نے لقیط کی ولا ملتقط کیواسطے مقرر کی تو صحیح ہی کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ فصل مجتہد فیہ مین قضا ہی یعنی بعض علما کا یہہ مذہب ہے کہ ملتقط معتق کی مانند ہے
کذا فی البحر ہان لقیط کو جائز ہی کہ اپنے بالغ ہونیکے بعد موالاۃ کرے جس سے چاہے جب تک بیت المال سے اوسکی جانب سے دیت نہ دیگئی ہو کذا فی الخانیہ یعنی اگر دیت بیت المال سے
دیگئی ہوگی تو لقیط کو موالاۃ کا اختیار نہین ہی بلکہ اوسکا مال اوسکی موت کے بعد بیت المال مین داخل ہوگا لان الخراج بالضمان ویدفعہ فی حرفۃ اور ملتقط لقیط کو
سپرد کرے صنعت سیکھنے مین کذا فی النہر الفائق یعنی یون مناسب کہنا کہ اسکو علم سکھاوے اور اگر اوسمین قابلیت علم کی نہو تو پیشہ سکھاوے ویقبض ہبتہ وصدقتہ
اور اوسکا ہبہ اور خیرات پر ملتقط قبضہ کرے یعنی اگر لقیط کو کوئی شخص کوئی چیز ہبہ یا خیرات دے تو اوسکے واسطے محفوظ رکھے ولیس لہ ختنہ فلو فعل فہلک ضمن ولو علم الختان

لانه ملتقط فتضمن تخییرہ اور جائز نہیں ملتقط کو ختنہ کرنا لقیط کا پھر اگر اوسنے یہہ کیا سو وہ ہلاک ہوگیا تو ملتقط پر ضمان لازم ہوگا اور اگر ختنہ کرنے والی
جانا کرے ملتقط ہی تو ضمان صامن ہوگا کذا فی الذخیرہ وله نقله حیث شاء وینبغی منعه من مصر الی قریة یعنی اور ملتقط کو جائز ہی اوسکا لیجانا جہان چاہے
اور لائق ہی اوسکا روکنا شہر کے لیجانے سے گانون کیطرف کذا فی البحر اسواسطے کہ گانون مین اوسکی خو بگڑ جاتی ہی ولا ینفذ علی الملتقط علیه نکاح وبیع وکذا اجارة
فی الاصح لان الولایة علیه فی ماله ونفسه للسلطان لحدیث السلطان ولی من لا ولی له اور لقیط پر نکاح اور بیع ملتقط کی نافذ نہیں اور ایسا ہی
اوس کا اجارہ نافذ نہیں قول اصح مین اسواسطے کہ لقیط پر حکومت اوسکے مال اور جان مین سلطان کے واسطے ہے بسبب اس حدیث کے کہ بادشاہ اوسکا ولی ہے
جسکا کوئی ولی نہین **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لو باع او کفل او دبر او کاتب او اعتق او وهب او تصدق وسلم ثم اقر انه عبد لزید یصدق
فی ابطال شیئ من ذلک لانه متهم وتمامه فی الخانیه اگر لقیط نے بعد بلوغ کے بیع کی یا ضمانت کی یا اپنے غلام کو مدبر کیا یا مکاتب کیا یا آزاد کیا یا ہبہ کیا یا صدقہ
دیا اور قبضہ کرادیا پھر اقرار کیا کہ وہ شخص زید کا غلام ہی تو اوسکی تصدیق نکیجائیگی تصرفات مذکورہ کے ابطال مین اسواسطے کہ وہ اس اقرار مین متہم ہے اور پورا بیان
اس کا خانیہ مین ہے ومجهول النسب کلقیط اور شخص مجہول النسب لقیط کے مانند ہی طحطاوی نے کہا ظاہر اطلاق اس پر دلالت کرتا ہی کہ لقیط کے جیسے احکام مجہول النسب
مین جاری ہین واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب اللقطة

یہہ کتاب ہی لقطہ کے احکام مین ہی بالفتح وتسکن اسم وضع للمال الملتقط یعنی لقطہ
بضم لام وفتح قاف ہی اور سکون قاف بھی جائز ہی یہہ اسم مال ملتقط کے واسطے موضوع ہی کذا فی شرح العینی وشرعا ما یوجد ضائعا ابن کمال اور اصطلاح شرع مین
لقطہ وہ مال ہی جو ضائع پایا جاوے یعنی مال غیر محفوظ جسکا مالک معلوم نہو وفی التاتارخانیة عن المضمرات مال یوجد ولا یعرف مالکه ولیس بمباح
کمال الحربی اور تاتارخانیہ مین مضمرات سے تعریف لقطہ یون ہی کہ جو مال پایا جاوے اور اوسکا مالک معلوم نہو اور وہ مباح نہو حربی کے مال کے مانند وفی المحیط رفع شیئ
ضائع للحفظ علی الغیر لا للتملیک اور محیط مین ہے کہ لقطہ عبارت ہی چیز ضائع کے اوٹھا لینی سے حفاظت کیواسطے غیر شخص کے نہ واسطے تملیک کے ہم لقطہ شیئ مرفوع ہی نہ رفع تو
یہان رفع بمعنی مرفوع ہی اور بہتر یہہ ہے کہ تملیک کے مقام پر تملک ہو کذا فی الطحطاوی وهذا یعم ما علم مالکه کالواقع من السکران وفیه انه امانة لا لقطة
لانه لا یعرف بل یدفع لمالکه اور یہہ تعریف محیط کی اوس مال کو بھی شامل ہی جسکا مالک معلوم ہو جیسے کوئی چیز مست سے اور اس تعمیم مین یہہ خلل ہی کہ مست کی گری چیز
امانت ہی لقطہ نہین اسواسطے کہ وہ پہچنوائی نہین جاتی بلکہ اوسکے مالک کو دیجائیگی ندب رفعها لصاحبها ان امن علی نفسه تعریفها والا فالترک اولی اور مستحب اوٹھانا
چیز کا اوٹھالینا اوسکے مالک کیواسطے افضل ہے اگر اعتماد ہو اپنی ذات پر اوسکی تعریف کریگا اور اگر اعتماد نہو یعنی شک واقع ہو تعریف اور عدم تعریف مین تو اوسکا
ترک بہتر ہو وفی البدائع وان اخذها لنفسه حرم لانها کالغصب اور بدائع مین ہے کہ اگر لقطہ کو اپنے واسطے لیگا تو حرام ہو اسواسطے کہ وہ غصب کے برابر ہی و
وجب ای فرض فتح وغیرہ عند خوف ضیاعها کما مر لان لمال المسلم حرمة کما لنفسه فلو ترکها حتی ضاعت اثم وهل یضمن ظاهر کلام النهر لا و
ظاهر کلام المصنف نعم لما فی الصیرفیة حمار یاکل حنطة انسان فلم یمنعه حتی اکل قال فی البدائع الصحیح انه یضمن انتهی اور واجب ہی اوٹھانا
یعنی فرض ہی کذا فی الفتح وغیرہ اوسکے ضائع ہونے کے خوف کیوقت چنانچہ کتاب اللقیط مین مذکور ہوچکا اسواسطے کہ مسلمان کے مال کیواسطے حرمت ہی جیسے اوسکی جان کی حرمت ہی سو اگر اوسنے چھوڑا
یہان تک کہ وہ مال ضائع ہوگیا تو وہ گنہگار ہوگا اور کیا اوسپر ضمان لازم آویگا یا نہین ظاہر کلام نہر الفائق یہہ ہے کہ ضمان نہین اور ظاہر کلام مصنف کا یہی ہے کہ ہان
اوسپر ضمان ہی اسواسطے کہ صیرفیہ مین ہی کہ ایک گدہا کسی انسان کے گیہون کہاتا ہی سو اوسنے اوسکو نہ روکا یہانتک کہ وہ کہا گیا بدائع مین کہا قول صحیح یہہ ہی کہ وہ ضمان دیگا
انتهی ومعتمد علیه نهر الفائق کا قول ہی یعنی عدم ضمان چنانچہ فتح القدیر کی آیندہ روایت اسکی موید ہی اور مسئلہ حمار مین اتلاف مشاہد اور محقق ہی بخلاف ترک لقطہ کہ یہان تلف
غیر مشاہد اور غیر محقق ہے اسواسطے کہ ممکن ہی کہ لقطہ ایسے شخص کے ہاتھ مین آوے جو اس سے زیادہ امین ہو کذا فی الطحطاوی وفی الفتح وغیرہ لو رفعها ثم ردها الی مکانها
لم یضمن فی ظاهر الروایة اور فتح القدیر وغیرہ مین ہی کہ اگر لقطہ اوٹھایا پھر وہین رکھدیا تو ضامن نہوگا ظاہر الروایة مین اور مقابل ظاہر الروایة کی قول بالضمان ہی وصح
التقاط صبی وعبد لا مجنون ومدهوش ومعتوه وسکران لعدم الحفظ منهم اور صحیح ہی لقطہ اوٹھانا صغیر اور غلام کا نہ مجنون اور مدہوش اور غافل اور مست
کا بسبب نہونے حفاظت کے اون سے ہم جب صغیر اور غلام لقطہ اوٹھاویگا تو تعریف ولی اور مولے پر لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی فان اشهد علیه بانه اخذه لیرده

کتاب اللقطہ

علی ربه ویکفیه ان یقول من سمعتموه ینشد لقطة فدلوه علیّ سو اگر ایسے لقطہ لینے پر شاہد کیا اسطرح کہ اوسنے لقطہ لیا ہو تا اوسکو پھیر دیوا اوسکے
مالک کو اور نہ کرنیکے واسطے اتنا کہنا بھی کافی ہے کہ جسکو تم سنو کہ لقطہ تلاش کرتا ہے تو او سکو میرے پاس بھیجو و عرّف ای نادی علیها حیث وجدها
وفی المجامع اور تعریف کرتا رہا یعنی او سپر پکارتا رہا جہاں اوسکو پایا اور مجامع ناس میں یعنی مساجد کے ابواب اور بازاروں میں اور رستوں میں یون پکارتا
رہا کہ میں نے کسیکی چیز پائی ہے میں اوسکے مالک کو نہیں جانتا تو اوس کا مالک میرے پاس آوے اور اوسکا پتا بتاوے کذا فی المنح اور اگر اوس کی تعریف سے عاجز ہو تو دوسرے
شخص کو دیکہ وہ تعریف کرے کذا فی التاتارخانیہ الی ان علم ان صاحبها لا یطلبها او انها تفسد ان بقیت کالاطعمة والثمار یہان تک پکارتا رہے کہ معلوم
ہو جاوے کہ اوسکا مالک اب تلاش نکرتا ہوگا یا یہان تک کہ تعجیل سے سڑ جاویگا اگر باقی رکہا جاوے جیسے کہانے کی چیزین یا پہل ہم علم سے مراد ظن غالب ہے علم یقینی
بھی قول مفتی بہ ہے کذا فی المضمرات اور خلاصة الروایة میں ایک سال کی تعریف ہے مطلقا کذا فی المبسوط پھر تقدیر سال مین اقوال ہین کہ ہر جمعہ میں یا ہر مہینے یا ہر ششماہی میں
تعریف کرے اور تلاش کی قید سے معلوم ہوا کہ جو چیز لائق طلب نہو جیسے کہجور کی افتادہ گٹھلیاں یا انار کے چہلکے تو اوس سے فائدہ لینا بلا تعریف جائز ہے لیکن مالک کی
ملک اوس سے زائل نہیں ہوتی ہو اسواسطے کہ تملیک مجہول سے صحیح نہیں مگر جب پہینکنے کے وقت قوم متعین سے کہا جو اوٹہا دے وہ مالک ہے اور یہی حکم ہے التقاط سنابل متفرقہ
کا جمیعہ کذا فی الطحاوی کانت امانة لم تضمن بلا تعد بشرط اشہاد اور تعریف مذکور کے لقطہ ملتقط کے ہاتھ میں امانت ہوگا یعنی بالا تعدی لائق ضمان نہیں
فان لم یشهد مع التمکن منه او لم یعرفها ضمن ان انکر ربها اخذه للرد وقبل الثانی قوله بیمینه وبه نأخذ حاوی واقره المصنف وغیره
سو اگر ملتقط نے کسیکو گواہ نکیا باوجود اوسکے قادر ہونیکے یا اوسنے تعریف نکی تو ضامن ہوگا اگر اوسکا مالک انکار کرتا ہو پھیر دینے کی نیت سے لینے کو اور قبول کیا ہے
ابو یوسف نے قول ملتقط کا اوسکی قسم کے ساتھ اور اسی قول کو ہم لیتے ہین یعنی یہی مفتی بہ ہے کذا فی الحاوی اور ثابت رکہا اسکو مصنف وغیرہ نے ہم قول صحیح ہین محمد
بھی ابو یوسف کے ساتھ ہین کذا فی الینابیع تو اب صاحبین کے قول پر فتوی ہوا ولو من الحرم او قلیلة او کثیرة فلا فرق بین مکان ومکان ولقطة ولقطة
اگرچہ لقطہ حرم کا ہو یا کم یا زیادہ ہو تو کچہ فرق نہیں درمیان ایک مکان کے دوسرے مکان سے اور نہ ایک لقطہ کے دوسرے لقطہ سے ہم لقطہ حل اور حرم کی تعریف میں
کچہ فرق نہیں امام اعظم اور مالک اور شافعی اور احمد کے ایک قول میں اور دوسرا قول امام شافعی کا یہہ ہے کہ ہمیشہ تعریف کرتا رہے یہان تک کہ مالک اوسکا پیدا ہو اسواسطے
کہ صحیحین میں بروایت ابو ہریرہ حدیث مرفوع وارد ہے کہ لا یحل ساقطتها الا لمنشد یعنی حلال نہیں لقطہ مکہ کا مگر معرف کے واسطے اور اس میں تعریف کی قید نہیں
تو دوام ثابت ہوا اوسکا جواب یہ ہے کہ مطلب حدیث کا یہہ ہے کہ التقاط حلال نہیں مگر معرف کو اپنے واسطے لینا حلال نہیں اور تخصیص مکہ واسطے رفع اس وہم کے
ہے کہ کوئی وہان کی تعریف کو ساقط سمجہے اس سبب سے کہ ظاہرا وہ چیز مسافرون کی ہے جو متفرق ہو گئے تو اب تعریف سے کیا فائدہ کذا فی الفتح اور اسیطرح لقطہ قلیل
اور کثیرہ کی تعریف میں کچہ فرق نہیں قول معتمد میں اور غیر معتمد یہہ قول ہے کہ دو سو درم یا زیادہ کی سال بہر تعریف چاہیے اور دس درم سے زیادہ کی دو سو تک ایک
مہینہ اور دس درم کی سات دن اور تین درم کی تین دن اور ایک درم کی ایک دن تعریف چاہیے کذا فی الطحاوی فینتفع الرافع بها لو فقیرا والا تصدق بها
علی فقیر ولو علی اصله وفرعه وعرسه الا اذا عرف انها لذمی فانها توضع فی بیت المال تاتارخانیہ پھر بعد تعریف کے اوٹہانیوالا منتفع ہو لقطہ سے اگر وہ
محتاج ہو اور اگر محتاج نہو تو اوسکو فقیر پر تصدق کرے اگرچہ فقیر اوسکی اصل اور فرع اور زوجہ ہو مگر جب معلوم ہو جاوے کہ لقطہ ذمی کا ہے تو وہ بیت المال مین رکہا جاویگا کذا فی
التاتارخانیہ وفی القنیة لو رجا وجود المالک وجب الایصاء اور قنیہ میں ہے کہ اگر وجود مالک کی امید ہو تو اوسکی وصیت کرجانا واجب ہے والا واجب نہین
کذا فی البحر فان جاء مالکها بعد التصدق خیر بین اجازة فعله ولو بعد هلاکها وله ثوابها پھر اگر اوس کا مالک آیا تصدق کرنیکے بعد تو وہ مختار ہے اوس
تصدق کو جائز کہنے میں اگرچہ بعد ہلاکی لقطہ کے اجازت واقع ہو اور اوسی مالک کو اوسکے تصدق کا ثواب ہوگا او تضمینه والظاهر انه لیس للوصی والاب
اجازتها ظاهر یا مالک مختار ہے ضمان لینے میں ظاہر یہہ ہے کہ مالک صغیر کے وصی اور باپ کو اجازت تصدق کا اختیار نہیں وفی الوهبانیة الصبی کبالغ فیضمن ان
لم یشهد ثم لابیه او وصیه التصدق وضمانها فی مالها لا مال الصغیر اور وہبانیہ میں ہے کہ صغیر بالغ کے برابر ہے تو ضمان اوسپر لازم آویگا اگر اوسنے اوٹہاتے
وقت شاہد نکیا ہو گا پھر اوسکے باپ یا وصی کو تصدق کرنا اور لقطہ کا ضمان لینا جائز ہے اپنے مال سے نہ صغیر کے مال سے ولو تصدق به بامر القاضی فی الاصح کان له ان یضمنه

القاضی او الامام لو فعل ذلک لانہ تصدق بمال الغیر بغیر اذنہ ذخیرۃ ملتقط پر تاوان لازم ہی اگرچہ اوسنے بامر قاضی تصدق کیا ہو چنانچہ ہمکو اختیار ہی کہ قاضی
یا بادشاہ سے ضمان لے اگر قاضی یا امام نے بھی تصدق کیا ہو اسواسطے کہ یہہ خیرات کرنا ہی غیر کے مال مین بغیر اوسکے اذن کے کذا فی الذخیرۃ او یضمن المسکین ان ہلکا
فی یدہ ولا یرجع بہ علی صاحبہ یا ضمان لے مالک اوس فقیر سے جسنے اوسکا مال خیرات مین پایا اور دونون مین سے جس سے ضمان لے وہ دوسرے سے پہیر نہ لے وان کانا قائمین
اخذہا من الفقیر اور اگر وہ چیز قائم اور موجود ہو تو اوسکو فقیر سے لے ولا شیء للملتقط لما انفق او ضاع من الجعل اصلا الا بالشرط کمن ردہ
فلہ کذا فلہ اجر مثلہ تتارخانیۃ کاجارۃ فاسدۃ اور مال یا جانور یا صغیر گمشدہ کے ملتقط کو سوائے کچھہ مال عوض التقاط کے ہرگز نہین مگر اس شرط سے چنانچہ مالک نے
کہا کہ جو اوسکو لاوے اوسکے واسطے اتنا مال ہے تو اوسکو اجرت مثل ملیگی کذا فی التاتارخانیۃ جیسے اجارہ فاسدہ مین اجرت مثل ملتی ہی وندب التقاط البہیمۃ
الضالۃ وتعریفہا ما لم یخف ضیاعہا فیجب وکرہ لو معہا ما تدفع بہ عن نفسہا کقرن لبقر وکدم لابل تتارخانیۃ اور بہولے بہٹکے جانور کا التقاط اور تعریف
مستحب ہی جبتک اوسکے ضائع ہونیکا خوف نہو پہر اگر خوف ہو تو التقاط واجب ہے اور التقاط مکروہ ہی اگر جانور کے ساتہہ وہ چیز ہو جس سے وہ اپنی جان بچا سکے غیر کو
ہٹا کر جیسے سینگ گای بیل کے اور دانت سے کاٹنا اونٹ کو واسطے کذا فی التاتارخانیۃ ہر قاموس مین ہے کہ بہیمہ وہ جانور ہی جسکے چار پانون ہون اگرچہ پانی مین رہتا ہو
یا ہر جانور بے تمیز کا نام بہیمہ ہے تو بموجب تفسیر ثانی کے دواب اور طیور اور اونٹ اور بیل اور بہیڑ بکری اور مرغی اور بالو کبوتر کو لفظ بہیمہ شامل ہے اور یہہ جو حدیث صحیح
مین اخذ بہیمہ سے نہی وارد ہی اوسکا جواب مبسوط مین یون دیا ہی کہ یہہ حکم تہا بسبب غلبہ اہل صلاح کے اور ہمارے زمانے مین تو اہل فساد اور اہل طمع کا غلبہ ہی ہرگز
اطمینان نہین کہ اہل خیانت اوسکو چہوڑین تا مالک پا جای تو ثواب اوسکے التقاط ہی فضل ہے تا مومن کا مال محفوظ رہے ولو کان الالتقاط فی الصحراء ان ظن انہا
ضالۃ حاوی اگرچہ التقاط بہیمہ جنگل مین واقع ہو بشرطیکہ اوسکی گمگشتگی کا ظن غالب ہو کذا فی الحاوی وہو فی الانفاق علی اللقیط واللقطۃ متبرع لقصور
ولایتہ اور ملتقط لقیط اور لقطہ پر صرف کرنے مین احسان کرنے والا ہے بسبب اپنے قصور ولایت کے یعنی صرف کا تقاضا مالک سے نہین کر سکتا جیسے غیر کا دین ادا کر دینے والا بدون امر
اوسکے کذا فی البحر الا اذا قال لہ قاض انفق لترجع فلو لم یذکر الرجوع لم یکن دینا فی الاصح او یصدقہ اللقیط بعد بلوغہ کذا فی المجمع ای یصدقہ
علی ان القاضی قال لہ ذلک لا ما زعمہ ابن ملک فتح مگر ہو بعد صرف مذکور رجوع کا جبکہ ملتقط سے کسی قاضی نے کہا کہ خرچ کر تا پہیر لیجیو سو اگر قاضی پہیر لینے کو نہ ذکر کرے
تو اوسکے مالک پر دین نہوگا قول اصح مین یا اوسوقت دین ہوگا جب لقیط ملتقط کی تصدیق کرے اپنے بالغ ہونیکے بعد کذا فی المجمع یعنی لقیط اوسکی اس پر تصدیق کرے کہ
قاضی نے اوس سے پہیر لینے کو کہا ہی اور اسکا وہ مطلب نہین جسکو ابن ملک نے گمان کیا ہی کذا فی النہر ابن ملک شارح مجمع نے تصدیق لقیط کا یہہ مطلب سمجہا ہی کہ
جب قاضی نے انفاق کا حکم نکیا اور ملتقط نے دعوی کیا کہ قاضی نے حکم کیا ہی اور لقیط نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکو پہیر لینے کا اختیار ہی کذا فی الطحطاوی فیظہر
المدیون رب اللقطۃ واب اللقیط او سیدہ اذا رجع بعد بلوغہ پہر دریافت کرنا چاہیے کہ در صورت رجوع مدیون لقطہ کا مالک ہی اور لقیط کا باپ یا اوسکا مولی بعد
لقیط بعد بالغ ہونے کے وان کان لہا نفع آجرہا باذن الحاکم وانفق علیہا منہ کالضال بخلاف الآبق وسیجیء فی بابہ اور اگر لقطہ جانور لائق ہو
انتفاع کے جیسے گم ہوا گہوڑا اور اونٹ تو اوسکو اجارہ دے ملتقط حاکم کے اذن سے اور اوسپر صرف کرے اوسکی اجرت سے بخلاف غلام گریختہ کے کہ اوسکا اجارہ
صحیح نہین اوسکے بہاگ جانیکے خوف سے اور یہہ عنقریب آتا ہی باب الآبق مین وان لم یکن نفع باعہا القاضی وحفظ ثمنہا ولو الانفاق اصلح امر بہ لان ولایتہ
نظریۃ اختیار فلو بقی ثمہ نظر لم ینفذ امرہ بہ فتح بحثا اور اگر جانور مین نفع لائق اجارہ کے نہو چنانچہ بہیڑ بکری ہی مین تو قاضی اوسکو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت رکہہ چہوڑے
اور اگر خرچ کرنا اوسپر بہتر ہو مالک کے واسطے تو قاضی ملتقط کو خرچ کرنیکا امر کرے دو تین دن تک بامید ظہور مالک کذا فی البحر عن الہدایہ سوائے کہ قاضی کی ولایت نظری ہی یعنی
مال مصلحت کے واسطے ہی سو اگر ہنوز مال مین مصلحت نہو تو اوسکا امر بالانفاق نافذ نہین کذا فی الفتح بحثا ولہ منعہا من ربہا لیأخذ النفقۃ فان ہلکت بعد حبسہ
سقطت وقبلہ لا اور ملتقط کو جائز ہی ندینا لقطہ کا مالک کو نفقہ لینے کے واسطے پہر اگر لقطہ ہلاک ہو گیا بعد حبس ملتقط کے تو نفقہ ساقط ہو گیا اور قبل حبس کے ہلاکی سے ساقط نہین
ولا یدفعہا الی مدعیہا جبرا علیہ بلا بینۃ اور ملتقط لقطہ مدعی اوسکے مدعیکو پہر دینی بدون گواہی کے یعنی در صورت تصدیق ملتقط کو دینے کا اختیار ہی فان
بین علامۃ حل الدفع بلا جبر وکذا لو صدقہ مطلقا بین او لا ولہ اخذ کفیل الا مع البینۃ فی الاصح نہایۃ پہر اگر مدعی نے کوئی علامت

لقطہ کی بیان کی اور موافق پڑی تو دینا جائز ہی بلا جبر اور اسیطرح جائز ہے دینا اگر ملتقط نے مدعی کی تصدیق مطلقا کی خواہ اوس نے علامت بیان کی ہو یا نہ بیان
کی ہو اور جائز ہی ملتقط کو ضامن لینا مدعی سے مگر گواہی کے ساتھہ جائز نہین قول اصح مین کذا فی النہایۃ التقط لقطۃ فضاعت منہ ثم وجدہا فی ید غیرہ فلا
خصومۃ بینہما بخلاف الودیعۃ مجتبی ونوازل لکن فی السراج الصحیح ان لہ الخصومۃ لان یدہ احق ایک شخص نے لقطہ اوٹہایا سو ضائع ہو گیا اوسکے پاس سے
پہر اوسکو پایا غیر کے ہاتھہ مین تو دونون مین خصومت نہین یعنی ملتقط اول کو مطالبہ نہین بخلاف ودیعت کے کذا فی المجتبی والنوازل لیکن سراج مین صحیح قول یہہ ہی کہ
اوسکو خصومت کرنا درست ہی اسواسطے کہ اوسکا ہاتہہ زیادہ تر حقدار ہی [illegible] علیہ دیون ومظالم جہل اربابہا وآیس من علیہ ذلک من معرفتہم
فعلیہ التصدق بقدرہا من مالہ وان استغرقت جمیع مالہ ہذا مذہب اصحابنا لا نعلم بینہم خلافا لمن فی یدہ عروض لا یعلم مستحقیہا
اعتبارا للدیون بالاعیان ایک شخص پر ایسے دیون اور مظالم ہین جنکے لوگ معلوم نہین اور جسپر یہہ دیون اور مظالم ہین وہ اونکی پہچان سے ناامید ہو گیا تو اوسپر تصدق
واجب ہی اوسکے برابر اپنے خاص مال سے اگرچہ اوسکا تمام مال اسمین کہپ جاوے یہہ مذہب ہمارے اصحاب کا ہی اونکا اختلاف ہمکو معلوم نہین چنانچہ جسکے ہاتہہ مین ایسی جنس
اسباب ہین جنکے مستحق معلوم نہین تو اوسپر تصدق واجب ہے دیون کا اعتبار اسپر کرکے ہم مظالم یعنی سرقہ یا غصب اور اگر صاحب دیون اور مظالم یا اونکے وارث
معلوم ہون تو بری الذمہ نہوگا دنیا اور آخرت مین بدون اونکے دینے کے اور اسیطرح اگر اونکی معرفت کی توقع ہو تو تصدق جائز نہین اور تصدق سے یہہ مراد نہین
کہ اونکی طرف سے تصدق کا ثواب اونکے صاحب کو ہوگا اسواسطے کہ تصدق کیواسطے اونکا اذن ثابت نہین بلکہ مراد یہہ ہے کہ تصدق خدا کے نزدیک ذخیرہ ہی حق تعالی سے امید ہے
کہ اوسکے مخاصمین کو اسکے سبب سے راضی کر دیگا کذا فی [illegible] ومتی فعل ذلک سقط عنہ المطالبۃ من اصحاب الدیون فی العقبی مجتبی اور جب کہ تصدق
کریگا تو اوسپر سے مطالبہ صاحب دیون کا آخرت مین ساقط ہوگا کذا فی المجتبی طحطاوی نے کہا شاید اسکی وجہ واللہ اعلم یہہ ہی کہ دیون اور مظالم مذکور مال ضائع کی
مانند ہین اور فقرا اوسکے مصرف شرعی ہین درصورت نہ ملنے مستحقین کے اور ادائی مین حق تعالے کو اوسکی صدق نیت معلوم ہے اور توبہ سے اثر کا ب ظلم کا گناہ ساقط
ہوگا واللہ تعالی اعلم [illegible] فی العمدۃ وجد لقطۃ وعرفہا ولم یجد ربہا فانتفع بہا لفقرہ ثم ایسر یجب علیہ ان یتصدق بمثلہ اور عمدہ مین ہے کہ
ایک شخص نے پایا لقطہ اور اوسکی تعریف کی اور اوسکے مالک کو نہ دیکھا سو اوس سے منتفع ہوا اپنی محتاجی کے سبب سے پہر مقدور والا ہوا تو واجب ہے اوسپر خیرات کرنا
اوسکے مانند یعنی عوض اوسکے مات فی البادیۃ جاز لرفیقہ بیع متاعہ ومرکبہ وحمل ثمنہ الی اہلہ ایک شخص مر گیا جنگل مین تو اوسکے رفیق کو اوسکا
اسباب اور سواری کا بیچنا اور قیمت اوسکی اوسکے لوگون کو پہونچانا جائز ہے [illegible] جنگل بعید ہو وطن سے والا بعینہ اوسکا اسباب پہونچانا چاہیے [illegible]
انما [illegible] لہ قیمۃ [illegible] قنیۃ والاشبہ [illegible] لا لاخذ کساء [illegible] الاصلیۃ درہم [illegible] کپڑی پانی مین پائی اگر قیمت رکہتی ہو تو لقطہ ہی اور اگر قیمت نہ رکہے
اور [illegible] باقی [illegible] لینا حلال ہے کذا فی الدر وفی الحاوی [illegible] فی بیت انسان لم یعرف وارثہ ذکر فی
اللقطۃ ان کان کثیرا فلبیت المال بعد ما یفحص عن ورثتہ سنین فان لم یجدہم فلہ لو فقیرا اور حاوی مین ہے کہ مسافر مر گیا ایک انسان کے گہر مین اور وہ
اوسکے وارث کو نہین جانتا کہ کہان ہے تو اوسکا ترکہ لقطہ کے مانند ہو حکم مین جبتک زیادہ نہو اور اگر زیادہ ہو تو بیت المال کے واسطے ہو بعد تلاش کرنے اوسکے وارث کے
چند سال تک سو اگر وارثون کو نہ پایا تو وہی لیوے اپنے لئے اگر وہ مصرف ہو یعنی فقیر [illegible] لقطہ کی تشبیہ سے مفہوم ہوا محضنۃ ای برج حمام اختلط
بہا حمام غیرہ لا ینبغی لہ ان یأخذہ وان اخذ طلب صاحبہ لیردہ علیہ لانہ کاللقطۃ فان فرخ عندہ فان کانت الام غریبۃ لا یتعرض لفرخہا لانہ
ملک الغیر وان الام لصاحب المحضنۃ والغریب ذکر فالفرخ لہ ولو لم یعرف ان بہ غریبا لا شیء علیہ ان شاء اللہ تعالی کبوترونکا برج سے جنکے
اونکے رہنے کا مکان ہو جسمین غیر کے پالو کبوتر آ ملگئے تو لائق نہین صاحب مکان کو اوسکا لینا اور اگر لے تو چاہیے تعریف کرے اوسکے مالک کو طلب کرتا ہو اوسکو پہیر دے اسواسطے
کہ وہ لقطہ کی مانند ہے سو اگر غیر کے کبوتر نے بچہ دیا سو اگر ماں مسافر ہو تو مالک مکان اوس سے متعرض نہو کہ غیر کی ملک ہے اسواسطے کہ جانور کا بچہ ماں کا تابع ہوتا ہے اور نر
اگر صاحب مکان کی ہے اور کبوتر مسافر تو بچہ مکان والے کا ہی اور اگر اوسکو معلوم نہین کہ اوسکے برج مین غیر کا مسافر کبوتر ہی تو اوسپر کچہہ گناہ نہین ان شاء اللہ تعالی [illegible]
اذا [illegible] الفرخ فان فقیرا اکلہ وان غنیا تصدق بہ ثم اشتراہ وہکذا کان یفعل الامام الحلوانی [illegible] مین کہتا ہون اور جب مکان والا بچہ [illegible]

تو اگر وہ فقیر ہی تو اوسکو کہاوے اور اگر غنی ہے تو محتاج کو تصدق کری پہر اوس سے خریدکری اگر چاہی شمس الائمہ سرخسی نے کہا اسیطرح ہماری استاذ شمس الائمہ حلوانی
کیا کرتے ہتے کذا فی المنح عن الظہیریۃ وفی الوہبانیۃ ثمر تمار تحت اشجار فی غیر امصار لا باس بالتناول مالم یعلم النہی صریحا او دلالۃ وعلیہ الاعتماد
اور وہبانیہ مین ہے کہ ایک شخص پہلون پر ہوکر نکلا جو درختون کے نیچے پڑی ہین شہرون کے سوا دیہات مین تو اوسکے کہانے کا کچہ مضایقہ نہین جبتک نہی صریحا یا دلالۃ معلوم
نہو اور اسی قول پر اعتماد ہے شرح وہبانیہ مین ہے کہ ایک شخص درختون کے نیچے پڑے پہلون پر ہوکر نکلا تو اگر وہ شہر میں ہو تو اوسکا کہانا درست نہین
اس شرط سے کہ معلوم ہوجاوی کہ اوسکے مالک نے مباح کردیا ہی خواہ بتصریح اباحت ثابت ہو یا دلالت حال سے ہو اسواسطے کہ شہر مین مباح کردینے کی عادت نہین اور
اگر باغ مین ایسے پہل ہون جو سالہا سال باقی رہتے ہین اور سڑتے نہین جیسے اخروٹ اور بادام تو اوسکا لینا جائز نہین جبتک اون کا مالک معلوم ہو اور اگر
ایسے پہل ہین جو مدت تک باقی نہین رہسکتے تو اوسمین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ بدون ثبوت اباحت لینا جائز نہین اور بعضون نے کہا کچہ مضایقہ نہین جبتک
صراحۃ یا دلالۃ یا عادۃ نہی نہ معلوم ہو اور اسی قول پر اعتماد ہی اور اگر دیہات اور قریات مین ہو تو اگر پہل باقی رہنے والے ہین تو اوٹہا لینا بدون دریافت اذن
مالک کے جائز نہین اور اگر ایسے ہون جو باقی نہین رہتے جلد سڑجاتے ہین تو یہ قول بالاتفاق ہی کہ اوسکا لینا درست ہی جبتک نہی نہ معلوم ہو اور اگر پہل درخت
مین ہون تو بہتر اور یہ ہے کہ کہین لینا درست نہین بلا اذن مالک کے مگر یہ کہ موضع کثیر الثمار ہو اور معلوم ہو کہ ایسی جگہہ بخل نہین کرتے ہین تو اوسکا کہانا
درست ہو لیکن اوٹہانا جائز نہین انتہی ملخصا کہا طحطاوی نے کہ اب تو نے جانا کہ شارح کا کلام مجمل ہے اور تفصیل اوسکی یہ ہے جو ہمنی مذکور کی وذہاب واخذ
ثمار [illegible] جاری [illegible] فی الجوز [illegible] اور وہبانیہ مین ہے اور سیب اور [illegible] کو تیرا لینا جاری نہر سے جائز ہی اور اخروٹ مین لینا جائز نہین
ہم نہر جاری کی قید اتفاقی ہی اسواسطے کہ ہر پانی کا یہی حکم ہے سیب اور [illegible] کا لینا بسبب جلد سڑجانیکے جائز ہے اور اخروٹ کا نہ لینا بسبب نہ سڑنے کے اور
مالک کیواسطے رکہنا درست ہے اگر قیمتی ہو والا [illegible] ہی لینا جائز ہے کذا فی الحلبی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم **کتاب الآبق** یہ کتاب ہے
آبق یعنی غلام گریختہ کی احکام مین مناسبتہ عرضیۃ التلف والزوال کتاب الآبق کی مناسبت کتاب اللقطہ وغیرہ سے عارض ہونا تلف اور زوال کا ہی لیکن لقیط اور
لقطہ مین [illegible] باعتبار ذات [illegible] آبق مین باعتبار [illegible] ہوسکے ہے باعتبار اسکی ذات کے وہ الاباق انطلاق الرقیق تمردا کذا عرفہ
ابن کمال فیدخل الہارب من مؤجرہ ومستعیرہ ومودعہ ووصیہ اور اباق عبارت ہی [illegible] غلام کے چلی جانے سے [illegible]
تعریف کی ہی ابن کمال نے اباق کی تاکہ داخل ہے آبق کی تعریف مین وہ غلام جو بہاگ گیا ہو مولے کے مستاجر اور عاریت لینے والے [illegible]
پاس سے [illegible] مستاجر [illegible] کذا فی الحلبی اور [illegible] قرنت ہو یا قاضی کیطرف سے اخذہ فرض ان خاف ضیاعہ
غلام گریختہ کا پکڑ لینا فرض ہی اگر خوف ہو اوسکے ضائع ہونیکا یعنی مولے کے ہاتہ پہونچنی کا اسواسطے کہ پکڑ رکہنے مین مال مسلم کا قائم رکہنا ہی [illegible] ولا
لنفسہ اور حرام ہے اوسکا پکڑ لینا اپنی ذات کیواسطے ویندب اخذہ ان قوی علیہ والا فلا ندب [illegible] حکم اخذہ کاللقطۃ اوسکا
پکڑ لینا مستحب ہے اگر وہ شخص گرفتار کرنے پر قادر ہو یعنی اوسکے حفظ پر [illegible] اگر عاجز ہو تو [illegible] نہین اسواسطے کہ بدائع مین ہے کہ اوس کی
گرفتاری کا حکم لقطہ کا سا ہی فان ادعاہ آخر دفعہ الیہ ان برہن واستوثق منہ بکفیل ان شاء لجواز ان یدعیہ آخر ویحلفہ الحاکم ایضا
باللہ ما اخرجہ عن ملکہ بوجہ پہر اگر غلام گریختہ کا دوسرے شخص نے دعوی کیا تو اوسکو دی اگر اوسنے گواہی سی اپنا دعوی ثابت کیا اور اوس سے ضامن لے اگر چاہے
بسبب جواز اس بات کے کہ شاید اوسکا دوسرا مدعی ہو اور حاکم بہی اوس سے خدا کی یون قسم لے کہ اوسنے غلام کو اپنی ملک سے کسیوجہ سے خارج نہین کیا یعنی نہ بیچا نہ ہبہ [illegible]
اون مسائل مین سے ہی جنمین گواہی اور قسم مجتمع ہوئی ہو اسطیکہ ایکا مقصود دوسرے کے مقصود سے مغایر ہی کذا فی الطحطاوی یعنی گواہی سی اثبات ملک مقصود ہی اور قسم سے
ابقاء ملک وان لم یبرہن عطف علی ان برہن واقر العبد انہ عبدہ او ذکر المدعی علامتہ وحلیتہ دفع الیہ بکفیل اور اگر مدعی گواہ نہ لایا اور غلام نے
اقرار کیا کہ وہ اوسکا غلام ہی یا مولے نے اوسکی علامت یا اوسکی صورت شکل مطابق واقع بیان کی تو اوسکو دیدے ضامن لیکر [illegible] وان لم یبرہن [illegible] کو
[illegible] طحطاوی نے علامہ نوح سے نقل کیا کہ درصورت بینہ دفع واجب ہے اور درصورت اقرار او ذکر علامت واجب نہین فان انکر المولی اباقہ مخافۃ جعلہ [illegible] لا ان

کتاب الآبق

يبرهن على اباقه او على اقرار المولى بذلك زيلعي سو اگر بیچنے والے اوسکے بھاگنے کا منکر ہو محنتانہ دینے کے خوف سے تو خدا کی قسم کہاوے کہ وہ نہیں بھاگا مگر یہ گرفتار
کرنے والا گواہ لاوے اوسکے بھاگنے پر یا مولی کے بھاگ جانیکے اقرار پر تو اب قسم معتبر نہوگی کذا فی الزیلعی فان طالت المدة اي مدة المجيء باعه القاضي
ولو علم مكانه لئلا يتضرر المولى بكثرة النفقة سو اگر مولی کے آنیکی مدت دراز ہوجاوے تو قاضی اسکو بیچڈالے اگرچہ اوسکا مکان جانتا ہو تا مولی کا ضرر نہو
کثرت خرچ سے وحفظ ثمنه لصاحبه وامسك من ثمنه ما انفق عليه منه اور قاضی اوسکی قیمت کو اوسکے مالک کیواسطے محفوظ رکھے اور رکھ لے اوسکی
قیمت سے جو خرچ ہوا او سپر یعنی اگر بیت المال سے او سپر خرچ ہوا تو اوتنا اوسکی قیمت سے بیت المال میں رکھے طحطاوی نے کہا بہتر تھا کہ شارح ثمنہ کے لفظ کو
نہ لاتا ہو اسطے کہ مصنف کا قول یعنی منه مغنی ہے وان جاء المولى بعده وبرهن او علم دفع باقي الثمن اليه اور اگر مولی بعد بیع کے آیا اور گواہی سے اپنی
ملک ثابت کی یا علامات بیان کرکے تو باقی قیمت اوسکو دیجاویگی علم بتشدید لام ہے یعنی علامت اور حلیہ مذکور کیا طحطاوی نے کہا قاموس سے یہی مطلب
بتخفیف ثابت ہوتا ہے ولا يملك المولى نقض بيعه اي بيع القاضي لانه بامر الشرع كحكمه لا ينقض اور مالک نہیں مولی اوسکی بیع کے توڑنیکا اسواسطے
کہ بیع قاضی بامر شرع قاضی کے حکم کے مانند نہیں ٹوٹتی قلت لكن رأيت في معروضات المرحوم ابي السعود مفتي الروم انه صدر امر السلطان بمنع القضاة
عن اعطاء الاذن ببيع عبيد العسكرية وحينئذ فلا يصح بيع عبيد السباهية فلهم اخذها من مشتريها ويرجع المشتري بثمنه على
بايعه واما في عبيد الرعايا فكذلك ان كان بغبن فاحش والا فللرعايا الثمن وبذلك ورد الامر ايضا انتهى بالمعنى فليحفظ فانه مهم میں
کہتا ہوں لیکن میں نے دیکھا ابو السعود رحمہ مفتی روم کے معروضات میں کہ صادر ہوا حکم سلطان روم کا قاضیوں کے منع کرنے میں اہل لشکر کے غلاموں کی بیع کی اجازت
دینے سے اور اسوقت میں تو صحیح نہیں سپاہیوں کے گریختہ غلاموں کی بیع تو اونکو مشتری سے لینا جائز ہے اور مشتری اوسکی قیمت بائع سے پھیر لے اور رعایا کے
میں بھی یہی حکم ہے جب کہ بیع صریح نقصان سے ہوئی ہو اور اگر بیع میں خسارا نہوا ہو تو رعایا کو قیمت دیکر لینا درست ہے اور اسکا بھی حکم سلطانی وارد ہوا ہے
انتهى جواب المفتي بالمعنى تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ ضروری ہے ولو زعم المولى تدبيره او كتابته او استيلادها لم يصدق في نقضه الا ان يكون عنده
ولد منها ويبرهن على ذلك نهر اور اگر مولی نے گمان کیا کہ اوسکے مدبر یا مکاتب ہونیکا یا لونڈی کی استیلاد کا تو اوسکی تصدیق نہوگی نقض بیع میں مگر جب ثبوت تصدیق
ہوگی کہ مولی کے پاس لونڈی کے پیٹ کا لڑکا ہو یا اسکے گمان پر گواہ لاوے کذا فی النہر واختلف في الضال قيل اخذه افضل وقيل تركه ولو عرف بيته
فايصاله اليه اولى اور بہکے ہوئے غلام میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ اوسکا لینا افضل ہے اور بعضوں نے کہا کہ چھوڑنا افضل ہے اور اگر اوسکا گھر جانتا ہو تو اوسکا
پہونچا دینا بہتر ہے ابق عبد فجاء به رجل وقال لم اجد معه شيئا من المال صدق ولا شيء عليه ایک غلام بھاگا سو اوسکو کوئی مرد پکڑ لایا اور بولا کہ
میں نے اوسکے ساتھ کچھ مال نہیں پایا تو اوسکی تصدیق ہوگی اور اوسپر کچھ نہیں ہے ولمن رده خبر لقوله الاتي اربعون درهما اليه من مدة سفر فاكثر وهو اي
والحال ان الراد ولو صبيا او عبدا لكن الجعل لمولاه ممن يستحق الجعل اور جو پھیر لاوے غلام کو مولی کے پاس سفر کی مدت یا زیادہ سے حالانکہ پھیر لانیوالا اون لوگوں میں سے
ہے جو محنتانہ کے مستحق ہیں اگرچہ پھیر لانے والا صغیر یا غلام ہو لیکن غلام کا محنتانہ اوسکے مولی کا ہے جعل بضم جیم جعالہ بالکسر اور جعیلہ بروزن کریمہ عبارت ہے جس سے اجرت
جعل کا ترجمہ محنتانہ کیا مستحق محنتانہ وہ شخص ہے جسپر محافظت مال مولی کی واجب نہیں اور جو اوسکا خادم نہو اور جس سے مولی نے استعانت نہیں چاہی شارح نے کہا لمن رده کی خبر
مصنف کا آیندہ قول اربعون درہما ہے قيد به لانه لا جعل لسلطان وشحنة وخفير ووصي يتيم وعائله ومن استعان به كان وجدته فخذه فقال نعم او كان
في عياله وابن واحد الزوجين مطلقا زيلعي وشرنبلالية نعم في الولوالجية للمستحق الجعل عشرة مصنف نے استحقاق اجرت کی قید لگائی ہو اسطے کہ محنتانہ نہیں ہے
بادشاہ کو اور کوتوال اور رکھوالا اور یتیم کے وصی اور یتیم کے عیال دار کو اور جس شخص سے مدد چاہی ہو مثلا کہا کہ اگر بھاگے غلام کو پاوے تو اوسکو پکڑ لینا سو اوس نے کہا اچھا یا غلام کا
پھیر لانیوالا مولی کی عیال میں ہو اور احد الزوجین کا بیٹا مطلقا خواہ عیال میں ہو یا نہو کذا فی الزیلعی اور شرنبلالیہ کے واسطے اجر نہیں کذا فی النہر اور ولوالجیہ میں ہے تو استحقاق اجر
گیارہ شخص مستثنی ہوئے طحطاوی نے کہا کہ غیر مستحقین اجر اس سبب گیارہ ہوئے کہ احد الزوجین کے بیٹے دو ہیں یعنی زوجہ کا بیٹا زوج کے غلام کو پھیر لاوے یا زوج کا بیٹا زوجہ کے غلام کو لاوے
اور بحر الرائق میں عدم استحقاق کی صورتیں ماں اور باپ کو شمار کیا ہے جبکہ وہ فرزند کی عیال میں ہوں تو یہ صورتیں شمار کیے اس قول میں داخل ہیں ان كان في عياله اربعون درهما

فبطل صلحه فیما زاد علیها ولو بلا شرط استحسانا غلام کے پھیر لانیوالیکو واسطے چالیس درم محنتانہ ہے اگرچہ شرط نکی ہو مولے نے محنتانہ کی بنا بر استحسان کے پھر حبب اوسنے چالیس درم ٹھہر گیا تو چالیس سے زیادہ درم پر صلح کرنا باطل ہے ہم قیاس یہہ ہے کہ بدون شرط محنتانہ نہو لیکن وجہ استحسان صحابہ کرام کا اجماع ہے اصل محنتانہ پر اگرچہ اوسکی مقدار مین خلاف ہی لہذا مدت سفر مین چالیس درم مقرر ہوئے اور کمتر مین کمتر تاجسمیں روایات مجتمع ہو جاوین کذافی الطحطاوی عن الحموی ولو رد امة ولها ولد یعقل الاباق فجعلان عند محمد اور اگر پھیر لایا لونڈی کو اور اوس کا ایک بیٹا ہے جو فرار کے مضمون کو سمجھتا ہے تو دو محنتانے ہیں کذافی النہر وان لم یعدلها عند الثانی لثبوته بالنص فلذا عول علیه ارباب المتون چالیس درم محنتانہ لازم ہے اگرچہ غلام کی قیمت چالیس کے برابر نہو ابو یوسف کے نزدیک بسبب ثابت ہونے چالیس درم کے صحابہ کرام کی نصوص سے تو اسواسطے متون فقہ کے مصنفون نے ابو یوسف ہی کے قول پر اعتماد کیا ہے ان اشهد انه اخذه لیرده والا لا شیء له محنتانہ لازم ہے اگر پھیر لانیوالے نے پھیر گواہ کیا ہو کہ اوسکو گرفتار کیا ہے پہونچا دینے کیواسطے اور اگر گواہ نہین کیا تو اوسکے واسطے کچھ نہین اسواسطے کہ ترک اشہاد دلالت کرتا ہے کہ اوسنے اپنے واسطے گرفتار کیا ولرادہ من اقل منها بقسطه وقیل یرضخ له برای الحاکم ویقدر باصطلاحهما به یفتی تاتارخانیه بحر اور اگر پھیر لانیوالیکو واسطے کم مدت سفر سے محنتانہ ہی چالیس کے حساب سے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ اوسکو قدر قلیل دینا چاہیے حاکم کی تجویز سے یا اوسکی تقدیر ہو دونون کی رضامندی سے اسی قول پر فتوی ہے۔ کذا فی البحر عن التاتارخانیه ولو من المصر فیرضخ له او بقسطه کما مر اور اگر اوسکو اوسی شہر سے پھیر لایا جسمین مولے رہتا ہی تو اوسکو قدر قلیل دینا چاہیے یا چالیس کے حساب سے چنانچہ گذر گیا وام ولد ومدبر کقن ومأذون لیقن فی الجعل اور ام ولد اور مدبر اور عبد ماذون فی التجارۃ خالص غلام کے برابر ہے محنتانہ میں وان مات المولی قبل وصوله ای الآبق وهو ای ام ولد او مدبر فلا جعل له لعتقهما بموته اور اگر مولے مر گیا غلام گریختہ کے پہونچنے سے پہلے اور حالانکہ وہ مدبر یا ام ولد ہی تو پھیر لانیوالیکو واسطے محنتانہ نہین بسبب آزاد ہو جانے دونون کے مولے کی موت سے اور آزاد کے پھیر لانے میں کچھ محنتانہ نہین وان ابق منه بعد اشهاده المتقدم لم یضمن لانه امانة حتی لو استعمل فی حاجة نفسه ثم ابق ضمن ابن ملک عن القنیه اور اگر غلام بھاگ گیا پھیر لانیوالیکی پاس سے بعد اوسکے اشہاد متقدم کے تو پھیر لانیوالے پر ضمان نہین اسواسطے کہ غلام اوسکی پاس ثابت اشہاد امانت ہی تاآنکہ ہمین کہ اتمد تمی ضمان نہین تو اگر اوسنے غلام کو اپنی ذاتی کام میں لگایا پھر وہ بھاگ گیا تو وہ ضمان دیگا کذا فی شرح ابن ملک عن القنیه وفی الوهبانیه لو انکر المولی اباقه قبل قوله بیمینه ویلزم من بدله الرد قیمته ما لم یبین اباقه اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر مولے نے اوسکے بھاگنے کا انکار کیا تو اوسکا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ اور قاصد پر اوسکی قیمت لازم ہوگی جب تک وہ اوسکا بھاگنا نہ ثابت کرے یعنی گواہون سے یا مولے کے اقرار سے کذا فی الطحطاوی ضمیر لو ابق او مات قبله مع تمکنه منه لانه غاصب اور ضامن ہوگا اگر نہ کرے گواہ اور غلام بھاگ گیا یا مر گیا قبل اشہاد کے باوجود قدرت کے اور وہ گواہ کرسکنے پر قادر تھا اسواسطے ضامن ہوگا کہ وہ غاصب ہے ولا جعل له فی الوجهین خلافا للثانی فی الثانی لان الاشهاد عنده لیس بشرط فیه وفی اللقطة اور اوسکو دونون صورتون مین یعنے درصورت فرار بعد الاشهاد اور درصورت ترک اشہاد محنتانہ نہین بخلاف ابو یوسف کے دوسری صورت مین اسواسطے کہ انکے نزدیک گواہ کرنا شرط نہین غلام کے محنتانہ مین اور لقطے مین ہم طحطاوی نے کہا کہ اسمین اعتراض ہے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک بعد الاشہاد کے بھاگ جانے پر محنتانہ واجب نہین تو ترک اشہاد مین بطریق اولے واجب نہوگا بلکہ انکے نزدیک محنتانہ بدون پہونچا دینے کے واجب نہین ہان انکے نزدیک اشہاد شرط نہین تو بہتر تہا کہ شارح اپنے قول خلافا للثانی کو یہان سے حذف کرتا اور اپنے قول لیرده کے پاس ذکر کرتا اور متعین ہے کہ خلافا للثانی وضمن قبله کیطرف راجع ہو اسواسطے کہ قسم ثانی میں وان ابق منه کی ولا جعل برد مکاتب لحریته یدا اور محنتانہ نہین مکاتب کے پھیر لانے پر بسبب اوسکے آزاد ہونے کے تصرف کی راہ سے وعبد الرهن علی المرتهن لو قیمته مساویة للدین او اقل ولو اکثر من الدین فعلیه بقدر دینه والباقی علی الراهن لان حقه بالقدر المضمون منه اور رہن کے غلام کا محنتانہ مرتہن پر ہے اگر اوسکی قیمت برابر ہو دین کے یا کمتر اور اگر قیمت زیادہ ہو دین سے تو مرتہن پر محنتانہ ہے بقدر اوسکے دین کے اور باقی محنتانہ راہن پر ہے اسواسطے کہ اوسکا حق اوس بقدر ضمان کے ہے ہم محنتانہ بہرصورت مرتہن پر ہی خواہ راہن زندہ ہو یا مردہ اسواسطے کہ موت سے رہن باطل نہین ہوجاتا کذا فی الفتح والبحر و جعل عبد اوصی برقبته لانسان وبخدمته لاخر علی صاحب الخدمة فی الحال لان المنفعة له فاذا انقضت الخدمة رجع صاحبها علی صاحب الرقبة او بیع العبد فیه ای فی الجعل اور محنتانہ اوس غلام کا جسکی گردن کی وصیت ایک انسان کے واسطے ہوئی اور اوسکی خدمت کرنیکی وصیت دوسرے

انسان کے واسطے ہوئی ہو صاحب خدمت پر ہے فی الحال ہو اسطے کہ منفعت اوسکے واسطے ہی پہر جب خدمت کی مدت منقضی ہو جاے تو صاحب خدمت اوسکی
گردن کے مالک سے مختانہ پہیرے یا غلام بیچا جاے مختانہ مین وجعل ماذون مدیون علی من یستقر له الملک فان بیع بدا بالجعل والباقی للغرماء
اور مختانہ غلام ماذون مدیون کا اوسپر ہے جسکی ملک اوسپر ٹہرجاے خواہ مولی کی خواہ وارثون کی سواگر وہ بیچا جاے تو پہلی قیمت سے مختانہ دیا جاے اور باقی قرض خواہون کو
ملیگا وجعل ابق جنی خطاء لا فی ید الاخذ علی من سیصیر له چنانچہ واجب ہے مختانہ اوس غلام کا جس نے خطا کی راہ سے جنایت کی غیر آخذ کے ہاتہہ مین
اوسپر جسکا وہ آخر کو غلام ہوگا خواہ مولے خواہ ورثہ مقتول اور اگر آخذ کے پاس جنایت کریگا تو کسی پر مختانہ نہین کذا فی البحر ومغصوب علی غاصبه وما
موهوب علی موهوب له وان رجع الواهب بعد الرد لان زوال ملکه بالرجوع بتقصیر منه وهو ترک التصرف اور غلام مغصوب کا مختانہ واسطے
غاصب پر ہے اور غلام موہوب کا موہوب لہ پر اگرچہ واہب نے اوسکو پہیر لیا ہو موہوب کے پہیر دینے کے بعد ہو اسطے کہ زوال ملک موہوب ... سبب رجوع کی اوسکی
تقصیر سے ہوا یعنی ترک تصرف سے وجعل عبد صبی فی ماله اور صغیر کے غلام کا مختانہ اوسکے مال مین سے ہے والابق نفقته کنفقة اللقطة کا مر اور
غلام گریختہ کا خرچ لقطہ کے خرچ کے مانند ہے چنانچہ گذر گیا یعنی اگر گرفتار کرنے والے نے بلا امر قاضی خرچ کیا ہے تو احسان ہے اسکو مالک سے پہیر لے نہین سکتا اور
اوسکے اذن سے پہیر لے سکتا ہے بشرطیکہ قاضی نے رجوع کی شرط کردی ہو وله حبسه لدین نفقته اور غلام کے گرفتار کرنیوالیکو اوس کا حبس کرنا
اپنے نفقہ کے دین کے واسطے درست ہے ولا یؤجره القاضی خشیة اباقه ثانیا ولکن یحبسه تعزیرا له وقیل یؤجره للنفقة وبه جزم فی الهدایة
والکافی اور غلام گریختہ کو قاضی اجارہ نہ دے اوسکے دوبارہ بہاگ جانیکے خوف سے ولیکن اسکو محبوس رکہے باعتبار تعزیر کے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ اوسکو اجارہ دے نفقہ کے
واسطے اور یہہ قول اخیر پر یقین کیا ہے ہدایہ اور کافی مین بخلاف اللقطة والضال وقدر فی التاتارخانیة مدة حبسه بستة اشهر ونفقته فیها
من بیت المال ثم بعدها یبیعه القاضی کا مر بخلاف لقطہ اور گم ہوئے غلام کے کہ اونکو قاضی اجارہ دے اور تاتارخانیہ مین مدت حبس غلام کی چہہ مہینے
کے ساتہہ متعین کی ہے اور خرچ غلام کا مدت حبس مین بیت المال سے ہے پہر مدت مذکور کے بعد قاضی اوسکو بیچ ڈالے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب اللقطہ مین
یعنی جسقدر بیت المال سے صرف ہوا اوسکو لیکر باقی قیمت کو ... کیواسطے رکہہ چہوڑے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا ابق بعد البیع قبل القبض للمشتری
دفع الامر للقاضی لیفسخه غلام مذکور بہاگ گیا بعد بیع قبل القبض کے تو مشتری کو جائز ہے قاضی سے نالش کرنا تاکہ وہ بیع کو فسخ کرے اسواسطے کہ مشتری ضرر
غلام کے انتظار سے متضرر ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب المفقود

یہہ کتاب ہے شخص مفقود کے احکام مین مناسبت اسکی سابق سے ظاہر ہے
ہے کہ غائب اور بے نشان ہونیمین دونون برابر ہین هو لغة المعدوم وشرعا غائب لم یدر حیاته فیتوقع قدومه ام موته اودع اللحد البلقع
القفر جمعه بلاقع فدخل الاسیر والمرتد لم یدر ألحق ام لا مفقود لغت مین بمعنی معدوم ہے اور شرع مین اوس غائب کو کہتے ہین جو معلوم نہین کہ زندہ ہے
کہ اوس کا آنا متوقع ہو یا مردہ ہے کہ جنگل میدان کی لحد مین گاڑا گیا بلقع بمعنے قفر ہے یعنی زمین بے نبات اور جمع اسکی بلاقع ہے تو اس تعریف مین اہل حرب کا قیدی اور
وہ مرتد داخل رہا جو معلوم نہین کہ دار الحرب مین لاحق ہوا یا نہین ہم مصنف نے باتباع صاحب بحر الرائق جہل مکان مفقود کو اعتبار نہین کیا ... دلیل سے کہ محیط مین
مسلم اسیر اہل حرب کو جسکی حیات اور موت معلوم نہین مفقود مین شمار کیا ہے حالانکہ مکان اسکا معلوم ہے یعنی دار الحرب لیکن نقایہ اور اوسکی شرح قہستانی مین تعریف
مفقود کی یون کی ہے کہ وہ غائب ہے جسکا اثر معلوم نہین یعنی حیات اور موت اور مکان اوسکا معلوم نہین اور کنز اور فتاوی عالمگیری مین بہی جہل مکان کو شرط
کیا ہے اور صاحب بحر نے نص صریح سے جہل مکانی ثابت نہین کیا طحطاوی نے کہا تو معتمد یہی ٹہرا کہ جہالت مکان تعریف مفقود مین ضرور ہے وهو فی حق نفسه
حی بالاستصحاب هذا هو الاصل فیه اور وہ یعنی مفقود اپنی ذات کے حق مین زندہ ہے باعتبار استصحاب کے یعنی بنظر حال کے یہی حیات بنظر ظاہر حال کے
اصل ہے مفقود کے احکام مین چنانچہ اسی اصل پر مصنف نے قول آیندہ کو متفرع کیا فلا تنکح عرسه غیره ولا یقسم ماله تو نکاح کرے اوسکی زوجہ اوسکے غیر سے اور
اوس کا مال وارثون پر تقسیم کیا جاے قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود انه لیس لامین بیت المال نزعه من ید من بیده ممن امنه علیه قبل ذهابه
کما سیجیء معزیا للخزانة المفتیین مین کہتا ہون اور مفتی ابی السعود کے معروضات مین ہے کہ جائز نہین بیت المال کے امین کو مفقود کا مال نکال لینا اوس شخص کے ہاتہہ سے جسکو

کتاب المفقود

مفقود نے اپنی مال پر امین کیا اپنے جانے سے پہلے چنانچہ آگے آویگا خزانۃ المفتین سے ولا تفسخ اجارتہ اور اوسکا اجارہ فسخ نکیا جاوے و نصب القاضی من یاخذ
وکیلا یاخذ حقہ کغلاتہ و دیونہ المقر بہا ویحفظ مالہ ویقوم علیہ عند الحاجۃ اور حاجت کے وقت منصوب کرے قاضی اوسکو یعنی وکیل کو جو
مفقود کا حق لیا کرے چنانچہ غلات اور اوسکے وہ دیون جنکے مدیون مقر ہیں منکر نہیں اور محافظت کرے اوسکے مال کی اور قائم رہے اوسپر اسطرح کہ مثلا
گیہوں کاٹا اور خرمن گاہ میں جمع کرنا پھر غلہ کو بھوسی سے جدا کرکے مخزن میں رکھنا تو قیام عام ہوا حفظ سے طحطاوی نے کہا کہ عند الحاجت نصب قاضی کے
امر سے متعلق ہے بدلیل ما بعد لہذا ترجمہ اسطرح کیا گیا فلو لہ وکیل فلہ حفظ مالہ لا تعمیر دارہ الا باذن الحاکم لانہ لعلہ مات ولا یکون وصیا تجنیس
سو اگر مفقود کے طرف سے کوئی وکیل ہو تو اوسکو اوسکے مال کی حفاظت کا اختیار ہے نہ اوسکے گھر کی تعمیر کا مگر حاکم کے اذن سے اسواسطے کہ شاید وہ مرگیا ہو اور یہ
شخص اوسکا وصی نہیں کذا فی التجنیس لکنہ ای ہذا الوکیل المنصوب لیس بخصم فیما یدعی علی المفقود من دین و ودیعۃ وشرکۃ فی عقار اورقیق
ونحوہ لانہ لیس بمالک ولا نائب عنہ وانما ہو وکیل بالقبض من جہۃ القاضی وانہ لا یملک الخصومۃ بلا خلاف لیکن یہ وکیل منصوب
صاحب خصومت نہیں ہے کسی امر میں جو مفقود پر دعوی کیا جاوے از قبیل دین اور امانت اور شرکت کے زمین یا غلام وغیرہ میں اسواسطے کہ وکیل نہ تو مالک ہے
اور نہ اوسکا نائب وہ تو قبض مال کا وکیل ہے قاضی کیطرف سے اور وہ خصومت کا مالک نہیں بلا اختلاف ہم قاضی کے وکیل منصوب میں خلاف نہیں اسواسطے
کہ حکم علی الغائب لازم آتا ہے اور وہ جائز نہیں بلکہ خلاف ہے مالک کے وکیل میں جسکو قبض دین کے واسطے اوسنے وکیل کیا کہ وہ خصومت کا مالک ہے یا نہیں تو امام کے
نزدیک وہ مالک ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک نہیں کذا فی المنح ولو قضی بخصومتہ لم ینفذ زاد الزیلعی فی القضاء وتبعہ الکمال الا ان ینفذہ قاض
آخر لکن فی الخلاصۃ الفتوی علی النفاذ یعنی لو القاضی مجتہدا نہر اور اگر قاضی کے وکیل منصوب کی خصومت سے کوئی قاضی حکم کرے تو اوسکا حکم نافذ نہوگا
زیادہ کیا ہے زیلعی نے کتاب القضا میں اور کمال الدین صاحب فتح القدیر اوسکا تابع ہوا ہے کہ حکم مذکور نافذ نہیں مگر دوسرے قاضی کی تنفیذ سے لیکن خلاصہ میں ہے
کہ فتوی ہے حکم نافذ ہونے پر بلا شرط تنفیذ یعنی اگر قاضی مجتہد ہو نہ مقلد کذا فی النہر عنایہ اور فتح القدیر اور خلاصہ اور بزازیہ میں ہے کہ اگر قاضی مصلحت دیکھے
اور اعتقاد کرے تو قضا علی الغائب جائز ہے حموی نے کہا کہ ظاہر کلام علماء مذکورین کا یہ ہے کہ قاضی سے مراد قاضی مجتہد ہے یا قاضی غیر حنفی المذہب قضا علی
الغائب کا معتقد ہو اور حنفی المذہب تو کیونکر اوسکا اعتقاد کریگا اپنے امام کے مذہب کے مخالف اور اس سے معلوم ہوگیا کہ قضا علی الغائب ہمارا مذہب نہیں علی ہذا کہ اوسپر
اگر کوئی غیر حنفی حکم کریگا تو اوسکے نفاذ میں دو روایت ہیں صحیح یہی ہے اگر دوسرا قاضی اوسکو نافذ کردیگا تو خلاف جاتا رہیگا اور اگر حنفی اوسکا حکم کرے گا تو نافذ
نہوگا اسواسطے کہ اوسکا امام اوسکا معتقد نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا ولا یبیع القاضی ما لا یخاف فسادہ فی نفقۃ ولا فی غیرہا بخلاف ما یخاف
فسادہ فانہ یبیعہ القاضی ویحفظ ثمنہ اور نہ بیچے قاضی مفقود کی اوس چیز کو جسکے بگڑ جانے کا خوف نہیں نہ نفقہ میں بیچے نہ اوسکے غیر میں بخلاف اوس چیز
کہ جسکے سڑنے اور بگڑنے کا خوف ہے کہ اوسکو قاضی بیچڈالے اور قیمت اوسکی رکھ چھوڑے قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود ان القضاۃ و امناء
بیت المال فی زماننا مامورون بالبیع مطلقا وان لم یخف فسادہ فان ظہر حیا فلہ الثمن لان القضاۃ مامورون ببیعہ نعم اذا باع بالغبن
الفاحش فلہ فسخہ فہو فلیحفظ میں کہتا ہوں لیکن مفتی ابوالسعود کے معروضات میں ہے کہ قاضی اور بیت المال کے امین سلطان روم کیطرف سے مامور ہیں بیچڈالنے کو مطلقا
اگرچہ اوسکے بگڑنے کا خوف نہو پھر اگر مفقود زندہ ظاہر ہو تو اوسکے واسطے قیمت ہے اسواسطے کہ قاضی مامور نہیں اوسکی بیع فسخ کرنیکا ہاں جب نقصان صریح سے بیع ہوئی ہو تو
اوسکو فسخ بیع کا اختیار ہے چنانچہ کلام المفتی تو اوسکو یاد رکھنا چاہیے وینفق علی عرسہ وقریبہ ولادا وہم اصولہ وفروعہ اور خرچ کیا جاوے مفقود کی زوجہ اور ولادت کے قرابت
والوں پر اور وہ اوسکے اصول ہیں اور فروع ہیں اصول اور فروع کو بشرط احتیاج اور فقر کے نفقہ ملیگا اور زوجہ کو بلا فقر بھی چنانچہ باب النفقات میں مذکور ہوچکا ولا یفرق بینہ
وبینہا ولو بعد مضی اربع سنین خلافا لمالک اور تفریق نکیجاوے درمیان مفقود اور درمیان اوسکی زوجہ کے اگرچہ بعد گذرنے چار برس کے بخلاف امام مالک کہ امام مالک کے
نزدیک جب چار برس تک مفقود الخبر ہوگیا تو قاضی اوس میں اور اوسکی زوجہ میں تفریق کردیگا پھر وہ وفات کی عدت بیٹھکر جس سے چاہے نکاح کرے اسواسطے کہ عمر فاروق نے
یہی حکم کیا تھا اوس شخص میں جسکو جن اوٹھا لے گئے تھے ہماری دلیل یہ حدیث مرفوع ہے کہ انہا امرأتہ حتی یأتیہا البیان یعنی مفقود کی عورت اوسکی زوجہ ہے یہاں تک

کہ اوسکے پاس خبر پہونچی یعنی موت یا طلاق کی اور علی مرتضے نے کہا کہ وہ عورت مبتلا ہوئی ہے تو اوسکو صبر کرنا چاہئے تا وقتیکہ اوسکی موت معلوم ہو یا طلاق اور یہہ اسواسطے کہ نکاح کا ثبوت معروف ہو چکا اور غیبت فرقت کی موجب نہین اور موت حیز احتمال مین ہے تو نکاح شک سے زائل نہین ہو سکتا اور عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کیطرف آخر کو رجوع کیا ہو کذا فی المنح طحطاوی نے کہا مفتی ابو السعود نے قہستانی سے نقل کیا کہ اگر امام مالک کے قول پر موضع ضرورت مین فتویٰ دے یعنی حنفی المذہب تو سزاوار ہے کہ لاباس بہ **ومیت فی حق غیرہ فلا یرث من غیرہ حتی لو مات رجل عن بنتین وابن مفقود وللمفقود بنتان وابن والترکۃ فی ید البنتین والکل مقرون بفقد الابن واختصموا الی القاضی لا ینبغی له ان یخرج المال عن موضعه ای لا ینزعه من ید البنتین** خزانۃ المفتین اور مفقود میت ہے اپنے غیر کے حق مین تو وارث نہوگا غیر سے یہانتک کہ اگر ایک مرد مر گیا دو بیٹیان اور ایک مفقود بیٹا چھوڑ کر اور مفقود کی دو بیٹیان اور ایک بیٹا ہے اور ترکہ متوفی دو بیٹیون کے ہاتھہ مین ہے اور سب لوگ مقر بفقدان ابن میت ہین یعنی کسیکو اوسکی حیات اور موت اور مکان معلوم نہین اور اونہون نے قاضی سے نالش کی تو قاضی کو لائق نہین کہ مال کو اوسکے مکان سے جنبش دے یعنی مال کو میت کی بیٹیون کے ہاتھہ سے نہ نکالے کذا فی خزانۃ المفتین **ولا یستحق ما اوصی له اذا مات الموصی بل یوقف قسطه الی موت اقرانه فی بلده علی المذهب لانه الغالب واختار الزیلعی تفویضه للامام** اور مفقود مستحق نہین اوس مال کا جسکی وصیت ہوئی اوسکے واسطے جبکہ وصیت کرنیوالا مر گیا بلکہ مفقود کی وراثت کا حصہ ٹہرا رکھا جاوے اوسکے شہر والے ہمعصرون کی موت تک بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اپنے سب اقران اور امثال سے زیادہ کم زندہ رہتا ہے اور اختیار کیا ہے زیلعی نے تفویض اوسکی امام کے واسطے یعنی حاکم جس وقت مصلحت دیکھے تو اوسکی موت کا حکم دے ہم مقابل ظاہر مذہب گیارہ قول ہین اونمین اقل تیس سال کی تقدیر ہے بحر الرائق مین کہا تعجب ہے مشائخ سے کہ ظاہر مذہب سے کیونکر عدول اختیار کرتے ہین حالانکہ مقلدین امام اعظم پر اتباع ظاہر المذہب واجب ہے **وطریق قبول البینۃ ان یجعل القاضی من فی یده المال خصما عنه او ینصب قیما تقبل علیه البینۃ** ہر اور طریقہ قبول شہادت کا یہہ ہے کہ جسکے ہاتھہ مین مفقود کا مال ہے اوسکو قاضی خصم ٹہراوے مفقود کیطرف یا قاضی کسیکو اوسکا کارندہ بنا کر اوسپر گواہی قبول کرے کذا فی النہر قلت وفی اتحاف المفتین لقدری افندی معزیا للقنیۃ انه انما یحکم بموته بقضاء لانه امر محتمل فما لم ینضم الیه القضاء لا یکون حجۃ مین کہتا ہون اور قدری افندی کی اتحاف المفتین مین قنیہ سے منقول ہے کہ مفقود کی موت کا تو حکم قاضی کی قضا سے کیا جائیگا اسواسطے کہ اوسکی موت امر محتمل ہے تو جبتک اوسکے طرف قضاء قاضی منضم نہوگی حجت نہوگی ہم اور دوسرا قول یہہ ہے کہ بمجرد انقضاء مدت بلا انضمام قضاء قاضی اوسکی موت کا حکم ہوگا کذا فی القہستانی اور انتصار قدری افندی کا قول اول پر اوسکی ترجیح کا مفید ہے قدری افندی کا نام عبد القادر ہے کذا فی الطحطاوی **فان ظهر قبله قبل موت اقرانه حیا فله ذلك القسط** پہر اگر مفقود زندہ ظاہر ہو قبل مرنے اپنے ہمعصرون کے تو اوسکو وہ حصہ وراثت کا ملیگا جو اوسکے واسطے اوٹہا رکہا گیا ہم اور یہی حکم ہے اگر وہ زندہ ظاہر ہوا بعد مدت قبل حکم قاضی کے اور اگر زندہ ظاہر ہوا بعد اوسکی موت حکم کے تو اوسکا حال بعینہ اوس مرتد کے برابر ہے جو زندہ ہو گیا اور مرتد کے برابر ہے جو مسلمان ہوا تو جو مال کہ وارثون کے ہاتھہ مین باقی ہوگا اوسکو وہ پاویگا اور جو مال صرف ہو گیا اوسکا مطالبہ نہین شیخ شاہین نے کہا کہ اوسکی زوجہ اوسکو ملیگی اور اولاد زوج ثانی کو کذا فی الطحطاوی عن المفتی ابی السعود فتاوی عالمگیری تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ اگر مفقود آیا بعد گذرنے مدت کے تو اپنی زوجہ کا وہی احق ہے اور اگر اوسکی زوجہ نے دوسرے سے نکاح کر لیا تو اوسکا اوسپر کچہہ اختیار نہین **وبعده یحکم بموته فی حق ماله یوم علمه ذلك ای موت اقرانه فتعتد منه عرسه للموت ویقسم ماله بین من یرثه الآن** اور بعد موت اقران کے اوسکی موت کا حکم کیا جاے اور اوسکے مال کے حق مین جسدن کہ یہہ معلوم ہو یعنی اوسکے اقران کا مرنا تو اوسیدن سے اوسکی زوجہ موت کی عدت مین بیٹھے اور اوسکا مال تقسیم کیا جاے اون لوگون کے درمیان مین جو اوسکے وارث ہین ہم اور جو اوسکے وارث قبل مدت کے مر گئے اونکو حصہ نملیگا گویا مفقود اب مر گیا اور اسیطرح اوسکی ام ولد اور مدبر اب آزاد ہون **ویحکم بموته فی حق مال غیره من حین فقده فیرد الموقوف له الی من یرث مورثه عند موته لما تقرر انه الاستصحاب وهو ظاهر الحال حجۃ دافعۃ لا مثبتۃ** اور بعد موت اقران حکم کیا جاے مفقود کی موت کا اوسکے غیر کے مال کے حق مین جسوقت سے کہ وہ گم ہوا تو جو حصہ کہ اوسکے واسطے اوٹہا رکہا گیا تہا وہ پہیرا جاے

اون لوگون کے طرف جو اپنے مورث کے وارث تھے اوسکی موت کے نزدیک ہو اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے علم اصول مین کہ استصحاب یعنی ظاہر الحال حجت دافعہ ہے نہ مثبتہ
ہم اسیواسطے اوسکی موت کا حکم نہین اوسکے مال کے حق مین گم ہونیکے وقت سے ہو اسواسطے کہ ظاہر حال اوسکی حیات پر دلالت کرتا ہے اور وہ مقتضی ہے
عدم قسمت کا ولو کان مع المفقود وارث یحجب به لم یعط الوارث شیئا وان انتقص حقه به اعطی اقل النصیبین ویوقف الباقی اور اگر
مفقود کے ساتھ ایسا وارث ہو جو محجوب ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اوس وارث کو کچھہ نہ دیا جائیگا اور اگر وارث کا حق کم ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اوسکے دو
حصون مین سے جو کمتر ہے اوسکو کمتر حصہ دیا جائیگا اور باقی اوٹھا رکھا جائیگا ہم مثلا ایک شخص مرگیا دو بیٹیان اور ایک مفقود بیٹا اور ایک پوتا یا پوتی چھوڑکر اور مال
مورث کا اجنبی کے ہاتھہ مین ہے اور سب وارثون نے فقدان ابن مین اتفاق کیا پھر دونون بیٹیون نے میراث طلب کی تو اونکو نصف دیا جائیگا ہو اسواسطے کہ
اتنا اونکا حصہ بہر صورت متیقن ہے اور نصف باقی اوٹھا رکھا جائیگا اور اولاد ابن کو کچھہ نملیگا ہو اسواسطے کہ وہ محجوب ہین اگر مفقود زندہ ہو تو وہ میراث کے
مستحق نہوتے بسبب شک کی اور اجنبی کے ہاتھہ سے مال نلیا جائیگا تا وقتیکہ اوسکی خیانت نہ ظاہر ہو کذا فی المنح کالحمل ومحله الفرائض ولذا حذفه
القدوری وغیرہ مانند حمل کے اور محل اس گفتگو کا فرائض ہے لہذا قدوری وغیرہ نے اسکو یہان حذف کیا ہم یعنی اگر حمل کے ساتھہ دوسرا ایسا وارث ہو
جو کسیطرح ساقط نہوتا ہو اور حمل سے متغیر نہوتا ہو تو اوسکو پورا حصہ ملیگا بسبب اوسکے متیقن ہونیکے ہر حال مین چنانچہ اگر مورث نے ایک بیٹا اور حاملہ زوجہ چھوڑی
تو زوجہ کو آٹھوان حصہ ملیگا اور اگر ایسا وارث ہو کہ حمل سے اوسکا حصہ ساقط ہوجاتا ہو تو اوسکو کچھہ نہ دیا جائیگا اور اگر ایسا وارث ہو جسکا حصہ حمل
سے متغیر ہوجاتا ہو تو اوسکو اقل النصیبین ملیگا چنانچہ اگر مورث نے زوجہ حاملہ اور جدہ چھوڑی تو جدہ کو چھٹا حصہ دیا جائیگا ہو اسواسطے کہ اسکو تغیر نہین اور اگر حاملہ اور
بھائی چھوڑے تو اوسکو کچھہ نملیگا ہو اسواسطے کہ بھائی ساقط نہین ہوتا بیٹی سے بلکہ عصبہ ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ حاملہ بیٹی جنے اور ساقط ہوجاتا ہے بیٹے کے سبب سے اور جائز ہے کہ حاملہ بیٹا جنے تو امر دائر ہوا سقوط
اور عدم سقوط مین تو اصل استحقاق مشکوک فیہ ہوا لہذا اوسکو کچھہ نملیگا اور حمل کے واسطے ابن واحد کا حصہ اوٹھا رکھا جائیگا اسی قول پر فتوی ہے کذا فی
المنح والطحطاوی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لیس للقاضی تزویج امة غائب ومجنون وعبدهما وله ان یکاتبهما ویبیعهما قاضی کو درست نہین
شخص غائب اور مجنون کی لونڈی اور اونکے غلام کا نکاح کردینا اور اسکو اختیار ہے اونکو مکاتب کرنے اور بیچ ڈالنے مین اور اسیطرح اونکو اجارہ دینے مین کذا فی شرح
الملتقی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم

كتاب الشركة

یہہ کتاب ہے شرکت کے احکام مین لا یخفی مناسبتها للمفقود من حیث الامانة بل قد یتحقق
فی ماله کما لو مات مورثه پوشیدہ نہین مناسبت شرکت کی ساتھہ مفقود کے امانت کی جہت سے بلکہ کاہے شرکت ثابت ہوجاتی ہے مفقود کے مال مین اوسکے
مورث کے مرنیکے وقت ہم مصنف کتاب الشرکۃ کو کتاب المفقود کے بعد لایا دو وجہ کی مناسبت سے ایک وجہ یہہ کہ ایک شریک کا مال دوسرے شریک کے پاس امانت
ہوتا ہے جیسے مفقود کا مال شخص حافظ کے پاس امانت ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہہ کہ کاہے مفقود کے مال مین شرکت متحقق ہوجاتی ہے چنانچہ اگر مفقود کا مورث
مرگیا زندہ مفقود اور دوسرے وارث کو چھوڑکر اور یہہ مناسبت انہین دونون مین مخصوص ہے اور پہلی مناسبت عام ہے دونون مین اور آبق اور لقطہ اور
لقیط مین گو ہر ایک کے ساتھہ بال ہو کذا فی المنح هی بکسر فسکون فی المعروف لغة الخلط سمی بها العقد لانها سببه شرکت بکسر اول وسکون ثانی
بقول معروف لغت مین عبارت ہے خلط سے یعنی دو حصون کو اسطرح ملانا کہ جدائی باقی نرہے عقد کا نام شرکت رکھا گیا ہو اسواسطے کہ شرکت مسبب ہے عقد کی طحطاوی
ذکرنا ضمیر سببہ کی عقد کیطرف راجع ہے اور بعضے نسخون مین لانها سببه ہے اسمین قلب ہے بلکہ لانه سببها کہنا ٹھیک ہے وشرعا عبارة عن عقد بین المتشارکین
فی الاصل والربح جوہرہ اور اصطلاح شرع مین شرکت عبارت ہے عقد بین المتشارکین سے اصل یعنے راس المال اور منفعت مین کذا فی الجوہرہ تو اگر منفعت مین شرکت
ہو نہ راس المال مین تو وہ مضاربت ہے اور اگر راس المال مین ہو نہ منفعت مین تو وہ بضاعت ہے کذا فی الطحطاوی ورکنها فی شرکة العین اختلاطهما اور
رکن شرکت کا شرکۃ العین مین دونون مالون کا ملجانا ہے یعنی دونون مالون مین ایسا اختلاط ہو کہ ایک کی تمیز دوسرے سے متعذر یا متعسر ہو اور اختلاط کی مانند خلط ہے یعنے
دو مال کا ملانا اور ملانا [illegible] حکم مین کذا فی الحلبی وفی العقد اللفظ المفید له اور رکن شرکت کا شرکۃ العقد مین وہ لفظ ہے جو عقد کا مفید ہو یعنی ایجاب و قبول
[illegible] کہ مین تیرا شریک ہوا فلانی فلانی چیز مین اور دوسرے شریک کا یون کہنا کہ مینے قبول کیا وشرطها کون الواحد قابلا للشرکة

اور جواز شرکت کی شرط ہونا ایک چیز کا قابل ہونا علاوہ کہ قابل شرکت کے ہم قابل شرکت کی قید سے وقف معین سے احتراز ہو گیا تو ناظر وقف کو جائز نہیں کہ غیر
مستحق وقف کو ساتھ مستحق کے شریک کرے ضروریات شرکۃ مِلک وھی ان یملک متعدد اثنان فاکثر عینا وحفظا لثوب ھبّتہ الریح فی
دارھما فانھما شریکان فی الحفظ قھستانی اور شرکت دو قسم ہے ایک شرکت ملک کی وہ یہ ہے کہ چند شخص دو ہون یا زیادہ مالک ہون ایک چیز موجود کے
یا مالک ہون حفاظت کے جیسے ایک کپڑا ہوا سے اڑکر دو شخصون کے گھر مین ڈالدیا تو وہ دونون شریک ہین اوسکی حفاظت مین کذا فی القھستانی اودینا علی
ما ھو الحق فلو دفعہ المدیون لاحدھما فللاخر الرجوع بنصف ما اخذ فتح وسیجیء متنا فی الصلح یا چند لوگ مالک ہون دین کے بنا بر اوس قول کے جو حق ہے
تو اگر مدیون ایک شریک کو دین ادا کرے تو دوسرے شریک کو نصف دین ماخوذ کا لینا جائز ہے کذا فی الفتح اور یہہ مسئلہ کتاب الصلح کے متن مین آویگا اور بعضون نے
کہا کہ دین مین شرکت نہیں الا مجازا اسواسطے کہ دین وصف شرعی ہے کہ مملوک نہیں ہوتا اور حق یہہ ہے کہ شرعا مملوک ہوتا ہے بدلیل تفریع شارح وان من
حیل الاختصاص بما اخذ ان یھبہ المدیون قدر حصتہ ویکفلہ بقدر حصتہ وھذا انیہ اور جو ذکر کہ شریک نے لیا اوسکے اختصاص کی حیلہ
یہہ ہے کہ شریک قرضدار مدیون کو بقدر اپنے حصے کے ھبہ کرے اور مالک دیگر کے اوتنے حصے کی کفالت کرے کذا فی الوہبانیہ ہم کہتے ہین مجاز ہی ہے سقاط ہے ولھذا غیر مدیون کو
ھبہ کرنا جائز نہیں بارث او بشراء او غیرھما بای سبب کان جبریا او اختیاریا ولو متعاقبا کما لو اشتری شیئا ثم اشرک فیہ آخر منیہ یعنی شریک
مالک ہون بسبب ارث کے یا بسبب ایسے امر کے جس سبب سے کہ ملک حاصل ہو خواہ سبب جبری ہو یا اختیاری اگرچہ ملک متعاقب ہو چنانچہ اگر ایک شخص نے کسی چیز کو
خرید کیا پھر اوسمین دوسرے شخص کو شریک کر لیا کذا فی منیہ ہم مراد ارث او بیع سے تمام اسباب ملک ہبہ اور صدقہ اور دو شخصون کا غالب ہو جانا حربی کے مال پر
یا پھیل پھٹ کر دو شخصون کا مال مل جانا بلا قصد تخلیط یا بقصد اسطرح خلط کرنا کہ تمیز متعذر ہو یا متعسر چنانچہ گیہون کا جو مین ملا دینا ان سب صورتون مین شرکت
املاک متحقق ہوتی ہے وکل من شرکاء الملک اجنبی فی الامتناع عن تصرف مضر فی مال صاحبہ لعدم تضمنھا الوکالۃ اور ہر شریک شرکاء ملک کا
اجنبی کے مانند ہے اوس تصرف کی امتناع مین جو مضر ہو اوسکے ساتھی کے مال مین یعنی شریک کے حصے مین تصرف مضر اسکو کرنا جائز نہیں بسبب متضمن ہونے شرکۃ الملک
کے وکالت کو ہم تصرف مضر کی اسواسطے قید لگائی کہ تصرف غیر مضر جائز ہے چنانچہ مشترک گھر کی چھت پر رہنا یا مشترک زمین مین کھیتی کرنا بشرط حصول منفعت
درصورت غیبت شریک کذا فی القھستانی فصح لہ بیع حصتہ ولو من غیر شریکہ بلا اذن الا فی صورۃ الخلط لما لہما بفعلھما کحنطۃ بشعیر وکبناء
وشجر وزرع مشترک قھستانی وتمامہ فی فصل الثلاثین من العمادیۃ وفی فتاوی ابن نجیم تو صحیح ہے بیچنا اپنے حصہ کا اگرچہ غیر شریک کے ہاتھ ہم
بیچا ہو بدون اوسکے اذن کے مگر خلط کی صورت مین غیر شریک سے بیچنا بلا اذن جائز نہیں ہے دو شخصون نے دو مال اپنے فعل اختیاری سے ملائے جیسا گیہون کو جو سے ملانا
اور چنانچہ عمارت اور درخت اور کھیتی مشترک کذا فی القھستانی اور پورا بیان اسکا عمادیہ کی تیسوین فصل مین ہے اور ایسے مانند ابن نجیم کے فتاوی مین ہے ہم خلط مین فعل
شریکین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک شخص خلط کریگا تو وہ دوسرے کے مال کا مالک ہو جائیگا ضمان دیکر شرکت نرہیگی اگر کوئی کہے کہ خلط اور اختلاط کی صورت مین اور
انکی غیر مین کیا فرق ہے او سکا جواب یہہ ہے کہ جب دو شریکون مین ابتدا سے شرکت ہوئی اسطرح پر کہ دونون نے گیہون کو خرید کیا یا وراثت مین پایا تو ہر دانہ
گیہون کا دونون مین مشترک ہوا تو ہر شریک کو اپنا حصہ بیچنا شریک سے یا اجنبی سے جائز ہے بخلاف خلط اور اختلاط کے کہ اوسمین ہر ہر دانہ پورا مملوک ہے
ایک شخص کا اوسمین دوسرے کی شرکت نہیں پھر جب اپنا حصہ غیر شریک کے ہاتھ بیچیگا تو اوسکی تسلیم پر قادر نہوگا مگر حصہ شریک کو مخلوط کر کے لہذا اوسکے اذن پر
بیع موقوف ہوگی اور اگر شریک کے ہاتھ بیچیگا تو جائز ہے بسبب قدرت علی التسلیم کے جیسے اجارہ مشاع کا شریک سے جائز ہے اور ظاہر بیان شارح کا مقتضی ہے
کہ عمارت اور درخت اور زراعت مشترک من قبیل خلط ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اوسمین بیع کا متوقف ہونا شریک کے اذن پر اسواسطے ہے کہ شریک کو
درخت کو اکھاڑنے سے اور عمارت کے ڈھانے سے ضرر ہوجائیگا کذا فی الطحطاوی وفیھا بعد ورقتین ان المبطخۃ کذلک لکن فیھا بعدہ بورقتین نحو تین
جوز بیع البناء او الغرس المشترک فی الارض المحتکرۃ ولو لاجنبی فتنبہ اور ابن نجیم کے فتاوی مین دو ورق کے بعد ہے کہ خربوزون کی فالیز بھی اسطرح ہے
یعنی اوسکی بیع اجنبی سے جائز نہیں لیکن دوسری کتاب مین اور دو ورق کے بعد جواز بیع ہے عمارت اور شجر مشترک کا جو ارض محتکرہ مین قائم ہے اگرچہ اسکی بیع اجنبی سے کی

تو خبردار حضام شارح نے تا فیض کتاب کو پر آگاہ کر دیا اور طمینان دل کے لائق وہ قول ہے جو اور کتب معتمدہ کے موافق ہے یعنی بیع بنا اور غرس کی اجنبی سے جائز نہین کذا فی الطحطاوی فلا یجوز بیعہما الا باذنہ ولو کانت الدار مشترکۃ تو جائز نہین شیار مشترکہ مذکورہ کی بیع بلا اذن شریک کا اگرچہ گہر شترک ہو حلبی نے کہا عدم جواز بیع ساج ہی خلط مالین اور واسطے ایکے طرف دار بینہما باع احدہما بیتا معینا او نصیبہ من بیت معین فللآخر ان یبطل البیع ایک گہر مشترک ہی دو شریکون مین ایک شریک نے ایک معین کوٹہری یا اپنا حصہ ایک معین کوٹہری سے بیچا تو دوسرے شریک کو جائز ہی کہ بیع کو باطل کردالے یعنی یہ اسواسطے کہ بائع کا حصہ بیع مین متحقق نہین اس احتمال سے کہ شاید قسمت کے وقت جسکو بائع نے بیچا ہی وہ دوسرے شریک کے حصے مین پڑیگا ان اگر اپنا حصہ بلا تعیین مکان بیچا تو جائز ہوا وفی الواقعات دار بین رجلین باع احدہما نصیبہ للآخر جاز لانہ لا یخلو اما ان باعہ بشرط الترک او بشرط القلع او الہدم اما الاول فلا یجوز لانہ شرط منفعۃ للمشتری سوی البیع فصار کشرط اجارۃ فی البیع ولا یجوز بشرط الہدم والقلع لان فیہ ضررا بالشریک الذی لم یبع اور واقعات مین ہی کہ ایک گہر مشترک ہی دو مردون مین اونمین سے ایک نے اپنا حصہ اجنبی کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین ہوا واسطے کہ دو حال سے خالی نہین کہ یا اوس نے بیع کی ہے بشرط ترک کے یعنی جیسا گہر ہے ویسا ہی بنا رہے یا بیع کی ہو بشرط قلع یا ہدم کے پہلی صورت تو جائز نہین ہوا اسواسطے کہ بائع نے مشتری کی منفعت شرط کی ہی سوای بیع کے تو یہ شرط مانند شرط اجارہ کے ہوئی بیع مین اور بشرط ہدم اور قلع بھی جائز نہین ہوا اسواسطے کہ گہر کے گرانے مین اوس شریک کا ضرر ہی جسنے اپنا حصہ نہین بیچا ام بیع مذکور سے فقط عمارت کی بیع مراد ہی چنانچہ عمادیہ مین مصرح ہے اور اگر شریک نے اپنا تمام حصہ یعنی عمارت کو ساتہہ زمین کے بیچا تو اوسکے جواز کا کوئی مانع نہین کذا افادہ الحلبی اور اجارہ شرط کرنا بیع مین اسطرح کہ عمارت کا حصہ بیچنے کے وقت اوسکی زمین کا اجارہ شرط کرے تو یہہ جائز نہین اسواسطے کہ ادخال ایک عقد کا ہے دوسرے عقد مین وفی الفتاوی شجرۃ بین قوم باع احدہم نصیبہ منہا والاشجار قد انتہت اوان القطع حتی لا یضرہا القطع جاز الشراء وللمشتری ان یقطع لانہ لیس فی القسمۃ ضرر اور فتاوی مین ہے کہ درخت مشترک ہین ایک قوم مین اونمین سے ایک شخص نے اپنا حصہ بلا تعیین بیچا اور حالانکہ درختون کے کاٹنے کا زمانہ پورا ہو چکا کہ اب مشتری اور شریک کے کاٹنا ضرر نہین کرتا تو خرید کرنا جائز ہی اور مشتری کو کاٹنا درست ہی اسواسطے کہ قسمت مین ضرر نہین ہم طحطاوی نے کہا قطع مشتری بعد تقسیم درست ہوا اور یہہ حکم اون اشجار مین ہے جن مین قطع کرنا مقصود ہوتا ہی یعنی جیسے شیشم اور ساکہو اور جن درختون سے پہل مقصود ہوتا ہی اونکا یہہ حکم نہین وفی النوازل باع نصیبہ من الشجرۃ بلا ارض بلا اذن شریکہ ان آن اوان انقطاعہا جاز البیع لانہ لا یضر المشتری بالقسمۃ وان لم یبلغ فسد لتضررہ بہا اور نوازل مین ہی کہ ایک شریک نے اپنا حصہ اشجار مین سے بدون زمین کے بلا اذن شریک بیچا اگر اوسکے قطع کا وقت ہی تو بیع جائز ہی اسواسطے کہ مشتری کو ضرر نہوگا قسمت سے اور اگر قطع کا وقت ہنوز نہین پہونچا تو بیع فاسد ہی بسبب ضرر پانے مشتری کے قسمت سے وفیہا باع بناءہ بلا ارض علی انہ یترک للمشتری البناء فالبیع فاسد عمادیۃ من الفصل الثلثین من مسائل الشیوع اور نوازل مین ہی کہ ایک شریک نے عمارت بدون زمین کے بیچی اس شرط پر کہ مشتری عمارت کو چہوڑ دی یعنی بدستور سابق قائم رکہی تو بیع فاسد ہی کذا فی العمادیۃ مسائل شیوع کی تیسوین فصل سے طحطاوی نے کہا اشجار اور عمارت کی دونون مسئلے مکرر ہو گئی پہلا فتاوی مین مذکور ہی اور دوسرا واقعات مین والاختلاط بلا صنع من احدہما فلا یجوز بیعہ الا باذنہ لعدم شیوع الشرکۃ فی کل حبۃ بخلاف نحو حمام وطاحون وعبد ودابۃ حیث یصح بیع حصتہ اتفاقا کما بسطہ المصنف فی فتاواہ بیع مشترک کی بلا اذن شریک صحیح ہی مگر خلط اور اوس اختلاط کی صورت مین جو بلا صنعت احد الشریکین کے حاصل ہوا تو اوسکی بیع جائز نہین مگر باذن شریک بسبب شائع ہونے شرکت کی ہر ذرہ مین بخلاف مانند حمام اور چکی اور غلام اور جانور مشترک کی ہو اسطے کہ اونمین سے اپنا حصہ بیچنا بالاتفاق صحیح ہی چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہی مصنف نے اپنی فتاوی مین ہم خلط بلا صنعت کی صورت یہہ ہی مثلا کہ تہیلی پہٹ کر دراہم ملگئی یا کہتیا پہٹکر گیہون یا جو مختلط ہو گئی اور عدم شیوع شرکت عدم جواز بیع کی علت ہی خلط اور اختلاط کی دونون صورتون مین چنانچہ مسئلہ خلط مین اسکی تصریح ہو چکی ثم الظاہر ان البیع لیس بقید بل المراد الاخراج عن الملک ولو بہبۃ او وصیۃ وتمامہ فی الرسالۃ المبارکۃ فی الاشیاء المشترکۃ وہی نافعۃ لمن ابتلی بالافتاء پہر ظاہر یہہ ہی کہ مصنف کے قول مذکور مین بیع قید نہین بلکہ بیع سے مراد اخراج ہی اپنی ملک سے اگرچہ اخراج بسبب ہبہ یا وصیت کے ہو اور پورا بیان اسکا رسالہ مبارکہ فی

الاشیاء المشترکۃ میں تھے اور وہ رسالہ اوس شخص کو نافع ہی جو مبتلا بافتا ہوا یعنی مفتی کو مفید ہی رسالہ مبارکہ صاحب نہر الفائق کی تصنیف ہی کذا فی النہر وزاد
الوانی محشی لدرر الشفعۃ ایضاً فراجعہ اور وانی محشی درر غیر شفعہ کو بھی زیادہ کیا ہی خلط اور اختلاط پر تو اوسکے طرف مراجعت کرو حاشیہ مذکورہ
کی عبارت کا یہہ مطلب ہی کہ استثناء صورت خلط اور اختلاط پر یہہ اعتراض وارد ہی کہ مصنف کو لائق تہا کہ استثناء صورت شفعہ کا بھی اشارہ کرتا اسواسطے
کہ اگر دو شخص وارث ہوں زمین کے تو ایک وارث کو اپنا حصہ زمین مذکور غیر شریک سے بیچنا جائز نہیں بلا اذن شریک کذا فی الطحطاوی واما الانتفاع بہ بغیبۃ
شریکہ ففی بیتٍ وخادمٍ وارضٍ ینتفع بالکل ان کانت الارض ینفعہا الزرع والا لا بحر بخلاف الدابۃ ونحوہا وتمامہ فی الفصل الثالث و
الثلثین من الفصولین اور فائدہ لینا چیز مشترک سے اپنی شریک کی غیبت میں سو بیت اور خادم اور زمین میں تو بالکل مشترک سے منتفع ہو اگر زمین کو زراعت
فائدہ کرتی ہو اور اگر زمین کو ضرر ہو زراعت سے تو جائز نہیں کذا فی البحر بخلاف جانور اور اوسکے مانند کے اور اسکا پورا بیان فصولین کی تینتیسویں فصل میں ہی
ہم حموی نے کہا جانور مشترک پر سوار نہو بغیر اذن شریک کے اسواسطے کہ سواری میں تفاوت ہوتا ہی یعنی سوار کار کی سواری سے جانور کو تکلیف نہیں
ناواقف کی سواری سے مشقت ہوتی ہے اور علماء نے کہا ہی کہ مشترک لونڈی ایکدن ایک شریک کے پاس رہے اور دوسرے دن دوسرے کے پاس
مسائل مہایاۃ کی بمناسبت مقام مذکور ہوتے ہیں جنکو مفتی ابو السعود نے سراج سے نقل کیا ہی مہایاۃ عبارت ہی باری مقرر کرنے سے منافع مشترکہ میں
چاہیے کہ باری باندہنا منافع مشترکہ میں جائز ہی بنا بر استحسان کے اور اوسمین قاضی کا جبر جاری ہے قسمت کے مانند مگر یہہ کہ قسمت اتوی ہے استعمال منفعت
میں اسواسطے کہ اوسمین منافع کا اجتماع ہی زمان واحد میں اور مہایاۃ میں اجتماع منافع علے التعاقب ہی اور مہایاۃ باطل نہیں ہوتی موت سے تو وہ از قسم اجارہ اور
عاریت نہیں کہ اونکا بطلان ہوجاتا ہی موت سے اور جب ایک شریک طالب قسمت کا ہو تو نقض اسکا جائز ہی اور کوئی ایسا عقد نہیں جسکا فسخ دوسرے کی
طلب سے جائز ہو سوائی مہایاۃ کے اور مہایاۃ تین قسم پر ہی ایک مہایاۃ اوس چیز میں ہی جو اصل کی قسمت کرنے سے بھی حاصل ہی اور خلاف مستعمل سے
مختلف نہیں تو یہہ قسم صحیح ہی چنانچہ ایک گھر دو شخصوں میں مشترک ہی سو انہوں نے آپسمین یہہ قرار دیا کہ بعضے مکان میں ایک رہے اور بعضے میں دوسرا
اسمین بیان مدت کی کچھہ حاجت نہیں ہر شخص کو جائز ہی کہ آپ اوسمین رہے یا اپنا مکان اوس گھر کا کرایہ کو دے اور اگر اوسمین یہہ قرار پایا کہ ایک شخص
رہے اور دوسرا اوسکے نیچے تو بھی جائز ہی دوسری قسم مہایاۃ کی وہ شے جو اوس شی کے منافع میں ہو جو اصل کی قسمت کرنے سے حاصل نہیں ہوسکتی لیکن
اختلاف پذیر نہیں چنانچہ دو غلام میں یوں قرار دینا کہ ایک غلام ایک مولی کی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے مالک کی خدمت کرے اور یہہ جائز ہی صاحبین کے
قول پر بسبب جائز ہونے قسمت رقیق کے اور امام اعظم اگرچہ جواز قسمت رقیق کے قائل نہیں لیکن اونکے نزدیک قسمت فی المنافع جائز ہی اسواسطے کہ جنس احد
غیر مختلف ہی تیسری قسم مہایاۃ کی وہ ہی جو منافع مختلفہ میں ہو چنانچہ سواری کے دو جانوروں میں یہہ بات مقرر ہو کہ ایک پر ایک شریک سوار ہو اور دوسرے پر
دوسرا یا دونوں جانور دونوں شریکوں کی سواری میں رہیں تو یہہ مہایاۃ جائز نہیں بسبب مختلف ہونے منفعت دوابہ کے اور اسیطرح ایک سواری پر باری باری
سوار ہونا بھی جائز نہیں بخلاف عبد واحد کے اسواسطے کہ سوار ہونا مختلف ہی باعتبار حذاقت سوار کے اور خدمت غلام کی مختلف نہیں ہو اسواسطے کہ غلام اپنی طاقت سے
خدمت کرتا ہی بالا یطاق کا متحمل نہیں ہوتا اور جانور سوار میں مجبور ہی اور اگر دو شریکوں نے ایک نخل یا شجر میں یہہ مقرر کیا کہ ہر شخص ایک جانب کے پھل لیا کرے یا بکری میں
ایک تہن کا ایک شخص دودہ لے اور دوسرے تہن سے دوسرا شریک لے تو یہہ جائز نہیں اسواسطے کہ مہایاۃ منافع کے ساتھہ مخصوص ہی اس سبب سے کہ اونکو بقا نہیں تو قسمت
اونمین متعذر ہی اور پہل اور دودہ شے موجود ہی اونمین تو بخوبی قسمت ہوسکتی ہی بعد حصول کے علاوہ اسکے اولاد اور البان متفاوت ہیں اور اعیان میں قسمت جائز
نہیں الا بتعدیل کذا فی الطحطاوی ملخصاً اور طحطاوی نے کہا فصولین کی فصل مذکور میں مذکور ہی کہ مشترک گھر میں ایک شریک رہا دوسرے شریک کی غیبت میں
تو اوسے حصہ شریک غائب کا کرایہ لازم نہیں اگرچہ وہ گھر کرایہ کے واسطے مہیا ہو اسواسطے کہ سکونت کے حق میں مشترک گھر ہر شریک کا مملوک قرار دیا جاتا ہی علی سبیل الکمال
اسواسطے کہ اگر ایسا نہو تو ہر شریک کا اوسمین داخل ہونا اور بیٹہنا اور اسباب رکہنا ممنوع ہو تو منافع ملک بالکل باطل ہوجاویں اور حالانکہ یہہ جائز نہیں پھر جب یہہ ٹھہرا تو مشترک
حاضر اپنی ملک میں ساکن رہا تو اوسپر کرایہ کیونکر ہوگا اسواسطے کہ وہ بنا دلیل ملک اوسمین رہا دو شرکت عقد ای واقعۃ بسبب عقدٍ قابلۃ للوکالۃ اور دوسری قسم شرکت کی

عقد کی شرکت ہے یعنی وہ شرکت جو واقع ہے بسبب عقد کے قابل ہے واسطے وکالت کے ورکنہا ای ماھیتہا الایجاب والقبول ولو معنی کما لو دفع لہ الفا وقال
اخرج مثلہا واشتر والربح بیننا اور رکن اوس کا یعنی شرکۃ العقد کی ماہیت اور حقیقت ایجاب اور قبول ہے اگرچہ ایجاب اور قبول لفظے نہو بلکہ معنوی ہو
چنانچہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دئے اور کہا کہ تو بھی ویسے درم نکال اور اشیاء تجارت کو مول لے اور نفع ہمارے تمہارے درمیان نصفا نصف ہے م
اور دوسرے شخص نے دراہم مذکورہ کو لیا اور اوتنے دراہم اپنے پاس سے نکالے تو شرکت منعقد ہو گئی کذا فی البحر وشرطہا ای شرکۃ العقد کون المعقود
علیہ قابلا للوکالۃ فلا تصح فی مباح کاحتطاب اور شرکۃ العقد کی شرط یہ ہے ہونا معقود علیہ کا قابل وکالت کے تو صحیح نہین شرکت امر مباح مین جیسے جنگل
کی لکڑیاں لینا م معقود علیہ یعنی جس کام کے واسطے شرکت واقع ہوئی اوسمین قابلیت وکالت اسواسطے شرط ہوئی تاکہ جب اس چیز کو دونون شریک حاصل کرین
اور دونون مین شرکت ثابت ہو تو عامل کے واسطے بطریق اصالت کے ہوگی اور شریک کیواسطے بطریق وکالت کے تو یہہ بات مباحات مین حاصل
نہو گی چنانچہ جنگل کی لکڑیون اور گہاس اور شکار مین اسواسطے کہ توکیل انمین صحیح نہین تو مباحات کو جو شخص حاصل کریگا وہی بالخصوص اوسکا مالک ہوگا نہ اوسکا
شریک کذا فی شرح الرہبی وعدم ما یقطعہا کشرط دراہم مسماۃ من الربح لاحدہما لانہ قد لایربح غیر المسمی وحکمہا الشرکۃ فی الربح اور شرکۃ
العقد کی دوسری شرط نہونا اوس چیز کا ہے جو قاطع ہے شرکت کا چنانچہ شرط کر لینا دراہم معینہ کا منفعت سے ایک شریک کیواسطے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ کاہے منفعت سواے
قدر معین کے نہو اور حال انکہ حکم شرکت کا اشتراک فی المنفعۃ ہے م مثلا زید اور خالد شریک ہین تجارت مین اور زید نے ہزار روپیے دئے اور خالد سے کہا کہ
مجکو دو یا چار روپیہ ماہوار دیاکرنا تو یہہ شرط ناجائز ہے اور مفسد شرکت اسواسطے کہ شاید کبھی دو یا چار کی سوا منفعت نہو تو خالد منفعت سے بے
نصیب بالکل مطلق فائدہ نہوا فتاوی عالمگیری مین بدائع سے منقول ہے کہ شرکۃ العقد کی یہہ شرط ہے کہ فائدہ معلوم القدر ہو سو اگر مجہول القدر ہوگا تو مفسد شرکت
ہے اور یہہ شرط ہے کہ فائدہ جزو شائع ہو نہ فی الجملہ معین یعنی شریک اسواسطے نصف منفعت ٹہرالے یا تہائی سو اگر دس یا سو درم کی تعیین ہو گی تو شرکت فاسد
ہو جائیگی انتہے وہی اربعۃ مفاوضۃ وعنان وتقبل ووجوہ وکل من الاخیرین یکون مفاوضۃ وعنانا کما سیجئ اور شرکۃ العقد چار قسم پر ہے
ایک مفاوضہ دوسری عنان تیسری تقبل چوتھی وجوہ اور پچھلی دو قسمون سے مفاوضہ اور عنان بھی ہوتی ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا اور بحر الرائق مین کہا کہ زیلعی نے شرکت کو
یہہ قسم کہا ہے اس اعتبار سے کہ یا شرکت بالمال ہے یا شرکت بالوجوہ ہے یا شرکت بالاعمال ہے اور ہر ایک دو قسم مفاوضہ اور عنان اور یہی تقسیم بہتر ہے اور اسیکو طحاوی اور
کرخی نے ذکر کیا ہے اسواسطے کہ چار قسم کہنا جیساکہ شارح نے کہا ہے اسکا موہم ہے کہ اخیرین یعنی تقبل اور وجوہ مین مفاوضہ اور عنان نہین ہوتی انتہے اور عالمگیری مین ذخیرہ
سے بھی اقسام ستہ مذکورہ منقول ہین اما مفاوضۃ من التفویض بمعنی المساواۃ فی کل شئ اور شرکۃ العقد یا مفاوضہ ہے اور مفاوضہ مشتق ہے تفویض سے
اور تفویض بمعنی مساوات ہے یعنی ہر چیز مین برابر ہونا مشتق ہونا مفاوضہ کا تفویض سے دلالت کرتا ہے کہ مزید بھی غیر مزید سے مشتق ہوتا ہے اور یہہ خلاف مشہور ہے کذا فی
شرح الملتقی قاموس مین کہا کہ مفاوضہ عبارت ہے اشتراک سے فی کل شئ اور مساوات سے لہذا ہدایہ مین کہا چونکہ یہہ شرکت عام جمیع تجارات مین ہے اور تفویض کرتا ہے ہر
شریک دوسرے کو امر شرکت کا علی الاطلاق اسواسطے یہہ عقد مسمی بمفاوضہ ہے لیکن مفاوضۂ اصطلاحیہ مین ہر چیز کی مساوات لازم نہین اسواسطے کہ زیادتی ایک شریک
کی دوسرے پر باعتبار زمین اور اسباب کے مضر شرکت نہین اور بعضون نے کہا کہ مفاوضہ مشتق ہے فوض بمعنی انتشار اور اشتہار سے چونکہ یہہ عقد جمیع تصرفات کی انتشار اور
ظہور پر مبنی ہے لہذا اوسکو مفاوضہ کہا ان تضمنت وکالۃ وکفالۃ لصحۃ الوکالۃ بالمجہول ضمنا لا قصدا شرکت یا مفاوضہ ہے اگر وہ وکالت اور ضمانت کی متضمن ہو بسبب
صحیح ہونے مجہول کی وکالت کے ضمنا نہ قصدا م یہہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ وکالت بالمجہول جائز نہین تو لازم ہے کہ شرکت مفاوضہ جائز نہو کہ مجہول الجنس کی وکالت کو متضمن ہے
شارح نے اسکا جواب دیا کہ وکالت بالمجہول قصدا البتہ صحیح نہین لیکن ضمنا صحیح ہے چنانچہ مضاربت صحیح ہے باوجود جہالت کے اسواسطے کہ مضاربت چیز مجہول کی خرید کی توکیل
عبارت ہے لیکن در ضمن عقد مضاربت وتساویا مالا تصح بہ الشرکۃ اور نیز شرط یہ ہے کہ دونون شریک اوس مال مین برابر ہون جس سے شرکت صحیح ہے م صحت شرکت کی قید سے
عرض اور عقار خارج ہو گئے تو اسکی زیادتی مضر مفاوضہ نہین وکذا ربحا کما حققہ الوانی اور اسیطرح منفعت مین دونون برابر ہون جیساکہ وانی نے اسکی تحقیق کی
ہے م وانی نے حاشیہ درر مین کہا کہ شرکت مفاوضہ عبارت ہے مساوات جمیع متعلقات شرکت سے تو یہہ منفعت کی برابری کو بھی مقتضی ہے ولہذا فقہا نے اسکا تعرض نہین کیا کیونکہ

انہی مختصر مین منجملہ شرائط صحت مفاوضہ کہا ہی کہ دونون منفعت مین برابر ہون بلا تفصیل کذا فی الطحطاوی وتصرفا ودینا لاخفی ان التساوی فی التصرف یستلزم التساوی
فی الدین اور بشرطیکہ دونون شریک برابر ہون تصرف اور دین مین مخفی نہین کہ تصرف مین برابر ہونا مستلزم ہی دین کی برابری کو ہم و لہذا زیلعی نے کہا
کہ اختلاف فی الدین اختلاف فی التصرفات کا موجب ہی کہ کافر نے جب شراب اور سور کو خرید کیا تو مسلم اسکی بیع پر قادر نہین اور شرط مفاوضہ یہہ ہی کہ جمیع مشتریات
شریک کی بیع پر قادر ہو اسواسطے کہ وہ وکیل ہی اور شراب اور اسیطرح مسلم اون دونون کی خرید پر بھی قادر نہین واجازھا ابو یوسف مع اختلاف
الملة مع الکراهة اور ابو یوسف نے مفاوضہ جائز رکھا ہی خلاف ملت کے ساتھہ بھی کراہت کے ساتھہ اسواسطے کہ کافر عقود جائزہ سے واقف نہین فلا تصح مفاوضة و
ان صحت عنانا بین حر وعبد ولو مکاتبا وماذونا وصبی وبالغ ومسلم وکافر لعدم المساواة تو شرکت صحیح نہین باعتبار مفاوضہ اگرچہ صحیح ہی باعتبار عنان
درمیان آزاد اور غلام کے اگرچہ غلام مکاتب ہو یا ماذون اور درمیان صغیر اور بالغ کے اور مسلم اور کافر کے بسبب برابر ہونے دونون کے اسواسطے کہ حر بالغ بذات
خود تصرف کا مالک ہی اور غلام اور صغیر بلا اذن ولی اور مولی مالک نہین و علی ہذا القیاس مسلم اور کافر تصرف مین برابر نہین چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا وافاد انها لا
بین صبیین لعدم اهلیتهما للکفالة ولا ماذونین لتفاوتهما قیمة اور مصنف نے اپنی کلام مین اشارہ کیا کہ شرکت مفاوضہ صحیح نہین دونا بالغون مین بسبب
انکی عدم اہلیت کے واسطے کفالت کے اور صحیح نہین دو ماذون غلامون مین بسبب متفاوت ہونے دونون کے قیمت مین یعنی جب قیمت مین برابر نہوی تو ضمانت مین برابر نہوی
حالانکہ مفاوضہ مین ایک شریک کا کفیل ہونا دوسرے شریک کیواسطے ضرور ہی وکل موضع لم تصح المفاوضة لفقد شرطها ولا یشترط ذلک فی العنان
کان عنانا کما مر لاستجماع شرائطه کما سیتضح اور جس موضع مین شرکت مفاوضہ صحیح نہوی بسبب فقدان اوسکی شرط کے اور حالانکہ وہ شرط مفقود عنان مین مشروط
نہین تو وہ شرکت عنان ہوجائیگی چنانچہ مذکور ہوچکا کہ حر اور عبد اور صبی اور بالغ اور مسلم اور کافر مین مفاوضہ صحیح نہین لیکن عنان صحیح ہی اوسکی شرائط کے جمع ہونے سے
چنانچہ شرائط عنان عنقریب واضح ہونگی وتصح المفاوضة بین حنفی وشافعی وان تفاوتا تصرفا فی متروک التسمیة لتساویهما ملة وولایة الالزام بالحجة
ثابتة اور صحیح ہی شرکت مفاوضہ درمیان حنفی اور شافعی کے اگرچہ دونون ذبیحہ متروک التسمیہ مین متفاوت ہین باعتبار تصرف کے بسبب برابر ہونے دونون کے ملت مین
اور ولایت الزام کی دلیل سے ثابت ہی یعنی متروک التسمیہ کے مال غیر متقوم ہونے پر دلیل قائم ہی اور ثبوت حجت کا بواسطے اتحاد ملت اور اعتقاد کے لازم ہی اسواسطے کہ شافعی
المذہب کا یہہ گمان ہی کہ متروک التسمیہ کی خرید شافعی اور حنفی دونونکو درست ہی اور حنفی کا یہہ زعم ہی کہ وہ دونونکو جائز نہین تو دونون تصرف مین برابر ہین اپنی اعتقاد کی
راہ سے بخلاف مسلم اور ذمی کے کذا فی المنح ولا تصح الا بلفظ المفاوضة وان لم یعرفا معناها سراج او بیان جمیع مقتضیاتها ان لم یذکرا لفظها اذ العبرة
للمعنی لا للمبنی اور شرکت مفاوضہ صحیح نہین مگر بذکر لفظ مفاوضہ اگرچہ شریکین اوسکے معنے کو نجانتے ہون یا اوسکے جمیع مقتضیات کے بیان سے صحیح ہی اگر اوسکے لفظ مذکور
نکیا اسواسطے کہ اعتبار معنی کا ہی نہ لفظ کا ہم لفظ مفاوضہ مین علم اوسکے معنے کا اسواسطے نہ شرط ہوا کہ صریح محتاج نیت کا نہین اور جمیع مقتضیات کا بیان اسطرح ہی کہ دو حر بالغ
مسلم یا ذمی ہون نے ایکدوسرے سے یون کہا کہ مین تیرا شریک ہوا اپنی سب نقد مال مین بقدر تیری ملک کے بطریق تفویض عام دونون جانب سے تجارت اور نقد اور نسیہ مین باین شرط
کہ ہر شخص دوسرے کا ضامن ہی کذا فی البحر واذا صحت فما اشتراه احدهما یقع مشترکا الا طعام اهله وکسوتهم استحسانا لان المعلوم بدلالة الحال کالمشروط
بالمقال والمراد المستثنی ما کان من حوائجه ولو جاریة للوطی باذن شریکه کما سیجیء اور جبکہ شرکت مفاوضہ باستجماع شرائط کے درست ہوئی سو جس چیز کو کہ ایک شریک
خرید کریگا وہ مشترک واقع ہوگی مگر اپنی اہل وعیال کا طعام اور لباس خرید کیا مشترک نہین بنا بر استحسان کے اسواسطے کہ جو چیز کہ بدلالت حال کے معلوم ہو وہ زبانی شرط کے برابر ہی اور مستثنی
طعام اور لباس مستثنی سے جمیع حاجات ضروریہ کا ارادہ کیا اگرچہ لونڈی خرید کی ہو وطی کیواسطے اپنی شریک کا اذن سے چنانچہ فصل آئندہ مین آویگا ہم وطی کی مانند خدمت کے اور اذن شریک کی
قید اسواسطے لگائی کہ اگر بے اجازت شریک خرید کریگا تو لونڈی مشترک ہوگی وللبائع مطالبة ایهما شاء بثمنهما ای الطعام والکسوة ویرجع الاخر بما ادی عن المشتری بقدر
حصته ان ادی من مال الشرکة اور بائع کو قیمت طعام اور لباس کا مطالبہ جائز ہی دونون مین سے جس سے چاہے خواہ مشتری سے بالاصالة خواہ اوسکے شریک سے بالکفالة اور دوسرا
شریک مشتری سے جسقدر جو اوس نے قیمت ادا کی بقدر اوسکے حصے کے اگر اوس نے شرکت کے مال سے ادا کی ہوگی ہم اور اگر اوس نے غیر شرکت کے مال سے قیمت ادا کی تو رجوع نکریگا اور شرکت مفاوضہ باطل ہوگی اگر
مال ہوے اوسی جنس سے جس سے شرکت صحیح ہی اسواسطے کہ اس مال کو دخل ہوا اوسکی ملک مین مال اوسکا زیادہ ہوگیا مساوات مشروطہ باقی نرہی و اگر مال [illegible] مفاوضہ شرکت [illegible]

چنانچہ عرض تو مفاوضہ باطل نہین کذا فی البحر وکل دین لزم احدھما بتجارۃ واستقراض وغصب واستھلاک وکفالۃ بمال بامرہ لزم الآخر ولو لزمہ باقرارہ اور جو دین کہ ایک شریک کو لازم ہوگا بسبب تجارت اور قرض لینے اور غصب اور استہلاک اور مال کی ضامنی سے کفول کے امر سے تو وہ دین دوسرے شریک کو بھی لازم ہوگا اگرچہ لزوم اوسکا شریک کے اقرار سے ہو مع کفالت بامر کی قید اسواسطے لگائی کہ کفالت بلاامر سے اوسکے شریک پر دین لازم نہین چنانچہ کفالت نفس مین وہ بالاجماع لازم نہین کذا فی الملتقی وشرحہ الا اذا اقر لمن لا تقبل شھادتہ لہ ولو معتدتہ فیلزمہ خاصۃ کمھر وخلع وجنایۃ وکل ما لا یصح الشرکۃ فیہ مگر جب شریک نے دین کا اقرار کیا اوس شخص کے واسطے جسکے حق مین اوسکی گواہی مقبول نہین چنانچہ اصول اور فروع اور زوجہ اگرچہ زوجہ معتدہ ہو تو ایسے دین اوسیکو لازم ہوگا بالخصوص نہ اوسکے شریک کو چنانچہ مہر اور خلع اور جنایت اور وہ چیز جسمین شرکت صحیح نہین ہو زیلعی نے کہا کہ دوسرے شریک کو جنایت کی دیت اور مہر اور خلع اور صلح قتل عمد اور نفقہ زوجات اور اقارب لازم نہین ہو اسواسطے کہ یہ دین اوس چیز کے بدل ہین جسمین اشتراک صحیح نہین تو یہ لازم نہین مگر دوسرے شریک کو وفائدۃ اللزوم انہ اذا ادعی علی احدھما فلہ تحلیف الآخر ولو ادعی علی الغائب لہ تحلیف الحاضر علی علمہ ثم اذا قدم لہ تحلیفہ البتۃ ولو الجیۃ اور فائدہ لزوم دین کا یہ ہے کہ جب مدعی نے دین کا دعوی کیا ایک شریک پر تو اوسکو قسم دینا دوسرے شریک پر جائز ہے یعنی درصورت انکار وعدم بینہ اور اگر مدعی نے شریک غائب پر دعوی کیا تو مدعی کو شریک حاضر کو قسم دینا جائز ہے اوسکے علم پر پھر جب غائب آوے تو مدعی کو اوسے قسم لینا بالیقین جائز ہے کذا فی الولوالجیۃ حاضر کے علم پر اسواسطے قسم ہوئی کہ غیر کا فعل ہے نہ اپنا بخلاف غائب کہ اوس پر بالقطع قسم ہے کہ اپنا فعل ہے وبطلت ان وھب لاحدھما او ورث ما تصح فیہ الشرکۃ کما مجیٔ ووصل لیدہ ولو بصدقۃ فیہ ایصاء لفوات المساواۃ بقاء وھی شرط کالابتداء اور شرکت مفاوضہ باطل ہوجائیگی اگر ایک شریک نے ہبہ یا ورثہ مین وہ چیز پائی جسمین شرکت صحیح ہے منجملہ نقد وغیرہ کے چنانچہ اسکا ذکر آویگا اور حالانکہ چیز موہوب اور موروث اوسکے ہاتھ مین پہونچ گئی اگرچہ وصول بواسطے خیرات اور کسیکی وصیت سے ہو تو شرکت باطل ہوگی بسبب فوت ہونے مساوات مالی کے من حیث البقاء اور حالانکہ مساوات بقائی شرط ہے مانند ابتدا کے ہم اسواسطے کہ عقود غیر لازمہ مین بقا در حکم ابتدا ہے طحطاوی نے کہا ظاہر کلام زیلعی اسکا مقتضی ہے کہ میراث مین قبضہ ہونا شرط بطلان نہین بلکہ جب میراث نقدین کی دین ہو لا تبطل بقبض ما لا تصح فیہ الشرکۃ کعرض وعقار باطل نہین ہوتی شرکت مفاوضہ اوس چیز کے قبض سے جسمین شرکت صحیح نہین چنانچہ اسباب اور زمین واذا بطلت بما ذکر صارت عنانا ای تنقلب الیہا اور جب کہ شرکت مفاوضہ باطل ہوگئی بسبب اوسکے جو مذکور ہوچکا تو شرکت عنان ہوگئی یعنی مفاوضہ منقلب ہوکر عنان بن گئی بسبب امکان اسواسطے کہ مساوات اوسمین شرط نہین کذا فی المنح ولا تصح مفاوضۃ وعنان ذکر فیھما المال والا فھما تقبل ووجوہ بغیر النقدین اے الدراھم والدنانیر والتبر النقرۃ ای ذھب وفضۃ لم یضربا اذا جری التعامل بھما والا فکعروض اور صحیح نہین شرکت مفاوضہ اور عنان سوای نقدین اور فلوس رائجہ اور سونے چاندی کی ڈلی کے جبکہ اونکے ساتھ معاملہ مین چلتی ہون اور اگر بجای دراہم اور دنانیر رائج نہون تو سونے چاندی کی ڈلی اسباب کے مانند ہے شارح نے کہا سوای نقدہ وغیرہ کے وہ شرکت مفاوضہ اور عنان صحیح نہین جنمین مال مذکور ہوا اور اگر مال مذکور نہیں تو مفاوضہ اور عنان درضمن شرکت تقبل اور وجوہ ہونگی تبر بکسر اول اور نقرہ سے سونا اور چاندی غیر مضروب مراد ہے بطریق لف ونشر مرتب وصحت بعرض ھو المتاع غیر النقدین وحرکت قاموس ان باع کل منھما نصف عرضہ بنصف عرض الآخر ثم عقدا مفاوضۃ او عنانا وھذہ حیلۃ لصحتھا بالعروض اور شرکت اموال صحیح ہے اسباب اگر بیچکر ہر شخص دونوں مین سے اپنے نصف اسباب کو بعوض نصف اسباب دوسرے کے پھر دونوں شرکت کو منعقد کرین خواہ شرکت مفاوضہ خواہ عنان اور یہ حیلہ ہے واسطے صحیح ہوجانے شرکت العقد کے اسباب سے عرض بالفتح عبارت ہے اوس متاع یعنی اسباب سے جو نقدین کے سوای ہے اور تحریک عرض بھی جائز ہے کذا فی القاموس ہم جب ایک نے اپنا نصف اسباب دوسرے کے نصف اسباب سے بیچا تو دونوں قیمت مین شریک ہوگئے بشرکت ملک تو جائز نہین ایک کو دوسرے کے حصے مین تصرف کرنا ہو عقد سے شرکۃ المال شرکت منعقد ہوگئی اب ہر شخص کو اپنے شریک کے حصہ مین تصرف جائز ہوگیا کذا فی المنح زیلعی نے کہا بیع کرنا بالعوض نصف اسباب شریک کے اتفاقی قید ہے اسواسطے کہ اگر بعوض دراہم بیع کرکے شرکت منعقد کریگا عرض میعہ مین تو بھی جائز ہے اور ایک شخص کا بیع کرنا ثبوت شرکت کیواسطے کافی ہے وھذا ان تساویا قیمۃ وان تفاوتا باع صاحب الاقل بقدر ما تثبت بہ الشرکۃ ابن کمال فقولہ بنصف عرض الآخر اتفاقی اور یہ یعنی نصف

عرض کو نصف عرض سے بیچکر نا او تیئ ہی جبکہ دونون کے اسباب برابر ہون قیمت مین اور اگر قیمت مین متفاوت ہون تو کمتر قیمت والا اوس قدر اپنا اسباب
بیع کرے جس سے شرکت ہو جاے کذا صرح ابن کمال تو مصنف کا یہہ قول کہ نصف عرض شریک سے بیع کرے اتفاقی ہے م مثلا ایک شخص کے اسباب کی ہزار قیمت ہے
اور دوسرے کے اسباب کی دو ہزار قیمت ہے تو صاحب اقل اپنے اسباب کی دو تہائیان بعوض ایک تہائی دوسرے کے اسباب کے بیچکر ہے تو تمام مال دونون مین
تین ثلث ہوگا دو ثلث صاحب اکثر کے اور ایک ثلث صاحب اقل کا پہر دونون شخص شرکت کو منعقد کرین تو منفعت دونون مین بقدر ملک کے ہوگی کذا فی
المنح اور جسقدر دوسرے کا اسباب زیادہ رہیگا وہ مفسد شرکت نہین ہے واسطے کہ ملک اسباب مبطل شرکت نہین اور نصف عرض کی قید اتفاقی ہے یا قصدی تا
مفاوضہ اور عنان دونون کو شامل رہے ہے واسطے کہ مفاوضہ مین تساوی شرط ہے نہ عنان مین کذا فی الطحطاوی ولا تصح بمال غائب او دین مفاوضة
کانت او عنانا لتعذر المضی علی موجب الشرکة اور شرکت صحیح نہین غائب مال اور دین سے خواہ شرکت مفاوضہ ہو یا عنان بسبب قادر نہ ہوسکنے موجب شرکت پر
یعنی جب دونون مال یا ایک مال حاضر نہوا تو دونون مین منفعت کا ہونا متعذر ہے م شلبی نے اتقانی سے نقل کیا کہ وقت عقد کے مال کا ہونا شرکت کی شرط نہین
بلکہ خرید کیوقت مال کا ہونا شرط ہے بسبب حصول مقصود کے واما عنان بالکسر و تفتح اور شرکت عنان لکہا ہے اور فتح عین کا بہی جائز ہے م اما عنان عطف ہے
اما مفاوضة پر یہہ بیان ہے شرکة العقد کی نوع ثانی کا عنان بمعنی عرض ہے یعنی پیش آیا اور سامنا ہونا سو جب ایک شریک نے دوسریکو اختیار دیا کہ خرید کرے
جو اوسکے سامنے آوے لہذا یہہ شرکت ہے بعنان ہوئی یا عنان ماخوذ ہے عنان الفرس سے ہے واسطے کہ ہر شریک نے اپنی بعض مال کی عنان تصرف دوسرے
شریک کو دی ان تضمنت وکالة فقط بیان لشرطها شرکت عنان ہوتی ہے اگر متضمن ہو فقط وکالت کی یہہ بیان ہے اوسکی شرط کا م ظاہرا قید فقط کی اسکی
مقتضی ہے کہ تضمن کفالت سے عنان منعقد نہین ہوتی لیکن اگر وکالت اور کفالت کے ساتھہ باقی شروط مفاوضہ موجود ہین تو شرکت مفاوضہ ہے والا لائق یہہ ہے کہ عنان
منعقد ہوا ور فقہا کے اس قول کا کہ عنان کفالت سے منعقد نہین ہوتی یہہ مطلب ہے کہ ذکر کفالت عنان مین شرط نہین اور یہہ نہین کہ عدم ذکر کفالت شرط ہے کذا فی
البحر فتصح من اهل التوکیل کصبی ومعتوه یعقل البیع وان لم یکن اهلا للکفالة لکونها لا تقتضی الکفالة تو شرکت عنان صحیح ہے اہل توکیل سے یعنی ایسے
صغیر اور اوس بالغ کم عقل سے جو بیع کو سمجہتا ہے اگرچہ وہ ضمانت کی لیاقت نرکہتا ہو اسواسطے کہ شرکت عنان ضمانت کی مقتضی نہین ہے م اہل توکیل رجال اور نساء اور بالغ
اور صغیر ماذون اور حر اور عبد ماذون اور مسلم اور کافر اور مکاتب سبکو شامل ہے کذا فی العالمگیریة تو ان سب کو ریں مین شرکت عنان صحیح ہے بل الوکالة و
لذا تصح عاما و خاصا و مطلقا و موقتا بلکہ شرکت عنان وکالت کی مقتضی ہے اور اسواسطے عنان صحیح ہے عام اور خاص ہوکر اور مطلق اور موقت ہوکر یعنی چونکہ
عنان وکالت پر مبنی ہے اور وکالت تو عام اور خاص اور مطلق اور موقت ہر طرح صحیح ہے تو عنان بہی اسیطرح صحیح ہے ومع التفاضل فی المال دون الربح و
عکسه اور عنان صحیح ہے مال کی زیادتی کے ساتھہ بلا زیادتی منفعت اور اسکے بالعکس یعنے تفاضل منفعت نہ مال مین م دونون شریکون کا مال برابر ہو یا کم و بیشتر
اور نفع دونون مین برابر ہو یا کم و بیش خواہ دونون تجارت کرین یا ایک بہر صورت شرکت عنان صحیح ہے لیکن اگر سب نفع ایک شخص کے واسطے مشروط ہو تو یہہ جائز
نہین کہ یہہ شرکت نرہی قرض ہوگیا اگر عامل کے واسطے نفع مشروط ہوا یا بضاعت ہوگئی اگر نفع صاحب مال کیواسطے مشروط ہوا کذا فی الطحطاوی عن النہر و ببعض المال
دون بعض اور شرکت عنان صحیح ہے بعض مال سے نہ بعض آخر سے اسواسطے کہ مساوات عنان مین شرط نہین وبخلاف الجنس کدنانیر من احدهما ودراهم من الآخر
اور عنان صحیح ہے متخالف الجنس سے چنانچہ ایک شریک کی اشرفیان اور دوسرے شریک کے روپیے م عنان مین تخصیص خلاف جنس کی سے وہم ہے کہ شرکت مفاوضہ مین
یہہ جائز نہین حالانکہ ایسا نہین ہے اسواسطے کہ اگر دراہم اور دنانیر قیمت مین برابر ہون تو مفاوضہ جائز ہے والا عنان صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الخزانة وبخلاف الوصف
کبیض وسود وان تفاوتت قیمتهما اور عنان صحیح ہے مخالف صفت سے چنانچہ دراہم سفید اور سیاہ سے اگرچہ دونون کی قیمت متفاوت ہو والربح علی ما شرطا اور نفع
دونو شریکو نکی شرط کے موافق ہوگا [illegible] الخلط لاستناد الشرکة فی الربح الی العقد لا المال فلم تشترط مساواة ولا اتحاد وخلط اور عنان صحیح ہے ساتھ
[illegible] دونون لونکے [illegible] شرکت عقد کیطرف نہ مال کے طرف تو مشروط نہین مساوات اور اتحاد اور خلط م عدم مساوات التفاضل پر متفرع ہے اور
عدم اتحاد مال بخلاف الجنس والوصف پر متفرع ہے اور عدم خلط مع عدم الخلط پر متفرع ہے ویطالب المشتری بالثمن فقط لعدم تضمن الکفالة اور فقط مشتری

احکام شرکت عنان

مطالبہ قیمت کا کیا جائیگا نہ اوسکے شریک سے بسبب متضمن ہونے شرکت عنان کے ضمانت کو ویرجع علی شریکہ بحصتہ منہ ان ادّی من مالِ نفسہ ای مع
بقاءِ مالِ الشرکۃ والّا فالشراء لہ خاصّۃً لئلا یصیر مستدیناً علی مالِ الشرکۃ بلا اذنٍ بحر اور شریک مشتری قیمت بھرکے اپنی شریک سے بقدر اوسکے
حصے کے اگر مشتری نے قیمت ادا کی ہو اپنی ذاتی مال سے یعنی باوجود باقی رہنے مال شرکت کے اور اگر مال شرکت کا نقد باقی نہین رہا بلکہ منجملہ اعیان اور اسباب کے ہو گیا ہے
تو خرید کرنا مشتری ہی کے واسطے مخصوص ہوگا تا نہو شریک مشتری قرض کرنے والا شرکت کے مال پر بلا اذن شریک کذا فی البحر ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایک
شریک نے کوئی چیز خرید کی اور شرکت کا مال نقد ہنوز موجود ہی تو شریک سے قیمت بھرلے بقدر اوسکے حصے کے اور اگر نقد باقی نہین بلکہ متاع اور قماش مشترک
ہی اور مشتری نے دراہم یا دنانیر سے اودھار خرید کی تو یہ خرید فقط مشتری ہی کے واسطے مخصوص ہے اسواسطے کہ اگر مشترک ہو تو لازم آوے کہ اوس نے
شرکت کے مال پر قرض کیا اور حالانکہ شریک عنان بلا اذن شریک استدانت کا مالک نہین کذا فی البحر عن المحیط وتبطل الشرکۃ بھلاکِ المالین او احدھما قبل
الشراءِ والھلاکُ علی مالکہ قبل الخلطِ وعلیھما بعدہٗ اور باطل ہو جاتی ہی شرکت دونون مالون کے ہلاک ہونے یا ایک مال کے ہلاک ہونے سے قبل خرید کی اور ہلاکی
مالک کی مال پر ہی قبل خلط کرنے دونون مالون کے اور دونون شریکون پر ہی بعد خلط کرنے کے وان اشتری احدھما بمالہ وھلک بعدہٗ مالُ الآخرِ قبل ان
یشتری بہ شیئاً فالمشتری بالفتحِ بینھما شرکۃً عقدٍ علی ما شرطا ورجع علی شریکہ بحصتہ منہ ای من الثمن لقیامِ الشرکۃ وقت الشراء
اور اگر ایک شریک نے اپنے مال سے کوئی چیز خرید کی اور بعد خرید کے دوسرے شریک کا مال ہلاک ہو گیا قبل اوسکے خرید کرنے کسی چیز کے تو جو چیز خرید ہوئی وہ شرکت کی
دونون مین بشرکت عقد بموجب دونون کی شرط کے اور شریک مشتری اپنے شریک سے قیمت بھرلے اوسکے حصے کے موافق بسبب قائم ہونے شرکت کی خرید کے وقت مین
الخ یعنی کہا قیام شرکت علت ہے مالمشتری بینھما کی تو ہسکا ذکر اوسکے متصل مناسب تہا وان ھلک مالُ احدِھما ثم اشتری الآخرُ بمالہٖ فان صرّحا بالوکالۃِ فی
عقدِ الشرکۃِ بان قالا علی ان ما اشتراہ کل منھما بمالہٖ ھذا یکون مشترکًا ذکرہ صدر الشریعۃ فالمشتری مشترکٌ بینھما علی ما شرطا فی اصل المال لا الربح
الخ وربحھا شرکۃ ملکٍ لبقاءِ الوکالۃ المصرّح بھا اور اگر ایک شریک کا مال ہلاک ہو گیا پھر دوسرے شریک نے اپنے مال سے کوئی چیز خرید کی تو اگر دونون شریکون نے وکالت کی تصریح
کردی عقد شرکت مین اسطرح کہ دونون نے کہا کہ ہم شریک ہین اس شرط پر کہ دونون مین سے جو شخص اپنے اپنے مال سے خرید کرے تو وہ چیز مشترک ہی کذا فی النہر وشرح الوقایہ تو جو چیز خرید کی
وہ مشترک ہی دونون مین بموجب دونون کی شرط کے یہ اشتراک اصل مال مین ہی کا نہ منفعت مین بسبب باقی اس شرکت کے شرکۃ الملک بسبب باقی رہنے اوس وکالت کے جسکی تصریح ہو چکی ہی ایک
شریک کا مال ہلاک ہو سے شرکۃ العقد باطل ہو گئی لیکن وکالت مصرحہ باقی ہے اور خرید ہوئی تھی بحکم وکالت تو اب شرکۃ الملک ہوگئی ہو اب کوئی شریک دوسرے کی نصیب
بغیر اذن کے تصرف نہین کرسکتا کذا فی المنح ویرجع بحصۃ ثمنہٖ والّا ای ان ذکرا مجرّد الشرکۃ ولم ینصّا علی الوکالۃ فیھا ابن کمال فھو لمن اشتراہ خاصّۃً لان الشرکۃ
لما بطلت بطل ما فی ضمنھا من الوکالۃ اور شریک مشتری اوسکی قیمت کا حصہ بھرلے والّا یعنی اور اگر دونون شریکون نے فقط شرکت کو ذکر کیا ہو اور تصریح وکالت پر اتفاق
نکیا ہو وکذا شرح ابن کمال تو وہ خرید ہوئی چیز اوسی شخص کی مخصوص ہوگی جسنے خرید کی ہو اسواسطے کہ شرکت جب باطل ہو گئی بسبب ہلاک کی مال کے تو جو اوسکے ضمن مین وکالت تھی سو
بھی باطل ہو گئی وتفسد باشتراطِ دراھم مسمّاۃٍ من الربح لاحدھما لقطع الشرکۃ کما مرّ اور فاسد ہوتی ہی شرکت ایک شریک کیواسطے دراہم معینہ شرط کرنے سے منفعت
مین سے بسبب منقطع ہونے شرکت کے چنانچہ اول باب مین گذرگیا کہ تعیین دراہم قاطع شرکت ہی مثلاً ایک شریک نے شرط کی کہ نفع مین سے سو درم اول لیکر باقی کو تقسیم
کرینگے تو یہ شرط قاطع شرکت کی موجب ہے بعض وجوہ مین کہ شاید کبھی فائدہ حاصل ہو سوای سو درم کے تو اس صورت مین تمام نفع ایک ہی شخص کے واسطے مخصوص ہو
تو یہ شرکت نرہی قرض یا بضاعت ہو گئی کذا فی المنح والطحطاوی لا لانّہٗ شرطٌ لعدمِ فسادِھا بالشروطِ وظاھرہٗ بطلانُ الشرطِ لا الشرکۃ بحر
مصنف نے شرکت فاسد ہو گئی قطع شرکت سے نہ اس سبب سے کہ تعیین دراہم شرط فاسد ہی بسبب فاسد ہونے شرکت کے شروط فاسدہ سے اور ظاہر اس قول کا
یعنی عدم فساد شرکت بشروط فاسدہ بطلان شرط پر دلالت کرتا ہے نہ بطلان شرکت پر کذا فی البحر وشرح ملمہ منف قلت ھذا ما صدر الشریعۃ
وابن الکمال بفسادِ الشرکۃ مین کہتا ہون کہ تصریح کی ہے صدر الشریعہ اور ابن کمال نے فساد شرکت کی تعیین دراہم سے مطلق
نے کہا کہ شارح کا طرز بیان فہم مقصود مین موجب رکاوٹ کا ہوا تو اگر شارح مصنف کی عبارت کے بعد یون کہتا کہ [illegible] صدر الشریعہ اور ابن کمال

گئی ہیں اور فقہا کا اس قول سے کہ شرکت فاسد نہیں ہوتی شروط فاسدہ سے صاحب بحر اور مصنف یہ سمجھے ہیں کہ شرط تعیین دراہم کی باطل ہے نہ شرکت تو خوب واضح تر ہو ا ویکون الربح علی قدر المال اور ہوگا نفع بقدر مال کے یعنی درصورت اشتراط دراہم معینہ ہر شریک کو نفع بقدر مال کے ملیگا ہو اسواسطے کہ شرکت فاسدہ کا یہی حکم ہے ولکل من شریکی العنان والمفاوضۃ ان یستاجر من یتجر لہ او یحفظ المال اور ہر شریک کو عنان اور مفاوضہ کے دونوں شریکوں میں سے جائز ہے کہ نوکر رکھے اسکو جو تجارت کرے یا مال کی حفاظت کرے ہو اسواسطے کہ یہہ تاجروں کی عادت ہے ویبضع ای یدفع المال بضاعۃ بان یشترط الربح لرب المال اور ہر شریک کو جائز ہے کہ وہ مال کو بطریق بضاعت کے یعنی تمام نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہونہ عامل کے واسطے ہم ثم دوسری جگہ بضاعت کے یہہ معنی عرفی ہیں اور باعتبار لغت کے بامنع بمعنی شریک ہے کذا فی القاموس ویودع ویعیر ویضارب لانہا دون الشرکۃ فتتضمنہا اور جائز ہے شریک کو کہ امانت رکھا وے اور عاریت دے اور مال کو بطریق مضاربت کے دے ہو اسواسطے کہ مضاربت شرکت سے کمتر ہے تو شرکت اسکو متضمن ہے ویوکل اجنبیا ببیع وشراء ولو نہاہ لانفاذ ونحیر الآخر صح نہیہ بحر اور جائز ہے شریک کو کہ شخص غیر کو بیع اور شرا کا وکیل کرے اور اگر اسکو دوسرے شریک مفاوض نے منع کیا ہے توکیل سے تو اوسکا منع کرنا صحیح ہے کذا فی البحر ہم تقیید مفاوض کی اتفاقی ہے ہو اسواسطے کہ ہر شریک کی نہی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الجوہرہ ویبیع بما عز وھان خلاصہ اور جائز ہے بیع کرنا شریک کا بعوض عزیز اور ذلیل کے کذا فی الخلاصہ یعنی بعوض قلیل یا کثیر بیع جائز ہے ونقدا ونسیئۃ بزازیہ اور جائز ہے بیع نقد اور ادھار کذا فی البزازیہ ویسافر بالمال لہ حمل اولا ہو الصحیح خلافا للاشباہ وقیل ان لہ حمل یضمن والا لا ظہیریہ اور جائز ہے ہر شریک کو سفر میں لیجانا مال کا خواہ اوسکے واسطے حمل ہو یا نہو یہی قول صحیح ہے بخلاف اشباہ اور بعضون نے کہا کہ اگر مال کے واسطے حمل ہے تو شریک پر ضمانت ہے ورنہ نہیں کذا فی الظہیریہ ہم تفسیر الحمل یہ میں اختلاف ہے بعضون نے کہا وہ محمول بلا اجرت ہے اور بعضون نے کہا جو اکیلا نہ اوٹھ سکے کذا فی جامع الفصولین خلاصہ یہہ ہے کہ سفر میں اختلاف ہے اور صحیح یہہ ہے کہ مطلقا سفر جائز ہے ہو اسواسطے کہ اذن تصرف کا بمقتضای شرکت ثابت ہے اور شرکت علی الاطلاق صادر ہوئی اور حالانکہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے مگر بدلیل ومؤنۃ السفر والکراء من رأس المال ان لم یربح خلاصہ اور خرچ سفر اور کرایہ کا راس المال سے متعلق ہے اگر نفع نہو تجارت میں کذا فی الخلاصہ ہم عالمگیری میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ شریک کا نفقہ اوسکی ذات اور طعام اور سالن کا راس المال میں سے ہے اور اگر نفع حاصل ہوا ہو تو نفع سے محسوب لا یملک الشریک الشرکۃ الا باذن شریکہ جوہرہ مالک نہیں شریک غیر کو شریک کرنیکا مگر اپنے شریک کی اجازت سے کذا فی الجوہرہ ہم اسواسطے شریک نہیں کر سکتا کہ شی اپنی برابر والی چیز کی متضمن نہیں ہوتی بلکہ کمتر کی کذا فی الہدایہ ولا الرھن الا باذنہ الا ویکون ھو العاقد فی موجب الدین اور مالک نہیں شریک رہن کا مگر اپنے شریک کی اذن سے یا کہ راہن وہی عاقد ہو موجب دین میں ہم یعنی شریک نے کوئی چیز مول لی اور بعوض اوسکی قیمت کے کوئی چیز شرکت کے مال سے رہن رکھی تو جائز ہے اور جیسے رہن جائز نہیں ایسے ہی ارتہان بھی جائز نہیں الا درصورت ولایت عقد کذا فی الطحطاوی عن البحر والمنیہ وحینئذ فیصح اقرارہ بالرھن والارتہان سراج اور اوسوقت میں یعنی جب کہ راہن وہی عاقد ہو تو صحیح ہے اوسکا اقرار رہن اور ارتہان کا کذا فی السراج ولا الکتابۃ والاذن بالتجارۃ وتزویج الامۃ وھذا کلہ لو عنانا اما المفاوض فلہ کل ذلک اور مالک نہیں شریک غلام کے مکاتب کرنیکا اور اوسکو تجارت کے اذن دینے کا اور لونڈی کے نکاح کر دینیکا اور یہہ سب جو مذکور ہوا اسوقت ہے جب کہ وہ شریک عنان ہو اور شریک مفاوض کو تو یہہ سب کچھ جائز ہے ولو فاوض ان باذن شریکہ جاز والا صار عنانا بحر اور اگر شریک مفاوض غیر کو شریک مفاوض بنا دے اگر یہہ اپنے شریک کے اذن سے ہے تو جائز ہے اور نہیں تو شرکت عنان منعقد ہو جاویگی کذا فی البحر ہو اسواسطے کہ عنان کمتر ہے مفاوضہ سے اور شی اپنی کمتر کی متضمن ہوتی ہے ولا یجوز لہما ای عنان ومفاوضۃ تزویج العبد ولا الاعتاق ولو علی مال اور جائز نہیں دونوں شریکون کو عنان اور مفاوضہ میں تزویج غلام کی اور نہ اوس کا آزاد کرنا جائز ہے اگرچہ عتاق بعوض مال کے ہو ولا الہبۃ ای لثوب ونحوہ فلو وھب فی حصۃ شریکہ وجاز فی نحو لحم وخبز وفاکہۃ اور نہ شریکون کو ہبہ کرنا جائز ہے یعنی کپڑا اور اوس کی مانند کو ہبہ کرنا صحیح نہیں اور اگر ہبہ کریگا تو اپنے شریک کے حصے میں جائز نہوگا اور جائز ہے ہبہ مانند گوشت اور روٹی اور میوہ کے خلاصہ یہہ ہے کہ چاندی سونا اور اسباب ہبہ کرنا درست نہیں اور ماکولات کا ہبہ درست ہے ولا القرض الا باذن شریکہ اذنا صریحا فیہ سراج اور نہ قرض دینا جائز ہے مگر اپنے شریک کے

اذن سے ایسا اذن جو صریح ہو قرض مین کذا فی السراج وفیہ اذا قال لہ اعمل برأیک فلہ کل التجارۃ الا القرض والھبۃ اور سراج مین ہے جب کہ
ایک شریک نے دوسرے سے کہا کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق تو اوسکو اس قول سے ہر تجارت جائز ہے سوای قرض دینے اور ہبہ کرنے کے یعنی اس قول سے
یہی اقرار رہتا ہے اور سفر اور خلط مال اور غیر کے مال سے شرکت کرنا جائز ہے مگر قرض اور ہبہ درست نہین کذا فی البحر ولکن اکل ما کان اتلافا للمال
او کان تملیکا للمال بغیر عوض لان الشرکۃ وضعت للاسترباح وتوابعہ وما لیس کذلک لا ینتظمہ عقدھا اور اسیطرح قرض کے مانند ہے
جس مین مال تلف ہوتا ہو یا تملیک مال ہو بغیر عوض کے اسواسطے کہ شرکت موضوع ہے واسطے طلب منفعت اور توابع منفعت کے اور جو کام ایسا نہین اوسکو عقد شرکت
منتظم نہین وصح بیع شریک مفاوض ممن ترد شہادتہ لہ کابنہ وابیہ وینفذ علی المفاوضۃ اجماعا اور صحیح ہے شریک مفاوض کی بیع اوس شخص سے
جسکی گواہی اوسکے حق مین مقبول نہین چنانچہ اوسکا بیٹا اور باپ اور یہہ بیع شرکت مفاوضہ پر نافذ ہوگی بالاجماع ولا یصح اقرارہ بدین فلا ینفذ علی
المفاوضۃ عندہ لا بزازیہ صحیح نہین اوسکا اقرار دین کا تو یہہ اقرار نافذ نہوگا مفاوضہ پر امام اعظم کے نزدیک کذا فی البزازیۃ یعنی اگر شریک مفاوض نے
مثلا اقرار کیا کہ بیٹے اپنے سے یا باپ سے قرض لیا ہے تو یہہ اقرار غیر صحیح شرکت مین جاری نہوگا وفی الخلاصۃ اقر شریک العنان بجاریۃ لم یجز فی
حصۃ شریکہ اور خلاصہ مین ہے اقرار کیا شریک عنان نے ایک لونڈی کا تو جائز نہین اوسکے شریک کے حصے مین یعنی ایک شریک کے پاس شرکت کی لونڈی ہے
اوسنے اقرار کیا کہ یہہ لونڈی فلان شخص کی ہے تو یہہ اقرار اوسکے شریک کے نصیب مین جائز نہین کذا فی العالمگیریۃ عن قاضیخان ولو باع احدھما لیس
للاخر ان یقبض ثمنہ ولا الخصومۃ فیما باعہ او ادانہ اور اگر ایک شریک نے بیع کی تو دوسرے شریک کو اوسکی قیمت لینا جائز نہین اور نہ اوسکی بیع اور ادا مین خصومت
یعنی جس ایک شریک نے بطور ادھار دین یا اوسمین شریک تو خصومت نہین کر سکتا وھو ای الشریک امین فی المال فیقبل قولہ بیمینہ فی مقدار الربح والخسران
والضیاع والدفع لشریکہ ولو ادعاہ بعد موتہ کما فی الخزانۃ لا ما فی وکالۃ الولوالجیۃ کل من حکی امرا لا یملک استینافہ ان فیہ ایجاب الضمان
علی الغیر لا یصدق وان فیہ نفی الضمان عن نفسہ صدق فلیحفظ ھذا الضابط اور وہ شریک خواہ شریک عنان ہو یا مفاوضہ کذا فی الطحطاوی امانتدار ہے مال مین
اوسکا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھہ مقدار منفعت اور نقصان اور راس المال کے ضایع ہونے اور اپنے شریک کو دینے مین اگرچہ اسکا دعوی کیا اپنی شریک کی موت کے بعد چنانچہ
بحر الرائق مین ہے نہ وکالت ولوالجیہ مین ہے کہ جس شخص نے حکایت کی اوس امر کی جسکے استیناف کا وہ مالک نہین اگر اوسمین ایجاب ضمان ہوتا ہو غیر پر تو اوسکی
تصدیق نہوگی اور اگر اوس حکایت مین نفی ضمان ہو اپنی ذات سے تو اوسکی تصدیق ہوگی تو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے ثم صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا یہہ ہے کہ
اگر اوس شریک کو قول ... معتبر ہے خواہ یہہ دعوی شریک کی حیات مین ہو یا موت مین اور ظاہر کلام ولوالجی کتاب الوکالۃ مین ہے کہ مفید ہے اسواسطے
کہ انھون نے کہا کہ اگر قبض ودیعت کا وکیل کیا پھر موکل مر گیا اور وکیل نے کہا کہ مینے قبضہ کیا اسکی حیات مین اور وہ چیز ہلاک ہوگئی اور وارث اسکے منکر ہین یا وکیل نے کہا کہ مینے ودیعت موکل کو
دیدی ... تصدیق ہوگی اور اگر قبض دین کیواسطے وکیل کیا تو تصدیق نہوگی اسواسطے کہ وکیل نے دونون صورتون مین اوس امر کی حکایت کی جسکے استیناف کا مالک نہین وکیل بقبض ودیعت نفی ضمان کی
حکایت کرتا ہے ... اور قبض دین مین حالی ضمان ہے موکل پر تو اسکی تصدیق نہوگی انتھی ملخصا کذا فی البحر ویضمن بالتعدی وھذا حکم الامانات اور ضمان دیگا شریک
بسبب تعدی کی اور یہی حکم ہے امانات کا ... نہین مگر ... فی الخانیۃ التقیید بالمکان صحیح فلو قال لا تجاوز خوارزم فجاوز ضمن حصۃ شریکہ اور خانیہ مین ہے کہ تقیید کرنا
شرکت کا ساتھہ مکان کے صحیح ہے تو اگر ایک شریک نے دوسرے شریک سے کہا کہ خوارزم سے آگے نہ بڑھنا پھر وہ بڑھ گیا اور مال تباہ ہوا تو ضامن ہوگا اپنی شریک کے حصے کا بسبب تعدی کے وفی الاشباہ نھی احدھما شریکہ
عن الخروج وعن بیع النسیئۃ صح اور اشباہ مین ہے کہ ایک شریک نے منع کی اپنی شریک کو شہر کے باہر جانے سے اور ادھار بیچنے سے تو یہہ منع جائز ہے یعنی اگر اسکے خلاف کریگا اور مال تلف ہوگا تو ضمان دیگا
یضمن الشریک عنانا او مفاوضۃ بموتہ مجھلا نصیب صاحبہ علی المذھب والقول بخلافہ غلط کما فی نفع الخانیۃ وسیجئ فی الودیعۃ خلافا للاشباہ چنانچہ ضامن
ہوتا ہے شریک اپنی شریک کے حصے کا خواہ شرکت عنان یا مفاوضہ کذا فی البحر بموتہ مجھلا یعنی اگر ایک شخص مر جائے بلا بیان یعنی اپنی شریک کے مال کا جو اسکے پاس ہے حال نہ بیان کیا تو اوسپر ضمان ہے بنابر
مذہب صحیح کے اور قول اسکے مخالف یعنی عدم ضمان کا قول غلط ہے کما فی نفع الخانیہ اور کتاب الودیعۃ مین اسکی تصحیح آویگی بخلاف اشباہ کے کہ اشباہ کی کتاب الامانات مین ہے کہ احد المتفاوضین جب کہ
مر گیا اور بیان نکیا اوس مال کا جو اوسکے پاس ہے تو اوسپر ضمان نہین انتھی طحطاوی نے کہا کہ صاحب اشباہ کا کلام مبنی علی الغلط ہے فروع مسائل ملحقہ شارح فی المحیط

قد وقع حادثتان الاولى نهاه عن البيع نسيئة فباع فاجبت بنفاذه في حصته وتوقفه في حصة شريكه فان اجاز فالربح لهما محیط میں ہے کہ دو حادثے
واقع ہوئے پہلا حادثہ یہ کہ ایک شریک نے دوسرے کو ادھار بیچنے سے منع کیا سو شریک نے ادھار بیچی تو میں نے جواب دیا بیع کے نافذ ہونے کا بائع کے حصے میں اور موقوف
ہونے بیع کا اوسکے شریک کے حصے میں پھر اگر شریک اپنے حصے کی بیع کو جائز رکھے گا تو نفع اوسکا دونوں کے واسطے ہے یعنی اگر جائز نہ رکھے گا تو اوسکے حصے کی بیع
باطل ہے الثانية نهاه عن الاخراج فخرج ثم ربح فاجبت انه غاصب حصة شريكه بالاخراج فينبغي ان لا يكون الربح على الشرط اذ هو مقتضاه
فساد الشركة فهو دوسرا حادثہ یہ ہے کہ ایک شریک نے دوسرے کو منع کیا مال کو شہر کے باہر لیجانے سے سو شریک باہر نکلا یعنی مال لیکر پھر اسکو منفعت حاصل ہوئی تو میں نے جواب دیا
کہ وہ اپنے شریک کے حصے کا غاصب ہے بسبب اخراج کے تو لائق یہ ہے کہ نفع موافق شرط کے مشترک نہ ہو گا اور مقتضی اس جواب کا فساد شرکت ہے کذا فی النہر یعنی اسواسطے کہ شرکت
غصب پر منتقل ہوئی وفيه وتفرع على كونه امانة ما سئل عنه قاري الهداية عمن طلب محاسبة شريكه فاجاب لا يلزم بالتفصيل ومثله المضارب والوصي
والمتولي فهو مقتضاه وزماننا ليس لهم قصد بالمحاسبة الا الوصول الى سحت المحصول اھ نہر الفائق میں ہے اور متفرع ہے مال شرکت کے امانت ہونے پر وہ مسئلہ
جسکا سوال ہوا قاری ہدایہ سے کہ جو شخص اپنے شریک سے محاسبہ طلب کرے تو قاری ہدایہ نے جواب دیا کہ شریک پر جواب بتفصیل لازم نکیا جائیگا یعنی چونکہ شریک امین ہے تو نفع
نقصان میں اوسکا قول اجمالا مع الیمین معتبر ہوگا اور شریک کے مانند مضارب و یتیم کا وصی اور متولی وقف ہے کذا فی النہر اور ہمارے زمانہ کے قاضیوں کو حساب لینے سے کچھ غرض
سے کچھ ارادہ نہیں سوای حرام ملنے کے ھم مولف نے کہا یہ سب عبارت نہر الفائق کی ہے تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ نہر کو نلاتا کہ لفظ فیہ کافی ہے اور آخر میں یہ ہوتا وانما
تقبل وتسمى شركة صنائع واعمال وابدان اور شرکت تقبل ہے اور اسکو شرکت صنائع اور شرکت اعمال اور شرکت ابدان بھی کہتے ہیں ھم شرکت تقبل اسواسطے
کہتے ہیں کہ ایک شریک عمل کو قبول کرتا ہے اور اپنے شریک کے اوپر ڈال دیتا ہے اور شرکت صنائع اسواسطے کہتے ہیں کہ اہل حرفہ یہ شرکت باہم کرتے ہیں اور شرکت اعمال
اور ابدان اسواسطے کہتے ہیں کہ دونوں شخص اپنے ابدان سے عمل کرتے ہیں غالباً اگرچہ دونوں کو عمل لازم ہے وهي ان يتفق صانعان خياطان او خياط وصباغ فلا يلزم
اتحاد صنعة ومكان على ان يتقبلا الاعمال التي يمكن استحقاقها یا شرکت تقبل ہے اگر متفق ہوں دو اہل حرفہ یعنی دو درزی یا درزی اور رنگریز اس پر کہ
اون اعمال کو قبول کریں جن کا استحقاق ممکن ہے اور جب خیاط اور رنگریز کی شرکت صحیح ہوئی تو ثابت ہوا کہ اتحاد حرفہ اور اتحاد مکان کا لازم نہیں شرکت میں ھم مکان
استحقاق عمل کی قید سے ان اعمال کی شرکت نکل گئی جو غیر مستحق ہیں عقد سے چنانچہ دلالی اور یہ ضرور ہے کہ عمل حلال ہو نہ حرام اور عمل قبول کرنا دونوں کا شرط نہیں بلکہ اگر
ایک شخص کام لے اور دوسرا کام کرے یا ایک درزی کپڑا لے اور قطع کرے دوسرا خیاط کو دے سینے کے واسطے تو جائز ہے کذا فی الطحطاوی ومنه تعليم كتابة وقرآن
وفقه على المفتى به اور منجملہ عمل حلال جسکا استحقاق عقد سے ہو تعلیم کتابت اور قرآن اور تعلیم فقہ ہے بموجب قول مفتی بہ کے ھم متاخرین کے نزدیک اسپر فتوی ہے کہ
طاعات پر اجرت لینا صحیح ہے بخلاف شركة دلالين ومغنين وشهود محاكم وقراء مجالس وتعازي ووعاظ وسؤال لان التوكيل بالسؤال لا يصح
قنية واشباه بخلاف دلالوں کی شرکت اور گویوں کی شرکت اور محکموں کی گواہوں کی شرکت اور مجالس اور ماتم کے قاریوں کی شرکت اور واعظوں کی شرکت اور سائلین کی شرکت کے اسواسطے سائلین کی
شرکت جائز نہیں کہ سوال کرنے کے واسطے وکیل کرنا صحیح نہیں کذا فی القنیة والاشباہ ھم شرکت دلالین اسواسطے صحیح نہیں کہ دلالی کے عمل کا استحقاق بعقد اجارہ صحیح نہیں
بلا بیان مدت کذا فی المجتبی اور مغنی یعنی گویوں کی شرکت اسواسطے صحیح نہیں کہ غنا حرام ہے اور شرکت شہود اسواسطے جائز نہیں کہ گواہی پر اجرت لینا صحیح نہیں اور شرکت
قرآن خوانوں کی مجالس اور ماتم کے مکانوں میں بطریق قرأت زمزمہ یعنی گٹکری سے پڑھنا صحیح نہیں اسواسطے کہ ممکن الاستحقاق نہیں اور شرکت واعظین بھی بسبب
عدم استحقاق کے صحیح نہیں تعازی جمع تعزیت ہے مراد ماتم ہے جو اموات کے واسطے ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ويكون الكسب بينهما على ما شرطا مطلقا
في الاصح لانه ليس بربح بل بدل عمل فصح تقويمه اور ہوگا کسب دونوں شریکوں کے درمیان میں بموجب اونکی شرط کے مطلقا قول
اصح میں اسواسطے کہ کسب نفع نہیں بلکہ عمل کا بدلا ہے تو قیمت کرنا اسکی صحیح ہے ھم اگرچہ عمل بالمناصفہ مشروط ہو اور مال اثلاث یعنی ایک ثلث ایک شریک کا
اور دو ثلث دوسرے شریک کے تو بھی صحیح ہے باعتبار استحسان کے اسواسطے کہ جو مال کسب سے حاصل ہوتا ہے وہ منفعت میں داخل نہیں اسواسطے کہ منفعت ہوتی
ہے عکس اتحاد کے وقت یعنی جب کہ رأس المال اور منفعت ایک جنس ہوں اور حالانکہ یہاں دونوں مختلف الجنس ہیں اسواسطے کہ رأس المال یہاں عمل ہے اور

منفعت مال ہی تو یہہ مال عمل کا بدلا ہوا اور عمل تقویم پذیر ہے یعنی عمل قلیل کی تقویم مال کثیر سے صحیح ہے چنانچہ ایک شخص کو مزدور ٹھیرایا اجرت مثل سے زیادہ دیکر بخلاف
شرکۃ الوجوہ کے اوسمیں بسبب زیادتی منفعت کی صحیح نہیں بموجب قیاس کے چنانچہ آگے معلوم ہوگا کذا فی النہر وکل ما تقبلہ احدھما یلزمھما وعلی ھذا الاصل
فیطالب کل واحد منھما بالعمل ویطالب کل منھما بالاجر ویبرأ دافعہا بالدفع الیہ ای الی احدھما اور جس کام کو ایک شریک قبول کریگا تو دونوں پر وہ
لازم ہوجائیگا اور بموجب اسی قاعدہ کے تو مطالبہ عمل کا کیا جائیگا ہر شریک سے اور ہر شریک مزدوری کا مطالبہ کریگا اور بری الذمہ ہوگا مزدوری کا دینے والا ایک
شریک کو دیکر ولکحاصل من اجر عمل احدھما بینھما علی الشرط ولو الاخر مریضا او مسافرا او امتنع عمدا بلا عذر لان الشرط مطلق العمل لا
عمل القابل الا تری ان القصار لو استعان بغیرہ او استاجرہ استحق الاجر بزازیہ اور جو مزدوری ایک شریک کی کام کرنیسے حاصل ہوگی وہ دونوں
میں تقسیم ہوگی بموجب شرط کے اگرچہ دوسرا شریک بیمار ہو یا سفر میں ہو یا عمدا بے عذر عمل سے باز رہا ہو اسوجہ سے کہ شرط مطلق عمل ہے کسی شریک کا عمل ہونا بالخصوص
مقبول کرنیوالے شریک کا عمل کیا تو نہیں جانتا کہ دہوبی اگر امداد چاہے غیر شخص سے یا کسیکو مزدوری لگادے تو اجرت کا مستحق ہوگا کذا فی البزازیہ واما وجوہ کا
فہذا رابع وجوہ شرکۃ العقد اور یا شرکۃ الوجوہ یہہ چوتھی قسم ہے شرکۃ العقد کی اقسام کی ہم شرکۃ الوجوہ ہوا اسواسطے اسکا نام ہوا کہ اوسمیں خرید کرنا
بدون وجاہت نہیں ہوتا یعنی جس شخص کی وجاہت او اعتبار لوگوں میں ہوتا ہے اوسیکے ہاتھ ادھار بیچتے ہیں کذا فی النہر ان عقداھا بلا مال علی ان یشتریا
او انواعا بوجوھھما ای بسبب وجاھتھما ویبیعا فتحصل بالبیع یدفعان منہ ثمن ما اشتریا بالنسیئۃ وما بقی بینھما اور شرکت وجوہ یہہ ہے کہ
دو شخص شریک ہوئے بلا ایسا کہ ایک پاس مال کے اس شرط پر کہ دونوں شخص ایک قسم یا مختلف اقسام کی چیزیں خرید کریں اپنی وجاہت اور اعتبار سے اور بیچیں موجب وجاہت اپنے
اوسمیں نفع ہو اسکی وجہ سے جسکو وہ خرید لیا اور جو باقی رہے بعد ادای قیمت کے وہ دونوں میں منقسم ہو شرکۃ الوجوہ یہ ہے کہ دو شریک ہوں اور اونکی پاس مال
نہیں لیکن لوگوں میں اونکی وجاہت ہے سو دونوں کہیں کہ ہم شریک ہوئے اسپر کہ ادھار مول لیں اور نقد بیچیں اس شرط پر کہ جو حق تعالیٰ نفع دیوے وہ ہمارے باہم منقسم ہو
موجب اسکے اور اسی شرط کے کذا فی العالمگیریہ عن البدائع ویکون کل منھما من التقبل والوجوہ عنانا ومفاوضۃ ایضا بشرطہ السابق اور ہر ایک قسم تقبل اور
وجوہ کی عنان ہوتی ہے اور مفاوضہ بھی موافق اپنی شرط سابق کے ہم شرکت تقبل میں مفاوضہ اسطرح ہوگا کہ دونوں شریک لفظ مفاوضہ یا معنی مفاوضہ ذکر کریں اس
شرط سے کہ دونوں اہل حرفہ عمل کو قبول کریں اور ضامن ہوں اعمال کے برابر اور نفع اور نقصان میں متساوی ہوں اور ہر شخص دوسرے کا ضامن ہو ملخصا شرکت میں
آلات عمل اور اجرت میں کمی بیشی ہو تو شرکت عنان کی ہے اور شرکت وجوہ میں مفاوضہ اسطرح ہوگا کہ دونوں شریک اہل کفالت ہوں اور جو چیز خرید کریں وہ دونوں میں
نصفا نصف ہو اور ہر شخص پر اوسکی نصف قیمت ہو اور نفع میں دونوں برابر ہوں اور لفظ مفاوضہ ذکر کریں یا اوسکی مقتضیات کو تو تمام امور مبیعات میں وکالت
اور کفالت متحقق ہوگی اور اگر کوئی ان شرطوں میں سے فوت ہو تو شرکت عنان ہو جائیگی کذا فی العالمگیریہ عن الفتح والمحیط واذا اطلقت کانت عنانا اور اگر شرکت
تقبل یا وجوہ مطلق ہو یعنی بلا ذکر مفاوضہ یا عنان تو عنان ہی ثابت ہوگی بسبب رواج عنان کے وتتضمن شرکۃ کل من التقبل والوجوہ الوکالۃ
لاعتبارھا فی جمیع انواع الشرکۃ اور ہر ایک شرکت تقبل اور وجوہ سے وکالت کی متضمن ہوگی واسطے معتبر ہونے وکالت کے جمیع اقسام شرکت میں والکفالۃ
ایضا اذا کانت مفاوضۃ بشرطہا اور ہر شرکت تقبل اور وجوہ کی ضمانت کی بھی متضمن ہوگی جب کہ شرکت مفاوضہ ہو موافق اوسکی شرط کے خلاصہ یہہ ہے
کہ شرکت مذکورہ میں وکالت کا ہونا ہر صورت ضرور ہے اور کفالت در صورت مفاوضہ والربح فیہما علی ما شرطا من مناصفۃ المشتری بفتح الراء
او مثالثتہ لیکون الربح بقدر الملک فلا یؤدی الی ربح ما لم یضمن بخلاف العنان کما مر اور شرکۃ الوجوہ میں نفع بقدر
شرط شریکین کے ہوگا خرید کی چیز میں مناصفہ ہو یا مثالثہ یعنی اگر دونوں شریکوں نے آدہوں آدہ خرید کی ہو تو نفع بھی آدہوں آدہ ہوگا اور اگر ایک
شریک نے تہائی خرید کی اور دوسرے نے دو تہائیاں تو اوسکے موافق نفع ہوگا تا نفع بقدر ملک کے ہو تا اوسکے نفع کی طرف نوبت نہ پہونچے
جس کا یہ شخص ضامن نہیں بخلاف اوس شرکۃ العنان کے جو شرکۃ الاموال میں ہوتی ہے کہ اوسمیں زیادتی نفع باوجود کمی مال کے جائز ہے
چنانچہ مذکور ہو چکا خلاصہ یہہ ہے کہ نفع شرکۃ الوجوہ میں تابع خرید کی چیز کے ہے اسواسطے کہ نفع بقدر ضمان کے ہوتا ہے اگر کوئی شریک شرکۃ الوجوہ

مین زیادہ نفع شرط کریگا تو شرط باطل ہے تو نفع دونون مین بقدر ضمان کے ہوگا پھر اگر ایک چیز ادھار خریدی اور ہر شخص مثلاً نصف نصف قیمت کا ضامن ہوا
اور ایک شریک نے نصف سے زیادہ دو ثلث نفع شرط کرلیا تو یہہ نفع اوس کا ہوا جسکا ضمان اوسپر نہین لہذا جائز نہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً وفی الدر لا
لایستحق الربح الا باحدی ثلٰثۃ بمالٍ او عملٍ او تقبلٍ اور درر مین ہے کہ نفع کا استحقاق نہین ہوتا مگر بسبب ایک کے تین چیزون مین سے یا مال سے یا عمل سے
یا قبول کرنے سے ہم مال سے نفع حاصل ہونا چنانچہ صاحب مال کو حاصل ہوتا ہے مضاربت مین اور عمل سے نفع ہونا چنانچہ مضارب کو ہوتا ہے اور قبول کرنے سے
نفع ہونا چنانچہ ایک شخص دوکان پر بیٹھا ہے اور لوگ اوسکو سینے اور نگینے کا کام دیتے ہین اور وہ اپنے شریک سے کام کرواتا ہے تو نصف اجرت کا وہ مستحق
ہے بسبب تقبل اور ضمان کے ان تین چیزون کے سوا نفع لینا شرعاً جائز نہین کذا فی الطحطاوی

فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ

یہہ فصل ہے شرکت فاسدہ کے احکام مین شرکت فاسدہ وہ ہے جسمین صحت شرکت کی شرائط سے کوئی شرط نہو کذا فی العالمگیریۃ لاتصح شرکۃ فی احتطابٍ و احتشاشٍ و اصطیادٍ و
استقاءٍ وسائر المباحات کاجتناء ثمارٍ من جبالٍ وطلب معدنٍ من کنزٍ وطبخ اٰجرٍ من طینٍ مباحٍ لتضمنہا الوکالۃ والتوکیل فی اخذ
المباح لایصح صحیح نہین شرکت مباح لکڑی اور گہاس اور پانی لینے اور شکار کرنے اور باقی مباحات مین چنانچہ پہلون کا چننا پہاڑون سے اور معدن کا طلب
کنز سے اور اینٹ کا پکانا مباح مٹی سے بسبب متضمن ہونے شرکت کے وکالت کو اور حالانکہ مباح چیز کے لینے مین وکیل کرنا صحیح نہین ہم شرکت بلا وکالت
نہین ہو سکتی اور اخذ مباحات مین وکالت متصور نہین اسواسطے کہ توکیل عبارت اثبات ولایت تصرف سے اوسچیز مین جسمین موکل کا تصرف ثابت ہو سو یہان
حاصل نہین ہوا اسواسطے کہ موکل مباح چیز کا خود مالک نہین تو اپنی جگہہ غیر کی اقامت کا کیونکر مالک ہوگا کذا فی المنح معدن وہ ہے جسکی وضع پیدایشی ہو اور کنز وہ ہے
جسکی وضع بنی آدم سے ہو اور رکاز دونونکو شامل ہے تو اگر شارح تعداد مباحات مین طلب معدنٍ وکنزٍ جاہلیٍ کہتا جیسا کہ عالمگیری کے مانند تو مناسب تہا
اسواسطے کہ کنز اسلامی لقطہ ہے نہ مباح اور اگر مٹی اور کنکر مملوک ہون اور دو شخص انکو خرید کرکے اینٹ اور چونہ پکاوین اور بیچین تو جائز ہے عینی نے کہا یہہ شرکت
صنائع ہے اور فتح القدیر مین کہا کہ یہہ شرکۃ الصنائع ہے کذا فی الطحطاوی وما حصلہ احدہما فلہ وما حصلاہ معاً فلہما نصفین ان لم یعلم ما لکلٍ اور
مباحات مین سے جو ایک شریک حاصل کریگا تو وہی اوسکا مالک ہوگا یعنی بسبب فاسد ہونے شرکت کے اور جسکو دونون ساتھ حاصل کرینگے تو وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا اگر
معلوم نہو کہ ہر شخص نے کتنا حاصل کیا یعنی اگر ہر ایک کی تحصیل معلوم ہو تو اوسکے موافق مالک ہونگے ہم فتاوی ذخیرہ مین ہے کہ عورت کا زوج اور بیٹا ایک گہر مین رہتے اور علیحدہ
علیحدہ کسب کرتے ہین اور حاصل کسب یکجا رکہتے ہین اور تفاوت اور تساوی اور تمییز معلوم نہین تو وہ مال دونون مین برابر ہوگا اور یہی صورت چند بہائی اپنے باپ کی
میراث سے سوداگری یا کہیتی کرتے ہین اور مال زیادہ ہوا تو برابر سب مین تقسیم ہوگا اگرچہ کام اور تدبیر مین متفاوت ہون وما حصلہ احدہما باعانۃ صاحبہ فلہ و
لصاحبہ اجر مثلہ بالغاً ما بلغ عند محمدٍ وعند ابی یوسف لایجاوز نصف ثمن ذلک قیل تقدیمہم قول محمدٍ یؤذن باختیارہم عنایہ اور مباحات
مین جو ایک شخص نے حاصل کیا اپنے ساتہی کی مدد سے تو وہ چیز اوسی شخص کی ہے اور اوسکے ساتہی کے واسطے اجرت ہے اوسکی محنت کی مثل اجرت کتنی کیون نہو جاسے
محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اوس چیز کی نصف قیمت سے اجرت زیادہ نہوگی بعض نے کہا مقدم لانا فقہا کا محمد کے قول کو اوسکے [illegible] ہونے پر
آگاہ کرتا ہے کذا فی النہر والعنایہ ہم حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ قول محمد فتوی کے واسطے مختار ہے اور غایۃ البیان مین ہے کہ قول ابو یوسف استحسان
ہے والربح فی الشرکۃ الفاسدۃ بقدر المال ولاعبرۃ بشرط الفضل فلو کل المال لاحدہما فللاٰخر اجر مثلہ کما لو دفع دابتہ لرجلٍ یؤجرہا
والاجر بینہما فالشرکۃ فاسدۃ والربح للمالک وللاٰخر اجر مثلہ وکذلک السفینۃ والبیت اور شرکت فاسدہ مین نفع بقدر مال کے
ہے اور اعتبار نہین زیادہ لینے کی شرط کا سو اگر سب مال ایک شریک کا ہے تو دوسرے شریک کو اوسکی محنت کے مانند اجرت ملیگی چنانچہ ایک شخص نے
اپنا جانور ٹٹو یا بیل دوسرے مرد کو دیا تا اوسکو کرایہ چلاوے اور اجرت دونون مین مشترک ہے تو یہہ شرکت فاسدہ ہے اور تمام نفع مالک
کا ہے اور دوسرے مرد کے واسطے اجرت مثل ہے اور یہی حکم ہے ناؤ اور گہر کا ہم قنیہ مین ہے کہ ایک شخص ناؤ کا مالک ہوا اور
اپنے ساتہہ چار شخص شریک کیے اس شرط پر کہ ناؤ کو چلاوین جو فائدہ ہو اوسمین سے پانچوان حصہ مالک کا اور باقی چارون مین برابر ہے یہہ شرکت [illegible]

فاسد ہی اور حاصل کا مالک صاحب کشتی ہی اور اوسپر مالیوں کی اجرت مثل ہے ولو لیبیع علیہا البُرّ فالبُرّ لرب البُرّ وللآخر اجر مثل الدابۃ ولو لاحدہما
بغل وللآخر بعیر فالثمن بینہما علی مثل اجر البغل والبعیر ہم اور اگر ایک شخص نے اپنا جانور دوسرے کو دیا تا وہ اوسکے اوپر گیہون لادکر بیچے تو ثمن
گیہون کے مالک کا ہی اور دوسرے کو جانور کی اجرت مثل ملیگی اور اگر ایک شخص کا خچر ہے اور دوسرے کا اونٹ تو اجرت دونون مین منقسم ہوگی خچر اور اونٹ کی
اجرت کی مانند کذا فی النہر ہم صاحب نہر نے کہا اسواسطے شرکت فاسد ہے کہ جانور کی منفعت مال شرکت ہونیکی لیاقت نہین رکھتی وتبطل الشرکۃ ای شرکۃ
العقد بموت احدہما علم الآخر او لا لانہ عزل حکمی اور باطل ہو جاتی ہی شرکت یعنی شرکۃ العقد ایک شریک کے مرنیسے دوسرے شریک نے اوسکی موت
معلوم کی ہو یا نہ اسواسطے کہ موت عزل حکمی ہے تو علم اوسمین شرط نہین موت سے شرکت اسواسطے باطل ہوگئی کہ شرکت مین وکالت ضروری ہی اور موت سے
وکالت باطل ہوجاتی ہی کذا فی المنح ولو حکما بان قضی بلحاقہ مرتدا اور موت سے شرکت باطل ہوتی ہی اگرچہ موت حقیقی نہو حکمی ہو اسطرح پر کہ ایک شریک کے
لحوق بدار الحرب پر بحالت ارتداد مین قاضی کا حکم ہوگیا ہو وتبطل ایضا بانکارہا وبقولہ لا اعمل معک فتح اور شرکت باطل ہوتی ہی شرکت کی انکار سے اور یون
کہنے سے کہ مین تیرے ساتھہ کام نہین کرتا کذا فی الفتح وبفسخ احدہما ولو المال عروضا بخلاف المضاربۃ ہو المختار بزازیۃ مخالفا للزیلعی اور شرکت باطل
ہوجاتی ہی ایک شریک کے فسخ کر ڈالنے سے اگرچہ مال شرکت عروض ہو نہ نقد بخلاف مضاربت کے کہ وہ فسخ کرنیسے فسخ نہین ہوتی اگر مال عروض ہو اور یہی قول مختار ہی
کذا فی البزازیہ بخلاف زیلعی کے کلام کے ہم زیلعی کے کلام سے نکلتا ہی کہ جب مال عروض ہو تو فسخ جائز نہین ویتوقف علی علم الآخر لانہ عزل قصدی اور
فسخ شرکت موقوف ہی دوسرے شریک کے علم پر اسواسطے کہ یہہ عزل قصدی ہے نہ حکمی ہم طحطاوی نے کہا تینون طرح کا فسخ علم پر موقوف ہی یعنی فسخ انکاری اور اظہار
عدم عمل کا فسخ اور فسخ صریح وبجنونہ مطبقا فالربح بعد ذلک للعامل لکنہ یتصدق بربح مال المجنون تاتارخانیہ اور شرکت باطل ہوتی ہی شریک کی جنون
مطبق ہونیسے اور فسخ شرکت کے بعد کا نفع عامل کے واسطے ہے لیکن وہ خیرات کرے مجنون کے مال کی منفعت کو کذا فی التاتارخانیہ ہم ظاہرا شرکت فسخ ہونیکا حکم
نہین بلا اطباق جنون اور اطباق جنون کی مدت ایک مہینہ ہی یا چہ مہینہ علی اختلاف القولین کذا فی الطحطاوی ولم یزک احدہما مال الآخر بغیر اذنہ فان اذن
کل فادیا معا او جہل ضمن کل نصیب صاحبہ وتقاصا او رجع بالزیادۃ اور نہ زکوۃ دے ایک شریک دوسرے شریک کے مال کی بدون اوسکے اذن کے
پھر اگر ہر شریک نے دوسرے کو اپنے مال کی زکوۃ دینے کا اذن دیا پھر دونون نے ساتھہ ہی زکوۃ دی یا تقدیم او تاخیر معلوم نہوئی تو ہر شریک حصہ شریک ثانی کا ضامن
ہی اور دونون باہم مجرا کرلین یا زیادتی کو پھیر لے یعنی اگر شرکت مفاوضہ ہو یا شرکت عنان مین دونون کا مال برابر ہو تب تو باہم مجرا کرلین اور اگر شرکت
عنان ہو جسمین دونون مال کم و بیش ہون تو زیادہ مال والا مقدار زیادت کو شریک سے ضمان لے وان ادیا متعاقبا کان الضمان علی الثانی علم باداء صاحبہ
او لا کالمامور باداء الزکوۃ او الکفارۃ اذا دفع للفقیر بعد اداء الآمر بنفسہ لان فعل الآمر عزل حکمی فیہ لا یشترط العلم خلافا لہما اور
اگر دونون شریکون نے زکوۃ آگے پیچھے ادا کی تو دوسرے دینے والے پر ضمان ہوگا خواہ ثانی کو اپنے شریک کی ادا کرنے کا علم ہو یا نہ جیسے ادائے زکوۃ اور کفارہ کا
مامور جب کہ فقیر کو دے بعد ادا کرنے آمر کے بذات خود ضامن ہوتا ہی اسواسطے کہ آمر کا فعل عزل حکمی ہے اور اسمین علم شرط نہین امام کے نزدیک
بخلاف صاحبین کے مذہب کے کہ اون کے نزدیک ضمان نہین درصورت عدم علم ہم درصورت تعاقب ثانی ادا کرنے والے پر اسواسطے ضمان واجب ہوا
کہ اوس نے ادا کیا آمر کا اور یعنی فرض کا ساقط کرنا آمر پر سے اسواسطے کہ جب آمر نے اول زکوۃ دی تو اوس پر سے فرض ساقط ہوگیا پھر مامور کے
دینے سے کچھہ ساقط نہوا تو وہ آمر کا مخالف ہوا لہذا اوسپر ضمان لازم آیا خواہ اوسکو اسکا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ آمر کے ادا سے مامور حکما
معزول ہوگیا بسبب فوت ہونے محل کے اور یہہ مختلف نہین ہوتا علم اور جہل سے جیسے بیع عبد کا وکیل موکل کے آزاد کردینے سے معزول ہوجاتا ہی
جسکو عتاق کا علم ہوا یا نہو کذا فی المنح لشتری احد المتفاوضین امۃ باذن الآخر صریحا فلا یکفی سکوتہ لیطأہا فہی لہ بلا شرکۃ
لا شیء لتضمن الاذن بالشراء للوطء الہبۃ اذ لا طریق لحلہ الا بالملک ... وہبۃ المشاع فیما لا یقسم جائزۃ
و لا یلزمہ نصف الثمن ایک شریک متفاوض نے لونڈی خریدی دوسرے شریک کی صریح اذن سے تو کافی نہوگا چپ رہنا اسواسطے خرید کی تا اوس سے قربت

کر ہی تو وہ لونڈی اوسکی ملک خاص ہو گی نہ شرکت کی صفت مملوک مشتری ہو گی اسواسطے کہ وطی کے واسطے خرید کا اذن دینا ہبہ کا متضمن ہی اسواسطے کہ وطی
حلال ہونیکا کوئی طریقہ نہیں سوای ہبہ کے بسبب حرام ہونے مشترک لونڈی کی وطی کے اور ہبہ مشاع کا اوس امر میں جسمین تقسیم نہیں ہو سکتی جائز ہے
اور صاحبین نے کہا کہ شریک مشتری کو نصف قیمت دینا لازم ہے وللبائع والمستحق اخذ کل بثمنها وعقرها لتضمن المفاوضة الکفالة اور
لونڈی کے بائع اور مستحق کو جائز ہی لونڈی کی قیمت اور اوس کا مہر مثل لینا ہر شریک سے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے ضمانت کو یعنی یہان لف ونشر مرتب ہے
یعنی بائع ہر شریک سے قیمت اوسکی لیسکتا ہی اور مستحق مہر مثل ومن اشتری عبدا مثلا فقال له اخر اشرکنی فیه فقال فعلت ان قبل القبض
لم یصح وان بعده صح ولزمه نصف الثمن وان لم یعلم بالثمن خیر عند العلم به اور جسنے مثلا ایک غلام خرید کیا تو غیر شخص نے اوس سے کہا کہ ہمین مجھکو شریک
کرلے سو مشتری نے کہا کہ مین نے یہہ کام کیا یعنی شریک کیا اگر یہہ قول قبل قبض کے ہے تو صحیح نہیں اور اگر بعد قبض کے ہے تو صحیح ہی اور اوسکو نصف
قیمت لازم ہی اور اگر دوسرے کو قیمت معلوم نہیں تو وہ مختار ہی قیمت معلوم ہونیکے وقت چاہے لے چاہے نہ لے ہم قبل القبض شرکت اسواسطے صحیح
نہو گی کہ بیع منقول کی قبل القبض جائز نہیں ولو قال اشرکنی فیه فقال نعم ثم لقیه اخر وقال مثله واجیب بنعم فان کان القائل
عالما بمشارکة الاول فله ربعه وان لم یعلم فله نصفه لکونه مطلوبه شرکته فی کامله وحینئذ یخرج العبد من ملک الاول
اور اگر غیر شخص نے کہا کہ مجھکو شریک کرلے مثلا غلام کی خرید مین سو مشتری نے کہا ہان تجھکو شریک کیا پہر مشتری کو دوسرا شخص ملا اور اوسنے بھی یہی
کہا یعنی شرکت کی درخواست کی اور جواب دیا گیا کہ ہان تو بھی شریک ہی تو اگر قائل ثانی مشارکت شخص اول کو جانتا ہی تو وہ چوتھائی کا مالک ہی اور اگر اوسکو
مشارکت کا علم نہیں تو نصف کا مالک ہو گا اسواسطے کہ قائل ثانی کو پوری غلام کی شرکت مطلوب ہے اور اسوقت مین غلام نکل جائیگا اول کی ملک سے ہم قائل ثانی درصورت
علم مشارکت اسواسطے چوتھائی کا مالک ہو گا کہ ایجاب اول سے نصف غلام قائل اول کا ہو گیا تھا اور نصف مشتری کا تو ایجاب ثانی سے مشتری مشارکت نہیں کرسکتا
مگر اپنے نصف مین تو نصف النصف ربع ہوا اور قائل ثانی درصورت عدم علم مشارکت اسواسطے نصف کا مالک ہو گا کہ قائل ثانی کو عبد کامل مین شریک ہونا مطلوب ہے حالانکہ ایجاب
اول نصف عبد مین قائل اول کو شریک کرچکا تو نصف باقی قائل ثانی کا ہو گا اب مشتری اول کی غلام مین کچھہ بھی ملکیت باقی نرہی کذا فی المنح ما اشتریت الیوم من انواع التجارة فهو بینی و
بینک فقال نعم جاز شخص ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ جو مین آج خرید کرون تجارت کی اقسام سے سو وہ مجھہ مین اور تجھہ مین مشترک ہی سو دوسرے نے کہا ہان تو یہہ جائز ہی کذا فی الاشباہ
ذکر الیوم او الوقت شرط او نہین اور الگ شخص دوسرے کا حصہ بیچ نہین کرسکتا بدون اوسکی اجازت کے اگرچہ دونون خرید مین شریک ہوئی ہین بیع مین کذا فی العطاء وفیما تقبل ثلثة عملا بلا عقد
شرکة فعمله احدهم فله ثلث الاجر ولا شئ للاخرین اور اشباہ مین ہے کہ تین شخصون نے ایک کام کرنا قبول کرلیا بلا عقد شرکت سو ایک شخص نے وہ عمل پورا کر دیا تو اوسکو تہائی مزدوری ملیگی اور
باقی دو شخصون کو کچھہ نملیگا ہم چونکہ وہ باہم شریک نتھے تو ہر شخص پر ثلث عمل لازم تہا اسواسطے کہ ہر شخص تہائی کام تہائی مزدوری کے عوض مستحق تہا سو جب ایک شخص نے پورا کام کردیا تو دو ثلث عمل اوسنے
بطور احسان کے کئے لہذا مستحق مزدوری کا نہوگا ابن وہبان نے کہا یہہ حکم باعتبار قضا کے ہی لیکن باعتبار دیانت کے اسکو پوری مزدوری دینا مناسب ہے جبکہ اون کام لینا بطور احسان کے نہو اسواسطے کہ ظاہر
حال عامل یہہ ہے کہ اوسنے تمام کام اسواسطے کیا کہ پوری مزدوری پاویگا **فروع** مسائل ملحقه شارح کی القول للمنکر الشرکة قول معتبر شرکت کے منکر کا ہی ہم اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا
کہ یہہ میرا شریک مفاوض ہے اور دوسرا شخص منکر ہی اور مال منکر کی قبض مین ہے تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھہ معتبر ہی اور مدعی پر گواہ لانا لازم ہی کذا فی الفتح برهن الورثة علی المفاوضة لم یقبل
حتی یبرهنوا انه کان مع الحی فی حیوة المیت گواہ لاوین وارث شرکت مفاوضہ کے تو مقبول نہین جبتک اسپر گواہ نلاوین کہ مال مشترک شریک زندہ کے پاس تہا شریک میت کی زندگی مین اسواسطے کہ شرکت
مقتضی بقاء مال نہین بلکہ ممکن ہی کہ مال ہلاک ہوگیا ہو تو اسکا ثابت ہونا ضرور لازم ہی کہ یہہ مال مشترک ہی ہوا اور اسکے نصف مال کا حکم ہوگا برهنوا علی الارث والحی علی المفاوضة قضی بالنصف
ورثه وارث گواہ لائے میت کی وراثت پر اور شریک زندہ نے گواہ گذرانے شرکت مفاوضہ پر یعنی میت میرا شریک مفاوض تہا تو شریک زندہ کو نصف مال میت کا دلایا جائیگا کذا
الفتح تصرف احد الشریکین فی البلد والآخر فی السفر واراد القسمة فقال ذو الید قد استقرضت الفا فالقول له ان المال فی یده تصرف کیا ایک
شریک نے شہر مین اور دوسرے نے سفر مین اور کسی شریک نے قسمت کا ارادہ کیا تو قابض مال نے کہا کہ مین نے تو ہزار درہم قرض لئے تھے یعنی شرکت نہین ہے
تو اوسی کا قول معتبر ہے اگر مال اوسکے ہاتھہ مین ہے اور دوسرے کو ہزار درم لینا جائز ہی کذا فی المنح حلبی نے کہا ذو الید کہنے کے بعد قبض مال کی شرط کی کچھہ

حاجت نہیں ہے اور اگر ما یتعلق بثمرته ... نعم لا حرج ... حفظه فدسّه فی التراب لم یجده حلف فقط چند لوگون نے انگور کا باغ خریدا پھر اوسکا پھل بیچا اور
اوسکی قیمت آپس میں سے ایک شخص کو دی حفاظت کے واسطے سو اوس نے مال کو مٹی میں گاڑ دیا پھر تلاش کیا تو مال نہ پایا تو اوس سے فقط قسم لیجائیگی یعنی ضمان اوسپر نہیں کہ وہ
امین ہے دفع لاخر مالا قرضه نصفه وعقد الشرکة فی النصف فشری امتعة فطلب رب المال حصته ان لم یصبر لنضّه اخذ المتاع بقیمة الوقت ایک شخص نے
دوسرے کو کچھ مال دیا نصف اوسکو قرض دیا اور کل مال میں شرکت منعقد کی سو دوسرے شخص نے تجارت کا اسباب خرید کیا پھر مال کے مالک نے اپنا حصہ طلب کیا یعنی اسباب
فروخت نہ کیا گیا کذا فی القنیة ... اگر رہنے اور نقد حاصل ہونے تک صبر نہ کرے تو اسباب کو لے فی الحال کی قیمت سے یعنی وقت طلب کی قیمت سے نہ خرید کی موجب بیعہما متاع
علی دابة فی الطریق فسقطت ... احدہما بغیبة الآخر خوفا من هلاك المتاع او نقصه یجب حصته قنیه دو شخصون کا اسباب مشترک ایک جانور پر
تھا راہ میں وہ جانور گرپڑا تو ایک شریک نے دوسرے شریک کی غیبت میں دوسرا جانور کرایہ کیا اسباب کے ضائع ہونے یا نقصان کے خوف سے تو اپنے شریک سے بقدر اوسکے
حصہ کے کرایہ لیوے کذا فی القنیة دابة مشترکة قال البیطار ان لم تکوها تهلك فکواها الحاضر لم یضمن ایک جانور مشترک بیمار ہے سالوتری نے کہا کہ اگر داغ
دینا ضرور ہے سو داغ دلایا اوسکو شریک حاضر نے دوسرے شریک کی غیبت میں پھر جانور ہلاک ہوگیا تو حاضر پر ضمان نہیں کذا فی المنح دار بین اثنین سکن احدهما و خرب
ان خرب بالسکنی ضمن ایک گھر دو میں مشترک ہے اسمین ایک شریک نے سکونت کی اور وہ منہدم ہوگیا اگر اوسکی سکونت کے سبب سے منہدم ہوگیا تو ساکن پر ضمان ہے ہم مشترک
گھر غیر مقسوم میں شریک کو بقدر اپنے حصے کے سکونت کرنا جائز ہے جدھر چاہے رہے اور مقسوم میں سوای اپنے حصے کے سکونت جائز نہیں کذا فی الطحطاوی طاحون مشترکة
قال احدهما لصاحبه عمّرها فقال هذه العمارة تکفینی لا ارضی بعمارتك فعمّرها لم یرجع جواهر الفتاوی پن چکی مشترک ہے دو میں سو ایک شریک نے کہا ہے
دوسرے شریک سے کہ اسکی مرمت کر سو اوس نے کہا کہ یہی عمارت مجھکو کافی ہے میں تیری عمارت سے راضی نہیں اوس نے اوسکی تعمیر کی تو وہ اپنے شریک سے عمارت کا خرچ نہیں لیسکتا کذا فی جواہر الفتاوی ہم طاحون مشترک سے پن چکی
مراد ہے وفی السراجیة طاحون مشترکة انفق احدهما فی عمارتها فلیس بمتطوع ولو انفق علی عبد مشترك او ادّی خراج کرم مشترك فهو متطوع
الکل من منح المصنف اور سراجیہ میں ہے مشترک پن چکی کی عمارت میں ایک شریک نے خرچ کیا تو وہ محسن نہیں یعنی شریک سے اوسکے حصے کے موافق لیگا اور اگر غلام مشترک پر خرچ کیا
یا انگور مشترک کا خراج ایک شریک نے ادا کیا تو وہ محسن ہے یہ جمیع مسائل مذکورہ مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہیں قلت فالضابط ان کل من اجبر ان یفعل
مع شریکه اذا فعله احدهما بلا اذن فهو متطوع والا لا شارح کہتا ہے میں کہتا ہون اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ جس شخص پر اپنے شریک کے ساتھ کام کرنے کا جبر ہوسکتا ہو
جب ایک شریک وہ کام کریگا دوسرے شریک کی بلا اذن تو وہ محسن ہے اور اگر اوس کام میں شریک پر جبر نہیں تو فاعل محسن نہیں ہم درصورت جواز جبر شریک ثانی قاضی سے التجا کر سکتا
ہے تا قاضی زبردستی شریک ثانی سے وہ کام کرادے پھر باوجود اسکے جبکہ اوس نے نالش نکی تو وہ تعمیر وغیرہ میں مضطر نہیں ہے اور محسن ہے لہذا شریک سے نصف خرچ کا دعویٰ نہیں کرسکتا
اور درصورت عدم جواز جبر اگر ایک شریک تعمیر وغیرہ کریگا بلا اذن تو محسن نہوگا کیونکہ وہ اپنا مال بچانے کے واسطے مضطر ہے تو اپنے شریک سے نصف خرچ کا دعویٰ کریگا اور یہ قاعدہ جمیع
فروع مذکورہ کو شامل ہے سوای مسئلہ سراجیہ کے اور ظاہر جواہر الفتاوی کا مسئلہ معتمد ہے سو اسلیے کہ قاعدہ مذکورہ کی اور نظائر کے موافق ہے سراجیہ کا مسئلہ اوس صورت پر
محمول ہے جب کہ بحکم قاضی خرچ کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ولا یجبر الشریك علی العمارة الا فی ثلث وصی وناظر وضرورة تعذر قسمة کری نهر ومرمة قناة وبئر ودولاب
وسفینة معیبة وحائط لا یقسم اساسه فان کان الحائط یحتمل القسمة ویبنی کل واحد فی نصیبه السترة لم یجبر والا اجبر وکذا کل ما لا یقسم
کحمام وخان وطاحون وتمامه فی متفرقات قضاء البحر والعینی والاشباه اور شریک پر عمارت کیواسطے زبردستی نہیں ہے مگر تین صورتون میں وصی یتیم اور ناظر وقف اور تعذر قسمت کی
ضرورت میں چنانچہ صلاح نہر اور کاریز اور کنوئین اور رہٹ اور معیب کشتی کی مرمت اور اوس دیوار کی مرمت جسکی بنیاد منقسم نہیں ہوسکتی سو اگر دیوار قسمت کی
محتمل ہو یعنی طویل ہو اور ہر شریک اپنے حصے میں پردہ کرسکتا ہو تو اوسکی مرمت میں شریک ثانی پر جبر نکیا جائیگا اور اگر دونون شریکون میں آڑ اور
پردہ نہوسکتا ہو تو شریک ثانی پر تعمیر کے واسطے جبر ہوگا اور یہی حکم علی التفصیل ہر ایک اوس چیز میں ہے جو قسمت پذیر نہیں چنانچہ حمام اور خانقاہ
اور پن چکی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق کی کتاب القضا کی متفرقات اور عینی اور اشباہ میں ہے ہم خانیہ میں ہے کہ ایک دیوار مشترک ہے دو صغیرون
کے دو گھرون کے درمیان میں اور اوس دیوار پر دونون وغیرہ کا بوجھ ہے کہ خوف ہے سقوط کا اور ہر صغیر کا وصی ہے سو ایک وصی نے دیوار کی مرمت طلب کی

دوسرا وصی اوسکو نہین مانتا تو قاضی وہان امین کو بہیجے کہ اوسکو دیکہے کہ اگر ترک مرمت مین دونون کا ضرر معلوم کرے تو زبردستی بنوادے اور جامع الفصولین مین ہے
کہ پن چکی اور حمام اگر منہدم ہوکر جنگل ہوگیا تو اوسکی تعمیر مین جبر نہین زمین کو دونون شریک تقسیم کرلین اور اگر عمارت قائم ہو اور کچہ منہدم ہو تو جو شریک مرمت کرنا چاہے
اوسپر زبردستی چاہیے اور اگر محتاج ہو تو دوسرا شریک مرمت کرے اور نصف خرچ اوسپر دین ہوگا کذا فی الطحطاوی و فی غصب المجتبی زرع بلا اذن شریکہ فدفع
لہ شریکہ نصف البذر لیکون الزرع بینہما قبل النبات لم یجز وبعدہ جاز وان اراد قلعہ یقاسمہ فیقلع من نصیبہ ویضمن الزارع
نقصان الارض بالقلع والصواب نقصان الزرع اور مجتبی کی کتاب الغصب مین ہے کہ زراعت کی بلا اذن شریک کے ہو اوسکو شریک نے اوسکو آدہا بیج دیا تا
کہیتی دونون مین مشترک ہو اگر کہیتی جمنے سے پہلے بیچدیا تو جائز نہین اسواسطے کہ وہ [illegible] معدوم ہے اور بعد کہیتی جمنے کے جائز ہے اور اگر شریک غیر زارع نے قسمت
اوکہاڑ ڈالنا ارادہ کیا تو اوسکو [illegible] تقسیم کرکے پہر اوسکو اکہاڑ ڈالے اپنے حصہ سے [illegible] زمین کا نقصان [illegible] نقصان [illegible]
سے ہوا اور ٹہیک یہہ ہے کہ نقصان زراعت کا ضمان دیوے ھم طحطاوی نے کہا قول [illegible] اسواسطے کہ عبارت مجتبی کی لفظ القلع پر ختم ہوگئی [illegible]
مجتبی کے نسخہ معتمدہ [illegible] ہے اسواسطے کہ غاصب ہی شریک ہے جسنے بلا اذن اپنے شریک کے کہیتی کی انتہی ملخصا وفی قسمۃ [illegible]
المشترکۃ اذا انہدم فابی احدہما العمارۃ فان احتمل القسمۃ لا یجبر وقسم والا بنی ثم اجرہ لیرجع وتمامہ فی شرکۃ المنظومۃ المحبیۃ اور [illegible]
کی کتاب القسمۃ مین ہے کہ مکان مشترک جب منہدم ہوجاوے اور ایک شریک اوسکی مرمت سے انکار کرے تو اگر وہ مکان قابل قسمت ہے تو اوسکی تعمیر مین شریک پر جبر نہین
اوسکی تقسیم کیجاویگی یعنی دوسرے شریک کی درخواست سے اور اگر مکان قابل تقسیم نہو تو [illegible] شریک اوسکو بنادے یعنی قاضی کے حکم سے پہر اوسکو کرایہ پر دے تا نصف خرچ
حاصل ہوجائے اور [illegible] منظومہ محبیہ کی کتاب الشرکۃ [illegible] ولو بلا اذن شریک ناطق فیما خلا الخلط
والاختلاط یجوز ذاک البیع والتعاطی اور منظومہ محبیہ مین ہے ایک شریک نے اپنا حصہ دوسرے شخص سے بیچا اگرچہ بلا اذن شریک جائز ہے بیع کی دو صورت
صورت خلط اور اختلاط کے تو یہہ بیع اور تعاطی جائز رکہی گئی ھم یہہ مسئلہ شرکۃ الملک کا ہے جو اول باب مین مذکور ہوچکا ثم الشریک ههنا لو باعا
حصتہ من فرس وابتاعا ذلک منہ الاجنبی وقد وکان ذا بغیر اذن الشرکا فان یشاؤا ضمنوا الشریک او من
اشتری منہ علی ما قد رووا پہر یہان شریک اگر اپنا حصہ گہوڑی مین بیچے اور شخص اجنبی اوس سے مول لے اور گہوڑا ہلاک ہوجاوے اور یہہ بیع بغیر اذن
شریکون کے ہوئی ہو تو بموجب روایت فقہا کے شریکون کو اختیار ہے کہ شریک سے ضمان لین یا اوس سے جس نے اوس سے خرید کیا ھم در صورت اذن شرکا تضمین
نہین اور شریک پر ضمان اوس صورت مین ہے جبکہ اوس نے گہوڑا مشتری کو تسلیم کردیا ہو اور اگر مشتری نے بلا تسلیم بائع اوسکو لیا ہو تو فقط مشتری پر ضمان ہے
کذا فی الطحطاوی ھ وان یکن کل شریک اشتریا حصۃ حمام لہ من آخر وکان شخص منہما قد اذنا لذاک فی تعمیرہا والبنا فلا رجوع
صلح المستاجر فذا البنا علی الشریک الاجرا اور اگر ہر شریک نے اپنا حصہ حمام کا دوسرے کو اجارہ دیا ہو اور ایک شخص نے دونون شریکون مین سے اوس
مستاجر کو اوسکی تعمیر اور بنا کی اجازت دی ہو تو مستاجر کو جائز نہین اس تعمیر کا خرچ مانگنا دوسرے شریک سے جسنے اجازت نہین دی ھم حلبی نے کہا شارح نے
حاشیہ پر یہہ عبارت یہان لکہی ہے قلت ظاہرہ انہ یرجع علی الآذن التی تم یرجع الکلہ ام بحصتہ فلیراجع یعنی مین کہتا ہون کہ ظاہر کلام مذکور یہہ ہے کہ مستاجر اذن
دینے والے شریک سے مرمت کا خرچ لیگا اب یہ بات باقی رہی کہ تمام خرچ اوس سے لیگا یا بقدر اوسکے حصہ کے تو اوسکو کتب فقہ مین تلاش کرنا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ
یہی عبارت بعض نسخ در المختار کے اندر مرقوم ہے اور آخر مین اوسکی لفظ منہ ہے تو یہہ قرینہ ہے کہ یہہ عبارت حاشیہ کی ہے اسواسطے کہ عادت مصنفین یہہ ہے کہ حاشیہ
کے اختتام کے بعد منہ لکہتے ہین ھ لو احد من الشریکین سکن فی الدار مدۃ مضت الزمن فلیس للشریک ان یطالبہ باجر السکنی
ولا المطالبۃ بانہ یسکن مثل الاول لکنہ ان کان فی المستقبل یطلب تہایؤ الشرکا یجاب فافہم ودع التشکیکا دونون شریکون
مین سے ایک شریک رہا گہر مین ایک مدت تک جو گذر گئی زمانہ سے تو دوسرے شریک کو کرایہ مانگنا جائز نہین اور نہ اسکا اوس سے مطالبہ ہے کہ اوسمین رہے زمان اول
کی برابر لیکن اگر زمانہ مستقبل مین شریک سے مطالبہ سکونت کا بطور مہایاۃ کرے تو قبول کیا جاویگا سو اسکو سمجہ لے اور چہوڑ تشکیک کو ھم اب چند مسائل شرکت

فتاوی عالمگیری سے نقل کرتا ہون باپ اور بیٹے نے ایک حرفہ سے مال حاصل کیا اور پہلے اونکے پاس کچھہ مال نتہا تو یہہ مال باپ ہی کا ہے اگر بیٹا اوسکی عیال مین ہو اسلئے کہ بیٹا معین ہے باپ کا اوریسطرح اگر زوجین کے پاس مال نہو اور دونون نے اپنی سعی سے مال کثیر جمع کیا ہو تو وہ مال زوج ہی کا ہے زوجہ اوسکی معین اور مددگار ہوگی مگر اگر زوجہ کا علیحدہ پیشہ ہوگا تو اوسکی مالک وہی ہوگی دو شخصون کا جو دین کہ ایک شخص پر واجب ہے کا سبب واحد ہے حقیقۃً ہو یا حکماً تو وہ دین دونون مین مشترک ہوگا تو جب ایک شریک دین مین سے کچھہ حاصل کریگا تو دوسرے شخص کو اوسمین مشارک ہونا جائز ہے اور جو دین دو شخصون کا دو سبب مختلف سے ہو تو وہ مشترک نہین تو اگر ایک شخص کچھہ حاصل کریگا تو دوسرا اوسمین شریک نہین ہوسکتا ایک اونٹ دو مین مشترک ہے پہر ایک شریک اوسپہ کچھہ لادکر بستی سے چلا اپنے شریک کے اذن سے پہر اونٹ راہ مین گر پڑا اسپر شریک نے اوسکو حلال کر ڈالا تو اگر اوسکی زندگی کی امید تہی تو وہ ضامن ہے اور اگر امید نتہی تو ضامن نہین اور اگر غیر شریک اوسکو حلال کریگا تو ہر صورت اوسپر ضمان ہے امید ہو یا نہو یہی قول اصح ہے اور یہی حکم ہے گای بکری چرانیوالے کا کہ در صورت قطع امید حیات اوسکو ذبح کرنے مین ضمان نہین اور غیر شخص کے ذبح مین ضمان ہے مطلقاً طعام اور دراہم دو شریکون مین مشترک ہین سو شریک حاضر نے شریک غائب کے پیچھے نصف طعام اور دراہم کو صرف کیا محمدؒ نے فرمایا ہے میں رکہتا ہون کہ کچھہ مضائقہ نہین فقیہ ابو اللیثؒ نے کہا یہی قول ہمارا مختار ہے اور کیلی اور موزون مشترک سے اپنا حصہ لینا شریک کی غیبت مین جائز ہے ایک گہر مین دو شریک رہتے ہین تو اگر ایک شریک چھت پر چڑھے تو دوسرا اوسکو روک نہین سکتا اسواسطے کہ وہ اپنے حق مین متصرف ہے اگر ایک وارث نے ترکہ مشترکہ مین تجارت کی اور نفع حاصل کیا تو یہہ نفع فقط اوسیکا ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجکو ہزار درم قرض دے مین تجارت کرون نفع مین ہم اور تو شریک ہین پہر اوسنے قرض دیا اور فائدہ حاصل ہوا تو تمام نفع مستقرض کا ہے نہ مقرض کا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الوقف

یہہ کتاب ہے وقف کے احکام مین ف محاسن وقف کے ظاہر ہین کہ اسمین انتفاع طبقات محبوبین ہے منجملہ اپنی اولاد و محتاجین سے اور عمل صالح کی اوسمین ہے کہ بعد موت کے بہی اوسکا ثواب جاری ہے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میری دانست مین اہل جاہلیت مین وقف نتہا یہہ خصلت حمیدہ اہل اسلام سے جاری ہوئی اور ثابت ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باغ مدینہ مین وقف فرمائے اور خلیل الرحمن علیہ السلام کی اوقاف اب تک باقی ہین اور خلفاء راشدین اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوقاف مشہور ہین کذا فی الاسعاف **مناسبتہ للشرکۃ ادخال غیرہ معہ فی مالہ غیر ان ملکہ باق فیہا لا فیہ** مناسبت وقف کی شرکت سے اپنے مال مین غیر کا داخل کرنا ہے مناسبت ہے مگر اتنا فرق ہے کہ مالک کی ملک شرکت مین باقی ہے نہ وقف مین ف غیر کا ادخال شرکت مین تو ظاہر ہے کہ شریک مالک کے ساتہہ تصرف اور نفع مین داخل ہے لیکن بیشتر ساتہہ غیر کا داخل کرنا اقسام وقف مین لازم نہین مگر جبکہ اپنی ذات اور غیر پر وقف کرے تو اگر شارح صاحب نہر الفائق وغیرہ کی مانند یون کہتا کہ مناسبت وقف کی شرکت سے اس اعتبار سے ہے کہ مقصود دونون سے اوس مال کا انتفاع ہے جو اصل مال پر زائد ہو لیکن شرکت مین اصل مال صاحب مال کی ملک مین رہتا ہے اور وقف مین اکثر کے نزدیک اوسکی ملک سے نکل جاتا ہے تو خوبتر واضح ہوتا کذا فی الطحطاوی **هو لغۃً الحبس** وقف لغت مین مصدر ہے بمعنی حبس یعنی بند کرنا اور روکنا ف ولہذا موقف الحساب اوس مکان کو کہتے ہین جہان لوگ قیامت مین حساب کیواسطے محبوس ہونگے وقف مصدر ہے بمعنی موقوف اسلیے اوسکی جمع اوقاف ہے **وشرعاً حبس العین علی حکم ملک الواقف والتصدق بالمنفعۃ ولو فی الجملۃ** اور اصطلاح شرع مین وقف عبارت ہے حبس سے عین شی کو وقف کرنیوالے کی ملک کے حکم پر اور خیرات کرنی منفعت سے اگرچہ تصدق فی الجملہ ہو ف یہہ تعریف وقف کی امام کے مذہب پر ہے شارح نے قید حکم باتباع شرنبلالی زیادہ کی اور یہہ صحیح نہین اسواسطے کہ تبصریح قہستانی امام کے نزدیک رقبہ مملوک ہے واقف کا حقیقۃً نہ حکماً اور قید فی الجملہ جواب ہے فتح القدیر کا صاحب فتح القدیر نے کہا کہ تعریف وقف پر اتنی عبارت زیادہ کرنا چاہیے او صرف منفعتہا الی من احب یعنی اوسکی منفعت کا صرف کرنا جسپر چاہے اسواسطے کہ اغنیا کیطرف صرف کرنا بلا قصد قربت وقف مین صحیح ہے بشرطیکہ اوسکو آخر مین قربت دائمی ہو لیکن قبل انقراض اغنیا وقف ثابت ہے بلا تصدق اور اسقدر زیادہ کرنی تعریف جامع ہوجاتی ہے حاصل جواب یہہ ہے کہ تصدق فی الجملہ مراد ہے اور اسپر محیط کی عبارت کی دلالت کرتی ہے کہ اگر اغنیا پر وقف کرے تو جائز نہین اسلئے کہ قربت نہین بخلاف اسکے کہ اگر اوسکو آخر مین محتاجین کیواسطے مقرر کرے تو قربت ثابت ہوگی فی الجملہ کذا فی الحلبی **ولا یصح انہ عندہ جائز غیر لازم کالعاریۃ** اور قول اصح یہہ ہے کہ امام اعظم کے نزدیک وقف جائز ہے لازم نہین مانند عاریت کے یعنی واقف کو ابطال وقف کا اختیار ہے **وعندہما هو حبسہا علی**

حكم ملك الله تعالى وصرف منفعتها على من احب ولو غنيا فيلزم فلا يجوز له ابطاله ولا يورث عنه وعليه الفتوى ابن كمال وابن الشحنة
اور صاحبین کے نزدیک وقف عبارت ہے عین کے حبس کرنیسے اللہ تعالی کی ملک کے حکم پر اور اُسکی منفعت کے صرف کرنیسے جسپر چاہے اگرچہ موقوف علیہ غنی ہو پس جب واقف کی
ملک سے خارج ہوا تو وقف لازم ہوگیا تو واقف کو اوسکا باطل کردینا جائز نہیں اور اوسکا وارث اوسکو ورثت میں نپاویگا اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے
كذا صرح ابن كمال وابن الشحنة وسببه ارادة محبوب النفس في الدنيا ببر الاحباء وبالآخرة بالثواب اور سبب وقف کا ارادہ کرنا ہے محبوب نفس کا اور پسندیدہ
جانی کا دنیا میں دوستون کے اندر اور آخرت میں ثواب حاصل ہونے سے يعني بالنية من اهلها لانه مباح بدليل صحته من الكافر يعني حصول ثواب وقف
اوس شخص کی نیت سے ہوتا ہے جو اہل ہے نیت کا یعنی مسلمان عاقل بالغ ہو اسلئے کہ وقف کرنا مباح ہے بدلیل صحیح ہونے وقف کے کافر سے یعنی جب کافر کا وقف صحیح ہوا کہ وقف فی نفسہ
عبادت نہیں تو ثواب نیت سے ہوگا نہ اصل وقف سے وقد يكون واجبا بالنذر فيتصدق بها او بثمنها ولو وقفها على من لا يجوز له الزكوة جاز في
الحكم وبقي نذره وبهذا عرفت صفته اور وقف کرنا کبھی واجب ہوتا ہے نذر کرنیسے تو جو چیز ہو موقوف کو تصدق کرے یا اوسکی قیمت کو اور اگر اوسکو وقف کیا اوسپر
جسکو زکوۃ دینا جائز نہیں تو حکم میں وقف جائز ہوگا اور نذر باقی رہیگی اور اس تقریر سے صفت وقف کی معلوم ہوگئی م صفت وقف کی یہہ ہے کہ وہ مباح اور قربت
اور فرض ہوتا ہے مباح وہ وقف ہے جو بلا قصد قربت ہو ولہذا ذمی سے وقف صحیح ہے اور اوسکو کچھہ ثواب نہیں اور وقف قربت بقصد عبادت ہوتا ہے مسلمان سے اور وقف
فرض منذور ہے چنانچہ یون کہا کہ اگر میرا اولاد آوے تو مجھپر اس گھر کا وقف کرنا مسافرون پر لازم ہے پس اگر نذر کرنیوالا اپنے اصول اور فروع پر وقف کریگا تو وقف
جائز ہوگا لیکن نذر ادا نہوگی کذا في البحر اور یہہ جو شارح نے کہا کہ اوسکو تصدق کرے یا اوسکی قیمت کو تو مسئلہ نذر بالوقف کو اور مسئلہ کے ساتھہ مخلوط کردیا جب
صیغہ وقف کا نذر ہو حالانکہ دونون کا حکم مختلف ہے نذر بالوقف کا حکم تو ابھی [illegible] ہوچکا اور صیغہ وقف کے نذر ہونیکا بحر الرائق میں یہہ حکم ہے کہ اگر کلام عرف
یا قائل کے پوچھنے سے وقف ثابت ہو تو وہ وقف ہے اور اگر وہ کہے کہ میں نے صدقہ کا ارادہ کیا تو وہ نذر ہے اوسکو تصدق کرے یا اوسکی قیمت کو اور اگر کچھہ نیت
نہو تو وہ میراث ہے کذا في الطحطاوي ملخصا وحكمه ما مر في تعريفه اور حکم وقف کا گذر گیا اوسکی تعریف میں م حکم یعنی اثر مرتب جو تعریف میں مذکور ہوا سو
تصدق ہے منفعت کا ومحله المال المتقوم اور وقف کا محل مال متقوم ہے جو قابل وقف ہو طحطاوی نے کہا مال سے وہ مال مراد ہے جو واقف کا مملوک ہو وقف کرنیکے
وقت تو اگر زمین کو غصب کرکے وقف کیا پھر اوسکو خرید لیا مالک سے تو صحیح نہیں وركنه الالفاظ الخاصة كارضي هذه صدقة موقوفة مؤبدة على
المساكين ونحوه من الالفاظ كموقوفة لله او على وجه الخير او البر واكتفى ابو يوسف بلفظ موقوفة فقط قال الشهيد ونحن نفتي به للعرف
اور رکن وقف کا الفاظ مخصوصہ ہیں چنانچہ یون کہنا کہ میری یہہ زمین صدقہ موقوفہ دائمی ہے مساکین پر اور مانند ان الفاظ کے چنانچہ یون کہنا کہ یہہ زمین
خدا کیواسطے موقوف ہے یا علی وجہ الخیر یا علی وجہ البر موقوف ہے اور ابو یوسف نے فقط بلفظ موقوف اکتفا کی ہے یعنی اگر اسیقدر کہے کہ یہہ زمین یا یہہ باغ موقوف
ہے بلا ذکر محتاجین اور بلا قید دوام تو کافی ہے صدر شہید نے کہا کہ ہم اسی قول کا فتوی دیتے ہیں بسبب عرف کے م الفاظ کو رکن اسواسطے کہا کہ اگر وقف
مع الشرائط لکھی بلا تلفظ تو وقف صحیح نہیں بالاتفاق کذا في القهستاني اور شرح ملتقی میں ہے کہ طرفین کے نزدیک وقف صحیح نہیں جبتک اوسکو اپنے ہاتھہ سے نہ
لکھے اور شاہدون کو اوسکے مضمون پر گواہ نکرے انتہی مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہے کہ مجرد لفظ وقف بلا ذکر دوام اور جہت مصرف کافی ہے اور اکثر
علمانے محمد کے قول پر فتوی دیا اشتراط تسلیم میں کذا في الطحطاوي وشرطه شرط سائر التبرعات كحرية وتكليف اور شرط وقف کی وہ ہے جو باقی تبرعات
کی شرط ہے چنانچہ آزادی اور تکلیف تو غلام اور صغیر اور مجنون کا وقف صحیح نہیں وان يكون قربة في ذاته اور شرط وقف یہہ ہے کہ فی ذاتہ قربت ہو م تو مسلمان یا
ذمی کا وقف نصاری یا یہود کے معابد اور فقراء اہل حرب پر صحیح نہیں اور غنی پر وقف کہ اوسمین قربت ہے اسواسطے کہ ذخیرہ میں ہے کہ تصدق علی الغنی میں ایکطرح کی قربت
ہے کمتر قربت فقیر سے معلوما منجزا لا معلقا الا بكائن شرط وقف کی یہہ ہے کہ معلوم ہو نہ مجہول منجز ہو نہ معلق کسی شرط پر مگر معلق بشرط موجود جائز ہے م تو
اگر اپنی کچھہ زمین وقف کی بلا تعیین تو صحیح نہیں یا یون کہا کہ یہہ زمین فقرا پر میری موت واقع ہونے پر وقف ہے تو باطل ہے بسبب شک کے کذا في العالمگیریہ اور
اسیطرح وقف زمین باستثناء اشجار صحیح نہیں بسبب عدم تعیین وقف اور اگر بولا کہ اگر میرا بیٹا مرے تو میرا گھر وقف ہے مساکین پر تو صحیح نہیں بسبب تعلیق کے اور اگر

تسلیم جدا کرکے دینے ہوتی ہو اور غیر مسجد میں متولی تقرر کرنے اور اوسکو تسلیم کر دینے سے ہوتی ہو کذا صرح ابن کمال ولیکفر تم قال ویجوز وقف مشاع یقسم خلافا للثانی اور وقف تام نہیں ہوتا یہانتک کہ جدا کر دیا جاوے تو جائز نہیں وقف کرنا مشاع قسمت پذیر کا بخلاف ابو یوسفؒ کے وقف کا جدا کر دینا قسمت کے مبنی ہو اشتراط قبض پر سو امام محمدؒ نے قبض کو شرط کیا ہو تو وقف مشاع یعنی غیر مقسوم کو جائز نہیں رکھا اور امام ابو یوسفؒ نے قبض نہیں شرط کیا تو وقف مشاع جائز رکھا اور اختلاف ہو محتمل القسمۃ میں اور غیر محتمل القسمۃ کا وقف تو بالاتفاق جائز ہو سوا مسجد اور مقبرہ کے کہ انکا وقف باوجود عدم احتمال قسمت بہی تمام نہیں بالاتفاق مشائخ بلخ نے ابو یوسفؒ کے قول کو لیا ہو اور مشائخ بخارا نے محمدؒ کے قول کو لیا اور خلاصہ اور بزازیہ اور در لوالجیہ اور شرح مجمع اور تجنیس اور غایۃ البیان میں کہا کہ مشاع میں امام محمدؒ کے قول پر فتوی ہو کذا فی البحر وجعل آخرہ لجہۃ قربۃ لا تنقطع هذا بیان شرائطه الخاصة علی قول محمدؒ لانه کالصدقة وجعله ابو یوسف کالاعتاق اور آخر وقف کا مقرر کیا جاوے او سی جہت قربت کیواسطے جو منقطع ہو یعنی انجام کار وقف مرید دائمی ہو سکین پر یہ یعنی تسلیم اور افراز اور تابید بیان ہو وقف کی شرائط خاصہ کا محمدؒ کے قول پر اسواسطے کہ وقف نزدیک انکے مثل صدقہ ہو اور ابو یوسفؒ نے اوسکو اعتاق کی مانند قرار دیا ہو ہم ابو یوسفؒ سے دو روایتین مین ایک روایت یہ کہ تابید وقف میں ضرور ہو لیکن ذکر دوام شرط نہیں اور یہی قول صحیح ہو اور دوسری روایت یہ ہو کہ دوام شرط نہیں اور امام محمدؒ کے نزدیک تصریح تابید ضروری ہو کذا فی الهدایہ والمنح محشی نے کہا مصنف کا طرز بیان مناسب نہیں اسواسطے کہ اول امام کے مذہب پر چلا کہ لزوم وقف نہیں ہوتا مگر قضا سے پہر بیان شرائط میں محمدؒ کے طور پر چلا حالانکہ فتوی صاحبین کے قول پر ہو لزوم وقف میں بلا قضا واختلف الترجیح والاخذ بقول الثانی احوط واسهل فی الدرر وصدر الشریعة وبه یفتی واقره المصنف اور محمد اور ابو یوسف کے قول کی ترجیح مختلف ہو اور ابو یوسف کا قول لینا احوط اور اسہل ہو وقف کی ترغیب کے واسطے اور درر اور شرح وقایہ میں ہو کہ اسیکا فتوی ہو اور مصنف نے بہی اپنی شرح میں اسکو ثابت رکہا ہو واذا وقفه بشهر او سنة بطل اتفاقا درر وعلیه فلو وقف علی رجل بعینه عاد بعد موته لورثة الواقف به یفتی فتح قلت وجزم فی الخانیة بصحة الموقت مطلقا فتنبه واقره الشرنبلالی اور جب وقف میں مہینہ یا سال کا وقت بیان کیا تو باطل ہو بالاتفاق کذا فی الدرر اور بموجب بطلان موقت کے اگر وقف کیا ایک مرد پر معینہ تو اوسکی موت کے بعد وقف کو وارثوں کی طرف موقوف ہو دیگا اسی پر فتوی ہو کذا فی الفتح میں کہتا ہوں اور خانیہ میں یقین کیا ہو صحت موقت کا مطلقا تو خبردار ہو جا اور ثابت رکہا اسکو شرنبلالی نے ہم مسئلہ وقف علی المعین بطلان موقت پر مبنی نہیں ہو سکتا جب تک شخص معین پر وقف کرنا بالاتفاق باطل ہو جا لانکہ باطل نہیں [illegible] سے کہ ابو یوسفؒ کے نزدیک تابید اصلا شرط نہیں تو موقوف علیہ کی حیات تک وقف رہیگا اور بعد اسکے میراث ہو گا اور خانیہ میں ہو کہ ایک ایسے شخص نے ایک مہینہ یا دو مہینے وقف کیا اور اوس سے زیادہ کچہ نہ کہا تو جائز ہو اور وقف ابدی ہو گا انتہی تو اوسکا قول یعنی عدم زیارت او سی تفصیل کا مشیر ہو جسکو ہلال نے بیان کیا ہو اگر وقف بہ شرط کرے کہ بعد وقت معلوم کے موقوف میری طرف رجوع کرے تو وقف باطل ہو اور اگر یہ شرط نہیں تو صحیح ہو تو خانیہ کی عبارت میں اطلاق نہیں جسکو شارح نے بیان کیا ہو مگر کتبہ [illegible] وقت دراز رکہیو اور تطبیق عبارات کی یون ممکن ہو کہ بطلان موقت کا قول مطلقا محمدؒ کے قول پر محمول ہو کہ انکے نزدیک تابید لفظی شرط ہو اور صحت موقت مطلقا کا قول ابو یوسف کی اوس روایت پر محمول ہو جسمین مطلقا اشتراط تابید نہیں اور قول بتفصیل ابو یوسف کے اوس قول صحیح پر محمول ہو جسمین تابید معنوی ضروری ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک ولا یعار ولا یرهن فبطل شرط واقف الکتب الرهن کما مر فی التدبیر پہر جب وقف باجتماع شرائط وارتفاع موانع تمام ہو تو مملوک نہیں ہوتا اور تملیک اوسمین نہیں اور نہ عاریت اور نہ رہن ہو سکتا ہو اسلئے وقف کرنیوالا کو رہن کا کرنا باطل ہو چنانچہ کتاب التدبیر میں مذکور ہو چکا ولو سکنه المشتری او المرتهن ثم بان انه وقف او للصغیر لزم اجر المثل قنیة اور وقف میں مشتری یا مرتہن رہا پہر ظاہر ہوا کہ یہ وقف ہو یا صغیر کا مملوک ہو تو اسپر اجرت مثل واجب ہو کذا فی القنیة ولا یقسم بل یتهایؤن الا عندهما فیقسم المشاع وبه افتی قاری الهدایة وغیرہ اور قسمت کیا جاوے وقف مستحقین میں بلکہ اہل استحقاق نوبت نوبت [illegible] فائدہ لیں مگر صاحبین کے نزدیک تو غیر مقسوم قسمت ہو اور اسیکا فتوی دیا ہو قاری ہدایہ وغیرہ نے اذا کانت القسمة بین الواقف وشریکه المالک او الواقف الآخر واما اذا اختلفت جهة وقفهما قاله قاری الهدایہ صاحبین کے نزدیک قسمت وقف مشاع صحیح ہو جب کہ قسمت ہو درمیان وقف اور اوسکے شریک مالک یا دوسرے وقف یا [illegible] جہت مثل وقف کی مختلف ہو لیکن صرح قاری الهدایہ ہم یعنی [illegible] مشاع کا حکم کیا اور [illegible] اور متفق علیہ ہو گیا سو اگر [illegible] نزدیک [illegible] ہو تو [illegible] اور وقف جسکے نزدیک ثابت ہو گی کذا فی المنح اور اگر جہت وقف مختلف نہیں تو قسمت [illegible]

ایک مسجد کے امام یا موذن کا وظیفہ کم ہو گیا اوسکو وقف کی ویرانی سے تو دوسری مسجد وقف کی فاضل آمدنی سے اوسکو مدد دینا کیسا ہے تو شیخ علامہ نے کہا کہ تمہارے بیان کے موافق عمل کرنا علامہ بزازی کے
مذہب کا مخالف ہے اسواسطے کہ بزازی نے اتحاد وقف و جہت کی یون مثال دی ہے کہ دو وقف ایک مسجد پر ہوں ایک وقف اوسکی عمارت کیواسطے اور دوسرا وقف اوسکے امام و موذن کیواسطے
کذا فی الطحطاوی وان اختلف احدهما بان بنى رجلان مسجدين او رجل مسجدا ومدرسة ووقف عليهما اوقافا لا يجوز له ذلك اور اگر وقف اور جہت
سے کوئی مختلف ہو بایں طور کہ دو شخصوں نے دو مسجدیں بنائیں یا ایک شخص نے مسجد اور مدرسہ بنایا اور دونوں پر اوقاف وقف کئے تو حاکم کو یہ جائز نہیں کہ ایک کا محصول دوسرے
پر صرف کرے ولو وقف العقار ببقره واكرته بفتحات وهم عبيده الحراثون صح استحسانا تبعا للعقار اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو بیلوں اور کھیتی
کرنیوالے اپنے غلاموں کے ساتھ وقف کیا تو صحیح ہے بنابر استحسان کے زمین کی تبعیت سے اکرہ بفتح اول وثانی جمع اکار ہے یعنی کشتکار غلام اور اسیطرح باقی آلات کشتکاری کا وقف
کرنا زمین کے ساتھ صحیح ہے کذا فی شرح الملتقی وجاز وقف القن على مصالح الرباط خلاصة ونفقته وجنايته في مال الوقف ولو قتل عمدا لا قود فيه
بل تجب قيمته ليشترى بها بدله اور جائز ہے وقف کرنا غلام کا مسافرخانہ کے مصالح کیواسطے کذا فی الخلاصہ اور اوسکا خرچ اور جنایت وقف کے مال میں ہے اور اگر وہ غلام
مقتول ہو عمدا تو اوسمیں قصاص نہیں کذا فی البزازیہ بلکہ قاتل پر اوسکی قیمت دینا واجب ہے تا عوض اوسکے دوسرا خرید کیا جاوے کما صح وقف مشاع قضى بجوازه
لانه مجتهد فيه فللحنفي المقلد ان يحكم بصحته وقف المشاع وبطلانه لاختلاف الترجيح واذا كان في المسئلة قولان مصححان
جاز الافتاء والقضاء باحدهما بحر درر منح جیسا کہ صحیح ہے وقف اوس مشاع کا جسکے جواز پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو اسلئے کہ وقف مشاع میں مجتہدوں کا اختلاف
ہے تو قاضی حنفی مقلد کو جائز ہے کہ صحت وقف مشاع کا حکم کرے بسبب اختلاف ترجیح صحت اور عدم صحت کے اور جب کہ مسئلہ میں دو قول صحیح ہوں تو کسی ایک قول پر فتوی دینا
مفتی کو اور حکم کرنا قاضی کو جائز ہے کذا فی البحر وشرح المصنف بشرطیکہ کوئی قول مفتی بہ نہو ورنہ الا مفتی بہ سے عدول کرنا جائز نہیں اور جب ایک قول پر فتوی ہو یا قاضی
حکم کرے تو دوسرے قول پر فتوی دینا اور حکم کرنا نہوگا کذا فی الطحطاوی وكما صح ايضا وقف كل منقول قصدا فيه تعامل للناس كفاس وقدوم بل ودراهم
ودنانير اور جائز صحیح ہے وقف اوس مال منقول کا بھی بالقصد یا بالتبع جسمیں لوگوں کا عمل جاری ہو گیا یعنی جس منقول کا وقف کرنا مسلمین میں رائج ہو گیا جیسے کلہاڑی
اور بسولہ بلکہ درہم اور دینار بھی گہوڑے اور ہتیار کی صحت وقف میں صاحبین میں خلاف نہیں اسواسطے کہ اسمیں احادیث و آثار وارد ہیں بلکہ انکے غیر میں اختلاف ہے مشہور
یہ ہے کہ محمد کے نزدیک وقف منقول کا بشرط رواج صحیح ہے اور ابو یوسف کے نزدیک صحیح نہیں اور مجتبی میں یون منقول ہے کہ محمد مجوز وقف منقول ہیں مطلقا اور ابو یوسف اسمیں بشرط
رواج اور ظاہر نہر الفائق اسپر دلالت کرتا ہے کہ وقف منقول اونہیں شہروں میں منحصر ہے جہاں اوسکے وقف کا رواج ہو اور مفتی ابو السعود کے نزدیک ایسا وقف اصلا منقول نہیں کذا فی الطحطاوی
قلت بل ورد الامر للقضاة بالحكم به كما في معروضات المفتي ابو السعود ومكيل وموزون فيباع ويدفع ثمنه مضاربة او بضاعة فعلى هذا لو وقف
كرا على شرط ان يقرضه لمن لا بذر له ليزرعه لنفسه فاذا ادرك اخذ مقداره ثم اقرضه لغيره وهكذا جاز خلاصه میں کہتا ہوں بلکہ سلطان کا امر قاضیوں کو
صحت وقف دراہم و دنانیر کے حکم کرنیکا وارد ہوا ہے چنانچہ مفتی ابو السعود کی معروضات میں ہے اور مکیلی اور وزنی شے کا وقف کرنا تو کیلی اور موزون بیچی جاوے اور اوسکی
قیمت بطور مضاربت یا بضاعت کسیکو دیجاوے تو بموجب صحت وقف منقول کے اگر کسی نے گیہون یا جو وقف کئے اس شرط پر کہ متولی اونکو قرض دیا کرے اوس مزارع کو جسکے پاس بیج
نہیں تا اوسکو وہ بوئے پہر جب اناج پختہ ہو تو اوس سے لیلے پہر وہ اناج دوسرے محتاج مزارع کو قرض دیا کرے اور اسیطرح ہمیشہ قرض دیا کرے اور دیا کرے تو یہ
جائز ہے کذا فی الخلاصہ وفيها وقف بقرة على ان ما خرج من لبنها او سمنها للفقراء ان اعتادوا ذلك رجوت ان يجوز اور خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے گائے
وقف کی اس شرط پر کہ جو اوسکا دودہ اور گھی نکلے وہ فقیروں کے واسطے ہے اگر وہاں کے لوگ ایسے وقف کرنیکے عادی ہوں تو اوسکے جواز کی میں امید رکھتا ہوں وقدر وجنازة وثيابها
ومصحف وكتب لان التعامل يترك به القياس لحديث ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن بخلاف ما لا تعامل فيه كثياب ومتاع وهذا قول محمد وعليه الفتوى
اختیار اور صحیح ہے وقف کرنا دیگ اور جنازہ اور اسکے کپڑوں کا اور مصحف اور کتابوں کا اسواسطے کہ تعامل یعنی رواج مسلمین سے قیاس چھوڑ دیا جاتا ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جسکو اہل اسلام
اچھا جانیں وہ خدا کے نزدیک بھی اچھا ہے بخلاف اوس منقول کے وقف کے جسکا رواج نہیں چنانچہ کپڑوں اور اسباب کا وقف کرنا کہ وہ جائز نہیں یہ قول محمد کا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی
الاختيار شرح المختار جنازہ اسکی عبارت ہے نعش سے یعنی جسپر میت کو رکھکر دفن کیواسطے لیجاتے ہیں اور ثیاب جنازہ وہ ہے جو نعش پر ڈالی جاتی ہیں علامہ نووی نے کہا کہ وقف کتب کا

مطلقاً جائز ہو اگرچہ صرف نحو بلاغت کی کتابین ہون وقف مین قیاس یہ ہے کہ زمین کا وقف جائز ہو نہ منقول کا اسواسطے کہ تابید یعنے ہمیشگی وقف مین شرط ہو سو منقول مین حاصل نہین والحق فی البحر
السفینة بالمتاع اور لاحق کیا ہے بحر الرائق مین کشتی اور جہاز کو بسبب عدم جواز وقف مین یعنی بسبب عدم عرف کے حلبی نے کہا ہمارے زمانہ مین جہازون کا وقف رائج ہو گیا ہے
اسواسطے کہ بعضے جہاز حرمین شریفین کے اناج بہیجا نیکے واسطے وقف ہین وفی البزازیة جاز وقف الاکسیة علی الفقراء فیدفع الیهم شتاء ثم یردونها بعده اور بزازیہ مین
ہے کہ جائز ہے وقف کملون کا فقیرون پر سو اونکو دئیے جاوین جاڑے مین پہر اونکو وہ پہیر دین بعد اسکے م یہ قید عدم جواز وقف متاع سے مستثنی ہے وفی الدرر وقف مصحفاً علی
اهل مسجد لقراءة القرآن ان یحصون جاز اور درر مین ہے کہ وقف کیا مصحف کو اہل مسجد پر قرآن پڑہنے کیواسطے اگر اہل مسجد شمار کی لوگ ہون تو جائز ہے م ظاہر
تقیید احصا دلالت کرتی ہے کہ درحالت عدم احصا وقف جائز نہو لیکن ملتقی اور اوسکی شرح مین احصا اہل مسجد شرط نہین وان وقف علی المسجد جاز ویقرأ فیه ولا یکون
محصوراً علی هذا المسجد اور اگر مصحف کو وقف کیا مسجد پر تو جائز ہے اور اوسمین پڑہا جاویگا اور محصور ہوگا یہ مصحف اسی مسجد پر کذا فی البحر م قنیہ مین ہے کہ ایک مسجد مین
کا مصحف موقوف دوسرے اہل محلہ کو دینا جائز نہین وبه عرف حکم نقل کتب الاوقاف من محالها للانتفاع بها والفقهاء بذلك مبتلون فان وقفها
علی مستحقی وقفه لم یجز نقلها وان علی طلبة العلم وجعل مقرها فی خزانته التی فی مکان کذا ففی جواز النقل تردد نهر اور اسی سے معلوم ہوگیا نقل کرنا
کتب اوقاف کا اونکی مکانات سے فائدہ لینے کے واسطے اور فقہا اسمین مبتلا ہین سو اگر واقف نے کتابون کو وقف کیا اپنے وقف یعنی اپنی مسجد یا مدرسے کے مستحقین پر تو ان کتب کا
دوسری جگہ بہیجنا جائز نہین اور اگر مطلق طالب علمون پر وقف کیا اور رکہنا کتب کا اپنی اس خزانہ مین مقرر کیا جو فلانے مکان مین ہے تو جواز نقل مین تردد ہے کذا فی النہر م سبب
تردد اختلاف ہے اون دو عبارتون کا جو سابق مذکور ہو چکین کہ ایک روایت سے جواز نقل معلوم ہوتا ہے اور دوسری سے عدم جواز طحطاوی نے کہا کہ فقہا کا یہ قول کہ وقف مین عمل
بالاصلح لازم ہے اسکا مقتضی ہے کہ نقل کتب وقفیہ جائز نہو کہ نفع طالبون کا بعد نقل کے متعسر ہو جاتا ہے خصوصاً زیادہ مدت گذرنے سے یا ناقل کی موت سے اور اوسکو وارث اوسکی ملک کے
دعی اکثر ہو جاتے ہین واللہ اعلم ویبدأ من غلته بعمارته ثم ما هو اقرب لعمارته کامام مسجد ومدرس مدرسة یعطون بقدر کفایتهم ثم السراج والبساط
کذلك الی آخر المصالح وتمامه فی البحر اور وقف کی آمدنی سے پہلے وقف کی مرمت شروع کیجاوے بعد اسکے وہ امر جو عمارت سے نزدیک تر ہے جیسے مسجد کا امام اور مدرسہ کا
مدرس انکو دینا چاہیئے بقدر اونکی کفایت کے پہر چراغ بتی اور فراشون کو اسیطرح بقدر کفایت دینا چاہیئے آخر مصالح تک یعنی موذن اور ناظر اور تیل اور چٹائیان اور وضو کا
پانی اور بوریا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے م یعنی متولی پر ترتیب مذکور کے موافق صرف کرنا واجب ہے اور ابتدا عمارت لازم نہین مگر جب خوف ہو وقف کی ویرانی کا اور
تعمیر اوسی قدر مستحق ہے جس صفت پر واقف نے وقف کیا تہا اور اس سے زیادہ تعمیر کرنا مستحق نہین مگر مستحقین کی رضامندی سے تو وقف کی دیوار ودر کو سفید یا سرخ کرنا جائز
نہین اگر واقف نے رنگین کیا ہو وان لم یشترطه الواقف لثبوته اقتضاء صرف عمارت مقدم ہے اگرچہ واقف نے اسکو شرط نکیا ہو بسبب اسکے ثابت ہونیکے بطور اقتضا کے
یعنی اسواسطے کہ واقف کا قصد یہ ہے کہ محاصل ہمیشہ صرف ہوتا رہے اور ہمیشگی نہین ہوسکتی بدون عمارت کے تو شرط عمارت کی اقتضاء ثابت ہوئی کذا فی المنح وتقطع الجهات
للعمارة ان لم یخف ضرر بین فیه فان خیف کامام وخطیب وفراش قدموا فیعطوا المشروط لهم واما الناظر والکاتب والجابی فان عملوا زمن
العمارة فلهم اجرة عملهم لا المشروط بحر قال فی النهر وهو الحق خلافاً للاشباه اور قطع کیجاویگے سب مصارف مستحقین کے ہنگام عمارت مین اگر صریح ضرر کا خوف
نہو کذا فی الفتح سو اگر صریح ضرر کا خوف ہو جیسے امام اور خطیب اور فراش تو انکی تقدیم ہوگی سو انکو انکا مشروط دیا جاویگا اور ناظر اور کاتب اور تحصیلدار اگر عمارت کے زمانہ مین اپنے کام کرین تو اونکو اونکے عمل
کی اجرت ملیگی نہ مشروط کذا فی البحر نہر الفائق مین کہا کہ یہی حق ہے خلافاً للاشباہ م اشباہ مین کہا کہ اونکو بقدر کفایت دیا جاویگا وفیها عن الذخیرة لو صرف الناظر
لهم مع الحاجة الی التعمیر ضمن وهل یرجع علیهم الظاهر لا لتعدیه بالدفع اور اشباہ مین ذخیرہ سے منقول ہے کہ اگر ناظر نے مستحقین پر صرف کیا باوجود حاجت تعمیر کے
تو او سپر ضمان ہے اور کیا ناظر مستحقین سے بعد ضمان کے پہیر سکتا ہے ظاہر احکم یہ ہے کہ پہیر نہین سکتا بسبب اوسکی تعدی کے دینے سے وما قطع للعمارة یسقط رأساً اور جو حق مستحقین
کا قطع ہوا عمارت کیواسطے وہ بالکل ساقط ہو جاتا ہے یعنی وقف پر دین نہین ہوتا اسلیے کہ ہنگام عمارت مین انکا کچہ حق نہین تو اگر سال آیندہ آمدنی حقوق سے فاضل ہوگی تو اونکو
بعوض سال گذشتہ نملیگی کذا فی الاشباہ وفیها لو شرط الواقف تقدیم العمارة ثم الفاضل للفقراء والمستحقین لزم الناظر امساک قدر العمارة کل سنة
وان لم یحتج لها الآن لجواز ان یحدث حدث ولا غلة بخلاف ما اذا لم یشترط فلیحفظ الفرق بین الشرط وعدمه اور اشباہ مین ہے کہ اگر واقف نے وقف مین تقدیم

عمارت شرط کی بعد اسکے جو فاضل آمدنی تھی اُسکو تحقیق کیے اسطرح تو ناظر کو لازم ہی کہ چھوڑ رکھے بقدر عمارت کے ہر سال اگرچہ بالفعل حاجت نہو کہ شاید کوئی حاجت پیش آوے اور محصول نہو بخلاف اُسکی جبکہ
واقف نے تقدیم عمارت نہ شرط کی ہو تو ہرسال اوٹھا رکھنا لازم نہیں تو شرط اور عدم شرط کے فرق کو یاد رکھنا چاہیئے وفی الوهبانية لو زاد المتولّی دانقا علی اجر المثل ضمن الکل
لوقوع الاجارة له اور وہبانیہ میں ہی کہ اگر متولی نے اجرة مثل پر ایک دانگ بھی زیادہ کی تو جمیع اجرت کا وہ ضامن ہی اپنے مال سے بسبب واقع ہونے اجارہ کے متولی کیواسطے
ف صورت اسکی یہہ ہی کہ متولی نے ایک شخص کو مسجد میں ایکدرم اور ایک دانگ پر مزدوری لگایا اور اجرت مثل ایکدرم ہی تو متولی کو تمام اجرت اپنے مال سے ڈانڈ دینا ہوگا کذا
فی شرح الوہبانیة عن قاضیخان اور دانگ ششم حصہ ہو درم کا وفی شرح الشرنبلالیۃ عند قوله ویدخل فی وقف المصالح قیّم امام خطیب والمؤذن یعبّر
الشعائر التی تقدم شرط ام لم یشترط بعد العمارة هی امام وخطیب ومدرس ووقّاد وفرّاش ومؤذن وناظر وثمن زیت وقنادیل وحصر وماء وضوء
وکلفة نقله للمیضأة فلیس مباشر وشاهد وشاد وجاب وخازن کتب من الشعائر فتقدیمهم فی دفتر الحساب لیس بشرعی ویقع الاشتباه فی
بوّاب ومزمّلاتی قاله فی البحر قلت ولا تردد فی تقدیم بوّاب ومزمّلاتی وخادم مطهرة انتهی اور وہبانیہ کی شرح شرنبلالی میں اسکے اس قول کے پاس اور داخل ہو مصالح
وقف میں ناظر اور امام اور خطیب اور موذن یوں ہے کہ جو شعائر کہ مقدم ہیں واقف نے شرط کیا ہو یا نہ شرط کیا ہو بعد عمارت کے وہ امام اور خطیب اور مدرس اور چراغچی اور فراش اور موذن
اور ناظر اور تیل اور قنادیل اور چٹائیوں اور وضو کے پانی کی قیمت اور پانی لے آنیکی مزدوری وضو کے برتن میں تو مباشر اور شاہد اور مسجد کا خبرگیر اور محصول کا تحصیلدار اور
کتابوں کا خزانچی شعائر وقف میں نہیں ہیں تو انکی تقدیم دفتر حساب میں امر شرعی نہیں بحر الرائق میں کہا کہ دربان اور مزملاتی میں اشتباہ واقع ہوتا ہی کہ یہہ بھی مقدم ہیں یا
نہیں میں کہتا ہوں کچھ تردد نہیں دربان اور مزملاتی اور خادم مطہرہ کی تقدیم میں انتہی کلام شرنبلالی ف مزملاتی منسوب ہی مزملہ کیطرف مزملہ وہ برتن ہی جسمیں
پانی سرد ہوا اور مراد یہاں وہ شخص ہے جو اہل مسجد کے پانی پینے کے برتن پانی سے بہر رکھے اور شاد وہ شخص جو خبرگیر مسجد ہو یعنی جو خادم مسجد ہو پاک صاف رکھنے کیواسطے اور خادم
مطہرہ وہ ہی جو اوسکو پاک صاف رکھے اور وہ مراد نہیں جو مطہرہ میں پانی بہرے کہ وہ پہلے مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی قلت انما یکون المدرس من الشعائر لو مدرس
المدرسة کما مر اما مدرس الجامع فلا لانه لا یتعطل لغیبته بخلاف المدرسة حیث تقفل اصلا شارح کہتا ہو میں کہتا ہوں کہ مدرس اوسی شعائر میں
داخل ہوگا اگر مدرسہ کا مدرس ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور جامع مسجد کا مدرس تو شعائر میں داخل نہیں ہو اسطرح کہ اوسکی غیبت سے تعطل نہیں ہوتا بخلاف مدرس مدرسہ کے کہ وہ اوسکے نہونے سے
بالکل معطل اور منقفل ہو جاتا ہی ف اشباہ میں ہی کہ مدرس مدرسہ اوسوقت شعائر میں ہوگا جب ملازم تدریس رہے وقت کی شرط کی ہے اور ہمارے زمانہ کے مدرس تو ایسے نہیں ہیں انتہی
اور مدرس درصورت ملازمت تدریس مستحق ہوگا مشروط کا خواہ طالبین مشروطین کو تعلیم کرے یا در طالبین کو وهل یاخذ ایام البطالة کعید ورمضان لم اره و
ینبغی الحاقه ببطالة القاضی واختلفوا فیها والاصح انه یاخذ لانها للاستراحة اشباه من قاعدة العادة محکمة وسیجیء مالو غاب فلیحفظ
اور کیا مدرس ایام تعطیل جیسا کہ عید اور رمضان میں مشروط لیگا یا نہیں میں نے اسکو مصرح نہیں دیکھا اور لائق ہی الحاق تعطیل مدرس کا قاضی کے تعطل سے اور علما اوسکی لینے میں
مختلف ہیں اور قول اصح یہہ ہی کہ قاضی اوسکو لے اسواسطے کہ تعطل کے استراحت کیواسطے ہی چنانچہ اشباہ میں ہی اسی قاعدہ کے تحت میں العادة محکمة اور آگے آویگا وہ مسئلہ کہ
اگر مدرس غائب رہا تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ف طحطاوی نے کہا کہ علامہ بیری نے اس الحاق کو قنیہ کی اس عبارت سے رد کیا کہ اگر واقف نے ہر روز کی تدریس کیلیے معین کیا پہر مدرس نے
جمعہ اور منگل کو تعطیل کی تو اوسکو روزینہ حلال نہیں اور اگر ہر روز کیواسطے کچھ مبلغ مقرر نہیں کیا تو لینا جائز ہے اگرچہ اون دونوں دنوں میں درس نکرے بسبب عرف کے بخلاف
غیر جمعہ اور منگل کی تعطیل کے کہ اوسکی اجرت لینا حلال نہیں مطلقا خواہ ہر روز کی اجرت معین کی ہو یا نکی ہو ولو کان الموقوف دارا فعمارته علی من له السکنی
ولو متعددا من ماله لا من الغلة اذ الغرم بالغنم درر اور اگر موقوف گھر ہو تو اوسکی مرمت اوس شخص پر ہی جسکی سکونت کیواسطے وہ موقوف ہی اگرچہ ساکن متعدد ہوں
رہنے والا اپنے مال سے مرمت کریگا نہ گھر کے کرایہ سے اسواسطے کہ نقصان عوض منفعت کے ہو کذا فی الدرر ولم یزد فی الاصح یعنی انما تجب العمارة علیه بقدر الصفة التی وقفه الواقف
اور ساکن گھر کی مرمت زیادہ نکرے قول اصح میں یعنی اوسی قدر عمارت بقدر اوسی صفت کی واجب ہے جس صفت پر واقف نے اسکو وقف کیا ولو ابی من له السکنی او عجز لفقره عمر الحاکم ای
آجرها الحاکم منه او من غیره وعمرها باجرتها کعمارة الواقف ولم یزد فی الاصح الا برضا من له السکنی زیلعی ولا یجبر الآبی علی العمارة ولا تصح اجارة
من له السکنی بل المتولی او القاضی اور جسکو اسطرح سکونت وقف ہی اگر عمارت بنانا نہ قبول کرے یا اپنی محتاجی سے عاجز ہو تو حاکم اوسکی تعمیر کرے یعنی حاکم اوس گھر کو اوسی

شخص ساکن یا اوسکا غیر کرایہ دیوے اور اوسکو کرایہ سے اوسکی مرمت کرے جو وقف کی عمارت کی بابت اور زیادہ عمارت نکرے مگر اوسکی رضامندی سے جسکو واسطے سکونت ہے کذا فی الزیلعی اور اگر جسکے
بر زبردستی نہیں عمارت کیواسطے اور جسکے واسطے سکونت ہے اوسکا اجارہ دینا صحیح نہیں بلکہ متولی یا قاضی کا اجارہ دینا صحیح ہے ثم ترد ها بعد التعمير الى من له السكنى رعاية
للحقين پھر حاکم اوس گھر کو بعد تعمیر کے پھیر دے اوسکو جسکے واسطے سکونت ہے برعایت دونوں حقوق کے یعنی تعمیر برعایت حق واقف ہوئی اور پھیر دینا برعایت حق ساکن ہوا اسواسطے کہ اگر
تعمیر نہوتی تو سکونت بالکل فوت ہوجاتی فلا تعمارة على من له الاستغلال لانه لا سكنى له فلو سكن هل تلزمه الاجرة الظاهر لا لعدم الفائدة تو گھر کی عمارت
اوس شخص پر واجب نہیں جسکے واسطے گھر کا کرایہ وقف ہے اسواسطے کہ اوسکے لئے سکونت نہیں ہے اگر وہ شخص گھر میں سکونت کرے تو کیا کرایہ اوسپر لازم ہوگا ظاہر جواب یہ ہے کہ اوسپر واجب نہیں
بسبب عدم فائدہ کے یعنی اگر کرایہ اوسپر لازم ہو تو آخر کرایہ بھی اوسیکو ملیگا پھر لزوم اجرۃ کا کیا فائدہ ہوا الا اذا احتيج للعمارة فياخذها المتولي ليعمرها ولو هو المتولي
ينبغي ان يجبره القاضي على عمارتها مما عليه من الاجرة فان لم يفعل نصب متوليا ليعمرها مگر وقت ضرورت کرایہ اوسپر لازم ہوگا جب مرمت کی حاجت ہو تو متولی
اوس سے کرایہ لے تاکہ گھر کی مرمت کرے اگر خود وہی متولی بھی ہو تو لائق یہ ہے کہ قاضی اوسپر زبردستی کرے عمارت کیواسطے اوس کرایہ سے جو اوسپر لازم ہوا اوسکی سکونت سے پھر اگر وہ نکرے تو
قاضی دوسرا متولی مقرر کرے اوسکی تعمیر کیواسطے ولو شرط الواقف غلتها له ومرمتها عليه صح وهل يجبر على عمارتها الظاهر لا فرا مدا اگر واقف نے اپنے گھر کی ایک شخص کے
واسطے شرط کی اور اسکا خرچ بھی اوسپر شرط کیا تو یہ دونوں شرطین صحیح ہیں اور کیا اس شخص پر عمارت کیواسطے زبردستی کیجاویگی یا نہیں ظاہر جواب یہ ہے کہ اوسپر جبر نہیں کذا فی النہر وفی الفتح
لو لم يجد القاضي من يستاجرها الوارث وخطر له انه يجبره بان يعمرها او يردها الى ورثة الواقف ثم فلو كان هو الوارث فالظاهر الاول وفيها … مثله
ما يفيد … له او … ثمنه للوارث … او المفتي … انتہی فتح القدیر میں ہے کہ اگر قاضی اوسکو یا وہی جو اوس گھر کو کرایہ لے میں نے اسکو نہیں دیکھا اور میرے … ہے کہ
جسکے واسطے سکونت وقف ہوا اوسکو قاضی استبدال کرے … یا اوسکی قیمت … کہ وقف کے وارثون کو پھیر دے اشارہ کیا ہے … کہ اگر وارث ہی ہو سکونت وقف ہو میں نے اسکو
نہیں دیکھا اور فتاوی ہدایہ کے فتاوی میں وہ مضمون ہے جو عینیہ ہے اسکا استبدال کا یا اوسکی قیمت سے … وارث کو دیا فقیرون کو قسم بحرالرائق میں بعد نقل … فتح القدیر کے کہا
کہ یہ عجیب ہے اسواسطے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جب وقف ویران ہوجاوے اور لائق انتفاع نہ ہو تو اوسکا استبدال جائز ہے خواہ زمین ہو خواہ گھر وغیرہ میں متقی سے منقول ہے کہ مشائخ
نے کہا کہ میں نے محمد سے سنا کہتے تھے کہ جب وقف خراب ہوجاوے اسطرح کہ لائق انتفاع مساکین کے باقی نرہے تو قاضی کو جائز ہے کہ اوسکو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت سے زمین یا گھر مول لیوے اور یہ
جائز نہیں سوا ہے قاضی کے اور وقف کا عود کرنا بعد ویرانی کے ملک واقف یا اوسکے وارثکیطرف سو ہم ذکر کر چکے کہ وہ قول ضعیف ہے حاصل یہ ہے کہ موقوف علیہ السکنی جب تعمیر سے … ہو تو
کرے اور قاضی مستاجر کو نپاوے تو اوسکو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت سے وہ زمین یا گھر خریدے کہ وہ وقف ہو انتہی تو شارح کا یہ قول کہ اگر موقوف علیہ السکنے وارث ہو اوسکو میں نے نہیں دیکھا ساقط
ہوگیا اسواسطے کہ اوسکا حکم فقط استبدال ہے اور وہ مختلف نہیں وارث اور غیر وارث سے اور فتاوی قاری ہدایہ کا بھی ضعف ظاہر ہوگیا اور تعجب ہے شارح سے کہ اس قسم کا ترک کیا … باوجود
کلام بحرالرائق کے دیکھنے کے على التحقيق کہ صاحب نہر الفائق نے بھی اسکو ثابت رکھا ہے کذا فی الحلبی وصرف الحاكم او المتولي حاصل نقضه او ثمنه ان تعذر اعادة عينه
الى عمارته ان احتاج والا حفظه ليحتاج الا اذا خيف ضياعه فيبيعه ويمسك ثمنه ليحتاج … اور صرف کرے حاکم یا متولی … وقف منقوض کو
یعنی مکان شکستہ کی لکڑی اور پتھر اور اینٹ کو یا اسکی قیمت کو اگر وقف کا بعینہ اعادہ متعذر ہو اوسکی عمارت کی طرف اگر حاجت ہو مرمت کی اور نہیں تو اوسکو محفوظ رکھے جو حاجت وقت کے
واسطے مگر جب اسکے ضائع ہونیکا خوف ہو تو اسکو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت کو رکھ چھوڑے حاجت کے واسطے ہم بحرالرائق میں تو یہ ہے منقوض کی دو جگہ ہے صورت تعذر اعادہ اور
صورت خوف ہلاک ولا يقسم النقض او ثمنه بين مستحقي الوقف لان حقهم في المنافع لا في العين اور تقسیم نہو گا وقف کا منقوض یا اوسکی قیمت مستحقین وقف کے
درمیان میں اسواسطے کہ انکا حق منافع وقف میں ہے نہ عین وقف میں یعنی اسواسطے کہ عین میں حق مالک ہے یا حق اللہ تعالی کا علی اختلاف القولین اور یہین سے معلوم ہوگیا کہ مسجد کی چٹائی
چٹائیوں کی تقسیم مستحقین میں جائز نہیں اور اسیطرح باقی رہی رمضان کی شمعیان موم کی اور تیل امام اور موذن کو لینا جائز نہیں بلا اذن مالک کے اور اگر اوسکو … رواج ہو کہ امام اور
موذن بلا اذن مالک لیتے ہوں تو جائز ہے کذا فی الطحطاوی جعل شيء اي جعل الباني شيئا من الطريق مسجدا لضيقه ولم يضر بالمارين جاز لانهما للمسلمين …
اي كجوز عكسه وهو اذا جعل في المسجد ممرا لتعارف اهل الامصار في الجوامع وجاز لكل احد ان يمر فيه حتى الكافر الا الجنب والحائض والدواب …
بانی مسجد کو تھوڑی راہ مسجد میں کرلینا بسبب تنگی مسجد کے جب کہ راہ چلنے والوں کو مضرت نہو تو جائز ہے اسواسطے کہ مسجد اور راہ دونو مسلمین کیواسطے ہیں چنانچہ بالعکس اسکے جائز ہے یعنی

جب کہ مسجد میں گند گا ٹھہرایا جائے بسبب تعارف شہروں کے جوامع مساجد میں اور ہر شخص کو مسجد میں ہو کر چلا جانا جائز ہے یہانتک کہ کافر کو اور جنب اور حائض و نفسا اور جانوروں کے کذا فی الزیلعی م اسکو مخالف
فتاوی عالمگیری میں محیط سے یوں منقول ہے کہ اگر لوگ ارادہ کریں کہ کچھ مسجد کو مسلمانوں کے واسطے راہ ٹھہرا دیں تو صحیح یہ ہے کہ انکو جائز نہیں ہے طحطاوی نے کہا اسمیں کچھ منافات نہیں
اسلیے کہ مصنف کا کلام اوس مسجد کے ٹھہرانے میں ہے اور محیط کا کلام اہل محلہ کے ٹھہرانے میں ہے کا لو جعل الامام الطریق مسجدا لا عکسہ لجواز الصلوٰۃ فی الطریق لا المرور
فی المسجد چنانچہ اگر جائز ہے ٹھہرانا سلطان کا راہ کو مسجد بالعکس اسکے یعنی مسجد کو راہ بنانا جائز نہیں بسبب جائز ہونے نماز کے راہ میں نہ مسجد میں چلنا م حلبی نے کہا یعنی جنب اور حائض اور
نفسا اور جانوروں کا چلنا مسجد میں جائز نہیں تو یہ قول منافی ما تقدم نہیں ہے تؤخذ ارض و دار و حانوت بجنب مسجد ضاق علی الناس بالقیمۃ کرھا درر و عمادیہ
زمین اور گھر اور دوکان مسجد کے پہلو میں ہے اور وہ مسجد لوگوں پر تنگی کرتی ہو تو اوسکو زبردستی قیمت دیکر لینا جائز ہے کذا فی الدرر و العمادیہ م اسواسطے کہ جب مسجد الحرام میں تنگی ہوئی تھی
تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے لوگوں کی اراضی اکراہ سے لی اور مسجد میں ملائی اور یہ اکراہ جائز ہے اور اگر وقف کی زمین مسجد کے پہلو میں ہو تو اوسکا لینا بحکم قاضی جائز ہے کذا فی المنح
و الطحطاوی جعل الواقف الولایۃ لنفسہ جاز بالاجماع ٹھہرانا واقف کا ولایت وقف کو اپنے واسطے جائز ہے بالاجماع م اسواسطے کہ شرط واقف کی معتبر ہے نصوص کی
مانند اگر کوئی کہے محمد کے نزدیک تسلیم شرط ہے صحت وقف کی پھر قول بالاجماع کیونکر صحیح ہوگا اوسکا جواب یہ ہے کہ ولایت وقف منافی تسلیم نہیں اسواسطے کہ ممکن ہے کہ واقف اول کسیکو
تسلیم کرے پھر اوس سے لیوے اور محتمل ہے کہ تسلیم شرط نہو واقف کی ولایت میں وکذا لو لم یشترط لاحد فالولایۃ لہ عند الثانی وھو ظاھر المذھب نھر خلافا لما نقلہ
المصنف اور ایسطرح اگر واقف کسیکے واسطے ولایت شرط نکی ہو تو واقف ہی کے واسطے ولایت ثابت ہوگی ابو یوسف کے نزدیک اور یہی ظاہر المذہب ہے کذا فی النہر بخلاف اوسکے جسکو
مصنف نے نقل کیا ہے م مصنف نے اپنی شرح میں سراجیہ سے نقل کیا ہے کہ محمد کے قول پر فتوی ہے یعنی درصورت عدم شرط ولایت وقف صحیح نہیں ثم لوصیہ ان کان والا فللحاکم
فتاوی ابن نجیم و قارئ الھدایۃ وسیجیٔ پھر درصورت عدم شرط ولایت وقف کے بعد واقف کے اوسکے وصی کے واسطے ولایت ہوگی اور اگر وصی نہیں تو حاکم کے واسطے ولایت ہوگی کذا فی فتاوی ابن نجیم و قارئ الہدایہ اور
آگے آئیگا وینزع وجوبا بزازیۃ لو الواقف درر فغیرہ بالاولی غیر مامون او عاجزا او ظھر بہ فسق کشرب خمر ونحوہ فتح او کان یصرف مالہ فی الکیمیا
نھر بحثا اور نکال لینا ہے وقف بنا بر وجوب کے کذا فی البزازیہ اگر واقف پر اطمینان نہو یعنی خائن ہو کذا فی الدرر تو غیر واقف سے درصورت خیانت نکال لینا بطریق اولی جائز ہوگا یا متولی
وقف کا عاجز ہو یا اوسکا فسق ظاہر ہو گیا ہو جیسے شراب کا پینا یا مانند اسکے کذا فی الفتح یا متولی اپنا مال کیمیا میں صرف کرتا ہو کذا فی النہر بحثا م خلاصہ یہ ہے کہ متولی وقف کا امین
اور قادر اور متقی چاہیے اسواسطے کہ مقصود وقف بدون ان صفات کے حاصل نہیں اور ایسطرح جسکو کیمیا کی لت ہو وہ لائق تولیت نہیں کہ سب مال وقف طلب کیمیا میں برباد کریگا
وان شرط عدم نزعہ او ان لا ینزعہ قاض و لا سلطان لمخالفتہ لحکم الشرع فیبطل کالوصی فلو مامونا لم تصح تولیۃ غیرہ اشباہ اگرچہ واقف
نے اوسکا عدم نزع شرط کیا ہو یا یہ شرط کی ہو کہ متولی کو قاضی اور سلطان نہ نکالے تو بھی نکالنا واجب ہے اسواسطے کہ یہ شرط حکم شرع کے مخالف ہے تو باطل ہوگی جیسے وصی غیر امین سے
نکال لینا جائز ہے سو اگر متولی امین ہو تو اوسکے غیر کی تولیت صحیح نہیں کذا فی الاشباہ م یعنی اگر واقف کے متولی اور ناظر کو بلا ظہور خیانت قاضی معزول کرے اور دوسرے کو متولی
ٹھہراوے تو اوسکی تولیت صحیح نہیں اور اگر متولی واقف کی جانب سے نہیں تو قاضی کو اوسکا معزول کرنا بلا ظہور خیانت بھی جائز ہے اور دوسرے قاضی کو اوسکا پھر بحال کرنا جائز
نہیں اور خود واقف کو متولی کا معزول کرنا مطلقا جائز ہے اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی و جاز جعل غلۃ الوقف او الولایۃ لنفسہ عند الثانی و علیہ الفتوی اور جائز ہے
آمدنی وقف کو یا ولایت کو اپنی ذات کیواسطے مقرر کرنا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے م یعنی ایک شخص نے وقف کیا اور تمام یا بعض محصول کو اپنی ذات کیواسطے شرط کیا جب تک
وہ زندہ رہے اور بعد اوسکی موت کے فقیروں کیواسطے ہے تو محمد کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے مشائخ بلخ کا تا وقف کرنے میں لوگ راغب ہوں کذا فی المنح
حموی نے کہا کہ اگر واقف محمد اور وقف میں یہ شرط کرے کہ میری طرف سے حج کرو یا اجارہ ہو یا میرے گناہ ات رہان یا میرے دین ادا کرو اور جو باقی رہے وہ فقیروں میں صرف ہو
تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے ابو یوسف کی وہ حدیث دلیل ہے جو مشائخ نے روایت کی کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے وقف سے کھاتے تھے اور یہ حلال نہیں بدون شرط کے
اسواسطے کہ اسپر اجماع ہے کہ بدون شرط یہ حلال نہیں کذا فی الطحطاوی و جاز شرط الاستبدال بہ ارضا اخری حینئذ اور جائز ہے شرط کرنا بدل ڈالنے وقف کا [illegible]
اور سنت میں یعنی جب کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہوا البحر الرائق میں ہے کہ جواز شرط استبدال بالاجماع ہے [illegible] ابو یوسف کا قول [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible]
شرط بیعہ و یشتری بثمنہ ارضا اخری اذا شاء فاذا فعل صارت الثانیۃ کالاولی فی شرائطھا وان لم یذکرھا ثم لا یستبدلھا [illegible]

اجارہ میں ہیں تو صحیح ہے اور اجارہ باطل نہوگا بہر حیثیت اجارہ منقضی ہوگی یا موجر یا مستاجر میں سے کوئی مریگا تو مصرف وقف میں صرف ہوگی اور زمین مرہونہ کو اگر چھوڑا یا ہو یا دے اور اوسکے
نزدیک کچھ مال چھوڑ مرا ہو تو وقف صحیح ہوا اور اگر کچھ مال ادا ہونے کیواسطے نہیں تو وہ زمین بیچی جائیگی اور وقف باطل ہوگا اور اگر راہن زندہ ہو تو قاضی ادائے قرض کیواسطے اسپر
جبر کریگا اگر اوسکو مقدور ہوگا اور اگر وہ مفلس ہے تو وقف باطل ہے وفی البزازیة لا یجوز وقف البناء فی ارض عاریة او اجارة اور بزازیہ میں ہے کہ جائز نہیں وقف عمارت
کا عاریت اور اجارہ کی زمین میں یعنی مستعیر اور مستاجر کو جائز نہیں طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں ہے کہ جو خصاف نے ذکر کیا وہ اس سے مستثنی ہے کہ اگر زمین محتکرہ ہو تو جائز ہے واما
حکم الزیادة فی الارض المحتکرة ففی المنیة حانوت لرجل فی ارض وقف فابی صاحب الارض ان یستاجر الارض باجر المثل ان العمارة لو رفعت تستاجر باکثر
مما استاجر ... العمارة ... لا یترک فی یدہ بذلک الاجر ومثله فی البحر اور اجرت زیادہ ہونیکا حکم منیہ میں بایں تفصیل ہے کہ ایک شخص کی دوکان بنی
وقف کی زمین میں ... اگر عمارت وہاں سے ہٹائی جائے تو اوسکی اجرت زیادہ ہو جائیگی مستاجر کی اجرت سے تو اوسکو حکم ہوگا کہ اپنی عمارت کا اسباب اوٹھالیجا اور
زمین غیر شخص کو اجارہ دیجاوے اور اگر عمارت وہاں سے اجرت زیادہ نہو تو اوسکو مستاجر کے ہاتھ میں اوسی اجرت پر چھوڑا جائیگا اور اسکی مانند بحر الرائق میں ہے وفیہ لو
زید علیه فی اجارة مشاهرة فسخ عند راس الشهر ثم ان ضر رفع البناء لم یرفع وان لم یضر رفع او یتملکه القیم برضی المستاجر فان لم یرض یبقی
الی ان یخلص ملکه صحیحہ اور بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے کہ اگر مستاجر کی اجرت سے زیادہ اجرت ہوا گیا اوسکا اجارہ ماہواری ہو تو شروع مہینہ کے نزدیک اجارہ اوسکا فسخ کیا جائیگا
بعدہ اگر رفع عمارت مضر ہو وقف کو تو نہ اوٹھائی جائیگی اور اگر رفع مضر نہو تو اوٹھائی جائیگی یا متولی وقف اوسکا مالک ہو جائے مستاجر کی رضامندی سے اور اگر وہ راضی نہو
تو باقی رکھی جاویگی یہانتک کہ اوسکی ملک خالص ہو جائے بقی لو اجارة مسانهة او مدة طویلة والظاهر انه لا تقبل الزیادة دفعا للضرر علیه ولا ضرر علی
الوقف لان الزیادة انما کانت بسبب البناء لا لزیادة فی نفس الارض انتهی باقی رہی یہ بات کہ اگر مستاجر کا اجارہ بطور سالیانہ ہو یا مدت دراز کا
اجارہ ہو تو ظاہر ایسا ہے کہ یہاں زیادتی اجرت مقبول نہو مستاجر کے دفع ضرر کیواسطے اور وقف پر بھی کچھ ضرر نہیں اسواسطے کہ زیادتی کرایہ کی بسبب عمارت کے تھی نہ بسبب زیادتی زمین
کے فی نفسہا انتہی کلام صاحب البحر واما وقف الاقطاعات ففی النهر لا یجوز الا اذا کانت الارض مواتا او ملکا للامام فاقطعها رجلا واقال واغلب
اوقاف الامراء ... هو ... انما عامتها یجعلونها مشتراة صورة من وکیل بیت المال اور وقف کرنا اراضی معافی کا سو نہر الفائق میں ہے کہ جائز نہیں
مگر اوس وقت جبکہ زمین معافی کی موات ہو یعنی اوسکا کوئی مالک نہو یا حاکم کی مملوک ہو سو حاکم نے اوسکو کسی شخص کے واسطے معاف کردیا صاحب نہر نے کہا کہ امیرون کے اکثر
اوقاف مصر میں انعامی اراضی ہیں وقف کرنیوالی بیت المال کے وکیل سے اوسکو ظاہر میں مشابہ بخرید کرلیتے ہیں تفصیل اس مقام کی یون ہے کہ واقف ارض یا مالک اصلی
سے اوسکا اسطرح ہو کہ وہ اوسکا مالک تھا جبکہ وہ ملک دار الاسلام میں ہوا اور امام نے اراضی وہان کی لوگون کے ہاتھ میں رکھی تو یہ وقف بلا تردد صحیح ہے یا واقف نے
زمین کی ملکیت اوسکی مالک اصلی سے کسی وجہ سے حاصل کی تو بیشک وقف بھی صحیح ہے یا واقف کو زمین بطور انعام سلطانی ملی تو اگر زمین مذکور موات یعنی لا وارثی ہو یا حاکم
کی مملوک ہو تو وقف صحیح ہے اور اگر بیت المال کی زمین سلطان نے ٹھیکہ کو دی تو اوسکا وقف صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ منفعت کا مالک ہے نہ زمین کا اور جب سلطان چاہے اوس سے
نکال لے اور اگر واقف نے بیت المال سے بوجہ مشروع زمین خرید کرلی تو اوسکا وقف صحیح ہے اسواسطے کہ وہ اوسکا مالک ہے اوسکی جمیع شروط کی زمین مذکور میں رعایت کیجائیگی
اور اگر بیت المال کی زمین کو سلطان وقف کردے بلا خریدے علامہ سمانے فتوی دیا کہ وقف صحیح ہے اور دوسرا سلطان اوسکو باطل نہیں کر سکتا کذا فی الطحطاوی عن الحموی
عن التحفة المرضیة وفی الوهبانیة ولو وقف السلطان من بیت مالنا لمصلحة عمت یجوز ویوجر قلت وفی شرحها للشرنبلالی وکذا یصح اذنه
بذلک ان فتحت عنوة لا صلحا لبقائها ملک مالکها قبل الفتح اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر بادشاہ نے سلیں کے بیت المال سے کوئی مصلحت عام کیواسطے وقف کیا تو جائز ہے اور سلطان
ثواب پاویگا میں کہتا ہون اور وہبانیہ کی شرنبلالی کی شرح میں ہے اور اسیطرح اذن دینا بادشاہ کا اسکو واسطے صحیح ہے اگر وہ ملک بزور اہل اسلام فتح ہوا ہو نہ بطور صلح کے بسبب باقی
رہنے ملک ... کے قبل فتح کے خانیہ میں ہے کہ اگر سلطان نے کسی قوم کو یہ اذن دیا کہ شہر کی زمین میں سے فلانی زمین میں مسجد کے وقف کیواسطے دوکانیں بنالیں تو اگر وہ ملک
بغیر فتح ہوا ہو تو اذن سلطان کا نافذ ہے اسواسطے کہ وہ ملک مجاہدین کا مملوک ہوگیا تو ... اذن سلطان جائز ہوا اور اگر بصلح فتح ہوا تو مالکان قدیم کی ملک قائم ہو کنا

فی المحیط ... اطلق القاضی بیع الوقف غیر المسجل لوارث الواقف فان صح وکان حکما ببطلان الوقف لعدم تسجیله حتی لو باع الواقف او بعض ورثه

عنه ووقفه بجهة اُخرى وحكم بالثانى قبل الحكم بلزوم الاول صح الثانى لوقوعه فى محل الاجتهاد كما حققه المصنف وافتى به شيخ الشيخ وقارى الهدايه والمولى ابى السعود قلت لكن حمله فى النهر على القاضى المجتهد فى الحيه اجازت دی قاضی نے وقف غیر مسجل کی بیع کیو قف کے وارث کو سو اوس نے بیع کی تو بیع صحیح ہے اور اجازت قاضی بطلان وقف کا حکم ہوگا بو اسطہ مسجل نہو وقف کے یہانتک کہ اگر وقف تمام وقف یا بعض کو بیع کر دیا رجوع کر کے وقف سے اور دوبارہ اوسکو دوسرے مصرف کیو اسطے وقف کر دیا اور وقف ثانی پر قاضی حکم کرے تو قبل حکم کرنے لزوم اول کے تو وقف ثانی صحیح ہوگا بسبب واقع ہونے حکم قاضی کے محل اجتہاد مین چنانچہ اسکو محقق کیا مصنف نے اپنی شرح مین اور اسکا فتوی دیا ہو انکے استاد اور قاری ہدایہ اور مفتی ابو السعود کی پیروی سے مین کہتا ہون لیکن حمل کیا ہو اسکو نہر الفائق مین قاضی مجتہد کے حکم پر سو اوسکی طرف مراجعت کرو ۱۲ م خلاصہ یہ ہو وقف مسجل کی بیع مین درصورت حکم قاضی اختلاف ہو مصنف نے خلاصہ وغیرہ سے صریح صحت نقل کی اگرچہ قاضی مقلد حنفی المذہب ہو اور قنیہ کی روایت اوسکے بطلان بیع مین صریح ہو اور اسیکو علامہ قاسم نے پسند کیا ہو اور یہی قول اولی ہو کیونکہ اسکے واسطے بقول صاحب قنیہ در امام کا قول یعنی وقف کا لازم نہونا لا حکم قاضی اگرچہ بعضون نے اوسکی تصحیح کی ہو لیکن کسی نے اوس پر فتوی نہین دیا کما فی البحر حالانکہ قاضیون کو غیر مفتی بہ پر حکم کرنا جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولو اطلق القاضی البيع لغيره اى لغير الوارث لا يصح بيعه لانه لما بطل عاد الى ملك الوارث وبيع مال الغير لا يجوز درر یعنی بغیر طریق شرعی لما فى العمادية باع القيم الوقف بامر القاضى ورأيه جاز اور اگر قاضی بیع وقف کی غیر وارث کو اجازت دے تو اوسکی بیع صحیح نہین اسواسطے کہ وقف جب باطل ہوا یعنی قاضی کی اجازت بیع سے تو وارث کی ملک مین عود کر آیا اور حالانکہ غیر کے مال کو بیچنا جائز نہین کذا فی الدرر یعنے عدم جواز اوس وقت ہو کہ بغیر طریق شرعی ہو اسواسطے کہ عمادیہ مین ہے کہ متولی نے وقف بیچا قاضی کے امر اور تجویز سے تو جائز ہو یعنی اسواسطے کہ بطریق شرعی ہو قلت واما المسجل لو انقطع ثبوته واراد اولاد الواقف ابطاله فقال المفتی ابو السعود فى معروضاته قد منع القضاة من استماع هذه الدعوى انتهى فليحفظ مین کہتا ہون اور وقف مسجل کا اگر ثبوت منقطع ہوا اور واقف کی اولاد اوسکا ابطال چاہے تو مفتی ابو السعود نے اپنی معروضات مین کہا کہ ایسے دعوے کے استماع سے قاضی ممنوع ہین تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ۱۲ م انقطاع ثبوت مسجل کی یہہ صورت ہو کہ مثلاً قاضی کے مسجل مین یہہ مرقوم ہے کہ فلانے شخص نے فلانی زمین وقف کی اور قاضی نے اوس پر حکم کر دیا ولیکن بسبب طول مدت کی اوسکا ثبوت برگواہون مین نہین

الوقف فى مرض موته كهبة فيه من الثلث مع القبض وقف کرنا اپنے مرض الموت مین مثل ہبہ کے ہے مرض الموت مین یعنی ثلث مال سے معتبر ہے قبض کے ساتہه فان خرج الوقف من الثلث او اجازه الوارث نفذ فى الكل والا بطل فى الزائد على الثلث ولو اجازه البعض جاز بقدره سو اگر وقف مذکور ثلث مال سے نکل آیا یا اوسکو وارث نے جائز رکہا تو کل مین نافذ ہوگا اور اگر ثلث سے نکلا یا وارث نے جائز نرکہا تو تہائی مال سے زائد مین باطل ہوگا اور اگر بعض وارث نے وقف میت کا جائز رکہا تو بقدر اوسکی جائز ہوگا ويبطل وقف راهن معسر ومريض مديون بمحيط اور باطل ہو وقف کرنا راہن مفلس کا اور اوس مریض کا جو دین محیط کا مدیون ہے بخلاف صحيح لو قبل الحجر فان شرط وفاء دينه من غلته صح وان لم يشترط يرد من الفاضل عن كفايته بلا سرف ولو وقفه على غيره فغلته لمن جعلها له خاصة فتاوى ابن نجيم بخلاف تندرست مدیون کے اگر اوس نے وقف کیا ہو قبل ممنوع التصرف ہونیکے سو اگر اوس نے ادای دین کی شرط کی ہو وقف محصول سے تو صحیح ہے اور اگر شرط نکی ہو تو دین ادا کیا جاویگا اوس آمدنی سے جو زیادہ فاضل بچے وقف کی بعد کفایت سے بلا فضول خرچی اور اگر وقف نے اپنے سوا اور شخص پر وقف کیا تو اوسکی آمدنی اوسی شخص کے واسطے مخصوص ہوگی جسکے واسطے وقف نے مقرر کر دیا کذا فی فتاوی ابن نجیم ۱۲ م دین محیط مریض مین اور تندرست وقف یہ صحیح غیر محجور ہو اور اگر صحیح بسبب سفاہت یا دین کے محجور التصرف ہوا تو وقف اوسکا صحیح نہین قلت قيد بمحيط لان غير المحيط يجوز فى ثلث ما بقى بعد الدين لو له ورثة والا ففى كله فلو باعها القاضى ثم ظهر مال اشترى به ارض بدلها وتمامه فى الاسعاف وباب وقف المريض مین کہتا ہون دین مین محیط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دین غیر محیط مین وقف جائز ہو اوس ثلث مال مین جو بعد ادای دین باقی رہے بشرطیکہ وقف کے وارث ہون اور اگر اوسکے وارث نہون تو وقف کل مال مین بعد ادای دین وقف صحیح ہوگا پہر اگر قاضی نے وقف کو بیچا واسطے ادای دین وقف کے خواہ دین محیط ہو یا غیر محیط پہر میت وقف کا مال ظاہر ہوا تو قاضی اوس مال سے دوسری زمین عوض اسکی خرید کرے اور پورا بیان اسکا اسعاف مین ہو وقف مریض کے باب مین وفى الوهبانية صح وان وقف المرهون فافتكه يحرر فان مات عن غير تنو لا بغيره اى ولاة فيبطل والعلة مُتحمل فليتأمل اور وہبانیہ مین ہو کہ اگر شی مرہون کو وقف کیا پہر اوسکو فلاص کیا تو جائز ہی سو اگر مرگیا وہ مال چہوڑ کر

جو ادا ہوئی دین میں پورا ہوئے تو وقف متغیر ہوگا یعنی اگر دین ادا ہو گا تو وقف باطل کیا جائیگا یا آمدنی کیواسطے مہلت دیجائے تو اوس سے دین ادا ہوا اور وقف باطل نہو تو تامل کرنا چاہئے
ہم ملحوظ رہے کہ مترجم نے کہا کہ بموجب شارح کے معنے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ طرز بیان شارح خوب نہیں اسواسطے کہ تشریح ملائی کی شرح وہبانیہ میں کہا ہے کہ اگر یہ موقوفات بنا بعضی علماء کی بحث ہے تو یہ انہیں جسکو بطور
نص ذکر کیا قلتُ ذکر فی معروضات المفتی ابی السعود سُئِل عمن وقف علی اولادہ وھو مدیون ھل یصح فاجاب لا یصح ولا یلزم والقضاۃ
ممنوعون من الحکم وتسجیل الوقف بمقدار ما شغل بالدین انتھی فلیحفظ میں کہتا ہوں لیکن مفتی ابو سعود کی معروضات میں سوال ہوا اوس شخص کا جسنے اپنی اولاد پر
وقف کیا اور وہ مدیون ہے تو کہا گیا یہ وقف صحیح ہو تو جواب دیا کہ صحیح نہیں اور لازم نہیں اور قاضیوں کو منع ہے اسکا حکم کرنا اور وقف مسجل کرنا بقدر اسکے جو مشغول ہو دین سے انتہی
جواب المفتی تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم یعنی منع سلطان روم کی جانب سے ہو جسکے بعد چند سال کے ہستانہ وجوہ منع ہو کذا فی الطحطاوی الوقف علی ثلثۃ اوجہ اما للفقراء
او للاغنیاء ثم الفقراء او یستوی فیہ الفریقان کرباط وخان ومقابر وسقایات وقناطر ونحو ذلک کمساجد وطواحین وطست لاحتیاج الکل
لذلک بخلاف الادویۃ فلم یجز لغنی بلا تعمیم او تخصیص فیدخل الاغنیاء تبعا للفقراء قنیہ وقف تین صورت پر ہو یا فقیروں کے واسطے ہو یا مالداروں کیواسطے
ہے بعد انکے فقیروں کے واسطے یا اوسمیں دونوں فریق برابر ہیں چنانچہ مسافرخانہ اور خانقاہ اور قبرستان اور آبدارخانے یعنی پانی کی سبیل اور پل اور اسکی مانند اور چیزیں جیسے
مسجدیں اور پن چکیاں اور طاس کہ ان چیزوں کے وقف میں فقیر اور غنی برابر ہیں اسواسطے کہ انکی طرف سبکی حاجت ہے بخلاف ادویہ یعنی جو دوا کہ دارالشفا میں وقف ہو
تو وہ مالدار کو جائز نہیں بلا تعمیم یا تخصیص یکمتو صورت تعمیم غنیا بھی اسمیں فقیروں کے تبع ہوکر داخل ہونگے کذا فی القنیہ ہم تعمیم کی یہ صورت ہو کہ وقف لکھی کہ یہ دوائیں
سب بیماروں کیواسطے وقف ہیں اور تخصیص یہ کہ وقف اغنیا کو کہول کر ذکر کرے تو اغنیا اسمیں بالقصد داخل ہیں اور تعمیم میں بالتبع فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اقر بوقف
صحیح وبانہ اخرجہ من یدہ ووارثہ یعلم خلافہ فجاز الوقف ولا تسمع دعوی وارثہ تصادقا عدم اقرار کیا وقف صحیح کا اور کہا کہ اوس نے اسکو اپنے
قبضہ سے خارج کردیا اور وقف کا وارث اوسکی خلاف جانتا ہے یعنی یہ جانتا ہے کہ مورث نے وقف نہیں کیا تو وقف جائز ہے اور اوسکے وارث کا دعوی مسموع نہیں وا ازالقضا
... فی الوھبانیۃ وتبطل اوقاف امرء بارتدادہ فحال ارتدادہ منہ لا وقف لیجدد + اور وہبانیہ میں ہے کہ باطل ہو جاتی ہیں اوقاف مرد کے
اوسکے مرتد ہو جانے سے تو حالت ارتداد کے اوقاف مطلق اور نیز باطل ہو گئے

فصل

یہ فصل ہے شروط وقف کی مراعات میں یراعی شرط الواقف فی اجارتہ فلم یزد القیم
بل القاضی لانہ لہ ولایۃ النظر لفقیر وغائب ومیت رعایت کیجائیگی یعنی واجب الرعایۃ ہے وقف کی شرط اجارہ وقف میں تو متولی وقف کی شرط سے زیادہ اجارہ
نہ دے بلکہ قاضی اوسکو شرط سے زیادہ کر سکتا ہے اسواسطے کہ قاضی کو ولایت نظری ہے فقیر اور غائب اور میت کیواسطے ہم مثلا واقف نے شرط کی کہ زمین وقف کو ایک سال سے اجارہ
نہ دیا جائے مگر مستاجر اتنی مدت کے اجارہ پر رغبت نہیں کرتے اور چند سال کا اجارہ فقیروں کے حق میں نافع تر ہے تو متولی دو تین سال کا اجارہ نہیں کر سکتا بلکہ قاضی سے
یہ حال عرض کرے تاکہ وہ مدت اجارہ زیادہ کر دے کذا فی البحر فلو اھمل الواقف مدتھا قیل تطلق الزیادۃ للعلم وقیل تقید بسنۃ مطلقا وبھا ای بالسنۃ یفتی
فی الدار وبثلث سنین فی الارض الا اذا کانت المصلحۃ بخلاف ذلک وھذا مما یختلف زمانا وموضعا پھر اگر واقف نے مدت اجارہ بلا قید رکھی تو بعضوں نے
کہا زیادتی مدت کی متولی کیواسطے علی الاطلاق باقی رہیگی اور بعضوں نے کہا کہ ایک سال کیساتھ مقید ہوگی ہر صورت میں اور اسی یعنی سال کی مدت پر فتوی ہے گھر کے اجارہ میں اور تین
سال پر فتوی ہے زمین کے اجارہ میں مگر جب کہ مصلحت کے مخالف ہو اور یہ یعنی اختلاف مدت اجارہ مختلف ہے باعتبار زمان اور مکان کے ہم زیادتی مدت اجارہ اسلئے
وقف میں جائز نہیں کہ ابطال وقف نہ لازم آوے اسواسطے کہ جو مستاجر کو مدت دراز تک تصرف مالکانہ کرتے دیکھیگا تو اوسکی ملک کا اوسکو توہم ہوگا وفی البزازیۃ لو
احتیج لذلک یعقد عقودا فیکون العقد الاول لازما لانہ ناجز والثانی لا لانہ مضاف قلت لکن قال ابو جعفر الفتوی علی ابطال الاجارۃ
الطویلۃ ولو بعقود ذکرہ الکرمانی فی الباب التاسع عشر واقرہ قدری افندی وسیجی فی الاجارۃ اور بزازیہ میں ہے کہ اگر اسکی یعنی طول مدت اجارہ
کی احتیاج ہو تو چند عقود منعقد کرے تو عقد اول لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ فی الحال کا عقد ہے اور عقد ثانی لازم نہیں اسواسطے کہ وہ مضاف ہے میں کہتا ہوں لیکن فقیہ
ابو جعفر نے کہا کہ اجارہ طویلہ کے ابطال پر فتوی ہے اگرچہ بچند عقود ہو چنانچہ اسکو کرمانی نے انیسویں باب میں ذکر کیا ہے اور قدری افندی نے اسکو قائم رکھا ہے اور
کتاب الاجارہ میں آئیگا ہم شارح نے استدراک سے آگاہ کر دیا کہ بزازیہ کی روایت خلاف مفتی بہ ہے ویوجر باجر المثل فلا یجوز باقل ولو ھو المستحق

الا بنقصان یسیر و اذا الوقف فبہ الا با لاقل اشباہ ۔ اور وقف اجارہ دیا جائے اجرت مثل پر یا اوس سے کمتر اجارہ دینا درست نہیں اگرچہ مستحق ہی مستاجر ہو کذا ذکرہ
قارى الہدایہ مگر اجرت مثل سے اگر تھوڑا سا کم ہو تو جائز ہے یا جب کہ اوسمین کوئی خواہش نکرتا ہو الا باقل کذا فی الاشباہ فلو رخص اجرہ بعد العقد لا یفسخ العقد
للزوم الضرر ۔ اور اگر وقف کا کرایہ ارزان ہو جائے بعد عقد کے تو عقد منفسخ نہو گا بسبب لازم آنے ضرر وقف کے بسبب فسخ کے ولو زاد اجرہ علی اجر مثلہ قبل یعقد ثانیا بہ علی
الاصح ۔ اور اگر اجرت وقف کی گران ہو جائے اور اوسکی اجرت مثل سے تو بعضوں نے کہا اجارہ کو دوبارہ منعقد کرے بقول اصح فی الاشباہ لو زاد اجر مثلہ فی نفسہ بلا زیادۃ
احد فللمتولی فسخہا بہ یفتی وما لم یفسخ فلہ المسمی اشباہ ۔ میں ہے اگر اوسکا اجر مثل فی نفسہ زیادہ ہو گیا بدون زیادہ کرنے کسی شخص کے تو متولی کو اوسکا فسخ کر دینا
جائز ہے اسی پر فتوی ہے اور جبتک فسخ نکریگا تو اوسکو اجر مسمی ہی ملیگا وقیل لا یعقد بہ ثانیا کزیادۃ واحد تعنتا فانہا لا تعتبر مسیحی فی الاجارۃ ۔ و بعضوں نے
کہا در صورت زیادتی دوبارہ عقد نکریگا مثل زیادتی کسی شخص کے اوسکو تکلیف رسانی اور شقت اندازی مستاجر کی کہ وہ زیادتی معتبر نہیں انشاء اللہ آویگا کتاب الاجارہ مین ف
المستاجر الاول اولی من غیرہ اذا قبل الزیادۃ ۔ اور پہلا مستاجر اولی ہے اپنے غیر سے جب کہ زیادتی اجر کو قبول کرے ہم یعنی ہم نے قول اول پر جو اصح ہے والموقوف
علیہ الغلۃ او السکنی لا یملک الاجارۃ ولا الدعوی لو غصبت منہ الوقف الا بتولیۃ او اذن قاض ولو الوقف علی رجل معین علی ما علیہ الفتوی
عمادیۃ لان حقہ فی الغلۃ لا العین ۔ اور جسکو واسطے محصول اور سکونت وقف ہو وہ اجارہ دینے کا مالک نہیں اور نہ دعوی کا مالک ہے اگر اوس سے کسی نے وقف غصب کر لیا ہو
مگر بسبب تولیت یا اذن قاضی کے اگرچہ مرد معین پر وقف ہو بنابر قول مفتی بہ کے کذا فی العمادیہ اجارہ دینے کا اسواسطے مالک نہیں کہ حق مستحق کا محصول میں ہے نہ عین وقف میں
وہل یملک السکنی من یستحق الریع فی الوہبانیۃ لا وفی شرحہا للشرنبلالی والتحریر نعم ۔ اور کیا سکونت وقف کا وہ شخص مالک ہے جو مستحق ہے اوسکی آمدنی کا
وہبانیہ میں کہا کہ وہ مالک سکونت کا نہیں اور اوسکی شرح شرنبلالی میں کہا اور تنقیح میں ہے کہ ہان وہ سکونت کا مالک ہے والموقوف اذا اجرہ المتولی بدون اجر المثل
لزم المستاجر لا المتولی کما غلط فیہ بعضہم تمامہ ای تمام اجر المثل ۔ اور جب کہ متولی موقوفہ کمتر اجر مثل سے اجارہ دے تو مستاجر کو پورا اجر مثل دینا لازم ہوگا
نہ متولی کو جیسا کہ بعضوں نے اسمین غلط سمجھا ہے کاب وکذا وصی خانیۃ اجر منزل صغیرہ بدونہ فانہ یلزم المستاجر تمامہ اذ لیس لکل منہما ولایۃ الحط
ولا الاسقاط چنانچہ باپ اور ایسا ہی وصی کذا فی الخانیہ اجارہ دیا اپنی صغیرہ کا مکان اجرت کمتر مثل سے تو البتہ مستاجر پر پورا اجر لازم ہوگا اسواسطے کہ ہر ایک کو دونو مین سے کم کرنے اور
ساقط کرنیکی ولایت نہیں ہم مصنف نے کہا کہ اگر شارح بجای لکل منہما کے لکل منہم کہتا تو متولی کو بھی یہ تعلیل شامل ہوتی وفی الاشباہ عن القنیۃ ان القاضی یامرہ
بالاستیجار باجر المثل وعلیہ تسلیم زوائد السنین الماضیۃ ولو کان القیم ساکتا مع قدرتہ علی الرفع للقاضی لا غرامۃ علیہ وانما ہی علی المستاجر
واذا ظفر الناظر بمال الساکن فلہ اخذ النقصان منہ فیصرفہ فی مصرفہ قضاء ودیانۃ انتہی فلیحفظ اور اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ قاضی مستاجر
کو بعوض اجر مثل اجارہ لینے کا امر کرے اور اوسپر سنین ماضیہ کی زیادتیان لازم ہونگی یعنی بدصورت کم ہونے اجارہ کے اجرۃ مثل سے اور اگر متولی ساکت رہا ہوگا باوجود اسکی قادر ہونیکے
قاضی کے پاس نالش کرنے پر تو بھی اوسپر تاوان نہیں ہوتا تاوان تو مستاجر ہی پر ہے اور جب کہ ناظر ساکن وقف کے مال کو پا جائے تو اوسکو بقدر نقصان اوسمین لینا جائز ہے پھر اوسکو
صرف کرے وقف کے مصرف مین قضاء بھی اور دیانۃ بھی انتہی کلام الاشباہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے قلت قید باجارۃ المتولی لما فی غصب الاشباہ لو اجر الغاصب
ما منافعہ مضمونۃ من مال وقف او یتیم او معد للاستغلال فعلی المستاجر المسمی لا اجر المثل وعلی الغاصب تمام ما قبضہ لا غیر وبطل العقد انتہی
فلیحفظ مین کہتا ہوں کہ مصنف نے وقف مین اجارہ متولی کی قید لگائی اسواسطے کہ اشباہ کی کتاب الغصب مین یوں ہے کہ اگر غاصب نے اجارہ دیا جسکے منافع کا ضمان غاصب پر ہے
مثلا مال وقف یا مال یتیم یا اوس مکان کے جو کرایہ کیواسطے ہو تو مستاجر پر اجر مسمی ہے نہ اجر مثل اور غاصب پر پیشگی یا ہے اوسکا جو اوسنے مستاجر سے وصول لیا ہے سوا اوسکے
بسبب باطل عقد اجارہ انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے نفتی بالضمان فی غصب عقار الوقف وغصب منافعہ او اتلافہا کما لو سکن بلا اذن او اسکنہ المتولی بلا اجر
کان علی الساکن اجر المثل ولو غیر معد للاستغلال بہ یفتی صیانۃ للوقف وکذا منافع مال الیتیم درر فتوی ہے تاوان کا زمین وقف کے غصب اور اوسکے منافع
کے غصب اور منافع کے تلف کر دینے مین چنانچہ اگر کسی نے مکان وقف مین سکونت کی بلا اذن یا متولی نے اوسکو رکھا بلا کرایہ تو ساکن پر اجر مثل واجب ہوگا اگرچہ وہ مکان کرایہ کیواسطے
نہو تو اسی پر فتوی ہے وقف کی حفاظت کیواسطے اور یہی حکم ہے مال یتیم کے منافع کا کذا فی الدرر وکذا یفتی بکل ما ہو انفع للوقف فیما اختلف العلماء فیہ حتی والعقد

ومتى قضى بالقيمة شرى بها عقارًا اخر فيكون وقفا بدل الاول اور اسیطرح فتوی ہو یہ ایک اُس قول پر جو وقف کیواسطے زیادہ تر نافع ہے جسمیں علما کا اختلاف ہو کذا فی
حاوی القدسی اور جب کہ قاضی زمین وقف کی قیمت کا حکم کرے تو اسکے عوض اوسکو دوسری زمین خرید کرے تو یہ بھی وقف ہو گی زمین اول کی عوض یعنی اوسکا وقف ہونا لفظ وقف
پر موقوف نہیں کذا فی معین المفتی اور اختلاف علما کی یہ صورت مثلاً کہ ایک قول میں استبدال وقف در صورت قلت محصول جائز ہی اور دوسرے قول میں جائز نہیں مگر در صورت
فقدان محصول مطلقاً تو عدم جواز پر فتوی دیا جائیگا کیونکہ یہ وقف کو نافع تر ہو بسبب باقی رہنے اوسکی ذات کے اور احتمال تلف ہو جانے اوسکی قیمت کے والذی تقبل فیه الشهادة حسبة
بدون الدعوى اربعة عشر منها الوقف على ما فى الاشباه لان حكمه التصدق بالغلة وهو حق الله تعالى اور جسمیں گواہی مقبول ہوتی ہو تحصیل ثواب کیواسطے بدون
دعوی کردہ چودہ مقام ہیں اونمیں سے ایک وقف ہو کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ اثر ترتب وقف کا تصدق ہی محصول کا اور تصدق حق اللہ ہو تو اوسکی گواہی میں دعوی مدعی کی
کچھ حاجت نہیں ہم چودہ مقامات مذکورہ یہ ہیں وقف طلاق تعلیق طلاق لونڈی کا آزاد ہونا اوسکا مدبرہ ہونا خلع ہلال رمضان نسب حد زنا حد شرب ایلا
ظہار حرمت مصاہرت اسیطرح مولی کے نسب کا دعوی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ ويقولو الوقف على معينين هل تقبل بلا دعوى فى الخانية ينبغى لا اتفاقًا وفى
شرح الوهبانية للشيخ حسن هذا التفصيل هو المختار وفى التتارخانية ان هو حق الله تقبل والا لا الا بالدعوى فليحفظ باقی رہی یہ بات کہ اگر وقف معین
لوگوں پر ہو گیا اوسمیں گواہی بلا دعوی مقبول ہو یا نہیں خانیہ میں کہا لائق یہ ہو کہ مقبول نہیں بالاتفاق اور شیخ حسن کی شرح وہبانیہ میں ہو اور یہ تفصیل ہی مختار ہو اور تاتارخانیہ
میں ہو کہ اگر وہ حق اللہ ہے تو مقبول ہو اور حق اللہ نہیں تو گواہی بلا دعوی مقبول نہیں سو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم تفصیل ذکر کرتے تاتارخانیہ کی تفصیل مراد ہو کہ غیر معین پر مقبول ہے
معین پر قلت ولكن بحث فيه ابن الشحنة میں کہتا ہوں لیکن بحث کی ہو اسمیں یعنی اطلاق قبول شہادت میں عبد البر بن شحنہ نے ہم ابن شحنہ نے کہا کہ تفصیل مذکور لا بدی ہو اسواسطے کہ
جب شہادت قائم ہوئی اسپر کہ اس وقف کی قوم معین مستحق ہی تو اوسمیں دعوی ضرور رہا بسبب ثابت ہونے اوسکے استحقاق اور استعمال کے اگرچہ آخر کار اوسکے فقرا مستحق ہوں بخلاف
اوس گواہی کے کہ فقرا یا مسجد کے وقف پر قائم ہو کذا فی المنح حلبی نے کہا ضمیر فیہ کی راجع ہو اوس اطلاق کیطرف جو کلام ماتن ہی مستفاد ہو نہ تفصیل کیطرف طحطاوی نے کہا شارح کی
عبارت اسکو مخالف موہم ہے ووفق المصنف بقبولها مطلقًا لثبوت اصل الوقف لمآله للفقراء وباشتراط الدعوى لثبوت الاستحقاق لما فى الخانية
لوكان له مستحق ولم يدع لم يدفع له شيء من الغلة وتصرف كلها للفقراء اور مصنف نے اپنی شرح میں اختلاف مذکورہ کو رفع کر دیا ہو بایں طور کہ گواہی کے
مطلقاً مقبول ہونے کو واسطے ثابت ہونے اصل وقف کے کیونکہ مرجع اوسکا فقیر ہیں اور بدیں طور مشروط ہونے دعوی کے واسطے ثابت ہونے استحقاق کے اسواسطے کہ خانیہ میں ہو کہ اگر وہاں مستحق ہوا اور دعوی نہ
کرے تو اوسکو کچھ غلہ نہ دیا جائیگا اور تمام غلہ محتاجوں پر صرف کیا جائیگا ہم خلاصہ توفیق مذکور یہ ہو کہ ثبوت اصل وقف محتاج نہیں دعوی کا مطلقاً اگرچہ مستحق بدون دعوی کے
غلہ نہ پاویگا اور ثبوت استحقاق شخص معین بناشد دعوی پر موقوف ہو تو اب ابن وہبان اور ابن شحنہ کے کلام کا خلاف مندفع ہو گیا کذا فی المنح قلت ومفاده انه لو ادعى
المستحق مع انها لا تسمع منه على المفتى به بلا تولية كما مر فتدبر میں کہتا ہوں قول مذکور سے مستفاد ہوا کہ مستحق دعوی کریگا تو مستحق غلہ ہوگا باوجود اس بات کے
کہ مستحق کا دعوی مسموع نہیں بنا بر قول مفتی بہ کے بدون تولیت کے چنانچہ عنقریب گذر گیا تو غور کر ہم حلبی نے کہا جو مذکور ہو چکا وہ یہ ہو کہ در صورت غصب کے مدعی ہوگا نہ مستحق
بلا تولیت اور اگر مستحق وقف میں اپنے استحقاق کا دعوی کریگا تو بلا شبہ صحیح ہو محتاج تدبر نہیں وفى الاشباه لنا شاهد حسبة فى اربعة عشر وليس لنا مدع حسبة الا
فى دعوى الموقوف عليها اصل الوقف فانها تسمع عند البعض والمفتى به لا الا بتولية فاذا لم تسمع دعواه فالاجنبى اولى انتهى وقدمر فتنبه اور اشباہ
میں ہو کہ ہم حنفیوں کے نزدیک شاہد حسبہ چودہ مقام میں ہو چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا اور ہمارے نزدیک مدعی حسبہ نہیں مگر موقوف علیہ اصل وقف کے دعوی میں کہ اوسکا دعوی مسموع ہو
بعض کے نزدیک اور قول مفتی بہ میں مسموع نہیں مگر تولیت پر دعوی اوسکا مسموع نہوا تو اجنبی اوس سے بہتر کرا ہی کلام الاشباہ اور البتہ مذکور ہو چکا سو آگاہ ہو جا ہم جو مذکور ہوا اوسکو
کا دعوی غاصب پر ہے اور بیان اصل وقف کا دعوی ہی تو دونکی مغایرت میں شک نہیں ولا يشترط فى دعوى الوقف بيان الواقف ولو الوقف قديمًا فى الصحيح بزازية لان الكلام
اثباتا للمجهول وفى العمادية تقبل اور شرط نہیں دعوی وقف میں بیان واقف کا اگرچہ وقف قدیمی ہو قول صحیح میں کذا فی البزازیہ کیونکہ اثبات مجہول کیواسطے ہو اور عمادیہ میں ہو کہ مقبول ہی
بلا بیان واقف اور یہ قول ہو ابو یوسف کا اور اسی پر مشائخ بلخ ہیں اور چونکہ وقف میں ابو یوسف کے قول پر فتوی ہی تو بیان ہی اونہیں کے قول پر فتوی ہو کذا فی المنح وتقبل فيه

الشهادة على الشهادة وشهادة النساء مع الرجال والشهادة بالشهرة لاثبات اصله وان صرحوا به اى بالسماع فى المختار ولو الوقف على معينين حفظاً

للاذ قال القدیر؟ یعنی عن الاستہلاک بخلاف غیرہ اور مقبول ہے وقف مین گواہی پر گواہی دینا اور گواہی عورتون کی مردون کے ساتھ اور مقبول ہے شہرت کی گواہی اصل وقف اثبات
کیواسطے اگرچہ گواہ اپنی سماعت کے تصریح بھی کردین قول مختار مین اور گو کہ وقف معین لوگون پر ہو ہر صورت گواہی مقبول ہے تا اوقاف قدیمہ استہلاک سے محفوظ رہین بخلاف غیر
وقف کے یعنی جسمین شہادت بالتسامع جائز ہے چنانچہ نسب کہ اگر اوسمین گواہ اپنی سماعت کی تصریح کرینگے تو گواہی مقبول نہو گی کذا فی الطحطاوی ومن الدرر لا تقبل بالشہرۃ
لاثبات شرائطہ فی الاصح درر وغیرھا مقبول نہین شہرت کی گواہی شرائط وقف کے اثبات کیواسطے قول اصح مین کذا فی الدرر وغیرھا اسی پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریۃ
علامہ نوح نے کہا شہادت بالشہرت یہہ ہے کہ متولی دعوی کرے کہ اس زمین کا وقف ہونا فلانے امر پر معروف اور مشہور ہے اور گواہ بھی یہی گواہی دین اور شہادت بالتسامع یہہ ہے کہ شاہد
کہے کہ مین گواہی دیتا ہون بسبب تسامع کے کذا فی الطحطاوی اور بزازیہ مین ہے کہ شہادت بالتسامع اصل وقف پر موقوف ہوئی اوسکی شرائط پر اسواسطے کہ وقف باقی رہتا ہے قرنا بعد
قرن بخلاف شرائط کے اور جس سے صحت وقف کی متعلق ہو اور موقوف علیہ ہو سو وہ اصل وقف سے ہے اور جو موقوف علیہ صحت وقف نہین وہ اوسکی شرائط مین ہے کذا فی المنح
نقل عن المجتبی المختار قبولھا علی شرائطہ ایضا واعتمدہ فی المعراج واقرہ الشرنبلالی وقواہ فی الفتح بقولہم یسلک بمنقطع الثبوت المجہول شرائطہ
ومصارفہ ما کان علیہ فی دواوین القضاۃ انتہی وجوابہ ان ذلک للضرورۃ والمدعی اعم بحر لیکن مجتبی مین کہا کہ قبول کرنا شہادت شہرت کا وقف کی
شرائط پر بھی قول مختار ہے اور معراج مین اسیپر اعتماد کیا ہے اور شرنبلالی نے اسکو ثابت رکھا ہے اور فتح القدیر مین اسکو قوی رکھا فقہا کے اس قول سے کہ جس وقف کا ثبوت منقطع ہو اور
اوسکی شرائط اور مصارف مجہول ہین اوسمین اوسیپر عمل کیا جائیگا جو قاضیون کے دفاتر مین ہو انتہی اور جواب اسکا یہہ ہے کہ یہہ بسبب ضرورت کے ہے اور مدعا عام تر ہے کذا فی البحر علامہ
تقویت فتح القدیر یہہ ہے کہ در صورت مذکورہ جب دفاتر قضاۃ پر عمل ہوا یہی مطلوب ہے ثبوت بالتسامع کا اور جواب بحر الرائق مین یہہ ہے کہ دفاتر پر عمل اس ضرورت سے ہوا کہ شرائط
اوسکی مجہول تھی اور مدعا عام ہے خواہ شرائط مجہول ہون یا نہون علاوہ اسکے کلام فتح القدیر کا اوس وقف مین ہے جسکا ثبوت منقطع ہو اور سوا دفتر کے اوسکا حال معلوم
نہو اور یہان گفتگو اوس وقف کی ہے جسکا ثبوت سماعت کی گواہی سے ہے وبیان المصرف کقولہم علی مسجد کذا من اصلہ لتوقف صحۃ الوقف علیہ فتقبل
بالتسامع اور مصرف وقف کا بیان چنانچہ یون کہنا شاہدون کا کہ یہہ زمین فلانی مسجد پر وقف ہے داخل ہے اصل وقف مین بسبب موقوف ہونے صحت وقف کے بیان مصرف پر
تو مصرف مین شہادت بالتسامع مقبول ہے ولو بعضہم مستحقیہ وکذا لبعض الورثۃ ولا ثالث لہما کما فی الاشباہ قلت وکذا لو ثبت اعسارہ فی وجہ
احد الغرماء کما سیجی فتامل وقالوا تقبل بینۃ الافلاس بغیبۃ المدعی وکذا لبعض الاولیاء المتساوین یثبت الاعتراض لکل کملا وکذا الامان
والقود ودعوی المطالبۃ بازالۃ الضرر العام عن طریق المسلمین والتتبع یقتضی عدم الحصر اور بعض مستحق وقف بجای کل مستحقین کے ہے اور اسیطرح بعض وارث
اور ان دو کا تیسرا نہین یعنی سوا اس مستحق اور وارث کی ایک شخص بجای کل اشخاص نہین ہوسکتا کذا فی الاشباہ مین کہتا ہون اور اسیطرح حکم ہے اگر مفلسی مدیون کی ایک قرضخواہ کے
سامنے ثابت ہو چنانچہ آویگا تو اسکو تامل کرو اور فقہا نے کہا ہے کہ افلاس کے گواہ مدعی کی غیبت مین مقبول ہین اور یہی حکم ہے بعض اولیا برابر درجہ والون کا کہ اعتراض نکاح کا حق ہر ایک کو
پورا ثابت ہے اور یہی حکم ہے امان اور قصاص اور دعوی مطالبہ کا ضرر عام دفع کرنیکے واسطے مسلمین کی راہ سے اور تجسس اور تلاش مقتضی ہے عدم حصر کی م یہہ رد ہے صاحب اشباہ
کہ دو کے حصر کا قائل ہے قلت انہ ینتصب احد الورثۃ خصما عن الکل لو فی دعوی دین علی المیت لا فی دین لہ علیہ ما لم یکن بیدہ فلیحفظ یہہ معلوم کرنا چاہیے کہ ایک وارث خصم ہوتا ہے سب وارثون
کیطرف سے اگر دین کے دعوی مین خصومت ہو یعنی میت کے ذمہ دین کی دعوی مین نہ اوسیکے مدعا علیہ کے ہاتھ مین نہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ینتصب خصما عن الکل اذا کان وقف بین جماعۃ
وناظرہ واحد فلو لاحدھم ناظر او وکیلہ الدعوی علی واحد منھم او وکیلہ یعنی بعض مستحق وقف جھگڑا کرسکتا ہے سبکی طرف سے یعنی جب وقف ہو ایک جماعت کی درمیان مین
اور اوسکا وقف کرنیوالا ایک ہی ہو تو اونمین سے ایک مستحق کو یا اوسکے وکیل کو دعوی کرنا انمین سے دوسرے شخص پر یا اوسکے وکیل پر جائز ہے وقیل لا ینتصب فلا یصح القضاء الا
بقدر ما فی ید الحاضر نہر اور دوسرا قول ضعیف یہہ ہے کہ بعض مستحق سبکی طرف سے خصومت نہین کرسکتا سو قاضی کو حکم کرنا صحیح نہین مگر اسیقدر مین جو حاضر کے ہاتھ مین ہے قائل
اس قول کا قاضی عبد الجبار ہے وھذا ای انتصاب بعضہم اذا کان الاصل ثابتا والا فلا ینتصب احد المستحقین خصما وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ اور یہہ یعنی بعض مستحقین کا خصم
کیا ہونا تو جب ہے کہ اصل وقف ثابت ہو اور اگر ثابت نہو تو ایک مستحق خصومت نہین کرسکتا اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہے اشتری المتولی بمال الوقف دارا للوقف لا تلحق بالمنازل
الموقوفۃ ویجوز بیعہا فی الاصح لان للزومہ کلاما کثیرا ولم یوجد ھہنا متولی وقف نے مال وقف سے ایک گھر خرید کیا وقف کرنیکے واسطے تو یہہ گھر منازل موقوفہ کے ساتھ

اصل الوقف

البيع ويلزم اجر المثل فيه لا في الملك لو استحق على المعتمد بزازية وغيرها اور اگر بائع مذکور گواہ قائم کرے اوسکے وقف ہونے پر یا حجت شرعی بلا اقرار ہو تو مقبول
ہوگی تو بیع باطل ہوگی اور مشتری پر اجر مثل لازم ہوگا وقف میں نہ ملک میں درصورت اوسکے استحقاق کے بقول معتمد کذا فی البزازیہ وغیرہا ھ وقف میں اجرت مثل لازم ہوجاتی
ہے بلا عقد بخلاف ملک مستحق کے اور حجت شرعی سے وہ نوشتہ مراد ہے جو مبیع کے وقف ہونے پر گواہی دے جیسا کہ فتاوی ابن نجیم میں سائل کے سوال میں مصرح ہے اور ظاہر
ہے ان شارح کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ مکتوب پر عمل کرنا چاہیے بلا بیان شرعی اور حالانکہ یہ قیاس مذہب کے مخالف ہے کہ خط معمول بہ نہیں ہوتا اور خود ابن نجیم نے سوال کے جواب میں
فقط گواہوں پر اقتصار کیا ہے ہاں اشباہ کے بعض محشیوں نے کہا ہے کہ قاضی کی محفوظ سجل پر عمل کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وليس للمشتري حبسه بالثمن منية
من الاستحقاق اور مشتری کو جائز نہیں روک رکھنا وقف مذکور کو قیمت لینے کے واسطے کذا فی المنیہ من باب الاستحقاق یا سواسطے کہ حبس بجاے رہن ہے اور وقف میں
رہن جائز نہیں وهي احدى المسائل المستثناة من قولهم من سعى في نقض ما تم من جهته فسعيه مردود ط حلبی اور وہ یعنی بیع کرکے وقف کا
دعوی کرنا ایک مسئلہ ہوا ان مسائل سے جو مستثنی ہیں فقہا کے اس قول سے کہ جو شخص سعی کرے اوسکے توڑنے میں جو اوسکی جہت سے پورا ہوچکی ہے تو اوسکی سعی نامقبول
ہے کذا فی قضاء الاشباہ واعتمد في الفتح والبحر انه ان ادعى وقفا محكوما بلزومه قبل والا لا وهو تفصيل حسن اعتمده المصنف في الاستحقاق لكن
اعتمد الاول آخر الكتاب تبعا للكنز وغيره اور فتح القدیر میں اور بحر الرائق میں اسپر اعتماد کیا ہے کہ اگر بائع نے اسکا دعوی کیا کہ مبیع ایسا وقف ہے جسکی لزوم پر
قاضی کا حکم ہوگیا تو دعوی اوسکا مقبول ہے اور نہیں تو نہیں اور یہ خوب تفصیل ہے جسپر مصنف نے باب الاستحقاق میں اعتماد کیا ہے لیکن آخر کتاب میں قول اول پر یعنی
اطلاق وقف پر خواہ لزوم کا حکم ہوا ہو یا نہوا ہو مصنف نے اعتماد کیا ہے کنز وغیرہ کے تابع ہوکر ام تفصیل مذکور امام کے قول پر مبنی ہے اور بقول مفتی بہ حکم باللزوم کی کچھ
حاجت نہیں وفي العمادية لا تقبل عند الامام وهو المختار وصححه الزيلعي قال وهو احوط اور عمادیہ میں ہے کہ گواہ مقبول نہیں امام کے نزدیک اور یہی مختار ہے
اور زیلعی نے اسکو تصویب کی ہے اور کہا کہ یہی قول قریب تر باحتیاط ہے وفي دعوى المنظومة المحبية وهذا في وقف هو حق الله تعالى اما لو كان على العباد
لو تجز قلت وقد قدمنا قبولها مطلقا لثبوت اصله لماله للفقراء فتدبر وفي فتاوى ابن نجيم نعم تسمع دعواه وبينته ويبطل البيع اور منظومہ
محبیہ کے کتاب الدعوی میں ہے اور یہ یعنی دعوی وقف کے گواہ مقبول نہونا اوس وقف میں ہے جو حق اللہ ہے اور اگر وقف عباد پر ہو تو جائز نہیں میں کہتا ہوں
ہم مقدم ذکر کرچکے ہیں قبول ہونا شہادت کا مطلقا اسواسطے ثابت ہونے اصل وقف کے کیونکہ اوسکا انجام کار فقیروں کے لیے ہے تو اسکو غور کرلے اور ابن نجیم کے فتاوی
میں ہے کہ ہاں دعوی وقف کا اور گواہی مسموع ہے اور بیع باطل ہوگی الباني للمسجد اولى من القوم بنصب الامام والمؤذن في المختار الا اذا عين القوم
اصلح ممن عينه الباني بانی المسجد کا مقدم ہے اہل محلہ سے امام اور موذن کے مقرر کرنے میں بقول مختار مگر جبکہ قوم نے امام اور موذن بانی کے امام اور موذن
سے اصلح اور الیق معین کیا یعنی اوس وقت میں تجویز اہل محلہ بہتر ہے اسواسطے کہ اسکی منفعت اہل محلہ کی طرف راجع ہے صح الوقف قبل وجود الموقوف عليه فلو
وقف على اولاد زيد ولا ولد له او على مكان هيأه لبناء مسجد او مدرسة صح في الاصح صحیح ہے وقف کرنا قبل وجود موقوف علیہ کے تو اگر خالد نے
زید کی اولاد پر وقف کیا اور حالانکہ اوسکی کوئی اولاد نہیں یا اوس مکان پر وقف کیا جسکو مسجد یا مدرسہ بنانے کے لیے مہیا کیا تو صحیح ہے قول اصح میں وتصرف الغلة
للفقراء الى ان يولد لزيد او يبنى المسجد عمادية زاد في النهر وينبغي انه لو وقفه على مدرسة يدرس فيها المدرس مع طلبة فدرس في
غيرها لتعذر التدريس فيها ان تصرف الغلة له لا للفقراء كما يقع في الروم اور صرف کیا جاوے محصول وقف کا فقیروں پر یہانتک کہ زید کے اولاد
یا مسجد بنائی جاوے کذا فی العمادیہ نہر الفائق میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اوس مدرسہ پر جسمیں مدرس درس کرتا ہے طالب علموں کے ساتھ سو مدرس
پڑھانے لگا اور مدرسہ میں سوا اوسکے بسبب متعذر رہنے درس کے اوس مدرسہ میں تو لائق یہ ہے کہ علوفہ مدرس کو دیا جاوے نہ فقیروں کو جیسا کہ بلاد روم میں رائج ہے ھ تدریس متعذر
ہوئی بسبب انہدام ہوجانے مدرسہ کے یا بعید واقع ہونے آبادی سے فرع مهمة حدثت للفتوى یہ مسائل ضروریہ ہیں جو فتوی کے واسطے حادث ہوئے ھ شارح علامہ نے
آخر کتاب الوقف میں بکثرت مسائل ملحقہ کو زیادہ کیا اور بعد نصف کتاب کے تنگنا ہو ایجاز سے نکل کر گلگشت میدان اطناب فقط اسی باب میں پسند کیا امر صحح
الامام ارضا على ساقية ليصرف خراجها لكلفتها لاستغناء عنها لخراب البلد فتعطلها وكيل الامام لساقية هي ملك هل يصح اجاب بعض

الشافعیة بأن الإرصاد علی الملک أو رصادٌ علی المالک یعنی فیصح فحینئذ یلزم المرصَد علیہ إدارتُہا لما کانت ... إذ أخص
صحیح موقت اوقافہ فی حوض لسوفتد پر مقرر کردی بادشاہ نے کوئی زمین ایک نہر پر اوسکا محصول نہر کی درستی اور مرمت کیواسطے صرف ہوا کرے پھر اوس ... حاجت نہر نہ رہی
سکے ویران ہوجانے سے سو بادشاہ کے وکیل نے اوسکا خراج اوس نہر کیطرف نقل کیا جو مملوک ہے کیا یہ نقل کرنا صحیح ہے بعضی شافعیوں نے جواب دیا مملوک پر مقرر کردینا مالک پر
مقرر کرنا ہے یعنی صحیح ہے تو او موقت ہو ... مرصد علیہ یعنی مالک نہر پر اوسکا جاری رکھنا اور صرف کرنا لازم ہو چنانچہ پہلی نہر پر صرف کرنا لازم تھا سو ... حاوی میں ہے کہ جب
حوض ویران ہوجاوے تو اوسکے اوقاف کو دوسرے حوض پر صرف کرنا جائز ہے سو اسکو غور کر ھ ... نے کہا حاوی کے مسئلہ میں نقل اوقاف ہوا ایک وقف سے دوسرے وقف
کیطرف اور حادثہ مذکورہ میں نقل ہو وقف سے ملک کیطرف دارٌ کبیرةٌ فیہا بیوتٌ وقف بیتاً منہا علی عتیقہ فلانٍ والباقی علی ذریتہ وتشبہ ثم علی عتقائہ ...
قال الوقف إلی العتقاء ہل یدخل من خصہ بالبیت فی الثانی اختلف الإفتاء أخذاً من خلافٍ مذکورٍ فی الذخیرة لکن فی الخانیة أوصی لرجل
بمالٍ وللفقراء والموصی لہ محتاجٌ ہل یُعطی من نصیب الفقراء اختلفوا والاصح نعم ایک بڑا گھر ہے جسمیں چند مکانات اور کوٹھریاں ہیں مالک نے اون میں سے
ایک کوٹھری فلانے اپنے آزاد غلام پر وقف کی اور باقی مکانات کو اپنی ذریت اور پس ماندوں پر وقف کیا پھر اونکے بعد اپنے آزاد غلاموں پر پھر وقف مذکور بعد مرجانے
ذریت کے آزادون کیطرف پھرا کیا اس وقف ثانی میں وہ شخص بھی داخل ہوگا جسکو واقف نے خاص کردیا تھا ایک کوٹھری دیکر اس سوال کے جواب میں ... مختلف ہوا
اوس خلاف کے جو ذخیرہ میں مذکور ہے لیکن خانیہ میں ہے کہ وصیت کیا ایک کیواسطے ایک مال کی اور فقیرون کیواسطے وصیت کی دوسرے مال کی اور جس شخص کیواسطے اول وصیت
ہوئی وہ محتاج ہے کیا اوسکو فقیرون کے حصہ سے دیا جائیگا اسمیں علما مختلف ہیں اور قول اصح یہ ہے کہ ہان اوسکو بھی دیا جائیگا ھ ذخیرہ میں مذکور ہے کہ اگر ... میں
... اپنے محتاج قرابتیون پر مقرر کیا اور نصف ثانی کو مساکین کیواسطے معین کیا سو اوسکی قرابت والے محتاج ہوگئے کیا نصف مساکین سے اونکو دیا جاویگا ...
... دیا جاویگا ... ابراہیم بن خالد کا اور ابراہیم بن یوسف اور علی فارسی اور ہندوانی نے فتویٰ دیا اونکو بھی دیا جائیگا انتہی ذخیرہ میں کسی قول کی ترجیح نہیں لہذا
... استأجر داراً موقوفةً فیہا أشجارٌ مثمرةٌ ہل لہ الأکل منہا الظاہر أنہ إذا لم یُعلم شرطُ الواقف لو یأکل منہا فی
الحاوی ... والمسجد أشجاراً أثمرت إن غرس للسبیل فلکل مسلم الأکل والإفتاء لمصالح المسجد وقف کا گھر کرایہ لیا جسمیں پہلدار درخت ہیں کیا کرایہ دار کو
اون میں سے کہانا درست ہے ظاہر جواب یہ ہے کہ جب واقف کی شرط معلوم نہو تو کہانا ہے اسواسطے کہ حاوی میں ہے کہ واقف نے مسجد میں پہلدار درخت بوئے اگر فی سبیل اللہ وقف کیواسطے بوئے
تو ہر مسلم کو اوسکا کہانا جائز ہے اور نہیں تو پہل بیچے جائینگے ضروریات مسجد کے واسطے قولہم شرطُ الواقف کنصّ الشارع أی فی المفہوم والدلالة ووجوب العمل فیجب
علیہ خدمةُ وظیفتہ أو ترکُہا لمن ... ولا أثم ... فیما یلزم بترکہا تعطیلُ الکلّ من النہر یہ قول ... کہ وقف کرنیوالے کی شرط شارع کی نص کی مانند ہے
یعنی مفہوم اور دلالت اور وجوب عمل میں تو صاحب خدمت پر اپنے وظیفہ کی خدمت کرنا یا وظیفہ چھوڑنا اوس شخص کیواسطے جو خدمت مذکورہ ادا کرتا ہو ...
کارگذاری کے وجہ مقرری کو لیگا تو گنہگار ہوگا علی الخصوص اوس خدمت میں جسکے ترک سے تعطیل لازم آوے چنانچہ تدریس مدرس کی ...
منقول ہیں ھ فتاوی خیریہ میں ہے کہ واقف کی عبارت اگر من قبیل مفسر ہے جو محتمل تخصیص اور تاویل نہیں تو اوسپر عمل کیا جاویگا اور ... قبیل ...
ہے اور اگر محتمل ہے لیکن اوسمیں قرینہ ہے تو اوسپر بھی عمل ہوگا اور اگر مشترک اور مجمل ہے تو عمل نہوگا لیکن اگر واقف زندہ ہوگا تو اوس سے دریافت ...
للجامکیة فی الأوقاف لہا شبہ الأجرة أی فی ... من المباشرة وللحل للأغنیاء وشبہ الصلة فلو مات أو عزل لا یسترد المعجل ...
لتصحیح أصل الوقف فإنہ لا یصح علی الأغنیاء ابتداء وتمامہ فیہا اور اشباہ میں ہے کہ وظیفہ مرتبہ اوقاف میں اجرة کے مشابہ ہے ...
اغنیا کیواسطے حلال ہے اور مشابہ ہے صلہ اور عطا کے تو اگر صاحب خدمت مثلاً امام یا مدرس مرجاوے یا معزول ہو تو جو پیشگی لیچکا وہ نہیں لیا جائیگا ...
ہے صدقہ کے واسطے سمجھی ہوئی اصل وقف کے اسواسطے کہ وقف صحیح نہیں مالداروں پر باعتبار ابتدا کے اور پورا بیان اوسکا اسمیں ہے ھ جامکیہ عطا کی ... یعنی
جو وقف میں متعلقین اور غیر متعلقین کے نام ثابت ہے لیکن عطا سالیانہ ہے اور جامکیہ ماہانہ گرمیان جامکیہ سے وہ مراد ہے جو واقف کی جانب سے ...
الطحطاوی یکرہ إعطاءُ نصابٍ لفقیرٍ من وقفِ الفقراء إلا إذا وقف علی فقراءِ قرابتہ اختیار ومنہ یُعلم حکم المرتّب الکثیر ... الفقراء

لبعض العلماء الفقراء فلیحفظ مکروہ ہے لیکن بقدر نصاب کے فقیرون کو دینا فقرا کے وقف سے مگر جبکہ واقف نے اپنے قرابتی فقیرون پر وقف کیا تو بقدر نصاب دینا مکروہ نہین
کذا فی الاختیار اور اسی سے معلوم ہو گیا حکم مرتب کثیر کا فقرا کے وقف سے بعض محتاج علما کے واسطے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے یعنی فقیرون کے وقف سے بقدر نصاب یا زیادہ
محتاج عالم کو دینا جائز نہین اسواسطے کہ وقف صدقہ ہے تو مشابہ زکوۃ ہوا لیس للقاضی ان یقرر وظیفۃ فی الوقف بغیر شرط الواقف ولا یحل للمقرر الاخذ
الا النظر علی الوقف باجر مثلہ قنیہ یہ قاضی کو جائز نہین کہ کسیکے واسطے وظیفہ مقرر کرے وقف مین بدون شرط واقف کے اور جسکے واسطے قاضی نے مقرر کر دیا اوسکو
لینا حلال نہین مگر نظارت وقف کے بعوض اجرۃ مثل کی قاضی کو جائز ہے کذا فی القنیہ ھم یہ اوسوقت ہے جب ضرورت نہو اور اگر ضرورت داعی ہو اور مصلحت مقتضی ہو
تو قاضی کے پاس مرافعہ کیا جاوے اور ضرورت ثابت کیجاوے تو قاضی اوسکو مقرر کرے جو اسکی اصلاح کرے اور اوسکے واسطے اجرۃ مثل معین کر دے یا متولی کو قاضی اجازت اسکی
دے کذا فی الطحطاوی عن الولوالجیہ یجوز الزیادۃ من القاضی علی معلوم الامام اذا کان لا یکفیہ وکان عالما تقیا ثم قال بعد ورقتین والخطیب
ملحق بالامام بل ھو امام الجمعۃ قلت واعتمدہ فی المنظومۃ المحبیبۃ قاضی کو جائز ہے زیادہ کرنا امام کی وجہ مقرری پر جبکہ اوسکو کفایت نکرتی ہو اور وہ عالم
متقی ہو پھر صاحب اشباہ نے کہا دو ورق کے بعد اور خطیب امام کے ساتھ ملحق ہے بلکہ خطیب خود امام الجمعہ ہے مین کہتا ہون اور اسی روایت پر اعتماد کیا ہے منظومہ محبیبہ مین و
نقل عن المبسوط ان السلطان یجوز لہ مخالفۃ الشرط اذا کان غالب جہات الوقف قری ومزارع فیعمل بامرہ وان غایر شرط الواقف لان
اصلہا لبیت المال اور منظومہ محبیبہ کے مصنف نے خواہرزادہ کی مبسوط سے نقل کیا ہے کہ البتہ بادشاہ کو مخالفت شرط کی جائز ہے جب کہ اکثر جہات وقف کی دیہات اور اراضی
زراعت کی ہون تو اوسکے حکم کے موافق عمل کیا جاوے اگرچہ واقف کی شرط کے مغایر ہو اسواسطے کہ دیہات اور اراضی کی اصل بیت المال کی ملوک ہے تصح تعلیق التقریر
فی الوظائف فلو قال القاضی ان مات فلان او شغرت وظیفۃ کذا فقد قررتک فیہا صح وظائف مین مقرر کرنیکی تعلیق صحیح ہے تو اگر قاضی کہے کہ اگر
فلانا شخص مر جاوے یا فلانا وظیفہ خالی ہو تو مین نے تجھکو اوسمین مقرر کیا تو یہ تعلیق صحیح ہے لیس للقاضی عزل الناظر بمجرد شکایۃ المستحقین حتی یثبتوا
علیہ خیانۃ وکذا الوصی جائز نہین قاضی کو معزول کرنا متولی کا بمجرد شکایت مستحقین کے یہانتک کہ اوسپر خیانت ثابت کرین اور اسیطرح وصی کو معزول کرنا بدون
اثبات خیانت جائز نہین الناظر اذا آجر انسانا فہرب ومال الوقف علیہ لم یضمن بخلاف ما اذا فرط فی خشب الوقف حتی ضاع ضمن ناظر نے
جب کہ اجارہ دیا کسی آدمی کو سو وہ بھاگ گیا اور حالانکہ اوسپر وقف کا مال ہے تو ناظر پر ضمان نہین بخلاف اوسکے جب کہ ناظر نے وقف کی لکڑی کی محافظت اور خبرگیری
نکی یہانتک کہ وہ ضائع ہوئی تو اوسپر ضمان لازم ہے ھم اور یہی حکم ہے مسجد کے فرش کا جبکہ نہ جھاڑا گیا اور دیمک اوسکو کھا گئی یا کتب موقوفہ کے وار دفعہ نے خبرگیری
نکی یہانتک کہ دیمک کھا گئی تو اوسپر ضمان ہے اگر اوسکی کچھ اجرت معین ہو کذا فی العینیہ لا تجوز الاستدانۃ علی الوقف الا اذا احتیج الیہا لمصلحۃ الوقف
کتعمیر وشراء بذر فیجوز بشرطین الاول اذن القاضی فلو بعد منہ یستدین بنفسہ الثانی ان لا یتیسر اجارۃ العین والصرف من
اجرتہا والاستدانۃ القرض او الشراء نسیئۃ جائز نہین استدانت یعنی دین کرنا وقف پر مگر جب اوسکی حاجت ہو وقف کی مصلحت کیواسطے چنانچہ مرمت
کرنا یا زمین وقف کیواسطے بیج مول لینا تو استدانت جائز ہے دو شرطون سے شرط اول اذن قاضی ہے سو اگر ناظر وقف دور ہو قاضی سے تو خود بلا اذن قاضی استدانت
کرے دوسری شرط یہ ہے کہ عین وقف کا اجارہ دینا اور اوسکی اجرت سے صرف کرنا ممکن نہو اور یہان استدانت سے مراد قرض ہے یا ادھار خرید کرنا علامہ حلبی نے
کہا صواب یہ ہے کہ شارح بجاے قرض استقراض کہتا اسواسطے کہ قرض عبارت ہے قرض دینے سے اور استقراض قرض لینے سے وھل للمتولی شراء متاع
فوق قیمتہ ثم بیعہ للعمارۃ ویکون الربح علی الوقف الجواب نعم کیا متولی کو جائز ہے خرید کرنا متاع کا اوسکی قیمت سے زیادہ کر کے پھر اوسکا بیچنا عمارت
کے واسطے اور مقدار زیادت کو وقف پر ڈالنا جواب اسکا یہ ہے کہ ہان متولی کو جائز ہے ھم طحطاوی نے کہا منشا اس جواب کا عدم اطلاع حکم سابقین سے
اسواسطے کہ تاتارخانیہ اور تجنیسیہ مین ابو یوسف سے یون منقول ہے کہ زیادتی قیمت کو متولی وقف سے نہ دے بلکہ اپنے مال سے دے اور اسی پر فتوی ہے اقر بارض
فی ید غیرہ انہا وقف وکذبہ ثم ملکہا صارت وقفا زمین مقبوضہ غیر مین ایک شخص نے اقرار کیا کہ یہ وقف کی زمین ہے اور قابض نے اوسکی تکذیب
کی پھر کسی وجہ سے مقر اوس زمین کا مالک ہوا تو وہ زمین وقف ہو جاوے گی تعمل بالمصادقۃ علی الاستحقاق وان خالفت کتاب الوقف لکن فی

في حق المقر خاصة فلو اقر المشروط له الريع او النظر انه يستحقه فلان دونه صح ولو جعله لغيره لا يصح آخر الاقرار عمل کیا جائیگا باوجودیکہ تصریح
کے بموجب مستحق ہے پر اگر یہ بھی مصادقت وثیقہ وقف کے مخالف ہو لیکن یہ عمل فقط مقر کے حق میں مخصوص ہوگا سو اگر اوس شخص نے جسکے واسطے وقف کی آمدنی یا تولیت
مشروط ہے اقرار کیا کہ اس آمدنی یا تولیت کا فلانا شخص مستحق ہے نہ میں تو یہ صحیح ہے اور اگر موقوف علیہ اپنا حصہ غیر کے واسطے مقرر کریگا تو صحیح نہوگا اور آگے کتاب الاقرار
کے اخیر میں یہ مسئلہ آویگا ھم اقرار موقوف علیہ کا مخالف وثیقہ وقف کے اس احتمال سے صحیح ہوا کہ شاید واقف نے مقر کی بعد غیر شخص کیواسطے معین کر دیا ہو اور غیر کو
اپنا حصہ دینا صحیح اسواسطے نہوا کہ استحقاق مشروط ارث کی مانند ساقط کرنیسے ساقط نہیں ہوتا ولا یکفی صرف الناظر لثبوت استحقاقه بل لابد من اثبات
نسبه ویجیء فی باب دعوی ثبوت النسب اور کفایت نہیں کرتا صرف کرنا متولی کا واسطے ثابت ہونے استحقاق مستحق کے بلکہ ضرور ہے اوسکے نسب کے اثبات سے اور
دعوی ثبوت النسب کے باب میں آگے آویگا ھم صرف کرنا متولی کا بسبب احتمال خطا مثبت استحقاق نہیں ہے متی ذکر الواقف شرطین متنافیین یعمل بالمتاخر
منهما عندنا لانه ناسخ للاول جب واقف نے دو شرطیں متعارض ذکر کیں تو شرط متاخر پر عمل ہوگا ہمارے نزدیک اسواسطے کہ متاخر اول شرط کی ناسخ ہے ھم تنبیہ شرطیں
متعارضین چنانچہ واقف نے اول استبدال وقف کو ذکر کیا پھر منع کر دیا الوصف بعد الجمل یرجع الی الاخیر عندنا والی الجمیع عند الشافعیة لو بالواو ولو
بثم فالی الاخیر اتفاقا الکل من وقف الاشباه وتمامه فی القاعدة التاسعة صفت بعد تمام معطوفات کے راجع ہوتی ہے اخیر معطوف کیطرف ہمارے نزدیک
اور سب معطوفات کیطرف راجع ہوتی ہے شافعیہ کے نزدیک اگر عطف بحرف واو ہوا اور اگر عطف بحرف ثم ہو تو اخیر معطوف کیطرف باتفاق حنفیہ و شافعیہ راجع ہوتی
ہے یہ سب مسائل سابقہ مذکورہ اشباہ کے کتاب الوقف سے منقول ہیں اور پورا بیان اسکا اشباہ کے نویں قاعدہ میں ہے ھم یعنی اگر واقف نے یوں کہا کہ وقفت علی
اولادی و اولاد اولادی و اولاد اولادی الذکور تو ہمارے نزدیک ذکور صفت ہے بطن ثالث کی نہ بطن اول و ثانی کی بخلاف شافعیہ کے من وقف
حال صحته وقال علی الفریضة الشرعیة قسم علی ذکورهم واناثهم بالسویة هو المختار المنقول عن الاخیار کما حققه مفتی دمشق یحیی بن
المنقار فی الرسالة المرضیة علی الفریضة الشرعیة ونحوه فی فتاوی المصنف جس شخص نے وقف کیا اپنی اولاد پر اپنی صحت میں اور یوں کہا کہ میں
وقف کیا بموجب فریضہ شرعیہ کے تو وارثوں کے ذکور اور اناث پر تقسیم ہوگی یہی قول مختار علماء اخیار سے
منقول ہے چنانچہ اسکو تحقیق بیان کیا ہے مفتی دمشق یحیی بن منقار نے رسالہ مرضیہ علی الفریضہ الشرعیہ میں اور اسی کی مانند ہے مصنف کے فتاوی میں ھم طحطاوی نے کہا کہ
فریضہ شرعیہ سے شاید اسواسطے تساوی ذکور اور اناث کی ثابت ہوئی کہ بسبب فرض کے بین المتساوین فی الدرجة والقوة کے ارث برابر ہوتی ہے چنانچہ اولاد
مادری میں اور تفاوت بین الابن والبنت تو بسبب عصوبت کے ہے نہ بواسطہ فرض کے واللہ اعلم وفیها متی تثبت بطریق شرعی وقفیة مکان وجب نقض البیع
ولا اثم علی البائع مع عدم علمه وللمتولی اجر مثله ولو بنی المشتری او غرس فذلك لهما فیسلك معهما بالانفع للوقف اور فتاوی
مصنف میں ہے جب کہ بطریق شرعی ثابت ہو وقف ہونا مکان کا تو اوسکی بیع کو توڑنا واجب ہے اور کچھ گناہ نہیں اوسکو بائع پر اوسکی ناواقفیت کے ساتھ اور متولی
کو اجرة مثل ہے مشتری سے اور اگر مشتری نے زمین وقف میں عمارت بنائی یا درخت لگایا تو وہ عمارت اور درخت بانی اور غارس کا ہے تو عمارت اور درخت کے ساتھ
وہ کرنا چاہیے جو نافع تر ہو وقف کے واسطے یعنی اگر عمارت اور درخت وقف کیواسطے نافع ہو تو متولی اوسکا متصرف ہو اور اگر مشتری کے اجارہ میں رکھنا
انفع ہو تو اوسکے پاس رکھے وفی البزازیة معزیا للجامع انما یرجع بقیمة البناء بعد نقضه ان سلمه المشتری للبائع وان امسکه لا یرجع
بشیء بخلاف ما لو استحق المبیع اور بزازیہ میں بنوا جامع سے کہ رجوع کرنا بقیمت عمارت تو بعد شکستگی عمارت کے ہے یعنی بنا و منقوض کی قیمت معتبر ہوگی نہ بناء
قائم کی اگر مشتری نے اوسکو بائع کے تسلیم کر دیا ہو اور اگر اپنے پاس رکھا ہو تو مشتری کچھ نہ پاویگا بخلاف اسکے وہ ہے اگر مبیع میں استحقاق ملک غیر ثابت ہو یعنی
وہاں مشتری بناء قائم کی قیمت لیگا نہ بنائے منقوض کی لو انقطع ثبوته فما کان فی دواوین القضاة اتبع والا فمن برهن علی شیء حکم له وان
لا صرفت للفقراء ما لم یظهر وجه یبطلانه بوجه شرعی فیعود لملك واقفه او لوارثه او لبیت المال اگر منقطع ہو ثبوت اوسکا یعنی مصرف
وقف کا معلوم نہو بسبب تقادم زمان کے سو جو مصرف قاضیوں کے دفاتر میں مرقوم ہو تو اوسکی پیروی کرنا چاہیے اور اگر وہاں نہو سو جو شخص کہ کسی چیز کو

گواہی ثابت کرے تو اوسکا حکم کیا جاے اور اگر گواہی بھی نہو تو فقیرون پر صرف کیا جاے جبتک کہ وجہ بطلان وقف فقرا وجہ شرعی سے ظاہر ہو اور اگر بطلان
وقف فقرا ظاہر ہو بایطور پر کہ اوسکو واقف نے اوسکو اغنیا پر وقف کیا تو وقف مذکور واقف کی ملک مین پہر آویگا اگر وہ زندہ ہو یا اوسکے وارث کی ملک مین اگر
واقف مرگیا ہو یا بیت المال کی ملک مین عود کریگا اگر واقف اور وارث کوئی نہو فلو وقفه السلطان عاماً جاز ولو لجهة خاصة فظاهر كلامهم
لا يصح اه اگر وقف کیا بادشاہ نے علی العموم تو جائز ہے اور اگر جہت خاص کے واسطے وقف کیا جیسا کہ ایک شخص کی اولاد پر وقف کیا تو ظاہر کلام فقہا سے ہے کہ یہہ
وقف صحیح نہین ہم یعنی سلطان کا وقف بیت المال سے عام صحیح ہے نہ خاص اسواسطے کہ خصوصیت مین بقیہ مسلمین کی حق تلفی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ لو شهد
المتولي مع آخر بوقف مكان كذا على المسجد فظاهر كلامهم قبولها اگر گواہی دی متولی نے دوسرے گواہ کے ساتھ فلانے مکان کے وقف ہونیکی مسجد پر
تو ظاہر کلام علما قبول شہادت پر دلالت کرتا ہے لا تلزم المحاسبة كل عام ويكتفي القاضي منه بالاجمال لو معروفا بالامانة ولو متهما يجبره على
التعيين شيئا فشيئا ولا يحبسه بل يهدده ولو اتهمه يحلفه قنية قلت وقدمنا في الشركة ان الشريك والمضارب والوصي والمتولي
لا يلزم بالتفصيل وان غرض قضاتنا ليس الا الوصول للسحت المحصول لازم نہین محاسبہ متولی کا ہرسال اور قاضی متولی کے محاسبہ اجمالی پر کفایت
کرے اگر وہ امانت مین مشہور ہے اور اگر متہم بخیانت ہو تو اوسپر جبر کرے تعیین مصارف پر اندک اندک اور اوسکو قید نکرے بلکہ اوسکو دہمکا دے اور اگر اوسکو
متہم پاوے تو قسم کھلا دے کذا فی القنیہ مین کہتا ہون اور ہم ذکر کر چکے الشرکۃ مین مفصل ذکر کیا ہے کہ شریک اور مضارب اور وصی اور متولی کو حساب دینا
بتفصیل لازم نہین اور ہمارے زمانہ کے قاضیون کو حساب لینے سے یہہ غرض [illegible] حاصل کرنے حرام کا لو ادعى المتولي الدفع قبل قوله بلا
يمين لكن افتى المنلا ابو السعود انه ان ادعى الدفع من غلة الوقف الى [illegible] واولاده واولاد اولاده قبل قوله وان ادعى الدفع الى
الامام بالجامع والبواب ونحوهما لا يقبل قوله كما لو استأجر شخصا للبناء في الجامع باجرة معلومة ثم ادعى تسليم الاجرة لم يقبل
قوله قال المصنف وهو تفصيل في غاية الحسن فيعمل به واستحسنه ابنه في حاشية الاشباه اگر متولی نے حقدار کو حق دینے کا دعوی کیا تو اوسکا
قول بدون قسم کے مقبول ہوگا لیکن مفتی ملا ابو سعود نے فتوی دیا ہے اسکا کہ اگر متولی نے دعوی کیا حق دینے کا غلہ وقف سے اپنے وقف مین جیسا کہ اپنی اولاد اور
اولاد کی اولاد [illegible] اوسکا قول مقبول ہوگا اور اگر اوس نے جامع مسجد کے امام یا دربان اور مانند انکے اہل خدمات کے دینے کا دعوی کیا تو اوسکا قول مقبول نہوگا جیسا کہ اگر
ایک شخص کو مزدوری لیا جامع مسجد کی تعمیر کیواسطے بعوض اجرت مقرری کے پہر دعوی کیا تسلیم اجرت کا تو اوسکا قول مقبول نہین مصنف نے اپنے فتاوی مین کہا کہ یہہ
تفصیل مفتی مرحوم کی نہایت خوبی مین ہے تو اسی پر عمل کرنا چاہئے اور اسی پر مصنف کے بیٹے نے حاشیہ اشباہ مین اعتماد کیا ہے قلت وسيجيء في العارية معزيا لاخي زاده
لو آجر القيم ثم عزل فقبض الاجرة للمنصوب في الاصح مین کہتا ہون اور آگے آویگا کتاب العاریۃ مین نقل قول اخی زادہ کا کہ اگر متولی نے مکان وقف
اجارہ دیا پہر وہ متولی معزول ہوا تو اجرت لینا متولی منصوب کا حق ہے قول اصح [illegible] اسواسطے کہ متولی سابق کا اجارہ دینا وقف کیواسطے تہا نہ اپنی ذات کیواسطے ۵ هل
يملك المعزول [illegible] المستأجر على التعمير قيل نعم قال المصنف والذي ترجح عندي لا اور کیا متولی معزول مالک ہے تصدیق مستاجر کا مرمت پر بعض
نے کہا ہان مالک ہے مصنف نے [illegible] اور یہہ قول [illegible] عدم ملک مصادقت ہے یعنی اگر متولی معزول کہے کہ مین نے مستاجر کو مرمت کرنیکا اور صرف
[illegible] اذن دیا تہا تو اوسمین اختلاف ہے علما کا ليس للمتولي اخذ زيادة على ما قرر له الواقف اصلا جائز نہین متولی کو زیادہ لینا اوسپر جو اسکے
واسطے واقف نے مقرر کردیا مطلقا خواہ اجرۃ مثل کی برابر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی ويجب صرف جميع ما يحصل من نماء وعوائد شرعية وعرفية لمصالح
الموقوف [illegible] شرعیۃ اور جو بڑہتی ہو اور فوائد شرعی اور عرفی حاصل ہون ان سبکا وقف کے مصارف شرعیہ مین صرف کرنا واجب ہے ہم یہہ اوس صورت مین ہے
کہ جب متولی کی اجرت نہ مقرر ہوئی ہو ورنہ العوائد قدیمہ معہودہ کا متولی کو لینا جائز ہے اسواسطے کہ معہود کالمشروط ہے کذا فی الطحطاوی ويجب على الحاكم امر
المرتشي برد الرشوة على الراشي عقب الدعوى الشرعية الكل من فتاوى المصنف قلت لكن سيجيء في الوصايا ومر ايضا ان للمتولي
اجر مثل عمله فتنبه اور واجب ہے حاکم پر رشوت لینے والے پر حکم کرنا رشوت پہیر دینے کا رشوت دینے والے کو بعد دعوی شرعی کے یہہ سب مسائل سابقہ فتاوی مصنف سے

منقول ہین مین کہتا ہون لیکن کتاب الوصایا مین آویگا اور مذکور بھی ہو چکا ہو کہ متولی کو اپنے عمل کی اجرت مثل لینا جائز ہو تو اگا وہو جاہم علمائے نے کہا یہ شیار رہنے
استدراک کیا اوس قول کا کہ متولی کو وظیفہ وقف سے زیادہ لینا جائز نہین اور حالانکہ بین القولین کچھہ منافاۃ نہین اسواسطے کہ عدم جواز در صورت مقرر کردینے
واقف کے ہے اور جواز اجرت مثل اوس صورت مین ہو جبکہ قاضی نے متولی کو مقرر کیا ہو چنانچہ بحر الرائق مین مفصلا مذکور ہو لو وقف لفقراء قرابته لم یستحق عیالا
ولو ولیا لصغیر الا ببینة علی فقره وقرابته مع بیان جهتها فاذا قضی له استحقه من حین الوقف علیه کذا فی فتاوی ابن نجیم اگر وقف کیا
اپنے قرابت والے محتاجون پر تو قرابت کا مدعی مستحق وقف نہوگا اگرچہ مدعی صغیر کا ولی ہو بدون گواہی کے اپنی محتاجی اور قرابت پر جہت قرابت کی بیان کے ساتھ پھر
جب قاضی کا حکم ہوگا اوسکے استحقاق پر تو وہ مستحق ہوگا وقف کا وقت کرنیکے وقت سے کذا فی فتاوی ابن نجیم وفیها سئل عمن شرط سکنی بیته لبنته فلانة
بعد موته ما دامت عزبا فمات وتزوجت وطلقت هل ینقطع حقها بالتزوج اجاب نعم قلت وکذا الوقف علی امهات اولاده الا من تزوج
او علی بنی فلان الا من خرج من هذه البلدة فخرج بعضهم ثم عاد او علی بنی فلان ممن تعلم العلم فترک بعضهم ثم اشتغل به فلا شیء له الا
ان شرط انه لو عاد فله فلیحفظ خزانة المفتیین اور فتاوی ابن نجیم مین ہو کہ سوال ہوا اوس شخص کا حکم جسنے سکونت مکان کی شرط کی اپنی دختر غلانی پر
بعد اپنی وفات کے جبتک کہ وہ مجرد بلانکاح رہے پھر وہ مرگیا اور دختر نے دوسری سے نکاح کیا اور مطلقہ ہوئی کیا منقطع ہوجائیگا اوسکا حق نکاح کرنیسے جواب یا کہ ہان
نکاح کرنیسے حق سکونت منقطع ہوجائیگا مین کہتا ہون اور یہی حکم ہو اپنی امہات اولاد پر وقف کرنیکا مگر جو ام ولد کہ نکاح کرلے اوسکے واسطے حق سکونت نہین یا وقف کیا
فلانے کی اولاد پر مگر اونمین جو نکل گیا اوس شہر سے سو کوئی اونمین سے شہر سے نکلا پھر پلٹ آیا یا وقف کیا فلانیکی اولاد پر جو اونمین سے علم حاصل کریگا سوا اونمین سے
کسی نے علم سیکھنا ترک کیا بعد اسکے پھر تحصیل علم مین مشغول ہوا تو اوسکو واسطے مال وقف سے کچھہ نہین مگر یہہ کہ واقف نے یہہ شرط کی ہو کہ اگر شرط مخصوص کیخلاف پھر جو ویگا
تو وہ مستحق ہوگا تو اس شرط سے البتہ حقدار ہوگا سو اسکو یاد رکھنا چاہئے کذا فی خزانة المفتیین وفی الوهبانیة قضی بدخول ولد البنت بعد مضی سنین
فله غلة الآتی لا الماضی لو مستهلکة اور وہبانیہ مین ہو قاضی کا حکم ہوا نواسی کے داخل ہونیکا بعد گذرنے چند سال کے تو اوسکو آیندہ کا غلہ ملیگا نہ گذشتہ اگر
غلہ صرف ہوگیا ہو یعنی اگر غلہ موجود ہوگا تو ایام گذشتہ کا بھی ملیگا اور نہین تو آیندہ ملیگا نہ گذشتہ وقف علی بنیه وله ولد واحد فله النصف والباقی
للفقراء ایک شخص نے وقف کیا اپنے بیٹون پر اور اوسکا ایک ہی بیٹا ہو تو اوسکو نصف ملیگا اور باقی فقیرون کیو اسطے ہو یعنی اسواسطے کہ لفظ بنین جمع ہو اور اقل
جمع وقف اور وصیت مین دو ہین لہذا بالمناصفہ ہوگیا کذا فی الحلبی وعلی ولده له الکل لانه مفرد مضاف فیعم اور وقف کیا اپنے ولد پر اور اوسکا ایک ہی
بیٹا ہو تو اوسکو کل ملیگا اسواسطے کہ لفظ ولد کا مفرد مضاف ہو تو عام ہوگا للمتولی الاقالة لو خیرا متولی کو اجارہ توڑنا جائز ہو اگر وقف کیواسطے بہتر ہو اقالہ جائز
اوسوقت جائز ہو جبکہ اوسنے خود اجارہ دیا ہو نہ دوسرے متولی نے کذا فی الصیرفیة ومحل جواز اقالته اوسوقت تک ہو جب تک اجرت کو اوسنے نہ لیا ہو اور اگر اجرت
لی تو اقالہ جائز نہین کذا فی الاشباه آجره بعرض معین صح وخصاه بالنقود متولی نے وقف کو اجارہ دیا معین اسباب کی عوض تو صحیح ہو اور صاحبین نے
اجارہ وقف کو نقود کے ساتھہ مخصوص کیا ہو للمستاجر غرس الشجر بلا اذن الناظر اذا لم یضر بالارض ولیس له الحفر الا بالاذن ویأخذه لو خیرا
واما لا لاستاجر وقف کو جائز ہو درخت کا بونا بدون اذن متولی کے جبکہ درخت بونا زمین کو ضرر کر ہو اور اوسکو حوض وغیرہ کھودنا جائز نہین مگر اذن سے اور متولی
کو دینا اذن دیگا اگر وقف کے واسطے بہتر ہو والا اذن نہ دیوے بنا مستاجر او غرسه فله ما لم ینوه للوقف والمتولی بناؤه وغرسه للوقف مالم
یشهد انه لنفسه قبله اور مستاجر جو عمارت بناوے یا درخت بووے وہ اوسیکا مملوک ہو جب تک اوسنے وقف کیواسطے اوسکی نیت نکی ہو اور متولی کا عمارت
بنانا اور درخت لگانا وقف ہی کا مملوک ہو جبتک کہ اوسنے قبل تعمیر اور درخت لگانے سے اسپر شاہد نکیا ہو کہ تعمیر وغیرہ اپنی ذات کیواسطے ہو ولو آجر لابنه لم یجز
خلافا لهما کعبده اتفاقا وهذا لو باشر بنفسه فلو القاضی صح وکذا الوصی بخلاف الوکیل اما اگر متولی نے وقف اجارہ دیا اپنے بیٹے کو تو جائز نہین
امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے چنانچہ اپنے غلام کو اجارہ دینا باتفاق امام اور صاحبین جائز نہین اور یہہ حکم مذکور اوسوقت ہو جب متولی نے بذات خود اجارہ
دیا سو اگر قاضی متولی کے بیٹے یا غلام کو اجارہ دیگا تو صحیح ہے اور یہی حکم ہے وصی کا کہ اوسکی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح ہو

بخلاف وکیل کے کہ اوسکی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح نہین ۔ وقف علی اصحاب الحدیث لا یدخل فیہ الشافعی اذا لم یکن فی طلب
الحدیث ویدخل الحنفی کان فی طلبہ او لا بزازیہ ای لکونہ یعمل بالمرسل ویقدم خبر الواحد علی القیاس ایک شخص نے وقف کیا اہل حدیث پر تو اسمین
شافعی مذہب داخل ہوگا جب کہ وہ علم حدیث نہ پڑھتا ہو اور حنفی مذہب اہل حدیث مین داخل ہوگا خواہ وہ علم حدیث کی طلب مین ہو یا نہو کذا فی البزازیہ یعنی اسوجہ سے کہ
حنفی مذہب حدیث مرسل پر عمل کرتا ہے اور حدیث واحد یعنی جو حدیث متواتر اور مشہور نہو اوسکو مقدم کرتا ہے قیاس پر بخلاف شافعی المذہب کے کہ وہ حدیث مرسل پر عمل نہین
کرتا اور قیاس کو احادیث احاد پر مقدم رکھتا ہے م حدیث مرسل وہ ہے جسمین صحابی مذکور نہو تابعی یون کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یون فرمایا خلاصہ یہ ہے کہ جب
حنفی کے نزدیک حدیث مرسل پر بھی عمل لازم ہوا اور بمقابلہ احادیث احاد قیاس متروک ہوا تو حنفی کو اہل حدیث کہنا الیق ہوا طحطاوی نے کہا ظاہرا محل اس مسئلہ کا وہ
ہے جب واقف کو تخصیص محدثین کی نیت نہو ورنہ بلا شک اہل استحقاق محدثین ہی ہون گے نہ فقہا اسوجہ سے کہ واقف کی مراد معلوم ہوگئی اور درصورت عدم نیت واقف
گفتگو کا مقام ہے کہ چارون مذہب والے اہل حدیث ہین باین معنی کہ ان کے اماموں نے موافق اپنی شروط کے حدیث پر عمل کرنا واجب جانا ہے اور حنفی کا عمل کرنا مرسل پر اور
خبر واحد کو قیاس پر مقدم کرنا اوسکی تخصیص کا مقتضی نہین انتہی وجاز علی القبور والاکفان لا علی الصوفیۃ والعمیان ہو الاصح اور وقف جائز ہے قبرون
اور کفنون پر نہ صوفیون اور اندھون پر یہی قول صحیح تر ہے م بحر الرائق مین ہے کہ وقف مین یہ شرط کرنا کہ اوسکی قبر کے نزدیک قرآن پڑھا جائے باطل ہے لیکن فتوی
محمد کے قول پر ہے کہ قراءت عند القبر مکروہ نہین اور صوفیون پر وقف اوسوقت جائز نہین جب کہ وہ طریقہ غیر پسندیدہ خلاف شرع پر ہون اسوجہ سے کہ اسوقت
مین وقف کرنا اونپر قربت نہین اور اگر صوفیہ طریقہ حمیدہ پر ہون تو وقف صحیح ہے اور اسی پر محمول ہے جواز وقف جو شمس الائمہ سے منقول ہے اور اندھون پر اسواسطے
وقف جائز نہین کہ اندھے غنی بھی ہوتے ہین اور محتاج بھی اور یہی حکم کانے اور لنگڑے کا بھی ہے کذا فی الطحطاوی ولو شرط النظر للارشد فالارشد من اولادہ
فاستویا اشترکا بہ افتی الملا ابو السعود معللا بان افعل التفضیل ینتظم الواحد والمتعدد وہو الظاہر اور اگر واقف نے اپنی اولاد مین سے
تولیت شرط کی ارشد فالارشد کیواسطے یعنی جو زیادہ تر ہوشیار ہو وہ درجہ بدرجہ متولی وقف رہے سو دو فرزند اوسکے برابر ٹھہرے ہوشیاری مین تو دونو
تولیت مین شریک ہون گے اسیکا فتوی دیا ہے ملا ابو السعود نے یون استدلال کر کے کہ افعل التفضیل کا صیغہ واحد اور متعدد کو شامل ہوتا ہے اور یہی قول ظاہر
ہے د فی النہر عن الاسعاف شرطہ لافضل اولادہ فاستویا فلاسنہما ولو احدہما اورع والاخر اعلم بامور الوقف فہو اولی اذا امن خیانتہ
انتہی جوہرہ اور نہر الفائق مین اسعاف سے منقول ہے کہ واقف نے تولیت شرط کی اپنی افضل اولاد کیواسطے سو اوسکی اولاد مین سے دو شخص برابر ٹھہرے تو تولیت زیادہ تر
عمر والے کو ملیگی اور اگر ایک فرزند زیادہ پرہیزگار ہو اور دوسرا زیادہ تر دانا ہو امور وقف کا تو دانا تر بہتر ہے بشرطیکہ اوسکی خیانت کا خوف نہو انتہی نقل النہر
عن الجوہرہ م یہ استدراک ہے قول سابق پر تو اشتراک تولیت اوسوقت ہوگا جب دونو عمر مین برابر ہون اور نہر الفائق کے ایک نسخہ مین مترجم نے جو دیکھا تو
اولویت عالم کی روایت ظہیریہ کیطرف منسوب پائی نہ جوہرہ کیطرف واللہ اعلم وکذا لو شرطہ للارشد منہم کما فی انفع الوسائل اور یہی حکم افضل کی شرط کی بابت
ہے اگر واقف نے ارشد اولاد کیواسطے تولیت شرط کی کما فی انفع الوسائل یعنی جو اشتراط افضل مین کلام ہے وہی اشتراط ارشد مین ہے کذا فی الطحطاوی ولو ضم القاضی
للمتولی ثقۃ ای ناظر حسبۃ ہل للاصیل ان یستقل بالتصرف لم ارہ وافتی الشیخ الاخ انہ ان ضم الیہ لخیانتہ لم یستقل والا فلہ ذلک
وہو حسن نہر اور اگر قاضی نے متولی کے ساتھ دوسرے شخص معتمد کو ملایا یعنی ناظر بلا اجرت کو تو متولی اصیل کو تصرف وقف مین کرنا بالاستقلال جائز ہے یا نہین
یہ مین نے اسکو مصرح نہین دیکھا اور میرے استاد بھائی یعنی صاحب بحر الرائق نے فتوی دیا کہ اگر قاضی نے متولی کے ساتھ دوسرا ناظر اوسکی خیانت کے سبب سے
ملایا تو اصیل مستقل نہوگا ورنہ تو اوسکو استقلال بالتصرف جائز ہے اور یہ فتوی خوب ہے کذا فی النہر م نصب متولی اور ناظر اور وصی ہر قاضی کو جائز نہین
بلکہ یہ عہدہ قاضی القضاۃ کا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وفی فتاوی مؤید زادہ معزیا للخانیۃ وغیرہا لیس للمشرف التصرف بل الحفظ اور
فتاوی مؤید زادہ مین منقول ہے خانیہ وغیرہ سے کہ مشرف کو وقف مین تصرف کرنا جائز نہین بلکہ اوسکا عہدہ حفاظت کا ہے لیس للمتولی ان یستدین علی
الوقف للعمارۃ الا باذن القاضی متولی کو وقف کے اوپر ادھار کرنا عمارت کیواسطے جائز نہین مگر قاضی کے اذن سے م ادعی المتولی والجباۃ تسلیم

حفر القبور

الغلة الیه فی حیاته ولا بینة لهم صدقوا بیمینهم لانکارهم الضمان متولی مرگیا اور تحصیلدار دعوی کرتے ہین کہ ہمنے غلہ اراضی کا متولی کو تسلیم کیا اوسکی
زندگی مین اور اونکا کوئی گواہ نہین تو اونکی تصدیق ہوگی اونکی قسم کے ساتھ بسبب اونکو منکر ہونے ضمان کے لایجوز الرجوع عن الوقف اذا کان مسجلا و
لکن یجوز عن الموقوف علیه المشروط کالمؤذن والامام والمعلم وان کانوا اصلح انتہی جوہرہ جائز نہین وقف کرکے پھرنا جب کہ وقف مسجل بحکم
قاضی ہوگیا ہو لیکن جسپر مال وقف مشروط ہو جیسا کہ موذن اور امام اور معلم کا تغیر کرنا جائز ہے اگرچہ وہ لائق تر ہون انتہی نقل الفتاوی عن الجوہرہ ہم طحطاوی نے کہا شارح
کی نقل مین خلل ہے صواب یہہ ہے کہ جواز تغیر بشرط عدم صلاحیت ہے کذا فی الدر المنتقی عن مؤیدزادہ وہکذا فی الخلاصة وفی جواهر الفتاوی شرطه لنفسه
مادام حیا ثم لولده فلان ما عاش ثم بعده للاعف الارشد من اولاده فالهاء تنصرف للابن لا للواقف لان الکنایة تنصرف لاقرب المکنیات
بمقتضی الوضع اور جواہر الفتاوی مین ہے واقف نے شرط کی تولیت اپنی ذات کیواسطے جب تک وہ زندہ رہے پھر اپنے فلانے ولد کیواسطے جبتک وہ زندہ رہے پھر بعد اسکے عفیف
اور ہوشیار ترکیواسطے اوسکی اولاد مین سے تو ضمیر بعدہ اور اولادہ کی واقف کی ولد کیطرف پھریگی نہ واقف کیطرف اسلیے کہ کنایہ منصرف ہوتا ہے قریب تر مکنی کیطرف
بمقتضاے وضع کے ہم کنایہ سے بیان مراد ہاے ضمیر ہے اور ضمیر کو کنایہ کہنا اصطلاح کوفی ہے اور مکنی سے مراد ضمیر کا مرجع ہے کذا فی الطحطاوی وکذلک مسائل
ثلث وقف علی زید وعمرو ونسله فالهاء لعمرو فقط اور اسیطرح مسائل ثلثہ مین اقرب کا اعتبار ہے پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ وقف کیا زید اور عمرو اور اوسکی
نسل پر تو ہاے ضمیر فقط عمرو کیطرف پھریگی یعنی اسواسطے کہ وہی اقرب ہے نہ زید کیطرف پھریگی کہ وہ بعید ہے وقفت علی ولدی وولد ولدی الذکور فالذکور
راجع لولد الولد فحسب دوسرا مسئلہ یہہ ہے کہ واقف نے کہا کہ مین نے وقف کیا اپنے بیٹے اور بیٹے کے ولد ذکور کیطرف تو صفت ذکور کی پوتے کیطرف راجع ہوگی فقط
یعنے اسواسطے کہ ذکور اقرب ہے پوتے سے وعکسه وقفت علی بنی زید وعمرو ثم یدخل بنو عمرو لانه اقرب الی زید فیصرف الیه هذا هو الصحیح
اور بالعکس مسئلہ ثانیہ کے یہہ قول ہے کہ وقف کیا مین نے ابناء زید اور عمرو پر تو ابناء عمرو وقف مین داخل ہونگے اسواسطے کہ لفظ بنی کا زید سے قریب تر ہے تو اوسیکی طرف
منصرف ہوگا نہ عمرو کیطرف یہی قول صحیح ہے ہم یہہ راجع ہے اصل مسئلہ کیطرف اور قول بخیہ صحیح کامل الدین کا قول ہے کہ مسئلہ اولی مین ہاے ضمیر واقف کیطرف
نہ اوسکی ابن کیطرف کذا فی الطحطاوی وقدمنا ان الوصف بعد متعاطفین للاخیر عندنا وفی الزیلعی من باب المحرمات وقولهم ینصرف الشرط
الیهما وهو الاصل قلنا ذلک فی الشرط المصرح به والاستثناء بمشیة الله تعالی واما فی الصفة المذکورة فی آخر الکلام فتنصرف الی ما
یلیه نحو جاء زید وعمرو العالم الخ فلیحفظ اور ہم مقدم ذکر کرچکے ہین کہ صفت بعد دو معطوفون کے اخیر معطوف کے واسطے ہوتی ہے ہمارے نزدیک اور زیلعی کے
باب المحرمات مین ہے، اور فقہا کا یہہ قول کہ شرط دونو معطوفون کیطرف پھرتی ہے اور یہی اصل ہے ہم کہتے ہین کہ دونو معطوفون کیطرف شرط کا پھرنا شرط مصرح
اور استثناء بمشیت اللہ مین ہے اور صفت مین جو آخر کلام مین مذکور ہو تو یہہ اصل ہے کہ اپنی قریب کیطرف منصرف ہوگی جیسا کہ جاء زید وعمرو العالم مین عالم
فقط عمرو کی صفت ہے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شرط مصرح کی یہہ مثال ہے کہ زینب طالق وہند ان دخلت الدار تو دخول دار دونو کی طلاق کی شرط ہے
نہ فقط ہند کی اور استثناء کی یہہ مثال ہے کہ زینب طالق وہند انشاء اللہ وفی المنظومة المحبیبیة والوصف بعد جمل اذا اتی + یرجع للجمیع فیما
ثبتا + عن الامام الشافعی فیما + ان کان ذا العطف بواو واما + ان کان ذا عطفا بثم وقعا + الی الاخیر باتفاق رجعا + اور
منظومہ محبیہ مین ہے اور صفت بعد سب معطوفات کے جب آوے تو جمیع معطوفات کیطرف راجع ہے اوس روایت مین جو امام شافعی سے ثابت ہے اگر معطوف بحرف واو
ہو اور اگر یہہ عطف ثم سے واقع ہو تو باتفاق حنفی اور شافعی اخیر معطوف کیطرف راجع ہوگی ولو علی البنین وقفا یجعل + فان فی ذاک البنات تدخل
اور اگر وقف بیٹون پر مقرر ہوا تو اوسمین بیٹیان بھی داخل ہونگی ہم اور اخوة کے وقف مین اخوات داخل ہون گے کذا فی الظہیریہ وقاضیخان اور شاید
کہ وجہ اسکی تغلیب ذکور ہے اناث پر واللہ اعلم وولد الابن وکذاک البنت + یدخل فی ذکر بنیه بنت + اور پوتا اور اسیطرح نواسی ذریت کے
وقف مین داخل ہے ہم کذاک البنت اصل مین کذاک ولد البنت تھا مضاف محذوف ہوا اور مضاف الیہ اوسیطرح مجرور رہا کذا فی الحلبی
ولو وقف الوقف علی الذریة + من غیر ترتیب فبالسویة + یقسم بین من علا والاسفل + من غیر تفضیل لبعض فاتقل + اگر وقف کیا ذریت

بلا ترتیب تو برابر تقسیم ہوگی ذریت عالیہ اور سافلہ مین بدون زیادتی بعض کے بعض پر سو اس ہدایت کو نقل کر کے ہم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ وقف کیا اپنی نسل اور ذریت پر تو قریب اور بعید سب اس مین داخل مین اور اولاد بنین اور بنات اسمین برابر مین آزاد ہون یا مملوک اور مملوک کا حصہ اوسکا مولی لیگا وینقض القسمۃ فی کل سنۃ ویقسم الباقی علی من بقی منہ اور قسمت ٹوٹ جائیگی ہر سال اور باقی مقسوم ہوگا اونپر جنکو واسطے اسمین کیا ہو واقف نے یعنی اگر واقف کی ذریت مین کوئی اور لڑکا لڑکی پیدا ہو ہر سال گذشتہ مین مستحق نتھے یا ذریت موجود مین سے کوئی مر گیا تو سال گذشتہ کی قسمت بدل جائیگی اور اگر موقوف ذریت پر بعض وقف ہو تو باقی مقسوم ہوگا اور کل وقف ہو تو کل مقسوم ہوگا کذا فی الطحطاوی سے ولو علی اولادہ تو شامل ہوگا اولادہ اولادہ قبل حیث لا وقفا فقال الوالیس فی ذا ید خل اولادہ بنتیہ علی ما نقل اور اگر وقف کیا اپنی اولاد پر پھر اپنی اولاد کی اولاد پر تو علما نے کہا ہے کہ اسمین واقف کی اولاد بنت یعنی ناتی اور نواسی داخل نہین ہے بموجب روایت منقولہ کے ہم یہی ظاہر الروایت ہے اور واقعات و ذخیرہ اور ولوالجیہ اور تجنیس اور مزید مین اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی بتیج اولادی کذا اقاربی + واخوتی ولفظ آبائی احسب + نیشترک الاناث والذکور + فیہ وذا لدی واضح مسطور + یعنی اولاد کے لفظ مین اسیطرح اقاربی اور اخوتی بلکہ آبائی کے لفظ کو شمار کر اسمین اناث اور ذکور مشترک ہین اور یہہ قول واضح اور مسطور ہے ہم یعنی اگر وقف کیا علی آبائی یعنی مین نے باپون پر وقف کیا تو اسمین اوسکی ما اور باپ دادا اور دادی نانا نانی داخل ہونگے اسواسطے کہ جمع مذکر اختلاط کے وقت مونث کو بھی شامل ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ ومما یکثر وقوعہ ما لو وقف علی ذریتہ مرتبا وجعل من شرطہ ان من مات قبل استحقاقہ ولہ ولد قام مقامہ لو بقی حیا فہل حظ ابیہ لو کان حیا ویشارک الطبقۃ الاولی ولا افتی السبکی بالمشارکۃ وخالفہ السیوطی وھذہ المخالفۃ واجبۃ کما افادہ ابن نجیم فی الاشباہ من القاعدۃ التاسعۃ اور جو صورت وقف اولاد کی کثیر الوقوع ہے یعنی مصر مین وہ یہہ ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی ذریت پر علی الترتیب یعنی طبقۃ بعد طبقۃ وبطنا بعد بطن اور شرط وقف کی یہہ مقرر کی کہ جو شخص اوسکی اولاد مین سے قبل استحقاق کے مرجاوے اور چھوڑ کر تو اوسکا ولد اپنے باپ کے قائم مقام ہو اگر اوسکا باپ زندہ باقی رہتا تو کیا اس ولد کو اپنے باپ کا حصہ ملیگا اگر اوسکا باپ زندہ رہتا اور یہہ ولد استحقاق مین طبقہ اولی کا شریک ہوگا یا نہین علامہ سبکی نے مشارکت کا فتوی دیا اور سیوطی نے اوسکی مخالفت کی ہے اور یہہ مخالفت واجب ہے چنانچہ اسکو بیان کیا ہے ابن نجیم نے اشباہ کے نوین قاعدہ مین ہم اشباہ مین حاصل سوال اور اسکا جواب یون مذکور ہے کہ جب واقف نے اپنی اولاد اور پوتون پر وقف کیا پھر انکے بعد پروتون پر پھر اپنی ذریت اور نسل پر طبقہ بعد طبقہ وبطنا بعد بطن کہ طبقہ علیا طبقہ سفلی کا حاجب ہے اس شرط پر کہ جو مر جائے تو اوسکا حصہ اوسکی ولد کو ملے اور جو مر جائے قبل داخل ہونے کے اس وقف مین اور مستحق ہونے اوسکی منافع کے اور بیٹا اور پوتا یا پروتا چھوڑے تو بیٹا اپنے باپ کے حق کا مستحق ہوگا اگر اوسکا باپ زندہ رہتا اور یہہ صورت کثیر الوقوع ہے قاہرہ یعنی مصر مین انتہی طحطاوی نے کہا یہہ جو شارح نے فتوی مشارکت کا سبکی کیطرف نسبت کیا سو خطا ہے بلکہ اشباہ مین عدم مشارکت کا فتوی سیوطی سے مروی ہے اور یہہ فتوی واقف کے پوتے کے دو فرزندون مین مذکور ہے جو پوتا اپنے باپ کی زندگی مین مر گیا لکنہ ذکر بعد ذلک ورقتین ان بعضہم یعبر بین الطبقۃ بثم وبعضہم بالواو وقیل لا ویشارکہ بخلاف ثم فراجعہ تا ملا مع شرح الوہبانیۃ فانہ نقل عن السبکی واقعتین اخریین یتعلقان بما ولو نزل العلماء متحیرین فی فہم شروط الواقفین الا من رحم اللہ لیکن صاحب اشباہ نے دو ورقون کے بعد ذکر کیا ہے کہ بعضے وقف کرنیوالے طبقات اولاد مین بلفظ ثم تعبیر کرتے ہین اور بعضے بلفظ واو اور واو کی تعبیر سے طبقہ سافلہ طبقہ عالیہ کا شریک ہوگا بخلاف ثم کہ مشارک نہوگا سو مراجعت کر اشباہ کیطرف غور کر کے شرح وہبانیہ کے ساتھ کہ اوس نے سبکی سے دو اور صورتین نقل کی ہین جنکی طرف حاجت پڑتی ہے اور ہمیشہ علما حیران رہے ہین شروط واقفین کے فہم مین مگر جسپر کہ خدا نے رحم کیا ہم طحطاوی نے کہا ہمنے مراجعت کی اشباہ کیطرف سو یہہ اوسمین پایا کہ واو کی تعبیر مین قسمت منقوض ہوگی اور ثم مین منقوض نہوگی اوسمین مشارکت اور عدم مشارکت جو شارح نے نقل کی مذکور نہین اور یہہ بھی بالتحقیق معلوم ہوا کہ یہہ جو صاحب اشباہ نے واو اور ثم کا فرق کیا ہو صحیح نہین بلکہ دونو صورتون مین قسمت منقوض ہوگی انقراض بطن اعلی سے چنانچہ علامہ مقدسی نے بسند کلام خصاف اوسکو واضح کر دیا ہے اور جو توضیح اس مسئلہ کی چاہے وہ اشباہ اور اوسکی حواشی کیطرف رجوع کرے انتہی ملخصا وقد افتیت فیمن وقف علی اولادہ الذکور دون الاناث فماتت مستحقۃ عن

وولد بنت ابوهما من اولاد الظهور بانه يستحق نصيبهما لانهما الصدق كونهما من اولاد الظهور باعتبار ابيهما كما يعلم من الاسعاف وغيره انتهى
شخص ہو کہ جو ان میں جیسے وقف کیا ذکور کی اولاد پر نہ اناث کی اولاد پر سو ایک مستحق عورت ایسی دو ولد چھوڑ کر مر گئی جنکا باپ ذکور کی اولاد سے ہے یہ فتوی ہے میں نے دیا کہ عورت
مستحقہ کا حصہ دونوں ولد کیطرف منتقل ہوگا اسواسطے کہ دونوں پر یہ صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد میں سے ہیں اپنے باپ کے اعتبار سے چنانچہ اسعاف وغیرہ سے معلوم
ہوتا ہے وفی الاسعاف والتتارخانیۃ لو وقف علی عقبہ یکون لولدہ وولد ولدہ ابدا ما تناسلوا من اولاد الذکور دون الاناث الا ان یکون
ازواجھن من ولد ولدہ الذکور کل من یرجع نسبہ الی الواقف بالآباء فھو من عقبہ وکل من کان ابوہ من غیر الذکور من ولد الواقف
فلیس من عقبہ انتھی اور اسعاف اور تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنے عقب یعنی پس ماندوں پر تو یہ وقف واقف کے ولد اور پوتے پر ہمیشہ ہمیشہ جب تک
اونکی نسل باقی رہے گی ذکور سے نہ اناث سے مگر اناث کی اولاد اوس وقت وقف میں داخل ہوگی جب کہ اناث کے ازواج واقف کے پوتوں کی اولاد ہوں کیونکہ جس شخص کا نسب واقف
کیطرف راجع ہو اسطرح آبا کے وہ واقف کا عقب ہے اور جس شخص کا باپ واقف کی اولاد ذکور سے نہو سو وہ شخص واقف کے عقب میں سے نہیں انتہی کلام الاسعاف ثم قال
اخیر قول اول کی توضیح ہے خلاصہ یہ ہے کہ اولاد پسری پر عقب صادق آتا ہے نہ اولاد دختری پر وسیجیئ فی الوصایا انہ لو اوصی لآلہ وجنسہ دخل کل من
ینتسب الیہ من قبل آبائہ ولا یدخل اولاد البنات وانھا لو اوصت الی اھل بیتھا او لجنسھا لا یدخل ولدھا الا ان یکون ابوہ من قومھا
لان الولد انما ینتسب لابیہ لا لامہ قلت وبہ علم جواب الحادثۃ لو وقف علی اولاد الظھور دون اولاد البطون فماتت مستحقۃ عن ولدین
ابوھما من اولاد الظھور ھل ینتقل نصیبھا لھما فاجبت نعم ینتقل نصیبھا لھما لصدق کونھما من اولاد الظھور باعتبار والدھما الذکور اور آگے آویگا کتاب الوصایا میں
یہ کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی اپنی آل اور اپنی جنس کے واسطے تو داخل ہوگا اس وصیت میں جو شخص کہ منسوب ہے اوسکی طرف اوسکے آبا اور اجداد کی جانب سے اور نہ داخل
ہوگی اولاد بنات کی اور اگر عورت نے وصیت کی اپنے اہلبیت اور اپنی جنس کیواسطے تو عورت کا ولد وصیت میں نہ داخل ہوگا مگر اوس صورت میں داخل ہوگا جب کہ باپ لڑکا
عورت موصیہ کی قوم سے ہو اسواسطے کہ لڑکا اپنے باپ کیطرف منسوب ہوتا ہے نہ اپنی ماں کی طرف میں کہتا ہوں اس تقریر سے جواب اوس حادثہ کا معلوم ہو گیا کہ اگر وقف کیا
اولاد ذکور پر نہ اولاد بنات پر پھر اونمیں سے ایک عورت مستحقہ دو ولد چھوڑ کر مر گئی جنکا باپ ذکور کی اولاد سے ہے کیا عورت کا حصہ اوسکے دونوں لڑکوں کیطرف
منتقل ہوگا سو میں نے جواب دیا کہ ہاں عورت کا حصہ دونوں کی طرف انتقال کریگا اسواسطے کہ دونوں پر صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد میں باعتبار اپنے والد مذکور کے ہیں انتھی
یہ مسئلہ بعینہا عنقریب مذکور ہو چکا **فصل** فیما یتعلق بوقف الاولاد من الدرر وغیرھا یہ فصل ہے ان مسائل میں جو متعلق ہیں اولاد کے وقف سے منقول ہیں
درر وغیرہ سے ہم یہاں عبارت ردالمحتار کی نسخ میں مختلف ہے نسخہ مکتوبہ حرمین میں یوں ہے فیما یتعلق بوقف الاولاد من ذکور وغیرھا اور نسخہ مطبوعہ کلکتہ میں من الدرر وغیرھا
لیکن مترجم نے نسخہ مطبوعہ مصر پر اعتماد کیا کما لا یخفی وجھہ وعبارۃ المواھب فی الوقف علی نفسہ وولدہ ونسلہ وعقبہ جعل ریعہ لنفسہ ایام حیاتہ ثم
ولدہ جاز عند الثانی وبہ یفتی کجعلہ لولدہ ولکن یختص بالصلبی اور عبارت مواہب کی یہ ہے کہ اپنی ذات اور اپنے ولد اور اپنی نسل اور اپنے عقب کے
وقف میں محصول وقف کا اپنی ذات کیواسطے ٹھہرایا اپنے ایام حیات میں پھر اسیطرح درجہ بدرجہ تو جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ واقف کا اپنے
ولد کے واسطے حصول وقف کا مقرر کرنا جائز ہے ولیکن فرزند صلبی کو مخصوص ہوگا یعنی پوتے پر دا کو نہ ملیگا ویعم الانثی مالم یتقید بالذکر اور ولد کا لفظ عورت
کو بھی شامل ہے جب تک واقف نے ولد ذکر کی نہ قید لگائی ہو م ولد عورت کو اسواسطے عام ہوا کہ ماخوذ ہے ولادت سے اور ولادت عورت میں بھی موجود ہے کذا فی التحلیۃ
عن الدرر ویستحق بہ الواحد فان انتفی الولد الصلبی فللفقراء دون ولد الولد الا ان لا یکون حین الوقف صلبی فیختص بولد الابن ولو
انثی دون من دونہ من البطون بل دون ولد البنت فی الصحیح اور مستحق ہوگا ساتھ وقف کے واحد صلبی ہے اگر واحد صلبی منتفی ہو یعنی مر گیا ہو تو وقف
فقرا کیواسطے ہوگا نہ واقف کے پوتے کیواسطے مگر اوس وقت جب کہ وقف کے وقت ولد صلبی نہو تو اب وقف ولد الابن کو مخصوص ہوگا اگرچہ ولد الابن عورت ہو نہ غیر
ولد الابن کو منجملہ بطون کے اور نہ واقف کے نواسی کو قول اصح میں یعنی اسواسطے کہ اولاد بنات کی اپنے آبا کیطرف منسوب ہوتی ہے نہ امہات کیطرف بخلاف ولد الابن کے
کذا فی الدرر ولو زاد وولد ولدی فقط اختص بھما اور اگر واقف نے زیادہ کیا کہ میں نے وقف کیا اپنے ولد پر اور اپنے پوتے پر فقط تو ان دونوں پر مخصوص ہوگا

ولو ذکر البطن الثالث عمّ نسلہ اور اگر واقف نے بطن ثالث کو زیادہ کیا تو اوسکی تمام نسل کو شامل ہوگا یعنی اگر یون کہا کہ وقف علی ولدہ وولد ولدہ وولد ولد ولدہ
کذا فی الدر یعنی مین نے وقف کیا اپنے بیٹے پر اور اپنے پوتے پر اور اپنے پروتے پر تو غلہ اوسکی نسل پر صرف ہوگا جبتک اونمین تناسل باقی رہیگا نہ فقرا پر اسواسطے کہ
جب واقف نے بطن ثالث کو ذکر کیا تو بسبب کثرۃ وسائط کے تفاوت فاحش پایا گیا تو صفت تخصیص کی مرتفع ہوگئی تو فقط معنی انتساب کا اعتبار باقی رہا تو سبکو
شامل ہوگا کیونکہ قریب بعید سب بین موجود ہے بخلاف بطن ثانی کے اسواسطے کہ اوسمین ایک ہی واسطہ ہے کذا فی الطحطاوی ویستوی الاقرب والابعد الا ان
یذکر ما یدل علی الترتیب کما لو قال ابتداء علی اولادی بلفظ الجمع او علی ولدی واولاد اولادی اور بطن ثانی کی زیادتی مین ابعد اور اقرب برابر
ہوگا مگر یہ کہ واقف وہ چیز ذکر کرے جو ترتیب پر دلالت کرے چنانچہ ابعد اور اقرب برابر ہے اگر یون کہے بلفظ جمع کہ ابتداء وقف میرا اولاد پر ہے یا یون لکہے کہ وقف
ہے میرے ولد پر اور میری اولاد کی اولاد پر ہم ترتیب پر دلالت کرنا اسطرح پر کہ واقف کہے کہ الاقرب فالاقرب یا یون کہے کہ میرے ولد پر پہر میری پوتے پر یا کہے
بطنا بعد بطن تو اوسوقت اوسی سے ابتدا ہوگی جس سے واقف نے ابتدا کی ولو قال علی اولادی ونسلہم ثم ماتت احدہم صرف نصیبہ للفقراء ولو علی
امرأتہ واولادہ ثم ماتت لم یختص ابنہا بنصیبہا اذ الترتیب رد نصیب من مات منہم الی ولدہ اور اگر واقف نے کہا کہ مین نے وقف کیا اپنی اولاد پر
اور نسل اولاد کا نام ذکر کیا اور اخیر وقف فقیرون کیواسطے ٹھہرایا کذا فی الدر پھر اونمین سے ایک ولد مر گیا تو اوسکا حصہ فقیرون پر صرف ہوگا اور اگر وقف کیا
اپنی زوجہ پر اور اپنی اولاد پر پہر زوجہ مرگئی تو اوسکا بیٹا اوسکے حصہ کے ساتھ مخصوص نہوگا جب کہ واقف نے اوس شخص کا حصہ جو اونمین سے مرگیا اوسکے ولد
کیواسطے پہیر دینا شرط نکیا ہو ہم شارح کو مناسب تہا کہ یون کہتا ولو علی امرأتہ ثم علی اولادہ تا کلام متناسب ہوتا اور مراد یہ ہے کہ واقف نے زوجہ کے بعد مستحقاق
اپنی اولاد کے واسطے ٹھہرایا تو زوجہ کا ولد زوجہ کے حصہ کے ساتھ مخصوص نہوگا دررمین کہا وفد الزوجہ سے وہ لڑکا مراد ہے جو واقف سے پیدا ہوا اتہا اور جو لڑکا
زوجہ کا اور شوہر سے ہوا اوسکو وقف مین کچہ دخل نہین کذا فی الطحطاوی ولو قال علی بنیہ او علی اخوتہ دخل الاناث علی الاصح وعلی بناتی لا یدخل
البنون اور اگر واقف نے کہا کہ مین نے وقف کیا اپنے بیٹون یا اپنے بہائیون پر تو اوسمین اناث بہی داخل مین بقول موجہ تر یعنی بیٹیان اور بہنین بہی وقف
مین داخل ہونگے یعنی اسواسطے کہ جمع ذکور عند الاختلاط اناث کو بہی شامل ہوتی ہے بخلاف جمع اناث کے کامر ولو قال علی بنیہ ولہ بنات فقط او قال علی
بناتی ولہ بنون فالغلۃ للمساکین ویکون وقفا منقطعا فان حدث ما ذکر عاد الیہ اور اگر وقف کیا اپنے بیٹون پر اور حالانکہ اسکی فقط بیٹیان ہین
یا وقف کیا اپنی بیٹیون پر اور حالانکہ اوسکی فقط بیٹے ہین تو غلہ مساکین کے واسطے ہے اور وقف منقطع ہوگا پہر اگر وہ پیدا ہو جسکو واقف نے ذکر کیا تہا تو وقف اوسکی
طرف عود کریگا یعنی پہلی صورت مین اگر واقف کا بیٹا پیدا ہوا اور دوسری صورت مین بیٹی پیدا ہوئی تو وقف مذکور کی مستحق ہوگی ویدخل فی قسمۃ الغلۃ
من ولد لدون نصف حول من طلوع الغلۃ لا لاکثر الا اذا ولدت مبانتہ او ام ولدہ المعتقۃ لدون سنتین لثبوت نسبہ بلا حل
وطیہا فلم یحل فلا احتمال علوقہ بعد طلوع الغلۃ اور اولاد کے وقف مین غلہ کی قسمت مین وہ لڑکا داخل ہوگا جو چہ مہینے سے کمتر مدت مین پیدا ہوا ابتداء
نمو داری غلہ سے نہ وہ لڑکا جو زیادہ مدت مین پیدا ہو اگر وہ لڑکا داخل ہوگا جسکو واقف کی زوجہ مبانہ یا اوسکی آزاد ام ولد جنی کمتر دو سال سے بسبب ثابت النسب ہونے ولد کے بلا حلت
وطی اوسکی باپ کے سوا اگر اوسکی وطی حلال ہو اسطرح پر کہ ام ولد آزاد نہوا یا معتدہ بطلاق رجعی ہو تو اکثر مدت کی ولادت مین داخل قسمت نہوگا بسبب احتمال علوق ولد کے بعد نمو ہونے
غلہ کے وتقسم بینہم بالسویۃ ان لم یرتب البطون وان قال للذکر کالانثیین فکما قال اور اولاد کے طبقات مین غلہ برابر منقسم ہوگا اگر واقف نے
بطون مین ترتیب مذکور نہین کی اور اگر واقف نے کہا کہ مرد کو دونا حصہ عورت کا تو بموجب اوسکے قول کے ملیگا فلو وصیۃ فرض ذکر مع الاناث وانثی
مع الذکور ویرجع سہمہ للورثۃ لعدم صحۃ الوصیۃ للمعدوم فلا بد من فرضہ لیعلم ما یرجع للورثۃ سو اگر وصیت ہو تو فرض کیا جائے
مرد عورتون کے ساتھ اور عورت فرض کیجائے مردون کے ساتھ اور حصہ شخص مفروض کا اوسکے وارثون کیطرف راجع ہو بسبب صحیح نہونے وصیت کے معدوم کیواسطے
تو فرض ضرور اوسکی فرضیت سے تا معلوم ہو کہ کسقدر غلہ موصی کے وارثون کیطرف راجع ہوگا ہم یہ مسئلہ غامض ہے توضیح اسکی یہ ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی
اولاد پر للذکر مثل حظ الانثیین اور مرد اور عورت اونمین مختلط مین تو بموجب اوسکی شرط کے غلہ منقسم ہوگا اور اگر فقط ذکور ہون یا فقط اناث ہون تو اونمین

غلہ برابر قسمت ہوگا بلا فرق کرنے مرد کے یا عورت کے اور اگر وصیت کی ذکور اور اناث کیواسطے للذکر مثل حظ الانثیین اور حالانکہ وہاں فقط ذکور ہیں یا فقط اناث ہیں تو عورتوں کے ساتھ مرد اور مردوں کے ساتھ عورتیں فرض ہونگی اور وصیت اونپر تقسیم ہوگی للذکر مثل حظ الانثیین اور سب حصہ فرض وارثوں کیطرف راجع ہوگا وجہ فرق کی یہ ہے کہ وقف میں تمام مال وقف واقف کی ملک سے نکل جاتا ہے تو اگر اوسکے ساتھ مرد یا عورت فرض ہو تو وہ حصہ بھی موقوف علیہم یا مساکین کو ملیگا بخلاف وصیت کے اسواسطے کہ جب ذکور اور اناث کیواسطے وصیت ہوئی تو فقط ذکور یا فقط اناث ہونیں وصیت صحیح ہوگی اسواسطے کہ معدوم کے لئے وصیت نہیں تو بیان فرض کرنا ضرور ہوا تا معلوم ہوجاے کہ وارثونکی طرف کتنا راجع ہوگا کذا فی المحیط عن مواہب الرحمن وشرحہا ولو قال علی ولدی ونسلی ابدا وکلما مات واحد منہم کان نصیبہ لنسلہ فالغلۃ لجمیع ولدہ ونسلہ حیہم ومیتہم بالسویۃ ونصیب المیت لولدہ ایضا بالارث عملا بالشرط اور اگر واقف نے کہا کہ وقف کیا میں نے اپنے ولد اور نسل پر ہمیشہ اور جو انمیں مرجاے تو اوسکا حصہ اوسکی نسل کیواسطے تو غلہ اوسکی تمام اولاد اور نسل کے واسطے ہوگا زندہ اور مردہ کو برابر اور میت کا حصہ بھی اوسکا ولد پاویگا بسبب ارث کے بنابر عمل کرنے شرط کے ہم توضیح اسکی در میں یون ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنے ولد پر اور اپنے ولد کے ولد پر جب تک اونمیں تناسل رہے اور واقف نے بطنا بعد بطن نہ کہا اور حصہ میت کا اوسکے ولد کیواسطے شرط کیا تو غلہ اوسکی جمیع اولاد اور نسل کو برابر ملیگا اور اگر واقف کا کوئی بیٹا مریگا اور اپنا ولد چھوڑیگا تو میت کا حصہ اوسکا ولد پاویگا بسبب ارث کے تو ولد میت دو سہم پاویگا ایک سہم وہ جو واقف نے اوسکے واسطے مقرر کیا اور دوسرا سہم اپنے والد کا چنانچہ شارح نے دونو حصوں کیطرف بلفظ ایضا اشارہ کردیا ولو قال وکل من مات منہم من غیر نسل کان نصیبہ لمن فوقہ ولم یکن فوقہ احد او سکت عنہ یکون راجعا لاصل الغلۃ لا للفقراء ما دام نسلہ باقیا اور اگر مسئلہ مذکورہ میں واقف نے کہا کہ جو ولد اونمیں سے بلا نسل مرجائے تو اوسکا حصہ طبقہ علیا کیواسطے ہے اور حالانکہ میت کے اوپر کوئی باقی نہیں یا اس شرط سے واقف نے سکوت کیا تو میت کا حصہ اصل غلہ کیطرف راجع ہوگا یعنی غلہ کے مصرف میں صرف ہوگا فقیروں کو نہ ملیگا جب تک واقف کی نسل باقی رہیگی والنسل اسم للولد وولدہ ابدا ولو انثی اور نسل نام ہے ولد کا اور اوسکے ولد کی اولاد کا ہمیشہ بطنا بعد بطن اگرچہ ولد عورت ہو والعقب للولد وولدہ من الذکور ای دون الاناث الا ان یکون ازواجہن من ولدہ وولد الذکور اور عقب نام ہے ولد کا اور اوسکے ذکور اولاد کا یعنی عورتوں کا نام عقب نہیں مگر یہ کہ عورتوں کے شوہر اوسکے پوتوں کی اولاد ہوں چنانچہ مفصل مذکور ہوچکا وآلہ وجنسہ واہل بیتہ کل من یناسبہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام وہو الذی ادرک الاسلام اسلم اولا اور مرد کی آل اور جنس اور اہل بیت وہ شخص کہ جسکا نسب اوسکے اقصی والد کیطرف اسلام میں اور اقصی والد فی الاسلام وہ ہے جسنے ابتداے اسلام کو پایا خواہ اوسنے اسلام قبول کیا یا نکیا ہم ادراک اسلام کی قید اسواسطے لگائی کہ زمانہ جاہلیت لائق اعتبار کے نہیں اہل بیت میں مسلم اور کافر مرد اور عورت محرم اور غیر محرم قریب اور بعید اور والد اور ولد داخل ہیں لیکن والد اقصی اور اولاد بنات اور اخوات اور انکے سوا اور عورتونکی اولاد اہل بیت میں داخل نہیں مگر جب کہ اونکی شوہر واقف کے بنی اعمام سے ہوں کذا فی العالمگیریہ عن الظہیریہ وقرابتہ وارحامہ وانسابہ کل من یناسبہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام من قبل ابویہ سوی ابویہ وولدہ لصلبہ فانہم لا یسمون قرابۃ اتفاقا وکذا من علا منہما وسفل عندہما خلافا لمحمد فعدہم منہا اور مرد کی قرابت اور ارحام اور انساب وہ لوگ ہیں جو اوسکے ہم نسب ہوں اوسکے اقصی والد تک اسلام میں اوسکے ماں باپ کیطرف سے اوسکے والدین اور ولد صلبی کے سوا کہ اونکو قرابت نہیں کہتے باتفاق شیخین اور محمد کے اور اسیطرح جو والدین سے اوپر ہو چنانچہ اجداد اور جدات یا جو ولد صلبی سے نیچے ہو چنانچہ پوتا پوتی ناتی ناتن اوسکو بھی قرابت نہیں کہتے شیخین کے نزدیک بخلاف محمد کے کہ اونہونے اونکو بھی قرابت میں شمار کیا ہے ہم انسان کی عیال اور حشم وہ لوگ ہیں جو اوسکے نفقہ میں ہوں خواہ اوسکے گھر میں ہوں یا نہوں کذا فی العالمگیریۃ وان قید بفقرائہم یعتبر الفقر وقت وجود الغلۃ اور اگر واقف نے وقف کو اہل قرابت کے فقیروں کے ساتھ مقید کیا تو محتاجی وجود غلہ کی وقت معتبر ہوگی یعنی مستحق غلہ وہ ہوگا جو اوسدن محتاج ہو جب غلہ پایا گیا یہ قول ہے ہلال رحمۃ اللہ علیہ کا وہو المجوز لاخذ الزکوۃ اور فقیر سے مراد وہ ہے جو زکوۃ لینے کا مجوز ہو ہم جسکو زکوۃ لینا درست ہو وہ فقیر ہے باب وقف میں قاضیخان میں ہے کہ جسکے پاس حاجت سے زیادہ اسباب یا کپڑے اتنے ہوں جنکی قیمت دوسو درہم ہو وہ غنی ہے اوسکو زکوۃ وقف لینا حلال نہیں کذا فی العالمگیریۃ فان تاخر صرفہا سنین لعارض فافتقر الغنی واستغنی الفقیر یشارک المفتقر وقت القسمة

الفقیر وقت وجود الغلۃ لان الصلات انما تملک حقیقۃ بالقبض وطرو الغنی والموت لا یبطل الاستحقاق ہو اگر وقت مقرر مین تاخیر ہو گئی چند سال کسی وجہ سے سو غنی محتاج ہو گیا اور محتاج غنی ہو گیا تو مشارکہ ہوگا وہ غنی جو فقیر ہو گیا وقت قسمت کے اسکا جو فقیر ہو گیا وقت وجود غلہ کے اسواسطے کہ صلات تو مملوک نہین ہوتی مگر قبض سے اور طاری ہونا الداری اور موت کا مبطل اوس حق کا نہین جسکا وہ مستحق ہو چکا ھم غنی کا فقیر ہونا اسطرح ہو کہ گواہون نے گواہی دی کہ وہ محتاج ہو گیا قبل پیدا ہونے غلہ کے اور فقیر مستغنی ہوا بعد آنے غلہ کے اور اپنا حصہ لینے سے پہلے اور غلہ کے وقت وہ فقیر ہی تہا کذا فی العالمگیریہ اور یہان سوال وارد ہوا ہوا کہ وقف تو فقیر ون کا حق ہو تو چاہیے کہ اس غنی کو نہ ملے شارح نے جواب دیا کہ وقف مذکور فقیرون کا حق نہین ہو گیا اسواسطے کہ صلہ مملوک نہین ہوتا مگر قبض سے واما من ولد منهم بعد مضی نصف حول بعد مجئ الغلۃ فلا حظ له لعدم احتیاجه فکان بمنزلۃ الغنی وقیل یستحق لان الفقیر من لا شئ له والحمل لا شئ له اور وقف مذکور مین جو اہل قرابت مین لڑکا پیدا ہو کمتر چہ مہینے کے مدت مین غلہ آنیکے بعد تو اوسکا حصہ نہین بسبب اوسکی عدم احتیاج کے تو وہ بمنزلہ غنی کے ہوگا تو صلات مستقبلہ کا مستحق ہوگا اور قول ضعیف یہ ہو کہ وہ مستحق ہوگا اسواسطے کہ فقیر وہ ہو جو کسی چیز کا مالک نہو اور حمل کسی چیز کا مالک نہین ھم یہہ ایک قول ہو فقیر کی تعریف مین اور قول معتمد یہہ ہو کہ فقیر وہ ہو جو بقدر نصاب کے مالک نہو ولو قید بصلحاء ھم او بالاقرب فالاقرب او فالاحوج او من جاور مکۃ منهم او من سکن مصر تقید الاستحقاق به عملا بشرطه اور اگر وقف نے اہل قرابت کو صالحین کے ساتہہ مقید کیا یا اقرب فالاقرب یا احوج فالاحوج کی قید لگائی یا جو شخص اوسکا مجاور رہے یا جو مصر مین مثلا سکونت رکہے تو استحقاق وقف کا قید مخصوص کے ساتہہ مقید ہوگا بنظر عمل کرنے اوسکی شرط کے ھم اہل صلاح وہ ہے جو مستور مستقیم الطریقۃ سلیم الناحیۃ کامن الاذی قلیل الشر نہ متہتک نہ صاحب ریبۃ ہوتا قذاف محصنات نہ معروف بالکذب اور اہل عفاف اور اہل خیر اور اہل الفضل اور اہل صلاح برابر ہین کذا فی العالمگیریۃ عن الحاوی وتمامه فی الاسعاف ومن احوجه حوادث زمانه الی ملخص من مسائل الوقف فعلیه بالکتاب المخصوص بالاحکام الاوقاف الملخص من کتاب ھلال والخصاف کذا فی البرهان فی شرح مواهب الرحمن للشیخ ابراهیم بن موسی بن ابی بکر الطرابلسی الحنفی نزیل القاهرۃ بعد دمشق المتوفی فی اوائل القرن العاشر سنۃ اثنتین وعشرین وتسعمائۃ وهو ایضا صاحب الاسعاف اور پورا بیان مسائل مذکورہ کا اسعاف مین ہو اور جس مفتی اور عالم کو مسائل خفیہ اوقاف کیطرف حوادث زمانہ محتاج کرین تو اوسپر مطالعہ اس کتاب کا لازم ہو جو احکام اوقاف کے ساتہہ مخصوص ہو اور کتاب ہلال اور کتاب خصاف کا خلاصہ ہو اسیطرح مذکور ہو برہان شرح مواہب الرحمن مین جو تصنیف ابراہیم بن موسی بن ابی بکر طرابلسی حنفی کی جو اقامت پذیر تہے مصر کے بعد دمشق کے جنکی وفات ہوئی قرن عاشر کی ابتدا مین نو سو بائیس ہجری مین اور وہی صاحب اسعاف کے بھی مصنف ہین ھم یہان تک قریب تمام اوقاف مذکور ہو چکے اب آگے مسائل اختلاف شہادات وغیرہ مذکور ہوتے ہین واللہ اعلم شارح رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل مذکورہ کو بے محل یہان ذکر کیا اور بتکلف ذکر کے مناسبت کو ثابت کرنا خالی دقت سے نہین بہرحال مترجم بیچارہ ترجمہ مسائل مذکورہ مین تابع ہو شارح کا **قوله الاشباه**

اختلاف الشاهدین مانع الا فی احدی واربعین یہہ قول ہو اشباہ کا کہ اختلاف دو گواہون کا مانع ہو قبول ہونے شہادت کا مگر اکتالیس مسائل مین مانع نہین ھم یعنے جسمین تعدد شہادت کا شرط ہو اسمین اختلاف مانع ہو اسواسطے کہ ہر شاہد دوسرے کا مکذب ہو اور مدعی ایک شاہد کا مکذب ہو اور ثابت کرنا چاہیے کہ مطابق کلام شاہدین مین لفظا اور معنی ضرور ہو اسطرح پر کہ دونون کا لفظ معنی واحد پر بالوضع بطریق دلالت مطابقی کے دلالت کرے نہ بطریق تضمن کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک اتفاق کا اعتبار ہو جسپر دونون شاہدون نے اتفاق کیا تو اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی تو امام کے نزدیک گواہی مردود ہو اسواسطے کہ اول بطریق تضمن دلالت کرنا امام کے نزدیک معتبر نہین لیکن صاحبین کی نزدیک ہزار پر گواہی مقبول ہو جب کہ اکثر کا مدعی دعوی کرتا ہو اسواسطے کہ ہزار پر دونون نے اتفاق کیا ہو اور اگر مدعی نے اقل کا دعوی کیا تو صاحبین کے نزدیک گواہی مردود ہو اسواسطے کہ مدعی اکثر کے شاہد کا مکذب ہو اور صحیح صاحبین کا قول ہو کذا فی الفتح عن ابی السعود شارح کو مناسب تہا کہ بجاے الا فی احدی واربعین کے الا فی اثنین واربعین کہتا تا کہ تفصیل آیندہ کے مطابق ہوتا اسواسطے کہ بیالیس صورتین مستثنی مذکور ہین وقال فی زواهر الجواهر حاشیتها للشیخ صالح ابن المصنف قد ذکر فی الشرح المحال علیه مسائل لا یضر فیها اختلاف الشاهدین وانا اذکرها مسرودۃ فاقول الاول شهد احدهما ان علیه الف درهم وشهد الاخر انه اقر بالف درهم تقبل شیخ صالح بن مصنف نے زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ

نوا قنطا ہرین کہا البتہ مصنف اشباہ نے اوس شرح مین جسپر حوالہ کیا ہے یعنی بحر الرائق مین چند مسائل کو ذکر کیا ہے جسمین اختلاف شاہدین مضر نہین اور مین اون مسائل
کو شمار کرکے بلا دلیل ذکر کرتا ہون سو گنتا ہون پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ایک شاہد نے گواہی دی کہ مدعا علیہ پر ہزار درم ہین اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے ہزار
درم کا اقرار کیا تو گواہی مقبول ہے الثانیۃ ادعی کرحنطۃ جیدۃ فشھد احدھما بالجودۃ والاخر بالردیۃ تقبل بالردیۃ ویقضی بالاقل ۲ دعوی کیا
مدعی نے بقدر کر کے کہری گیہون کا تو ایک نے کہری ہونیکی گواہی دی اور دوسرے گواہ نے ناقص گیہون ہونیکی گواہی دی تو ناقص کی گواہی مقبول ہوگی اور اقل پر حکم
ہوگا م کُر بضم اول و تشدید ثانی پیمانہ کا نام ہے الثالثۃ ادعی مأۃ دینار فقال احدھما نیسابوریۃ والاخر بخاریۃ والمدعی یدعی نیسابوریۃ یقضی بالبخاریۃ بالاتفاق ۳ دعوی
کیا سو دینار کا تو ایک گواہ نے کہا کہ نیشاپوری دینار تھے اور دوسرے نے کہا بخاری دینار تھے اور مدعی نیشاپوری کا دعوی کرتا ہے اور وہی کہری ہین تو دینار بخاری کا حکم
ہوگا بالاتفاق الرابعۃ لو اختلفا فی الھبۃ والعطیۃ ۴ اگر دونو اختلاف کرین ہبہ اور عطیہ مین الخامس لو اختلفا فی لفظ النکاح والتزویج ۵ اگر خلاف
کرین نکاح اور تزوج کے لفظ مین م بحر الرائق مین کہا کہ تطابق لفظی مین یہ شرط نہین کہ وہی بعینہ لفظ مذکور ہو بلکہ بالعینہ یا اوسکے مرادف تو ہبہ اور عطیہ کا اختلاف
یا نکاح اور تزویج کا اختلاف مانع قبول کا نہین انتہی مولف نے کہا تو اب استثنا کی حاجت نہین کیونکہ واقع مین یہان اختلاف ہی نہین السادسۃ شھد احدھما
انہ جعلھا صدقۃ موقوفۃ ابدا علی ان لزید ثلث غلتھا ویشھد الاخر ان لزید نصفھا تقبل علی الثلث ۶ ایک نے گواہی دی کہ وقف نے
زمین کو صدقہ موقوفہ دائمی کیا ہے اس شرط پر کہ زید کو اوسکا تہائی غلہ ملے اور دوسرا گواہی دیتا ہے کہ زید کو اوسکا نصف غلہ ملے تو گواہی تہائی پر مقبول ہوگی م
اور یہی اگر ایک کل کی گواہی دے اور دوسرا نصف کی تو نصف متفق علیہ پر حکم ہوگا بشرطیکہ مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو السابعۃ انہ باع بیع الوفاء فشھد
احدھما بہ والاخر ان المشتری اقر بذلک تقبل ۷ مدعی نے دعوی کیا کہ اوس نے بیع الوفا کی بیع کی تو ایک گواہ نے اسکو موافق گواہی دی اور دوسرے نے
کہا کہ مشتری نے بیع الوفا کا اقرار کیا تو مقبول ہے م بیع الوفا یا بیع کی کچھ خصوصیت نہین بلکہ ہر قول کا یہی حکم ہے بخلاف فعل کے اور نکاح فعل مین داخل ہے
کذا فی الحلبی عن البحر الثامنۃ شھد احدھما انھا جاریتہ والاخر انھا کانت لہ تقبل ۸ ایک نے گواہی دی کہ وہ اسکی لونڈی ہے اور دوسرے نے کہا یہ اسکی لونڈی تھی تو مقبول
التاسعۃ ادعی الفا مطلقا فشھد احدھما علی اقرارہ بالف قرض والاخر بالف ودیعۃ تقبل ۹ دعوی کیا مطلق ہزار کا بلا قید قرض یا ودیعت کے
سو ایک نے گواہی دی مدعا علیہ کے اقرار پر قرض کی اور دوسرے نے ہزار امانت کی تو مقبول ہے العاشرۃ ادعی الابراء فشھد احدھما بہ والاخر انہ وھبہ
او تصدق علیہ او حللہ جاز ۱۰ دعوی کیا ابراء دین کا تو ایک نے اسکی گواہی دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ دائن نے مدیون کو دین ہبہ کر دیا یا
خیرات کیا یا اوسکو چہوڑ دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ ہبہ کرنا اور تصدق کرنا اور تحلیل دین ابرا مین داخل ہے الحادیۃ عشرۃ ادعی الھبۃ فشھد احدھما
بالبراءۃ والاخر بالھبۃ او التحللہ جاز ۱۱ دعوی کیا ہبہ کا یعنی دائن نے اوسکو دین ہبہ کر دیا سو ایک نے برات کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا تحلیل کی
تو جائز ہے الثانیۃ عشرۃ ادعی الکفیل الھبۃ فشھد احدھما بھا والاخر بالابراء جاز وثبت الابراء ۱۲ دعوی کیا ضامن نے ہبہ کا یعنی مدیون اصیل
کو دائن نے دین ہبہ کر دیا تو ایک نے اسکو موافق گواہی دی اور دوسرے نے ابراکی تو جائز ہے اور ابرا ثابت ہوگا اور ضامن بطل ہو جاویگی الثالثۃ عشرۃ شھد احدھما علی اقرارہ انہ اخذ منہ العبد والاخر علی اقرارہ
بانہ اودع منہ ھذا العبد تقبل ۱۳ ایک نے گواہی دی مدعا علیہ کے اقرار پر کہ اوس نے مدعی سے غلام لیا ہے اور دوسرے نے اوسکے اس اقرار پر کہ اوس نے مدعی کا
غلام بطور ودیعت کے رکہا تو گواہی مقبول ہوگی م صورت اسکی یہ ہے ایک مرد نے غلام کا دعوی کیا جو دوسرے مرد کے پاس ہے سو مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعی نے شہادت
مذکورہ ثابت کی تو مدعی غلام کو پاویگا اور اسیطرح ہے مسئلہ آیندہ الرابعۃ عشرۃ شھد احدھما انہ غصبہ منہ والاخر ان فلانا اودع منہ ھذا العبد یقضی
للمدعی ۱۴ ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے مدعی سے غلام کو غصب کیا ہے اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ فلانے نے اوسکا غلام بطور ودیعت کے رکہا ہے تو مدعی کیواسطے حکم ہوگا
الخامسۃ عشرۃ شھد احدھما انھا ولدت منہ والاخر انھا حبلت منہ تقبل ۱۵ ایک نے گواہی دی کہ عورت اوسکا لڑکا جنی اور دوسرے نے یہ کہ وہ
اوس سے حاملہ ہوئی تو مقبول ہوگی م صورت اوسکی یہ ہے کہ زوج نے زوجہ کی طلاق اوسکی ولادت پر معلق کی پھر گواہون نے شہادت مذکورہ دی تو طلاق واقع ہوگی
اسواسطے کہ حمل کو غالبا ولادت لازم ہے تو گویا اوس نے ولادت کی گواہی دی السادسۃ عشرۃ شھد احدھما انہ اقر ان الدار لہ والاخر انہ سکن فیھا تقبل ۱۶

ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ گھر مدعی کا ہے اور دوسرے نے یہ کہ مدعی اوسمین ساکن تھا تو مقبول ہوگی ہم ہر چند سکونت باجارہ و باعارہ بھی ہوتی ہے لیکن ملک
اوسمین اصل ہے لہذا گواہی مقبول ہوگی علی الخصوص کہ دوسرے کی شہادت سے ملک کی تائید ہوگئی السابعۃ عشرۃ شھد احدھما انھا ولدت منہ ذکرا وقال الآخر
انثی تقبل ۱۷ ایک نے گواہی دی کہ زوجہ نے لڑکا جنی اور دوسرے نے کہا کہ اوسکی لڑکی جنی تو مقبول ہے ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ طلاق اوسکی معلق ولادت پر معلق
ہوئی تھی الثامنۃ عشرۃ انکر اذن عبدہ فشھد احدھما علی اذنہ فی الثیاب والآخر فی الطعام تقبل ۱۸ مولی نے انکار کیا اپنے غلام کو تجارت کے
اذن دینے کا تو ایک نے گواہی دی کپڑون کی تجارت کا اذن کی اور دوسرے نے طعام کی تجارت کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اسواسطے کہ ایک قسم مین اذن دینا جمیع
انواع کو شامل ہوتا ہے کذا فی باب الاذن التاسعۃ عشرۃ اختلف شاھدا الاقرار بالمال فی کونہ اقر بالعربیۃ او بالفارسیۃ تقبل بخلافہ فی الطلاق
۱۹ اختلاف کیا اقرار مال کے دو شاہدون نے کہ اوسنے عربی زبان مین اقرار کیا یا فارسی مین تو مقبول ہوگی بخلاف طلاق کے کہ اوسمین مقبول نہوگی یعنی اسواسطے کہ اقرار
مین اتفاق معنوی کافی ہے بخلاف طلاق کے العشرون شھد احدھما انہ قال لعبدہ انت حر والآخر انہ قال آزادی تقبل ۲۰ ایک نے گواہی دی کہ
مولی نے اپنے غلام سے عربی مین کہا کہ انت حر یعنی تو آزاد ہے اور دوسرے نے کہا فارسی مین آزادی یعنی تو آزاد ہے تو مقبول ہے الحادیۃ والعشرون قال لامرأتہ
ان کلمت فلانا فانت طالق فشھد احدھما انھا کلمتہ غدوۃ والآخر عشیۃ طلقت ۲۱ زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو فلانے سے بات کریگی تو تو طالق
ہے سو ایک نے گواہی دی کہ اوسنے اوس سے اول روز بات کی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوس سے آخر روز بات کی تو وہ مطلقہ ہوگی الثانیۃ والعشرون ان
طلقتک فعبدی حر فقال احدھما طلقھا الیوم والآخر انہ طلقھا امس یقع الطلاق والعتاق ۲۲ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجھکو طلاق دون تو
میرا غلام آزاد ہے سو ایک نے گواہی دی کہ اوسنے آج کے دن اوسکو طلاق دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوسکو کل طلاق دی تو طلاق اور عتاق واقع ہوگی ہم
اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین مقصود ملحوظ ہے یعنی حصول شرط قطع نظر زمان سے الثالثۃ والعشرون شھد احدھما انہ طلقھا ثلثا البتۃ والآخر
انہ طلقھا ثنتین البتۃ یقضی بطلقتین ویملک الرجعۃ ۲۳ ایک نے گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو تین طلاق البتہ دی اور دوسرے نے گواہی
دی کہ دو طلاق البتہ دی تو دو طلاق کا حکم ہوگا اور زوج رجعت کا مالک ہوگا ہم اگر لفظ البتہ کا شہادت سے متعلق ہے نہ طلاق سے تو رجعت بلا کلفت ثابت ہے اور اگر
طلاق سے متعلق ہو تو ملک رجعت سے مراد یہ ہے کہ اعادہ نکاح کا مالک ہے بعقد جدید اسواسطے کہ طلاق بائن کے بعد اعادہ عقد جائز ہے الرابعۃ والعشرون شھد
احدھما انہ اعتق بالعربیۃ والآخر بالفارسیۃ تقبل ۲۴ ایک نے گواہی دی کہ مولی نے عربی زبان مین غلام کو آزاد کیا اور دوسرے نے کہا فارسی مین
تو مقبول ہے ہم یعنی شاہد نے عربی فارسی مین گواہی دی اور شاہد نے یہ نہین کہا کہ مولی نے صریح آزاد کہا تو یہ مسئلہ بیسوین مسئلہ کے ساتھ مکرر نہوا کہ اوسمین
قول مولی کا عربی فارسی مین مذکور ہے الخامسۃ والعشرون اختلفا فی مقدار المھر یقضی بالاقل ۲۵ شاہدون نے اختلاف کیا مقدار مہر مین تو
اقل مہر پر حکم ہوگا ہم علماء نے کہا جامع الفصولین مین مذکور ہے کہ شاہدون نے بیع اور اجارہ اور طلاق اور عتاق کی گواہی دی بعوض مال کے اور مختلف ہوئے
مقدار مال مین تو گواہی مقبول نہین مگر نکاح مین مقبول ہے اور مہر مین مثل کیطرف رجوع ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ نکاح مین بھی مقبول نہین انتہی تو اقل پر حکم
کرنا اسکو منافی ہے السادسۃ والعشرون شھد احدھما انہ وکلہ بخصومۃ مع فلان فی دار بعینھا وشھد الآخر انہ وکلہ بالخصومۃ فیھا
وفی شیء آخر تقبل فی دار اجتمعا علیھا ۲۶ گواہی دی ایک نے کہ فلانے نے فلانے کو فلانے کے ساتھ خصومت کرنیکا وکیل کیا ہے اوس گھر مین جسکا وکیل نے
نام لیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوسنے اوسکو خصومت کا وکیل کیا ہے اوسی گھر کی خصومت مین اور دوسری چیز کی خصومت مین بھی تو گواہی مقبول
ہوگی اوس گھر کی وکالت مین جسپر دونون شاہد متفق ہوئے السابعۃ والعشرون شھد احدھما انہ وقفہ فی صحتہ والآخر بانہ وقفہ فی مرضہ
قبلت ۲۷ ایک نے گواہی دی کہ واقف نے اسکو وقف کیا اپنی صحت مین اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اسکو اپنے مرض مین وقف کیا تو وہ مقبول ہے ہم
علماء نے کہا لیکن اسکی تصریح نہوئی کہ وقف کل مین ہوگا یا ثلث مین اگر اوسکا اوتنا ہی مال ہے اور ظاہر ثلث ہی مال معلوم ہوتا ہے مگر اسکو نقل سے ثابت کرنا چاہئے
الثامنۃ والعشرون لو شھد شاھد انہ اوصی الیہ یوم الخمیس والآخر یوم الجمعۃ جازت ۲۸ اگر ایک شاہد نے گواہی دی کہ زید نے خالد کو

مثلاً وصی کیا پنجشنبہ کے دن اور دوسرے نے کہا جمعہ کے دن تو جائز ہے التاسعة والعشرون ادّعی مالاً فشهد احدهما ان المحتال علیه احال غریمه بهذا
وشهد الآخر انه كفل عن غریمه بهذا المال تقبل ۲۹ مدعی نے دعویٰ کیا مال کا سو ایک گواہ نے گواہی دی کہ محتال علیہ نے اوسکو واسطے اپنے قرضدار کے مال اوتارا اور دوسرے
نے گواہی دی کہ مدعی علیہ مدعی کے مدیون کا ضامن ہوا بوا سطے اس مال کے تو گواہی مقبول ہے م غریم یعنی دائن اور مدیون دونوں کو بولا جاتا ہے سو یہان
غریم اول یعنی دائن ہے اور غریم ثانی یعنی مدیون ہے اور محتال علیہ وہ ہے جسپر کوئی مال حوالہ کرے یعنی اوتارے اور وہ قبول کرلے صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ زید نے
خالد پر مال کا دعویٰ کیا سو خالد نے انکار کیا زید نے دو شاہد گذرانے ایک شاہد نے یہہ گواہی دی کہ خالد محتال علیہ ہے یعنی خالد کے دائن نے زید کا حوالہ خالد پر کیا یعنے
جو اوسکا دین خالد پر ہے وہ زید کو دلا یا اور دوسرے نے گواہی دی کہ خالد ضامن ہوا ہے مدیون زید کا خلاصہ یہہ ہے کہ مال خالد پر بہر صورت ہے لیکن ایک شاہد نے
کہا کہ اوسپر مال بطریق احالہ ہے اور دوسرے نے کہا بطریق ضمانت ہے اور یہہ صورت شیخ صالح کے کلام مین آگے آویگی گر اوسنے کہا ہے کہ حکم ضمانت پر ہوگا اوسلئے
کہ وہ اقل ہے کذا فی الطحطاوی الثلثون شهد احدهما انه باعه كذا الشهر وشهد الآخر بالبيع ولم يذكر الاجل تقبل ۳۰ ایک نے گواہی دی کہ اسنے
اسکو بیچا ایک مہینہ کی مدت پر اور دوسرے نے بیع کی گواہی بلا ذکر مدت دی تو مقبول ہے الحادیة والثلثون شهد احدهما انه باعه بشرط الخيار
ثلثة ايام ولم يذكر الآخر الخيار تقبل فيهما ۳۱ ایک نے گواہی دی کہ اوس نے بیع کی بشرط خیار تین دن کے اور دوسرے نے خیار کو نہ ذکر کیا تو دونو
مین مقبول ہے الثانية والثلثون شهد واحد انه وكله بالخصومة في هذه الدار عند قاضي الكوفة والآخر عند قاضي البصرة جازت شهادتهما ۳۲ ایک نے گواہی
دی کہ مدعی کو اس گھر کی خصومت بین وکیل کیا قاضی کوفہ کے سامنے اور دوسرے نے کہا کہ قاضی بصرہ کے سامنے تو دونو کی گواہی جائز ہے الثالثة والثلثون
شهد انه وكله بالقبض والآخر انه جرّاه تقبل ۳۳ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کرنیکا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اوسکو مسلط کیا تو
مقبول ہے م قوله جرّاه من التجرية بمعنى التسليط كذا في الحلبي الرابعة والثلثون شهد احدهما انه وكله بقبضه والآخر انه سلطه على قبضه تقبل
۳۴ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اوسکو قبض کرنے پر مسلط کیا م یہہ صورت اور صورت سابقہ یکسان ہے فقط لفظ
کا فرق ہے الخامسة والثلثون شهد احدهما انه وكله بقبضه والآخر انه اوصى له بقبضه في حيوته تقبل ۳۵ ایک نے گواہی دی کہ
اوسکو اوسنے اوسکو قبض کرنیکا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اوسنے اوسکو اپنی زندگی مین اوسکو قبض کرنیکی وصیت کی تو مقبول ہے م موصی الیہ بالقبض
بمنزلہ وکیل کے ہے حقیقۃً وکیل نہین اسواسطے کہ وکالت موت سے باطل ہوجاتی ہے السادسة والثلثون شهد احدهما انه وكله بطلب دينه والآخر
بتقاضيه تقبل ۳۶ ایک نے گواہی دی کہ اوسنے اوسکو وکیل کیا اپنے دین کے طلب کرنے میں اور دوسرے نے کہا کہ دین کے تقاضا کرنیکے واسطے وکیل کیا تو مقبول ہے السابعة
والثلثون شهد احدهما انه وكله بقبضه والآخر بطلبه تقبل ۳۷ ایک نے گواہی دی کہ اوسنے اوسکو وکیل کیا اوسکو قبض کرنیکے واسطے اور دوسرے نے
کہا اوسکو طلب کرنیکے واسطے تو مقبول ہے الثامنة والثلثون شهد احدهما انه وكله بقبضه والآخر انه امره باخذه او ارسله لياخذه تقبل ۳۸
ایک نے گواہی دی کہ اوسنے اوسکو اوسکے قبض کرنیکا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اوسنے اوسکو اوسکے لینے کا امر کیا یا اوسکو بھیجا تا اوسکو لے تو مقبول ہے التاسعة
الثلثون اختلفا في زمن اقراره في الوقف تقبل ۳۹ دو نو شاہد اپنے اختلاف کیا وقف کے زمانہ اقرار فی الوقف مین م اسمین قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ مشہود بہ
اگر قول محض ہے تو اختلاف زمانی یا مکانی قبول شہادت کا مانع نہین بسبب ممکن ہونے اعادہ اور تکرار کے قول مین اور اگر فعل محض ہے جیسا کہ غصب یا قول ملحق بفعل ہے جیسا کہ
نکاح تو اوسمین اختلاف زمان یا مکان کا مانع ہے قبول کا نکاح اگرچہ قول ہے لیکن حضور شاہدین اوسکی شرط ہے اور وہ فعل ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیة الاربعون
اختلفا في مكان اقراره به تقبل ۴۰ شاہدون نے اختلاف کیا وقف کے مکان اقرار مین تو مقبول ہے الحادية والاربعون اختلفا في وقفه في صحته او في مرضه تقبل
۴۱ گواہون نے اختلاف کیا وقف کرنے مین اوسکی صحت مین یا اوسکی مرض مین م یہہ مسئلہ ستائیسوین مسئلہ کے ساتھ مکرر ہو گیا الثانية والاربعون
شهد احدهما بوقفه على زيد والآخر على عمرو بكون وقفا على الفقراء ۴۲ ایک شاہد نے گواہی دی وقف کی وقف کرنیکی زید پر اور دوسرے
نے عمرو پر تو مقبول ہے اور یہہ وقف فقیرون پر ہوگا انتہی کلام البحر قلت وزدت بفضل الله على ما ذكره المصنف مسائل منها لو اختلفا في تاريخ الرهن بان

شهد احدهما انه رهن یوم الخمیس والاخر یوم الجمعة ثم عندهما خلافاً لمحمد جواهر الفتاوی شیخ سالم کہا میں کہتا ہوں اور جو مسائل مصنف اشباہ او ربحر الرائق نے
مذکور کئے اونپر میں نے چند مسائل زیادہ کئے یعنی تیرہ مسئلے از انجملہ یہ ہے کہ شاہدوں نے تاریخ رہن میں اختلاف کیا سوا ایک نے گواہی دی کہ راہن نے پنجشنبہ کے دن رہن رکھا اور دوسرے نے
کہا جمعہ کے دن تو گواہی شیخین کے نزدیک مسموع ہے بخلاف محمدؒ کے کذا فی جواہر الفتاوی ومنها لو اتفق الشاهدان علی الاقرار بمال واحد واختلفا فقال احدهما
کنا جمیعاً فی مکان کذا وقال الاخر کنا فی مکان کذا تقبل اھ از انجملہ یہ کہ اگر شاہدوں نے ایک شخص کے اقرار مال پر اتفاق کیا اور مکان میں اختلاف کیا سو ایک شاہد نے
کہا کہ ہم سب ایسے مکان میں تھے اور دوسرے نے کہا کہ ہم فلانے مکان میں تھے تو مقبول ہے مترجم حلبی نے لکھا یہ کہ ہر چالیسویں صورت کی ساتھ ملا دے نے کہا اگر دونوں میں فرق ہے
اسواسطے کہ چالیسویں وقف کے اقرار میں ہوا اور یہ مال کے اقرار میں علاوہ اسکے ان شاہدوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم سب تھے سو تامل کرو اور اسکا مابعد سینتیسویں صورت کے ساتھ ملحق
ہو جائیگا ومنها لو قال احدهما والمسئلة بحالها کان ذلك بالغداة وقال الاخر کان ذلك بالعشی تقبل وهما فی الولوالجیه اھ از انجملہ یہ کہ اگر ایک
نے کہا اور حالانکہ مسئلہ سابقہ بحال خود ہے یعنی مال کا اقرار متفق علیہ ہے یوں کہا کہ یہ اقرار اول روز تھا اور دوسرے نے کہا آخر روز تھا تو مقبول ہے اور یہ دونو صورتیں ولوالجیہ
میں مذکور ہیں ومنها شهدا علی رجل انه طلق امرأته واحدهما یقول انه عنی منکوحته بنت فلان والاخر یقول ما عیّنها الی الحکم وانما شهد ان
المرأة التی کانت له سوی ابنة فلان قد طلقها واخرجها من داره قبل هذا التطلیق قال فخر الدین اذا شهدا علی الطلاق الا انه عیّن احدهما
المرأة وذکرها باسمها ولم یعیّن الاخر التی هی فی نکاحه ولیس فی نکاحه غیرها الا واحدة تصح الشهادة وهی فی جواهر الفتاوی اھ از انجملہ یہ
کہ دو شاہدوں نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اوس نے اپنی زوجہ کو اور ایک کہتا ہے کہ زوج نے اپنی یعنی منکوحہ زید کی بیٹی کو مثلاً طلاق دی اور دوسرا شاہد کہتا ہے
کہ وہ مطلقہ بعینہا نہیں میں مقرر جانتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ جو عورت کہ زوج کی تھی زید کی بیٹی کے سوا اوسکو اوس نے طلاق دی اور سوا اوسکو یعنی زید کی بیٹی
کو تو اوس نے اپنے گھر سے نکال دیا قبل اس تطلیق کے یعنی جسمیں ایک شاہد تعیین کرتا ہے کذا فی الملتقط فخر الدین نے کہا جب کہ دونو کی طلاق پر گواہی دی مگر یہ کہ ایک
شاہد نے عورت مطلقہ کی تعیین کی اور اوسکا نام مذکور کیا اور دوسرے شاہد نے اوس عورت کو جو اوسکے نکاح میں تھی علی التعیین ذکر نہ کیا اور حالانکہ زوج کے
نکاح میں نہیں سوا ایک عورت کے تو شہادت صحیح ہو گی یعنی اسواسطے کہ صاف معلوم ہو گیا کہ مطلقہ زید ہی کی بیٹی ہے اور یہ مسئلہ جواہر الفتاوی میں ہے ومنها
ادعی ملك داره فشهد له احدهما انها له او قال ملکه وشهد الاخر انها کانت ملکه تقبل منیة المفتی اھ از انجملہ یہ کہ ایک شخص نے اپنے گھر کی ملک کا
دعویٰ کیا تو ایک گواہ نے گواہی دی کہ وہ گھر اوسیکا ہے یا یوں بولا کہ اوسکا مملوک ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ وہ گھر اوسکا مملوک تھا تو مقبول ہے کذا فی المنیة
المفتی مترجم جب زمان گذشتہ میں اوسکا مملوک ٹھہرا تو اصل یہ ہے کہ بطور سابق اوسیکا مملوک رہیگا اوس وقت تک کہ ناقل شرعی اوسکو نقل کرے ومنها ادعی الفین او
الفا وخمسمائة فشهد احدهما بالالف واخر بالفین وخمسمائة قضی له بالالف اجماعاً منیه اھ از انجملہ یہ کہ دعویٰ کیا دو ہزار کا یا ایک ہزار اور پانسو
کا تو ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ایک ہزار اور پانسو کی گواہی دی تو ہزار کا حکم بالاجماع ہو گا کذا فی منیة المفتی اسواسطے کہ ہر شاہد نے ہزار کا لفظ
صراحةً ذکر کیا بخلاف ایکہزار اور دو ہزار کے گواہی کے اسواسطے کہ ہزار دو ہزار میں تضمناً داخل ہیں نہ صراحةً اور معلوم ہو چکا کہ مفتی بہ صاحبین کا قول ہے کذا فی
الملتقط ومنها لو شهدا ان له علی هذا الرجل الف درهم وشهد احدهما انه قد قضاه المطلوب منها خمسمائة والطالب ینکر ذلك فانه
شهادتهما علی الالف مقبولة ولوالجیه اھ از انجملہ یہ کہ دونو شاہدوں نے بالاتفاق اسکی گواہی دی کہ مدعی کے اس مرد پر ہزار درم ہیں اور ایک نے یہ گواہی
دی کہ دراہم مطلوبہ میں سے مدعا علیہ نے پانسو درم ادا کئے ہیں اور طالب اسکا منکر ہے تو اس گواہ کی گواہی ہزار پر مقبول ہے کذا فی الولوالجیہ یعنی مدعا علیہ کو چاہئے کہ
دوسرا گواہ پانسو کے ادا کرنے پر قائم کرے ومنها ادعی جاریة فی ید رجل وجاء بشاهدین فشهد احدهما انها جاریته غصبها منه وشهد الاخر
انها جاریته ولم یقل غصبها منه قبلت الشهادة مجمع الفتاوی اھ از انجملہ یہ کہ مدعی نے دعویٰ کیا ایک لونڈی کا ایک مرد کے ہاتھ میں اور مدعی دو شاہد لایا سو ایک
شاہد نے گواہی دی کہ وہ لونڈی مدعی کی لونڈی ہے مدعا علیہ نے اوس سے غصب کر لی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوسکی لونڈی ہے اور یہ نہ کہا کہ اوس نے اوس سے غصب
کر لی ہے تو شہادت مقبول ہے کذا فی مجمع الفتاوی اسواسطے کہ مطلق کا ہی مقید کے ساتھ مجتمع ہو جاتا ہے ومنها شهدا بسرقة بقرة واختلفا فی لونها تقبل عندهما خلافا

جامع الفصولین اور از انجملہ یہہ کہ شاہدون نے گائی کی چوری کی بالاتفاق گواہی دی اور اختلاف کیا اوسکے رنگ مین تو یہہ گواہی امام کے نزدیک مقبول ہے بخلاف
صاحبین کے کذا فی جامع الفصولین ومنها شهد احدهما بالكفالة والآخر بالحوالة تقبل في الكفالة لانها اقل جامع الفصولین اور از انجملہ یہہ کہ ایک
نے کفالت کی گواہی دی اور دوسرے نے حوالہ دین کی تو کفالت مین گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ ضامنی نسبت بحوالہ کمتر ہے کذا فی جامع الفصولین ھ یہہ صورت
ستائیسوین صورت کے ساتھ مکرر ہے ومنها شهد احدهما انه وكله بطلاقها وحدها وشهد الآخر انه وكله بطلاقها وطلاق فلانة الاخرى
فهو وكيل في طلاق التي اتفقا عليها وهي فيه ايضا اور از انجملہ یہہ کہ ایک نے گواہی دی کہ مثلا زید کو زوج نے فقط فلانی زوجہ کی طلاق کا وکیل کیا ہے
اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوسکی طلاق کا اور دوسری فلانی عورت کی بھی طلاق کا وکیل کیا ہے تو زید اوسی عورت کی طلاق مین وکیل ہوگا جس عورت پر دونوں شاہد
متفق ہوئے اور یہہ مسئلہ بھی جامع الفصولین مین ہے ومنها شهد بالوكالة وزاد احدهما انه عزله تقبل في الوكالة لا في العزل وهي فيه ايضا اور
از انجملہ یہہ کہ دو شاہدون نے وکالت کی گواہی دی اور ایک گواہ نے اتنا زیادہ کہا کہ وکیل مذکور کو معزول کیا وکالت سے تو شہادت وکالت مین مقبول
ہوگی نہ معزول کرنے مین اور یہہ مسئلہ بھی جامع الفصولین سے ہے ومنها ادعت ارضا شهد احدهما انها ملكها لان زوجها دفعها اليها عوضا
عن الاستيمان وشهد الآخر انها تملكها لان زوجها اقر انها ملكها تقبل لان كل بائع مقر بالملك لمشتريه فكانهما شهدا انه ملكها
اور از انجملہ یہہ کہ عورت نے ایک زمین کا دعوی کیا ایک شاہد نے گواہی دی کہ وہ زمین اوس عورت کی مملوک ہے اسواسطے کہ اوسکے زوج نے وہ زمین اوسکو
عوض مہر کے دی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوس زمین کی عورت ہی مالک ہے اسواسطے کہ اوسکے زوج نے اقرار کیا کہ زمین عورت کی مملوک ہے تو گواہی
مقبول ہے اسواسطے کہ ہر بائع اپنے مشتری کی ملک کا مقر ہے تو گویا دونوں شاہدون نے بالاتفاق گواہی دی کہ زوج نے عورت کو زمین کا مالک کیا ہے ھ
جب زوج نے زمین عوض مہر کی دی تو زوج بائع ٹھہرا اور استیمان عبارت ہے مہر سے کذا فی الطحطاوی وقيل ترد لانه لما شهد احدهما انه دفعها عوضا
وشهد بالعقد وشهد الآخر باقراره بالملك فاختلف المشهود به اما لو شهد احدهما ان زوجها دفعها عوضا والآخر باقراره انه دفعها
عوضا تقبل لاتفاقهما كما لو شهد احدهما بالبيع والآخر باقراره وهي في جامع الفصولين انتهى كلام الشيخ صالح ابن الشيخ محمد بن
عبد الله الغزي اور قول ضعیف مین شہادت مذکورہ مردود ہے اسواسطے کہ جب ایک گواہ نے اسکی گواہی دی کہ زوج نے زمین کو عوض مہر کے دیا اور عقد
معاوضہ کی گواہی دی اور دوسرے نے زوج کے اقرار بالملک کی گواہی دی تو مشہود بہ مختلف ہو گیا یعنی اس جہت سے کہ شاہد اول نے اقرار بالملک کی گواہی دی اور اگر ایک شاہد یون گواہی دیتا کہ اوسکے
زوج نے زمین عوض مہر کے دی اور دوسرا زوج کے اقرار پر یون گواہی دیتا کہ اوس نے زمین عوض دی تو مقبول ہوتی بسبب متفق ہونے دونو شاہد کے
چنانچہ ایک شاہد اگر گواہی دے بیع کی اور دوسرا گواہ بائع کے اقرار بیع پر گواہی دے تو مقبول ہے اور یہہ مسئلہ بھی جامع الفصولین مین ہے
تمام ہوچکا کلام شیخ صالح بن شیخ محمد بن عبد اللہ غزی کا في الاشباه السكوت كالنطق الا في مسائل عد منها سبعة وثلثين اشباه
مین ہے کہ سکوت نطق کی مثل ہے مگر چند مسائل مین شمار کیا ہے مسائل مذکورہ مین سے سینتیس ھ اولی یہہ تھا کہ شارح یون کہتا السكوت ليس كالنطق
الا في كذا چنانچہ اسیطرح ہے بعض نسخ در المختار مین اور یہہ نقل بالمعنی ہے اسواسطے کہ اشباہ کی عبارت یون ہے القاعدة الثانية عشر لا ينسب الى ساكت
قول ثم قال وخرج عن هذه القاعدة مسائل كثيرة يكون السكوت فيها كالنطق كذا في الطحطاوی اور مترجم نے ۳۷ مسائل کو کتاب النکاح کے باب الاولیاء
مین مفصل ذکر کیا ہے قلت وزاد في تنوير البصائر مسئلتين مین کہتا ہون اور تنویر البصائر مین دو مسئلے اور زیادہ کیے ہین الاولى مسئلة السكوت
في الاجارة قبول ورضى كقوله لساكن داره اسكن بكذا والا فانتقل فسكت لزمه المسمى وذكره المولف في الاجارة پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ
سکوت کرنا اجارہ مین قبول اور رضامندی ہے چنانچہ صاحب خانہ کا یون کہنا اپنے گہر کے رہنے والے سے کہ سکونت کر بعوض اتنے کے ورنہ اوٹھ جا اور یہہ مستاجر
جب رہا تو اوسکو معین کرایہ دینا لازم ہوگا اور مولف اشباہ نے اسکو کتاب الاجارہ مین ذکر کیا ہے الثانية سكوت المودع قبول دلالة قال المولف
في بحره سكوته عند وضعه بين يديه قبول دلالة انتهى دوسرا مسئلہ یہہ ہے کہ ساکت رہنا امانت رکھنے والے کا قبول ہے بدلالت حال مولف اشباہ

اپنی کتاب بحر الرائق میں کہا چپ رہنا امانت دار کا امانت رکھنے کے وقت اپنے سامنے قبول ہو باعتبار دلالت کے انتہی کلام التنویر وزاد علیہا کما فی زواہر الجواہر مسائل اور مسائل مذکورہ پر زواہر الجواہر میں چند مسائل بڑھائے ہیں منہا عند قولہ الرابعۃ والعشرون سکوتہ عند بیع زوجتہ فقال وکذا سکوتہا عند بیع زوجہا لما فی البزازیۃ الفتوی علی عدم سماع الدعوی فی القریب والزوجۃ انتہی وصحح قاضیخان انہا تسمع فلیعمل عند الفتوی

از انجملہ یہ بات ہے کہ اس قول کے پاس کہ سکوت زوج کا زوجہ کی بیع کرنیکے وقت ہے شیخ صالح زواہر کے مصنف نے کہا اور ایسا ہی سکوت زوجہ کا اپنے زوج کے بیع کرنیکے وقت کہا ہی قول کے ہے اسواسطے کہ بزازیہ میں فتوی ہے عدم سماع دعوی پر قرابت دار اور زوجہ میں انتہی ما فی البزازیۃ اور قاضیخان نے تصحیح کی ہے کہ دعوی مذکور مسموع ہے تو تامل کرنا چاہئے فتوی دینے کیوقت یعنی مفتی کو مناسب ہے کہ خصمین کو نظر کرے اور جو اونکے حق میں احوط ہو اوسکا فتوی دے کذا فی الطحطاوی قلت ویزاد ما فی متفرقات التنویر من سکوت الجار عند تصرف المشتری فیہ زرعا وبناء وعزیناہ للبزازیۃ وھکذا ذکرہ فی تنویر البصائر معزیا الیہا فالعجب من صاحب الجواہر الزواہر کیف ذکر صدر کلام البزازیۃ وترک الآخر شارح کتاب میں کہتا ہوں اور زیادہ کیا جاوے وہ مسئلہ جو متفرقات تنویر میں ہے یعنی ساکت رہنا پڑوسی کا مشتری کے تصرف کیوقت خرید کے مکان میں باعتبار زراعت کرنے یا عمارت بنانے کے اور اس قول کو ہمنے بزازیہ کیطرف نسبت کیا ہے اور اسیطرح تنویر البصائر میں ذکر کیا ہے اوسیکی طرف نسبت کرکے تو تعجب ہے جواہر زواہر کے مصنف سے کہ کیونکر اوسنے ابتدا کلام بزازیہ کو ذکر کیا اور آخر کلام کو چھوڑا م صدر کلام بزازیہ سکوت زوجہ کا ہے اپنے زوج کی بیع کرنیکے وقت اور آخر کلام بزازیہ کا مسئلہ ہے متفرقات کا ومنہا لو تزوجت بغیر کفو فسکت الولی حتی ولدت کان سکوتہ رضی زیلعی اور منجملہ زوائد صاحب زواہر الجواہر کے یہ ہے کہ اگر عورت نے نکاح کیا غیر کفو سے سو ولی ساکت رہا یہانتک کہ وہ جنی تو اوسکا سکوت رضامندی ہوگا کذا فی الزیلعی ومنہا ما فی المحیط رجل زوج رجلا بغیر امرہ فھناہ القوم وقبل التھنیۃ فھو رضی لان قبول التھنیۃ دلیل الاجازۃ اور از انجملہ وہ مسئلہ ہے جو محیط میں ہے کہ ایکمرد نے دوسرے مرد کا نکاح کر دیا بدون اوسکی امر کے سو اوسکو قوم نے مبارکبادی دی اور اوس نے مبارکبادی کو قبول کیا تو وہ رضامندی ہے نکاح کی اسواسطے کہ مبارکبادی کا قبول کرنا اجازت نکاح کی دلیل ہے م یہ مسئلہ مبنی ہے ظاہر الروایۃ پر اور بموجب روایت حسن جسپر فتوی ہے نکاح ہی منعقد نہوگا اور قبول تہنیت سے مراد سکوت ہے ورنہ یہ مسئلہ مستثنیات میں نہوگا ومنہا ان الوکالۃ کما تثبت بالصریح تثبت بالسکوت ولذا قال فی الظہیریۃ لو قال ابن العم للکبیرۃ انی ارید ان ازوجک من نفسی فسکتت فزوجہا جاز ذکرہ للمولف فی بحرہ من بحث الاولیاء اور از انجملہ یہ کہ وکالت جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہے ویسی ہی سکوت سے بھی ثابت ہوتی ہے اور اسیواسطے ظہیریہ میں کہا ہے کہ اگر ابن عم نے چچا کی بالغہ بیٹی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تیرا نکاح کرلوں اپنی ذات سے سو وہ چپ رہی سو اوس نے اوس سے نکاح کرلیا تو جائز ہے ذکر کیا ہے اسکو مولف نے اپنی کتاب بحر الرائق میں اولیا کی بحث سے م یہاں سکوت سے موکل کا سکوت مراد ہے اور یہ خیر ہے بالتقدم کا کہ وہاں وکیل کا سکوت مراد ہے ومنہا سکوت اھل العلم والصلاح فی التعدیل کما فی شہادات البحر قال ویکتفی بالسکوت من اھل العلم والصلاح فیکون سکوتہ تزکیۃ للشاھد لما فی الملتقط وکان اللیث بن مساور قاضیا فاحتاج الی تعدیل شاھد وکان المزکی مریضا فعادہ القاضی وسال عن الشاھد فسکت المعدل ثم سالہ فسکت فقال اسالک ولا تجیبنی فقال المعدل اما یکفیک من مثلی السکوت قلت وقد عد ھذہ فی الاشباہ من الشہادات شرحہ فکیف تکون زائدۃ نعم زاد فیہ تقییدہ بکونہ من اھل العلم والصلاح فعدہا من الزوائد اور از انجملہ سکوت اہل علم اور صلاح کا قول کی برابر ہے شاہد کی تعدیل میں چنانچہ بحر الرائق کی کتاب الشہادات میں ہے کہا اور کفایت کرتا ہے سکوت اہل علم اور صلاح کا تو ہوگا سکوت اوسکا تزکیہ شاہد کا اسواسطے کہ ملتقط میں ہے کہ لیث بن مساور قاضی تہا سو اوسکو ایک شاہد کی تعدیل کی حاجت ہوئی اور مزکی بیمار تہا سو قاضی اوسکی عیادت کو گیا اور شاہد کا حال اوس سے پوچہا سو وہ چپ ہو رہا پھر پوچہا پھر چپ رہا تو قاضی نے کہا میں تجہسے پوچہتا ہوں تو مجکو جواب نہیں دیتا تو معدل نے کہا کیا تجکو مجہسے تو مجھی سے چپ رہنا کفایت نہیں کرتا شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں سکوت مزکی کو اشباہ میں شمار کیا اپنی شرح کی کتاب الشہادات کیطرف نسبت کرکے تو یہ مسئلہ زائد کیونکر ہوگا ہاں یہ البتہ ہے کہ صاحب زواہر نے سکوت مزکی میں اہل علم اور صلاح ہونیکی قید زیادہ کی ہے لہذا اوسکو زوائد میں شمار کیا ہے م اور بعضی نسخوں میں یوں عبارت ہے فکیف یکون فی التقیید بکونہ من اہل العلم

منکر ہے اکتیس اِن مسئلون مین ہمنے اونکو شرح مین بیان کیا ہے یعنی بحر الرائق مین قال الشیخ شرف الدین فی حاشیتہ علیہا المسمّاۃ بتنویر البصائر علی الاشباہ والنظائر اقول قال فی شرحہ المسمّٰی علیہ ثم اعلم ان المصنف اقتصر علٰی عدم الاستحلاف عندہ فی الاشیاء السبعۃ وفی الخانیۃ انہ لا یستحلف فی احدی وثلثین خصلۃ بعضہا مختلف فیہ وبعضہا متفق علیہ فذکرہا اختصارًا للسبعۃ شیخ شرف الدین اپنے حاشیہ مین جو اشباہ پر ہے جسکا نام تنویر البصائر علی الاشباہ والنظائر ہے کہا کہ مین کہتا ہون کہ مصنف نے اپنی شرح مین جسپر اشباہ مین حوالہ کیا ہے یون کہا کہ یہ معلوم کر کہ کنز کے مصنف نے اقتصار کیا عدم استحلاف پر امام کے نزدیک نو چیز و نمین اور خانیہ مین ہے کہ منکر سے قسم نہین لیجاتی اکتیس صورت مین بعضے اونمین مختلف فیہ ہین اور بعضے متفق علیہ مین پہر اوس نے بطور شمار کے بلا دلیل اختصار کے واسطے نو چیزون کو ذکر کیا ہم اشیاء تسعہ کو تنویر وغیرہ مین یون ذکر کیا ہے کہ تحلیف نہین اوس نکاح مین جسکا انکار کیا زوج یا زوجہ نے اور اوس رجعت مین جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا عدت کے بعد اور اوس ایلا مین جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت کے اور استیلاد کے انکار مین جسکا دعوی لونڈی کرتی ہے اور رقیت اور نسب اور ولاء مین اسطرح پر کہ مثلا زید ایک شخص مجہول پر دعوی کرے کہ وہ میرا غلام یا بیٹا یا مولی ہے یا بالعکس اور حد اور لعان مین حاصل یہ ہے کہ مسائل مذکورہ مین فتوی عدم تحلیف پر سواے حدود کے کذا فی الطحطاوی وفی تزویج البنت صغیرۃ او کبیرۃ وعندہما یستحلف الاب فی الصغیرۃ اور تحلیف نہین تزویج بنت مین صغیرہ یا کبیرہ اور صاحبین کے نزدیک باپ سے قسم لیجائیگی صغیرہ مین م قولہ فی تزویج البنت عطف ہے تسعہ پر وفی تزویج المولی آمتہ خلافًا لہما اور مولی کے نکاح کر دینے مین اپنی لونڈی کا بخلاف صاحبین کے وفی دعوی الدائن الایصاء فانکرہ لا یحلف اور دائن کے دعوی مین وصیت کرنیکا پہر مدعا علیہ نے اوس سے انکار کیا تو قسم لیجائیگی م دائن نے یہ دعوی کیا کہ میت نے مدعا علیہ کو اوسکے دین کی وصیت کی ہے اور چاہتا ہے کہ اپنا دین مدعا علیہ سے لے اور وہ وصیت کا منکر ہے تو اوس پر قسم نہین وفی دعوی الدین علی الوصی اور دین کے دعوی مین وصی پر م یہان وصیت متحقق ہے لیکن دین کا انکار بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان اصل وصیت کا انکار ہے وفی الدعوی علی الوکیل فی المسئلتین کالوصی وکیل پر دعوی کرنے مین دونو صورتون مین وصی کی مانند ہے م اسمین دو مسئلے مین ایک یہ کہ مدعی نے دعوی کیا کہ مدعا علیہ فلانے کا وکیل ہے اور وہ اصل وکالت کا منکر ہے دوسرا مسئلہ یہ کہ وکالت متحقق ہے لیکن مدعی کے دعوی کا منکر ہے کما فی المسئلتین المذکورتین وفیما اذا کان فی ید رجل شیء فادعاہ رجلان کل الشراء منہ فاقر بہ لاحدہما وانکر الاخر لا یحلف اور اوس صورت مین جب کہ کسیکے ہاتہہ مین ایک چیز ہے سو اوسکا دو شخصون نے دعوی کیا ہر شخص اوس چیز کے خریدنیکا مدعا علیہ سے دعوی کرتا ہے سو اوس نے ایک شخص کے خریدنیکا اقرار کیا اور دوسرے کے خریدنیکا انکار کیا تو دوسرا شخص اوس سے قسم لیگا وکذا لو انکرہما فحلف لاحدہما فنکل وقضی علیہ لم یحلف للاخر اور اسیطرح اگر مدعا علیہ نے دونو کی خرید کا انکار کیا سو ایک مدعی کیواسطے اوس سے قسم لی گئی سو اوس نے قسم کہانی اور اوسپر حاکم کا حکم ہوگیا چیز دینے کا تو دوسرے مدعی کیواسطے قسم نہ لیجائیگی وفیما اذا ادعی الہبۃ مع التسلیم من ذی الید فاقر لاحدہما لا یحلف للاخر اور نیز اوس صورت مین جب کہ دو شخصون نے دعوی کیا ہبہ مع التسلیم کا قابض سے سو اوس نے ایک کے واسطے اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجاویگی وفیما اذا ادعی کل منہما انہ رہنہ وقبضہ فاقر بہ لاحدہما اور اوس صورت مین جب کہ دو شخصون مین سے ایک نے دعوی کیا کہ مدعا علیہ اوس چیز کو رہن کیا ہے اور رہن دیکر قبضہ کیا ہے اور اوس نے ایک مدعی کے رہن اور قبض کا اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجائیگی وحلف لاحدہما فنکل لا یحلف للاخر دعوی رہن مع القبض مین ایک مدعی کیواسطے قسم طلب کی سو مدعا علیہ نے قسم نہ کہائی تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجائیگی وفیما اذا ادعی احدہما الرہن والتسلیم والاخر الشراء فاقر بالرہن وانکر المبیع لا یحلف للمشتری اور اوس صورت مین جب کہ ایک مدعی نے رہن اور تسلیم کا دعوی کیا اور دوسرے نے خریدنیکا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے رہن کا اقرار کیا اور بیع کا انکار کیا تو مشتری کیواسطے قسم نہ لیجائیگی ولو ادعی احد ہذین الاجارۃ والاخر الشراء فاقر بہا وانکرہ لا یحلف مدعیہ ویقال لمدعیہ ان شئت فانتظر انقضاء المدۃ او فک الرہن وان شئت فافسخ اور ایک مدعی نے اجارہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے خرید کا سو مدعا علیہ نے اجارہ کا اقرار کیا اور خرید کا منکر ہوا تو خرید کے مدعی کیواسطے قسم نہ لیجائیگی اور اوسکو مدعی سے کہا جائیگا کہ اگر تیرا جی چاہے تو انقضاء مدت اجارہ کی یا رہن خلاص ہونیکا انتظار کر اور اگر تو چاہے تو بیع کو فسخ کر ڈال م خرید کے مدعی سے انتظار کیواسطے اوس وقت کہا جائیگا جب کہ وہ بیع خرید کو ثابت کیا ہو انقضاء اجارہ اس مسئلہ سے متعلق ہے اور فک رہن مسئلہ سابقہ سے عبارت مین لف ونشر غیر مرتب ہے وفیما اذا ادعی احدہما الصدقۃ

والقبض وللآخر الشراء فاقر لاحدهما لا يحلف اور اس صورت میں جبکہ ایک مدعی نے کسی چیز کے صدقہ اور قبضہ کر لینے کا دعوی کیا اور دوسرے نے دوسری چیز کی خرید
کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے ایک کے دعوی کا خواہ صدقہ خواہ خرید کا اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجائیگی وفیما اذا ادعی کل منهما الاجارة فاقر لاحدهما اور اس
صورت میں جب کہ دونوں شخصوں میں سے ایک نے اجارہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے ایک مدعی کے واسطے اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجائیگی اور نکل لا یحلف بخلاف ما اذا ادعی
کل منهما علی ذی الید الغصب منه فاقر لاحدهما او حلف لاحدهما فنکل یحلف للثانی کما لو ادعی کل منهما الایداع فاقر به لاحدهما یحلف للثانی
وکذا الاعارة ویحلف ما له علیک کذا ولا قیمة وهی کذا وکذا یا اجارہ کے دعوی میں ایک مدعی کیواسطے قسم طلب کی اور اوس نے [illegible] تو دوسرے کیواسطے
قسم طلب نہ کی بخلاف اسکے وہ صورت ہو کہ اگر ہر ایک نے قابض پر غصب کا دعوی کیا سو اوس نے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا یا ایک مدعی کیواسطے اوس نے قسم [illegible]
قسم نکھائی تو دوسرے مدعی سے قسم لیجائیگی چنانچہ اگر ہر ایک مدعی نے امانت رکھنے کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے اوس سے قسم
لیجائیگی اور یہی حکم ہے عاریت دینے کا اور قسم یون لیجائیگی کہ مدعی کی تجھپر فلانی چیز نہین ہے اور نہ اوسکی قیمت ہے اور قیمت تو اتنی [illegible] واسطے لیجائیگی
کہ جب مدعا علیہ نے متنازع فیہ کا ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا تو دوسرے کے حق کو اوسنے فوت کیا لہذا اوسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اسیطرح کی قسم غصب میں تو ظاہر ہے اور
ودیعت اور استعارہ مین ہان مگر انکار سے مودع اور مستعیر بھی درحکم غاصب کے ہے وفیما اذا ادعی البائع رضی الموکل بالعیب لا یحلف الوکیل [illegible] اور اس صورت
مین جب کہ بائع نے دعوی کیا کہ موکل مبیع کے عیب سے راضی ہوگیا ہے اور وکیل اوسکا منکر ہے تو وکیل سے قسم نہ لیجائیگی یعنی اسواسطے کہ رضامندی [illegible] تو وکیل
غیر کے فعل کی کیونکر قسم طلب ہو وفیما اذا انکر توکیله له فی النکاح اور اوس صورت مین جب کہ مدعا علیہ انکار کرے کہ مین نے مدعی کو نکاح [illegible] وکیل نہیں کیا وفیما اذا
اختلف الصانع والمستصنع فی المامور به لا یمین علی احد منهما اور اس صورت مین جب کہ کاریگر اور کام [illegible] متفق ہو کہ
تونے فلانے کام کی فرمایش کی اور مستصنع کہتا ہو کہ نہیں میں نے دوسرے کام کی فرمایش کی تھی تو دونوں میں سے کسی پر قسم نہیں ھ [illegible] صورتین ہین ایک یہ کہ درصورت اختلاف
فی المامور به صانع پر قسم نہیں اور دوسری صورت یہ کہ مستصنع پر قسم نہیں وکذا لو ادعی الصانع علی رجل انه استصنعه فی کذا فانکر لا یحلف اور اسیطرح
اگر صانع نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ اوس نے اوس سے فلانا کام بنوایا اور وہ مرد منکر ہے تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی ھ باب السلم کے آخر میں معلوم ہوگا کہ اگر صانع اور مستصنع
عمل مین متفق علیہ ہون تو مستصنع کو اختیار ہے چاہے اوسکو لے اور چاہے نہ لے تو درصورت اختلاف یا انکار بطریق اولی اوسکو اختیار ہوگا پھر قسم کی کیا وجہ ہو [illegible]
والثلاثون لو ادعی انه وکیل الغائب بقبض دینه وبالخصومة فانکر لا یستحلف المدیون علی قوله خلافا لهما هکذا ذکر بعضهم وقال الحلوانی
یستحلف فی قولهم جمیعا انتهی اکتیسوان مسئلہ یہ ہے کہ اگر دعوی کیا ایک شخص نے کہ مین وکیل ہوں شخص غائب کا اوسکا دین لینے اور خصومت کیواسطے سو [illegible] نے
اسکا انکار کیا تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی امام کے قول پر بخلاف صاحبین کے اسیطرح ذکر کیا ہے بعض فقہا نے اور حلوانی نے کہا کہ امام اور صاحبین سب کے قول میں مدیون سے
قسم لیجائیگی انتهی کلام الخانیة وبه علم ان ما فی الخلاصة تساهل وقصور حیث قال کل موضع لو اقر لزمه اذا انکر یستحلف الا فی ثلث اھ خانیہ کے
اکتیس مسائل سے معلوم ہوگیا کہ جو خلاصہ میں ہے سو تساہل اور قصور ہے اسواسطے کہ صاحب خلاصہ نے کہا کہ جس موضع میں اگر شخص اقرار کرے تو اقرار اوسکو لازم ہو جاے تو
جب اوسکا انکار کرے تو اوس سے قسم لیجائیگی مگر مسائل ثلثہ میں باوجود انکار کے قسم نہیں ھ قصور یہ ہے کہ صاحب خلاصہ نے فقط تین ہی صورتون کو مستثنی کیا باوجود کثرت مسائل
مذکورہ کے آگے مسائل ثلثہ کا بیان ہے منها الوکیل بالشراء اذا وجد بالمشتری عیبا فاراد ان یرده بالعیب واراد البائع ان یحلفه بالله ما یعلم ان
الموکل رضی بالعیب لا یحلف فاذا اقر الوکیل لزمه ذلک ویبطل حق الرد پہلا مسئلہ منجملہ مسائل ثلثہ کے یہ ہے کہ خرید کے وکیل نے مول لی چیز میں عیب پایا سو
ارادہ کیا کہ اوسکو بسبب عیب کے پھیر دے اور بائع نے ارادہ کیا کہ اوس سے قسم اللہ کی لے کہ وہ نہیں جانتا ہے کہ اوسکا موکل عیب سے راضی ہوگیا ہے تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی پھر اگر
وکیل رضاے موکل کا اقرار کرے تو اوسکو بیع لازم ہو جائیگی اور پھیر دینے کا حق باطل ہو ھ یہ بعینہ خانیہ کا ۲۴ مسئلہ ہے الثانیة لو ادعی علی الآمر رضاه لا یحلف
وان اقر لزمه ۲ مسئلہ اگر مدعی امر کرنیوالے پر دعوی کرے مامور کی رضامندی کا تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی اور اگر اقرار کرے تو اوسپر لازم ہو جائیگا ھ ضمیر رضاه
کی مامور کیطرف راجع ہے چنانچہ اسکے موافق ترجمہ ہو چکا اور احتمال ہے کہ آمر کیطرف راجع ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ مدعی رضاے آمر کا دعوی کرے اور ایک نسخہ میں یون ہے کہ

ہو اگر تن الی امر رضاہ یعنی اگر آمر رضا ماموری کا دعوی کرے یعنی مامور عیب سے راضی ہوگیا غرض اوسکی یہہ کہ مامور پر الزام آوے کذا فی الطحطاوی الثالثة الوکیل بقبض
الدَّین اذا ادعی المدیون ان الموکل ابرأه عن الدین وطلب یمین الوکیل علی العلم لا یحلف ولو اقر لزمه انتہی ۳ قبض دین کے وکیل پر مدیون نے
دعوی کیا کہ موکل نے اوسکو دین چھوڑ دیا اور اوس نے وکیل سے قسم طلب کی تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی اور اگر وکیل اقرار کرے ابراء دین کا تو اوسکو اقرار لازم ہوگا
انی الخلاصة ھم اقرار لازم ہو یعنی وکیل کو مقتضای اقرار یعنی ترک مخاصمت مدیون کے ساتھہ لازم آویگا اور یہہ مطلب نہین کہ اوسکے موکل پر وکیل کا اقرار لازم آوے
وزدت علی الواحد والثلثین السابعة البائع اذا انکر قیام العیب للحال لا یحلف عند الامام ولو اقر به لزمه کذا فی خیار العیب من البحر الرائق
نے کہا اور اکتیس مسائل سابقہ پر مین نے یہہ مسائل زیادہ کئے اوپر کہ بائع جب قیام عیب فی الحال کا انکار کرے تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی امام کے نزدیک اور اگر وہ اقرار کرے عیب کا تو اوسکو
لازم ہو جیسا کہ مذکور ہوچکا خیار العیب مین ھم صورت اوسکی یہہ ہے کہ مشتری نے دعوی کیا مثلا غلام فراش پر پیشاب کر دیتا ہے اور بائع اسکا منکر ہے تو اوسپر قسم آویگی
والشاهد اذا انکر رجوعه لا یستحلف ولو اقر به ضمن ما تلف بها اور شاہد جب کہ رجوع عن الشہادة کا انکار کرے تو قسم نہ لیجائیگی اور اگر رجوع کا اقرار
کرے تو ضامن ہوگا اوس مال کا جو اوسکی گواہی سے تلف ہوگیا والسارق اذا انکرها لا یستحلف للقطع ولو اقر بها قطع وذکر الاسبیجابی ولا یحلف الاب
فی مال الصبی ولا الوصی فی مال الیتیم ولا المتولی للمسجد والاوقاف الا اذا ادعی علیهم العقد فیحلفون حینئذ انتہی آٹھ جب چور چوری کا انکار
کرے تو قطع ید کیواسطے درصورت نکول اوس سے قسم لیجائیگی یعنی لزوم مال کیواسطے البتہ قسم لیجائیگی کذا فی الطحطاوی اور اگر چوری کا اقرار کریگا تو ہاتھہ قطع کیا جائیگا اور اسبیجابی نے ذکر کیا کہ قسم نہین لیجائیگی باپ سے صغیر
کے مال مین اور نہ وصی سے یتیم کے مال مین اور نہ مسجد اور اوقاف کے متولی سے یعنی درصورت دعوی خیانت باپ اور وصی اور متولی پر قسم نہین مگر جب کہ اونپر عقد کا
دعوی ہو تو اب اون سے قسم لیجائیگی انتہی کلام البحر ھم یعنی اگر باپ یا وصی یا متولی پر اراضی صغیر یا یتیم یا وقف کی عقد اجارہ کا کوئی دعوی کرے اور وہ منکر ہو تو اوس سے
قسم لیجائیگی قلت وزدت علی ما ذکره مسائل شرف الدین حاشیہ تنویر الابصار کے مصنف نے کہا مین کہتا ہون اور مین نے چند مسائل زیادہ کئے صاحب بحر الرائق کے
مذکورات پر الاولی لو ادعی رجل شیئا و اراد استحلافه فقال المدعا علیه هو لابنی الصغیر فلا یحلف و فی فتاوی الفضلی علیه الیمین فی قولهم جمیعا
فاذا استحلف فنکل والمدعی ارض یقضی بالارض للمدعی ثم ینتظر بلوغ الصبی ان صدق المدعی کان کما قال وان کذبه ضمن الوالد قیمة
الارض وتوخذ الارض من المدعی وتدفع للصبی وهذا بمنزلة ما لو اقر لغائب لم یظهر جحوده ولا تصدیقه لا تسقط عنه الیمین فکذا ههنا
قلت وعلی الاول رجوع هذه الی قول المصنف ولا یستحلف الاب فی مال الصبی لانه لما اقر بها للصبی ظهر انها من ماله وفیه تامل پہلا مسئلہ تنویر الابصار
کا یہہ ہے کہ اگر دعوی کیا ایک مرد نے کسی چیز کا اور مدعا علیہ سے قسم لینا چاہا تو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ چیز میرے صغیر بیٹے کی ہے تو قسم نہ لیجائیگی اور فتاوی فضلی مین ہے کہ اوسپر قسم ہے
سب کے قول مین پھر جب اوس سے قسم طلب ہوئی سو اوس نے قسم نکھائی اور جسکا دعوی ہے وہ زمین ہے تو زمین مدعی کو دلائی جاویگی پھر صغیر کے بالغ ہونیکا انتظار کیا جائیگا
اگر بعد بالغ ہونیکے صغیر نے مدعی کی تصدیق کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اوس نے کہا اور اگر اوس نے مدعی کی تکذیب کی تو صغیر کا والد زمین کی قیمت کا ضامن ہوگا مدعی کو
کذا فی الحلبی اور زمین مدعی سے لیکر صغیر کو دیجائیگی اور یہہ مسئلہ بمنزلہ اوسکے ہے کہ اگر مدعا علیہ نے اوس شخص غائب کیواسطے اقرار کیا جسکی تصدیق اور تکذیب معلوم نہین
تو مدعا علیہ سے قسم ساقط نہوگی تو اسیطرح یہان اقرار صغیر مین بھی ساقط نہوگی شارح کہتا ہے مین کہتا ہون اور قول اول کے بموجب یعنی درصورت عدم یمین رجوع
اس مسئلہ کا مصنف کے اس قول کیطرف ہوگا کہ باپ پر صغیر کے مال مین قسم نہین اسواسطے کہ جب باپ نے صغیر کیواسطے اقرار کیا تو ظاہر ہوگیا کہ متنازع فیہ صغیر کے
مال سے ہے اور اوسمین تامل ہے ھم طحطاوی نے کہا شاید وجہ تامل کی یہہ ہے کہ صاحب بحر کا کلام اوس صورت مین ہے جب متحقق ہوجاوے کہ وہ صغیر ہی کا مال ہے اور یہان صغیر کا
مال ہونا ثابت نہین مگر باپ کے اقرار سے اور یہہ بھی ممکن ہے کہ شاید مدعا علیہ نے ابطال دعوی مدعی کا حیلہ کیا ہو الثانیة لو اشتری دارا فحضر الشفیع فانکر المشتری
الشراء قال فی النوازل ولو ان رجلا اشتری دارا فحضر الشفیع فانکر المشتری الشراء واقر ان الدار لابنه الصغیر ولا بینة فلا یمین علی
المشتری لانه قد لزمه الاقرار لابنه فلا یجوز الاقرار لغیره بعد ذلک ۳ اگر خرید کیا ایک گھر کو سو شفیع حاضر ہوا تو مشتری نے خرید کا انکار کیا یا یہہ اقرار
کیا کہ گھر اوسکے صغیر بیٹے کا ہے اور شفیع کے پاس گواہ نہین خرید پر تو مشتری پر قسم نہین اسواسطے کہ اوسکو اپنے بیٹے کا اقرار لازم ہوگیا تو جائز نہین غیر کیواسطے اقرار کرنا

بعد اسکے غیر ولد بائع مرا ہے یعنی اگر قسم مشتری پر لازم ہوا اور شاید وہ قسم سے انکار کرے تو وہ گھر شفیع کو دیا جائیگا اور صغیر کی ملک سے نکل جائیگا الثالثة لو ان رجلین تنازعا في
غلام او جارية او ثوب ادعاه رجلان فتقدما الى القاضي فاقر به لاحدهما ثم اراد الآخر تحليفه فان ادعى ملكا مرسلا او شراء من جهة لم يكن له
ان يحلفه فان ادعى عليه الغصب فله تحليفه لانه لو اقر بالغصب يجب عليه الضمان كذا في النوازل ۳ اگر ایک شخص کے پاس غلام یا لونڈی یا کپڑا ہو کہ
دو مرد اوسکے دعوی کیا سو دونو مدعا علیہ کو قاضی کے پاس لیگئے سو اوس نے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا پھر دوسرے نے اوسکی قسم لینے کا ارادہ کیا سو اوسنے ملک مرسل یا اوسکی
خرید کرنیکا مدعا علیہ سے دعوی کیا تو اوسکو قسم لینا جائز نہیں اور اگر اوسپر غصب کا دعوی کیا تو اوسکو قسم لینا جائز ہے اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ غصب کا اقرار کریگا
تو اوسپر ضمان واجب ہوگا کذا فی النوازل ۴ اگر مدعی ثانی خرید کا اقرار کریگا تو اوسپر ضمان واجب نہوگا اسواسطے کہ وہ چیز اوسکے ہاتھ سے نکل گئی دوسرے مشتری کو
ملی اور اوسکا اقرار دوسرے پر حجت نہیں غایة الامر یہ ہو کہ دوسرا مقر لہ قیمت پھیر لیگا اگر قیمت دینا ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی ملک مرسل یہ کہ وجہ ملک اوسمین
بیان نہو یعنی بجہت خرید یا ہبہ یا وراثت کے مالک ہوا اور یہ مسئلہ مکرر ہو خانیہ کے سولھوین مسئلہ میں فقط ملک مرسل کی قید نہیں زیادہ ہو الرابعة لو اشترى الاب
لابنه الصغير دارا ثم اختلف مع الشفيع في مقدار الثمن فالقول للاب بلا يمين كما في كتب المذهب ۴ اگر خرید کیا باپ نے اپنے صغیر بیٹے کیلئے
ایک گھر پھر اختلاف ہوا شفیع کے ساتھ مقدار قیمت مین تو باپ ہی کا قول معتبر ہوگا بلا قسم کے چنانچہ اکثر کتب اہل مذہب مین ہے یعنی قسم سو اسطے نہیں کہ اپنے یا
مال مین قسم نہین چنانچہ مذکور ہو چکا الخامسة لو ادعى السارق انه استهلك العين وادعى المالك انه قائم عنده فالقول للسارق ولا يمين عليه
۵ اگر سارق نے دعوی استہلاک مسروق کا کیا اور مسروق کا مالک مدعی ہو کہ وہ مال قائم ہے سارق کے پاس موجود ہے تو سارق کا قول معتبر ہوگا اور اوسپر قسم نہین یہ مسئلہ بعد قطع
سارق کے قطع ید کے بعد بقرینہ عبارت نوازل قال ابو الليث في النوازل وسئل ابو القاسم عن السارق اذا استهلك المسروق بعد ما قطعت يده هل
يضمن قال لا وليستوي حكمه فيما استهلكه قبل القطع وبعد القطع قيل له فان قال السارق قد هلك وقال صاحب المال لم تستهلكه وهو عندك
قائم هل يحلف قال يجب ان يكون القول قول السارق ولا يمين عليه فقط ابو الليث نے نوازل مین کہا کہ ابو القاسم سے سوال ہوا سارق کا جسنے مال مسروق
کو استہلاک کیا اپنے قطع ید کے بعد کیا اوسپر ضمان لازم اوئیگا جواب یا کہ ضمان نہین اور سارق کا حکم یکسان ہو استہلاک مال مین قبل قطع ید اور بعد قطع ید کے پھر اون سے
سوال ہوا کہ اگر سارق کہے کہ مال ہلاک ہوا اور مالک مال کہے کہ تو نے اوسکو مستہلک نہین کیا اور وہ تیرے پاس موجود ہے کیا سارق سے قسم لیجائیگی کہا ابو القاسم نے واجب
ہو کہ سارق ہی کا قول معتبر ہو بدون قسم کے ۵ طحطاوی نے کہا بیان ہلاک مال اور استہلاک کا حکم یکسان ہو السادسة اذا وهب الرجل شيئا واراد الرجوع فادعى
الموهوب له هلاك الموهوب فالقول قوله ولا يمين عليه كما في الخانية وغيرها ۶ جب ایک مرد نے کوئی چیز ہبہ کی اور ارادہ کیا پھیر لینے کا سو موہوب لہ نے
موہوب کی ہلاکی کا دعوی کیا تو موہوب لہ کا قول معتبر ہوگا اور اوسپر قسم نہین کما فی الخانیہ وغیرہا السابعة ادعى عليه انك وصي فلان الميت فانكر لا يحلف ۷
مدعی علیہ پر دعوی ہوا کہ تو فلانے میت کا وصی ہے سو اوسنے انکار کیا تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی ۷ یہ مسئلہ مکرر ہو خانیہ کے بارھوین مسئلہ کے ساتھ الثامنة ادعى
عليه انك وكيل فلان فانكر انه وكيل فلان لا يحلف وهما في الخزانة ۸ مدعا علیہ پر دعوی ہوا کہ تو فلانے کا وکیل ہے سو اوسنے انکار کیا کہ مین فلانے کا وکیل نہین
تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی اور یہ دونو مسئلے خزانہ مین ہین ۸ یہ مسئلہ بھی خانیہ کے چودھوین مسئلہ کے ساتھ مکرر ہے التاسعة قال الواهب شرطت العوض وقال الموهوب له لم تشترط
فالقول له بلا يمين ۹ واہب نے کہا کہ مینے ہبہ بشرط عوض کیا اور موہوب لہ نے کہا کہ تو نے عوض شرط نہین کیا تو موہوب لہ کا قول معتبر ہو بلا قسم اسواسطے کہ اصل ہبہ مین
یہ ہو کہ بلا عوض ہو العاشرة اشترى من العبد شيئا فقال البائع انت محجور فقال العبد انا ماذون فالقول له بلا يمين ۱۰ غلام نے کوئی چیز خرید کی
سو بائع نے غلام سے کہا کہ تو محجور ہے یعنی مولی نے تجھکو تجارت کی اجازت نہین دی سو غلام نے کہا مین ماذون فی التجارة ہون تو غلام ہی کا قول معتبر ہوگا بلا قسم
الحادية عشرة اذا اشترى عبدا من عبد فقال احدهما انا محجور وقال الآخر انا وانت ماذونان فالقول له بلا يمين ۱۱ جب کہ ایک غلام نے
دوسرے غلام سے کوئی چیز خرید کی سو ایک غلام نے کہا کہ مین محجور ہون اور دوسرے غلام نے کہا کہ ہم دونو ماذون فی التجارة ہین تو قول معتبر اوسکا ہے جو مدعی ہے اذن
کا بلا یمین اسواسطے کہ صحت بیع قرینہ ہو اذن کا الثانية عشرة باع القاضي مال اليتيم فرده المشتري عليه بعيب فقال ابو اليتيم اتى منه فالقول قوله

بلا يمين وكذا لو ادعى رجل قبله اجارة ارض اليتيم واراد تحليفه لم يحلفه لان قوله على وجه الحكم وكذا في كل شيء يدعي عليه ٢ ا قاضی نے یتیم کا
مال بیچا سو مشتری نے قاضی کو ہبہ یا عیب کے سو قاضی نے کہا کہ تونے مجھکو اوس سے بری الذمہ کر دیا ہے تو قول معتبر قاضی کا قول ہوگا اور اسیطرح اگر ایکمرد نے اجارہ زمین یتیم کا
دعوی کیا قبل ہیچیے قاضی کے اور اوس نے تحلیف قاضی کا ارادہ کیا تو قاضی سے قسم نہ لیجاوے گی اسواسطے کہ قاضی کا قول حکم ہے یعنی حاکم پر قسم نہیں اور یہی حکم ہر ہر چیز کے
دعوی کا قاضی پر الثالثة عشرة لو طالب ابو الزوجة زوجها بالمهر فله ذلك لو صغيرة او كبيرة بكرا ولو اختلفا لاب والزوج في بكارتها ولا بينة
للزوج والتمس من القاضي تحليفه على العلم بذلك عن ابي يوسف انه يحلف وذكر الخصاف انه لا يحلف كالوكيل بقبض الدين اذا ادعى المديون
ان صاحب الدين ابرأه وانكر الوكيل لا يحلف الوكيل وكذلك هنا كذا في الظهيرية ٣ ا اگر زوجہ کے باپ نے اوسکے زوج سے مہر کا تقاضا کیا تو اوسکو جائز ہے اگر زوجہ
صغیرہ یا کبیرہ باکرہ ہو اور اگر باپ اور زوج نے اوسکی بکارت میں اختلاف کیا اور گواہ نہوں زوج کے عدم بکارت پر اور زوج نے التماس کیا قاضی سے باپ کے قسم لینے کا اسکے
عدم علم پر ابو یوسف سے روایت یوں ہے کہ اوس سے قسم لیجاویگی اور خصاف نے ذکر کیا کہ اوس سے قسم نہ لیجاویگی چنانچہ قبض دین کے وکیل سے مدیون یوں دعوی کرے کہ صاحب
دین نے اوسکو دین معاف کر دیا ہے اور وکیل اسکا منکر ہو تو اوس سے قسم نہ لیجاویگی اسیطرح یہاں بھی قسم نہ لیجاویگی کذا فی الظہیریہ الرابعة عشرة اشترى امة فادعى
ان لها زوجا فقال البائع لها زوج حي فطلقها قبل البيع او مات فالقول له بلا يمين كذا في السراجية والله اعلم هذا الذي من خواص هذا
الكتاب كذا في حاشية الاشباه للشرف الغزي ايضا ٤ ا خریدا کیا لونڈی کو پھر مشتری نے دعوی کیا کہ اس لونڈی کا زوج ہے یعنی اس عیب سے پھیر دینے کا ارادہ کیا سو بائع
نے کہا کہ اوسکا زوج میرا غلام ہے سو اوسنے اوسکو طلاق دی قبل بیع کے یا وہ مرگیا تو بائع کا قول بغیر قسم کے بلا یمین کذا فی السراجیہ واللہ اعلم اس قسم کی تحریر اس کتاب کے خواص
میں سے ہے اسیطرح مذکور ہے شرف الدین غزی کے حاشیہ اشباہ میں قلت وفي حاشيتها للشيخ صالح زاد سبعة اخر فنقول شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور شیخ صالح
کے حاشیہ اشباہ میں سات مسئلے اور زیادہ کئے ہیں سو ہم اونکو بیان کرتے ہیں الخامسة عشرة لو طعن المدعى عليه في الشاهد قال هو ادعى هذه الدار لنفسه
قبل شهادته فانكر فاراد تحليفه لا يحلف مجمع الفتاوى ٥ ا اگر مدعا علیہ نے شاہد میں طعن کیا کہ اوس نے اس گھر کا اپنی ذات کیواسطے دعوی کیا تھا قبل اس
شہادت کے سو شاہد نے اسکا انکار کیا تو مدعا علیہ نے اوس سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو قسم نہ لیجاویگی کذا فی مجمع الفتاوی السادسة عشرة اذا كانت التركة مستغرقة
بديون جماعة باعيانها فجاء غريم آخر وادعى دينا لنفسه فالخصم هو الوارث لكنه لا يحلف لانه حينئذ لو اقر له لم يقبل فلم يحلف مجمع الفتاوى
٦ ا جبکہ کہ جماعت معین کے دین میں مستغرق ہو پھر دوسرا قرضخواہ آوے اور دین کا دعوی کرے اپنی ذات کیواسطے تو خصم وارث ہے میت کا لیکن اوس سے قسم نہ لیجاویگی
اسواسطے کہ اسوقت میں اگر اوسکے دین کا اقرار کریگا تو مقبول نہوگا تو اوس سے قسم بھی نہ لیجاویگی کذا فی مجمع الفتاوی السابعة عشرة رجل له على رجل الف درهم فاقر
بها ثم انكر اقراره هل يحلف بالله ما اقررت قال الدبوسي نعم وقال الصفار لا وانما يحلف على نفس الحق مجمع الفتاوى ٧ ا ایکمرد کے دوسرے مرد پر
ہزار درہم ہیں سو اوس نے ہزار کا اقرار کیا پھر اپنے اقرار کا منکر ہوگیا کیا اوس سے اللہ کی قسم لیجاویگی کہ میں نے اقرار نہیں کیا دبوسی نے کہا کہ ہاں قسم لیجاویگی اور صفار نے کہا کہ
نہیں اور اوس سے نفس حق پر یعنی ... پر قسم لیجاویگی کذا فی مجمع الفتاوی الثامنة عشرة دفع الى غيره مالا ثم اختلفا فقال قبضت وديعة وقال الدافع
بل انفسك لا يحلف المدعى عليه وقال القاضي القول لرب المال لانه اقر بسبب الضمان وهو قبض مال الغير مجمع الفتاوى ٨ ا ایک شخص نے دوسرے کو مال دیا
پھر دونوں مختلف ہوئے سو جسنے مال لیا تھا کہا کہ میں نے بطور امانت کے قبضہ کیا تھا اور دینے والے نے کہا بلکہ تونے اپنی ذات کیواسطے یعنی قرض لیا تھا تو قسم نہ لیجاویگی مدعا علیہ سے
قاضی نے کہا تو قول معتبر صاحب مال کا ہے اسواسطے کہ وہ سبب ضمان کا مقر ہے یعنی قبض مال غیر کذا فی مجمع الفتاوی ہم دعوی ودیعت سے غرض یہ ہے کہ اوسپر ضمان نہ لازم آوے
اسواسطے کہ بلا تعدی ہلاک ہو جانے ودیعت سے امانت دار پر ضمان نہیں اور قول قاضی بیان ہے حکم مسئلہ یعنی جب مدعا علیہ پر قسم نہوئی تو صاحب مال کا قول معتبر ہوگا کذا
في الظهيرية التاسعة عشرة رجل قدم رجلا للقاضي وقال ان فلانا ابن فلان توفي ولم يترك وارثا غيري وله على هذا كذا وكذا من المال فانكر
المدعى عليه دعواه فقال الابن استحلفه ما يعلم ان ابيه وانه مات لم يحلف بل يبرهن الابن عليهما ثم يحلفه على ما يدعي لابيه من المال وقيل يحلف
على العلم الاول قول الامام والثاني قولهما وقال الحلواني الصحيح قول الثاني انه يحلف ولو الجيه ٩ ا ایک مرد لے آیا ایکمرد کو قاضی کے پاس اور کہا کہ

فلان ابن فلان مرگیا اور اوسنے کوئی وارث نہین چھوڑا سوا میرے اور اوس میت کا اس مرد پر آتا اور آتنا مال ہے سو مدعا علیہ نے اوسکے دعوی کا انکار کیا تو مدعی بیٹے نے کہا قاضی سے کہ اس سے قسم لیجئے اسکی کہ وہ نہین جانتا کہ مین اوسکا بیٹا ہون اور وہ شخص نہین مرگیا تو اوس سے قسم لیجاویگی بلکہ بیٹا اپنی ولدیت اور اوسکی موت گواہی سے ثابت کرے پھر مدعا علیہ سے قسم لے اپنے باپ کے مال کے دعوی پر اور دوسرا قول یہہ ہے کہ اوس سے قسم لیجاوے علم پر یعنی نفی علم ولدیت اور موت پر پہلا قول امام کا ہے اور دوسرا قول صاحبین کا ہے اور حلوانی نے کہا ثانی کا قول یعنی ابو یوسف کا قول صحیح ہے کہ اوس سے قسم لیجاوے کذا فے الولوالجیہ طحطاوی نے لکھا تخصیص ابو یوسف کی اسکی مفید ہے کہ محمد ونکے ساتھ نہین اور حالانکہ پہلی عبارت اسکی مخالف ہے یعنی وہان حلف لینا صاحبین کیطرف منسوب ہوا انتہی ھ اکثر نسخون مین الصحیح قول الثانی بوضافت ہوا اور اگر ال کا لفظ معرف باللام ہو تو مخالف عبارت نہین باقی رہی ابو یوسف اور محمد دونون کا قول ظاہر ہوجائیگا واللہ اعلم ومنہا العشرون لو ادعی علیہ الف درہم فقال المدعی علیہ للقاضی انہ قد کان ادعی علی ہذہ الدعوی عند قاضی بلد کذا ثم خرج من دعواہ ذلک فابرأنی عن ہذہ الدعوی فحلفہ انہ لم یبرأنی منہا فان حلف حلفت لہ مالہ علی شئ اختلف فیہ والصحیح انہ یستحلف علی دعواہ ولوالجیہ اور از انجملہ ۲۰ اگر ایک شخص پر دعوی کیا ہزار درم کا سو مدعا علیہ قاضی سے کہا کہ مدعی نے یہہ دعوی مجھپر فلانے شہر کے قاضی کے پاس کیا تھا پھر مدعی اپنے اس دعوی سے نکل بھاگا تھا سو اوسنے مجھکو بری الذمہ کردیا تھا اس دعوی سے سو آپ قاضی صاحب اس سے قسم لیجئے کہ اسنے مجھکو اس دعوی سے بری الذمہ نہین کردیا پھر اگر مدعی یہہ قسم کھا ئیگا تو مین یہہ قسم کھاؤنگا کہ اوسکا مجھپر کچھہ نہین آتا ہے اس مین روایت مختلف ہے اور قول صحیح یہہ ہے کہ اوسکے دعوی پر قسم لیجاویگی کذا فی الولوالجیہ ھ یعنی مدعی سے قسم لیجاویگی مدعا علیہ کے دعوی برات پر اسطرح کہ مین نے اوسکو اپنے اس دعوی سے بری الذمہ نہین کیا طحطاوی نے کہا کہ مجھکو اس عبارت کا یہی مطلب معلوم ہوتا ہے جو مذکور ہوا ومنہا لو ان رجلا ادعی علی رجل انہ خرق ثوبہ ولم یحضر الثوب عند الملتقی واراد استحلافہ علی السبب لا یحلف علی السبب اور از انجملہ ۲۱ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد پر یہہ دعوی کیا کہ اوسنے اوسکا کپڑا پھاڑا اور وہ کپڑا قاضی کے پاس نہین لایا اور اوس سے قسم لینا چاہا سبب پر تو اوس سے قسم نہ لیجاویگی سبب پر ھ یعنی مدعا علیہ سے یون قسم نہ لیجاویگی کہ واللہ مین نے کپڑا نہین پھاڑا کبھی کپڑا پھاڑنا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اوس سے مدعا علیہ کا تھا اور اوسنے اوسکو اپنی ملک کی حالت مین پھاڑا پھر اوسکو بیچڈالا تو استحلاف علی السبب مین ضرر ہے اسکا کہ پھاڑنے کے تاوان پر قسم لیجاویگی فائدۃ قلت وبہذہ مع ما قبلہا صارت اثنتین وخمسین مسئلۃ فلیحفظ فائدہ مین کہتا ہون اور یہہ ان مسائل کے ساتھ ملکر باون مسئلے ہوئے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ھ حلبی نے کہا باون نہین بلکہ اٹھاون ہوئے ۱۳ خانیہ کے اور بحر الرائق کے ۹ اور تنویر البصائر کے ۸ اور...

وقد افاد الامام الحلوانی ان الجہالۃ کما تمنع قبول البینۃ تمنع الاستحلاف ایضا الا اذا اتہم القاضی وصی الیتیم او قیم الوقف ولم یدع علیہ شیئا معلوما فانہ یحلف نظرا للوقف والیتیم واللہ اعلم اور امام حلوانی نے کہا کہ جہالت دعوی کی جیسے قبول شہادت کی مانع ہے قسم لینے کی بھی مانع ہے مگر جب قاضی تہمت کرے وصی کو خواہ وقف کے متولی کو اور کسی چیز معین کا دعوی نکرے تو اوس سے قسم لیجاویگی بلحاظ وقف اور یتیم کے واللہ اعلم قول الاشباہ القاضی اذا قضی فی مجتہد فیہ نفذ قضاؤہ الا فی مسائل الخ ای فینتقض فیہا حکم الحاکم یہہ قول ہے اشباہ کا کہ قاضی جب حکم کرے اوس امر مین جسمین جہاد مجتہدین کا مختلف ہے تو اوسکا حکم جاری ہو جائیگا مگر چند مسائل مین الی آخرہ یعنی چند مسائل مستثنی مین حاکم کا حکم توڑا جائیگا نافذ نہوگا ھ حموی نے کہا کہ قاضی سے مراد قاضی مجتہد ہے اور قاضی مقلد کو تو حکم کرنا سوائے اپنے مذہب کے قول راجح کے جائز نہین یہانتک کہ اگر غیر مذہب کا حکم کریگا تو اوسکا حکم نافذ نہوگا انتہی یعنی مثلا اگر قاضی حنفی مذہب شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب کا حکم کریگا تو اوسکا حکم نافذ نہوگا اور فتاوی کازرونی مین شیخ شبلی سے منقول ہے کہ اگر قاضی حنفی صاحبین کے قول پر حکم کرے امام کے مخالف اور حالانکہ صاحبین کا قول اوس مسئلہ مین مرجح نہین تو اوسکا حکم نافذ نہوگا توڑا جائیگا کذا فی الطحطاوی شارح اشباہ کے مسائل مستثنی کو بسبب کثرت کے نقل نکیا منجملہ مسائل اشباہ نکاح متعہ ہے یعنی اگر قاضی مجتہد اپنے خلاف مذہب جواز نکاح متعہ کا حکم کرے تو نافذ نہوگا اسواسطے کہ متعہ منسوخ ہے اور ابن عباس اگرچہ جواز کے قائل تھے لیکن یہہ قول مخالف کتاب اور سنت کے معتبر نہوگا علاوہ اسکے اس مسئلہ سے ابن عباس کا رجوع بھی صحیح اور ثابت ہے قال ابن المصنف الشیخ صالح بن محمد بن عبد اللہ فی حاشیتہ علیہا المسماۃ بزواہر الجواہر فی التفسیر علی الاشباہ والنظائر وقد ظفرت بمسائل اخر فی خطہ تتمیما للفائدۃ وقسمتہا علی ثلثۃ اقسام الاول ما لم یختلف فیہ مشائخنا والثانی ما اختلفوا فیہ والثالث ما لا نص فیہ عن الامام واختلف اصحابنا فیہ وتعارضت فیہ تصانیفہم مصنف کے بیٹے شیخ صالح

ابن محمد بن عبد اللہ نے اپنی اشباہ کے حاشیہ میں جسکا نام زواہر الجواہر فی التنظیر علی الاشباہ والنظائر ہے کہا اور البتہ میں نے چند مسائل اسی بارہ میں سو میں نے انکو بڑھایا ہے تا
فائدہ پورا ہو جائے اور انکو تین قسم کیا ہے پہلی قسم وہ جسمیں ہمارے مشائخ یعنی امام اور صاحبین مختلف نہیں ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جسمیں وہ مختلف ہیں اور تیسری
قسم وہ ہے جسمیں امام سے روایت صریحہ نہیں اور ہمارے اصحاب یعنی مصنفین اہل مذہب اوسمیں مختلف ہیں اور انکی تصانیف اوسمیں متعارض ہیں فمن القسم الاول
اذا باع دارا وقبضها المشتری واستحقت منه وتعذر علی البائع ردها فقضی علی البائع للمشتری ببدار مثلها فی المواضع والخطة والاذرع
والبناء کقول عثمان البتی ثم رفع لقاض اخر ابطله والزم برد الثمن فقط الا ان یکون احدث بناء او غرسا فیلزمه بقیمة ذلك مع الثمن
سو قسم اول سے یہ مسئلہ ہے کہ جب ایک شخص نے گھر بیچا اور اوسپر مشتری نے قبضہ کیا اور وہ گھر مستحق اترا ہوا اوس سے یعنی غیر بائع کا مملوک ثابت ہوا اور بائع پر اوسکا
پھیرنا متعذر ہوا سو قاضی نے بائع پر مشتری کیواسطے ایسے دوسرے گھر دینے کا حکم کیا جو اوسکی برابر ہو باعتبار مساکن اور محلہ اور طول اور عرض کی ناپ اور عمارت میں جیسا کہ
عثمان بستی کا یہ مذہب ہے پھر اوسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو اوسکو باطل کرے اور فقط قیمت پھیر دینا بائع پر لازم کرے مگر یہ کہ مشتری نے اوسمیں عمارت بنائی
ہو یا درخت لگایا ہو تو اوسکی قیمت بھی گھر کی قیمت کے ساتھ لازم کرے ومنه حکم قضی ببطلان شفعة الشریك ثم رفع لقاض اخر فانه ینقضه لمخالفته
لنص الحدیث اور از انجملہ یہ کہ ایک قاضی نے شفعہ شریک کے بطلان کا حکم کیا پھر دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو اوسکو باطل کرے کیونکہ یہ حکم نص حدیث
کے مخالف ہے ومنه المحدود فی قذف اذا قضی بشیء بعد ثبوته ثم رفع للحکم لقاض لا یراه ابطله اور از انجملہ یہ کہ جس قذف کی حد پڑی جب
وہ کسی چیز کا حکم کرے بعد اسکے ثابت ہونیکے گواہی سے پھر اوسکا مرافعہ ہوا اوس قاضی کے پاس جسکا یہ مذہب نہیں ہے تو اوسکو باطل کردے م طحطاوی نے کہا اور
ایک نسخہ میں بعد توبتہ ہے بتاء مثناۃ فوقانیہ یعنی محدود فی القذف اپنی توبہ کرنیکے بعد قاضی ہو کر حکم کرے ومنه مالو حکم اعمی ثم رفع لقاض لو یره نقضه لانه لیس
من اهل الشهادة والقضاء فوقها اور از انجملہ یہ ہے اگر اندھا حکم کرے پھر اوسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہو جو اوسکو جائز نہیں جانتا تو اوسکو باطل کردے
اسواسطے کہ اندھا اوسیطرح محدود فی القذف لائق شہادت کے نہیں اور قاضی ہونا تو شہادت سے بھی بالاتر ہے م یہ دونوں مسئلوں کی دلیل ہے ومنه اذا حکم
بشهادة الصبیان ثم رفع لاخر نقضه لانه کالمجنون وکذا ما اداه النائم فی نومه اور از انجملہ یہ کہ جب قاضی لڑکوں کی گواہی سے حکم کرے پھر اس کا
دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہو تو اوسکو باطل کردے اسواسطے کہ یہ مجنون کی مانند ہے اور اسیطرح وہ مسئلہ ہے جب کہ سوتا آدمی سونیکی حالت میں گواہی ادا کرے اور اوسپر
کوئی حکم کرے لازم الابطال ہے م اگرچہ بعض ائمہ کے نزدیک شہادت اطفال معتبر ہے لیکن یہ مخالف ہے نص قرآنی کے لہذا لازم الابطال ہے قال اللہ تعالیٰ واستشهدوا
شهیدین من رجالکم یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ دو گواہ کروا اپنے مردوں میں سے یعنی مسلمانوں میں سے دو مرد گواہی میں شرط ہیں حالانکہ اطفال کو رجال نہیں
بولتے ومنه الحکم بشهادة النساء وحدهن فی شجاج الحمام ورفع لاخر لا یمضیه اور از انجملہ حکم کرنا فقط عورتوں کی گواہی سے سر کے زخموں میں حمام کے
اندر اور اوسکا مرافعہ ہوا تو دوسرا قاضی اوسکو جاری نہ رکھے بلکہ باطل کردے اسواسطے کہ نص قرآنی کے مخالف ہے ومنه الحکم باجارة المدیون فی دینه لا ینفذ اور
از انجملہ حکم کرنا مدیون کے اجارہ پر اوسکے دین میں نافذ نہوگا ومنه القضاء بخط شهود اموات لا ینفذ اور از انجملہ حکم کرنا مردہ گواہوں کے خط دیکھکر نافذ نہیں
ومنه القضاء بجواز بیع الدراهم بالدنانیر نسیئة اور از انجملہ حکم کرنا جواز بیع دراہم کا دنانیر سے ادھار یعنی ایک شخص روپے نقد دے اور دوسرا اشرفی دینے کا
وعدہ کرے یا بالعکس واجب الابطال ہے اسواسطے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہے ومنه القضاء بشهادة اهل الذمة فی الاسفار فی الوصیة ثم رفع لمن لا یری
نقضه اور از انجملہ حکم کرنا کافروں کی گواہی سے سفر اور وصیت میں پھر مرافعہ ہوا اوس قاضی کے پاس جسکا یہ مذہب نہیں تو اوسکو باطل کردے ومنه اذا قضی
بشیء ثم رفع لاخر فنقضه ولو یبین وجه النقض امضی نقضه اور از انجملہ یہ کہ جب ایک قاضی نے کسی چیز کا حکم کیا پھر اوسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا
سو دوسرے حاکم نے اوسکو باطل کیا اور وجہ بطلان کو بیان نکیا تو حاکم ثانی کا حکم جاری رکھا جائیگا اسواسطے کہ صدور نقض میں اصل یہی ہے کہ علی وجہ السداد ہو کذا فی
الظهیریة ومنه اذا باع رجل من اخر عبدا او امة ومضی علی ذلك مدة ثم ظهر فیه عیب لم یقر البائع به ولم تقم به بینة بانه کان موجودا
عنده فرده القاضی علی البائع ثم رفع حکمه لاخر فانه یبطل الرد ویعیده للمشتری اور از انجملہ یہ کہ جب ایک مرد نے دوسرے کو غلام یا لونڈی کو بیچا اور ایام

مدت گذر گئی پھر اوسمین وہ عیب ظاہر ہوا جسکا بائع اقرار نہین کرتا اور اوسپر گواہ بھی قائم نہین کہ وہ عیب بائع کے پاس تھا سو قاضی نے اوسکو بائع پر رد کیا پھر اوسکا مرافعہ ہوا
دوسرے حاکم کے پاس تو وہ اس پھیرنے کو باطل کرے اور مشتری کے پاس اوسکو پھیرے ومنہ اذا حکم بتحریم بنت المرأۃ التی لم یدخل بہا ثم رفع لحاکم آخر
ابطل حکم الاول لمخالفتہ لنص وربائبکم اللاتی فی حجورکم الآیہ اور ازانجملہ یہ کہ ایک حاکم نے اوس عورت کی بیٹی کی تحریم کا حکم کیا جس سے اوسکے زوج نے
صحبت نہین کی اور قبل قربت کے طلاق دی پھر اوسکا مرافعہ دوسرے حاکم کے پاس ہوا تو حاکم اول کے حکم کو باطل کردیگا اسواسطے کہ تحریم اس نص قرآنی کے مخالف ہے اور
حرام ہین تمہاری ربیبہ جو تمہاری گودون مین ہین تمہاری اون عورتون سے جنسے تمنے صحبت کی سو اگر تمنے اون سے صحبت نکی تو تمپر کچھہ گناہ نہین ومن
القسم الثانی اذا اختلف الصحابۃ علی قولین ثم اخذ الناس باحد قولیہم وترکوا الآخر فحکم القاضی بالمتروکۃ لم ینقض عندہ خلافا
للثانی اور قسم ثانی یعنی جسمین امام اور صاحبین مختلف ہین یہ مسئلہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف ہون دو قول پر پھر لوگون نے اونکے ایک قول پر
عمل کیا اور دوسرے قول کو چھوڑا سو قاضی نے قول متروک پر حکم کیا تو امام کے نزدیک حاکم ثانی اسکو نہ توڑیگا بخلاف ابو یوسف کے ومنہ اذا وطی ام امرأتہ و
حکم ببقاء النکاح ثم رفع لآخر یری خلافہ لم یبطلہ ثم ان الزوج جاہلا فہو فی سعتہ وان عالما لا یحل لہ المقام معہا لان القضاء
لا یحلل ولا یحرم خلافا لابی حنیفۃ اور ازانجملہ یہ کہ جب ایک شخص نے اپنی خوشدامن سے وطی کی یعنی زنا کیا اور حالانکہ منوز منکوحہ سے قربت نہین ہوئی
کذا فی جامع الفصولین اور قاضی نے بقاء نکاح منکوحہ کا حکم کیا پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جو اوسکو مخالف اعتقاد رکھتا ہو تو حاکم ثانی اسکو باطل نکرے
پھر اگر زوج جاہل ہو تو وہ گنجایش مین ہے یعنی منکوحہ کے پاس رہنا اوسکو جائز ہے اور اگر عالم ہو تو اوسکو منکوحہ کے پاس رہنا حلال نہین اسواسطے کہ قاضی کا حکم
حرام کو حلال نہین کردیتا اور نہ حلال کو حرام بخلاف امام اعظم کے کہ اونکے نزدیک بقاء نکاح کا حکم لانہ البطلان ہے کذا فی الطحطاوی وذکر الحاکم فی المنتقی فی
رجل وطی ام امرأتہ فقضی ان ذلک لا یحرمہا ثم رفع لآخر فرق بینہما وذکر ذلک مطلقا فالظاہر ان ذلک مذہبہ او قول الامام المختار
لیتفق ولا تنکحوا وہو الوطی اور حاکم نے اوس مرد کے حق مین ذکر کیا جسنے اپنی خوشدامن سے وطی کی پھر قاضی کا حکم ہوگیا کہ یہ وطی اوسکی منکوحہ کو حرام نہین کرتی
پھر مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا وہ تفریق کردے زوجین مین اور حاکم نے اوسکو مطلقا ذکر کیا بلا خلاف امام اور صاحبین کے تو ظاہر اسیہ تفریق حاکم کا مذہب ہے
یا امام کا قول ہے بسبب اسکے مخالف ہونیکے اس نص قرآنی کے کہ نہ نکاح کرو جو تمہارے باپون نے نکاح کیا عورتون سے اور نکاح سے یہان وطی مراد ہے یعنی اوس عورت
سے قربت نکرو جس سے تمہارے باپون نے قربت کی ہے م نص مذکور اس مسئلہ کی دلیل نہین ہو سکتی بلکہ اوس مسئلہ کی دلیل ہے جسکو جامع الفصولین مین اسطرح ذکر کیا
کہ اگر قاضی نے جواز نکاح مزنیہ اب کا حکم بیٹے کیواسطے یا بالعکس تو یہ حکم نافذ نہوگا کہ اسکی حرمت کتاب اللہ مین منصوص ہے کذا فی الطحطاوی ومنہ اذا قضی بخلاف
مذہبہ غلطا ووافق قول مجتہد ثم رفع لآخر امضاہ عند الامام وقالا ینقضہ لانہ غلط والغلط لیس بمجتہد فیہ اور ازانجملہ جب
قاضی نے خلاف اپنے مذہب کے غلط حکم کیا اور کسی مجتہد کے قول کے موافق پڑ گیا پھر دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو وہ اوسکو جاری رکھے امام کے نزدیک اور
صاحبین نے کہا کہ اوسکو باطل کرے اسواسطے کہ وہ غلط ہے اور غلط مجتہد فیہ نہین م جامع الفصولین مین ہے کہ قضا فی المجتہدات نافذ ہے سب علما کے نزدیک بالاجماع
لیکن سزاوار یہ ہے کہ قاضی عالم ہو بمواضع خلاف سے اور قول مخالف کو چھوڑے اور اپنے مذہب کے موافق حکم کرے تا جمیع علما کے نزدیک باتفاق روایات صحیح ہو اور اگر
قاضی کو مواضع اجتہاد کا علم نہو تو اوسکے نفاذ حکم مین ہمارے علما سے دو روایتین ہین یعنی صحت اور عدم صحت اور اگر قاضی مجتہد ہے سو اوس نے غیر کے مذہب پر ہو کر
حکم کیا تو یہ حکم امام کے نزدیک نافذ ہے اور اگر عمدا حکم کیا تو بھی بقول صحیح نافذ ہے اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ نافذ نہین ہے بموجب اسکے زعم کے اور صاحبین
ہی کے قول پر فتوی ہے اور بعضون نے کہا کہ امام کے قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی ومنہ المدیون اذا حبس لا یکون حبسہ حجرا علیہ وقال القاسم
بن معن حجر فلو حکم بہ ثم رفع لآخر نقضہ وقالا ینفذ فلو حکم الثانی بہ نفذ ولم ینقض اور ازانجملہ یہ کہ مدیون محبوس ہوا تو اوسکا حبس مانع
اوسکے تصرفات کا نہین اور قاسم بن معن نے کہا کہ مانع ہے سو اگر قاضی نے اوسکے منع تصرف کا حکم کیا پھر اوسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو اوسکو باطل کردے
اور صاحبین نے کہا کہ وہ حکم نافذ ہے سو اگر دوسرے قاضی نے بھی پہلے قاضی کے موافق حکم کیا تو اب وہ حکم نافذ ہوگا اور باطل نہوگا یعنی باتفاق ومن القسم الثالث

اذا حکم بالشاہد والیمین والاحوال ثم رفع الی حاکم یری خلافہ نقضہ عند الثانی وعن الامام لا لاختلاف الآثار۔ اور تیسری قسم سے یہ مسئلہ ہے جب حاکم نے حکم کیا ایک شاہد اور مدعی کی قسم پر یعنی مقدمات میں پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جسکا مذہب اسکے خلاف ہو تو اس حکم کو باطل کرے ابو یوسف کے نزدیک اور امام سے ایک روایت یہ ہے کہ باطل نکرے بسبب اختلاف آثار کے یعنی بعض آثار ایک شاہد اور یمین کے حکم کے جواز پر دلالت کرتے ہیں اور بعضے عدم جواز پر ہم موافق تقسیم سابق کے مناسب یہ تھا کہ یہ مسئلہ قسم ثانی میں مذکور ہوتا اسواسطے کہ قسم ثالث وہ ہے جسمین امام سے روایت نہو حالانکہ اسمین امام سے روایت موجود ہے مگر یہ کہ روایت سے روایت معتبر مراد رکھیے ومنہ اذا قضی القاضی بشہادۃ الاب لابنہ او الجد ثم رفع لآخر لا یراہ امضاہ عند الثانی وینقضہ عند محمد اور از انجملہ یہ کہ جب قاضی باپ کی گواہی پر اوسکے بیٹے یا دادا کیواسطے حکم کرے پھر دوسرے کے پاس مرافعہ ہو جسکا مذہب اسکے مخالف ہو تو ابو یوسف کے نزدیک اسکو جاری رکھے اور محمد کے نزدیک اسکو باطل کرے ومنہ اذا تزوج الثانی بابنتہ من الزنی وحکم الحاکم بحل ذلک ثم رفع لمن لا یراہ ابطلہ لانہ مما یستشنعہ الناس کذا فی شرح الطحاوی اور از انجملہ یہ کہ جب زانی نے اپنی زنا کی بیٹی سے نکاح کیا اور حاکم نے اسکو حلال ہونیکا حکم کیا پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جسکا مذہب اسکے مخالف ہو تو اوسکو باطل کردے اسواسطے کہ اسکو لوگ معیوب جانتے ہیں ہم لوگون سے اہل فضل مراد ہیں اور مناسب یہ تھا کہ اسمین خلاف کو ذکر کرتا اسواسطے کہ قسم ثالث سے ہے ومنہ رجل اعتق عبدا ثم مات المعتق ولا وارث لہ ثم قضی القاضی بمیراثہ للمعتق ثم رفع لحاکم آخر نقضہ وجعل مالہ لبیت المال عند ابی یوسف وھو صحیح لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الولاء لمن اعتق ولا یلزم مولی الموالاۃ لانہ مستحق بالعقد وھو قائم بہما فاستویا کالزوجیۃ فاغتنم ھذا المقام فانہ من جواہر ھذا الکتاب واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب اور از انجملہ یہ کہ ایک مرد نے غلام کو آزاد کیا پھر آزاد کرنیوالا مر گیا اور اوسکا کوئی وارث نہیں پھر قاضی نے اوسکی میراث غلام آزاد کو دلائی پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس تو اس حکم کو باطل کردے اور اوسکا مال بیت المال کے واسطے ٹھہرا دے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول صحیح ہے بدلیل اس حدیث صحیح کے کہ میراث اوسی شخص کے واسطے ہے جسنے آزاد کیا یعنی غلام آزاد کے واسطے میراث نہیں اور مولی العتاقہ پر مولی الموالاۃ کا اعتراض لازم نہیں آتا اسواسطے کہ مولی الموالاۃ مستحق میراث کا عقد موالاۃ سے ہوتا ہے اور عقد دونون میں قائم ہے تو دونون میراث پانے میں برابر ہوگئے جیسے زوجیت زوجین میں برقائم ہو یعنی مطلق ارث میں نہ مقدار سہم میں سو غنیمت جان اس مقام کو کہ وہ اس کتاب کے جواہرات میں سے ہے اور اللہ تعالی دانا تر ہے ٹھیک بات کا اور اوسیکی طرف مرجع اور مآب ہے ہم مولی الموالاۃ یہ کہ دو شخص مجہول النسب آپسمین عقد محبت منعقد کرین تو اگر کوئی اونکا وارث نہو تو ایک دوسرے کا وارث ہوگا بخلاف ولاء عتاقت کے کہ اوسمین آزاد کرنیوالا فقط

اپنے غلام آزاد کا وارث ہوتا ہے اور غلام آزاد اوسکا وارث نہیں ہوتا فقط

خاتمۃ الطبع الحمد للہ والمنۃ کہ جلد دوم غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در المختار ماہ جمادی الاولی سنہ [illegible] ہجری میں مطبع صدیقی واقع بانس بریلی میں تصحیح و تکمیل احقر العباد **محمد احسن** صدیقی مالک مطبع سے آراستہ ہوئی الحمد للہ اولا و آخرا وصلی اللہ علی کل عبد مصطفی ٭